



OUP—552—7-7-66—10,000

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No.

902

Accession No.

P G  
1009

Author

ذکری اللہ محمد

Title

ذکری اللہ محمد  
پندرہویں صدی

This book should be returned on or before the date last marked below.





# HISTORY OF INDIA. MAHAMMADAN PERIOD.

FOR  
THE MAHAMMADAN ANGLO-ORIENTAL COLLEGE.

COMPILED FROM  
SEVERAL ARABIC, PERSIAN AND  
ENGLISH HISTORIES.

BY  
MUNSHI MOHAMMAD ZAKA-UL-LAH,  
PROFESSOR OF VERNACULAR SCIENCES AND LITERATURE,  
MUIR COLLEGE, ALLAHABAD.

PART II.

## تاریخ ہندوستان

مسلمانوں کے زمانہ کی

مدرسۃ العلوم مسلمانان کے ایسے

جسکو

## منشی محمد زکاء اللہ صاحب

پروفیسر ورنیکولر سائنس اینڈ لٹریچر میور کالج الہ آباد

نے

متعدد عربی و فارسی اور انگریزی ہندوستان کی تاریخوں

سے تالیف کیا

حصہ دوم

دہلی

مطبع مرتضوی میں باہتمام حاجی محمد عزیز الدین کے چھاپہ ہوا

مارچ سنہ ۱۸۷۵ ع

(چھاپہ اول)



## إِطْلَاع

اِس کتاب یعنی حصہ نویم تاریخ ہندوستان کو منشی محمد نواز اللہ صاحب نے واسطے مجوزہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے تالیف کیا ہے اور مجلس خزنة البضاعة لتأسيس مدرسة العلوم للمسلمين کے خرچ سے چھاپہ ہوئی ہے مصنف نے اپنا حق تصنیف مجلس مذکور کو دیدیا ہے اور مجلس مذکور کی جانب سے رجسٹری اِس کتاب کے بموجب ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۷ ع عمل میں آئی ہے پس کسی شخص کو اِس کے چھاپنے کا حق نہیں ہے \*

دستخط

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی  
سکرٹری مجلس خزنة البضاعة

درخواست

اگر کوئی مضمون اِس حصہ میں کمیٹی مدرسۃ العلوم کے ممبروں کے نزدیک قابل اصلاح ہو تو اُسکی اطلاع سکرٹری کو فرماویں تاکہ کمیٹی کی منظوری سے دوسرے چھاپہ میں اُسکی اصلاح ہو جاوے \*

دستخط

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی  
سکرٹری مجلس خزنة البضاعة



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارباب علم کی خدمت میں التماس کیا کہ اس تاریخ ہندو متین حصے میں جنکی تفصیل دوسری سطر شروع ہوتی ہے ❀

### حصہ اول عہد ہندو

ہندوؤں کے کبھی حادثات اور واقعات تاریخی لکھنے کے لئے قلم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ہمیشہ قصوات خیالات کے لکھنے میں مشغول رہے۔ اگر اتفاق سے کسی تاریخ لکھنے کا ارادہ ہی کیا تو اسکو قصوات اور توہمات کا لباس پہنا دیا۔ غرض انہوں نے جو سچا وہ لکھا جو کیا وہ نہیں لکھا۔ سلسلے او کی ان کتب سیور تاریخ کا کہیں پتا نہیں۔ یہ حیات میں ان کی تاریخ کا لکھنا عموماً سب کے واسطے مشکل ہے خصوصاً میر لکھنوی نے ہندوؤں میں پختہ زبان سنسکرت ہی شہانہ ہندو رسم و رواج کا جیت تاریکی جہالت مجھ پر چائی ہو تو ہندوؤں کا علم تاریخ کہ بحر ظلمات کا ایجا ہے مجھے کب یہ ہو سکتا۔ صرف چند واقعات جواہر کے اپنی محنت اور لیاقت سے یا تحقیق کو پہنچا ہیں۔ پورا دوسری ہندوؤں کی اصل اور طرز تمدن و معاشرت و آئین قانون رسم و رواج اور مذہب علوم کا حال معلوم ہوتا ہے وہ

### حصہ دوم عہد اسلام

کلیتاً اسلام کو ان کوئی واقعہ نہیں واقع ہوا اور کوئی حادثہ ایسا نہیں گذرا کہ انہوں نے کسی پیرایہ میں اسے تحریر نہیں کیا۔ پہلی او کی ان کتب سیور تاریخ جن میں ہندوستان کا حال لکھا ہو سیکڑوں میں۔ مگر ان میں مضامین مکرر لکھ کر سے نقل مصنفین نے ہندو لکھے ہیں اگر کوئی

طالب علم ان کتابوں کو لیکر بیٹھے اور ان میں سے ان مضامین کو مکرر پڑھا ہی رہتا تھا۔  
 تو ایک کتاب پانچ چار ہزار صفحہ کی بجائی۔ اور پہلے کتاب میں مضامین مفصلہ ذیل  
 کہ جنہیں تقریر کا فائدہ نہ ہوتا تھا تاریخ پنجابی سے کتر کر پھینکا چاہی تو اسی کتاب چلائے۔  
 مضامین کی تفصیل یہ ہے۔ اہلکاروں کا تقرر تبدیل ترقی تنزل۔ اہل دربار کا پادشاہوں کے  
 سامنے پیشکشوں کا پیشگی نا۔ پادشاہوں کا انگو خلع انعام القاب خطاب۔ پادشاہوں کے  
 جشنوں کی تیاری۔ اور ان کی شیر شکاری سواری۔ شاعروں کی مدح مٹائی۔ بہاؤں کی بہائی۔  
 اولاد کا ہونا۔ شادی بیاہوں کا چنا۔ نجومیوں کا ساتھ و خانا پند تون کا اڑچا اور پترا  
 بنانا جو گیون کی جھوموٹ کی حکایتیں۔ خیر و ن کی اڑنگ ٹنگ استائیں۔ چوم چوموٹے  
 زمینداروں کا مقرر ہو کر گڈ منچین۔ پادشاہی لشکر و لکا اور پھر سنا خلاف قوانین غرت  
 سیکر وں قصے متعصبانہ مورخوں کی لڑیں۔ ان مضامین کا صرف ایک فیہ بیان کر دیا گیا  
 ہے جسے معلوم ہو گا کہ یہ یہ ہوتا تھا۔ نہ یہ کہ تاریخ میں دس صفحے اگر واقعات لکھے گئے تو دو چار  
 صفحے ایسے مضامین سے سیاہ کئے جتنے ایک لمحہ کتاب بجائی ہو اور سب سے لگینی عبارت کا بوجھ  
 بخستہ مضامین کی گردن ٹوڑ جاتی ہے اور ہٹا دیا جاتا۔ اور استعارات اور جہات کا شکنجہ جسے کہ  
 مطالب مقاصد کی روح قبض ہو رہی کہ بول دیا جاتی تو ایک کتاب کچھ میری تاریخ سے بڑی  
 ہیچائی لگی۔ میری تاریخ میں ان مضامین کی کمی ہے کہ عمارتوں کا حال لااجال لکھا ہے۔  
 زیادہ تر توجہ اس سبب نہیں کی عمارت کی بیان کا لطف جب ہی آتا ہے کہ اس کا نقشہ بھی لکھا  
 سامنے ہو۔ اگر نقشوں کو لگاتا تو وہ یہ بہت حرف ہوتا۔ دروم میں جو بوجھ کا حال جدا جدا  
 نہیں لکھا بلکہ اتنا لکھا ہی کہ جتنا عام تاریخ ہندو لکھنے کے لئے چاہئے۔ سوم میں خاص  
 اور نہیں آدمیوں کا ذکر لکھا ہی خلیہ کاموں کا اثر سلطنت پر ہوا۔ باقی دربار بابل کا ذکر نہیں

اگر ہم مضامین بطور ضخیمہ لکھ کر جائیں تو ایک تاریخ کامل بن جائیگی۔ مین اس تاریخ کو بطرح تصنیف کیا  
 کہ ہر ایک تاریخ بنی تاریخین ہندوستان کی جو آج کل مشہور و مقبر شمار ہوتی ہیں ان کو پڑھا۔ اور اس بات پر  
 غور کی کہ ان انگریزی تحقیق و مشن تاریخ کن کن واقعات کو لکھا ہے مگر کن کن حادثات کو چھوڑا  
 ۔ اور جبکہ لکھا کہ ان لکھا تو یہ معلوم ہوا کہ صرف چند تاریخین مثل مرشد و سید المتاخرین اور  
 تاریخ خانی خان اور تاریخ فرور شاہی ہیں جو ان کی تاریخوں کا ذخیرہ۔ البتہ بنیادیت صفا  
 جو ایک سلسلہ اور تاریخوں کی ترجموں کوئی جلد و نہیں بغیر منطبع کیا ہے اسی انگریزی زبان  
 مین اہل اسلام کی تاریخ ہند کا سلسلہ ایسا مہیا ہوا جو ایک گراؤندہ اس سے تاریخین انگریزی زبان  
 مین چھی اچھی لکھی جائیگی۔ اس زبان مین اب تک جو تاریخ ہند لکھی گئیں ان کے وسطے سرمایہ  
 تاریخ ایسا مصنفین کو بہم نہیں پہنچا کہ کوئی تاریخ ہندوسن تبسکی لکھی تھیں۔ اس زبان مین  
 اور ملکوں کی تاریخین لکھی ہوئی موجود ہیں جن واقعات کو انہوں نے جس ترتیب سے لکھا تھا اور  
 ترتیب سے مین حاصل کیا تو مین سے دیکھا کہ لکھا۔ اور ان کی تفصیل اور توسیع ایسی کر دینی یہاں کو  
 اچھی طرح ہیں۔ اور بعض واقعات جدید بھی مین اصل کتابوں منتخب کر کے زیادہ کئے۔ اور  
 جو خیالات ان کی واقعات کی نسبت انگریزی کتابوں مین لکھے تھے اور جسے حقیقت مین بد  
 تاریخ دانی کا حامل ہوا ہے وہ بھی تحریر کئے۔ غرض مشرقی واقعات اور مغربی خیالات دونوں کو  
 ملا دیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ کتاب باہمہ بنے مہربن گئی۔ نہ انگریزی تاریخوں سے واقعات  
 کے بیان کرنے سے زیادہ مفصل ہے اور فارسی عربی ترکی تاریخوں سے نتائج واقعات  
 اظہار کرنے مین مفصل ہے۔ نقشہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ کن کن تاریخوں کے مضامین  
 انتخاب کئے گئے ہیں۔



مضامین	نام کتاب
اہل عرب کا جملہ ملک سندھ پر	مجمع نامہ - تاریخ ہند میر محمد مصوم
خاندان غزنوی محمود غزنوی	تاریخ بکینی - تاریخ سبکدینی بہیقی - تاریخ فرشتہ - روضۃ اصفیٰ
غوریوں کے خاندان کا حال	تاریخ الفی مولانا احمد و تاریخ فرشتہ - طبقات ناصری -
خاندان غلجی	تاریخ فرشتہ و تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی - تاریخ فیروز شاہی - شمس السراج
خاندان تغلق	تاریخ فیروز شاہی شمس السراج - وفیات فیروز شاہی -
سید ملک خاندان کا حال	تاریخ مبارک شاہی -
لودیوں کا خاندان	تاریخ داؤدی -
تیمور کا حال	ملفوظات تیموری - و تاریخ تیموری و ظفر نامہ و تاریخ فرشتہ
خاندان سور	تاریخ شیر شاہی - تاریخ فرشتہ -
بابر	واقعات بابری - ایضاً
ہمایون	ہمایون نامہ میر غوث تذکرۃ الوقایع جوہر - اکبر نامہ
اکبر	اکبر نامہ اسٹین کبری - طبقات اکبری - منتخب لتواریخ عبدالقادر بدایونی -
جہانگیر	توزک جہانگیری - اقبالان مہ جہانگیری -
شاہجہان	عمل صالح - شاہجہان نامہ - مرآۃ العالم -
عالمگیر	عالمگیر نامہ - آثار عالمگیری - مرآۃ العالم - مکتوبات عالمگیری -
خاندان تیمور کے باقی	سیر المتاخرین - تاریخ مظفری - عماد السعادت -
پادشاہوں کا حال	تاریخ نادری و درہ نادرہ -
نادر شاہ	تاریخ احمدی -
احمد شاہ ابدالی	
تیسرہ حصہ انگریزی عہد	
اسمیں انگریزی عہداری کا حال بتا سکتے ہیں ۱۸۵۷ء تک مفصل لکھا گیا ہے +	

## ۵ غیرت مضامین

### اہل اسلام کا حملہ ملک سندھ پر

طبقات تاریخ۔ اہل عرب کے حملے۔ راجہ اسل اور محمد بن قاسم کی صلح۔ جی پور میں محمد قاسم پہنچا  
 نجو میو کی پیشین گوئی۔ دہاکا مارا جانا۔ جی سنگر کا راجہ میں داخل ہونا۔ قلعہ کا فتح ہونا۔ اور  
 رانی کا جل کر مرنا۔ تفصیل نو تری غلامو کی۔ جنگ بہرور اور دہلیں وزیر سی ساگر کا محمد قاسم  
 سے امن کا چاہنا۔ لشکر اسلام کا جلو ائی تالاب پر پہنچنا۔ ہندوؤں کی عورت ہلاک کرنا۔ جی سنگر کا  
 جی پور میں جانا۔ برہن آباد کا حال۔ راجہ جی سنگر اور راجہ دہاکا کی رانی کا مقابلہ۔ برہنہوں کا  
 محمد قاسم پاس آنا۔ رعایا کا تین قسم کی جاغتون میں تقسیم ہونا۔ برہنہوں کا انتظام کر لئے جانا۔  
 محمد قاسم کا رعایا کی خاطر داری کا حکم دینا۔ محمد قاسم کا ساوندی ساکو جانا۔ محمد قاسم کا لعلانا اور  
 ستہا کی طرف جانا۔ اور لالوسی لڑائی۔ ایک آدمی کا عجیب طرح سے جان بچانا۔ ملک کا مختلف  
 ہو کر محمد قاسم پاس آنا۔ فتح سنگر ملتان۔ تقسیم خیمیت۔ ابو حکیم کا دس ہزار فوج کی ساتھ تہ فوج کو  
 روانہ ہوا۔ ہر چند راجہ فوج کا جواب محمد قاسم کی وفات سندھ میں اسلام کا پہلنا۔ اہل عرب  
 کی عہداری ملک سندھ پر۔ ۱۔ ۴۴۲ تک

### خاندان غزنوی

البتگین۔ سبتگین۔ جی پال اور سبتگین کی لڑائی۔ وفات سبتگین محمد غزنوی کی  
 نو عمری کا بیان۔ محمود کی تخت نشینی۔ سلطان محمود کی خود مختاری۔ سلطان محمود غزنوی کی  
 مہات ہندوستان کا بیان۔ حملہ اول۔ دومر حملہ۔ تیسرا حملہ۔ تار یون محمد غزنوی کی  
 لڑائی۔ پانچویں ہم۔ چھٹی ہم چہا حملہ۔ ساتویں ہم چہا پنچواں حملہ۔ نوین ہم۔ چہا حملہ۔ ستاون

اتھوان حملہ فوان حملہ دسوان حملہ گیارہوان حملہ بارہوان حملہ سلجوقیوں اور ایران کا فتح ہونا۔ سلطان محمود کی وفات۔ حکایات بچپن محمود کی حضرت عادات و انتظام مملکت کے متعلق بہن محمود کی سپاہ۔ اوسکا علمی شوق۔ فردوسی اور شاہنامہ محمود کی صورت۔ محمود کی افعال اور اعمال کے نتائج۔ سلطان محمد کا بیان۔ سلطان مسعود۔ آل سلجوق سلجوقیوں سلطان مسعود لڑنا۔ امیر مرد دین امیر مسعود۔ ابو جعفر مسعود۔ ابو الحسن علی۔ سلطان عبدالرشید۔ سلطان فرخ زاد سلطان ابراہیم سلطان مسعود ثانی۔ سلطان ارسلان۔ بہرام شاہ۔ غوریوں کا بر باد ہونا۔ ہندوستان میں غزنویں کی سلطنت کا انتقال ہونا۔ خسرو شاہ۔ خسرو ملک۔ ۴۴ صفحہ ۷۰۔ ایک

## خاندان غوری

غزنویں کو سلجوقیوں کا فتح کرنا اور سلجوقیوں کی بربادی۔ سلطان علاء الدین جہاں سوسف الدین غوری ثانی۔ عیث الدین غوری سلطان شہاب الدین غوری محمد غوری۔ خاندان غزنویں کا بچ بچہ خارج ہونا۔ سلطان شہاب الدین غوری لڑائی ہندوستان کے ساتھ شہاب الدین شکست پانا ہندوستان۔ ہندوستان دوبارہ شہاب الدین لڑنا اور کابل پر فتح پانا۔ دہلی و راجہ کی فتح کابلیا۔ قنوج کی فتح کابلیا۔ گوالیار اور ملتان کا فتح ہونا اور قطب الدین کی فتوحات۔ اودھ اور بنگالہ کے صوبوں کا فتح ہونا شہاب الدین کا بادشاہ ہونا اور خوارزم پر چڑھائی۔ ہندوستان کے فسادوں کے پان سلطان شہاب الدین کی وفات۔ سلطان محمد غزنوی اور سلطان محمد غوری کا بیان۔ خاندان غوری کا خاتمہ۔ ۷۰ صفحہ ۱۳۲۔ ایک

## غلام پادشاہوں کی سلطنت

آرام شاہ۔ شمس الدین التمش اور سکھ فات۔ یادگار عبداللطیف التمش۔ سلطان کن الدین فیروز شاہ

سلطان غنیہ بیگم معزالدین بہار شاہ - سلطان علاء الدین مسعود - سلطان تلخ الدین - ۱۲۲-۱۵۱

## سلطان غیاث الدین بلبن

ملکوں کے امیرین کا جمع ہونا - علم و فنہر کا حال - دربار - عادات - فساد - بنگالہ کی کشتی - مغلوں کے حملہ اور شاہنشاہ محمد خاں شہید - سلطان بلبن کی وفات - ۱۵۱ - صفحہ سی ۱۶۳ تک

## سلطان معزالدین کی قباد

بغیر خان اور کی قباد کی ملاقات - کی قباد کی وفات - ۱۶۳ - صفحہ سی ۱۶۹ تک

## خاندان خلجی

سلطان جلال الدین خلجی - ملک چھو کی بغاوت - بغاوتین - مغلوں کا حملہ - علاء الدین - علاء الدین کی مہم دکن پر - جلال الدین کی وفات - سیہ جولہ - ۱۶۹ - صفحہ سی ۱۸۶ تک

## سلطان علاء الدین خلجی

جلال الدین کے اولاد اور ان کے ہوا خواہ - مغلوں کا حملہ - گجرات کی فتح اور سپا کی بغاوت - مغلوں کا دور - علامہ علاء الدین کے بیہودہ خیالات - قلعہ تہنوبہ - علاء الدین کے ہتھیار کا تخت حاصل کرنے کی چپا کے قتل - سپاہیوں کا ارادہ - سپاہیوں اور اسکی انسداد کی تدبیریں - چور گڑھ کی فتح - مغلوں کی مہمت اور ان کے انسداد کی تدبیریں - دکن کی مہمت - مہم لنگانہ - کوٹلہ اور لیٹیا - اس کامیابی تک فتح ہونا - نو مسلم مغلوں کا قتل - دیو گڑھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان - ملک فور کی حکمتیں - گجرات کی بغاوت اور چور گڑھ کی نکل جانیکا حال - سلطان علاء الدین کی وفات - سلطان علاء الدین کی عادتیں - ۱۸۶ - صفحہ سی ۲۱۲ تک

## شاہان خلجی

سلطان شہاب الدین خلجی - سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی - قطب الدین کے سرور کا کام - گجرات اور دکن کی مہم - علیہا کا فتح ہونا - محمد خان کی اختیارات اور سندھوں کا بادشاہ کے دربار میں ہونا

## خاندان تعلق کا بیان

عین الدین تعلق - ہم تنگنا نہ دو بارہ ہم تنگنا نہ ہم تنگنا پادشاہ کی وفات - قلعہ  
تعلق آباد - ۲۲۴ صفحہ ۲۲۴

سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا بیان

سلطان محمد شاہ تغلق کی عادات و مغلوں کے حلقے و گھمٹ کی عجیب و غریب یادداشت کی عمدہ تدبیر  
یاد شاہ کے نام معقول مضمون اور تدبیر و لکھایا بیان بغاوتیں اور ظلم و ستم کی باتیں۔ مالوہ کی  
بغاوت۔ ملتان کی بغاوت۔ پادشاہ کا دلی میں ہنا اور رعایا کا سڑوینا۔ بنگالہ کی بغاوت  
۔ قنوج کا برباد کرنا۔ ساحل کار و منگل پر ہٹا و شہا ہو فغان کی بغاوت۔ پادشاہ کا سیام اور  
کے تہ فرمن کا سڑوینا۔ خلیفہ کھر خلعت۔ کرناٹک کی بغاوت۔ پادشاہ کا سرگن داری میں ہنا  
۔ بغاوتیں۔ دلی میں پادشاہ کا رہنا اور اس کی افعال ملک غریز حمار کا دہار اور مالوہ پر جانا  
بغاوتوں کا ہونا۔ گجرات اور دکن کی بغاوتیں۔ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی وسعت  
ابن سبوتہ نے جو حال ہریانہ شاہ کی سلطنت کا لکھا ہے وہی کا حال ۲۳۰ صفحہ ۶۰ تک

سلطنت فیروز شاہ

تخت نشینی۔ پادشاہ کا سفر ٹہرہ سی دیلی تک بنگال کی پہلی مہم۔ بنگالہ کی دوسری مہم  
مکر کوٹ اور ٹہرہ کی مہم۔ حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوچوٹے جہکڑے۔ پادشاہ کی ضعیفی کی  
بائین۔ وفات پادشاہ کی۔ پادشاہ کو شوق ہامیرن اور رعایا کی خوش حالی۔ پادشاہ کا فریاد  
اور جاگیروں کا دنیا۔ سپاہ کے حالات فیروز شاہ کی لاثمہ۔ عمارت فیروز شاہی۔ فیروز شاہ  
نہر فیروز آباد۔ جو نپور فتح آباد۔ عمارت رفاه عام۔ بیکار آرمینوں کی پرورش۔ سیکے۔ دعوتیں جلسے۔

زیا ترین وفالین۔ بادشاہ کرمانہ کی تصنیفات۔ خلاصہ فتوحات فیروز شاہی۔ ۲۶۷-۲۸۸  
غیاث الدین ثانی کی سلطنت کا بیان۔ سلطنت بوبکر شاہ بن طغر خان۔ سلطنت ناصر الدین  
محمد شاہ۔ سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

ناصر الدین محمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ۔ ملتان اور پیر محمد خان

کا حکمہ ہندوستان پر۔ ملوک قبائل خان کا قبائل دار السلطنت اور صوبوں کی کیفیت۔ ۲۸۸-۲۹۵

### امیر تیمور

امیر تیمور کی چڑائی ہندوستان پر تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حکم کرنا۔ امیر تیمور کی زندگی  
ہندوستان کے ارادہ سی۔ تلباکی بربادی۔ احمد بن اور پٹنیک کی فتح۔ دہلی کی طرف کوچ۔ دہلی  
کی فتح کی تیاری۔ قیدیوں کا قتل ہونا۔ سلطان محمود کی شکست دہلی کی تباہی۔ امیر تیمور  
کی مراجعت ہندوستان۔ امیر تیمور کے خصال و عادات۔ امیر تیمور اور چنگیز خان کی ناہم نسبت  
دہلی کا حال بعد تیمور کے چلے جانیکے۔ دولت خان لودی۔ ۲۸۸-۳۱۰

### سیدون اور لودیوں کی سلطنت

خضر خان۔ سید مبارک شاہ۔ گہکون سے لڑائی۔ پٹنیر اور گوالیار کی مہم۔ سیوانیوں کی کشتی  
اور سلطان الشرق کی لڑائی اور سرہند کا فساد۔ میر کابل سے لڑائی۔ بادشاہ کی وفات۔ محمد  
بن فرید خان۔ بادشاہ سلطان علاء الدین سیدون کی سلطنت۔ سلطان بہلول لودی کی تخت نشینی  
بہلول کی لڑائیاں۔ محمود شاہ شرقی سے۔ ادنیٰ چورانا سے۔ راجہ خان پٹنہ سے لڑائی۔ بادشاہ  
کی وفات اور ملک کی کیفیت۔ خصال سلطان بہلول۔ بادشاہی نظام خان لودی اطیب سلطان  
سکندر خصال سلطان سکندر۔ سلطنت ابراہیم لودی۔ ۳۱۰-۳۳۱

## خاندان تیمور بابر کی سلطنت

بابر کی نوعمری کا بیان۔ شمر قند میں بابر کا پادشاہ ہونا اور وہاں سے نکلنا۔ شمر قند کا دوسری دفعہ فتح ہونا۔ بابر کا کابل پر قبضہ نہ صرف پانا۔ بابر کا خراسان چلانا۔ قندھار کی فتح۔ بابر کے تانبہ سے کابل کا نکلنا اور پہلا تانبہ نہ بابر کا تیسری دفعہ شمر قند اور بخارا پر قبضہ ہونا۔ بابر کی پہلی ہندوستان پر۔ بابر کی دوسری ہندوستان پر۔ بابر کی تیسری ہندوستان پر۔ چوتھی ہندوستان پر۔ آخری ہندوستان پر۔ بابر کی ہندوستان پر۔ اگرچہ میں بابر کا نام ہندوستان کی سلطنتوں کی کیفیت اور ملازمین کی حالت اور مسیون کی بقا اور اطاعت۔ بابر کو زہر دینا۔ بابر کا فتح پانا میلور کے راجہ پر۔ ملک نظام و میوات کی فتح۔ چندیری کی فتح۔ افعالون کے صفحہ کا بیان۔ قلعہ تھنبو کا تانبہ۔ بہار اور بنگال کے گرائیون کا بیان۔ بابر کی بیماری اور موت کا بیان اور اس کی لاش کی کھدائی کے وسطی سارشتین۔ خلیفہ نظام الدین۔ بخت سلطنت پر۔

وقعات بابری۔ خلاصہ حال بابر کی سلطنت کا۔ ۳۹۲-۳۳۱

## حضرت نصیر الدین محمد ہمایون پادشاہ غازی

بہائیون کو ملک تقسیم کرنا۔ کالج اور چار گتہ اور جوہو کی فتح۔ گجرات کی فتح کا بیان۔ گجرات اور مالوہ کا حکومتی نکل جانا۔ ہمایون کا بنگال پر چڑھنا۔ ہمایون کا تنزل و شیرخان کی ترقی۔ ہمایون کی دوبارہ لشکر کشی اور شکست فرا۔ ملک سندھ میں ہمایون کی سرگردانی جوہو پور جانیکیا بیان اور اس کی مصفا اور ہمایون کا ذکر۔ سندھ پر دوبارہ حملہ اور اکبر کے پیدا ہونے کا بیان۔ بیرم خان۔ ہمایون کا ہندوستان چلا جانا۔ سفیر قندھار اور ایران کی عملداری

میں جانا۔ ۳۹۲-۳۳۱

## خاندان سورکابیان

شیرشاہ کی نسبت اور آغاز سورکابیان - فرید خان کو اپنی بیست کا ملنا اور وہاں سے نکلنا اور  
پاس آنا - شیرخان کا دوبارہ سلطان محمد یاسین نا اور بہار کا بالکل ملک بننا - قلعہ چنگر گڑھ  
پر شیرخان کا قبضہ پادشاہ محمود بہار میں آنا اور شیرخان کا دعویٰ شیرخان کا حملہ بنگالہ  
- قلعہ رہاس پر شیرخان کا قبضہ شیرشاہ کا پنجاب پر قبضہ اور بنگال میں جانا سالوہ کی فتح  
- رام پور کا قلعہ اور بعض درحالات - مارواڑ کے راجہ مالو کو گڑھی قلعہ کا انجو اور پادشاہ  
کی وفات - شیرشاہ کی ملکی انتظاموں کا بیان اور عاتقوں کا بیان اور وحانات - ۴۶۳-۴۶۴

## سلیم شاہ کی سلطنت

تخت نشینی اور بہائی اور امیون سے جہگڑا - اس کا زمانہ سلیم شاہ کی عداوت اور نظام  
ملکی - فرقہ بندی - ۴۶۴-۴۶۵

## محمد شاہ سوم مشہور بہ جدلی

بہیو کا حال پادشاہ کی زور و ظلم اور ملک کے فساد و نکابیان - ابراہیم اور سکندر سورکا پادشاہ - ۴۶۵-۴۶۶

## سہالیوں کی سلطنت کا حال

سہالیوں کا دوبارہ ہندوستان پر آنا - سہالیوں کی غزروں اور پہلی سلطنت کا حال قندھار کی فتح  
- کابل کی فتح - بدخشان کی مہم - مرزا کامران کا تسلط کابل پر اور پھر سہالیوں کی فتح  
کابل پر - سہالیوں کا پنج پڑ سنا اور واپس آنا - کامران کا کابل پر قبضہ پانا اور بنگانا - مرزا کامران  
کی آخر لڑائی اور اس کی گرفتاری - سہالیوں کا قندھار جانا - سہالیوں کا دلی اور گڑھ پر قبضہ  
سہالیوں کی وفات - دین بہاؤ سہالیوں کی حضرت عاتق دیاقت و نظام ملکی - ۴۶۸-۴۶۹  
اکبر کی تخت نشینی کی وقت ہندوستان کی ریاستوں کا بیان





پادشاہ کا چیر جانا۔ شمس الدین محمد خان پان لکھو کا پادہ پان لکھو اور ہم خان کا مال جانا۔ پادشاہ کے تیر لکھو غوثیہ معظم  
 تہا نصیر کے زمان میں سب لکھو بکھر گیا۔ ملک نور شاہ کا ترجمہ ہونا قلعہ چتر گنج۔ نہ تہہ بود کا لکھو کو قلعہ حون کی فتح  
 فتح گجرات اور خاندان تیمور شاہ نور دلی بھاؤ۔ مسوت کی فتح مرزاؤں کا حال پادشاہ کا دوبارہ  
 گجرات میں جانا۔ فتح بنگال۔ ملک بنگال اور بہار کی کیفیت بھاؤ و امرار بہار و بنگال۔ بنگال میں پان  
 کی بغاوت۔ بنگال میں سب امیون کا گجرات کی بغاوت۔ شاہزادہ محمد حکیم کی سرکشی۔ اکبری مداح  
 سہلادکن میں۔ پادشاہ کی بل جانے کے حال فتح کا شہر شہر کے افغانوں کی لڑائی۔  
 ان قوموں کی حال و دل و ملک کا حال۔ افغان و شغنائی۔ قوم یوسف زئی سیڑائی۔ قوم  
 شغنائی سیڑائی۔ مرزا سلیمان جگم پختان کا آنا۔ رام پنگا لکھو شکست پنا۔ کفر و مالنگہ  
 ولایت تہہ نصیر ملک سندھ کی فتح۔ قندھار پر دوبارہ قبضہ۔ اکبر کا مال تسلط سندھ میں۔ دکن  
 کی مہات۔ صلح شاہزادہ۔ مرزا و چاند سلطانی۔ از سر نو لڑائیوں کا ہونا۔ خاندان کی فتح۔ اکبر پاشا  
 کی اولاد کا حال اور ہندوؤں کے ساتھ ہار شہرے سکایان سلطان سلیم کی پیدائش شاہزادہ سلیم  
 کی نافروانی۔ ابو الفضل کا قتل سیپ پٹیوں کا ملاپ سلیم کی بدچلنیان۔ اکبر کی کامرنا۔ جہانگیر کا باب  
 پس آنا اور قید رہنا۔ حکایت خیر و اور سلیم کی بات پیوں کی لڑنے کی پادشاہ کی بیماری۔ سازش  
 جانشین کے واسطے سازش کا موقع ہونا۔ اکبر کی وفات۔ اکبر کا حلیہ۔ علم حضرت علی۔ اکبر کی  
 شان شوکت وجاہ و جلال و سخاوت و تواضع۔ لڑائی و شکست میں امن منزل شکوہ سلطنت  
 اکبر کے شوق۔ طبعی زبان کی تحقیقات۔ بعض امراء اکبری کا حال۔ شیخ ابو الفضل اور شیخ  
 فیضی۔ راجہ ٹوڈر مل اور جہیر المل اکبر کا مذہب عبادت خانہ۔ حاجیوں کی تعظیم عیسائی  
 پادریوں کا آنا۔ آفتاب ستی۔ آتش پرست۔ ہندوین۔ فتویٰ اقلیات پادشاہ۔ دین الہی  
 اکبر شاہی۔ ہندوؤں کے مذہب میں مذہب۔ ہندوؤں کے ساتھ سلوک اکبر کے مسلمانوں کا ناراض ہونا

اکبر کے مذہب کی اشاعت۔ اکبر کو محمد بن کتبائے ترجمہ مہابہارت کا ترجمہ رامان کا ترجمہ سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ تعمیر عمارت۔ نظام ملکی۔ محاصل کے نظام۔ پوچھ بڑوتی کے امین۔ چچر زین کے امین۔ خبر نمین کے امین۔ تقسیم ملک سپہ سالار۔ فوج کا نظام سپاہ۔ میر عدلی قاضی عدالت دیوانی عمل کر جبے حالانکہ لکڑی کا معلوم ہوتا ہے۔ فوج کے نظام کا بیان۔ ۵۳۵-۵۴۶

### حضرت نور الدین جہانگیر کی سلطنت کا بیان

ہندوستان کا حال سوقت تخت نشینی کے۔ اور حکم و حکایت جو تخت پر بیٹھ کر تمام ملک میں جاری کئے۔ خسرو کا بہاگنا۔ بغاوت خسرو۔ بغاوت کا دہنا۔ خسرو کی سپہ سالار کا دہنا۔ بادشاہ کا کا جانا اور اگر کو اس نے نہ قطب اپنی سب سے خسرو بتانا۔ نور جہان کی سپہ سالار اور اس کا پوچھنا۔ مہات دکن۔ ملک غنبر پشاور ضلع کا فتح پانا۔ دکن کو بارہ لڑائیاں۔ بہار لڑائی اور دی پور۔ انگلستان کے سفیر طاسر کو کا بیان۔ عثمان افغان کی شکست۔ فرقہ وستانی کو سوار احواد کا فساد۔ فتح قلعہ کانگڑہ۔ بادشاہ خسرو کی فات نور جہان اور شاہجہان کی بیٹی بطنی۔ شاہ ایران کا فتنہ لینا۔ شاہجہان کا تصرف کرنا شہر بارہ اور نور جہان کی جاگیروں میں۔ مہتاب خان کو نور جہان بلانا۔ شاہجہان کی بغاوت۔ دکن کی حال ذکر اور بے ادبی مہابت خان۔ مہابت خان کی خرابی۔ جہانگیر کے مرزا بیان۔ امر جہانگیری کا بیان۔ جہانگیر کے بعض کام۔ فہام عام۔ نور جہانگیر خلاصہ سلطنت جہانگیر۔ ۶۷۶ صفحہ سے ۷۲۸ تک

### حضرت ابوالمظفر محمد شہاب الدین شاہجہان کی سلطنت کا بیان

صف خان کا شاہجہان کا بلانا۔ نور جہان کا نظر بند ہونا شہر بارہ کی شکست پانا۔ مرزا اور بادشاہ۔ شاہجہان کا دکن سے انگریز بادشاہ ہونے۔ نذر محمد خان والی بلخ و بدخشان کا حملہ کابل۔ جیہا سنگ۔ بندیلہ کی سرشیں بجان جہان لودی کی بغاوت کا بیان۔ خانجہان لودی کا اگر ہی بہاگنا۔

شاہجہان کا دلی مین جانا۔ دکن کی بیستون کا بیان۔ ناسک تہنگ سنگنہ لشکر کشی عظیم  
 کی تاخت خانجہان پر خانجہان درو یا خان دکن بھاگنا۔ احمد نگر کے نظام الملک سے لڑائی کا  
 ہونا۔ دکن اور گجرات میں قحط۔ احمد نگر کے بادشاہ کا مارا جانا۔ قلعہ قندھار اور قلعہ اور سیوندہ۔ پاشا  
 فوج پر نظام کی فوج سے مدد پہنچنا۔ صف خان مین لدولہ کا بالا گھاٹ پر روانہ ہونا اور جیالو  
 کا محاصرہ۔ فتح قلعہ لکنہ۔ فتح قلعہ ولت آباد۔ محمد شجاع کا دکن کی طرف جانا۔ قلعہ پرندہ کے  
 فتح کے نئی شانہ روہ کا جانا۔ شاہجہان کی دکن جانا۔ لشکر دکن کا کوچ شامہ سے ٹنیکہ واسطے اور  
 قلعہ تکر فتح کر نیکہ لئی۔ سفیران شاہی جیالو اور گو لکندہ۔ قلعوں کا مفتوح ہونا۔ تسخیر بنگالی  
 اور برنگیزوں کا استیصال سری نگر کی محم جہا سنگیند اور اسکے بیٹے کی ماحیت کی سرکشی۔  
 زمیندار اجینہ کا مارا جانا۔ سرکشی مرزبان کوچ ہاجو۔ ملک بھلانہ کی فتح۔ ظفر خان صوبہ دار کشمیر  
 کی تسخیر تہ خوزد۔ امام قلی خان و نذر محمد خان کا حال شیر خان ترین زمیندار تو شیخ کا پاشا  
 سے امان چاہنا۔ سعید خان کا پشاور پر فتح پانا۔ کور کرید اور بیہر جلالہ کا مارا جانا۔ فتح قلعہ قندھار  
 اور واقعات متعلقہ قندھار سپاہ شام اور داراشکوہ کا کابل و قندھار میں آنا۔ سپاہیستان کا  
 سرزمین قندھار میں آنا۔ مہات بلخ و بختران۔ علی مردان خان کا کابل سپاہ کا پہنچنا۔ و تروی  
 قطعان کا مغلوب ہونا۔ راجہ جگت سنگھ کی فوج کا حدود اندراب اور سرب مین جانا اور اوزبکوں  
 سے لڑنا۔ شانہ روہ مرادو لشکر کے کلم۔ نذر محمد خان کا شکست پانا بہادر خان اور اصالت خان سے  
 حال صوبہ بلخ کا بعد بغاوت سعد اللہ خان۔ نذر محمد خان کا حال شانہ روہ اور گناب کا بلخ و  
 بدخشان کا بادشاہ کی طرف عنایت ہونا۔ ایرانیوں کا قندھار پر دوبارہ قبضہ۔ اور گناب  
 کا قندھار پہنچنا اور ان کا میاب پہنچنا۔ اور گناب کے دوبارہ قندھار پر حکمران ہونا کا میاب پہنچنا۔  
 داراشکوہ کا قندھار پر جانا۔ دکن میں اورنگ زیب کے ساتھ ازبکوں کا ہونا۔ جیالو اور

اورنگ زیب کی لڑائیاں۔ شاہجہان کا بیادھونا اور مورث سلطنت میں فتور پر بادشاہجہان  
بیٹوں اور بیٹیوں کا بیان۔ داراشکوہ کے نظام سلطنت و بیہائین کی بغاوت۔ اورنگ زیب  
کو کن سے روانہ ہونے اورنگ زیب کا اگرہ میں داخل ہونا۔ اورنگ زیب کے مراد کو قید رکھنا۔  
امراء شاہجہانی۔ شاہ بہرامپور۔ شاہجہانی عمارتیں۔ قلعہ و شہر شاہجہان آباد۔ جامع مسجد  
شاہجہان آباد۔ روضہ ممتاز محل۔ تخت طاووس شاہجہان آباد میں شاہجہان کا جشن۔  
وسعت و نظام سلطنت و دولت۔ خلاصہ عالی شاہجہان۔ ۷۲۸-۸۴۱۔

### ابوالمظفر محی الدین عالمگیر بادشاہ غازی

سلیمان شکوہ کا حال۔ داراشکوہ کا حال اور اورنگ زیب کا تعاقب۔ پادشاہ کا ملتان  
لاہور میں آنا۔ لاہور سے دہلی جانے مرزا شجاع ٹرے کے لئے پادشاہ کا جانا۔ اورنگ زیب  
اور مرزا شجاع کی لڑائیاں۔ راجہ جیوت سنگھ کا اگرہ میں آنا اور اڑوڑ جانا۔ قلعہ الہ آباد کا  
قبضہ میں آنا۔ داراشکوہ کا گجرات میں آنا اور وہاں اوسکا لوگوں کا پادشاہ ماننا۔ راجہ جیو  
کا پادشاہ ہونا اور داراشکوہ سے لڑنا۔ دارا کی شکست اور پادشاہ کی قلعہ داراشکوہ کی مصیبتیں  
گجرات بہانے میں۔ اکثر برہمن کی ملاقات۔ احمد آباد کو دروازوں کا بند ہونا۔ اور داراشکوہ کا  
کا بگڑ جانا۔ داراشکوہ کا دہلی میں آنا اور اوسکا مارا جانا۔ مرزا شجاع کی لڑائیاں۔ شاہ زادہ  
محمد سلطان اور معظم خان۔ شاہ زادہ محمد سلطان کی مرزا شجاع علی اور واقعات کا خاتمہ۔  
اکبر نگر پر تصرف مرزا شجاع کا۔ شاہ زادہ محمد سلطان کا معظم خان کے لشکر میں آنا اور مرزا شجاع  
کا خاتمہ۔ سلیمان شکوہ کا مقید ہونا۔ مراد کا قید میں آنا۔ پادشاہ کی علالت و صحت۔ ۸۴۱-۸۴۸۔

دکن کی فتحوں اور مرہٹوں کا بیان اور تعلیم  
مرہٹوں کے ملک کا بیان۔ مرہٹوں کی قومیت کا بیان۔ خاندان بہوسلا کا بیان۔ سیلوچی کے لاد

سیوہی کا لٹیرا۔ سیوہی کے یار و مددگار۔ پہاڑی قلعوں پر سیوہی کا قبضہ۔ باپ کی جاگیر پر قبضہ۔ والی بجا پور پہلی بغاوت۔ سامہوہی کا قید ہونا اور چوڑنا۔ سیوہی کے نئے حملے اور اورنگ زیب سے معاملات میں فصل خان کی سیوہی سے ٹپکے لے لی جانا۔ علی عادل شاہ کی ایک فوج کشی۔ سو بارہ علی عادل شاہ کا فوج کا نچا۔ والی بجا پور کھلیج سیوہی کی۔ سیوہی اور بادشاہ کی لڑائیاں۔ سورت کا ٹوٹنا۔ سامہوہی کا مرنا۔ سمندری مہات۔ سیوہی اور بادشاہ کی صلح ۱۱۰-۹۰۶

## یاد شاہ کی دکن میں مہات اور واقعات متفرقہ

بیجا پور والوں بادشاہ کی لڑائیاں۔ سیوہی کا دلی میں آنا اور بہاگنا۔ شاہجہان کی وفات۔ واقعات متفرقہ قلعہ لاہور۔ یاد شاہ کا قبضہ۔ غنیمت عوام سے لڑائی۔ تبت بزرگ کی لہندہ کی تابعداری اور وہاں اٹھو اسلام کا فروغ۔ چانگام کی فتح۔ عالمگیری سلطنت کے عروج۔ شاہ اہلان سے بی لطفی۔ بادشاہ کو والی بجا پور ساتھ معاملات۔ سیوہی کی ترقی۔ سیوہی اور بادشاہ کی صلح۔ صلح کا ٹوٹنا اور سیوہی کا قلعوں اور ملک فتح کرنا۔ بادشاہی ج کی شکست۔ شمالی و مشرقی پہاڑوں لڑائیاں۔ ستارامی فرقہ کا بیان۔ خبریہ ایام اور وضع حرب کا بیان۔ بہار کی محصور کاف ستارہ۔ بادشاہ کا تشیع۔ بادشاہ کی ہندو مخالفت۔ ارجپوتوں بگاڑ۔ شانہ اودہ اکبر کا ارجپوتوں سے ملنا۔

جنگ اچپوتان ۹۰۶-۹۳۳

## معاملات دکن اور باقی حال عالمگیری کی سلطنت کا

سیوہی کا ارجپوت۔ سیوہی کا حملہ قلعوں ملک۔ گولکنڈہ پر دلیر خان کا حملہ۔ سنہیا کی بادشاہ سے ملنا اور بہار پر پاس آنا۔ بیجا پور کا محاصرہ۔ سیوہی کی موت اور اس کی فصلت اور نظام سپاہ ملک سنہیا کی قید ہونا اور اس کا ارجپوت اور اس کی ظلم کرنا اور سلطنت کا انتظام کرنا۔ بادشاہ کی مہات کن سرہون

اولیٰ دلائل بیان - گو لکنڈہ اور حیدر آباد کی فتح کے لیے پادشاہ کا خود جانا - شانہ پادشاہ محمد معظم بہادر شاہ کا قید ہونا - ان فتوحات کا اثر و رد کن کی بنی تظامی - ان فتوحات جو فائدہ پادشاہ کو ہوا - سنبھالی کی لائق اور شانہ پادشاہ کی کا بجا نا اور سنبھالی کی گرفتار ہونا لکنڈہ کا فتح ہونا - راجا رام کلپنا اور اور مرہٹا - ججی کے محاصرہ کا بیان - مرہٹوں کے مغلوں کی فوجوں کا طرز اور انداز - ججی کا محاصرہ - مرزا کاٹم - مرہٹوں کی آپس کی اتفاقی راجا رام کا حال - مغلوں کی فتوحات پادشاہ کا جانا - پادشاہ کی سمیت دست بردار کیا بیان - پادشاہ کی خبر نیات پر نظر - اورنگ زیب خرم و احتیاط - سخا و عزیز اور قاتل کے ساتھ ہلوک آخر وقت میں زندگی کی سلطنت کی بنی تظامی کا بیان - پادشاہ کی وفات - عہدہ ملگیری کی تصنیف - اورنگ زیب کی سلطنت خلاصہ حال اور مکالمہ ۹۹۱-۹۹۲

## بہادر شاہ کی سلطنت کا بیان

شانہ پادشاہ محمد معظم کی لڑائی - معظم شاہ کی فتح - مرزا کاٹم کی سرکشی - مرہٹوں کا حملہ اور اوٹکی اور وفات - مرہٹوں کا حملہ اور اوٹکی کے ساتھ معاملات پادشاہ - راجپوتوں کے ساتھ

معاملات - ۹۱۷ - ۹۴۷ سکھوں کا حال

گرو نانک کا حال - گرو گوبند - پادشاہ اور لڑائی - پادشاہ کی وفات - ۹۴۷ - ۱۰۰۱

## مغز الدین جہاندار شاہ کی سلطنت

بہادر شاہ کی بیٹوں کی لڑائیاں - جہاندار کا پادشاہ ہونا - لال کور - زہرہ - شانہ پادشاہ فرخ سیر کی

سرکشی - بنگال میں اور پادشاہ سیڑیاں - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۶

## فرخ سیر کی سلطنت کا بیان

فرخ سیر کا پادشاہ ہونا - میر جلال علیہ السلام کا فرخ سیر کی ساریش اور حسین علیہ السلام کا راجہ - حبیب سنگھ سیڑیاں - فرخ سیر کا راجہ - درمیان افواج منازعات پادشاہ کے ساتھ سادات کے

تجدید عہود - فتح سیر کی شلوی راجہ حبیب سنگھ کی بیٹی سی۔ امیر الامرا حسین علیخان بہادر کا سفر  
کوکن میں اور داؤد خان پر فتح پانی۔ عبدالصمد خان کا فتح پانا سکھوں کو روکنا اور مرہٹوں کی ترقی۔  
پادشاہ کو دربار کی کیفیت اور سید عبدالغیاث قطب الملکات امیر الامرا شاہجہان آباد میں آنا۔  
پادشاہ کا قید ہونا۔ اور اوکا مارا جانا مختلف حالات۔ سلطنت شمس الدین رفیع الدرجات و محمد ص

رفیع الدولہ ۱۰۰۶ - ۱۰۲۸

## محمد شاہ کی سلطنت کا بیان

محمد شاہ کا پادشاہ ہونا۔ فسادات۔ مقصود صوبہ لاہور کی کشری کشمیر کی بغاوت۔ نظام الملک  
صف جاہ اور سادات کی منازعات۔ نظام الملک کا دربار زبیدی پر ہونا۔ سید ولی سپاہ کا شکست پانا  
عالم علیخان اور نظام الملک کی لڑائی۔ پادشاہ کی شہسواری۔ سعادت خان۔ امیر الامرا کا کوکن جانا  
اور قطب الملکات شاہجہان آباد میں آنا۔ امیر الامرا سید حسین علیخان کا مارا جانا۔ عزت خان کا پادشاہ  
پر چڑھنا۔ قطب الملکات بہائی کو مرہٹوں کی خبر پہنچنا۔ سلطان براہیم کا کوچ کرنا اور محمد شاہ کی لڑنا۔  
محمد شاہ کا قتل کا آغاز۔ میر محمد حسین کی تربید۔ راجہ حبیب سنگھ کی منازعت کا ہونا۔ صف جاہ کی  
وزارت اور پادشاہ کی حالت بہتر ہو کر جاٹوں کی لڑائی۔ صف جاہ کا آرزو ہونا اور کوکن میں جانا۔ اور  
صف جاہ اور مبارز خان صوبہ پریان پور کی لڑائی۔ مرہٹوں کی سلطنت کی حالت۔ بلاشبہ  
کا حال و نظام۔ باجوڑ و شامہ کی حقیقت و رشو کی ہاقت۔ صف جاہ کا اپنی چچا حامد خان کو  
برائے خیمہ کرنا اور سر بلند خان کا قصود اور ہونا۔ دربار کی کیفیت اور راجہ اسی سنگھ کا صوبہ داری گواہ  
جانا۔ صف جاہ کا قساوڈ لوٹا اور اپنی سلطنت کا جانا۔ سر بلند خان اور مرہٹوں کی شلوی اصل و اوکا  
صف جاہ و راجہ راکھی مہتا۔ بولک اور سپندیہ۔ راجہ اسی سنگھ کا حال و اوکا کی صوبہ داری گجرات  
مالوہ کی صوبہ داری گجرات۔ راجہ راکھی مہتا۔ محمد خان کشن اور بندیلو کی لڑائی اور مرہٹوں کا دخل



باجر اور کا دہلی جانے اور صف جاہ کا دکن سے آنا اور علاؤ خان کا مرثیوں کو شکست دینا۔ ۱۰۶۸-۱۰۷۵

## نادر شاہ کا دور

ایران پر افغانوں کا قبضہ۔ نادر شاہ کی ترقی کا بیان۔ نادر شاہ کا حملہ ہندوستان پر۔ ۱۰۷۵-۱۰۹۱

## ملک نگال کا بیان

محمد علی وردی خان اور شیخ الدردہ داماد جعفر خان کا بیان۔ شیخ الدردہ کا مرثیہ۔ اور محمد وردی خان کی لڑائی سرفراز خان اور اوس کا انجام۔ مرثیوں کا ملک نگال میں غدر مچانا۔ مصطفیٰ خان سے علی وردی خان کا بیٹا اور اوس کا انجام۔ حدیث جنگ اور مصطفیٰ خان کی لڑائی اور اوس کا انجام۔ علی وردی خان کی بہر مرثیوں کی لڑائی۔ علی وردی خان کے برخلاف کشمیر۔

نصرت و وفات محمد علی وردی خان۔ ۱۰۹۱-۱۱۰۳

## دکن کے معاملات

نادر شاہ کے جانیکوچ شاہجہان آباد کا حال۔ مرثیوں کے معاملات۔ صف جاہ ملک پر باجر اور کا حملہ کرنا و شکست کھانا اور اس کے مرنے کا۔ کانکن کی لڑائی۔ باجر اور کو دشمن۔ بالاجی کی جانشینی کے خلاف سازش۔ تمہقات۔ بالاجی کا مالوہ پر قبضہ ہونا۔ مرثیوں کا ملکی نظام۔ صف جاہ کی موت۔ صف جاہ اور باجر اور شیوا۔ لبر شاہ کو مرنا اور جانشینی کو وسط جگہ پر ہونا۔ نادرانی کا دہلی۔ ۱۱۰۳-۱۱۱۳

## سیلون کا بیان

دہلی کا بیان۔ سیلون کا عروج۔ ۱۱۱۳-۱۱۵۵۔ احمد شاہ کا حملہ ہندوستان پر۔ احمد شاہ کا حال اور اس کی سلطنت کا بیان۔ سیلون کی لڑائی۔ عالم اکبر شکست پانا۔ احمد شاہ درانی کا حملہ۔ صف جاہ کے غائبی اور بیجان عالم الملک کا حال۔ خاص اور بختاؤ کو فساد۔ غازی الدین خان کی لڑائی۔ جاتو۔ بادشاہ کا قید ہونا۔ عالمگیری کی سلطنت کا بیان۔ غازی الدین خان کے معجم ہو پر احمد شاہ مالدی کا شاہجہان آباد میں۔

وزیر کا دلی نا اور شوگر کوسا تہا۔ کہ ہوتا کہ قضا کی بجائے سر شوگر اور کھاندا زمین فتح کر کے سلا  
متفق ہو کر اور کما مقابلہ کرنا۔ احمد شاہ دلی کا ہندو زمین عالمگیرانی کا قتل ہندو زمین میں سر شوگر کی فتح  
احمد شاہ کیساتھ ہرگز نہ ہوا۔ احمد شاہ و شجاع الدہ کا ملنا سر شوگر کا محلہ لہو شہر اور عرف بہاؤ اور برہمن کا لشکر  
لیکھ کر گن آنا۔ اور شاہ بلی شکست پانا۔ احمد شاہ دلی کی لڑائی کا خاتمہ احمد شاہ دلی کا دلی چان نامہ ملکہ کا محلہ

۱۱۱۵-۱۱۲۸

## شاہ عالم کی سلطنت

شاہ عالم کی کا بیان پادشاہ کی خدمت کیساتھ بہاؤ کی لڑائی شجاع الدہ وزیر کا دلی نا اور پادشاہ سولہ پاد  
اور لکھنؤ کی صلح پادشاہ کا لہاؤ میں بہاؤ کی لڑائی کے نتیجے میں شجاع الدہ کی لڑائی کا  
اور لکھنؤ کا شکست پادشاہ کا بہاؤ اور وہاں کہ چھینا شجاع الدہ کی لڑائی کا پادشاہ کا دلی میں۔ مرزا  
کا حاکم شجاع الدہ شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
اور مرزا شجاع الدہ سیلون لڑائی میں شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
کی شہرین اور لکھنؤ لڑائی شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
مرزا شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
سینہ کا دلی پر غلبہ ہوا۔ غلام قادر کا پ کی حکم پادشاہ شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
ہنظام سینہ ہوا۔ جو توں کا اتفاق اور لالہ کی لڑائی غلام قادر کی لڑائی اور لہاؤ اور سر شوگر  
پادشاہ کا جانا مرزا شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر  
آگہو کا ملنا۔ مرزا شجاع الدہ کی صلح کی قریب لڑائی اور شجاع الدہ کا لہاؤ اور سر شوگر

۱۱۲۸-۱۱۸۵

۱۱۸۵ صفحہ ۱۱۸۷ تک

۱۱۸۷ سے ۱۱۹۰ تک

ابو نصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

محمد سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ

خاتمہ



بسم الله الرحمن الرحيم

ایں سلام کا حملہ  
ملک سندھ پر

محمد بن احمد کوثر  
۵۴۳ ۱۳۱ ۱۳۱  
دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب دوم  
پہلے مسلمانوں کا عہد حکومت  
ہندوستان میں  
فصل اول  
پہلے مسلمانوں کے حملے  
۶۳۶-۸۶ھ

طبقات تاریخ و ترقی اسلام

پہلے مسلمانوں کا جو عہد سلطنت ہندوستان میں گذرا ہوا اسکے تاریخ کے پانچ طبقے ہیں  
طبقہ اول اس میں ذکر اوں حملوں کا ہے جو مسلمانوں نے اول اول ہندوستان پر کئے۔  
اور اس میں کوئی بالاستقلال سلطنت او کی بنیاد قائم ہوئی بلکہ فقط یہ وہاں کہ وہ یہاں  
اگر کچھ ہندو مسلمان بنائے۔ کچھ غنیمت لیکئے۔ کچھ آدمیوں کو لوٹے ہی غلام بنا کر ستہ لیا  
ایسے حملوں کا اثر کچھ بھی نہ رہا۔ کبھی کبھی نہ رہا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کا ذکر تیسریوں فصل میں  
باب دوم کے کیا گیا۔

طبقہ دوم اسمین اوس نامہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ حسین سلطان محمد غوری نے اہل اسلام کی ریاست بالائے استقلال یہاں قائم کی اور اسکے غلاموں نے یہاں فرمان ہوئی کی۔ ان غلاموں کی سلطنت میں سلطان التمش اور بلبن کی پادشاہی بڑی کروفر کے ساتھ ہوئی ابتداً اس نامہ کی ۱۹۳ء اور نہایت ۱۲۳۷ء

طبقہ سوم اس میں غلیو کی سلطنت دہلی کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ یہ زمانہ ہجرت ۸۰۰ء تک ۱۲۳۷ء سے ۱۲۴۷ء تک ہے اس عہد کی بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تسلط میں دکن بھی آگیا۔ سلطان علاء الدین اس خاندان کا بڑا پادشاہ گذرا ہے۔ طبقہ چہارم تغلق کے خاندان کا بیان محمد شاہ کی وفات تک ہوتا ہے۔ یہ ۱۲۴۷ء میں واقع ہوئی۔ اس وقت میں مسلمانوں کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہا ہو گئی تھی۔ مگر خاندان غلیو نے ان ٹکڑوں کو جوڑ کر پھر سلطنت کو قائم کیا۔ اس خاندان کے تاجدار دین محمد بن تغلق اور فیروز شاہ تراج تھے۔ ان کی سلطنت کی مدت بھی پانچ تھی طبقہ پنجم میں اول سادات کی سلطنت کا ذکر ہے۔ اور پھر خاندان لودی کی حکومت کا بیان ہوتا ہے۔ سید ولی ۱۲۷۷ء سے ۱۲۸۷ء تک اور بعد اسکے لودھی نے ۱۲۸۷ء سے ۱۲۹۷ء تک اس سلسلہ میں خاندان غلیو کا سارا اقبال ملوے ہوا۔

اہل اسلام سنہ ہجری اوس روز سے شمار کرتے ہیں کہ رسول خدا مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ یہی روز تاریخ اسلامی کا اول دن ہے۔ اسلام تھوڑے دنوں میں کہیں سے کہیں پھیل گیا۔ ۱۰ھ ہجری میں سارا اہل عرب نے اسلام قبول کیا۔ کچھ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مصر اور شام اور ایران میں اور کچھ قرب اور جوار کے ملکوں میں ممالک متوسطہ ایشیا میں ریاست اسلام کی بنیاد پختہ

ہو گئی۔ قرآن اسلام کی شاعین دور دور پہنچ کر لکین۔ اس وقت ہر کوئی تانچ بند  
 لکھتی منظور اسلئے ہم بالترتیب وہ حال لکھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو کہ خلفا  
 کبار کے خلافت میں ہندوستان پر اسلام کا کیا تعلق پیدا ہوا۔ اہل عرب کے حلقے  
 حضرت عمر کی خلافت میں ۶۳۳ھ تا ۶۴۴ھ ہندوستان پر بحر عمان کی راہ  
 سے لشکر اسلام آیا۔ اور یمنی میں نامانک جا پہنچا۔ اس مہم کی اجازت عمرؓ سے پہنچ  
 لی گئی تھی۔ عثمان بن عسی ثقفی حاکم بحرین اور عمان نے اپنی طرف سے جہاز بھیج  
 دی تھی۔ اسلئے خلیفہ دوم نے اس حاکم کے نام خط لکھا کہ امیر برادر ثقفی تو نے لکڑی میں  
 کیر الکا دیا۔ بخدا اگر اس مہم میں میر آدمی مار جا تو تیرے قبیلہ سے آدھے آدمی لیکر  
 قتل کرتا۔ ان خلیفہ کو مہات بحری کا شوق نہ تھا۔ انھوں نے ابو موسیٰ اشعر  
 حاکم فارس کو لکھا کہ ہندوستان کا حال حتی الوسع دریافت کر کے اطلاع دو۔  
 اس حاکم نے جواب میں لکھا کہ ہندوستان کا سلطان قومی متکبر اور غیث الباطن  
 اور بت پرست ہے۔ اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ ہندوستان پر جہاد کیا جائے۔ بہت سے  
 ہاتھی ہندوستان سے غنیمت میں آئے تھے۔ اونکی نسبت یہ حکم ہوا کہ اس ملک میں  
 یہ جانور کام نہیں آتا۔ اگر اس ملک میں لوگ لین تو بیچ لے جائیں۔ اور  
 روپیہ اونکا فوج میں تقسیم ہو۔ شہر لصرہ کی بنیاد بھی اونکی خلافت میں اس نظر سے  
 ڈالی گئی کہ فارس اور ہند کا راستہ قبضہ میں آجائے اور اہل فارس کے بھاگ جانے  
 کا یہ دروازہ بھی بند ہو جائے۔ یہ حال خلیفہ دوم کی خلافت میں گذرا۔ اب خلیفہ  
 سوم حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فوج کشی سے پہلے حاکم عراق کے نام  
 حکم آیا۔ کہ وہ ہند کی سرحد کا حال یافت کر کے لکھے۔ اس حاکم نے حکیم ابن جبلیہ

الجدی کو بیان پہنچا۔ وہ یہاں کا حال دریافت کر کے عراق گیا اور وہاں سر خلیفہ  
 کی خدمت میں پہنچا گیا۔ جب باہو پوچھا تو خلیفہ نے پوچھا کہ ہند کا حال کہو۔ اوس نے عرض  
 کیا کہ ملک و نیرن ہی۔ سرزمین خراب ہے۔ پیداوار اچھا نہیں۔ نہ پانی سیر کو ملتا ہے۔  
 نہ اچھرا چھریوہ کہانے کو لٹاتے ہیں۔ آدمی وہاں کے غدار اور چور ہیں۔ تہوڑی  
 فوج وہاں روانہ ہو تو وہیں لکھا جائے اور اگر زیادہ فوج جائے تو کہانے پینے کے ہاتھ  
 تنگ ہو کر طعمہ اجل بن جائے۔ اوس پر خلیفہ نے فرمایا کہ کیا یہ حال سچ ہے یا مبالغہ  
 ہے۔ اوس نے جواب دیا جو حال مجھے معلوم تھا وہ عرض کیا۔ اس سبب سے اوس نے جب سچ  
 کہ مسلمانوں میں باہم خود نزاع تھا اہل اسلام ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب  
 خلیفہ چام جناب علی مرتضیٰ کی خلافت میں حارس حضرت کے حکم سے سندھ کے سرحد  
 پر آیا۔ اور فتحیاب ہوا۔ بہت عنایت لیکر چلا گیا۔ کچھ ہندو کو مسلمان بھی بنایا۔ کچھ  
 قیدی ہاتھ لگے ان کو لوٹ دی اور غلام بنایا۔ ایک دن ہزار آدمیوں کا سر اڑا دیا۔  
 مگر اوس کا خود بھی قیقان میں ہزار بیویں سمیت ۶۶۲ ع میں سرتار گیا۔ یہ حال  
 خلفاء اولین کے عہد میں گذرا۔ اب انہ معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت کا آیا۔  
 اس میں مہلب بن ابی صفر نے کہ عرب کے امرا کبار میں سے تھا۔ کابل اور بلستان سے  
 جدا ہو کر ہندوستان پر حملہ کیا۔ دس بارہ ہزار آدمیوں کو اسیر کر کے لے گیا۔ غرض اوس کے  
 آنے سے یہاں یہ تھی کہ ملتان اور کابل کے درمیانی ملکوں کا حال دریافت کر  
 مگر یہاں کا حال اوس نے ایسا لکھا کہ جیسے مسلمانوں کا شوق ہندوستان لینے کا کچھ نہ بڑھا  
 اور اہل عرب کا ارادہ کبھی ہندوستان کے شمالی جانب کا نہ ہوا۔ غرض اس زمانہ میں  
 ایسے ہی حملے ہوتے رہے کہ جب مسلمان اسے فتحیاب ہوئے۔ کچھ لوگوں کو مارا کچھ آدمیوں کو



مسلمان بنایا۔ کچھ غنیمت ملی۔ کچھ اسیر لے گئے۔ اور واپس چلے گئے۔

اب <sup>۱۱۴۳ھ</sup> عین خلیفہ ولید کا عہد آیا اس خلیفہ نے حجاج کو اپنی وزارت کے عہدہ سے معزول کر کے عراق کا حاکم مقرر کیا۔ یہ حجاج وہی ہے جس کا ظلم و ستم حاتم طائی کی سخاوت سے کم مشہور نہیں۔ اس خلیفہ کے عہد میں جنگ عظیم اہل ہند کے ساتھ ہوئی۔ ہین۔ ژرائی یونٹنی کہ راجہ سیلون نے یہ چاہا کہ میں ہی حجاج کا مور و عنایت ہو اسلئے بہتے تحائف آٹھ ہزاروں میں بھرے۔ اور جو مسلمان سوداگر اسکی عملداری میں رہتے تھے۔ انکو بچے یتیم ہو گئے تھے۔ وہ بھی ان ہزاروں میں سوار کر دئے۔

جبے لونڈی غلام ہی تحفہ تحائف میں تھو۔ کچھ مسلمان بھی حجر کے ارادہ اور عین سوار تھو۔ غرض جب یہ ہزار چلتے چلتے دیبل کے بندر خیر کراچی بندر پر پہنچے۔ وہاں سمندری قزاقوں نے انھیں پکڑ لیا۔ اور لوٹ لیا۔ عورتیں حجاج حجاج کہہ کر چلائے مگر وہاں حجاج کہاں تھا۔ اسوقت یہ حصہ ہندوستان کا ایک ہندو راجہ کے قبضہ میں تھا۔ الزیاء اور حکو اب بھکر سکر کہتے ہیں اسکا دار الخلافہ تھا۔ سندھ اور میتان اور شاگردنگ کے پاس کامیدان کا لاباغ کے پہاڑوں تک اسکے تحت حکومت تھا۔ اور تمام ملک و سکارشتہ داروں پر اس طور سے منقسم تھا۔ حسب طور کہ اب تک راجپوتوں میں ملک تقسیم ہوتا ہے۔ کہ کہیں ہیتیجا راجہ کہیں بہانجا اور علی ہذا القیاس اسکے عملداری میں بڑے آباد شہر برہمن آباد اور نیروں (جسکو اب سندھ کا حیدر آباد کہتے ہیں) اور میتان تھو۔ اس راجہ کا نام دابیر تھا۔ اس کے پاس حجاج نے قاصد بھیجا کہ ہمارے جہاز تم پہر دو۔ افسر راجہ نے مغرت کی کہ جہاز و کو سمندری چوروں نے پکڑا ہے اور عورتو کو بھی مری لینگے ہیں۔ اونپر میرا

بس کچھ بہنیں چلتا۔ مگر یہ غدار اہل اسلام کے نزدیک مقبول نہ تھا۔ فوراً حجاج نے  
 اپنے بیٹے اور ادا محمد بن قاسم کے نام حکم صادر فرمایا کہ لشکر جمع کر کے سندھ پر حملہ  
 کرو۔ اس وقت محمد بن قاسم فارس میں تھا۔ چہ ہزار شاہیوں کی فوج اس میں  
 جمع ہونے کا حکم ہو گیا۔ یہ سب اجتماع لشکر کاشیہ میں ہوا۔ اس لشکر کے لئے  
 اسباب آسائش اور آرام کے تیار کرنے کا یہاں تک اہتمام کیا کہ کوئی تامل بھی لشکر  
 کے ساتھ نہ ہوا۔ اور حجاج نے اپنی بیٹی کو سرکرہ میں بھجوایا اور خشک کبا  
 اور لشکر کے ساتھ بھیجا۔ کہ اگر کہیں سپاہیوں کو سندھ میں سرکرہ نہ ملے۔ تو اپنے کبا  
 کو سرکرہ کی چاشنی سے مرہ دار کرنے کے لئے اول روٹی کو پانی میں بھگو میں پھر  
 اس پانی سے کبابا پکائیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جب محمد قاسم نے سندھ سے لکھا  
 کہ سرکرہ یہاں ناپید ہے۔ اس وقت اس پر یہ روٹی بھیجی۔ غرض محمد بن قاسم ایک  
 شہر ویرس کا فوجان اس لشکر کو ہمراہ لے روانہ ہوا۔ اور کراچ میں ہوتا ہوا اور  
 اربابیل کو فتح کرتا ہوا۔ دیبل کے سامنے آ موجود ہوا۔ اور محاصرہ شروع کر دیا۔ اس کے سامنے  
 خلیفہ کے حامی ایک منجیق تھا کہ عروسک اس کا نام تھا۔ اسی پتھر پھینکتے تھے۔  
 پانسو آدمی اسے کہنتے تھے۔ غرض اس منجیق کو دیبل کے ننگسار کرنے کے لئے لٹکا  
 دیا۔ محمد بن قاسم نے لشکر کو یہاں قریب اور ترتیب سے ہوتا مارا۔ لشکر کے گرد خندق  
 کھدوائی۔ نیزہ بردار اس کے محافظ مقرر کئے۔ جگہ جگہ علم اُتار دے کئے۔ وہاں جدا  
 فوج کو جو اس علم سے متعلق تھی اتاری۔ دیبل میں بڑا عالیشان مندر تھا۔ اس پر  
 اونچا چہنڈ اٹھتا تھا۔ اس کا پھر پراچھ ہوا میں پھرتا تو سارے شہر پر اپنا سایہ ڈالتا۔  
 اس کے نیچے ایک بت تھا۔ یہاں کا حال ذہ ذہ تیسرے روز حجاج کو لکھا جاتا تھا

چنانچہ اس جھنڈے کی یہی کیفیت لکھی گئی۔ اور صلاح اور تدبیرِ عمدہ وہاں سے  
 پوچھی جا یا کرتی تھیں۔ ایک دن وہاں ہر خط میں لکھا آیا کہ منجیق کے پایہ کو بچا کر کے  
 اس جھنڈے کو نشانہ بنا کر اور دو۔ یہی کیا گیا۔ اس جھنڈے کا ٹوٹا کیا تھا۔ گویا مخالفوں  
 کا دل ٹوٹا تھا۔ جو وقت وہ دھوکے ہوا۔ سب ہندو نے جامہ لکھن بنایا۔ اور باہر اکر مسلمانوں  
 سے لڑنے لگے۔ مگر شکست ہوئی۔ جو بیان میں جدواہ کی طرف سے تھا وہ بھاگ گیا۔  
 مسلمان زینہ لگا کر اوپر چڑھ گئے۔ پھر شہر فتح ہو گیا۔ تین روز تک قتل ہوتا رہا۔ یو جاکر  
 سیکڑوں مارے گئے۔ مال اسباب بہت سا غنیمت میں ہاتھ آیا۔ پانچواں حصہ خلیفہ  
 واسطے رکھا گیا۔ باقی فوج میں تقسیم ہوا۔ محمد بن قاسم نے چار ہزار مسلمانوں کی ایک  
 جگہ چھانونی ڈالی اور مسجد بنوائی۔

اب بیان ہے محمد بن قاسم نیرون کو روانہ ہوا وہاں کے لوگوں نے دو پرہت صلح کا  
 پیغام لیکر اس کے پاس بھیجی۔ اس نے اس کے پیغام کو منظور کیا۔ انھوں نے بہت سا اسباب  
 اور سامان رسد لشکر کے لئے طیار کر کے محمد بن قاسم کے پاس بھیج دیا۔ وہ شہر میں گیا۔  
 اور لوگوں پر خیرہ مقرر کیا۔ اور آگے بڑھا۔ ساتھ بن پرہو بچا۔ اس کو لے لیا۔ پھر مہران  
 کے کناروں پرہو بچا اور بیان قیام کیا۔ جب صاحبہ داہر کو بیان پرہو بچ کی خبر پرہو بچ  
 تو وہ جنگ کے لئے آمادہ ہوا۔ محمد قاسم نے محمد بن شہنشاہ بن عبد الرحمن ثقفی کو گدھے  
 اور گھوڑوں کے سواروں کے ساتھ ہندوستان کی طرف بھیجا۔ بیان کے لوگوں نے  
 امان چاہی۔ اور نہ خیرہ مقرر کیا۔ اور ضامن لے لئے۔ اور صلح کر لے گئے۔ اور پھر یہ  
 سردار محمد بن قاسم کے پاس واپس آیا۔ اور چار ہزار جاٹوں کو اپنے ہمراہ لایا۔ اور  
 ہندوستان میں ایک حاکم اپنی طرف سے مقرر کرایا۔

محمد قاسم اس منصوبہ میں ہوا کہ بہانہ سرکہ میں پارتر دے۔ اسنے کشتیوں کا پل بنانا شروع کیا۔ راجہ لکھنوی جسکی عملداری میں اس پل سے عبور ہونا اس کے بنانے میں خلل انداز ہوا۔ محمد قاسم نے کشتیوں کو وہاں سے ہٹا کر اونٹوں کو دریائے عرض کے اوکو جوڑ کر اور آگے تیرا کر انہیں کو بٹھا کر مخالفین کو تیروں سے چھیدتا ہوا پار ترایا۔ اونچین گاڑ کر پل کو مستحکم کر دیا۔ پھر سپہ سوار اور بار برداری آتار کر لگیئے۔ رٹائی خوب شمنو سے ہوئی۔ اون سب کو بگادایا۔ اور جہلم تک اون کا تعاقب کیا۔ راجہ اہر پاس جوشخص اس شکست کی خبر لایا۔ اوکو اسے مار ڈالا۔

### اہل عرب کی فوج کا لگے بڑھنا

اب اہل عرب کے گھوڑے سارے لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور وہ دشمنوں کا پیچھا کرتے ہوئے قلعہ بیت تک پہنچے۔ وہاں دم لیا۔ اسباب اپنا قلعہ میں رکھا۔ پھر اس قلعہ سے محمد بن قاسم راور کی طرف گیا اور جو پورینے جو پور پہنچا۔ راور اور جی پور کے درمیان ایک تالاب تھا۔ اوپر راجہ داہر نے مقابلہ کرنے کے واسطے ایک سپاہ متعین کر رکھی تھی۔

### صلح راجہ اسل اور محمد بن قاسم کی

اب راجہ اسل نے نہایت ادب و عجز کے ساتھ محمد بن قاسم سے صلح کا پیغام بھیجا اور وعدہ مستحکم کیا کہ میں کبھی آپ کی اطاعت سے سرتابی نہیں کروں گا۔ ہمیشہ آپ کی مرضی کے موافق ہر کام کرتا رہوں گا۔ محمد بن قاسم نے اسکی درخواست منظور فرمائی۔ مگر اسل کے ہاتھ سے ملکی کام مکالمے ہاتھ میں گیا۔ ان دونوں نے محمد قاسم کو آگے بڑھنے کی صلاح دی۔ چنانچہ محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ یہ دونوں اسکو جو پور میں لے آئے۔

## جی پور میں محمد قاسم کا پہونچنا

راجہ داہر کو اب خبر پہونچی کہ محمد بن قاسم عرب کا لشکر لیکر جی پور میں پہونچا۔ وزیر سوساگر تو اس خبر کو سنکر آہن سر دھنچ کر کہنے لگا۔ کہ ہائے افسوس ہم غارت اور تباہ ہوئے۔ دشمنوں کا مقام جی پور میں ہو تو انکو بجے ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ داہر نے جب نیر کو یہ بات سنی تو حنا ہو کر کہنے لگا کہ دشمنوں کا مقام جی پور میں نہیں۔ بلکہ ٹڈاری میں ہے۔ جہاں اونکی ہڈیاں پڑی ٹل کرین گی۔ اب اہر بیاں سے پریشان غلط ہو کر اور کے قلعہ میں پہونچا۔ اس قلعہ میں سب سب جنگ کو محفوظ کر کے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر اہل عرب کے لشکر سے جا پڑا۔ اباجہ بخوبی پوچتا ہے کہ آج کا دن لڑاکے کے لئے مبارک ہے۔ دسا سول طرف ہے۔ دونوں لشکروں میں کسکی فتح ہے۔ اور انجام کار کسا اچھا ہے۔

## بخومیونکی پیشین گوئی

جوتشیوں نے بجا کر کے کہا کہ گنت سرتو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کو فتح ہو۔ دسا سول اونکے پیچھے ہے۔ اور آپ کے سامنے ہے۔ پہلے لشکر راجہ داہر اڑھا ہوا۔ اور بخومیون نے کہا کہ آپ غصہ کیوں ہوتے ہیں ایک دسا سول سونے کا بنوا کر زین کے پیچھے چمڑی میں باندھ لیں۔ دسا سول پیچھے ہو جائیگا۔ آپ کی فتح ہو جائیگی۔ اب اس حماقت کو راجہ کے دیکھو کہ کہاں لڑائی کہاں یہ ٹوٹکا۔ محمد قاسم آگے بڑھ آیا اور اب آدھ فرسنگ کا فرق رہ گیا۔

## داہر کا مارا جانا

اس لڑائی میں راجہ داہر جون سلسلہ عین مارا گیا۔ بائیں طرف سے لشکر کے ایک غل

ہوا۔ راجہ داہر سمجھا کہ یہ آواز ہمسیر شکر سے آئی۔ اوسنہ کہہ اودھڑا زمین پر جان ہوں۔  
 پہر عورتوں نے چلا کر کہا کہ امی راجہ ہم تیرے گھر کی عورتیں ہیں۔ اہل عرب ہلو پکڑے لئے  
 جاتے ہیں۔ راجہ داہر نے کہا کہ میں اب تک زندہ ہوں کسے ٹکڑا کر ڈالیں۔ یہ کہہ کر اوسنے پیر  
 ہاتھی کو مسلمانوں کی طرف پیلا۔ محمد بن قاسم نے لفظ زونکو کہا۔ کہ کیا خوب شکار  
 تھا۔ بس میں آیا ہوں۔ چنانچہ ایک قونی آدمی نے ایسا لفظ بولا کہ ہودہ میں آگ لگ گئی  
 راجہ داہر نے حکم دیا کہ ہاتھی کو اٹھا لیجیو۔ وہ پیاسا ہوں۔ اور ہودہ جلتا ہوں۔ اگرچہ ہاتھی  
 اسوقت فیلبان کے کہنے میں کب تھا۔ مگر چون توں کر کے پانی کے اندر ہاتھی کو  
 لیگئے۔ مگر اب وہاں سے نکالنا دشوار تھا۔ زمین وہ آگیا۔ کچھ راجہ کے سپاہی پانی  
 کے اندر تھے کچھ کنارہ پر کھڑے تھے۔ جب عرب کے سوار آ پہنچے تو یہ سب بھاگ گئے۔  
 ہاتھی کا ارادہ ہوا کہ قلعہ کی طرف چلے۔ غرض تیر اندازوں نے تیروں کا منہ راجہ پر  
 برسا دیا۔ اور ایک تیرا اسکے دل پر لگا۔ اور وہ ہودہ پر گرا۔ ہاتھی پانی سے نکلا۔ راجہ داہر  
 نے ہاتھی سے اتر کر ایک عرب سے مقابلہ کیا۔ اوس عرب نے ایک تلوار سے کے عین وسط میں  
 ایسی لگائی کہ دو ٹکڑے ناک تک ہو گئے۔ اب مسلمانوں اور دشمنوں میں خوب لڑائی  
 ہوئی۔ اور لڑتے لڑتے راور کے قلعہ تک پہنچے۔ برہمنوں نے داہر کی لاش کو کٹا  
 پر بادیا۔ اور فیل سفید دشمنوں کو لشکر کی طرف بھاگا۔ اور پیرا دسکا کچھ تپانہ لگا  
 جسے سنگہ کار اور میں داخل ہوا اور لڑائی کے لئے تیار ہونا  
 سب موزوں کا اسمین اتفاق ہوا کہ جو وقت راجہ داہر نے اس دنیا سے انتقال کیا۔  
 اسوقت اوسکا بیٹا جسے سنگہ دارا و سکی بہن رانی بانی جاو سکی بی بی تھی اور سیک  
 درشتہ دار امیر اور سردار اور لشکر کے سب بڑوں کے قلعہ میں پناہ گیر تھے۔ جس سنگہ کو اپنی

شجاعت کا بڑا گہنڈ تھا۔ الفی ایک عرب ہی اور اسکا ساتھی تھا۔ جب باپ کے مرنے کی خبر سنی۔ اور اسکا سفید ہاتھی لنگڑا تا ہوا نظر آیا۔ تو اسکی گونہیں خون نے جوش کیا۔ اور اسکے عوض فیض مین جان تک دیدیر کا ارادہ کیا۔ اسپر سی ساگر وزیر نے کہا کہ آپکا غم نیک نہیں ہے۔ ابھی اجہ مارا گیا ہے۔ لشکر پریشان ہو گیا ہے۔ سپاہیوں کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ عرب کی تلوار کے نام سے انکے بدنہیں لرزہ آتا ہے۔ اہل عرب سے کیونکر آپ لڑ سکتے ہیں۔ اب تک آپ پاس بہت سالملک و مضبوط مضبوط قلعہ اور بھرے بڑے بہادر سپاہی دشمنوں کے ہاتھ سے بچے ہو موجود ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ برہمن آباد جائیں اور وہاں راج کریں۔ وہاں خزانہ اور سب سب موجود ہے۔ وزیر کو صلاح جو سنگھ کو پسند آئی۔ اور جان بچا کر برہمن آباد کو اپنے خاصہ کا لشکر لیکر روانہ ہوا۔ گجراتی نے اپنے سپہ سالاروں کو ساتھ لیا۔ اور نیدر ہزار لشکر کو تیار کیا۔ یہ سب سب پر آمادہ تھے۔ جب دوسرے روز صبح کو راجہ دابہر کے مرنے کی خبر لوگوں کو پہونچی۔ انہیں سر جو رانی سے تعلق رکھتے تھے۔ سب کے سب قلعہ میں آئے۔ جب یہ خبر محمد قاسم کو ہوئی وہ آگے بڑھا۔ اور قلعہ کے زیر دیوار پہونچا۔ دشمنوں نے یہ دیکھ کر خوب ہول بھائی۔ اور تیر اور بان او تیر مسلمانوں پر قلعہ کی دیواروں سے چلائے۔

### قلعہ کل فتح ہوا اور رانی کا جگر مرنے

محمد قاسم نے اپنے لشکر کا انتظام کیا۔ اور سرنگ کہوونے والوں کو سرنگ کہوونے کا حکم دیا اور فوج کے دو غول کئی۔ ایک کو منجیقوں سے قلعہ پر تیر لڑا اور تیر دشمنوں پر چلا تا۔ اور دوسرا لفظ کے حقہ حقہ پہر پہر کے مارتا۔ قلعہ کے برج گرد کئی۔ اب رانی نے اپنی سہیل کو بلایا۔ اور کہا کہ جو سنگھ پیو کو چلا گیا۔ محمد قاسم پہونچا۔ خدا وہ دن نکرسے کہ ہم ان کا کافر

کہانے والوں کے ہاتھ اٹھائیں۔ پھر ہماری عصمت اور حفت کمان۔ اب جائی قرار نہ رہی فرار۔  
 بہتر ہو کہ لکڑی روئی نیل اکٹھا کریں۔ اور بل مرین۔ یہی اونہون نے کیا۔ کہہ میں لگ  
 لگا دی اور خاکستر ہو گئیں قلعہ فتح ہو گیا۔ محمد قاسم نے دو تین روز قیام کیا۔ اور چہ نہ  
 سپاہیوں کو تہ تیغ کیا۔ اور بعض کو تیر و نئے مارا جو لوگ چاکر باقی ماندہ تھے اونکو اسیر کر کے  
 لونڈی غلام بنایا۔

### تفصیل لونڈی غلام اور غنیمت کے

جب یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ تو غلاموں اور غنیمت کا حساب کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ تیس ہزار آدمی  
 قیدی ہیں۔ اونہیں امرار عظام کی لڑکیاں بھی تیس ہیں۔ ایک اونہیں سیراجہ داہر  
 کی بہانچی یہی ہے۔ رائی اوسکا نام ہے۔ ان قیدیوں کا پانچواں حصہ اور راجہ داہر کا  
 کتبے حفاظت میں سپرد کیا گیا۔ کہ اوسکو حجاج کے پاس پہنچا دیں۔ جب یہ غنیمت  
 اور سرداران حجاج پاس پہنچا۔ اوسے جناب الہی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ اور کہا کہ اے مجھ  
 ساری دنیا کی سلطنت اور دولت حاصل ہو گئی۔ اب یہاں سے حجاج نے سردار ہر  
 اور چتر اور علم جو راج کی نشانیاں تھیں اور قیدی خلیفہ ولید کے پاس اپنے خط کے ساتھ  
 بھیج دی۔ خلیفہ نے خط کو پڑھا خدا کا شکر ادا کیا۔ امیر دہلی لڑکیوں میں سے بعض کو خلیفہ  
 نے بیچ ڈالا۔ بعض کو یونین انعام میں دیدیا۔ راجہ داہر کی بہانچی کو عبدالرحمن بن  
 عباس نے خلیفہ سے مانگا۔ خلیفہ نے اوسکے حوالہ کر دیا۔ اور عادی کہ خاتمہ ساری مال  
 اوسے اولاد پیدا کرے۔ مگر یہ خلیفہ کی قبول نہ ہوئی۔ کوئی اولاد اوسے پیدا نہ ہوئی  
 جب محمد بن قاسم نے حجاج کو یہاں کے سارے بند و بست اور فتوحات کا حال لکھ کر  
 بھیجا تو اوسنے محمد بن قاسم کو لکھا۔ کہ میں تمہارے خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوا



سلا اس نظام اور بندوبست کا طریقہ تمہارا شروع کے موافق ہو۔ مگر لوگوں کی جاغین بہت  
 صاف کرتی ہے ہو۔ دشمن اور دوست میں خوب تینہ بنین کرتے۔ خدا کے اس حکم کو  
 ہمیشہ انکھون کے سامنے رکھو کہ مشرکین کو امان نہ دو۔ اونکا گلا کاٹو۔ اگر دشمنوں کو امان  
 دو گے تو ایک دن اونے پچھا چھوٹا مشکل ہوگا۔ اب آئندہ جو دشمن دینی وقعت ہو  
 اونکو امن دینے کا مضائقہ نہیں۔ مگر باقی کو نہ چھوڑو۔

جے سنگہ کا برہمن آباد سے چاروں طرف خطوط بھیجا  
 جب راجہ داہر مرا۔ تو جے سنگہ برہمن آباد میں جا کر لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ اور  
 اوریتیا اور اطراف میں خطوط روانہ کئے۔ ایک خط راجہ داہر کے بیٹے کو لکھا جو اوریز  
 تھا۔ دوسرا خط اپنے بھتیجے جے کو لکھا۔ وہ قلعہ بیتیا میں تھا۔ تیسرا خط اپنے بھانجے  
 دہاول کو لکھا۔ غرض سب کو راجہ داہر کے فوت کا حال لکھا۔ اور تسلی اور تسفی دے کر  
 اور کہا کہ میں برہمن آباد میں مع لشکر پڑا ہوں تم سب میری امداد کے واسطے آؤ۔

### جنگ بہرور اور دہلیل

اب محمد بن قاسم نے غزم برہمن آباد جانے کا راہ سو کیا۔ اٹنا راہ میں دو قلعہ بہرور  
 اور دہلیل واقع ہوئے تھے۔ اونہن سولہ ہزار سپاہی موجود تھے۔ محمد بن قاسم جب  
 بہرور میں پہونچا۔ اوسکا محاصرہ کیا۔ اور دو مہینہ کا عرصہ لگ گیا۔ اب محمد بن قاسم  
 نے سپاہ کے دو غول کئے۔ ایک دنگو لڑتا۔ دوسرا رات کو۔ غرض منجھنق اور نقطہ  
 ایسی ماری کہ قلعہ کی دیوار گر پڑی اور سب دشمن بھی ماری گئے۔ دولت اوریت  
 بہت سی ہاتھ لگی۔ پانچواں حصہ اوسکا بیت المال میں داخل ہوا۔ جب  
 راہور اور بہرور کی فتح کی خبر دہلیل میں پہونچی۔ تو سپاہیوں کے دل ہل گئے۔

اور جان گئے۔ کہ محمد قاسم بڑا جوان و مستقل مزاج ہو۔ تاجروہان سے بھاگ کر ہندوستان  
میں چلے آئے۔ سپاہیوں نے اپنے ملک کے خاہت کے داخل کرنا بند ہی۔ اب محمد  
قاسم دہلیل پر پہنچا۔ اور محاصرہ شروع کیا۔ جب دو مہینے کا عرصہ اس محاصرے پر  
گزرا۔ تو محصورین کا قافیہ تنگ ہوا۔ کہیں سے امید ملک کی نہ تھی۔ آخر کو لاچار ہو کر  
کفن کو گلے میں ڈال لیا۔ راتوں رات ایک ندی کے پار اہل خیال کو ایک قلعہ  
میں پہنچایا۔ مسلمانوں کو اسکی خبر نہ ہوئی کہ رات کو کیا ہوا۔

### دہلیل کے سردار کا بہاگنا اور اسکا فتح ہونا

جب دن ہوا۔ محمد بن قاسم کو اس طرح بہاگن کی خبر ملی۔ فوراً اوسنے اپنے سپاہیوں  
بھیچر ڈرائے۔ اور ہنوں نے دریا اتر تو نگو جا لیا۔ جو اتر گئے دریا کے گھر۔ جو اترے تھے یہ  
اوترنے کو تھر۔ انکو ان سپاہیوں نے بحر فامین ڈبویا۔ جو دریا سے ماہر جا چکے وہ دیوار  
کے رگستانی ملک میں جا بسے۔ دیوار راجہ داہر کے پیٹھے کا بیٹھا تھا۔ اب محمد بن قاسم  
نے دہلیل ہی فتح کر لیا۔ اور جو غنیمت کا مال ہاتھ آیا اسکا پانچواں حصہ حجاج  
پاس بھیجا۔ بہرہ اور دہلیل کے فتح کا حال ہی لکھا۔

وزیر سی ساگر کا محمد بن قاسم سے امان کا چاہنا اور اسکا وزیر  
مقرر ہونا

اب محمد قاسم نے ہند کو بڑی بڑی سرداروں کے نام میں مضمون کرنا امر روانہ کئے کہ دین  
اسلام اختیار کرو۔ اور اطاعت اسلام قبول کرو۔ جب سی ساگر وزیر راجہ داہر نے  
یہ حکم سنا۔ تو اوسنے بعض معتبر آدمی اپنے محمد قاسم کے پاس بھیجے۔ اور جان کی آمان  
چاہی۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ اپنے ساتھ سی ساگر امان عورتوں کو لایا جو دہلیل کے

مذہب میں جہازوں کے اندر پکڑی گئی تھیں۔ اور جنہوں نے اوس کڑے وقت میں حجاج کو امداد کے واسطے پکارا تھا۔ یہ عورتیں اوسی ذریعہ کے پاس تھیں۔ محمد قاسم نے یہی اس وزیر کی تخطیم اور حکیم میں کوئی بات فرو گذاشت نہ کی۔ استقبال کے واسطے معتبر سردار بھیجے۔ اور عہدہ وزارت پر اوسکو مامور کیا۔ اب یہ وزیر مسلمانوں کا ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اپنے تمام اسرار و رستہ اسکے سامنے کہوئے۔ اور ملکوں کے فتح کرنے کے باب میں اوس سے صلاح اور شورہ لیا۔ غرض کوئی ملکی تدبیر سی نہ تھی جس میں یہ وزیر مشیر نہ ہوتا تھا۔ اس وزیر نے محمد قاسم سے کہا کہ آپ کے یہ احکام جو جاری ہوئے ہیں۔ کہ زمین کی مالکداری قدیم رسم و رواج کے موافق لی جائے۔ اور کسیر حکم خلل اور عین نہ ڈالا جائے۔ نیا بوجہ مصلوٹ نکار عایا کی گردن پر نہ رکھا جائے۔ اس پر عایا نہایت خوش ہوئے۔ یہی آئین اور دستور رعیت نواز کیا ایسا ہے کہ سب دشمن آپ کے پامال ہونگے۔ اور ملک مفتوح ہونگے۔ اور عایا آباد رہے گی۔

دہلیل کی حکومت کا نیو بائین ہارن بن دہلیل کو دینا بعض کہتے ہیں کہ جب دہلیل فتح ہو گیا تو اس ملک کی حکومت اور سارا اختیار محمد بن قاسم نے نیو بائین ہارن کے سپرد کر دیا۔ اور اسکے آس پاس کا علاقہ مشرق اور مغرب میں اوسکو دیدیا۔ اب یہاں سے برہمن آباد ایک فرسنگ ہ گیا تھا۔ کہ جس سگ کو مسلمانوں نے آجانبے کی خبیثہ پونجی۔ لشکر اسلام کا جلوئی تالاب پر پونجیا

لشکر اسلام کا جلوئی تالاب پر پونجیا اور ہندوؤں کو دعوت اسلام کرنا محمد قاسم نے دہلیل سے کوچ کیا۔ جل والی تالاب کو کندہ پر اترا۔ یہ تالاب شرق کی طرف برہمن آباد سے تھا۔ اب محمد بن قاسم نے قاصد یہ پیغام دیکر برہمن آباد میں داخل

کہ وہاں کے لوگ اطاعت اور دین اسلام اختیار کریں۔ اگر اسلام اختیار نہیں کرتے تو  
جزیرہ دین۔ اور اگر جزیرہ ندین تو لڑائی کے لئے تیار ہوں۔ یہ پیغام وہاں پہنچا دیا  
تھا کہ جو شنگھہ کو چل دیا۔ یہاں کا یہ بندوبست کر گیا تھا کہ سولہ ہزار سواروں کو  
چار چار کو شہر کے چار دروازوں پر بٹھا گیا۔ اور ان کے ساتھ عمدہ سپاہ چھوڑ گیا۔

### محمد قاسم کا محاصرہ شہر کا

جب محمد قاسم یہاں آیا۔ اسنو مورچہ بندی کی لڑائی پہلی جب کو شروع ہوئی۔  
دشمن ہر روز لڑتے آتے اور خوب ہول بجا دے۔ صبح سے شام تک طرفین سخت لڑائی  
ہوتی۔ رات کو مسلمان اپنے دھسے میں گھس جاتے۔ ہندو اپنے قلعہ میں چلے جاتے۔  
چہہ مہینہ تک اسی طرح شب و روز گزرے۔ اب محمد قاسم کو فتح سے مایوسی ہونے لگی۔ اور  
لڑتے لڑتے تھک گیا۔ جو شنگھہ جو رائل کے ملک کو بھاگ گیا تھا۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو واپس  
آیا۔ اور مسلمانوں کے راہنہ بند کر کے ستانے لگا۔

### موکا کے نام پیغام محمد قاسم کا

محمد بن قاسم نے اپنا ایک معتبر نوکر موکا کے پاس بھیجا اور اسکو خبر دی کہ جو شنگھہ اور سکو بڑا ستا  
ہے۔ اور لشکر کی رسد بند کرتا ہے۔ اسکا کیا علاج ہے۔ موکا نے لکھا کہ اب جو شنگھہ بہت قریب  
جا پہنچا ہے۔ سوار اسکے علاج نہیں کہ اوکو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ اسکام کے واسطے  
ایک بڑا غول محتر سپاہ کا اس کے ہٹانے کے واسطے بھیجا۔

### جی شنگھہ کا جو پور جانا اور یہاں کئی ہفت

غرض جب یہ لشکر عظیم شان سہارا اور سب اور سامان رسد وغیرہ لیکر چلا تو اس نے عرب کے  
لشکر کے آنے کی خبر جو شنگھہ کو ہوئی تو وہ یہاں کر جو پور کے ملک میں چلا گیا۔ اور یہاں

ہندوستانی ملکوں کو طر کرنا کرنا کج نمیر کے پاس گیا۔ وہاں اوسکی بڑی خاطر داری ہوئی اور راجہ نے بہت تھکے مخالف ہوئے۔ غرض اسی طرح اپنے اور رشتہ دار بہائی بندوں پاس باسید امداد پڑا پھرا۔

## برہمن آباد کا حال

اب یہاں لڑائی چہ مہینہ سوز ہو رہی تھی۔ برہمن آباد کے لوگ لڑتے لڑتے عاجز ہو گئے تھے۔ چہرے راجہ جی سنگھ کی خبر یہی پہنچ گئی تھی۔ ایک دروازہ کو چار سرداروں کے صلاح اور مشورہ کیا۔ کہ اب نہ دولت ہی نہ طاقت ہو کہ لڑائی لڑی جاوے۔ نہ کہیں سے اسکی کمک و امداد ہو۔ دو چار روز میں ضرور دشمن ہم پر کامیاب ہو گئے۔ پھر ہم کس مہنت سے اونسے پناہ مانگیں گے۔ اگر صلح ہو جائیگی تو فقط سپاہی ہی ماری جائیں گے۔ تاجر کا شکار اور اہل شہر تو کشت و خون سے امان پائیں گے۔ اب مناسب کہ قلعہ اہل اسلام کو حوالہ کئے۔ اور شرائط صلح بھیج دیں۔ اس رائے پر سبکا اتفاق ہوا۔ پیغام صلح بھیجا گیا۔ کہ قلعہ حضور کے حوالہ ہو۔ مگر ہماری اور ہمارے اہل و عیال کی جان نہ لیجئے۔ اور قید خانہ میں نہ ڈالئے۔ محمد بن قاسم نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اور کہہ دیا کہ اگر وہ پورے وعدہ کو پورا کریں تو اوکو سب طرح سے امان دی جائیگی۔ مگر سپاہی قتل کئے جائیں گے۔ اور اوکو اہل عیال کو نوڈھی غلام بنا کر جائیں گے۔ محمد قاسم نے حلاج کے سب سرداروں کو بلا کر یہ پیغام سنا دیا اور پوچھا کہ جواب سب صاحبوں کی صلاح ہو اس سے اطلاع ہو۔ سب نے کہا کہ برہمن آباد ہندوستان کو بڑی شہر دن میں سر ہے۔ اگر وہ قبضہ میں آگیا۔ تو بہت سے مستحکم قلعے ہمارے قبضہ میں آجائیں گے۔ اور شوکت اور حشمت اور عظمت اسلامی کی ایک دہوم ہو جائیگی۔ راجہ اہر کی اولاد میں کچھ ہمارے مطیع ہو جائیں گے۔ کچھ بہاگ جائیں گے غرض سب

حاکم میں بلجائیں گے۔

### محمد قاسم کا یہ حال لکھنا حجاج کو

محمد قاسم نے یہ سب حال حجاج کو لکھ دیا۔ اور ان سرداروں کو اپنا تحریری حکم بھیج دیا۔ ایک دن اس کام کے واسطے مقرر کیا۔ اس دروازہ کے سرداروں نے لکھنا بھیجا کہ آپ اور یوم مقررہ پر اس دروازہ کی طرف آئی۔ اور ہم اول لڑائی کے واسطے تیار ہونگے۔ اور جب آپ قریب آئیگے تو کہلا ہوا اور دروازہ چھوڑ کر ہم شہر کی چھین چلے جائیں گے۔ اتنے میں حجاج کا جواب بھی آگیا کہ جو تم نے تجویز شہر کے لینے کی ہر وہ میں مصلحت ہے۔ غرض جب لشکر نے اس دروازہ پر حملہ کیا تو دشمن تھوڑی دیر لڑائی پر اڑے۔ پھر دروازہ کہلا ہوا چھوڑ کر قلعہ کے اندر گھس گئے۔ لشکر اس دروازہ سے داخل ہوا۔ اور فصیل کے سب چڑھ گیا۔ اندر کبر کا ایک نعرہ جو لشکر نے مارا تو قلعہ کے لوگ بھی تہرا گئے۔ اور پھر ہوش و حواس باختہ ہوا گئے۔ غرض جب یہ شہر اور قلعہ فتح ہو گیا۔ محمد قاسم نے حکم دیدیا کہ کسی شخص کو جوڑنے کا ارادہ کرے مت مارو جتنی آدمی ہتھیار بند تھے ان سب کو پکڑ کر محمد قاسم کے پاس لائے۔ جنہو اسکے سامنے سر جھکا دیا۔ اوسکا سر اٹھایا۔ اور کہا جا اپنے گھر میں آباد ہو۔

### راجہ جی سنگھ اور راجہ داہر کی رانی کا مقابلہ

برہمن آباد کے پرانے لوگ کہتے ہیں کہ جو وقت قلعہ فتح ہوا تو اس قلعہ میں راجہ داہر کی رانی لادی اور اوسکا بیٹا جی سنگھ بھی تھا۔ اس رانی نے کہا کہ میں کیونکر ایسے مستحکم قلعہ اور اپنا گھر بار دشمنوں کے حوالہ کر سکتی ہوں۔ اگر لشکر اسلام مجھے لڑ کر فتح مند ہی ہوگا تو میں کچھ مدت بعد بیرکرون گی۔ جتنی جگہ مراؤن گی۔ غرض سپاہیوں کو اپنی ساری

دولت تقسیم کر دی۔ اور ایک دروازہ پڑی۔ اور شکست کھائی۔ آخر کار قید ہوئی۔  
 لادی راجہ داہر کی بیوی کا مع دولہ کیوں کے گرفتار ہونا +  
 جب محمد بن قاسم کے سامنے لڑائی کے قیدی پیش کئے گئے۔ اور ہر ایک حال پوچھا گیا  
 کہ کون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ راجہ داہر کی بی بی لادی ہی انہیں ہے۔ اور اسکی دو لڑکیاں  
 بھی اور بی بیان بھی ہیں۔ انکو چہرہ پر نقاب ڈال کر ایک ملازم کو حکم ہوا کہ انکو  
 علیحدہ لیجاؤ۔ ان سب قیدیوں کا ایک پانچواں حصہ جو حجاج کو بھیجا گیا۔ اور سب  
 تیس ہزار قیدی تھے۔ اور باقی قیدی سپاہیوں کو دیدئے گئے۔

### پیشہ ورون کی امان

کارگیروں تاجروں اور اہل شیعہ کو امان دی گئی۔ اور جو لوگ ان میں سے پکڑے گئے  
 تھے۔ انکو بھی رہائی دی۔ لیکن جو اوتار تلوار سے لڑے تھے۔ انہیں سچہ ہزار  
 مار ڈالے۔ اور بعض کہتے ہیں تین ہزار اور باقی کو چھوڑ دیا۔

### برہمنوں کا محمد قاسم پاس انا

جب تک راجہ داہر کے رشتہ دارا سیر ہنوی محمد بن قاسم آنکلی تحبس میں رہا۔ ایک روز  
 کیا دیکھتا ہے کہ ایک ہزار برہمن بہادر آئے ہوئے چلا آتے ہیں۔ اسنے پوچھا کہ تم کون ہو  
 اور یہاں کیوں آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم دھرتا ہمارا راجہ برہمن تھا۔ اسکو  
 تو نے قتل کیا۔ اسکا سارا مالک لے لیا۔ ہم اسکے وفادار ساتھی ہیں۔ ہم میں سے اکثر نے  
 راجہ کے ساتھ جان دی۔ باقی ماندہ ہم اس ماتم میں زرد لباس پہنے ہوئے بہادر آئے ہوئے  
 موجود ہیں۔ اب ایشور نے تمہکو راج دیا ہے۔ تیرا جو حکم ہو اسکو قبول کریں۔ محمد بن قاسم  
 نے قسم کھا کر کہا کہ تم بڑے وفادار اور ثابت قدم اور دیانت دار لوگ ہو۔ میں تمہیں امن

دیتا ہوں۔ مگر اسکو ساتھ یہ شرط ہے کہ راجہ دابر کے رشتہ دار جو تکو معلوم ہو او کو میرے پاس لے آؤ۔ اسپر وہانی لاوی کو محمد قاسم پاس لے آؤ۔ محمد بن قاسم نے شرع کے موافق ہتھیار کرنا شروع کیا۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا وہ جزیرہ سیہ معاف رکھ گئے۔ نہ قید ہوئے۔ نہ لونڈی غلام بنائے گئے۔ اور یہ حکم عام سنا دیا گیا۔ کہ جو شخص مسلمان ہو گا وہ جزیرہ سیہ معاف ہو گا۔ اور جو شخص پہلے اپنے مذہب پر چلے گا۔ او سکون تین جزیروں میں ایک دینا ہو گا۔ اور تین قسم جزیرہ سیہ تھیں۔ اول اٹھالیس درم دھوم چوبیس درم سوم بارہ درم جن لوگوں نے اسلام نہ قبول کیا۔ او ہنوں نے یہ جزیرہ دینا اختیار کیا۔ مگر ان لوگوں کے مال اور اسباب اور جائیداد سی کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔

### برہمن آباد کو سینکسٹر دار و کو سپر کرنا

محمد بن قاسم نے برہمن آباد کو اسے ملک کے سزار و کو حوالہ کیا۔ اور حسب حیثیت لونڈی مالگداری بھی لایا۔ قلعہ کے چاروں دروازوں پر فوجین متعین کیں۔ اور اوپر سپر کا ایک سردار مقرر کیا۔ اور او کو اپنی محنت اور شفقت دکھانے کے لیے یہیں کی رسم و رواج کے موافق سونے کر گرے ہاتھوں میں اور زیور اور گہوڑوں کے زین عنایت کئے۔ اور اپنے مجلس شہر کا ہر سردار کو رکن مقرر کیا۔

### رعایا کا تین قسم کی جماعتوں میں یعنی تاجر اور کاریگر اور کاشتکاروں میں تقسیم کرنا

محمد بن قاسم نے جو لوگ تاجر اور پیشہ ور اور کاشتکار تھے۔ او کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ اوں میں کی تعداد دس ہزار تھی۔ او میں سب چھوڑے تھے۔ او میں سے ہر ایک شخص کو دس درم سر نظر سے اسنو دے۔ کہ او کو مال اسباب لڑائی میں تلف ہو گیا تھا۔ نہر اور کانوٹ کے بڑے



برہمنوں کو کہ اسنے دہات اور شہروں سے خراج وصول کرنے کو دیکھ کر مقرر کیا۔ جب تک  
 نے یہ حال دیکھا۔ تو انہوں نے اپنے عرض حال کیا۔ اور کہا کہ یہ کام ہمارا ہی ہے۔ ہمیشہ سے اسکو  
 کرتے آئے ہیں۔ اور لوگوں نے بھی اسکی شہادت دی۔ اسپر محمد قاسم نے ہر ایک برہمن  
 کو ایک عہدہ مقرر کر دیا۔ اسکو اعتبار تھا کہ وہ کبھی غارت کریں گے۔ ان عہدوں کا تقرر اس  
 اس طرح کیا جس طرح کہ راجہ پتھ کے عہد میں تھا۔ سب برہمنوں کو لاکر اس پر یہ کہدیا کہ تم  
 راجہ داس کے عہد میں عمدہ عمدہ عہدوں پر ممتاز تھے۔ اسکو تم کو شہر کا اور حوالی شہر کا مال  
 خوب معلوم ہوگا۔ اگر کوئی شخص لائق اور عمدہ ہو اسکو میرے سامنے لاؤ میں اسکو  
 انعام اور عہدہ دوں گا۔ چونکہ اسکو برہمنوں پر اعتبار تھا۔ اور انکو نیک اور مستحق مانتا  
 تھا۔ اسکو سارا انتظام انکے ہاتھ میں دے دیا۔ اور عہدے اور انکو تسلیم کر لیا  
 عنایت کی۔

### برہمنوں کا انتظام کے لئے جانا

اب یہ برہمن عہدوں پر ممتاز ہو کر دہات میں گئے۔ وہاں کے لوگوں کو انہوں نے  
 یہ سمجھایا کہ اس سردار کو تم یقینی جان لو کہ راجہ داس را کیا۔ ہندوؤں کی سلطنت کا  
 خاتمہ ہوا۔ سندھ اور ہند کے تمام اضلاع اہل عرب کی سلطنت مستحکم ہوئی۔ اب  
 چھوٹے بڑے اس ملک کے برابر ہوئے۔ یہ بادشاہ کی عنایت ہم غریبوں پر ہے کہ  
 اسنے ہم کو تمہاری ہمائش کے واسطے بھیجا ہے۔ اگر اسکی اطاعت سے سرتابی نہ کریں  
 گے۔ مورد عنایات اور مراعہم شاہی ہونگے۔ اگر اسکی فرمان برداری سے قدم نکالیں گے  
 جان مال سے ہاتھ دھوئیں گے۔ حاکموں نے ہم کو ہمارے گھر وں سے نکالا۔ یہ عزیز  
 اور محصول تم پر مقرر کیا۔ اگر اسکے اوکرنے کی سکت ان پر میں دیکھو تو اسے قبول

کرو۔ بنین شہازی لے اچھا موقع ہو۔ کہ پناہاں سبب دہل عیال کو لیجا کر کہیں اور  
ہندوستان میں جاہو۔ جہاں تکو جان کا خطرہ نہو۔ جان سب سے زیادہ عزیز چیز ہو۔ کہ  
اپنے گھر کو چھوڑتا تھا۔ سب سے زیادہ محصول دینا قبول کیا۔ محمد قاسم نے برہمنوں کو جو ستر  
محصول کی تشخیص اور تحصیل کے لئے مقرر تھے۔ حکم بھیجا کہ رعایا اور پادشاہ کے درمیان  
معاملہ انصاف اور امانت داری ہو کرو۔ حسب حیثیت ہر شخص پر محصول مقرر کرو۔ اور  
اتنا محصول لو کہ رعایا پر ناگوار نہو۔ سب آپس میں اتفاق سے کام کرو۔ مخالفت باہم  
نکرو۔ تاکہ ملک آباد اور شاد رہے۔ محمد بن قاسم نے ایک ایک شخص کو سمجھایا کہ وہ کسے امر  
کا خطرہ نہ کریں۔ اوسے کہا کہ میں تم سے کوئی دستاویز محصول کی بابت نہیں لکھاتا۔  
بلکہ جتنا تمہارا مقدور ہو اوسکے موافق خرچ دو۔ تم پر کوئی الزام اور سکا نہیں۔ کہا تھا  
غرض سب طرح سے رعایا کی لوجی و تشفی اور تسلی کی۔ اور کہا جس امر کی تکو ضرورت اور  
آرزو ہو اوسکو بے خوف و خطر مجھے عرض کرو میں اوسکا جواب تکو دوں گا۔

### محمد قاسم کا رعایا کی خاطر داری کا حکم دینا

پہلے بت خانوں میں سوداگر اور رہا کر اور بت پرست جاتے تھے۔ اور بتوں پر نذر پیش  
میں روپیہ چڑھاتے تھے۔ اوسے پجاری برہمن پیش پالتے تھے۔ مگر اب یہ رسم قدیم  
ہی۔ لشکر کے خوف سے یہ خیرات بند ہو گئی تھی۔ اب برہمن پجاری روٹی کے مارے  
پڑے پھرتے تھے۔ ایک دن محمد بن قاسم کے دروازہ پر آئے۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے  
کہ خدا تیرا راج ہمیشہ بھارکھے۔ ہم لوگ مندروں کے پجاری ہیں۔ تو نے سب پر رحم کیا  
سوداگر و نیکو اور نکال مال دلا دیا۔ تجارت کا باب کھلوادیا۔ اور بت پرستوں کو مذمی بنا کر  
اپنے اپنے کاموں میں لگایا۔ ایک مصیبت کو ملامت ہم رہ گئی ہیں۔ ہم پر رحم کرو۔ اور ہمارے

بت خانوں کے بنانے اور مرمت کرنے کا حکم دیدے۔ تاکہ ہم اپنے روٹے کو شریک جائیز۔  
 اوپر محمد قاسم نے کہا کہ تمام بت خانے آلو سر متعلق ہیں۔ ہم کو اونس کی کیا مطلب ہے۔  
 اوپر برہمنوں نے کہا کہ یہ بت خانہ برہمنوں سے متعلق ہے۔ وہی طبیب درپر ورت ہیں  
 شادی غمی کی سب رسمیں وہی کرتے ہیں۔ ہم نے جزیہ اسی شرط سے دینا قبول کیا ہے کہ  
 اپنے دین آبائی کے پابند رہیں گے۔ اب یہ ہمارا بت خانہ تباہ و ٹکستہ پڑا ہے۔ اس کے بنانے  
 کا حکم دیدے۔ تاکہ برہمنوں کو معاش بدستور ہو جائے۔

### محمد قاسم کا اس معاملہ کا لکھنا حجاج کو دارو سکاجو لانا

محمد قاسم نے لکھا کہ جن شہروں پر سخت حملہ ہوئے ہیں اور ہندوؤں کے مندر وہاں خراب  
 پڑے ہیں۔ برہمنوں کی جاگیریں ضبط ہیں۔ مذہبی رسوم کی ممانعت ہے۔ تو ہر کو  
 اجراء رسوم بت پرستی کی اجازت دینا۔ مراعت لکھنے زیادہ بت پرستی کا مدد و معاون  
 ہوتا ہے۔ اس میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ اس کا جواب یہ آیا کہ جب لوگوں نے جزیہ دینا قبول  
 کیا۔ تو حقوق پایا استحقاق ادھون نے حاصل کر لیا۔ اب مندروں کی تعمیر اور رسومات  
 کے اجراء کی اجازت دینی چاہئے۔ اور جو جاگیریں ضبط ہوئیں وہ واکہ نشت کی  
 جائیں۔ اور تین روپیہ سیکڑہ ملک کے محاصل پر چوہند و حکام اوں کو دیتے تھے وہ خزانہ  
 اسلام سے بھی ملا کریں۔ غرض یہ حکم حجاج کا آیا۔ تو اونسو سبامرا اور وسال اور  
 برہمنوں کو ملا کر اونسو سنادیا۔ اور اس کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ برہمنوں کو اجازت دی کہ وہ  
 ایک تانبی کا برتن لیکر گہر بیک مانگنے جایا کریں۔ اور جو کچھ ملجایا کرے اسے ستر پیٹ  
 بہر لیا کریں۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد والوں کو سمجھایا کہ تمہاری مندر بننے لے عیسائیوں  
 اور یہودیوں کے عبادت خانوں اور مجوسیوں کے آتش کدوں کے ہیں۔ اونسو کچھ غرض

ہوگا۔ ج طرح چاہیں اپنے عہدوں کو بنائیں۔ اونہیں جس طرح چاہیں معبودوں کی پرستش کریں۔ برہمن آباد کے سردار کو لقبیہ سہرا لانا کا دیا۔

### ۛ محمد قاسم کا خط حجاج کو نام اور اس کا جواب

اب محمد قاسم نے برہمن آباد اور نوانہ کا سارا انتظام کر کے اسکی اطلاع حجاج کو کی۔ یہ خط جل ملے کو مقام سر لکھا تھا۔ ساری ملک سندھ کی فتوحات کا حال بالتفصیل لکھا اور سپر خط کا جواب حجاج نے لکھا۔ کہ جو کچھ انتظام اور بندوبست برہمن آباد کا کیا۔ وہ سب ہم کو پسند آیا۔ مگر ہند اور سندھ کے دو بڑے رکن ملتان اور الور میں۔ وہ دار الخلافہ ملکوں کے ہیں۔ اونہیں خزان اور دفائن بہت سی ہونگے۔ انکی طرف متوجہ ہو۔ اور ایسی جگہ اپنا دارالقرار مقرر کرو کہ وہاں سے سب جگہ سطوت اور صولت اسلامی کی تاراز لوگوں کے کانوں میں پہنچے۔ خدا ہکو وہ نہ کہانی کہ ہند کو چین کی سرحد تک تیری حکومت میں لائی۔ یہ بھی ایک خط میں لکھا آیا کہ ہرات میں مجھے صلاح کا پوچھنا تیرا خرم ہے۔ مگر فاصلہ دور و دراز کا ہے۔ اسکو بغیر میری اجازت کو بھی تمکو اختیار کہ جو لوگ اطاعت کریں اوپر رحم اور عنایت کر۔

### محمد قاسم کا ساوندی سما کو جانا

یہاں سب طرح کا انتظام کر کے محمد بن قاسم ساوندی سما میں پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ خزیہ مقرر ہوا۔ اور انکے سب حقوق بحال ہوئے۔ جاٹوں نے بھی اطاعت قبول کی۔ ان جاٹوں کے ساتھ جو قیدیوشاک خوراک سواری تعلیم اور کریم ہند راجاؤں کے ہاں سے مقرر تھیں وہی محمد بن قاسم نے یہی برقرار رکھیں۔ جب قوم سما کی طرف محمد بن قاسم گیا۔ تو وہاں کے انتقال کو ڈھول بجاتے ہوئے اور گاڑی ناچتے

ہو کر گئے۔ محمد بن قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا عمل ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اس قوم کے ہاں رواج ہے کہ ان کے ہاں نیا پادشاہ جب آتا ہے تو وہ اسی طرح کے شادیانے بجاتے ہوئے آتے ہیں۔ محمد قاسم نے انکو تین تینیاں انعام دے۔

### محمد قاسم کا لوہانا اور سہاکی طرف جانا

جب محمد بن قاسم لوہانا اور سہا کی طرف آیا۔ وہاں کے لوگ ننگے سرنگے پاؤں اس کے استقبال کو دوڑ کر گئے۔ اور اطاعت کا پیغام لائے۔ محمد قاسم نے خزیہ و غیر مقرر کیا۔ اور کچھ آدمی اول میں لئے۔ تاکہ آلور کا راستہ بتلائیں۔ آلور کی طرف پہرہ نہا بھیج گئے۔ یہ شہر <sup>موض ۱۱</sup> ملک سندھ کا دارالسلطنت تھا۔ اور سندھ اور سندھ میں بڑا شہر تھا۔ اکثر باشندے اوسکو ٹوگر اوریشیہ و اورکاشٹکار تھے۔ حاکم ہانکا فیونی راجہ داہر کا بیٹا تھا۔ اوسکو سامنی کسی آدمی کا متقدور تھا کہ تھا کہ راجہ داہر مر گیا۔ اوسکو یقین تھا کہ وہ زندہ ہے اور سندھ سے فوج لیکر چلا آتا ہے۔ اور اہل عرب سے ابڑتا ہے۔ اس قلعہ کے سامنی ایک میل کے فاصلہ پر محمد قاسم نے قیام کیا۔ اور وہاں ایک مسجد بنائی۔ اوسمین خطبہ بر جمعہ کو پڑھا جاتا تھا۔

### آلور کے لوگوں نے لڑائی

اب لڑائی بھی شروع ہو گئی۔ قلعہ کے اندر سے لوگ پکار پکار کر کہتے تھے کہ اب تمہارے جان کی خیر نہیں۔ راجہ داہر ایک فوج قاہرہ لئے چلا آتا ہے۔ تم سب کو دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ سب اسباب چھوڑ جاؤ۔ اکیلے جان بچا کر نکل جاؤ۔ محمد بن قاسم جب یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو راجہ داہر کے مرنے کا یقین کیس طرح نہیں آتا تھا۔ غیظہ اور ان کے دماغ میں سما گیا ہے کہ فوج لئے چلا آتا ہے۔ اوسکے رفع کوفے کے واسطے یہ تدبیر کی کہ رانی لادھی کو جواب محمد قاسم کی بی بی تھی۔ سیاہ اونٹ پر سوار کیا۔ اسی اونٹ

پردہ ہمیشہ سوار ہو کر تہی تھی۔ اور اسکے ہمراہ اور مختبر آدمی ساتھ گئے۔ اور قلعہ کے زیر قبضہ  
 بھیجا۔ وہاں جا کر یہ انی چلائی کہ اور قلعہ کے رنجروا الویری ایک بات ضروری پاتر  
 آکر سن جاؤ۔ اس آواز پر بڑے بڑے سردار فضیل پر چڑھ کر آئے۔ لادی نے نقاب اٹھایا  
 سواٹھائی۔ اور یوں مخاطب ہوئی کہ میں راجہ داسر کی بی بی لادی ہوں۔ راجہ ہمارا مال  
 کیا۔ سردار کا عاق کو بھیجا گیا۔ چتر اور راج کو نشان سب کے سب غلیفہ کے پاس روانہ  
 ہوئے۔ تم کیوں اسکے پیچھے اپنے تئیں تباہ کرتے ہو۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ اپنے ہاتھ  
 سے اپنی ہلاکت نہ ڈھونڈو۔ یہ کہہ کر حنین مار مار کر رونے لگی۔ اور اپنے حکانے لگو۔  
 اسپر سرداروں نے قلعہ پر سر جواب دیا۔ کہ رانی صبا آپ جھوٹی ہیں۔ ان چند لون اور  
 کاڑی کہانے والوں سے آپ مل گئی ہیں۔ اور انھیں میں سے ایک بن گئی ہیں۔  
 ہمارا راجہ جیتا ہے۔ لشکر اور ہاتھیوں سمیت یہی آتا ہے۔ افسوس ہے کہ ان عربوں سے  
 تم نے لگاؤ کر کے اپنے تئیں خراب کیا۔ اور اپنے راجاؤن کو بھول گئیں۔ اور  
 اونپر انکو فائق تیلانے لگئیں۔ غرض چار صلواتیں سنائیں۔ جب محمد قاسم نے  
 یہ حال سنا۔ تو لادی کو اٹھا بلا لیا۔ اور کہا کہ اب ان لوگوں کا ادبار ہی اگیا ہے۔  
 ایک جو گنی اس قلعہ میں رہتی تھی وہ عالم العیب شہور تھی۔ راجہ کا بیٹا اور سردار  
 اوس پاس گئے۔ اور پوچھنے لگے کہ اپنے علم کے زور سے تیلانے کو کہ راجہ داسر کہاں ہے  
 اونسے جواب دیا۔ کہ آج کی مہلت دو کل میں اس سوال کا جواب دے لگی۔ دوسرے  
 روز وہ اون پاس پہرے کے بعد ایک ہری ہری ٹہنی کالی مرج کے درخت کی  
 جو ٹکامین پیدا ہوتا ہے لیکر گئے۔ اور کہنے لگی کہ میں ساری دنیا میں قاف سے قاف  
 مکت پھرتی۔ کہیں سندھ اور ہند میں راجہ داسر مجھے ملا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو کہیں

اور میرے پہلے کا یہ ثبوت ہے کہ لنگا کے درخت کی ہری پٹنی سیر ہاتھ میں موجود ہے۔  
 جو اصل حالت میں لے سادیا۔ اب تلو اختیار ہو چاہو سو کرو۔ جب یہ خبر اڑی تو سب  
 چھوٹے بڑے گہراڑے۔ محمد قاسم کے دل اور انصاف اور صادق القول ہونے کی تعریف  
 وہ سن چکے تھے۔ اور خوب یقین اذ کو نہا کہ وعدہ اسکا پتہ کی لکیر ہے۔ غرض صلح کا پیغام  
 اس پاس پہنچا۔ اور اطاعت قبول کرنے اور قلعہ حوالہ کرنے کا اقرار کیا۔ جب راجہ کو  
 یہ خبر ہوئی۔ وہ اپنی جان بچا جو پور میں بیانی جو سنگہ کے پاس چلا گیا۔ بیان اور  
 بیٹے بھی راجہ داس کے مقام صندل فیروز میں مجتمع ہوئے۔ اس راجہ کے مفروضہ کا حال اور  
 لوگوں کا حال ایک کاغذ پر لکھ کر اور تیر میں لگا کر لشکر عرب میں ایک سندھو پھینک  
 دیا۔ جب محمد بن قاسم کو یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے حکم کرنے کا حکم دیدیا۔ شہر والوں نے  
 ہاتھ جوڑ کر لشکر اسلام اطاعت قبول کی۔ اور کہا کہ پہلے ہم اس راجہ کے تابع رہتے۔  
 اب آپ کے تابع رہیں۔ اسپر لڑائی کو تہا دیا۔ شہر کو لیکر قلعہ کی طرف گیا۔ وہاں بھی  
 محصورین کے حلقہ بگوش ہونے کا نقشہ نظر آیا۔ وہ قلعہ کے اندر گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک  
 بت کی پرستش میں بہت آدمی جھکے ہوئے ہیں۔ محمد قاسم بت کو پاس گیا اور منہ سے  
 ایک ملا گلے میں سے اتار لی اور کہنے لگا کہ تمہارے معبود کو معلوم ہے کہ اسکی ملاکنے لڑی  
 او سپہ بجاری نے سیر چاکر لیا۔ اس نے ملا او پس کر دی۔ سپاہیوں کے قتل کا حکم دیا۔ مگر ان  
 لادی نے شفاعت انکی چاہی اور کہا کہ بیان لوگ تجارت پیشہ اور کارگر اور کارکن  
 ہیں۔ انہیں کے سبب یہ ملک آباد ہے۔ محمد قاسم نے جان معاف کر دی اور  
 خزیہ مقرر کیا۔

ایک آدمی کا عجیب طرح سی جان بچانا

جن آدمیوں کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اوغین ہی ایک شخص ٹھکرانے لہرا ہوا۔ اور بلا کہ میں ایک عجیب تماشہ دکھاتا ہوں جو کہیں کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ حاکم تمہارا تحریر حکم میرے اور میرے کنبے کی جان معاف کرنے کا دے۔ چنانچہ محمد قاسم نے یہ حکم دیدیا۔ اسے اور اپنی ڈاڑھی کی گل مچھن کو پسلا کر اور ہاتھوں کو گلے میں ڈال کر مانچے لگا۔ اسے لوگوں نے کہا کہ اسے بکھو فریبے یا واجب القتل ہے۔ اسے محمد قاسم کہا کہ ہرگز نہیں جو وعدہ ہو وہ انسٹ ہے۔ اچھو آدمیوں کا کام مجھوٹ بولنا نہیں۔ وعدہ خلافی کرنا مکاری اور دیاغ ہے۔ مردوں کو بات کا پاس ضرور ہے۔ غرض اسکا حال حجاج کو لکھا گیا۔ اس نے جواب لکھا کہ وعدہ پورا کیا جائے۔ چنانچہ اس شخص کے اور اسکے بائیس رشتہ داروں سے کچھ مواخذہ نہ کیا گیا۔ اب آلور کے آدمی سب طرح مطیع ہو گئے۔ بیان اوادہ بن اسد حاکم اور موسیٰ بن یعقوب کو مفتی مقرر کیا۔ نہایت سخت تاکید اس کمزور کی گئی۔ کہ نیک کام کے جائیں۔ اور بد کام مٹا دی جائیں۔ رعایا کے آرام اور آسائش اور فادہ میں حقو الامکان سعی اور کوشش کی جائے۔ غرض عیال کی مزارات کی باب میں بہت سی نصیحتیں کر کے اور کل اختیار اوکو دیکر آگے کوچ کیا۔ اور قلعہ بیسیب میں پہونچا۔ یہ قلعہ بہت بڑا تھا اور یاس کے جنوبی کنارہ پر واقع تھا۔ اسکا سردار گل تھا۔

### گل کا مغلوب ہو کر محمد قاسم ماسپاں آئے

گل کا اجداد کا رشتہ مند تھا۔ اس کے ساتھ لڑائی میں موجود تھا۔ وہاں سے پہاں کر نہایت خستہ و شکستہ حال ہو کر یہاں قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور یہیں سکونت اختیار کی۔ جب اہل اسلام کا لشکر سر آیا۔ تو امار اور روسا و مہندین لے لے کر ڈوڑے۔ محمد قاسم نے اون کے حال پر نہایت اہفات کیا۔ اور خلعت فاخرہ اوکو عطا کرے۔ اب اس نے اوسے کا



حال پوچھا کہ وہ خاندان الودیع ہے۔ اوسے اس خاندان کی تعریف کی اور کہا کہ سب آدمی  
اوسکے بڑے شریف اور متدین اور عالم فاضل ہیں۔ اگر کٹا کر پاس آجائی تو ہم اوسکو اپنا  
وزیر مقرر کریں۔ کک بڑا مدبر عاقل عالم حکیم تھا۔ وہ محمد قاسم پاس آیا۔ اوسے سب امر  
روبرو اوسکو بٹھایا۔ خزانہ کی کنجیاں اور اپنی مہر اوسکو حوالہ کی۔ وہ سب کا بیون سلطنت  
کے مشیر ہوا۔ اسلئے اوسکا لقب مبارک شیر رکھا گیا۔

## فتح سکھ ملتان

حب ملک کے ساتھ یہ معاملات ہو چکے۔ تو اب قلعہ کوچھوڑ کر محمد بن قاسم بیاس پڑا  
اور خضار اسلحہ پر پہنچا۔ اس حصار کے باشندے عرب کے لشکر سے لڑنے کو باہر نکلے۔  
اسلام کے لشکر کی سپہ سالار امیر لطیفی اور کک تھو۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور اسی سخت  
جنگ آن پڑی کہ طرفین سے خون کے نالے بہنے لگے۔ مگر اہل حربے اللہ اکبر کہہ کر  
جو حملہ کیا۔ تو دشمن سب پس پا ہو گئے۔ اور قلعہ کے اندر گھس گئے۔ پھر لشکر عرب نے تیر و نکا تھند  
بڑا دیا۔ مخفیہ طور سے پتھروں کی بوچھاڑ دی اور ن پراری۔ یہ ہنگامہ سات راتوں تک  
گرم رہا۔ حاکم ملتان کا ہتھیار ہیا نکامہ دار تھا۔ مسلمانوں کا اوسے بھی قافیہ ایسا تنگ کیا  
تھا کہ کہانے پینے کے لئے سامان اچھی طرح ہتھیں ملتا تھا۔ مکررات کو یہ سردار بہاگ  
قلعہ سکامین چلا گیا۔ یہ قلعہ راوی کے جنوبی کنارہ پر واقع ہے۔ جب اسے بہاگ گیا  
تو بیچارے باشندوں نے پیغام الحاحت بھیجا اور لکھا کہ سردار ہمارا فرماؤ۔ اب آپ ہمارے  
لماؤ دلچاز ہیں۔ حسب دستور مشیہ دراور کا شکار خون سے معاف ہوئے۔ باقی سپاہ  
چار ہزار تہ تیغ ہوئے۔ اہل اور حیا ل لونڈی غلام بنا کر گئے۔ اس قلعہ کا حاکم عقبہ  
بن سامتھی مقرر ہوا۔ محمد بن قاسم سکھ ملتان کی طرف چلا۔ یہاں بڑی سخت

لڑائی ہوئی دشمن نے قلعہ سرخکلا داور داکلی کی دی۔ محمد بن قاسم کے برگزیدہ اور ممتاز  
 افسر قتل ہوئے۔ اور دوسو پندرہ سپاہی اسلام کے مارے گئے۔ بھرا دشمنوں کا سردار راوی سرخ  
 کر کے بتان کو چلا گیا۔ محمد قاسم کے بہت سے دوست اس لڑائی میں کام آئے تھے۔ اسلئے  
 اس وقت قسم کھائی کہ اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجاؤں گا اور بالکل ڈھاؤں گا۔ اس وقت حکم دیا کہ سا  
 شہر لوٹ لیں۔ اور یہ لڑائی ایسی سخت آن پڑی کہ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ غالب کون ہوگا  
 اور مغلوب کون۔ دو مہینہ تک خوب متغیض بازی ہی۔ اب لشکر اسلام پر ایسا وقت تنگ  
 آگیا تھا۔ کہ گدہ کی سری اور لکے لشکر میں پانچ سو درہم کو مٹی تھی۔ مگر استقلال سے  
 پیر نہ مٹا تھا۔ دابہ کے پیچھے اور چدر کے پیچھے کورسہا فریہ استقلال اہل عرب کا دھجکا  
 کہ ان کا دل کی طرح نہیں چھوٹتا۔ اور اسکو کہیں اور سر اٹھاد اور ملک کی پیری نہیں  
 اسلئے یہاں سے وہ کافر ہوا۔ اور راجہ کشمیر پاس چلا گیا۔ اب اہل عرب قلعہ کے قریب  
 پہنچے۔ وہاں سرنگ کا کہیں موقع نہ ملا۔ ایک شخص نے قلعہ سرخکلا اور اپنی جان کی آنا  
 لیکر موقع سرنگ کا بتلادیا۔ وہاں سے سرنگیں لگا کر دیوار کو گرا دیا۔ اور قلعہ کے اندر  
 گھس گئے۔ چہرہ ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ باقی پیشہ و وغیرہ معاف ہوئے۔ محمد قاسم کا  
 ارادہ ہوا کہ خمس غنیمت کا خلیفہ پاس بھیجا جائے۔ مگر اس قلعہ کے فتح کرنے میں سپاہیوں  
 کو بڑی مدت لگی تھی۔ اور طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں انہوں نے سہی تھیں۔ اسلئے  
 یہی مناسب معلوم ہوا کہ ساری غنیمت سپاہیوں میں تقسیم ہو۔

### تقسیم غنیمت

ساری غنیمت میں ساٹھ ہزار درہم کی مقدار چاہی تھی۔ وہ ہزار علیحدہ میں تقسیم ہوئی۔  
 سوا کے حصہ میں سو درہم آئے۔ اب محمد قاسم خلیفہ پاس خمس غنیمت بھیجے میں متروک تھا کہ

ایک شخص نے اسکو ایک تہانہ بتادیا۔ جس میں چالیس تیلیوں کے اندر دو سو بیس میں سے ناکھلا۔ اور ایک بت ہاتھ آیا جو بالکل سونے کا تھا۔ اور انگلیں اور کی لعلوں کی تھیں۔ جس روز یہ خزانہ ہاتھ آیا تھا۔ اسی دن حجاج کا خط آیا اس میں لکھا تھا کہ جس روز تم نے اس ہم کا ارادہ کیا تھا۔ تو میں نے خلیفہ ولید سے اس امر کا اقرار کر لیا تھا۔ کہ سارا خراج میں اس ہم کا ادا کر دوں گا۔ اب اس صرف کا ادا کرنا مجھ پر واجب ہے۔ راج تنگ حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ لاکھ درہم آچکے ہیں۔ ہمیں نقد اور غنیمتوں دو شامل ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ جہاں کوئی قدیمی شاندار مقام ہو وہاں مسجد بناؤ۔ منبر پر خطبہ پڑھو۔ اس لشکر کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جاؤ گے وہاں فتح پاؤ گے۔

### محمد قاسم کی صلح ملتان کے باشندوں کے ساتھ

محمد قاسم نے تمام روسا اور شرفاؤں اور عامل ملتان سے صلح کر لی وہاں ایک جامع مسجد بنائی۔ امیر داؤد ظہری ولید عثمائی کو یہاں نکاسہ دار مقرر کیا۔ اور سردار جاجا مامور کر دیا۔

ابو حکیم کا دس ہزار فوج کے ساتھ قنوج کو روانہ ہونا

محمد قاسم نے ابو حکیم شیبانی کو دس ہزار سواروں کے ساتھ قنوج کو روانہ کیا۔ اسکو سمجھایا کہ اول حاکم قنوج سے کہنا کہ اسلام قبول کرے۔ اگر وہ نہ قبول کرے تو خیرہ مانگنا۔ اور تابع ہونے کی درخواست کرنا۔ اور خود لشکر لیکر کشمیر کی طرف گیا۔ وہاں جواہر داہر نے اپنی سلطنت کے حدود درخت لگا کر اور نشان جاکر مقرر کئے تھے۔ اسکی محمد بن قاسم نے تجدید کی۔ اور سب حدود کی تجدید۔

اسوقت میں قنوج میں راجہ بھل رائے کا بیٹا ہری چند راج کرتا تھا۔ جب لشکر اسلام نے اودھار پور میں قدم رکھا۔ تو ابو حکیم نے زید بن عمر لکھنوی کو بلایا۔ اور کہا کہ تم راجہ پال

جاؤ۔ اور یہ پیغام سناؤ کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اور اہل اسلام کا تاجدار ہو۔ اور سو کرو  
کہ سمندر سے لیکر کشمیر تک سب جاؤں اور سرِ داروں نے عرب کے سپہ سالار امیرِ عجمین قاتل  
کفار کی اطاعت اختیار کی ہو۔ بعض نے جزیہ دینا قبول کیا بعض نے اسلام اختیار کر لیا۔

### ہر چند راجہ قنوج کا جواب

راجہ ہر چند نے جواب دیا کہ اس ملک میں ہمارا سولہ سو برس سے راج چلا آتا ہے۔ اس عرصہ  
میں کسی دشمن کا مقدور نہوا کہ وہ اس ملک کے پاس ہی پہنکے۔ دست اندازی اور ظلم  
ڈالنے کا تو کیا ذکر ہے۔ تمہارے ان بیہودہ خیالات اور اردوں سے ہلکا کیا خوف ہے۔ جز  
گستاخی سے تم نے یہاں کلام کیا۔ اور باطل دعویٰ پیش کیا۔ اگر پیام آور امین زبان سے  
ہوتے تو تم قید خانہ میں تہو۔ ان باتوں کو اپنے اور راجاؤں سے کہو وہ سنیکے۔ میں تو کا  
بھی اسپر نہیں لگاتا۔ یہی اوسے پاؤں لپٹتا پا پاس چلے جاؤ۔ اور اوسے کہہ دو کہ اوم  
تم دونوں میں اور کچھ میں کون کسکو مغلوب تہا ہر اوس وقت صلح اور جنگ کا فیصلہ ہو چکا  
جس وقت یہ پیغام اور خطا راجہ چندر کا محمد بن قاسم پاس پہنچا۔ اور مجلس شہرہ کو مجتمع  
کیا۔ اور سب ارکان مجلس بلائے۔ اور صلاح اور تدبیر جو بھی۔ اور کہا کہ اتناک خدا کے  
فضل سے ہندوستان کے سب راجاؤں کو شکست دی اور اسلام منصور اور مظفر رہا۔ اگرچہ  
راجہ قنوج پر یہی ہم حملہ کریں گے تو انشاء اللہ تک فتح حاصل کریں گے۔ یہ کافر بکیش  
اپنی فرج اور ہاتھیوں پر چھو لائیں سنا۔ اس بات کو سنکر سب سب ہر چند سے لڑنے  
کے واسطے آمادہ ہوئے۔ اور محمد قاسم کو جنگ کے واسطے آمادہ کیا محمد قاسم کی وفات  
یہاں پہلے تیار یاں اور سرگرمیاں ہو ہی ہی نہیں۔ کہ وہاں اور یہی گل کہلا۔  
اور محمد بن قاسم کے موت کا پیغام آپہنچا۔ مورخوں کا امین اتفاق نہیں کہ وہ کس طرح مارا

کیا۔ صاحب فتوح البلدان لکھتا ہے کہ خلیفہ سلیمان نے محمد بن قاسم کی جان اس سب پر  
 کی کہ اپنے دوستوں اور احباب کے لئے ترقی کا موقع پاؤ۔ اسی نے اسکو بڑی اذیتیں دے  
 دیکر مارا۔ یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حجاج اور ولید دونوں ہی محمد قاسم کے چکے  
 تھے۔ سلیمان خلیفہ ہو چکا تھا۔ مگر اور موع او کی موت کا حال ایسا بیان کرتے ہیں کہ  
 ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ میر معصوم طرح لکھتے ہیں کہ خلیفہ ولید کا نام محمد قاسم نام آیا  
 کہ جب تم نے آؤ کر فتح کیا۔ تو اور قیدیوں کے ساتھ راجد اسیر کی دو لکھنو کو بھی بھیجا تھا  
 جتنی غلام اور محمد بن علی سہلانی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ات خلیفہ نے دو لکھنو کو اپنے  
 حرم میں بلوایا۔ اور ملازمان حرم کے سپرد کیا۔ اور حکم دیا کہ انکو بہت اچھی طرح سیر کراؤ  
 جب ہفر کی ماندگی اور تھکان دور ہوا وقت میر ربور والہین دو مہینہ کے بعد یہ ہندی  
 کنیز کین طلب ہوئیں۔ وہاں سے آئیں۔ ترجمان ان کے ساتھ تھا۔ جو وقت ان کا چہرہ  
 نقاب سے نکلا۔ خلیفہ حسن کو دیکھ کر متیاب ہو گیا۔ اونکا نام پوچھا۔ ایک نے اپنا نام پڑ  
 دیسی اور دوسری نے سورج دیسی بتایا۔ خلیفہ نے حکم دیا ایک کو بیان چھوڑ جاؤ۔  
 اوقت انہیں سیر لڑائی تھی۔ اور بولی کہ اپنی نصیبی سے یہ لونڈی حضور کے  
 قابل نہ رہی۔ محمد بن قاسم نے اول میری بہار لائی۔ پھر بیان بھیجا۔ جب اسمٰعیل کو  
 ترجمان نے بیان کیا۔ خلیفہ گال بگولا ہو گیا۔ اور غیظ و غضب میں اگر یہ فرمان صا  
 کیا کہ اس گستاخی کے جرم میں محمد بن قاسم کاڑھی کچی کہاں میں سیکر پڑتیں  
 دارالخلافت میں بھیجے۔ اس فرمان کے حاشیہ پر پرنس قلم سے یہ اور تاکید کے لئے لکھ دیا کہ محمد قاسم  
 جہاں ہو طرح فوراً اپنے تئیں دارالخلافت میں پہنچائے۔ ہرگز حکم کی تعمیل میں ایک  
 لمحہ دیر نہ ہو۔ محمد بن قاسم اوقت ادب پور میں تھا۔ جو وقت خلیفہ کا صاحب اس

حکم اوس پاس لایا۔ اوسنے اس حکم کو پڑھا اور حاجب کے کہا کہ حکم کی تعمیل ہو۔ محمد قاسم  
 کچی کہاں میں سیاکیا۔ اور دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ تیسرے روز طائر روح قفس تن سے اڑ گیا  
 یہ اوسکو صندوق میں رکھ کر دارالخلافہ کی طرف روانہ کیا۔ جب شام میں یہ صندوق پہنچ  
 گیا۔ تو ایک دربار عام میں رکھا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ محمد بن قاسم زندہ ہے۔ حاجب نے عرض  
 کی کہ اوسکا تیسرے دن دم گھٹ کر نکل گیا۔ صندوق کو زمانہ میں بھیجے کا حکم دیا۔ ہزار  
 جاکر کہولا۔ اور ان دونوں کو نکلوا لیا۔ اور کہا کہ دیکھو او خوش ہو۔ سمجھو کہ میرا کیا بڑا حکم ہے  
 دونوں گریان خوشی خوشی دیکھنے آئیں۔ اور لاش کو دیکھ کر پہچان لیا کہ وہ محمد قاسم ہے  
 خلیفہ کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں دینے لگیں۔ اور تعریف خوب کی۔ اور یہ یوں سخن آرا  
 ہوئیں کہ۔ پادشاہ عادل و منصف پر لازم اور واجب ہے کہ وہ خطرناک کاموں کو بہت سوچ  
 بچار کر کے کیا کریں۔ دوست دشمن کے قول کو معتبر سمجھ کر بے تامل سے بڑے کاموں کو نہ  
 کر بیٹھا کریں۔ جب خلیفہ نے ان فقر و فحاشی طلب چھا تو ادھون نے یہ کہا۔ کہ محمد قاسم  
 بالکل بے گناہ تھا۔ اوسنے بارے میں اٹھلکی بھی نہیں لگائی۔ وہ ہمارے بیانی اور باپ  
 کی جگہ تھا۔ فقط ہم نے اپنا عوض لیا اور بعض نکالا۔ اوسنے بارے باپ کو مار ڈالا۔  
 ساری دولت اور عزت ہماری خاندان کی اوسنے چھین لی۔ ہم کو بے خان دمان کر کے  
 بیان جبار وطن کیا۔ ہم کو رانی سے لونڈی بنایا۔ خلیفہ نے غصہ میں اگر ہماری کلام  
 کی اصل حقیقت نہ دریافت کی حکم ظلم و ستم کا یہاں ہوا بھیج دیا۔ ہماری مرادیں پوریں ہوئیں  
 مگر خلیفہ کے انصاف کو ٹالکا۔ جو وقت خلیفہ کے کان میں یہ بات پہنچی۔ سنائے  
 کے عالم میں ہو گیا۔ اپنے فعل سے ایسا نام اور پشیمان ہوا کہ گنہہ ہر تک اوسکو سارے  
 ہوش جاگ رہا۔ جب ہوش میں آیا تو یہ حکم دیا کہ ان دونوں لڑکیوں کو گھوڑوں کو

مومن سر باز نہ کر شہر میں کہ پیٹھ پر ہوسے لجا لیکن۔ اور رو دجلہ میں پھینک دیں۔  
 یازندہ دفن کریں۔ محمد بن قاسم دشن میں دفن ہوا۔ یہی اور بوخ ہی بیان کرتے ہیں  
 کہ بعض محققین کا یہ اعتراض ہو کہ اہل عرب کے ہاں یہ دستور تعزیر کا نہ تھا کہ وہ کافر کی کچی لاش  
 میں زندہ آدمی کو سلوا یا کریں۔ اسلئے محمد قاسم کی موت کا بیان درست نہیں معلوم ہوتا  
 گو یہ کچھ اعتراض نہیں۔ اسلئے کہ ایک مثال ارنکے ہاں اس قسم کی موجود ہو کہ اوہوڑ  
 ایک زندہ آدمی کو گدھری کی کہاں میں سلوا یا تھا۔ سندھ میں اسلام کا پہلا  
 محمد بن قاسم کی موت کے دو برس بعد اہل ہند نے مسلمانوں کو بغاوت اختیار کی  
 اور اپنا سارا ملک مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ فقط دیل پورہ سر کوٹک سائیک مسلمانوں کے  
 عمل دخل رہا۔ یہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ راجہ داہر کے بیٹے جسنگ نے اور سندھ کے  
 راجاؤں نے اسلام اختیار کیا۔ اس سبب سے ان اقطاع ہند میں نبیاد اسلام کی تہ  
 کو نچتے ہو گئی

### اہل عرب کی عملداری ملک سندھ پر

جو کچھ حال کتب معتبرہ میں اہل عرب کی ہم کا ملک سندھ پر معلوم ہوا۔ اسکو باختصار  
 کیا۔ اب طالب ملوٹکو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اہل عرب نے یہاں کیا کیا کام کیا۔  
 اور دسکا کیا انجام ہوا۔ انکی سلطنت کیون نہ مدت تک قائم رہی۔ اور نظام سلطنت  
 کیسا تھا۔ ایسی باتوں سے غور کرنے سے تاریخ میں عقل اور شعور کی افزائش ہوتی ہے یہی  
 مال تاریخ دانی کا ہے۔ اس قبیل کی ہم بھی چند باتیں لکھتے ہیں۔

اول جب اہل عرب یہاں آئے۔ تو انکے ساتھ ایسے آدمی نہ تھے جو نظام ملکی کے مزدور  
 سے ماہر ہوں۔ اور علم سیاست مدن کے عالم ہوں۔ اسلئے جو ملک انکو ماہر تہ لگاؤ اسکو

پہلے یونان اور میروں کے حوالہ کر دیا۔ معلوم ہنہیں دماغ اہل عرب کا لمبت تھا۔ یا ان کی نیت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی ایسی مخصوص تھی۔ یا علم حساب آتا تھا۔ کہ جو کام روپیہ کا حساب تھا وہ انہوں نے ہندیوں کے ایسا سپر دیکھا۔ جو چاہیں سیاہ سفید کریں۔ ملک کی آمدنی اور خزانہ کے ہندو ایسے مالک تھے۔ کہ ان کے اختیار میں تھا جو چاہیں ہاتھ اٹھا کر پیادیں۔ یہہ محاسب ہمیشہ اہل عرب کو دھوکہ دیتے رہے۔ اور خیانتیں کر کے مال اور اتے ہی۔ جب کہ بین بائچ چار برکارز ماوجب ادا نہ ہوا۔ تو اہل عرب نے عجیب کو شگنج سے ڈرایا۔ اور ختنہ کا خوف دکھایا۔ یونہیں انکل بچو جو اپنا روپیہ چاہے لیا دینر والوں نے کچھ نیت سماجت کی کچھ حکمت کام میں لائے۔ کچھ سختی کے متحمل ہوئے تھوڑا سا روپیہ دیکر ہاتھ پیر چٹا کر۔ غرض اس حساب کے اندر یہ کہانہ سے بعض وقت بڑا اندر سیرج جاتا تھا۔ زبردست نہال ہو جاتے تھے۔ اور زیرست پائمال۔

دوم اس ملک میں اہل عرب نے پلک سے آنی تھی جسمیں بالکل کوہستان اور بیابان تھا۔ ان کو زخیر زمینوں کی قدر نہ تھی کیا معلوم تھی۔ جب کوئی ملک انہوں نے مفتوح کیا۔ اس فتح کی استحقاق میں خدا رو پیہ جایا دینے پر راضی ہو گئی۔ اور انہوں نے غنیمت جانا۔ زمین کی قدر قیمت کی جانچ پڑتال کر کے اس کا محصول ہنہیں مقرر کیا۔ کچھ ان کے ہاں ملک کی آمد و خرچ کا حساب ترتیب سے نہ رہتا تھا۔ ایک مدت کے بعد ایک شخص نے اس آمد و خرچ کی کتاب بنائی۔ سوار اسکے ان کو ایسے ملکوں کا انتظام کرنا آتا تھا۔ ملک کا فتح کرنا ان کو آسان تھا۔ مگر اس کا نظم و نسق کرنا دشوار تھا۔ یہی سبب تھا کہ اس ملک کا انتظام برہمنوں کے سپرد ہوا۔

سوم اہل اسلام کے ہاں کوئی سکتہ تھا اور نہ دار الخلافہ تک میں یونان اور ایران کے



سکون میں تمام کام تجارت اور لین دین کے چلتے تھے۔ خلیفہ عبدالملک نے دینار پر اول سکہ لگایا۔ اور اس وقت سے حساب کتاب خزانوں کا اہل عرب کے سکون میں شروع ہوا ہے۔ اسی زمانہ میں اجنبی سکون کے رواج کے سبب رعایا کی تکلیف دور ہوئی۔

چہارم جن جو اندرون نے کار بار نمایان ملک سندھ میں کئے۔ انہوں نے معافی میں اقطاع زمین پائے۔ مگر خلیفہ عمر کا حکم سپاہیوں کے واسطے تھا کہ وہ کوئی پیشہ اور کاشتکاری نہ کرنے پائیں۔ اسلئے گورنرین اور گورنریوں کو اصل مالکوں کے قبضہ میں رہتے اسلام کے لشکر میں جو سپاہی تنخواہ پاتے تھے۔ ان کو عنایت نہ ملتی تھی۔ نہ زمین معافی کی دیجاتی تھی۔ صرف تنخواہ پاتے تھے۔ مگر جبے تنخواہ سپاہی لکھتے تھے۔ ان کو چار محسن عنایت کے اور زمین معافی کی دیجاتی تھی۔ اور ایک محسن عنایت کا امانت سنبھالتا وہ خیرات اور انیک کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ اگر خلیفہ کچھ بھی اس محسن میں اور اثر کرنی چاہتا تو سپاہی اس وقت لڑنے کو تیار ہو جاتے۔

پنجم ملک سندھ کی زمین مقبوضہ میں سے بہت سی زمین موافق کے لئے وقف کی گئی۔ اور مساجد وغیرہ کے خرچ کے کام میں آئی۔

ششم اہل اسلام نے اول علی داری میں یہ طریق اختیار نہیں کیا کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر رہتے۔ بلکہ وہ اپنے شہر جدا بنائے اور ان میں سکونت اختیار کرتے۔ اسلئے ہندوؤں کے ساتھ اتحاد پیدا نہ ہوا۔ اور ان کا یہاں سے خارج ہو جانا کچھ مشکل نہ ہوا۔ جس وقت یہاں سے دم چلے گئے۔ تو کوئی اور نکاح افسوس کرنے والا دوست تھا۔ مسلمانوں کو شہر بنالینا اس وقت آسان تھا۔ ہزاروں مکان ان کے ڈھائی ہو پڑے تھے۔ ان کے لمبے اور مصالح سے مکان جھٹ پٹ بنالیتے اکثر بت خانوں کے مصالح سے مساجد

تعمیر کرتے۔

نہنم کہیں اس امر کا تپا نہیں لگتا کہ اہل عرب کے ساتھ اس ملک میں عورتیں ہی اونکو ساتھ آئی ہوں۔ گراہیوں میں اہل عرب اکثر عورتوں کے ساتھ لیجا کر گئے ہیں بعض لڑائیوں میں تو فتح ان عورتوں ہی کے فصاحت اور بلاغت سے حاصل ہوئی ہے۔ ایسی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اس مہم میں عورتوں کے نہ لانے کا سبب یہ بھی تھا کہ اسباب کے لانے کا بہم نہ پہنچا چار سپاہیوں کو ایک اونٹ ملا تھا۔ اسی سپر سا خیمہ ڈیرہ کہا نا مینا لدا تھا۔ اگر صورت میں عورتیں کیونکر آتیں۔ مگر جب زمانہ امن کا ہو گیا۔ اور سنہ کھل گیا۔ تو یہی نہیں معلوم ہوتا کہ پیچھے جامل عرب آئو وہ اپنے ساتھ عورتوں کو لائے۔ سوار اسکے جامل عرب یہاں آئے۔ اونکو جیسا کہ آگے بڑھنا مشکل تھا۔ ویسا ہی وطن میں پیچھے جانا دشوار تھا۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان نے جو خلیفہ ولید کا جانشین تھا۔ یہ حکم ان لوگوں کی نسبت دیدیا کہ جہاں چاہو محنت مزدوری کرو اور زمین بوجو دو۔ ملک شام میں تمہارے واسطے جگہ نہیں۔ اس خلیفہ کے عہد خلافت میں دس برس تک تو یہ لوگ یہاں رہے ہونگے۔ پیراؤں کے مرنے کے بعد ہی سب کے سب تھوڑی چلے گئے ہونگے۔ غرض یہاں اس عرصہ بعد میں اسی ملک کی عورتوں کے ساتھ ہم غرض ہو گئے۔ اور ساری کمائی خفیت کی انہیں کے ہڈ کی ہوگی۔ جو اس ملک میں اولاد اہل عرب کی پیدا ہوئی اونکے لشکر سے معلوم ہوتا تھا کہ اونہیں خون اہل عرب کا ایسا نہیں جھلکتا جیسا کہ اور مالک مفتوحہ میں اونکی اولاد کے اندر نظر آتا ہے۔

بہشت اہل عرب کی یہ نہایت عمدہ تدبیر تھی اور قابل تعریف انتظام تھا کہ اونہوں نے اہل سندھ کو اپنے سپاہ میں نہ لیا۔ ضرورت رفع ہونے کے بعد کچھ سپاہیوں کو اونہوں نے

موقوف کر دیا۔ بعض سپاہ کو وہ دور دور ملکوں میں لڑانے کو واسطے لکھو۔ یہ طریقہ اہل  
روم کا تھا۔ کہ جس ملک کو فتح کرتے اور زمینیں جس قوم کو سپاہی اور مرد کھیتروں کو سکھاتا  
ملازم کر کے اور ملکوں کو لیجاتے۔ اس میں کئی فائدے حاصل ہوتے۔ اول یہ کہ خود ملک و  
لوگوں سے مالی مہو جاتا زمین غم اور حوصلہ لڑنے جھگڑنے کا ہوتا۔ اس لیے پہلے اس  
ملک میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ رہتا۔ دوسرے یہ کہ اجنبی ملک کے سپاہی اور وقت کام آتے  
کہ پادشاہوں کی اپنے ملک کے آدمی بغاوت کرتے۔ چنانچہ ایسی ہیئت دفعہ اتفاق ہو کہ  
پادشاہوں سے خاص اونکی رعایا کے سرکشی کی۔ اور اجنبی ملکوں کے سپاہیوں کی اونکی  
سرکوبی کرائی۔

ہم اہل عرب نے ان لڑائیوں کے ساتھ تجارت کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اوں کو بھی مری  
روقی دی۔ سندھ میں کاروان دور دور سیستان خراسان بامیان بلستان اور بل  
میں ہو کر آتے۔ اور سب لگاتے۔ یہاں سے لیجاتے۔ سمندر کی ماہ سے بھی تجارت کا باب  
کھلا ہوا تھا۔ یہ کاروان جس دور دراز فاصلوں سے مقررہ وقوف میں آتے تھے۔  
اوس سے بڑا تعجب ہوتا۔ بحری تجارت میں جہاز سندھ ہو کر خراسان اور ترکستان کو  
جاتے۔ لنگا اور بلوچ بار اور عمان کے بندر گاموں میں ہو کر گزرتے۔ لکڑی اور چین کا  
اسباب لیجاتے۔ عرب کے گھوڑے اکثر ملک سندھ میں آتے۔ غرض تجارت کو اہل اسلام  
ہم اہل اسلام نے ہانکے لوگوں کے ساتھ یہ بہتر اور تاکہ جب کسی بستی پر حملہ کیا تو بستی والوں سے پہلے  
یہ درخواست کی کہ اسلام قبول کر دیا جزیہ ادا کرو۔ انکار کی صورت میں بستی پر حملہ ہوتا  
تھا۔ ہندیاں سپاہی قتل ہوتے تھے۔ اونکے اہل عیال لونڈی غلام باکے جاتے  
اور فروخت ہوتے تھے۔ پیشہ درگاہ نگار تاجر کشت و خون سے معاف تھے۔ اونکو کچھ

تعرض نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جن تہذیبوں کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے وہ اسکا شاہد ہے۔ جن لوگوں نے جزیہ دنیا قبول کر لیا انکو حسبِ ستور قدیم اپنے رسوم مذہب کی اجازت اور ادا کا اختیار دیا گیا۔ جب جدیدی خبر یہ دینے پر راضی ہو گیا۔ تو اسکا ملک اس کے قبضہ میں دیا اور ایک بلج گذاراجہ بن گیا۔ جو مسلمان ہو گیا۔ وہ سب جھگڑوں سے چھوٹ گیا۔ یازدہم زمین پر محصول لینی کا قاعدہ بڑھ گیا تھا۔ اول کوئی پیمانہ تھا کہ زمین پیمائش ہو کر قطعاً شکل سر زمین کا اندازہ کیا جاتا۔ کوئی محصول متعین نہ تھا۔ بلکہ وہ پیداوار پر موقوف تھا۔ اگر زمین ہندوں اور دیوانوں سے سیراب ہوتی۔ تو جو گہیوں کی پیداواری ہو چکی تھی حصہ لیا جاتا۔ اگر کسی اور حکمت سے سیراب ہوتی تو تین دسواں حصہ اور ایک چوتھائی پیداوار کا اس زمین سے لیا جاتا جس میں آب پاشی کسی طرح نہ ہوتی تھی۔ بلع کی پیداوار کی ایک تہائی۔ انگو اور مچھلی وغیرہ کی پیداوار کا ایک عس۔ یہ خرچ جنس میں ادا کیا جاتا۔ یا نقد روپیہ دیا جاتا۔ اگر یہ محصول خلیفہ عمر کے نظام کے موافق مقرر ہو چکے مگر آخر کو پھر زیادہ ہو گئے۔ غرض نہ تشخیص جمع تھی۔ نہ پیمائش تھی۔ سب کام اٹکل اور تخمینہ سے چلتے تھے۔ کسی زمیندار اور کاشتکار سے اتنا زیادہ لے لیا کہ اسکو کہانے کو بھی نہ بچا کسی سے اس قدر کم لیا کہ وہ نہال ہو گیا۔ غرض اس زمانہ کا سا حال نہ تھا۔ کہ ایک ایک چپہ زمین کا عمدہ عمدہ آلات سے پیمائش ہوتا ہے۔ اور تمام پیداوار کی تشخیص ہوتی ہے اور اس کے موافق جمع سرکاری مقرر ہوتی ہے۔ وہی لیا جاتی ہے۔

دوازدہم اہل اسلام کے جھگڑوں کو قاضی شرع کے موافق فیصل کرتا تھا۔ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان جو جھگڑا ہوتا تھا۔ اسکو بھی قاضی شرع کے موافق چکاتا تھا۔ ہندوؤں کے درمیان جو جھگڑے لہین دین اور معاہدے کرنا کاری داشت وغیرہ کے ہوتے وہ

پنجایت مقرر ہو کر فیصل ہو جاتے۔

سینہ و ہم ایسے قانون ہی جاری تھے کہ خاص تو میں فلان قسم کا کپڑہ نہ پہنیں۔ گہوڑوں پر سوار نہ ہوں۔ اگر وہ چوری کریں تو اونسے جو روپے سب قتل کٹر جائیں۔ مسلمان مسافروں کے تین روز کہا نا کہلانے کی بھی کرہند و کومہ لگی ہوئی تھی۔ اگر مسلمانوں کا روانہ آئے تو بعض قوموں میں سر پہرہ کا جانا ہی ضرورت تھا۔

چہارہم اگرچہ محمد قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا۔ مگر وہ بڑا مدبر و شجاع تھا۔ شمشیر اور تدبیر دونوں سے کام لیتا تھا۔ اگر کہیں کچھ شمشیر سے ستم کیا۔ تو اسکی تدبیر سے مکافات بھی ضرور کی۔ اگر کہیں بتو لگو توڑا۔ تو اس کے ساتھ بت خانوں کے مرمت کرنے کا بھی حکم دیا۔ اگر کہیں لوٹ مار ہو لگو کو خستہ حال دیکھا۔ تو وہاں بیت المال سے اسکا سامان بھی دیا جو شخص ذمی یا قناتس ملک کا اسکو ہاتھ لگا اسکی قدر شناسی کی۔ غرض مردم شناسی اور دل جوئی اس پر ختم تھی۔ کیسے عمدہ عمدہ فریر اور شیر بیان کے تلاش کر کے اسے اپنے پاس رکھے۔

پانزدہم اسوقت کوئی یہہ سوال کرے کہ اہل اسلام حرارت اسلامی کی حالت میں ملتان تک چڑھ چلائے۔ مگر ہندوستان کے مذہب میں وہ لٹ پلٹ نہ کر سکے جو اور ملکوں مثل ایران وغیرہ میں انہوں نے کی۔ اگرچہ ہندو پر قاضی ہو گئے۔ مگر محبوب ہو کر تھوڑے دنوں میں چوڑ کر چلے گئے۔ اس کے کئی سبب تھے۔ اول یہ کہ ہندو متعلقین میں پوجاریوں کا ایک قوی گروہ ایسا تھا کہ وہ حکومت کے کاروبار میں ہر طرح سے شریک اور دخل تھا۔ اور تمام لوگ اسکا پاس لحاظ کرتے تھے۔ ہر شخص کے دل میں رعیت اب اسکا بیٹھا ہوا تھا۔ ہندو کا مذہب ایسا تھا کہ جس میں قوانین اور رسم و رواج غلط

ہتھ۔ اور لوگوں کو دلوں میں جو خیال پیدا ہوتے تو یہ ہو سکتے تھے وہ ان سب پر محیط تھے۔ اوصاف  
 اسکے تبدیلی کا خوف اور تہوڑی بہت دلاوری بھی تھی۔ جو غنیمت کے کڑے علم کو غالباً روک  
 تھام کر رکھتے تھے۔ اور دشمنوں کے دوشور کو جھیلے میں ڈالتے۔ طاعون اسکے مالتفاقی بھی ہندوؤں کو  
 مفید تھی۔ یعنی اگر ایک صاحب کو تباہ کیا تو حملہ کرنے والوں کے دشمنوں میں سے ایک کم ہو گیا۔ دوسرا  
 حریف اسکے بعد مقابلہ کرنے کے باقی رہا۔ اور جب قدر کہ وہ حملہ آور آگے بڑھا۔ اوس قدر لشکر اوسکا  
 گھٹا۔ اور چنانچہ سرد وغیرہ کا سلمان ہم پہنچا تو وہ دوڑ پڑا۔ اور مخالفوں پر کوئی ایسا صدمہ  
 نہ پہنچا۔ جسکے سبب سے اوسکی مہم پوری ہو جاتی۔ سوار اسکے دین اسلام کے نہ پہیلنے کا سبب  
 ہندوستان میں یہ یہی ہوا۔ کہ مسلمانوں کو قتل ملک ہاتھ آگیا۔ اوتنا اذکار نراج بتایا  
 گیا۔ کیا گرم دیندار اعظم تھے۔ یا دنیا دار پادشاہ بنگلے۔ اسلام کے پہیلنے کا نہ وہ دلولہ  
 رہا نہ جوش رہا۔ یہ سب سرد ہوا۔ دنیا کی جاہ و حشمت بڑھانے کے پیچھے بڑکے جفاکش سائیں  
 سے عیاش بادشاہ ہو گئے۔ پہلے اونکی ساری خوشی و مسرت فتح و نصرت تھی۔ اب  
 ماروا حرکات اور پیش و ہشمت کرنے میں لذت آتی تھی۔ یا ایک زمانہ وہ تھا کہ خلیفہ  
 دوم جب بیت المقدس کو اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہوئے تو ایک ہی اونٹ پر اونکا سب کہاں اپنا  
 اوڑھنا بیچونا تھا۔ پندرہ۔ میں ابو محمد ابن منصور المہدی پانچ پانچ سو اونٹوں پر  
 لدا و اگر کہہ کے اندر برف تنگاتا۔ یا وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ سوم جب دن کے کام کا بقیہ رات  
 کو پورا کر چکے تھے تو چراغ کو گل کرتے کہ بیت المال کا مال ضائع نہ جائے۔ یا یہ کہ غایت  
 شجاری تھی۔ یا یہ فضول خرچی ہونی لگی کہ شہنشاہ مجری میں خلیفہ مجلیح ابن یوسف  
 ثقفی کے دربار مالیشان میں ہزار خوان کہانے کے اہل مجلس کے روبرو بیٹھ جاتے تھے۔  
 یا خلیفہ دوم نے سکندریہ کے کتب خانہ کی کچھ پردہ اونکی۔ خواہ وہ آگ میں جلے۔ یا پانی

میں لگے۔ یا خلفاء عباسیہ کے عہد میں یونانیوں اور غیر زبانوں کے کتابوں کے ترجموں ہی  
 کو مسلمان علم سمجھنے لگے۔ ہارون رشید کے دربار میں تو ماہران علم موسیقی بھی چارونقطہ  
 سے اُمنڈ کر آ موجود ہوئے۔ غرض اس دنیا کی جاہ و ثمت کے لالچ نے دین کے کاموں کو  
 ہندوستان میں جھیلے میں ڈال دیا۔ افسوس یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب کا تعلق ملک  
 سندھ سے تین سو برس تک رہا مگر کوئی اثر ان کے اس تعلق کا ملک پر باقی نہ رہا۔ اور کسی  
 سلاح کو اس ملک میں سفر کرنے سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ کہی اور ہونے نے یہاں قیام  
 ہی رکھا تھا۔ کئی عہد سجد و بکی نہائی ہوئی نظر آتی ہے نہ خاتقاہ نہ کوئی اور عمارت۔  
 غرض یہ ملک ہندوستان بھی عجیب چیز ہے گو مغلوب ہونا اور اسکی عادت میں داخل  
 مگر غالبوں کا اثر اور سپر ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ اور کا اثر اور غالبوں پر غالب ہوتا ہے۔  
 اہل اسلام کا اثر ہندوں پر ایسا نہیں ہوا جیسا کہ ہندوؤں کا اثر اہل اسلام پر ہوا فقط

## خاندان غزنوی .

اب دوسو برس تک ہندوستان پر حکمرانوں کے ایسے ہوتے رہے جیسے کہ پہلے ہو چکے تھے۔ اب جو حملہ ہوا وہ افغانستان کے کوہستانی اضلاع اور مالک متوسطہ ایشیہ سے پنجاب کے گوشہ شمال مغرب کی جانب ہی ہوا۔

جب خلفار کی سلطنت ملک عرب میں برباد ہوئی۔ تو مختلف خاندان شاہی اپنے اپنے ملکوں کے پادشاہ بن بیٹھے۔ انہیں سے جس خاندان کو زیادہ تر تعلق ہندوستان سے ہر وہ آل سامان کا خاندان ہے۔ یہ خاندان ۶۱۹۲ھ اور ۶۱۰۰ھ میں مالک متوسطہ ایشیہ میں صاحب ملک اور قدار رہا۔ اپنے گھر وقت میں ہی خراسان اور ماوراء النہر پر قبضہ اور تصرف رکھتا تھا۔ بخارا و سکی فرمان روائی کا دار السلطنت تھا۔ انہیں میں سے ایک خاندان غزنوی پیدا ہوا جسے مسلمانوں کی حکومت کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔

### البتگین

عبد الملک ابن نوح سلاخی خاندان کا پانچواں پادشاہ تھا۔ اسکا البتگین اہل بیت کی غلام تھا۔ اول اول پادشاہ کو وہ بیان متی اور نیت کے تاشد کہاد کہا کر دل خوش کیا کرتا تھا۔ اس وقت میں نیچے دستور تھا کہ غلام امانت کے عہد دن پر سرفراز ہوتے۔ اور پادشاہوں کے صاحب بنتے تھے۔ پادشاہ اس اپنے غلام کی شایاں اور جو فردی اور دیانت اور امانت دیکھ کر ۹۹۱ھ میں اسکو خراسان کا حاکم مقرر



کیا۔ جب عبدالملک اس دنیا سے سدا ہوا تو امرنجاہ نے قاصد الپتگین پاس بھیجا۔  
 اور پوچھا کہ آپ کی رائے میں تخت نشینی کے لائق کون آل سامان میں ہو۔ اور سحر قاصد  
 کو جواب دیا کہ منصور عبدالملک کا بیٹا ابھی نوجوان تجربہ کار ہے۔ سلطنت کے سزاوار  
 نہیں۔ البتہ پادشاہی اور سکے چا پر زیب دیتی ہے۔ ابھی یہ قاصد پیغام لیکر نجاہ  
 میں پہنچا تھا۔ کہ امرنجاہ نے اتفاق کر کے منصور کو تخت شاہی پر بٹھادیا۔ جب یہ جواب  
 قاصد لایا۔ تو منصور کو نہایت غصہ آیا۔ فوراً الپتگین کو خراسان کی حکومت سونپ کر  
 اس کے دربار میں بلایا۔ اب اس کو بیان آنے میں وہم پیدا ہوا۔ جان کا اندیشہ دائر  
 ہوا۔ اس میں شک نہیں اگر وہ بیان آتا تو کیا جان کہوتا۔ یا قید خانہ میں عمر بھر کاٹتا  
 اور سحر منصور کا حکم ناما۔ اور سپاہیانہ پیچ کھیلا۔ کہ خراسان کو چھوڑا۔ اور اپنی خاصہ  
 لشکر تین ہزار غلاموں کا اپنے ہمراہ لیا۔ اور غرین کی طرف کوچ کیا۔ اور صحیح سالم  
 وہاں جا پہنچا۔ بلخ اور ہرات اور سیستان جس ملک میں داخل تھے ان کو فتح کر لیا  
 اور خود بالاستقلال پادشاہ بن گیا۔ منصور نے دودفعہ لشکر الپتگین سے لڑنے کو بھیجا  
 مگر دونوں دفعہ مغلوب ہوا۔ یہ خطہ اس کے ہاتھ ایسا لگ گیا۔ کہ جبکہ قوی بیکل اور  
 بہادر اور جنگجو باشندے یعنی افغان اس کے خود مختار بنادینے کو کافی تھے۔ گو وہ اس کے  
 مطیع اور فرمان بردار نہ ہوں۔ مگر اڑے وقت میں ساتھ دینے کو اور جان لڑنے کو  
 تیار تھے۔ اگرچہ اس کے ساتھ تین ہزار غلام اس کے تن گے ہمراہ تھے۔ اور غالباً اس کی  
 طرح ترکی غلام تھے۔ اور کبھی کبھی اس پاس آزا و ترکی سپاہی آتے ہونگے۔ اور  
 اس کے ملازم بنتے ہونگے۔ مگر اتنے آدمیوں کو کیا ہوتا ہو۔ بڑا جتھا افغانوں کا تھا۔ جنہیں  
 آپ وہ رہتا تھا۔ گو وہ اس کے تابع نہ تھے۔ مگر وقت پر نوکر ہو جاتے تھے۔ غرض ان

سب کی بدولت اوسو پندرہ برس تک دولت اور اقبال کے ساتھ فرمان روائی کی  
۶۹۶ھ میں اپنی موت ہو گیا

## سکٹگین

سکٹگین حقیقت میں گویران کا امیر زادہ تھا۔ مگر الپگین کا غلام تھا۔ ایک سوداگر  
ترکستان اسکو لایا تھا۔ ۹۵ھ میں اسکو الپگین نے خریدا تھا۔ اسکی فراست اوگیا  
دیجہ کر تہذیب کے بند مرتبے پر پہنچا یا کہ لشکر کا امیر الامرا اور دربار کا رکن اعظم وہی ہوا۔  
وہ اپنے اقا کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں ہمراہ رہتا۔ اور اوجو المردی دیتا۔ بعض مورخ  
کہتے ہیں کہ الپگین نے اپنی بیٹی سے اسکا نکاح کر دیا تھا۔ اور وارث تاج و تخت مقرر کیا  
مگر تاریخ فرشتہ میں یوں لکھا ہے کہ ۹۷۵ھ میں الپگین مرا۔ اور ایک بیٹا ابواسحق  
چھوڑا۔ سکٹگین اسکو بخارا لیکر گیا۔ اور وہاں سے غزنین کی سند حکومت دلا کر لایا۔  
مگر ساری ملکی اور مالی کاموں کا خود مختار رہا۔ ابواسحاق تھوڑے دنوں جیا۔ اور ۹۷۷ھ  
میں عقبی کا رستہ لیا۔ بعد اس کے بلکا تلگین پادشاہ ہوا۔ وہ بھی تھوڑے دنوں اس دنیا  
سے وداع ہوا۔ بعد اس کے امیر زری تخت پر بیٹھا۔ غرض ایک دو تار چڑھاؤ کے امیر  
نے جب ملک کی حالت کو بگڑتے دیکھا۔ سکٹگین کو اپنا پادشاہ بنایا۔ اور الپگین کی  
بیٹی سے اسکی شادی کی۔ اب یہی امیر خاندان غزنوی کا پہلا پادشاہ کہلاتا ہے۔ مگر  
اوس میں گفتگو بہت ہے۔ اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ خاندان غزنوی کے سکے  
جو آجکل جمع ہوئے ہیں ان میں بلکا تلگین کے سکے بھی ملے ہیں۔ بلک تلگین کا ذکر اکثر آثار  
تاریخ میں نہیں ہے۔ طبقات ناصری میں اس کے پادشاہ ہونے کا حال لکھا ہے۔  
اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان غزنین کا اول پادشاہ وہ ہوا۔ اگر پادشاہ نہ ہوتا

تو سکا اوسکا کہان ہوتا۔ غرض سبکدلی نے قدم تخت پر رکھا۔ کہ لوہر دشمنوں سے ملک بچا  
کے واسطے لڑنا پڑا۔

## جی پل اور سبکدلی کی لڑائی

اس سبکدلی نے بیس بیس سلطنت بڑی غرت اور جلال کے ساتھ کی اور سلطنت  
جدید کی بنیاد تختہ کی حسین افغانستان بوجستان اور کرکستان شامل تھی۔ بخارا سے لیکر خج  
فارس تک اور کوہ سلیمان سے لیکر ایران کی حد تک اوسکو وسعت ملی۔ جب غزنین  
کی سلطنت کا ڈانڈ امینڈا پنجاب سے آلا۔ تو اہل کے آس پاس رہنے والوں کو یہ امر ناگوار  
ہوا۔ کہ ایسے آدمیوں کا ہماریہ ہو کہ جسے جان اور ایمان کا خطرہ ہو۔ اس میں شک ہی نہیں  
کہ مجاہدین اسلام ضرور ان کے ملک پر دست درازیاں کرتے ہونگے۔ اس سبب مضطر  
رہتے ہونگے۔ اب کوئی چارہ سوار اسکے نہ تھا۔ کہ راجہ جیپال والی لاہور سے قصد کر  
کا کیا۔ اور لشکر اور ہاتھی جمع کر کے لغمان کے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے  
آ موجود ہوا۔ یہ لغمان کا میدان کابل اور پشاور کے درمیان واقع ہے۔ اب میر  
سبکدلی نے بھی غزنین سے جنبش کر کے خیمہ ڈیرے اسی میدان میں آجائے۔  
دونوں لشکروں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ غالب مغلوب کوئی نہ معلوم ہوتا  
تھا۔ محمود غزنوی بھی اپنے باپ کے ساتھ اسی لڑائی میں شریک تھا۔ اور وہ کام کرتا  
تھا کہ بڑے بڑے بہادر کی عقل سمیٹ حیران تھی۔ غرض یہ ہنگامہ کار زرد گرم تھا۔  
کہ از غیبی گولہ پڑا شروع ہوا۔ یعنی باد و باران کا طوفان آیا کہ دن کی رات ہو گئی۔ اور وہ  
برف پڑی اور سردی چلی کہ خون سرد ہو گئے۔ مسلمان اوسکے عادی تھے۔ مگر چارے  
ہندوؤں کب اس سردی کی آفت اوٹھائی تھی۔ غرض ہزاروں سپاہی اور جانور

اگر لگئے۔ سیکڑوں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ یہ وہی میدان ہی جہاں سردی کے ہاتھوں سے یہی تکالیف لشکر ہند نے انگریزی افسروں کے ماتحت نو سو برس بعد اڑھائی ایک کہانی مشہور کر کہ ان پہاڑوں میں ایک چشمہ ہو کہ جب اوسین کوئی ناپاک چیز والٹر مین تو اتنی برف پڑتی ہو کہ ہر شہر دب جاتے ہیں۔ گو اسکی اصل کچھ نہیں مگر ہند کے ڈرائے کے واسطے یہ دیکھوسلا بھی بے کام کا تھا۔ غرض اب سارے لشکر میں جاڑ کی دہائی پڑ گئی۔ جریال نے لاچار ہو کر سبکدین ماس پیغام صلح بھیجا۔ سبکدین صلح راضی تھا۔ مگر محمود کے جوانی کے زور دین میں پہرہا تھا اس صلح کا منع ہوا۔ اسلئے یہ کام صلح کا جھیلے میں پڑ گیا۔ پہر جریال نے ایک ایلمچی دانا سلطان محمود کے پاس بھیجا۔ اور یہ لکھا کہ آپ کو معلوم رہے کہ راجپوتوں کا ایک دستور ہے کہ مایوسی اور اضطراب کی حالت میں جب یہ بھتی ہیں کہ کوئی راہ دشمن سے نہیں رہتی۔ تو جو کچھ اون پار نقد و منس ہوتا ہے .... اسکو آگ میں جھونکتی ہیں۔ ہاتھی گھوڑے اور مویشی کو اندھا کرتے ہیں۔ غرض کوئی چیز سلامت نہیں رہتی۔ اہل و عیال کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ پہر ایک دوسرے دلع ہوتے ہیں۔ اور دشمن سے یہاں تک ڈرتے ہیں کہ سب کے سب مرکز خاک میں مل جاتے ہیں۔ اسی کو دین دنیا کی سرخروئی جانتے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ اگہ ہمارے لشکر کے لوگوں کو پہر یہاری طمع صلح کرنے نہیں ہے تو یہ کر دکھائیں گے۔ پہر تم بچاؤ گے۔ نقد و منس کی جگہ راہ کا ڈھیر پاؤ گے۔ قید و اور غلاموں کے عوض میں کبھی ہونی بڈیاں مردوں کی دیکھو گے۔ ہاتھوں کی جگہ گچھ اور پہر پاؤ گے۔ غرض لڑائی کی صورت میں خاکستر کے سوا کچھ خاک ہاتھ نہ لگا۔ اگر صلح کر لو گے تو ہم پر بہت دیا کرو گے۔ اب محمود نے بھی دیکھا کہ ہندو کو مایوس کرنا

اچھا نہیں۔ معلوم نہیں کئے کیا یہ۔ غرض باپ بیٹے دونوں صلح پر راضی ہوئے۔  
 راجہ تلپنے معتبر شہ دار اور عزیز بیان سکنتگین پاس چھوڑے۔ اور اسکے آدمی ساتھ  
 کہ اپنے دارالسلطنت میں جا کر بموجب عہد نامہ کے ہاتھی گھوڑے مال دولت حوالہ کرتے  
 باوجودیکہ جو پال نے یہ بتائی اور مٹائی تھی۔ اور خرچ دینے کے وعدہ پر ہائی پائی تھی  
 مگر لاهور میں جب پہنچا۔ سب قول و قرار بھول گیا۔ خرچ نہ بھیجا۔ سکنتگین کے آدمیوں کو  
 قید کر لیا۔ اور کہنے لگا جب تک امیر سرحدیہ کو نہ چھوڑے گا میں ہرگز اسکے آدمیوں کو  
 چھوڑوں گا۔ اور وقت میں دستور تھا۔ کہ راجہ کے دربار میں عین و سیار پنڈت اور  
 چہتریوں کے سردار کھڑے ہوتے تھے۔ اور مہات اور محاملات ملکی میں راجہ دیتے تھے۔  
 چہتریوں کو راجہ کی یہ حرکت ناپسند آئی۔ اور انہوں نے عرض کیا کہ مردوں کو بات کا  
 پاس چاہئے۔ بجن کا توڑنا ایسا پاپ ہے۔ کہ پتہ گھوڑی پر چڑھ کر گردن دباتی ہے۔ اس  
 حرکت ناروا سے باز آئے۔ اور خرچ امیر کا بھیج دئے۔ مگر پنڈت صاحبوں نے نہ برف  
 و باران کی سردی دیکھی تھی۔ نہ تلواروں کے آنچ کے نیچے آئے تھے۔ اور انہوں نے  
 یہ صلاح دی کہ راجہ کا جلالت میں منہہ کالا ہو جائیگا۔ اگر خرچ بھیجائیگا۔ شامت احوال  
 سے یہی صلاح جو پال کو بھی پسند آئی۔ جب اس معاملہ کی خبر سکنتگین کو پہنچی اور  
 اسکو یقین نہ آیا۔ یہ سمجھا کہ یہ خبر مٹائی ہے۔ اور یوں ہی لوگوں نے اڑائی ہے۔  
 مگر جب متواتر یہی خبر کان میں آئی تو اسکو یہ امر نہایت شاق معلوم ہوا۔ اس نے  
 عہدی کے اتمام لینے کے واسطے لشکر و فوج جمع کیا۔ اور ایک دریا کی طرح اڑا دیا۔ اس  
 پر چڑھ آیا۔ اور سرحدی مقامات پر ایک آفت برلائی۔ اور پانی بہہ دیا۔  
 ہندو راجا و ککا باہم متفق ہو کر سکنتگین سے لڑنا اور شکست کھانا

جب جہاں کو یہ خبر پہنچی۔ تو اسخردلی امیر کا لہجہ تنوچ کے راجاؤں کو  
چھپیان لکھن کہ سبکتگین طرح پنجاب پر چڑھا ہے۔ پنجاب ہی ہمیشہ سب بہاؤ نکا  
سیر بنا ہے۔ اب مناسب ہے کہ ہم سب ملکر اس ٹکڑے کو روکیں۔ بہنیں ہمارے ملک میں پاؤ  
پیر و گیا۔ غرض ان سب راجاؤں نے اپنا انتخابی لشکر بہت سی مال اور خزانے کے ساتھ  
جہاں پاس بھیجا۔ اور یہ جان لیا کہ ہماری غرت اور برسلطنت کی بقا جہاں  
کی جی پر موقوف ہے۔ اسلئے کوئی دقیقہ اعانت اور معاونت کا فرو گذاشت نہ کیا۔ وہ  
ایک لاکھ سوار اور پادے بشمار لیکر سندھ کے پار لگیا۔ اور ملخان کے میدان میں امیر  
سبکتگین لشکر کے خیمہ ڈیرے ڈال دیے۔ امیر سبکتگین دشمنوں کی کیفیت اور کیت پختہ  
کے واسطے ایک ٹیکری پر کھڑا ہوا۔ وہاں دیکھتا ہے کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے لشکر ہی  
لشکر دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس سے اسکو کچھ ہراس نہوا۔ اور سمجھا یہ سب بہترین ہیں۔  
میں متصاب ہوں۔ یہ کلنگوں کی قطار ہیں اور میں شاہین ہوں۔ اب اسخردلی  
سب سرداروں کو بلایا۔ اور جہاد کا وعظ سنایا۔ اور سب زیادہ عمدہ تدبیر لڑائی میں یہ  
کام میں لایا۔ پانچ پانچ سو سواروں کا غول ایک ایک افسر کے نیچے مقرر کیا۔ اور حکم دیا  
کہ باری باری سے لڑیں۔ ایک غول لڑائی کے میدان میں جائے۔ جب تھک جائے  
تو واپس آئے۔ اور دوسرا تازہ دم اسکی جگہ جائے۔ یہ حکمت اسکی ایسی کارگر ہوئی  
کہ ہندوؤں کے لشکر میں بادی و کثرت کے ضعف معلوم ہوا۔ اور جب انکے پیر اکڑے  
تو سارے لشکر نے دفعتاً حملہ کیا۔ اور ہزاروں کو مار ڈالا۔ اور سب کو ہنگام دیا۔ اٹک تک  
اور کاتھواقت کیا۔ لشکر اسلام غنیمت سے مالا مال ہو گیا۔ گزنو کے پرگنوں سے جو  
لاہور کی سلطنت میں داخل تھے۔ بہت سا محصول وصول ہوا راجہ کے ملک پر

دریاد لگ تک قبضہ و تصرف کیا۔ اور پشاور میں دس ہزار سپاہیوں کو ایک فکرت کے تحت  
چھوڑا۔

ان ٹرائیون کے بعد خان کے افغان اور خلجی ہی اہل سبکتگین کے مطیع ہوئے۔ اور اس کے  
سپاہ میں بہرتی ہوئے۔ ان مہات کے بعد میرانی ریاست کے انتظام میں مصروف ہوا

### وفات سبکتگین

تھوڑے دن بعد ۶۹۹ھ میں اہل سبکتگین چھپن برس کے عمر میں مر گیا۔ غزنوی  
میں دفن ہوا۔ چار روز پہلے اپنی موت سے شیخ ابو الفتح بستی سے وہ کہتا تھا کہ ہمارا اور  
ہماری عوارض امراض اور موت کا حال اجنبیہ قصاب اور بیرون کا سا ہے۔ جب پہلا پل  
قصاب بیٹھ کر پوائون کے نیچے دبا کر ٹاتا ہے تو وہ بہت بھین ہوتی ہے اور تڑپتی ہے۔  
جب اون کتر کر چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر اپنی حالت میں مست ہو جاتی ہے۔ جب یہی ثوبت  
دو تین دفعہ گذرتی ہے۔ تو پھر اس کو مطلق خوف قصاب کا نہیں رہتا۔ اور جب اس کو ذبح  
کرنے کے لئے لٹاتا ہے۔ تو وہ یہی جانتی ہے کہ تھوڑی دیر بعد میں چھوٹ جاؤں گی۔  
اگر وہ ان گھلے پر چھری پہر جاتی ہے۔ اسی طرح انسان بیمار ہوتا ہے۔ پھر صحت پاتا ہے  
مرض الیومین ہی امید صحت پر مسرور ہوتا ہے۔ اجل سے فاضل رہتا ہے۔ کہ آگاہ وہ آتی ہے  
اور جان شیریں کو باد فدا میں ڈال دیتا ہے۔

### محمود غزنوی کی نوعمر کابلیان

مثل مشہور ہے کہ ہونہار بردار کے چکنے چکنے پات۔ محمود گر کپن سے ہونہار معلوم ہوا  
تھا۔ نوعمری میں مہات ہند میں باپ کے ساتھ جاتا۔ اور وہ لگے بڑھ کر قدم لگاتا۔ کہ  
پرانے تجربہ کار سپہ سالار دیکھتے رہ جاتے۔ ایام طفلی میں اس نے یہ سبق خوب سیکھ لیا۔

کہ زابلستان یعنی کوہستانی ملک جو غزنین کے گرد ہے۔ اس کی پیادری باشندوں سے ہندوؤں کے راجاؤں کے بڑے بڑے لشکر و لشکر ہنگام دیا کوئی بات نہیں۔ لڑکپن میں ایک باغ و لکشا لکھوایا۔ اس میں مکان روح افزا بنوایا۔ ایک ن وہاں بڑا جشن کیا۔ اور پیر بزرگوار اور امر نامدار کو بلایا۔ باپ نے باغ اور مکان دیکھ کر پسند فرما۔ اور یہ ارشاد کیا۔ کہ سپہ سالار اور مکان تو اوپر ہی امیر بنوا سکتی ہیں۔ لکھو وہ عمارت تعمیر کرنی چاہئے کہ جس کی برابری کوئی دوسرا نہ کر سکے۔ محمود نے پوچھا ایسی عمارت کون سی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اہل علم و فضل کے دلوں کی تعمیر ہے۔ جو کوئی نہال احسان و نئے دل میں لگائے۔ اس کا ثمر ہمیشہ پائے۔ یہ نصیحت کی بات محمود کو ہمیشہ یاد رہی۔

### محمود کی تخت نشینی

امیر سلطین کا جب انتقال ہوا تو محمود کی عمر تیس برس کی تھی۔ اور وہ اس وقت نیشاپور میں تھا۔ امیر اسماعیل اس کا چوٹا بھائی باپ کے پاس تھا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ اس نے میدان خالی یا کراچ شاہی سر پر رکھا۔ مگر بعض کا یہ قول ہے کہ باپ کی وصیت کے موافق وہ قبلہ اسلام بلخ میں تخت پر بیٹھا۔ الحاصل یہی پادشاہ ہوا اور خزانہ شاہی کا مالک ہوا۔ سپاہ کی دہجائی اور مارا کی خاطر داری میں خزانہ کے منہ کو بند دئے۔ مقصود اس میں یہ تھا کہ سب کے دل میں اس کی جگہ ہو۔ اور محمود کی طرف سے اس کا دل برگشتہ ہو۔ مگر اس نے غار سپاہ اور مارا انصاف نے وہ اس طمع دراز کیا۔ کہ جبکہ پرنو نا حال تھا۔ یہ سب حال جب محمود کو نیشاپور میں معلوم ہوا۔ تو اس نے بھائی پر ایک تغزیت نامہ لکھ کر ابو الحسن کے ہاتھ بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ امیر سلطین میر تقی میر اہل بیت پناہ دینا سے حضرت ہوا۔ اسی برادر عزیز مجھ دنیا میں کوئی چیز

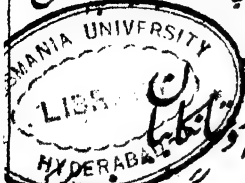


بچتے زیادہ غریب نہیں ہر۔ اگر تیری عمر بڑی ہوتی۔ اور تو زمانہ کا تجربہ کار ہوتا۔ سلطنت کے دفاع سے اور ثبات ملک و ملت کے قواعد کو ماہر ہوتا۔ تو میری صین آرزو ہوتی۔ کہ تو تخت پر بیٹھ۔ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کیا وہ مصلحت ملکی ہوتی۔ اگر تخت خالی رہا معلوم نہیں کیا فساد برپا ہوتا۔ تو پاس تھا۔ اسلمی تخت پر بٹھا دیا۔ اب انصاف کی نظر سے مائل کر۔ اور شریعتِ عرا کے بموجب دولت اور ملک کو تقسیم کر۔ دار السلطنت میں حوالہ کر۔ لےج خراسان کا ملک تیرے لڑکے میں صاف کھود دیا ہوں۔ مگر امیر اسماعیل نے یہ منصفانہ کلام بہائی کا نہ سنا۔ نہ اپنا محمود نے سوار لڑائے کے کوئی چارہ دیکھا نہ اپنا اور غریبین محمودوں بہائی بارادہ جنگ چلے۔ ہر چند بعض امیروں نے چاہا کہ اسماعیل بہائی کا کہنا مان جائے۔ اور لڑائی نہ ہو۔ مگر یہ بات بن نہ پڑی۔ دونوں بہائیوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ کہیت محمود کے ہاتھ رہا۔ غریب فتح ہو گیا اسماعیل گرفتار ہوا۔ ایک دن محمود نے بہائی سے باتوں بات میں پوچھا کہ لکھو تو خطرہ پڑتا۔ تو میرا کیا حال کرتا۔ اونہی جواب دیا کہ کسی قلعہ میں بند کرتا۔ مگر اسباب آرام اور آسائش کا سب کچھ مہیا کرتا۔ اس وقت تو اس بات کو محمود نے مان دیا۔ مگر پھر اسماعیل کو جرجان کے قلعہ میں قید کیا۔ اور سب چین اور آرام کا اسباب اسکے لئے تیار کر دیا۔ ساری زندگی قید میں بسر ہوئی۔

### سلطان محمود کی خود مختاری

اب سلطان محمود خود مختار ہو گیا۔ آل سامان میں جو کچھ تعلق تھا اس پر تعلو ہوا۔ خطبوں سے اونکا نام نکالا۔ اور اپنا خطبہ دے سکے جاری کیا۔ سب لڑائی جھگڑوں سے فارغ ہوا۔ مگر کابند و بست اور سلطنت کا انتظام کیا۔ پر وہ لڑا دہ کیا جوان

دونوں میں سے بڑا لگنا جاتا تھا۔ اور فیروز مند پادشاہ کو نگرشایان تھا۔ یعنی اسلام کا  
ہندوستان میں لانا اور پسلیانا۔ اپنا لقب سلطان اسی پادشاہ اختیار کیا جس نے  
یہ لقب اختیار نہیں کیا تھا۔



### سلطان محمود غزنوی کی مہمات و فتوحات

محمود غزنوی سولہ سترہ دفعہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ مگر معلوم نہیں کہ ستر  
سبب سے اس کے بارہ حملے مشہور ہوئے۔ مورخوں کا اس کے حملوں کے باب میں بڑا اختلاف ہے  
جو بیان زیادہ معتبر ہیں ان کی نقل کرتے ہیں۔ سب مہموں کا بیان کریں گے جو  
انہیں حملوں کے نام سے مشہور ہیں ان کو بتلا دیں گے۔

### حملہ اول پہلی اور دوسری مہم

فرشتہ اور نظام الدین احمد لکھتے ہیں۔ کہ محمود غزنوی سب سے پہلے کے قرینہ و ستار  
کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کئی قلعے فتح کئے۔ اور غزنین کو واپس آیا۔ مگر اس کا ذکر تاریخ مبینی  
میں نہیں ہے۔ اب دوسری دفعہ جو ہندوستان کا ارادہ کیا وہ اس کا حملہ اول مشہور ہوا  
اور سکایہ بیان ہے کہ۔ اسی زمانہ میں دس ہزار سوار چیدہ ہمراہ لیکر غزنین سے ہندوستان  
کی طرف روانہ ہوا۔ پیشادار کے متصل اس کے باپ کا قدیمی دشمن جو پال والی لاہور  
بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ اور تین سو خیر فیل لیکر لڑنے کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر  
شکست پائی۔ اور خود پندرہ عزیزوں کے ساتھ سیر ہوا۔ اور پٹنڈہ کے قلعہ کو فتح کر کے  
غارت کیا۔ اس قلعہ کے نام محققین کے بڑے مباحثہ ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ  
وہ تلج پار تھا۔ محمود بے روک ٹوک اس دریا کے پار اترا۔ اور اس قلعہ کو فتح کیا۔  
جس کو کرنل ٹوڈ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ بڑا آباد اور نامی مقام تھا۔ اور لاہور کا آبا

کیا لاہور میں یا بیان رہتا تھا۔ مگر اب سب کا قول فیصل اسپر کر کے۔ قلعہ بہتندہ ہنیز ہے۔ بلکہ بارہند یا داہندی۔ جیسا تاریخ ممینی میں لکھا ہے۔ اور یہ ایک مشہور مقام دریا سندھ کے مغربی کنارہ پر ہے۔ اور ایک سرنپور میل کا فاصلہ دسڑ ہے۔ اور لاہور اور پٹیوڑ کے قدیمی شہر اعظم پر واقع ہے۔ ابوالفدا اور بیرونی بقی سکندر کو اسکا بانی بتاتے ہیں۔ اب اسکو ہند کہتے ہیں۔ اس بات کے ماننے سے آگے معلوم ہوگا کہ کمی عقد سے حل ہوتے ہیں۔ بعد اس قلعہ کے فتح کے محمود اپنی دارالسلطنت غزنیز کو چلا آیا اور راجہ جہ پال کو ساتھ لایا۔ اور ستر خراج و باج کا عہد و پیمان لیا اور ہا کیا بعض اور عزیز بھی اس کے فدیہ دیکر چھوٹے۔ جب راجہ رہا ہو کر آیا تو اس قید اور شکست شکست کہانے سے اسے شرم آئی یا کوئی مذہبی مسئلہ تھا کہ جب جہ دو دفعہ مسلمانوں نے نہریت اٹھائی یا اس کے ہاتھ میں قید ہو۔ تو پھر راج کے قابل نہیں رہتا۔ اور دوسر گناہ کا کفارہ سوائے آگ کے اور کسی سے نہیں ہوتا۔ غرض وہ جلتی آگ میں کود پڑا اور جل سبکہ خاکستر بنا۔ راج اپنے بیٹے اند پال کو دلیا۔

### دوسرا حملہ تیسری مہم

محمود نے تین برس تک آرام کیا۔ اور اس عرصہ میں اسکی توجہ مغرب کی طرف رہی۔ پھر سکنہ عین ہندوستان کی طرف گیا۔ اند پال اپنے باپ کے عہد و پیمان پر جہ رہا اور نہرانہ معمولی ادا کرتا رہا۔ مگر اس کے بلج گذاروں میں سے راجہ بہا پور یا بہتیز نے اپنے ملک کے خراج پہنچنے سے انکار کیا۔ سلطان محمود اسکی سرکوبی کو خود آیا اور راجہ کو ایسا بگاڑا۔ کہ سندھ کے کنارہ کے جنگل میں انہی زلیست عاجز ہو گیا۔ اور اپنے تین آپ مار ڈالا۔ اب بہتیز یا بہا پور کی نسبت بہت گفتگو ہے۔ جو مقام کوئی محقق

اوسکا تجویز کرتا ہے۔ اوسی پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے۔ مگر یہ امر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں وہ تہیہ ہے وہ چہلم کے یامین کنارہ پر نکلا رہا ہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اوسمیز قدیمی شہر ہونے کی بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اور دیا کے مقابل بہت سے ایسے کھنڈر پڑے ہیں کہ دیکھنے والے اچنبھا کرتے ہیں۔ یہہم دوسرا حملہ مشہور ہے۔

### تیسرا حملہ چوتھی مہم

(۱۸) ۴۹ھ میں ابو الفتح لودی حاکم ملتان نے سلطان محمود سے مخالفت اور راجہ اندپال سے موافقت اختیار کی۔ اوسکو سزا دینے کے واسطے وہ غزنین سے فوج جرائے لیکر روانہ ہوا۔ لاہور سے راجہ اندپال حاکم ملتان کی حمایت میں پادشاہ سے پیشاد کے قریب لڑنے کے لئے گیا۔ اور اپنے امیر و نیکو سلطان کی راہ مسدود کرنے کے واسطے ہیجا مکران امیر و نکا کیا حوصلہ تھا۔ جو اس شیر کے سامنے آتے۔ شکست کہا کر بہاگے۔ جب راجہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ بہاگا۔ سلطان اوسکے تعاقب میں سودرہ میں دربار چناب کے کنارہ پر پہنچا۔ اندپال ایوس ہو کر کاشمیر کو بہاگ گیا۔ پادشاہ نے اوسکا تعاقب نہ کیا۔ بلکہ ہٹندہ کی راہ سے اپنے اصل مقصد یعنی ملتان کی طرف کوچ کیا۔ جب حاکم ملتان نے راجہ کو یوں بہاگتے دیکھا۔ تو وہ قلعہ میں تعین ہوا۔ پادشاہ نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ سات روز تک محاصرہ رہا۔ پھر ابو الفتح نے منت سماجت کر کے مذاانہ دیکر تصور معاف کرایا۔ اس ملتان کے حاکم کے ساتھ جو شرطیں برہمیت منظور کر لیں۔ اوسکا سبب یہ تھا۔ کہ اوس پاس خبر آگئی تھی کہ ایلاک خان لشکر اوسکے ملک موروثی پر حملہ کیا ہے۔ اسلئے یہاں سے چھپا چھوڑا کر غزنین کو چلا گیا۔ اب اس مہم میں ملتان کا حاکم مسلمان بیان کیا گیا ہے۔ وہ قرامطہ میں سے تھا۔ اوسکا دادا شیخ حمید لودی

امیر ناصر الدین سلجوقی کے ساتھ خلاص کہتا تھا۔ اور خدمت کیا کرتا تھا۔ یہ پوتا  
 بھی تھوڑے دنوں تو سلطان محمود کا مطیع رہا۔ مگر پھر باغی ہو گیا۔ قریطہ ہی ملاحظہ  
 میں شمار ہوتے تھے۔ اب دوبارہ ہٹنڈہ کا نام آیا۔ اب سودرہ سے ہٹنڈہ کی راہ  
 ملتان جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ ایسا چرچہ رستہ جو کہ کسی طرح سے محمود کا گذر  
 قرین قیاس نہیں کر بیان ہٹنڈہ کو سترہ پڑھیں تو وہ ملتان اور سودرہ کے درمیان  
 راہ میں پڑتا ہے۔

### تاتاریوں سے محمود غزنوی کی لڑائی

اگرچہ ملک خان محمود کے ساتھ امدادی کا رشتہ رکھتا تھا۔ مگر اس نے دیکھا کہ محمود  
 ہندوستان میں مصروف ہے۔ خراسان خالی ہے۔ اسلئے یہ طمع دانگی ہوئی کہ اس  
 ملک کو تسخیر کر لیجئے۔ سیاہو رنگین خان کو لشکر کے ساتھ خراسان میں روانہ کیا۔ اور  
 چترنگین خان کو بلخ پر بھیجا۔ محمود نہایت چستی کے ساتھ غزنین میں پہونچا اور  
 لشکر کو جمع کر کے گہا کی طرح بلخ پر چڑھ گیا۔ اور ایک خان کا ایسا قافیہ تنگ کیا کہ  
 اس نے والی ختن سے امداد چاہی۔ قدر خان پانچ ہزار آدمی لیکر ملک خان کی  
 مدد کو آیا۔ اس امداد کے سبب ملک خان جیون سے پارترا۔ بلخ سے چار فرسخ  
 پر محمود کے مقابل ہوا۔ غرض ایک ہنگامہ عظیم کا زار کا برپا ہوا۔ اس لڑائی میں  
 محمود کے ساتھ بلخ سو باہی ہی ہندوستان کے تھو۔ اوہوں نے دشمنوں کے  
 ہنگامے میں کام کیا۔ ان ہاتھوں کی صورت سے تاتاری ڈر گئے۔ اور بہت  
 تیزی اور تندی سے وہ حملہ نہ کر سکے۔ اور ان کے حملے کے بعد باہی خود اوپر چلے  
 اور جو کوئی سامنے آیا چیر چار برابر کیا۔ غرض تاتاریوں کی فوج بالکل

تباہ ہو گئی۔ اور ایک خان چند ہزار بیوں سمیت جیون سے پارا ترا۔ محمود نے یہی  
اوسکے قاقب کا ارادہ کیا۔ مگر موسم سرما کی شدت سے باز رہا۔ یہ شکست ایک خانکو  
ایسی ہوئی کہ پیراؤنے خراسان کے لینے کا نام نہیں لیا۔

### پانچویں مہم

(۲۰) جب محمود غزنوی ابوالفتح لودھی سے صلح کر کے غزنین جانے کو تھا۔ تو اوسنے  
ذریار سندھ کے کنارہ کا ملک اور ہینڈہ کے مہات کا انصرام راجہ سکہ پال کے سپر گیا۔  
یہ راجہ پیشاور میں ابوعلی بنجری کے ہاتھ گرفتار ہو کر مسلمان ہوا تھا۔ اسی کا نام  
فارسی تاریخوں میں نواسہ شاہ اور البسا آتا ہے۔ اب ان ناموں کی توجہ میں  
بہت سی ہیں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ راجہ جرج پال کا نواسہ تھا۔ اور شاہ تعظیما  
اوسکے ساتھ بولا جاتا تھا۔ غرض محمود بنج کی لڑائی سے فارغ ہو ہی تھا۔ کہ یہ خبر  
پہونچی کہ نواسہ شاہ مرتد ہو گیا۔ سستے ہی کوچ پر کوچ کرتا ہوا۔ محمود ہندوستان پر  
آیا۔ اور دفعتاً اوسکو گرفتار کر لیا۔ اور ساری عمر اوسکو قید خانہ میں رکھا اور بیت  
سے روپہاؤں چھین لئے۔

### چھٹی مہم چوتھا حملہ

(۲۱) تان کی تسخیر میں جو انڈیا نے سلطان محمود کے ساتھ بے ادبی کی تھی۔  
اوسکا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔ اب اوسکی سزا کے واسطے سلطان نے ایک لشکر عظیم تیار کیا  
راجہ انڈیا ہی غافل تھا۔ وہ بی مرد نیک اور ذی ہوش تھا۔ اوسنے سارے  
ہندوستان کے راجاؤں پاس چٹیاں دوڑا دیں۔ اور ایچی روانہ کئے۔ اور اس  
خطرہ عظیم سے مطلع کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر دین کی حمیت اور دنیا کی عزت رکھتے ہو

تو میرے ساتھ جلدی سے ہو۔ اب تک حشمت اور دولت اور عزت میں کچھ فرق نہیں  
آیا۔ اگر اس میں کچھ تاخیر ہوئی۔ تو ساری ہندوستان کو محمود تباہ اور خاک سیاہ  
کر دیکھا۔ غرض اس تحریر اور تقریر کا اثر راجاؤں کے دل پر ہوا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا  
کہ سلاطین دین دنیا کی اسی میں ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ راجہ اندپال کی امداد کرنی  
چاہیے۔ چنانچہ اجماع۔ قنوج۔ دہلی۔ اجمیر۔ گوالیار کے راجاؤں نے اتفاق  
کیا۔ اور اپنا چاہا ہوا لشکر راجہ اندپال پاس پنجاب کو روانہ کیا۔ اس لڑائی میں  
ہریانہ تک ہندوؤں نے مسلمانوں کے دفع کرنے میں ہمت کی کہ عورتوں نے  
اپنے سونے چاندی کے زیور گلا کر۔ اور جواہرات بچکر اپنے خاوندوں پاس روانہ  
کئے۔ اور جنہیں مقدور تھا۔ انہوں نے بھی چرخہ پونی کر کے کچھ کچھ خاوندوں  
پاس بھیج دیا۔ غرض یہ لشکر جس ساز و سامان کے ساتھ اس دفعہ جمع ہوا پہلے کبھی  
ہوا تھا۔ پشاور کے قریب یہ لشکر پہنچا ہوا تھا۔ دشمن کے لشکر کا یہ جاؤ دیکھ کر سلاطین  
محمود بھی قدم پیونک پیونک کر کھتا تھا۔ پہلی طرح بخوف و خطر دشمنوں میں  
نہ گھس جاتا تھا۔ دشمن کے حملہ کا منتظر تھا۔ اور نکا لشکر روز بروز زیادہ ہوتا جاتا  
تھا۔ لہکر کہ بڑے لڑو تو اور بہادر تھے وہ بھی دشمنوں میں آئے۔ اب مسلمانوں  
کو انہوں نے گھیرا۔ اہل اسلام موجہ بندی پر مجبور ہوئے۔ ایسے نازک وقت  
میں محمود بھی مترد تھا۔ مگر خدا کے توکل پر اور اپنی شجاعت اور جوانمردی پر ثابت  
القدم رہا۔ ایک ہزار تیر انداز اس فطرت سے بھیجے کہ ہندوؤں کو ہر کار سامنے لائیں۔ مگر  
لہکروں نے ان تیر اندازوں کو ہکا دیا۔ اور پانچ چار ہزار مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس  
روز کے بعد ہندوؤں کے لشکر میں بھی ضعف معلوم ہوتا تھا۔ اور محمود کا بھتیجا راجہ

ہتھکڑی لڑائی کو موقوف کرے کہ نگاہ راجہ اندھ پال کی سواری کا ہاتھی فظ اور  
خندنگ کے شور و غل سے بگڑا۔ اور بے تحاشا پیچھے کو ہٹا گیا۔ اسکی فرج نے جانا کہ  
راجہ ہٹا جاتا ہے۔ اس سبب سر لشکر مین بل چل پڑ گئی۔ اور سپاہ کا منہ پیچھے کو پھیر  
مجموعہ نے اسکا تعاقب پنجاب تک دس ہزار آدمیوں سے کیا۔ اور بیس ہزار آدمی پہلے  
اس سے کہ وہ کسی مامن میں پہنچے بارڈلے۔

جب محمود کو یہ فتح خداداد حاصل ہوئی۔ اور میدان خالی دیکھا۔ تو وہ لڑکھوٹ کو  
جسکو کوٹ کا ٹکڑہ کہتے ہیں روانہ ہوا۔ اور وہاں جا کر اپنا جینڈا لگاڑا۔ یہاں کا قلعہ  
استواری میں مشہور تھا۔ اور مخزن الاصنام ہندو کا کہلاتا تھا۔ ایسے مقامات پر ہندو  
بڑے دل کہو لکڑے ہیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے۔ کہ یہاں کی فرج بھی اسی  
ٹہری لڑائی میں مصروف تھی۔ قلعہ خالی پڑا تھا۔ بچاری بچاریوں میں کیا جان  
تھی کہ اس شیر کے سامنے آتی۔ انہوں نے اطاعت قبول کی۔ اور جان بچاؤ  
یہاں ایک غنیمت عظیم محمود کے ہاتھ آئی۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ اس غنیمت میں  
سات لاکھ دینار نقد اور سات سو من اسباب فقرہ اور طلائی اور دوسو من صرف زرہ  
اور دو ہزار من چاندی اور بیس من جواہر پادشاہ کے ہاتھ آیا۔

محمود اس غنیمت کو لیکر غرینہ گیا۔ وہاں دوسرے سال اسکو ایک قرنیہ کے ساتھ  
لگا کر لوگوں کو دکھایا۔ اور بڑا جشن کیا۔ اور تین ہزار تک خوب محتاجوں کو کھانا تقسیم  
ہوا۔ اور جن خدمات کے۔ بہاری بہاری انعام اپنے امرا میں تقسیم کئے۔

### ساتویں مہم

ساتویں مہم نارین کی ایسی ہے کہ اسکا ذکر طبقات اکبری اور فرشتہ میں



نہیں ہے۔ مگر حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور یمنی میں ہے۔ حبیب السیر میں نام کچھ بڑا  
 لکھا ہے۔ فقط یہ لکھا ہے کہ ایک یورش ہندوستان پر سنہ ۱۱۴۸ھ میں نگر کوٹ اور غور کے  
 مہم کے درمیان ہوئی۔ اب اس نارا میں کے مقام کی بہت سی تحقیق ہو چکی ہے۔ مگر  
 کوئی قطعی فیصلہ اسکا نہیں ہوا اسلئے ہم اسکو فرو گذاشت کرتے ہیں۔

### پانچواں حملہ آٹھویں مہم

سنہ ۱۱۴۸ھ میں محمود کو غور کی طرف جانا پڑا۔ اور اسکو فتح کر کے اپنے ملک میں  
 شامل کیا۔ ابوالفتح لودھی نے جب محمود کو غور کی مہم میں مصروف دیکھا تو پھر سر اٹھاتا  
 اسلئے پھر سلطان محمود کو ملتان میں آنا پڑا۔ ابلی دفعہ ابوالفتح کو قید کر کے لیگیا۔ اور  
 ملاحد اور قرامطہ کو خوب درست کیا۔ اس مہم کا حال طبقات کبریٰ اور تاریخ فرشتہ  
 میں لکھا ہے۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر اور یمنی میں نہیں لکھا۔ اس سے یہ قیاس  
 ہوتا ہے کہ ساتویں آٹھویں مہم ایک ہی جنگیں مگر حالتیں انکی ایسی مختلف ہیں کہ انکا ایک  
 خیال کرنا بھی دشوار ہے۔ جب محمود کی اوس قسم کا خیال کیا جاتا ہے کہ میں ہر سال  
 ایک جہاد کیا کروں گا۔ تو واجب ہو جاتا ہے کہ انکو دوسری خیال کریں۔

### نویں مہم

نویں مہم نندن کی ہو سنہ ۱۱۴۸ھ میں قلعہ نندن پر کہ کوہ مال ناتھ پر واقع  
 ہے حملہ کیا۔ پورچی پال نے یہاں سپاہ آزمودہ کا مستحین کی اور خود بہاگ کر کا شمشیر  
 کے کسی درہ میں پناہ لی۔ سلطان اس قلعہ پر آیا اور فتح کر لیا۔ سب مال اسباب لوٹ لیا  
 اور ایک حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا۔ کاشمیر کی طرف جہاں پورچی پال قامت گزیر  
 رہا۔ سلطان خود گیا۔ جب سلطان یہاں پہنچا تو وہ یہاں سے کہیں اور کا فور

لکھا۔ یہاں بہت سی کافروں کو مسلمان بنایا۔ اور اہل اسباب بہت ساقینیت میں  
 ہاتھ آیا۔ لوڈھی غلام قیدی بہت سے ساتھ لئے۔ سلطان غزنین کو چلا آیا۔ اپ  
 پورجی پال کے باب میں گفتگو ہے کہ وہ کون تھا۔ مگر قول محقق یہ ہے کہ وہ ہم پال  
 تھا۔ مال ناہتہ کا پیار جہلم پر ہے۔ اکثر لوگ اب اس کو مل کہتے ہیں۔ اور بعض اب  
 بھی مال ناہتہ پکارتے ہیں۔ ایک جوگیوں کا گروہ وہاں رہتا ہے۔ جسکے خدمت میں  
 دور دور سے ہندو مان آتے ہیں۔

### چٹا حملہ دسویں مہم

اب محمود غزنوی کا ارادہ ہوا کہ تہانیر کو فتح کیجے۔ تہانیر ان دنوں میں بت  
 پرستوں کا ایسا معبد تھا۔ جیسا کہ خدا پرستوں کا ہے۔ سلطان نے اندپال پاس آدمی  
 بھیجے۔ اور لکھا کہ ہمارا ارادہ تہانیر کا ہے۔ اپنے مقبر آدمی ہمارے لشکر کے ساتھ کرو کہ  
 راہ میں فوج کے ہاتھ سے تمہارے ملک کو تکلیف نہ پہنچے۔ اندپال اس بات کو  
 غنیمت سمجھا۔ سامان رسد وغیرہ میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ اور کل تاجرون اور بنے  
 بقالوں کو حکم دیدیا کہ لشکر کے واسطے غلہ جمع کرو۔ اور سپاہیوں کو تختوں پر تاکید کی کہ  
 سلطان محمود کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور اپنے بیانی کے ساتھ دواہر  
 سوار کئے۔ اور سلطان کی خدمت میں پہنچا۔ اور ایک عرضی لکھی کہ تہانیر ہمارا معبد  
 اگر حضور وہاں کی عایا پر خرچ اور محصول مقرر کریں تو بہتر ہے۔ اور میری درخواست  
 یہہ حضور منظور فرمائیں تو میں یہی پچاس ہاتھی سالیانہ نذرانہ میں دیا کروں گا محمود  
 نے اس پر حکم دیا۔ کہ ہم تہانیر کے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ بت پرستی کی  
 بیج کنی اور اپنی شریعت کا رواج دینا ہمارا کام ہے۔ جب دلی کے راجہ کو یہ خبر

پہنچی۔ تو اسنو اور راجا کو گویہ لکھا کہ محمود لشکر نامہ دود لئے تہا نیسر کی طرف متوجہ  
 ہوا ہے۔ اگر اس سیلاب بند محکمہ نہ باندھینگے تو وہ سب کو خاک میں ملا دیگا۔ غرض  
 یہاں جافوج جمع کرتی ہی رہے۔ کہ محمود تہا نیسر میں داخل ہوا۔ اور خوب دل کہو لکر  
 اوسکو لوٹا۔ اور سب بتو کو توڑا۔ سب سے بڑے بت کو غرقین پہنچا کہ وہاں پیرو نکے تلے  
 ہمیشہ روزا جائے۔ غرض یہاں عنایت بے حساب اوسکو ہاتھ آئی۔ ایک یا قوت  
 اوسمیں ایسا تھا کہ جبکا وزن ساٹھ تولہ تھا۔ جہانک ہندو ہاتھ لگے اوسکو لوٹھی غلام  
 بنایا۔ کہتے ہیں کہ دولاکھ لوٹھی غلام بنا کر لے گیا۔

### ساتواں حملہ اور گیارہویں مہم

۱۲۱۴ھ میں کاشمیر پر حملہ کیا۔ اور لوہ کوٹ تک پہنچا۔ مگر برف اور سردی  
 شدت سے مطلب نہ نکلا۔ اور لوٹا پہرا۔ اور رستہ میں وہ مصیبتیں اٹھائیں کہ کہتی ہوں  
 کے حملوں میں اسے پیش نہ آئیں۔ ایک مدد عظیم لشکر کو پہنچا۔ لوہ کوٹ کا ٹھیک  
 مقام مقرر کرنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ قیاساً اوسکے مقام مقرر کئے ہیں۔  
 مگر وہ صحیح نہیں معلوم ہوتے۔

### آٹھواں حملہ بارہویں مہم

پنجاب تو مدتوں سے اہل اسلام کے قدموں کا رستا تھا۔ اب سلطان محمود کے ارادہ  
 کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کیسے بلند اور فرخ ہو گئے ہوں۔ اس دفعہ اسنے یہ ارادہ کیا کہ وسط  
 کا دروازہ ہی اہل اسلام کے لئے کھولے۔ کس ساز و سامان کے ساتھ اس حملہ کو کیا ہے  
 ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادے جمع کئے۔ اور اس دشمندی اور فرزانگی کو دیکھتے  
 کہ اس لشکر میں سپاہی شمر قد اور بخارا اور اون ملکوں سے لڑ جو ابھی فتح ہوئے ہوں۔

یہ تبیر نہایت محسوس ہے۔ اگر ان سپاہیوں کو ہمراہ نہ لیتا تو وہ کب اس کے پیچھے چل  
 بیٹھتے۔ ضرور دنگ فساد مچاتے۔ لگے بڑبڑا دھواں ہو جاتا۔ پھر اس سپاہ فراوان کو  
 ہمراہ لیکر وہ سات دریاؤں سے اترتا۔ اور تین مہینہ کا عرصہ سفر میں لگا۔ اول مشاہور  
 سے کشمیر کی طرف گیا۔ یہاں کے راجہ نے بہت سی تحفہ تحائف پیش کئے۔ سلطان  
 نے اس پر عنایت کی۔ اب اس ہوشیار بی کو دیکھئے کہ وہ اکثر دریاؤں کو اون مقامات  
 سے عبور کرتا تھا۔ کہ جہاں سے اون کا مخرج قریب تھا۔ ایسے مقامات پر دریاؤں کا  
 پاٹ بہت کم ہوتا ہے۔ عبور آسان ہوتا ہے۔ غرض کہ پہلے میں قنوج کے دار السلطنت  
 عظیم کے روبرو آ پہنچا۔ قنوج کی تعریف ہندو مسلمان دونوں کرتے ہیں۔ مگر اس کی  
 وجہ کوئی نہیں معلوم ہوتی۔ کہ یہ شہر کیوں دولت سر مالامال اور بڑی شان و  
 شوکت کا گنا جاتا تھا۔ نہ وہاں کے راجا کا ایسا ملک وسیع تھا۔ کہ کسی اور راجہ کا ہو  
 نہ اس کی کچھ حکومت اور راجاؤں سے زیادہ حاصل تھی۔ اس زمانے میں قنوج  
 کی وفور رونق سے یہ حالت بیان کرتے ہیں کہ اس کی شہر پناہ پندرہ کوس کے  
 گردے میں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اوسمیں تیس ہزار تنبولیوں کی دکانیں تھیں  
 کوئی وہاں کے راجہ پاس پانچ لاکھ پیادہ بتاتا ہے۔ کوئی اوسمیں تیس ہزار سوار  
 اور اسی ہزار رزہ پوش لکھتا ہے۔ غرض اصل حال اس کا دریافت ہونا دشوار ہے  
 اب تو وہ ایک قصبہ ہے۔ البتہ اس کے گرد عمارتوں کے نشان اب بھی ایسے ہیں کہ  
 جگہ دیکھنے سے ارباب بصیرت عبرت پکڑتے ہیں۔ جب سلطان محمود اپنے لشکر  
 سمیت یہاں آیا۔ تو قنوج کا راجہ کنور رام اس لشکر کی غفلت اور شوکت کو دیکھ  
 دنگ رہ گیا۔ اور کچھ سوار اس کے نہ بن پڑا کہ ہاتھ سے ڈمال بانڈھ کر مع اپنے اہل و

میاں کے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ سلطان نے یہی ترحم شامانہ فرمایا۔ اور اسکے حال پر کمال مہربانی اور عنایت فرمائی۔ اور کسی طرح کی بازیت نہ پہنچا اور خود تین روز تک راجہ کے ہاں مہمان رہا۔ اور راجہ کی بڑی تسلی اور شفقت کی۔ اور اسے وعدہ کیا کہ جب کوئی دشمن نکلے یا تمہاری اولاد کو ستائیکا۔ تو ہم خود انکا امداد کریں گے۔ غرض دونوں ایسا اتحاد ہو گیا۔ کہ جب کئی برس بعد اور راجہ اوجھلے ملکر قنوج کے راجہ کو اس خطا کی سزا دینی چاہی۔ کہ وہ کیوں محمود کا تابع ہوا۔ وہ سب کا دشمن تھا۔ تو محمود خود اسکی امداد کو آیا۔

اس مہم میں جس راستہ سے محمود قنوج پہنچا اور وہاں سے واپس آیا۔ مورخان نے مختلف طرح سے بیان کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ والے نے جطرح لکھا ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علم جغرافیہ سے واقف نہیں۔ معلوم نہیں کس سبب فرشتہ نے اسے غلط لکھا ہے۔ ہم مہمینی کے موافق محمود کی راہ بیان کرتے ہیں۔ محمود سرحد کشمیر سے گذر رہا ہوا ہالی کے کوہستان کو طے کرتا ہوا جہنا کے پار اتر۔ اور برہن مین پہنچا۔ برہن پرانا نام بلند شہر کا ہے۔ یہاں کے راجہ ہردت قلعہ اور شہر کو اپنے عزیزوں اور سپاہ کو سپرد کر کے کہیں پہاگ گیا۔ یہ سپاہ محمود کا سامانہ کر سکی۔ اور ڈھائی لاکھ روپیہ نذرانہ دیکر صلح کر لی۔ یہ مہمان کا قلعہ فتح کیا۔ یہاں کا راجہ کل چندر ہاتھی پر سوار ہو کر پہاگنا چاہتا تھا کہ سلطان کی فوج نے اور کا تعاقب کیا۔ راجہ یہہ دیکھ کر اپنے تئیں خنجر سے مار ڈالا۔ یہ پہاگ سے محمود جہنا پار گیا۔ اور شہر مین پہنچا۔ اور وہاں ذرا جم نکلیا۔ بیس روز تک شہر کو لٹوایا۔ اور پورے تون اور مندر و نکو توڑا پھوڑا۔ یہ لوٹ کھسوٹ تو ہوتی

اوسپر الگ ہی لگادی۔ جب زہنے والوں کی مصیبت بہت بڑھ گئی۔ بعض مندر  
 محمود نے چھوڑ دئے۔ کوئی کہتا ہے کہ استحکام کے سبب انکو نہ توڑ سکا۔ بعض راجہ  
 مین کہ انکو خوبصورت جانکر چھوڑ دیا۔ غنیمت کی شرح مورخوں نے یوں بیان  
 کی ہے کہ سوانٹ چاندی کی موتوں سے بہرے ہوئے۔ اور پانچ بت طلائی  
 ایک مورت اونین حال کے چار من سے زیادہ تھی۔ اونین انکو ٹکلی جگہ یا قوت  
 نصب تھی۔ پھر جمل کے پار تڑا۔ اور قنوج کو فتح کیا۔ جکا اور پر بیان ہوا ہے۔  
 اور اسکے سات قلعہ جو متفرق مقامات پر واقع تھے فتح کئے مین۔ پھر وہ شہر  
 قنوج کی طرف متوجہ ہوا۔ تھوڑے سے راجپوت خنجر اور جدہر لیکر مسلمانوں سے  
 خوب کٹ کٹ کر اڑے۔ اور بہت سے قتل ہوئے۔ بعض بال بچوں سمیت الگ  
 مین جاکر مر گئے۔ بعض نے اپنے تین فیصل پر سے اگر کراپاش پاش کیا۔ غرض  
 کوئی زندہ نہ رہا۔ یہ شہر دہی پرانا شہر منجیاون یا مچھاون کا معلوم ہوتا ہے۔  
 کانپور کے جنوب میں دس میل کے فاصلہ پر اس شہر کے کمندرات ہی دریا و منڈو  
 پر موجود مین۔ قنوجیہ برہمنوں کے ملک کا مرکز ہے۔ پھر وہ چندل پور قلعہ آٹونی گیا  
 وہ گنگا کے گوشہ شمال مشرق میں فتح پور سے دس میل پر ہے۔ آخر زمانہ مین  
 جو چندلینا خزانہ مین رکھتا تھا۔ یہ بہت پرانا شہر ہے۔ اوسکو آٹونی کہا رنے  
 جو سوچ کا بیٹا تھا نیا یا تھا۔ اوسے یہاں پر بلدان کیا تھا۔ اولپنے نام پر اس قلعہ  
 کا نام رکھا۔ یہاں کا راجہ چند پال یا چند رائے تاب مقابلہ کی نہ لاکر ہیاگ گیا۔ اور  
 پہاڑوں میں جا چیا۔ اور وہ ۲ شعبان کو شہر وایا سر و آ فتح کیا۔ یہ قلعہ سیو ترا  
 ہوگا۔ جو کین کے کنارہ کالنجر اور بانڈہ کے درمیان واقع ہے۔ یا سر واکھہ ہوگا

ہنچ پر بہت دوستی سے نہیں ہے۔ یہیں راجہ چند رائے آکر چلا تھا۔ یہ پہاڑ سوار  
 بنڈیل کہند کے پہاڑوں کے اور پہاڑ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب محمود انہوں میں شہباز  
 کو قنوج میں ہو۔ اور مہینہ ہنوز ختم نہ ہو کہ وہ بیان پہاڑوں پر آگیا ہو تو سوار انکو  
 اور پہاڑ نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ تاریخ یمنی میں جہنا کا دو دفعہ عبور کرنا نہیں لکھا۔  
 مگر مراجعت کرنے میں پنجاب کے پانچ دریاؤں کے عبور کرنے کا یہی ذکر نہیں ہے۔ اگر  
 معلوم ہوتا کہ عبور دریا کا ذکر اکثر یمنی میں نہیں بیان ہوتا۔ اور جو دو مقام  
 بیان ہوئے ان میں سرسواگڈہ بنڈیل کہند میں ضرور فتح کیا ہوگا۔ یہ مقام بنڈیل کہند  
 کے راجاؤں کے تاریخ میں بڑا مشہور مقام ہے۔ اور دو صدی بعد چند بہاٹ نے  
 پر تہی راج دلی کے راجہ کی رانیوں میں اس قلعہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ اسکی جہت  
 میں بہت سے راجہ مارے گئے۔ ساری اس مہم کی غنیمت کا حساب تو مشکل ہے  
 مگر چاس ہزار لونڈی غلام تھے۔ اونکی کثرت سے لوگ کہتے ہیں کہ غرین ہندوؤں  
 کا ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ اور سارے تین سو ہاتھی اور لباس اور نقد و جنس کا کچھ  
 ٹھکانا تھا۔

### نوان حملہ اور تیرہویں مہم

کنور سے راجہ قنوج اور سلطان کے باہم عہد ہو چکا تھا۔ اگر کوئی راجہ ساگاتو  
 اسکی امداد کرونگا۔ اب کاننجر کے راجہ ندرائے اور راجاؤں کو اپنے ساتھ لیکر قنوج کے  
 راجہ کو دبا نا چاہا اس راجہ کی اس حرکت سے کہ محمود کی اوس اطاعت کر لی تھی۔ سب  
 راجا متغیر ہو گئے تھے۔ اور اوسپر لعنت ملامت کرتے تھے۔ جب یہ خبر سلطان محمود  
 کو پہونچی تو وہ راجہ کاننجر سے لڑنے کے لئے چلا۔ وسط ہند کی پہلے وہ سیر کر رہی چکا

ہوتا۔ مگر اسکے گئے سے پہلے ہی راجہ کا لہجے نے قہقہے کے راجہ کا کام تمام کیا۔  
 غزنین سے جب فوج سلطان لیکر آتا تھا تو راجہ جی پال دوم جسکو پورچی پال فارسی پون  
 میں لکھا ہے۔ لشکر سلطانی کا دریا رحمن پر سردارہ ہوا۔ بیٹہ جہانڈپال کا بیٹا ہمیشہ سلاطین  
 کی اطاعت کیا کرتا تھا۔ مگر شامت اعمال جو آئی۔ تو راجہ کا لہجہ کا طر فدار ہو گیا۔ اس دریا  
 کی طغیانی لشکر سلطانی کی جہور کو رنج ہوئی۔ مگر آہٹہ امیر دریا سے پار تر گئے۔ اور راجہ  
 جی پال کے پوتے کو شکست دی۔ اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اور ملک کو لوٹا۔  
 اور تھانوکو توڑا۔ غرض وہاں سے ننداری کے ملک میں سلطان آیا۔ اس راجہ نے  
 یہی لڑائی کے ارادہ سے لڑا لشکر جمع کیا تھا۔ چھتیس ہزار سوار اور پینتالیس ہزار پیادے  
 چہرہ سو چالیس ہاتھی جمع تھے۔ سلطان نے جو کسی بلندی پر چڑھ کر یہ لاؤ لشکر  
 دیکھا تو دلمین پشیمان ہوا کہ میں یہاں کیوں آیا۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا۔ اور  
 فتح اور سلامتی کے لئے لڑ کر آیا۔ خدا کی قدرت جب بات ہوئی تو ننداری پر ایسا خوف  
 عظیم طاری ہوا کہ وہ سب اسباب چھوڑ چھڑ کر فرار ہوا۔ جب دن ہوا تو سلطان  
 یہ دیکھا۔ تو خود گھوڑے پر سوار ہو کر کمین کا ہونکو دیکھا۔ اوپر دست غارت دراز کیا۔ اور  
 پانچ سو اسی ہاتھی بیان سے محمود کو ہاتھ لگے۔ غرض بعد اس فتح کے غزنین  
 کو مراجعت کی۔

اس مہم میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ اونکا حل ہونا دشوار ہے۔ اول وہ دریا جہاں  
 محمود انکا کون تھا۔ کوئی دریا رحمن تجویز کرتا ہی۔ کوئی رام نگنگا بتلاتا ہے۔ غرض  
 کچھ تحقیق نہیں۔ دوسرے کوئی پورچی پال کو نیفر جی پال کہتا ہی کوئی ٹیٹا بلاتا جی  
 دسوان حملہ چودھوین مہم



۱۲۳۳ھ میں سلطان کو خبر لگی کہ قیرات اور نار دین کے آدمیوں نے بغاوت  
 اختیار کی۔ ان دونوں دیار کے باشندے بت پرست تھے۔ سلطان نے لشکر جمع کیا  
 اور بہت سی آہنگ اور سنگ تراش ساتھ لئے۔ اور ان کی طرف روانہ ہوا۔ اول  
 قیرات کو فتح کیا۔ یہ ملک قیرات کا سردیر تھا۔ وہاں میوے بہت پیدا  
 ہوتے تھے۔ اور ہندوستان اور ترکستان کے درمیان واقع تھا۔ اور انکو باشندے  
 شیر پرست تھے۔ یہاں کے حاکم نے اطاعت کو اسلام اختیار کیا۔ اور اپنے  
 بیٹے کو حاکم کی تقلید کر کے مسلمان ہوئے۔ حاجب علی بن ارسلان یا صاحب  
 بن الیاء کو نار دین کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ اسنے قلعہ کو سرسواروں سے فتح کر لیا  
 اور اس مقام پر ایک قلعہ بنوایا۔ اور علی قدر بن سلجوقی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا  
 اسلام نے اس ملک میں اشاعت پائی۔ اور اسلئے حج میں سلطان کا شہر  
 کی طرف بڑھا۔ اور مستحکم قلعہ لوہ کوٹ کا محاصرہ کیا۔ اور ایک مہینہ دو سہین لے کر  
 مگر قلعہ کو ایسا مستحکم اور بلند پایا۔ کہ اسکا فتح کرنا اپنے احاطہ قدرت سے باہر دیکھا۔  
 یہاں سے لاہور اور بابر کی طرف گیا۔ اور چاروں طرف ملک کو تاخت و تاراج  
 کیا۔ اب چونکہ جیپال کا پوتا ضعیف ہو گیا تھا۔ اور حمیر کے راجہ کے پاس ہجرت  
 گیا تھا۔ اسلئے تمام صوبے لاہور کے علاقہ کو فتح کر لیا۔ اور ملک غزنویں میں  
 داخل کیا۔ اور ایک مسلمان حاکم صوبہ پنجاب کا مقرر کیا۔ اور دیار الہ کے جا  
 مشرقی پر فوج اسلام کی پہنچنے کی پہلے پہلی بابت تھی۔ اور یہی اہل اسلام کے سلطنت  
 کی ہندوستان میں بنیاد تھی۔ اس مہم کے نسبت بہت سی محققین کو اشتباہ  
 ہے۔ اول قیرات اور نار دین کے صحیح نام اور مقام کے دریافت کرنے میں بہت

گوشش کی گئی۔ فارسی تاریخوں میں نام ایسی بے پرواہی سے لکھتے ہیں کہ وہ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ اب دو ناموں کے نام مختلف طرح سے لکھے ہیں۔ کوئی قرینہ کہتا ہے اور کوئی قیرات اور نازین لکھتا ہے۔ غرض بعد تحقیق کے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیرات اور نازین کا وہ ملک ہے جس میں سوانا اور بوجا اور ایک حصہ کافرستان کا واقع ہے۔ طبقات اکبری کا بیان ایسا ہے کہ جس سے کچھ شبہ نہیں رہتا کہ حقیقت میں ہی ملک ہے۔ اور بہت سے بودہ موجود ہیں جو یہاں کی شیر پرستی کی شہادت دیتے ہیں۔ بدہ کا نام شاکی سنگہ تھا سنگہ شیر کو کہتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں نے بودہوں کو شیر پرست لکھا ہے۔

### گیارہواں حملہ پندرہویں مہم

۱۶۲۳ء میں راجہ کالنجر کے تادیب کے واسطے سلطان محمود نے لاہور سے

قصد پر کیا۔ جب سلطان گوالیار پر پہنچا اور وہاں کا محاصرہ کیا۔ چار روز بعد راجہ نے امان مانگی۔ اور پیش ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ سلطان نے امان دے کر اور کالنجر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ سارے ہندوستان میں استحکام کے اندر اپنا نظیر نہ کہتا تھا۔ اسکا بھی محاصرہ کیا۔ مگر نذرانے میں سو ہاتھی دیتا بھیجے۔ اور امان چاہی۔ ان ہاتھیوں پر فیلہاں نہ تھے۔ پادشاہ نے ترکوں سے کہا کہ ان پر چڑھو۔ ترک انکو پکڑ کر سوار ہونے لگے۔ ہندو کو بڑا تعجب ہوا۔ راجہ نے ہندی اشعار سلطان محمود کی تعریف میں لکھ کر بھیجے۔ پندتوں سے اس کے لئے پوچھا۔ اور راجہ سے بہت خوش ہوا۔ اور اسکو حاکم پندرہ قلعوں کا مقرر کیا۔ راجہ نے بھی بہت سے جاہرات اور زر نقد اور اسباب اسکو پیش کش کئے۔ سلطان

اب غزین کو واپس لیا۔

اب محمود کا دل لوٹ مار کے حملوں سے پر گیا تھا۔ اور اسی مہون میں اوسکو مزہ نہ آتا تھا۔ قنوج کے فتح کے بعد جو محلے اوسنے کچھ اپنی خوشی سے نہیں کئے۔ بلکہ بھجوری تھو۔ اب ساری توجہ اس بات پر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں گو وہ کوئی بڑا آدمی نہ شمار کیا جائے۔ مگر یہ بات تو حاصل ہو کہ... بت پرستی کے حق میں وہ با سمجھا جاوے۔ اور بت شکن نام پائے۔ اسلئے اوسنے ارادہ سومات کا کیا۔

### بار مہوان حملہ سولہویں مہم

(۳۰) یہ حملہ سومات پر اہل اسلام کا ایک مشہور جہاد ہے۔ اب تو ہندوستان کے لوگ سومات کا مقام ہی نہیں جانتے۔ لیکن وہ اس وقت میں بڑے تیرہویں میں گنا جاتا تھا۔ گرہن کے دن لاکھوں آدمی دور دور سے یہاں آتے تھے۔ اور ہندو کا یہ اعتقاد تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہو کر سومات کے خدمت میں مسئلہ واکوں کے موافق آتی ہیں۔ اور سمندر کا جوار بہا ہا بہنیں ہوتا۔ بلکہ سمندر اسکی پرستش میں اوٹھتا بیٹھتا ہے۔ مقام اس مندر کا وہاں ہے جہاں اب جزیرہ مار گجرات میں بہا بری وار ہے۔ وہ مہادیو کا مندر تھا۔ جس مکان میں سومات تھا۔ وہاں باہر کی روشنی نہ آتی تھی۔ جواہر اور الماس جو درویشوں میں جڑے ہوئے تھو۔ اور جواؤ قندیلوں میں لگے ہوئے تھے۔ اونکی جوت اور جگہ گاہٹ سون رات وہاں برابر تھے۔ ایک نیمبر میں چراغ لٹکتا تھا۔ رات دن وہاں جلتا تھا۔ چھپن ستون مرصع جواہرات کے لگے ہوئے تھو۔ دوسو من سونے

کی زنجیر لٹکتی تھی۔ اوسمین گھنٹہ ٹککتا تھا۔ جو وقت پوجا کا وقت ہوتا تھا۔ وہ  
 بجتا تھا۔ اوسکے منہ کے واسطے دو ہزار گانہ صاف ہوتے۔ دو ہزار پنڈے وہاں بجا  
 کے واسطے متعین ہوتے۔ دروازہ کے سامنے سونات کھڑا تھا۔ پورے پانچ گز لمبا تھا  
 دو گز زمین کے اندر اور تین گز زمین کے باہر۔ گنگا اگرچہ چہہ سوکوس پر ہے۔ مگر  
 روز وہاں سے گنگا جل آتا تھا۔ اور اسی شان سونات کا ہوتا تھا۔ پانچ سو  
 گائین اور تین بگوسی تھے کہ پوجا کے وقت بجن گاتے تھے۔ اور ناچتے تھے۔  
 وہ دولت اس مندر میں جمع تھی کہ کسی راجہ کے خزانہ میں ہونگی۔ غرض جب  
 اس مہم سونات کی عزمین میں تھیں تو ہزاروں مسلمان ترکستان  
 اور اور ملکوں سے حرارت نہی کے جوش سے ساتھ ہوئے۔ اونکی نہ تخواہ تیر  
 نہ دربارہ فقط ضمیمت کی امید ہمارہ تھی۔ ماہ ستمبر ۱۸۶۲ء میں یہ فوج غزنین سے  
 روانہ ہوئی۔ اور ماہ اکتوبر میں ملتان میں پہونچی۔ اب یہاں ملتان سے رستہ  
 بالکل خجل ہی خجل تھا۔ نہ راہ میں آدمی ملتا نہ کہانا پینا۔ تیس ہزار ہا دونوں  
 پر پانی اور غلہ لا دیا گیا۔ اور ہر سپاہی پر تاکید تھی کہ وہ اپنے کھانے پینے کا سامان  
 رکھے۔

غرض یہ سب سامان درست کر کے اس بق ودق میدانوں کو لپیٹ کر اجمیر  
 کے پاس پہونچا۔ اگرچہ کوئی راجہ ایسا نہ تھا۔ کہ سلطان کے ارادہ سے واقف نہ تھا۔  
 مگر کوئی یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ طوفان ہمیز بجلی کی طرح آن ٹرے گا۔ اور یہاں تک  
 آن لڑے گا۔ اب راجہ امیر نے سوار ہوا گئے کہ کوئی اپنا چارہ نہ کیا۔ راجہ ہوا گا۔  
 دار الخلافہ خالی ہوا۔ اوسکا ہر ایک گھر سچراغ ہوا۔ سامنے تارکدہ کا قلعہ نظر آیا۔

مگر محمود نے اس کے محاصرہ کو بے سود جانا۔ اپنا سید ہا سفر منزل بمنزل طر کرنا شروع کیا۔ راہ میں جو اور قلعہ پڑے اوٹکوٹھو کرانا موافق لایا۔ گجرات کے مشہور شہر دن میں اول وہ انہل واڑہ میں پہونچا۔ اگرچہ راجہ بیانکا بڑا راجہ تھا۔ مگر سلطان محمود کے سامنے سے بہاگ گیا۔ یہ ایک فتم نایان اہل اسلام کو حاصل ہوئی۔ مگر محمود نے کچھ اسکا خیال نہ کیا۔ سید ہا سومات کے دہن میں چلا گیا۔ خدانے اسکو منزل پر پہونچایا۔ سمندر کے کنارہ پر ایک قلعہ عالی شان نمودار ہوا جس کا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ پانون میں اس کے سمندر لوٹ رہا تھا۔ فصیلوں پر جگہ جگہ پہرہ بندی تھی۔ جب سمندر والوں نے دیکھا کہ نشان محمودی لہر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ ساز و سامان اور لاؤ لشکر موجود ہے۔ تو دیواروں پر کھڑے ہو کر یہ پکار پکار کر کہتے کہ تم اپنے لشکر کے گھنڈ پر ہم کو لوٹنے آئے ہو اسکی تکو خبر نہیں کہ ہمارے دیوتا سومات نے تکو یہاں بلایا ہے۔ سارے ہندوستان میں شوکا سمندر بت تم نے توڑے ہیں۔ اب اس کے عوض میں ہمارا یہ دیوتا تمہاری گردنیں توڑیگا۔ ایچی ایچی ایسی پیغام ہی محمود پاس لائے مگر اسنے کان لگا کر سنا ہی نہیں کہ کیا کہتے ہو۔ تیوڑی بد لکڑ نہہ پیر لیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو محمود نے اپنے تیر انداز و تکو فصل کے پہرہ والوں سے جا پیر لیا۔ ان تیر اندازوں نے وہ تیر برائے کہ ہندوؤں کو فصل جھوڑتی ہی بنی۔ پیر ہندو اپنے دیوتا کے قد کو پرگہ پڑے۔ اور گرگڑائے روئے۔ یہہ روتے ہی ہے کہ مسلمان جیٹ سیڑھیان لگا۔ کندین ڈال فصیلوں پر چڑھ گئے۔ اور تکیہ کے نعرے مارنے شروع کئے۔ راجپوتوں کا حال یہہ ہی کہ جیسے وہ جلد سرد ہو جاتے ہیں۔ ویسی ہی جلد حرارت

میں بہر آتے مین۔ غرض غیرت سے خون اذکا جوش میں آیا۔ اور مسلمانوں سے ایسا  
 لڑے کہ اونکے پیرو کہ پیر دے۔ مسلمان بہت نقصان اڑھا کر لٹے پیرے مسلمانوں  
 تیسرے روز پیر حملہ کیا۔ اور بہت سافقتان اڑھایا۔ اور جب محمود بڑے زور سے حملہ کیا  
 اور زینر لگا کر فسیل پر لشکر چڑھایا۔ تو مندروا لوٹ اپنی بہادری سے اونکو سر کے بل گرایا  
 اسے خوب معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے مندر کی حمایت میں آخر دم تک لڑنے کو موجود ہیں۔  
 اب اس پاس کے راجہ مندر چھوڑنے کے لہر جو جمع ہوئے تھے اونہوں نے باہر  
 لشکروں کی صفیں آراستہ کیں۔ بججوری محاصرہ چھوڑ کر نئے دشمنوں سے لڑا پر  
 دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی لڑائی تیز و کی تول بہتر۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ  
 کس طرف کا پہلہ بہاری ہے۔ کہ ہندو کی طرف انہں مارہ کاراجہ بہت سی فوج لیکر  
 آ موجود ہوا۔ اب ہندوؤں کا پہلہ بہاری معلوم ہونے لگا۔ اور یہ ہم ہونے لگا  
 کہ لشکر اسلام ضعیف ہو گیا۔ سلطان محمود مضطرب ہوا۔ ایک سناٹے کے عالم میں تھا  
 کہ کچھ کر کیا خدا کہتا ہے۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا۔ اور عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں  
 بعد ازاں گہوڑے پر سوار ہو کر اپنے فوج کے دل بڑھانے لگا۔ سپاہ جوتنے دونوں سلطان  
 محمود کے پارکاب لڑی ہو وہ ایسے وقت میں چھوڑ کر کہاں جاسکتی تھی۔ غرض سب  
 نے یکے ل و جان ہوا اور تکیہ لیکر ایسا قدم بڑھایا۔ کوئی اوسکو روک نہ سکا۔ پانچ ہزار  
 ہندو کو قتل کر ڈالا۔ ہندو بہاگ کر مندر میں گھسنے لگے۔ اور ایسی بہت لشکر اسلام اونکے  
 زمین میں مٹی کی مندر کے سپاہیوں کو بھی بچنے کی امید نہ رہی چار ہزار سپاہی لڑ کر مارے گئے اور کشتیاں  
 کھاکا ہوا لکڑی کے محمود نے اونکو بہاگنے کے واسطے کشتیاں چھوڑیں۔ اونہیں سچے کچھ  
 مارے گئے۔ کچھ جان بچا کر چلے گئے۔ کچھ ڈوب کر مر گئے۔

بعد اس فتح کے محمود مندر کے اندر داخل ہوا۔ اور سونات کی ٹنگ تیسرا ارادی۔ اور  
توڑنے کا حکم دیا۔ تو چاری بیچارے دوڑ کر قانون میں گر پڑے۔ اور عرض کرنے لگو  
اگر جناب عالی اس موت کو نہ توڑیں تو اسکی عوض میں جسقدر روپیہ فرمائیں ہم  
لوگ اسکو نذر دین۔ یہ بات سنکر سلطان نے کچھ تامل کیا۔ اور یہ فرمایا کہ میرے  
نزدیک بت فروش نام پانے سے بت شکن نام پانا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اس چکری  
مورت پر ایک گز ایسا مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ حسب اتفاق اس کے پیٹ میں اسقدر  
ہیرے موتی اور جواہرات پیش ہائے کھلمے کہ اس نذرانہ کی اس کے آگے کچھ اصل تھی۔  
یہ دیکھ کر محمود باغ باغ ہو گیا۔ دو ٹکڑے اس کے دینے بھیج۔ دوعزین کو بھولے۔  
ایک اونین سے جامع مسجد میں اور ایک دیوان عام کے دروازہ پر ڈال دیا۔ کہتے ہیں  
کہ اس مہم میں کم از کم دس کروڑ روپیہ کا مال اسکو ہاتھ آیا ہوگا۔ ایسی غنیمت عمر بھر  
بہنیں لگی تھی۔ انہل وارہہ کا راجہ گندابہ کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ یہ قلعہ سمندر میں  
تھا۔ حسب سمندر کا پانی اتنا۔ تو اس تک رسائی ہوتی۔ محمود نے لشکر بھیجا۔ اس  
قلعہ فتح کر لیا۔ مگر راجہ ہاتھ نہ آیا۔ بعد ان فتوحات کے محمود انہل وارہہ میں آیا۔ اور  
ساری برساتیہ زمین کاٹی۔ اس ملک میں آب و ہوا کی صفائی۔ اور آدمیوں کی  
حسنت اور دل آرائی۔ اور زمین کی شادابی اور پانی کی روانگی کو دیکھ کر یہ خطہ اسکو  
پسند آیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ غرین مسعود کو دیدیجیج۔ اور اپنا بیان جبار الخلافہ بنا۔  
اور سلطنت کو بڑھائے۔ محمود کی اس عالی حوصلگی کو دیکھنا چاہئے کہ وہ سکندر زونق  
بنا چاہتا تھا۔ یہاں رہنے سے یہ مطلب تھا۔ کہ جہاز و نکا بیڑا تیار کرے۔ اور لڑکا  
اور بچہ کو فتح کرے۔ اور وہاں کے سونے اور جواہرات کے قانون سے متمتع ہوا

غرض ان خیالات سے یہاں رہ جانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اس کے مشیروں نے اس سے  
 ڈھیلا کر دیا۔ اوہنوں نے عرض کی کہ خراسان کو کس محنت اور جانکاهی سے حصار  
 کیا۔ اس کو چھوڑنا۔ اور گجرات کو دارالسلطنت مقرر کرنا مصلحت نہیں ہے۔ اس بات  
 کو سلطان نے مان لیا۔ اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ اور فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو منتخب  
 کرو کہ جس کو یہاں مملکت اور حکومت سپرد کر جائیں۔ بہت امیروں نے اس میں مشورہ  
 کیا۔ اور عرض کیا کہ اس ملک میں پہرے مارے آنے کا اتفاق نہ ہوگا۔ یہیں کے کسی  
 شخص کو حاکم مقرر کرنا چاہئے۔ اہالیان سوماترے اس معاملہ میں کچھ گفتگو ہوئی۔  
 اوہنوں نے کہا کہ سب سے اچھا حسب نسب اس ملک میں ذاب شلیمون کا ہے۔ اور  
 اوہنوں سے ایک شخص یہاں ریاضت میں مشغول ہے۔ اگر اس کو یہاں کی سلطنت  
 عنایت کیجئے تو بہتر ہے بعض نے کہا کہ یہ داب شلیم بڑا نڈھوس ہے۔ یہ ریاضت اس کی عصمت  
 بی بی از بے چادری ہے جب اس کو لڑائی جیٹے سے ملک ہاتھ آیا۔ تو یہ سنگ بہرہ  
 ایک اور داب شلیم ہے۔ وہ بہت عاقل اور دانا ہے۔ اور ایک دایر میں حاکم بھی ہے۔ اور  
 اس کی بات مانتے ہیں۔ اگر سلطان اس کے نام فرمان بھیجے تو وہ سرانگہوں سے حاضر ہو  
 وہ یہاں خوب ساج کرے گا۔ اور آپ کا خراج اور بلج ادا کرے گا۔ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ  
 کسی ملک کے حاکم کو یہاں بلا کر اجا بنانا مناسب نہیں۔ داب شلیم متراض ہی کو یہاں  
 کا پادشاہ بنا دیا۔ اس داب شلیم نے عرض کی کہ ایک داب شلیم میر دشمن ہے۔ جو وقت حضور  
 یہاں سے تشریف فرما ہوئے وہ مجھے دبا کر ملک چھین لے گا۔ اس کو بہتر ہے کہ اس کو میر  
 حوالہ کیجئے۔ سلطان نے اس داب شلیم کا ملکا لے لیا۔ پہلے یہاں دستور تھا کہ پادشاہ کو مارا  
 مارتے تھے۔ بلکہ اپنے تخت کے نیچے نہایت تنگ اور تاریک گہر بنا تے۔ اور اس کے اندر



ایک سولخ رکھتو۔ اسی میں سے دانہ پانی راجاؤں کو قید کر کے دیتے۔ اب تک یہہ مکان تیار نہ تھا۔ اسلئے دابلیم تراض نے عرض کی کہ دوسرے دابلیم کو آپ ہمراہ لیجائے اور حب میں مانگوں تو اسے سیر حوالہ کیجئے۔ مگر خدا کی قدرت جب یہہ دابلیم غرنی سے گجرات کو آیا تو دابلیم تراض اندھا ہو گیا تھا۔ اسلئے وہی قیدی گجرات کا راجہ ہوا۔ اور جو گہراو کے قید کرنے کے لٹو بنایا تھا اس میں یہہ دابلیم تراض قید ہوا۔ سچ ہے چاہ کن راجہ درپیش۔

اب جیسا اس ملک میں آنا دشوار تھا ایسا ہی لٹا جانا مشکل تھا۔ جس راہ سے آیا تھا۔ وہاں احمیر اور انہل واڑہ کے راجاؤں کی فوجیں مکین میں بیٹھی تھیں۔ سلطان کو فوج نے کیسے کچھ مصائب اٹھائے تھے۔ اور کیا کڑائیاں لڑی تھیں۔ اس سبب وہ کم ہو گئی تھی۔ سلطان خنک کرنی مصلحت نہ جانتا تھا۔ اسلئے وہ اس راہ سے نہ گیا جس راہ سے آیا تھا۔ بلکہ بیابان اور گستان سندھ کو راہ اختیار کی۔ اور ملتان جانے کا قصد کیا۔ راہبر ساتھ لے گئے۔ مگر راہ برنے راہ نہ بتائی۔ بلکہ راہ سے بے راہ

اور گمراہ کیا۔ اور ایسی راہ پر ڈال دیا جہاں پانی کا پتہ نہ تھا۔ جب ات دن سفر ہوا۔ اور پانی نہ ملا۔ تو ایک تلامی سارے لشکر میں پڑ گئی۔ راہ بر سے پوچھا کہ پانی کہاں ملے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں سومات کا فدا می ہوں۔ تجھے اور تیرے لشکر کو کچھ جگہ لایا ہوں کہ بن پانی ماروں۔ سلطان نے غضب میں آکر اسکو وہیں مار ڈالا۔ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتا تھا کہ مرخان آبی نظر آئے۔ اسے یقین ہوا کہ جہاں یہہ جانور ہوں وہاں پانی ضرور ہوگا۔ غرض اگلے ایک چشمہ کا پتہ مشکل سے ملا۔ اس عرصہ میں بہت سی آدمی مر گئے۔ کچھ دیوانے ہو گئے۔ راہ کی مصیبتوں کی بیان

کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیو۔ خلاصہ یہ کہ بلقان کی راہ سے سلطان غزنین میں پہنچ گیا۔ اور اسی سال میں خلیفہ القادر ابید عباسی نے اس کو لقب کہف الدولت والا سلام عطا فرمایا۔ اب اس مہم میں یہ بائین قابل غور ہے کہ میں۔ اول گنجاہ جسٹین راجہ تہل وارہ کا جاکر جیسا کیا مقام ہے۔ فارسی تاریخوں میں اس کے نام مختلف طرح لکھے ہیں مگر غالباً وہ کہانڈ وار کاٹھیاواڑ میں ہے۔ دوم سومات کی تحقیقات جو تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ وہ مرکب سوم اور نات ہے۔ اور سوم نام پادشاہ کا ہے جسے اسے بنایا تھا۔ اور نات اس بت کا نام ہے۔ یہ دونوں علم بلگرام بت اور بتخانہ اور شہر کا ہو گیا ہے۔ اور نات کے معنی ہندی میں بزرگ کے ہیں۔ اسے قیاس جگنا تہہ ریکارڈ۔ مگر یہ اس کو غلطی ہے۔ اصل یہ ہے کہ سنسکرت میں سوم چاند کو کہتے ہیں۔ مہادیو کی پرستش اس سوم نات کے نام سے ہی کی جاتی ہے۔ اسلئے اس کو سومات کہتے تھے۔ چاند کی پہلی اور چودھویں تاریخ کو اس کا اشنان بڑے دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ شاید اسلئے اس کو سومات کہتے تھے۔ پہلے مورخان نے کچھ اس بت کے اعضاء اور خط وخال نہیں بیان کئے۔ وہ لنگ کی شکل تھا۔ اوسٹین لکھناک کچھ تہو لنگ ہوس ہوتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورخ کا لکھناک تہرے ناک لڑائی۔ اور گزر سے پیٹ کو توڑا۔ اوسٹین سے جواہرات نگلے غلط ہے۔ بلکہ فیضی جی کا لکھنا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے سر اور پیرونگم پر سونے کی پوشش اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

غرض اس سومات کی تحقیقات اور سومات کے مدارجہ کے کثیر کر لیجانے کے باب میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان کی گنجائش اس مختصر میں نہیں ہے۔

سترہویں مہم

۱) ... بعد ان تکالیف کے ہی سلطان محمود کو چین نصیب نہوا۔ اور ایک دفعہ ہندوستان میں آکر پڑا۔ سومات سے جب آپس آتا تھا۔ تو سپاہ محمود کے تکلیف سنان اور مزاحم جود کے جاٹ ہوئے تھے۔ وہ بہت سی فوج لیکر دکن کی طرف گیا۔ اور ایک بیڑہ چودہ سو کشتیوں کا بنوایا۔ اور کشتی میں تین شاخ آہنیں لگائیں دو ادھر اور دہر اور ایک پیشانی پر غرض یہ کشتیاں ایسی بنیں کہ جو کوئی اونکے سامنے آئے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ کشتی میں تیس تیر انداز تھے اور ان پاس تیر اور فقط اور قاروہ موجود تھے اس بیڑے میں سوار ہو کر جاٹوں پر حملہ کیا۔ جاٹوں نے اس بیڑہ کی خبر پا کر ان جزیروں میں پناہ لی جو دیار الگ چھوٹے چھوٹے دھاروں سے بن گئے تھے۔ اور وہ دھاریں پایاب نہ تھیں۔ اور انکے ذریعہ سے جزیروں میں آمد رفت اور دشمن کے صدمہ سے بچنا آسان تھا۔ جاٹوں نے بھی بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ ہزار کشتیاں تیار کرائیں۔ اور خوب مسلح ہو کر اوغین مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اب یہ دونوں بیڑے آپس میں خوب لڑے۔ جو کشتی جاٹوں کی تھی۔ محمود کی کشتی پاس آتے تھی۔ وہ ان آہنیں شاخوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھیں۔ بہت سر جاٹ ڈوب کر مر گئے۔ اور بعض تلواروں کے نیچے آئے۔ اب فتح سلطان وہاں پہنچی۔ جہاں انکے اہل خیال چپے تھے۔ اور ان سب کو قید کر لیا۔ بعد اس فتح کے سلطان غزنیں کو پیر آیا۔

اب محققین تاریخ اسمین شبہ نہیں کرتے کہ سلطان محمود جاٹوں سے لڑنے آیا۔ کیونکہ لاہور کی سلطنت بگڑنے پر یہ جات ضرور تہرہ ہوئے ہونگے۔ اور زور پکڑ کر لوٹ مار شروع کی ہوگی۔ بلکہ ایک فقرہ کامل تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کی بہت

منصورہ پر چڑھ گیا۔ اور وہاں رئیس کو مجبور اس امر پر کیا کہ اپنے مذہب کے اختلاف کرے۔ مگر یہ تحقیق نہیں  
 کہ وہ بہار و غنیمتیں بائیں کہاں تک پہلے ہوئے تھے۔ غالباً اوکھا ماوالمجاویہ سلسلہ سواروں  
 کا ہوگا جو ملک کا مشہور شاہد وہ سو شمال و مشرق میں اڑہ پہل گئے ہونگے۔ جو مقابلہ و جنگ  
 محمود کیا۔ اسی معلوم ہوتا کہ بڑی جھڑپ ہوئی تھی۔ اس بڑے یکے بائیں بہت گھٹلاؤ در شبیر  
 معقین کی نہیں۔ کوئی کہتا ہے دیا ایسا وسیع تھا کہ یہ بھر سکتے۔ کوئی کہتا ہے اس قدر تیر و خوار و جمع  
 ممکن تھا ایک بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ محمود نے کجرات سے راجستھان کی طرف بڑھنا اور مصیبتیں اٹھانی  
 تھیں۔ مگر اس وقت اس کی دیر اندہ سے کیوں ناکہ نہ اٹھایا۔ اور اسی اپنی مصیبتوں کو کم کیا۔ اگر وہ  
 ایسا بڑا قوت و ثبات تو بہت کامل تھا۔ اور یہ یہ بھی تھا کہ محمود اس سے دو انتہا محمد بن قاسم کی مہم  
 اور افغانوں کی فریب و غرور کو معلوم ہوگا۔ سلجوقیوں اور ایران کا فتح کرنا  
 عرض یہ آخر ہم سلطان محمود کے دل و کھانہ پر ہی۔ پھر سلجوقی قوم سے اٹھارہ۔ یہ ایک قوم  
 ترک کی تھی۔ عرض یہ قوم کو اس پر اطاعت پر مجبور کیا۔ اور ان کی کشتی کا بالکل سر کاٹا۔ اور  
 پھر ایران کو فتح کیا۔ یہ فتح عظیم اسکو ایسی نصیب ہوئی کہ اس کا تیر اقبال پر راج پر پہنچ گیا۔  
 سلطان محمود کی وفات

(۳۳) ۲۳ ربیع الاول ۶۲۲ھ بمطابق ۲۹ مارچ ۱۲۲۵ء کو ۶۳ برس کی عمر میں ۳۳ برس  
 سلطنت کے بعد چاند عمر میں رہا۔ مرض ایسا زور پکڑا کہ زندگی کی آس نہ رہی۔ مرنے سے پہلے  
 حکم دیا کہ سارے جو اسے غلامی اور دلاؤ کے خزانے یا بلا کر سجاؤ جو بوقت ایک صدیقین شامبائے کو نیچے  
 یہ نفاس چائے گئے۔ وہ ایک چمن معلوم ہوتا تھا۔ اسکا محمود جو اقبال کے گھر پر پیشہ واریت تھا۔  
 ایک لکھی میں اٹھو بیجان یا چہرہ برمدنی کن ندی چھائی ہوئی تھی۔ چاروں کان سلطنت ایک ستون کے  
 عالم میں کھڑی تھی محمود نے غرور و ظفر و خنجر کو بیکٹا تھا۔ اور سوا میں ہر تانتا اور دانتا بعد از ان حکم دیا

کہ اہل بلبل سے اس پان تارنی اور فیل خانہ سے فیلان کو پیکر اور شتر خانہ سے شتران قوی کر  
 منگائیں جائیں۔ یہ سبھی صبح ہو لو انہیں ایک طلسم کا عالم دکھا رہے تھے۔ انکو یہی دیکھ کر  
 کرار زار رویا۔ مگر حیف ہے کہ اسوقت ایک پسیا ہاتھ اٹھا کر کسی کو نہ دیا۔

حکایات و حبیثے محمود کی حصلت اور عادت اور انتظام مملکت سے  
 متعلق ہیں

آخر عمر میں سلطان کو خبر ہوئی کہ ایک شخص منشا پور میں دولت رکھتا ہے۔ اسکو  
 حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوا۔ تو سلطان نے فرمایا کہ مجھے خبر لگی ہے  
 کہ تو ملاحدہ اور قرامطہ میں سے ہو۔ اسنے جواب دیا کہ میں تلخہ ہوں نہ قرامطی ہوں۔  
 یہ وہ دو عیب ہیں مگر ایک بڑا بیماری عیب یہ ہے کہ میں دولت مند ہوں جو کچھ میرے  
 پاس ہو وہ ضرور لے لیں۔ مگر مجھے بدنام نہ کریں۔ سارا مال اور سکا لیکر فرمان اس کے اٹھا کر  
 ہونے کا سلطان نے لکھ دیا۔

ایک دفعہ سلطان پاس ایک دعا خواہ آیا۔ اسپر اتفاقات فرما کر حال پوچھا وہ بکا لیکر حال اس  
 مجلس میں کہنے کے قابل نہیں۔ خلوت میں چلے تو عرض کروں۔ اسوقت سلطان  
 خلوت میں لے گیا۔ وہاں عرض کی کہ اپکا خواہر زادہ میری بی بی کے پاس آتا ہے۔ اور اس  
 بہر رہتا ہے۔ اور مجھے مار کر نکال دیتا ہے۔ اسکا انصاف آپ کے اعیان دولت سے  
 چاہا۔ مگر کسی نے کچھ نہ سنا۔ اب آپ انصاف کیجیو۔ نہیں خدا انصاف کرنے والا ہے۔

اس کہنے سے سلطان کو رونا آگیا۔ اسنے کہا کہ تو نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا۔ اسنے  
 عرض کیا کہ بھلا میرے تیمن بیان کون آنے دیتا ہے۔ آج ہی معلوم نہیں کہ کیا اتفاق  
 ہے کہ میں حضور تک پہنچ گیا۔ سلطان نے فرمایا کہ جو وقت وہ شخص تیرے گہر میں

آئے۔ مجھے اطلاع کر۔ اور اسکو اطلاع کرنے کا طور یہی بتلادیا۔ عرض تیسرے روز دو دو چار  
 پیر کرایا۔ محمود تلوار کا ہتھ مین لے اور اسکے ساتھ ہوا۔ اور مکان پر اسکے پوچھا۔ دونو سیاہ کار  
 کو موتے پایا۔ اور چراغ گل کرایا۔ اور ایک تلوار کا ہتھ اوس مرد پر ایسا لگایا۔ کہ قصہ پاک  
 ہوا۔ پیر اسکا منہ دیکھ کر خدا کا شکر بجالایا۔ اور پانی مانگا۔ اور خوب ڈگڈگاکر پیا۔ اور  
 اولٹا چلا۔ اوس شخص سے کہا کہ تم آرام سے سو۔ اوس آدمی نے چراغ بچھانے اور پانی  
 مانگنے کا سبب پوچھا۔ اوس پر فرمایا کہ چراغ گل کرنے کا سبب یہ تھا۔ کہ اسکا منہ دیکھنے  
 سے محبت کا خون جوش نہ کڑے۔ اور پانی مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جو وقت سے یہ  
 بات میں نے سنی تھی تم کہانی تھی کہ جب تک اس ظلم کو دور نہ کرنا کہنا یا میں مجھے حرام  
 ہے۔ تین روز تک اسی انتظار میں بسر ہوئے۔ اب تو آیا۔ اور شر و فساد دور ہوا۔ پیار  
 کی شدت تھی اسکو بچھایا۔

عراق کی فتح پر پتھوڑا عرصہ گذر تا کہ وہاں کے شرقی بیابان میں ایک قافلہ سوداگروں  
 کا لٹ گیا۔ ایک عورت روتی دھوتی فریاد لیکر محمود پاس آئی کہ میرا بیٹا مارا گیا۔ اور  
 سب اسباب ال غارت ہوا۔ یہ فریاد سنکر محمود نے فرمایا کہ ملک دور دراز ہے۔ اسکا  
 انتظام دشوار اور مشکل ہے۔ عورت نے دل کڑا کر کہ یہ کہا کہ جب تجیسے دور کے ملکوں  
 کا نظم و نسق نہیں ہو سکتا تو پھر کیوں ملکوں کو فتح کرتے ہے۔ اس بات کو خوب یاد رکھو  
 کہ انکی حفاظت اور حراست کی جوابدہی تیرے ذمہ ہوگی۔ اس لعنت لامت سحر  
 محمود نادم ہوا۔ عورت کو بہت کچھ بے دلا کر راضی اور رخصت کیا۔ اور آئندہ ایسا انتظام  
 کیا کہ قافلہ کا ٹٹا موقوف ہوا۔

محمود کی سپاہ

اوسکی سپاہ میں ترکی تاتاری عربی ایرانی ہندی سب قوموں میں سے لازم  
 تھے۔ اسلئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان قوموں کا مختصر حال بیان کیا جائے۔ ترکی غرینین  
 میں فتح محمد ہو کر نہیں آئے۔ بلکہ نوٹدی غلام بنگر آئے۔ مگر انہوں نے اپنی وفاداری  
 اور ایمانداری اور جواغردی ایسی دکھائی۔ کہ معتد کاموں میں مقرر ہونے لگو۔ اور ایک  
 اعتماد کا سبب اور یہی تھا۔ کہ وہ کچھ اس ملک سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ بیگانہ تھے۔  
 تاتاری اور اہل عرب خانہ بدوش اور سپاہی ہونے میں برابر تھے۔ مگر تاتاریوں کا داغ  
 اہل عرب کا سا بلند تھا۔ وہ سپاہیانہ کاموں سے مناسبت رکھتے تھے۔ علم میں فہم و  
 ذکاوت کا لکھتے تھے۔ اہل عرب نے دین اور قانون اور علم اور حکمت کے صورتوں کو بدل  
 دیا۔ اور بہت کچھ اوس میں بڑایا۔ مگر اہل تاتاری نے ان کاموں میں سے ایک کام نہیں  
 کیا۔ وہ جواغردی ہر سامے سپاہی تھے۔ اہل ایران کے تھے۔ اونہیں چالاکی  
 تاتاریوں کی سی تیز فہمی اہل عرب کی سی تھی۔ فن فریب ہندوستان کا تھا۔  
 یہ سب باتیں اونکی ذات میں ایسی جمع ہوئی تھیں۔ کہ وہ ملکی کاموں میں سب سے  
 سبقت لیگئے۔ محمود غزنوی کے جود و بڑے وزیر ابوالعباس اور حسن میمنڈی تھے۔  
 یہ دونو ایرانی تھے۔ یہ ایرانیوں کی اسادی تھی کہ مسلمانوں میں اونکی زبان نے رواج  
 پایا۔ اور ہندوستان میں دربار کی وہی زبان مقرر ہوئی۔ جو ہندی سپاہ تھی۔  
 اوسنے بعد انتقال سلطان محمود کے معر کے اچھے مسلمانوں کی طرف ہو کر گئے۔

### محمود کا علمی شوق اور فردوسی شاہنا

باوجود اس سپاہی ہونے کے محمود کو علوم اور فنون کا بڑا شوق تھا۔ اس خوبی میں  
 کوئی پادشاہ اوسے سبقت نہیں لیگیا۔ سب کاموں میں کفایت شعار تھا۔ مگر نہ ہر

مین کتاد دست ایک عظیم الشان اوسنے دارالعلوم بنوایا۔ اور اوسمین بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ ایک لاکھ روپیہ دسکا سالیانہ خرچ تھا۔ وہ عالموں کے وظیفہ و پیشن مین صرف ہوتا تھا۔ ایک عجائب خانہ بھی بنایا۔ جسمین ہمارے عالم کے عجائبات جمع کئے تھے۔ یہ اوسکی قدردانی اور جوہر شناسی کا نتیجہ تھا کہ چاروں طرف سے گیارہ روزگار اوسکے دربار مین آج موجود ہوئے۔ اوسکے دربار کے بڑے شاعر یہ تھے۔ حصائری رازی۔ استاد اسدی طوسی۔ مینوچیر بلخی۔ حکیم حضری۔ عسجدی۔ فرخی۔ دقیقی۔ قصبی شاعر نے سلطان محمود کے عہد مین شاہنامہ کی ابتدا کی۔ اور دوسرا شعر کہے تھے۔ یہ اس کتاب کو فردوسی نے تمام کیا۔ فردوسی و سکر زمانہ کا بڑا شاعر تھا۔ یہ شاعر بے مثال طوس مین جو خراسان کا ایک شہر ہے۔ شہ ۹۰۰ کے قریب پیدا ہوا۔ اوسکا باپ حاکم طوس کا باغباں تھا۔ اسی مناسبت سے اوسنے اپنا تخلص فردوسی رکھا تھا۔ یزدجرد خانہ لکھنؤ ساسانی کے اخیر بادشاہ فارس نے تمام ایران کے پادشاہوں کا حال کیو مرث کے زمانہ شمس نے کی تحت نشینی تک بڑی تحقیق اور تلاش سے جمع کیا تھا۔ اور اوسکا خلاصہ ہو کر ایک کتاب مہوم بہ پاکستان نامہ تیار ہوئی تھی۔ جب اہل اسلام فارس کی سلطنت پر قابض ہوئی۔ تو یہ کتاب یزدجرد کے کتاب خانہ مین اوسکے ہاتھ آئی۔ اور اوسکے سلطنت مین باقی تمام پادشاہوں کا حال یزدجرد کے زمانہ تک اوسمین مندرج تھا۔ دقیقی نے اس کتاب کو نظم مین لکھنا شروع کیا تھا۔ اور دوسرا شعر کہے تھے۔ کہ غلام نے اوکو مار ڈالا۔ جب اسکا چرچا محمود نے سنا تو اوسنے اس کتاب کو نظم مین لکھنے کا حکم دیا۔ کچھ کچھ شعر سب ہی شعرا دربار کہہ کر لائے۔ مگر سب مین فردوسی فائق معلوم ہوا۔ اسلئے یہ کام اوسکے سپرد ہوا۔ تیس برس کی محنت مین اس کام کو تمام کیا۔ اور



سلطان کے دربار پیش کیا۔ سلطان کے دل پر اسکی ساری خوبیاں منقش تھیں اور وہ یہ خوب جانتا تھا کہ یہی کتاب میرے زمانہ کو ہمیشہ یاد دلایا کرے گی۔ حکم ہوا کہ ساٹھ ہزار دینار صلہ میں سیچے جائیں۔ مگر ایاز کو فردوسی سے کچھ شک تھا۔ اسنے ساٹھ ہزار درم بچوائے۔ جب یہ درم پہنچے تو فردوسی حمام میں نہا رہا تھا۔ ان دنوں کو دیکھ کر اساد رہم ہوا۔ کہ میں ہزار حمامی کو اور میں ہزار قناعی کو لینے پوزہ فروش کو اور میں ہزار لانے والے غلام کو دیدے اوکھا کہ سلطان کو معلوم ہو جائیگا کہ میں نے یہ تیس برس تک خون جگر ان سفید درمون کے واسطے بہنیں کھایا۔ جب یہ خبر سلطان کو معلوم ہوئی۔ اپاز پر بہت خفا ہوا۔ مگر ایاز نے فردوسی کو گستاخی اور برائی کا مجھ ٹھہرایا۔ اور پادشاہ سے باہمی کے پیر کے نیچے کچلوانے کا حکم دلایا۔ مگر فردوس نے ایک قصیدہ ملح پڑھ کر جان کو بچایا۔ راتوں رات غرین سے بہاگا۔ اور ساٹھ میں ایک ہجو یلیح پادشاہ کی زیادہ کی۔ پیچھے اصل حال محمود کو معلوم ہوا۔ ساٹھ ہزار دینار بچوائے۔ مگر شرفردوسی کی روح کو پہلے ہی قبض کر چکا تھا۔ ایک ذرا سی بات میں کیا سے کیا ہوا۔ شاہنامہ کیا محمود کی سلطنت کا یادگار رہتا۔ یا اب دستور وہ برائیاں محمود کی ظاہر ہوتی ہیں۔ جو کسی طرح آشکار نہوئیں۔ اور تاریخوں میں نہ لکھی جاتیں۔ ابوریحان اسکے دربار میں دوسرا بوطی سینا سمجھا جاتا تھا۔ بڑا عالم فاضل تھا۔ علم نجوم میں یدِ طولی رکھتا تھا۔ بعض حکایتیں اسکے مشہور ہیں۔ افسوس ہے کہ اس نجوم کے غلط سے محمود کا دربار عالی ہی خالی تھا

### محمود کی صورت

..... محمود متوسط اندام تھا۔ اعضا اسکے مناسب تھے۔ .....

- ورزش بہت کرتا تھا۔ مگر چھپنے اور سکے چہرہ کو ایسا کہا یا تھا کہ ایک دن وہ اپنے  
 میں اپنے چہرہ کو دیکھ کر شرمزدہ اور فسرہ ہوا۔ اور وزیر سے کہنے لگا۔ کہ کہتے ہیں شاید  
 کے دیکھنے سے نور بصر زیادہ ہوتا ہے۔ مگر میری صورت ایسی ہے کہ جس سے دیکھنے والوں  
 کو ضرر پہونچے گا۔ وزیر نے عرض کی کہ آپ کی صورت تو ہزاروں میں ایک ہی بہتر  
 دیکھنے کا۔ مگر سیرت پسندہ کو سب دیکھنے کے۔ ایسی حسن سیرت پیدا کیجئے کہ جس پر سارے  
 خلق مفتون اور شیدا ہو۔ اس کلام نے وہ تاثیر محمود پر کی کہ اس نے صورت کی رشتی  
 کو سیرت کی خوبی سے ڈھاک دیا۔

محمود کی افعال اور اعمال کے نتائج اور اسکی عادات اور خصال  
 کا سمجھنا

ہندوستان سے جو حال محمود کا تعلق کہتا اور اسکو بالتفصیل اور بانی کو بالا جال خیم  
 بیان کر دیا ہے۔ اب غالب علم غور کر کے اسکی برائیاں اور بھلائیوں اور اسکی اعمال اور  
 افعال سے سمجھیں۔ جو ہمارے سمجھ میں آتا ہے وہ بیان کرتے ہیں۔  
 اول سلطان محمود اپنے وقت کا برا شان و شوکت اور جاہ و جلال کا پادشاہ تھا۔  
 اہل اسلام میں وہ ہمیشہ سلطان عظیم سمجھا جاتا تھا۔ کیسا جوانمرد اور شجاع کہ جب دشمن پر  
 فوج لیکر چڑھتا۔ دریا کی طرح نشیب و فراز نہ دیکھتا۔ دشمن پر برابر پانی بہہ رہا چلا  
 جاتا۔ کیسا منتظم اور الواعزم تھا کہ کیسے کیسے لشکر دن کو اور صحران سے نکال کر لگیا  
 جہان پانی کا پتا اور گہاس کا پتا نہ تھا۔ کہاں سے کہاں گیا۔ کیا کیا ارادے کئے  
 سلطنت اسکی ایسی وسیع کہ جسکی شرقی اور غربی سرحدیں دجلہ اور گنگا اور شمال اور  
 جنوبی حدیں تاتار اور بحر ہند۔ کیسا مدبر کہ کتنی ہی دور دار السلطنت سے چلا جاتا مگر

انتظام ملکی میں بال برابر خلل نہ آتا۔ گو بعض محقق یہ کہیں کہ اس وقت ملکوں کا خود  
حال ایسا ہو رہا تھا کہ سلطنت کا اتنا بڑا لینا کمال نہ تھا۔ مگر محمود کے صاحب کمال اچھ  
میں کسی کو گفتگو نہیں ہے۔ دولت مند ایسا کہ شاید دوسرے پادشاہ پاس اس قدر دولت  
ہوگی۔ جو وقت اس نے سنا کہ امیر نوح سامانی پاس سات رطل جواہر تھے۔ تو اس وقت  
یہ کہہ کہ خدا کی عزت میرے پاس سات سو رطل جواہر تھے کے ہیں۔

دوم اگرچہ اسکو مندرون اور توجکے ٹوڑنے پھوڑنے کا بڑا شوق تھا۔ مگر اصلی کام  
جو اسلام کا ہے کہ ہندوؤں کو مسلمان بنانا وہ دشمن نہ تھا۔ کہیں تاریخ سے یہ نہیں  
معلوم ہوتا کہ اس نے اشاعت اسلام اور دعوت اسلام میں ہمت صرف کبھی کبھار  
میں اتنے دنوں تک پڑا رہا۔ مگر ایک ہندو کو مسلمان نہ بنایا۔ اسکا طریقہ محمد بن  
قاسم کا سا تھا۔ کہ ہندوؤں کو مسلمان ہونے کو کہتا۔ پھر جہاد کرتا۔ غرض محمود  
ان مسلمانوں میں نہیں شمار ہو سکتا۔ کہ جنہوں نے علم اسلام بلند کیا ہو۔ اہل  
یورپ اس پر الزام تعصب مذہبی کا حق لگاتے ہیں۔ محمود دیندار مسلمان تھا لہٰذا  
اوجہاد فقط غنیمت کے لئے کرتا۔ جہاں اسکو دولت ملگئی۔ پھر اسکو کچھ پرواہ  
کسی بات کی نہ تھی۔ اگر وہ بالاستقلال کسی صوبہ پر ہندوستان کے قبضہ کرتا۔  
تو اس کے ہاتھ تو ایسی غنیمت تو نہ آتی مگر اسلام کے حق میں زیادہ فائدہ مند ہوتا۔  
تسوم اس نے اسلام کو ایسی ہیبت ناک شکل میں دکھایا۔ کہ ہندوؤں کو اسکی طرف  
عزت نہ پیدا ہوئی بلکہ نفرت زیادہ ہو گئی۔ اور پھر انکا اسلام میں لانا زیادہ مشکل  
ہو گیا۔

چہارم اہل یورپ جیسا اس کے ذمہ تعصب مذہبی کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ ایسی

ایشیادالے او سکی بعض حرکات سے حرص ہونے کی ہمت دہرتے ہیں۔ اور یہ شکار  
او سکی شان میں پڑتے ہیں۔

نبودشن فضل سخاوت شرف نگہداشتے دربان صدف  
خزائن بے داشت پراز گہر و لے زان نشد مفلس ہرور  
مرتے وقت سب نقد و ضن کو دیکھا۔ مگر ایک پیا ہاتھ سے نہ نکلا۔ مگر یہ الزام ہی  
پہلے الزام کی طرح بجا معلوم ہوتا ہے۔ او سکے دربار میں اسقدر فضلاء و علماء و شعراء و علما  
جمع ہوئے تھے۔ اور او سکے خوان مکرمت سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ کسی اور پادشاہ کو  
یہ بات کم نصیب ہوئی ہوگی۔ غرض جیسا کہ وہ دولت کے پیدا کرنے میں ہوشیار  
ہوا۔ او سکے خرچ کرنے میں کفایت شعار تھا۔ نہ فضول خرچ تھا۔ نہ مسک تھا۔  
مگر یہ عیب اس میں ضرور تھا کہ وہ اپنے عمدہ کاموں میں دولت کی حرص کو ایسا شامل  
کر دیتا تھا۔ کہ وہ کام اچھا ہی برا معلوم ہوتا تھا۔ او سکے سارے جہاد اور اڑائیاں یہ  
معلوم ہوتے ہیں کہ فقط دولت جمع کرنے کے لئے بہتین۔

پنجم کہیں مصیبت او سپر بہنیں پڑی اور کوئی لڑائی ایسی بہنیں لڑا۔ حسین او سنے  
خدا کی درگاہ میں سجدہ کر کے دعا نہ مانگی ہو۔ اور اپنے فوج پر سلامتی اور خدا  
کے رحمت بچا ہے ہو۔ وہ فقرا اور گوشہ نشینوں کا بڑا معتقد تھا۔ خلیفہ  
وقت کی ہمیشہ تاجداری کرتا تھا۔ باوجود اس حشمت اور شوکت کے خلیفہ قادر بالہ  
نے جو خطاب دے دیا تھا۔ او سکو اپنا فخر سمجھتا تھا۔ غرض اس سے معلوم ہوتا ہے  
کہ وہ پکا مسلمان تھا۔ مگر بعض مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ او سکو دوشبہ عامہ ہو  
اول یہ کہ میں امیر سلطین کا بیٹا ہوں یا بہنیں۔ خیر اسکی اصل تو کچھ ہو سکتی ہے

کیونکہ وہ مالکی طرف سے داغدار تھا۔ اوسکی زابلستان کے کسی امیر کی بیٹی تھی۔ اوسکے منکوحہ وغیرہ منکوحہ ہونے میں اشتباہ ہے۔ مگر دوسرے یہ شبہ کہ قیامت ہوگی یا نہیں اس شبہ کے سبب لوگ اوسے متنفر ہونے لگے۔ تو اوسنے یہ کہا کہ پیغمبر خدا نے خواب میں اگر میرے دونوں شبہ رفع کر دیئے ہیں۔

ششم سارے محمود کے حال میں کہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی نیا قانون اور آئین اور دستور جدید ایجاد کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا دماغ اس کام سے مناسبت نہ رکھتا تھا۔ یا وہ شرع کو کافی سمجھتا تھا۔ مگر اوسکو انتظام کرنا خوب آتا تھا۔ عراق کی عورت کی حکایت دیکھ لو۔

ہفتم اپنی سپاہ میں بدکاری کو راہ نہ دیتا تھا۔ اوسخت منتظم اس کام میں تھا۔ اور قواعد اور قوانین سپاہ کی بڑی رعایت کرتا تھا۔ پہلے کی قتل کرنے کی حکایت سے یہ بات ثابت ہے۔

ہشتم اوسکو علم کا بڑا شوق تھا۔ یہی سبب اصل اوسکی ناموری کا تھا۔ اس عمدہ صفت کے سبب وہ فخر اسلام شمار ہوتا ہے۔ اور اوروں میں یہی اوسکو مانتی ہیں۔ غرض یہی اوسکے اصل فخر اور عزت کا سبب تھا۔ عمارات کا بھی شوق رکھتا تھا۔ یہہ شوق تہرا اور قنوج کی عمارتوں کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ ایک مسجد اوسنے غرغین میں بنوائی۔ ساری سنگ باسی اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ اور السیر خوب صورت تھی کہ لوگ اوسے دیکھ کر تعجب و تعظیم کرتے تھے اور بے اختیار اوسکو عروس فلک کہتے تھے۔ یہہ پادشاہ کا شوق ایسا تھا کہ اوپر اوسنے یہی اوسکی تقلید کر کے غرغین میں وہ عمارتیں بنوائیں کہ وہ سارے ایشیائے شہروں پر

سبقت لے گیا۔

نہم محمود خوش اخلاق بڑا تھا۔ اور اپنے رفقا اور ملازمین سے بہت اچھی طرح پیش آتا تھا۔ حسین غلاموں کا شوقین تھا۔ محمود کا غلام ایاز مشہور ہے۔ جسکی حکایتیں بہت سی زبان زد خلائق ہیں۔ کوئی بات اوسمیں ایسی نہیں کہ جس سے اوسکو غلام کہہ سکیں جو کوئی شخص اوسکے ہاتھ سے لڑائی میں مارا جاتا مارا جاتا۔ مگر چھپے وہ کسی کی جان نہ لیتا۔ اور نہ اوسکے دربار میں وہ ظلم ہوتے جو اور ایشیا کے بڑے پادشاہوں کا ہو کرتے ہیں۔ باعنی عفو و تقصیر کے بعد یہی جو بغاوت کرتے اونکو سوار قید کے اور کوئی سزا نہ ملتی۔ اب ہم اس پادشاہ کا حال ختم کرتے ہیں۔

### سلطان محمد کا بیان

جب محمود اس دنیا کے تخت سے اہٹ گیا۔ تو اوسکے تخت سلطنت کے دو عہدوار محمد اور مسعود کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں بہائی ایک ہی دن سلطان کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ اسوقت امیر محمد گورکان میں۔ اور امیر مسعود صفا ہاں میں تھا۔ سلطان محمود کی وصیت کے موافق امیر محمد غزنین میں بلا کر تخت پر بٹھایا گیا۔ سلطان محمد نیک مزاج تھا مگر مسعود جو انداز و مدار و عاقل اور منتظم تھا اور تخت اور تاج کے لائق وہی تھا۔ باپ سے ہمیشہ کڑی کڑی باتیں کیا کرتا تھا۔ اسلئے باپنا پناض تھا۔ اور امیر محمد کے ہند کے سبب خوش تھا۔ اسلئے وصیت باپ نے تخت نشینی کے لڑ امیر محمد کے واسطے کی اگرچہ سلطان محمد نے امر کی حق میں فیاضی کی۔ مگر یہی امیر اور سپاہ امیر مسعود سے زیادہ راضی تھے۔ وہ اس پاس بہاگ بہاگ جانے شروع ہوئے۔ اونکے نواسے میں یہ بچا سوانح بن محمد کی وفات کا تھا۔ کہ ساوندرا سا اور ہندوؤں کو سلطان

محمد نے سہیا۔ اور کچھ تھوڑے دور جا کر لڑائی شروع ہوئی۔ حسین ساوند رنج اور بہت سے  
ہندو مارے گئے۔ مگر مخالفین کو بھی ادھنوں نے گزند عظیم پہنچایا۔ امیر مسعود کو ہمدان میں  
خبر پہنچی۔ تو وہ خراسان میں آیا۔ اور بہائی کو اس مضمون کا خط لکھا کہ جو ملک باپ نے  
تجھ کو دیدیا۔ اسکی طمع مجھ کو نہیں ہے۔ جو ملک بلاد جبال اور طبرستان اور عراق  
کامین نے اپنی روز شمیر سے لیا ہے وہی میرے لئے کافی ہے۔ پس میرا نام اول خطبہ  
میں پڑھنا چاہئے۔ امیر محمد نے سخت جواب اسکا لکھا۔ غرض دونو بہائی لڑائی پر  
آباد ہوئے۔ امیر دن نے اگرچہ چاہا کہ بیچ بچاؤ ہو جائے۔ مگر ہوا۔ بڑے بڑے امیر  
سپاہ میں لیکر سلطان محمد کو چھوڑ کر امیر مسعود پاس چلی گئے۔ اور سلطان محمد کو پکڑ کر امیر  
مسعود کے حوالہ کیا۔ اسنے بہائی کو اندھا کر کے قید کر دیا۔ پنج مہینہ کل اس پادشاہ  
نے سلطنت کی۔ اور نو برس قید میں رہا۔ اسوقت کے مناسب ہی مسعود مہیا  
جوانمرد پادشاہی کے شایان تھا۔

## سلطان مسعود

سلطان مسعود کہ شجاعت میں رستم ثانی تھا۔ تخت پر جلو افروز ہوا۔ اور اسکو  
اپنی ساری عقل و دانش حسین وہ مشہور تھا۔ کام میں لانی پڑے۔ اسلئے کہ اسکے  
عہد میں ترکمان سلجوقیوں کا بڑا زور شور ہو گیا تھا۔ اور آخر کو ادھنوں نے ساری  
مسعود کی سلطنت کو ہلا جلادیا۔ اب تھوڑا سا حال سلجوقیوں کا بھی بیان کرتے ہیں

## آل سلجوق

آل سلجوق جنکو ترکمان سلجوقی کہتے ہیں انکا بیان کتب تواریخ میں صاف صاف  
ہنیں لکھا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ قبائل ترک میں سے ایک قبیلہ نہایت مغز

ہوا۔ اور نکاسہ راوقاق تھا۔ اور کابٹیا سلجوق تھا۔ وہ کسی بات پر اپنے پادشاہ سے  
 لڑ کر قبیلہ سمیت سمرقند میں آیا۔ اور یہاں آنکر خود مسلمان ہوا۔ اور اپنے ساتھیوں  
 کو مسلمان بنایا۔ اور سکوسلطان محمود نے مطیع کیا۔ اور ماوراء النہر میں اسکو بایا  
 محمود تک تو وہ کچھ اس کے مطیع رہے۔ مگر اور ملکوں پر دست یازی کرتے رہے۔  
 اور محمود کے بعد جو اس کے ملک میں غدر مچا دیا۔ اس زمانہ میں اوکلی روک تھام کی گئی  
 اور مسعود کی سلطنت تک وہ فوج سمیت خراسان میں نہ آ سکے۔

اگرچہ پہلے ہی ترک کی غلام جیسے الپ تگین وغیرہ اپنے آقاؤں کے ملکوں کو دبا کر بادشاہ  
 بن بیٹھے تھے۔ مگر کوئی جہتا اور نکا نہ تھا۔ سلجوقی ایک قوم کی قوم تھے جس نے اپنی  
 فتوحات عظیمہ کا اثر چنگیز خان اور امیر تیمور سے بھی زیادہ دکھا دیا۔ یعنی آج روم کو  
 سلطنت عظیم میں چاہا دشاہ ترک ہے۔ وہ اسی قوم کی ذریات میں سے ہے۔

۲۲ھ میں سلطان مسعود بلخ سے غرین میں آیا۔ اور صوبہ کچ اور کرمان کو  
 مطیع کیا۔ اور ہاں اپنا خطبہ پڑھوایا۔ اور سکھ چلایا۔ اور آئندہ تین سال میں  
 ماہذران اور کرکان کے صوبوں کو مطیع کیا۔ وہ اب تک آتش پرستوں پاس تھے۔  
 غرض زوال سلطنت سے پہلے ایران کی تمام سلطنت کے صوبہ فارس کے اپنا مطیع اور  
 فرمان بردار بنالیا۔ سلطان جب ہرات میں پہونچا۔ تو رعایا ترکمان سلجوقیوں کے  
 ظلم اور ستم کی شکایت کی۔ عرض ۶۰۳۲ھ میں التوتناش کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ  
 روانہ کیا۔ تاکہ علی تگین کو سمرقند اور بخارا سے جنگو اونٹ لے لیا ہے نکال دے  
 ان دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ التوتناش کے زخم شدید آیا۔ اسلئے جلد صلح  
 اس بات پر ہو گئی۔ کہ بخارا تک قبضہ سلطان مسعود کا اور سمرقند تک سلجوقیوں کا



دخل رہے۔ التوتناش دوسرے روز مر گیا۔ جب سلطان کو اسکی خبر ہوئی تو خوار  
 میں سپر التوتناش کو حاکم مقرر کیا۔ خواجہ ابن حسن ممیندی جو سلطان محمود کا سپہ  
 اعظم تھا۔ مگر کالج کے قلعہ میں قید تھا۔ اسکو سلطان مسعود نے قید سربار کے اپنا  
 وزیر بنایا تھا۔ اسکا انتقال ۳۲۲ھ میں ہو گیا۔ اسی سال میں سلطان نے ہندوستان  
 کا قصد کیا۔ اور درہ کشمیر میں قلعہ سرستی پر حملہ کر کے اسکو فتح کیا۔ پہلے صلح پر سلطان  
 راضی ہو گیا تھا۔ مگر جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ اس قلعہ میں مسلمان تاجر قید ہیں۔  
 اور انکو ہندوؤں نے بڑا ستایا ہے۔ تو اسنے صلح نہ کی اور تمام مال مسلمانوں کا  
 ہندوؤں سے دلوا لیا۔ اور قلعہ میں سوار عورت اور بچوں کے سب کو قتل کیا۔ اسی  
 میں ایک قحط عظیم پڑا۔ بڑی وبا پھیلی۔ جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ اسی  
 میں امیر احمد نیال تلگین نے جو ہندوستان میں سلطان کی طرف سر سپہ سالار تھا۔  
 بنارس کو فتح کیا۔ جہیں پہلے مسلمان کہی نہیں گئے تھے۔ مگر ائین اکبری میں لکھا  
 کہ سلطان محمود دودھ بنارس میں آیا۔ اور بہت کچھ مال اسباب وہاں سے ہاتھ  
 لگا۔ جب امیر غزنین سے نیشاپور میں گیا۔ یہاں کے لوگوں نے پیر ترکان سلجوقیوں  
 کی تعدی اور ظلم کی شکایت کی۔ سلطان نے مکتدی اور حسین بن علی میکائیل  
 کو سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ انجام اسکا یہ ہوا۔ کہ لشکر سلطان کو شکست فاحش ہوئی  
 اس خبر کے سننے سے سلطان عکین ہوا۔ اور ۳۲۴ھ میں غزنین میں آیا۔ کہ خبر آئی  
 کہ امیر احمد نیال تلگین نے ہندوستان میں بغاوت اختیار کی۔ اسکی سرکوبی کے واسطے  
 ہاتھ کو کہ ہندو سردار تہاروانہ کیا۔ مگر اسنے شکست کھائی۔ اور پیر تلک بن جلی  
 کہ ہندو سپہ سالار تھا۔ بھیجا۔ اسنے احمد نیال تلگین کو شکست دی۔ اور اسکا

سرکاٹ کر سلطان پاسن ہجوادیا۔ ۱۰۳۵ھ میں سلطان نے ایک محل تیار کیا تھا۔ اونیں  
 براجن ہوا۔ اور امیر احمد نیال تکیج کے مارے جانے کی بڑی خوشی ہوئی۔ اور امیر مودود  
 اپنے بیٹے کو سلطان نے بلج کی حکومت عطا کی۔ اور ہندوستان کی طرف متوجہ  
 ہوا۔ قلعہ ہاسنی اور قلعہ سونی پت کو فتح کیا۔ اور غزنین کو مراجعت کی۔ لاہور میں  
 اپنے بیٹے ابوالمجدد کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔

### سلجوقیوں کا سلطان محمودی لٹنا اور سکامنا

۱۰۳۶ھ میں سلجوقیوں کے فساد مٹانے کے واسطے غزنین سے بلج گیا۔ اب  
 سارا زمانہ سلطان محمود کا سلجوقیوں کے ساتھ لڑائی ٹہرائی میں صرف ہوا۔ اگرچہ سلجوقیوں  
 کے ہاتھ سے سلطان محمود کے سرداروں نے شکست فاش کھائی۔ مگر وہ زبان سے  
 اقوال اپنی غلامی کا کرتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ ہمارا چر اخوا مقرر ہوگا۔ ہم تابعدار ہیں  
 اس قوم نے ساری سلطنت کو ہلا دیا۔ چتریک سلجوقی بلج پر چڑھ گیا۔ طغرل بیگ  
 غزنین پر آیا۔ اور تمام بادشاہ کے گھوڑے اور اونٹ لیکیا۔ غرض سارے ملک میں  
 فساد مچا دیا۔ سلطان محمود لڑتے لڑتے حیران ہو گیا۔ غرض ایک جنگ عظیم نہایت  
 کے پاس طغرل بیگ سے ہوئی۔ اور سلطان کو ایسی شکست ہوئی کہ پیر دوبارہ لڑاؤ  
 سنبھال نہ سکا۔ اور ۱۰۳۹ھ میں مرد کو بہا کا۔ یہاں کچھ آدمی اس کے ساتھ ہوئے۔  
 وہاں سے غور کی راہ سے غزنین میں آیا۔ اب ایسا حال پٹلا ہو گیا۔ کہ سلجوقیوں  
 مقابلہ میں وہ لشکر بھی نہ لاسکتا تھا۔ یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہندوستان میں  
 کا قصد کیا۔ اور سارے خزانہ محمودی کو اونٹوں پر لاد کر لاہور لے چلا۔ مگر اب اس کا  
 رعب سیاست اور حکومت کچھ نہ رہا تھا۔ ہوا بگڑ گئی تھی۔ سپاہ گستخ اور تلوار

ہو گئی تھی۔ جب کہ وہ الگ سے پارا ترا۔ تو خاص اوس فوج نے جو خزانہ کی محافظ  
 تھی۔ خزانہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ساری اس پریشانی کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام فوج  
 باغی ہو گئی۔ اور سلطان سعود کو تخت سے معزول کر دیا۔ اور اسکے اندھے بیٹے محمد  
 کو پیر تخت پر بٹھایا۔ انکھون کے معذور ہونے کے سبب سے وہ کاروبار سلطنت نہین  
 کر سکتا تھا۔ اسلئے اس کے بیٹے احمد کو <sup>۱۸۰۳ء</sup> ۱۸۰۳ء میں تخت پر بٹھایا۔ یہ احمد خطی مشہور  
 تھا۔ تخت پر بیٹھے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے چچا سعود کو مار ڈالا۔ سلطان سعود  
 سلطنت نور برس نو مہینہ کی۔ باوجودیکہ اسکی سلطنت میں بڑے شور و فساد برپا رہے۔  
 مگر یہ بھی وہ علم اور فضل کی طرف متوجہ رہا۔ اور عالموں اور فاضلوں کے صحبت میں  
 اکثر بیٹھا۔ اور ان کے ساتھ نہایت دریا دلی کے ساتھ سلوک ہوتا۔ اور بیت کسی میز  
 عمدہ عمدہ اسکی زمانہ کی موجود ہیں۔ ابوریحان خوارزمی کا قانون سعودی علم ریاض  
 میں۔ اور قاضی ابو محمد ناصحی کی کتاب سعودی فقہ میں موجود ہے۔ وہ صدقہ بہت  
 دیا کرتا تھا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ایک دن میں آٹھ  
 ایک لاکھ درم تقسیم کر دے۔

### امیر سعود و دین امیر سعود

(۴۲) بعد سلطان سعود کے مرنے کے خاندان غزنوی میں دہی فساد اور غنا و اور لڑائی  
 جگڑے شروع ہوئے جسے کہ اکثر ایشیائی خاندان تباہ اور غارت ہوتے ہیں۔  
 اگر ایشیا کے کل خاندانوں کی تاریخ پڑھیں تو ان سب کا آغاز اور انجام ایک ہی طرح  
 ہوا ہے۔ بسم اللہ حکومت اور سطوت اور شان و شوکت سے سوئی۔ بعد اس کے آپس میں  
 لڑائی جگڑے کہڑے ہوئے۔ جسے تنزل شروع ہوا۔ بعد ازیں وہ خاندان <sup>وفا و دیوبند</sup> <sup>وفا و دیوبند</sup>

سلطنت کے کپڑے ٹکڑے ہوئے۔ اور صوبے بکڑے شروع ہوئے۔ آج یہ صورت  
 چھن گیا۔ کل وہ نکل گیا جس شکست سے یہ سلطنت مسعود کی تباہ ہوئی۔ اسکی  
 بدولت ہندوستان کو بڑے فائدے حاصل ہوئے۔ کیونکہ اس شکست سے پہلے اس  
 ہندوستان کے صوبوں کو ذلیل اور خواستہ جتنے تھے۔ اور انکی نظرمیں کچھ وقعت  
 نہ رکھتے تھے۔ اب انکو انکی قدر معلوم ہوئی۔ اس زمانہ کے جو واقعات خاندان غزنوی کے  
 ہیں۔ وہ ایسے انقلابات سے پرے ہوئے ہیں۔ کہ انکے پڑھنے سے دل افروز  
 ہوتا ہے۔ اور کوئی پند نصیحت اور عقل کی بات ہنسن نکلتی اور نہ وہ ہندوستان سے  
 کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ہم انکو نہہیں لکھتے۔

جب امیر مسعود قتل ہوا۔ تو امیر محمد بہت رویا۔ اور جنہوں نے مارا تھا۔ انکو بہت لعنت  
 ملاست کی۔ اور مودود ابن مسعود کو خط تحریر کا لکھا۔ کہ فلاں فلاں شخص نے  
 مسعود کو قتل کیا۔ اور سین کیس کا اختیار نہ تھا۔ مودود نے جواب لکھا۔ کہ خدا آپ کی  
 عمر زیادہ کرے۔ اور آپ کے دیوانہ فرزند احمد کو خدا عقل عطا کرے کہ وہ اس سے معاشر  
 چلا سکے۔ غرض جب باپ کے مرنے کی خبر مودود کو بلخ میں پہونچی۔ تو وہ مشرق کی طرف  
 روانہ ہوا۔ اور اپنے مخالفوں کو شکست فاش دیکر قتل کیا۔ اب اسکو اپنے بہائی مجدد  
 کاٹرا اندیشہ تھا۔ وہ ہندوستان میں اب دربار سندھ سے لیکر ہانسی اور تھانیس تک  
 حکمرانی کرتا تھا۔ اور یازمیں بادبروس پاس تھا۔ مودود نے لشکر لاہور کی طرف  
 بھیجا۔ مجدد اور وقت ہانسی میں دلی کی تسخیر کی فکر میں پڑا ہوا تھا۔ جب یہ خبر  
 پہونچی تو وہ لاہور میں آیا۔ مگر عید قربان کے دن خمیرہ کے اندر اموا لوگوں نے دیکھا  
 سب اسکا کچھ نہ معلوم ہوا۔ اسطرح ہندوستان میں جسقدر اسکی حکومت تھی۔

وہ لڑائی جگہ سے بغیر امیر محمد کے ہاتھ آئی۔ مودود کی سلطنت میں اگرچہ سلجوقیوں کے  
 واسطے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ مگر وہوں نے مشرق کی جانب توجہ نہ کی۔ اور اپنے  
 ممالک مفتوحہ کو چار چھوٹے چھوٹے سلطنتوں میں تقسیم کیا۔ اور طغرل بیگ کو چار نکو  
 افسر بنایا۔ ابو علی کو ہرات اور سیستان اور غور کی حکومت ہاتھ آئی۔ اور غزنوین والوں نے  
 اوسکی بڑی مٹ پیر پڑی۔ طغرل بیگ سلجوقیوں کی بڑی فوج لیکر ایران کو مغرب  
 حصہ اور بغداد اور روم کی سلطنت پر چڑھائی مگر نیکو روانہ ہوا۔ غرض اس طرح مودود اپنی  
 سلطنت پر قائم رہا۔ اور ادراس نے ہر کے ماکون نے اوسکی اطاعت قبول کی۔ اور غز  
 جعفر بیگ سلجوقی کی بیٹی سے شادی ہی کر لی۔ یہ طغرل بیگ کی پوتی تھی۔ پیری  
 اوسکو اندیشہ سلجوقیوں کی طرف سے لگا ہوا تھا۔ غرض جب ۳۳۱ھ میں مودود اپنی مغرب  
 فتوحات میں مصروف تھا۔ تو دلی کے راجا نے اور راجاؤں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور  
 تہا نہیں اور ہانسی وغیرہ میں جو خاندان غزنویہ کی طرف سے حاکم تھے۔ اوسوں  
 یہ قلعے چھین لئے۔ اور نگر کوٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوسکو یہی چار مہینہ میں فتح  
 کر لیا۔ اور وہاں پہلے بتو کو قائم کر کے دستور قدیم کے موافق پرستش شروع کی  
 اور ایک کو سلا یہ کہڑا۔ کہ ہندوؤں سے کہا۔ رات کو نگر کوٹ کا بت خواب میں آیا  
 اور اوسنے یہ کہا کہ میں اب تک غزنوین میں تھا۔ اوسکی ساری سلطنت اور دولت  
 برباد کر کے پہر اپنے مقام پر آیا ہوں۔ تاکہ تلو محمد کروں۔ اس بات سے ہندو بڑے  
 خوش ہوئے۔ اور اوسکے حوصلے بڑھے۔ راتوں رات بت تراشوں سے ویسا ہر  
 بت بنوا کر بیا کہ پہلے تھا۔ اوسی جگہ نصب کیا۔ صبح ہندوؤں نے جو یہ دیکھا۔  
 تو خواب کو سچا جانا۔ اور اسپین ایک دوسرے کو مبارک آباد دی۔ غرض یہ فقرہ خوا

چلا۔ اور اس نے ہندوؤں کو اوڑھیاں پڑھا کر اور ان کے دل بڑھا کر لاہور کو جا گھیرا۔  
 مگر مسلمانوں کا یہ آخری قلعہ اس کی مصدومین کی دلاوری سے بچا رہا۔ اوہوں نے  
 ہندوؤں کی اطاعت اس سبب سے کہی دفعہ انکو نہایت ہی چکے نہ اختیار کی۔ اور وہ  
 مسلمان جو آپس میں لڑ رہے تھے متفق ہوئے۔ اور لشکر آراستہ کر کے ہندوؤں سے لڑنے  
 آئے۔ اور انکو بھگادیا۔ مودود کو سلجوقیوں کی لڑائی سے دم لینے کی فرصت نہ ہوئی  
 کہ وہ ہندوستان میں آتا۔ بارہ ہجری ۴۱۱ھ میں اس نے وفات پائی اور نور بن سلطنت  
 ابو جعفر مسعود

جب سلطان مودود نے اس دنیا سے انتقال کیا۔ مسعود بن مودود کو کہ چار  
 برس کا لڑکا تھا۔ تخت سلطنت پر بعض امیروں نے بیٹھایا۔ ماسکین صاحب سچ  
 راضی نہیں ہوئے۔ غرض یہ طفل چار سال پانچ چہرہ روز تخت پر بیٹھ کر قتل ہوا۔ اور  
 اسکا چچا سلطان ابو الحسن تخت پر بیٹھا۔

### ابو الحسن علی

۴۱۱ھ میں ابو الحسن تخت پر بیٹھا۔ اور مودود کی بی بی سے جو جعفر بیگ  
 سلجوقی کی بیٹی سے شادی کی۔ دو سال سلطنت کی تھی کہ اسکا چچا عبدالرشید غزنوی  
 میں آیا اور اسکو تخت سے اتار دیا۔ اور آپ پادشاہ بن بیٹھا۔

### سلطان عبدالرشید

سلطان عبدالرشید سلطان محمود کا بیٹا تھا۔ سلطان محمود نے اسکو قید  
 کیا تھا۔ سلطان مودود نے خود اس کے واسطے وصیت کی تھی۔ غرض امرار نے  
 اسکو قید خانہ سے نکال کر تخت پر بیٹھایا۔ اور سلطان ابو الحسن مغرور ہو گیا۔ اور سلطان

عبدالرشید تخت پر بیٹھا۔ پھر سلطان ابوالحسن کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور علی بن یح  
کو کہ ہندوستان میں مسلط تھا۔ سلطان نے حکمت سے اپنے پاس بلایا۔ اور نوشنگین  
حاجب کو امیر الامرا ہندوستان کا کیا۔ اور لاہور بھیجا۔ اوسنے قلعہ نگر کوٹ کہ ہندو  
نے دوبارہ لیا تھا۔ پانچ چہ روز کے اندر فتح کر لیا۔ طغرل حاجب کے سلطان مودود کے  
زمانہ میں بڑے عروج پر تھا۔ اور اوسکی بہن کی شادی سلطان سے ہوئی تھی۔ اور  
سیستان میں بھیجا تھا۔ اوسنے طغرل سیستانی کو تسخیر کر لیا۔ اور ایک جمعیت جمع کر کے  
اس فکر میں ہوا کہ خود پادشاہ بنے۔ عبدالرشید اس بات کو سمجھ گیا۔ اور غزنین میں  
متحصن ہوا۔ طغرل نے شہر کو لے لیا۔ اور عبدالرشید اور سلطان محمود کی اولاد میں  
سے نو اور آدمی کو قتل کیا۔ اور مسعود کی بیٹی سے شادی کی۔ اس سبب طغرل  
کا فرہمت اور کا لقب تھا۔ نوشنگین کو خط بڑی محبت اور تپاک سے لکھا۔ اور غزنین  
میں بلایا۔ مگر نوشنگین نے اس کا سخت جواب دیا۔ اور سلطان مسعود کی بیٹی اور  
امرا کو خط لکھے۔ کہ اس طغرل نمک حرام کام تمام کریں۔ غرض اوسکو بہی غیت  
آئی۔ اور ہون نے اس نمک حرام کو اوسوقت کہ تخت چرشن کر رہا تھا۔ قتل کیا۔  
چالیس روز سلطنت کی۔ نوشنگین چہ روز بعد غزنین میں آیا۔ ابامیر ناصر بن  
سبکتگین کے اولاد کے جو آدمی تلاش کئے۔ وہ تین آدمی قید خانوں سے آئے  
فرخ زاد۔ ابراہیم۔ اور شجاع۔ غرض قرعہ سلطنت کا فرخ زاد کے نام نکلا  
اوسکو تخت پر بیٹھایا۔ طغرل نمک حرام سے جو وقت پوچھا کہ تو نے سلطنت کا کیوں  
کیا تھا۔ تو اوسنے کہ جو وقت سلطان عبدالرشید نے مجھے سیستان بھیجا تھا۔ اور میرے  
ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اوسکا ہاتھ کا پتا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ یہ شخص

پادشاہی کے لائق نہیں ہے۔ اسلئے طمع ملک اور دولت کی دانگیں مٹوئی۔ اور وہ حاصل بھی ہوئی۔ مصر عہد سلطنت گزیمہ کیلئے مختتم ہوا۔ عبدالرشید کی سلطنت ایک سال کے بعد ۱۰۵۲ھ سے ۱۰۵۳ھ تک رہی۔

### سلطان فرخ زاد

جب فرخ زاد نے تاج شاہی سپر رکھا۔ تو تمام سلطنت کا اہتمام نوشنگین گرجی کے سپرد ہوا۔ داود سلجوقی نے جب پہلے انقلاب خاندان غزنوی کا دیکھا تو وہ فوج لیکر غزنین پر چڑھ آیا۔ بہت ساکست و خون ہوا۔ مگر غزنویوں کو فتح حاصل ہوئی۔ پھر دوبارہ سلجوقی چڑھ آئے اور ایک سخت لڑائی ہوئی۔ اور ہزاروں آدمی قتل ہوئے۔ اس دفعہ پہلے غزنین کو فتح حاصل ہوئی۔ اور سلجوقیوں کے بڑے بڑے سردار قید ہوئے۔ مگر تیسری دفعہ الپ ارسلان جو لشکر لیکر آیا۔ تو غزنویوں کو شکست ہوئی۔ جب یہ حال ہوا تو فرخ زاد نے یہ بڑی دانائی کی کہ سلجوقیوں کے قیدیوں کو خلعت دیکر باکر دیا۔ جب سلجوقیوں نے یہ مروت اور انسانیت غزنویوں کی دیکھی تو اوہوں نے غزنویوں کے قیدی چھوڑ دیے۔ چھ برس ۱۰۵۲ھ سے ۱۰۵۳ھ تک اس نے سلطنت کی اور پھر قونج کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

### سلطان ابراہیم

جب سلطان فرخ زاد مر گیا تو اس کا بیٹا سلطان ابراہیم تخت پر بیٹھا۔ یہ پادشاہ بڑا عابد تھی زاہد تھا۔ باوجود ایام شباب کے سب ممنوعات شرعی سے دست کش تھا۔ نسخ خط میں بڑا خوشنویس تھا۔ ہر سال ایک قرآن شریف لکھتا۔ اور ایک سال مکہ میں پہنچتا۔ اور دوسرے سال مدینہ میں۔ اس نے سلجوقیوں سے صلہ کر لیا۔



اور بہت سے ناتے رشتے کر کے اون سب لڑائی جھگڑوں کو ختم کیا۔ جو ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ <sup>۱۶۸۱</sup> سن ۱۶۸۱ء میں بادشاہ ہندوستان میں آیا۔ اور قلعہ اجودھن جو اب پٹن کے نام سے مشہور ہے۔ فتح کیا۔ اور جگلوں کو صاف بہت سے قلعہ اور درہ فتح کئے۔ ایک لاکھ لونڈی غلام بیان سے لگیا۔ اور اسکے چھتیس بیٹے اور چالیس لڑکیاں تھیں۔ اپنی لڑکیوں کی شادیاں اکثر عالموں اور فاضلوں اور سیدوں سے کیں۔ اور سکواشار دازی کا بڑا شوق تھا۔ <sup>۱۶۵۶</sup> سن ۱۶۵۶ء سے <sup>۱۶۸۱</sup> سن ۱۶۸۱ء تک یعنی اکتیس برس تک سلطنت کی۔

### سلطان مسعود ثانی

سلطان مسعود ثانی بعد سلطان ابراہیم کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بادشاہ بڑا لطیف کہتا تھا۔ اور دہڑا با اخلاق اور سخی اور نیک تھا۔ اور سلطان سنجہ سلجوقی کی بین عداوت سے نکاح کیا۔ ہندوستان میں سپہ سالار طغاکین مقرر ہوا۔ اس سپہ سالار نے دریا گنگ سے عبور کیا۔ اور دہان پہنچا۔ جہاں سوار شکر محمود کے کوئی اور لشکر اسلام سے نہیں پہنچا تھا۔ بہت سی غنیمت اور مال لیکر لاہور میں آیا۔ اور سب سے ایک مجموعہ قوانین خود سوچ سمجھ کر بنایا۔ اور <sup>۱۶۹۰</sup> سن ۱۶۹۰ء سے <sup>۱۶۹۷</sup> سن ۱۶۹۷ء تک ۷ برس سلطنت کی اور <sup>۱۶۹۷</sup> سن ۱۶۹۷ء ہجری میں اس دنیا سے انتقال کیا۔

### سلطان ارسلان

جب کہ سلطان مسعود ثانی کا انتقال ہوا۔ تو اس کا بیٹا ارسلان تخت پر بیٹھا اور پے سب بیانیوں کو قید کیا۔ مگر ابراہیم شاہ اسکے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور سلطان سنجہ پاس چلا گیا۔ اب وہ زمانہ تھا کہ سلجوقیوں اور غزنویوں میں آپس میں رشتہ دار یا

ہوئی تھیں۔ اور سلجوقیوں کے پادشاہ سنجر کی ہمیشہ مہد عراق خاندان غزنوی کے  
 تمام شاہزادہ فکی ماہی۔ ارسلان نے ابراہیم کے باب میں اپنے ماموں سلطان  
 سنجر کو خط لکھے مگر اس نے کچھ اونپر اقسا نہ کیا۔ اور ابراہیم کی لدا پر متحد ہوا۔  
 بعد ازیں ارسلان نے بہت سے تحفہ تحائف دیکر اپنی ماکو سلطان سنجر پاس بھیجا۔  
 مگر مال اپنے بچو کو قید خانہ میں کب دیکھ سکتی تھی۔ وہ پہلی سی جلی پہنی بیٹی تھی  
 اس نے وہاں جا کر اپنے بہائی سے ایسی باتیں لگائیں کہ سلطان سنجر غرین جان  
 کو مستعد ہوا۔ اور ابراہیم شاہ کو تلوار کے زور سے تخت دلوا یا۔ ارسلان کی سلطنت  
 ۱۱۱۳ھ سے ۱۱۱۵ھ تک رہی فقط  
 ۵۰۸ھ سے ۵۱۲ھ

## بہرام شاہ

اب بہرام شاہ بادشاہ ہوا۔ وہ علم و فضل کو دوست رکھتا۔ عالمون فاضلون  
 کی صحبت میں بیٹھتا۔ اس کے کمال و رہنمائی قدر کرتا۔ اس جوہر شناسی کا بہم  
 نتیجہ تھا کہ عالمون نے بہت سی کتابیں اس کے نام پر تصنیف کیں۔ حضرت شیخ نظامی  
 گنجوی اوس کے عہد کے شاعر ہیں۔ مثنوی مخزن الاسرار اسی بادشاہ کے نام پر  
 او نہون نے تصنیف کی ہے۔ کلیدہ دمنہ کا ترجمہ عربی سے فارسی میں اسی بادشاہ  
 کے نام پر ہوا ہے۔ اگرچہ بہرام بادشاہ کئی دفعہ ہندوستان میں آیا۔ اور وہاں  
 قدم رکھا جہاں پہلے کوئی مسلمان بادشاہ نہیں آیا تھا۔ مگر سواد اس کے کوئی  
 کام تاریخ میں لکھنے کو قابل نہیں ہے کہ محمد باہم نے جسکو ارسلان شاہ نے لاہور  
 میں سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے بہانہ لکر  
 اوسکو شکست دی اور قید کیا۔ مگر بہر حال صلی پر بحال کر دیا۔ دوبارہ

اوس نے پہر بغاوت اختیار کی سپہر ملتان میں آنکر بادشاہ نے اوسکا کام تمام کیا۔  
 اس بادشاہ کی سلطنت ایک عرصہ دراز تک سرسبز رہی مگر آخری وقت میں وہ برا کام کیا  
 جیسے خاندان غزنوی کا چرخ گل ہو گیا۔ اور تمام سلطنت غزنین خاک میں مل گئی  
 تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مودہ و بادشاہ کے عہد سے غور غزنین کی سلطنت  
 کا ایک صوبہ چلا آتا تھا۔ بہرام شاہ کے عہد میں قطب الدین محمد غوری سور  
 غور میں سلطنت کرتا تھا۔ اور جو دار و سکاد ادا رہی تھا۔ ان دونوں بادشاہوں میں  
 کچھ جھگڑا ہوا۔ بہرام نے قطب الدین کو غزنین میں بلایا۔ اور زبرد لوایا۔ یا قتل کیا  
 غرض اپنے داماد کا کام تمام کیا۔ جب اس قتل کی خبر سیف الدین اوسکے بھائی کو  
 پہنچی۔ وہ فوراً انتقام لینے کے لئے غزنین پر چڑھا۔ بہرام میں طاقت اوسکے مقابل  
 کی نہ تھی۔ اسلئے غزنین سے بھاگ کر مشرق کے پہاڑوں میں کرنا میں امان لی۔  
 سیف الدین غزنین میں حاکم ہو گیا۔ اور غزنین کے رہنے والوں پر اوسنے اعتبار کیا  
 اور اپنے بھائی علاء الدین کو مع اور امر اور سپاہ کے غور کو روانہ کر دیا۔  
 باوجودیکہ سیف الدین نہایت نیک سلوک غزنین والوں کے ساتھ کرتا۔ اور غوریوں کو  
 اتنی قدرت نہ دیتا کہ وہ کسی طرح کی اذیت اونکو پہنچا سکیں۔ مگر غزنوی اوسے  
 منافقانہ طور پر تہمتیں دے رہے تھے۔ درپردہ سازش بہرام سے رکھتے تھے۔ اور سیف الدین  
 سے ظاہر میں ملے ہوئے تھے۔ جب موسم زستان آیا۔ اور غور کی راہ برون سے  
 مسدود ہوئی۔ بہرام شاہ افغانوں اور خلیجیوں اور بہت سی اقوام صحرائیوں کا  
 لشکر لیکر غزنین پر چڑھا آیا۔ دوفرنگ و سکا لشکر ہا ہوگا کہ سیف الدین نے  
 غزنین والوں سے مشورہ پوچھا کہ میں بہرام شاہ سے لڑوں۔ یا غور کو چلا جاؤں

- ان منافقین نے لڑائی کی صلاح دی۔ ابھی سامان حرب تیار نہ ہوا تھا کہ منہستے  
 ہنستے غزنویوں نے سیف الدین کو بہرام شاہ کے حوالہ کیا۔ اب بہرام شاہ نے حکم دیا  
 کہ منداوسکا کالا کرین اور ایک مرل بلج کہ چار قدم پر و غن چلتا تھا بیٹھائیں۔ اور  
 سارے شہر میں شہر کرین۔ اب ساکر شہر کے لڑکے کیا اور بوڑھے اوسکے چھپے تھے  
 - اور گالیان دیتے تھے اور طرح طرح کی مہنی کرتے تھے۔ غرض سن ہی گت سے  
 اوسکو مارا۔ اور سر کاٹ کر سلطان خجریاں سے بھیجا۔ اور اوسکے وزیر سید مجد الدین کو  
 وار پر چڑھایا۔ یہ کام بہرام کا اوسکے عادت کی خلاف تھا۔ اور انسانیت ہی بھی بعد  
 جب بہر خبر وحشت اشرار الدین کے کان میں پہنچی۔ اوسکے کلیجہ سے ایک ہوان اڑھا۔  
 اور جیٹ پٹ ایک لشکر جرار لیکر اپنے بہائی کا انتقام لینے کی واسطے غزنین پر چڑھ آیا۔  
 بہرام نے اوسکو کہلا بھیجا کہ کیوں تیر جی کم سختی آئی ہے چلا جا نہیں سارا خاندان غور کا  
 محروم ہو جائے گا۔ اوسکے جواب میں علار الدین نے کہلا بھیجا کہ یہ دستور تو بادشاہوں  
 کا ہے کہ ایک دوسرے ملک پر لشکر کشی کرتے ہیں۔ اور نفوس غفیلہ سانی کو قتل کرتے  
 ہیں۔ مگر نہ اس رسوائی کے ساتھ جو تولے کیا۔ اسکا انتقام منتقم حقیقی ضرور لے گا۔  
 اور مجھے خجہ پیر فتح اور ظفر دیگا۔ اس پیغام کو سنکر بہرام بظاہر تو کچھ متغیر نہ ہوا۔ مگر  
 باطن میں ضرور متاثر ہوا۔ دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ تلواروں کی  
 چٹاغپ اور تیروں کی فشافش کی دھوم مچی۔ دولت شاہ بیٹا بہرام شاہ کا سپہ سالار  
 اس لشکر کا تھا۔ جوقت ابن معرک جہان میں اوسکی جان گئی۔ بہرام شاہ کا دل ٹٹ گیا  
 اور منہ وستان کی طرف بہا گا۔ علار الدین نے غزنین کو فتح کر دیا غوریوں نے ہاتھوں سے  
 غزنین کا پرہیز کیا۔ اگرچہ بہرام اور غزنین والوں کے ہاتھ سے غوریوں نے بہت سی مصائب

حکایت او شہابی تھیں۔ اور اسکے عوض میں جو کچھ علاء الدین کرتا تھا وہڑا تھا۔ مگر جو  
 اس سے غضب ڈھایا اور ظلم اور ستم برپا کیا اسکے نام کو وہ دہنیا لگاتا ہے۔ کہ قیامت  
 تک نہ مٹے گا۔ اسکے ظلموں کے واسطے ایک طومار چلے گئے مگر مختصر یہ ہے کہ شہر غزنین  
 عروج ملک ایشیا کا جسکی برابر کوئی شہر اس وقت نہ تھا۔ اسکو اس ظالم نے بعض کہتے ہیں  
 کہ تین دن تک در بعض کہتے ہیں کہ سات دن تک جلایا۔ اور باشندوں کو قتل کیا۔ اور سارے  
 شہر کو لوٹا یا۔ جب کچھ غریب و غنیوں کا قتل چھوڑا تو خواص پر ہاتھ صاف کیا  
 ۔ سید محمد الدین وزیر سیف الدین کے انتقام قتل میں سادات غزنویہ کی ایک جماعت کے گلے  
 میں تو برہ خاں کے بہرے سے ڈال دیے۔ اور انکو فیروز کوہ میں لایا۔ وہاں انکے  
 خون سے توبروں کی خاک کا کارہ بنایا۔ اور اپنے ہاتھی عمارت میں لگایا۔ علاء الدین نے  
 جب یہ سنا کہ عورتوں نے بھی غزنین کی سیف الدین کے قتل پر شادی لے لی ہے تب  
 اسلئے انکو بھی قتل کیا۔ جو چیرن خاندان غزنین کی یاد دلاتی تھیں اور انکو بھی برباد کیا۔  
 قبرین بھی اوکھڑا کر پھینک دیں۔ مردوں کی ہڈیوں کو لگا دی۔ سلطان محمود  
 اور مسعود کی قبروں کو انکی شجاعت کے سبب اور سلطان ابراہیم کی قبر کو اسکے زہد اور  
 تقویٰ کے سبب چھوڑ دیا غرض شہر غزنین کو جلا کر خاک سیاہ کیا۔ اور خود جہان سوز کا  
 لقب حاصل کیا۔ انہوں نے کہ کم نخت بہرام ان سب مصیبتوں کے دیکھنے کے لئے زندہ رہا  
 ۔ ہندوستان میں بہال کے آیا۔ مگر کی مانند گل و لالام اور مصائب و شکستوں کے  
 مارے عین راہ میں مر گیا۔ سلطنت اسکی ۱۹۱۱ھ سے ۵۲۷ھ یعنی کل  
 ۳۵ برس رہی۔

ہندوستان میں غزنین کی سلطنت کا منتقل ہونا

## خسر و شاہ

جب سلطان بہرام مر گیا۔ نوادسکا بیٹا خسر و شاہ معدا اہل و عیال کے لاسور کی طرف چلا گیا۔ یہاں لوگوں نے اسکی نہایت تعظیم اور تکریم کی اور بڑی خوشی منائی۔ وہاں سب کو اس بات سے خوشی تھی کہ ہمیشہ کے لئے اس کے شہر میں ایک سلطنت قائم ہو گئی۔ کئی دفعہ اس بادشاہ نے غزنین کے لینے کا ارادہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر ۶۵۵ھ میں اس دنیا سے حجت ہوا۔ سات سال تک فرمان روائی کر گیا۔

## خسر و ملک

جب خسر و شاہ کا انتقال ہوا۔ تو خسر و ملک و سکا بیٹا لاسور کے تخت پر بیٹھا۔ سلطان ابراہیم اور سلطان بہرام شاہ کے زمانہ میں جب قدر حصہ ہندوستان مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ اور سپرسل و شاہ نے بھی طرح حکومت کی۔ مگر سلطان محمد غوری نے جو سلطان علاء الدین جہان سوز کا بیٹھا تھا۔ غزنین ہی پر بس نکی بلکہ ہندوستان کا غرض کیا۔ اسکا مقابلہ خسر و ملک سے نہ ہو سکا۔ غرض جو رہا سہا ملک تھا وہ بھی ستائیس سال قمری کے بعد اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اسی بادشاہ پر امیر بنگلہ کے خاندان کا خاتمہ ہوا۔ گویا یہ ختم الملوک اس خاندان کا تھا۔ غزنین کی ساری سلطنت غوریوں کے گہرائے میں آگئی فقط

## فصل خاندان غوری کا بیان

غوریوں کے حال میں اہل غور نے بہت غم کر کے یہ امر تجویز کیا ہے کہ خاندان غور اور اونکی رعایا دونوں افغان تھے۔ تاریخ فرشتہ میں انکا حال یہ لکھا ہے کہ جب بدو

ضحاک پر غالب ہوا۔ تو ضحاک کے ذبیحہ بن ہوا اور سام فریدون کے خوف کو مارے نہاوند  
 میں چلے آئے۔ اور اس مقام کو سخت کم کیا۔ اور سورج حاکم اپنے قبیلہ کا اور سام سپہ سالار بنا۔  
 سو کی دختر سام کے پسہ شجاع سے بیاہی گئی۔ جس کا نام مر گیا۔ تو اس کا بیٹا شجاع سپہ سالار ہوا۔  
 اور چچا کی خدمت میں رہا۔ مگر لوگوں نے چچا سے لگا جھگڑا کر دلون میں فرق ڈال دیا۔ ابہر  
 شجاع خفا ہو کر ایک اٹ کو مال بسا ب و راہن عیال کو لیکر کوہ غور میں چلا آیا۔ اور  
 یہاں پہنچ کر کہا کہ زومندش۔ اس لئے اس مقام کا نام زومندش ہی ہے۔ یہاں قلعہ  
 مستحکم بنایا۔ اور دس تک سلطنت اس خاندان میں چلی گئی۔ اور نوے شنب پر پہنچی۔  
 وہ حضرت مرقی علی کے تہ پر سلمان ہوا۔ اس لئے طبعثا ناصری میں اس خاندان کا نام سبک  
 لکھا ہے۔ مگر ضحاک حقیقت میں کوئی بران کا بادشاہ نہ تھا۔ فقط خیالی بادشاہ تھا۔ اس لئے  
 سور اور سام اور سکی اولاد کو غور اور افغانوں سے کیا علاقہ ہو سکتا ہے۔ اوپر کی  
 بات پایہ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتی ہے۔ اب آگے ایک وقت سنئے کہ اس خاندان میں  
 محمد بن سوری معاصر سلطان محمد غزنوی کا تھا۔ وہ بغاوت و کسب سلطان کا ماتہ میں  
 زندہ اسپہ ہوا۔ اور حکومت غور کی اوسکے بیٹے ابو علی کو تفویض ہوئی۔ اس نے ہی اپنے  
 باپ کا طریقہ سرکشی کا اختیار کیا۔ تو بنو عباس بن علی کے بیٹے کو غور کی سلطنت سپرد ہوئی  
 سات برس تک و سنہ ظلم و ستم کیا۔ بڑا قحط پڑا۔ آخر کار وہ بھی سلطان ابراہیم کے عہد  
 میں قید ہوا۔ محمد بن عباس و سکا جانشین ہوا۔ اور سلطان غزنوی کی اطاعت کرتا رہا۔  
 غرض ان سلاطین غوریہ کا خانہ قطب الدین حسن بن محمد بن عباس بن ہو گیا۔ اوسکی نکتہ میں  
 تیر لڑائی میں لگا۔ اور اس صدمہ سے مر گیا۔ اوس کا بیٹا سام سلاطین غوریہ کی تسلط کے سب سے  
 ہند میں مہاگ آیا۔ اور بھان تجارت کرنے لگا۔ آخر کو وطن کی محبت و رجوش کیا ایلان عیال

غور کی جانب ریاضی راہ سے روانہ ہوا۔ باو مخالف سے کشتی غرق ہوئی۔ اور سب کشتی  
 غرق ہو کر فنا ہوئے۔ مگر غزالدین حسین بن سامیج گیا۔ ایک کشتی تختہ اور سکوا تہہ لگ گیا۔  
 ایک شیر بھی اس تختہ پر اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ مصرع خوش بہت آوارگی و لڑکھمراہی حسین  
 بن رات دن تک مصیبتیں دیکھا کہ کنارہ پہنچا۔ شیر نے اپنا رستہ لیا۔ غزالدین ایک  
 عذاب سے تو چھوٹا۔ ایک شہر میں پہنچا۔ رات کو ایک وکان پر سو گیا۔ کو قوال شہر نے اور سکوا  
 چور جانکر لپک لیا۔ قید خانہ میں بھیجا۔ وہاں اتفاقاً بادشاہ بیمار ہوا۔ اسکے صدقہ میں  
 جو قیدی چھوٹے ان میں سے بہت ہی ایک تھا۔ اب اہل قرا قون سے ملا۔ انہوں نے  
 اسکو خوبصورت اور جوان دیکھ کر زبردستی اپنا سردار بنایا۔ نصیبو کی کم بختی سے سلطان  
 ابراہیم غزنوی کے آدمیوں نے اس گروہ کو گرفتار کیا۔ سلطان کے گردن پہنے حکم کا  
 جو وقت جلاد نے پٹی حسین کی نگوں پر باندھی۔ اوسنے فریاد اور وادیا کی۔ اور کہا کہ  
 اسی خدا بے خطا قتل ہوتا ہوں۔ تیرے ہاں ظلم نہیں۔ بہرین کیوں بگینا مارا جاتا ہوں  
 ۔ جلاد نے کہا کہ ساری عمر زنی کرتا رہا۔ اب تک پنے سین بگینا کہتا ہے۔ حسین نے  
 اپنی ساری سرگزشت سنائی۔ اسپر جلاد کو رحم آیا۔ ایک سردار کی معرفت بہرہ جہ سلطان  
 کے کان تک پہنچا یا۔ بادشاہ کو بھی رحم آیا۔ اور سکوا بلوایا۔ بشرہ اور چہرہ اور مہرہ دیکھا۔ اور  
 اسپر عافیت شاہانہ فرما کر مقررین میں داخل کیا۔ بہرہ جہ کا عہدہ عطا کیا۔ اور اپنی  
 لڑکی کی شادی اسکے ساتھ کر دی۔ ہر طرح زور و بزجاء و اعزاز اسکا بڑھتا گیا۔ اور  
 جب سلطان سعود بن سلطان ابراہیم تخت سلطنت پر بیٹھا۔ تو حسین غور کا حاکم مقرر ہوا۔  
 اب بہان سے ایک سلسلہ سلاطین غوریہ کا شروع ہوا۔ اور آخر کو نوبت قطب الدین محمد  
 پر پہنچی جسکا حال پہلے پڑھ آئے ہو۔ خلاصہ اس تمام داستان کا یہ ہے کہ غور کی حکومت



کسی احمد آدمی نے سلاطین غزنویہ کی بدولت حاصل کی۔ اور یہ آدمی یا تو اصل حقیقت  
 میں غوری تھا یا کسی غوری سردار کی امداد کیے شیعہ غوریوں میں اٹل ہو اور پھر اپنے حسبِ نسب  
 عیب چھپانے کو واسطے ایک استنان گٹھلی غرض خاندان غوراو پٹھانوں کی تحقیقات کیواسطے  
 ایک جدا کتاب چاہئے۔ سلاطین اسکو ختم کرتے ہیں۔ طالب علموں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے  
 کہ غوراو غورستان ہی کہتے ہیں اور وہ ایک پہاڑی ملک ہرات اور غرین کے درمیان  
 واقع ہے۔ جب مسلمانوں نے اس ملک چڑھائی کی تو مستقیمہ میں کچھ غوری مسلمان ہوئے  
 ۔ اور یہاں کے باشندوں کی زبان خراسانی تھی۔

سلطان محمود قبضہ میں ملک غور تھا جسکا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ سلطان محمد بن سوراو نکاح  
 بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ کے عہد تاریخ کا سلسلہ برابر چلا آتا ہے۔ خاندان غزنوی اور  
 غوری میں جو آپس میں عناد اور فساد تھا۔ اور سلطان علاء الدین نے اسکا انتقام لیا  
 ۔ اسکا حال اوپر بیان ہوا۔ اب سلطان علاء الدین جہان سوز غرین کو فتح کر کے فیروز کو  
 میں آیا اور عیش و نشاط میں مشغول ہوا۔ اسکی طبیعت کا نقصان ہی تھا

### غرین کو سلجوقیوں کا فتح کرنا اور سلجوقیوں کی بربادی

مگر یہ عیش سلطان علاء الدین کو نصیب نہ ہوا۔ سلطان سنجر کو جو خراج ہمیشہ جایا کرتا تھا  
 ۔ وہ نہ پہنچا۔ اس پر سلطان سنجر سے ایک محرکہ ہوا۔ اور میں قید ہوا۔ اور سلطان سنجر  
 غوراو غرین دونوں کو فتح کر لیا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد سلطان علاء الدین کو  
 غور کی سلطنت دیدی۔ تھوڑی مدت گزری تھی کہ ۳۴۵ھ میں یوز فوم ترک نے  
 سلطان سنجر کو شکست دی۔ اور گرفتار کیا۔ اسے سلجوقیوں کا بھی زوال گیا۔ ان  
 لڑائی جگہوں کا بیان بہت طویل ہے اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور نہ اسکو کچھ تعلیق

ملک ہند کی تاریخ سے ہے +

## سلطان علاء الدین جہان سوز

جب غزنویں کو تباہ کر کے سلطان علاء الدین غزنویں آیا۔ تو اس نے اپنے بھتیجیوں غیاث الدین محمد اور معز الدین محمد کو سنجر میں حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں بہائیوں کے فرج میں سخاوت شجاعت بہت تھی۔ اس لئے ان کے بڑی نیک نامی ہوئی۔ اور ایک خلافت نے ان کی طرف رجوع کی۔ اس بات کو ایک درپزیر یہ میں علاء الدین سے لوگوں نے بیان کیا۔ اس لئے سلطان کو بھتیجیوں کی طرف وہم پیدا ہوا۔ اور قلعہ جرجان میں ان کو قید کر دیا۔ اور غالب سبب سکا بہرہ تھا کہ اس کو ان بھتیجیوں کی یاقوت سے بہرہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اس کا بیٹا سیف الدین غوری ثانی تخت پر نہ بیٹھ سکے گا۔ غرض سلطان علاء الدین تو جابر بریں کچھ دنوں سلطنت کر کے ۶۵۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے +

## سیف الدین غوری ثانی

جب سلطان علاء الدین جہان سوز اس جہان سے رخصت ہوا تو اس کا بیٹا سیف الدین محمد تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے چچیرے بہائیوں غیاث الدین محمد اور معز الدین محمد کو جرجان کے قلعہ سے رہائی دی۔ اور ان کی حکومتوں کو بحال کیا۔ یہ اس بل و شاہ کا نہایت مدد اور عدالت کا کام تھا۔ اس بل و شاہ کو نہ سبک بڑا خیال تھا۔ غور میں ملاحدہ اور قراقرم کا خوب قابو کیا۔ ایک دن چاند ماری پر تیرا رہا تھا۔ اور اورام اور غور بھی اس کی خدمت میں حاضر تھے۔ سپہ سالار و پیش پیش کہ ابو العباس کا بہائی تھا موجود تھا۔ امرا و غور میں رسم تھی کہ جس کی وفاعت دیتے تو اس میں دستوانہ زرین جو اہرات سے مرصع دیا کرتے۔ اس سپہ سالار کے ہاتھ پر دو دستوانہ مرصع تھے۔ کہ ملکات صر الدین

خلعت میں دئے تھے۔ اور بہہ دونوں سلطان سیف الدین کی بی بی کے ہاتھ کے تھے۔ اس بات پر اوسکو غیث آئی۔ اوسی سردار سے کہا کہ تیر چاند مارے کھال لا۔ جب وہ سردار تیر نکالنے گیا۔ تو اوسکی پیٹھ پر ایک تیر کمان کوتان کر لگایا تیر چھاتی سے پار نکل گیا۔ اور وہ مر گیا۔ ابو العباس دسکا بہائی اپنے غصے کو دبا کر ہوئے بیٹھار ہا۔ جب کہ سلطان سیف الدین غزنی لڑائیوں میں مصروف تھا۔ اوسے ایک نیزہ سلطان کے پہلو میں مارا۔ غرض سلطان اس صدمہ جان بردہ ہوا۔ اور لشکر غور کو بھی شکست ہوئی صرف سیف الدین ایک برہنہ شاہ رہا۔ بہہ اوسکا چچا زاد بہائی غیاث الدین تخت پر بیٹھا۔

### غیاث الدین غوری

۷۵۵ھ میں غیاث الدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اوسنے اپنے حقیقی بہائی معز الدین محمد کو کہ سلطان شہاب الدین کے نام سے مشہور ہے شریک کر لیا۔ اور سپہ سالار اپنا مقرر کیا۔ اوسنے تمام امور سلطنت کا انتظام اس بہائی کو ایسا ویدیا کہ حقیقت میں یہی بادشاہ معلوم ہوتا تھا غرض ان دونوں بہائیوں میں عجیب اتفاق تھا۔ ساری عمر انہوں نے اپنی ایک دوسرے کی محبت میں صرف کی۔ ان دونوں بہائیوں کے مزاج میں ملہیت بدرجہ کمال تھی۔ جب اوسنے چچا فخر الدین حاکم بایان نے سلطنت غور کا دعویٰ کیا۔ اور چاروں طرف ہوشکر لیکر ان سے لڑنے کو آیا۔ اور لڑائی میں شکست فاحش کھائی۔ تو بہہ دونوں بہائی گھوڑوں سے اترے۔ اور چچا کی رکاب پکڑنے کو دوڑے۔ اور ایسے ادب سے پیش آئے کہ اوسکو شبہ ہوا کہ بہہ میری ہنسی کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے ایسی باتیں کہیں کہ جسے بہہ شبہ نہ کھارفع ہو گیا۔

جب ان دونوں بہائیوں کی سلطنت مستحکم ہو گئی۔ تو اب انکو فکر ہوا کہ اور بیگانہ ملکوں کو فتح کیجئے۔ سلجوقیوں کو تباہ اور شکستہ دیکھ کر خراسان کے مشرقی حصہ کو فتح کیا۔ اور پھر عین غرین کو ترکوں کے ہاتھ میں بارہ برس سے تباہ کر دیا۔ اور اپنے چھوٹے بہائی ملک شہاب الدین کو بہان کا حاکم مقرر کیا۔ خود غیاث الدین کبھی ترک کبھی غرین میں کبھی فیروز کوہ میں رہتا۔ خاص ہرات میں اوسنے ایسی مسجد بنوائی کہ اوسکی شان اور شوکت کی تعریف اوس زمانہ میں ہی ہوئی اور زمانہ بعد میں ہی بدستور چلی گئی۔

### سلطان شہاب الدین غوری محروم سلطان محمد غوری

یہ سلطان شہاب الدین مدت سے ہندوستان پر فریقہ تھا۔ یہی بادشاہ وہ ہے جس نے اہل اسلام کی سلطنت بنیاد اوس استحکام کے ساتھ قائم کی کہ انگریزوں کی حملہ داری تک اوس میں کچھ خلل نہ پڑا۔ دو برس تک سلطان محمد غوری غرین کے بندو میں مصروف رہا۔ پھر پھر عین غرین کو فتح کیا۔ قرطہ نے اس ملک میں بڑا فساد کر رکھا تھا۔ اوس کو مٹایا۔ پھر پھر عین اوسنے اچ کو فتح کیا۔ یہ مقام وہاں ہے جہاں پنجاب کے دریا اٹک میں جا کر ملتے ہیں۔ اچ کا راجہ ایک قلعہ میں محصور تھا۔ جب یہ قلعہ یوں مفتوح نہ ہوا تو سلطان نے راجہ کی رانی سے سازش کر کے اوسکو فتح کر لیا۔ رانی نے راجہ کو مار ڈالا۔ اور بیٹی سمیت راجہ کی پاس چلی آئی۔ اور اس لڑکی کا نکاح سلطان ہوا۔ مگر یہ دونوں با بیٹیاں جلد یسے مر گئیں۔ اب سلطان نے اٹک کو علی گڑج کے سپرد کیا۔ اور آپ غرین کو روانہ ہوا۔

خاندان غرین کا پنجاب سے خارج ہونا

دو برس بعد ۱۱۳۵ھ میں راج اور ملتان میں سلطان آیا۔ اور ملتان کی راہ سے  
گجرات پر حملہ کیا۔ مگر میان کے راجہ سیم دیو کو مقابلہ کیا اور سلطان کو شکست دی  
اور ہزاروں کو قتل کیا۔ غزنویں کی مراجعت میں وہی نکالیف محمود غزنوی کو پیش  
آئیں جو محمود غزنوی کو آئیں۔ پھر سلطان ۱۱۳۵ھ میں پیشا در میں گیا۔ اس شہر  
کا نام کتب قدیمہ میں بکرام اور فرسور اور پرشور لکھا ہے۔ اس ملک کو تسخیر کیا۔  
دوسرے سال ۱۱۳۵ھ میں لاہور میں آیا۔ یہاں خسرو ملک کے سلطنت میں لکھنؤ  
اور افعالون کی مخالفت سے استقلال نہیا۔ وہ سلطان میدان میں مقابلہ نہ کر سکا  
ایک قلعہ میں متحصن ہوا۔ سلطان نے نواح لاہور کو تاراج کیا۔ اور راوی اور خجآ  
کے درمیان ایک قلعہ بنوایا۔ حسین خرمیل کو قلعہ دار مقرر کیا۔ ملک خسرو نے وصیت  
پاکر لکھنؤ کی قوم سے اتفاق کیا۔ اور اس قلعہ کا محاصرہ شروع کیا۔ مگر فتح نہ ہوا  
اس بات پر محمد غزنوی شغفہ ہوا۔ ایک لشکر ہار کے ساتھ لاہور پر دوبارہ چڑھا  
اور خسرو ملک پھر قلعہ میں متحصن ہوا سلطان شہاب الدین اوسکو زور و قوت سے  
بے فتح کر سکا۔ تو بہہ واٹوں کہیلا کہ خبر اورادی کہ ایک ضرورت کے سبب مغرب  
کی طرف سلطان فوج جاتی ہے۔ اور ظاہر میں خراسان جانے کی تیاریاں کہیں  
اور ملک خسرو سے آشتی چاہی۔ اور اوسکے بیٹے کو جواہل میں تہا چھوڑ دیا۔  
جب سلطان خسرو نے یہ باتیں دیکھیں۔ تو وہ چٹھری سواری اپنے بیٹے سے  
ملنے کو روانہ ہوا۔ یہاں سلطان محمد غزنوی نے یہ کام کیا کہ عمدہ عمدہ سواری  
فوج کے لیکر اسی راہ چلا کہ وہاں آمدورفت آدمیوں کی نہ تھی۔ اور آنا فنا ہوا  
دار خلافت اور سلطان خسرو کی راہ کے درمیان آ پڑا۔ اور خسرو ملک کو گرفتار کیا

۱۱۹  
۸۲ مین لاسور پر قابض ہوا۔ اور علی کراچ جاکم ملتان کو نبھان کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود غزنین خٹک کو لیکر چلا گیا۔ دوسرے برس حنرو اور اسکے سب خاندان کو سلطان عیناٹ الدین پاس بھجوا دیا۔ اس سلطان نے اون کو قلعہ جرجستان میں محبوس کیا۔ اور حادثہ خوارزم شاہ مین اون سب کو قتل کیا۔ اس طرح خاندان امیر بکتنگین کا ختم ہوا۔ دستور موافق اس خاندان کا ستارہ قبائل بھی دو سال مین اپنا دورہ پورا کر کے ایسا غروب ہوا کہ پہر طلوع نہ ہوا۔

سلطان شہاب الدین کی لڑائیاں ہندوؤں کے ساتھ جب کہ خاندان غزنین کا چراغ گل ہو گیا تو پہر شہاب الدین کا مخالف کوئی اہل اسلام مین باقی نہ رہا۔ اور جب شہاب الدین سلجوقیوں اور تاتاری قوموں اور اور جنگجو قوموں سے لڑنے بڑھنے کا شائق ہو تو اسکے سامنے ان ہندوؤں کی ظاہر کچھ اصل نہ تھی۔ یہہ بھی پارسے طبیعت کے نرم اور لڑائی جھگڑوں سے کوسوں بگڑے والے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں مین بکھرے پڑے ہوئے اسکی ٹکڑیوں کی سنہاٹ کر۔ مگر باوجود اسکے کوئی ریاست ہندوؤں کے بغیر سخت لڑائی کی نتج نہ ہوئی۔ اور بعض ریاستیں مسلمانوں کی آخری عملداری تک کبھی اونکی پوری پوری مطیع نہ ہوئیں۔ صرف اسکا باعث یہہ تھا کہ ہندوؤں مین ایک قدیمی قوم راجپوتوں کی ایسے تھے کہ سپاہی ماکے پیٹ ہوتی تھی۔ اور ہر گروہ اونکا ایک موروثی سردار رکھتا تھا۔ ان سرداروں کو جو راجہ سے تعلق تھا وہ سپاہی راجپوتوں کو ان طریقوں سے علاقہ ہوتا تھا۔ غرض یہہاں بھی تعلقات ایسے ہوتے تھے کہ باہم وفاداری اور اتفاق و نکلوا لازم تھا۔ جاکر انکا انتظام نہایت عمدہ تھا۔ غرض ان سب باتوں سے

راجپوتوں کے دلون میں غالی سبھی اور بلند ہمتی اور ملاوری اور مردانگی خیالات  
 بڑے زور شور سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور بہاٹ اونکی ترنگون کو اپنے کرکون سے  
 اور رنگ ویدیتے تھے۔ غرض اگر یہ سپاہ پیشہ فریق ہندوستان میں نہ ہوتا تو  
 شہاب الدین بغیر ہاتھ پر بلائے ہندوستان کو لے لیتا۔ افسوس کہ اس قوم میں  
 سستی اور کاہلی روز بروز بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اگر آج کل کے راجپوتوں اور  
 شہاب الدین کے زمانہ کے راجپوتوں کا مقابلہ کریں تو انہیں وہ مشابہت پائی جا  
 - جو شہاب الدین کے زمانہ کے راجپوتوں کو مہابھارت کے زمانہ کے راجپوتوں کے ساتھ  
 مشابہت ہے۔ غرض انہیں بہت جو صلگی و رست ہمتی بڑھتی چلی گئی +  
 راجپوتوں کے مختلف فریقوں میں تقسیم ہونیکا ایک اثر یہ بھی تھا کہ جب غنیم کے  
 زور اور دباؤ سے اپنے مقام اور مکان کو چھوڑتے تو جہاں بستے وہاں غول کے  
 غول بستے اور نئی اراضیات کو اسی نسبت تقسیم کرتے جس طرح انہیں پہلے زمین  
 تقسیم تھی۔ غرض اس تغیر مکانی سے انکے باہمی تعلقات میں کچھ تغیر و تبدل ہونا  
 - اب اس وقت شہاب الدین کے عہد و دولت میں راجپوتوں کے چار بڑے سلطنتیں تھیں  
 - ایک اجمیر میں چوہانوں کی سلطنت تھی اور انکا راجہ پر تھی راج تھا۔ اسی کا  
 نام راجے پتور مشہور ہے۔ یہ راجہ بڑا جوانمرد اور شجاع ہندو راجاؤں میں  
 گذرا ہے۔ چند بہاٹ نے جو اس اجہ کا حال لکھا ہے وہ زبان زد خلافت ہے  
 دوم دلی میں تو مر راجپوتوں کی عملداری تھی۔ یہاں کا راجہ انگ پال تھا۔ پر تھی راج  
 او سکا نوا سا تھا۔ جب انگ پال ولد رہا۔ تو اسنے اپنے نواسے پر تھی راج  
 کو قبضہ کر لیا۔ اس طرح دلی اور اجمیر کا ایک اجمیر ہو گیا۔ اور پر تھی راج او میں اجمیر

سوم قنوج میں راہپور چپو تو کاراج تھا۔ وہاں کاراج بے چند تھا۔ یہہ ہی لوہہ  
 راجہ انگ پال کا تھا۔ جب اس نے اپنے خالہ زاد بھائی پر تھی راج کو دیکھا کہ راجہ  
 انگ پال نے اسکو متبھی کر لیا۔ اور دلی اور امیر کے راج ملکر ایک بڑا راج اور اسکے  
 قبضہ میں ہو گیا۔ تو اسکو یہہ نہایت ناگوار گذرا۔ اور اسواسطے راجو جگ اور اپنے  
 لڑکی کے سوکبر میں پر تھی راج کو بے چند نے نہ بلایا۔ بلکہ اسکو سونے کی مورت بنا کر  
 دربان کی جگہ کھڑی کر دی۔ پر تھی راج کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ آگ لگلا  
 ہوا۔ اور آندھی اور بوجھال کی طرح یک بارگی اپنی جیدہ چیدہ فوج اور سردار  
 لیکر قنوج پر پہنچا۔ اور راجہ بے چند کی لڑکی کو زبردستی چھین کر لے گیا۔ غرض  
 ان دونوں خالہ زاد بھائیوں کی لڑائیوں میں پر تھی راج کے بڑے بڑے عمدہ  
 سپاہی اور سردار کام آئے۔ ایک سواتھہ سردار ون میں سے چونسٹھ  
 سردار مارے گئے۔ غرض یہہ ہندوؤں کا آپس کا فساد عناد مسلمانوں کے  
 حق میں اچھا ہوا۔

## شہاب الدین کا شکست پانا ہندوؤں سے

۱۱۹۱ء میں ہندوستان کے سلطان شہاب الدین نے غریمت کی۔ قلعہ پٹنہ  
 کو کہ اس زمانہ میں اجکان عظیم الشان کا دارالقرار تھا۔ راجہ اجمیر کی دمیوں سے  
 چھین لیا۔ اور وہاں ملک صا والدین تو کی کو حاکم مقرر کر کے ارادہ مراجعت کا  
 تھا کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ راجہ پتھور اور اسکا بھائی کہاٹڈ سے اسے ایک لشکر  
 کا لشکر ہندی کے چٹانیکے لئے لیکر طوفان کی طرح چلا آتا ہے۔ اور اسکو ساتھ  
 بہت سے راجہ ہیں۔ غرض یہاں بھی لشکر تیار ہو کر دلی کی طرف روانہ ہوا۔



دونوں لشکروں کا آمناسا مناتلا اور جی میدان میں ہوا۔ یہ میدان تھا غنیمت اور کرنال کے درمیان واقع ہے۔ اور اوس میں بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے اس طرح لڑائی شروع کی کہ انہوں نے اپنے سواروں کو کچل غول بنا کئے۔ اور دھاوک پر دھاوا کرتے۔ اور سوار تیروں کا مینہ ہر ساتے ہوئے اگر بڑھتے یا چھوٹتے۔ غرض جیسا موقع ہوتا ویسا کرتے۔ مسلمان جب ہندوؤں کو قلب لشکر میں مصروف تھے اور سوت ہندوؤں نے مسلمانوں کا مہینہ میر توڑ دیا۔ شہاب الدین اور سوت خود صف قلب میں تھا۔ جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ دین بائیں فرج کے پیرا دکھڑ گئے۔ تو وہ بیچ میں جا رہا۔ پہر ہندوؤں نے چاروں طرف سے اسکو گہرا نرغہ میں کر لیا۔ ایسے وقت میں بھی وہ بہادر می سے لڑتا رہا۔ اور دم بڑھا کر تلوار کے ہاتھ چلاتا رہا۔ کہا نڈے رائے سپہ سالار سنو اور پر تہی راج کی آنکھ شہاب الدین پر جا پڑی۔ وہ ہاتھی پہل کر اوسکی طرف لایا۔ شہاب الدین نے ایک نیزہ کا ہاتھ اوسکے مارا اور زخمی کیا۔ مگر اوسنے بھی ایک تلوار کا زخم لیا دیا کہ سلطان قریب تھا کہ گھوڑی سے نیچے گرے۔ مگر ایک خلجی غلام لپک کر پیچھے گھوڑے پر سلطان کے جا بیٹھا۔ اور گرنے سے سنبھال لیا۔ اور جنگ کے میدان میں اسکی جگہ لے آیا۔ غرض مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور اوسکے گھوڑوں کی باگیں مڑ گئیں۔ چالیس میل تک مسلمانوں کا تعاقب ہندوؤں نے کیا۔ مسلمانوں نے لاہور میں اگر آرام لیا۔ راجہ پتھور نے بیٹھ کا محاصرہ کیا۔ اور سوار برس کے بعد صلح کر کے اوسے لے لیا۔ اب مسلمانوں کے ہاگے ہو گئے سپاہی اور ٹوٹا پھوٹا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ شہاب الدین یہاں کا بندوبست کر کے غور میں اپنے باپ کی مٹلا

شہاب الدین نے افغانوں سے کچھ نہ کہا۔ مگر امرا رغوڑ اور خلیج اور خراسان پر  
 نہایت عتاب کیا۔ اور توہنوں میں جو بہر کر اوپر چڑھوا رکھے۔ اور بازاروں میں  
 چھوڑ دیا۔ اور حکم دیدیا کہ جو یہم جو نہ کہا کئے۔ اسکا سلاوڑا جائے۔ جنکو اپنی  
 زندگی عزیز تھی۔ انہوں نے یہم جو کہا کئے۔ اب سلطان شہاب الدین بہائی  
 سے رخصت ہو کر غرغین میں آیا۔ اور غاسرین تو عیش اور آتا تھا کہ جسے لوگوں کو  
 معلوم ہو کہ اسکو شکست کی مصیبت اور وقت یاد نہ رہی۔ مگر حقیقت میں دن کا  
 کہنا اور رات کی نیند اور چہرہ لرم تھی۔ شب و روز شکر کو جمع کرنے کی دہن میں  
 لگا رہتا۔ آخر کو ایک لشکر رزق برق جمع کیا۔ اونہیں ترک اور تاجیک و افغان  
 سب داخل تھے۔ سر خود جواہرات سے مرصع رکھے ہوئے اور جوشن چاندی  
 لٹکے کے بدن پر پہنے ہوئے تھے۔ یہمب سامان اندر بھی اندر کوئے کوچ کر سکا  
 حکم دیدیا۔ اور آٹھویں دن خود سوار ہوا۔ اس لشکر کشی میں عاملہ سلطنت سے  
 کچھ مشورہ نہ لیا تھا۔ اسلئے کسیکو معلوم نہ تھا کہ ارادہ کد ہر کا ہے۔ جب لشکر  
 پیشاور میں پہنچا کو ایک پیر مرد غور نے بے تکلف  
 ہو کر عرض کی کہ  
 اس مہم کا سامان تو ایک جنگ عظیم کا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہتا کہ غم  
 کد ہر کا ہے۔ اسوقت سلطان ایک آہ سرد کہیچے اور کہا کہ اے پیر مرد تو یقین جان  
 کہ جوقت سے میں ہندو راجاؤں سے شکست کھائی ہے۔ حرم سرا میں بستر پر  
 نہیں سویا۔ قبا کے بند کھول کے دکھائے کہ اس دن آج تک کپڑے نہیں بدلے  
 خلیج اور غور اور خراسان کے امیر و حکام آج تک نہیں دیکھا۔ کہ وہ ملک حرام مجھے  
 اکیلا لڑائی میں چھوڑ کر چلے آئے۔ اس پیر مرد نے دعا بخیر دی اور کہا کہ انشا اللہ

اب کی دفعہ فتح ہوگی۔ اب صلوات وقت یہی ہے کہ ان امیروں کا قصد معارف  
فرمائیں۔ اوںکو ویر و بلوچین اور عزت اور ابرو بخشن۔ تاکہ وہ جان لڑا کر  
لڑتے ہیں۔ اور اپنی پہلی بدنامی کے دینے کو مٹائیں۔ ایسے تفریر سلطان کو پسند آئی  
مٹان میں آکر دربار کیا۔ اور سب امیروں اور سرداروں کو بلایا۔ اور کہا کہ آ  
مسلمانوں سال گذشتہ میں جو داغ دامن اسلام پر لگا۔ وہ سب پر روئیں۔ اور سکا  
نثار کہ مسلمان پر واجب و فرض ہے۔ سبے نموداروں پر ہاتھ رکھ کر سر جھکاؤ  
غرض وہاں سے لاہور میں آیا۔ اور قوام الملک کن الدین حمزہ کو کہ تدبیر اور تقریر  
میں بے مثل تھا۔ ایچی بنا کر اور نامہ دیکر جمیر میں اسے پہنچا کر اسے پاس روانہ کیا  
مضمون نامہ یہ تھا کہ اسلام کی اطاعت قبول کرو۔ راجہ یہ بات سن کر نہایت غضب و  
غضب میں آیا۔ اور اسکا ایک سخت جواب لکھا۔ اور راجگان ہندوستان کو جمع کیا  
۔ بہت راجہ اسکی پہلی فتح بابی کو دیکھ کر شریک حال ہوئے۔

ہندوؤں کو دوبارہ شہاب الدین کا لڑنا اور کامل فتح پانا  
غرض یہہہ دونوں کو یاد دہانی کے واسطے کہہ پڑے۔ برہمنی راج نے اول  
خط اس مضمون کا بڑے غرور اور تکبر سے شہاب الدین کو لکھا۔ کہ سپاہ دار اسلام کو  
ہمارے لشکر کی عدت اور حدت پر اطلاع ہوگی۔ سوا اسکے اور راجاؤں کے لشکر  
برابر چلے آتے ہیں۔ اگر تجھ اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ تو اس بیچاری سپاہ کے حال پر  
رحم کر جو تیرے ہمراہ آئی ہے۔ اپنے آغیے پشیمان ہو۔ اور اولٹو ہاؤں چلا جا۔  
ہم کو دیوئی دیوتاؤں کی قسم ہے جو تیرا تعاقب کریں یا کچھہ اذیت پہنچائیں۔ اور  
شہین کل کا دن ہے اور یہہہ فیضان صف شکن اور لشکر بے شمار ہے۔ اور تیرا لشکر

اوسمیں کسے کو جیتا نہ جانے دیں گے۔ شہاب الدین نے اس خط کو پڑھا۔ بہت محال اور  
 برو باری سے جواب لکھا۔ کہ راجہ کا یہ نیک مصلح دینا ہم پر شفقت ہے۔ مگر سب یہ  
 بات روشن ہے کہ اپنے بڑے بھائی کا نابعدار ہون اور اسکے حکم سے اس ہم کا بوجہ  
 سر پر رکھا ہے۔ جب تک ہاں سے کچھ حکم نہ آئے مجھے اس معاملہ میں اختیار نہیں۔  
 اتنی مہلت ہو کہ جواب وہاں سے آجائے۔ اوسوقت مصلح اس بات پر ہو جائے گی  
 کہ پنجاب اور سرہند اور ملتان ہمارے پاس ہے۔ باقی کل ہندوستان تمہارا پاس  
 رہے۔ جب راجہ پاس یہ ضعیف جواب گیا۔ تو سارے لشکر میں خوشی فزع کی سی  
 ہوئی۔ اور سب خواب غفلت میں آرام کرنے لگے۔ اور اپنی جمعیت بھر دوسہ ہر لشکر  
 سلطانی کے قریب آ پڑے۔ اندھیری رات میں سلطان دریا کے پار اور تر گیا۔ بہان  
 راجہ کی سپاہ میں ابھی لوگ پڑے سوئے تھے ہی۔ کچھ لشکر سلطانی کی خبر نہ تھی کہ انکے  
 سر پر چڑھ آیا۔ اور بے طرح اور پیر ٹوٹ پڑا۔ اور سارے لشکر میں ہل چل ڈال دی۔  
 بارے راجہ کو اتنی فرصت ملی کہ ہوش حواس نرست کر کے ایک فوج کو تیار کر کے سامنے  
 لایا۔ اتنے میں باقی ساتی فوج کچھ انہوہ کنیر کو سمیٹ سٹھاٹ میدان میں لاجا با شہاب الدین  
 نے اپنے لشکر کے چار حصے کئے۔ اور چار سپہ سالاروں کے سپرد کر دی۔ اور حکم دیدیا  
 کہ باری باری سے جائیں۔ اور اس لشکر کنیر کے مقابل میں جان لڑائیں۔ راجپوت  
 بہادر بھی اس میدان میں دائیں بائیں سے درست ہو کر اس خوبصورتی اور بندوبست  
 سے لڑے کہ مسلمانوں کے جی چوٹ گئے۔ اب اعراب خدیقہ پر عمل کر کے شہاب الدین  
 شکست کی صورت بنا کر چھپے پڑا۔ حریف نے چھپا کیا۔ جب جمعیت ونگی بے انتظام ہو  
 تو دوسرے خول تازہ دم لڑائی کے لئے سامنے ہوا۔ مگر اسے بھی کام نہ نکلا۔

جب ٹہکا۔ دوپہر ہوئی۔ تو اسے پرتھی راج ایک سو پچاسن اجا اور مہا لاجہ کو لیکر  
ایک درخت کے سایہ میں آیا۔ ان سبے تلواروں کے قبضو پر ہاتھ رکھتے شدید کھان  
اور ایک ایک پیالہ شربت کا پیا۔ پان کے بیڑے چبائے۔ تلسی کی پتی زبان پر دہری  
کیسر کے ٹیکے مانتے پردئے۔ اور شہاب الدین سب پر کو اپنے بارہ ہزار سوا خاص  
جنگے سردوں پر فولادی خود جو اہرات سے مرصع رکھے۔ اور شمشیر مار بران بر منہ  
ہاتھوں میں لئے ہوئے۔ اور گھوڑوں کے کانوں پر سنان جان لینا دھرے ہوئے  
ساتھ لئے۔ اور خدا پر بالکل توکل کر کے ہندوؤں پر دھاوا کیا۔ اور سارے لشکر کو  
ہلا مارا۔ اور ہل چلن الدی۔ یہ سپاہ سطح ٹوٹ پھوٹ گئی۔ جیسے کوئی بہا رینی  
سمارت اپنے بوجھ سے آپ ہی گر پڑی۔ غرض یہ سپاہ اپنے زور میں آپ ہی مات  
ہوئی۔ کہا ٹڈے رائے نائباً سلطنت و میں اور بڑے بڑے سردار مارے گئے۔  
راجہ پرتھی راج بھی گرفتار ہوا۔ برہمی گت مارا گیا۔

### دلی اور اجمیر کی فتح کا بیان

اب یہاں سے شہاب الدین اجمیر کو گیا۔ اور اسکو فتح کر لیا۔ اور کئی ہزار شہد  
جواو سے مقابل ہوئے تھے تیغ کئے اور اودن کے بچوں کو نوٹھی غلام بنایا  
۔ اجمیر کی سلطنت پرتھی راج کے بیٹے یا کسی اور رشتہ دار کو دیدی۔ اور اسے لکھنؤ  
ٹہرا لیا کہ محصول سالیانہ ادا کیا کرے۔ بہر دلی میں آیا۔ یہاں کا راجا جسے معجو  
نیاز پیش آیا۔ دلی سے سلطان لکھنؤ گیا۔ اور قطب الدین ایک کو کما و سکا بزرگ زیدہ  
غلاموں میں سے تھا۔ قصبہ کھرام میں کہ دلی سے ستر کوس ہے نائباً پناہند و سنا  
میں مقرر کیا۔ اور غوغوغین کو روانہ ہوا۔ قطب الدین ایک ایسا لائق اور قابل تھا کہ

اوسنے دلی کے اون اضلاع کو جو گنگا جمن کے درمیان واقع تھے۔ برہمپور راج کے سب سے  
داروں سے چھین لیا۔ میرٹھ اور کوئل درولی ان سب فتح کر کے دلی کو اپنا دارالسلطنت  
بنایا۔ اور اسلام کی حکومت کے تمام آئین اور دستور جاری رکھے +

## فتح کی فتح کا بیان

دوسرے برس شہاب الدین بہرہ مند درستان میں آیا۔ اور ۱۲۹۲ھ میں جنگ عظیم راجنوج  
سے لڑا۔ قنوج کا راجہ جے چند تھا۔ جسکی لڑائی برہمپور راج سے ہو رہی تھی۔ اوس کا  
بیان پہلے ہو چکا ہے۔ آپس کی بیڑ کا پہل ہی ہوتا ہے۔ کہ دونوں غارت ہوں  
۔ جب تھی راج نہ بچا تو راجہ جے چند کیونکر بچتا۔ اس راجہ کو اما وہ کی جانب شمال  
میں چندوار کے اندر شہاب الدین نے بڑی شکست فاحش دی۔ راجہ کی آنکھ میں  
تیر قطب الدین ایک کرہاتہ سے لگا۔ وہ ہاتھی سے نیچر گرا۔ اور نہر اوسکا حال کیسکو  
نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا۔ گم لاش اوسکی اس نشان سے پہچانی گئی کہ اوسکے دانت سونیکے  
تاروں سے بندھے ہوئے تھے۔ اوسکے خاندان کے راٹھو روں نے انتر بید کی سکوت  
کو چھڑ دیا۔ اور ماڑواڑ میں جا بسے۔ اس فتح سے مسلمانوں کا قبضہ قنوج اور بنارس  
پر ہو گیا۔ اور ہنگالے کا دروازہ مسلمانوں کے لئے کھل گیا۔ اس سلطان شہاب الدین  
بنارس میں آیا۔ اور یہاں ایک ہزار تھانے توڑے۔ اور بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی  
۔ غرض پہنچے بڑی شان شوکت کی تھی۔ اوس میں دولت اور بہت بڑے بڑے شہر  
اہل اسلام ہاتھ آئے۔ اب شہاب الدین غزن کو واپس گیا۔ اور قطب الدین کو بہتر  
یہاں اپنا نائب مقرر کیا۔ اجمیر کا راجہ جو شہاب الدین نے معز کیا تھا اوسکے ہاتھ سے  
اجمیر کو سہراج نے کہ برہمپور راج کے عزیزوں میں سے تھا چھین لیا۔ قطب الدین ایک

جب ٹھیکا۔ دوپہر ہوئی۔ تو راجے پر تھی راج ایک سو پچاس اجد اور مہاراجہ کو لیکر  
ایک دخت کے ساتھ من آیا۔ ان سبے تلواروں کے قبضہ پر ہاتھ رکھتے تھے شدید گھبراہٹ  
اور ایک ایک پیالہ شربت کا پیا۔ پان کے بیڑے جہائے۔ تلسی کی تہی زبان پر دہری  
کیسر کے ٹیکے مانتے پر دئے۔ اور شہاب الدین نے سپہ پر کو اپنے بارہ ہزار سوار خاص  
جنگلے سرور پر فولا دی خود جواہرات سے مرصع رکھے۔ اور شمشیر مار بران برہنہ  
ہاتھوں میں لئے ہوئے۔ اور گھوڑوں کے کانوں پر سنان جا لیا دہرے ہوئے  
ساتھ لئے۔ اور خدایا پر بالکل توکل کر کے ہندوؤں پر دھاوا کیا۔ اور سارے لشکر کو  
ظلام مارا۔ اور ہل چل الدی۔ یہ سپاہ سطح ٹوٹ پھوٹ گئی۔ جیسے کوئی بہار مئی  
سمات اپنے بوجھ سے آپ ہی گر پڑی۔ غرض یہ سپاہ اپنے زور میں آپ ہی غارت  
ہوئی۔ کھانڈے رائے نائب سلطنت و مین اور بڑے بڑے سردار مارے گئے۔  
راجہ پر تھی راج ہی گرفتار ہوا۔ بری گت مارا گیا۔

### دلی اور اجمیر کی فتح کا بیان

اب یہاں سے شہاب الدین اجمیر کو گیا۔ اور اسکو فتح کر لیا۔ اور کئی ہزار شہنشاہ  
جواو سے مقابل ہوئے تھے تیغ کئے اور ان کے بچوں کو نوٹھی ظلم نہایا  
۔ اجمیر کی سلطنت پر تھی راج کے بیٹے یا کسی اور رشتہ دار کو دیدی۔ اور اسے لہجہ  
ٹہرا لیا کہ محصل سالیانہ ادا کیا کرے۔ پھر دہلی میں آیا۔ یہاں کا راجا جیسے بخود  
نیاز پیش آیا۔ دہلی سے سلطان کوچ کیا۔ اور قطب الدین ایک کوکہ اور سکابرگزیدہ  
علاموں میں سے تھا۔ قصبہ کہرام میں کہ دلی سے سرکوس ہے نائب پناہند و سنان  
میں سفر کیا۔ اور خدو غزن کو روانہ ہوا۔ قطب الدین ایک ایسا لائق اور قابل تھا کہ

اوسنے دلی کے اون اضلاع کو جو گنگا جمن کے درمیان واقع تھے۔ برہمپری راج کے سب سے  
داروں سے چھین لیا۔ میرٹھ اور کوئل و رولی ان سب فتح کر کے دلی کو اپنا دارالسلطنت  
بنایا۔ اور اسلام کی حکومت کے تمام آئین اور دستور جاری رکھے +

## فتح کی فتح کا بیان

دوسرے پیرس شہاب الدین بہرہ مند وستان میں آیا۔ اور ۹۹۹ھ میں جنگ عظیم راجنچ  
سے لڑا۔ قنوج کا راجہ جے چند تھا۔ جسکی لڑائی برہمپری راج سے ہو رہی تھی۔ اوس کا  
بیان پہلے ہو چکا ہے۔ آپس کی بہوٹ کا پہل ہی ہوتا ہے۔ کہ دونوں غارت ہوں  
۔ جب تھی راج نہ بچا تو راجہ جے چند کیونکر بچتا۔ اس راجہ کو اما وہ کی جانب شمال  
میں چندوار کے اندر شہاب الدین نے بڑی شکست فاحش دی۔ راجہ کی آنکھ میں  
تیر قطب الدین ایک کرہاتہ سے لگا۔ وہ ہاتھی سے بچ کر ا۔ اور نہر اوسکا حال سیکو  
نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا۔ مگر لاش اوسکی اس نشان پہچانی گئی کہ اوسکے دانت سونیکے  
تاروں سے بندھے ہوئے تھے۔ اوسکے خاندان کے راٹھو روں نے انتر بید کی سکوت  
کو چھڑ دیا۔ اور ماڑوا میں جا بسے۔ اس فتح سے مسلمانوں کا قبضہ قنوج اور بنارس  
پر ہو گیا۔ اور ہنگالے کا دروازہ مسلمانوں کے لئے کھل گیا۔ اس سلطان شہاب الدین  
بنارس میں آیا۔ اور یہاں ایک ہزار تھانے توڑے۔ اور بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی  
۔ غرض کہ بہت بڑی شان شوکت کی تھی۔ اوس میں دولت اور بہت بڑے بڑے ستر  
اڑن سلام ہاتھ آئے۔ اب شہاب الدین غزن کو واپس گیا۔ اور قطب الدین کو بہتر  
یہاں اپنا نائب مقرر کیا۔ اجمیر کا راجہ جو شہاب الدین نے معز کیا تھا اوسکے ہاتھ سے  
اجمیر کو سہراج نے کہ برہمپری راج کے عزیزوں میں سے تھا چھین لیا۔ قطب الدین ایک



مغلوب راجہ اعانت کر لئے ۱۱۹۴ھ میں اس راجہ ہیراج کو شکست دی۔ اور اجمیر کو  
 چھین لیا۔ اور قطب الدین گجرات پر فوج چڑھا کر لے گیا۔ اور اسکو خوب لوٹا کہہ سٹا  
**گوالیار اور ملک سائنہ کا فتح ہونا اور قطب الدین کی فتوحات**  
 دو برس بعد ۱۱۹۶ھ میں شہاب الدین بہرہندوستان میں آیا۔ اور سائنہ میں اپنا دل  
 کیا۔ اور قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ مہنوز بہ قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ کوئی ضرورت ایسی پیش  
 آئی کہ غزنویں کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور ملک سائنہ کا انتظام اور قلعہ گوالیار کا  
 انتظام بہادر الدین طغرل کے سپرد ہوا۔ یہ قلعہ بہت دنوں کے بعد فتح ہوا۔ اور اس  
 فتح ہونے میں قریباً کہ بہادر الدین طغرل اور قطب الدین ایک میں اسیسین لڑائی  
 ہو جائے۔ مگر طغرل مر گیا۔ اسلئے یہ فساد مٹ گیا۔ قطب الدین ایک کو بہر  
 راجہ اجمیر کی اعانت کر لئے جانا پڑا۔ مخالفوں نے بہر اسکو مستلایا اور قطب الدین  
 کی اعانت اور امداد کا محتاج کیا۔ اس فوج اسکو گجرات کے ناگور راجاؤں اور  
 میوات کی پہاڑی قوم سے سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ قومیں اجمیر کے چاروں طرف  
 بستی تھیں۔ اس لڑائی میں میں قطب الدین کو شکست ہوئی۔ اور زخمی ہوا۔ اور  
 خدا خدا کر کے اجمیر تک پہنچا۔ وہاں چاروں طرف سے دروازہ بند رکھے۔ جب میں  
 سے امداد آئی تو اس مصیبت سے رہائی پائی۔ اور بہر اسنے دشمنوں سے خوب انتقام  
 لیا۔ اور پالی اور بادول در سہولی کی راہ سے گجرات پر چڑھائی کی۔ اور کوہ  
 آجودہ راجہ گجرات کو دو جاگیر داروں کو دیکھا کہ ہڑی جمعیت کرتے ہیں۔ اول کو  
 اپنے پیچھے چھوڑنا مناسب جانا۔ غرض پہاڑوں میں گہس گیا۔ اور ارون کے  
 سب ٹھکانوں پر پہنچا۔ اور انکو شکست دی۔ اور وہاں سے گجرات کی سلطنت

اہل واثرہ پہنچا۔ اور اوسکو فتح کیا۔ اور گجرات کو تہ و بالا کیا۔ اور دلی میں  
 صحیح و سلامت آیا۔ دو ستر سال میں بدیل کبند میں کالجور اور کالجی اور ہیل کبند  
 میں دہلیوں کو فتح کر لیا +

## اودہ اور بنگالہ صوبوں کا فتح ہونا

محمد بختیار خلجی غور کے امراؤں میں سے تھا۔ اور وہ ہندوستان میں تہ سے آیا ہوا  
 تھا۔ اور اوسکو بعض بگندہ و آہ اور گنگا پار کے جاگیر میں ملے تھے۔ وہ نہایت شجاع  
 اور جوانمرد اور جواد تھا۔ قطب الدین ایبک سے نہایت خوش تھا۔ اوسکا سب  
 سامان درست کیا۔ اور خلعت عنایت کیا۔ اوسنے صوبہ بہار کو بالکل فتح کر لیا  
 ۔ اور بہت سامان و مرغنائم لیکر دلی میں قطب الدین ایبک کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
 بادشاہ نے اوس پر نہایت مہربانی و رعافت فرمائی۔ اس پر جاسدون کو حیدر ہوا  
 ۔ بختیار خلجی کو ہاتھی ٹھرایا۔ اور اوسنے ہاتھی کے ایسا گزرا کہ وہ جلا کر اوس کے  
 سامنے پی بہاگ گیا۔ اس جوانمردی پر قطب الدین ایبک نے اوسکو بہت کچھ انعام دیا  
 ۔ اور بہت سامان دیکر بہار اور بنگالہ کا صوبہ دار اوسکو مقرر کیا۔ اوس نے یہاں  
 پہنچ کر شمالی حصہ صوبہ بہار کو بھی فتح کر لیا۔ اور سارے بنگالہ کو تسخیر کیا۔ اور اوسکی  
 واسطت لکھنؤ کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ اور سطرچ تمام صوبہ بنگالہ پر قابض ہو گیا  
 ۔ جو وقت ہندوستان میں یہ فتوحات ہو رہی تھیں سلطان شہاب الدین خوارزم کے  
 بادشاہ کے ساتھ لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا۔ اس خوارزم کے بادشاہ نے  
 سلجوقیوں کی سلطنت کو خاک میں ملا کر وسط ایشیا میں اپنی ایک سلطنت قائم کی تھی  
 ۔ سلطان غوری و سرخس میں تھا کہ سلطان غیاث الدین محمد کے مرنے کی خبر اوسکو

وہاں سے غزنین میں آیا۔ اور سلطان نے مین موافق اپنی بہائی کی نصیحت کر سہر تاج  
شاہی رکھا۔

شہاب الدین کی بادشاہ ہوا اور خوارزم پر چڑھائی اور لاؤن تباہی  
غرض سلطان شہاب الدین نے تمام سلطنت نظام کر کے سلطان مین خوارزم پر چڑھائی کا  
ارادہ کیا۔ خوارزم شاہ مقابلہ نہ کر سکا اس لئے قلعہ خوارزم میں گھس گیا۔ جب سلطان  
خوارزم میں پہنچا تو اب جیچون کے کنارہ پر لڑائی ہوئی اور سپہ داران غور کچھ ہم  
آئے کہ بادشاہ خطا کا سپہ سالار قراہیگ اور سلطان عثمان بادشاہ مرقند خوارزم شاہ  
کی امداد کو آئے۔ اس بات کو سن کر سلطان شہاب الدین پر وہ خوف طاری ہوا کہ جو  
استبسا تہ نہ چل سکا۔ اس کو لگا دی۔ اور خراسان کی طرف بھاگا۔ خود شاہ  
نے تعاقب کیا۔ سلطان اس لئے لڑا۔ مگر شکست کھائی۔ اور سب باب چھوڑنا پڑا۔  
رستمین بھاگ جاتا تھا کہ قراہیگ کی اور سلطان عثمان لشکر نے راہ میں اس کو گھیر  
۔ مگر سو سوار اس کے پاس تک کچھ مقابلہ نہ ہو سکا۔ آخر کو قلعہ اند خود مین پناہ گیر ہوا۔  
یہ قلعہ ہرات اور بلخ کے درمیان واقع ہے۔ پر سلطان عثمان کی وساطت سے صلح ہو گئی  
۔ قلعہ اس کے حوالہ کیا۔ اب پریشان حال ہو کر مراجعت کا قصد کیا۔

### ہندوستان کے فساد و تکلیف

جب وقت سلطان شہاب الدین میدان جنگ میں تھا لگتا تھا۔ اس وقت اس کا ایک غلام  
ایک نام پڑتا تھا۔ اس نے جانا کہ سلطان مارا گیا۔ سندھ کی سلطنت کا خیال اس کو خود  
اس لئے اس کے مرنے کی فواد چاروں طرف اڑا دی۔ اور خود بہت جلد ملتان میں  
اور وہاں کے حاکم امیر حسن کو بلایا۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ آپ سے بات کا حکم

کہنا ہے اور جو تاج کل حوادث واقع ہوئے ہیں۔ اونکایان کرنا منظور ہے خلوت  
 میں چلئے۔ امیر بن بے نال و سکے ساتھ محل میں چلا آیا۔ وہاں ایک ترکی غلام  
 لگا رکھا تھا۔ اونے اسکی گردن اورادی۔ اب پہنہ شہور کیا کہ میں نے یہ کام  
 سلطان کے حکم سے کیا ہے۔ اور ایک فرمان جہاں کہا کرتا تھا کہ حکم بے تکلف بن بیٹھا  
 ۔ اور گہکزی قوم ہی سلطان کے مرنے کی خبر سنکے پہاڑوں سے نکل پڑی۔ اور لاسو کی  
 تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جہلم اور سدرہ میں ایک شور فساد مچا دیا۔ سلطان جو  
 قلعہ اند خود سے غزنین میں آیا۔ ایلدوز نے کہ سلطان کے مغر زلاموں میں سے تھا  
 ۔ قلعہ میں نہ داخل ہونے دیا۔ اور لڑائی کے لئے مستعد ہوا۔ اور چونکہ سلطان مقابلہ  
 نہ کر سکتا تھا۔ ناچار رمتان میں آیا۔ یہاں ایک فیہی اطاعت نہ اختیار کر۔  
 سلطان نے اسکو لڑکر گرفتار کر لیا۔ اور ہندوستان کی سرحد سے سپاہ جمع کر  
 غزنین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ایلدوز کا گناہ غزنین کے امراء کبار کی سفارش سے  
 معاف کیا۔ اور غزنین پر قابض و متصرف سلطان ہو گیا۔ اتنے میں ایلچی خوارزم  
 سے آیا۔ اور صلح ہو گئی۔ غرض اب سلطان بے بہر گئے مگر قطب الدین ایک خدا دار رہا  
 ۔ اب سلطان نے گہکرون سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ قطب الدین ایک ہی دہلی سے  
 سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں نے ملکر گہکرون کی خوب گوشمالی کی۔  
 اور سلطان لاہور میں آیا۔ یہاں سے قطب الدین ایک کو رخصت کیا۔ جتنے دنوں  
 سلطان لاہور میں رہا۔ گہکری طرح کی تھیں مسلمانوں کو پہنچاتے رہتے۔ پتھا  
 میں آنے جانے کا رستہ مسلمانوں کا اونکے ہاتھوں سے بند ہو گیا۔ گہکرون کا کچھ  
 مذہب تھا۔ جس کی ہلکی ہوتی۔ وہ دروازہ پر لیکر کھڑا ہوتا۔ اور پکارتا کہ کوئی

اوسکو زوجیت میں قبول کرتا ہے۔ اگر کوئی قبول کرتا۔ تو اوسکے حوالہ کرتا ہوں اسکو قتل کرتا۔ ایک ایک عورت کئی کئی خاوند کرتی تھی۔ غرض دنیا کا مذہب کچھ تھا یا انتہا۔ مگر وہ مسلمانوں کی تکلیف سنانی کو بڑا صواب سمجھتے تھے۔ اب سلطان کے آخراہم سلطنت میں ایک مسلمان اوسکے مان قید ہوا۔ اوسنے مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ گہکروں کے سردار کو وہ خوبیاں پسند آئیں۔ اور اوسنے کہا کہ اگر میں سلطان کے روبرو جا کر اسلام قبول کروں تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اس مسلمان نے جواب دیا کہ میں اس مرا کا ذمہ دار ہوں کہ وہ میرے ساتھ شانہ سلوک کرے۔ اور اس کو ہستان ملک کی حکومت تجھے دیدے۔ یہ سارا مضمون اپنی عرضی میں لکھا اور گہکروں کے سردار کی عرضی لی۔ ان دونوں کو سلطان کے پاس پہنچایا سلطان نے فوراً خلعت فاخرہ اور کمر بند وضع گہکروں کے رئیس کے واسطے ارسال کئے۔ پھر رئیس گہکروں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام اختیار کیا۔ اور اس کو ہستان کی حکومت کا فرمان لیکر اپنے وطن کو چلا گیا۔ اور اور اپنے قوم کے آدمیوں کو بھی مسلمان بنایا۔ انہیں دونوں میں غرین کے مشرقی پہاڑوں کے باشندہ بھی مسلمان ہوئے +

## سلطان شہاب الدین کی وفات

جب سب طرح ہندوستان میں امن و امان ہو گیا۔ تو پاپا لہ لاہور سے غرین جانے کا قصد کیا۔ اور بہار الدین سلم والے بامیان کے نام حکم صادر ہوا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ترکستان کو کفار سے لڑائی لڑیں۔ اسلئے ایک لشکر آب خجوں کے کنارہ پر جمع کیا جائے۔ اور پہل تیار رہے۔ غرض اسی سال کن دوسری شعبان کو

خیمہ اوسکا دریا سندھ پر ایک مقام پر فضا پر قائم تھا کہ چند بد معاش گھکروں کے  
 کہ جنکے عزیز اور اقارب نے ج سلطان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ دریا میں پیر کر  
 آدھی رات کو وقت خیمے میں گھس گئے۔ اور سلطان کو خوجرون سے قتل کر ڈالا۔ بادشا  
 کا جنازہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال سے غزنین کو روانہ ہوا۔ بڑے بڑے  
 رئیس و امیر جنازہ کے ساتھ تھے۔ اور کندھا دیتے تھے۔ اور آہ و بکا کرتے تھے۔  
 جب غزنین کے قریب جنازہ پہنچا۔ تو تاج الدین ایلدوز حاکم غزنین استقبال کے لئے  
 آیا۔ اور زرہ بکتر بھیکے یا۔ بالون کو لکھیریا۔ خاک سرین دلی عرض میں بدشا  
 کے غم اور الم میں اوسکے سرداروں کا عجب علم تھا +

جب غزنین میں شہرمان روا ہوا تھا + وہ سن اپنی آخر عمر تک ۳۲ سال حکمرانی  
 کی۔ خزانہ سلطانی پاس اس قدر تھا کہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سوار اور جواہرات  
 کے پانچ من ہر اتھا +

### سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری

اب سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری دونوں کا حال طالب علموں نے  
 پڑھ لیا۔ اب و نکو چاہئے کہ وہ ان دونوں میں فرق سمجھیں کہ کیا تھا۔ اب غور کرو کہ  
 سلطان محمود غوری کی فتوحات ہندوستان میں کہاں سے کہاں تک پہنچیں۔ شمال  
 ہندوستان میں مالوہ اور اوسکے آس پاس کے ملک اور ہندوستان خاص سارا  
 سندھ اور بنگال و گجرات غرض ہر سبطک و سکتے قبضہ و اقتدار میں تھے۔ ہندوستان  
 خاص کے اکثر اضلاع میں اوسکے سردار فرمانروائی کرتے تھے۔ مگر کہیں کہیں باج  
 راجہ ہی حکمرانی کرتے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں پر قبضہ کرنا ایک سہل انگاری کی

بات تھی غرض یہ سارا ملک محمود غزنوی کی فتوحات سے کہین زیادہ تھا۔ اور اگر  
ہندوستان سے قطع نظر کریں تو سلطان محمد غوری کی فتوحات سلطان محمود کی فتوحات  
سے کہین کم نہ تھیں۔ اگرچہ سلطان شہاب الدین ہی بڑا جوانمرد اور عالی حوصلہ اور  
شجاع سپاہی تھا۔ مگر سلطان محمود کی لیاقت اور عظمت کو نہیں پہنچتا تھا۔ محمود  
میں دو خوبیاں تھیں جیسا کہ وہ بہادر اور سچ نصیب۔ ایسا ہی صاحبِ لب و لہجہ اور  
گیاس تھا۔ جب قدر اور اسکی طبیعت کو لگاؤ سپاہ گری کے فن سے تھا۔ ایسا ہی  
اوسکا دل علم و فضل اور مزہ کی ترقی کی طرف مائل تھا۔ یہی سبب کہ محمود ایشیا کے  
مشہور بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور سب جگہ وہ سکانات مشہور ہے۔ مگر سلطان  
شہاب الدین کا نام وہاں ہی لیا جاتا ہے۔ جہاں وہ بادشاہ ہے۔ باقی کہین ہی  
اوسکے نام سے واقف نہیں۔ سلطان شہاب الدین کی یہ حرکت کہ اوسنے اجمیر میں  
اون آدمیوں کے سوار گردن ماری جو لڑائی میں مارے گئے۔ اس امر پر شہادت  
دیتے ہے کہ اوسکے مزاج میں سختی سلطان محمود کی زیادہ تھی۔ سلطان محمود نے کسی  
آدمی کو سوار اوسکے جو لڑائی میں مارے گئے تیار کیا۔ اسکا اصل سلطان شہاب الدین  
غوری خوش نصیب و صاحبِ قبال کو ہستانی سپاہی تھا۔ جو ہفکشی اور محنت سے  
کبھی منہ نہ پھیرتا تھا۔ مصیبت و آفت کو وقت میں پہاڑ کی طرح مستقل تھا۔ کبھی  
اوسکو ترنزل نہ تھا یہ چال تو اوسکی سپہ گری کا تھا۔ اگر اوسکو بادشاہ ہونے کی نظر  
سے دیکھیں تو وہ جس عناد اور فساد کے زمانہ میں بادشاہ ہوا اوسکے لائق تھا۔ ستا  
اور استقلال سے فضا دون کو اوسنے مٹایا۔ غرض جیسا سپاہی کا کام اوسکا انجام  
دیا۔ ویسا ہی بادشاہی کا انتظام کیا۔ مگر علم و ہنر کا ذوق شوق نہ تھا +

## خاندان غور کا خاتمہ

سلطان شہاب الدین کی اولاد پسری نہ تھی۔ صرف ایک لڑکی ونسنے چھوڑی۔ وہ اپنے ترکی غلاموں ہی کو اولاد سمجھتا تھا۔ اور اپنی اولاد کی طرح اونکو پالتا۔ اور انکی تربیت اور تسلیم وہ اعلیٰ درجہ کی کی کہ وہ بڑے بڑے پایہ کے پادشاہ ہوئے۔ تین غلام اسکی وفات کے وقت بڑے بڑے صوبوں پر حکومت کر رہے تھے۔ قطب الدین ایبک ہندوستان میں شاہ الدین الیلدوز غزنویں میں۔ ناصر الدین قباچہ سندھ اور ملتان میں اگرچہ اسکی وفات کے بعد اسکا بیٹا سلطان محمود کے نام سے تخت پر بیٹھا مگر ساری سلطنت تو ان غلاموں کے ہاتھ میں تھی وہی اوپر حکمرانی کرتے تھے۔ اور بامیان کی سلطنت پر اور عزیز اور قاریب اسکی حکومت کرتے تھے فقط اس پاس غور اور ہرات اور سیستان اور شرقی خراسان باقی تھا۔ فیروز کوہ اسکی دار السلطنت تھا۔ جب سلطان محمود بادشاہ ہوا تو اسنے قطب الدین ایبک کو بادشاہ ہونے کا خطاب اور تمغا بھیج دیا۔ اگرچہ غزنویں کی سلطنت کے دعویدار بامیان کی بادشاہ کی اولاد میں پیدا ہوئے۔ مگر اسنے شاہ الدین الیلدوز کی حکومت میں ختم اندازی نہ کی سلطان محمود نے پانچ چہرہ برس کے بعد وفات پائی۔ تو اٹک کے مغربی ملکوں میں لڑایاں اور فساد برپا ہوئے۔ اور شاہ خوارزم نے غوریوں کے خاندان کا خاتمہ کیا۔ ان لڑائیوں کا ذکر تاریخ ہند میں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ غرض اب غزنویں اور غور سے کچھ تعلق ہندوستان کو نہ رہا۔ ہندوستان بجائے خود ایک مسلمانوں کی سلطنت ہو گئی۔ سب سے پہلا بادشاہ قطب الدین ایبک ہندوستان کا ہوا۔



## فضل سوم غلام بادشاہوں کی سلطنت

اب خدا کی قدرت کی دیکھو کہ ہندوستان میں ترکی غلاموں کی سلطنت کیسے چلائی۔  
جلال سے ہوئی۔ اور کس عرصہ دراز تک قائم رہی۔ قطب الدین ایبک کی حقیقت  
یہ ہے کہ ترکستان اسکو چھوٹی عمر میں ایک سوداگر بنشاپور میں لے گیا۔ وہاں  
قاضی فخر الدین ابن عبدالعزیز کو فی نے خریدا۔ اور اسکو اپنی لولا کے ساتھ تعلیم  
قرآن کا حافظ ہو گیا۔ اور عربی فارسی پڑھ گیا۔ پہر ایک سوداگر نے اس کو  
بہت روپیہ دیکر قاضی سے خریدا۔ اور سلطان شہاب الدین کی خدمت میں بطور تحفہ  
کے نذر کیا۔ اور اس کے عوض میں بہت کچھ روپیہ پایا۔ اسکی صورت ابھی نہ تھی۔  
چہرہ ٹھیکھا ٹوٹی ہوئی تھی اسلئے اسکو ایک کھڑتھے۔ اب اسنے اسخ فی اور شعور اور  
اخلاص سے سلطان کی خدمت کی کہ عنایات خسروانی اسپر ہونے لگیں۔ ایک دن کا  
ذکر ہے کہ مجلس علین طرب میں سلطان شہاب الدین فی اسکو بہت کچھ انعام اکرام دیا  
۔ اسنے اس سب کو فراشون اور ملازموں اور اپنے بہائی ترکی ملازموں میں  
تقسیم کر دیا۔ اور اپنے پاس پسپا نہ رہا۔ اس بات کو سنکر بادشاہ بڑا خوش ہوا۔  
اور حضور می کا حکم دیا۔ پہر ہر اختری کا عہدہ عنایت کیا۔ عورتا در غزنین اور  
بامیان کے سلاطین جب سلطان شاہ و خراسان کی طرف لڑنے گئے۔ تو وہاں وہ  
کار ہاؤ نمایاں کئے کہ اسکی شجاعت کی ایک ہوم مچ گئی۔ ایک دن دانہ گھاس  
کی تلاش میں بڑا پہر تاتھا کہ سلطان شاہ کراچیون ڈی انگیرا۔ اگرچہ اسوقت  
تھوڑے آدمی ساتھ تھے۔ مگر پہر بھی مقابلہ جواںمردی سے کیا۔ اور قید ہو گیا۔

جب سلطان شاہ کو شکست ہوئی۔ تو قطب الدین کو سلطان شہاب الدین کے  
روبرو اسی صورت کے قید خانہ سے نکال کر لائے۔ جس صورت سے کہ وہ قید خانہ  
میں رہیرون کے اندر اکر طر اور جگر طر رہتا تھا۔ اس حکم حلالی پراوسکا اور اعتبار  
بڑا۔ جبا جمیر بن فریح ہوئی۔ تو وہی سلطان کا نائب ہندوستان میں اور سپہ سالار  
مقرر ہوا۔ پہر جو فتوحات اس نے اس سپہ سالاری اور نائب سلطانی میں حاصل کیں  
اونکا بیان پہلے ہو چکا ہے +

سلطان قطب الدین مجمع اوصاف تھا۔ ترکی نژاد ہونے کو سب سے شجاعت اور جوانمردی  
تو اس کے پیٹ سے لیکر نکلتا تھا۔ سخاوت اور فراخ دہی اس کی عادت تھی۔ فیاضی  
کے سبب لکھنؤ اس کا لقب تھا۔ شجاعت و شہنشاہی کو زیر کر کہا تھا۔ اور سخاوت  
نے دوستوں کو محکوم بنا رکھا تھا۔ وہ ایسا ہر دل عزیز اور مغز نہا کہ کوئی اور ہر شک  
اور حسد نہ کرتا۔ حامد سلطنت سے محبت پیدا کرنے کی واسطے اس نے بہ ناتی شہرہ کئے  
اس نے اسکو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ تاج الدین یلدرز کی لڑکی سے شادی کی  
۔ ناصر الدین قباچہ سے اپنی ایک بیٹی کی شادی کی اور جب وہ مگرئی تو دوسری بیٹی  
سے نکاح کیا۔ شمس الدین تہمش سے کہ وہ بھی مغز غلاموں میں تھا اپنی بیٹی کا نکاح  
کیا۔ ناصر الدین قباچہ قطب الدین کو ہمیشہ سے بزدل جانتا تھا اور اس کی طرف سے سندھ  
پر حاکم تھا۔ مگر تاج الدین یلدرز اس شہرہ مندی کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا۔ اور اب تک  
ہندوستان کو غزنین کا صوبہ سمجھتا تھا۔ یہ سمجھ کر بلا حور پر چڑھ گیا۔ اور اس پر  
قبضہ کر لیا مگر حکم اس کا یہ ہوا کہ شہرہ مندی میں قطب الدین نے اسکو غزنین سے نکال کر کیا۔  
اور چالیس دن تک غزنین میں ڈنگ نہ بجا یا۔ اور تاج شاہی پر رکھت پر چلوں کیا

مکہ تاج الدین یلدوز نے پہر قطب الدین غزنوی کو لے لیا۔ اور قطب الدین وہاں سے  
لاہور چلا آیا۔ اور عیش و آرام اور آسائش سے زندگی بسر کرنے لگا۔ عدالت اور انصاف  
اور خوش خوئی اور نیک معاملگی میں یہ بادشاہ بڑا مشہور ہوا۔ اور کلی ان سب  
باتوں کو لوگ دیت تک یاد کرتے رہے۔ بلکہ میں یہ بادشاہ چوگان کھیلنے کیلئے گہوڑے  
سے گر پڑا۔ اور مر گیا۔ چار برس تک وہ تخت نشین رہا۔ مگر انتظام اور بندوبست اس کا  
ہندوستان میں اس سے بڑا کہ سلطان شہاب الدین نے اپنا نائب مقرر کیا تھا میں  
برس تک رہا۔ جو فتوحات اس نے اور اس کے عہد میں مختار خلجی نے حاصل کی تھیں  
اون کا بیان اس کے نیابت سلطان کے عہد میں پہلے ہم نے لکھ دیا ہے

### آرام شاہ

جب سلطان قطب الدین نے وفات پائی آرام شاہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ مگر وہ  
قابلیت سلطنت کی تھی۔ اس لیے یہہ انجام ہوا کہ برس روز نہ گذر ا تھا کہ سلطنت کے  
اس طرح ٹکڑے ہو گئے کہ ناصر الدین قباجہ نے سندھ کی طرف جا کر ملتان اور اوچہ اور  
بہار اور بہار پر قبضہ کر لیا۔ بنگال میں خلجیوں نے جد سلطنت قائم کی۔ بہار  
ارکان سلطنت کا ارادہ ہوا کہ شمس الدین لہنشا کو تخت پر بٹھائے +

### شمس الدین لہنشا

شمس الدین لہنشا کی حقیقت طبقات ناصری میں یہ لکھی ہے کہ وہ  
قراخانوں کے بزرگ زادوں میں سے تھا۔ باپ اس کا اہم خان تھا۔  
اور اپنے زمانہ کا مشہور امیر تھا۔ اس لشکر کا حال ہی حضرت یوسف کاسا ہے  
کہ اس کے بھائیوں کو اس کی گیارہ فراسٹ پر رشک و حسد ہوا۔ باپ سے کہہ کر

شکار کے بہانے سے اس کو گھر سے باہر لے گئے۔ اور زبردستی ایک سوداگر کے ہاتھ  
بیچ ڈالا۔ اس سوداگر نے بخارا میں جا کر اس کو فروخت کیا۔ یہاں اس کی تربیت اور  
تعلیم ہوئی۔ اور حاجی بخاری سوداگر نے اسے خریدا۔ اور حاجی جمال الدین  
جست قبا کے ہاتھ فروخت کیا۔ یہ حاجی اس کو غزنین میں لایا۔ اس صورت اور  
سنگ کا کوئی ترک غلام غزنین میں اب تک آیا تھا۔ اب اس کی قیمت ایسی مانگنی شروع کی  
کہ کوئی شخص اس کو خرید نہ سکتا تھا۔ غرض اس کو پہرہ سوداگر بخارا میں لے گیا۔ اور  
پھر غزنین میں لایا۔ اتفاق سے قطب الدین ابابکر بھی ان دنوں غزنین میں آیا ہوا  
تھا۔ اس نے مالک کو کہا کہ دہلی اسے لے چلو یہاں اسے اور ایک اور ایک غلام کو  
ایک لاکھ بتیل کو خریدا۔ اور ہمتشکل نام پہلے کچھ اور تھا۔ قطب الدین اس کی نام  
ہمتشکل کہہ کر فرزند پانا لیا۔ اور بقرہ بن مین میں داخل کیا۔ اور میر شکار کا عہدہ دیا  
جب گویا راکا قلعہ فتح ہوا تو اس کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور پرچہ در ملک  
فتح ہونے تو بدایون کا منتظم اس کو مقرر کیا۔ جب سلطان شہاب الدین گجرات سے  
لڑنے آیا ہے تو سلطان قطب الدین کے ساتھ ہمتشکل بھی موجود تھا۔ اس لڑائی میں  
اس نے ایسی دلاوری و مردانگی دکھائی کہ پانی میں سلجھ کو ڈرنا۔ اور دشمنوں سے لڑنا  
سلطان شہاب الدین اسے خلعت عنایت کیا۔ اور خطا زوی لکھ دیا۔ اور قطب الدین  
اس کی تربیت اور تعلیم کے واسطے ناکید کی۔ اور سلطان قطب الدین ایک فیاضی  
کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ اور امیر الامرا مقرر کیا۔ جب سلطان قطب الدین کا  
انتقال ہوا تو وہ بدایون میں گیا۔ اور اس کی سلطنت اس کو بلایا۔ اور اسے پانچویں  
تخت نشین ہوا۔ اور اپنا لقب سلطان شمس الدین ہمتشکل کہا۔ اگرچہ بعض امرائے

المنشی کو بلایا تھا۔ مگر ترکی غلام اوسکے مخالف تھے اسلئے اوسکو تخت نشینی بغیر لڑائی  
 کے نصیب نہ ہوئی۔ تاج الدین یلدوز کوایتک پہنچتا تھا جاتا تھا کہ غزنین کا صوبہ  
 ہندوستان پر اسلئے المنشی کی جبر اور رایت اور خطاب سلطان کا بھیجا۔ شمس الدین  
 نے اوسے قبول کیا۔ مگر تاج الدین یلدوز کو خوارزم شاہ کو لشکر نے غزنین سے  
 نکال دیا۔ تو ہندوستان کی طرح دامنگیر ہوئی۔ پنجاب اور قصبہ تہا نیس پر متصرف ہوا  
 ۔ المنشی کے دربار میں ایک فریق اپنا ہی پیدا کیا۔ لیکن ۱۲۱۵ھ میں اوسکو شکست  
 ہوئی۔ اور گرفتار ہوا۔ اور بدایون میں اپنی موت سے باز نہ کر لیا دینے سے مر گیا۔  
 ناصر الدین قباچہ کہ وہ بھی دادا سلطان قطب الدین کا تہا سندھ میں خود مختار بادشاہ  
 بن گیا۔ دریا پختا پر سلطان شمس الدین المنشی کے لڑائی ۱۲۱۶ھ میں دوسری ہوئی  
 ۔ اور اوسکو فتح نصیب ہوئی ۱۲۱۸ھ میں ملک خلیج کہ نواح غزنین میں تھے تھے  
 سندھ پر حملہ آور ہوئے اونکو ناصر الدین قباچہ فی شکست دی۔ ان مغلوب خلیجوں کے  
 سلطان شمس الدین المنشی کا دامن پکڑا۔ اوسو ان خلیجوں کو ہمراہ لیکر ناصر الدین پر  
 حملہ کرویا۔ اور اوسکو شکست دی وہ کہیں دور بہاگ گیا۔ سلطان دہلی میں اس پس  
 چلا آیا جب کہ سلطان خوارزم شاہ نے تاج الدین یلدوز کو غزنین سے خراج کر دیا تھا  
 ۔ تو یہ گمان غالب تھا کہ وہ ہندوستان پر بھی چڑھائی کرنے کا۔ چنانچہ جو قزوین  
 اوسکے ملک کی آس پاس آتین ماو کا مقابلہ ناصر الدین قباچہ کیا کرنا تھا۔ مگر اسے ہاسی  
 نہ ہونے کا سبب یک اور ہی ہوا۔ کہ ایشیا میں وہ طوفان برپا ہوا کہ اوسنے سارا  
 رنگ روپ اوسکا بدن یا تفصیل اس جمال کی ہم ہے کہ چنگیز خان جو پہلے مغلوں  
 میں کوئی سردار نامی گرا بی تھا۔ خدا کی قدرت سے ایسا قوی اور زبردست حاکم ہو گیا

کہ کوئی اوسکا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ایک فوج جبار اور سپاہ قہار اوس پاس نہی۔  
 تاتاری اور مغل وسین موجود تھے۔ جہاں یہ فوج جاتی ملک کے ملک بے چراغ کرتی  
 ۔ آندھی بہو بجال کی طرح مسلمانوں کی سلطنتوں چڑھ آئی۔ اور ایک شور قیامت  
 اٹھین مچا دیا۔ طوفان فوج کے بعد جو کوئی بڑی بلا انسان پر نازل ہوئی ہے وہ  
 یہ طوفان چنگیز خانی تھا۔ کوئی اونکو بدھ کا پوجنے والا بتلاتا ہے۔ کوئی بت پرست  
 کہتا ہے۔ مگر فی حقیقت انکا دین اور آئین یہ تھا کہ جہاں چاہئے وہاں انسان کی  
 نسل کو مٹائی۔ سب سے پہلے یہ بلا والی خوارزم پر واقع ہوئی۔ اوسکا سارا ملک  
 تباہ اور خاک سیاہ کر دیا۔ اب خوارزم کا بادشاہ جلال الدین اپنی جان بچانے کے  
 لئے دریا، سندھ کو اس طرف بھاگ آیا۔ مغلوں کی فوج بھی اوسکے پیچھے ملتان اور سندھ  
 میں داخل ہوئی۔ مگر سلطان شمس الدین اسوقت بھی بوجہ کام کیا کہ جلال الدین  
 نے اس ملک میں قیام کرکے ارادہ کیا۔ تو اوسنے جلال الدین سے کہلا بھجوا یا کہ یہاں کی  
 آب و ہوا آپکے مزاج کے موافق نہ آئیگی۔ جلال الدین اس بات کو سمجھ گیا۔ اور سندھ  
 سے ایران کو چلا گیا۔ اوسکے ساتھ ہی مغلوں کی فوج بھی اولٹی چلی گئی مصر  
 رسید بود بلائے ولے بخیر گذشت مگر جتنے دنوں یہ فوج رہی وہ اپنا رنگ ہنگ  
 دکھا گئی۔ دس ہزار سندھوں کو لونڈی غلام بنایا۔ جب سدبہم نہ پہنچی تو ان بچاؤ  
 سراوڑ آیا۔ جب کہ ناصر الدین قباچہ کو جلال الدین کی لوٹ کھسوٹ اور مغلوں  
 کی مارد ہاڑ سے نجات ہوئی کہ تو سلطان شمس الدین لہنش سے لڑائی شروع ہوئی  
 ۔ اور سلطان کو فتح نصیب ہوئی۔ اور ناصر الدین سندھ میں خاندان سمیٹ ڈوب کر  
 مر گیا۔ اور سارا ملک و سکا سلطان کی قبضہ میں آچکا۔ ۲۵ سالہ میں آگیا۔ ۲۶ سال میں

سلطان غیاث الدین خلجی برکہ بہار اور بنگال کا بادشاہ تھا سلطان نے لشکر کشی کی اور فتح نمایان حاصل کی۔ اور سارا ملک پُر قبضہ اختیار میں لے آیا۔ اور ان صوبوں کا انتظام اپنے بڑے بیٹے کر سپرد کیا۔ اور سلطان ناصر الدین کا خطاب و سکھ دیا۔ بعد ازیں چھ برس تک سلطان شمس الدین ہندوستان کے اون قطاع کے مطیع کرنے میں مصروف رہا۔ جو اب تک مطیع اور فرمانبردار نہ ہوئے تھے۔ تیننپور کا قلعہ فتح کیا۔ گوالیار کو دوبارہ لیا اور ہلیسپر پر قبضہ کیا۔ مالوہ کی دار الخلافہ اجین پر تسلط کیا۔ یہاں کا مہا کال شہر و مند خاک میں ملایا۔ یہہ مندر سو گز بلند تھا۔ اب سارا مالوہ میں بھی اوسکا ڈکنیج گیا۔ اسکاصل ب دلی کی سلطنت ایسی وسیع ہو گئی تھی کہ ہندوستان خاص میں سوا چھ مقامات کو سب سب سلطان دہلی کو پانچ تلے تھے۔ اور سب کے سب طاعت کا دم بہرتے تھے۔ مگر اس طاعت اور فرمان برداری میں تغیر اور تبدل ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ جب کوئی دلی میں زبردست بادشاہ ہوا۔ تو فرمانبردار سرکشوں سے زیادہ ہو جاتے۔ اور جب دو مین متواتر کمزور بادشاہ ہوئے تو ایک غدر مچ جاتا۔ ملک میں طوائف الملوکی ہو جاتی۔ نئے نئے بادشاہ اور نواں اور راجہ بن جاتے۔ پھر جب کوئی زبردست بادشاہ ہوا۔ اسنے سرکشوں کا سر کاٹ کر سب مغلوب کر لیا۔ غرض یہی ایک ڈھنگ ہل سلام کی سلطنت کا ہندوستان میں عہد مغلیہ تک رہا۔

### سلطان شمس الدین لہتمش کی وفات

ان فتوحات کو بعد ہی سلطان آرام سے نہ بیٹھ سکا۔ لمٹان جانے کا تہیہ کیا۔ کہ ایک عارضہ میں مبتلا ہوا۔ اور ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ بمطابق ماہ اپریل ۱۲۳۶ء

اس دنیا سے جلت کر گیا۔ اس بادشاہ نے چھبیس برس سلطنت کی \*  
 اس بادشاہ کے واسطے خلیفہ بغداد نے یہی خلعت پہنچا تھا۔ اسکو سلطان اپنا فخر  
 سمجھتا تھا۔ اب تک خلیفہ بغداد کو مسلمان بزرگ سمجھتے تھے +

### یادگار عہد سلطنت

اس بادشاہ کے عہد میں بڑے بڑے فاضل اور عالم اور اہل کمال موجود اور الدین  
 غوثی اویس کے عہد میں تھا جس نے جامع انحکایات لکھی ہے۔ وزیر اور سکا نظام الملک  
 محمد بن ابی سعید تھا۔ یہ وزیر خلیفہ بغداد کی طرف سے ہے بڑے عہدہ پر فائز تھا۔  
 اوسکے روزگار کی سب سے زیادہ عمدہ یادگار قطب کی لائٹ ہے۔ یہ لائٹ بھی عجیب  
 روزگار سے ہے۔ اب تک اوسکے پانچ کھنڈ موجود ہیں۔ اور اسی گز اوچے ہیں۔  
 پہلے سات کھنڈ تھے۔ اور سو گز بلند تھی۔ جڑ میں اوسکا محیط پچاس گز ہے۔  
 اور سرے پر دس گز۔ اندر سے وہ خالی ہے۔ اور چکر دار زینہ اوسکے اندر بنا ہوا ہے  
 ۔ تین سو اکتھار اوسکی سیڑیاں ہیں۔ باوجود اس قدر بلندی اور عظمت کے ابھی بصورت  
 اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ بے اختیار دیکھنے کو ہی جاتا ہے۔ سب جگہ اوس میں  
 منبت کاری اور گلکاری بہت خوبصورتی سے بنی ہوئی ہے +

### سلطان کن الدین فیروز شاہ

سلطان شمس الدین بہمنش نے اپنی زندگی میں سلطان کن الدین کو چتر اور دور باش  
 دیکر بدایوں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ پہلا لاہور کا صوبہ دار بنایا۔ جبوقت سلطان بہمنش کل  
 انتقال ہوا۔ اوسوقت وہ دہلی میں موجود تھا۔ سب اوسکو تخت پر بٹھایا۔ مگر تخت پر  
 بیٹھتے ہی سلطنت کا کام چھوڑ دیا۔ رات دن ناز رنگ و عیش و طرب میں مشغول تھا۔



رندھی بہڑوں مسخوں اور قولوں میں ساری دولت خزانوں کی لٹائی شروع کی۔ اور سلطنت کا سارا کام مکے بہر و سہر چھوڑ دیا۔ مان بیٹے پر ہی زیادہ ظالم تھی۔ اوسنے سلطان شمس الدین کی اہل بی بی کو بڑی برہمنی اور فضیحتی سے قتل کرایا۔ اور جو اور ترکی کنیر میکن صاحبے و تہدین و نکو ذلیل کرایا اور تہش کی سب چھوٹ بیٹی قطب الدین کو قتل کرایا۔ ان حرکات سے سب چھوٹے بڑے اوسے منفرد ہوئے۔ اور جاجی اصبہ و اخوند مختار ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سات ہند کے بعد سلطان رکن الدین فیروز شاہ تخت سے اوتار گیا۔ اور قید خانہ میں ڈالا گیا۔ جہاں ۱۲۳۶ء میں مر گیا۔ اور سلطان رضیہ سکیم کہ سلطان شمس الدین تہش کی بیٹی تھی تخت نشین ہوئی

### سلطان رضیہ سکیم

سلطان رضیہ کو خدانے وہ حجب بیان عطا کی تھیں کہ جو شاہان عادل و رکامل میں ہوتے ہیں۔ جو صاحب نظر اور کارگاہ ہیں اوس میں کوئی عیب و عورت ہونے کے نہیں نکال سکتے۔ قرآن شریف خوب پڑھتی تھی۔ علم سے ہی اوسکو کچھ بہرہ تھا۔ اپنے باپ کے عہد میں ملکی کاموں میں دخل دیتی تھی۔ سلطان ہی اوسکے عقل اور سمجھہ یکہ کر اس دخل کا کچھ مانع نہ ہوتا تھا۔ بلکہ جب گویا اسے بہرہ آتا۔ تو بہتے امیرون کو سامنے آسکواپنا ولی عہد بنایا۔ جب مرانے عرض کی کہ ہر ان شہید اور لائق کو چھوڑ اس لڑکی کو آپ ولی عہد بنائے میں۔ سمین کیا مصلحت ہے۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں اپنے لڑکوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ آوارہ بہت ہیں۔ می نوشی اور بدکاری اور حرام کاری میں شغ ہوتے روز مصروف ہیں۔ اوس میں اتنی سنگت کہاں کہ وہ سلطنت کا بوجہ اٹھا سکیں۔ رضیہ اگرچہ ظاہر میں عورت ہو مگر حقیقت میں مرثیہ۔ اور اپنے بہا میں سے اچھی ہے۔ غرض

سلطان خضیہ پر وہ باہر آئی۔ لباس مردانہ پہنا۔ قبا دربر اور تلخ چہرہ دربار عامین  
 بیٹھی اور اجلاس کرتی۔ اور عدالت اور مصافحہ لوگوں کی ناشل در فرمایہ سنتی۔ اور  
 جو قواعد و ضوابط کن الدین کے عہد سلطنت میں مت ہو گئے تھے۔ انکو از سر نو درست کیا  
 ۔ اور جو برائیاں اس کے بھائی کے وقت میں پیدا ہوئی تھیں ان سب کو دور کیا۔ غرض  
 سلطنت کا نظام عقل و تدبیر کے ساتھ کیا۔ ایک گروہ امر کا اسکی تخت نشینی سے  
 تھا۔ نظام الملک جنیدی اسکا سرگروہ تھا۔ اس نے لشکر لیکر دی کا ارادہ کیا۔  
 اور جو سپاہی کی محافظ تھی اسکو شکست فاحش دیدی۔ اور تباہ پریشان کر دیا مگر  
 سلطان خضیہ نے اپنی لائق تدبیروں اور حکمتوں سے اس گروہ کو توڑ دیا۔ بعض کو قتل کر دیا  
 ۔ بعض کو شفی اور تسلی دیکر پرچایا۔ غرض تھوڑے دنوں میں ضبط دست گیا۔ میں چھوٹ گیا  
 ۔ اگرچہ خضیہ میں سب مضمین بادشاہان دل و رکال اور عقل کی موجود تھیں۔ مگر ایک  
 کام سے اسکی تمام خوبیوں کو داغ لگ گیا۔ جمال الدین یا قوت حبشی کو کہ امیر خور تھا۔  
 سلطان خضیہ نے اسکا نہایت مقرب بنایا۔ امیر الامر کا خطاب اسکو عطا کیا۔ وہ ہمیشہ بغل  
 میں ہاتھ دیکر گھوڑے پر اوڑھ سوار کرتا تھا۔ اس سے پہلے تمام امر کن سلطنت بخندہ ہو گئے  
 اول ملک غزالدین حاکم لاہور نے اطاعت قدم باہر کرکھا۔ سلطان خضیہ لشکر چڑھا کر دہلی  
 گئی۔ ملک غزالدین اس کے ساتھ باخلاص پیش آیا۔ اس نے ملتان کا ملک سلطان خضیہ  
 اسکو اور عطا کیا۔ اسی سال ملک التونیہ حاکم بھٹہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ وہ بھی جمال  
 الدین یا قوت کو امیر الامر الی سے تنگ کیا تھا۔ سلطان خضیہ بیک لشکر لیکر دہلی پر چڑھی۔ شہنشاہ  
 راہ میں لوگوں نے یا قوت حبشی کو قتل کر ڈالا۔ اور خضیہ بیک کو قید کر کے قلعہ بھٹہ میں  
 بھیج دیا۔ اور دہلی میں معز الدین بہرام کو کہ سلطان شمس الدین لہنس کا بیٹا تھا۔

تخت پر بٹھایا۔ رضیہ بیگم نے حاکم بھٹنہ کو قید ہی کی حالت میں ایسا اپنی فطرت سے بچایا کہ اس نے نکلج اوسے کر لیا۔ اب یہہ دونوں میان بی بی جاٹوں اور گھکرون کو جمع کر کے اور اطراف سے سپاہیوں کو سمیٹ کر دودھ دلی پر حملہ آور ہوئی۔ مگر دودھ دفعہ شکست ہوئی۔ دوسری کشت تہل میں ہوئی تھی۔ ان دونوں میان بی بی کو نیندا رو نے گرفتار کر کے سلطان معز الدین بہرام کو حوالہ کیا۔ اوسے ان دونوں کو قتل کر دالا۔ سلطان رضیہ فرسارٹ میں برس تک سلطنت کی۔ یہی کام دوسکا عقل کے خلاف تھا کہ ایک مکینہ کو منہ لگایا دوسکا یہہ شمرہ پایا۔ کہ سلطنت کہوئی۔ پھر جان گئی۔ اگرچہ یہ معلوم ہوا کہ وہ اس حبشی پر بری نیت سے مہربانیاں کیا کرتی تھی۔

### معز الدین بہرام شاہ

سلطان رضیہ قلعہ بھٹنہ میں مقید تھی کہ سلطان بہرام شاہ بادشاہ ہوا۔ اوسے تخت پر قدم رکھا ہی تھا کہ اراکین دربار نے سازشیں کرنی شروع کیں۔ ادھر مغلوں نے اوسکے ملک پر حملہ کیا۔ اور لاہور تک چل آئے۔ ملک فراتشک لاسور میں حاکم تھا راتوں رات بھاگ کر دلی میں آیا۔ ایک سپاہ کشیر مغلوں کی رفع دفع کرنے کے واسطے جمع کی گئی۔ مگر اس اجتماع سے نئی نئی فساد امیں کھڑے ہوئے۔ ان فسادوں کے مٹانے کے واسطے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار راشی نے تحلیف گوارا کی۔ مگر انکی یہی کسی نہ سنے۔ ان فسادوں کا یہہ انجام ہوا کہ دو برسن و مہینہ کی سلطنت کے بعد بہرام شاہ ہی گرفتار ہوا۔ اور قید خانہ میں پڑا پڑا کر گیا۔

### سلطان علاء الدین مسعود شاہ

جب سلطان بہرام کا پیمانہ عمر پور ہو تو ملک عز الدین بلبن بزرگ تخت دہلی پر چڑھ گیا

مگر امرا اسکی تخت نشینی سے بھی راضی نہ ہوئے۔ اور ناصر الدین اور جلال الدین کہ سلطان شمس الدین کے بیٹے تھے۔ اور سلطان علاء الدین مسعود شاہ کہ رکن الدین فیروز شاہ کا بیٹا تھا۔ اور سب کے مقبض سفیدین مقید تھے۔ اور کو قید خانہ سے باہر لائے اور انہیں سے سلطان علاء الدین مسعود کے سر پر ۲۴ لاکھ من تاج شاہی رکھا۔ مگر اسکی سلطنت میں بھی وہی خرابیاں برپا ہوئیں جو پہلے سیلی آتی تھیں۔ بلکہ اونپر اسکی دائم الخمری اور عیاشی اور ظلم نے اور طرہ لگا دیا۔ اس بادشاہ کو وقت کی بڑی شہور بات یہ تھی کہ محمد بختیار خلجی جس راہ سے تبت اور خطا میں گیا تھا۔ اسی راہ سے مغلوں کی فوج نے ۲۴ لاکھ من بنگالہ پر یورش کی۔ اس راہ سے فقط یہی یورش ہوئی ہے۔ اور کسی یورش کا اس راہ سے صحیح تاج نہیں بتا نہیں تھا۔ مغلوں کو شکست ہوئی۔ پہر انہوں نے قندھار کی طرف ملک سندھ پر حملہ کیا۔ اور اوجہ کا محاصرہ کیا۔ سلطان نے بھی امرا کو جمع کیا۔ اور لشکر فراہم کر کے یاس کے کنارہ پر فوراً جا پہنچا۔ مغلوں کے لشکر نے اوجہ کا محاصرہ چھوڑ دیا۔ سلطان مظفر دے مضور دلی میں چلا آیا۔ جب امرائے دیکھا کہ سلطان مسعود ظلم اور شراب خواری سے کام سلطنت کا بگڑتا ہے۔ تو انہوں نے پیغام اس کے چچا نصیر الدین پاس بھرا نچ میں بھیجا۔ اور اس کو بادشاہ بنایا۔ اور مسعود کو قید خانہ میں ڈالا۔ کل چار سال ایک ماہ اور سنے سلطنت کی +

### سلطان ناصر الدین محمود

یہ ناصر الدین اپنے بڑے بھائی سلطان ناصر الدین کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ سلطان شمس نے اپنے مرحوم بیٹے کا نام اور لقب اس پر اپنے چھوٹے بیٹے کو عطا کیا۔ اور قصبہ لونئی میں اسکی ماکو بھیج دیا۔ یہیں ساری تعلیم اور تربیت ناصر الدین نے پائی۔

باپ کو مرنے پر کچھ دنوں میں قید میں گزری۔ پہرہ بانی بانی۔ اوسکی عادت تھی کہ  
 ہمیشہ سوچ بچار میں رہتا۔ اور سب الگ تھلگ رہتا۔ سلطان مسعود کے عہد میں  
 اوسکو پٹیرا کی حکومت ملے۔ یہاں اوسکی عدالت و رخصت تھوڑے دنوں میں  
 بہت رونق ہو گئی۔ جب امراء دہلی سلطان علاء الدین مسعود شاہ کی باتوں سے  
 تنگ آئے۔ تو انہوں نے ایک خفیہ عرضداشت سلطان ناصر الدین کی خدمت میں  
 بھیجی۔ کہ آپ دہلی میں تشریف لائیں۔ ملکہ جہان جو ناصر الدین کی والدہ تھی۔ اس سفر  
 میں ہمراہ ہوئی۔ اور اس بہانہ سے کہ سلطان بیمار ہے۔ دہلی میں علاج کر لیا جاتا ہے۔  
 بنیے کو دلی تک لے آئی۔ اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ وہ یہاں آہنچا۔ بلکہ ایسا دم اسکو  
 تھا کہ جب رات ہوتی تو ناصر الدین کمنہ پر نقاب ان سہی کہ کوئی پہچانے نہیں۔  
 عرض ۲۲۔ محرم ۷۷۰ھ ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۳۷۰ء کو سبز قصر میں یہ سلطان  
 دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ جلوس کے دن بڑا جشن ہوا۔ ملک غیاث الدین۔ کو لقب  
 وزارت عطا ہوا۔ اور سارا کاروبار سلطنت کا اوسکے احکام پر چھوڑ گیا۔ سلطان  
 نے وزیر بنانے کو وقت گنہ یا کہ کوئی کام ایسا نہ کرنا کہ خدا کے روبرو میں اوسکے  
 جواب سے شرمندہ ہوں۔ اس وزیر نے اپنی کام کا حق ادا کیا۔ اور ایسی تدبیریں کیں  
 کہ کسی کو قدرت نہ تھی کہ اوسکے کام میں دم مار سکے۔ غرض ساری سلطنت کا کام  
 اوسکی مٹھی میں تھا۔ بہہ بلبلین شمس الدین بہمنش کا غلام اور داماد تھا۔ اب ناصر الدین  
 نے اوسکو خان عظیم الغنی کا خطاب مرحمت کیا۔ اور اوسکا چچا یہاں شیر خان تھا۔  
 اوسکو خان معظم کا لقب عطا ہوا۔ اور ملتان اور پنجاب کا حاکم مقرر ہوا۔  
 اس بادشاہ کو اودن مغلوں کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ جو غزنویں کا بل ورنقد ہار دینے

اور بہرات میں شورشیں مچ رہی تھیں۔ عیناٹ الدین بلبن نے ان سرحدی صوبوں کو ملا جلا کر ایک صوبہ قائم کیا اور شیرخان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور بادشاہ کو پنجاب میں لے گیا۔ اور گہکرون کو کہ مغلوں کو ساتھ غارتگری میں شریک ہو گئے تھے۔ نہایت سخت سزا دی۔ سیکڑوں کو قتل کیا۔ اور انکے بچوں کو نوٹھی اور غلام بنا کر دہلی میں لے آیا۔ سوار اسکے ایک جماعت کی جماعت پرانے امیروں کی تھی کہ وہ سلطان شمس الدین اہمٹنکے وقت سے جاگیریں۔ لاہور اور ملتان میں باقی تھیں۔ مگر حق خدمت نہ ادا کرتی تھیں۔ اور مغلوں کی سپاہ سے ساز باز کھینچتیں۔ اور ان سب بوڑھوں کو سلطان عیناٹ الدین بلبن سے مشورہ لیکر منصب معزول کیا۔ اور انکے جوان اولاد اور عزیز اور اقارب کو انکے منصبوں پر مامور کیا۔ اس نظام سے ملکی اور مالی بندوبست دونوں طرح کا ملتان و پنجاب میں ہو گیا۔ اور گہکرون کے دل مطمئن ہوا۔ یہ عمل سلطان کا ایسا تھا جیسا کہ سکندر کا سننے میں آیا ہے کہ اوسنے اپنے استاد ارسطو سے ایچی پہچا اور پوچھا کہ میں کیا کروں اور اراکین دولت بندگی اور فرمانبرداری میری نہیں کرتے۔ ارسطو ایچی کو باغ میں لگایا۔ اور باغبان کو حکم دیا کہ سب اٹنے پیرا دکھاڑ ڈال۔ اور نئے پودے اوسکی جگہ لگا دے۔ اور کچھ جواب ایچی کو دیا۔ اور رخصت کیا۔ ایچی نے یہ سارا حال سکندر سے بیان کیا۔ سکندر مطلب سمجھ گیا۔ چنانچہ اوسنے امر اکہن سال کو معزول کر کے۔ اونکی اولاد کو انکے عہدوں پر مقرر کیا۔ ہر سب نظام ہو گیا۔ بعد ازین ۴۴۴ھ سے ۴۵۵ھ تک عیناٹ الدین بلبن اور ہندو راجاؤں سے لڑتا رہا۔ جو شاہان سابق کے ضعف اور بے اعتدالی کی سبب سے متقدم اور کمرش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اول حملہ میں اوسنے جہانکے وار پار ملک میں لے

کا پنجونک حکومت سلطانی کو قائم اور بحال کیا۔ پہر آئندہ تین سال کے چڑھائیوں میں سیوا  
 کے بہار سی ملک کو کہ دلی سے چنبل تک پہلے آصف کیا۔ پہر تہمپور کو وہ پایہ کے قلعہ کو  
 جو سیوات کو پاس سے فتح کیا۔ اور سلطان ناصر الدین کا بہائی جلال الدین دلی میں آیا  
 اور بہر بہان سے چوڑ کو بہا گا۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا۔ اور چوڑ میں پہنچا۔ مگر  
 وہ شہنشاہ لاچار سلطان دلی میں دلتا چلا آیا۔ ملک اعز الدین بلبن جرگ حاکم وجہ  
 اور ناگور نے بغاوت اختیار کی۔ سلطان نے اس پر لشکر کشی کی۔ وہ سلطان کے سامنے  
 نہ ٹھہر سکا۔ اور حاضر ہو کر امان کا جویاں ہوا۔ سلطان نے اس کی عفو و تقصیر کر کے اس کی  
 حکومت بحال کی۔ اور خود دلی میں چلا آیا۔ پہر زور کا قلعہ بندیل کھنڈ میں جا کر فتح کیا  
 ۔ اور بوزران چندیری اور مالوہ میں گیا۔ اور وہاں اپنی طرف سے حاکم مقرر کئے۔  
 اور بہر دلی چلا آیا۔ اور اس کے چیری بہائی شیر خان نے ہی مغلوں کو شکست دیکر  
 غزنین لے لیا۔ اور اسمین خطبہ سلطان کو نام کا پڑھوایا۔ اور اس کا سکہ چلایا۔ اور  
 بہر سلطان کے حکم کے بموجب وجہ پر لشکر کشی کی۔ ملک اعز الدین بلبن بزرگ ناگور سے  
 اوجہ میں آیا۔ اور شیر خان کو اوجہ بہر دکن کے سلطان پاسن لی میں آیا۔ سلطان نے  
 اس کو بدایوں میں حاکم مقرر کیا۔ جن مہات کا اوپر ذکر ہوا۔ اور ان کے سلطان ناصر  
 شریک تھا۔ اور ان فتوحات کا سبب اپنی تئیں بتاتا۔ مگر دل میں خوب سمجھتا تھا  
 کہ یہ سب فتوحات بلبن کی پائردی سے حاصل ہوئی ہیں۔ اول قدم ان معرکوں میں  
 اوسیکا ہر۔ بعد اس کے میرا قدم ہے۔ شاید یہ بات دلی میں ناگور مہوگی۔ عماد الدین  
 زنجانی نے کہ بلبن کا ہی دست پروردہ تھا۔ بلبن کی جان اور عزت کا خوابان  
 ہو گیا۔ اور بادشاہ سے لگا بجا کہ بلبن کو قلعہ ہاسی میں بچا دیا۔ اور خود وزیر بن گیا۔

اور اور رفقاء، بلینے کو بھی الزام دے دیکر کچھ سے کچھ کر دیا۔ جب ان تغیرات سے  
 بے انتظامی شروع ہوئی۔ تو بدگمانی اور ناراضا مندی نے بھی پیرو و دور پہیلے  
 غرض کرہ بانک پور اودھ بدایون سرہند سیام و کھرام لاہور سواک  
 ناگور ان سب دس صوبوں کے حاکموں نے متفق ہو کر بلین پاس پیغام بھیجا کہ عباد الدین  
 زنجانی کے ظلم اور ستم سے انتظام سلطنت میں خلل پیدا ہو رہا ہے۔ اب صلاح ہم سب کی  
 یہ ہے کہ آپ دلی جائیں۔ اور بطور سابق اپنے کام کا انصرام فرمائیں۔ بلین نے  
 اس درخواست کو منظور کیا۔ اور سب کھرام میں جمع کیا۔ عباد الدین زنجانی ان  
 سب کے رفع دفع کرنے کے واسطے سلطان کو لے گیا۔ ان سب ملہ اور ملک غیاث الدین  
 بلین نے عرضی نہایت ادب و تعظیم سے لکھی کہ ہم سب آپ کو غلام ہیں۔ اگر عباد الدین  
 زنجانی آپ کی وزارت کو منصب پر نہ ہو۔ تو ہم سب آپ کی پابوسی میں مشرف ہوں  
 ۔ سلطان عباد الدین کو معطل کر کے بدایون کے صوبہ کو روانہ کیا۔ سب ملہ سلطان  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہانہ خلعت و کمو حمت ہوئے۔ اور پھر سب ملہ اپنے  
 اپنے جگہ پر مقرر ہوئے۔ اور غیاث الدین بلین کے آنے سے سب چھوڑے خوش و خرم  
 مہوئے۔ ۶۵۳ھ سے ۶۵۵ھ تک بغاوتیں ہوئیں۔ ملکہ جہان والدہ ناصر الدین نے  
 قلعہ خٹان سے نکاح کر لیا۔ سلطان کا دل نجی مان کی طرف سے برگشتہ ہو گیا قلعہ خٹان  
 کو اودھ کی جاگیر دی کر حضرت کیا۔ پھر یہاں اودھ سے بڑا رخ میں بدل آیا۔ اس پر  
 اوس نے بغاوت اختیار کی۔ اور عباد الدین زنجانی اور حاکم سندھ اور بعض اور  
 املا نے سلطان کی مخالفت پر موافقت کی۔ سلطان نے قلعہ خٹان کی سرکوبی کے واسطے  
 غیاث الدین بلین کو اور عباد الدین کے واسطے تاج الدین بزرگ کو متعین فرمایا۔



عمار الدین لڑائی کے بعد اسیر ہوا۔ اور قتل کیا گیا۔ اور قتلخان بلیں کے سامنے پڑسکا  
 اور بہاگ کرجیت پور چلا گیا۔ بلیں اس نواح کو تاخت و تاراج کر کے دہلی چلا آیا۔  
 قتلخان کی امداد راجہ جیت پور نے کی۔ اور بہت آدمی اس پاس جمع ہو گئے اور  
 کشلیخان حاکم سندھ کو پاشہ چلا گیا۔ اور دونوں نے متفق ہو کر سمانہ اور کھرام کے نواح میں  
 خلل انداز ہی شروع کی۔ سلطان بغاٹ الدین بلیں کو پہر اس مہم کا اہتمام سپرد کیا  
 ۔ جیت پور فرات سے سامنے ہوئی۔ یہاں دہلی سے بعض حضرات قتلخان اور کشلیخان  
 کو خط لکھ بھیجا کہ دلی چلے آؤ اور شہر لو۔ یہاں دلی والوں کو اون کی اطاعت کی  
 تلقین کرتے تھے۔ بلیں کو تمام مکرو فریب کی خبر ہو گئی۔ اور ساری کیفیت لکھ کر سلطان  
 کے پاس بھیج دی۔ سلطان نے فوراً اس جماعت کو حکم دیا کہ اپنی جاگیروں پر جائیں  
 بعض کہتے ہیں کہ قید خانہ میں ان یا۔ اب قتلخان کشلیخان کو خبر اس امر سے نہ ہوئی  
 وہ سوکوس کی منزل کو دور وزمین طے کر کے دلی میں آئے۔ تو یہاں انہوں نے  
 کچھ نہ کیا۔ اس سبب وہ خود منتشر ہو گئے کشلیخان کو تو حکومت سندھ کی پہر بلیں کی  
 سفارش سے مل گئی۔ مگر قتلخان کا حال معلوم ہوا کہ وہ کہاں چلا گیا۔  
 یہاں یہ بغاوتیں ہو رہی تھیں کہ مغلوں نے اوجہ اور ملتان پر حکم کیا۔ سلطان دہلی  
 سرکوبی کے واسطے لشکر جمع کر کے روانہ ہوا تھا کہ مغلوں کا لشکر بغیر لڑائی کے پہر گیا۔  
 اسلئے سلطان نے بھی دلی میں پہر چلا پایا۔ پنجاب کی حکومت پہر شیر خان کے سپرد ہوئی  
 اور ملک جلال الدین خانی حاکم پنجاب کو کھنوتی کی حکومت سپرد ہوئی۔ کڑھ مانگ پور  
 میں بغاوت ہوئی۔ ارسلان خان اور فیض خان نے یہاں لگے مچا کر کہا تھا۔ مگر سلطان  
 کے یہاں آنے سے بغاوت دب گئی۔ مگر اس بغاوت کا دبا ہوا تہیوں کے سرشے کے

کچھ کام نہ تھا۔ یہ سرکشی بڑی بہاری سرکشی تھی۔ بلین ہی کی جانفشانی فراد کو  
 مٹایا۔ وہ اونسے ایک بڑی لڑائی لڑا۔ اور مغلوب کیا۔ ۵۹ء میں اودن کا ملک  
 فتح کیا۔ یہ میواتی اسی جگہ جا جا کر جیسے اس ملک کو سوار و غاوان جانا شکل تھا۔  
 اسلئے بلین نے اشتہار دیدیا کہ جو شخص میواتی کو زندہ پکڑ کر لائے وہ نیکو نقرہ انعام پائے  
 ۔ اور جو شخص میواتی کا سر کاٹ کر لائے۔ وہ ایک ٹنکہ نقرہ صلہ پائے۔ غرض اس  
 اشتہار سے بعض سپاہی ایسے میواتیوں کو لگا کاٹنے پر آمادہ ہوئے کہ تین چار سو  
 میواتیوں کو روز زندہ پکڑ کر لاتے۔ اور خزانہ شاہی سے انعام لے جاتے۔  
 غرض راجاؤں نے یہ حال دیکھ کر شکر آراستہ کیا۔ بلین نے بھی سپاہ کو سامنے کیا۔  
 اگرچہ بعض بڑے بڑے امیر اس لڑائی میں بلین کے مارے گئے۔ آخر کو بہت بلین کے ہاتھ  
 اور وہائی سو سردار مخالفوں کو گرفتار ہوئے۔ دہلی میں لاکھوں بلین نے سلطان کے  
 روبرو مارا۔ دس ہزار میواتی اس لڑائی میں مارے گئے۔ مگر یہ قوم ہمیشہ لوٹ مار کرتی رہی  
 ۔ اور دہلی کے باشندوں کو کبھی اودن کی لوٹ مار سے انگریزی عہداری تک چین ملا  
 ۔ اب سب سے آخر واقعہ عظیم و سکی سلطنت کا یہ ہے کہ ہلاکو خان نبیر و جنگیز خان کا راجہ  
 دہلی کے نزدیک آیا۔ غیاث الدین بلین بچا اس ہزار سوار اور دولاکھ سپاہ اور دو ہزار  
 ہاتھی اور تین ہزار عرادہ شہبازی لیکر شہر سے باہر لہجی کے استقبال کو نکلا۔ طبل  
 اور دھل اور کرنا اور نفیر کا حل اور ہاتھیوں کا جنگ بھڑانا۔ اور گھوڑوں کا ہنہانا۔  
 ہتیار و نچا چکنا۔ آتشباری کا چوٹنا۔ ان سب آثار قیامت کا نمونہ دکھایا تھا۔  
 بس بلین ایک تیر کے فاصلہ سے اسکے استقبال کو گیا۔ اور فوج کی صفوں اور ہاتھیوں  
 کی قطاروں کا تماشا دکھایا۔ اور قصر سفید میں سلطان ناصر الدین ہاسن لایا۔

وہاں قصر سلطانی ایک موقع کا عالم دکھا رہا تھا۔ ایک طرف سادات اور مشائخ کبریا  
 ہوئے تھے۔ دوسرے طرف عراق اور خراسان اور ماوراء النہر کے شاہزادے اور  
 ہندوستان کے راجہ اور مہاراجے غرض جہم جن بھی عجیب غریب تھا۔ ایلچی اس  
 سامان کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شاید اس شان اور شوکت کو سامان نے ہی  
 ہندوستان کو بلا کو خان ہاتھ سے بچا یا اب اس بادشاہ کی آخری عمر تک کوئی  
 واقعہ عظیم وقوع میں نہیں آیا۔ اب غور کرو کہ اس بادشاہ کی سلطنت میں جگہ  
 اور فساد کیا کیا برپا ہوئے۔ مگر کسی فساد سے سلطنت کو صدمہ نہیں پہنچا۔ یہ بادشاہ  
 شجاع اور عابد اور سخی تھا۔ اگرچہ اسکا دربار تکلفات سے پر لطف تھا۔ مگر  
 گہرا وسکا سادگی کا گہ تھا۔ ایک ہی زوجہ منکوحہ تھی۔ وہی اپنے ہاتھ سے  
 روٹی پکاتی تھی۔ ایک دن اس نیک بخت بی بی نے کہا کہ روٹی پکانے سے  
 ہاتھ جلے ہیں۔ کوئی لونڈی خرید لو۔ کہ وہ کہا نا پکا دیا کہے۔ سپر بادشاہ  
 نے جواب دیا کہ بیت المال بند و نکاح ہے۔ میرا مال دسہن کچھ نہیں ہے کہ  
 روپیہ لیکر لونڈی خریدوں۔ صبر کرو خدا اسکا اجر دیگا۔ عرض ساری عمر  
 فقیرانہ بسر کی۔ زہد تقویٰ عبادت چاروں پہاڑ اسکا کام تھا۔ قرآن شریف کی  
 کتابت اسکی گذراوقات تھی۔ کبھی خزانہ شاہی سے پسپا نہیں لیا تھا قاف ایک  
 امیر نے اسکے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف زیادہ قیمت کو لے لیا۔ جب اس کو  
 یہ معلوم ہوا تو بہت ناگوار گذرا۔ پہر وہ اپنے قرآن شریفوں کا یہ معمولی  
 قیمت پر خفیہ کیا کرتا۔ ایک نکاح ذکر ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک  
 محتاج اس پاس آیا۔ اسنے قرآن شریف میں دو فیہ برابر لکھے ہوئے دیکھ کر

یہ کہہ کہ ایک فیہ اسپین غلط ہے۔ سلطان نے قلم دوات منگا کر اس فیہ پر حلقہ  
 کیسج دیا۔ اس محتاج کی احتیاج رفع کو حضرت کیا۔ پہر چاقو لیکر اس حلقہ کو  
 حک کیا۔ ایک غلام نے پوچھا کہ پہلے حلقہ بنایا کیوں۔ اب اسکو مٹایا کیوں۔ اسنے  
 یہ جواب دیا کہ۔ محتاج آیا تھا۔ اگر اسوقت میں یہ کہتا کہ تو غلط کہتا ہے تو اسکا  
 دل مکدر اور رنجیدہ ہوتا۔ پہر اس رنج کا مٹانا اس حلقہ کے مٹانے سے زیادہ مشکل تھا  
 ایک صلاح کار نیک اندیش کل دل میں خوش کر دیا۔ اور یہ محنت کرنی مجھے کچھ ناگوار  
 نہیں ہوئی۔ طبقات ناصری جو ایک مشہور تاریخ ہے وہ اسی بادشاہ کے عہد میں  
 تصنیف ہوئی ہے۔ غرض یہ نیک سیر بادشاہ گیارہویں جمادی الاول ۶۶۴ھ  
 مطابق فروری ۱۲۶۶ء کو بہشت نصیب ہے۔ اسی برس کئی مہینہ تک اس نے

## سلطنت کی + سلطان غیاث الدین بلبن

ناصر الدین محمود کے تخت و تاج کا کوئی وارث نہ تھا۔ سلطان غیاث الدین بلبن  
 اوسکی زندگی میں ساری سلطنت کا مختار تھا۔ اب اسکو خود بادشاہ ہونے میں  
 کچھ دقت نہ ہوئی۔ ۶۶۶ھ میں تخت نشاہی پر بے تکلف بیٹھ گیا۔ اب اصل حقیقت  
 اوسکی یہ ہے کہ اسکا باپ بڑا امیر تھا۔ اور ترکان قراخانیوں سے تھا۔ جنہوں  
 نے اسن یاز کون فتح کیا۔ تو وہ ان مغلوں کو لا تہہ میں اسیر ہوا۔ اور ایک سوداگر نے  
 اوسے خریدا۔ اور بغداد میں لاکر جمال الدین بھری کے ہاتھ بیچا۔ جمال الدین بھری نے  
 سلطان آتش کے نذر کیا۔ سلطان اوسکے چہرے کو آٹا دیکھ کر بازو خاصہ کا مقرر کیا  
 اور بعد ازاں بتدریج اور معزز عہدوں پر مقرر کیا۔ اب یہ کیفیت تو سلطان آتش کے

زمانہ میں رہی۔ اہل دوسکے جانشینوں کے زمانہ میں سلطان کرار الدین کے عہد میں وہ ہندوستان کے ترکوں کے ساتھ سازش کر کے پنجاب میں باغی ہو گیا۔ سلطان رضیہ کے عہد میں گرفتار ہو کر مجبور ہوا۔ اور پھر رہا ہوا۔ اور میر شکار کا عہد ملا۔ یہ میر شکار ہونا ایک اشارہ غیبی تھا۔ کہ ایک دن صید عالم اور سکا شکار ہو گا۔ سلطان معز الدین بہرام کے عہد میں امیر خور مقرر ہوا۔ یہ میر خور ہونا ایسا ربانی تھا کہ ایک دن اقبال کا گھوڑا اسکی راتوں تلے دوڑ گیا۔ میواتی اکثر دہلی میں آنکر لوٹ مار کرتے۔ اور تکلیف دیتی۔ اونکے انتظام کے واسطی پر گت ہانسی اور ریواڑ می عین الدین بلین کو قلعہ میں دے گئے۔ اونسے میواتیوں کو ایسا دایا کہ سر نہ اٹھانے دیا۔ اس کار نمایان سے اسکی شجاعت اور مردانگی کا ایک شہرہ ہو گیا۔ اور سلطان علاء الدین نے اسکو ایسی بات پر امیر حاجب عہدہ دیا۔ اس کام میں ہی وہ پورا نکلا۔ سلطان ناصر الدین کی زندگی میں تو وہ سلطنت کا مالک ہو گیا۔ سلطان برائے نام بادشاہ تھا۔ درحقیقت بلین بادشاہی کرتا تھا۔ اور بعد اسکی وفات کی خود سلطان سلطان تہش کے چالیس کی غلام تھے۔ اور وہ ترکی غلام سلطان تہش کے بڑا جاوہر منصب کہتے تھے۔ اونکو چہل گنی کہتے تھے۔ اور خواجہ تہش و نکا لقب تھا۔ بعد سلطان تہش کے یہ سب ایک مجلس میں جمع ہوئے۔ اور اسپہین اس بات پر قہر اور قسم اور عہد و پیمان ہو کہ ملک کو اسپہین تقسیم کر لیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں یہ سب بھٹ اوٹن پڑ گئی۔ اسلئے کام زمین پڑا۔ ہر خواجہ بچا سے خود خود سر ہو گیا۔ اور سارا دور و نگو بے حقیقت گفنے لگا۔ اور دوسرے کو یہ کہنے لگا کہ تو کیا ہے جو میں نہیں ہوں۔ اور تو کیا ہو سکتا ہے جو میں نہیں ہو سکتا۔ غرض ان غلاموں کا دور و وطن

باقی سب بچے کا ندانی امیر خراب خستہ تھے۔ اب اوہنیں سی غیاث الدین بادشاہ ہوا  
 اوسنے سب قتل قرار دیکو اوڑانا اور عہد پیمانوں کو توڑنا چاہا۔ جن خواجہ ناشون  
 اوسکو ذیہی سلطنت میں خطرہ معلوم ہوا۔ اوسکو حلیہ حوالہ کے جہاد منصب محروم کر دیا۔  
 یہہ دستور العمل مقرر ہو گیا کہ کسی شخص کو ارازل میں ملکی کام نہ ملے۔ جب کوئی شخص  
 نوکر ہوتا۔ اوسکے حسب نسب اور زہد و تقویٰ کی بڑی تحقیقات ہوتی۔ اور بعد نوکر  
 ہو جانے کے یہی کچھہ اوسمیں فرق معلوم ہوتا۔ نو عہدہ ہی بر طرف ہوتا۔ ہندون کو مغز  
 عہدوں کا ملنا موقوف ہو گیا۔ اس بادشاہ کو ارازل سے یہاں تک نفرت تھی۔ اور اپنی  
 بادشاہی پر ایسی نخوت تھی کہ کبھی پوچ سے ہم کلام نہ ہوا۔ جب تک زندہ رہا کسی امیر  
 معذور نہ ہوا کہ کسی کمینی کی سفارش دیتے کرتا۔

### اور ملکوں کے امیرون کا جمع ہونا

یہہ اس بادشاہ کی اقبال مندی اور خوش نصیبی تھی کہ اور ملکوں میں بڑے بڑے  
 زبردست مسلمانوں بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہو گئیں۔ مگر ہندوستان میں  
 اس سلام کی سلطنت قائم رہی۔ مغلون کے ہاتھ میں تنگ ہو کر اور ڈر کر پھیلے ہوئے  
 اور بادشاہوں سے اور امراء اپنا اپنا ملک چھوڑ کر یہاں آچکے تھے۔ اور ہندو خاص  
 اوسکے عہد میں بہاگ کر گئے۔ بادشاہ اوسکی بڑی خاطر داری اور عزت کرتا۔  
 اور غریب کہا کرتا کہ آج میری جان ہندو بادشاہ مہمان ہیں۔ یہہ سب امیر و سکا احسان  
 مانستے تھے اور اوسکے تخت کی گرد دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ دوچار کو بیٹھنے کی بھی  
 اجازت تھی۔ ان امیرون اور بادشاہوں اور شاہزادوں کے ناموں پر محلہ آباد  
 ہو گئے تھے۔ عباسی اور سنہری اور خوارزمی اور دیلمی اور علوی اور تاملی اور

عجوزی اور چنگیزی اور رومی اور سنقری اور مینی اور موصلی اور شمر قندی اور  
کاشغری اور خطائی دلی مین مغلون اور بازاروں کے نام ہو گئے تھے۔ اور ان ناموں  
کے باعث سے روم اور غر اور خوارزم اور بغداد وغیرہ کی سلطنتوں کی یادگار  
ایک مدت تک و سکی دار السلطنت مین قائم رہے۔

### علم و ہنر کا حال

سلطان محمود سنجر کے دربار مین تو کیا اجتماع ارباب فضل اور علم اور ہنر کا ہوا  
جو غیاث الدین بلبن کے دربار مین تھا۔ اوسکے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا سلطان محمد  
تھا۔ یہ شانزادہ بڑا صاحب کمال تھا۔ اوسکو علم کا بڑا شوق تھا۔ اوسکے مان  
علما اور فضلا و جوانان مان مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے جمع تھے۔ تمام شہر و موخ  
اوسکے عہد کے بادشاہ کے ملازمن مین داخل تھے۔ حضرت امیر خسرو اسی بادشاہ  
کے ملازم تھے۔ اور خواجہ حسن نبی پال ہی اوسکے نوکر تھے۔ وہ ان کی تعظیم اور  
تکریم سے زیادہ کرتا تھا۔ حضرت امیر خسرو نے اس شانزادہ کی یہ کیفیت لکھی ہے کہ  
جدت طبع اور سخن شناسی اور متقدمین اور متاخرین کے شعار کے یاد رکھنے مین  
اوسکی برابر بہت ہی کم آدمی دیکھے ہین۔ ایک بیاض و سنے سین ہزار اشعار  
مفتخ کی ایسی ییافت سی لکھی تھی۔ کہ اور شعرا زرا نہ ہی اوسکی نقل کرنے کی  
متنا کہتے تھے۔ حضرت شیخ سعدی کو بھی راہ خراج ہو چکا بلایا تھا مگر وہ نہون نے  
اپنی پیرانہ سالی کا عذر کیا۔ اور ایک کتاب اپنی اشعار کی بھیجی۔ اور حضرت امیر خسرو  
کی سفارش کی۔ اور اوسکے ہم صحبت ہونے کی مبارکباد دی۔ غرض اس شانزادہ  
کے سب سے توارب علم اور فضل کا اجتماع تھا۔ وہ سر بیاض خان تھا۔

وہ رنگین طبع اور عیش و مست تھا۔ گونگے نچوڑے نقال بہانڈہ طریف خوش طبع  
 ہنرل گوسپا و سکی مجلس میں جمع رہتے۔ دستور کے جورنگ ڈھنگ بادشاہ اور  
 پادشاہروں کا ہوتا ہے۔ اوسکی تقلید درامیر امر کرتے ہیں۔ ان دونو بہانیوں کی  
 پیروی میں اور امر کا حال ہی بہہ تھا کہ کسی کے ہاں عالم فاضل مذہب نہی۔ کسی کے  
 ہاں نقال اور فاضل نہیں تھے۔

### دربار

عیناث الدین کو آرائش لباس و زیبائش دربار کا بڑا شوق تھا۔ دربار عام اوسکا  
 اس شان شوکت سے ہوتا کہ اچھے اچھے مرد و لکے بدن میں لرزہ آتا۔ سواری بڑے  
 تجل اور احتشام سے نکلتی۔ جن بڑی دھوم دھام سے ہوتا۔ ان انگلیات ظاہری سے  
 اصل حقیقت پر پردہ پڑ گیا تھا۔

### عادات

جیسے ہوا و شاہ کو دربار کی شان شوکت کی طرف نظر تھی۔ ایسی عدل و ریاضات  
 کی طرف بھی رغبت تھی۔ وہ عدالت کو وقت اونے اور اعلیٰ کو برابر جانتا تھا۔ اور کسی  
 کی رو رعایت نہ کرتا تھا۔ اپنے بیٹوں سے کہا کرتا تھا کہ تم میرے جگر گوشے اور نور چشم ہو  
 ۔ مگر کہیں ظلم اور ستم کرو گے۔ تو مجھے برا پہرہ تیار سے لئے کوئی نہیں۔ ملک نفع  
 بدباؤں کا صوبہ دار تھا۔ اور چار ہزار سوار کی جاگیر رکھتا تھا۔ اسنے حالت مستی میں  
 ایک فراش کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں بعد سلطان عیناث الدین وہاں گیا۔ اور  
 فراش کی بی بی فریادی آئی۔ تو اسنے ملک نفع کو ہتھ پڑا کر دیا۔ کہ وہ مر گیا  
 اور جس بی بی نے اوسکی اطلاع نہیں دی تھی۔ اوسکو دار پہنچ دیا۔ اسنے تمام



امراء برید مقرر کر رکھے تھے کہ وہ اونکے نیک بد حال سے اطلاع دیں۔ امراء ان  
 بریدوں کے ہاتھ سے بڑے تنگ آئے تھے۔ ہیبت خان صوبہ دار اوڈھ شہر کے  
 نشہ من ایک غریب کا خون کیا۔ اسکی بی بی نے بادشاہ پاسنا لٹ کی۔ بادشاہ  
 نے ہیبت خان کو پانچ سو دیکھ مار کر عورت کی حوالہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ مجرم آج تک ہوا  
 غلام تھا۔ اب تیرا غلام ہے۔ یہ بیچارہ بڑی سخی اور سفارش سے اس عورت کی  
 غلامی سے آزاد ہوا۔ اوپر ہر شرم کے مارے ساری عمر گھر سے باہر نہیں نکلا۔ جب کبھی  
 اوسکا گندہ لڑکے دریا یا کسی درویشوار گزار مقام پر ہوا۔ تو اوسکا یہہہ ستور تھا کہ وہ ان  
 خود توقف کرتا۔ اور اپنے اہل کاروں کو اہتمام اسکا سپرد کرنا کہ وہ پہلے مرخص اور  
 عورتوں اور بچوں اور لاغر ناتوان جانوروں کو آرام اور آسائش سے اذتار دیں۔  
 سارے ہاتھی اور چارپائے اپنے اس کام میں لگا دیتا۔ ایام خانے میں خوب مشائے  
 نوشیام کرتا۔ ہر ہفتہ میں دو تین دفعہ رندانہ مشربون کا جلسہ کرتا۔ اور بڑے  
 جشن اوڑاتا۔ اور رچہ لٹاتا۔ جو اکھلیتا۔ مگر جب بادشاہ ہوا۔ ان سب بڑے  
 کاموں سے توبہ کی۔ اور پھر کبھی اوسکے پاس نہ گیا۔ اور نہایت متقی اور پرہیزگار  
 ہو گیا۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند۔ اشراق اور چاشت تہجد کی نماز کبھی قصائد کرتا۔  
 کبھی بے وضو نہ رہتا۔ علماء اور فضلا سے ہمیشہ مسائل مذہبی کی تحقیق کرتا رہتا۔ کہانا  
 نہ کہاتا جب تک علماء اوسکے دسترخوان پر نہ بیٹھ لیتے۔ اپنے امیروں کے ملاقات کو جانا  
 جمعہ کی نماز میں جامع مسجد آتا۔ اور جب ہاتھ پہناتا۔ جہان مجاہد عظمیٰ سناتا۔ وہاں  
 اوترتا اور وعظ سناتا۔ اور بہت روتا۔ بغیر موزہ اور ٹوپی کے اوسکو کسی حد سنگار  
 نے بھی نہیں دیکھا۔ کبھی مجلس ملین فقہہ مار کے نہیں منہا۔ اور کسی کا کیا عقد ورتا تھا

جو اوس کے سامنے ہنسا۔ باوجود ان فحال و احوال حسنہ کے اوسکی سیاست بھی غنیمت کی  
 تھی۔ مگر فرہوسلمان ہو جسے اوستے درابھی سرتابی کی۔ اوسکو نہایت سخت نرا دی  
 ۔ اولاد شمس میں جسکو اپنی سلطنت کا دشمن جانا خود اقل علائقہ کر ڈالا۔ اس نرا دینے  
 میں اوسکو مشروع اور غیر مشروع ہونے کا ذرا خیال نہ ہوتا۔ مصرع بار ابراہین اردو انیرنگ  
 — اس سخت سیاست کا سبب تھا کہ مضبوط سلطنت اور قوانین مملکت جو سلطان  
 اہمیش کی نالائقی اولاد کی سلطنت کے نسبت سے ضعیف اور سست ہو گئی تھی۔ بہر درست  
 اور جہت ہو گئی۔ شکار کا شوق بھی اوسکو از حد تھا۔ دلی کے گرد میں میں کوس تک حکم  
 تھا کہ کوئی اور شخص شکار نہ کیلئے پائے۔ جب شکار کو جاتا۔ ہزار سوار ساتھ لے جاتا  
 ۔ یہہ فوج شکار میں کچھ کام نہ آتی۔ مگر اس میں یہہ حکمت تھی کہ سپاہ کو دوا و دوش اور  
 دودھ و ہوب کی عادت پڑتی تھی۔ اگرچہ یہہ بادشاہ نرا دینے میں بڑا سنگدل تھا مگر  
 اپنے زمانہ میں بڑا روشن ضمیر اور فیاض گنا جاتا تھا۔ ایک ن امرار نے عرض کی کہ  
 ممالک گجرات اور مالوہ اور بعض در ملک جو سلطان قطب الدین اور شمس الدین کے  
 عہد میں تصرف میں آئے تھے اور میں اب حضرت کی قوت اور قدرت کو کوئی نہیں مانتا  
 ۔ بہتر ہوگا ان کی تسخیر کی جائے۔ اسپر اوسنے جواب دیا کہ جو تم کہتے ہو اوسکا خیال  
 مجھے تم سے زیادہ ہے۔ مگر تم نے کیا نہیں سنا کہ مغلوں کا آجکل در شور ہو رہا ہے۔  
 اور کتنی بڑی سلطنتوں کو او نہونے تہ و بالا کیا ہے۔ لاہور پر کئی دفعہ ہاتھ چلا چکے  
 ہیں۔ ہندوستان کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ ابھی وہ سنیں کہ میں دلی سے دوڑ گیا  
 ۔ تو وہ دو آہ کو تاخت و تاراج سے نہیں چھوڑتے۔ یہہ مغلوں کا دغہ پہلے بادشاہوں  
 پیچھے نہ لگا ہوا تھا۔ اسلئے وہ ہندو راجاؤں سے لڑتے پھرتے تھے۔ غرض یہی

کسی دور جگہ جا مصلحت نہیں۔ بلکہ دور اندیشی کا اقتضا یہ ہے کہ اسے ملک کو مضبوط اور مستحکم کریں نہ یہ کہ غیروں کے ملک پر حملہ کریں۔ اپنی ولایت قدیم کو ناقص چھوڑنا۔ اور دور دراز کے ملکوں میں جانا عقل کا کام نہیں۔ مغلوں سے لڑنا بڑا بے نہایت مشکل ہے۔ ہندوؤں کا زیر و زیر کرنا کیا بات ہے۔

### مفسد و کساندینا اور نظام

سلطان شمس الدین کی اولاد کی سلطنت میں میواتیوں نے بڑا سروٹھایا تھا۔ ۱۲۶۶ء تا ۱۲۶۸ء میں گنگا جہنما کے کناروں اور جود اور میوات کی سپاہوں پر بڑے شور اور فساد ان لٹیروں نے مچایا۔ اور اس سبب سلطنت میں بھی تھوڑا بہت خلل پڑا۔ مگر یہاں ملین کی سفاکی اور خونریزی کا قاعدہ ہی ان مفسدوں کے مٹانے میں بڑا کام کر گیا۔ اور بہت ہی کارگر ہوا۔ ایک لاکھ میواتی اسنے میوات میں قتل کئے۔ جنگل کے جنگل ملی کے نواح میں اون کی پناہ کے لیے کھڑے ہوئے تہو اون سب کو کٹوا کر صاف میدان کر دیا۔ اور کہتی کرنے کا حکم دیدیا۔ اور جا بجا تہاں بیٹھا دئی۔ اور عمدہ عمدہ تہاں دار کا رگزار مقرر کئے۔ یہہاں اسکا نہایت عمدہ انتظام تھا۔ مگر جہاں وہ مفسدون اور لٹیروں کا جاؤ دیکھتا۔ وہیں فوج کی چہانوں نے ڈالتا۔ اور ان مفسدون کو نیست و نابود کرتا۔ اس بندوبست سے تمام راہیں جاری ہو جاتی۔ اور انہیں خوف لگنے کا نہ رہتا۔ بد اون اور امر وہہ کے حاکموں کی زبانی ملک کشمیر کے سرکشی کا حال جو قوت معلوم ہوا۔ اسوقت سلطان پانچہرا سراوا لیکرواں پہنچا۔ اور سب کشتوں سے ملک کو پاک صاف کیا۔ پھر اس ملک میں عہد جلالی تک کسی مفسد کا نام نہ تھا۔ اب سلطان دلی میں آیا۔ اور لاہور گیا۔

وہاں گردنوں میں جو مغلوں کے ہاتھ سے بربادی پہلے بادشاہوں کے ہاتھوں میں  
ہوئی تھی اوسکی اصلاح کی۔

## بنگالہ کی سرکشی

اب پندرہ سولہ برس تک سلطنت میں رہا۔ کسی معنی میں سر نہیں اٹھایا۔ مگر بعد  
ازین ایک بڑی بغاوت ظہور میں آئی۔ سلطان کے ترک غلاموں میں سے  
طغرل خان ایک غلام تھا۔ اور لکھنوتی میں حاکم تھا۔ یہ حاکم شجاعت اور سخاوت  
میں مشہور تھا۔ اس حاکم بنگالہ نے بیگناہ جاج نگر پر چڑھائی کی۔ اب بیگناہ کو تیرا  
کہتے ہیں اور جاج نگر کو جاج پور یہ ضلع ٹنک میں واقع ہے۔ اور یہاں کے رانا نے  
ہاتھی بہت چھین لئے۔ اور بڑی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر اس غنیمت میں دہلی لگان  
کوڑی نہ بھیجی۔ وہ سمجھا کہ بادشاہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کے اوسکے مغلوں کے ساتھ  
لڑائی بڑائی میں معروف ہیں۔ سوار اسکے بادشاہ دہلی میں ایک مہینہ تک بیمار  
رہا تھا۔ اوسکے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ جب طغرل خان کو یہ خبر لگی۔ تو وہ  
اپنے جامہ سے باہر ہر نکالے۔ ایک جمعیت کثیر کو جمع کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اور  
اوس سلطان مغیث الدین اپنا لقب کیا۔ جب فرامین شاہی صحت اور شفا پانے کی  
پہنچی اوسنے کچھ خیال کیا۔ جس غلطی میں پڑ گیا تھا اوس پر چلا گیا۔ سلطان غیاث الدین  
۱۲۶۹ء میں ایشیائین موے دراز کو لشکر کے ساتھ اوسکی سرکوبی کے لئے بھیجا۔  
مگر اس سپاہ نے شکست فاش دے ڈھائی۔ بادشاہ سپاہ پر نہایت خفا ہوا۔ اور  
سپہ سالار کو جلا کر پھینچا۔ دوبارہ فوج پر روانہ کی۔ مگر اس نے بھی شکست کھائی۔  
تو بادشاہ اور برہم دم ہوا۔ اور خود سپاہ کو لیکر روانہ ہوا۔ وہ اس کا

خود پر طولی رکھتا تھا۔ کسی کی عانت اور ادا کا محتاج نہ تھا۔ سید باگ دھماکے  
 سر جو اور گنگا کے پار اوڑھ گیا۔ اور برسات کو ختم ہونے کا یہی کچھ خیال نہ کیا۔  
 طفل نے جب یہ دیکھا تو اس کے دل پر پادشاہ کا یہ عیب چھایا کہ سلسلے میں  
 ہو سکا۔ گہر بارش چوڑ چار نہ پڑی فوج سمیت جنگلوں میں بہاگ گیا۔ اب دشاہ  
 آدمیوں کو کچھ بتانہ معلوم ہوا۔ کہ طفل کہاں غائب ہو گیا۔ ملک محمد شیر انداز  
 حاکم کو مل و سکی تحسین میں پہنچا تھا۔ کراہ میں بنے اوتھوٹے۔ اونکو دھکا کر طفل  
 کے لشکر کا ہٹا لایا۔ اور چالیس سپاہی ہمراہ لیکر طفل کے لشکر میں جا گھسا۔ بہت سی کو  
 وہاں خبر نہ ہوئی کہ یہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم ہیں۔ جب ہ قریب  
 طفل خان کے خیمہ کے پہنچا۔ تو جو سامنے آیا او بسکو قتل کیا۔ طفل یہ سمجھا کہ  
 غیاث الدین کا لشکر او سپر ٹوٹ پڑا۔ وہ سر اسیمہ ہو کر بہاگا۔ لشکر شیر پور گیا  
 جہاں گنگا کے جانی کار وہ گہوٹے پر سوار ایک دریا کے پار جاتا تھا کہ اس کے ایک تیر لگا  
 ۔ وہ گہوٹے سے گرا۔ پہر او سکا سر کاٹ کر جدا کیا۔ اور جسم کو پانی میں پھینک دیا  
 ملک محمد نے فتحنامہ اور سر طفل کا بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ اول  
 اس بے باکانہ حملہ سے ملک محمد پر حفا ہو گیا۔ اور اسکو اس جنم کا عوضیت کچھ دیا۔ پہر لکھنوی  
 اور سر بازار۔ دھور۔ دار قلم کین۔ اور طفل خان کے سردار اور امیر جو قید  
 دستگیر ہوئے تھے ان پر کھیچے گئے۔ اور اونکے بچوں کو بھی قتل کیا۔ یہ برا کام  
 اب تک کسی بادشاہ دہلی نے نہیں کیا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرے۔ اور  
 بہت سے آدمی طفل کے لشکر کے دہلی بھیجے۔ یہاں ہی وہ قتل ہوتے مگر مولویوں  
 اور مفتیوں کے فتوے نراؤ کو سچا لیا۔ یہاں لکھنوی میں اس سنا پنے بڑی بیٹے

بغرا خان کو حاکم مقرر کیا۔ اور سلطان دہلی میں تین مہینہ بعد آیا۔

### مغلوں کے حملے اور شائہ زادہ محمد خان شہید

شیر خان کا حال پہلے لکھ چکے ہیں اسنے سبیلے جلوس میں وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ ہی نے اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔ غرض یہ کہ حاکم سرحد پر ایسا تھا۔ کہ اس کے سامنے کچھ غلط نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے جوانمردی اور شجاعت کے سامنے مغلوں کا جی چھوٹ گیا تھا۔ وہ ہندوستان کی طرف رخ نہ کرتے تھے۔ جب مر گیا۔ تو مغلوں نے پھر سراوٹھا یا۔ اور ہندوستان پر حملے کرنے شروع کئے۔ اب لاچار ہو کر سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنی بڑے بیٹے محمد سلطان کو کہ قاتل الملک جس کا خطا تھا اور خان شہید جس کا عرف۔ ولی عہد مقرر کیا۔ اور ملتان اور سندھ اور دیبال پور اور لاہور ان کے سب توابع اور مضائقہ سپرد کئے۔ اس شہزادہ میں جتنی خوبیاں شہزادوں میں ہونی چاہئیں سب خدا نے عطا کی تھیں۔ وہ ہر سال باپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آخر سال میں جو آیا تو باپ نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تجھے تخت و تاج کا وارث کرتا ہوں۔ قلم و ذات منگا کر وصیت نامہ لکھا۔ اسی سال میں بغرا خان کو سمانا اور سیام کا ناظم مقرر کیا۔ جب سلطان غیاث الدین کو بنگالہ کی بغاوت سے فرصت نصیب ہوئی تو تھوڑے دنوں کے بعد اسے زمانہ پہنچا۔ اور بد نصیبی کا وقت آگیا۔ شاہ ایران اصفہان خان کی فوج پنجاب پر حملہ آور ہوئے۔ جب خبر شائہ زادہ محمد کو ہوئی۔ وہی اس صوبہ کا حاکم تھا۔ اور اسوقت اپنے باپ کی ملازمت کو واسطے دہلی میں آیا ہوا تھا۔ فوراً وہ اپنے صوبہ میں داخل ہوا۔ اور مغلوں کو شکست دیکر شہزادہ

اور حقدار ملک وہ قابض ہو گئے تھے اور سپرد و بارہ قینہ اپنا کر لیا۔ بعد ازاں ایک اور نئی فوج ایک مشہور سردار عمر خان نامی کے ساتھ آئی۔ اون سے سخت لڑائی ہوئی۔ قریب تھا کہ شہزادہ فتح پاتا۔ کئی دفعہ اوسے حکم کر کے مغلوں کو مغلوب کیا تھا۔ کرنا کا قضا کا تیرا اسکے آنکر لگا۔ وہی اوسکی تہ کا پیغام تھا۔ مغلوں نے ہندوستان کی فوج سے خوف کہا کہ اپنی راہ لی۔ اس لڑائی میں حضرت امیر خسرو بھی جو شہزادہ کی عمر کا ابھی گھر سے ہوئے۔ اور مشکل سے رہا ہوئے۔ شہزادہ کے شہید ہونے پر بے چہرے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ بادشاہ کے دل پر یہی بڑا صدمہ تھا۔ اگرچہ بظاہر وہ سہ قلال طبع اپنا دکھاتا۔ لیکن اتوں کو زار زار روتا تھا۔ خان شہید کے بیٹے کنخیر کو بادشاہ نے باپ کا قائم مقام کیا۔

### سلطان بلین کی وفات

اس بیٹے کی غم میں سلطان بتا سے کی طرح گھلتا چلا جاتا تھا۔ عمر ہی اسی برس کی ہوئی تھی۔ غرض ان دونوں سببوں سے وہ نہایت کم زور اور ضعیف اور بیمار ہو گیا تھا۔ اس حالت میں آدمی بھی کراہنے بیٹے بغیر خان کو لکھنوتی سے بلوایا۔ وہ دہلی میں آیا۔ بہائی کی مراسم تعزیت کو ادا کیا۔ اور باپ کی تشفی اور تسلی کی۔ باپ نے کہا کہ اب ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑ۔ سوا تیرے اب میرا کوئی وارث نہیں۔ تیرا بیٹا کی قباد اور تیرا بیٹا کنخیر ابھی کم عمر اور ناتجربہ ہیں۔ اگر ملک ونکے ہاتھ آیا۔ تو معلوم نہیں کہ غلبہ جوانی اور ہوا پرستی میں ملک کا کیا حال کریں۔ بہر ملک سے باہر رہے۔ اگر کوئی اور تخت دہلی پر بیٹھے تو اوسکی اطاعت کیجیو۔ اور جو تو تخت دہلی پر بیٹھے تو حاکم لکھنوتی کو اپنا مطیع رکھو۔

اب میرے پاس سے تو کہیں نہ جا۔ بغرا خان نے باپ کی کہنے کو تسلیم کیا۔ مگر جب باپ کی کچھ صحت کی صورت ہوئی اور مرنے کی امید جاتی رہی۔ تو وہ سنگار کا بہانہ کر کے لکھنؤ کی کوروا نہ ہوا۔ اور باپ کی کچھ کیا نہ سنا۔ اسکا رنج باپ کو خان شہید کے مرنے سے بھی زیادہ ہوا۔ اور اس صدمہ اور زیادہ رنج اور بیمار ہوا۔ اور اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ بغرا خان چلا گیا۔ اگر تخت خالی رہے گا تو جگر ٹڑا اور فساد برپا ہوگا۔ مناسب کہ کچھیر کو میرے بعد بادشاہ بناؤ۔ اور اسکو بلاؤ۔ یہ کہہ کر وزیر کو رخصت کیا۔ اور تین دن بعد اسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وزیر کو کچھ خانگی امور کے سبب رنجش تھی یہ سمجھا کہ کچھیر و تند مزاج ہے۔ معلوم نہیں کیا کرے۔ اسلئے سب وزیروں کی صلاح کر کے کیقباد بغرا خان کے بیٹے کو بادشاہ بنایا۔ اور کچھیر کو اپنے باپ کی جگہ ملتان میں قائم رکھا۔ مگر اسکی ذکوہ خبر نہ تھی کہ کیقباد کے ہاتھ سے کیا کیا جو رسوخ اڑھانے پڑیں گے۔

## سلطان مغرالدین کیقباد

مغرالدین کیقباد ۱۶۸۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اوسنے عیناٹ الدین بلبن جیسے نیک سیرت دادا کے گہر میں پرورش پائی تھی۔ اوسکی تسلیم کے واسطے معلم اور نیک سیرت رکھی گئے۔ انہوں نے بدکاروں کا پرچارا وہی اور سپر پڑنے نہ دیا۔ اس تسلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ نوجوان سنجیدہ مزاج اور خوش خلاق تھا۔ اور نظم سے طبیعت مناسب کہتا تھا۔ مگر سترہ اٹھارہ برس کا سن تھا۔ ابھی مکتب ہی اڑھاتا تھا کہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ دفعتاً عیش عشرت میں ڈوب گیا۔ شہ جوانی میں ہو گیا



سلطنت کا کیا اختیار ملا کہ خوبے اختیار ہو گیا۔ جس دن ربارین دادا نے برسوں  
 کی تلاش میں عالم فاضل مہر ملازم جمع کئے تھے۔ اوسمیں اب پوتے نے مسخرے  
 دھوم دھامی گوتے بہرتی کئے۔ اب اس بادشاہ کی دیکھا دکھی اور امیرون کا یہی  
 یہی رنگ ہوا۔ ہر کوچہ گلی پر یون کا اکھاڑ تھا۔ جہاں سنوٹپون کی تانوں کا  
 شور تھا۔ اور مے اور ساغر کا دور تھا۔ اور مسجدین نمازیوں سے خالی تھیں۔  
 مگر شراب خانے اونسے مامور تھے۔ خانقاہیں بند ہو گئیں۔ شراب کی قیمت دس گنی  
 ہو گئی۔ غرض کہیں خوف و فکر کا نام نہ تھا۔ ہر کوچہ گلی میں دولت پڑی لٹی تھی  
 جتنا گناہ کیلو گڑھی میں یہ سب عیش و طرتے تھے۔ دین ان سب مسخروں کے  
 محل نشے تھے۔ خیر ان سب باتوں پر یہ لیک اور طرہ تھا کہ ملک نظام الدین  
 اوسکا وزیر تھا۔ باہر اوسکو سلطنت کا اختیار تھا۔ اندر محل میں اوسکی جو رو بادشا  
 کی منہ بولی مابنی ہوئی تھی۔ اور بالکل مختار تھی۔ غرض یہ وزیر بھی شیطان  
 کچھ کہہ نہ تھا۔ جب اسنے یہ دیکھا کہ سب بدست ہو رہے ہیں۔ تو اوسکو یہ خط ہوا کہ  
 میں ایک دن بادشاہ ہو گا۔ وہ سوچا کہ ناظر لدین بغراخان لکھنوتی میں ہے  
 ۔ قیقاہ و غافل و بالکل بے خبر ہے۔ البتہ اگر ہے تو کچھ دیر ہے اوسکا علاج کرنا  
 چاہئے۔ اور اس کا سننے کو کھانا چاہئے۔ پہر سلطنت کا ہاتھ نا اور قیقاہ کا کام  
 تمام کرنا کیا بڑی بات ہے۔ اس منصوبہ کو پذیر کرنے کے واسطے اسنے قیقاہ کو سمجھایا  
 کہ کچھ دیر برابر کا دعویدار سلطنت ہے۔ سلطان ملین کے عہد کے ملوک اسے بہت  
 سائز رکھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ سلطان کا ولی عہد وہ تھا۔ کسی روز  
 اگر اوندکو قابو مل گیا۔ تو حضور کو بہر بہر تخت نصیب نہ ہو گا۔ اسلئے مصالحت سے

کہ اوسکو ملتان سے بلوائے۔ اور راہ ہی میں اوسکا کام تمام کیجئے۔ سلطان  
کی قباد سے شراب کی نشہ میں کخیس روکے بلانے کا پیغام پہنچوایا۔ اور قاتلون کو بھی  
تجویز کی کہ اونسکے نام حکم پہنچو ادیا۔ ان غرائیوں نے کخیس کی جان رشتک ہی  
میں نکال لی۔ اب دربار میں جن جن امیرون اور سرداروں سے وزیر کو کہتا  
تھا۔ اونپر سازش کی تہمت لگا کر کسکو دریاء جن میں غرق کرادیا۔ کسکو قید  
کر کے دو پہنچوایا۔ مغل جن اس وقت نین بادشاہی ملازم تھے۔ اور بادشاہ کے  
نذیم اور انیس تھے اونپر ہی لڑنے والے مغلوں کے ساتھ سازش کا الزام دیکر ایک  
مجلس میں نہر دلو کر کام تمام کرایا۔ جب یہ حال سوزیر کا دیکھا تو اور امیر  
بھی تہرا گئے۔ یہ سب حرکات وزیر کی اوسکے خیر ملک ام الدین کو تو ال کو  
پسند نہ تھیں وہ ہمیشہ اوسکو سمجھاتا رہتا۔ مگر وہ سنتا کرتا تھا۔

### بغراخان اور کیقباد کی ملاقات

جب امیر بہان بہاگ بہاگ کر بغراخان پاس پہنچے۔ اور سب حال بیان کیا۔ تو  
باپنے بیٹے کو خطوط نصیحت آمیز لکھے۔ اور اشارے کنایوں میں سمجھایا کہ ہوش میں  
آؤ۔ مگر جب وہ نہ سمجھا تو ناچار حفظ خاندان اور سلطنت کے لئے فوج لیکر آیا۔ نظام الدین  
مکار نے لڑائی کے سامان۔ اور بادشاہ کو آگے رکھ کر مقابلہ کو روانہ ہوا گیا۔ گرو  
کے ایک طرف باپ کا لشکر اور دوسری طرف بیٹی کا لشکر پڑھا۔ پرانے منکح حال دہر  
اور ہر دڑے پہرتے تھے۔ وزیر نے بادشاہ کو خوب پٹیاں پڑھا رکھی تھیں کہ  
سلطنت کو مقابلہ میں پوری اور فرزندی کا کیا ذکر ہے۔ تلوار جسے چاہی دلاؤ  
۔ مگر باپ کی محبت کراگے اس وزیر کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ باپ کا دل رہے گا

اور خون نے جوش کھایا۔ چوتھی روز یہ خط لکھا کہ بیٹا میں فقط تمہارے دیدار کا  
 مشتاق ہوں کچھ سلطنت اور تاجداری کا دعویٰ نہیں ہوں۔ اب دل کو  
 فراق کی تاب نہیں۔ خدا کو واسطے مجھ پر رحم کرو صورت دکھا دو۔ یوسف کے طرح یعقوب کی  
 آنکھوں کو روشن کرو۔ میں تمہارے دربار سلطنت اور بزم عیش و طرب میں خلل انداز  
 نہ ہوں گا۔ یہ خط باپ کا چڑھ کر کیقباد بھی چشم پر آب ہوا۔ اور کھڑا ہو گیا۔ اور  
 ارادہ کیا کہ باپ سے جا کر جریدہ مل آؤں۔ مگر پھر اس میں نظام الدین نے یہ غنہ ڈالا  
 اور بولا کہ آپ پادشاہ ہیں۔ داب پادشاہی مانع ہے کہ آپ باپ سے ملنے جائیں۔  
 بلکہ مناسب یہ ہے کہ بیٹا تخت سلطنت پر جلوں کرے۔ اور باپ اگر بادب مجر کرے  
 ۔ اس میں سچ یہ تھا کہ باپ بیٹوں کی ملاقات صاف ذی کے ساتھ نہ ہو۔ اب داب  
 دربار ایسی مقرر کی کہ ان کے بچالانے میں بغراخان کو ایک طرح کی ذلت اور ٹھانی  
 پڑے۔ اس نے ان سب باتوں کو قبول کیا۔ اور دربار میں آیا۔ چونکہ آواز دہی  
 بغراخان نگاہ و برو جہان پناہ سلامت۔ دوسرا جو دربار پکارا کہ کنہوتی کے  
 گنہگار کو امان امان امان۔ مگر یہ ناخلف پادشاہ اپنے باپ کو تین دفعہ قدیم  
 اور مجر کرتے ہوئے دیکھا کیا۔ اور تخت پر بت کی طرح بیٹھا رہا۔ اس حرکت  
 ناشائستہ کو دیکھ کر باپ پہوٹ پہوٹ کر رونے لگا۔ رونا اپنا اثر کر گیا۔ یہ دیکھتے  
 ہی بیٹا تخت سے اتر اور دوڑ کر باپ کی بانوں میں گر پڑا۔ اس نے سر اوٹھا کر گلے  
 لگایا۔ دونوں گلے مل کر دیر تک رویا کئے۔ اس حال کو دیکھ کر اور اہل دربار جلے  
 دل بیسوں سے بہرے ہوئے تہ زار زار رونے لگے۔ بعد اسکے باپ کا ہاتھ بکڑ کر  
 کیقباد نے تخت پر بیٹھایا۔ آپ دست بستہ سر جھکا کر کھڑا ہوا۔ بہر باپ نے اس کو

تخت پر بٹھالیا۔ اور آپ بااوسب منے بیٹھا۔ غرض ان دونوں میں یہی ملاقاتیں  
 ہوئیں کہ لڑائی بھڑائی کا ذکر نہ رہا۔ باپ نے بیٹے کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ اور  
 کہا کہ میں نے اس بڑے پاپے میں اتنا سفر دور دراز کا اسلئے اختیار کیا ہے کہ تجھ کو  
 خوب غفلت سے بیدار کروں۔ تجھ کو اپنی ذرا خبر نہیں۔ اپنے چہرہ کو دیکھ کہ کیا سرخ  
 سفید تھا۔ اب کیا ہلدی کا رنگ ہو رہا ہے۔ جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ خاندان  
 بلبن میں صرف چار آدمی تھے۔ بڑا بہائی میل یا دشاہ کے روبرو شہید ہوا۔ کچھ نہیں  
 کہ وہ ہم سب میں زیادہ لائق اور تیرا قوت بازو تھا۔ اوسکو تو نے یون مروا ڈالا  
 ۔ میں خود چراغ سحری ہوں۔ تیرا یہ حال ہے۔ ہنسوں صد ہنسوں کہ ہمارے  
 خاندان کا چراغ گل ہو گیا۔ اور دل کی سلطنت ہاتھ سے گئی۔ اپنے حال پر تجھے  
 رحم نہ آیا۔ تو اپنے خاندان پر تو رحم آیا ہوتا۔ مجھے بڑا تعجب ہے کہ اب تک تو زندہ کیونکر رہی  
 اور کیونکر تیری سلطنت قائم ہے۔ جن آدمیوں کو برسوں کی محنت اور جان نثار ہی سے  
 سلطان بلبن نے بنایا۔ ان سب کو تو نے بگاڑ دیا۔ کان میں یہ بھی کہہ دیا کہ نظام الدین  
 کا کام تمام کر۔ آئین میں سانپ پال۔ وہ جب قابو پائے گا۔ ایسا ڈنک مارے گا کہ ہر تو  
 پانی نہ مانگے گا۔

## کیقباد کی وفات

غرض بعد اسکے وہ بیٹے اور سلطنت دہلی کو تقدیر کے حوالہ کر کے بنگالہ روانہ ہوا۔  
 اس ناخلف فرزند نے کچھ دنوں تو باپ کی نصیحت پر عمل کیا۔ مگر پھر بیرون نے  
 بیرون کو بنا بنا کر دکھایا۔ اور پھر اس عاشق فراق کو دام عیش و عشرت میں  
 پھنسیا۔ پھر وہی گلشن تہوہی جشن تھے۔ اب اس عشق بازی اور محو غوار میں

بہم نوبت پہنچائی کہ لقوقہ فارج میں مبتلا ہوا۔ ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ زندہ مردہ  
بدتر ہو گیا۔ جب انہیں خواب غفلت کیلین تو اپنے تئیں کسی قابل نہ پایا۔ اپنے  
وزیر سے چہا چٹانے کر لئے وہی چال چلا جو وزیر نے سکھائی تھی سیغے دعا سے  
اوسکو زہر دیکر مارا۔ ملک ہلال الدین فیروز خلجی سیلنے کا نائب ناظم وزیر مقرر ہوا  
۔ مگر نظام الدین کے مارے جانی سے جو نظام اور عرب اب مغربی ملک میں بیٹھتا  
تھا۔ وہ بھی اب جانا رہا۔ بادشاہ میں اب کم کچھ باقی نہ تھا۔ دشمنوں کو اچھا موقع  
 ملا۔ وہ خوب کھل کھیلے۔

سلطان غیاث الدین نے غلاموں کی شان و شوکت کو پسپا کر دیا تھا۔ اسلئے  
سلطنت کے ائمہ خاندان شاہی میں سے تو کوئی جھگڑنے والا باقی نہ تھا۔  
ہندوستان زامسلماں میں تو ایسی قدرت نہ تھی کہ کوئی اونکا گرد نہ بردست ہوتا  
۔ اور دعویٰ سلطنت کا کرتا۔ اسلئے سلطنت کو عودا رتا تاری اور غور اور غزنین کی پانی  
سلطنتوں کے افسر تھے۔ غور غزنین کے سرداروں میں خلجی اپنے سردار کی عقل و در  
مہوش کی سبب فضیلت رکھتے تھے۔ ہر سردار کے سر میں سروری کا سودا تھا۔ جب  
کیقباد قریب الملک ہوا۔ تو ترکی سرداروں نے اس نظر سے کہ سلطنت کسی اور خاندان میں  
نہ چلی جائے۔ کیقباد کے تین برس کے لڑکے کو تخت پر بٹھایا۔ اور سلطان شمس الدین کا  
خطاب دیا۔ ترکی سردار اس کے طرفدار۔ اور خلجی اس کے مخالف۔ مگر چند روز میں  
خلجیوں کو غلبہ ہوا۔ اور ملک ہلال الدین تاج و تخت کا مالک ہوا۔ جن امیروں کو بگنا  
کیقباد نے قید کیا۔ جب قید خانے سے چھوٹے تو چھوٹے ہی محل میں گیسے۔ وہاں  
کیقباد کو مردہ سے بدتر سحاف تو شک میں پٹھا ہوا دیکھا۔ وہاں اور مردہ پر مردہ

ان امیروں نے لگائے۔ لاکھوں لاکھوں اور لاکھوں سے اسکو چور چور کر کے ایک  
کبل میں لپیٹ جینا میں پہنچا یا۔ قہرک میر نہ ہوئی۔ اب غوری بادشاہوں کے  
غلاموں کی سلطنت کا کعبہ پر خاتمہ ہوا۔ اور جلال الدین فیروز غلجی سے زمانہ  
خلجیوں کا شروع ہوا +

## فصل سوم خاندان خلجی

۱۲۹۰-۱۳۲۰ء

### سلطان جلال الدین خلجی

خلجی ایک ترکوں کی قوم ہے لیکن مدت سے وہ سیستان اور ہندوستان کے  
درمیان افغانوں سے ایسی مل جل کر رہے کہ وہ ہی افغانوں میں شمار ہونے لگے  
۔ اگرچہ وہ افغانوں کی نسبت زیادہ تریت یافتہ تھے۔ اور ترکوں سے ہی قتلاط  
رکھتے تھے +۔ چنر روز کعبہ کا شیر خواہ بچہ سلطان شمس الدین تخت پر بیٹھا  
۔ اور جلال الدین نے نیابت سلطنت کا کام کیا۔ مگر پھر خلیفہ بوڑھا ستر برس کا  
تخت پر بیٹھا۔ اور اس بچے کو قید خانہ میں رکھا۔ اور یہ ہی بعض کہتے ہیں کہ  
اس معصوم بچے کا خون گردن پر لیا۔ تاج شاہی سر پر رکھتے ہی اپنے قہر و غضب  
کو حلم و مروت سے بدل دیا۔ اور وہ رحم دلی اختیار کی کہ قانون تلے کی چینیوٹی  
کے آزار کار و ادار نہ تھا۔ دلی میں بڑے بڑے خاندانی قدیمی امیر موجود تھے۔ اسی  
برس تک ترکوں کی سلطنت دیکھ چکے تھے۔ انکی نظر میں خلجی بے قدر تھے

اس بوڑھے خلجی کو تخت پر بیٹھانہ دیکھ سکتے تھے۔ دل ہی دل میں جلتے تھے۔ اور  
 اسکی اطاعت کو ننگ و عار جانتے تھے۔ اس سبب پادشاہ کو اسکی طرف سے  
 اطمینان نہ تھا۔ دلی میں رہنا خطرہ سے خالی نہ جانتا تھا۔ کیلوگر ہی میں اون  
 عمارتوں کو۔ کہ کیتباد کے زمانہ میں ادھوری پڑی تھیں پورا نبوایا۔ اور حکم  
 قلعہ اور اسکے ساتھ اور عمدہ مکانات بنا کر رائے۔ اور اس پاس ورامراء  
 خلجی آباد کر رائے۔ غرض اسکی توجہ سے یہ نئی دلی ایسی آباد اور بار و برفی ہوئی  
 کہ پرانی دلی اسکے آگے گرو تھی۔ اب اس بادشاہ کی خوش اخلاقی کے سبب سی  
 پرانے امیر یہ کہ اوپر بیٹا بھیجے تھی۔ حاضر ہونے لگے۔ غرض سب طرح اطمینان  
 تو ایک دن بڑے ترک اور احتشام سے پرانی دلی میں آیا۔ جب دلتخانہ پر پہنچا۔  
 دو گانہ شکر کا ادا کیا۔ تخت شاہی پر چلوہ افروز ہوا۔ اور بادشاہ بلند یہ ارشاد فرمایا  
 کہ میں اپنے خدا کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ اس نے مجھے آج اس تخت پر بیٹھایا۔  
 کہ جسکے سامنے بیٹے بیٹوں سر جھکایا۔ جو دوست میرے برابر کے یا مجھ سے بہتر تھے آج  
 وہ سب کمر بستہ میرے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ یہاں کو شکر اعلیٰ میں کہ دیوان  
 خاں سلطان مین کا تھا گیا۔ وہ ان اپنے قدیمی دوستوں کے موافق گھوڑیے اوڑھا۔  
 احمد صیب نے عرض کی کہ یہ ایوان شاہی حضور کا ہے۔ گھوڑیے اوڑھا کیا ضرور ہے۔  
 اوپر بادشاہ نے ابدیدہ ہو کر فرمایا کہ نہ تو یہاں سے ولی نعمت سلطان مین نے اپنے عہد خانہ  
 میں نبوایا تھا۔ یہ اسکی ادا کا حق ہے۔ مین میرا کیا ہے۔ احمد صیب نے عرض کی  
 کہ ایسی باتیں خلاف مصلحت ہیں۔ اوپر بادشاہ نے فرمایا کہ مین چند روز کی مصلحت کے  
 لئے دائرہ سلام سے خارج ہونا نہیں چاہتا۔ غرض اپنا وہ محل کے اندر گیا۔

جہان امیر وزیر بیٹھا کرتے تھے وہیں بیٹھ گیا۔ پہرا اپنے مقرمین کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ اتم رکھن اور تیر سرخہ کا خدا خانہ خراب کرے جنہوں نے مجھے ناحق مارنا چاہا تھا۔ مجھے جان کر خوف سیادشاہ بنا پڑا۔ ورنہ میں کہان اور یہ بادشاہی کہان۔ ساری عمر خانی اور ملکی میں گذری۔ اب چار روز کی زندگی کی لئے یہ سلطنت کا خجال اور جگڑا جو میں نے اپنی گردن پر لیا ہے دیکھئے کیا میرا انجام کراتا ہے۔ سلطان میں جسکے وہ شان و شوکت تھی اس کے صحابہ و رلا کا یہ حال ہوا۔ تو میری اولاد اور یاروں کا کیا حال ہونا ہے۔ اگر یہہ مان لیا جا کہ جلال الدین نے کینقاہ کے بیگناہ بچی کے خون ہاتھوں کو لال کیا۔ تو یہ سبھی تقریریں بکرا اور فریبک بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ایسے رحم دل بادشاہ کی نسبت اس سنگ دلی کا الزام خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔ غرض اس تقریر کو سن کر عاقل سمجھ بکرا روئے تھو۔ اور نوجوان بے باک کھڑے ہنستے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس بڑھے کی عقل جاتی رہی ہے۔ ضرور اس کے ہاتھ سے یہ سلطنت نکل جائے گی۔ سیاست اور فہم جہانداری کے لوازمات سے میں مطلقاً وہیں نہیں۔ اوسی روز بادشاہ نئی دلی میں چلا گیا۔ اور بڑا جشن کیا۔ اور اپنے دونو بیٹوں کی شادی انہو دونو بیٹیوں علاء الدین اور المنج خان کے کردین۔ یہہ دونو بیٹے اس کے بڑے لائق اور فائق تھے۔

اس بادشاہ کی عمدہ صفت رحم دلی و درست بازی تھی۔ وہ بڑا سیدھا سادہ تھا۔ جس کسی شخص کو اس نے جاگیر دی کبھی اس میں تغیر نہ کیا۔ جس کسی کو قریب اور غرض نے جرم کیا۔ اس کی تزیین نہ کی۔ اپنے قدیمی منہ والوں کے اس سلطنت پر بھی کوئی طرح ملتا تھا جس طرح پہلے ملتا تھا اس کی صحبت میں بڑے بڑے عالم و صاحب ہنر حاضر رہتے تھے۔ اس کی مجلس میں ہنسی اور مذاق کی باتیں اس طرح کی ہوا کرتی تھیں کہ وہ مسلمانوں کے دین اور مذہب کے خلاف ہوتی تھیں۔



مگر انسانیت اور آدمیت کی حد سے متجاوز نہ ہوتی تھیں +

جب بادشاہ کی رحم دلی نے حد سے تجاوز کیا تو امر ارجی کہنے لگے کہ اگرچہ جلال الدین بڑا  
جواغیر و درویش بن گیا تھا۔ مگر اب بوڑھا ہو گیا۔ سوار شعر گوئی اور بدلم سنجی اور چوسر خفہ کیلئے  
کی کوئی کام اس سے نہیں ہوتا۔ مناسب ن ہے کہ اس کو معزول کیجئے۔ اور ملک تاج الدین کو  
اس کی جگہ تخت شاہی پر بٹھائے۔ اس صلاح اور مشورہ کو واسطے ملک تاج الدین کو ان  
یہ امیر سب جمع ہوئے۔ اور شرابین خوب پیں۔ اور نشہ میں خوب مست ہوئے۔ تو بادشاہ کو  
بہت گالیان دین۔ اور کہنے لگے کہ یہ بڑا سلطنت کی قابل نہیں۔ اس کو جکڑ کر قتل کیجئے۔ اور  
ایک دربار شاہ بنائے۔ ان سب تو نکاحا حال ایک شخص نے بادشاہ سے انکار کیا۔ اس پر  
بادشاہ لالچ لایا ہوا۔ اور اویس وقت سب کو کڑ بکڑایا۔ جب یہ لمیر زادے سامنے آئے۔ تو  
میان سے تلوار نکال کر ان کے سامنے ڈال دی۔ اور کہا کہ آؤ دیکھو ان کو لٹا جواغیر و  
جو مجھے قتل کرتا ہے۔ بادشاہ کا چہرہ غصہ میں لال تھا۔ یہ امیر سب سب سر جھکائے کھڑے  
تھے۔ منہ سی بات نہ نکلتی تھی۔ ملک نصرت جواو جس جلسہ میں سب زیادہ بدست ہوا۔ وہ جرأت  
کر کے بولا۔ کہ ہم دست اپنی سببی میں جھک کر رہے ہیں۔ اگر حضور کو ہم مار ڈالیں تو لیا پاشاہ  
کہان ہو لائیں گے۔ جو ہماری پرورش اس طرح کر چسکا کہ اب بیٹوں کی کرتا ہے۔ اس لمحے محمد  
بادشاہ کو اس کہنے پر رحم آ گیا۔ اور ایک پیالہ شراب کا مالک نصرت کو دیا اور کہا کہ تم جھوٹے  
سوار شریف کو اورو لہو و لعب کیا ہوتا ہے۔ تم کہان اور تلوار کہان۔ اپنے اپنے علاقوں پر  
جاؤ۔ غصہ تمہارا معاف ہوا۔ راست بازی کی اس کی حکایت مشہور ہے کہ اس کو باک ان مٹی  
بیٹھے یہ خیال آیا کہ میرا نام خطبہ میں الہی ہدفی سبیل اللہ پڑھا جاوے گا۔ اس بات کو انہی بی بی  
بادشاہ بگیم ملک جہان سے کہا کہ تم فضلہ اور علما سے یہ کہہ دو کہ وہ میرا نام خطبہ میں پڑھ کر

اتفاق سے اسی دن اس بیگم پاس کسی تہنیت کی تقریب سے قاضی اور مولوی آئے تھے  
 اونسے اونسے یہ بات کہی۔ سبے خوش ہو کر منظور کی۔ اور دربار میں بادشاہ سے  
 آنکر درخواست کی کہ ہمارا یہ آزادہ ہر کہ خطبہ میں آجکا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھ کرین  
 ۔ مگر اس پر بادشاہ فی سوج کر یہ فرمایا کہ میں کفار میں معلون سے ٹراہوں۔ اس  
 لڑائی سے اصل غرض یہ تھی کہ میں اپنے آقا غیاث الدین بلبن کو خوش کروں۔

پھر رضا راہی منظور نہ تھی۔ اسلئے المجاہد فی سبیل اللہ مہونے کو لائق نہیں  
 مولویوں نے اپنی عادت کو موافق۔ تاویلین گہنی شروع کیں اور اصرار کیا۔ مگر بادشاہ  
 فرمایا نہ سنی، ملک چھو کی بغاوت

اب ایک اور موقع بادشاہ کو اپنی صفت ذاتی کو کہانے کا پیش کیا۔ غیاث الدین بلبن کا  
 بہتجا ملک چھو تھا۔ اسکو بادشاہ ڈرڈہ مانک بوجا گیر میں یا تھا۔ وہ باغی ہو گیا۔ خانہ  
 بلبن کے رفیق اس کے ساتھ ہوئے۔ ہندوؤں کی بڑی بٹیر بھاڑ اس کے ہمراہ ہوئی۔ بادشاہ  
 اس فساد کو مٹانے کو واسطے دواؤں تک خود گیا۔ اور آگے بادشاہ کا بڑا بیٹا ارکلی خان  
 بڑا شجاع اور جوانمرد تھا گیا۔ اور اونسے ملک چھو کو بڑی شکست دیدی۔ اور اسکو  
 مع سرباروں کے گرفتار کر لیا۔ اور انکی گردنوں میں دو شاخ ڈالنے۔ اور ہاتھ پٹت  
 باندھ دئی اور سب بادشاہ کو رو برو لائے۔ جو وقت یہ قیدی ایسی مصیبت کی صورت میں  
 بادشاہ کو رو برو آئی۔ رومال ہی دشاہ نے آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور کچا خدا کو واسطے جلد ان قیدیوں  
 کی مشکل آسان کرو۔ غرض ونکے دو شاخ اوتارے۔ اور ہاتھ کھولے۔ اور غسل خانہ میں بھیجا  
 ۔ اور کپڑے بدلوائے اور عطر لگوائے۔ اور دعویٰ انکی کیں۔ اور اپنے برابر بٹھا کر کہانا  
 کھلایا اور فرمایا کہ تم ملک چھو کی طرف ہو کر مجھے لڑے۔ یہ کام تنہی بڑی تک حلالی کا کیا

مین اوس کام سے نہایت خوش ہوا۔ غرض جون جون خاطر داریان بادشاہ کرتا تھا۔ وہ دن  
 وہ شرم کو مارے پسینے پسینے ہو جاتی تھے سچ ہے شہر بدی را بدی سہل باشد جزا۔  
 اگر مردی حسن الی بن اسما۔ ملک جھجھو کو ملتان محافظہ میں بٹھا کر روانہ کر دیا۔ اور وہاں  
 اوسکی ایسی جاگیر مقرر کر دی کہ جہین اوسکی ساری عمر آرام سے گئی۔ بادشاہ کی ایسی حرکتوں  
 سے خلجی بڑے ننگ ہو جاتے۔ بادشاہ کو یہاں بچنے کہا کہ اگر دن لوگوں کو ہم پر فتح نصیب ہوتی  
 تو ہمارا نام تک یہاں مٹا دیا ہوتا۔ اور سپر بادشاہ فریاد کیا کہ اگر وہ ہم کو مٹاتے تو ہمارا خون  
 اپنی گردن پر لیتے۔ اور خا خون ہماری گردن پر نہ ہوتا۔ مین نے عمر بہر کسی مسلمان کو ناحق  
 نہیں مارا۔ اب بہتر برس کی عمر ہو گئی کہ کسی کے خون میں اپنی رائے نہ سان کر گردن پر  
 عذاب لون۔ دیکھو اپنے قاتلین کی سلطنت میں لے لی۔ اگر اوسکے رشتہ دار دن اور ہو خواہوں  
 کو ہی قتل کر دن۔ تو قیامت کے دن کیا خدا کو منہ دکھادوں۔ غرض ایسی صوفیانہ باتیں بنائیں کہ  
 سب کی زبان بند ہو گئی۔ پاشاہ اب بد اؤں سے دلی میں آیا۔ اور کڑھ ملک پور کی حکومت  
 اپنے بیٹے علا الدین کو سپرد کی۔

## بغاوتیں

بادشاہ کی دو کنہیں ایک مہر دوسرے قہر جب نہیں سے ایک میں خلل پڑتا ہے تو سلطنت میں  
 زوال آتا ہے۔ غرض ہر بادشاہ کی رحم دلی نے سلطنت کو ڈھلا کر دیا۔ اور سلطنت کا ڈھیلہ پھیل گیا  
 جب بادشاہ کم از کم کی چاروں طرف خبریں پہنچیں بال گزار دن محصل پہنچے سوار کیا  
 ۔ اور خود مختار یکا دم بہر لگے۔ چور دن اور ڈاکوؤں نے جدا جدا دھپا یا۔ چاروں طرف  
 بغاوت برپا ہوئی۔ ۹۱۲ھ مین مالوہ میں بڑی بغاوت ہوئی۔ بادشاہ اوسکے دباؤ  
 کے واسطے خود گیا۔ اور فتحیاب ہوا۔ تھنبور کا قلعہ اس نظر سے نہیں مستح کیا۔

کہ اوسکے اندر ہزاروں مسلمانوں کا خون ہوتا۔ اور سیکڑوں بچے میٹم اور عورتیں بیوہ  
ہوئیں۔ اوسکو یونہی چھوڑ دیا۔ سپر احمد حبیب نے عرض کی کہ بادشاہوں کو ان باتوں کے  
خیال سے کیا کام ہے۔ اور سپر فرمایا کہ کیا میں یہ نہیں جانتا۔ لیکن اب میں قبر میں سپر لٹکا  
بیٹھا ہوں۔ فرعون کا کام کونیکو دل نہیں جانتا۔ چند روز کی خوشی کے لئے خدا کا گنہگار  
نہیں بنتا۔ ۹۳ ۲۹۲ مین مالوہ میں پہر بھاوت برپا ہوئی۔ اور مالوہ پر چڑھائی ہوئی مگر  
کامیابی نہ ہوئی +

### مغلون کا حملہ

اب ایک بڑے زور شور سے مغلوں نے پنجاب پر حملہ کیا۔ مگر جلال الدین اونی کو بڑی مردانگی  
اور جوانمردی سے شکست دی۔ اور خود اوکھلمقا بلکہ کیا۔ اور منہ اولکا پہنچ دیا۔ اور  
صلح کر لی اور اونی کو ٹوٹی پہوئی فوج کو بے مراحت چلا دیا۔ الغو خان چنگیز خان کا نواسہ  
چار ہزار مغلوں کے ساتھ جنین خون و مرد و زن تھے بادشاہ سے آلا۔ اور خود مسلمان  
اور خود اپنے ہمراہیوں کو مسلمان کیا۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کا بیاہ او سے کر دیا۔ اور  
بہر مغول مغلوں کا دہلی کے ایک محلہ میں آباد ہوا۔ اور اوسکا نام مغل پورہ مشہور ہوا۔ اب  
ارکلی خان بادشاہ کا بیٹا ملتان اور لاہور کا حاکم ہوا +

### علاء الدین

بادشاہ مین جو عیب ضعیفی اور پیری کا پیدا ہو گیا تھا۔ اوسکی مکافات علاء الدین کی قوت  
نے کر دی۔ بادشاہ نے اوکو اپنے بچوں کی طرح پالا تھا۔ وہ بڑا مہنہ دار اور لائق تھا  
۔ اوسمیں وہ خیالات جلال الدین فیروز خلجی کے سنہ تھے کہ جسے سلطنت کے کام نام تمام پر  
رہیں وہ بہر سو جا کہ چچا اور بیٹے۔ اپنے اختیار میں نہیں۔ ملکہ جہان اوسکی فخر ہے

جو وہ چاہتی ہے سو کرتی ہے۔ اسلئے یہ بہتر ہے کہ میں ایسے دور دراز چلے جائے کہ وہاں اس ملکہ جہان کا اتہ نہ پہنچ سکے۔ یہ سوچ سمجھ چکا جان سے بندیل کھنڈ میں خدیو اور شرفی مالوہ کی بغاوت دبانے کو لئے اجازت حاصل کی۔ اور وہاں سب فساد کو مٹایا۔ علاوہ اوروں کے متعلق اس قلعے ہی کو بھی اپنے قبضہ تصرف میں لایا۔ اور غنیمت ہی بہت کچھ ہاتھ لگی۔ بادشاہ اس کا گزاری سے بہت خوش ہوا۔ اور ملک اودہ کی ہی حکومت اس کے حوالہ کی۔ اگرچہ اس میں ملکہ جہان رخنہ انداز ہوئی۔ اور علاء الدین کی بلند ہستی اور الاملا فطرت سے وسوسے دہین ڈالنے کو لئے کوشش کی۔ مگر بادشاہ کا دل وسپاک رہا۔

### علاء الدین کی مہم دکن پر

اب علاء الدین نے بہت سی فوج جمع کی۔ اور امرار میں جو آوارہ بہتے تھے۔ ان کو بھی اکٹھا کیا۔ اس فوج کو کثیر جمع کرنے کی کچھ ممانعت بادشاہ نے نہ کی۔ اب اس فوج جو اسے پہلا کام یہ لیا کہ ان میں آٹھ سات ہزار حیدہ سوار لئے۔ کڑھ مانگ پورا اور برار کے درمیان جو جنگل میں ان کو طے کیا۔ جو راجہ سر راہ آو دو چار ہوئے۔ ان سے کچھ نہ بولا۔ سید ہا چلا گیا اور اپنے ارادہ کسی کو آگاہ نہ کیا۔ مشہور یہ کہ کہا تھا کہ چاسے خفا ہو کر ملک تلنگانہ کے راجہ مندری کی ملازمت کو لئے جاتا ہے۔ دو مہینہ بعد بلچ پور میں پہنچا۔ وہاں سے مغرب کی جانب متوجہ ہوا۔ بطور المیائے کے یعنی دو دو تین تین دن کے سفر کو ایک دن میں طے کرنا ہوا دیو گڑھ میں پہنچا۔ یہ دیو گڑھ اب دولت گڑھ کی نام سے مشہور ہے۔ رام دیو اس کا راجہ تھا۔ اسی کو مسلمان مارے دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ مہارٹوں کے ملک کا راجہ تھا۔

اکثر شہد و راجا مہمی ہو کر تے ہیں۔ اسلئے مسلمان جب ویرا چانگ جا پڑتے تو اون کو  
 لڑائی کے لئے تیار نہ پاتے۔ اونکے ہاں یہہ دستور تھا کہ لڑائی کا سامان بہت دیر میں تیار  
 ہوتا۔ غرض سوقت راجہ رام دیو دفعتاً علاء الدین کے لڑنے کا سامان تیار نہ کر سکا۔ اس حملہ کا  
 او سکھو تصور بھی نہ تھا۔ فوج بھی اوس پاس نہ تھی۔ رانی اور بچے اوسکے تیر تہہ جا تر اگو گئی ہوئے  
 تھے۔ جب علاء الدین شہر کے قریب پہنچا۔ تو راجہ دو قین ہزار آدمی جمع کر کے اوسے مقابلہ کیا  
 مگر شکست کھائی۔ راجہ شہر کے قریب ایک پہاڑ پر قلعہ کو اندر ہٹا گیا۔ شہر بے مقابلہ فتح ہو گیا  
 وہاں خوب مسلمانوں کے دل کھول کر لوٹ کھسوٹ کی۔ تاجرون کو بھی سخت تکلیف مال تانے  
 کے وسط دی گئی۔ یہہ جیسا نہ حرکت مسلمانوں نے اول ہی دفعہ یہاں کی۔ ورنہ یہہ دستور تھا  
 کہ تاجرون کسی طرح کا مواخذہ نہ کیا جاتا تھا۔ منجملہ سبب غنیمت کے چالٹیں تھیں اور کئی ہزار گھوڑے  
 خاصے کر راجہ کی سواری کے ہاتھ لگے۔ پہر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور یہہ خبر اڑادی کہ چھپے فوج  
 شاہی آتی ہے۔ یہہ سپاہ اور کالیک حصہ۔ دشمن کو اوس سپاہ جبار کے سامنے کھڑا رہنا  
 مشکل ہوگا۔ راجہ نے اس خبر کو صحیح جانا۔ اور سمجھا کہ مسلمانوں نے یہہ حملہ سوج سمجھ کر ہی کیا ہوگا  
 ضرور چھپے فوج اور ہوگی۔ اسلئے بہتر یہ کہ اوس فوج کے آنے تک علاء الدین صلح کر لیجے۔  
 رام دیو نے چند ایچی علاء الدین پاس بھیجے۔ اور یہہ پیغام کہلا بھیجا کہ تمہارا یہاں آنا مصلحت سے  
 خالی تھا۔ شہر جو تم نے فتح کر لیا۔ اور کا سب سے تباہ اتفاق سے لشکر شہر میں نہ تھا۔ بہتر نہ کو  
 عذر نہ کرنا چاہئے۔ بڑے بڑے راجہ یہاں موجود ہیں۔ جنسے تمکو لڑنا دشوار ہوگا۔ بہتر یہہ  
 کہ راجاؤں اور سپاہ جمع ہو نیسے پہلی چلے جاؤ۔ اور جن سوداگروں کو گرہ قرار کیا ہے جو چوڑ  
 علاء الدین صلح قبول کرنی۔ اور پچاس من سونا اور کئی من موتی اور بعض اور فضیلتیں  
 لیکر اقرار کیا کہ میں پندرہ سوین روز قیدیوں کو چوڑ دوں گا۔ اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔

جب اس لڑائی کی خبر رام دیو کے بڑے بیٹے کو پہنچی۔ تو وہ لشکر لیکر علاء الدین سے لڑنے کو  
 آ موجود ہوا۔ رام دیو نے اپنے بیٹے کو کھلا پہنچا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اس سے کچھ آسیب ہو  
 نہیں پہنچا۔ رعایا کا جو نقصان ہوا اور کما عوض کیا جا لگا۔ لڑنا مصلحت نہیں۔ یہ ترک  
 عجیب گاہن۔ مگر بیٹے نے باپ کی نصیحت نہ مانی۔ اور اپنے لشکر گزیت اور مسلمانوں کی سپاہ کو  
 تھوڑا دیکر لڑائی پر آمادہ ہوا۔ علاء الدین کو ایچی کے ہاتھ یہ پیغام کھلا پہنچا کہ اگر اپنی  
 جان کی سلامتی جانتے ہو۔ تو جو کچھ مال سبک کیا ہے اسکو واپس کرو۔ اور اپنے گھر کی  
 راہ لو۔ اس پر علاء الدین بڑا غصہ ہوا۔ اور اچھوٹا منہ کالا کر کے تمام شہر میں پھرایا۔ اور ملک  
 کو ایک ہزار سوار دیکر قلعہ کا محاصرہ پر کیا۔ اور آپ لشکر لیکر رام دیو کے بیٹے سے لڑنا شروع کیا  
 قریب تھا کہ مسلمانوں کے بیروا کھڑے جاتے۔ مگر ملک نصرت محاصرہ کو بغیر حکم کے چھوڑ دیا۔ اور  
 علاء الدین لشکر سے آ ملا۔ دکنیوں نے یہ جان کر یہ فوج شاہی ہے جس کے آئین کی دھوم ہو رہی  
 تھی۔ غرض سن بلکہ میں دل چھوٹ گئی۔ اور میدان معرکہ سے بھاگ گئے۔ علاء الدین کو  
 فتح نصیب ہوئی۔ پہلے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور راجہ سے بڑا مطالبہ کیا۔ پہلے قلعہ کے نیچے کچھ  
 بنجارے آکر پڑے تھے۔ ان کو سب بوجھن کر قلعہ کے اندر رکھ لئے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے  
 کہ وہ راجہ کے پورے ہیں۔ مگر جب اسکو کہہ کر دیکھا تو وہ ملک بھرے نکلے۔ اب قلعہ میں  
 غلہ نہ رہا۔ ناچار راجہ کو اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اگر نقدیر سے یہ بات برون کی کہلتی  
 تو بہت دنوں تک لڑائی جاری رہتی۔ اسلئے کہ اس پاس کے راجاؤں سے کمک کی بڑی  
 امید تھی۔ اب راجہ بڑی منت اور سماجت کر کے ان شرائط پر علاء الدین سے صلح کر لی کہ  
 ریلچ پور مع اس کے پرگنات حوالہ کیا۔ اور بہت سال مال و خزانہ نقد دیا۔ علاء الدین خانہ  
 میں سے ہوتا ہوا لوہ چلا گیا۔

دینا من لطف غیبی ہزاروں میں منجلاؤں کے علاوہ الدین کا یہ کام تھا۔ کڑھ مانگ پورے  
 دیوگڈھ تک سات سو میل کا سفر اور پھر اس سفر کا بڑا حصہ بند سیاحل کے پہاڑوں اور جنگلوں میں  
 جسے کہ ہندوستان ص اور دکن علیحدہ ہوتا ہے۔ پھر ستونکی تنگی۔ ذخیرہ کی کم یابی۔  
 پہاڑیوں کی تیرافشانی۔ پھر ہتھکرم سپاہ۔ دکن جیسے ملک مسیح پر حملہ۔ پھر وہاں یہ خدا سنا  
 سامان کہ شہر لشکر سے خالی غلہ کے بورے جو دشمن سمجھے تھے وہ ملک کو بورے لکڑے۔ بڑے  
 بڑے راجہ لڑنے کو لئے تیار نہوں۔ پھر وہاں یہ ملک در دولت ہاتھ لگے جو کسی پہلے بادشاہ  
 دہلی کو نہ ملے تھے۔ پھر اس غنیمت سمیت صحیح سالم اپنے ملک کو پہرانا۔ ان سب کاموں میں جو  
 تائید غیبی علاء الدین کو موٹی وہ کم تر کسی دشاہ کو ہوا کرتی ہے۔ اس میں علاء الدین کا نام  
 جو امر دی اور مردانگی میں روشن کر دیا۔ فقط ساری اس مہم میں یہ کام اپنی شان کے خلاف  
 کیا کہ راہ میں اسے یہ شہر کیا کہ میں چچا سے تھا ہو کر راجہ مندری کی نوکری کے واسطے  
 جانا ہوں۔ اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ابلہ بنے مذہب میں اسے سست ہو گئی تھے  
 کہ لڑائیوں کے لئے ایسے جو ملے بھالے کیا کرتے تھے +

## جلال الدین کی وفات

علاء الدین نے اس مہم کی اجازت جلال الدین سے بہن چل کی تھی۔ وہ اس لڑائی میں مشغول تھا  
 چچا متر د تھا کہ نتیجہ معلوم نہیں کہاں جلا گیا۔ کبھی کہی کڑھ میں جو نائب علاء الدین اپنا کر گیا تھا وہ  
 عراض ہی کرتا تھا کہ علاء الدین چندیری میں لڑ رہے۔ اسے بادشاہ کی تسکین ہو جاتی تھی۔  
 جلال الدین کو الباری میں شکار کھیل آتا تھا۔ کہ یہ مشہور ہوا کہ علاء الدین دیوگڈھ فتح کر لیا۔ اور ہتھکرم  
 مال اور دولت اور سب سلطنت حاصل ہو اسے کہ کسی بادشاہ دہلی کو نصیب ہوا تھا۔ اولیٰ ہر کڑھ  
 میں آتا ہے۔ اس خبر کو نہ کہ بادشاہ پہلانا مانتا تھا۔ اس کی فستج اور نصرت کو اپنی رفعت اور دولت سمجھتا تھا



مگر جو صلاح اندیش اور خیر خواہ بادشاہ کو تھے وہ خوب جانتے تھے کہ علاء الدین کا دل بادشاہ پہلے سے  
اوسنے بہم کا نمایاں بغیر بادشاہ کی اجازت کر کیا ہے۔ اور وہ ملکہ جہان دلی بخش کنہا سی  
مگر بادشاہ کو لحاظ سے کوئی دم نہ مارتا تھا۔ ایک روز بادشاہ ہی سب اپنے صلاح اندیش ایک خلوت  
میں جمع کئے۔ اور فرمایا کہ علاء الدین ہمدرد غنیمت کے ساتھ دیو گڈہ سے آیا ہے۔ ابن یکا کرو  
۔ بہن ٹھہروں یا اوسکے استقبال کے لئے چلوں۔ ملک حبیب جو نہایت سلیم الطبع تھا بولا کہ اکل  
اور جمعیت کی کثرت کشتی اور بغاوت کا سبب بنتی ہے۔ کڑھ کے تمام مفسد اور متغی جنہوں نے  
ملک چھوڑا کیا تھا۔ اوسکے ساتھ بہن حضور کے حکم تعمیر اوسکو دیو گڈہ میں لگے۔ معلوم نہیں  
کہ علاء الدین کے دل میں کیا مصلحت تھی کہ چند بری میں جو اسکی شہ راہ میں واقع ہوتی ہے  
خیمے ڈیر کر ڈال دیجے۔ علاء الدین کی فوج کو وہ دشت کی مصیبتیں اور آفتیں اڑھائے چلائی تھیں  
غنیمت کے مال سے لای ہوئی ہے۔ اپنے گھر جانکی شتاق ہوگی۔ ماہی اور بہت بار برداری  
ساتھ ہے۔ اوسکے سبب پہاڑ و غن زیادہ نہ ٹھہر سکیگی۔ ایسی حالت میں جب حضور کا لشکر قریب  
ہوگا تو وہ ہرگز ارادہ جنگ نہ کرے گی جو کچھ مال سبب غنیمت میں علاء الدین ہاتھ آیا ہے۔ وہ  
سب حضور کے سامنے لا کر علاء الدین کہہ دے گا۔ بہر حضور کو اختیار کہہ باقی اور نقد کہ سبب سلطنت  
میں خزانہ شاہی میں داخل کئے گا۔ اور باقی سارا سبب اوسکے حوالہ کئے گا۔ اور جو کڑھ کے  
فتنہ انگیز ہیں اوسکے ساتھ بہن و ملکہ علاؤن پر بھیجے گا۔ اور علاء الدین کا دل بہت سا ملک دیکر  
خوش کر دیئے گا۔ اور اوسکو کڑھ میں بھیج دے گا یا دلی ساتھ چلے گا۔ حضور آج تک کسی نے  
ماہ خوف کر یہ بات نہ کہی کہ ملکہ جہان اور علاء الدین میں دلی بخش ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی  
دور و دراز فاصلہ پر ملک کے لئے نیچے اور دلی میں پہنچ نہ سکے۔ حضور کو معلوم ہے کہ خاطر آرزو  
ملازم دشمن کی برابر ہوتا ہے۔ اگر آپ میری عرض قبول نہ کریں گے۔ اور دلی چلین گے۔

اور علاء الدین کرٹھ میں آ پہنچے گا۔ تو آپ کا اور آپ کے خاندان کا زوال آ جائیگا۔ یہہ شکر بادشاہ  
 ملک فخر الدین کوچی کی طرف دیکھا۔ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ ملک حبیب کی رائے صواب پر ہے۔  
 مگر بادشاہ کی مرضی علاء الدین کی طرف دیکھ کر رومی باتیں کرنے لگا۔ غرض بعد اس گفتگو کے  
 بادشاہ نے کہا کہ ملک حبیب تم ہمیشہ علاء الدین کے باب میں بدگمانی کی باتیں کیا کرتے ہو۔ میں  
 اوسکو گودون میں پالا ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ میرے بیٹے مجھے پہچانیں۔ مگر علاء الدین نے نہ پہچان  
 ۔ ملک حبیب نے شکر مجلس اٹھ گیا۔ مگر اس سے ہاتھ مل کر یہہ کہتا تھا کہ یہہ بد باہیو  
 اپنی دولت اور سلطنت پر آپ لات مارتا ہے۔ معلوم نہیں اسکا انجام کیا ہوگا۔ غرض بادشاہ  
 دہلی میں چلا آیا۔ کہ اتنے میں عرضی علاء الدین کی کرٹھ سے بھیجی کہ جو کچھ مال سب کس لایا ہو  
 حضور کی نذر ہے۔ مگر اس سبب کہ اسے حضور کی حضور غائب ہوں۔ کوئی عرضیہ بھی  
 نہیں بھیجا۔ اسلئے خائف ہوں۔ اور جو میرے شریک کام میں ہیں۔ وہ بھی حضور درویش  
 ۔ اب ایک فرمان میرا اور ملک خوار و کی عفو و تفصیل بھیج دیجے۔ تاکہ میں حضور کی خدمت میں مع  
 مال و رہنما حاضر ہوں۔ غرض اس عرضیہ بادشاہ کو بڑا دھوکہ دیا۔ اور اوسکو علاء الدین  
 اخلاص و محبت پر یقین آق ہو گیا۔ یہاں عرضی بھیجی وہاں یہہ حکمت کی کہ تمام مال سب  
 کشتیوں میں لاوا۔ اور دریائے گاہرہ میں کشتیوں کو ڈال یا۔ اور اس میں مضبوط یہہ تھا کہ اگر بادشاہ  
 کرٹھ میں آئے تو وہ لکھنوتی میں چلا جائے۔ اور وہاں لڑائی شروع کرے۔ مگر اس سادہ لوح  
 چچانے اوس عرضیہ کے جواب میں کہاں لکھوئی اور عنایت اور شفقت کی باتیں لکھیں۔ اور  
 دو آدمیوں کے ساتھ علاء الدین کے پاس کرٹھ میں یہہ جواب بھیج دیا۔ جب یہہ پیغام بر کرٹھ میں آئے  
 ۔ تو بادشاہ سے سب کو پہچان ہوا دیکھا۔ مگر علاء الدین ان دونوں آدمیوں کو ایسا زیر نگاہ نہ کیا  
 کہ یہاں کی کوئی بری پہلی حقیقت بادشاہ کو نہ لکھ سکے۔ اس نشاء میں الماس بیگ کہ

بڑا بہائی علاء الدین کا اور بادشاہ کا داماد تھا۔ زور زار نالے بادشاہ کے رو برو کرتا۔ اور حسب  
 فرصت پاتا تو بادشاہ سے عرض کرتا کہ حضور کی نامہ بہائی میری بہائی کے حال پر بہت مشہور  
 ہو گئی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ جیسا اور شرم کے ماری میری بہائی اپنے تئیں مار نہ ڈالے۔ لیکن سنا  
 کہ اوسکے رومال میں زہر ہریشہ بند ہا رہا ہے۔ اوسکو بڑا خیال سنا ہے کہ اسے کہ دو گدہ کو  
 بے اجازت چلا گیا۔ واپسے کوئی خط بھی نہیں بھیجا۔ اسکو اپنی بڑی خطا سمجھتا ہے۔ اسی  
 عرصہ میں علاء الدین کا خط الماس بیگ کو پاس آیا۔ مضمون اوسکا یہ تھا کہ بادشاہ میرا  
 باپ میرا چچا میرا مالک و میرا مربی ہے اوسکی بخشش نے میری زندگی نکل کر دی ہے۔ اگر  
 تجھ کو یقین ہے کہ واقعی بادشاہ فی میری خون کا ارادہ کیا ہے تو مجھے مطلع کر۔ کہ میں زہر کہا کر  
 مر جاؤں۔ یا کسی طرف کو نکل جاؤں یا ڈوب مروں۔ اور خضیا یک پرچہ بہائی کو لکھ بھیجا  
 کہ یہ خط بادشاہ کو کسی ڈھب سے دکھانا۔ اور ایسی تدبیر کرنا کہ وہ مال و دولت کے لالچ سے بے  
 لشکر جریدہ کڑھ میں چلا آئے۔ اگر یہ ہو گیا تو سب کام بن گیا۔ الماس بیگ بھی بے بہائی  
 سے کم فطرتی نہ تھا۔ اس غاکے کام پر ہزار طرح کے رنگ چڑھائے۔ بادشاہ کے سامنے زار  
 زار رونا ہوا آیا۔ اور خط کو سامنے رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ اگر حضور خود جریدہ چلکر قتل سے  
 کہ میری بہائی اپنے تئیں ہلاک کرے۔ یا کہیں چلا جاوے کہیں۔ تو پہلے احسانوں پر ایک حسنا  
 اور حقوق سابق پر ایک درحق ثابت ہوگا۔ اس تمام مکاری کے کام کو جلال الدین نے اپنی  
 سادہ لوحی سے سچ جانا۔ اور کسی سے پوچھا نہ گھیا۔ الماس بیگ کہہ دیا کہ تو چلا جا اور  
 بہائی کو سمجھا کہ میں وہ جان نہ کہو بیٹھے۔ میں ہی جریدہ آتا ہوں۔ الماس بیگ کشتی میں سوار  
 ہو سواتوین روز کڑھ میں آ پہنچا۔ اور سب حال سنا یا۔ علاء الدین نے بادشاہی عنایت کا نفاذ  
 سچوایا۔ لکھنؤنی جانیکا ارادہ ملتوی کیا۔ اب جلال الدین بڑھاپے میں حرص مجسم بن گیا تھا

کسی ناصح کی نصیحت نہ سنتا۔ اوسکو یہ یقین تھا کہ اگر ملک علاء الدین لکنؤ کی کوچلا گیا۔ بہر  
 دکن کی غنیمت کا ہاتھ لگنا مشکل ہوگا۔ غرض اس طمع میں ایک نہر اسوارو کا تہہ کشتی میں بہہ  
 کڑھ کوروانہ ہوا۔ اور ملک احمد حبیب حکم ہوا کہ خشکی کی راہ سے لشکر لے چلے۔ سطرچ پادشاہ  
 کڑھ مانگ پور میں پہنچا۔ اور دریا گنگا سے تین تہاں وتر۔ علاء الدین اوسکے قدموں پر گریا دشا  
 نے اوسکے گالوں پر تلکے دیے و طمانچہ مارے۔ اور ڈاڑھی پکڑ کر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ کیوں یہ  
 بے وفائی۔ اے احمق تو ڈرتا ہے کہ میں تجھ پر ڈالوں گا۔ بہلا اس محنت سے مینے تجھے پالا۔ اپنی بچو  
 زیادہ چاہا۔ تیرے بچپن کی بو آج تک میرے گہروں سے نہیں گئی۔ کیونکہ میں تیرے حق میں براہیہ ہونا  
 گیا۔ یہہ کبک ملک علاء الدین کا ہاتھ پکڑ کر کشتی طرف چلا۔ علاء الدین نے قاتلوں کی طرف ارشاد کیا  
 محمود و لد سالم کہ سمانہ کے اجلافو میں ہی تھا۔ اوسنے ایک تلوار کا ہاتھ پادشاہ پر مارا۔ اوسوقت  
 پادشاہ چلا یا کہ اسی کم نجت علاء الدین تو کر کیا کام کیا۔ بہر اختیار الدین نے اسکا سر کاٹا۔ اور  
 علاء الدین کے روبرو لایا۔ یہہ حادثہ سترہویں رمضان ۶۹۵ ہجری میں مطابق ۱۲۹۵ء جولائی ۱۲  
 میں واقع ہوا۔ اب یہہ سرنیزہ کی انی پر چڑھایا گیا۔ اور شہر اور لشکر میں دکھایا گیا۔ بہر اوڈہ  
 بھجوا گیا۔ اب ان ملک حراموں کے ملک حرامی کا سر خجام تارخ فرشتہ اور تارخ فیروز شاہی ہز  
 بڑے مزے لے لیکر لکھا ہے کہ محمود بن سالم کو دوسری دن جدام ہو گیا۔ اور ایسا جسم بگڑا  
 کہ سارا بدن بوٹی بوٹی ہو کر گر پڑا۔ اختیار الدین پاگل ہو گیا۔ چند روز کوچہ بازار میں خاک  
 اوڑھنا پھر۔ اور پھر مر گیا۔ تا دم واپسین ہی چلا یا کہ سلطان جلال الدین تلوار کھینچے ہوئے  
 مجھ پر چلا آتا ہے۔ غرض لوگ اس کام میں شریک تھے تین برس کے اندر صفا صفا ہوئے علاء الدین  
 کے عہد ہی میں کسی کا نام باقی نہ رہا۔ مگر تعجب یہہ ہے کہ علاء الدین جو اصل فی مافی محسن کشتی  
 کا تھا اوسکا بال بیکانہ ہوا۔ وہ ہمیشہ فیروز مند اور قبائل ور رہا۔ غرض اوپر کے دونوں مورخوں

بہہ خیال رست نہیں ہی کہ جو نمک ثرامی کرے وہ اسکا پاداش ہی ضرور پائے۔ جلال الدین نے  
سات برس اور کئی مہینہ سلطنت کی اور ستر برس کی عمر میں انتقال کیا +

## سید مولہ

ایک عجیب غریب واقعہ اس وقت ہوا کہ عہد میں سید مولہ کا قتل ہے۔ وہ جلال الدین فیروز کے رحم  
کے ہی خلاف ہی۔ اور ایشیا والوں کا بھولا پن ہی ایسے زمانہ میں کہ مسلمان تو بہت باطلہ میں  
مقبلاً نہ ہوئے تھے معلوم ہوتا ہے۔ سید مولہ ایک فقیر جہاں دیدہ اور گرم سر دروزگار چشیدہ گنج کا  
ربہنے والا تھا۔ وہ یہاں ہندوستان میں آیا۔ اور اجودھن یعنی پٹن میں حضرت فرید شکر گنج کی  
صحبت فیض یاب ہوا۔ اور پھر دہلی کی سیر کا ارادہ کیا۔ اور پھر حضرت فرید شکر گنج نے فرمایا کہ  
اب تم دہلی جاتے ہو۔ اور وہاں اپنا دسترخوان بچھانا چاہتے ہو۔ ایک میری نصیحت ہمیشہ  
یاد رکھو کہ وہاں امر اور اہل دربار سے ہرگز نہ ملنا۔ ان لوگوں کی ملاقات میں فقر کے لئے جان کا  
خطرہ ہے۔ غرض وہ دہلی میں وارد ہوا۔ ایک عظیم الشان خانقاہ بنوائی۔ اس میں مسافر اور  
فقرا اور درویشین تھے۔ اور نہایت بر تکلف کہانا دو وقت سید مولہ کے دسترخوان پر کھاتے  
۔ یہ کہانیاں تکلف اور نکلے واسطی تھا۔ مگر وہ خود فقط چانول کھاتے۔ ایک چادر اوڑھتے  
کوئی نوڈی غلام نہ رکھتے۔ اگرچہ جماعت کی نماز نہ پڑھتے۔ مگر گھر میں تنہا نماز کبھی قضا  
نہی نہ کرتے۔ اور عبادت میں ریاضت بہت کرتے۔ اونکے خدا پرست ہونے میں کسی کو کچھ شبہ نہ تھا  
غرض ظاہر میں کچھ سہماں نہ تھا۔ مگر خرچ اس قدر تھا کہ بڑے بڑے دولت مند دیکھ کر اس  
حیران ہوتے۔ کوئی کہتا کہ کیا بنائی آتی ہے۔ کوئی خیال کرتا تھا کہ سنگ پارسوں کا اس  
ہے۔ سوار اس غریب پروردہ اور مسافر نوازی کے بڑے بڑے امر کی دعوتیں ہی ہوتی  
۔ اور وہ کہانی دسترخوان پر چنے جلتے جو بادشاہوں کو بھی میسر نہ ہوتی تھے۔ سوار اسکے خاندانی امر

کے ساتھ ہلک کر تہ۔ دو دھنڑا شرفیان دیدیتا۔ عہد یمنی میں تو ادن کی یون گزری۔ اب  
 عہد جلالی آیا۔ ملک فخر الدین کو تو ال مر گیا۔ اوسکے واسبتہ پریشان حال تھے۔ وہ سید مولہ کے  
 خدائی دسترخوان پر نوالہ غور ہوئے۔ قاضی جلال الدین جو بڑا فتنہ انگیز تھا۔ اوسنے اس سید  
 سادہ سید کو یہ دم دیا کہ بادشاہ پادشاہی قابل نہیں۔ خداوند عالم نے آپ کی ذات بابرکات  
 میں سب خوبیاں اسلئے دی ہیں کہ اس ظالم کے پند پر خلق خدا کو چٹائے۔ اور حکم الہی اور شرف  
 رسول کے موافق انصاف کیجئے۔ اور اس ملک خزان سیدہ کو اپنے عدل کی تیاری سے سنبھال  
 کیجئے۔ اس سادہ مزاج سید کی سمجھ میں یہ بات اگئی۔ عہد ان خاص واسطے عہد مقرر ہوئے  
 اور دس ہزار مرہٹے اس کام کے لئے مقرر کئے گئے کہ اگر بادشاہ کے مارچ جانے پر کچھ دنگہ فساد  
 ہو تو اوسکا بھی علاج ہو جائے۔ جب یہ سب معاملہ درست ہو گیا۔ تو اس سارے معاملہ  
 کی خبر حرف بحرف بادشاہ کے کانوں میں پہنچی۔ بادشاہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اور جب سید صاحب  
 کے ایک مرید خاص اوسکی تصدیق کی۔ تو بادشاہ فی سید مولہ اور اوسکے ہمراہیوں کو کھڑا بلوایا۔  
 جب ایک گواہ کی شہادت پر سید کو مجرم نہ ٹھہرا سکا۔ تو اوسنے حکم دیا کہ جہ و کون کے نیچے کوئلے  
 دھکائے جائیں۔ اور شاہ صاحب مدرفقہ کے اوسمین کو دین۔ اگر سچے ہونگے تو آگ سے جل جائیں  
 اور جھوٹے ہونگے تو جل نہیں کر خاک ہونگے۔ جو قتل لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر آگ میں کودنے  
 کا ارادہ کیا تو بادشاہ کو رحم آیا۔ علما و حاضرین استفسار کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آگ میں جھوٹے  
 سچے سب برابر ہیں۔ سو کبھی گیلی و فوجی ہیں۔ اس طرح آگ سے انصاف کر ماخلاف شرع ہے  
 اس پر بادشاہ نے قاضی جلال الدین کو تو قاضی بنا کر بدایون بھیجا دیا۔ اور جن دو آدمیوں نے  
 بادشاہ کو قتل کا وعدہ کیا تھا۔ اؤ کو قتل کرایا۔ امرار یمنی اور امیرون کو دارالملک نکال دیا۔  
 سید مولہ سے بادشاہ سوال کرتا تھا۔ وہ جواب دیتا تھا۔ جب دوسرے مجرم نہ ثابت ہوا۔ اور پادشاہ

اوسکو اپنے پادشاہی کا خل سمجھا۔ نواؤ سنے درویشان حیدر علی کہ وہ اوسکے ہمراہ آئے تھے  
 کہا دیکھو سید مولہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تم اوسکا عوض لو۔ اسپر خبر قلندر کو دپڑا اور  
 اوسٹر ایکر سید مولہ کو زخمی کرنا شروع کیا۔ اور ایسی اذیت پہنچائی کہ وہ سید بیچارہ  
 چلا اڑھا۔ اور کہنے لگا کہ اس تکلیف دہی سے تو مجھے ایک دفعہ لارہی ڈالو۔ مجھے کچھ اپنی مریکا  
 غم نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ میں بھی فقرا رہیں ہوں۔ میر خون ناحق ادا ہوا و پرنہ جائیگا تمہارے  
 لئے نہایت شوم اور نامبارک ہوگا۔ اور تم تم تھقی اوسکا انتقام لے گا۔ پادشاہ صاف قتل کے  
 حکم دینے میں متردد تھا۔ کہ پادشاہ کے بیٹے ارکلی خان قیدبان کو اشارہ کیا۔ وہ مست ماہی  
 رعل دیکر سید پر لے گیا۔ اور اوسکا کام تمام کیا۔ ارکلی خان کو سید مولہ سے بہہ عداوت تھی کہ  
 اوسکا بڑا بھائی سید کامنہ بولا بیٹا تھا۔ اور وہ اپنی بھائی سے عداوت رکھتا تھا۔ بہہ سید کا خون  
 کیا گرا۔ جلال الدین ہی اپنے اوج اقبال سے گرا۔ اسی سال میں بڑا کال پڑا۔ آدمی  
 آدمی کو کہا تا تھا۔ ہزاروں موئے کسوئے رہ گئے۔ سیکڑوں دریا جہن میں ڈوب مرے  
 اسی سال میں پادشاہ کا بیٹا اختیار الدولہ خانشا نان ہمار ہو کر مر گیا۔ مگر ان سب باتوں کو  
 سید مولہ کے قتل کا نتیجہ سمجھنا حاققت ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ ناحق کسی کا خون ہو تو اسکا  
 یہ نتیجہ لازمی ہو فقط

## سلطان علاء الدین خلجی

جب سلطان جلال الدین کے مرنے کی خبر ملک حبیب کو کہ خشکی کی راہ سے لشکر لے جاتا تھا  
 پہنچی۔ تو وہ اولٹا دہلی میں چلا آیا۔ ملکہ جہان نے اس خبر کو سنکر بہنا دانی کی کہ اپنے کم عمر لڑکے  
 رکن الدین ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ اور نہ کسی سے پوچھا نہ گچھا۔ ارکلی خان کو  
 جب یہ خبر ملتاں میں پہنچی تو وہ وہاں دلی نہ آیا۔ البتہ یہ بٹھا جلال الدین کا سلطنت کے

لیاقت رکھتا تھا۔ جب اس امر کی خبر علاء الدین کو ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور فوراً عقد کی برسات میں دلی کی طرف چلا۔ اور امرار جلالی کو روپیہ کا ایسا لالچ دیا کہ سپاہی شاہ کی بیگم اور اولاد کو چھوڑ چھوڑاؤ اس کے طرفدار ہو گئے۔ جب علاء الدین دلی کے قریب آیا تو ملکہ جہان اپنے بیٹے سمیت ملتان کو روانہ ہوئی۔ بہت تھوڑے ہی عرصہ میں علاء الدین کے ساتھ گئے اس بچے کی سلطنت برائے نام سلطنت نہیں بنتی رہتی ہے۔ روانگی سے پیشتر راجہ کھنہ کو دلی میں آنیکے لئے ملکہ نے خط لکھا۔ اور اپنی اس حماقت کا عذر کیا کہ رکن الدین کو تخت پر بٹھایا۔ مگر راجہ کھنہ نہ آیا۔ اور لکھنہ بھیجا کہ فوجی دار امیر سب کے سر دشمن سے جا ملے۔ اب میرا تے سہ کیا ہو گا۔ اور جلال الدین کے قتل کے پانچ مہینہ بعد ۱۲۹۶ء میں علاء الدین نے دلی کے تخت پر قدم رکھا۔ اور امیر دون میں ایسی دولت لٹائی کہ جلال الدین کے قتل کو بھول گئے۔ اپنے بہائی الماس بیگ کو الخ خان کا اور ملک نصرت کو نصرت خان کا اور ملک شہر بہ الدین کو ظفر خان اور سحر اپنے سارے کو الپ خان کا خطاب دیا۔ اور اپنے غریب و ستون کو وہ دولت دی کہ امیر ہو گئے۔ اور جو امیر تھے وہ نہیں ملو بنا دیا۔ غرض یہ بحث اس وجود خواص علوم میں اس نظر سے تھی کہ چچا کے قتل کے بعد کیا ہوئے۔ اگرچہ اس فیاضی کو گو نور جہاں تھا۔ مگر غیظ و غضب و رفا کی اور بیباکی سے باز نہ آتا تھا۔ اس لئے وہ ہر دل عزیز نہوا۔ لوگ اسے اور وہ لوگوں کو شکستہ رہا۔ گو سلطنت اس کی نہایت زور شور کے ساتھ قائم رہی۔ مگر غیظ و نفی فساد اور بغاوتوں نے باک صاف نہ ہوئی +

### جلال الدین کی ولاد اور ان کے ہوا خواہ

علاء الدین جب تخت پر بیٹھا تو پہلا کام وہ اپنا بیٹہ جہاں تھا کہ کسی طرح جلال الدین کی بیٹول کا جہگڑا نام کرے۔ الخ خان اور ظفر خان کو میں جا لیں نہراں سپاہ کے ساتھ ملتان بھیجا انہوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ اور دو تین مہینہ اس کو قائم رکھا۔ بعد ازیں جلال الدین کے



لڑکے اور اورامر اور پریشان حال لغ خان کچا س آئے۔ اور اونکو امن دیا گیا۔ اور لغ خان اونکو لیکر دلی چلا۔ راہ ہی میں اونسے سال مال چھین لیا۔ اور اونکی بی بی کو علیحدہ کر دیا۔ اور انکھیں اونکی نکال لین۔ غرض جب یہ مصیبت زدہ دلی میں آئے۔ تو جلال الدین کچے بیٹے ہانسی کے قلعہ میں قید کئے گئے۔ اور ارکلی خان کچے بیٹوں کو مار ڈالا۔ اور امر ارجلالی کا بہت کچھ لے لیا اور سب بایں ضبط ہو کر خزانہ شاہی میں داخل ہوا۔

### مغلون کا حملہ

ابہ مغلون نے سندھ سے اور ترکہ سندھوستان پر حملہ کیا۔ لغ خان اور ظفر خان اونکے مقابلہ کر لئے۔ بھیجے گئے۔ اہل اسلام کو اوپر جالندھر کے قریب فتح نصیب ہوئی۔ مغل بہت قتل و قید ہوئے۔ اور اونکے سر کاٹ کاٹ کر دہلی بھیجے گئے۔ غرض ملتان کی فتح سے اور جلال الدین کی اولاد کے قبضہ میں آجانے سے علماء الدین کی سلطنت مستحکم ہو گئی تھی۔ مگر ان مغلوں کے شکست دینی سے اور زیادہ استحکام ہو گیا۔ اس فتح کی بڑی دلی میں خوشی ہوئی۔ اور خوب جشن ہوئے۔

### گجرات کی فتح اور سپاہ کی بغاوت

تیسرے سنہ جلوس کی آغاز میں لغ خان اور نصرت خان اور اور سردار لشکر لیکر گجرات پر چڑھے۔ اونہوں نے سارے گجرات کو فتح کیا۔ اور نہروالہ پر قبضہ کیا۔ گجرات کا راجہ کرن سبھاگل کر دیو گڈھ کے راجہ رام دیو پاس چلا گیا۔ اوسکی رانیان اور لڑکیان اور خزانہ اور ہاتھی اور اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور سونات کا مندر جسکو محمود برباد کیا تھا۔ اوسمیں سونات کی جگہ ایک بت ہندوؤں نے رکھ لیا تھا۔ اوسکو اوکھیر کر دلی میں بھیجا۔ پھر نصرت خان کھنیاٹ میں گیا۔ وہاں مال اور راجاؤں سے بہت کچھ جو اہرات اور نفائس مول لئے۔ اور ایک غلام کا فونامی ہنر دینا روکھ مول لیا۔ غرض یہاں سے یہ سب کچھ لیکر لغ خان اور نصرت خان

دلی میں آئی۔ بادشاہ کافور کے حین کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔

جب یہ فوج دلی کو واپس چلی۔ تو غنیمت کے محسوس میں بڑے سختی کے گئے۔ اور ہر سپاہی کا سبب دیکھا گیا۔ اور کسی کے کپڑے کا اعتبار کیا گیا۔ اس میں یاد چلی سے فوج نے سرکشی کی۔ اکثر ان سرکشوں میں مغل نو مسلم تھے۔ اس جھگڑے میں وزیر کا بہائی اور بادشاہ کا بہانجا مارا گیا۔ مگر آخر کو یہ بغاوت جلد سے فرو ہو گئی۔ بہت سرکش مار گئے۔ باقی بہاگ کر اجاؤں پاس چلے گئے۔ جب بادشاہ کو ان مخلوق کی سرکشی کی خبر ہوئی تو اس کم بخت سفاک نے ان کے زن و بچہ کو کہ دلی میں تھکے پتھر کیا۔ اس پر اور طرہ یہ ہوا کہ جن آدمیوں نے نصرت خان وزیر کے بہائی کو مارا تھا۔ ان کی عورتیں نہایت رسوا کی گئیں۔ اور ہنگیوں کے حوالہ ہوئیں۔ اور ان کے بچے ماؤں کی چھاتیوں پر فوج کے گئے۔ یہ ظلم و ستم کسی مذہب و ملت میں روا نہیں۔ اس کو دیکھ دیکھ ساری دلی کانپتی تھی۔

اسی سال میں ظفر خان نے سوستان کو فتح کر لیا۔ اور اس فتح میں وہ کارنایان دکھائے کہ علماء الدین کو بھی اس پر رشک پیدا ہوا۔ اور اس کی فکر میں لگا۔

### مغلون کا دوسرا حملہ

اس سال کے آخر میں مغلون کے سردار قلع خان نے سپاہ جمع کر کے ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ ماورالنہر سے چلا۔ اور سندھ عبور کیا۔ اور دلی کے قریب پہنچا چونکہ اس حملہ سے غرض مغلون کی دلی کا فتح کرنا تھا۔ اس لئے راہ میں انہوں نے ملکوں کو ناخست و تاراج کیا۔ نہ قلعوں کو مسمار۔ ان کے حاکم کے خوف سے قرب جو اس کے سب گ دلی میں بہاگ کر چلے آئے۔ اور ساری دلی اس کی برہمگئی کہ کہیں تل کہنے کو جگہ نہ تھی۔ اور آدمی سماتے نہ تھے۔ اس نازک وقت میں علماء الدین نے سپاہ کو تیار کیا، اور شہر سے باہر لڑنے کو نکلا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اتنی فوج کبھی پہلے دہلی کی میدان میں نہیں جمع ہوئی تھی۔ اس جنگ عظیم میں ظفر خان کی جانفشانی اور شجاعت اور دلیری سے علاء الدین کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کے دلیرانہ کاموں پر الخ خان اور علاء الدین دونوں کو رشک تھا۔ مغل اس جو امر دکنی ہو گیا۔ اسے قائل تھے کہ جب کوئی چار یا پانچ نہ ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ تجھ کو ظفر خان کہا ہی گیا۔ اس رشک کو مارے الخ خان نے اس وقت اس کے امراء کی جھوٹ وہ ہارے آؤ جو ان کے ساتھ مغلوں کے پیچھے جاتا تھا۔ جب مغلوں نے اس کو بے کمک دیکھا تو چاروں طرف سے نرغہ لیا۔ مگر یہ رسم وقت کے خوف و خطر روتا رہا۔ جب یہ بہاوری مغلوں نے دیکھی تو قلعہ خان نے کہا پہنچا کہ میرے پاس جلا آ۔ میرا بپ تجھ کو وہ شان و عزت دے گا کہ علاء الدین نے تجھ کو وہ رتبہ کسی نہ دیا ہوگا۔ مگر اس نے اس بات پر کچھ خیال نہ کیا۔ جب مغلوں نے دیکھا کہ اس کا زندہ گرفتار ہونا دشوار ہے۔ تو وہ اس پر یکبار گئے ٹوٹ پڑے۔ اور ب ہمارے ہون سمیت مار ڈالا۔ غرض علاء الدین کو فتح بھی حاصل ہوئی۔ اور اس ستم دوران کے کہنے سے ہی نجات ہوئی +

### علاء الدین کی یہودہ خیالات

اب باقی سارا تیسرے جلوس میں سال عیش و عشرت میں علاء الدین گذارا۔ دن عید اور رات شہر تہی۔ ہر سال دین بٹے پیدا ہو جاتے تھے۔ چاروں طرف فتح و ظفر کے فردہ سننے میں آتے تھے۔ خزانہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جو اہر اور موتیوں سے صندوق صندوق پر بھرتے جاتے تھے۔ ہاتھی گھوڑوں کا کچھ شمار نہ تھا۔ اس دولت اور کامیابی نے اس کے دماغ میں حلق پیدا کیا۔ وہ ہوسین اور آرزو میں کرنے لگا کہ جو پہلے کسی بادشاہ نے نہ کی تھیں فرعون بن گیا۔ کسی ملک اور صاحب ملک کو وہ خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جاہل اور بے تمیز اور بیباک لیا تھا کہ بہری مجلس میں جو نہ میں آتا بکتا۔ کبھی کہتا کہ آنحضرت کے چار بار تھے۔ انہیں کی بدولت

ساری قوت اور صولت اسلام کو حاصل ہوئی تھی۔ میرے ہی چار یار الخ خان فخر خان نصرت خان الپ خان ہیں۔ اونکی اعانت سیوین اگر چاہوں تو ایک مذہب جدید شائع کر دوں۔ اور اس کام سیویر اور میرے چار اصحابوں کا نام مثل بیغیر اور اونکے چار اصحاب کے دنیا میں روشن ہو جا۔ مذہب جدید کے واسطے صلاح اور مشورہ کرتا۔ کہ ایسا کونسا مذہب ایجاد کروں کہ جسے قیامت تک میرا نام باقی رہے۔ کبھی یہ کہتا کہ دہلی کسی میر کو سپرد کر کے سکندر کی طرح ملک گیر ہی کے لٹو چلا جاؤں۔ ایک دو ہم جو جب مراد سر انجام گئیں تہیں۔ اسلئے خطبہ میں نام اپنا سکندر ثانی پڑھوایا اور لکھوایا۔ اگرچہ اسکے مصاحب اور مشیر سب جانتے تھے کہ یہ خیالات خلل مانع سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اونکی دشت فراخی اور زشت خوئی کے سبب ہاں میں ہاں ملاتے عقل کو اس کے دونوں اداؤں خوف تھا۔ آخر کار علاء الدین نے کہ کو تو الپ شہر تھا۔ ایک دن اسکو سمجھایا کہ آپ کو یہ دونوں ادا سے بیہودہ ہیں۔ مذہب جاری کرنا بیغیر کا کام ہے۔ پادشاہوں کا کام نہیں۔ اب اپنی مجلس میں بیٹھ کر ارشاد فرماتے ہیں۔ اسکا ایک دن یہ نتیجہ ہو گا کہ مسلمان آپ سے بگڑ جائیں گے۔ اور اپنا منہ انکو نہ کہائیں گے۔ آپ سلطنت کے لئے روتے رہ جائیں گے۔ دوسرے ارادہ کا حال یہ کہ سکندر جیسا آپ پاس وزیر نہیں۔ ساری دنیا کو تو آپ پیچھے بچھو گا پہلے ہندوستان کو تو بالکل فتح اور تاج کیجئے۔ غرض اس فہمائش کی تاثیر بادشاہ پر ہوئی۔ اور سوا اس کے بادشاہ کو اس نے یہ بھی سمجھایا کہ آپ شراب پینی چھوڑ دیجئے۔ اور زندان قح خوار جو آپ کی بار بنے ہوئی ہیں۔ اونکو بھی علیحدہ کیجئے۔ اگر اسی شراب پینی آپ کو ضرور ہے تو تنہا پیا کیجئے۔ اس نصیحت پر ہی عمل کیا۔ اب یہ مرادہ کیا کہ ہندوستان میں کوئی قطعہ بغیر فتح کے نہ چھوڑے۔

## قلعہ رنٹھنبور کا محاصرہ

قلعہ رنٹھنبور دہلی کے قریب تھا اوسکے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ہمیر دیو راجہ پتھوراکا نواسہ راجہ تھا۔ اس کام کے واسطے الفخ خان اور وزیر نصرت خان کو بھیجا۔ اول دونوں نے جہاں قیضہ کیا۔ اور رنٹھنبور کا محاصرہ کیا۔ پاشیب ورگر گچ بنائے۔ قلعہ کے اندر سے بھنیقوں سے تیروں کا مینہ برستا تھا۔ اتفاقاً ایک تیر نصرت خان کے آکر لگا۔ اور اوسے ایسا زخم کاری پہنچا کہ جان پر نہ ہوا۔ بعد اسکے محصورین محاصرین پر حملہ بڑی دلاوری سے کیا الفخ خان کو محاصرہ چھوڑ کر جہاں میں آنا پڑا۔ جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی۔ تو وہ لشکر

لیکر رنٹھنبور کو روانہ ہوا۔ جب تلیت میں پہنچا قیام کیا  
علاء الدین کو بھیجے کا تخت حاصل کر نیکی لئے چچا کو قتل کر نیکی  
ارادہ اور اوسکا انجام

یہاں وہ ہر روز جنگل میں شکار کو جاتا۔ اتفاق سے ایک دن رات ہو گئی۔ لشکر گاہ میں نہ آسکا۔ دہن شب باش ہوا۔ آفتاب کے طلوع ہونے سے پیشتر حکم شکار کا دیا۔ اور آپ چند ہمراہیوں سمیت ایک ٹیلہ پر شکار کی سیر کے لئے جا بیٹھا۔ بادشاہ کا بھیجی مسلمان تھا۔ اوسکا خطاب اکت خان تھا۔ اور وکیل نہ تھا۔ اوسکے دہن یہ آیا کہ جسطرح علاء الدین بوڑھے چچا کو مار کر خود بادشاہ بن گیا۔ اسی طرح میں بھی آج چچا کا کام کر کے تاجدار بن جاؤں۔ یہ سوچ سمجھ کر فوسلم مغل سوار ہمراہ لے۔ اور بادشاہ پاس گیا۔ شیر شیر کہہ کر سلطان علاء الدین پر تیر بڑے شمع کے لئے۔ جارحانہ موسم تھا بادشاہ دگلاہ و رقبا پہنے ہوئے موڑھے پر بیٹھا تھا۔ جسوقت یہ تیر اوپر برسنے شروع ہوئے اوسنے موڑھے کو سپر بنایا اور تیر دن کو اوپر روکا۔ مگر کچھ تیر بادشاہ کے بازو پر لگے۔ ایک غلام وفادار

مالک نام موجود تھا۔ وہ بھی بادشاہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور سارے تیرون کو اپنے بدن پر روکا  
 پیادے جو بادشاہ کے گرد کھڑے تھے انہوں نے اپنی سپرون سے بادشاہ کو ڈھک لیا۔ کت خان  
 کا ارادہ ہو کہ گھوڑے سے اتر کر بادشاہ کا سر قلم کرے۔ کہ اتنے میں پیادوں نے دایلا مجائی  
 کہ ہمارے بادشاہ مار گیا۔ اکت خان احمق نے ان پیادوں کی بات کو سچ جانا۔ اور خوشی خوشی  
 لشکر میں آیا۔ اور بادشاہ کے ماری جانیکا قصہ شہور کیا۔ اور آپ خود اسکا جانشین بن  
 اور تخت پر جلوس کیا۔ سارے لشکر میں اسکی مملطت کی مبارک سلامت ہو گئی۔ اب اس  
 بیوقوف نے حرم سرزمین جانا چاہا۔ وہاں ملک بنارسلح بمقابلہ پیش آیا۔ اوسنے کہا کہ جب  
 بادشاہ کا سر نہ دکھاؤ گے حرم سرزمین جانی نہ پاؤ گے اب یہاں جب علاء الدین کو ہوش آیا۔  
 اوسنے اپنی زخم باندھے۔ اور وہ یہہ سوچا کہ اکت خان کی یہہ حرکت بغیر امر کے صلاح اور مشور  
 کے نہ ہوگی۔ اسلئے لشکر میں ان تھوڑے آدمیوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ  
 بھائی پاس جہاں چلے۔ ملک حمید الدین یہہ سمجھایا کہ آپ جہاں نہ جائے۔ اور ابھی  
 لشکر کی طرف چلے۔ اور دشمن کو فرصت نہ دیکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس فرصت میں کام  
 اپنا درست کر لے جسوقت بادشاہ کا چتر لشکر دیکھے گا۔ ننگے پاؤں دوڑا آئیگا۔ اس بات کو  
 بادشاہ نے مان لیا۔ اور بہت تہمتہ آہستہ آہستہ لشکر کے طرف چلا۔ جسوقت بادشاہ کے چتر سفید  
 پر لشکر کی نظر پڑی۔ اوسوقت ہی بادشاہ کی مجلسں رہم برہم ہوئی۔ اور بادشاہ کے  
 قدموں میں دوڑا آئی۔ اب اکت خان کو سوار بہا گئے کہ کچھ چارہ تھا۔ افغان پور کو  
 بہا گا۔ بادشاہ نے تخت پر جلوس فرمایا۔ نتیجے کی تلاش میں آدمی بھیجے انہوں نے اسکو  
 قتل کیا۔ اور سر کو سارے لشکر میں بھرا یا +

بہا بخون کی بغاوت اور اور بغاوتیں اور تہنہ پور کا دوبارہ فتح کرنا

غرض جب یہ قصہ طر ہو چکا۔ تو بادشاہ بہائی پاس پہنچا۔ رتھنبور کے قلعہ کا محاصرہ دوبارہ شروع کیا۔ اس محاصرے میں کچھ عرصہ ہوا تو قلعہ والوں کی لگ اور تیر برسوں سے بادشاہی لشکر کو نقصان پہنچا۔ غرض یہاں یہ مورہا تھا کہ بادشاہ کے بہانچے امیر عمرو منگو خان کہ بد اون اور اوہ میں حاکم تھے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے۔ بادشاہ نے اونکی بغاوت کو کچھ بڑا نہ جانا۔ دہلی کے ارد گرد امیرون کو لکھا کہ او سکاتارک کریں۔ چنانچہ یہ دونوں بہاؤ گرفتار ہو کر آئے۔ اول اونکی آنکھیں نکالی گئیں۔ اوپر ہر بڑے عقوبت سے مارے گئے۔ یہ فساد ابھی بالکل مٹا نہ تھا کہ ایک درجہ بڑا کڑا ہوا۔ حاجی مولا غلام زادہ ملک فخر الدین کو تو ال قدیم کا تھا۔ او سے یہ دیکھا کہ بادشاہ قلعہ گیری میں مصروف ہے۔ اور کو تو ال شہر سے لوگ اڑھناراض ہیں۔ آو ہی رات کو ایک جا کو ساتہ لیا۔ اور کو تو ال کے گہ پہنچا۔ اور او سے کہا کہ ایک حکم بادشاہ آیا ہے۔ کو تو ال وسیع وقت باہر آیا۔ حاجی مولانا نے خبر ہمراہیوں کو ادا کیا۔ او نہوں کو اسکو مار کر کڑے کڑے کر ڈالا۔ اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کے حکم سے مارے۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اور خزانہ اور سلح خانہ تمام بارود و توہین تقسیم کر دیا۔ اور علوی کو کہ سلطان شمس شمس کی اولاد میں تہا تخت پر بٹھا دیا۔ جب بادشاہ کو یہہ پرچہ لگا۔ تو او سے اسکو غا ہر نہ کیا۔ اور پہلے ہی زیادہ قلعہ کے فتح کر نہیں مصروف ہوا۔ ایک ہفتہ نہ گذر تھا کہ ملک حمید الدین بد اون اور امر وہ لشکر لے کر دلی میں آیا۔ اور اسکو حاجی مولانا سے شہر لے لیا۔ اور اسکو قتل کیا۔ اور علوی کو بھی مار کر سر کاٹا۔ اور تمام شہر میں پھرایا۔ اور یہ سب بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ سلطان نے اپنے بہائی الن خان کو یہاں باغیوں کی سیاست کے لئے بھیج دیا۔ ملک فخر الدین کے بیٹے باوجودیکہ اس لڑائی بڑائی سے کچھ سرور کار نہ رکھتے تھے بچا رہے کر دین مارے گئے۔

اور یہ ایک قدیمی خاندان فیت و نابود ہو گیا۔ اور اوسکے سارے گھر و فکی مینٹ سی اینٹ بچ گئی۔ بادشاہ نے قلعہ رنٹھپور کو تیس سالہ مین ایک برس محاصرہ بعد فتح کیا۔ اور سب محصورین کو قتل کیا۔ اور راجہ کو مع زن و بچہ فنا کیا۔ کہتے ہیں کہ میر محمد باغی کہ جانور سے بہا یہاں آ گیا تھا۔ زخمی بڑا تھا۔ بادشاہ کی نظر اوس پر پڑی۔ رحم آیا پوچھا کہ اگر تیرا معالجہ کیا جا اور تو صحت پائی تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ میر محمد نے جواب دیا کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں اور راجہ میر کے بیٹے کو بادشاہ بناؤں۔ اس پر بادشاہ بڑا خفا ہوا۔ اور ہاتھی کے پیر کے نیچے کچلا دیا۔ مگر جب و سکی اس وفاداری اور ایمان داری کا خیال آیا۔ تو اوس کی تجنیز و تکفین ایک شاہ کج ساتھ کی۔ اس قلعہ کو اپنے بہائی النخ خان کج حوالہ کیا۔ اور آپ دلی مین چلا آیا۔ النخ خان یہاں باغیچہ مہینہ حکمران رہا۔ پھر ہمارے ہو کر دلی چلا آیا۔ اور یہاں اوسکا انتقال ہوا۔ فقط

## اسباب بغاوت اور اونکی پسند کی تدبیریں

اب بادشاہ نے دلی مین مشیرین سلطنت کو بلا کر کہا کہ چار بغاوتیں پے دیے ہو چکی ہیں۔ ایسی تدبیریں بناؤ کہ ہر کوئی بغاوت اور سازش نہ ہو۔ مشیرین سلطنت نے چار سبب بغاوت کے بتلائے۔ اول بادشاہ رعایا کے نیک بد سے خبر نہیں ہوتا۔ دوم شرب خواری علانیہ ہوتی ہے۔ اوسکی سستی مین اپنی اپنی افیم پیر طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ امیر و اعیان سلطنت باہم ناہم رشتہ رکھتے ہیں سازشوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ چہاں دولت کی کثرت قاعدہ ہے کہ حبوت ارازل و کمینوں کو دولت ملتی ہے۔ خیالات فاسد اونکے دلیں پیدا ہوتے ہیں اور اونسے فساد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ فرائض باتون کو پسند کیا۔ اول خلق کے نیک و بد حال دریافت کرنے کے واسطے جاسوس مقرر کئے۔ اب اس جاسوسی کو وہ فروغ ہوا کہ جو



اپنے گہری بی بیچون سے باتیں کرتے اور کئی خبر بادشاہ کی کاغذوں تک پہنچتی۔ یہاں تک لوگ ان جاسوسوں کے ہاتھ سے تنگ ہوئی کہ گہرین پکار کر آدھی رات کو بات نہ کرتے۔ اس مجلس سے تمام ملک میں انتظام ہو گیا۔ اور دستوں میں امن ہاں۔ مسافر تنہا جہان جاتے وہاں جا سوداگر سونا اور چھاتے چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ ان کے منہ میں کچھ دانت ہیں۔ اور دوسرے مفسدہ کو رو کر نیکے لیے اسے شراب علانیہ پینی چھوڑی۔ اور جلسوں کا راستہ کرنا موقوف کیا۔ نلیم شراب لٹھا دی۔ چاندی سونے کی برتن شراب پینے کے توڑ پھوڑ برابر کئے۔ اور ان پر سکہ لگوا یا۔ اور سب جگہ منادی کر دی۔ کہ بادشاہ نے شراب پینی چھوڑ دی۔ جو شخص پئے گا یا بیچے گا۔ وہ گردن سے مارا جائیگا۔ اور تمام ممالک محروسہ میں شراب کی ممانعت کی شدتاً وجود اس حکم پر سجدہ لوگوں نے گہرے شراب نکال نکال کر پہلی کہ شراب کی کچڑ بازاروں میں لگئی۔ زندان میں خوار جو شراب کو جانتے زیادہ عزیز رکھتی تھے وہ کسی طرح اسکو ہم پہنچاتے۔ جب بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اسکو شراب پینے والوں کا زندان بنایا۔ اکثر اس زندان میں قیدی قید حیات جھوٹ جاتے۔ جب یہ قانون خوب مضبوط ہو گیا۔ تو بادشاہ نے امیر و نکو تنہا شراب پینی کی اجازت دیدی۔ اب تیسرے مفسدہ کے اسناد کے واسطے اسنے حکم دیدیا کہ امیر اور دوست اسپین بغیر حکم شاہی اسپین ملاقات نہ کریں اور ایک دوسرے کے ان دعوت میں نہ جائے۔ اور نہ اسپین نانہ شہر سے بغیر اجازت تحریری نہ ہو غرض سے آشنا نا آشنا بن گئے۔ اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان آتا۔ تو وزیر سید خان کی خوشامد کیجاتی کہ وہ اسکو گہرین اور نیکلی اجازت بادشاہ سے حاصل کر دے۔ مفسدہ چارم کے اسناد کے واسطے یہ تدبیر کی کہ جو کاغذوں وقفہ یا انعام یا ملک کسی کا سنتا اون سب کے خالصہ ٹٹا خواہ وہ کسی مسلمان پاس ہو یا ہندو پاس۔ غرض ضبطی اور سخت گیری سے ایسی لوگ کہہ لیتے کہ

تنگ ہوئی کہ کبھی فتنہ و فساد کا نام نہ لیا۔

## چوڑ گڈہ کی فتح

سینہ میں علاء الدین چوڑ گڈہ پر چڑھ گیا۔ یہ قلعہ سیوا میں بڑا مشہور ہے اور اب تک اہل ساکھ قبضہ میں ہی نہ آیا تھا۔ چہ مہینہ کی محاصرہ میں اسکو بڑے زور لگا کر فتح کیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے خضر نکو دیکر خضر آباد اسکا نام رکھا۔ اور یہیں اسکو ولی عہد اپنا بنایا۔ راجہ کو قید ہوئی۔ اور اس کے اہل عیال کو کوہستان کی آوارہ گردی نصیب راجہ کی قید خانہ میں مدت بسہ ہوی کہ کسی خوشامذور کے پادشاہ سے یہ عرصہ کی کہ راجہ کی رانی پدمنی نام حسن جمال میں ہمیشہ ہے۔ اس کے حسن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ یہ سنکر پادشاہ اسکا مشتاق ہوا۔ بیچارہ راجہ پر تشدد شروع ہوا کہ رانی پدمنی کو بلاوے تو قید سے رہائی پاوے۔ ناچار راجہ نے اس بات کو منظور کیا۔ اپنے لوگوں کو کوہستان سے اہل عیال بلانے کی واسطے بھیجا۔ جب راجہ توں نے یہ سنا تو وہ بہت روے اور کہنے لگے کہ معلوم نہیں راجہ کو کیا ہوا۔ کہ اوسے راجہ توں کے نام کو ڈوبو۔ اون سب نے یہ تجویز کی کہ یہاں سے راجہ کو ٹھہرا میں زہر ملا کر بھیجے۔ کہ کام اسکا تمام ہو۔ اور راجہ توں کا نام بدنام نہ ہو۔ اس تدبیر راجہ کے ایک بیٹے نے پسند کیا۔ یہ بیٹی عقل و شعور میں اپنے ساری کنبے میں مشہور تھی۔ اوسے اپنے سب برزگوں کو بلا کر وہ تدبیر بتلائی کہ حسین راجہ کی جان بچے۔ اور ننگ ناموس پر سہی کوئی آفت نہ آئے۔ اوسے یہ کہہ کا کہ ٹوٹے پہوٹے نمک حلال چاہی زمانے کپڑے پن لین۔ اور سلاح جنگ سنبھال کر بالکیوں میں بیٹھ جائیں۔ اور مشہور کریں کہ راجہ کی رانیان دلی جاتی ہیں۔ جب شہر کے قریب پہنچے۔ تو رات کو شہر میں

کہیں اور سیدھے قید خانہ پر تلواریں سونت سونت کر چڑھ جائیں۔ جو کوئی مانع مہم  
 ہوا و سکوٹھیک بنائیں۔ اور ایک گھوڑا کہ ہوا سے باتیں کرتا ہو کٹا کٹا یا تیار کہیں  
 راجہ کو قید خانہ سے نکال کر اوپر بٹھائیں۔ سب نے یہہ رے پسند کی۔ غرض سات سو  
 سچا ہی ڈولیوں میں سوار ہو دی چلے۔ اور بادشاہ کو خبر پہنچی کہ راجہ کی رانیاں  
 آتی ہیں۔ اس پر بادشاہ نے راجہ کی قید بھی لکھی کر دی۔ اور کل سامان اور بار بردار یکا  
 حکم دیدیا۔ غرض یہہ ڈولیاں منزل بمنزل چلی آتی تھیں۔ اور خیمے اور قناتیں اونکے  
 گرد لکھی تھیں۔ پادشاہی ملازم اونکے ہر جگہ آؤ بھگت کرتے تھے۔ مگر قناتوں پاس  
 بربندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ غرض یہہ پر دہشین قافلہ شہر میں پہر رات گئے داخل ہوا۔  
 ساری دلی میں غل مچا کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی۔ جب قلعہ کے قریب چلے  
 راجہ قید تھے یہہ ڈولیاں پہنچیں۔ تو رجوت اونچین سے نکل کر ننگی تلواریں نکال کر  
 دوڑے۔ جو سامنے آیا و سکو مار گرایا۔ راجہ کو پنجہ سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا  
 یہاں پادشاہ پدمنی کے شہتاق میں خوش بیٹھا تھا۔ جو یکایک یہہ غل مچا کہ کل جو  
 رانی کے آنیکی خبر اوڑھی وہ سب بہانا تھا۔ غرض اچھا لہجہ نا تھا۔ یہہ سنتے ہی  
 پادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ۔ اور حیلے ہوا سے پکڑ کر لاؤ۔ سوار پر لگا کر  
 راجہ کے پیچھے دوڑے۔ اور کئی جگہ تلوار پر یہہی نوبت پہنچی۔ اور بہت سے رجوت  
 مارے۔ مگر راجہ کی گرد کو کوئی نہ پہنچا۔ وہ صحیح و سالم اپنے اہل و عیال میں جا پہنچا۔  
 اور اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ پادشاہ کو تو پدمنی کی کو لگی ہوئی تھی۔  
 و لکوا اسکے بغیر کب چین تھا۔ اور اوپر یہہ اور چوٹ لگی کہ راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعہ سے  
 باہر نکل گیا۔ پادشاہ نے پھر راجہ کا قلعہ لے لیا۔ مگر رانی پدمنی نے اپنی عصمت بچانے

سات چٹائیں صندل کی چٹائیں۔ اوسمین سارا خاندان کا خاندان ایک دن میں جلکر  
 بہم ہوا۔ بادشاہ قلعہ میں گہستے ہی پدمنی کے محل پر پہنچا۔ تو چند عورتیں ایک اکٹھے  
 ڈھیر پر رو رہی تھیں۔ اونہوں میں ایک مٹھی خاک تر کی اوڑا کر دکھائی۔ بادشاہ سب  
 اور افسوس کرتا باہر آیا۔ اور دارا خلافت کو چلا آیا۔

## مغلون کی مہمات اور اونکے انشاد کی تدبیریں

جب مغلوں کو خبر پہنچی کہ علاء الدین کسی بڑی دور دراز مہم پر گیا ہوا ہے طرغی  
 نے تیس چالیس ہزار سواروں سے دلی پر حملہ کیا۔ علاء الدین کو اپنے مہمات  
 چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔ عرض فوج کو سمیٹ سٹا دست کر برسات کی شدت میں  
 دلی میں آیا۔ اوسکو سامان اسقدر بہم پہنچ سکا کہ میدان میں لڑتا۔ ناچار موچہ بندی  
 کی۔ جیسا کہ پہلے اس دفعہ مغلون کا دلی میں پڑا ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ کسی دفعہ دلی میں  
 گہس گہس کر مغل غلہ لیکے۔ دو تین لڑائیاں ہوئیں۔ مگر کسی جانب کو کچھ اوسکا  
 فائدہ نہ حاصل ہوا۔ مغلون پاس ہی وہ سارو سامان نہ تھا کہ علاء الدین کی فوج کو  
 زیر و زبر کرتے۔ ایسے وقت میں دلی کا مغلون کے ہاتھ سے بچ جانا منقعات سے ہے  
 مغلون کو یہ وقت خوب ہاتھ آیا تھا۔ تمام رستے اونہیں کے اختیار میں تھے۔  
 سلطان علاء الدین کی فوج کو کمک پہنچنے کی امید نہ تھی۔ مگر خدا معلوم کیا ہوا  
 کہ مغل دلی کو چھوڑ کر خود بخود چلے گئے۔ اپنے خیالات کو موافق لوگ اس بلا کے  
 ٹل جانے کو حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی کرامت سے منسوب کرتے ہیں۔ اب علاء الدین  
 کے دماغ سے وہ خیال خام کہ سکندر کی طرح دنیا کو فتح کروں گا نکل گیا۔ اور سمجھ گیا  
 کہ جہان میں بڑے بڑے زیر دست حریف موجود ہیں۔ اسلئے اونسے اس شہر کو بار

اور قصرِ راستون بنوایا۔ اور بہت سے مکانات تیار کئے اور دلی کی فصیل کو از سر نو بنوایا۔ جو راہِ مغلوں کے آنے کی تھی وہاں بھی قلعہ کے حصار بنوائے۔ اور بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں کے سپرد کئے +

ابن دوسٹ نے اباب رائے کو ایک مجلس میں جمع کیا اور یہہ صلاح پوچھی کہ کیا تدبیریں ہیں کہ آئندہ مغلوں کے مہات کا انسداد ہو۔ اور سپہر اباب مشورہ نے صلاح دی کہ فوج بڑھائے کہ مغلوں کا خوب مقابلہ ہو۔ مگر خزانہ میں اتنا روپیہ نہیں ہے کہ فوج خراج کو پانچ چھ سال سے زیادہ کافی ہو۔ اسلئے سپاہ کی تنخواہ کم کرنی چاہئے۔ اور جب سپاہ کی تنخواہ کم ہوگی تو اسکی لذراوقات کے واسطے اشیاء کا نرخ ارزان کرنا چاہئے۔ اسلئے کولینڈ کیا اور دوسٹ نے غلہ اور مویشی اور گھوڑے اور کپڑے کو واسطے نرخ مقرر کیا۔ کوئی باقی نہ رہی کہ جبکا بہاؤ بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی اور ناچنے والوں اور نقالوں اور بہانڈوں کا بہاؤ بھی مقرر ہوا۔ اور سب خیروں کی ارزانی کیواسطے ضوابط مقرر کئے گئے۔ منڈیان اناج کی مقرر ہوئیں۔ اور غلہ کے لئے تاجر آباد کئے گئے۔ اور نکور روپیہ شکی دیا گیا کہ جابجا سے غلہ خرید کر لائیں۔ اور اورون کو غلہ کو جمع کرنے کی ممانعت کی گئی۔ جب دکاندار بادشاہی بہاؤ کے خلاف کسی جس کو نہیں بیچ سکتے تھے تو انہوں نے کم تو لے کر شروع کیا۔ اور غریبوں اور بچوں اور محقوں کو یوں دہوا دینا شروع کیا۔ اس کم تو لے پر یہہ سزا مقرر ہوئی۔ کہ جتنا کوئی کم تو لے اوتنا ہی گوشت اوسکے کو لے میں سے کاٹا جائے۔ اور اسکی آنکھوں کے سامنے پھینکا جائے۔ نفس کم تو لے کا یہی انسداد ہو گیا۔ قحط سالی میں کچھ خلائ ان ضوابط میں پڑا۔ ورنہ علاء الدین کے آخر عہد سلطنت تک ان ضوابط پر خوب عمل ہوا۔ تاریخ فیروز شاہی میں جو لکھا ہے

اوسے معلوم ہوتا ہے کہ دلی میں اس بہاؤ کی نالاج بکنا تھا کہ روپیہ کو دین گھیر لیں جو اربوں  
چار من اور شکر ساڑھے سات سیر اور گہنی تسلیس سیر اور کچھ اروپیہ کا چالیس گن اور ٹونڈی  
غلام بائیس روپیہ لیکر دو سو روپیہ تک۔ بعد اس رزانی کے سپاہ کی تنخواہ میں تخفیف کی گئی۔  
جب یہ سب انتظام سپاہ کا اور رزانی سپاہ کا درست ہو گیا۔ توجہ غلوں پر ارادہ شہزادی  
کاکیا بڑی ذلت اور ٹہائی۔ ہزاروں اونٹن ہمارے بنے۔ اور سیکڑوں قیدی ہوئے۔ اور ہاتھی  
کے پیروین رند ہو گئے۔ اور اونکے نہروں کے برج بنائے جاتے۔ غرض لشکر اسلام کو مغلوں  
وہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا کہ ایک دوسو ارب دس دس مغلوں کی گردنیں رسی ڈال کر کپڑا لائے۔ اور  
تھوڑی سی سپاہ اسلام غلوں کے ایک لشکر تیرہ کو شکست دیدی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جنگیر خا  
ن کی اولاد میں سے علی بیگ پہاڑ کے نیچے چکر پھرا اور سپہر حملہ کیا۔ علاء الدین ملک بغیچہ کو اونکے  
رفع کرنے کے واسطے مقرر کیا۔ اوسنے نواح امرتسر میں مغلوں کو شکست دی۔ اور علی بیگ اور ترنا  
کو زندہ پکڑ لایا۔ اور اونکے ساتھ ہزاروں غل قیدی ہوئے۔ ان سب کو علاء الدین نے ایک دربار  
عام میں دلی کے اندر ہاتھوں کے پیروں تلے روند دیا۔ پھر غلوں کو دوبارہ حملہ کیا۔ اور شکست  
کہائی۔ اور اونٹن سی سیکڑوں کے ساتھ ایک برج بنوایا گیا۔ جسکو مدت تک لوگ دیکھتے رہے۔  
غرض کئی دفعہ انہوں نے حملے کئے۔ مگر ایسی شکست پر شکست کہانی کر دال و نکاح ہوٹ گیا  
اور مدت مٹاؤ نہوں نے ہندوستان پر حملہ کر دیا ارادہ کیا فقط

## دکن کی مہمات

جب علاء الدین تخت پر بیٹھا۔ تو شب و روز اور مہمات میں مصروف رہا۔ مگر ملک دکن کو ہی  
بھولانہ تھا۔ یہ وہی ملک تھا جس میں اوسنے اپنی عمر شباب میں کاربایا تھا۔ ان کے بیٹے اور اونکے  
سبب آج اس تہ پر پہنچا۔ ملک کا فوراً پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ اس خواجہ سربراہ کو

فدا تھا۔ اوسیکو سب پر ممتاز اور سرفراز کرنا چاہتا تھا۔ جب ام دیو والی دیو گڈھ نے  
 تین سال سے نذرانہ پہنچا تو بادشاہ نے ایک سپاہ جارا اسکے زیر حکم کر کے دکن کو روانہ کی  
 اور بہت سی امراء اوسکے ہمراہ کئے۔ النخ خان حاکم گجرات اور مین الملک مثنانی حاکم مالوہ کو  
 بادشاہ کا تاکید حکم صادر ہوا کہ وہ ملک کا فور کی امداد اور ملک اس مہم میں کریں۔ سار  
 برتاؤ جو افسران سپاہ کے ساتھ پہلے سالار کو برتنے چاہئیں وہ ملک کا فور کو بادشاہ خٹے بتلاؤ  
 پہلے مین کا فور مالوہ میں ہوتا ہوا گذرا۔ اور خاندیس کی راہ سے سلطان پور میں ہوتا ہوا  
 دیو گڈھ میں آیا۔ اور محاصرہ مشیمہ مرٹھوں کی ملکوں کو تاخت و تاراج کیا۔ رجم دیو نے دیکھا  
 کہ لڑنے میں کچھ فائدہ نہیں۔ اسلئے اپنی بڑے بیٹے سنگھ دیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اور بہت سے  
 تحفہ تحائف لیکر ملک کا فور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کا فور نے فتح نامہ دلی میں لکھا  
 ۔ اور ام دیو خود بہت سنا نذرانہ بادشاہ کی خدمت میں ملک کا فور کے ساتھ حاضر ہوا۔ سلطان  
 علاء الدین نے اوسکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور اسے رایان کا خطاب دیا۔ اور اپنے  
 راج پر اوسکو حضرت کیا۔ اس مہم کے زمانہ میں ایک سانحہ قابلِ لکھنے کو ہے۔ کہ گجرات کے راجہ  
 مہاکرن کی مہارانی کملا دیوی گجرات کی مہم میں گرفتار ہوئی۔ اور بادشاہ کے ہاں آئی  
 اور اوسکی شادی بڑی شاہانہ و مہم دہم ہوئی۔ بادشاہ اوسکے حسن صورت اور سیرت پر  
 دل در جان قربان تھا۔ جب دشنے سنا کہ النخ خان حاکم گجرات کو یہی دیو گڈھ جاسکے حاکم  
 ملک کا فور کی امداد کے واسطے ہوا ہے۔ تو اسنے ایک ات بادشاہ کو خوش دیکھ کر عرض کی  
 کہ جب مین راجہ کرک گہرین رانی تھی۔ تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں۔ بڑی بیٹی تو  
 مرگئی۔ مگر دوسری لڑکی دیوان بی بی زندہ اور سلامت ہے۔ یہی میری شاخ جوانی کی دیکھنا  
 ہیں۔ مجھے اقبال کی ہوا مان سی بیان لائی۔ مگر وہ دونوں گل پہ گلشن ہی میں رہے

ایک گل بزمرد ہو گیا دوسرا باقی ہے۔ میرا دل بغیر اسکے مچلی کی طرح ٹرپتا ہے۔ اگر وہ کبھی صلح سلامت آجائے تو انکھوں سکھ کھجے ٹھنڈک ہو۔ پادشاہ نے فرمایا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اوس وقت النخ خان اور ملک کا فور کے نام فرمان سلطانی صادر ہوا کہ راجہ کرن دکن کی نواح میں آوارہ پھر رہا ہے۔ اوسے دیوان کی لکھی پیغام بھیجو۔ خواہ صلح سے خواہ لڑائی سے جس طرح ہو اس سے یہاں روانہ کرو۔ دو مہینہ تک راجہ کرن سے اس بات پر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور اور النخ خان نے شرائط صلح ایسی پیش کیں کہ وہ راجہ حق میں نافع تھیں۔ اور راجہ کو دیوانی کے حوالہ کر دینے کی بھیج دیا۔ مگر اوسنے یک سنی۔ یہہ اتفاق کی بات ہو کہ سنگھ دیو راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا ہی اوس پر عاشق تھا۔ مگر وہ قوم کامرٹا تھا۔ راجہ کرن چیوٹ تھا۔ چیوٹ مرٹوں کو ذات کا ہٹھا جا کر بڑی دینا بڑی عزتی جانتے تھے۔ جب پادشاہی فوج کے ساتھ یہہ معاملہ پیش ہو رہا تھا۔ اوسے یہہ سب خبریں سنیں۔ اور کچھ باپ سے نہ پوچھا۔ اپنے چوٹے بہائی بہم دیو کو کشت سے تحفہ تحائف دیکر شادی کا پیغام راجہ کرن پاس بھیجا۔ راجہ مصلحت وقت اسنا زک زمانہ میں یہی سمجھا کہ دیوانی کی کو کچھ سپاہ کے ساتھ دیو گڈہ روانہ کیا۔ ادھر یہاں پادشاہی فوج میں بھی خبر آئی کہ پری کو دیو اڑانکو ہے اسلئے النخ خان نے ایک کڑا حکم راجہ کرن پر کیا۔ اور کشت دیکر فوج کو پریشان کر دیا۔ راجہ دیو گڈہ کی طرف بہا کا غنیمت میں کچھ ہاتھ لگا۔ مگر گوہر اد ہاتھ نہ آیا۔ اسلئے کچھ فتح کی مسرت نہ ہوئی۔ بلکہ پادشاہ کو عتاب و کھن سی کے لال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اسی تحس میں گہر تا ہوا چلا جاتا تھا۔ کہ دیو گڈہ ایک درکار سترہ گیا۔ کچھ سپاہی الورہ کو غار وکی سپر تماشے کو لئے گئی۔ ان غاروں کی بھی دستکار بان عجب انسان کی صنعت کا ہے۔ غرض یہہ صنعت انسانی کا تماشہ دیکھتے پھرتے تھے۔ کہ وہاں قدر کا تماشہ اور نظر آیا۔ کہ کچھ سوار اسلئے دوچار ہوئے۔ انہوں نے جانا کہ رام دیو کی فوج



او کی تعاقب میں آئی۔ مگر وہ درحقیقت فوج بہیم دیو کی تھی کہ دیولن یہی کوئے جاتی تھی۔  
 ناچار جان بچانکی ضرورت ہوئی اور نئے مقابلہ ہوا۔ ایک ہی حملہ میں او کو تتر بتر کر دیا۔  
 دیولن یہی گھوڑے کے ایک تیر الیا لگا کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ ایک قدم آگے نہ چل سکا۔ پس  
 اس پاس پہنچا اور بولے نکال جو کچھ پاس آئے میں ایک نوٹھی پکار کر بولی  
 کہ یہ دیول دی ہے۔ جو قہ سپاہیوں نے دیولن یہی کا نام سنا۔ او سکو سکیال میں بٹھا  
 الخ خان پاس لگا۔ یہہ دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہو گیا۔ اور جامہ میں پہولانہ سمایا۔ بادشاہ کو  
 ایک عرضی لکھی۔ اور گجرات میں آکر یہاں پالکتن دیولن یہی کو سوار کر کے دہلی پہنچا۔ جب  
 دہلی میں پہنچی۔ تو مالے اختیار دوڑی گئی۔ اور بڑی کوادتر وایا گلے لگایا۔ اتفاقاً  
 جو قہ بادشاہ سے دیولن یہی کا حال کلن یہی نے کہا تھا خضر خان بھی موجود تھا۔ وہ  
 اسی وقت سے اس پر فریفتہ اور شیفتہ بیٹھا تھا۔ پہر ان دونوں کی شادی بڑی دھوم  
 دھام سے ہو گئی۔ ان دونوں کے عشق کے درمیان حضرت امیر خسرو نے نظم میں لکھی  
 یہہ عشق ہی ایسا عالم اشوب ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں کو ایک مضمون شاعرانہ  
 ہاتھ لگا۔ بہت سے قصے اس کے ہندی اور فارسی میں موجود ہیں۔ اور گیت اس کے  
 گائے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس بلن یہی کی دو اور شادیاں ہوئیں۔ ایک اسکے  
 خاوند خضر خان کے قافلے سے دو ستر غاصب سلطنت خسرو سے۔ اس وقت ہستان سے  
 یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں ناتے رشتے ہوتے تھے۔ اور ایلورہ کے  
 غار اس وقت میں ہی عجائبات روزگار سے شمار ہوتے تھے فقط  
 کافور بہ قہات دکن میں حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت خود بادشاہ فیہا اور اس کے  
 فتح کر رہا تھا۔ یہہ دونوں شہر مارواڑ میں گجرات و شمال میں آباد شہر ہیں +

## مہم تلنگانہ

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ قسطنطین امپراطور کا فرزند دوبارہ دیوگڈہ کی راہ ورنکل پر سلطان  
 علاء الدین نے روانہ کیا اور بہت سی سپاہ ساتھ کی۔ پہلے ہی فوج بیان روانہ کی تھی۔ وہ  
 بنگالہ کی راہ ہو گئی تھی۔ اسیے کاراجہ اپنے ہمسایہ زور و قوت کو دیکھ دیکھ دل ہی دل میں  
 جلتا تھا۔ اوسنے بادشاہ کی منت سماجت کر کر فوج بنگالہ کی راہ سے بھجوائی۔ مگر وہ ناکامین  
 رہی۔ مگر کوئی وجہ ناکامیابی کی نہیں لکھی۔ اور نہ یہ بیان کہ وہ کتنے دنوں تک ہی اور  
 کتنا جان و مال نقصان ہوا۔ شاید یہ فوج بری راہ ہو گئی تھی اسلئے یہ مصیبت اوپر پڑی  
 اسلئے ملک کا فرزند دوبارہ سلطان پہنچا اور اوراوسکو بھجوا دیا کہ اگر ورنکل کاراجہ روپیہ اور  
 ہاتھی دے اور سالانہ خراج دے تو وعدہ کرے تو صلح کر لیں اور قلعہ ورنکل اور ملک تلنگانہ کی فتح  
 کی فکر نہ کرنا۔ اور خواجہ حاجی صلاح مشورہ کرنا۔ اور لشکر و سپاہ کی نہایت خاطر داری کرنا۔  
 غرض ملک فرزند خواجہ حاجی دونو دیوگڈہ میں آئے۔ رام دیو استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا  
 دو بار بار بھجوا یا۔ اور تاکید کر دی کہ اجناس نرخ شاہی کو موافق فروخت ہوں۔ غرض تمام رسد  
 سامان کر دیا۔ ملک فرزند دیوگڈہ سے شمالی تلنگانہ میں اندر قدم رکھا۔ اور اوسکو تاخست  
 تاراج کیا۔ اور اسقدر آدمیوں کو قید اور قتل کیا کہ ایک تہ الملک عظیم بڑ گیا۔ ورنکل کاراجہ اور گروہ  
 کے راجہ مارے خوف قلعہ ورنکل میں داخل ہوئے۔ قلعہ باہر سے مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اور اوسکے اندر  
 ایک قلعہ سنگین تھا۔ راجہ ورنکل قلعہ سنگین میں اور راجہ قلعہ گلی میں محصور ہوئے۔ یہ قلعہ  
 بیرونی بڑی مشکل اور محنت ہو گئی مہینہ کے محاصرہ میں فتح ہوا۔ اور سب راجہ زن و بچہ قید ہوئے  
 اور بہت خون ہوا راجہ بہت سارے روپیہ اور خراج دے مجبور ہوا۔ اب ملک فرزند رجعت کی۔  
 اور بادشاہ کو فتح نامہ لکھا۔ اوسکی بڑی خوشی ملی۔ علاء الدین کا دستور تھا کہ

لڑائی کیواسطے لشکر ہتھیادوان چوکیان ڈاک کی سیٹھانا۔ اور قاصد مقرر کرتا۔ لشکر کی  
روز اور ناس خبر آتی جب ملک کا فورورنکل کے محاصرہ میں مصروف تھا۔ تو ملنگانہ کی فوج کی  
کثرت سے کئی ڈاک کی چوکیان اٹھ گئیں۔ اسلئے خبر لشکر اور محاصرہ کی نہ آئی۔ تو نہایت تردد  
پیدا ہوا۔ گہر کر حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں دوامیگز۔ اور دعا کی استدعا کی۔ اوپر  
حضرت فرمایا کہ یہ سبج ہی ہو اور فتوحات ہی ہوں۔ اسی روز ورنکل کا فتح ملے آیا۔ اسے  
بادشاہ کا اعتماد اور حضرت کی درگاہ میں راسخ ہو گیا۔ تعجب یہ کہ گہر کر شیخ اور سلطان  
ملاقات نہ ہوئی۔ عمائد کی معرفت پیغام سلام رہے +

### کرناٹک اور ملیبار کے راس کماری مک فتح ہونا

کابل و سندھ لیکر بنگالہ اور گجرات کا سارا ملک فتح ہو گیا تھا اور دکن میں بھی فتوحات  
کاملہ حاصل ہوئیں۔ اب علاء الدین کا ارادہ ہوا کہ ساحل سندھ کے ملک کو فتح کرے۔ دو کمر برس  
بیسٹہ میں ملک کا فور اور خواجہ حاجی کو کرناٹک کی فتح کرنیکے لیے بھیجا۔ وہ دیوگڈہ کی راہ سے  
پٹن میں دریا گو داوری کے کنارہ پر پہنچے۔ اور کرناٹک کو راجہ بلال پو سے سخت لڑائی ہوئی  
اور ماتے دھارتے راجہ کی دار السلطنت دوار سندھ پر پہنچے اور اسکو بھی فتح کر لیا۔ اور یہ کو قید  
کیا۔ اور اس کے خاندان کو تین ناس کیا۔ اور تمام بہت خانوں کو ٹوڑا۔ اور چاندی سرینیکے  
بتوں کو لے لیا۔ اور سیت بغداد میں شہر میں ایک مسجد بنائی۔ اور سین اذان ہوئی اور  
علاء الدین کا خطبہ پڑا گیا۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا کہ یہ مسجد میرے زمانہ تک موجود  
تھی۔ اور مسجد علامی مشہور تھی۔ یہاں بہت خزانہ اور دھننے ملک کا فور کو ہاتھ لگے۔ اور وہ ان  
کو لیکر ولی واپس آیا۔

### نومسلم مغلوں کا قتل

اب علاء الدین کی درشت مزاجی اور تند خوئی اور سخت گیری سے لوگ تنگ آ گئے تھے۔  
 نو مسلم مغلوں کو یک قلم موقوف کر دیا تھا۔ اب مدت تک بیکار رہنے سنی اپنی جان سے عاجز  
 ہو گئے تھے۔ مغلوں کی اصل طبیعت فتنہ خیز اور فساد انگیز ہوتی ہے۔ انہیں سے چند مغلوں  
 نے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ روز سیرگاہ میں جاتا ہے۔ اور اکثر ایسا نہیں دیکھا جاتا ہے۔  
 وہ شکرہ اورتا ہے۔ سب کی نظریں اوپر کو ہوتی ہیں۔ کسی پاس ہتھیار نہیں ہوتا۔  
 ہر دم دو تین سو سو اراکین ہو کر اس سیرگاہ میں آؤں گا اور اسکے ہمراہیوں کو شکار  
 کریں تو کچھ مشکلات نہیں۔ خلق خدا اسکے مارے جانے لپکتی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ  
 اوسے تمام دولت اسکی زیر دست سے چھین لی ہے۔ محصول و خراج بڑھا دیا ہے۔  
 شراب اور مسکرات بند کر دی ہیں۔ غرض طرح طرح کی تحالیف دے رکھی ہیں۔ اس  
 تدبیر اور ارادہ کی خبر جیسا سلطان علاء الدین کو ہوئی۔ تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ سارے ملک  
 نو مسلم مغل ایک نین قتل ہوں۔ او کہیں اونکا نام ہی باقی نہ رہے۔ اس فرعونی حکم  
 بنیں تیس ہزار نو مسلم جنہیں سے اکثر کو خیر نہ تھی کہ کیوں مارے جائیں قتل ہوئے۔  
 اور انکے زن و بچہ برباد ہوئے۔ اور نوٹھی غلام بنائے گئے +

### دیوگڑھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان

کا فوجی دوبارہ دیوگڑھ میں گیا تھا تو رام دیو وہاں کا راجہ مر گیا تھا۔ اوسکا بیٹا جانشین  
 ہوا تھا۔ وہ باپ کی طرح بادشاہ کا مطیع نہ رہا۔ بلکہ اوسپر بغاوت کا شبہ ہوا۔ اور حقیقت  
 میں بھی وہ باغی ہو گیا۔ اور نذرانہ معمولی پہنچا موقوف کیا۔ اور کچھ ایسے فساد کرنا لگا  
 میں بھی برپا ہوئے۔ ان سب جگہوں کے رفع دفع کرنے کے واسطے ۱۳۱۳ھ میں ملکا خور  
 روانہ ہوا۔ اور دیوگڑھ کے راجہ کو قتل کیا۔ اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹ پر چڑھائی کی

اور بعد اسکے جن راجاؤں نے خراج دینا قبول کیا۔ ملک دنگا اونکو حوالہ کیا۔ اور سب طرح ان کاموں کا سرخ ہو کر دلی میں واپس آیا۔ اور سکر دکن میں وہ رعب اب بٹھا آیا کہ کسی کو سرکشی کا یا رادت تک نہ ہو۔ سب اجا باج گزار اور تابعدار ہو گئے ۴

## ملک کا فور کی حکمتیں

عیاشی اور تماش مینی کے مارا مار سے علاء الدین نہایت ضعیف و زنا تو ان ہو گیا۔ اور سخت امراض میں مبتلا ہوا۔ بی بی اوسکی ملکہ جہان کچھ اپنے میان کی بیماری داری نہ کرتی۔ خضر خان اوسکا بیٹا خبر نہ ہوتا کہ باپ پر کیا گذر رہا ہے۔ شب روز اپنی مجلس رانی میں مصروف رہتا۔ اور شراب پیتا۔ پانچ گانے اور چوگان بازی اور ہاتھوں کی لڑانے میں مصروف رہتا۔ اس بیماری کی حالت میں بادشاہ دکن سے ملک کا فور کو اور گجرات سے النخ خان کو بلایا۔ یہہ دونو بہت جلد آن موجود ہوئے۔ ملک کا فور جیسا لائق تھا ویسا ہی مکار اور دغا باز تھا۔ بادشاہ کا فرج بیماری میں چڑچڑا ہو ہی رہا تھا۔ بات بات پر غصہ اور غضب موجود تھا۔ اوسنے ملک کا فور کو خلوت میں بلایا۔ اور بی بی بیٹے کی بے پروائی کی شکایت کی۔ ملک کا فور کو خود بادشاہ ہونیکا خیال تھا اوسکو یہہ موقع خوب ہاتھ لگا کہ خبکو وہ اپنا قیبا و حریف سمجھتا تھا اونکو پر باد اور خراب کرے۔ اوسنے عرض کیا کہ حضور کی جان کے خواہان بہہ اور النخ خان بیشک ہیں۔ اس شانہ میں والہ خضر خان نے بادشاہ سے کہا کہ آپ جائت و بچ کہ شادی خان کی شادی النخ خان کی بیٹی سے کی جائے۔ اسپر ملک کا فور کو اوموقع ملا کہ بادشاہ کا دل بی بی بیٹوں سے برا کرے بادشاہ نے احتیاطاً خضر خان کو امر و ہر کو سیر و شکار کے واسطے حاضرت کیا۔ اور کہا کہ جب میں اچھا ہوں گا بلالوں گا۔ اس شانہ اوہ نے یہہ منت مانی کہ اگر اب اچھا ہو جائے تو

حضرت نظام الدین کی خدمت میں دہلی ننگے پاؤں جانے۔ جباؤس نے  
 باپ کی کچھ صحت کی خبر سنی۔ تو وہ بغیر بلائے اور سبھی پیادہ پاروانہ ہوا۔ جب وہ یہاں  
 پہنچا۔ ملک فز کو ایک بیان ہاتھ آیا۔ بادشاہ کو یہ سمجھا یا کہ دیکھئے خضر خان بغیر حضور کی  
 اجازت کے یہاں چلا آیا۔ اسے ارادہ کیا کہ اسکا اور معلوم ہوتا ہے۔ علاؤ الدین ننگے  
 اور درشت مزاج تھا۔ مگر اپنے اہل عیال کے دل سے جا ہٹا تھا۔ ملک فز کی اس بات پر کچھ  
 خیال کیا بیٹے کو بلا لائے لگایا۔ گھر میں جانیکو اور بیٹوں سے ملنے کو کہا۔ یہاں تک تو خیر گزری  
 ۔ مگر اگلے پندرہ بیٹے بگڑی اور ملک فز کی بن پڑی خضر خان گھر میں جاتے ہی  
 عیش آرام میں مہم تن مصروف ہوا۔ اپنے بارہ بیٹوں کا جدا ہی ایک دربار چلایا۔  
 اسے ملک فز نے بادشاہ کو کان خوب بھر۔ اور دلیل دے سکے اس امر کو منقش کر دیا کہ خضر  
 اس فکر میں ہے کہ شادی خان اور اور امر کو ساتھ سازش کر کے حضرت کا کام تمام کرے۔  
 غرض اس نے اپنی شیطنیت اور حکمت سے خضر خان اور شادی خان کے لئے حسد و ام کا حکم دیا  
 اور قلعہ گوالیار میں بھجوا دی۔ خضر خان کی ماکو ہی محل سے نکلوا دیا۔ اور پرانی ولی کے  
 اندر قیدین ڈلوادیا۔ الخ خان بھارے کو سگینا قتل کرایا۔ اور بہتے امر کو ڈلوایا  
 خوار کر کے بری گت سے اس نے اس سے خفت کرایا۔

## گجرات کی بغاوت اور چور گڈہ کی کل جائیداد کا حال

جب یہاں یہ حالات گزر رہے تھے۔ وہاں سب ملک میں عذیج رہے تھے۔ گجرات میں  
 جو صوبہ بن جاتا۔ الخ خان آجی اوکی گردن بڑ کر بڑی طرح کلا گھوٹے۔ رانا ہیر  
 چور گڈہ پر قبضہ کیا۔ رام دیو کے داماد ہیرا پان پونے دکن میں فساد کٹر کیا۔ غرض  
 اس طرح مسلمانوں کی سلطنت بہت جگہ بہت کٹر ہو گئی۔

## سلطان علاء الدین کی وفات

جب ان بزنطیوں کی توحش خبر میں بادشاہ کان مین پہنچا۔ تو وہ اونگلیوں کو دانتوں کے تلے دباتا۔ اس غم اور بے چین تباہی کے طرے گھلتا جاتا۔ اطبا کا علاج کچھ اثر نہ کرتا۔ آخر ان صدائے موت کے پاس و سکا پہنچا۔ ۴ شوال ۶۸۷ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۲۸۷ء کو پانچاٹھ سال کی عمر پر بعض کہتے ہیں کہ ملک کا فورے زہر ادا ہو گیا۔ اس تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔

سلطان علاء الدین کی عادتیں اور اس کے عہد سلطنت کی عجیب و غریب باتیں اور نظام ملکی کے ضوابط اور آئین سلطان علاء الدین کی عجیب عادتیں اور اس کے عہد سلطنت کی نرالی باتیں بہتیں بدخوی اور خصلت۔ سخت گوئی اور کئی عادت۔ بد مہری اور بیباکی اور ناخدا ترسی اور خود پرستی اور سپر ختم۔ جو قوت سیاست پر آنا نہ اچھو پھینا نہ بڑے کو جانتا۔ ملکی معاملات میں جبر جرم کا شبہ و ہم ظن یقین ہوا۔ اور ان کے لئے ایک حکم عام صادر ہوا۔ پھر اس میں جرم اور غیر مجرم کردہ اور ناکردہ سب ابر تھے۔ سیکڑوں بگینا ایسے قتل ہو جاتے کہ اس کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ہم کس خطا پر مارے گئے ہیں۔ اور اس کی سطوت اور قہر کے رویہ کوئی شخص کا مقتدر بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بگینا بہائی کی واسطے ہی زبان سے کچھ کہہ سکتا جس شخص سے وہ ایک ضعیف ناراض ہوا۔ عمر بھر ناراض ہی رہا جس شخص کو جلا وطن کیا اور اس کو ظن میں کہی آنے نہ دیا۔ جب کو قید خانہ میں قید کیا اور اس کو کہیں جلائے نہ دیا۔ گھریہ قشد و اور ظلم اس کا ظلم کاہ تھا۔ کسی اور ظالم اور جفا کار کا مقتدر نہ تھا کہ کسی مظلوم پر ہاتھ دھڑکا۔ قزاق اور راہ زن راہ زنی کے عوض میں رومی اور حفاظت کرنے لگے تھے۔ مقتدر کا کیا مقتدر تھا کہ فساد کا نام بھی لے۔ چاروں طرف سے کہلے پڑے تھے۔

مسافر بے خوف و خطر سفر کرتے تھے۔ کاروان کاروان اور اور دہرائے جاتے تھے تجارت کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ خود سوداگر و تاجرانہ راون روپیہ نقد سہا پو جس کے لئے دیتا تھا۔

پہلے تو سلطان علاء الدین لکھنؤ کے نام لے نہیں جاتا تھا۔ مگر تخت سلطنت پر بیٹھ کر جوت شہنا ہو گیا تھا۔ مگر اس کم علمی پر وہ گمبھڑ تھا کہ کسی عالم کو اپنے روبرو بوجہ گستاخا کسی فاضل کا عقد نہتا کہ اس کے انگریبان ہلا سکے۔ اس جاہل کے سامنے عالموں کو جاہل اس خوف بٹا پڑتا تھا کہ کہیں وہ ملکی تحصیل علم بادشاہ کی تحصیل علم سے زیادہ ظاہر ہو جائے۔ جب سلطنت کی ابتدا تھی۔ تو وہ امور ملکی میں صلاح اور شورہ لیتا۔ مگر جب سکیم بن گئے تو پھر اس نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ جو دل میں آیا وہ کیا۔ اس کا یہ قول تھا کہ بادشاہ دان کی رائے ایک مجمع مختلف الرائے کی رائے پر فوقیت کہتی ہے اسلئے صلاح اور شورہ کچھ ضرور نہیں ہے۔ یہ علم کی کیفیت تھی اب مذہب کی یہ صورت تھی کہ نماز کے لئے کبھی نہ سرجھکتا۔ رمضان کے روزوں کے چٹ کر نیسے نہ سرتا۔ اس کا یہ قول تھا کہ مذہب سلطنت کا کانون ہے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ مذہب فقط لہر کی باتیں و دل بہلا کے ٹوکوسلے اور چوچلے ہیں۔ غرض کسی کام میں شرع اس کی ہرمانہ تھی۔ کچھ وہ اپنے احکامات میں شروع اور غیر شروع کا پابند نہ تھا۔ آغاز سلطنت میں پیغمبری کی سوجہی تھی جب یہ بات بن نہ پڑی تو ساندربہ کی لو لگی +

کیا قدرت اہی ہے کہ حبی بادشاہ کے علم اور مذہب کا یہ حال ہوا و سیکے عہد میں سلام کی وہ رونق ہوئی کہ کسی اور بادشاہ دیندار اور عالم کے عہد میں نہ ہوئی ہو جس بادشاہ کو ذرا غربت علم کی طرف نہ ہوا و سیکے زمانہ میں وہ عالم اور فاضل جمع ہوں کہ جن کا جواب کہیں نہ ہو۔ جو بادشاہ خود ایسا لائیب ہوا و سیکے بادشاہی میں سب ان کو



وہ پابندی احکام شرعی کی اور اتفاقاً اور پرہیزگاری ہو کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی ہو۔ اگر  
اوسکے عہد کے عالموں اور شیوخ الاسلام اور مہر فن کے ماہر اور مہر علم کے استاد اور صاحب  
کمالوں کا بیان کیا جائے تو اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ حضرت نظام الدین اویسی  
اجیر کے حال لکھنے کی واسطے ایک کتاب تھی +

گو یہ بادشاہ شریع کا پابند نہ تھا مگر اوسکے بعض ضوابط اور آئین ایسے تھے کہ منہول  
فحش مجبور کا باب بند کر دیا تھا۔ اور عین ایک ضابطہ مسکرات کے باب میں تھا۔ شراب کی بیج  
کی سخت ممانعت تھی۔ مخواروں کے واسطے طوق زنجیر اور چاہ زندان موجود تھا۔ شراب کی  
پرستی بھی ایسی ہی کہ ہزاروں گناہ اس سے زبردست تھیں +

دوم وہ ضوابط جن کے سبب امیر غریب میذار کا شکار بے برابر ہو گئے تھے ہر میذار کے لئے  
زمین اور مویشی اور مالی اور کیردن کی تعداد معین تھی۔ کوئی اون سے زیادہ کہنے نہ پاتا تھا۔  
ایسے ہی چرواہوں کے واسطے بھی چرائی اور یوگر کی تعداد مقرر تھی۔ عہدوں کی تنخواہیں  
تخفیف میں آئی تھیں۔ اراضیا کا محصول یادہ کیا گیا تھا۔ اونکے تحصیل کا طریقہ جبر و قہر  
کے ساتھ تجویز ہوا تھا۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہندو مسلمان کی جاگیر میں ضبط ہوئی  
۔ سطح اون سے تمام رعایا مال چھین لیا۔ یہ مال ورزری کے زیادہ دین اور ملک میں  
فتنہ پردازی کرتا ہے۔ ہوا پرست اوسکے سبب معصیت میں دست درازی کرتے ہیں۔  
حریموں و نجیل و نامردوں کی بدولت ربا و خوار اور دغا باز بنتے ہیں۔ مفتی اور مفتی  
اور مفتی کے بل پر بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ مفتی اور مولوی اور مفتی ڈاکر  
عابد کے لب کے ہندو میں پھنس کر اپنی عبادت اور پرہیزگاری کو کہہ دیتے ہیں۔ جن  
سب برے کاموں کی اصل دولت ہے۔ جب بادشاہ نے وہ طبع طرح سے رعایا کو کھجے

چوڑالی تو غلام و مصیبت کی حالت میں لوگوں کو ستیان کہاں آؤستیں۔ بیچارے  
خدا خدا کرتے تو کیا کرتے۔ بیچارے پر کیونکر اڑتے +

سوم <sup>مظاہر</sup> بازاری اور دو کا مدار و کچے واسطے دعا اور فریاد جوٹ کر واسطے وہ سر زمین مقرر  
کہ اوں کو سوا راست بازی اور درست کرداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ جوٹ بولنا کم تو لٹنا گویا  
جانکا ہونا تھا۔ چہاں اگر کوئی شخص بی بی کو چوڑ کر دوسری عورت پاس جانا تو وہ بھی  
ایسی مصیبت میں پڑتا کہ ساری زندگی کا مزہ بھول جاتا۔ غرض یہ سب باب ایسی جمع ہو گئے  
تھے کہ جنسے مسلمانوں کو اپنے مذہب کی طرف زیادہ توجہ ہو گئی تھی۔ سوا انکے اولیا و کبار  
اور صوفیان با اقتدار کے انھیں قدسیہ کا بھی فیض لیا تھا کہ ہوتے سلام سلام نظر آتا۔  
سلطان نظام الدین کی ذات بابر کا ست ہزاروں مسلمان فیض یاب ہوتے تھے +

خلاصہ یہ کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ دس باتیں عجیب غریب تھیں کہ کسی اور بادشاہ کے  
عہد میں سننے کو اندر نہیں آئیں۔ اول غلے اور کپڑے اور شیا ضروری کی ارزانی۔

دوم ہمیشہ لڑائیوں میں فحیاب ہونا۔ سوم مخلوق کا استیصال۔ چہاں ہوا تو شے خرچ میں  
بہت شکر کا نہ ہوتا۔ پنجم مہر دون اور سرکشوں کو سخت سزا دینا اور اون کا مطیع اور فرمانبر

رہنا۔ ششم چاروں طرف راہوں کا امن و امان۔ ہفتم بازی آدمیوں کا سچ بولنا۔  
ہشتم بہت سی عمارتوں کا بننا مسجدیں اور مینارے اور قلعے اور جنس ہزاروں بن گئے

نہم ہزار معمار اور کاریگر ہر وقت موجود رہتے تھے کہ دو تین روز میں ایک محل کمر اگرتا  
تھم عہد خلافت کے آخر دس سال میں مسلمان احکام شرعی پابند تھے۔ عبادات اور معاملات

میں نہایت صداقت برتتے تھے۔ دہم باوجودیکہ بادشاہ کو علم کا خیال تھا نہ دین کا  
پاس تھا مگر پھر بھی اولیا و کبار اور زبرد عالم اور ہر فن کے باکمال و سکے عہد میں موجود تھے

## ذکر سلطنت شہاب الدین عمر

جب سلطان علاء الدین انتقال کیا تو دوسری روز ملک کافور نے ایک سلطان کا بیٹہ اس مضمون کا کہا یا۔ کہ پادشاہ شہاب الدین عمر کو ولعہد سلطنت مقرر کیا اور خضر خان ولعہد بھی مقرر کیا۔ اس چہ بات برس لڑکے کو لگا بنا کے تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کاروبار سلطنت کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ملک ہیل کو قلعہ گوالیار روانہ کیا کہ وہاں جا کر خضر خان اور شادی خان پادشاہ کے نوچرپون کو اندھا کر دے۔ یہہ کا فرم نہ مان گیا اور اپنا کام کیا۔ ملک جہان کہ خضر خان کی ماتھی اوسکو قید کیا۔ اور تمام زبور اور سببا چھین لیا۔ سلطان شہاب الدین کی باوجود جو جے ہونے کے نکل گیا۔ دو چار گڑھی کے لئے اس پادشاہ خود سال کو بھی تخت پر بٹھاتا۔ اور تمام ارکان سلطنت کا سر اوسکے سامنے جھکواتا۔ اور ہر حرم سرا میں لیجاتا۔ محل میں اپنے ہم حنیون اور جلسوں اس باب میں صلاح اور مشورہ کرنا کہ کیونکر خاندان علانی کا خاتمہ کیجئے۔ ایک ن مبارک خان کی مجلس میں چند پانگون کو اس نظر سے بھیجا کہ اوسکو بھی پہچانے سے لگائیں۔ مگر مبارک خان کی نظر ٹھہری ان پانگون پر پڑی وہ میں اپنے گلکار مرصع جو اسرات کا اوزکی نذر کیا۔ اور اپنے باپ کو حقون کو جلا نا شروع کیا۔ اس پر یہہ پانگیا نے آنے پر بڑی محضل ہوئے۔ اور وہاں سے ہار لیکر چلے آئے۔ اور اپنے سردار ہشہ اور بشیر کے پاس گئے۔ اور سارا قصہ سنایا۔ ملک کافور کو نو کوئی اور موقع مبارک خان کے جان لینے کا ملایا۔ مگر جن پانگون کو مبارک خان کے جان لینے کے لئے بھیجا تھا وہی اوسکے لئے پکيا جلے پادشاہ کے مرنے پر سنشین گدڑے تھے کہ نہ وہ ملک کافور رہا۔ اور نہ اوسکا کوئی مصاحب قتل ہونے سے بچا۔ سب کا خانہ ملک کا فوسکا کافور ہوا۔ شاہزادہ مبارک کو

قید خانہ سے نکالا۔ اور سلطان شہاب الدین عمر کا نائب بنایا۔ مبارک دو مہینہ تک تو چپ چاپ نیابت کا کام اس نظر سے کرتا رہا کہ مبارک بابت سلطنت کو یار بنالے۔ پھر سخت سلطنت پر خود بیٹھا۔ اور نہایت سنگینی کا کام یہہ کیا کہ اس نے سے پادشاہ کی مکتوب سلائی پہر واکر قلعہ کو ایارین مسجد یا۔ اور خضر خان کو قتل کیا۔ مین مہینے کئی روز تک اس رٹکے نے ہی مزہ پادشاہی کا چکھ لیا۔ اب اس مبارک خان کا خطاب سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی ہوا۔

## سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی

۱۔ محرم ۷۱۳ ہجری مطابق ۲۲۔ مارچ ۱۳۱۲ء کو اپنی دشاہ تخت شاهی پر قدم رکھا۔ مہاراجہ ریشہ پر جنہوں ملک کا فور کو گورنر مین پہنچا یا تھا۔ اب و نکاوہ دماغ چلا کہ اپنے شہین یہہ سمجھتے تھے کہ پادشاہ بنانا جاری کام ہے۔ لب باب سلطنت مر نہہ ہمارا ہے۔ غرض ان کے استاخانہ نکات پر اولیٰ دشاہ او نہیں کو قتل کیا۔ اور باقی اور ہا لگون کو ادھر ادھر ہر تہتر تہتر کر دیا۔ اد نکا پہرہ پادشاہی توڑ دیا۔ غرض جن لوگوں کی بدولت سلطنت ہاتھ آئی تھی اول او نہیں کو درست کیا۔ اور پہر امیرون کو نصیب مر انتہ سرفراز کیا۔ اور اپنے غلاموں کو بڑے بڑے عہد اور منصب عطا کئے۔ ایک عمر و پانی حسن نامی تھا۔ اور مزدوسی سلمان ہوا تھا۔ اور او سکو پادشاہ کے نائب حاجب ملک شادی نے پرورش کیا تھا۔ او بہر پادشاہ کا دل آیا۔ اور اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال مین او سکو خضر خان کا خطاب یا۔ اور تمام لشکر ملک کا فور کا او سکے سپر کیا۔ اور آخر کو وزارت کا منصب او سکو عنایت ہوا۔ سلطان علاء الدین تو کیا ملک کا فور کا کام بہر تھا جو یہر پادشاہ خضر خان پر جان دینا تھا۔ ایک پہر ایک ساعت ایک لمحہ

اوسے جدا ہونا قیامت تھا۔

## قطب الدین کی بُری پہلی کام

قطب الدین ابھی قید خانہ کی کوٹھر سے نکلا ہی تھا۔ موت کے منہ نکل کر ابھی بچا تھا۔  
 - اکہین نکلے نکلے اچھے بچے تھیں غرض ن سب فنون کو بیگنا بیٹھا تھا۔ اسلئے اول  
 اول خوش خلق اور رحم دل تھا۔ تخت شاہی پر بیٹھتے ہی سارے ملک میں فرمان جاری  
 ہوئے کہ قید خانہ سے قیدیوں کو رہائی ہو اور جلا وطنوں کو وطن آنے کی اجازت ہو۔  
 اگرچہ یہ کام نا عاقبت اندیشی کا تھا۔ مگر سلطان علاء الدین کی سلطنت کے بعد تو یہ کام  
 پر نے ہی درجہ کا اچھا لگا گیا۔ سپاہ کو چہ مہینہ کی تنخواہ کا الغام محبت ہوا۔ اور امراء  
 اور ملک کی جاگیریں اور منصب ہائے۔ مال کے کاموں میں کڑے کڑے محصولات کو  
 موقوف کیا۔ اور تحصیل محصول کے جو یہ طریقہ تھے کہ باج گزاروں پر جو تیاں پڑتی  
 ہیں لائیں لگ رہی ہیں۔ کہیں قید میں بھیجے جاتے ہیں۔ کہیں زنجیروں میں جکڑ کر جاتے ہیں  
 کہیں تختوں میں شکنجہ ہوتے ہیں۔ ان سب کو مکلف موقوف کر دیا۔ جو اور قواعد سخت  
 اور تکلیف رسان عہد علانی کے تھے ان سب کا عدم کر دیا۔ اور ان سب سختیوں کو  
 اڑھا دیا کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو۔ یہ کہو وہ نہ کہو۔ یہ کہاو وہ نہ کہاو۔ یہ ہو وہ نہ ہو  
 - یہ ہو وہ نہ ہو۔ یہاں بیٹھو وہاں نہ بیٹھو۔ غرض ن قیدوں سے خلق کا اکہین  
 دم آ رہا تھا۔ اب خدا نے ان کے حال پر رحم کیا کہ ان کو آزادی حاصل ہوئی۔ بازاری  
 جو اجناس کے بیچنے میں مجبور تھے ان کے بھی نصیب کھل گئے۔ کہ اپنے مال کو خاطر خواہ  
 بیچنے لگے۔ نوکر جو اپنی کمی تنخواہ پر رہے تھے اور سخا بھی اضافہ گنا چو گنا ہو گیا۔  
 محصولات کے کم ہو جانے سے ہندوؤں میں بھی کمی کے چراغ جلنے لگے۔ باج کی

گرائی سے دوکانداروں کے ہاں شادی نے بچنے لگے۔ جن لوگوں کو بدن پر پہلے ایک  
چمچہڑا تھا۔ اب باریک لباس مکلف نہیں تھا۔ جن آدمیوں کے پیر میں ٹوٹی جوہر  
تھیں۔ اب اون کی انون تلے گھوڑا ناچتا تھا۔ غرض سب کا نصیب عمار الدین کے مرتے  
کھل گیا۔ زمانہ مصیبت اور کرب کا ختم ہوا۔ عیش عشرت کا وقت آہنچا۔ شخص عیش اور  
نشاط میں اپنی بساط کے موافق مصروف ہوا۔ اس بادشاہ نے پہلے کاموں کو ہوا پر  
اور شہوت رانی اور بھولائی نے خاک میں ملا دیا۔ جو جو کام اس نے جیادشاہ نے بیچا  
کے کئے میں اون کا بیان کرنا بھی کسی لے جیا کا کام۔ ہمیشہ نشہ میں چور اور بد شرابی سمجھو رہا  
اپنی ساری سلطنت میں جو مردانہ کلام لیاقت کا گراؤ نہ پہنچے لکھا جاتا ہے ۴

### گجرات اور دکن کی مہم

گجرات میں ایک حادثہ عظیم برپا ہوا۔ اور بہہ ملک بادشاہ کو قبضہ سے بالکل نکل گیا۔  
میں الملک ملتانی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس جو اندر منتظم سپہ سالار نے دشمنوں  
شکست دی اور نہروالہ اور تمام ملک گجرات کو تسخیر کیا۔ اور سب مینداروں کو تابع  
بنالیا۔ پھر بادشاہ نے غفر خان کی بیٹی سے شادی کی۔ اور اسکو جو بہ دار گجرات کا  
مقرر کیا اور سب تین چار مہینہ میں تمام فساد اور جنگوں سے گجرات کو پاک صاف کر دیا  
اور بہت سارے سپہ سالاروں کو تحویل کر کے بادشاہی خزانہ میں روانہ کیا ۴

پہر ہال کے داماد رام دیو نے اور دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کر کے تمام مہلوں کے  
ملکوں پر اپنا تصرف اور قبضہ کر لیا تھا۔ اور بادشاہی آدمیوں کو سارے دکن سے  
مار کر نکال دیا تھا۔ قلعہ دیو گدھ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ستمبر ۱۳۱۹ء میں قطب  
بذات خود بہت سنا لشکر لیکر دکن پر چڑھا۔ اور دلی میں ایک نا تجربہ کار کم عمر غلام بچہ

شاہین نامی کو وفاء الملک کا خطاب دیکر نائیب اپنا مقبرہ کیا۔ ہریان پور اور اجوا  
 دکن میں جمع ہو رہے تھے وہ بادشاہ سے نہ لڑ سکے۔ اور ادھر ادھر بہاگے۔ بادشاہ نے  
 اپنے آدمی ان کے تعاقب میں روانہ کیے۔ اور وہ ہریان پور کو زندہ پکڑ کر لائے۔ بادشاہ  
 نے نہایت بڑھی سبب جیتے جی کہاں و سکی کہجوانی۔ اور دیو گدھ کے دروازہ پر پہنچوا  
 اور یہاں کی فرائد رانی ملک یک لکھی کو سپرد کی۔ اب تک تو سلطان کچھ اپنی ہوش میں تھا  
 اور سلطان علاء الدین کے زمانہ کے پرانے تجربہ کار سلطنت کا مومن میں کار پر داز اور شیر کار  
 تھے۔ مگر اب سوا حسد و خاں کے دوسرے کوئی نہ تھا۔ بادشاہ کو اسی بات پر ناز و فخر تھا کہ میں  
 اپنے بڑے کام کج دکھاؤں۔ ظاہر کہ جب بادشاہ کا یہ حال ہو تو کیوں نہ سازش و خفا  
 بازار گرم ہو۔ اور فساد و کجی ہو۔ سیکڑوں کا خون ناحق کیوں نہ ہو۔ اور بگناہ  
 کیوں نہ گردن مارے جائیں۔ اس وقت یہی غنیمت تھا کہ کوئی بڑا دشمن مثل مغلوں کے  
 حملہ آور نہ ہو۔ نہیں سلطنت کا کام تمام تھا۔ اب سازش پر سازش ہونے لگی اور آخر کو  
 نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے امیر اور مدبر متظم خاک میں مل گئے +

## ملیبار کا فتح ہونا

جب قطب الدین کو برسات کے سبب دکن میں توقف کا اتفاق ہوا۔ تو اس نے  
 خسرو خان کو ملیبار کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اور خود دہلی منزل بمثل روانہ ہوا۔  
 خسرو خان نے ایک سال کے اندر ساگر ملک کو فتح کر لیا۔ اور دولت وہاں کو گوں  
 زبردستی سے چھین لی۔ اور بہت سی غنیمت دلی پہنچی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اسی  
 ملک میں بادشاہ سے بغاوت کر کے بادشاہ بن بیٹھے مگر بعض سرداران شاہی نے  
 اس کو ڈرایا اور بادشاہ دہلی کی حرامی کی عصیان بھیج دیں۔ مگر بادشاہ

اوس پر دل و جان سے فدا تھا۔ کب کی سنتا تھا۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ خسرو خان جہان  
 اوسکو پاکی میں بٹھا کر بطرح جلد کن ہو بہان لاؤ۔ سات روز غرض میں دیو گڈہ سے دلی  
 میں خسرو خان آیا۔ اور پادشاہ کے روبرو گیا تو رو کر عرض کرنے لگا کہ امیر میری اطاعت  
 اپنا ننگ سمجھتے ہیں و حضور کی عنایت کے سبب میری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور  
 میری ناک حرامی کی شکایت کرتے ہیں۔ غرض اس لگانے بھانے پر وہ امیر جو اس  
 محرم میں انعام اور اکرام کی توقع میں بیٹھے تھے گردن ماسے گئے۔ یاقید خانہ میں  
 ڈالے گئے۔ **خسرو خان کی خستہ رات و مسند و پادشاہ دربار میں بہن**

اب خسرو خان دلی میں آنکرا بالکل سلطنت کے کاموں کا مالک ہو گیا۔ ہر ایک می کی جان  
 اور دولت اوسکے قبضہ میں تھی جسے چاہی نہال کرے جسے چاہی مال کرے۔  
 بہتے امرا و عظام کی گردن اور وائی۔ بہتے رئیسوں کو ایسا ذلیل و خوار کیا کہ زندو  
 مردوں سے بدتر کر دیا۔ باقیوں پر ایسا عیب و اب بٹھایا کہ ان بچاروں نے  
 دربار سے علیحدہ ہو نیکو غنیمت جانا۔ اب اوسکورات دن یہہ دین لگی رہتی کہ کس طرح  
 پادشاہ اور خاندان علانی کا کام تمام کرے۔ مگر یہہ سب منصوبے دیکھہ دیکھہ کر مہ خواہ  
 پادشاہ کے دل ہی دل میں چلتے۔ مگر کسی کا مقدر نہ تھا کہ پادشاہ سے خسرو خان کے  
 معاملہ میں بولتا جب پادشاہ یہہ کہتا ہو کہ اوسکے سر کا ایک بال مجھے سلطنت اور پاد  
 سے زیادہ عزیز ہے تو کس کی کم بختی آئی تھی کہ وہ اوس کے ایمان کی نسبت پادشاہ سے  
 کچھ کہتا۔ غرض خسرو خان کو اب میدان خالی ملا۔ سارے مقررین درگاہ اوسنے  
 اپنے بہانی بند مقرر کرادئے۔ محل شاہی سارا بند و پاہیوں سے محصور تھا



ساری سلطنت میں اوسیکے آوردی اور شہد دار معزز عہد و نذر مقرر ہو گئے۔ جب سال کا کام

پختہ ہو گیا تو اوسنے بادشاہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے خاندان کا بالکل منٹ

پانچویں ربیع الاول ۱۲۱۷ء مطابق ۲۴ مارچ ۱۸۰۲ء کی رات کو ایک منکر کام نے سلطان مبارک کو

قتل کیا۔ کچھ رات رہی تھی۔ کہ قاضی حنیف الدین جو کیدارون کی تحقیقات و اعلیٰ آفیس میں

خسر و خان کے چچا مندر نے قاضی سے ملاقات کی اور کچھ ہندوہر اوہر کی باتیں کرنے لگا۔ پانچ

ہاتھ سے قاضی صاحب کو دیکھا کہ تنہا جابر پورہ والے ایک تلوار پیچھے سے انکر منبر پر اتر کر لگا

اور کام تمام کیا۔ دو تین آدمی جو انکے ساتھ تھے انہوں نے غل مچایا کہ قاضی صاحب

مارے گئے۔ آدمی تلواریں لیکر تھیں ہر استون میں بادشاہ کے قتل کے لئے چڑھ آئے خسر

بادشاہ کے ساتھ ہوتا تھا۔ بادشاہ بغیر غل شکر خسر سے کہا کہ دیکھ یہ کیا ہو رہا ہے

اس کہنے پر وہ اٹھا اور بر لب جام آیا۔ اور جا کر بادشاہ سے کہہ دیا کہ گھوڑے چوڑے

تھے انکے پکڑنے کے لئے غل مچ رہا ہے۔ اب جابر پورہ اور قاتل بادشاہ کے روبرو ہی آئے

تو وقت وہ سمجھا کہ وقت اپنی جگہ پر رکھ کر اس کے بال پکڑے

اگرچہ بادشاہ اویچھے لے آیا۔ مگر باون کو نہ چٹھا سکا۔ جابر پورہ ایک تہہ میں پادشاہ

کا کام تمام کیا۔ اور اوسکے جہم بے جان کو خسر و خان کی چھاتی سے اوتارا۔ اور سر کاٹ

نیچے پھینک دیا۔ پھر وہ محل سلطنت میں گئے۔ وہاں جو چاہا سو کیا۔ اور خاندان علاء الدین

کے پس ماندوں کو قتل کر کے اس خاندان کو مٹا دیا۔ گویا مبارک نام مبارک

خاندان خلجی کا مقطع تھا۔ اوسنے چار برس چار مہینہ سلطنت کی۔ ابن بتوتہ مبارک

قتل ہونے کی یوں حکایت کرتا ہے کہ خسر و خان نے بادشاہ سے کہا کہ میرے بعض شہ

اور عزیز مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اسوقت یہہ دور تھا جو ہندو سلام میں آتا وہ شاہ کو  
روبرو جاتا۔ اور جب حیثیت خلعت پاتا۔ جب بادشاہ اجازت اوسکے ایکسی دی تو یہہ  
کی کہ وہ دکھواتے ہوئے شہر مالتے ہیں اور اپنے رشتہ مند ویسے دھڑکتے ہیں۔ سپہرات کو اینکا  
حکم بادشاہ نے دیا۔ خسرو خان نے ہندو سپاہیوں کو اس فریب بادشاہ کی خواب کاہ تک  
پہنچا ناچا اچھا قاضی خان مقرر ہوا تو اوسکا کام تمام کیا۔ اور سپہرغل مچا تو بادشاہ  
خسرو خان نے کہدیا کہ قاضی خان آؤں ہندو کو روکا جو حضور کے پاس آتے تھے اسلئے  
غل مچا ہے۔ آگے قتل کرنے کی وہ کیفیت لکھی جو پہلے لکھی گئی تھی +

## خسرون کی سلطنت

جب یہہ تک حرام رات کو اپنے عاشق زار کو قتل کر چکا۔ اور اور خاندان خلجی کے متعلقین کو  
مار چکا۔ تو صبح کو تخت پر بیٹھا۔ اور ناصر الدین خسرو خان اپنا لقب کہا۔ اور خطبہ میں یہہ  
پڑھوایا۔ اور سکہ میں یہی نام جاری کیا۔ یہہ ایک بڑا دغا اہل اسلام کی پیشانی پر لگا  
کہ یہہ ہندو بھی بادشاہ ہو گیا۔ اوسنے دیلن ہی سے نکاح کیا۔ اور بڑے بڑے با  
امیرون کی بی بیوں کو ہندو نکاح کیا۔ اگرچہ بظاہر لقب و نام اوسکا مسلمان کا  
۔ مگر باطن میں کٹا ہندو تھا۔ مسجد کی محرابوں میں بت رکھواتا اور ہندو سے بچواتا۔  
قوانون کو اوپر تلے رکھ کر موڈ ہے کرسی بناتا اور اون پر ہندو کو بیٹھاتا۔ اگر  
یہہ خسرو خان کوئی عالی خاندان ہندو ہوتا۔ تو ضرور ایسا زبردست راجہ ہو جاتا کہ  
مسلمانوں کو پہر سلطنت کا ہاتھ نہا مشکل ہوتا۔ مگر ذات اوسکی پر واری اور پردار  
ایسی قوم ناپاک ہندوؤں کی ہے کہ انکو گہر تک شہر میں ہندو نہیں جانے دیتے تھے  
اسلئے ہندو تو اوسکے ساتھ دینے کو بے عزتی گنتے تھے۔ مگر کیا تعجب کی بات ہے کہ

ایسے بیوفا اور بد وضع اور کمینہ کے ساتھی اور دوست ہزاروں مسلمان تھے خضر خان نے اپنے کام کے مستحکم کرنے کی واسطے ہی کام مکمل کیا تھا کہ اپنے بہائی بندوں کو بڑی بڑی عہدوں پر سرفراز کیا ہو۔ بلکہ ویسے پرانے امیر دن کو عمدہ عمدہ عہدے عطا کئے۔ تاکہ اوسے راضی رہیں۔ سب کو اوسنے راضی کر لیا مگر جو نا خان کا اوسکو بڑا کھٹکا تھا اوسکو امیر آخرو مقرر کیا۔ جس نا خان کا باپ غازی خان خاتم پنجاب تھا۔ فقط یہی ایک مسلمان امیر باقی تھا جسکو عزت اور حمیت سلام باقی تھی۔ جو قوت وہ یہہ باتیں سنتا اوسکی چہاتی پر سانچے ٹٹا اوسکے پاس تین سو سپاہی تھے جو قوت اوسنے لڑائی کا ارادہ کیا وہ دیالوچ رہین تین منزل کے راستہ پر ملتا ہے تھا۔ اوسنے حاکم ملتان کشو خان کو لکھا کہ میری امداد سپاہ لیکر کرو۔ کشو خان کا بیٹا حمزہ خان کے دربار میں تھا۔ اوسنے غازی خان کو لکھا کہ میرا بیٹا وہاں ہے وہ ضرور بادشاہ کی تائید کریگا۔ جب یہہ جواب آیا۔ تو غازی خان نے حو نا خان کو اپنے ارادہ مطلع کیا اور لکھا کہ حطرح ہو سکے میرے پاس چلے آؤ اور کشو خان کے بیٹے کو ساتھ لاؤ۔ یہہ نوجوان بادشاہ سے عجیب و غریب کھیلاتا اوسنے عرض کیا گھوڑے بہت تمہوہ گئے ہیں اگر نہ پہرے جائینگے تو بیکار ہو جائینگے اس پر بادشاہ نے حکم اونکے باہر پہانیکا دیدیا۔ ایک روز گھوڑے پہرے اور پھر شہر میں آئے۔ تیس گرو گھوڑے پہرے ایسے گئے کہ پہرے آئے۔ سیکہ باپ پاس لاہو پہنچے۔ بادشاہ نے ہر چند سوار پیچھے دوڑائے مگر اوسکے گرد کو نہ پہنچے۔ جب یہہ دنو اپنے اپنے باپ پاس پہنچ گئے تو غازی خان نے اس ارادہ پر کمر چست کی کہ اپنے آقا کا انتقام اس ننگ حرام سے لے۔ جو بہادر فوج اوسکی پنجاب کی سرحد پر پڑی تھی اوسکو اپنے ساتھ لیکر دلی کی طرف روانہ ہوا۔ حمزہ خان کی ٹوٹی ہوئی فوج اور اوسکے دربار

نا آرمودہ کار ایسے جواہر و کا کیا مقابلہ کرتے جسے بہت دفعہ مغلوں کا منہ پھیرا ہو۔  
 خسرو خان نے جب دیکھا کہ دولت اور ملک ہاتھ سے چلا تو اس نے سارا خزانہ لشکر اور  
 امیرون مین لٹا دیا۔ اور تمام بیابان شاہی کو خاک میں ملا دیا۔ مگر اسے کیا ہوا تھا  
 - غازی خان کو فتح نصیب ہوئی - اور ۶۲ گھنٹہ ۳۲۲ مطابق ۶۳ - جب ۳۲۱  
 غاصب ایوان جان مارا گیا۔ ابن توتہ ایک سیاح ملک فریقیہ کا رہنے والا بیان کرتے ہیں  
 کہ جب شکست ہوئی تو خسرو خان فقیرانہ نہیں مین ایک باغ میں جا کر چہچہا۔ وہاں مین بن  
 بے آب و دانہ مضیق ہا۔ مگر جبوت بہوک غالب ہوئی تو باہر آیا اور باغبان سے کہا نیکو مانگا  
 - جیساں پاس کچھ نہ نکلا۔ تو اپنے ہاتھ کی انگوٹھی او سکودھی کہ بازار میں جا کر کچھ کیا نیکو  
 لاوے۔ مگر انگوٹھی بھی پانی گئی۔ باغبان کھڑا گیا۔ اور پہرہ کے سبب خسرو خان گھٹنا  
 پڑ پڑا غازی خان ہی غلے کے رو برو آیا۔ خسرو خان نے پادشاہ سے کہا کہ مین بہوکا پیاسا ہوا  
 او سپر پادشاہ نے اسے کہا ناگہلا یا اور شہر بلایا۔ اور پہرہ اس کے گردن وہاں اوڑاوی  
 جہاں سلطان قطب الدین کو اسے مارا تھا۔ پہرہ اس کی تجھیر تکفین کرائی اور اسی قبر  
 میں دفن کیا جب کو اس نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ یہ سلطان کا کام نہایت انسانیت  
 اور آدمیت کا تھا +

غیرہ شہجیان ۳۲۱ کو سپہ امیر اور شہر فہ مبارک باد فتح کی دینے کو آئے۔ اور قلعہ دار نے  
 کھنیاں دروازوں کی ہشکاش کنین۔ غازی ملک عوار ہوا اور شہر میں آیا۔ جب قصر  
 ہزار ستون کچھ پاس پہنچا۔ تو بے اختیار رو لگا۔ او قطب الدین اور اس کی اولاد کی  
 عزت کی۔ بعد ازاں باواز بلند یہ ارشاد کیا کہ اے میر و اور شہر فقو مین ہی ایک کم مین  
 ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مین اپنے ولی نعمت کا انتقام ایک بڑا کام کیا۔

اگر کوئی شخص ہمارے آقا کے خاندان کا باقی ہو۔ اور سکو لے آؤ اور تخت پر بیٹھاؤ۔ اور بے  
 متفق ہو کر اس کی خدمت بجالاؤ۔ اور اگر کوئی باقی نہ رہا ہو تو جس کو لائق جانو اس کو پادشاہ  
 بناؤ۔ میں ہی اس کی فرمانبرداری کی جی حاضر ہوں۔ میرا مطلب یہاں ہے سے فقط انتقام  
 لینا تھا۔ کچھ تخت اور سلطنت حاصل کرنا مقصود نہ تھا۔ اس بات کو سن کر سب امیروں نے  
 عرض کیا کہ اب کوئی شخص خاندان خلجی کا باقی نہیں رہا۔ ہم سب کا تو ہی سر تاج ہے  
 تو ہی ہم سب اہل ہند کی سپر ہارہ ہے۔ مغلوں کو تو نے یہاں نہیں آنے دیا ہے  
 یہ تخت اور سلطنت میرے ہی لیاقت کا حق ہے۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔  
 یہ کبھی میرے غلامی خان کا ہاتھ بکڑا اور تخت سلطنت پر بیٹھا دیا۔ اور غیاث الدین  
 تغلق کا خطاب دیدیا فقط

## فصل ششم خاندان تغلق کا بیان غیاث الدین تغلق

اگرچہ تغلق کا حسب نسب خوب تحقیق کے ساتھ نہیں معلوم ہوا۔ مگر تاریخ فرشتہ میں  
 لکھا ہے کہ ملک تغلق غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا۔ اس سے ہندوستان میں کسی  
 موروثی شادی کر لی تھی۔ اس سے غیاث الدین تغلق پیدا ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ تغلق  
 اصل میں قلع ہے۔ یہ ہندو یونکا تصرف ہے کہ اس کو تغلق بنا لیا ہے۔ یہ پادشاہ  
 بہمنیہ میں تخت پر بیٹھا۔ وہ بڑا حلیم اور سلیم اور عاقل و کریم تھا۔ پانچویں و  
 کی تاریخ جماعت کے ساتھ چڑھا۔ صبح سے شام تک عدالت میں بیٹھا رہتا۔ مالی و دینی

کاموں میں مشغول رہتا۔ جو خاندان علانی کو پس ماندہ تھے ان کی نہایت خاطر کرتا جن لوگوں نے سلطان قطب الدین کی بی بی کا نکاح تیسرے روز بعد اسکے مر نیکی قبل از عدت کر دیا تھا اونکو سزا دی۔ اور اپنے بڑے بیٹے جو نا خان کو دلچسپ مقرر کیا۔ اور ان کا خطاب دیا۔ اور عبداللہ کے امرا کو عہدہ ہا و صلیا عطا کئے۔ وہ علم و ہنر کا دلچسپ شخص تھا۔ حضرت امیر خسرو کو جو ان فراغ اس بادشاہ کے عہد میں حاصل ہوا وہ کسی بادشاہ کے عہد میں نصیب نہ ہوا تھا۔ جو شخص کوئی کام نیاقت کا کرنا ضرور صلا و سکا پاتا۔ جو کوئی برائے حال ہو یا بادشاہ ضرور اسکا پرسان ہوتا۔ اب خسرو خان اور اس کے بہائی بندوں کے سبب جو نظام ملکی میں خلل پڑ گئے تھے۔ اور کارخانے کے کارخانے درہم و برہم ہو گئے تھے۔ ان سب نظام کیا۔ خزانہ جسکو خسرو خان نے خالی کر دیا تھا اوسکو بہت خوبی کے ساتھ معمور کیا۔ رعایا پر جو مطالبے باقیات کے تھے اونکو نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا۔ حال پر تائید تھی کہ بطرح کا تشدد و جہول حصول میں نہ کیا جاوے۔ مغلوں کے آنیکے راستے سرحد پر ایسے بند کر دیے کہ کبھی مغلوں کو اسکو عہد سلطنت میں اس طرف رخ نہ کیا۔ عمارتوں کے تعمیر کرنے کا اوسکو شوق تھا۔ تغلق آباد اور قلعہ تخلق اسی کا بنایا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ساری سلطنت اس بادشاہ کی ساری برہمنوں سے ایسی مہر تھی جیسے کہ اوسکی تخت نشینی الزام اور تہمت سے معاف تھی۔

### مہم تلنگانہ

سلسلہ جلوسی میں حاکم ورنکل نے خراج نہ بھیجا۔ اور بغاوت اختیار کی۔ اور دیو گڑھ کی طرف میں ہی انتظام ملکی میں طرح طرح کی بد نظمیاں وقوع میں آئیں۔ اور علی شاہ احمد اور درستی کے واسطے جو نا خان کو نہ روانہ کیا۔ یہ ملکوں کو غارت و فوج ترح کرنا ہوا

ورنگل پر پہنچا۔ یہاں راجہ اوس کے بڑی بیٹی سنجاعت اور مردانگی کے ساتھ ایسا معرکہ لڑا  
ہوا۔ کہ پہلی نامزدی کا دھبہ بھی مٹ گیا۔ آخر کار لڑنے لڑنے تک گیا۔ اور ناچار قلعہ  
ورنگل میں چلا گیا۔ اب بھی لڑائی جاری رہی۔ روزِ کشت و خون ہوتا رہا۔  
راجہ نے پیغام صلح بھیجا۔ اور ہتھیار تہی اور نقد و حسنِ مینے کا وعدہ کیا۔ اور کہا نہ  
نذرانہ بھیجے گا اور کیا۔ مگر جو ناخان نے کسی بات کو قبول نہ کیا۔ اور لڑائی کو برابر  
جاری رکھا۔ مگر فتح نہ ہو سکا۔ اور برسات کا موسم سر پہ آگیا۔ اور عفونت اور بُر  
ہوا کی ناسازی سے لشکر میں بیماری کا بازار گرم ہوا۔ سادی اور مویشی گم ہو گئی تھی  
سب ہی نے اس دنیا سے چلنا شروع کیا۔ جب پادشاہ آفت سے تباہ ہونے لگی۔  
متوحشِ خبریں اڑنے لگیں۔ ڈاکہ دلی کی سرِ مہم میں دوبار آتی تھی اور سکو بھی  
برسات کے بند کر دیا۔ اس سبب شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے کہ جو ناخان کے  
مصاحبین میں تھے یہ مضمون تراش کر مشتبہ کیا کہ دلی میں ایک حادثہ عظیم برپا  
ہوا تھا۔ اور مین سلطان غیاث الدین تخلق مارا گیا۔ اور کوئی اور تختِ سلطنت پر  
بیٹھ گیا لشکر ایک تو پہلے ہی گم ہوا تھا۔ دوسرے ایک ورطہ چڑھا۔ اور ان دونوں  
مقتضیوں نے یہ خبر خاکِ امارتِ علانی ملک کلِ فغان اور ملکِ فور اور ملکِ گلین اور  
ملکِ تیمور سے بھی جا کر کہہ دی۔ اور دوسرے یہ کاشیہ اور چڑھایا کہ جو ناخان تم کو  
برابر کا شریکِ سلطنت جانتا ہے۔ اسلئے ارادہ ہے کہ تم کو قتل کر ڈالے۔ سوغرض اس  
جوڑ توڑ سے یہ امیر جو ناخان علیحد ہو گئے۔ اور اپنی اپنی سپاہ کی ٹولیاں  
سماد لیکر ادھر ادھر چلے گئے۔ اور جب یہ حال ہوا تو سپاہ میں ہلکی پڑ گئی۔  
جو ناخان بھی مضطرب ہوا۔ اور دو لاکھ کی طرف چلا۔ دشمنوں نے قلعہ سے نکل کر

غرض بہارِ خرابی وہ دیو گدھ من پہنچ گیا۔ اور اس شتاؤ میں دلی سے ڈاک لکھی۔ اور بادشاہ کی خیر و حافیت معلوم ہو گئی جو سردار اپنے اپنے سپاہ لیکر بہا گئے تھے اور سب کا حال ہی بڑا خستہ اور پریشان ہوا۔ اور نکا سبایا رامہندوان نے چین لیا۔ مرٹوں نے ملک نمین کی تو کہاں کچھو کچھو ناخان پاس بھیج دی۔ اور ملک کل فغان اور عبید شاعر اور ملک کا فور اور مغربیوں اور متقیوں کو بیکر جو ناخان پاس بھیج دیا۔ اور ان سب کے پابرخیر دلی میں بادشاہ پاس پہنچا۔ بادشاہ فی او نکو زندہ گورین دفن کرایا۔ اور اون کے زن و بچہ کو ہاتھوں کپیر تکے چلوایا۔ بعد ان سب خرابیوں کو ناخان دلی میں آیا۔ تو اس لشکر عظیم من سے کل دین ہزار آدمیوں کو بچا کر لایا۔ اس لشکر کی بربادی کو ہم جو ناخان کی ناخبرہ کاری پر محمول کر سکتے ہیں۔ مگر اس جو درے پر کہ عہد سلطنت جس کا ظہور ہوا۔ اس کا کیا بانی کو منسوب نہ تہہ معلوم ہوتا ہے۔

### دوبارہ مہم ملنگانہ

چامہینہ کا عرصہ من شکست پر گذر تھا کہ دوبارہ جو ناخان لشکر عظیم لیکر دیو گدھ کے راستے ورنخل پر چڑھا۔ <sup>۱۲۳۱</sup> <sup>۱۲۳۲</sup> <sup>۱۲۳۳</sup> <sup>۱۲۳۴</sup> <sup>۱۲۳۵</sup> <sup>۱۲۳۶</sup> <sup>۱۲۳۷</sup> <sup>۱۲۳۸</sup> <sup>۱۲۳۹</sup> <sup>۱۲۴۰</sup> <sup>۱۲۴۱</sup> <sup>۱۲۴۲</sup> <sup>۱۲۴۳</sup> <sup>۱۲۴۴</sup> <sup>۱۲۴۵</sup> <sup>۱۲۴۶</sup> <sup>۱۲۴۷</sup> <sup>۱۲۴۸</sup> <sup>۱۲۴۹</sup> <sup>۱۲۵۰</sup> <sup>۱۲۵۱</sup> <sup>۱۲۵۲</sup> <sup>۱۲۵۳</sup> <sup>۱۲۵۴</sup> <sup>۱۲۵۵</sup> <sup>۱۲۵۶</sup> <sup>۱۲۵۷</sup> <sup>۱۲۵۸</sup> <sup>۱۲۵۹</sup> <sup>۱۲۶۰</sup> <sup>۱۲۶۱</sup> <sup>۱۲۶۲</sup> <sup>۱۲۶۳</sup> <sup>۱۲۶۴</sup> <sup>۱۲۶۵</sup> <sup>۱۲۶۶</sup> <sup>۱۲۶۷</sup> <sup>۱۲۶۸</sup> <sup>۱۲۶۹</sup> <sup>۱۲۷۰</sup> <sup>۱۲۷۱</sup> <sup>۱۲۷۲</sup> <sup>۱۲۷۳</sup> <sup>۱۲۷۴</sup> <sup>۱۲۷۵</sup> <sup>۱۲۷۶</sup> <sup>۱۲۷۷</sup> <sup>۱۲۷۸</sup> <sup>۱۲۷۹</sup> <sup>۱۲۸۰</sup> <sup>۱۲۸۱</sup> <sup>۱۲۸۲</sup> <sup>۱۲۸۳</sup> <sup>۱۲۸۴</sup> <sup>۱۲۸۵</sup> <sup>۱۲۸۶</sup> <sup>۱۲۸۷</sup> <sup>۱۲۸۸</sup> <sup>۱۲۸۹</sup> <sup>۱۲۹۰</sup> <sup>۱۲۹۱</sup> <sup>۱۲۹۲</sup> <sup>۱۲۹۳</sup> <sup>۱۲۹۴</sup> <sup>۱۲۹۵</sup> <sup>۱۲۹۶</sup> <sup>۱۲۹۷</sup> <sup>۱۲۹۸</sup> <sup>۱۲۹۹</sup> <sup>۱۳۰۰</sup> <sup>۱۳۰۱</sup> <sup>۱۳۰۲</sup> <sup>۱۳۰۳</sup> <sup>۱۳۰۴</sup> <sup>۱۳۰۵</sup> <sup>۱۳۰۶</sup> <sup>۱۳۰۷</sup> <sup>۱۳۰۸</sup> <sup>۱۳۰۹</sup> <sup>۱۳۱۰</sup> <sup>۱۳۱۱</sup> <sup>۱۳۱۲</sup> <sup>۱۳۱۳</sup> <sup>۱۳۱۴</sup> <sup>۱۳۱۵</sup> <sup>۱۳۱۶</sup> <sup>۱۳۱۷</sup> <sup>۱۳۱۸</sup> <sup>۱۳۱۹</sup> <sup>۱۳۲۰</sup> <sup>۱۳۲۱</sup> <sup>۱۳۲۲</sup> <sup>۱۳۲۳</sup> <sup>۱۳۲۴</sup> <sup>۱۳۲۵</sup> <sup>۱۳۲۶</sup> <sup>۱۳۲۷</sup> <sup>۱۳۲۸</sup> <sup>۱۳۲۹</sup> <sup>۱۳۳۰</sup> <sup>۱۳۳۱</sup> <sup>۱۳۳۲</sup> <sup>۱۳۳۳</sup> <sup>۱۳۳۴</sup> <sup>۱۳۳۵</sup> <sup>۱۳۳۶</sup> <sup>۱۳۳۷</sup> <sup>۱۳۳۸</sup> <sup>۱۳۳۹</sup> <sup>۱۳۴۰</sup> <sup>۱۳۴۱</sup> <sup>۱۳۴۲</sup> <sup>۱۳۴۳</sup> <sup>۱۳۴۴</sup> <sup>۱۳۴۵</sup> <sup>۱۳۴۶</sup> <sup>۱۳۴۷</sup> <sup>۱۳۴۸</sup> <sup>۱۳۴۹</sup> <sup>۱۳۵۰</sup> <sup>۱۳۵۱</sup> <sup>۱۳۵۲</sup> <sup>۱۳۵۳</sup> <sup>۱۳۵۴</sup> <sup>۱۳۵۵</sup> <sup>۱۳۵۶</sup> <sup>۱۳۵۷</sup> <sup>۱۳۵۸</sup> <sup>۱۳۵۹</sup> <sup>۱۳۶۰</sup> <sup>۱۳۶۱</sup> <sup>۱۳۶۲</sup> <sup>۱۳۶۳</sup> <sup>۱۳۶۴</sup> <sup>۱۳۶۵</sup> <sup>۱۳۶۶</sup> <sup>۱۳۶۷</sup> <sup>۱۳۶۸</sup> <sup>۱۳۶۹</sup> <sup>۱۳۷۰</sup> <sup>۱۳۷۱</sup> <sup>۱۳۷۲</sup> <sup>۱۳۷۳</sup> <sup>۱۳۷۴</sup> <sup>۱۳۷۵</sup> <sup>۱۳۷۶</sup> <sup>۱۳۷۷</sup> <sup>۱۳۷۸</sup> <sup>۱۳۷۹</sup> <sup>۱۳۸۰</sup> <sup>۱۳۸۱</sup> <sup>۱۳۸۲</sup> <sup>۱۳۸۳</sup> <sup>۱۳۸۴</sup> <sup>۱۳۸۵</sup> <sup>۱۳۸۶</sup> <sup>۱۳۸۷</sup> <sup>۱۳۸۸</sup> <sup>۱۳۸۹</sup> <sup>۱۳۹۰</sup> <sup>۱۳۹۱</sup> <sup>۱۳۹۲</sup> <sup>۱۳۹۳</sup> <sup>۱۳۹۴</sup> <sup>۱۳۹۵</sup> <sup>۱۳۹۶</sup> <sup>۱۳۹۷</sup> <sup>۱۳۹۸</sup> <sup>۱۳۹۹</sup> <sup>۱۴۰۰</sup> <sup>۱۴۰۱</sup> <sup>۱۴۰۲</sup> <sup>۱۴۰۳</sup> <sup>۱۴۰۴</sup> <sup>۱۴۰۵</sup> <sup>۱۴۰۶</sup> <sup>۱۴۰۷</sup> <sup>۱۴۰۸</sup> <sup>۱۴۰۹</sup> <sup>۱۴۱۰</sup> <sup>۱۴۱۱</sup> <sup>۱۴۱۲</sup> <sup>۱۴۱۳</sup> <sup>۱۴۱۴</sup> <sup>۱۴۱۵</sup> <sup>۱۴۱۶</sup> <sup>۱۴۱۷</sup> <sup>۱۴۱۸</sup> <sup>۱۴۱۹</sup> <sup>۱۴۲۰</sup> <sup>۱۴۲۱</sup> <sup>۱۴۲۲</sup> <sup>۱۴۲۳</sup> <sup>۱۴۲۴</sup> <sup>۱۴۲۵</sup> <sup>۱۴۲۶</sup> <sup>۱۴۲۷</sup> <sup>۱۴۲۸</sup> <sup>۱۴۲۹</sup> <sup>۱۴۳۰</sup> <sup>۱۴۳۱</sup> <sup>۱۴۳۲</sup> <sup>۱۴۳۳</sup> <sup>۱۴۳۴</sup> <sup>۱۴۳۵</sup> <sup>۱۴۳۶</sup> <sup>۱۴۳۷</sup> <sup>۱۴۳۸</sup> <sup>۱۴۳۹</sup> <sup>۱۴۴۰</sup> <sup>۱۴۴۱</sup> <sup>۱۴۴۲</sup> <sup>۱۴۴۳</sup> <sup>۱۴۴۴</sup> <sup>۱۴۴۵</sup> <sup>۱۴۴۶</sup> <sup>۱۴۴۷</sup> <sup>۱۴۴۸</sup> <sup>۱۴۴۹</sup> <sup>۱۴۵۰</sup> <sup>۱۴۵۱</sup> <sup>۱۴۵۲</sup> <sup>۱۴۵۳</sup> <sup>۱۴۵۴</sup> <sup>۱۴۵۵</sup> <sup>۱۴۵۶</sup> <sup>۱۴۵۷</sup> <sup>۱۴۵۸</sup> <sup>۱۴۵۹</sup> <sup>۱۴۶۰</sup> <sup>۱۴۶۱</sup> <sup>۱۴۶۲</sup> <sup>۱۴۶۳</sup> <sup>۱۴۶۴</sup> <sup>۱۴۶۵</sup> <sup>۱۴۶۶</sup> <sup>۱۴۶۷</sup> <sup>۱۴۶۸</sup> <sup>۱۴۶۹</sup> <sup>۱۴۷۰</sup> <sup>۱۴۷۱</sup> <sup>۱۴۷۲</sup> <sup>۱۴۷۳</sup> <sup>۱۴۷۴</sup> <sup>۱۴۷۵</sup> <sup>۱۴۷۶</sup> <sup>۱۴۷۷</sup> <sup>۱۴۷۸</sup> <sup>۱۴۷۹</sup> <sup>۱۴۸۰</sup> <sup>۱۴۸۱</sup> <sup>۱۴۸۲</sup> <sup>۱۴۸۳</sup> <sup>۱۴۸۴</sup> <sup>۱۴۸۵</sup> <sup>۱۴۸۶</sup> <sup>۱۴۸۷</sup> <sup>۱۴۸۸</sup> <sup>۱۴۸۹</sup> <sup>۱۴۹۰</sup> <sup>۱۴۹۱</sup> <sup>۱۴۹۲</sup> <sup>۱۴۹۳</sup> <sup>۱۴۹۴</sup> <sup>۱۴۹۵</sup> <sup>۱۴۹۶</sup> <sup>۱۴۹۷</sup> <sup>۱۴۹۸</sup> <sup>۱۴۹۹</sup> <sup>۱۵۰۰</sup> <sup>۱۵۰۱</sup> <sup>۱۵۰۲</sup> <sup>۱۵۰۳</sup> <sup>۱۵۰۴</sup> <sup>۱۵۰۵</sup> <sup>۱۵۰۶</sup> <sup>۱۵۰۷</sup> <sup>۱۵۰۸</sup> <sup>۱۵۰۹</sup> <sup>۱۵۱۰</sup> <sup>۱۵۱۱</sup> <sup>۱۵۱۲</sup> <sup>۱۵۱۳</sup> <sup>۱۵۱۴</sup> <sup>۱۵۱۵</sup> <sup>۱۵۱۶</sup> <sup>۱۵۱۷</sup> <sup>۱۵۱۸</sup> <sup>۱۵۱۹</sup> <sup>۱۵۲۰</sup> <sup>۱۵۲۱</sup> <sup>۱۵۲۲</sup> <sup>۱۵۲۳</sup> <sup>۱۵۲۴</sup> <sup>۱۵۲۵</sup> <sup>۱۵۲۶</sup> <sup>۱۵۲۷</sup> <sup>۱۵۲۸</sup> <sup>۱۵۲۹</sup> <sup>۱۵۳۰</sup> <sup>۱۵۳۱</sup> <sup>۱۵۳۲</sup> <sup>۱۵۳۳</sup> <sup>۱۵۳۴</sup> <sup>۱۵۳۵</sup> <sup>۱۵۳۶</sup> <sup>۱۵۳۷</sup> <sup>۱۵۳۸</sup> <sup>۱۵۳۹</sup> <sup>۱۵۴۰</sup> <sup>۱۵۴۱</sup> <sup>۱۵۴۲</sup> <sup>۱۵۴۳</sup> <sup>۱۵۴۴</sup> <sup>۱۵۴۵</sup> <sup>۱۵۴۶</sup> <sup>۱۵۴۷</sup> <sup>۱۵۴۸</sup> <sup>۱۵۴۹</sup> <sup>۱۵۵۰</sup> <sup>۱۵۵۱</sup> <sup>۱۵۵۲</sup> <sup>۱۵۵۳</sup> <sup>۱۵۵۴</sup> <sup>۱۵۵۵</sup> <sup>۱۵۵۶</sup> <sup>۱۵۵۷</sup> <sup>۱۵۵۸</sup> <sup>۱۵۵۹</sup> <sup>۱۵۶۰</sup> <sup>۱۵۶۱</sup> <sup>۱۵۶۲</sup> <sup>۱۵۶۳</sup> <sup>۱۵۶۴</sup> <sup>۱۵۶۵</sup> <sup>۱۵۶۶</sup> <sup>۱۵۶۷</sup> <sup>۱۵۶۸</sup> <sup>۱۵۶۹</sup> <sup>۱۵۷۰</sup> <sup>۱۵۷۱</sup> <sup>۱۵۷۲</sup> <sup>۱۵۷۳</sup> <sup>۱۵۷۴</sup> <sup>۱۵۷۵</sup> <sup>۱۵۷۶</sup> <sup>۱۵۷۷</sup> <sup>۱۵۷۸</sup> <sup>۱۵۷۹</sup> <sup>۱۵۸۰</sup> <sup>۱۵۸۱</sup> <sup>۱۵۸۲</sup> <sup>۱۵۸۳</sup> <sup>۱۵۸۴</sup> <sup>۱۵۸۵</sup> <sup>۱۵۸۶</sup> <sup>۱۵۸۷</sup> <sup>۱۵۸۸</sup> <sup>۱۵۸۹</sup> <sup>۱۵۹۰</sup> <sup>۱۵۹۱</sup> <sup>۱۵۹۲</sup> <sup>۱۵۹۳</sup> <sup>۱۵۹۴</sup> <sup>۱۵۹۵</sup> <sup>۱۵۹۶</sup> <sup>۱۵۹۷</sup> <sup>۱۵۹۸</sup> <sup>۱۵۹۹</sup> <sup>۱۶۰۰</sup> <sup>۱۶۰۱</sup> <sup>۱۶۰۲</sup> <sup>۱۶۰۳</sup> <sup>۱۶۰۴</sup> <sup>۱۶۰۵</sup> <sup>۱۶۰۶</sup> <sup>۱۶۰۷</sup> <sup>۱۶۰۸</sup> <sup>۱۶۰۹</sup> <sup>۱۶۱۰</sup> <sup>۱۶۱۱</sup> <sup>۱۶۱۲</sup> <sup>۱۶۱۳</sup> <sup>۱۶۱۴</sup> <sup>۱۶۱۵</sup> <sup>۱۶۱۶</sup> <sup>۱۶۱۷</sup> <sup>۱۶۱۸</sup> <sup>۱۶۱۹</sup> <sup>۱۶۲۰</sup> <sup>۱۶۲۱</sup> <sup>۱۶۲۲</sup> <sup>۱۶۲۳</sup> <sup>۱۶۲۴</sup> <sup>۱۶۲۵</sup> <sup>۱۶۲۶</sup> <sup>۱۶۲۷</sup> <sup>۱۶۲۸</sup> <sup>۱۶۲۹</sup> <sup>۱۶۳۰</sup> <sup>۱۶۳۱</sup> <sup>۱۶۳۲</sup> <sup>۱۶۳۳</sup> <sup>۱۶۳۴</sup> <sup>۱۶۳۵</sup> <sup>۱۶۳۶</sup> <sup>۱۶۳۷</sup> <sup>۱۶۳۸</sup> <sup>۱۶۳۹</sup> <sup>۱۶۴۰</sup> <sup>۱۶۴۱</sup> <sup>۱۶۴۲</sup> <sup>۱۶۴۳</sup> <sup>۱۶۴۴</sup> <sup>۱۶۴۵</sup> <sup>۱۶۴۶</sup> <sup>۱۶۴۷</sup> <sup>۱۶۴۸</sup> <sup>۱۶۴۹</sup> <sup>۱۶۵۰</sup> <sup>۱۶۵۱</sup> <sup>۱۶۵۲</sup> <sup>۱۶۵۳</sup> <sup>۱۶۵۴</sup> <sup>۱۶۵۵</sup> <sup>۱۶۵۶</sup> <sup>۱۶۵۷</sup> <sup>۱۶۵۸</sup> <sup>۱۶۵۹</sup> <sup>۱۶۶۰</sup> <sup>۱۶۶۱</sup> <sup>۱۶۶۲</sup> <sup>۱۶۶۳</sup> <sup>۱۶۶۴</sup> <sup>۱۶۶۵</sup> <sup>۱۶۶۶</sup> <sup>۱۶۶۷</sup> <sup>۱۶۶۸</sup> <sup>۱۶۶۹</sup> <sup>۱۶۷۰</sup> <sup>۱۶۷۱</sup> <sup>۱۶۷۲</sup> <sup>۱۶۷۳</sup> <sup>۱۶۷۴</sup> <sup>۱۶۷۵</sup> <sup>۱۶۷۶</sup> <sup>۱۶۷۷</sup> <sup>۱۶۷۸</sup> <sup>۱۶۷۹</sup> <sup>۱۶۸۰</sup> <sup>۱۶۸۱</sup> <sup>۱۶۸۲</sup> <sup>۱۶۸۳</sup> <sup>۱۶۸۴</sup> <sup>۱۶۸۵</sup> <sup>۱۶۸۶</sup> <sup>۱۶۸۷</sup> <sup>۱۶۸۸</sup> <sup>۱۶۸۹</sup> <sup>۱۶۹۰</sup> <sup>۱۶۹۱</sup> <sup>۱۶۹۲</sup> <sup>۱۶۹۳</sup> <sup>۱۶۹۴</sup> <sup>۱۶۹۵</sup> <sup>۱۶۹۶</sup> <sup>۱۶۹۷</sup> <sup>۱۶۹۸</sup> <sup>۱۶۹۹</sup> <sup>۱۷۰۰</sup> <sup>۱۷۰۱</sup> <sup>۱۷۰۲</sup> <sup>۱۷۰۳</sup> <sup>۱۷۰۴</sup> <sup>۱۷۰۵</sup> <sup>۱۷۰۶</sup> <sup>۱۷۰۷</sup> <sup>۱۷۰۸</sup> <sup>۱۷۰۹</sup> <sup>۱۷۱۰</sup> <sup>۱۷۱۱</sup> <sup>۱۷۱۲</sup> <sup>۱۷۱۳</sup> <sup>۱۷۱۴</sup> <sup>۱۷۱۵</sup> <sup>۱۷۱۶</sup> <sup>۱۷۱۷</sup> <sup>۱۷۱۸</sup> <sup>۱۷۱۹</sup> <sup>۱۷۲۰</sup> <sup>۱۷۲۱</sup> <sup>۱۷۲۲</sup> <sup>۱۷۲۳</sup> <sup>۱۷۲۴</sup> <sup>۱۷۲۵</sup> <sup>۱۷۲۶</sup> <sup>۱۷۲۷</sup> <sup>۱۷۲۸</sup> <sup>۱۷۲۹</sup> <sup>۱۷۳۰</sup> <sup>۱۷۳۱</sup> <sup>۱۷۳۲</sup> <sup>۱۷۳۳</sup> <sup>۱۷۳۴</sup> <sup>۱۷۳۵</sup> <sup>۱۷۳۶</sup> <sup>۱۷۳۷</sup> <sup>۱۷۳۸</sup> <sup>۱۷۳۹</sup> <sup>۱۷۴۰</sup> <sup>۱۷۴۱</sup> <sup>۱۷۴۲</sup> <sup>۱۷۴۳</sup> <sup>۱۷۴۴</sup> <sup>۱۷۴۵</sup> <sup>۱۷۴۶</sup> <sup>۱۷۴۷</sup> <sup>۱۷۴۸</sup> <sup>۱۷۴۹</sup> <sup>۱۷۵۰</sup> <sup>۱۷۵۱</sup> <sup>۱۷۵۲</sup> <sup>۱۷۵۳</sup> <sup>۱۷۵۴</sup> <sup>۱۷۵۵</sup> <sup>۱۷۵۶</sup> <sup>۱۷۵۷</sup> <sup>۱۷۵۸</sup> <sup>۱۷۵۹</sup> <sup>۱۷۶۰</sup> <sup>۱۷۶۱</sup> <sup>۱۷۶۲</sup> <sup>۱۷۶۳</sup> <sup>۱۷۶۴</sup> <sup>۱۷۶۵</sup> <sup>۱۷۶۶</sup> <sup>۱۷۶۷</sup> <sup>۱۷۶۸</sup> <sup>۱۷۶۹</sup> <sup>۱۷۷۰</sup> <sup>۱۷۷۱</sup> <sup>۱۷۷۲</sup> <sup>۱۷۷۳</sup> <sup>۱۷۷۴</sup> <sup>۱۷۷۵</sup> <sup>۱۷۷۶</sup> <sup>۱۷۷۷</sup> <sup>۱۷۷۸</sup> <sup>۱۷۷۹</sup> <sup>۱۷۸۰</sup> <sup>۱۷۸۱</sup> <sup>۱۷۸۲</sup> <sup>۱۷۸۳</sup> <sup>۱۷۸۴</sup> <sup>۱۷۸۵</sup> <sup>۱۷۸۶</sup> <sup>۱۷۸۷</sup> <sup>۱۷۸۸</sup> <sup>۱۷۸۹</sup> <sup>۱۷۹۰</sup> <sup>۱۷۹۱</sup> <sup>۱۷۹۲</sup> <sup>۱۷۹۳</sup> <sup>۱۷۹۴</sup> <sup>۱۷۹۵</sup> <sup>۱۷۹۶</sup> <sup>۱۷۹۷</sup> <sup>۱۷۹۸</sup> <sup>۱۷۹۹</sup> <sup>۱۸۰۰</sup> <sup>۱۸۰۱</sup> <sup>۱۸۰۲</sup> <sup>۱۸۰۳</sup> <sup>۱۸۰۴</sup> <sup>۱۸۰۵</sup> <sup>۱۸۰۶</sup> <sup>۱۸۰۷</sup> <sup>۱۸۰۸</sup> <sup>۱۸۰۹</sup> <sup>۱۸۱۰</sup> <sup>۱۸۱۱</sup> <sup>۱۸۱۲</sup> <sup>۱۸۱۳</sup> <sup>۱۸۱۴</sup> <sup>۱۸۱۵</sup> <sup>۱۸۱۶</sup> <sup>۱۸۱۷</sup> <sup>۱۸۱۸</sup> <sup>۱۸۱۹</sup> <sup>۱۸۲۰</sup> <sup>۱۸۲۱</sup> <sup>۱۸۲۲</sup> <sup>۱۸۲۳</sup> <sup>۱۸۲۴</sup> <sup>۱۸۲۵</sup> <sup>۱۸۲۶</sup> <sup>۱۸۲۷</sup> <sup>۱۸۲۸</sup> <sup>۱۸۲۹</sup> <sup>۱۸۳۰</sup> <sup>۱۸۳۱</sup> <sup>۱۸۳۲</sup> <sup>۱۸۳۳</sup> <sup>۱۸۳۴</sup> <sup>۱۸۳۵</sup> <sup>۱۸۳۶</sup> <sup>۱۸۳۷</sup> <sup>۱۸۳۸</sup> <sup>۱۸۳۹</sup> <sup>۱۸۴۰</sup> <sup>۱۸۴۱</sup> <sup>۱۸۴۲</sup> <sup>۱۸۴۳</sup> <sup>۱۸۴۴</sup> <sup>۱۸۴۵</sup> <sup>۱۸۴۶</sup> <sup>۱۸۴۷</sup> <sup>۱۸۴۸</sup> <sup>۱۸۴۹</sup> <sup>۱۸۵۰</sup> <sup>۱۸۵۱</sup> <sup>۱۸۵۲</sup> <sup>۱۸۵۳</sup> <sup>۱۸۵۴</sup> <sup>۱۸۵۵</sup> <sup>۱۸۵۶</sup> <sup>۱۸۵۷</sup> <sup>۱۸۵۸</sup> <sup>۱۸۵۹</sup> <sup>۱۸۶۰</sup> <sup>۱۸۶۱</sup> <sup>۱۸۶۲</sup> <sup>۱۸۶۳</sup> <sup>۱۸۶۴</sup> <sup>۱۸۶۵</sup> <sup>۱۸۶۶</sup> <sup>۱۸۶۷</sup> <sup>۱۸۶۸</sup> <sup>۱۸۶۹</sup> <sup>۱۸۷۰</sup> <sup>۱۸۷۱</sup> <sup>۱۸۷۲</sup> <sup>۱۸۷۳</sup> <sup>۱۸۷۴</sup> <sup>۱۸۷۵</sup> <sup>۱۸۷۶</sup> <sup>۱۸۷۷</sup> <sup>۱۸۷۸</sup> <sup>۱۸۷۹</sup> <sup>۱۸۸۰</sup> <sup>۱۸۸۱</sup> <sup>۱۸۸۲</sup> <sup>۱۸۸۳</sup> <sup>۱۸۸۴</sup> <sup>۱۸۸۵</sup> <sup>۱۸۸۶</sup> <sup>۱۸۸۷</sup> <sup>۱۸۸۸</sup> <sup>۱۸۸۹</sup> <sup>۱۸۹۰</sup> <sup>۱۸۹۱</sup> <sup>۱۸۹۲</sup> <sup>۱۸۹۳</sup> <sup>۱۸۹۴</sup> <sup>۱۸۹۵</sup> <sup>۱۸۹۶</sup> <sup>۱۸۹۷</sup> <sup>۱۸۹۸</sup> <sup>۱۸۹۹</sup> <sup>۱۹۰۰</sup> <sup>۱۹۰۱</sup> <sup>۱۹۰۲</sup> <sup>۱۹۰۳</sup> <sup>۱۹۰۴</sup> <sup>۱۹۰۵</sup> <sup>۱۹۰۶</sup> <sup>۱۹۰۷</sup> <sup>۱۹۰۸</sup> <sup>۱۹۰۹</sup> <sup>۱۹۱۰</sup> <sup>۱۹۱۱</sup> <sup>۱۹۱۲</sup> <sup>۱۹۱۳</sup> <sup>۱۹۱۴</sup> <sup>۱۹۱۵</sup> <sup>۱۹۱۶</sup> <sup>۱۹۱۷</sup> <sup>۱۹۱۸</sup> <sup>۱۹۱۹</sup> <sup>۱۹۲۰</sup> <sup>۱۹۲۱</sup> <sup>۱۹۲۲</sup> <sup>۱۹۲۳</sup> <sup>۱۹۲۴</sup> <sup>۱۹۲۵</sup> <sup>۱۹۲۶</sup> <sup>۱۹۲۷</sup> <sup>۱۹۲۸</sup> <sup>۱۹۲۹</sup> <sup>۱۹۳۰</sup> <sup>۱۹۳۱</sup> <sup>۱۹۳۲</sup> <sup>۱۹۳۳</sup> <sup>۱۹۳۴</sup> <sup>۱۹۳۵</sup> <sup>۱۹۳۶</sup> <sup>۱۹۳۷</sup> <sup>۱۹۳۸</sup> <sup>۱۹۳۹</sup> <sup>۱۹۴۰</sup> <sup>۱۹۴۱</sup> <sup>۱۹۴۲</sup> <sup>۱۹۴۳</sup> <sup>۱۹۴۴</sup> <sup>۱۹۴۵</sup> <sup>۱۹۴۶</sup> <sup>۱۹۴۷</sup> <sup>۱۹۴۸</sup> <sup>۱۹۴۹</sup> <sup>۱۹۵۰</sup> <sup>۱۹۵۱</sup> <sup>۱۹۵۲</sup> <sup>۱۹۵۳</sup> <sup>۱۹۵۴</sup> <sup>۱۹۵۵</sup> <sup>۱۹۵۶</sup> <sup>۱۹۵۷</sup> <sup>۱۹۵۸</sup> <sup>۱۹۵۹</sup> <sup>۱۹۶۰</sup> <sup>۱۹۶۱</sup> <sup>۱۹۶۲</sup> <sup>۱۹۶۳</sup> <sup>۱۹۶۴</sup> <sup>۱۹۶۵</sup> <sup>۱۹۶۶</sup> <sup>۱۹۶۷</sup> <sup>۱۹۶۸</sup> <sup>۱۹۶۹</sup> <sup>۱۹۷۰</sup> <sup>۱۹۷۱</sup> <sup>۱۹۷۲</sup> <sup>۱۹۷۳</sup> <sup>۱۹۷۴</sup> <sup>۱۹۷۵</sup> <sup>۱۹۷۶</sup> <sup>۱۹۷۷</sup> <sup>۱۹۷۸</sup> <sup>۱۹۷۹</sup> <sup>۱۹۸۰</sup> <sup>۱۹۸۱</sup> <sup>۱۹۸۲</sup> <sup>۱۹۸۳</sup> <sup>۱۹۸۴</sup> <sup>۱۹۸۵</sup> <sup>۱۹۸۶</sup> <sup>۱۹۸۷</sup> <sup>۱۹۸۸</sup> <sup>۱۹۸۹</sup> <sup>۱۹۹۰</sup> <sup>۱۹۹۱</sup> <sup>۱۹۹۲</sup> <sup>۱۹۹۳</sup> <sup>۱۹۹۴</sup> <sup>۱۹۹۵</sup> <sup>۱۹۹۶</sup> <sup>۱۹۹۷</sup> <sup>۱۹۹۸</sup> <sup>۱۹۹۹</sup> <sup>۲۰۰۰</sup> <sup>۲۰۰۱</sup> <sup>۲۰۰۲</sup> <sup>۲۰۰۳</sup> <sup>۲۰۰۴</sup> <sup>۲۰۰۵</sup> <sup>۲۰۰۶</sup> <sup>۲۰۰۷</sup> <sup>۲۰۰۸</sup> <sup>۲۰۰۹</sup> <sup>۲۰۱۰</sup> <sup>۲۰۱۱</sup> <sup>۲۰۱۲</sup> <sup>۲۰۱۳</sup> <sup>۲۰۱۴</sup> <sup>۲۰۱۵</sup> <sup>۲۰۱۶</sup> <sup>۲۰۱۷</sup> <sup>۲۰۱۸</sup> <sup>۲۰۱۹</sup> <sup>۲۰۲۰</sup> <sup>۲۰۲۱</sup> <sup>۲۰۲۲</sup> <sup>۲۰۲۳</sup> <sup>۲۰۲۴</sup> <sup>۲۰۲۵</sup> <sup>۲۰۲۶</sup> <sup>۲۰۲۷</sup> <sup>۲۰۲۸</sup> <sup>۲۰۲۹</sup> <sup>۲۰۳۰</sup> <sup>۲۰۳۱</sup> <sup>۲۰۳۲</sup> <sup>۲۰۳۳</sup> <sup>۲۰۳۴</sup> <sup>۲۰۳۵</sup> <sup>۲۰۳۶</sup> <sup>۲۰۳۷</sup> <sup>۲۰۳۸</sup> <sup>۲۰۳۹</sup> <sup>۲۰۴۰</sup> <sup>۲۰۴۱</sup> <sup>۲۰۴۲</sup> <sup>۲۰۴۳</sup> <sup>۲۰۴۴</sup> <sup>۲۰۴۵</sup> <sup>۲۰۴۶</sup> <sup>۲۰۴۷</sup> <sup>۲۰۴۸</sup> <sup>۲۰۴۹</sup> <sup>۲۰۵۰</sup> <sup>۲۰۵۱</sup> <sup>۲۰۵۲</sup> <sup>۲۰۵۳</sup> <sup>۲۰۵۴</sup> <sup>۲۰۵۵</sup> <sup>۲۰۵۶</sup> <sup>۲۰۵۷</sup> <sup>۲۰۵۸</sup> <sup>۲۰۵۹</sup> <sup>۲۰۶۰</sup> <sup>۲۰۶۱</sup> <sup>۲۰۶۲</sup> <sup>۲۰۶۳</sup> <sup>۲۰۶۴</sup> <sup>۲۰۶۵</sup> <sup>۲۰۶۶</sup> <sup>۲۰۶۷</sup> <sup>۲۰۶۸</sup> <sup>۲۰۶۹</sup> <sup>۲۰۷۰</sup> <sup>۲۰۷۱</sup> <sup>۲۰۷۲</sup> <sup>۲۰۷۳</sup> <sup>۲۰۷۴</sup> <sup>۲۰۷۵</sup> <sup>۲۰۷۶</sup> <sup>۲۰۷</sup>



## مہم بنگالہ

سنارگانو اور لکھنؤ سے وہاں حاکمون کی شکایت میں عرض آئیں۔ او لکھنؤ سے بعض میرٹے۔ اور حاکمون کے جو ر و ظلم کی شکایت کی۔ ساری پریشانی اور ابرہی کا بیان پادشاہ سے کیا۔ اسپر پادشاہ کا ارادہ لکھنؤ پر چڑھنے کا مصمم ہوا۔ ورنہ جو ناخان کو بلایا۔ اور تمام کاروبار سلطنت اسکو دلی میں سپرد کر کے آپ لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ یہاں بنگالہ میں سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا ناصر الدین بخرخان تھا۔ چالیس برس برابر وہی حکومت کرتا تھا۔ خلیجوں کے عہد میں کچھ اسکی سلطنت میں تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ وہ پادشاہ سے مقابلہ کرنے کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اسلئے پادشاہ کی خدمت میں تربہت میں حاضر ہوا۔ اور بہت تحفے تحائف نذر کئے۔ سلطان تغلق اسکو کلغی اور چہر عنایت کیا۔ کیا شان کبریائی ہے کہ خاصا ولاد اپنے باپ کے خانہ زاد غلاموں کی ولاد سے کلغی اور طرہ کی اجازت حاصل کرے۔ بعد اسکا سنارگانو (یعنی ڈہاکہ) کے فسادوں کا تصفیہ کیا۔ اور اسکی حفاظت و حرہت ملک ناصر الدین کے حوالہ کی۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ڈہاکہ پہلے صوبہ بنگالہ میں داخل تھا۔ پہر پادشاہ نے واپس ہوتے وقت تربہت کو قح کیا۔ اور وہاں کے راجہ کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ دلی لایا۔ یہ سب کام اوسے ۱۳۲۵ء و ۱۳۲۶ء کے درمیان کئے۔

## بادشاہ کی وفات

اب تربہت سے چند منزل طے کر کے پادشاہ نے لشکر کو چھوڑ دیا۔ اور جو وہ خود ہکی پڑھا۔ جب جو ناخان نے سنا کہ قریب پہنچا ہے۔ تو اسنے افغان پور میں کہ تغلق آباد سے بن چار کو س تھا۔ ایک چوبی محل اس نظر سے تیار کر آیا۔ کہ پادشاہ رات کو وہاں آرام کرے۔

اور صبح شاہانہ جلوس کے ساتھ تعلق آباد میں آئے۔ اور شہر کو راستہ پر سترہ دیکھ کر  
 غرض بڑی خوشی پادشاہ کے آنیکل یہاں ہو رہی تھی کہ پادشاہ پہنچا۔ اور اسی  
 چوبی محل میں شب بامش ہوا۔ دو سر روز جو ناخان اور امراء پادشاہ کی ملازمت  
 سرفراز ہوئے۔ اور پادشاہ کے ساتھ کہا نا کہانے بیٹھے۔ جب کہانا تناول کر چکے  
 تو سب امیرس جلدی میں کہ پادشاہ سوار ہو سکیو ہے بغیر ہاتھ دھوئے باہر نکل آئے  
 جو ناخان اپنی نذر اور پیش کش کی دوستی میں باہر گر مصروف ہوا۔ کہ اپنے میں چپ  
 چوبی محل کی گری۔ اور پادشاہ اور اس کے پانچ رفیق دب کر مر گئے۔ یہ واقعہ بیچ  
 ۲۹ھ مطابق ماہ فروری ۱۳۲۵ء میں واقع ہوا۔ اس واقعہ پر مورخ مختلف رائے  
 لگاتے ہیں۔ بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ مکان بنایا تھا۔ ہاں ہی گھوڑے جو دوڑے  
 اس کے صدمہ گر پڑا۔ حاجی محمد فزاری یہ کہتا ہے کہ بجلی مکان پر گری۔ اس کے  
 صدمہ یہ حال ہوا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ اس مکان کا بے ضرورت بنانا  
 اور پھر اس کا اس وقت گرنا کہ جو ناخان باہر ہو۔ اور اس کا چھوٹا بھائی کہ پادشاہ کا  
 بہت لاڈلاتا تھا اذہر ہو۔ اسے ضرور گمان ہوتا ہے کہ جو ناخان نے یہ مکان باپ کے  
 کام تمام کرنے کے لئے بنایا تھا۔ ابن توتہ سیاح افریقہ ہی اسی امر کی تصدیق اور  
 تأیید کرتا ہے۔ مگر یہ امر عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو ناخان دستہ خوان  
 موجود تھا۔ یہ کرامت اوہن کہاں سے آئی تھی کہ جو وقت وہ وہاں اوٹھ کر باہر آئے  
 وقت مکان گر جائے۔ سب زیادہ لطیفہ صدر جہان گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے  
 کہ جو ناخان نے ایک ظلم بنایا تھا۔ جو وقت اس کو ٹوٹا۔ اس وقت مکان گر پڑا۔ غرض کچھ یہی  
 ہوا ہو پادشاہ نے اب چار گزر میں اندازم کیا۔ اور چار سال کچھ عہد پادشاہی کی +

## قلعہ تغلق آباد

اس بادشاہ کی بہہ یادگار دلی کے قریب موجود ہے۔ اسکی متانت اور استحکام کا شہرہ خاص عام میں ہے۔ یہیں اسکی قبر ہے۔ ایک ضمیمہ میں اہل اسلام کی عمارتوں کا ذکر کریں وہ ان اس قلعہ کا حال مفصل لکھینگے +

## سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا بیان

جب کہ خیانت الدین تغلق اس جہان سے وداع ہوا۔ تو سوم کے بعد تغلق آباد میں جو خان پڑا بیٹا اور ولیعهد اسکا مسند شاهی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور سلطان محمد شاہ اپنا خطاں رکھا۔ چہلم کے بعد تغلق آباد سے دہلی میں آیا۔ اور پرانے بادشاہوں کی تخت گاہ پر جلوس فرمایا۔ اور یہ اجلاس سجاہ و جلال و نشان و شوکت کی ساتھ تھا کہ وہ کسی اور تخت نشین کو نصیب نہوا۔ سو چاند کا مینہ برسایا۔ غریب مفلسوں کو مال مال کر دیا۔ عمر بھر کی وطن سے اذکوار ان فراغ ہوا۔ رضاء اور امرا کو بڑے بڑے جاؤ منصب و علماء اور فضلاء کے بڑے بڑے وظیفہ مقرر کئے +

## سلطان محمد شاہ تغلق کی عادات

یہ بادشاہ عجائبات روزگار سے تھا۔ اسکی ذات جامع ہندو تھی۔ بہلائیان برہمنوں پر پردہ ڈالتی تھیں۔ اور برائیان بہلائیوں کو خاک میں ملاتی تھیں۔ فیاض ایسا کہ روپیہ کو ٹھیکری سمجھتا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کو لاکھوں روپے دیدیتا۔ یہی سبب کہ عیسے اسکی یاقوت اور محامدین دفتر کے دفتر سیاہ ہو گئے ایسے کسی دریا پادشاہ کے نہیں۔ اس سخاوت کا حال شکر سلاطین کے صاحب کمال اس کے دربار میں آتے۔ اور اپنے آرزو سے زیادہ دولت پاتے۔ ایک بکن کا بیج اسکا اور بادشاہوں کے بیرون کے بیج کا

محتاجوں کے واسطے محتاج خانے بیماروں کے واسطے شفا خانے مسافروں کے واسطے مسافر خانے  
 بنوائے۔ سلام اوسکو وراثت میں ہاتھ لگا تھا۔ پانچون وقت کی نماز پڑھتا۔ کبھی رمضان کے  
 روزے نافذ نہ کرتا۔ نشہ کو کبھی نہ چھوٹا۔ حرام کاری کو سون بہاگتا۔ قمار بازی کے پاس کبھی  
 نہ جاتا۔ مگر باوجود اس طاعت شریعت کے پاک اور مقدس بہائیوں کا خون کرنا اوسکا پیشہ تھا۔ کئی  
 ہفتہ جاتا ہوگا کہ حسین کوئی مولوی مفتی قاضی صوفی قلندر قتل نہوتا ہو۔ مسلمان مارنے کا  
 اوسکو اتنا ہی افسوس نہوتا کہ جتنا پانوں تلے چھوٹی کے پس جانچکا ہوتا ہے۔ فرعون  
 اور فرودی ارادوں کے ہی اوسکا دماغ خالی تھا۔ حضرت سلیمان کی طرح چاہتا تھا کہ پغمبری  
 اور سلطانی دونوں اوسکی ذات میں جمع ہو جائیں۔ شیریں گفتار ایسا کہ منہ سے پھول جھڑکتے  
 اوسکی باتوں سے کبھی دل نہ ہرتا۔ خوش نو لیس ایسا کہ جسکو استادان خط استاد  
 کہتے تھے۔ زبان عربی فارسی میں ایسا نشی تھا کہ اور دیراد سپر رشک کرتے تھے عرض  
 اپنے وقت میں تحریر و تقریر میں بظہر تھا۔ بعد مر نیکی ہی اوسکا کلام یادگار روزگار رہا  
 ۔ فارسی شعور خوب کہتا۔ اور تقدیر کے اشعار کو خوب سمجھتا۔ قوت حافظہ اوسکی ایسی تھی  
 کہ جو بات کہ ایک فوٹکس عمر پر یاد رہے۔ اشعار ہزار یاد تھے۔ کتابیں کی کتابیں  
 بر زبان تھیں۔ معقولات میں منطق اور الہیات اور طبیعاً اور ریاضیات طبعیت کو  
 خوب لگاؤ تھا۔ خصوصاً فن طب میں کمال تھا۔ مریضوں کا علاج کرتا۔ اور شخصیں مریض  
 میں اطباء سے طالب علمانہ بحث کرتا۔ اور انکو قائل کرتا۔ اکثر صرف اوقات علم فلسفہ  
 میں کرتا۔ معقول مولویوں کی صحبت میں رہتا۔ فقہا اور ارباب منقول کو اوسکی مجلس میں  
 بارگاہ تھا۔ وہ انہیں منقولات کو معقول جاننا جو عقل کے موافق و فطرت کے مطابق  
 ہوتی تھیں۔ باقی سب منقول کو نامعقول کہتا۔ اوسکے دل میں معقول خیالات ایسی تھیں

کہ کوئی جگہ منقولات کے لئے خالی نہ رہی۔ لطیفہ سنجی اور نہر لہ گوئی سے ہی اسکی صحبت خالی نہ تھی۔ ایک شاعر عبید نعید ہی نہر لہ گوئی کے واسطے موجود تھا۔ باوجود ان علمی لیاقتوں کے میدان رزم میں جو احمد زاد و شجاع اور فن سپاہ گری سے خوب گاہ تھا + گو یہ سب خوبان اسکی ذات میں کمال درجہ کی تھیں۔ مگر بہت سی حرکات اور اسکی عادت ایسی تھیں کہ جیسے اسپر جنون کا شبہ کرنا سچا نہیں ہے۔ اپنی خود رانی سے عقل مصلحت اندیش کے خلاف مہمون اور کاموں اور ارادوں کے منصوبہ باز نہ تھا۔ اور اسکی پورا کرنے کے لئے کسی کی صلاح اور مشورہ نہ لیتا۔ اور رعایا کی تکلیف کا ذرا خیال نہ کرنا اس سبب جو جو مصیبتیں و آفاتیں اور بلائیں رعایا کے سر پر اس پادشاہ کے عہد میں پڑیں وہ کسی ظالم پادشاہ کی سلطنت میں بھی نہیں واقع ہوئیں۔ ان منصوبوں اور منصو

### بیان دو چار صفوں کے بعد ایگنا فقط مغلون کی حملی و کنی کی عجیبہ سیر

تموورشین خان یا تمشین خان ایک بڑا مشہور اور نامور سردار مغلون کا تھا۔ اوسنے ۱۳۳۷ء میں ہندوستان کی تخیہ کا ارادہ کیا۔ اور بہت سی فوج مغلون کی لہکر پنجاب میں گھس آیا۔ بلخان ملتان تک ٹ مار کر تاروا دی کے دروازہ پر پہنچا یا پٹنا نے لڑنا مصلحت نہ جانا۔ اور اس بلالکولین ٹالا۔ کہ سچ میں لوگوں کو داسطہ بنایا۔ اور اسکی معرفت بہت جو اسرات اور چاندی سونا تموورشین خان پاس بچایا۔ اور اسکا راضی کیا کہ وہ ہندوستان جلد چلا جائے۔ یہ سردار دلی سے روانہ ہوا۔ اور گجرات کو لوٹ مار کر تاروا ہوا اور سندھ اور ملتان میں ہوتا ہوا اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ یہ ہندوستان میں پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ تدبیر کام میں آئی۔ اور ایسی راستی کہ پہر مغلون نے

ہندوستان پر حملہ کیا۔ حالانکہ مغلوں کی لاپچی اور طامع اور حرص ہونے سے یہ امید قوی تھی کہ یہ دولت پرانے ہندوستان پر حملہ کرائیگی +

## بادشاہ کی عمدہ تدبیریں

اب سلطان محمد تغلق کو ترتیب لشکر کا جنال ہوا۔ اور اسکو خوش سلوکی کے ساتھ مرہٹوں اور مالک ہندوستان گجرات مالوہ مرہٹوں کا ملک تنگ گنپلہ دوار سمدرلیبار لکھنوتی جٹ گکانو سنارگانو ترہٹ کو اپنے قبضہ میں لایا۔ اور خوب ونگناہ نظام اور بندوبست کیا۔ سب اجہ راسے زمیندار باج گزار فرمانبردار تھے۔ کوڑی کوڑی پیسہ پسیا خرچ کیا اور کر دیتے تھے۔ اور ایک دی باقی نہ رہتی تھی۔ ہندو روپیہ خزانوں میں آتا کہ بادشاہ کی بادشاہ کی شاہ خرچی کے اونین کمی نہ ہوتی۔ کسی متمد اور کشرش کو طاقت سر اوٹھائی نہ تھی۔ اسوقت دور دراز کے صوبوں میں بھی ایسا ہی اچھا نظام تھا جیسا کہ اس سلطنت کے قرب و جوار میں۔ اس بادشاہ نے ہر کوڑی دنوں میں وہ انتظام کر لیا کہ پہلے بادشاہ ہونے کے زمانہ میں برسوں نہ ہوا تھا۔ اب یہ حال تو اوائل سلطنت میں تھا مگر اب بادشاہ نے وہ تدبیریں کیں کہ جسے پہلے نظام جاتا رہا +

## بادشاہ کی نامعقول منصوبوں اور تدبیروں کا بیان

بادشاہ نے دل میں تین چار منصوبوں پر ایسے سوچے کہ جسے ساری دنیا فتح ہو جائے۔ اور ان منصوبوں کے پورا کرنے کے لئے کسی سے کچھ صلاح اور مشورہ نہ لیا۔ جو منصوبہ دل میں آیا اسکو صواب جانا۔ اسکا عیب کبھی نہ پوچھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رعایا پر بادشاہ کے خزانہ خالی ہوا۔ جگہ جگہ بغاوتیں اور سازشیں ہونے لگیں۔ ابتری پر بدتری اور درہمی پر برہمی بڑھتی چلی گئی۔ طرفہ یہ کہ جبکہ وہ نظام بگڑا گیا۔ بادشاہ کا مزاج بھی بگڑا گیا۔

جس کام کو بادشاہ نے چاہا جب نہ ہوا۔ تو بادشاہ کو غصہ آیا۔ اور عایا کو کہیں لگاڑی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ ساری رعایا اس گزشتہ ہو گئی۔ اور سوا گجرات کے اور سارا ملک اس پر گیا اور قرضہ سرکل گیا۔ اب ان منصوبوں کی تفصیل یہ ہے +

## اول نامعقولیت بہر

بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ خراسان اور ادرائیں کو فتح کیجئے۔ اسلئے تین لاکھ ستر ہزار کا لشکر مرتب کیا۔ اور بڑے بڑے سردار خراسانی اور ایرانی اس کام پر آکر نیکے واسطے نوکر رکھے۔ ایک ہی سال میں بہر سپاہ اور سپہ سالار خزانہ کا روپیہ کہا گئے۔ دوسرے سال میں ان کی تنخواہ بادشاہ نہ دے سکا۔ اس سبب نہ کوئی ملک فتح ہوا نہ کہیں سے غنیمت ہاتھ لگی۔ گہرے خزانہ میں بھی پوٹی کوڑی باقی نہ رہی روپیہ بھی لشکر کو تہا مشا جب وہ نہ رہا تو یہ لشکر بھی متفرق و منتشر ہوا اور بادشاہ کا دوا لاکھ نکال گیا +

## دوم نامعقولیت بہر

دوبارہ بادشاہ کو یہ خیال ہوا کہ ملک چین کو فتح کیجئے۔ وہاں کی دولت اور غنیمت سے خزانوں کو معمور کیجئے۔ اسلئے امرانہ دار اور آرمودہ کار سردار اور ایک لاکھ سوا تہا بہانچہ خضر و ملک ماتحت <sup>۱۳۳۸</sup> <sub>۱۳۳۸</sub> میں روانہ کئے۔ اور حکم دیا کہ اول ہمالہ پر قبضہ اور تصرف کریں۔ اور جہاں ضرورت ہو وہاں قلعہ تعمیر کریں۔ اور انہیں چاؤنی سپاہیوں ڈالیں۔ جب اس طرح کو ہمالہ پر قبضہ ہو جائے تو مجھے مطلع کریں۔ میں لشکر لکک کو جب پہنچوں تو چین پر حملہ کریں۔ اگرچہ بادشاہ کو عقلمندوں نے سمجھا یا کہ یہ منصوبہ ناصواب اور ایک چیمہ بہر میں چین کی ہاتھ نہ آئے گی۔ مگر بادشاہ نے ایک سنی۔ اور لشکر بادشاہ کے حکم کے موافق روانہ ہوا۔ مگر جب ہمالہ پہاڑوں گزر کر نہار دشاوری سرحد

چین تک پہنچا۔ تو وہاں چین کی فوج بڑی قوی پائی۔ اور اپنی قلت اور زحمت اور دشمنوں کی قوت اور کثرت کے سبب مقابلہ نہ کر سکے۔ چین کی سپاہ جب یہہ اونکی بے ہوسا مافی دیکھی تو کچھ ہڈ لٹیتہ لکھا۔ اب لشکر شاہی مرجعت کا ارادہ کیا۔ مگر برسات آگئی۔ اور تمام زمین پانی کے تلے ڈھک گئیں۔ اور یہہ نیچے رہوں کے خرابی دہر اوپر سے پہاڑیوں کی ایدرسانی سنگ انداز ہی اور دشمنوں کا تعاقب ان سب کے سپاہ کا کام تمام کرنا شروع کیا۔ جو پانی بچے اونکو فاقوں مارا۔ اور حینے سے تنگ کیا۔ مگر نصیبو ایک سو سچ جنگل گیا۔ وہاں ایک مغل ہار مینہہ برسا اس سبب چینی اونٹے چلے گئے۔ اور یہہ ہندوستانی بچے کچھ اونچی پہاڑوں کے اچھے موسم میں نکل آئے۔ مگر بارش پانی پانی ہو رہا تھا۔ اور چوٹی پہاڑیوں پر بن ایسے کھرے تھے کہ اونسے گزنا دشوار تھا۔ غرض اس مرجعت میں ایسی سخت مصیبت پیش آئی کہ پندرہ دن بعد ایک آدمی ہی باقی رہا کہ اپنی بکٹ کہانی سلنا۔ اور اپنا رونا کسی کے سامنے روتا۔ جو فوج جاتی دفعہ جابجا رہوں کی حفاظت کیواسطے چھوڑی تھی اونہیں سے بہت پہاڑیوں کے شکار ہوئے۔ اور جو جان سلامت لیکر بادشاہ سلامت کے روبرو آئے۔ وہ اس جرم میں کہ شکست سبب وہی گردن مارنے

### سوم تدبیر نامعقول

جب یہہ تدبیر بن نہ پڑیں۔ اور خزانہ میں کچھ باقی نہ رہا۔ تو اونسے اور راہ دولت بڑا کے نکالی۔ مگر بقول شخصی کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں وہ جو چال چلا بہت ہی بری چلا۔ جب اونسے یہہ سنا کہ چین اندر زجاء چلتا ہے (جادو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے) اوپر نالم اور لقب پادشاہان چین کا منقش ہوتا ہے) تو اونسے یہہ ارادہ کیا کہ میں ہی بجایا اس کاغذ رکے تا تبے کا سکھ چلاؤں۔ چنانچہ وار مضرب میں تانبے پر سکھ لکھا۔



مگر ایسے سکون کا چیلنا سلطنت کے اعتبار اور استقلال پر موقوف ہوتا ہے۔ بہلا اس دوا لیتے  
بادشاہ کا یہ سکہ کیونکر چلتا۔ جسکی سلطنت کا اعتبار ایک ن کا ہی تھا۔ اس سکہ کو بیکار نہ ملے  
کئے لوگوں نے تو ہاتھ ہی نہ لگایا۔ اپنے ملک الونجی ہی اس کے استعمال میں پہلو تھی کہ  
اس سبب تجارت اور داد و ستد میں خلل پڑا۔ روز بروز اور افلاس رعایا کا بڑھا۔ اگرچہ  
بادشاہ کا قرض ادا ہو گیا۔ مگر اس قدر آمدنی میں گہاٹا پڑا۔ محاصل شاہی سب غیر مطمئن ہوئے  
۔ غرض یہہ تدبیر ہی زوال دولت میں معاون ہوئی۔

### چہارم نامعقول تدبیر

اب روپیہ لئے جبر و تعدی بادشاہ کی طرف سے تحصیل محصول میں واقع ہونے لگے۔ نئے  
ابواب کا بارالیا رعایا کے سر پر رکھا کہ جسکے سبب اسکی گردن سیدھی نہوسکتی تھی۔ اور  
کمر ٹوٹی جاتی تھی۔ غریب کا شکار کہیت چھوڑ چھا۔ بہاگ گئے۔ آسودہ حال رعایا نے  
سرکشی پر کمر بستگی کی۔ غرض ایسا ملک برباد ہوا کہ کبھی کسی ظالم بادشاہ کے عہد میں ہی  
نہیں ہوا۔ دو آہ کے ملک پر دس یا پانچ فیصدی محصول کا اضافہ کیا۔ اور اس محصول کو  
ایسے کڑے طور سے وصول کیا کہ سارا ملک غیر آباد ہو گیا۔ اور اس زیادہ شناسیکے  
سبب کاشتکاروں نے کاشت سے ہاتھ اوٹھایا۔ اور زمینیں مینہ برسایا۔ اس سبب  
ایسا ایک قحط عظیم پڑا کہ آدمی آدمی کو کھانے لگا۔ گہرے گہرے خاندان کے خاندان  
لیا میٹ ہو گئے۔ سب کاروبار بادشاہی معطل ہو گئے۔ +

### پنجم نامعقول تدبیر

جب بادشاہ کی اس تدبیر سے کہ ولی سے دار السلطنت دیوگدھ میں منتقل ہو رعایا کو تکلیف  
پہنچی ایسی کسی اور تدبیر سے اوپر نہیں پڑی۔ یہاں ارادہ فی نفس نہ تھا اگر اسکو وہ

معتول طوطہ پر نگاہ میں لانا۔ لیکن جوقت اس کے دل میں بہہ ارادہ ہوا۔ ایک لادہند حکم دیا کہ سب اہل ملی دیو گڈہ کو روانہ ہوں اور وہاں جا کر بیدین بیچارے پہلے ہی مصیبت مار گئے گھیر رہے تھے۔ اب یہہ اود آفت پرافت آئی۔ گو اس وقت پادشاہ نے ان کے مکانات کی قیمت خزانہ شامی سے ادائیگی پھر وطن سے جلا وطن ہونا سکھو گوارا ہوتا۔ اس طرح دلی برباد ہوئی۔ مگر دولت آباد آباد نہوا۔ ان مصیبت زدوں نے وہاں جا کر گورسنان کو آباد کیا۔ پادشاہ نے سب طرح کے قصاص کمال آباد کئے۔ اور دیو گڈہ کا نام دولت آباد رکھا۔ اور یہہ قلعہ جواب وہاں موجود ہے۔ اسی پادشاہ نے اسے تعمیر کرایا تھا۔ اس شاندار عمارت معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا الو العزم تھا۔ اس قلعہ میں ہوا ایک اسٹہ کے دو ستر راستہ نہیں کہا گیا اور یہہ راہ اس راہ سے بنائی ہے کہ ایک پہاڑ کا گڑھ ۱۸۰۱ فٹ کا پہاڑ میں عمود وار اور عمود کا ٹاٹا ہے۔ اور اس کے عین سطح میں ایک چکر دار راہ بنائی ہے۔ قلعہ کے گرد ایک خندق عمیق بنائی ہے۔ اور یہہ ہی پہاڑ میں کائی ہے۔ غرض پادشاہ کبھی دہلی دیو گڈہ جانی کا حکم دیتا اور کبھی دیو گڈہ سے دہلی آنے کا اس حرکت رعایا کا رہا سہا دم بھی نکل گیا۔

## بغاوتیں اور ظلم و ستم کی باتیں

جب رعایا کا پادشاہ کے ہاتھ سے ناک میں دم آیا۔ تو اس نے جابجا بغاوتیں برپا کیں اور جگہ جگہ فساد کھڑے کئے۔ تفصیل ان کی نیچے لکھی جاتی ہے۔

## مالوہ کی بغاوت

سب سے پہلے بغاوت مالوہ میں بہاؤ الدین نے اختیار کی۔ یہہ باغی پادشاہ کا بہتیجا تھا اور کرناٹک و سکا لقب تھا۔ جب اس نے چچا کے سب زوار کو بگڑتے ہوئے دیکھا۔

نوا دسکا ارادہ ہوا کہ خود پادشاہ بجاؤں۔ اسلئے امرا و کن کو اپنے سے متفق کرنا چاہا۔  
 جو اسکے ساتھ شریک ہو بیچ گئے۔ اور جو مخالف ہو وہ ٹھکانے لگائے گئے۔ پادشاہ  
 ۱۳۳۹ء میں اس بغاوت کو دیکھ کر نیکے لئے تیاری کی۔ اور باغی کا چہا دکن تک پہنچا  
 اور اسکو گرفتار کیا اور جیسے جی کہاں اسکی کچھوائی +

### ملتان کی بغاوت

ملک بہرام ایبہ جو پادشاہ کا نہایت رفیق تھا۔ اور اسکی تخت نشینی میں بڑا مددگار  
 تھا۔ ملتان میں بغاوت شروع کی۔ پادشاہ اسوقت دیوگڑھ میں تھا۔ فوراً لشکر نیکہ  
 ۱۳۳۹ء میں ملتان کو روانہ ہوا۔ بہرام پادشاہ سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی  
 اور مفت جان گوائی +

### پادشاہ کا دلی میں رہنا اور رعایا کا سزا دینا

اس مہم سے فائدہ ہو کر پادشاہ دلی میں آیا۔ اور دو برس رہا۔ چونکہ ان دنوں دوا  
 میں تحصیل خراج میں جبر اور قہر بہت ہو تا تھا۔ اسلئے وہاں کے ہندو کا شکاروں  
 زمین کا تردد چھوڑ کر مرد اختیار کیا۔ گہروں کو آگ لگا دی کہ لیاؤ نکو پیونکے یا سوار  
 بستی کو اوجا بھنگلوں میں چلے گئے۔ سپر حکم شاہی نازل ہوا کہ فوجدار اور سردار جہاں  
 ان کا شکاف کو بائیں قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے کسی مقدم گردن مارا۔ کسیکو  
 اندھا کیا۔ کسیکو زندہ زمین میں دفن کیا۔ غرض ان بیچاروں کو جنگل میں ہی بے زبیا  
 پھر پادشاہ برن میں شکار کھیلنے کے لئے آیا۔ اور سارے صوبہ برن کو بچھا کر لیا۔ ہر  
 ہندوؤں کے سر کٹوائے اور قلعہ برن کے گنگروں پر لٹکوائے +

### بگالہ کی بغاوت

انہیں دنوں میں ایک اور ہنگامہ بگالہ میں برپا ہوا۔ بہرام حاکم سنارگانو نے اتفاق کیا  
 ۳۴۲ء میں فخر و اولو اسکے لشکر نے بغاوت اختیار کی۔ اور کھنوتی کے حاکم قد خان کو  
 قتل کیا۔ اس کے زن و بچے کے ٹکڑے اڑائے۔ خزانہ کھنوتی پر قبضہ کیا۔ غرض سنارگانو  
 اور چٹگانو اور کھنوتی پر فخر و اولو ایسا قبضہ ہو گیا کہ بادشاہ بہرام ملک و سر پہر و لٹانہ لڑکا

### فتح کا برباد کرنا

اس وقت بادشاہ نے فتح سے لیکر دلتوک ملک تک تاراج کیا۔ اور رعایا کا شکار کیا۔  
 رعایا نے خوف اور دہشت سے جنگلوں کی راہ لی تو حضرت بادشاہ سلامت کو یہ خبر بھی  
 کہ شکار کے واسطے جیسے جنگل کو گہرے میں طرح جنگل گہرے۔ اور چاروں طرف سے  
 سپاہی جو آدمی ملے اسکا شکار کرتے ہوئے سچ میں گہری کے آن ملیں +

### ساحل کار و منڈل پر بغاوت

بادشاہ جب یہ کام فتح میں کر رہا تھا کہ ایک سرکشی ملک تلنگانہ میں برپا ہوئی۔ سیکو  
 فارسی کتابوں میں معبکی سرکشی لکھا ہے۔ یہاں سیدجن جو ابراہیم فوطہ دار کا باپ تھا  
 باغی ہوا۔ اس نے بادشاہی محال و رامیر و ن کو مار ڈالا۔ اور ساری حکومت اپنے  
 اختیار میں کر لی۔ بادشاہ یہ خبر سن کر دلی گیا۔ اور وہاں لشکر مرتب کر کے دیوگڈہ کو  
 روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں اس بغاوت کا تدارک کرے۔ دو چار ہی منزل چلا تھا کہ غلہ  
 کی گرائی شروع ہوئی۔ اور قحط کی صورت نظر آئی۔ راہ میں سب نہروں کی نہ زنی نے  
 مسدود کر دیں۔ خیر جب بادشاہ دیوگڈہ میں آیا۔ تو ملک مرستہ برابو اب و محصول سخت  
 جاری کی۔ اور اونکا مطالبہ سختی سے شروع کیا۔ احمدایاز کو اپنا نائب مقرر کر کے دلی  
 بھیجا۔ اور خود ملک تلنگ کو روانہ ہوا۔ جب یہ نائب دلی میں آیا تو وہاں لاہور میں

اوسنے اس فساد کو رفع دفع کر دیا۔ اور سلطان خود ورنگل پر پہنچا۔ تو دبا شروع ہوئی اور بڑے بڑے آدمی اسن باسے مر گئے۔ بادشاہ خود بھی اس مرض دباؤ میں مبتلا ہوا۔ ناچار ملک قبول کو نائب وزیر مقرر کر کے ملک تلنگ کا کام اوسکے سپرد کیا۔ اور خود حالت مرض ہی میں دیوگڈہ میں آیا۔ رستہ میں یہ اتفاق ہوا کہ ایک دانت اپنا نکلوا یا۔ اور بڑی دھوم دھام سے اوسلو دفن کرایا۔ اور ایک مقبرہ بہت تکلف و سپہ بنوایا۔ بادشاہ نے ہر خنڈ علاج کیا مگر تندرست نہ ہوا۔ اسی شہاب سلطان کو لقب نصرت خان کا دیا۔ اور ملک بیدراوسکے سپرد ہوا۔ ادھر دیوگڈہ سے بادشاہ مرض ہی دلی کو روانہ ہوا۔ ادھر دلی کے آدمی دیوگڈہ میں آباد ہو گئے تھے اُنکو پہر اپنے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ مگر جنگلو دیوگڈہ پسند آگیا تھا وہ وہیں رہے۔ باقی اپنے گھر آئے۔ دیوگڈہ سے چلکر بادشاہ وہاں چلا گیا۔ مرض کے سبب کچھ دنوں یہاں اقامت کی۔ پھر مالوہ میں ہوتا ہوا دلی کی طرف چلا۔ سارے قصبے اور قریے اور دہات راہوں پر سنان ویران پڑی تھی۔ غرض بادشاہ دلی میں پہنچا۔ اور اوسکو دیکھا کہ کیا نہ تھا اباب جنگل ہے۔ قوطی نے اور آفت و بھار کہی تھی۔ زمین کہیں سبز نظر نہیں آتی۔ ہر خنڈ بادشاہ نے زراعت آباد کرنے کی طرف کوشش کی اور خزانہ شاہی سے تقاوی دی۔ مگر رعیت کی ہمت ایسی پست اور ضعیف ہو گئی تھی کہ کچھ کام نہ چلا۔ اور بارش کی کمی نے کھڑوڑ دی۔ اناج کی گرانی نے آدمیوں اور گھوڑوں اور مویشی کا کام تمام کر دیا۔ یہ خبر بیان ہو ہی نہیں مگر بادشاہ بہت جلد تندرست ہو گیا

## شاہ ہوا افغان کی بغاوت

بادشاہ زراعت کی اصلاح کر رہا تھا کہ خبر آئی کہ شاہ ہوا افغان باغی ہو گیا۔ اوس نے ایک گروہ افغانوں کا جمع کیا۔ اور ملتان کو انکر لے لیا۔ اور بہزاد نائب کو مار ڈالا

ملک نواسیہ ملتان بہاگ کر پادشاہ پاس آیا۔ اس پر پادشاہ اپنا لشکر راستہ پر ہتھ کر  
 خود ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اور دو چار منزل ہی جا تھا کہ ماکہ سنانوئی آئی۔ آتے  
 اور سکو بہت بچ و لال ہوا۔ اس پاک دامن عورت کا نام محمد و مہ جہان تھا۔ اور اسکی  
 سبب ہی سیکڑوں گہرا دتھے۔ اور ہزاروں آدمیوں کی آرام اور راحت اوقات  
 بسر مونی تھی۔ پادشاہ اپنی ماکہ نہایت تابعدار تھا۔ جب ملتان تھوڑی منزل قری رہا  
 نوشا ہوا فغان کی عرضداشت آئی۔ آدمین لکھا تھا کہ میں بغاوت ہاتھ دھہا یا۔ اور  
 خاصہ اطاعت سر پر رکھا۔ اور جو کچھ کیا اس پیشیمان اور نام ہوا۔ اب اُسذہ تو بہ  
 کرتا ہوں کہ بہر ایسی حرکت نہ کرونگا۔ اور اپنے افغانوں کو لیکر افغانستان کی طرف  
 چلا گیا۔ اور پادشاہ دلی میں چلا آیا۔ اور زراعت کی تدابیر میں مصروف ہوا۔

## پادشاہ کا سام اور سامانہ کی تمرونگا سنادینا

سام اور سامانہ کی تمردوں کی ستر کے واسطے پادشاہ کو وہاں جانا پڑا۔ یہاں مہیا  
 و چوہاں وغیرہ سرکشوں نے مندل یعنی لڈہیاں بنالی تھیں۔ اور کوڑی خرچ کی پادشاہ  
 پاس نہیں بھیجی تھی۔ اور راستے لڑتے تھے۔ غرض سارے ملک میں ایک نہ چا کہی  
 پادشاہ خود وہاں گیا اور سب گھبراہٹ توڑنا کر برابر کین۔ اور انکی جمعیت کو ریستہ  
 اور متفرق کر دیا۔ اور سرغنوں کو گرفتار کر کے دلی لے آیا۔ انہیں سے بعض مسلمان  
 بعض کا سر اوڑایا۔ بعض کو امیرن اور ٹوٹے حوالہ کیا۔ وہ اپنے بال بچوں سمیت دلی  
 میں رہنے لگے۔ اور اپنی قدیمی زمینوں اور سکونت جہاں گئے غرض بہہ شرونا د  
 رفع ہوا۔ اور امن و آمان ہو گیا۔ جو قوت پادشاہ دلی میں آیا تو وہ قحط پڑ رہا تھا کہ آدمی  
 آدمی کو کہتا۔ ہر چند پادشاہ روپیہ اپنا کنون اور لاکھ کو دینے کے واسطے ان زراعت

مگر کچھ نتیجہ نہوا۔ بعض وہ یہ کہا گئے۔ بعض نے کنوؤں اور نالابوں کے گھودنے میں لگایا

## خلیفہ مصر کا خلعت

اب دلی میں بادشاہ کے دل میں بیٹھے بیٹھے یہ ترنگائی کہ بغیر اجازت خلیفہ عباسی کے سلطنت کرنی کیو جا نہیں ہے۔ اس اجازت کے فکر میں ہوا۔ اور مسافروں سے اسکو دریافت ہوا کہ حکام مصر نے کسی مصالحت کے سبب غاندان عباسیہ میں کیو خلیفہ بنا کر کہا ہے۔ عرض بادشاہ غائبانہ اس خلیفہ سے محبت کی۔ اور اپنے نام کے ساتھ اس خلیفہ کا نام ہی خطبہ اور سکے میں جاری کرایا۔ ۳۴۳ھ میں حاجی سعید حرزی بادشاہ ایلچی کے ساتھ خلعت اور زینت لایا۔ اسکی تعظیم اور تکریم میں وہ ببالغہ ہوا کہ بادشاہ یہ حرکت ہی مخجوزانہ معلوم ہوئی۔ قصائد بد چہرچہ میں بہت قصیدے اور شہار اس خلعت اور اسکی تعظیم و تکریم کے باب میں لکھے ہیں۔ اس شلو کا نام اصل بن الدین ہے وہ چہرچہ کا رہنے والا تھا۔ اور چہرچہ تاشقند میں ہے۔ یہ ہدایاں و شاہ کی عہد میں سبتان کے اندر آیا تھا۔ جب بادشاہ کو خلعت خلیفہ کی طرح آیا تھا۔ یہ ایک قصیدہ اسکی تہنیت میں لکھا تھا۔ ان قصائد سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ خلعت آنے پر کیا کیا ہوتا تھا چند جگہ جبریل زطای گردون آتش و گوہان رسید ۴۰۰۰ خلیفہ موسیٰ سلطان خلعت فرمان رسید

## کرناٹک کی بغاوت

انہیں دنوں میں کشناتانک لیسٹڈر دبوکر درنفل کے نواحی میں پڑا تھا۔ جبریدہ بلال دیو راجہ کرناٹک کی پاس آیا۔ اور کہا کہ لنگ و کرناٹک و نون میں مسلمان گھس گئے ہیں۔ اور اوں کا ارادہ ہے کہ ہم کو اور تم کو دونوں کو نیست و نابود کر دیں۔ اس باب میں

مشورہ اور فکر کرنا چاہئے۔ بلال یونے سب ایمان سلطنت کو بلا کر مشورہ پوچھا سو یہ قرار پایا کہ بلال یو اپنے ملک کو چھوڑ کر شہ اسلام سکے راہ میں اپنا پانی تخت مقرر کرے۔ اور معبر اور دوا ر سمندر اور کنپلہ کو مسلمانوں کو تصرف ہی نکال لے۔ اور کشنا ناک ر نخل کو مسلمانوں کو قبضہ سے نکال لے۔ یہ ہفت بڑی فرصت کا ہی ایسا بہترین لیگا۔ چنانچہ بلال یونے ایک شہر اپنے بیٹے عین لے کے نام آباد کیا اور اس کا نام عین نگر رکھا۔ مگر یہ وہ بیجا پور مشہور ہو گیا۔ اور ہمیشہ ہمارے ان کے اندر گویا سپاہ اسلام کی راہ رو کے واسطے بنا۔ اور کشنا ناک نے بہت سی سپاہ بلال یو سے لیکر نخل کو مسلمانوں چھین لیا۔ اور ملک نائب وزیر بادشاہ پاس لی بھاگا گیا۔ غرض سنگانہ اور اور کرناٹک ر اجاؤں نے باجم اتفاق کر کے ۱۲۴۲ء میں دوبارہ آزادی حاصل کر لی۔ اور کرناٹک ر راجہ بلال یونے ایک ایسے شہر کی بنیاد ڈالی جس کے راجہ بلال یو کے ختم ہونے کے ہی سو لہویں صدی تک مسلمانوں لڑتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت سوا گجرات اور دیو گڑھ کے کہیں اور امن نہ تھا۔ رعایا کا دل بادشاہ سے بالکل مخوف ہو گیا تھا۔ اور بادشاہ اپنی سیاست کا مون سے باز نہ آتا تھا۔ جعفر بہت سی باتیں ہی گئی اور سید بادشاہ سے رعایا بگڑتی گئی +

### بادشاہ کا سر دوا ری میں رہنا

دلی میں بادشاہ نے دیکھا کہ جب تک خدا کی رحمت خلق پر نہ نازل ہوگی روز بروز رحمت ہوتی جائیگی اور میری تدبیر کوئی کام نہ کرے گی۔ اسلئے اس نے حکم دیدیا کہ شہر دروازہ کھولے جاوین۔ جب رعایا اس پھر لے رہا ہوئی تو افغان خیزان بنگالہ کی طرف روان ہوئی اور خود ہی پٹالے اور کنپلہ (ضلع فوج آباد میں یہ قصبہ میں) سے ہوتا ہوا قصبہ کمور کے پاس بربل دیا رنگ خمیر بن ہوا۔ اور پھر پورے دنوں یہاں ٹھہرا۔



اور آدمیوں کو حکم دیدیا کہ جو پڑے چہرے فرور و عزیزین کے قریب آئیں۔ اس مقام کا نام سرگ دداری (یعنی جفت کا دروازہ) رکھا۔ اب یہاں کڑھ اور اودھ غلہ آنے لگا اور دلی کی نسبت ارزان بکینی لگا۔ ہوقت ملک و دہ اور ظفر آباد میں عین الملک صاحبہ رہا اور اسے اور اسکے بھائیوں کے یہاں بطرحے امن امان کر رہا تھا۔ پادشاہ کی حدت نقد و جنس غلہ و کپڑے خوب سوخت کر رہا تھا۔ اس سبب پادشاہ کو دل میں سکی جگہ ہو گئی تھی۔ اور اعتبار بڑھ گیا تھا۔ اور اسکی لیاقت کا یقین ہو گیا تھا۔

## بغاوتیں

اس عرصہ میں چار بغاوتیں پے درپے واقع ہوئیں اول کڑھ میں نظام پائین نے فتنہ کھڑا کیا۔ یہ ایک شخص بہنگڑا اور یاوہ گوار ہرزہ کار تھا۔ اپنے عہدہ کا انصرام نہ کر سکا <sup>۱۳۴۵</sup> میں بغاوت اختیار کی اور سر پرتاج لگایا۔ اور سلطان علاء الدین اپنا لقب کہا۔ پہلے اس کے پادشاہ کا حکم اس معاملہ میں پہنچے عین الملک اور اسکے بھائی لشکر لیکر چڑھ گئے۔ اور اسکو قید کر لیا۔ اور اسکا پادشاہ پاس بھیج دیا۔ اور جو اور شریک اس بغاوت میں آئے انکو سزا دی۔ دوسری بغاوت اسی سال میں دکن کے اندر یہ ہوئی کہ شہاب سلطان جبکو نصرت خان کا خطاب لیکر مید میں صوبہ بنا کر پادشاہ نے بھیجا تھا۔ اپنے عہدہ کا انصرام نہ کر سکا۔ اور ہزاروں روپیہ غنیمت کر گیا۔ علاوہ پادشاہ سے برگشتہ ہو گیا۔ قلع خان نام حکم شاہی نازل ہوا کہ دیو گڑھ سے جا کر اس بغاوت کا علاج کرے۔ اور دہلی سے اور امیر ہی اسکو ملکا کے بھیجے گئے۔ قلع خان جا کر حصار مید کو محاصرہ کیا۔ اور قلعے کے کر کے نصرت خان کو حصار باہر لایا۔ اور پادشاہ پاس بھیج دیا۔ تیسری بغاوت اسی مہینہ میں یہ ہوئی کہ علی شاہ نے کہ امیر ان عہدہ

اور ظفر خان کا رشتہ دار تھا۔ دولت آباد سے گلبرگہ میں محمول سلطان کے تحصیل کو پہنچ گیا  
 جیل دے دیکھا کہ یہ ملک عمان فوج سے خالی ہے تو سب اپہائوں کو کہہ بھجوا دئے حسن  
 کا لگوئی بھی تہا جمع کیا۔ اور ۱۳۶۶ھ میں گلبرگہ کے صوبہ دار کو مار ڈالا اور غدر مچا دیا۔  
 اور ٹوٹا مارتا بیدر میں آہنچا۔ وہاں ہی نابھ مار ڈالا۔ اور سارے ملک کو بادشاہ  
 اسپر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قلعہ خان کی امداد کے واسطے متعین کیا۔ جب  
 قلعہ خان حوالی بیدر میں پہنچا تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی لڑائی شروع کی مگر شکست  
 کھائی اور حصار بیدر میں پناہ لی۔ مگر قلعہ خان نے اسے امداد کے بہائوں کو قتل کر  
 کر کے اس حصار سے نکالا۔ اور سرگ دواہی میں بادشاہ پاس لایا۔ بادشاہ نے  
 علی شاہ اور اس کے بہائوں کو سندھ و ستان نکال کر غزنم بھیج دیا۔ گریہ کم بخت  
 اجل گرفتہ بے حکم بادشاہ کے غزنم سے چلائے۔ اور بادشاہ کی سیاست میں  
 گرفتار ہوئے۔ اب جو تہی بغاوت بہتہ ہی کہ عین الملک کی خدمات بادشاہ کو پسند نہیں  
 اور اسپر بہت کچھ عنایت تھی۔ قلعہ خان کے اہل کاروں کی برابر شکایتیں بادشاہ سننا  
 جانتا تھا کہ وہ ان کی شہوت ستانی و خود مرضی سے دولت آباد کی آمدنی کم ہو گئی ہے اسلئے  
 اس کا ارادہ ہوا کہ عین الملک کو مع اس کے متعلقین کے دولت آباد بھیجے۔ اور قلعہ خان  
 کو یہاں بلائے۔ اسپر عین الملک کے طرح کے وہم پیدا ہوئے۔ اور اس کو یہ اندیشہ  
 دامنگیر ہوا کہ بادشاہ اپنے استاد قلعہ خان کو جسے تمام دکن کا نظام رکھا ہے یہاں  
 کیوں بلاتا ہے اور مجھے وہاں کیوں بھیجتا ہے۔ مہین ضرور یہ بات کہ مجھے بادشاہ  
 یہاں سے یوں اکٹیر کر ضائع کرالگا۔ اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ وہ نہیں دنوں  
 بعض محرکہ خیانت جرم میں ماخوذ ہوئے تھے اور انہیں قتل کا حکم صادر ہوا تھا وہ

دلی سے بہاگ یہاں عین الملک کے سایہ حمایت میں پرورش پانے لگے۔ یہ بہات پادشاہ کو شاق گدڑی اور وہ کچھ دنوں ضبط کئے ہوئے بیٹھا رہا لیکن ایک ن حکم عین الملک کے پاس پہنچا کہ جو دلی کے آدمی خوف سے بہاگ کو تھارے پاس چلے آئے ہیں ان کو باندھ کر تھارے پاس سرگ دوا رہی میں یہ سجد و غرض اس حکم سے اور خطرہ عین الملک کے پیدا ہوا۔ اور اب اس کو کوئی چارہ سوا اسکے نہ ہو جا کہ پادشاہ سے بٹاؤ اختیار کرے۔ یہ ہارادہ تھا کہ پادشاہ سے بظاہر حکم حاصل کیا کہ اس کے بہائی لشکر سمیت سرگ دوا رہی میں آئیں۔ ابھی یہ لشکر آنے نہ پایا تھا کہ عین الملک وہی رات کو چھپ چھپا کر بہاگ کا۔ اور اپنے بہائیوں کے لشکر میں جا ملا۔ اور اس کے بہائی تین چار ہزار سواروں کے ہمراہ قریب مرگ دوا رہی کے اترے۔ اور پادشاہ کو تمام ہاتھی گھوڑے جو جنگل میں چر رہے تھے ان کو پکڑ کر اپنے لشکر میں لیکے۔ اس بغاوت اور فتنہ کو دیکھ کر پادشاہ کسراہم ہوا۔ اور سمانند اور امر وہہ اور برن اور کول سے لشکر کو بلایا۔ اور احمد آباد سے بھی لشکر آہنچا۔ غرض چند روز تو پادشاہ نے توقف کیا۔ پھر قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں اس کے نواح میں خیمہ جمائے۔ جن پادشاہ نے بین فتنہ مغلوں کا منبر بہرہ دیا ہو۔ اس کے سامنے عین الملک جیسے نا تجربہ کاروں کی کیا اصل تھی۔ باہمیوں نے دیا ونگتے مانگے سو کے قریب دریا سے عبور کیا۔ اور اس توقع میں تھے کہ پادشاہ سے لشکر ناراض ہے وہ ضرور ہم سے اکر ملے گا۔ غرض جب وقت اس پادشاہ نے محض بین اگر ایک حملہ کیا تب کہ ہاتھ پر چوٹ گئے تھوڑی دیر میں بہاگ گئے۔ سیکڑوں قتل ہوئے ہزاروں دریا میں ڈوب گئے۔ جو دریا سے پار گئے ان کے ہتھیار گھوڑے اور سب چھین لئے۔ عین الملک زندہ گرفتار ہوا۔ مگر پادشاہ نے یہ کہہ کر اس کی ذات میں کوئی ثلث نہ تھی۔

یہ فقط لوگوں کے ہکانے سکھانین آگیا تھا۔ اسکو محنت دیکھنا صلیب پر لٹا کر کیا  
 جب یہ بغاوت بالکل مٹ گئی تو بادشاہ بھرائیج میں گیا۔ یہاں سلطان محمود کے سپہ سالار  
 مسعود شہید کی قبر تھی۔ اور ان دنوں میں وہ ایک یاوت گاہ سمجھی جاتی تھی۔ یہ سپہ سالار  
 ۵۵۵ء میں شہید ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسکی زیارت کی اور مجاوروں کو بہت کچھ دینے  
 اور خواجہ جہان گوارے بھیجا کہ جو کچھ سپاہ عین الملک میں کچی کھی ہو اسکو وہی چھوڑ  
 ۔ اور جو لوگ فوطیابا بادشاہ کے خوف سے اودھ اور طبرستان میں آئے ہوں انکو بہ وطن  
 کور وانہ کرے۔ اور خود دہلی میں آیا۔ اور خواجہ جہان پسران سب توں کا انتظام کر کے  
 دہلی میں چلا آیا۔ ان دنوں حاجی حبیب شیخ الشیخ مصری بادشاہ پاس آئے اور  
 خلعت منور خلیفہ کا ساتھ لائے۔ جسکی تعظیم و تکریم نہایت مبالغہ کے ساتھ کی گئی  
 ۔ اور مخدوم زادہ بغدادی بھی ان دنوں میں یہاں آئے۔ وہ بظاہر خاندان  
 عباسیہ معلوم ہوتے تھے۔ بالمشہور بادشاہ انکے استقبال کیا۔ اور تعظیم و تکریم  
 میں انکی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور بہت روپیہ اور انعام دیا۔ اسی خلعت  
 کی تاریخ بدر چارح نے بہ لکھی ہے کہ۔

### شعر

ہم بہ تاریخے کہ ماہ انصہد شد افروز + زین سفر ماہ محرم سابق شعبان سید  
 سات سویر ماہ کے عدد یعنی ۲۶ بڑھائے تو ۱۲۸۷ ہوئی اور سابق شعبان جب کا  
 ہینہ ہے سو حاجی حبیب خلعت کھلائے تھے +

دہلی میں بادشاہ کا رہنا اور اسکی مشاغل  
 اب بادشاہ تین چار برس تک دہلی میں ان مشاغل میں مصروف رہا۔ اول شغل زراعت  
 ترقی کرنے کا اور عمارتوں کے تعمیر کرنے کا۔ زراعت کے واسطے اسنے بہت کچھ

سوچ بچار کیا۔ اور جو سلوب واسنے اختراع کئے اگر وہ رعایا کے نزدیک محالات سے  
 نہ ہوتے تو ضرور کچھ نتیجہ ہوتا۔ اوسے چاہا کہ بس بس کی سس مریعوں میں میں نقیم  
 اور اوسکا تردد خزانہ شاہی سے ہو۔ زمین غیر مزروعہ مرزوعہ ہو اور مرزوعہ زمین  
 کی زراعت کی اور ترقی ہو۔ مگر یہ وہی جن اہل کاروں کے سپرد ہوا۔ وہ کم بخت ایسے  
 طامع اور حریص تھے۔ اور فاقہ کے ماری ہو کے بیٹھے تھے۔ کہ وہ نہیں اس وہیہ کو خود دیا  
 ۔ اور تر د زمین کے واسطے خاک ندیا۔ جو کچھ وہیہ صرف ہوا اوسکا سوال حصہ کیا  
 ہزاروں حصہ ہی وصول ہوا۔ اگر بادشاہ ہتھ کی مہم سے زندہ بہرتا۔ تو ان ملک  
 سے خوب حساب بچتا۔ اور ایک زندہ بچھوڑتا۔ دولت شغل بہ تھا کہ مغلوں پر عنایت  
 بیغایت کرنا۔ اور عطیہ اعظمی عطا کرتا۔ جاڑیکے موسم میں تن کے تن مغلوں کے بادشاہ  
 خدمت میں آتے۔ اور خلعت اور گھوڑے اور لاکھوں روپے انعام پاتے۔ تلیشغل بہ تھا  
 کہ لشکر کو آراستہ کرے۔ اور محصول درآمدی ملک بڑا کئے چوتھا شغل بہ تھا  
 کہ سیاست کو ایسا بڑا یا کہ سارا ملک سببنا ناس ملایا۔ اور تمام خلق کا دل اسے بہر  
 ۔ ملک کے ملک اسکے قبضہ سے نکل گئے۔ باخو ان شغل ان سالوں کے آخر میں بہ تھا  
 کہ مرہٹوں کے ملکوں اور دیوگڈہ کا خوب بندوبست کرے۔ اوس مرہٹوں کے ملکوں کو  
 چار شقوں یعنی چار غلوں پر تقسیم کیا۔ اور ہر ضلع میں جہاں حکم مقرر کئے۔ اور  
 اذکو حکم دیا کہ بادشاہ سے جو منی الف اراے ہو وہ زندہ نہ رہے۔ آخر سال میں قتلخان کو  
 مع الہ عیال لی میں بلا لیا۔ اور عزیز خاں خیف الحق کو دہار میں بھیجا۔ اور تمام  
 مالوہ اوسکے سپرد کیا۔ قتلخان کے بلالینے سی دیوگڈہ والوں کی بڑی دل شکنی ہوئی  
 ۔ وہ اوسکو بادشاہی سبب کے لٹی سپہ جانتے تھے۔ اور اس سے نہایت مانوس تھے

اور بڑے چین اور آرام سے رہتے تھے۔ اوسکے چلے آنے سے اوناخدا دلٹ گیا اور  
 ہاتھ پر چھوٹ گئے اور اطل کے فرشتے دکھائی دینے لگے۔ غرض اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ہندو  
 مسلمان دونو بادشاہ سے دونین بگڑ گئے۔ اور بعض نے علی الاطلاق بغاوت اختیار کی۔  
 قتلخان کی جگہ اسکا بھائی مولوی نظام الدین ہرج سے دیوگڈہ میں بھیجا گیا۔ مگر یہ  
 مولانا سیکھ سادہ آدمی تھی۔ ملک نظام کا تجربہ نہ رکھتے تھے۔ جو روپیہ کہ دیوگڈہ میں  
 جمع تھا اوسکو بھی راہوں کا بندوبست کر کے دلی نہ بھیج سکے +

### ملک عزیز حمرا کا دار اور مالوہ جانا اور بجاو لوں کا ہونا

جب ملک عزیز صبا کینہ اور زرین ہار میں بھیجا گیا۔ اور ملک لودہ اوسکو تفویض ہوا تو  
 اس کم سخت کو بادشاہ فیہ صلاح دی کہ جھڑد ہار میں بناو تین اور شور میں اور قلعے  
 فساد کھڑے ہوتے ہیں۔ اوسکی اصلانی مہانی امیر صدگان ہوتے ہیں۔ (امیر صدگان  
 مغلوں میں اور میں کو کہتے ہیں جسکے زیر حکم سوار ہوں) پس جنگو تو شریا وقت نہ گزیر  
 دیکھے اونکے دفعہ کرنے بن کو شش کیمچہ۔ عزیز حب ہار میں آیا۔ تو اوسنے مشیہ کاری ہی  
 اپنے تمام زریں در زریں پہرے اس کم اصل نے کیا کام کیا کہ سراسی امیر صدگان  
 دعوت میں بلا کر لعنت ملامت علی الاعلان کوئی شروع کی کہ تم ہی سارے قلعہ پر وار ہو گئی  
 سبب اور موجب ہوا یہ کہ ہندو بنگی گردن اور وازہ کے آگے اور ادا دی۔ جب  
 یہ خبر اور امیر صدگان کا قانون تک پہنچی۔ آگ بگولا ہو گئے۔ اور یہ سمجھ گئے کہ سارا امیر  
 ہونا ہی باغی ہونا ہے تو بے بالاتفاق علی بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ کو جب اس عزیز کی  
 اس حرکت کی خبر ہوئی تو اسکا خلعت حرمت کیا۔ اور بہت خدش ہوا۔ جناب الدین  
 برنی مصنف تاریخ فرشتہ جو سترہ برس تین ہندو بادشاہ کی ملازمت میں تھا تو

بہایت تعجب کرتے تھے کہ میں بادشاہ کو ہمیشہ رزیل و رذلیل و بدبخل و بدمعاش کے اصل کمینوں سے نفرت کرتے ہوا دیکھتا تھا۔ اور ہمیشہ وہی برائی منہ سے اس کے سنتے تھے۔ مگر اب وہ ہم سے کہ کیا ہو گیا تھا کہ اس نے تمام گنہگاروں کو معاف کر دیا اور ایسے ہی کمینے معزز عہدوں پر ممتاز کر رکھے تھے۔ یہ حرکت بھی مغرب و اسکی عجیب کمینوں کے ہے +

### گجرات اور دہلی کی بغاوتیں

انہیں دنوں میں کہ تو واقعہ وقوع میں آیا۔ قبل از ہجرت خزانہ اور بادشاہ کے خاص کے لئے گھوڑے گجرات سے لیکر بڑودہ کی راہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا۔ کہ شہنشاہ راہ میں بڑودہ امیران صده بہر سبب انے اور گھوڑے چھینے اور جہاز اور اسکے ہمراہ تھے اور کھانا بھی لوٹ لیا۔ غرض یہ سب لٹا کر ملک مقبل نہر والہ میں آیا۔ اسے من ساری جمعیت اسکی پریشان ہو گئی۔ امیران صده کو جو یہ دولت خرچ کرنے کے لئے اور گھوڑے سواری کے واسطے حاصل ہوئے۔ تو انکو بڑی نفرت ہوئی۔ اور بغاوت کی آگ بھڑکانی کا اسباب بنا رہا تھا۔ اب وہ سپاہ کو جمع کر کے کھیات پر چڑھ گئے۔ اور بغاوت کا ایک شورغل ماری گجرات میں مچا دیا۔ اور سب رخصانے ترو بالا کر دئے۔ اس خبر کے سننے سے بادشاہ بہت غضب میں آیا۔ اور گجرات پر خود چڑھنے کا ارادہ کیا۔ ہر چند قتل نے معرفت ضیاء الدین برنی کی یہ پیغام بھجوا کر کہ گجرات کی شورش دبانے کیواسطے میرا بھیجا کافی ہو گا مگر اس نے کچھ نہ سنا۔ اور خود گجرات پر چڑھنے کا سامان کیا۔ اور دلی کو ملک فیروز اپنے بیٹے کو سپرد کیا۔ اور خود ۷۸۴ھ ۱۳۷۲ء میں یہاں سے روانہ ہوا۔ پندرہ کوس جھلک سلطان پور میں مقیم تھا کہ لشکر جمع ہو جائے۔ کہ اسل شہنشاہ میں عزیز حار کا عرض کیا کہ میں امیران صده کے دفع کرنے کے لئے لشکر کو مرتب کر کے

روانہ ہوا ہوں۔ اسپر بادشاہ کو بہ خطرہ ہوا کہ میرے ناخبر بہ کار حار ضرور اس لڑائی میں مارا جائیگا۔ چنانچہ بہ خطرہ آنکھوں کے سامنے آیا۔ کہ بوقت عزیز باغیوں کے سامنے آیا۔ ہاتھ پر اوسکے چھوٹ گئے۔ اور گھوڑے سے نیچے گرے۔ اور امیر ان صدمہ کے ہاتھ سے بہت بری گت سے مارا گیا۔ اب بادشاہ سلطان پور سے ہی روانہ ہوا۔ راہ میں بلا کر ضیاء الدین برقی سے کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے اس سیاست یہ سارے فتنے برپا ہوتے ہیں۔ تو بتا کہ مقدمین کے سیاست کی کتنی فتنیں لگی ہیں۔ جیل و نہول کے بالتفصیل اقسام سیاست کو بیان کیا۔ تو اسپر بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانہ کے لوگ ہولے بہالے سیدھے ساوہے سچے ہوتے تھے۔ ان کے دھڑیہ سیاست میں کافی تھیں۔ مگر اب کے زمانہ میں ایسے سریر اور معنہ و مغری لوگ ہیں کہ ان کے واسطے ان میری سیاستوں کا ہونا واجب ہے اب خدا سے یہ دعا ہے کہ کیا مجھے اس دنیا سے اٹھالے۔ ہار عایا کی دلوں کو فتنہ و شر سے خالی کر دے۔ میرے پاس کوئی وزیر ایسا نہ ہو نہ میں کہ اس ملک کو سنبھالے۔ اب بادشاہ گجرات کے متصل کوہ ابویر پہنچا۔ اور وہاں سے شیخ معز الدین کو باغیوں کی سرکوبی کے واسطے بھیجا۔ دیوبی کے نواح میں لڑائی ہوئی۔ اور باغیوں کو نہرست ہو اور سب ہر گندہ اور منتشر ہو گئے۔ ملک قبول در عمار الملک زیر ممالک کو بہر و ج کے امیر ان صدمہ کے ہمراہ باغیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عمار الملک نے دیرا، نزداتنگ باغیوں کو بہ گایا۔ اور جو امیر صدمہ ہاتھ لگا اوسکو قتل کیا۔ اور ان کے بال سچو کو بکڑ لیا غرض جو زندہ امیر صدمہ بچے وہ ماندیو ضابطہ بکلا نہ پاس بہاگ کر گئے۔ اسے بادشاہ کے لحاظ سے انکو جزا بخشہ کر دیا۔ زندہ کے کنارہ پر عمار الملک چند مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے حکم سے امیر ان صدمہ کو قتل کر تا رہا۔ اور جو باغیوں میں سے تلوار سے سج گئے تھے اطران



بہایت تعجب کرتے تھے کہ مین بادشاہ کو ہمیشہ رزائل در ذلیل و در پستل و رکم اصل کینون سے نفرت کرتے ہوا دکھاتا تھا۔ اور ہمیشہ ونکی ہرائی منہ سے اوسکے سنتے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ کیا ہو گیا تھا کہ اسنے تمام کنجڑے جولاہے اور ایسے ہی کینے مغرور عہدون پر ممتاز کر رکھے تھے۔ یہ حرکت بھی مغل بادشاہ کی عجیب کنون کے ہے۔

## گجرات اور دکن کی بغاوتیں

انہیں دنوں مین کہ تو واقعہ وقوع مین آیا۔ قبل از بے گجرات خزانہ اور بادشاہ کے خاٹے کے لئے گھوڑے گجرات سے لیکر بڑودہ کی راہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا۔ کہ شہزادہ مین بڑودہ کے امیران صدہ بہت سبب نے اور گھوڑے چھینے اور جوتاہوا و سکے ہمراہ تھے اور کاسبا بھی لوٹ لیا۔ غرض یہ سبب لٹا کر ملک مقل نہر والہ مین آیا۔ اسے مین ساری جمعیت اوسکی پریشان ہو گئی۔ امیران صدہ کو جو بہت دولت خرچ کرنے کے لئے اور گھوڑے سواری کے واسطے حاصل ہوئے۔ تو اونکو بڑی تقویت ہوئی۔ اور بغاوت کی آگ بھڑکانی کا اسباب بنا تھا۔ اب وہ سپاہ کو جمع کر کے کہمات پر چڑھ گئے۔ اور بغاوت کا ایک شوغل سامی گجرات مین چا دیا۔ اور سب رخنہ تہ و بالا کر دئے۔ اس خبر کے سننے سے بادشاہ بہت غضب مین آیا۔ اور گجرات پر خود چڑھنے کا ارادہ کیا۔ ہر چند مقلنی نے معرفت ضیاء الدین برنی کی یہہ پیغام بھجوا کر کہ گجرات کی شورش دبانے کی واسطے میرا بھیجا کافی ہو گا مگر اسنے کچھ نہ سنا۔ اور خود گجرات پر چڑھنے کا سامان کیا۔ اور دلی کو ملک فیروز اپنے بیٹے کو سپرد کیا۔ اور خود ۱۳۴۷ھ مین یہاں سے روانہ ہوا۔ پندرہ کوس جگہ سلطان پور مین مقیم تھا کہ لشکر جمع ہو جائے۔ کہ اسل شہزادہ مین عزیز حار کا عرض کیا کہ مین امیران صدہ کے دفع کرنے کے لئے لشکر کو مرتب کر کے

روانہ ہوا ہوں۔ اسپر پادشاہ کو بہ خطرہ ہوا کہ میرے ناخبر ہر کار حار ضرور اس لڑائی میں مارا جائیگا۔ چنانچہ بہ خطرہ آنکھوں کے سامنے آیا۔ کہ جو قوت عزیز باغیوں کے سامنے آیا۔ ہاتھ پر او سکے چھوٹ گئے۔ اور گھوڑے نیچے گرے۔ اور امیرانِ صمدہ ہاتھ سے بہت جبری گت سے مارا گیا۔ اب پادشاہ سلطان پور سے ہی روانہ ہوا۔ راہ میں بلا کر ضیاء الدین برقی سے کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے اس سیاست بہ سارے فتنے پر مامور تھے ہیں۔ تو بتا کہ مقدمین سیاست کی کتنی فتنیں لگی ہیں۔ جیل و نہون کے بالتفصیل اقسام سیاست کو بیان کیا۔ تو اسپر پادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانہ کے لوگ بھولے بہلے سیدھے سادے سمجھتے تھے۔ ان کے دیکر بہ سیاستین کافی تھیں۔ مگر اب زمانہ میں ایسے سرسیر اور معتمد مغری لوگ ہیں کہ ان کے واسطے ان میری سیاستوں کا ہونا واجب ہے اب خدا سے یہ دعا ہے کہ کیا مجھے اس نینا سے اوٹ نہ لے۔ بار عایا کی دلوں کو فتنہ و شر سے خالی کر دے۔ میرے پاس کوئی وزیر ایسا نہ رہیں کہ اس ملک کو سنبھالے۔ اب پادشاہ گجرات کے متصل کوہ آبو پر پہنچا۔ اور وہاں سے شیخ معز الدین کو باغیوں کی سرکوبی کے واسطے بھیجا۔ دیوبی کے نواح میں لڑائی ہوئی۔ اور باغیوں کو نہریت ہو اور سب ہر گندہ اور منتشر ہو گئے۔ ملک قبول در عباد الملک زیر ممالک کو بہر وجہ کے امیرانِ صمدہ کے ہمراہ باغیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عماد الملک نے دریا و زبردانگ باغیوں کو بہ گایا۔ اور جو امیر صمدہ ہاتھ لگا او سکھو قتل کیا۔ اور ان کے بال سچو نکو پکڑ لیا غرض جو زندہ امیر صمدہ بچے وہ ماندہ یو ضابطہ بکلا نہ پاس بہاگ کر گئے۔ اس پادشاہ کے لحاظ سے انکو حراج خسہ کر دیا۔ زبردانگ کے کنارہ پر عماد الملک چند مقیم رہا۔ اور پادشاہ کے حکم سے امیرانِ صمدہ کو قتل کرتا رہا۔ اور جو باغیوں میں سے تلوار سے سچ گئے تھے اطر اتر

آوارہ اور پریشان ہو گئے۔ اب بادشاہ بہرچ میں چند روز مقیم رہا۔ اور تمام ملک تجارت اور کسبات۔ اور بہرچ اپنی باقی کاروبار پیچہ وصول کیا۔ اور فتنہ پروازوں کو اپنے کیفر کردار کو بچا پاتا رہا۔ طرح فتنہ خواہیدہ کو بیدار کرتا رہا۔ زین الدین زند کو کہ مجھ الدین جی کا خطاب تھا۔ اور سپہرکن الدین تہا نصیری کو کہ چٹا ہوا شہریر تھا۔ دولت آباد میں اس غرض سے بھیجا کہ امیران صدہ بیچ اہل فساد کو گرفتار کر کے نرا دین۔ مگر پہر اس پنہ حکم سے خود ہی بادشاہ پشیمان ہوا۔ اور اسنے بہہ چاہا کہ امیران صدہ کو خود بلا کر اسے سامنے نرا دے۔ چنانچہ ملک علی جابدار اور ملک احمد لاچین کے ہاتھ فرنان عالم المملکت قتلخان کے پاس اس مضمون کا بھیجا کہ جو امیران صدہ معروف اور مشہور ہوں اور انکو حضور کے پاس بھیجو۔ اور انکے ہمراہ ہندو سوار بھی کرو۔ عالم المملکت حسب حکم شاہی بھیجا اور گلبرگہ وغیرہ مقامات امیران صدہ کو جمع کر کے ان دونوں امیروں کے ہمراہ کیا اور ہندو سوار ساتھ لائے۔ ان امیروں کو سیاست سلطانی کا نہایت خوف تھا۔ اسلئے مشورہ کیا کہ بادشاہ کا بلانا سوا اس غرض کے نہیں بلکہ وہ ہم کو مارے۔ اسلئے کیا ضرورت ہے کہ ہم گوسفندوں کی طرح اس خونخوار قصاب بیرحم کے ہاتھ میں جاؤں اور ہاتھ پیریز ہو کر گلے پر چھری پہر وائیں۔ بہتر ہے کہ اولٹے پیر چلیں اور بغاوت اور مخالفت اختیار کریں۔ اور جان ہاتھ پیر ملا کر دین۔ غرض بہہ ملاح و مشورہ کر کے کوچ کے وقت ملک احمد لاچین کو تو مار ڈالا۔ بچا را ملک علی جابدار جان بچا کر اولٹے پاؤں بہاگا۔ اور دولت آباد میں ان امیران صدہ اپنا جھنڈا لگاڑا۔ اور عالم المملکت کا محاصرہ کیا۔ اور طلوعہ کی شب کو اونچ نیچ سمجھا سمجھا کر اپنا ساتھی کر لیا۔ عالم المملکت جان سے نہ مارا مگر قید خانہ میں ڈال دیا۔ باقی کسی محال کو نہ چھوڑا اور سپہرکن الدین تہا نصیری کو بھی قتل کر لیا۔ اور سارے ملک کو

اقطاع میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک قطاع کے ساتھ ایک امیر صدہ مامرد ہوا۔ اور سب طرف کے  
 امیر ان صدہ جمع ہو گئے۔ اور جو جو پادشاہی برگشتہ خاطر تھے اور حساب دولت آباد گویا  
 مرجع بن گیا۔ رعایا بھی انہیں کی ساتھی ہو گئی۔ سمیعل مخبر بادشاہ کل افغان وہ بھی امیر ان  
 صدہ میں سے تھا۔ اور نہایت مروت و فلاح میں رکھتا تھا۔ اور بڑا دانشمند بلند ہمت تھا۔  
 اور سکوا پنا پادشاہ بنایا۔ اور نصیر الدین اور کا خطاب یا۔ جب اس فتنہ عظیم کی خبر پادشاہ کو  
 بہر و ج میں پہنچی۔ تو وہ اپنے کوچ پر کوچ کرتا ہوا دولت آباد میں آیا۔ امیر ان صدہ نے  
 بھی لڑائی کے واسطے صفین باندہ کرتا قبول کیا۔ اور بڑی مردانگی و جواہر و سی لڑے  
 مگر آخر کو شکست کھاٹی۔ پھر آپس میں یہ صلاح پھرائی۔ کہ سمیعل مخبر تو سقد آدمیوں کو پھر  
 لیکر قلعہ دیو گدہ میں چلا جا۔ کہ اسکی حفاظت کیلئے کافی ہوں۔ اور باقی اور امیر اپنے اپنے  
 اقطاع متعینہ پہلے جائیں اور اسی صلاح کے موافق عمل بھی کیا۔ سمیعل مخبر تو دیو گدہ کے قلعہ  
 میں چلا گیا وہاں سب بایحتاج بافراط موجود تھی۔ اور اور امیر جنہیں ایک حسن کا نگویا ہی  
 اپنے اپنے اقطاع کو روانہ ہوئے۔ پادشاہ نے خود تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور عوام لہلہ  
 گلہ گردان باغیوں کے بگڑنے کے لئے بھیجا۔ غرض پادشاہ تین مہینہ سے قلعہ کے نسیج کے واسطے لڑ رہا تھا  
 اور یہ کام ختم نہوا تھا کہ گجرات میں فساد عظیم برپا ہو گیا۔ ملک طغی نے اون امیر ان صدہ کو  
 کہ کوہستان میں شریک کر لیا۔ اور نہروالہ میں اکثر ملک ظفر کو کہ شہج مغر الدین حاکم گجرات  
 کا نائب تھا مار ڈالا۔ اور سب لٹا ہی کو قید کر لیا۔ اور کنبات کو غارت کیا۔ اور قلعہ بڑوچ کو  
 گھیر لیا۔ اس خبر کو سنتے ہی پادشاہ خود گجرات کی طرف دوڑا۔ اور قلعہ دیو گدہ کے محاصرہ  
 کا کام اور امیر کو تفویض کیا۔ جب پادشاہ گجرات کو چلا تو وہ کنہیوں نے تعاقب کیا۔ اور خزانہ  
 اور ہاتھی پادشاہ کے لشکر سے چھین لئے۔ اور سب آدمیوں کا کشت مخون کیا آخر سلطان

بہر مہرچ میں پہنچا۔ اور دریا و تر بد کے کنارہ پر مستقیم ہوا۔ تو طغی بہر مہرچ گنہات میں چلا گیا۔  
 بادشاہ نے ملک یوسف کو اسکے تعاقب میں پہنچا۔ گنہات کے حوالی میں لڑائی ہوئی حسین  
 لشکر شاہی کو شکست فاش ہوئی۔ ملک سرف کی جان گئی۔ بہاگی ہوگی فوج بادشاہ پاس  
 دوڑی آئی۔ اسپر بادشاہ جہلا کر گنہات پر چڑھا۔ تو طغی وہاں تک بہاگ اساول میں جسکوب  
 احمد آباد کہتے ہیں چلا آیا۔ بادشاہ ہی اسکے پیچھے دوڑا گیا۔ طغی نہروالہ میں بہاگ آیا۔ شاہ  
 کو بارش کی کثرت کے سبب ایک مہینہ احمد آباد میں نہنا پڑا۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ طغی اپنی  
 اپنی جمعیت درست کر کے بادشاہ سے لڑنے کیواسطے احمد آباد آتا ہے۔ بادشاہ ہی اسکی  
 طرف روانہ ہوا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ اور طغی باغی شکست کھا کر بہاگ آگیا۔ اور فرصت  
 پا کر ملک سندھ میں ٹھہر گیا۔ اب بادشاہ گجرات میں آیا۔ اور نہروالہ میں رہا۔  
 اور خوب ہتھم کیا۔ اب یہہ فساد فرو ہوا۔ مگر اور گل کہلا۔ امیر ان صدہ کا پیر جماع ہلو  
 اور جن کا نگوئی سرگروہ بنا۔ اور عداد الملک بادشاہ کے داماد کو قتل کر ڈالا اور تمام اسکی  
 سپاہ پریشان کر دی۔ اور سارے دکن پر قبضہ و تصرف کر لیا۔ حاکم مالوہ کو اپنا شہر کیا لیا  
 دیو گڈہ کا محاصرہ جو امیر کر رہے تھے۔ اونکو بھی نکال باہر کیا۔ اور اکیلے فتح و دولت آباد  
 سے باہر آ کر یک جمع ہوا۔ مگر سلطنت سے مستغنی ہوا۔ سب امیران سندھ بالاتفاق  
 حسن کا نگوئی کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور سلطان علاء الدین خطاب یا۔ یہہ سب خیرین  
 سن سن کر بادشاہ متروک ہوا۔ اور سمجھ گیا کہ اب سلطنت ہاتھ سے گئی۔ اور حسن کا نگوئی  
 لڑنے کے واسطے دہلی سے لشکر لایا۔ جب یہہ لشکر بادشاہ پاس پہنچا تو حسن کا نگوئی پہ  
 جمعیت فراوان جمع ہو گئی تھی۔ اسلئے اس لشکر کو وہاں لڑائی پر نہ پہنچا۔ اور یہہ  
 ارادہ ہوا کہ گجرات کی مہم سے انفرار علی حاصل کیجے۔ اور کرنال جسکوب جو نہ گڈہ کہتے

مسخر کئے۔ پھر خاطر جمع سے حسن کا ٹکڑی سے لڑے۔ ان ترددات میں ایک دن بادشاہ  
 نے ضیاء الدین برنی کو بلایا۔ اور فرمایا کہ میرا ملک یسا مریض ہو گیا ہے کہ ایک عرصہ پاتا ہے  
 دوسرا آتا ہے اگر درد سر گیا بخا چڑھا۔ اور بخارا و ترا تو پیٹ میں سدھ پڑا۔ کسی عنوان  
 نہیں پاتا۔ تو نے بہت کچھ تاریخین دیکھی ہیں بتا کہ تقدیر میں کیا اس مرض کا علاج  
 لکھا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے عرض کیا کہ حضور اس مرض کے نسخے بہت لکھے ہوئے ہیں  
 دو ان میں عرض کرتا ہوں۔ اول یہ کہ جب بادشاہوں نے دیکھا کہ مرض متعدی بے باوت  
 اور اخراج کا رعایا میں پیدا ہو۔ تو انہوں نے سلطنت ہاتھ اوٹھا لیا۔ اور اپنی اولاد  
 میں جس کو لائق فائق جانا تخت پر بٹھا دیا۔ اور اپنی زندگی کو شہ عزت میں چند عیسویوں  
 ساتھ بسر کی۔ دوسرا نسخہ یہ کہ عیش و عشرت میں ایسے بدست ہو کر او کو خبر نہ ہوئی کہ  
 رعایا کس مرض میں مبتلا ہے۔ امیر و وزیروں نے جو چاہا سو کیا عرض ان نسخوں  
 میں سے اکثر ان کا ایک نسخہ رعایا کے مزاج کے موافق پڑا ہے۔ امراض ملکی میں بادشاہ  
 کے واسطے بڑا مرض مہلک یہ ہے کہ خاص عام او سے برکت ہو جائے جس نے ضیاء الدین  
 برنی یہ کہہ چکا تو بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ملک کا علاج میری آرزو کے موافق ہو گیا۔  
 تو میں دلی کی سلطنت سلطان فیروز شاہ اور ملک کبیر اور احمد ایاز کو حوالہ کروں گا  
 اور خود مکہ معظمہ چلا جاؤں گا۔ مگر ان دنوں میں خلق مجھ سے اور میں خلق سے آرزو ہوں  
 میں او سے کس مزاج سے اور وہ میرے مزاج سے آگاہ ہے۔ او کا علاج میرے نزدیک تلوار  
 جس سرش کو مخالف ہمارے مزاج کے دیکھو گا۔ او کا سر اڑاؤں گا۔ اس کے سوا مجھے کوئی  
 دوا یاد نہیں۔ خلعت اپنی بناؤں گے جب تک باز نہ رہے گی۔ میں سیاست سے  
 ہاتھ نہ اوٹھاؤں گا +

اب بادشاہ کو دو برس گجرات میں رہنا پڑا۔ اول سال میں لشکر کی آراستگی اور ترتیب میں مصروف رہا۔ دوسرے سال میں کرنال کے لشکر کا کام رہا۔ یہاں سب فہم و آرا اور رعایا کا احتیاج اختیار کیا۔ اور راجہ کچھہ بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ کھڑا کرنال بھی فتح ہوا یا نہیں۔ اب بادشاہ کو نند میں کہ کرنال سے پندرہ کوس گھر میں ہوا اور کو نند میں بادشاہ پہنچا نہ تھا کہ ملک کبیر نے دہلی میں انتقال کیا۔ اور خواجہ جہان اور عماد الملک نائب وزیر الہا لکھے دہلی پہنچا۔ اور محمد زادہ اور خداوند زادہ کو دہلی سے کو نند میں بلایا۔ جب بادشاہ کو نند میں آیا۔ تو یہ لشکر مع اہل عیال ہاں پہنچا۔ اور بادشاہ کو آرام بھی ہو گیا۔ دریا پور اور ملتان اور راجہ ورسوستان سے کشن پور پہلے کی جانب طلب کین۔ اور کو نند سے روانہ ہوا۔ اور دریا ورسوستان سے عبور کیا۔ اور اس وقت التون بہادر بھی باغ خراساں میں ملکہ امرا کے لئے آہنچا۔ بادشاہ اس لشکر کو لیکر مٹھ کی جانب روانہ ہوا کہ قوم سومرو کو جنہوں نے طغی باغی کو پہلے دی تھی اتصال کرے۔ کہ ایک ن مچلی کہانی۔ اس سے بخار نے بہر معاویت کی۔ خدا خدا کر کے مٹھ میں پہنچا۔ کہ ۲۱۔ محرم ۱۰۵۲ ع مطابق ۲۰۔ مارچ ۱۳۷۱ء کو اجل کا حکم سناتے پہنچا۔ حالت فرعون میں یہ شعر زبان پر تھے۔

اشعار

بسیار غم و ناز دیدیم	بسیار درین جہان چیدیم
نرکان گران بہاں دیدیم	اسپان بلند بر شستیم
چون قامت ماہ نو خستیم	کہ دیم بسے نشاط آستیم

یہ بادشاہ مستائین بر سر سلطنت کر گیا۔ اور اپنی یہ بادشاہی جو گیا کہ بہت آدمی میں ایسے آدمی ہی ہوتے ہیں کہ۔ پرلے درجہ کے فضائل و زرائع جن کی انتہائی

وہی ایک آدمی ہو کہ اپنے در دولت پر ہر روز غریبوں اور محتاجوں کو دولت مند کرے  
- اور وہی آدمی ہو کہ ہر روز سگناہوں کے کشتوں کے بٹنے اپنے دروازہ پر لگا یا کرے

## محمد تعلق کے عہد میں مسلمانوں کی حالت سلطنت

طالب علموں کو ہمیشہ اس باب میں غور کرنی چاہئے کہ جو وقت کوئی نیا پادشاہ ہو تو دل میں  
سوجھیں اور نقشہ میں دیکھیں کہ اس وقت کس قدر ملک و سکے تصرف میں تھا۔ اور جب اس وقت  
ملک چھوڑا۔ اسے معلوم ہو گا کہ اس کی سلطنت کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس پادشاہ کی سلطنت  
میں دریا سندھ کے مشرقی جانب میں جیسی مسلمانوں کی سلطنت وسیع اور فراخ ہوئی۔ اسی  
کبھی کسی و پادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ مگر آخر عہد میں اس کی عمارت سے جو بچ  
نکل گئے وہ اورنگ زیب کی سلطنت تک پہنچنے میں نہ آئی۔ جن صوبوں میں انشاوت نہیں  
ہوئی تھی۔ وہاں ہی پادشاہی حکومت کو ایسے صوبے پہنچے۔ کہ مغلوں کی سلطنت پر نہ  
پہنچی۔ اسکے کئی سبب معلوم ہوتے ہیں اول ترکوں کے عہد میں جو ایک قوی اتحاد پادشاہ  
نیک حلالی اور دولت خواہی کے صوبہ داروں اور پادشاہوں کے درمیان تھا۔ خلیجیوں  
اور ترکوں کی عناد و فساد سے جاتا رہا۔ دوم سلطنت وسیع ہو گئی تھی مگر فوج پادشاہ  
قالبوین نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ پادشاہ جہان جانا و یان فتح پاتا۔ مگر جہاں دور جہاں  
پر ہوتا۔ وہیں جگہڑا کھڑا ہوتا۔ سوم رستوں اور راہوں کا انتظام کچھ نہ تھا۔ سارا  
ملک امن و آمان تھا۔ جان و مال کی حفاظت تھی۔ غرض اس وسعت سلطنت سے  
مسلمانوں کی حکومت کا حال دنیا گیا کہ جیسا کوئی آدمی بہت موٹا ہو کر ایسا لٹیر پتھر  
ہو جائے کہ کوئی عضو اس کے قابو میں نہ رہے۔ ایک وریات اس پادشاہ کی سلطنت  
سے سمجھنی چاہئے کہ مشرقی ملکوں میں اس بات کا بہت کم خیال ہوتا ہے کہ وہ بدکردار



اور ستم کا مظالم عاراً و شاماً ہونے کے سچے سے رہائی حاصل کریں۔ نہایت صبر و تحمل ہے اس کے ظلم کو وہ سہا کرتے ہیں۔ اور کان نہیں ہکا۔ اگر بہت عداوت یہاں نہ ہوتی تو کیوں ایک آدمی کے بدظلم اور ظالم ہونے سے ایسی مصیبتیں و نقصان لوگ ڈھاتے؟

## ابن بتوتہ فی جو حال سن بادشاہ کی سلطنت کا لکھا ہے

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد لاوانی عرف ابن بتوتہ طابخی کارہنہ والا سن بادشاہ کے عہد میں آیا تھا۔ یہ ہمہ مالکیشیا کا بڑا سیاح ہے اور اپنے اپنے سفر نامہ و فریقہ میں جا کر لکھا ہے وہ نہایت دلچسپ و کچھ حال و سن لکھا ہے وہ بہت درست اور صحیح معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کو کچھ غرض و مطلب جمع ملانے سے نہ تھی۔ جن لوگوں سے وہ ملا اور جو کچھ حال و سن معلوم ہوا وہ حکم و کاست تحریر کیا۔ اصل سفر نامہ عربی زبان میں ہے۔ وہ فرانسیسی جمہ کے ساتھ فرانس میں منطبع ہوا ہے۔ رجال لکھنؤ کی گنجائش ہمارے مختصر کتاب میں کہاں ہے۔ کچھ تھوڑا سا انتخاب لکھتے ہیں۔ اور کہیں کہیں پہلے ہی دیکھا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس سبب نے غرہ محرم ۳۲۰ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۰۲ء کو دریا سندھ پر قدم رکھا۔ اسے در سے سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا آغاز بتلاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہاں ڈاک و ستم کی چلتی ہے ایک گھوڑی کی ڈاک ہے اور سکا نام الاک ہے۔ چار چار کوس پر گھوڑی جو کیاں ہیں۔ دوسری پیدل کئی اک ایک ایک کوس کے اندر تین جگہ فاصلہ و کئی جو کیاں ہیں۔ اور ان جو کیاں کے پاس گلزن بھی آباد ہیں۔ جب یہ فاصلہ چلتے ہیں تو ایک ٹہہ میں خط لیتے ہیں اور دوسرا ٹہہ میں ایک چابک گھونگر و دار۔ جب کی وار سننے ہی دوسری جو کی کا فاصلہ بتا دیتا ہے۔ اور وہ بڑے زور سے راستے میں بھاگتے ہیں۔ یہ پیدل کئی اک گھوڑی کی ڈاک سے زیادہ تیز و تھ ہے خراسان کے میوے دلی میں ان کے پختہ۔ اور چٹان قیدی بھی کہوٹے میں بٹھا کر

ان قاصدوں کے سپر بادشاہ پاس بھیجے جاتے ہیں +

جب کوئی مسافر کسی غیر ملک پہنچتا ہے۔ تو بادشاہ کو خبر اس کی پہنچائی جاتی۔ اور  
ملتان سے آگے بغیر حکماء مشاہیر کے وہ آگے نہیں بڑھنے پاتا۔ اور یہاں سے اس کی مہمانی حسب  
حیثیت بادشاہ کی طرف سے شروع ہوتی ہے جب عرب لوٹن بادشاہ کے روبرو جاتا ہے تو  
نزد دیتا ہے۔ اور نذر سے زیادہ قیمت کا خلعت پاتا ہے۔ مینے ہی گھوڑے اونٹ غلام اور  
تحائف بادشاہ کی نذر کے لئے پیش کئے۔ جب میں دلی میں آیا تو بادشاہ وہاں موجود نہ تھا۔  
میں اور سیکرتمزای کہ بڑے فاضل و عالم تھے محمد معجمان والدہ بادشاہ کے دربار میں گئے  
۔ سلیم نہایت اخلاق و رعایت پیش آئی۔ خلعت ہم سب کو عطا کئے۔ مکان فرود کش ہونیکے لئے  
عطا کیا۔ سوار اسکے دو ہزار دینار کا حکم خرچ کے لئے مرحمت فرمائے۔ اس عرصہ میں میری  
بیماری کا انتقال ہوا۔ تو اس کی خبر خفیہ خانی طور پر ڈاک میں بادشاہ پاس پہنچی۔ اور جب جنازہ  
باہر نکلا تو اس بات نہایت مبہوت و تعجب اکہ وزیر سلطنت اسکے ہمراہ تہل غرض جانہ منہ  
ٹہاٹھ سے اٹھا۔ خود بادشاہ کی والدہ میری بی بی کو تشفی و تسکین کے لئے بلایا۔ اور  
چلتے وقت زیور و خلعت مرحمت فرمایا +

اب بادشاہ ہی آگیا۔ جب اس کی ملازمت کو سب سے من گیا۔ تو نہایت تعظیم اور تکریم پیش آئی  
اور ماتہ پکڑا۔ اور سب طرح کی امداد اور اعانت کا وعدہ کیا۔ اور بہر عہدہ قضا و مجکھو  
عنایت کیا۔ اور اس عہدہ کے تمام فرائض کا بیان بان عربی میں کیا۔ میں نے ہندی زبان  
سے جب ناشائعی کا عذر پیش کیا تو بادشاہ چین بچین ہوا۔ اور سمجھا کہ واقعی یہ بڑی  
دشواری واقع ہوگی۔ مگر میرے ہمراہوں کو خوش فرائضی کے ساتھ دفع دفع کیا۔ اور عہدہ  
قضا دیدیا۔ ایک عربی قصبہ دینے لکھا۔ چکا حسن طلب تھا کہ قرضہ ادا ہو۔ بادشاہ فی اسپر

لے غرض  
میں غرض  
دینا سونے کا تھا  
اور اس کا وزن  
بھونٹو نہ بڑھتا

بچیس ہزار دینار دیکر سارا میرا فرض و تار دبا۔ مگر باوجود ان سب غنائتوں کے مین پادشاہ کے  
 مزاج سے اندیشناک رہا۔ اور اپنے تئیں موت کو منہ میں سمجھتا۔ آخر کو میرا یہ اندیشہ پیش آیا  
 ۔ ایک درویش شہر سے باہر رہتا تھا۔ پادشاہ کو اس پر کچھ شبہ پیدا ہوا۔ اسکو پکڑ دیا۔ اور  
 لوگ اس سے ملنے جلنے والے تھے انکو بھی گرفتار کیا۔ ان ملنے والوں میں مین بھی تھا۔ مجھ پر  
 بھی دارالفضا میں چار غلاموں کا پرہیز عین ہوا۔ اور حکم ہوا کہ کہیں مجھکو نظر سے غائب  
 نہ ہونے دیں۔ جب یہ اس آفت میں مبتلا ہوا تو پہلا ہی دن جمعہ تھا۔ سارے دن میں  
 حبس الیٰ اللہ کو کیل۔ تئیں ہزار دفعہ پڑیا۔ پانچ دن تک روزہ پر روزہ رکھا۔ اور ہر روز  
 قرآن کا ختم کیا۔ ہر روز روزہ کو اپنے برتھوڑا سا پانی پیتا۔ مگر پانچویں دن کچھ کھانا کھایا  
 اور پھر چار روزہ پے در پے رکھو۔ جو تین گھر رانی ہوئی۔ ایک موقع پاکر مین نے عہدہ فضا  
 استغفار دیدیا۔ اور عزت نشین ہو گیا۔ پادشاہ اس سے خائف ہوا اور چن کو الچی بنا کر بھیجا

### دہلی کا حال جو اسنی لکھا ہی

وہ لکھتا ہے کہ یہ ایک شہر ہے اور خوب آباد ہے۔ اس کے متصل چار شہر پہلو بہ پہلو موجود ہیں  
 ۔ اول دہلی یہ بڑا شہر ہندوؤں کا ہے۔ ۸۰۰ سالہ مین مسلمانوں نے اسکو فتح کیا۔ دوم شہر ہے اسکو  
 دارالخلافہ کہتے ہیں۔ اس میں سلطان علاء الدین اور اس کا بیٹا قطب الدین مبارک رہتا تھا  
 ۔ سوم تعلق آباد ہے اس کا بنانے والا سلطان غیاث الدین تعلق ہے جسکے بیٹے کے دربار  
 میں وہ موجود تھا۔ چہارم جہان پناہ جسکو اسی سلطان محمد تغلق نے آباد کیا ہے۔ اس پناہ  
 کا ارادہ ہوا تھا کہ ان چاروں شہروں کو ملا کر ایک شہر بنا دے۔ اسلئے ایک فضیل کی تعمیر شروع  
 کی مگر صرف کثیر کے سبب پوری نہ ہوئی۔ یہ فضیل پناہ جو اب بنامین کہتی۔ پھر اس شہر  
 کی بربادی اور تباہی کا یوں بیان کرتا ہے کہ پادشاہ نے حکم دیا کہ سب گہرا چھوڑ کر

دولت آباد میں آباد ہوں۔ سپہ سالار کے باشندوں نے ایک خط بادشاہ کو لکھا۔ اور خوب ل کی پڑھا  
 نکالی اور لفافہ پر خط کے قسم لکھی کہ سوا بادشاہ کے کوئی اور نہیں ہے۔ جب بادشاہ نے  
 اس خط کو پڑھا اور دیکھا کہ رعایا نہایت لعنت ملامت اور کسی اس حرکت پر کرتی ہے۔ تو  
 اس نے تمام گہ اور سرزمین رعایا سے خرید لیں۔ اور خزانہ سرور بہ دیدیا۔ اور کہا کہ اگر  
 دولت آباد میں آباد ہو۔ اس پر رعایا نے اپنے عذر پیش نہ کئے تھے کہ ڈونڈی پٹ گئی کہ تین  
 دن کے اندر کوئی شخص شہر میں رہ نہ پاوے۔ بہتے باشندے رو تے پیٹتے اپنے وطن سے  
 رخصت ہو کر چلے۔ مگر بعض نے وطن کی مفارقت نہ اختیار کی اور زمین کہیں کو نہ کہہ کر  
 میں چپے۔ بادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے شہر کی تلاشی کی واسطے غلام بھیجے۔  
 ان غلاموں کے ہاتھ ایک نڈا اور دو مسر اعلیٰ ہاتھ لگا۔ مفلوج کو تو منجیق نے افلاج  
 کی مصیبت چٹایا۔ اندھے کے لئے حکم ہوا کہ گھسیٹ کر دولت آباد لیجاؤ۔ وہاں اس نے  
 کسی بھی ایک ٹانگ پہنچ گئی۔ اس نقل مکانی میں بہت کچھ سہا ب لوگوں کا دلی میں رہ گیا  
 یہ شہر بالکل بے چراغ ہو کر بن گیا۔ تب بادشاہ کو صبر آیا۔ پہر توڑے دنوں بعد  
 ولی کے آباد ہونے کا حکم دیا۔ اور جا بجا سے آدمی بلا کر سبائے مگر وہ ایسا وسیع  
 شہر تھا کہ آباد نہ ہو سکا۔

## سلطنت فیروز شاہ تخت نشینی

ملک فیروز باریک سلطان غیاث الدین تغلق شاہ غازی کے بہائی سپہ سالار جب بٹا تھا  
 اور ماؤسکی زائل پٹی کی مٹی تھی۔ ۳۹۹ء میں پیدا ہوا۔ سات برس کا نہوا تھا کہ باپ کا  
 سایہ سحر اٹھ گیا۔ مگر چنانے باپ ہی زیادہ تربیت اور تعلیم میں کوشش کی۔ اور

اپنے ساتھ رکھ کر تمام سہرا سلطنت اور روز حکومت اسکو ماہر کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر  
 ہوئی تو اس چچا کا ہی انتقال ہو گیا۔ اسلطان محمد تغلق چچا پر بھائی اوسکی پردخت میں  
 مضرو ہوا۔ چچا کے دامن تربیت اور تعلیم چچا تھا۔ اب اس بھائی کی بدولت زمانہ کانشیٹ  
 اور تجربہ حاصل ہوا۔ غرض پوری لیاقت سلطنت کاموں میں حال ہو گئی۔ جو وقت ہند میں  
 اس بادشاہ کا بیماری سے برا حال ہوا۔ تو اوسکے علاج اور خدمت اور تیمارداری میں فیروز  
 ایسا مضرو ہوا کہ بادشاہ کی عنایت اور محبت اوسکے حال پر وہ چند ہوئی۔ اور وقت جلوت  
 جب قریب آیا۔ تو یہ وصیت کی کہ میرے بعد فیروز شاہ بادشاہ ہوا اور یہ شعر پڑھا۔  
 تو سر سبز باغی بہ شاہنشاہی + کہ من کردہ ام سر زبا میں نہی  
 جب محمد تغلق نے اس نیا سے کوچ کیا تو فوج میں ایک شور اور شغب مچا۔ اور فساد برپا ہوا۔  
 ملک فیروز اور اور امیر اوسکے دبانے اور مٹانے میں مصروف ہوئے۔ بانی فساد مغل تھے  
 ۔ التون بہادر اور اور امیر جو امیر فرغن نے بادشاہ کی اعانت کیواسطے بھیجے تھے۔ اونکو  
 انعام اور خلعت دیکر ملک فیروز نے سمجھا یا کہ مصلحت وقت یہی کہ آپ وطن کو شریف  
 لیجائیں۔ مبادا ہمارے تمہارے لشکر و غنیمت بھیر سوجا۔ التون بہادر آدمی دانشمند تھا  
 وہ بات سمجھ گیا اور چل دیا۔ مگر امیر فیروز گرگین امرا سلطنت میں تھا اوسنے التون بہادر  
 جا کر فمائش کی کہ تو کسوقت گھر چلا آ۔ دیکھ بادشاہ ہند مر گیا۔ کوئی اوسکی جگہ تخت پر  
 نہیں بیٹھا۔ لشکر بے سروسامان اور شتر بے ہمارے۔ سپاہیانہ کام بھی کھل کر چلا  
 ۔ اور سب خزانہ اور سب نقد جس چہین۔ پہر چہین سے اپنے ملک جا۔ التون ہی اس  
 بہکانے میں آگیا۔ دوسرے روز اولٹا پرا۔ اور چٹی لشکر پر کہ غیر مرتب و سکاروان کی طرح  
 جا آتا تھا حملہ کیا۔ اور ایک ہل چن الدی اور خزانہ کے اونٹ چہین لئے۔ اور جو ہاتھ لگاؤ

غرض خوب لکھو لکھ کر ہاتھ صاف کیے۔ اور ہزاروں بچے سیر کئے۔ دوروز تک لشکر  
 بن کہا نا پینا سونا حرام کر دیا۔ دوسرے روز عالم اور شاہج اور امیر سب متفق ہو کر ملک فیروز  
 کے گھر گئے۔ اور اس کے کہنے لگے کہ پادشاہ نے آکھو و لیحد مقرر کیا۔ سوا آپ کے کوئی اور  
 سلطنت کر لائق ہی نہیں ہے۔ پس تمہارے کہ سلطنت کا مون کو معطل نہ کیجئے۔ اور تخت  
 پر رونق افروز ہو جائے۔ سپر ملک فیروز نے فرمایا کہ میرا ارادہ چچ کا ہے۔ مجھے معاف کیجئے  
 اور اس بار سلطنت کو میرے سر پر نہ رکھئے۔ مگر لوگوں نے یہ عذر اسکا نہ مانا۔ تو وہ ناچار  
 اٹھا اور وضو کیا۔ اور خدا کی جانب میں گڑ گڑا کر اور ذکر یہ دعا مانگی کہ اے خدا  
 تیری بغیر عانت کوئی کام انسان کا پورا نہیں ہو سکتا۔ سلطنت کا مدار تیری حمایت پر  
 موقوف ہے۔ میں اس بار سلطنت کو تیری ہی بہرہ سپر سر پر اوتھاتا ہوں۔ غرض  
 ۲۲۔ محرم ۸۵۲ مطابق ۲۳۔ راج ۸۵۳ کو تانا خان نے تاج شاہی سر پر رکھا۔ مگر  
 لباس شاہی اوسی اپنے ماتھی لباس پر پہنا۔ جب امیرون نے کہا کہ اس ماتھی کپڑوں کو  
 دور کیجئے۔ تو اس نے یہ کہا کہ یہ مجھے نہ ہو سکے گا۔ یہ اوس شخص کے ماتم کا لباس ہے  
 جو میرا باپ میرا استاد میرا مربی میرا آقا میرا ملک تھا۔ اول ہی روز جلوس کا تھا کہ اس نے  
 ہٹھ کے مفسدون اور مغلوں سے تین ہزار قیدی مول لیکر آزاد کئے۔ پھر لشکر و سب اور  
 با ساز و سامان کر کے سفر شروع کیا۔ پھر مغلوں نے جدہ سے حکم کیا ایسی شکست کہاٹی کہ  
 پھر منہ زہاکہ اوس طرف منہ کرتے۔ جب یہ حال ہوا اور امیر فیروز گرگین  
 نے دیکھا کہ اب دال نہیں لگتی۔ اولے بنے گہر و کو چل دئے۔ اور طعی باغی کے  
 اغوا سے جو فتنہ فساد ہٹ کر مفسد برپا کر رہے تھے وہ بھی فرو ہو گیا۔ غرض اس ڈھنگ  
 ہی کوئی اور ملک سلطنت پر اب تک پادشاہ دلی میں نہیں بیٹھا۔ جب پادشاہ بدلتا ہے تو انکا

سلطنت میں بھی بڑا تغیر ہوتا ہے۔ پرانی جرین اپنی جگہ سے ادا پڑی جاتی ہیں دروہا  
نئی شاخیں لگائی جاتی ہیں۔ مگر اس پادشاہ کی تخت نشینی سے انقلاب ہی نہیں ہوا۔  
اور سب زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ پہلی دفعہ تھی کہ ہندوستانی امیرین متفق ہو کر  
اپنا اسکو پادشاہ بنایا۔

## پادشاہ کا سفر ہمسائیہ ملک

غرض پادشاہ نے طنی باغی کی سرکوبی کے واسطے ہوتڑی فوج سندھ میں چھوڑی۔ اور  
آپ اٹک کے کنارہ کنارہ مقام اچھین آیا۔ یہاں اسکو خبر ملی کہ خواجہ جہان عاالملک  
وزیر کو انٹی برس کی عمر میں بیہ خطا و چہلا کہ ایک چہہ برس کے لڑکے کو تخت پر بٹھایا۔ اور  
غیاث الدین محمد اسکا لقب کیا۔ اور سلطان محمد تغلق کا بیٹا اسکو مشہور کیا۔ اور اسکو  
اوسکی اطاعت کے واسطے تنگ کیا۔ پادشاہ نے سنکر جانا کہ وزیر کی یہ حرکت حماقت اور  
سفارت کے پیرانہ سالی کے سبب سے زرد ہوئی ہے۔ سیف الدین ٹخنہ کو اس پاس بھیجا  
اور کلمات نصیحت اور عفو قصور کہلا پیچھے۔ جب پادشاہ ہانسی آہستہ آہستہ چلک پھینچا  
تو خواجہ جہان وزیر نے بھی پادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ محمد تغلق کا بیٹا ابھی موجود ہے  
آپ کیواسطے ہتھ ہو گا کہ اوسکی اطاعت قبول کیجے۔ اور نیابت کا کام لیجے۔ اس پیغام  
پہنچنے پر سلطان فیروز نے سب باب مشورہ کو جمع کیا اور کہا کہ تم سب صاحب پادشاہ کے  
مصاحب ہمیشہ رہے ہو۔ اگر تمکو معلوم ہو کہ پادشاہ کے بیٹا تھا۔ تو ہم سب چل کر  
اوسکو تخت پر بٹھائیں۔ اور اوسکی اطاعت میں سر جھکائیں۔ اس پر مولانا مالک الدین  
صاحب نے فرمایا کہ جس نے اول سلطنت کا کام شروع کیا وہی اولے ہے۔ اس گول مول  
فہرہ سے یہ تحقیق نہو کہ واقعی پادشاہ کا بیٹا وہ لڑکا تھا یا نہ تھا۔ اس عرصہ میں جتنا

سلطان فیروز شاہ دلی کے قریب تاکیا اوٹنے امیر دلی سے بہاگ بہاگ پادشاہ پاس چلے گئے۔ ملک مقبول ہی پادشاہ پاس پہنچ کر چلا گیا۔ جب خواجہ جہانک بت بگڑتی ہوئی دیکھی خود پادشاہ کے سامنے سر پر ہنہ دستار گل میں اور نکوار پس پشت اڑی ہوئے حاضر ہوا۔ پادشاہ نے اسکی تعظیم عاف کی اور وزیر بنایا اور ارادہ کیا مگر اور امیر اس کے مانع آئے اسلئے اسکو سمانہ میں جاگیر دیکر حیفٹ کیا۔ اب ملک طغی کر شہ پہنکی خبر پادشاہ پاس آگئی۔ ان تمام جگہوں کے بعد ۱۳۱۵ھ میں دلی میں پہنچا تخت پادشاہی پر قدم رکھا دلی میں آج کے دن خوشی کے مارے گہر گہر عید تھی۔ اسوقت سلاطین غور کی اولاد خداوند نڈر اور خاندان عباسیہ کی اولاد محمد و محمد کا کہلاتے تھے۔ پادشاہ ان دونوں خاندانوں کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ انہیں سے اکثر لوگوں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے اور ملک مقبول کو خواجہ جہان وزیر کا نائب تھا۔ خان جہان کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا ملک مقبول اصل میں شریف قوم کا منہد تھا۔ اور اسکا نام کوٹ تھا۔ لنگانہ میں رہتا تھا۔ چھ لنگانہ کے ساتھ دلی کو آتا تھا۔ راجہ جیہاہ میں مگر گیا تو اسنے اپنی بیٹی سلطان محمد تغلق کو نذر کیا۔ اور سلام قبول کیا اسلئے سلطان اسکا نام مقبول کہا۔ بہر درجہ بدرجہ منصبوں چڑھتا گیا۔ اور قوام الملک اسکا خطاب ہوا۔ جب سلطان مراٹھا نائب وزیر ہوا۔ اور اس پادشاہ فیروز سے وزیر مقرر کیا۔ اور میں برہن زارت کا کام کیا۔ جب ہمارا تواد بیٹے جو نائشہ کو خان جہان کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا۔ ٹھٹھ میں تاج شاہی کو سر پر رکھ کر قید یون کو مول لیکر رکھا تھا۔ اب دلی کے تخت پر قدم رکھ کر یہ پہلا کام کیا کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں جو رہبر عایا کو زراعت واسطے تعاون میں بہت کچھ دیا گیا تھا۔ اور خواجہ جہان وزیر نے ہی رعایا کو جو اہرات اور روپیہ اس نظر سے دیدیا تھا کہ وہ اسکی



پادشاہ خور و دسال کے طرفدار ہوں۔ اور اس تمام زمین کا حساب کتاب قتر شاہی میں لکھا ہوا تھا۔ اور رعایا کو اسکے مطالبہ کا خوف لگا ہوا تھا۔ اس نیک کردار پادشاہ نے اس تمام وسیع کو معاف کر دیا۔ اور رعایا کو اطمینان کئے اس قدر کو انکے آئندہ کے سامنے بازائیں جلوادیا۔ کہ آئندہ ہی کوئی اور کا مطالبہ نہ کر سکے۔ غرض اور پادشاہ تو سیاست اور کشت و خور سے رعایا کو ڈرا کر حکموں اور قابو میں کرتے تھے۔ مگر یہ پادشاہ تالیف قلوب و رعیت کو اپنا عاشق بناتا تھا +

## بنگال کی پہلی مہم

جب تخت نشینی پر تین برس گزر چکے تو ۱۳۵۳ء میں خان جہان کو سب اختیار دلی میں دیا۔ خود بنگال کو روانہ ہوا۔ یہاں حاجی لیا س نے فساد مچا رکھا تھا۔ اپنا نام شمس الدین شاہ رکھا۔ اور بنارس تک ملکیت قبضہ کر لیا۔ اسکی قامت کا مقام بند ہوا (بند و اجوا لہ پاس ہے) تھا۔ جب پادشاہ یہاں آیا تو وہ اکدالہ میں چلا گیا۔ پادشاہ نے یہاں کسی کو کچھ تکلیف ندی اور خود اکدالہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور بڑی بڑی لڑائیاں ہونی شروع ہوئیں۔ یہ لڑائی بہت ختم ہونے پائی تھی کہ برسات کا موسم سر پڑا۔ ارباب مشورہ پادشاہ پہلے جمع ہوئے۔ اور بعد بہت سی بحث و تکرار کے یہ مقرر کیا کہ شمس الدین نے اکدالہ میں پناہ لی ہے اور وہ جانتا ہی کہ مجھے لڑنے کی ضرورت نہیں بہت جگہ ایسی قلب تھی کہ برسات پانی اور چھ لٹوا اور حشرات الارض پادشاہ کو اولٹا بگا دینگے۔ پس مناسب کہ کچھ مراعت کر کے دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اس مشورے موافق سات کوں پادشاہ دلی کی طرف لٹا چلا۔ اور مصنوعی قلندر دلی معرفت شمس الدین کے قانون تک یہ بات پہنچائی کہ پادشاہ دلی کو اولٹا بھاگتا ہے۔ یہ سن کر ہی وہ اکدالہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اور پادشاہ سے خوب لڑا

مگر آخر شکست ہوئی۔ اور بڑی مشکل سے بہاک کر قلعہ اکلہ الدین گہسا۔ اور اوکا دروازہ بند کرنا نصیب نہوا۔ تمام فوج منتشر ہو گئی۔ ہاتھی اور بہت سی غنیمت بادشاہ کو ہاتھ لگی اور شہر اکلہ الا پر قبضہ ہو گیا۔ جب اس شہر میں بادشاہ داخل ہوا۔ تو کوٹھون پر مخمر گہرا کی عورتوں کا ہجوم تھا۔ اونکا سرنگا تھا اور آہ و نالہ زبان پر تھا۔ اس حال کو دیکھ کر بادشاہ کو رحم آیا۔ اور اپنے امیروں کہنے لگا کہ میں نے بہت مسلمانوں کا خون کیا۔ اب اگر قلعہ لیتا ہوں تو اور مسلمانوں کا خون کرتا ہوں اور عورتوں کی عزت کھوتا ہوں۔ ان حرکات کو خدا کے روبرو کیا منہ دکھاؤنگا۔ مجھ میں اور مخلوق میں کیا فرق ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اب کبھی دن اور گھر چلوں۔ ملک کا تہہ لگ گیا ہے خطبہ میر نام کا جاری ہو گیا اس پر چند امیروں نے اصرار کیا کہ اس ملک کو ضبط کیجئے۔ مگر بادشاہ نے کچھ نہ سنا۔ اسلئے تادمین صلح کی یہی کچھ صورت ہو گئی تھی۔ اسنے لکھنؤ کے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اور دہلی کو چلا آیا۔

یہ ۱۲۱۰ھ میں شمس الدین شاہ کے ایلچی بہت تھکے تھے تحائف بادشاہ پاس لائے۔ اور صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ صلح پر راضی ہو گیا۔ اور المچوین کو نہایت عزت کے ساتھ خدمت کیا اسی سند میں خلیفہ عباسی پاشا ہان بہمنہ دکن کی سفارش میں خط لکھا۔ غرض اس تاریخ سے بنگالہ اور دکن مسلمانین دہلی کے تصرف سے نکل کر خود مختار ہو گیا۔ مگر دہلی کا بادشاہ برائے نام اپنی بزرگی جتلائے کیواسلئے وہاں کے حاکموں سے سالیانہ نذرانہ اور پیشکش

## بنگالہ کی دوسری مہم

سناگانون میں ملک فخر الدین حاکم تھا۔ ظفر خان اوسکا داماد تھا۔ جب پلو شاہ نے بنگالہ سے دہلی کی طرف مراجعت کی شمس الدین شاہ کشتیوں میں بیٹھ سناگانون پر چڑھ گیا اور ملک فخر الدین کو مار ڈالا۔ اور خود اس ملک کا مالک بن بیٹھا۔ ظفر خان بادشاہ

اور اپنی فریاد لایا۔ بادشاہ نے اوسکی خاطر سے سامان جنگ مہیا ہو بنگال حکم دیا۔ جیسے  
 تیار سی کی خبر عالم بنگالہ کو پہنچی تو وہ اکدالا میں سے سنا رگانون میں چلا آیا۔ ویدجیز  
 بنگالہ کے تہا۔ یہاں کی رعایا نے یہی اوسکے ہاتھ ہی تنگ ہو کر بادشاہ پاس فریاد کی  
 عرضیاں پہنچی شروع کیں۔ بادشاہ نے خان جہاں کو دہلی میں نائب بنامقرر کیا۔  
 اور خود لکھنؤ میں ۱۳۵۹ھ میں روانہ ہوا۔ جب بادشاہ بنگالہ میں آیا۔ تو شمس لدین مرچکا  
 اور سکندر خان اوسکا بیٹا جانشین ہو چکا تھا۔ اب وہ بادشاہ سے ڈر کر سنا رگانون  
 اکدالا میں چلا گیا۔ بادشاہ نے وہاں جا کر لڑائی شروع کی۔ سکندر خان لڑتے لڑتے  
 بہت تھک گیا۔ تو اوسنے ایک معقول بلچی کے ہاتھ پیغام صلح بھیجا۔ بادشاہ نے اوسے  
 منظور کر لیا۔ لڑائی کا جو اصل سبب تھا کہ ظفر خان کو سنا رگانون مجائے۔ یہ شرط بھی  
 سکندر خان نے منظور کر لی۔ غرض دونوں میں صلح ہو گئی۔ اور سکندر خان جب تک  
 جیتا رہا۔ بادشاہ پاس چائیں ہی ہندو میں بھیجا۔ ۱۔ ظفر خان نے سنا رگانون کی حکومت  
 سے بادشاہ کی صحبت و محبت پسند کی۔ غرض حم دلی نے دونوں فدا اس ہم سے بادشاہ کو  
 فائدہ کشیر اٹھانے دیا۔ اب بادشاہ دلی کی طرف روانہ ہوا۔ جاج نگر اور بنارس میں کچھ  
 دنوں ٹھہرا۔ اور سب پرانے جاؤں اور راناؤں اور مقصود کو مطیع کر مارا۔ جب دلی  
 میں پہنچا تو شہر میں بادشاہ کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی +

### نگر کوٹ اور ٹٹہ کی مہم

جب لکھنؤ سے بادشاہ ہر کر دلی میں آیا۔ تو فوج لیکر نگر کوٹ کو روانہ ہوا۔ دامن کوہ  
 جب پہنچا۔ تو برف اوسکے واسطے وہاں آئی۔ اس پر سلطان تغلق کی بیہ بات اوسکو  
 یاد آئی کہ اسی مقام پر اوسکے واسطے برف کا شربت آیا تھا۔ مگر میں اوسوقت نہ تھا۔

اسلئے اوسکو بادشاہ نے نہ پیا۔ یہ بات یاد کر کے شربت کی سبیل سلطان محمد تعلق کے نام پر  
 لگوادی۔ اب نگر کوٹ کراچہ سے لڑائی ہوئی۔ اور آخر کوراجہ مطیع ہوا۔ اور مورخین  
 شاہی ہوا۔ اور نگر کوٹ کا نام محمد آباد سلطان محمد تعلق کے نام پر رکھا گیا۔ جب بادشاہ  
 نگر کوٹ سے فارغ ہوا تو اوس ملک سے فوج کرنے کا ارادہ کیا۔ اوسکو رست اس ملک  
 مطیع کرینا خیال تھا۔ وہ حالت نزع سلطان محمد تعلق کی اور وہ آرزو صحت کی حاصل اس  
 مطلب کے لئے اوسے یاد تھی۔ غرض بہہ کاٹا اوسکے ہلو میں کھینکتا تھا۔ اوسکے کھانے کی  
 تدبیر کرنے لگا۔ اور نگر کوٹ سے آگے چل کر ٹھہرے۔ یہاں ہوقت حاکم جام بانی تھا۔  
 اوسنے لڑینکی تیاری کی۔ اور قلعہ کو مستحکم کیا۔ اور خوب بادشاہ سے لڑا۔ برسات اور  
 گرانی غلہ نے بادشاہ کی فوج کا ناک میں دم کیا۔ اور اس سبب بادشاہ گجرات کو چلا۔  
 نے تعاقب کیا۔ مگر شکست کھائی۔ رامون کے مصیبت اور غلہ کی گرانی نے بادشاہی  
 سپاہ کو بدرجہ غایت تکلیف پہنچائی۔ اور بڑی مشکل سے خدا کا رکے بادشاہ گجرات میں  
 پہنچا۔ چہ مہینہ سے نہ بادشاہ کی نہ سپاہ کی کچھ خبر دل میں پہنچی تھی۔ اسلئے اندیشہ تھا  
 کہ وہاں کچھ فساد نہ کھڑا ہو جائے۔ مگر خان جہان کا انتظام ایسا تھا کہ کوئی کان نہ ملاتا  
 تھا۔ جب اس فحط اور رامون کی تکالیف کی خبر دل میں پہنچی۔ تو گہر گہرا ماتم تھا۔ دلی  
 بہت سامان خان جہان نے پہنچا۔ اب برسات ختم ہوئی۔ بادشاہ نے طغر خان کو  
 گجرات میں حاکم مقرر کیا۔ اور خود ٹھہرے کی طرف روانہ ہوا۔ مگر فوج پہلے مصیبت دیکھ  
 چکی تھی۔ اسلئے اوسے ہاگنا شروع کیا۔ اور گہر کا راستہ لیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی  
 تو اوسنے ایک عطا کو سنا یا۔ اور خدا اور رسول کا حکم بتلایا۔ اور جو سپاہی بہانگ  
 او نکا تدارک خسرومی یعنی قتل در جلا وطنی اور قید نکیا۔ بلکہ تدارک معنوی کیا یعنی

نصیحت اور ہند سے بھجایا۔ جب کئی بہانے لگا تو دو مہینے روزگ برسر بازار ملامت کیا جاتا۔  
 مگر اسکی خواہ اور جاگیر کو ہاتھ نہ لگایا جاتا۔ پادشاہ نے تالیفِ قلوب کے سپاہ کو تازہ کر  
 کر لیا۔ ٹھٹھہ میں پہنچ گیا۔ یہاں رعیت اپنی زراعت میں مصروف تھی۔ پادشاہ کی  
 مراجعت کا خیال ہی نہ تھا۔ وہ یہہ گیت گا گا کر سمیت ہو رہی تھی۔ کہ سلطان محمد تغلق  
 ہمارے پیچھے پڑا خدا نے اسکو غارت کیا۔ سلطان فیروز شاہ ہمارے سامنے آیا اسکو  
 اسد نے پیچھے بھاگایا۔ پس جب معلوم ہوا کہ سلطان فیروز آہو بچا۔ تو انہوں نے  
 اپنی ساری زراعت کو غارت کیا۔ اور دریا کے اوس پار جا کر مٹی کے قلعوں میں پناہ  
 لی۔ جب پادشاہ نے دیکھا کہ فصل بچ بالکل تباہ کر دی۔ تو اسنے اور دہات سے غلہ  
 حذب کر کے سامانِ رسد درست کر لیا۔ اور اس اثناء میں چار ہزار کے قریب سندھی  
 پادشاہ کی قید میں آئے۔ یہہ اسی پادشاہ کا کام تھا کہ انہیں سندھیوں کو جنہوں نے  
 پادشاہ کی فوج کو بھوکا مارنے کے لئے زراعت کو تباہ کیا قید میں خوب پیٹ بھر کے  
 قحط سالی میں روٹی دی۔ یہہ رحم دلی قابلِ یاد رکھنے کے ہے۔ دریا سندھ کے کنارے  
 وار پار لشکر و نو پڑے تھے۔ اور کبھی کبھی چپہر چاڑھ ہو جاتی تھی۔ اب پادشاہ نے پل  
 بنا کر دریا کو عبور کیا۔ اور علاء الملک اور ظفر خان سے دشمنوں کا سخت مقابلہ ہوا جب  
 پادشاہ نے دیکھا کہ دونوں طرف سے ہزاروں مسلمان جنگی ہونے میں۔ تو اسنے ایک مہی  
 بھجکر اپنی سپاہ کو بٹھالیا۔ اور علاء الملک کو دہلی امداد کے واسطے بھجا۔ جب یہہ ملک  
 دہلی سے آئی تو سندھیوں کے دل چوٹ گئے۔ اور سوار اسکے اوکے ان قحط سخت پڑا  
 اور اس سبب اسکی قوت ضعیف ہو گئی۔ جو قوط کے ہاتھ سے آفتیں اور مصیبتیں پادشاہ  
 کی سپاہ نے اٹھائی تھیں اب سندھیوں کو اٹھائی پڑیں۔ خود اون کی زراعت کا

غایت کرنا وہیں کے حق میں نہیں ہوا۔ چاہ کن راجاہ درپش۔ غرض جب یون عاجز ہوئے  
تو صلح کے پیغام بھیجے۔ پادشاہ نے صلح کو منظور کر لیا۔ اور جام بانی پادشاہ کے  
وہر و اس صورت سے آیا کہ گلے میں آگے دستار اور پیچھے تنگی تلوار اور سر تنگہ۔ اور  
فیروز شاہ سے عرض کی کہ میں تیرا غلام اور تو میرا پادشاہ ہے۔ پادشاہ اس راجاہ اور  
اوسکے ہمراہیوں کو ہمراہ لیکر دہلی آیا۔ اور پہاڑ کو ٹھٹھہ ہی میں اپنے کاموں پر  
بجالا کر لیا۔ اس تمام لڑائی کا خلاصہ یہ ہے کہ گو پادشاہ کو اس کام میں کامل کامیابی  
نصیب نہ ہوئی۔ مگر جام بانی کی اس طاعت سے ناکامی کا رنج و الم اور تاسف کم ہو گیا  
غرض جو کچھ اس مہم میں ہوا وہ اب تک کسی در پادشاہ کے محمد میں ہی نہیں ہوا تھا اسلئے  
سب سے بڑا کام فیروز شاہ کا لڑائی کے باب میں یہی گنا جاتا ہے۔

### حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑا

۱۳۷۴ء میں غفرخان حاکم گجرات وفات پائی۔ اوسکا بیٹا دیرا خان اوسکا جانشین ہوا  
اور پادشاہ کے ہاں غفرخان کا اوسکو بھی خطاب ملا۔ ۱۳۷۵ء میں خواجہ شمس الدین  
و مخانی نے غرض کی کہ عمال گجرات قرار و فقی اوس ملک کا محاصل خزانہ شاہی میں  
نہیں داخل کرتے۔ میں جمع گجرات پر اضافہ کر کے درخواست دیتا ہوں۔ شمس الدین  
ابورجا نائب غفرخان کو لکھا گیا کہ اس ضافہ جمع کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ او  
قبول کیا۔ خواجہ شمس الدین دسانی گجرات کو روانہ ہوا۔ مگر اس جمع کو ادا نہ کر سکا  
تو باغی ہو گیا۔ مگر اوسکا سر کاٹ کر دہلی میں بحال نے پادشاہ پاس بھیجا۔ یہی ایک  
حاکم۔ پادشاہ سے باغی ہوا اور نہ۔ کوئی اور حکام میں سے  
پادشاہ سے برگشتہ نہ ہوا۔

پر گنہ گار وہ میں زمینداروں نے بغاوت اختیار کی بادشاہ نے خود جا کر اسکو مٹا دیا۔  
 کٹھپیر کے مقدم کٹر کو نے بدایوں کے حاکم سید محمد کو بہاؤ میں سمیت مار ڈالا۔ بادشاہ کو  
 اس پر بہت غصہ آیا۔ اور ۸۶ھ میں وہاں گیا۔ اور سرکشوں کو قتل کیا۔ گھر کو بہا  
 کوہ کیا یوں میں چلا گیا۔ سنہل میں ملک اودافغان کو حاکم مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ  
 کٹھپیر کے سرکشوں کا ہمیشہ سرکھلتا رہے۔ اور ۸۵ھ میں بسولی میں ایک قلعہ بنایا۔  
 اور اسکا نام فیروز پور رکھا۔ مگر لوگوں نے اسکا نام آخر میں پور رکھا۔ یہ تھاق کی  
 بابت ہے کہ لوگوں کا کہنا پورا ہوا کہ اسکو کوئی قلعہ بنایا یہ نصیب ہوا۔

### بادشاہ کی ضعفی کے بائین

بڑا بیٹا بادشاہ کا قلع خان تھا۔ جب بادشاہ لکھنؤ کی گویا تھا۔ تو اس نے اس  
 شانہ زادہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور کہہ میں اپنی نام کے ساتھ اسکا نام بھی  
 جاری کرایا۔ اور ایک جدا اسکا دربار مقرر کیا۔ یہ شانہ زادہ بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا  
 ۔ اس کے لڑکپن کی یہ حکایت مشہور ہے۔ کہ کھیت سے چٹی لیکر اپنے محل کو جانا رہا کہ لڑ  
 میں ایک بڑیا نے گھوڑی کی لگام پکڑنے اور یہ فریاد کی کہ میرا خاوند اور بیٹا کچھ سیاب  
 خرید کر کے تیرے لشکر میں بھیج کر واسطے لاتے تھے۔ راہ میں چور دن نے اون کو  
 لوٹ لیا۔ اور جب لشکر میں آئی تو جاسوس سمجھ کر تیرے لشکر کے آدمیوں کی طرح لٹایا  
 اور قید میں ڈال دیا ہے۔ شانہ زادہ کو رحم آیا۔ اور دھوپ میں کھڑے رہ کر اور گواہ سنکر  
 اور تحقیقات مقدمہ کی کہ بڑیا کو باپ پاس لگایا۔ اور مصافحہ کرایا۔ اور صبح کا  
 کہا ناشام کو کہا یا۔ مگر افسوس ہے کہ اسکی عمر نے وفات کی۔ ۱۳۷۵ھ میں بستر  
 حرکت پر آرام کیا۔ دوسرے بیٹا محمد خان تھا وہ ایسا تھا کہ جیسا بڑا بیٹا تھا۔ یہ ہمد

پادشاہ کو پیرانہ سالی میں ایسا پہنچا کہ مکر ٹوٹ گئی۔ اور سلطنت کے کاموں میں ہفت کم ہوا۔  
 غرض ۸۵ سال تک تو پادشاہ پہنچو گئے کاموں میں دل سے مصروف رہا۔ اب سن آئی  
 بزرگ پنہا۔ ضعیفی اور پیری کا زور ہوا۔ کاروبار سلطنت دل سے دور ہوا۔ سب کام کاج  
 وزیر خان جہان سپرد ہوا۔ جو کچھ وزیر کہتا پادشاہ وہی کرتا جب پادشاہ کی یہ نہایت  
 پہنچی۔ تو وزیر کو اپنے اختیار کا فریڑا۔ حکم اور حکومت کی جاٹ لگی۔ اب نیت کچھ دوسرے  
 اور ہوی ۸۶ سال میں پادشاہ اس زبردستی عرض کیا کہ شہزادہ محمد خان کا کچھ درازدہ  
 وہ ظفر خان اور سرداروں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔ اور خود پادشاہ بننے کا ارادہ ہے  
 پادشاہ کی عقل میں خلل ہی گیا تھا۔ کچھ اس بات یقین کرنے میں تامل نہوا۔ اوسو  
 شہزادہ محمد خان اور ظفر خان قید کرنے کا حکم صادر کیا۔ ظفر خان کو تو خان جہان نے  
 بلا کر اپنے گہر میں مقید کیا۔ شہزادہ کی گرفتاری کا فکر ہوا۔ جب یہ خبر شہزادہ کو لگی  
 اوسنے گہر کا دروازہ بند کیا۔ اور خوب مخالفت کر کے بچو بیٹھا۔ ہر چند خان جہان او  
 دربار میں بلاتا۔ وہ آلے بالے بتاؤ نہیں ٹاتا۔ اور دربار میں نہ آتا۔ ایک دن جہان  
 لگا اوچی بن محافہ میں بیٹھ سب طرف سے پردہ لگا اور یہ بیاتہ بنا کہ شہزادہ کی حرم ہاؤس  
 پاس جاتی ہے۔ زنانہ محل میں وہ جا پہنچا۔ محل کی عورتوں نے یہہ تا شاد دیکھہ غل مچایا۔  
 کہ وہ پادشاہ کو مارنے کو آیا۔ مگر یہہ شہزادہ سپد باب پاس گیا۔ اور سر قدموں پر کوٹ  
 اور کہنے لگا کہ خان جہان حضور سے غرض کیا ہے کہ میرا ارادہ حضور کے قتل کا ہے۔  
 بہلا کوئی بیٹا باپ کے مارنے کا قصد کرتا ہے۔ اور جو کم بخت کرتا ہے وہ جو نامرگ مرتا ہے  
 خان جہان کا ارادہ ہے کہ میرا کام تمام کرے۔ اور خود پادشاہ بنے۔ اگر میری نیت  
 میں کچھ فتوہ داخل ہوتا تو اس وقت سے زیادہ کوئی اور وقت مجھ کو مل سکتا۔ پادشاہ کو



یہ بات اسکی مقول معلوم ہوئی۔ اوکو گلے لگا لیا۔ اور حکم دیدیا کہ خان جہان کو جا کر پاڑوال  
اور ظفر خان کو پہٹالے مجھے خان باب کا یہ حکم حاصل کیا۔ اور دس بارہ ہزار غلاموں کو ساتھ  
لیا۔ اور خان جہان پر چڑھ گیا۔ خان جہان یہ حال دیکھ کر ظفر خان کو تو پہلے ہی اس دنیا سے  
رہائی دی اور خود تھوڑے آدمیوں کو ہمراہ لے کر نیکو نظر۔ مگر زخمی ہو کر اپنے گہر میں پہر آیا  
اور دوسرے دروازہ سے نکل کر میوات کی راہ لی۔ اور کوکا چوہان گہر میں پناہ لی۔ یہ  
سب کام کر کے شانزادہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب بادشاہ میں پڑھا پلے سے  
کچھ دم باقی نہ تھا۔ سب اسباب شاہی اور شاہی بیٹے کو حوالے جیتے جی کی۔ اور  
ناصر الدین محمد شاہ کا خطاب یا۔ اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا۔ اور یاد الہی میں مصروف ہو  
۳۸۹ھ میں یہ شانزادہ تخت شاہی پر بیٹھا۔ اور حکم دیا کہ حجہ کو خطبہ دو نو بادشاہوں کے  
نام کا پڑھنا چاہئے۔ باپ کے سب ملازمین کو بدستور برقرار رکھا۔ ملک یعقوب آخر تک کہ  
امرا و مغیرین تھے اسکا تذکرہ خان کا خطاب یا۔ اور گجرات اور سکے سپرد کیا۔ جب گجرات  
کو گیا تو اٹھارہ راہین میوات میں کوکا چوہان خان جہان کو اس کے حوالہ کیا۔ اس نے  
سہراٹ کر بادشاہ باس بھیج دیا۔ اب ناصر الدین کو وہ بایہ میں شکار کھیلنے چلا گیا۔ وہاں  
اوسکو خبر پہنچی کہ امیران صددہ اور فرخہ الملک نے اتفاق کر کے سکندر خان کو مار ڈالا۔  
یہ خبر سنکر بدلی میں چلا آیا۔ اور کچھ اس مضددہ کا علاج کیا۔ عیش عشرت میں ڈوب گیا۔  
اس شانزادہ میں امور سلطنت انصرام اور انجام دینے کی لیاقت ہی نہ تھی۔ اب  
کلم تختی جو آئی تو باپ کی زندگی میں اس کے تجربہ کار امرا کو کہنا۔ اور اپنے نالائق و نوجوان  
بڑے ناتسروے کیا۔ اسے امرا ہی بگڑ بیٹھے۔ اور ملک بہادر الدین اور کمال الدین اس  
پادشاہ کے چچا کے بیٹے ہی پہر گئے۔ اور غلامان شاہی کے قریب ایک ایک کے تھے غلام

اپنی طرف کر لئے۔ اور ناصر الدین سے ایک جنگ عظیم شروع کی۔ دونوں سخت لڑائی ہوئی۔ مگر ناصر الدین سے انہوں نے شکست پائی۔ تو فیروز شاہ باس دوڑے گئے اور اوسکو اپنے اختیار میں لاکر پھر ناصر الدین سے لڑائی شروع کی۔ غرض بہہ قنہ عظیم دارالملک میں برپا ہوا۔ دو روز تک ایسی لڑائی رہی کہ غالب و مغلوب معلوم ہوتے تھے۔ غلاموں کے کہنے پادشاہ کو بالکی میں ٹہا کر رزم گاہ میں لے آئے۔ جب لوگوں نے پادشاہ کا ہاتھی اوشان اور سامان دیکھا تو وہ ناصر الدین کو چھوڑ چھا پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ناصر الدین یہ حال دیکھا تو کوہ سر مور پر بہاگ گیا۔ اب پادشاہ میں خود کچھ عقل باقی نہ رہی تھی۔ ایک کٹ پتلی تھی جس طرح لوگ چاہتے تھے بچاتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے اپنے پوتے تغلق شاہ پرستخ خان کو تخت پر بٹھایا۔ اور اپنے داماد سید جن کو قتل کرایا۔ اب تغلق شاہ کا پہلا حکم یہ تھا کہ ناصر الدین محمد شاہ کے جہان ہوا خواہ ملین قتل کئے جاویں +

## وفات پادشاہ کی

۱۳۸۹ھ

بعد اس ہنگامے کے تھوڑے دن گزرے تھے کہ ۳۔ رمضان ۷۹۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر بعد اس ہنگامے کے تھوڑے دن گزرے تھے کہ ۳۔ رمضان ۷۹۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر میں فیروز شاہ نے اس جہان کی کشمکش سے رہائی پائی۔ تو وہ برس کی عمر تھی اور چالیس برس کے قریب سلطنت کی۔ یہ پادشاہ ہی دلی کے تخت پر ایسا گذرا ہے کہ اوسکی ہر کیا بات قابل توجہ ہے۔ گو فتوحات ملکی کے اعتبار سے اوسکی سلطنت بڑی نہ شمار کی جائے۔ مگر اور رفاد عام کے کاموں کے اعتبار سے بڑے ترنہ اور شان کی انتہا تھی۔ مختلف حالات اوسکی سلطنت اب ہم لکھتے ہیں +

## پادشاہ کا شوق غلاموں کا

اس بادشاہ کو غلاموں کا بڑا شوق تھا۔ وہ چاروں طرف سے انکو جمع کرتا۔ اور امیر اور جاگیردار خوب صورت خوب صورت غلام آراستہ پرستہ کر کے اوسکی نذرین بھیجے۔ دربار میں اوسکے غلاموں کا ازدحام لگا رہتا۔ انکو سب طرح کے کام بادشاہ سکھواتا۔ کسی کو قرآن مشریف حفظ کراتا۔ کسی کو فقہ اور محدث بنواتا۔ کسی کو خوشنویس بناتا۔ کسی کو سپاہ گری سکھاتا۔ غرض نیا کاکوئی کام باقی نہ تھا جو اوسکے غلام نہ سیکھتے ہوں۔ بارہ ہزار غلام اہل حرفہ تھے۔ چالیس ہزار غلام سپاہی اردلی میں جتے تھے۔ ایک لاکھ سی ہزار غلاموں کی پرورش وہ کرتا۔ اور امیرون اور جاگیرداروں میں بھی غلام تعلیم کے واسطے تقسیم کر دیتا۔ اور تاکید کر دیتا کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوں تو اوسکی لیاقت کی کیفیت عرض کریں۔ مگر زمانہ کا انقلاب ایسا ہے کہ جن غلاموں کے یہ فائدہ نہیں بادشاہ کی وفات برادہنیں کی گردن اور تلوار تھی

### بادشاہ کا شوق شکار

بادشاہ شکار پر عاشق تھا۔ اوسکے اس شوق ذوق کا حال تفصیل لکھیں تو ایک کتاب لکھنا تصنیف کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے بالا جمال و سکی یہ کیفیت لکھ کر موسم گرما میں دیباچہ پور اور سختی کے درمیان گونج کر شکار کھیلتا۔ اور موسم سرما میں بد اون اول اولہ میں ہرنوں اور بیل گانوں کے شکار کو جاتا۔ یہاں یہ جانور کثرت سے ہوتے تھے۔ اور زمین یہاں کی نہایت زرخیز تھی۔ مگر فقط بادشاہ کے شکاروں کو موٹا مانا نہ کر کے لکھو جنگل بن رہے تھے۔

### امیرون اور رعایا کی خوشحالی و رازداری

اس بادشاہ کے عہد میں امیر فقیر آزاد غلام سب کے آپس میں سے زندگی بسر کرتے تھے۔

اور کسی طرح کا فکر نہ تھا۔ عربوں کی آسودہ حالی کا حال بہہ تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادیان چھوٹی عمر میں کر دیتے تھے۔ اناج اس فراط سے پیدا ہوتا تھا کہ آدمیوں سے کہا جائے۔ اور یونہی پڑا کر لیا۔ زراعت کی ترقی وہ تھی کہ کوئی گاونوں وغیرہ نہ تھا۔ ایک ایک کوس میں دلی کے گرد چار چار گاونوں آباد تھے۔ باغ کا شوق پادشاہ کو بہت ۱۲ آسودہ باغ دلی کے اندر تھے۔ ملک کی آمدنی ہی بہت تھی۔ اور وہ سب اس پر غریب میں تقسیم ہوتی۔ جب امیر مرتے تو لاکھوں روپیہ کی دولت چھوڑتے۔ یہ سلطنت ایک لوگوں کی یاد سے نہ گئی۔ جب تک اس سلطنت کے لوگ زندہ رہے، جب تک اس کو یاد کرتے رہے۔

### پادشاہ کا معافیات اور جاگیر کا دینا

بہہ اسی پادشاہ کا ایجاد تھا کہ امیروں کو نقد تنخواہ کے عوض میں زمین اور دہات معافی اور جاگیر میں عطا کیں۔ سلطان علاء الدین کی رائے بالکل اسکے برخلاف تھی۔ اس کی رائے یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے امیروں کو زمین اور دہات نہ دئی جائیں۔ اس سے بغاوتیں بہت پیدا ہوتی ہیں۔ مگر سلطان فیروز شاہ نے اسکے خلاف کام کیا۔ اور کوئی بڑی بغاوت بھی اس کے عہد میں نہ ہوئی۔ نوکران کے واسطے یہ قاعدہ بھی مقرر کیا کہ اگر کوئی نوکر مر جائے تو اس کا بیٹا مقرر ہو۔ اور بیٹا نہ ہو تو داماد اور داماد نہ ہو تو غلام اور غلام نہ ہو تو کوئی قریبی رشتہ دار اور قریب کا رشتہ دار نہ ہو تو اس کی بی بی کا کوئی قریبی رشتہ مند مقرر کیا جائے۔

### سیاہ کی حالات

اس پادشاہ کے عہد میں کبھی اسی ہزار اور کبھی نوے ہزار سوار رہتے تھے۔ اور غلام اسکے سوا تھے۔ بہہ سوار سال بہہ خدمات پر رہتے۔ اور آخر سال میں سب سے

آئندہ چہرہ گھوڑوں کا لکھا ہے۔ اکثر سوار کرم قیمت ہوئے لگتے۔ اور محروں کو شہوت  
 دے دلائے میجانی کہ گھوڑے خدمت کے قابل ہیں۔ اکثر بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی مگر اسے  
 کچھ خبر نہ لی۔ بلکہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سوار نے بادشاہ پاس حاضر ہو کر عرض کیا  
 کہ میرے پاس گھوڑا نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ فتر میں جاؤ محروں سے کہہ سنکر اپنا  
 معاملہ کر لو۔ اسنے عرض کیا کہ غضب یہی ہے کہ محروں سے معاملہ کرنے کے واسطے  
 پہوٹی کوڑی گرہ میں نہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ معاملہ کر نیسکے واسطے کیا درکار ہے  
 اوسنے کہا کہ ایک سونے کا ٹنگہ۔ بادشاہ نے جیب خاص سے وہ عنایت کیا۔ اونہوں نے  
 محرر کی جاکر نذر کیا۔ وہاں سے گھوڑے کی مل گئی۔ بادشاہ کو آئندہ دکھا دی۔ ایسے  
 کاموں کی تعریف ہمارے اہل ملک بادشاہوں کی بہت کرتے ہیں۔ مگر یہ عقل سلیم کے  
 کام نہیں ہیں انجام اوسکے بہے ہونے ہیں۔ عماد الملک کے بیٹے ملک سحاق نے عرض کیا  
 کہ بادشاہ کی سپاہ میں آدمی بوڑھے ضعیف اور نکلے بہت ہیں وہ برطرف کئے جائیں  
 اسپر بادشاہ نے فرمایا کہ سب پہلے تو اپنے باپ کو موقوف کروہ سب زیادہ بوڑھے  
 پر یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو کوئی ملازم سپاہ بوڑھا ضعیف یا کسی درجہ سے قابل خدمت کے رہے  
 تو اس کا ناٹھ اوسکا بیٹا مقرر کیا جاوے اور بیٹا نہ ہو تو داماد اور داماد نہ ہو تو غلام۔ پھر  
 ملک سحاق کی طرف منی طلب کر یہ خطاب کیا کہ مجھے ایسی باتوں کی اطلاع نہ دینا کر۔  
 تو نہیں دیکھنا کہ کیا خدا اپنے بوڑھے بندوں کو رزق نہیں دیتا۔ یہ جو میں اور سکا بندہ  
 اپنے پرانے بوڑھے نوکر کو روٹی ندون +

فیروز شاہ کی لاٹھ

یہ باتکے لی میں موجود ہے اور اب اسکا نام ہی ہے۔ اور اسکا حال یہ ہے کہ

جب پادشاہ بنگال کی مہم سے فارغ ہو کر دلی میں آیا۔ تو وہ اس پاس کے شہر دہلی میں  
 سیر کرتا تھا کہ اتفاق سے موضع توبرہ ضلع سالورہ میں (سالورہ شاید سدبورہ ہو جو  
 مختصر آباد کے پاس موجود ہے) نکل آیا۔ وہاں ایک میلہ قائم دیکھا۔ اور ارادہ  
 کیا کہ اسکو یہاں سے اکہیر دلی لے چلے۔ غرض جڑی حکمتوں اور غلوں سے اس کو  
 زمین سے اُٹھ کر ٹوٹے نہیں اور اسکے نیچے ایک بڑا جو کو رہتا تھا اور اسکو  
 بھی نکالا۔ ایک بڑا چکر اچالیں پچاس بیون کا بنایا۔ اوپر اسکو لا کر حضرت آباد میں  
 لائے۔ اور وہاں کشتی میں دریا دریا فیروز آباد میں لائے۔ اور اسکے نیچے  
 بڑا پتھر لکھو وہاں قائم کیا جسکو اب فیروز شاہ کا کوٹ کہتے ہیں۔ اسکے اوپر پیرنگ  
 اور عباسی کا کام کیا۔ اور سونے کا کلس لگایا۔ اسلئے اسکا نام بیار زرین مشہور  
 ہوا۔ اب اسکو فیروز شاہ کی لائے کہتے ہیں۔ تاریخ فیروز شاہی میں اس طرح لکھا ہے  
 اسکا طول ۲۴ گر لکھا ہے جس میں سے آٹھ گر زمین کے اندر۔ مگر بالاصل جس طور سے  
 وہ کھڑا ہے اسکا کل ارتفاع ۲۲ فیٹ۔ پنج ہے اور سہمیں ۴ فٹ اونچ دبا ہوا ہے۔  
 ایک درمیاں ایسا ہی کھڑا کامیرٹھ کے قریب تھا وہ بھی اکہیر کر کوٹک بنکار میں  
 لگایا۔ باروت کی اوڑنے سے فرخ سیر کے عہد میں پانچ ٹکڑے اسکے ہو گئے تھے۔  
 مگر اب انگریزوں نے بہر جوڑ کر اسکو دلی میں ہندو راؤ کے بارے میں قائم کیا ہے  
 سلطان فیروز شاہ نے بہتے پنڈت او بن عبارت کے پڑھنے کے واسطے جمع کئے  
 جو اسپر کندہ تھی۔ مگر جب کسی سے نہ پڑھی گئی تو پادشاہ سے یہ حکم ملا کہ کتبہ یا  
 کہ اس میں یہ مضمون کندہ ہے کہ کوئی شخص اس مینار کو اپنی جگہ نہ سے نہیں اکہیر کیگا  
 مگر ایک مسلمان پادشاہ فیروز شاہ نامی پیدا ہوگا وہ اسکو اپنی جگہ سے ہلائے گا فقط

## عمارت فیروز شاہی

جس قدر عمارتیں اس بادشاہ نے بنظرِ فراہ عام اور فلاحِ انام بنوائیں۔ اور اون کے  
 خرچ اخراجات کیواسطے جائدادیں مقرر کیں تفصیلِ دہلی کی یہ ہے۔ پچاس ہندو دیو  
 اور دیوتاؤں کی آب پاشی کیواسطے اور چالیس مسجدیں ایک سو بیس خانقاہیں اور  
 سو کوٹھک اور باغات بیشمار اور کئی شہر اور نہریں۔ گوانگری ناس تعداد کی دیوتاؤں کو  
 غلط جانتے ہیں اور اکاموں پر پری شک سی یقین کرتے ہیں۔ مگر ان کو اب یہ تحقیق  
 ہو گیا ہے۔ ۲۰ عمارتیں اور دس میناریں اور پانچ مقبرے اور بنظرِ فراہ عام بنائے  
 غرض اس بادشاہ کی بنائی ہوئی آج تک عمارتیں ایسی موجود ہیں کہ جسے اوسکی  
 ابو الغریٰ اور عالی حوصلگی ٹپکی پڑتی ہے۔ اب ان عمارتوں کا بیٹا بالا جمال لکھتے ہیں

## فیروزہ حصار

جب بادشاہ بنگال کی محم سے فارغ ہو کر دلی میں آیا تو وہ وہاں گیا جہاں اب  
 حصار ہے۔ یہاں پہلے دو گانون تھے اور کچھ تہا خناسان اور ایران جو سوداگر  
 یہاں آنے آئے ان کو ٹہرنے کی بڑی تکلیف ہوتی اور پانی نہیں ملتا۔ اس نظر سے یہاں  
 ایک شہر آباد کیا۔ اور حصارِ فیروزہ اوس کا نام رکھا۔ اوس میں ایک قلعہ بہت بڑا بنوایا۔  
 اور اوس کا اتھام بڑے بڑے امیروں کے سپرد کیا۔ اور اس کے گرد خندق  
 کھدوائی۔ اور اوس کی مٹی سے گرد و مہ باندھا۔ ایک لکھڑا تالاب قلعہ کے اندر  
 بنوایا۔ اور اوس کا پانی خندق کے اندر چڑھوایا۔ اور ایک محل بہت عمدہ اور خوبصورت  
 اوس کے اندر بنوایا +

نہر

سے زیادہ کام رخا عام کا اوسکی نہر ہے۔ جب حصار فیروزہ میں پانی کی تکلیف دیکھی  
اور اس ملک کو بالکل و جاڑ پایا۔ تو اوسنے ایک نہر جنبا کی اوس جگہ سے نکالی۔ جہاں  
جنبا پہاڑ وں سے نکل کر الگ ہوتی ہے۔ وہ کرنال ہو کر ہانسی حصار پہنچتی  
ہے۔ اور پھر دیہ گھاگر (گاگر) میں گرتی ہے۔ یہاں نام راج دہا ہی تھا۔ اور پہلے  
وہ آگے بڑھ کر دیہ ستلج سے جا کر ملتی تھی۔ اوسکا نام انجانی تھا۔ عرض اس نہر  
سے شہر میں پانی کی تکلیف دور ہوئی۔ اور یہ ملک یگستان بہستان بن گیا۔  
پہلے ایک خریف کی فصل ہوتی تھی۔ اب دو فوسف اور بیج فصلیں ہونے لگیں  
اور نہروں بگیوں میں آبپاشی ہونے لگی۔ اور فیروز شاہ نے صدر مقام تحصیل  
مال گزاری کا ہانسی سے اڑھار فیروزہ حصار میں منتقل کیا۔ اور تمام نواح کا  
ملک اوس کے متعلق کیا +

### فیروز آباد

سے زیادہ شاندار کام اس پادشاہ کا اس شہر کا آباد کرنا ہے۔ اور اوسمیں کوشک  
فیروز آباد اور کوشک شکار بنانا اسی پادشاہ کا کام ہے۔ اس نئے شہر کے بنیاد  
مہم بنگالہ میں دوبارہ جانے سے پہلے ۱۷۵۷ء میں رکھی تھی۔ اوسمیں تمام قصبہ  
انڈپٹ شامل تھا۔ اور کوشک شکار اور انڈپٹ میں پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔  
اس شہر میں شاہجہان آباد کا بڑا حصہ شامل تھا۔ کالی مسجد جس کا اصل نام کلان  
مسجد ہے اسی شہر کے ساتھ بنی تھی اور اسی شہر کی مسجد تھی۔ اب تک یہ مسجد ترکمان  
دروازہ کے پاس شاہجہان آباد میں موجود ہے عرض و طول جو محققین نے قیاساً  
تجزیر کیا ہے اور اوسکی آبادی کا جو اندازہ ٹھہرایا ہے اوسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر



ایک دفعہ دو مخبروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ حضور کے سینے میں ایک چانول کے برابر کھوکھلا  
 بادشاہ نے یہ سن کر خان جہان وزیر سے اس بات کو کہا۔ وزیر نے عرض کیا کہ سیکہ کا  
 حال مان کر غور کا سامنے آکر اس کی عصمت اور عصمت میں ذرا سا بھی شبہ لگ جائے تو کسی  
 اوسکو ساری عمر نہیں پوچھنا۔ یہ طرح اگر اس کہوت کی تحقیقات علی الاعلان کی جائیگی  
 اور داروغہ مکمل ہر جرم ثابت ہوگا تو حضور کے سیکہ کا اعتبار بالکل اٹھ جائیگا۔ اور  
 پہر کوئی ہاتھ نہیں نہیں لینگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ خفیہ تحقیقات کی جائے۔ عرض اس خفا ساز  
 داروغہ مکمل کی عزت رہ گئی۔ اور سناروں نے دھوکا دیکر سیکہ کو کہہ کر بادشاہ کے  
 نزدیک ثابت کر دیا۔ اور اس کام کے جلد میں داروغہ صاحب کو خلعت عنایت ہوا  
 اور بازاروں میں ہاتھی پر سوار ہو کر گشت کیا۔ اور منادی ہوئی کہ سیکہ بالکل کبرا ہے ۴

### دعوتین اور جلسے

عید اور شہادت اور نوروز کو بادشاہ بڑی دھوم دھام سے جشن کرتا۔ اور خوب دعوتین  
 اور ضیافتیں ہوتیں۔ معمول تھا کہ بعد نماز جمعہ داستان گوار کو گئے اور ناچنے والے  
 اور کشتی گہر اور پہلوان اور اور کتب دکھانے والے چاروں شہزادوں سے  
 بادشاہ کے پاس جاتے ۵

### زیارتین اور فالین

بادشاہ کو قبروں کی زیارتوں کا بڑا شوق تھا۔ اُسے وقت میں قبروں پر اویسا ہر  
 جانا۔ اور اویسے ہمداد چاہتا۔ کبھی کسی مہم پر نہیں گیا کہ پہلے قبر پر زیارت کو نہ گیا  
 مسعود غازی کی قبر کی زیارت کو گیا اور وہاں بہت کچھ دولت خرچ کی۔ قرآن شریف  
 میں فالین ہی بہت دیکھتا۔ اور خواب کی تعبیر میں ہی لوگوں سے بہت پوچھتا۔

اور شگونوں کو مانتا تھا۔ غرض یہہاں اسکی عقل کی باتیں نہ تھیں۔ خلیفہ عباسی نے  
جود و دفعہ خلعت اور منشور سلطنت عنایت کیا۔ اسکو وہ اپنا بڑا انحر سمجھتا تھا۔

### پادشاہ کی زمانہ کی تصنیفات

اس پادشاہ نے نگر کوٹ سے پنڈتوں کو بلا کر سنسکرت ہی بعض کتابوں کا ترجمہ کرایا  
ان کتابوں میں سے اعز الدین خالد خانی کی ایک کتاب مشہور ہے۔ وہ نظم میں ہے  
۔ اور اوسمین حکمت طبعی اور شگون اور تفاؤل کا بیان ہے۔ تاریخ فیروز شاہی <sup>الدین</sup> حنیف  
برنی نے اسی پادشاہ کے نام پر لکھی ہے۔ اور اوسیکے عہد میں ختم کی ہے۔ اور  
دس برس کا حال بھی اس پادشاہ کی سلطنت کا لکھا ہے۔ دوسری تاریخ اسی نام  
کی شمس سراج النبی نے لکھی ہے۔ اوسمین سارا حال فقط اسی پادشاہ کا مندرج ہے  
انہیں دو کتابوں سے اخذ کیے کہ ہم نے حال اس پادشاہ کا لکھا ہے تفسیر تاریخ  
اور فتاویٰ نامہ خانی نامہ خان نے لکھی ہے۔ یہہاں تاریخ جبر و زما کر سٹ  
میں سے پیدا ہوا تھا اوسی دن ایک لڑائی کے افراتفری میں سلطان محمود تغلق شاہ  
کو ہاتھ آگیا تھا۔ اوس نے بچوں کی طرح پرورش کیا۔ اور بڑے ہونے پر  
اوسکو رتبہ کا امیر بنا دیا۔ عین الملک جسکو عین ماہرو بھی کہتے ہیں بہت سی  
کتابیں تصنیف کی ہیں مگر اوسمین عین الملک مشہور ہے۔ اور خاص و عام کو پسند ہے  
سب سے زیادہ عمدہ تصنیف خود اس پادشاہ کی فتوحات فیروز شاہی ہے۔  
جو پتھر پر کندہ ہے۔ اوس سے اس پادشاہ کے سب کام معلوم ہوتے ہیں کہ  
کیا کیا کئے۔ خلاصہ اوس کا یہہاں ہے۔

خلاصہ فتوحات فیروز شاہی

**اول**۔ پہلے بادشاہوں کے عہد میں مسلمانوں کی خون ریزی اونے اونے جرموں  
 پر ہوتی تھی۔ اور انواع انواع کی تعذیب و تعزیر اونکے لئے مقرر تھیں۔ ہاتھ پاؤں  
 ناک کان کاٹنا۔ اکٹھوں کا نکلوانا۔ بدن کی ہڈیوں کا کوٹنا۔ اگ میں جلانا۔ کہاں  
 جھوننا۔ دست و پامین میخ زنی۔ بدن کے دو ٹکڑے کرنے۔ اور اسی قسم کی درستی  
 سب خلاف شرع میں نے موقوف کر دیں۔ ووم خطبہ میں سے اون بادشاہوں کا  
 نام جنہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام بنایا تھا حاجی ہو گیا تھا۔ اب نیو و سکوپر اظہر کیا  
 سووم خزانہ شاہی میں روپیہ ناجائز اور خلاف شرع داخل ہوتا تھا۔ اوسکو میں بند کر دیا  
 مثلاً چراہی کل فروشی نیلگری ماہی فروشی مذانی ریمان فروشی بڑی بوجھ کی بیہوشی  
 اور دوکانوں کا کرابہ اور نہ باراری اور داہلی اور کوتوالی اور حساب وغیرہ سب  
 کرین موقوف کر دیں اور حکم دیدیا کہ کوئی محصول خلاف شرع نہ لیا جائے چہارم  
 پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں دستور تھا کہ غنیمت کا پانچواں حصہ سپاہیوں کو ملتا تھا  
 اور چاروں حصوں کو ان شاہی میں آتا تھا۔ میں نے اسکے بالکل عکس کر دیا پنجم اصل شیعہ  
 اپنے مذہب کے بڑے بڑے تھے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں کی اشاعت شروع  
 کی تھی اوسکو سد و درویش ششم جتنے ملحد اور لاد مذہب اور بد مذہب بدعتی تھے  
 اون سب کو نکلوا دیا تاکہ اور لوگوں کو گمراہ نہ کرین ہفتم ایک جماعت ایسی آدمیوں  
 کی پیدا ہوئی تھی کہ وہ لشیہی کپڑے اور زیور پہنتی تھی۔ اور چاندی سونیکے برتنوں  
 میں کہاتی پیتی تھی میں نے اوسکی مخالفت کر دی ہشتم ایک شخص کن الدین نامی  
 امام ہمدی اور عالم الغیب ہونیکا دعویٰ کرتا تھا۔ اور اوسکے بہت مرید ہو گئے تھے۔  
 میں نے اون سب کو جہنم واصل کیا نہم ابن ماہر و کلمہ انی الحق کہتا تھا۔ اوسکو بھی

معلوم نہیں  
 صاحب کتب  
 مخالف کیا  
 کہ وہ بی  
 کہتے ہیں  
 پاؤں کا  
 قانون شرعی  
 مخالف تھا  
 وادشاہ  
 تفریق کر دینے  
 لوگوں کی  
 ملاست کا  
 فروزشا  
 میں  
 کہ وہ  
 سب کو  
 کی پیدا  
 میں  
 کہتے ہیں

مارڈالا۔ دھم خلاف شیعہ سلام عورتوں نے یہہ طلقہ اختیار کیا تھا کہ قبروں کی زیارت کو جاتیں اور سیلون میں بہرتن۔ اور وہاں جا جا کر معلوم نہیں کیا کیا کام کرتیں۔ ان سب باتوں کو یک نخت بند کر دیا۔ یا زوہم ہندون کو نیا مندر بنانے نہیں دیا اور جو کوئی نیا بنالیتا او سکومین ڈھوا دیتا دوا زوہم مجھے معلوم ہوا کہ صالح آباد میں ایک مندر بنا ہے او سکومسار کرادیا سیر دھم ایک ورگائون میں ایسا ہی مندر بنا تھا ہٹکاشان باقی نہ رکھا چہار دھم پہلے بادشاہوں نے چاندی سونے کے برتنوں کا برباد اختیار کیا تھا۔ اور ٹنگون اور تلواروں کے قبضوں پر جواہرات مرصع ہوتے تھے میں نے ان سب کو موقوف کر دیا۔ یا زوہم کائون میں جالورون اور آدمیوں کی تصاویر بناتے تھے انکو مٹوا دیا اور حکم دیا کہ کھات کے اندر نقش نگار میں باغ اور پھول بنوائیں۔ لباس گوڑے زری کا لوگ پہنتے تھے اسے ہی موقوف کرادیا شاہ نر دھم سے آخر باختفیل یہہ لکھا ہے کہ میں نے پرانی عمارتیں جو بادشاہوں کی خراب اور برباد پڑی تھیں انکی مرمت کرائی اور آباد اور انکے واسطے ائمہ ایسی جابدین مقرر کیں کہ وہ ہمیشہ آباد رہیں گی۔ ان سب باتوں کے مطالعہ سے یہہ معلوم ہوتا کہ بعض حرکات بادشاہ کی لعصب کی تھیں۔ مگر اسکے یہہ ضوابط نہایت عمدہ تھے کہ انکی سیاست سے ہاتھ اوٹھا یا اوٹالیف قلوب سے کام چلایا۔ وہ محصول جو رعایا کو ناگوار اور لوگوں پر نہایت گرانے تھے اور ان کا وصول بنانا دشوار تھا۔ اور ہمیشہ ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا تھا سب کو موقوف کیا۔ اور خود موٹے بوٹے کپڑے پہن کر لباس کا تکلف اور اسراف دور کر دیا فقط

## غیاث الدین تعلق ثانی کی سلطنت کا بیان

پہلے لکھ چکے ہیں کہ تعلق شاہ بن فتح خان کس طرح تخت پر بیٹھا۔ اب اس پادشاہ کے تاج شاہی سپر پر کہہ کر اپنا لقب سلطان غیاث الدین تعلق شاہ اختیار کیا۔ اور سکھ اور خطبہ اسی نام کا جاری کیا۔ ملک فیروز علی کو خان جہان کا خطاب لیکر وزیر مقرر اس وزیر کو بہت سا لشکر سپرد کیا۔ سلطان محمد ناصر الدین کے کام تمام کرنے کا حکم دیا۔ ناصر الدین نے ہی لڑائی کا سامان تیار کیا۔ اور اس وزیر سے خوب لڑا۔ مگر آخر کو شکست کھا گیا۔ اور آگے وہ پیچھے فوج وزیر کی پڑی پڑی جب تک ناصر الدین لڑ کوٹ کے قلعہ میں جا پہنچا۔ اس قلعہ کی ستواری کو دیکھ کر فوج نے اوکھا پیچھا چھوڑا اب پادشاہ جوانی کی ترنگ میں آگیا۔ اور عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ بڑا کام اوسنے اپنا یہی سمجھا کہ عزیز و اقارب کی گردن پر چھری پہرے۔ سگے بھائی کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ چچیل بھائی ابو بکر شاہ بن طغر خان بن سلطان فیروز شاہ ڈر کے مارے ایک کونے میں جا چھپا۔ اور قابو اور موقع جب ملا۔ رکن الدین نائب وزیر اور امیر امیروں کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور غلاموں کو کہ ان دنوں میں بڑے حساب اختیار نہیے اپنی طرف کر لیا۔ اور پادشاہ کے دیوان خانہ پر چھاپہ جابار۔ ملک مبارک امیر الامرا کو قتل کیا۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ خان جہان وزیر کو ساتھ لیکر ایک دروازہ سے جمنائی طرف نکل بھاگا۔ مگر رکن الدین نائب وزیر کو اس بھاگنے کی خبر ہو گئی۔ اوسنے غلاموں کو ساتھ لیا۔ اور پادشاہ اور وزیر دونوں کو جا کر پکڑ لیا اور سید ہارستہ عدم کا بتلایا۔ یہ واقعہ ۱۱ صفر ۷۹۱ھ مطابق فروری ۱۳۸۹ء کے وقوع میں آیا۔ اور یہ تعلق ثانی ہی پانچ مہینہ کئی روز پادشاہی کا مزہ چکھ گیا فقط

## سلطنت ابو بکر شاہ بن ظفر خان بن فیروز شاہ

اب یہ پوتا فیروز شاہ کا دادا کے تخت پر بیٹھا۔ ملک کن الدین وزیر ہوا۔ مگر وزیر ہو ہی  
بادنخوت ایسی دماغ میں سمائی کہ وزارت سے بادشاہی پر قدم بڑھانے کی آرزو ہوئی  
ابو بکر کے مارنے کی فکر ہوئی۔ مگر بادشاہ کو جب یہ بدعتی معلوم ہوئی تو اس نے  
اوسکو عمر ایہون سمیت اس دنیا سے خست کیا۔ اس فساد کے رفع کرنے سے اوسکی  
سلطنت کو کچھ تقویت ہوئی تھی کہ سمانہ کے امیر بن صدہ نے مخالفت اختیار کی سلطان  
شہ خورشید کو کہ بادشاہ کا برا خیرواہ اور خواہ تھامارا ڈالا۔ سراسر سکاٹا کمر

ناصر الدین محمد شاہ پاس نگہ کوٹ بھیجا۔ اور اوسکو اپنے پاس بلایا۔ ناصر الدین جلندھر  
کے راستے سر سمانہ میں آیا۔ اور تخت پر بیٹھ کر دلی پر چڑھا۔ امیر ان صدہ اوسکے عہد  
اور فرمانبردار ہے۔ اور دلی کے اور امراء بھی ابو بکر شاہ کو چھوڑ کر اوس پاس چلے آئے  
غرض سمانہ میں بس ہزار سوار اوس پاس تھے۔ اور دہلی پہنچتے پہنچتے پچاس ہزار سوار  
ہو گئے۔ دہلی پر کرکوشک جہان نامین برج الاول شہ میں پہنچ گیا۔ ابو بکر فیروز آباد  
میں مقیم تھا جہاں اول میں شہر کے کوچہ اور بازار میں دونوں لشکروں میں ہنگامہ  
کارزار گرم ہوا۔ ابو بکر کو نست نصیب ہوئی۔ اور ناصر الدین کو شکست ہوئی۔ وہ جلیسر  
میں چلا آیا۔ غلامان شاہی ناصر الدین کے بڑے دشمن تھے ہمیشہ اوسکو تکلیف پہنچاتے  
اسلئے اوسنے حکم دید کہ جہاں یہ غلام ہاتھ آئیں بے تکلف غارت کئے جائیں ایسی  
ایسی لڑائیاں بہت دفعہ ہوئیں۔ کبھی دلی ابو بکر کے قبضہ میں آئی۔ کبھی ناصر الدین  
کے ہاتھ لگی۔ آخر ناصر الدین غالب ہوا۔ اور ابو بکر قید ہوا۔ اور قلعہ میرٹھ میں بھیجا  
اور ۲۰ رومی الحجہ ۹۲۷ مطابق نومبر ۱۳۸۹ء میں اس قید بلا سے رہا ہو کر زندان عدم

ان لڑائیوں میں جو بات بڑی قابلِ خیال کے ہے وہ یہ کہ ان دونوں مسلمان بادشاہوں کے ہندو بڑے طرفدار تھے۔ اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ ہون کی طرف سے لڑتے تھے۔ راجے سرور اور بہت ہندو سردار ناصر الدین کا دم بہرتے تھے۔ ناصر بہادر ہندو میوٹیکو ساتھ لیکر الوبکیر کی طرف جان لڑاتا تھا اور انہیں سے دونوں بادشاہوں کو بڑی تقویٰ تھی۔ سلطان ناصر الدین ۱۹ رمضان ۷۹۲ھ کو تخت پر بیٹھ گیا۔ اور سلام خان کو وزیر مقرر کیا۔

### سلطنت ناصر الدین محمد شاہ

جب یہ بادشاہ ہوا تو اس نے فیروز شاہ کے غلاموں کا کام تمام کیا۔ اس وقت وہ ایسے صاحب اختیار ہو گئے تھے کہ حکموں کو چاہتے مار ڈالتے۔ اور اس کو چاہتے بادشاہ بناتے۔ مشہور ہے کہ اس نے حکم دیدیا کہ بہت غلام شہر سے تین دن کے اندر بدر کئے جائیں۔ اور جو نجائیں وہ تلوار سے سیدھے نئے جائیں۔ اور مال اون کا سب ضبط کیا جائے۔ اپنی جان کے خوف بہت غلام شہر سے باہر چلے گئے۔ مگر جو رہ گئے وہ زندہ نہیں جان بچانے کے لئے بعض نے یہ کہا کہ ہم غلام نہیں بلکہ اہل ہیں۔ اس بادشاہ نے غلط کہا کہ ہر ایک کا کہنا ہوا۔ جبکہ لفظ بادشاہ کی مرضی کے موافق ہوا۔ وہ قضا بھی کچ گیا۔ اور جس کے ہنڈے بہت بول بنگالہ اور پوپ کے لیے بھی نہ نکلا۔ وہ اہل کے منہ میں پڑا۔ اس لفظ نے سیکڑوں بیگناہ پر دیسیوں کو ٹھکانے لگایا۔

بجب سے سلطنت ہند کا تعلق غور سے منقطع ہوا۔ اسی زمانہ سے ہندوؤں اور ہندوستان مسلمانوں کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی۔ اس بادشاہ کے عہد میں اور زیادہ بڑھ رہا ہوا۔ بڑے بڑے سردار اس کے اسی قسم کے مسلمان اور ہندو تھے۔ اس کے عہد میں

بڑی بڑی خرابیاں اور پریشانیان وقوع میں آئیں۔ اونہن سے یہ کئی باتیں قابل  
توجہ کے ہیں۔ ناصر الدین کو دہلی میں خبر پہنچی کہ فرحت الملک نے گجرات میں بغاوت اختیار کی  
طغر خان اس کے علاج کے واسطے بھیجا گیا۔ ۱۳۹۰ء میں اسٹورون نے جمنپار سرکشی اختیار کی  
سرغنہ بغاوت رائے ہر سنگ نے اسلام خان اون کی سرکوبی کے واسطے روانہ ہوا۔ اور  
وہ اپنے کام میں کامیاب ہوا۔ اور رائے نامہ کو راجہ پاس لے آیا۔ پھر مقدمان اٹا و  
سراوٹھایا۔ پادشاہ خود اون کے لئے روانہ ہوا۔ اور قلعہ اٹا و کو برباد کیا۔ اور قلعہ میں آ  
اور پھر جالب میں گیا۔ پادشاہ کو یہ مقام نہایت پسند تھا۔ وہاں ایک قلعہ بنوایا۔  
اور محمد اباد اس کا نام رکھا۔ اسی اثنا میں خان جہان کی عرضی آئی کہ اسلام خان کا  
ارادہ ہے کہ لاہور میں جا کر قلعہ برباکرے۔ اس لئے ناصر الدین جیٹ پٹ دلی میں آیا  
اور اسلام خان کو بلایا۔ اور اصل حال بیان کیا اور پوچھا۔ اسلام نے قانون پر ہاتھ  
رکھے۔ مگر اس کا بہت بھیند و تہا اور چچا سے جلتا تھا۔ اوس نے چچا کے خلاف شہادت دی  
اس لئے اسلام خان کی طرف سے پادشاہ کو شک پڑ گیا۔ اور اس ہندو کی جھوٹی شہادت پر  
اسلام خان نے شہادت پائی۔ خواجہ جہان وزیر ہوا۔ پھر راٹھورون نے جمنپار  
دنک شروع کیا۔ میوات میں میواتیوں نے سرکشی کی۔ شیخا گہلڑے لاہور میں فساد  
مچایا۔ غرض ہر جگہ سلطنت میں صنف تھا۔ اور ڈھچر سلطنت کا سچہ مچہ کرنے لگا۔ اب  
پادشاہ بیمار ہوا۔ ۱۳۹۳ء میں اپنے باپ کی بعل میں قبر کے گود میں سویا۔ چھ سال  
ساتھ مہینہ تک سلطنت کر گیا۔

## سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

جب ناصر الدین نے آخرت کا سفر کیا۔ تو اس کا بیٹا ہمایون خان تخت پر بیٹھا۔ اور اپنا لقب



سکندر شاہ رکھا۔ ایک مہینہ گزرا تھا کہ سخت مرض میں مبتلا ہوا۔ اور پندرہ روز اس میں  
مبتلا رہ کر اس دنیا کی بلا سے چھوٹ گیا۔ حوض خاص پاس قبر کی خواہ گاہ میں آرام کیا۔  
بیابلیس وزوہ ہی تخت پر بیٹھ گیا +

## ناصر الدین محمود شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

جب سکندر شاہ مر گیا۔ تو پندرہ روز تک سبامیران میں صلاح اور مشورہ رہا کہ سکوا دشاہ  
بنائے۔ آخر کار خواجہ جہان کی حسن سعی سے ناصر الدین محمد شاہ کا چھوٹا بیٹا محمود <sup>۱۳۹۲</sup> سال  
میں تخت پر بیٹھا۔ اور ناصر الدین محمود شاہ اور سکالقب ہوا۔ اس کم سن بادشاہ کی قدرت  
سے باہر تھا۔ کہ وہ اس بگڑی ہوئی سلطنت کو سنبھال لیتا۔ اور جو رعیت اب سلطنت کا  
اوٹ بھگتا تھا۔ اس کو بحال کرتا۔ وزیر پہلا ہی خواجہ جہان اپنے عہدہ پر قائم ہوا۔  
مقرب الملک مقرب خان وکیل سلطنت امیر الامرا مقرر ہوا۔ سازنگ خان دیبال پور  
میں حاکم ہوا۔ اب دلی کی سلطنت میں کچھ دم باقی تھا۔ پورب میں ہندون نے شور  
برپا کر رکھی تھی۔ خواجہ جہان کو بادشاہ نے قنوج اور بہار میں بھیجا۔ اوسے تنظیم کیا۔  
اور جو نعد میں پہنچ کر بنگالہ کے حاکمون سے بھی کئی سال کا نذرانہ وصول کیا۔ سازنگ  
حاکم دیبال پور نے بھی متان میں لشکر جمع کر کے شج گنکر کی خبر لی۔ لاہور میں  
ان دونوں میں خوب لڑائیاں ہوئیں۔ مگر آخر شیخ جی خان سے بھاگے۔ سازنگ خان  
نے لاہور کو اپنے بھائی ملو خان کو دیدیا۔ اور خود دیبال پور چلا گیا۔ مقرب الملک  
مقرب خان کو دلی حوالہ کر کے بادشاہ خود بہانہ اور گوالیار کی طرف روانہ ہوا۔  
سعادت خان بابرک کو ہمراہ لیا۔ سید مبارک خان اور ملو خان برادر سازنگ خان اور  
ملک علاء الدین نے ارادہ کیا کہ سعادت خان کو مار ڈالے۔ اس برے ارادہ کی خیر

سعادت خان کو موہنی تو اوسے مبارک خان اور علاء الدین کو تو خاک میں ملایا۔ مگر  
 ملو خان بہاگ کر دہلی میں مقرب الملک پاس چلا آیا۔ سلطان ناصر الدین اب اپنے سفر سے  
 تین مہینہ بعد دہلی میں آیا۔ اور مقرب الملک پادشاہ کے استقبال کو گیا۔ مگر ملو خان بلقیب  
 باقبال خان کو پناہ دینے سے پادشاہ سے خائف تھا۔ اسلئے شہر میں چلا آیا۔ اور پادشاہ  
 سے رونا شروع کیا۔ تین مہینہ تک یہ لڑائی شہر کے اندر اور باہر کے آدمیوں میں رہی  
 ۔ اس لڑائی کا سبب فقط سعادت خان کی خاطر ہی۔ ۹۳ھ میں پادشاہ قمر بن نے  
 ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ مقرب الملک پاس چلا گیا۔ دوسرے روز مقرب الملک شہر  
 باہر سعادت خان سے لڑنے نکلا۔ مگر اوسے شکست پائی۔ یہ خیر تھی کہ موسم برسات کا تھا  
 اور حصار دہلی مضبوط تھا۔ اب سعادت خان نے دلی سے ڈیرے جیسے اوکھیر کر فیروز آباد  
 میں جمائے۔ اور نصرت خان بن فتح خان بن فیروز شاہ کو جو میوات میں تھا۔ بلا کر  
 پادشاہ بنایا۔ اور نصرت شاہ لقب و سکا کر کہا۔ اب یہ تماشا تھا کہ ایک جوتی میں دو پائو  
 اور ایک آستین میں دو ہاتھ تھے۔ ایک پادشاہ دلی میں تھا۔ اوسکی دار السلطنت دلی تھی  
 ۔ دوسرا پادشاہ پنج کوں پر فیروز آباد میں تھا۔ اور فیروز آباد اوس کا دارالخلافہ تھا۔  
 امیروں کی دو ٹولیاں تھیں۔ ایک اس طرف دوسری اوس طرف۔ یہ لڑائیاں تین برس  
 تک ان پادشاہوں میں قائم رہیں۔ اور کوئی غالب مغلوب نہوا۔ کبھی انہوں نے اوکو  
 کبھی انہوں نے انہیں مار بھگایا۔ اس طرح دلی کی گلیاں ہندو مسلمانوں کے خون سے  
 رنگین ہوتی رہیں۔

ملتان اور پیر محمد خان کا حملہ سندھ و ستان پر  
 ۹۵ھ میں سازگ خان حاکم دیال پور نے نصر خان حاکم ملتان کے ساتھ پیر محمد خان

اور ملتان لے لیا۔ ۳۹۶ھ میں سمانہ میں آیا۔ اور وہاں کے حاکم کو بھی نکال باہر کیا۔  
 نصرت شاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو تاتار خان حاکم بانی پت کو سارنگ خان سے رخصت لے کر  
 بھیجا۔ ۳۹۸ھ میں سارنگ خان نے تاتار خان سے شکست پائی۔ اور ملتان کو ہٹا گیا۔  
 وہاں سنا کہ پیر محمد خان حاکم کابل میر تیمور کا پوتا مسندہ پاراوتر ہے۔ اور اچھہ کا  
 محاصرہ کر رہا ہے۔ حاکم اچھہ کی اعانت درملک میں لشکر سارنگ خان نے بھیجا۔ مگر  
 پیر محمد خان نے اوسکو بیاہ کینارہ ہی پر برباد اور تیس ناس کر دیا۔ کچھ تھوڑے سے  
 آدمی خستہ اور پریشان حال سارنگ خان پاس لے کر اتنے میں پیر محمد خان ملتان  
 آجڑا۔ اور چھ مہینہ تک اوسکا محاصرہ کیا۔ اور سارنگ خان اوس لڑتا رہا۔ مگر خط سے ایسا  
 قافیہ تنگ ہوا کہ قلعہ سے باہر نکلا۔ اور پیر محمد خان نے اوسکو قید کر لیا۔ اور ملتان پر  
 قابض ہو گیا۔ مگر سارنگ کچھ ایسا چاہا کہ وہ قید سے نکل گیا۔ اور ملتان میں کو  
 اپنا مطیع بنایا۔

## ملو اقبال خان کا قبل

اسی سال میں ملو اقبال خان اور ناصر الدین محمود سے برگشتہ خاطر ہو کر نصرت شاہ پاس  
 حضرت قطب لدین بختیار کاکی کی درگاہ میں قرآن شریف درمیان میں رکھا گیا۔ اور  
 قول شمع ہوئی۔ مگر میرے روز ملو نے اس قسم کو توڑ ڈالا۔ اور نصرت شاہ کو ایسا  
 مجبور کیا کہ وہ اپنے وزیر تاتار خان پاس بانی پت چلا گیا۔ اقبال خان فیروز آباد پر  
 قبضہ کر لیا۔ اور مقرب الملک مقرب خان کی فکر میں ہوا۔ ان دونوں میں دو مہینہ تک  
 لڑائی رہی۔ پھر امیرون میں درمیان میں بڑ کر صلح کرائی۔ اس میں بھی ملو اقبال خان  
 نے اپنے عہدہ کا کچھ ہاس نکیا۔ اور مقرب الملک پر چڑھ گیا۔ اور اوس کو مار ڈالا۔

اور سلطان محمود کو فقط نام کا پادشاہ بنا رکھا۔ اور سارے کام سلطنت کو خود کرنے لگا۔ پہر دہلی اپنے اجاب کو سپرد کر کے پادشاہ کو ساتھ لیا۔ اور پانی پت اتارا خان سے لڑنے گیا وہ ایک دوسری راہ سے دلی میں چلا آیا۔ حصار پانی پت کا تیسرے روز ملو اقبال خان نے فتح کر لیا۔ اور دہلی کی طرف پہر آیا۔ اتارا خان اس وقت اپنی بے سرو سامانی دیکھ کر اپنی باپ ظفر خان حاکم گجرات پاس چلا گیا۔ اقبال خان کا ایسا اقبال چکا کہ وہی بالکل سلطنت کا مالک تھا

### دار السلطنت اور صوبوں کی کیفیت

یہاں یہہ آپس میں فساد برپا ہو رہے تھے۔ اور امیر دین میں تلو اچل رہی تھی اور خون کے ندی نالے بہہ رہے تھے۔ صوبوں کی یہہ کیفیت تھی کہ گجرات کا حاکم ظفر خان خود مختار تھا۔ پادشاہ کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ مالوہ دہلی سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ وہاں دلاور خان دلاوری کے ساتھ پادشاہی کر رہا تھا۔ خاندیس کا چوٹا صوبہ بھی قبضہ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور جو نیو رین وزیر خواجہ جہانگی فرزند دلی ہو رہی تھی۔ غرض ہر صوبہ ایک جڑی سلطنت کہتا تھا۔ اور دار السلطنت کا یہہ حال ہو رہا تھا جو اوپر بیان ہے۔ ان بلاؤں پر ایک بہاری بلا آسمان سے یہہ آئی کہ امیر تمبو صاحب فران اونکے سر پر آ پہنچا۔ سب کو اس نے ٹھیک بنا دیا۔ اور تمام کو خاک میں ملا دیا۔

### امیر تمبور کی سندوستان پر چڑھائی

امیر تمبور جب کو تمبور لنگ اور امیر تمبور گورکان اور امیر تمبور صاحب فران یہی کہتے ہیں ۱۳۱۵ء میں شہر کش میں سمرقند کے پاس پیدا ہوا۔ یہاں ترکی فارسی زبان و دونوں بولی جاتی تھیں۔ یہاں اسکے خاندان کی ریاست دو سو برس سے برابر چلی آئی تھی۔ وہ چنگیز خان کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر حقیقت یہہ ہے کہ چنگیز خان کی طرف سے

اوسکا جہد برلاس کی قوم کا ایک افسر تھا۔ اس بادشاہ کا سالہ حال بہت کچھ ہے۔ اوسکو  
لکھنیاہنی تاریخ کو تیمور نامہ نہیں بنائیگے۔ فقط وہ حال جو ہندوستان سے متعلق ہے مختصر  
طور پر ملفوظات تیموری اور طغیانامہ سے منتخب کر کے لکھتے ہیں +

### تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کر نیکی لے

تیمور کا ارادہ ہوا کہ ہندوستان کو فتح کیجے۔ اسلئے اسنے امیر امرا و وزیر و راجہ کئے۔  
اور صلاح پوچھی کہ چین کو فتح کروں یا ہندوستان کو لے لوں۔ اسپر ہر کیا میر نے  
اپنی رائے کے موافق ہندوستان کی ایک ہستان بیان کی۔ ایک لے کہا کہ ہندوستان  
پر جو حکم کرنے کے ایسے چار مواقع ہیں کہ اون سے حملہ کر لے والوں کے دانت کھٹے ہوتے ہیں  
اول پنجاب کے بانچوان دریاہین۔ اونکے گرداب طوف گردن اور جہین رنجیر باعبور  
کرنے والوں کے ہونے میں۔ دوم گھنے گھنے جنگل و دھنسیمین ایسے ہم بہت ہیں کہ  
کسی کو اپنے میں دخل نہیں دینے دیتے۔ سوم ان جنگلوں کے۔ سننے والے وہ فی الحقیقت  
ان بنوں کے شیر بن رہے ہیں۔ مشکل ہے کہ کوئی اونکے بچے سبج کر نکل جائے۔  
چہارم جنگی ہاتھی۔ جنگل جنگ کے سب کاموں کا سکھانا ہندوستان کا کام ہے۔ گھوڑے  
اونکے آگے کھڑے نہیں رہ سکتے۔ سوڈ سے آدمیوں کو ہل طرح اور اتنے میں جھڑک  
روٹی کو۔ دانتوں سے انسانوں کو ایسا جیرنے پہاڑتے ہیں جسے کہ شیر بکری کو۔  
دوسرا میر بولا کہ امیر بنگلین اور سلطان محمود غزنوی اتنی اتنی فوج لیکر چڑھے تھے۔  
اور وہاں سے ہند غنیمت لائے تھے۔ مرزا شاہ رخ نے ارشاد کیا کہ  
ہندوستان وسیع ملک ہے۔ سونے اور جواہرات کی کانوں سے بہرا پڑا ہے۔ اگر  
خدا اکھواو سپر فتح دے تو ہم بہہ جانیں کہ ساتوں اقلیم پر ہمارا تسلط ہو گیا ہے۔

پہر کچھ ذکر ہندوستان کی آمدنی کا درمیان میں آیا۔ اور بعد یہ ذکر ہوا کہ انشا اللہ تعالیٰ  
 ہندوستان پر مظفر و منصور ہو گئے۔ مگر وہاں کبھی سکونت اور بود و باش اختیار نہ کر سکے۔  
 اس لئے کہ وہاں رہنا گویا اپنی اولاد کا خاک میں ملا دینا ہے۔ دو تین پشتوں میں نہ تو  
 شجاعت رہی نہ جلاوت۔ ہندوؤں کے بھائی بند ضعف فاقوانی میں چو جائینگے۔ ہندو  
 سنکر امیروں کے کان کھڑے ہوئے۔ ہر چند امیر تمپور نے اونکی تشفی و تسلی کی مگر وہ  
 اس اندیشہ سے ہندوستان کو فتح کرنے پر دل سے راضی نہ ہوئے۔ مگر امیر تمپور نے  
 اسکے کچھ پرواہ نہ کی۔ یہاں یہ صلاح شور ہو ہی رہے تھے کہ پیر محمد خان کا خط آیا۔  
 اوسمیں وہ سارا حال لکھا تھا جبکہ تم لہٹان کے محلہ میں اوپر پڑھ آئے ہو۔ اس پر محمد  
 جہانگیر کو حکومت قندری حد تک لیکر بکالان تک و کابل و غرغین اور قندمار سپرد ہوئی۔  
 اوسنے یہ بھی لکھا کہ دلی کی بادشاہی ضعیف ہو اور ملوکا قبال خان کو وہاں سب

اختیار حاصل ہے +  
**امیر تمپور کی روانگی ہندوستان ارادہ سی**  
 امیر تمپور بھی موسم بہار میں ۹۵۳ھ میں کوہ ہند کش سے گذر کر معمولی منزلیں  
 طے کرتا ہوا کابل میں آیا۔ اور ماہ گشت سنہ البیہ میں وہاں سے آگے بڑھا۔ اور سندھ  
 پہنچ کر گندو و نکابل بنا کر بار اترنا۔ اور جہلم پر وہاں پہنچا جہاں وہ چٹاگ ملتا ہے۔  
 یہاں دریائوں کی چندے سیر دیکھی۔ اور پل بازہ کرو یا بارہوا۔ اور شہر تلنبا میں جو  
 لہٹان سے ستر کوس تھا جا پہنچا۔ راہ میں سب ٹیس اوسکے بطاعت پیش آئے۔  
 امیر نے بھی اون پر رعایت کی +

تلنبا کی بربادی

اس شہر تہلنا پر دولا کہہ روپیہ جبرانہ وزیروں نے تجویز کیا۔ اور سادات کو اس جبرانہ سے معاف کر دیا۔ مگر جب یہ روپیہ نہ چھول ہوا۔ اور سپاہ اور زیادہ ملک اور اداؤ کے واسطے لگئی۔ اور کہانے پیسے کے اسباب کی تنگی ہونے لگی۔ تو امیر نے حکم دیا کہ روپیہ کے عوض شہر والے اناج دیدیں۔ اسکا سر انجام ہی رئیسان شہر سے نہو سکا۔ تو یہ بہو کی فوج شہر پر ایسے جا پڑی جیسے کہ نہر کسبت پر بڑی دل کرتا ہے شہر سارا اناج لوٹ لیا۔ جب اس غل عطا کی خبر امیر تمور کو ہوئی۔ تو اسنے سپاہ کو شہر پر نہر نکالا۔ جو کچھ اناج اور سب اٹواتھا۔ اسکو جبرانہ مجوزہ کی عوض میں مجرا دیا۔ مگر شہر والوں نے جا کر لغاوت اختیار کی۔ امیر تمور نے قتل عام کا حکم دیدیا۔ سپاہ نے شہر والوں کو مارتا ہ کر دیا۔ اور شہر کو خاک سیاہ بنا دیا۔ اب یہاں سے روانہ ہوا اور بیاس کے کنارہ پر فروکش ہوا۔ اسی عرصہ میں پیر محمد خان کا خط آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملتان فتح ہو گیا اور سانگ قید ہو گیا۔ مگر برسات کی سبب گھوڑے اتنے گرے ہیں کہ شہر سے آگے حرکت نہیں ہو سکتی۔

### اجودھن اور ہٹنہ کی فتح

امیر تمور بیاس اور ترکر جلجے میں مقیم ہوا۔ یہ مقام ملتان آٹھ میل تھا۔ وہاں پیر محمد خان نے امیر تمور کی بڑی دھوم دھام سے دعوت کی۔ اور تمام غنیمت جو اس نے ہاتھ لگی تھی وہ سب اسکے سامنے رکھی۔ امیر تمور نے تمام اس غنیمت کے مال کو اپنے امیرون میں تقسیم کر دیا۔ اور بیس ہزار گھوڑے پیر محمد خان کو دے۔ جب بادشاہ چاہوا کہ میں پہنچا۔ تو اسکو معلوم ہوا کہ دیبال پور کے رئیس اور امیر یہہ جاہتے ہیں کہ کوئی شہر اور ناکا امیر تمور کی طرف سے مختار ہو جائے۔ اس درخواست کے موافق اسنے مسافر

ایک ہزار سوار دیکراؤنگا حاکم مقرر کیا۔ دیبال پور کے آدمیوں نے جب یہ کہا کہ گھوڑے برسات کو سب سے پہلے کام نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے مسافر قبول کو اور سب اردو فیروز شاہ کے نوکر ونگ ساتھ سازش کر کے مار ڈالا۔ مگر یہ وہ سب خوف کے مارے وطن کو چھوڑ کر بھٹین کے قلعہ میں چلے گئے۔ اس وقت یہ قلعہ سیکھو کام اور ستواری میں مشہور تھا۔ اور وہاں کاراجہ سب اجاؤں میں بڑا گنا جاتا تھا۔ اسباب انکو سنکر پادشاہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور امیر شاہ ملک اور دولت تیمور کو حکم دیا کہ دیبال پور کے راستہ سے سپاہ دہلی کی طرف لیجائے۔ اور سمانہ میں اوسکا ہتھار کرے۔ اور خود اس ہزار سواروں کو لیکر اجمودہ میں داخل ہوا۔ یہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ اور سب نے اطاعت اختیار کی۔ حضرت فرید شکر گنج کا یہاں مزار تھا۔ اوسکی زیارت کی اس مزار کی خاطر سے اجمودہ میں جو کچھ تھوڑے آدمی بہاگے تاکہ تھے اوسکی جان چھوڑ دی۔ اب یہاں آگے بڑھ کر بھٹین کے قلعہ پاس پہنچا۔ جہاں اجمودہ اور دیبال پور کے آدمی بہاگ بہاگ کر سب جمع ہو گئے تھے۔ یہاں کاراجہ دولی چند تھا۔ اور راجپوت جو بڑے سپاہی اس ملک میں اوس پاس جمع تھے۔ امیر تیمور نے قلعہ پر حملہ کیا۔ راجہ نے مقابلہ کیا۔ مگر جب قلعہ کو نہ سنبھال سکا۔ تو اوس نے سیدون کو امیر تیمور پاس بھیجا۔ اور امن کی درخواست کی۔ ان سیدوں نے پاس خاطر اوسکو ایسا تھا کہ اوسنے سپاہ کو قلعہ سے علیحدہ کر لیا۔ مگر دولی چند نے وعدہ صبح کے حاضر ہونا پورا کیا۔ اسلئے امیر نے دوبارہ حملہ کا حکم دیا۔ جب اجمودہ کا یہ قافیہ تنگ ہوا۔ تو فضیل پریچ سپاہ گہرا ہوا۔ اور گرڈ گرڈ کر اور ہاتھ چڑھ کر کہنے لگا کہ ہم ہر دم کر۔ امیر نے اس نظر سے کفر سے رحم کرنا چاہتا ہے۔ اوسکی درخواست قبول کر لی۔ شام کو دولی چند نے بیٹے کو امیروں کے ساتھ تیمور پاس بھیجا۔ اور



عرب کے گھوڑے شکیش کے لئے بھیجے۔ اس لڑکے کی امیر نے بڑی خاطر داری کی۔ اور اسکو حکم دیا کہ باپ پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ پہلی طرح دھوکہ نہ دے۔ اور خود حاضر ہو۔ اس میں اگر توقف ہو گا تو پھر وہ دیکھے گا کہ کیا سے کیا ہوتا ہے۔ بیٹا باپ پاس اور یہ حکم سنایا۔ اب راجہ چارناچار طاعت کے لئے امیر تمبور کے پاس آیا۔ اور تحفہ تحائف پیش کش کے واسطے لایا۔ امیر نے اسکو خلعت عنایت کیا۔ دیوال پور کے لوگوں کو جنہوں نے منسا قبول کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ انکو نذر دینی شروع کی۔ کسی کی گردن اور کسی کے پیروں میں رنجیر پڑتی۔ بال بچے اونکے لونڈی غلام بنائے جاتے۔ ان نروںکو دیکھ کر دلی چند کا بیٹا اور اس کے مصاحب ایسے گہرے کر قلعہ میں بہاگ گئے اور دروازہ بند کر لئے۔ اور راجہ کو خیمے میں امیر تمبور کے چھوڑ گئے۔ اس حرکت پر امیر تمبور کو غصہ آیا۔ اس نے راجہ کو قید کیا۔ اور سپاہ کو حکم دیا کہ قلعہ کے اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ غرض اس طرح کئی دفعہ صلح اور لڑائی ہوئی۔ غالب اور مغلوں کے درمیان ایسی غلط فہمیاں وقوع میں آئیں کہ تمام باشندے مارے گئے۔ اور ساری آبادی میں آگ لگائی گئی۔ اور سب کچھ خاک میں مل گیا :-

### دہلی کی طرف کوچ

اب امیر تمبور سمانہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ اپنی فوج کا بڑا حصہ روانہ کر چکا تھا۔ راہ میں جو شہر پڑا۔ اسکو فتح کیا۔ اور باشندوں کو قتل کیا۔ سستی اور قح آباد پر بھی مصیبت پڑی۔ سرستہ میں جنگوں کے اندر جاٹوں سے خوف لڑائیاں ہوئیں۔ اور راہ زنوں کی گردنیں اڑیں۔ اس کے خوف کے مارے میں جہاں وہ جاتا لوگ گہر بار چھوڑ چھاڑ بہاگ جاتے۔ اسلئے قتل عام کی ضرورت نہ پڑتی۔ مگر باوجود

اسکے ہی بہت سی مصیبتیں آویون پر پڑتیں سخن سی طرح غارت اور برباد کرتا ہوا پہل  
میں آیا۔ یہاں لشکر کو جمع کر کے حکم دیا کہ اب آگے قواعد سپاہ کے موافق لشکر کا کوچ ہو۔ اور  
دسمبر سنہ الیہ میں دہلی کے قریب لونی میں پہنچا۔ اور یہاں کے قلعہ کو فتح کیا۔ اور سب  
ہندوؤں کو قتل کیا۔ اور ارون کے گہرون میں آگ لگا دی۔ اور جہان نما کے سامنے  
دریا کے دوسری طرف نیچے ڈیرے جاسے۔

## دہلی کی فتح کی تیاری

اب بادشاہ دہلی کے فتح کرنے کو منصوبہ سوچنے لگا۔ امیر جہان اور امیر سلیمان کو خوب  
حصہ دہلی کے روانہ کیا۔ اور خود سات سو سوار لیکر جہانپارا ورتا۔ اور تمام جہان نما کی  
عمارتوں کی سیر کی۔ اور ایک میدان جنگ تجویز کیا۔ اسی اثنائے میں جاسوس خبر لائے  
کہ سلطان ناصر الدین محمود اور ملو اقبال خان چار ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اور ستائیس  
ہنگلی ہاتھی لیکر باغیوں سے لڑنے کے لئے نکلے ہیں۔ امیر تمور جو لشکر میں چلا  
آ۔ اور تین سو سواروں کو لڑنے کے لئے چھوڑ آیا۔ اور یہاں سے اورامد اوہچی۔ بھلا دہلی  
کی فوج جو گنتی میں تھوڑی اور نامردی میں بہت تھی۔ اس تمور کے کارآمد و سپاہ  
رہبر کیا کٹھری رہتی۔ ملو اقبال خان کا اقبال امیر تمور کے سامنے پیش نہ کیا۔ اور اب  
نے اس کو پیچھے ہٹایا۔

## قیدیوں کا قتل ہونا

جب یہ لڑائی ہو رہی تھی تو امیر تمور کے بعض تجربہ کار سپہ سالاروں نے کہا  
کہ جب سے ہم دیر انداز سے چلے ہیں۔ آج تک ایک لاکھ ہندو قیدی ہمارے لشکر کے  
ساتھ ہو گئے ہیں۔ جس روز دہلی کے بادشاہ سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اوس دن ان کے

چہرہ نہایت بشاش معلوم ہوتے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ سب متفق ہو کہ قسید سے نکل جائیں اور بادشاہ دہلی سے جا ملین۔ اور سب بہرہ بنگا کو لوٹ لین۔ قواعد جنگ کا یہ قضا ہی نہیں کہ انکو چوڑو بجے۔ اسپر امیر تیمور نے حکم دیا کہ بندرہ برس کی عمر سے جو زیادہ ہو وہ تلوار کے حوالہ کیا جائے۔ اور جو شخص اونکی گردن اوڑانے میں دریغ کرے وہ بھی اونکے ساتھ قتل کیا جائے۔ اور مال سبباؤ سکاؤس مخبر کو ملے جو حضور دار اس تفصیر کی خبر دے۔ غرض اس حکم نے اون لوگوں کے ہاتھ سے جنہوں نے مرغی کے گلے پر کبھی چہری نہ پہری تھی آدمیوں کے گردن کو ٹاٹی۔ اب قیدیوں کی تعداد میں اختلاف ہے موقوفات تیموری میں ایک لاکھ قیدی لکھے ہیں۔ ظفر نامہ میں پچاس ہزار غرض تعداد علی العموم فارسی تاریخوں میں پابہ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے۔

### سلطان محمود کی شکست

اب سلطان محمود پندرہ ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے اور ایک سو پچیس ہاتھی لیکر دہلی سے باہر امیر تیمور سے لڑنے کیلئے نکلا۔ ان ہاتھیوں پر چوڑے رکھے ہوئے تھے۔ اونہیں رعد انداز اور آتش بار بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر تیمور بھی ایک ٹیلہ پر اس لڑائی کی سیر کو جا بیٹھا۔ اور خدا کی درگاہ میں اپنے لشکر کی فتح کے لئے دعائیں مانگنے لگا۔ یہ سب ہاتھی تار یوں تیروں کی بوچھاڑ کے سلسلے نہ ٹہر سکے۔ اور ساری فوج دہلی کی ہلاک گئی۔ سلطان محمود نے گجرات کا رہنہ لیا۔ اقبال خان برن کو جنگوں میں بہاگا دو بیٹے اسکے قید ہو گئے۔ اب امیر تیمور عبد گاہ میں آکر اوترا۔ وہاں مشائخ اور علما و رسوا دہلی کے حاضر ہوئے۔ اور امن امان کا طالب ہوئے۔ امیر تیمور نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ آٹھویں سبج الاول ششم مطابق شہر ہون دسمبر ۱۳۹۰ء کو دہلی جمل مسجد

امیر تمور کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ اور ہندوستان کا بادشاہ پکارا گیا۔

## دہلی کی تباہی

دہلی کی تباہی کی مختلف داستانیں مورخین نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ مگر اس میں زیادہ ترجیحات قابل اعتبار کے ہیں اور سکھم کہتے ہیں۔ ۱۶ جمادی الاول ۸۵۷ھ کو کئی اسباب مفصلہ ذیل ایسے جمع ہو گئے کہ امیر تمور کی بہت سی سپاہ شہر کے اندر گھس گئی اور سبب یہ تھا کہ جو سپاہ امیر کے دروازوں پر حفاظت کیواسطے متعین تھی۔ وہ شہر کے آرمیوں کو اپنی دست درازی سے بڑا تنگ کر رہی تھی۔ امیر تمور نے اس دراز دستی کے انسداد کے واسطے امیروں کو بھیجا۔ جنکے ساتھ سپاہیوں کا ہونا اور امارت سے تھا دوم امیر تمور کی اجازت سے اونکی بلیکین قصر نیرستون کی سیر کو آئی تھیں۔ اونکے جلو میں ہی سپاہ آئی تھی۔ سوم جلال الاسلام در اور دیوان مال مانی کے جمع کر نیسے واسطے سپاہ کو ہمراہ شہر میں لائے تھے۔ چہارم کئی ہزار سپاہی انانجیل شکر آٹا خریدنے کے واسطے شہر میں موجود تھے۔ پنجم چاروں طرف ہندو دوتین لے لیکر اس شہر میں خوف کو مارے آگئے تھے۔ اونکی تلاشی اور گرفتاری کے واسطے سپاہ امیر تمور نے بھیجی تھی۔ غرض آج کے دن امیر تمور کی سپاہ کا ازدحام دہلی میں ہو رہا تھا۔ جب سپاہیوں نے بگڑے ہندو گرفتار کیا۔ تو وہ نکواریا تھے جن کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور خوب جان لڑا کر لڑے اس طرح ایک ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ جہاں پناہ اور سیری سے لیکر پرانی دلی تک ہر جگہ ایک آگ لگ رہی تھی۔ ترکوں کے مقابلہ کرنے میں ہندوؤں نے بھی کوتاہی نہ کی۔ عورتوں بچوں کو مارا اور مال سبباً بن آگ لگا خوب دل کھول کر لڑے۔ مگر سب مار گئے۔ ہر چند امیر سپاہ کو شہر میں نہ جانے دیتے تھے۔ مگر ایسے ہنگاموں میں کون کیسی سستی

بدھ جہلات کو پندرہ ہزار ترک شہر میں قتل کرتے رہے۔ اور عجبہ کے دن تو ساری فوج  
 امیر کی شہر پر پل پڑی۔ سوار قتل و غارت کرنے اور سیر کرنے کے کچھہ اور کام نہا  
 ہفتہ کے دن ہی یہی حال ہا۔ اور دولت اور مال سباب کا کچھہ حساب نہا۔ اتوار کے  
 دن ایک جماعت ہندؤں کی جامع مسجد میں پرانی دلی بہاگ کر چلی گئی۔ وہاں سے ہی  
 امیر تمور نے سپاہ کو بچکا انکو نکلوا یا۔ اور آج پرانی دلی پر ہی ہاتھ پڑ گیا۔ غرض پانچ  
 دن تک یہی کیفیت ہی۔ امیر تمور اسوقت عید گاہ میں جشن اور اہانتا۔ اب ترکوں  
 پاس قیدیوں کا یہ حال تھا کہ بعض پاس ہو سو قیدی۔ اور شاید کوئی ایسا بچا ہو گا کہ  
 جس پاس میں قیدی ہوں اور مال سباب کا کچھہ حساب نہ تھا۔ امیر تمور نے حکم دیا کہ ان  
 قیدیوں میں سے کاریگر منتخب ہوں۔ اور امرا پاس مختلف مقامات میں بھیجے جائیں  
 ان کاریگروں میں سے سنگ تراشش اور معماروں کو مقرر قندہ بچا۔ وہاں اسکو لوسی  
 مسجد بنوائی تھی جیسی کہ اسنے فیروز شاہ کے مسجد جہا کے کنارہ پر سنگ مرمر کی بنی ہو  
 دکھی تھی۔ غرض جب امیر تمور کو یہ خیال آیا کہ دلی میں امن ہو تو گوٹے پر سوار ہوا  
 سیری شہر کے گرد ہر کر پرانی دلی میں آیا۔ اور پھر جہاں نمایں بہا۔ اور جامع مسجد میں  
 ۔ وہاں فضلا اور علما اور سادات بہ تواضع اور تعظیم پیش آیا۔ اور ان سے کہنے لگا  
 کہ میری مرضی نہی کہ دلی یوں تباہ ہو مگر یہ خدا کی مرضی تھی میں مجبور تھا۔  
 اب یہ امر غور طلب ہے کہ جو مصیبت و آفت دلی پر آئی اسکو امیر تمور کی سفائی و  
 برحی سے منسوب کریں یا اسکی سپاہ خونخوار اور خود کے ذمہ لگائیں۔ اگر بت حال پر  
 غور کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر تمور کی مرضی کے خلاف یہ کام سپاہ کے ذمہ  
 کا تھا۔ اور اسکا روکنا خود امیر تمور کے اختیار سے باہر تھا۔ امن جب ہی ہوا کہ

فوج لوٹتے لوٹتے اور مارتے مارتے تھک گئی۔ اور کچھ مال اسباب لوٹنے کے واسطے باقی نہ رہا۔  
امیر تیمور دلی میں پندرہ روز رہا۔ اور پانچ روز تک جشن میں مصروف رہا۔

## امیر تیمور کی محبت ہندوستان

امیر تیمور نے اور حملہ اور ون کی طرح زرخیز ملک بنگالہ اور اودہ بہار کی طرف رخ نہ کیا۔ بلکہ وہ اور ہی راستہ اپنے ملک کی طرف چلا۔ یہاں دلی میں کچھ آدمی عالموں فاضلوں کی حفاظت کے واسطے چھوڑ گیا۔ امیر تیمور باغ پت میں پہنچا۔ وہاں میرٹھم کے قلعہ کی سہواری اور استحکام کا حال سنا۔ اور معلوم ہوا کہ افغان الیاس نے وہاں بہت کچھ سامان اور اسباب جنگ جمع کر رکھا ہے۔ امیر شاہ کو اول میں تیمور نے میرٹھم سے روانہ کیا۔ پہر وہ خود اسکو فتح کرنے گیا۔ اور فتح کر کے خاک کی برابر کر دیا۔ اور لنگا سے پاراوتر کر کنارہ کنارہ ہر دو وار ملک پہنچا۔ اور وہاں گیا جہاں لنگا پہاڑوں کے علاوہ ہوتی ہے۔ ان پہاڑوں کے نیچے وہ اکیلا تھوڑی سی جگہ ساتھ ہندوؤں بہت لڑائیاں لڑا۔ اور ایک دفعہ تو نوبت ایسی آگئی کہ وہ مرتے مرتے پہنچ گیا۔ ان لڑائیوں میں ترسیٹھ برس کی عمر میں اوسنے اپنے اوپر جفا کشی اور تکالیف اور مصائب گوارا کئے کہ جو ایک دن سپاہی گوارا کرتا ہے ان سب لڑائیوں میں اسکو فتح نصیب ہوئی۔ ایک دن تین لڑائیاں لڑا۔ اور سب میں کہبت اسکو ہاتھ رہا۔ بہر سب کام اسکو اس پیرانہ سالی میں بڑا تعجب لائی میں یہ طرح لڑتا بہتر پہاڑوں کے تلے تلے کوہ سوا لک تک پہنچا۔ وہاں لنگر کوٹ کو فتح کیا۔ یہاں کاراجہ اوسے لڑا۔ زخمی ہو کر قید ہوا۔ اور پھر سلمان ہوا۔ جب امیر تیمور دلی کو جاتا تھا تو اسکو خدمت میں شیخ گہکبر بخلاف سازگان کے حاضر ہوا تھا۔ اور اسلئے امیر تیمور نے اسپر التفات کیا تھا۔ مگر شیخ جی کو جب قلعہ ملا تو حصار لاہور پر قبضہ کر بیٹھے۔ اور اسوقت

امیر تمور کو بھی دور سے سلام پہنچا۔ اسلئے امیر نے لاہور کی سمت کوچ کیا۔ اور اس کو  
 تسخیر کر لیا۔ اور شیخ جی کا بھی سرا ڈا دیا۔ اور دیبال پور اور لاہور کی حکومت خضر خان  
 کے سپرد کی۔ بہت خضر خان وہی ہے جو سازنگ خان سے بہاگ کر سیوات میں چلا گیا تھا اور امیر تمور  
 پاس فیروز آباد میں حاضر ہوا تھا۔ اور پھر کابل میں ہوتا ہوا اپنی السلطنت سمہر قند میں  
 پہنچ گیا۔ اور ۲۰ سال ۱۳۹۹ء مطابق ۱۰۸۰ھ میں ہندوستان کی حدود سے باہر ہو گیا  
 ہندوستان میں وہ آندھ کی طرح آیا۔ اور گولے کی طرح چل گیا۔

### امیر تمور کی خصائل و عادات

امیر تمور کا وہ حال جو ہندوستان متعلق تھا وہ طالب علموں کے اب پڑھ لیا۔ اب اول کو  
 سوچنا چاہئے کہ اسکے اقوال و رفتار سے کیا خصائل و عادات اسکی ظاہر ہوتی ہیں۔  
 بادشاہوں کو اوصاف انکی حرکات اور اعمال سے اخذ کرنی چاہئے۔ شعرا کے قصائد  
 سے یا دشمنوں کی مقصدانہ راسخ سے یا خود غرضوں کی تحریرات سے نہ خیال کرنا چاہئے۔  
 غرض کسی کے لکھنے پر کچھ توجہ نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ خود ملودہ اخذ کا اپنے میں پیدا کرنا چاہئے۔  
 امیر تمور کے کاموں اس بات میں کوئی شخص نہ بین کر سکتا۔ کہ وہ بڑا دلیر جو انگریزوں کی  
 ہوشیاری اور ہمت کوٹ کوٹ کر بہہ رہی تھی۔ عظمت انسانی سے خوب واقف تھا۔ آدمیوں کی  
 جان مال کو خوب جانتا اور سمجھتا تھا۔ مگر دغا اور فریب کو ایسی تدبیروں کے ساتھ کام میں  
 لانا کہ ہمدردی و مسکامتیابی حاصل ہوتی۔ خدا کی عبادت بہت کرتا تھا۔ قتل و سیاست میں  
 ہمیشہ مذہبی حرارت کا اظہار کرتا تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی توہمات باطلہ میں مبتلا تھا۔ اسکے  
 اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اچھی فرسٹ کے معنی خوب جانتا تھا۔ ان سب باتوں کو  
 اوسنے اپنی قلم سے ترکی زبان میں بہت صاف صاف لکھا ہے۔ جنگو یہ شبہ پڑا ہے کہ

یہ کتاب کسی اور نے لکھی ہے۔ یا دوسرے اپنے حکم سے لکھوائی غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ  
تموور کے اوسین لکھے ہیں اولاً کسی اور کے قلم سے نکلنا مشکل ہے۔ وہ سادہ لوحی اور دغا  
اور فریب کی تدبیروں کے سرسبز ہونے کا بیان فخریہ کے رائے میں طرح لکھا ہے۔ کسی اور کا محدود  
نہ تھا کہ وہ اوسکو لکھ سکتا۔ غرض تموور بھی عجیب ایک تصویر کشی ہے جس میں رنگ برنگ کے  
عجیب عجیب رنگ نظر آتے ہیں۔ اصل خلعت اوسکی یہ ہے کہ وہ ایک تفسنی صاحب فطرت تھا  
غالب ہے کہ ناماری جو عجیب اور منصور ہوئے اور اون دلیر قویوں پر سبقت لینگے۔

جو جو افریدی اور دلاوری میں اونکے ہمسر تھے اوس سبب ہی تھا کہ اون کو مکر و فریب  
کرنی کی زیادہ عقل تھی۔ ۴۔ افرید میں امیر تموور جیسے شیر اور پر تیز و تیر انسان کو پیدا کرنے میں

### امیر تموور اور جنگیر خان کی باہم مناسبت

امیر تموور اور جنگیر خان کے کاموں میں ایک طرح کی مناسبت پائی جاتی ہے جس طرح  
جنگیر خان نے ناماریوں کو جگہ جگہ سے جمع کر لکھو نگو غارت اور تباہ کیا تھا۔ اسی طرح  
امیر تموور نے ادھر ادھر سے ناماریوں کو اکٹھا کر کے آس پاس کے ملکوں برباد اور برباغ  
کیا۔ مگر ناماریوں کا لشکر امیر تموور پاس سقد نہ جمع ہوا جبکہ جنگیر خان کے پاس لکھنا ہوا  
اگرچہ امیر تموور ذات میں ترک تھا اور سلام سے مشرف تھا۔ اور سقد مذہب ملک میں  
بھی پیدا ہوا تھا۔ مگر جنگ کرنگ ہنگل سے ہی دشمنانہ تھے جیسے کہ جنگیر خان مغل  
کے تھے۔ دونوں نظام ملی میں کوتاہ اندیش ایک سے تھے۔ دور اندیشی کہی دونوں کے  
پاس نہیں آئی۔ دونوں انسان کی جان کے دشمن تھے۔ مگر جنگیر غضبناک اور سخت کیا  
سفاک تھا۔ اور تموور پرلے درجہ کا متقی اور حلیہ جو تھا۔ جن ملکوں کو امیر تموور نے فتح  
و فتح قبضہ رکھنے کا اور سلطنت کرنے کا بہت توڑا خیال کیا۔ کچھ ملک جو اوسکی ولادت کے

۴۔ افرید سے خوشامیادوں کا خوشامیاد ہونا سکھاتا ہے اور اوسکے بیان پر غور کیا۔ اور اوسکے کمر میں پیر ہوا۔ اور اوسکی بدلت کو ضرب العجل کیا۔





خضر خان کا دکنہ بچتا تھا۔ مالوہ میں دلاور خان دلاوری سے فرمان روا تھے۔ قنوج اور اودھ اور کرٹھ اور جوئیور میں سلطان لشرق خواجہ جہان جہانداری کر رہے تھے۔ لاہور دربال اور ملتان میں امیر تمور کی شاہی خضر خان کر رہے تھے۔ سمانہ میں غالب خان اور بیانہ میں شمس خان اپنا سکہ چارہے تھے۔ کالپی بہویہ میں محمد خان بن ملک زادہ فیروز کا قبضہ تھا۔ آسپین ایک دس سربراہ اعتبار اور اعتماد تھا۔ ایک کو دوسرے کہاے جاتا تھا۔ ملو خان ہی ان امیرون کو اپنی اطاعت میں لائیں تہذیرین کرنا۔ اور میدان میں لڑتا تھا۔ کسی کو شکست دیتا تھا۔ کسی سے شکست کھاتا تھا۔ اوسے ناصر الدین محمود شاہ کو مالوہ میں تھا بلالیا۔ اور دوبارہ دلی کے تخت پر ۱۲۸۴ء میں بٹھا۔ اب محمود شاہ نے ساری سلطنت کے کاموں کو ملو خان کے سپرد کر دیا۔ خود چکا پھڑ پٹھا۔ اب ان ملکوں کے صوبہ داروں میں لڑائی ان ہوتی رہیں۔ بادشاہ اس کشمکش میں رہا کہ کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف۔ یہ بادشاہ قنوج میں تھا کہ ملو قبائل خان کا جواد با آیا تو ملتان پر خضر خان سے لڑنے چلا گیا۔ یہاں شکست ہوئی زخم لگا پکڑا گیا۔ سلام خان نے اوس کا سر تن سے جدا کر کے خضر خان پاس بھیج دیا۔ پھر ناصر الدین محمود شاہ کو قنوج سے بلاکرا امیرون نے ۱۲۸۴ء کے تخت پر بٹھا یا۔ دولت خان دوآبہ کا فوجدار مقرر ہوا۔ شاہ کیا تھا ایک کٹھنہ تیلی ہی کبھی اس کے ہاتھ میں کبھی اس کے ہاتھ میں۔ لڑائیوں اور ہاروں ہار اپہر تاتا وجود ان سب نقلابوں کے میں برس کئی مہینہ نام کا بادشاہ رہا۔ اور پھر مرخص ہوا اور موت نے اس دنیا کی کشمکش سے ہٹائی دی۔ اب دولت خان لودھی اوس کا جانشین ہوا۔

دولت خان لودھی

جب محمود تعلق کا انتقال ہوا تو امراء اپنا حاکم دولت خان لودی کو بنایا۔ اس نے کوئی  
 خطاب بادشاہی اختیار نہ کیا۔ اور نہ لوازم شاہی کو اپنے واسطے لازم جانا۔ بلو خان  
 کی طرز پر حکومت کرتا رہا۔ مگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ تخت پر نہ بٹھایا۔ سیکہ من  
 نام فیروز شاہ کا یا اس کی اولاد میں سے کسی کا ہوتا تھا۔ سیدون کی عمارتیں ہیں ہی  
 سیکہ کا یہی رنگ ہے۔ اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان تعلق کے ساتھ لوگوں کو عجب  
 محبت ہوئی تھی۔ یہی طریقہ اول اولیٰ نگر یزدن نے بھی اختیار کیا تھا۔ کہ اپنے سیکہ من  
 شاہ عالم کا نام اور سیکہ جلوس دیا گیا تھا۔ اب پندرہ مہینہ دولت خان کی حکومت  
 گندے تھے کہ خضر خان دلی پر چڑھ آیا۔ اور دولت خان کی دولت حکومت چھین لی  
 ۔ اور دلی سے نکال باہر کیا۔

## فصل ہفتم سیدون اور لودیوں کی سلطنت خضر خان

صاحب طبقات محمودی اور صاحب تاریخ مبارک شاہی نے خضر خان کے نسب کو حضرت  
 رسالت پناہی حلیم سے منسوب کیا ہے۔ وہ ملک سلیمان کا بیٹا تھا۔ اور ملک سلیمان  
 ملک مروان حاکم مغان نے متبنی کیا تھا۔ جب وہ مر گیا تو ملک شیخ باکلا جانشین ہوا  
 ۔ مگر موٹ بہت جلد اس کو اس دنیا سے خست کیا باپ پاس پہنچا دیا۔ تو اس متبنی  
 ملک سلیمان کے ہاتھ حکومت مغان کی آئی۔ اور پہرہ خضر خان کی وراثت میں  
 پہنچے۔ پہرہ زنگ خان نے مغان چھین کر خضر خان کو میوات میں بگاد دیا۔ امیر تمور نے  
 جب دلی کو فتح کیا۔ اور یہ خضر خان اس پاس آیا۔ تو اس نے پنجاب اور مغان میں

پہر حکم اوسکو مقرر کیا۔ پہر اوسنے دلی کو فتح کر لیا۔ اور یہ سید بادشاہ اول ہی دلی  
 ۱۳۱۶ء میں تخت نشین دلی ہوا۔ خضر خان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اودامیر جنگ  
 استحقاق سلطنت کا اوسے زیادہ تھا اوسپر رشک اور حسد نہ لیجائیں۔ اسلئے اوس نے  
 باوجود دست برداشتی اور سب اب ملک داری کے اپنے تین امیر تمیور کا نائب مقرر کیا  
 اور کبھی اپنے نام کے ساتھ بادشاہ کا اطلاق نہ کیا۔ اور سکے میں امیر تمیور کا اول اور  
 پہر مرزا شاہ رخ بن امیر تمیور کا نام درج کیا۔ خطبہ میں نام اول امیر تمیور اور مرزا شاہ رخ  
 کا پڑھا جاتا۔ پہر آخر کو نام خضر خان کا ہوتا۔ اب اس ملک شرق ملک تحفہ کو تاج الملک  
 کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا۔ یہ وزیر کو تسیج بابک میں ساعی رہا۔ اول کشمیر کے کشور  
 ٹھیک بنایا۔ وہاں سے سرگ دھاری میں آیا۔ یہاں سے اٹا وہ کے مفسد و نکو مٹایا  
 ۔ حکیم حیدر وارہ کے راجہ کو قید چڑایا۔ پہر گوالیار اور بیانہ روانہ ہوا۔ اور وہاں کے راجہ  
 سے باج لیا۔ سرحد میں چم فساد کٹا ہوا تھا۔ اوسکو مٹایا۔ غرض وزیر بادشاہ دونوں کا یہ  
 حال رہا۔ کبھی کشمیر کبھی گوالیار۔ کبھی بدایون کبھی بنہیل۔ یہاں محصول وصول کیا وہاں  
 کسی سرکش کا سر کاٹا۔ دلی کے سوا کوئی ضلع اوسوبہ بادشاہ کے قبض و تصرف  
 میں نہ تھا۔ وزیر دار امارادہر اور دہر پڑا۔ اگر ایک طرف کچھ ملک ہاتھ لگا تو دوسری طرف  
 سے نکل گیا خضر خان خود ہی صوبہ دار دکن روپیہ وصول کرتا رہا۔ اور اطاعت کے واسطے  
 مجبور بناتا رہا۔ مگر وزیر سے کچھ ہوانہ بادشاہ سے۔ بلکہ خود صوبہ ملتان اور پنجاب میں  
 جو میراث میں پہنچا تھا حلال انداز میں اہو گئے۔ غرض اسکے بعد سلطنت میں نہ سلطنت کی  
 نمائش ورنہ ملک کی افزائش ہوئی۔ صوبہ جالندہر میں باج وارہ میں ایک شخص نے  
 اپنے تین سارنگ خان بنایا۔ اور فساد برپا کیا۔ اوسوبہ یعنی وڑکے آدمی اوسکو ساتھ

شریک ہوئے۔ رطغان ترکہ بچنے فریٹے اور سکومار ڈالا۔ پھر خضر خان میو تو کو شکست دی۔ اب وزیر مقرر کیا۔ بادشاہ گوالیار گیا۔ اور آخر کار بادشاہ بیمار ہوا۔ ۱۰۵۱ ہجری الاول ۱۲۲۸ء مطابق ۱۵ مئی ۱۸۱۲ء کو آب فغا پیکر ملک بقا کو تشریف فرما ہوا۔ اور سات برس سلطنت کر گیا۔ جو ملک اس بادشاہ کے قبضہ میں آیا وہ اسکی سلطنت سے سرسبز و شاداب ہوا۔ مگر کوئی اور صوبہ اسکو نیابت نہ آیا۔

### سید مبارک شاہ کی سلطنت

خضر خان نے روز وفات سے تین روز پہلے مبارک خان کو ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اب کے مرنے کے بعد اسی روز یا تیسرے روز سب امیرون نے متفق ہو کر اسکو تخت سلطنت بٹھایا۔ اور معز الدین ابو الفتح سلطان مبارک شاہ کا خطاب مقرر کیا۔

### گہکروں سے لڑائی

شیخا گہکروں کا پہلے کام تمام ہو چکا تھا۔ اب اسکی جگہ حبیب گہکروں کا مقام ہوا۔ اسنے سلطان علی بادشاہ کشمیر کو کھڑ لیا اور بہت سے اس پاس سرداروں کو اپنے ہمراہ کر لیا۔ اور لاہور اور پنجاب کو دبا بیٹھا۔ اور دہلی کے لینے کا تہیہ کیا۔ اور دریاء ستلج سے پار اوترا۔ اور دغا سے جالندھر لے لیا۔ اور پھر لہستان میں آ پہنچا۔ اور بادشاہ سے لڑنا شروع کیا۔ کبھی بہاگ جاتا کبھی پیرسانے آ جاتا۔ غرض یہہ فساد بادشاہ کی آخر سلطنت تک اگلن مٹا۔ اسنے بادشاہ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ پتیا اور لاہور میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ امن چین نہ ہونے دیا۔

### کشمیر و گوالیار کی مہم

اب بادشاہ نے ایک تحفہ سے وزارت لکھنؤ والے ایک کو واکر کیا۔ اور خود کشمیر میں گیا۔

اور وہاں کے متمدن کو ٹھیک بنایا۔ اور روپیہ وصول کیا۔ اور اناؤہ کو تسخیر کیا۔ اور  
 پہر بادشاہ دلی میں آیا۔ اور سلطان ہوشنگ الی مالوہ نے گوالیار کی تسخیر کا ارادہ کیا۔  
 بادشاہ اس جنگ کے انصرام کے واسطے گوالیار روانہ ہوا۔ مگر سلطان ہوشنگ نے ایک ہی  
 نکتہ پا کر بادشاہ کی طاعت قبول کی۔ اور بادشاہ جنپل کے کنارہ پر مقیم رہا۔ پہر  
 ۱۲۲۴ء میں دلی کے اندر آیا۔ اور پہر کشمیر میں راجہ ناہر کی سرکوبی کے واسطے گیا۔  
 اس راجہ نے بھی اطاعت اختیار کی +

### میواتیوں کی سرکشی و سلطان الشرق کے لڑائی و سرنگد فضا

اب میواتیوں نے سر اڑھایا۔ بادشاہ اونکے لڑنے کے واسطے گیا۔ محمد خان حاکم بیانہ نے  
 سر اڑھایا۔ اوسکے تعاقب میں فوج روانہ ہوئی۔ اب یہ خبر آئی کہ ابراہیم شاہ  
 سلطان الشرق کالپی کے لئے لینے کے ارادے سے آتا ہے۔ قادر شاہ امیر کالپی نے  
 قاصد دہلی دوڑائی۔ بادشاہ نے بیانہ کی ہم موقوف کچھ کے سلطان ابراہیم کے مقابلہ  
 میں آیا۔ سلطان ابراہیم نے مہو بے لیا تھا۔ بدایون کا قصد تھا۔ اور اناؤہ  
 کے واسطے ہی اوسکی فوج روانہ ہو چکی تھی۔ غرض ان دونو بادشاہوں میں چند  
 مین لڑائی ہوئی۔ اور دوپہر شام تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ مگر رات ایسی بچ بچ  
 آگئے کہ صبح کو سلطان ابراہیم جو پور کوروانہ ہوا۔ مبارک شاہ گوالیار گیا۔ اور  
 وہاں کے راجہ سے شکش لیکر ہر بیانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ محمد خان نے ہر چند  
 ماتہ پاؤں پیسے مگر بادشاہ کے سامنے کچھ نہ چلی۔ اور سلطان شہرق کی ہی امید  
 نہ رہی اسلئے اطاعت اختیار کی۔ پہر سہند میں فولاد غلام نے سرکشی اختیار کی  
 اوسکے دبانے کا اہتمام ہوا۔ اور اوسکو ایک قلعہ میں گھیر لیا۔ راتے میں ایک اور گل کھلا +

## امیر کابل سی لڑائی

سلطان مبارک شاہ نے اپنے باپ کا طریقہ وزارت کا امیر شہرخ سے نہ کہا تھا۔ اس کے حکم سے امیر شیخ علی کابل سے آیا۔ گنگا دت سے رستہ میں مل گئے۔ اوسنے بیاس کے عبور کیا اور تمام قلعوں اور شہروں پر قابض ہو کر راج کیا۔ وہ سرسند میں آیا۔ پادشاہ امیروں نے اوس کے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ فولا و غلام امیر شیخ علی سے جا ملا۔ اور اوس پاس بہت سا روپہ بھجوا۔ اور اپنے اہل عیال کو سپرد کیا۔ اور قلعہ کے استحکام میں زیادہ سعی ہوا۔ امیر شیخ علی اب سبلج سے پاراوترا۔ اور لاہور میں آیا۔ اور یہاں سے دیہال پور میں گیا۔ راستہ میں جہان آبادی دیکھتا اوسے برباد کرتا۔ ہزاروں ہندو اوسنے قتل کر ڈالا۔ اور راوی سے اوتڑ کر جہلم کی آبادی کو غارت کیا۔ ملتان کے قریب پہنچا۔ یہاں عماد الملک اسلام خان اوسے خوب لڑا۔ مگر شکست پاکر خیر آباد میں آیا۔ اب یہاں دونوں میں لڑائیاں خوب ہوتی رہیں۔ پہر دہلی سے عماد الملک اسلام خان کی کمک آگئی۔ اوسنے امیر شیخ علی کو شکست دیدی۔ اور جو کچھ اوسنے ہندوستان لیا تھا۔ وہ سب کچھ لوٹا چھین لیا۔ اور وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ کابل کو روانہ ہوا۔ اسلام خان نے اوس کا تعاقب کرتا کیا۔ مگر بہر ملتان کو اوٹھا چلا آیا۔ اب پادشاہ کو عماد الملک کی اس فتح نمایاں سے وہم پیدا ہوا۔ اوس کو دہلی میں طلب کیا۔ جس پر گنگا نے ملک تحفہ کو اسیر کر کے پہلاہور لے لیا۔ اور پنجاب میں فتنہ عظیم برپا کر دیا۔ اور امیر شیخ علی کو پہر پیغام سلام بھیج کر انتقام پر آمادہ کیا۔ اور پہر وہ کابل سے ملتان کے آس پاس آ گیا اور فولا و غلام ہی اوسے سرسند میں آکر مل گیا۔ غرض اس فساد عظیم کے فرو کرنے کے واسطے سلطان مبارک شاہ کے خود ڈیرے خیمے باہر شہر سے قائم ہوئے۔ ملک سردار الملک

وزیر کو لاہور کی حکومت سپرد ہوئی۔ وہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ غرض اب سارا عہد سلطنت سلطان مبارک کا اسی جگہڑے میں بسر ہوا۔ اور امیر شیخ علی بہر لوٹ مار کر کے کابل کو چلا گیا۔ پادشاہ نے کچھ امیرون اور سرداروں میں ایسی تغیر و تبدل کر کے جس کے سبب وہ اس کی جان بچے دشمن ہو گئے۔ اور موقع کی تلاش میں ہے۔ اس پہلے مانس پادشاہ نے کوئی برائی ان امیرون کے ساتھ نہیں کی تھی۔ فقط ان کو جاگیروں کا تغیر و تبدل کر دیا تھا۔

## پادشاہ کی وفات

اس پادشاہ نے جتنا کہ کنارہ پر خراب آباد کی جگہ مبارک آباد ایک شہر آباد کیا۔ اور اس کے آباد کرنے میں نہایت اہتمام کیا تھا۔ جمعہ ۱۴۔ جب ۳۷۷ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۳۲ کو پہوڑے آدمیوں کے ساتھ اس شہر میں آیا۔ اور نماز جمعہ کا تہیہ کر رہا تھا۔ کہ سرور الملک ملک حرام کی ساری سے ایک جماعت منہود نے اس کو گھیر لیا۔ اور فرق مبارک پر ایک تلوار ایسی لگائی کہ کام تمام ہو گیا۔ پادشاہ نے تیرہ سال تین مہینہ سولہ روز سلطنت کی اس پادشاہ نے افزائش سلطنت میں نہایت لیاقت اور خوشامیاری ظاہر کی۔ اور اخلاق ادسکا ایسا تھا کہ ساری عمر میں ایک کلمہ شلوں سکے منہ سے نہ نکلا۔ ہمیشہ نظر ادسکی انصاف پر رہتی تھی۔ اور نظام ملکی میں حقے الوسع کو شش کی۔ مگر وقت ایسا سخت تھا کہ غیجہ ادسکا ظہور میں نہ آیا۔

## محمد شاہ بن فرید خان بن خضر خان

امیرون نے جبر و زسلطان مبارک شاہ کو شربت شہادت چکھایا۔ اسی روز محمد خان کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ محمد خان خضر خان کا پوتا فرید خان بیٹا مبارک شاہ کا بیٹا تھا۔



سرور الملک زیر کافرمخت بالکل مختار ہوا۔ اس وزیر نے یہ بادشاہ اسلئے بنایا تھا۔ کہ اصل میں میں بادشاہ ہوں۔ اور ظاہر میں برائے نام محمد شاہ بادشاہ ہو۔ اور جمع قحط اور سکوبھی باپ پاس بچاؤں۔ اور خود بالاستقلال بادشاہ بنجاؤں۔ مگر امیرون کو اس کام سے اسلئے نفرت ہوئی۔ اور سب نے اتفاق کر کے اس وزیر کا پہلے ہی کام تمام کیا۔ یا تو نے اول ول کچھ سلطنت کر کاموں میں اپنی لیاقت دکھائی۔ مگر آخر کو اسنے تمام کام سلطنت کا امیرون و فیرون کے حوالہ کیا۔ خود عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔

پھر اسنے خبر نہ لی کہ کہاں ملک اور کدہر دولت ہے۔ یہ وقت ایسا نہ تھا کہ اب کمزور بادشاہ عثمان سلطنت کو سنبھال سکتا۔ ملک بھول اپنے چچا ہلام خان کے مرنے کے بعد سرسند کا حاکم ہوا۔ اور بادشاہ کے حکم بغیر دیبل پور پر اور لاہور پر قبضہ اور تصرف کیا اور پنجاب میں شرق کی جانب میں پانی پت تک ملک لایا۔ گویا دلی کے دروازہ پر اسکا پانوں جم گیا۔ بادشاہ نے اسکے رفع کرنے کے واسطے لشکر بھیجا۔ ملک بھول اسکے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور ہٹا گیا۔ جب لشکر شاہی دہلی میں پہنچا۔ وہ پھر اس ملک پر قابض ہو گیا۔ بادشاہ نے حسام خان کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ مگر اسنے بھول سے شکست فاحش کھائی۔ اور اولاد دہلی میں بادشاہ پاس آیا۔ ملک بھول نے بادشاہ کا پیغام بھیجا۔ کہ اگر حسام خان کو آپ مار ڈالئے اور حمید خان کو وزیر بنائے تو میں طاقت کے لئے حاضر ہوں۔ اس امر حق بادشاہ نے حسام خان کو مار ڈالا اور حمید خان کو وزیر بنا کر حسام خان کا قتل کیا۔ جب بادشاہ کا یہ حال بون معلوم ہوا۔ ہر طرف مالک پر امراء قابض ہونے لگے۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بہت سارے ملک بالیا۔ سلطان محمود خلجی سلطان مالوہ نے قصد دہلی کے تخیر کا کیا۔ اور سلطان دہلی سے دو کوٹ لگیا

اس وقت محمد شاہ نہایت مضطرب ہوا۔ اور کوئی چارہ کار سوا اسکے نظر نہ آیا کہ ملک بھول  
کو منت سماجت کر کے بلایا۔ وہ میں نہرا سوار لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر  
سلطان محمود خلیجی سے بادشاہ خود لڑنے کے لئے باہر نہ نکلا۔ اور امیرون کو حکم کرنے کا ڈر  
اور کہہ دیا کہ میری سواری کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ وہاں سلطان علاء الدین خلیجی نے  
بھی جب دیکھا کہ بادشاہ خود لڑنے کو نہیں آیا۔ تو عیث الدین اور قدر خان آپس میں  
کو لڑانی کے لئے پہنچا دیا۔ دونوں لشکروں میں خوب لڑائی ہوئی۔ مگر ان لڑائیوں  
کچھ فیصلہ نہوا۔ بلکہ دونوں بادشاہوں نے اپنا اپنا نقصان دیکھ کر صلح کا ارادہ کیا۔ اور  
بغیر صلح اور مشورہ کے سلطان محمد شاہ نے پیغام صلح کا شاہ مالوہ پاس بھیجا۔ وہ اس تمنا  
میں بیٹھا تھا۔ اسے قبول کیا۔ مگر ملک بھول نے بادشاہ کی اس حرکت پر بہت سچ دیا  
کہاے۔ اور مالوہ کی فوج کا تعاقب کیا۔ اور بہت سی سپاہیوں کو مار ڈالا۔ اور بہت سا  
مال لوٹ لیا۔ بادشاہ اس کام سے بھول کے ایسا خوش ہوا کہ اس کو اپنا بیٹا بنایا۔ اور  
خان خانان کا خطاب دیا۔ بادشاہ نے جو صلح کا خود پیغام بھیجا اسے وہ امرا کی نظروں  
سے گر گیا۔ اور ۸۴۳ھ میں بادشاہ سمانہ میں آیا۔ لاہور اور دیوبال پور کی حکومت  
ملک بھول کو اس نظر سے دی کہ وہ لکھنؤ کے حضرت کوٹھیک بنائے۔ ملک بھول اپنے  
لاہور میں بہت افغان جمع ہو گئے۔ اور ملک جت نے ہی اسے صلح کر لی۔ اور اس کو  
دلی کی بادشاہت لینے کی سوجھائی۔ اس پر بھول کے دل میں بھی بادشاہی کے واسطے  
کھول اوٹھے۔ اور بغیر کسی طاہری سبب کے اسے سلطان محمد شاہ سے مخالفت اختیار  
کی۔ اور اس کے شیعہ وال کے واسطے لشکر کشی کی۔ اور دہلی کا محاصرہ کیا۔ مگر بے  
نیل حرام پہنچا پڑا۔ اب سلطان محمد شاہ نے اور بھی سستی اور کاہلی اختیار کی۔

لوگوں کا دل دسے پھر گیا۔ اور امیران بیانہ نے بھی سلطان محمود غزنوی کی دوستی اختیار کی۔  
اب پادشاہ ۵۴۹ھ میں بیمار ہوا۔ اور اسے سفر آخرت اختیار کیا۔

## پادشاہی سلطان علاء الدین

جب محمد شاہ کا انتقال ہوا۔ علاء الدین اوسکا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ سبامیروں نے اوسے  
ملک بھلول کے اطاعت اختیار کی۔ یہ پادشاہ بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہ اثناء راہ  
میں یہ غلط خبر سنی کہ پادشاہ جونپور دہلی کے قصبہ آتا ہے۔ پادشاہ اولٹا دہلی چلا آیا  
۔ اس پر حسام خان وزیر نے کہا کہ ایسی جھوٹی خبر پر مراجعت پادشاہوں کو سزاوار نہیں۔  
اس بات سے پادشاہ اوسے بخیدہ ہو گیا۔ مگر اس حماقت کی حرکت سے لوگوں پر  
ظاہر ہو گیا کہ وہ باپ سے زیادہ سست و راجمق ہے۔ ۵۵۱ھ میں پادشاہ علاء الدین  
بدلون میں گیا۔ اور مدت وہاں توقف کیا۔ پھر دہلی میں آیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے  
بدلون کی آب و ہوا خوش آتی ہے۔ میں وہاں رہوں گا۔ حسام خان نائب دروزبر  
سہرچند ضیعت کی مگر اوسے ایک نہ سنی۔ ہوقت ملک میں طوائف الملوکی ہو گئی۔ کن  
گجرات مالوہ جونپور بنگال میں حاکم خود پادشاہ صاحب کد اور خطبہ ہو گئے پچان یا بالوہ  
سرسند پانی پت تک ملک بھلول کے قبضہ میں تھا۔ مہرولی سے سرسے لاڈواتک کہ  
شہر دہلی کے پاس ہے احمد خان میواتی مقرب تھا۔ عرض سلطنت دہلی کی بے بہہ  
حدود گئی تھی۔ کہ شہر نہا کے ایک جانب کل ایک میل۔ اور باقی کسی طرف بارہ میل  
زیادہ نہ تھی۔ یہ مثل سے وقت مشہور کہ پادشاہی شاہ عالم تاحویلی پالم۔ مگر بدلون  
اوسکے قبضہ میں تھا۔ جسے پادشاہ جان دیتا تھا۔ پادشاہ جب بدلون میں گیا تو خود مختار  
حاکمون نے پادشاہ سے کہا کہ حمید خان کو مار ڈالو تو ہم بہت سالک پادشاہ کو لو کرین۔

پادشاہ اسپر امی ہوا۔ اور اسکے قتل کا ارادہ کیا۔ سیمہ محمد خان جم پادشاہی میں گہن  
 اور پادشاہ کی عورتوں اور لڑکیوں اور لڑکوں کو باہر نکال یا۔ اور نہایت بیغری  
 کی۔ اور سب خزانہ پر مالک ہو گیا۔ اسپر ہی پادشاہ کو غیرت نہ آئی اور برسات کا بہانہ  
 اور دہلی نہ گیا۔ حمید خان کو فرصت ملی۔ اور اوسکو یہ فکر ہوئی کہ کسی اور کو بادشاہ  
 بناؤں۔ سلطان شرقی حاکم جو پنور کو تو اس سبب نہ لکھا کہ وہ علاء الدین سے رشتہ  
 رکھتا تھا۔ اور سلطان محمود خلجی بلوہ میں دو رہتا۔ لودھیوں کو قریب لکھنؤ ملک بھلول کو لکھنؤ  
 کہتے ہیں چلے آؤ۔ اندر کو کیا پائیں دیکھتے ہیں ملک بھلول اس کا مدت سے منتظر تھا۔ اور  
 پادشاہ کو لکھنؤ بھیجا کہ میں حمید خان کو دفع کرنے کے واسطے دہلی جانا ہوں۔ اور بہت  
 کوچ پر کوچ کر کے دہلی میں آیا۔ اور تمام اپنا قبضہ تصرف کیا۔ اب اوسکے پادشاہ ہونکا  
 حال ہم آگے لکھینگے۔ سلطان علاء الدین اب بد اوں میں پڑا رہا۔ جب ملک بھلول نے  
 اوسکو لکھنؤ بھیجا کہ میں حمید خان کا قصہ تمام کیا۔ اسپر علاء الدین نے لکھا کہ تم کو میرے  
 باپ نے بیٹا بنا دیا تھا۔ اس رشتہ سے تم میرے بڑے بھائی ہو۔ سلطنت تم کو مبارک ہو  
 میں یہاں بد اوں میں قناعت کئے بیٹھا ہوں۔ عرض وہ مدت تک اب اوں میں وٹھیں  
 خواروں کی طرح جیتا رہا۔ ۳۸۸ھ میں انتقال کیا۔ سات سال تک ملی میں پادشاہ رہا  
 اور بد اوں میں اٹھائیس برس زندہ رہا۔

## سیدون کی سلطنت

اب طالب علموں کو سوچنا چاہئے۔ کہ ان سیدوں کی سلطنت فقط نام کی تھی یا حقیقت  
 نے تو اپنا نام ہی پادشاہ نہ رکھا۔ مبارک شاہ پچارہ فسادوں کے مٹانے میں خود مر گیا  
 محمد شاہ اور علاء الدین نام کے پادشاہ رہے فقط اس خاندان کے تین پادشاہوں نے

چھتیس برس تک سلطنت کی حسین دہلی کی سلطنت کی کیفیت اور بڑے چلے کر کیا ہوگی  
- اور آخر اہل خاندان کا کیا انجام ہوا۔

## ذکر سلطنت سلطان بہلول لودی تحت شیشی

لودھی ایک افغان کی جماعت تھی جو ہندوستان میں تجارت کے لئے آیا جا پا کرتے۔  
اینین سے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ملک بہرام کہ دادا سلطان بہلول کا تھا۔ اپنے  
بڑے بہائی سے خفا ہو کر ملتان میں چلا آیا۔ اور حاکم ملتان کانور کو گیا۔ اوسکے پانچ  
بیٹے تھے ملک سلطان شہ اور ملک لا اور ملک فیروز و ملک محمد اور ملک خواجہ۔ یہہ  
پانچوں باپ کے مرنے پر ملتان میں آئے۔ خضر خان جب حاکم ملتان فیروز شاہ کے  
عہد میں ہوا تو ملک شہ اور ملک لا ملازم ہوا۔ اور ایک جماعت افغان کا شہر بنا۔  
خضر خان اور ملو اقبال کی جو لڑائی ہوئی اوس میں ملک شہ نے ملو کو قتل کیا۔ اس پر  
خضر خان نے اوسکو سلام خان کا خطاب دیا۔ اور حکومت سرسند کی سپرد کی۔ اوسکے  
بہائی بہان اوسکے ساتھ تھے۔ اوس میں سے ملک کالا نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی  
کی تھی۔ جب وضع حمل کے دن قریب ہو۔ تو ایک مکان کی چھت اوس پر گر پڑی۔ اور وہ  
اس صدمہ سے مر گئی۔ اوس وقت اوسکا پیٹ چاک کر کے اس بہلول کو نکالا۔ اوس میں جان  
باقی تھی۔ پرورش شروع ہوئی۔ باپ بھی مر گیا۔ اسلام خان چچا نے سرسند میں اوسکو  
پالا پرورش کیا۔ سلام خان ایسا ذی اختیار اور صاحب مقتدر ہو گیا کہ بارہ ہزار  
افغانوں کو اپنے گھر سے تنخواہ دیتا تھا۔ اور یہ افغان اس کے برادری کے آدمی تھے۔ ایک  
لڑائی میں ملک بہلول نے ایسی شجاعت دکھائی کہ سلام خان اوسکو اپنی بیٹی سے بیاہ دی

اور جیہ اسلام خان کی حلت کا وقت آیا۔ تو اوسنے اپنے بیٹے کو مجروح کر کے اسن الماد کو  
 اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ ابا و سکے مرنے پر وارثون میں تلوار چلی۔ اور تین فریق ہو گئے  
 مگر سب میں آخر کو ملک بملول غالب ہا۔ عزیز اقارب و سکے بد محمد شاہ پادشاہ پاس غلڑے  
 کے لئے چلے گئے۔ پادشاہ اسکا دشمن ہو گیا۔ اور اوسنے رفع دفع کرنے کے واسطے فوج  
 روانہ کی۔ غرض یہہ پیارے لودی بہارٹون میں سرگردان رہے۔ بہت سے اونہیں  
 گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ مگر ملک بملول و سکے ہاتھ نہ لگا۔ وہ بہارٹون میں جا چپا۔  
 اور دوست آشناؤں سے روپیہ قرض لے لیکر فغانون میں تقسیم کرتا۔ اور ایک جماعت  
 بہم پہونچا کر ادھر ادھر ملک کو ناخ و تاراج کرتا۔ جو کچھ ہاتھ آتا کانٹے کی تول سب کو  
 بڑا بر تقسیم کر دیتا۔ تھوڑے دنوں میں بہت چہان اور تھوڑے مغل اوس پاس  
 جمع ہو گئے۔ اور جو رشتہ ملک فیروز اور قطب خان اوسکے پہلے پادشاہ پاس غازی کے  
 واسطے چلے تھے۔ اپنے کئے سے پشیمان ہو کر پہر ملک بملول سے جا ملے۔ اور ملک  
 بملول نے پہر سر سند کو لے لیا۔ حسام خان وزیر کو پادشاہ نے اوسے لڑنے کے لئے بھیجا  
 ۔ اوجھ حسام خان کو شکست دی۔ اور اس سبب وہ بڑا صاحب رت ہو گیا۔ لیکر  
 کی نقل شہور ہے کہ ملک بملول اپنے چچا اسلام خان کی خدمت میں آتا تھا۔ سمانہ  
 کے اندر اپنے دو یاروں کو ہمراہ لیکر ایک درویش بن مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوا  
 اور دوزانو ہو بیٹھا۔ ان مجذوب صاحب نے بڑ لگائی کہ کون شخص دہلی کی پادشاہی  
 دوزنارٹنک کو خریدتا ہے۔ ملک بملول نے سوال سونٹک اوسکے سامنے رکھ دئے۔ اور  
 عرض کیا کہ اسے زیادہ میرے پاس نہیں ہیں۔ مجذوب صاحب سودا سلطنت کا  
 اس قدر روپیہ پر ہو گیا۔ اور اونہوں نے کہہ دیا کہ پادشاہی بھگو مبارک ہو

یادوں نے ملک بھول گئی اس سادہ لوحی پر پٹھہ لگا یا۔ اسپر ملک بھولنے کہا کہ سنو  
دو حال سے خالی نہیں کہ مین بادشاہ ہو گیا یا نہیں۔ اگر ہو گیا تو کیا مفت سودا ہا نہ  
اگر نہ ہوا تو فقر کی خدمت کرنی خالی تو اسے نہیں ہوتی غرض اس فقیر کے کہنے سے  
بھول کو دہلی کی سلطنت ہا نہہ لگنے کی دہن لگی تھی۔ اور یقین تھا کہ مجھے ایک دن  
یہ تخت نصیب ہوگا۔ اب اسے تمام اقربا اور عزیزوں کو جمع کر کے پانی پت تک قبضہ کر لیا  
اور سلطان محمد شاہ کو جو عرصہ لکھا اور سلام خان کو قتل کر لیا اور حمید خان کو وزیر بنا  
اور بادشاہ کا بیٹا بنا اسکا حال و وقت تک کہ وہ بادشاہ ہوا۔ سید محمد شاہ کی تاریخ  
میں پڑا اُسے ہو۔ جو وقت بادشاہ ہوا۔ اس کے نو بیٹے تھے۔ اور چونتیس دس کے  
اور قریب کر عزیز و اقارب موجود تھے۔ اب دہلی میں دو حریف تھے ایک ملک بھول  
دوسرا حمید خان وزیر۔ تھوڑے دنوں ان دونوں میں ظاہری تواضع اور تعظیم بہت  
رہی حمید خان نے ملک بھول سے کہا کہ میری خوشی ہے کہ تاج شاہی تو سر پر رکھ  
ملک بھول نے عرض کیا کہ میں سبکداز ہوں مجھے سلطنت کو کاموں سے کیا تعلق۔ آپ ہی  
تخت پر بیٹھے مجھے فوجدار اور سپہ سالار بنائے۔ غرض یہ منافقانہ برتاؤ نہیں رہا  
ملک بھول اکثر اس کے گھر جاتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حمید خان کے ہاں دعوت کہانی  
گیا۔ اور اپنے افغانوں کو سکھایا کہ وہاں جا کر ایسی حرکتیں کرنا کہ جسے حمید خان کو  
یقین ہو جائے کہ افغان پر لے درجہ احق اور بیوقوف ہیں۔ اور کچھ خوف کے  
لاؤ تھیں ہیں۔ چنانچہ یہ افغان دعوت میں گئے تو کسی نے جو تیان کر سے باز نہ لیا  
کسی نے کشمیں حمید خان کے سر پر طاق کے اندر رکھ دین۔ حمید خان نے کہا کہ یہ  
کیا حرکت ہے تو انہوں نے کہا کہ چوٹوں کا خوف ہے اسلئے جو تیوں کو اچھا دیکھا ہے

بہر فرس کو دیکھ کر کہنے لگے کہ سہن کچھ کٹر کر ٹکڑے ہم کو عنایت ہوں تو یہاں بناٹنگے اور بچوں پاس سختاً پھینکیں گے۔ اسپر حمید خان نے مسکرا کر کہا کہ میں تم کو ٹوپیوں کے واسطے کم خوابا در زلفت دو لگا۔ جب عطر وہاں کے خوان آئے۔ تو عطر اور چونہ کو ملا کر لٹنے

کوئی بان سے چونہ لگا کر چٹ کر گیا۔ منہ ہٹا تو ادھر اوپر دوڑنے لگا۔ غرض یہ سب حرکات ایسی بے تمیزی کی کین کہ حمید خان نے ہنس کر کہا کہ یہ عجیب لگ ہیں۔ او سپر بھلول نے کہا کہ یہ جانور میں سوا دکھانے اور سونیکے کچھ اور نہیں جانتے۔ پہر ایک وز حمید خان کو قہمان وہ ہوا۔ ان افغانوں کو سکھا پڑا کر ساتھ لے لیا۔ جب دروازہ پر پہنچے تو سب سب نذر گہر میں گھسنے لگے۔ جب دربان نے حسب دستور روکا۔ تو پکارا کر کہنے لگے کہ کیا بھلول ہی حمید خان کا غلام ہے ہم نہیں ہیں۔ وہی سلام کرے ہم اپنے آقا کو سلام نگرین۔ اسپر حمید خان نے دربان کو آواز دی کہ رو کو نہیں آنے دو۔ غرض ہم افغان سب گھس گئے۔ پہر قطب خان لودھی نے ریختی چٹا سے نکالی حمید خان کے سامنے رکھ دی۔ اور کہا کہ اسے بہتر آکے واسطے کوئی چیز نہیں ہے۔ اب گوشہ عیبت میں بیٹھئے۔ اور خدا کی عبادت میں مصروف ہو جئے۔ فقط پاس نمک ہی اسلئے آچکی جان کا قصد نہیں کیا۔ غرض حمید خان کو قید کیا۔ اور سپاہیوں کے حوالہ کیا۔

۱۔ برج الاول ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۹۔ اپریل ۱۷۳۷ء میں بے خوف و خطر تخت پر بیٹھا۔ اور اپنے نام کا سکھ چلایا۔ اور خطبہ پڑھوایا۔ اور سلطان بھلول پر القاب رکھا۔

### بھلول کی لڑائی ان محمود شاہ شترکی

اول سال جلوسی میں سلطان بھلول ملی کو اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید اور امراء معتمد کو سپرد کر کے ملتان اور دیوبال پور کے نظام کے واسطے روانہ ہوا۔ مگر بعض



سلطان علاء الدین کے ان لودیوں کی پادشاہی سے راضی نہ تھے۔ انہوں نے سلطان محمود شرقی کو بلایا۔ وہ ایک لشکر عظیم لیکر دہلی پر چڑھ آیا۔ بایزید نے دہلی کی حفاظت کا اچھا انتظام کیا۔ جب سلطان بھلول کو یہ خبر ہوئی تو وہ اودھے پرون کوڑا غرض ۱۲۵۲ء سے شاہ جونپور سے لڑائی شروع ہوئی۔ اور چھپیل برس تک قائم رہی اور اس درمیان میں کبھی کبھی تھوڑے دنوں کے لئے صلح ہی جو قابل اعتبار نہ تھی۔ موقوف رہی۔ اور کبھی کوئی سردار ادھر کا اودھ چلا آتا۔ اور کبھی اودھ کا ادھر۔ غرض سارا عہد سلطنت اودھ کا اس جگہ میں صرف ہوا۔ اس طول طویل لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ۱۲۵۴ء میں جونپور فتح ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے دلی کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

### اودی لوہر کی راناسی اور احمد خان بھٹی لڑائی

سلطان بھلول دوسے پور کے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور اجیر میں خیمے ڈھپے بچائے۔ چتر سال انا کا بہانجا اودھے پور میں دس ہزار سوار لئے بڑا تھا۔ قطب خان دلی طرف گیا۔ اور لڑائی لڑا۔ مگر شکست کھائی اور بہتے افغان مارے گئے۔ مگر آخر قطب خان خان قمر علی نے بھٹی جن لڑائی کہ اس لڑائی میں افغانوں کی عزت رہ گئی۔ اور چتر سال را گیا۔ اور انانے صلح کر لی۔ اور دوسے پور میں ہی اذان ہوئی۔ اور سکھ اور خطبہ پادشاہ کے نام کا جاری ہوا۔

پادشاہ پیرسہ بند میں بچا ہوا لاہور میں آیا۔ اور یہاں عشق عشرت میں مصروف ہوا۔ اس زمانہ میں سندھ کی اندر احمد خان بھٹی با اختیار ہو گیا تھا۔ اور میں ہزار سوار اوس پاس تھے۔ اوسے مٹان کے حاکم سے سربانی کی۔ اگر اس وقت اس حاکم کی

اداد کے واسطے خود پادشاہ نہ لگیا ہوتا۔ تو ملتان بالکل احمد خان کے ہاتھ لگ گیا ہوتا۔  
 پادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اوسنے عمرخان اور شہزادہ بایزید کو بیس ہزار سپاہ لے  
 ساتھ روانہ کیا۔ احمد خان بھی ان سے خوب لڑا۔ اور کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں  
 کبھی اوس کے ہاتھ اور کبھی پادشاہی فوج کے ہاتھ کھیت رہا۔ مگر آخر کو شہزادہ بایزید  
 کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ احمد خان قید ہوا۔ اور پر قید ہستی سے رہا کیا گیا۔ اور نام  
 اوس کا ملک سلطان بہلول کے قبضہ میں آیا۔

## پادشاہ کی وفات اور ملک کی کیفیت

پادشاہ بعد جو پور کی فتح کے دس برس زندہ رہا۔ اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں  
 فقیہ ہوتا رہا۔ اور اٹا وہ کالپی دھول پور لکھنؤ بڑاچ پر قبضہ و تصرف کیا۔ اب  
 پادشاہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ ۸۴ سالہ میں اس نے سیر ہو کر عقلی کی راہ کی تئیس  
 برس آٹھ مہینہ سات روز سلطنت کی۔ اوسکی وفات کے وقت ہندو ملک کی  
 سلطنت میں تھا۔ جہاں سے کوہ ہمالہ تک اور جہاں کے مشرق میں بنارس تک وراوسکے  
 مغرب میں بندیل کھنڈ تک پہنچا ہوا تھا۔ اس ملک کو اوسنے طرح تقسیم کیا کہ جو پور  
 اپنے بیٹے باریک شاہ کو کرہ مالک پور شہزادہ عالم خان کو بڑاچ شیخ محمد فرغی کو  
 یہ پادشاہ کا بھائی تھا۔ اوسکو کالا پڑھی کہتے تھے۔ لکھنؤ کالپی اعظم ہالیوں  
 بایزید کے بیٹے اپنے پوتے کو بد اون خاں جہان دادا کو دہلی اور دو آبہ شہزادہ  
 نظام کو دیا۔ اور اوسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ جو اوسکے بعد پادشاہ سکندری  
 کے لقب سے موسوم ہوا۔

## خصائل سلطان بہلول

فضل سلام سے محبت تھی۔ جب وہ اپنے بھائی بارک سے لڑ رہا تھا۔ تو ایک فقیر نے اس کا  
 ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آج تیری فتح ہے۔ اسپرچین بچپن ہوا اور ہاتھ جھٹک کر چٹا لیا جب  
 فقیر نے کہا کہ میں تجھے دعا دیتا ہوں اور تو مجھے یوں چٹاتا ہے۔ تو اس نے یہ کہہ کر  
 جب لڑائی میں دونوں طرف اہل سلام ہوں تو اس وقت ایک طرف فتح ہو نیکی دعا کرنی  
 چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ جو سلام میں خیر ہو اور اس کو فتح نصیب ہو۔ وہ  
 مستعجب ہی تھا۔ اس نے تہذیب منہندوں کا نہان اور مؤذن بند کر دیا۔ تہا غیہ  
 میں جو کہ چتر کا نہان ہوتا ہے۔ اس کی نسبت اس نے ایک عالم سے پوچھا کہ اس کے  
 دیران کر نیکی کے شرع کیا حکم دیتی ہے۔ اسپرلس عالم نے کہا کہ وہ مجدد قدیم ہندو کا  
 ہے۔ اس کا ویران کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اور اب وہاں کے بھائی کو بند نہیں کر سکتے  
 اسپر اس کو بہت غصہ آیا۔ اور اس عالم سے کہنے لگا کہ تو ہندوؤں کی حمایت کرتا ہے  
 اور خوجر سے سزا دینے کا ارادہ کیا۔ مگر یہ عالم ہی ایسے جگر گردہ کا تھا کہ ذرا  
 نہ ڈرا۔ اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ میں بت پرستی کا حامی نہیں۔ میں شیخ کا حکم بتلاتا ہوں  
 غرض اسپر غصہ بادشاہ کا کم ہو گیا۔ ہندوؤں کے بہت بے خانہ ڈھاڈالے۔ اور بتوں کے  
 شہر قصائیوں کو بٹ بنانے کے دھپے دیئے۔ اور بہت سزا دینے والے اور اس کی جگہ مسجد  
 اور مدرسے بنا دیئے۔ جو مسلمان ہوتا اس کو زمین معافی کی دیتا۔ جیل اور بارہ وقات  
 کے دن قیدیوں کی فہرست اس کے سامنے پیش ہوتی۔ جتنے قیدی مال گزاری کی جہت  
 ہوتے سب مارتے۔ اپنے علم کا بڑا قدر شناس تھا۔ سرفاضل ہمیشہ اس کے دربار  
 پر کھانا کھاتے۔ ہر کام کے واسطے ایک وقت معین تھا۔ اس میں کسی فرق نہ پڑتا تھا۔  
 جو خوراک اور وظیفہ تواضع کے لوازمات کسی شخص کے واسطے ایک فہم ہوتی اور اس میں

کبھی تفاوت نہوتا۔ ایک فقہ کا ذکر ہے کہ موسم گرما میں شیخ عبدالغنی جو پوری بادشاہ کی ملاقات کے واسطے آئے۔ جب دکنے واسطے کہا نا آیا۔ تو اسکے ساتھ چہ شیشے شربت کے تھے۔ دوبارہ ان شیخ صاحب کے آئیکا اتفاق جاڑے میں ہوا تو یہی کہانی کے ساتھ چہ شیشے شربت کے آئے۔ اسپر انہوں نے کہا کہ یہ جاڑا اور یہ شربت تو نو کروں جواب دیدیا کہ جو بادشاہ نے ایک فقہ حکم دیدیا وہ میں تغیر نہیں ہوتا خواہ جاڑا ہو خواہ گرمی۔ غرض وہ پابند تمام باتوں میں شرع کا تھا۔ مگر یہ عیوب و معین تھا کہ ڈاڑھی منڈاتا تھا۔ اور سب اسکا یہ تھا کہ وہ بہت خوبصورت تھا مگر ڈاڑھی چکی تھی۔ اور چہرہ پر کھلتی نہ تھی۔ جب ایک عالم اسکو نصیحت کی کہ یہ آپ برخلاف شرع کام کرتے ہیں۔ تو اسنے کہا کہ اگر میں ڈاڑھی کھڑی کر لوں گا تو لوگ اسکو برا کہیں گے۔ اب ڈاڑھی منڈانیسے میں گنہگار ہوتا ہوں رکھنے سے اور گنہگار ہونگے اسلئے ڈاڑھی منڈانا ہی اچھا ہے۔ اسکو رعایا کے سب بربیلے حال سے ایسی اطلاع رہتی کہ عوام الناس کو یہ یقین تھا کہ بادشاہ پاس کوئی جن ہے جو سب خبریں سنا دیتا ہے اسکے عہد سلطنت میں اناج کی بڑی ارزانی رہی اور اجناس کا بہاؤ روز روز لکھا ہوا اس پاس آتا۔ غرض سب جزو کل کی خبر رکھتا۔ گھوڑکی ڈاک خوب اسکے عہد میں چلتی تھی

### سلطنت ابراہیم لودی

جب بادشاہ سکندر لودی فوت ہوا تو سپر بزرگ اسکا سلطان ابراہیم تخت پر بیٹھا۔ اب اسنے بادشاہ ہونے ہی اپنے باپ دادا کا طریقہ جو مروت اور سلوک کا غریزہ و اقارب کے ساتھ تھا چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگا کہ بادشاہوں کی نہ کوئی قوم ہوتی ہے۔ نہ کوئی اونکا خوش و اقربا ہوتا ہے۔ سب اسکے خدمتگار ہوتے ہیں۔ اونکو نو کروں کی طرح خدمت کرنا چاہیے۔ اب وہ افغان امیر کے بادشاہ کی بہائی بندیکام بہرتے تھے۔ سلطان بہلول اور

سکندر کی مجلس میں برابر بیٹھے تھے۔ اس بادشاہ کے آگے ظاہر میں دست بستہ کھڑے ہوئے  
 تھے۔ مگر دل میں کچھ اور سوچتی تھی۔ اور گالیباں دیتے تھے۔ غرض اس خاندان میں نفاق  
 نے اتفاق کی جگہ چھین لی۔ اب ان امیروں نے یہ ہٹرائی کہ سلطان ابراہیم تو سرحد جوہور  
 کی فرمانروائی کرے۔ اور دوسرا سبائی اور کا جلال خان جوہور کو درالخلافت بنا کر  
 دوسرا بطرف سلطنت کرے۔ غرض اس بات پر دونوں بہائیوں میں ایک فساد عظیم برپا ہوا  
 اور بارہ مہینے قائم رہا امراء کا حال یہ تھا کہ کبھی سطرف کبھی اوسطرف۔ انجام اسکا یہ ہوا  
 کہ جلال خان بکڑ گیا۔ اور ابراہیم نے اسکو مار ڈالا۔ اور اپنے بہائیوں کو قید میں مجبور کیا  
 پہرہ کرہ میں سلام خان نے بغاوت اختیار کی۔ مگر عین لڑائی میں مارا گیا۔ غرض سب طرف  
 ملک میں غدیر مچ گیا۔ امراء سکندری سے جھگڑا بادشاہ کا مزاج متحرف ہوتا گیا۔ اور بقدر  
 امیروں کی مخالفت ظاہری اور باطنی بڑھتی گئی۔ بہت امیر قید خانہ ہی میں مر گئے۔  
 اس سبب سے اور امیروں کو بہت خوف و ہراس ہوا۔ دریاخان لوہانی حاکم بہار نے  
 سرکشی اختیار کی۔ اور جب ہر گیلو اس کے بیٹے بہادر خان نے سر بر تاج رکھا۔ اور  
 اپنا لقب سلطان محمد رکھا۔ اور اپنا خطبہ اور سکے جاری کیا۔ اور جھگڑا امیر بادشاہ سے  
 ناراض تھے ان سب اپنے پاس جمع کیا۔ اس پاس یکلا کہہ ہوا جمع ہو گئے۔ اور  
 سنبھل تک ہی ملک تھا۔ کئی دفعہ بادشاہ سے لڑا اور غالب آیا۔ اسی وقت میں  
 غازی خان بیٹا دولت خان لودھی کالاہور سے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اور اسکو  
 ایسا وہم پیدا ہوا کہ باپ پاس بیگانہ کر لیا ہوا چلا گیا۔ جب ویتخان نے دیکھا کہ غضب  
 سلطانی سے کیسے طرح نجات ممکن نہیں۔ ناچار علم مخالفت بلند کیا۔ اور ظہیر الدین محمد  
 بہادر بادشاہ سے کہ کابل میں تہا آمد لو کی التجا کی۔ اور ہندوستان کے تخی کرنے کے واسطے

بہت کچھ تحریریں کی تھیں ہی۔ غرض اس بادشاہ کی سلطنت برباد ہوئی اور اسکے  
مارے جانے کا حال بابر بادشاہ کی سلطنت میں بیان کرینگے +

## آٹھویں فصل

خاندان امیر تیمور کا بیان

## بابر کی سلطنت

جب امیر تیمور کا انتقال ہوا تو اسکی ساری سلطنت وارثوں میں تقسیم ہوئی۔ اور  
اوہین وہ لڑائی جھگڑے فساد جو ہمیشہ ایشیا میں وراثت سلطنت کے درمیان ہوا کرتا تھا  
کھڑے ہوئے۔ اسلئے ایشیا میں سلطنت کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ جہاں دو چار پختہ  
سلطنت چلی بہر وارثوں میں تلوار چلی اور ایسی لڑائیاں اور خرابیاں پیدا ہوئیں کہ  
اوسکا علاج کچھ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ سلطنت عظیم اور دولت کثیر کو ہا کر ایسے بدست  
ہو جاتے ہیں کہ انکو بہر خبر نہیں رہی کہ کہاں تاج گیا اور گدہ تخت رہا۔ یہی حال اس  
سلطنت کا ہوا جسکو امیر تیمور نے اپنی تلوار کے زور سے قائم کیا تھا۔ ابوسعید مرزا  
بن سلطان محمود مرزا بن میران شاہ بن امیر تیمور ترکستان اور ماوراء النہر اور  
بخشان اور کابل اور غرغین اور قندھار اور ہندوستان پر قابض ہوا۔  
اور عراق کو بھی آخر سلطنت میں فتح کر لیا۔ اور بین شہید ہوا۔ ہوسکے گیارہ بیٹے تھے  
اوہین سے چار بادشاہ ہوئے۔ النع بیگ مرزا کابل میں اور سلطان احمد مرزا سمرقند  
میں اور سلطان محمود مرزا احضار اور قندھار اور بخشان میں۔ عمر شیخ مرزا اندجان  
اور فرغانہ میں دفنانا ملک سمرقند اور کاشغر کے درمیان پہاڑوں کے اندر واقع ہے۔

اگرچہ چوٹا ملک ہے مگر زرخیز اور عمدہ ہے۔ یہ عمر شیخ خمرزا پہلے کابل میں فرمان روا ہوا تھا مگر پھر باب نے اوسکو یہاں بھلایا۔ الخ بیک کے سوا باقی تینوں بھائیوں سے یونہی خان حاکم مغولستان کی بیٹیاں بیاہی تھیں۔ منجملہ اوسکے تعلق لگا خاتم عمر شیخ خمرزا بیاہی تھی۔ ۱۰۸۰ء میں انکے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اوسکا نام ظہیر الدین محمد رکھا گیا۔ مگر الفاظ اس نام کے ایسے پیڑھے تھے کہ ترکوں کے زبان سے ادا نہ ہو سکتے تھے اسلئے اوسکا نلم بابر مرزا رکھا گیا۔ اور ایک شاعر نے یہ تاریخ ولادت کہی کہ

آمدش محرم زاد آن شہ مکرّم تاریخ مولدش آمدش محرم  
 بس بابر کا نسب باب کی طرف سے طرح چھی پشت میں جا کر امیر تیمور تک اور ما کی طرف چنگیز خان تک پہنچا ہے غرض اسکی دو بیال ترک اور نہ بیال مغل تھی۔ مگر باوجود اس رشتہ مندی مغلوں کے ساتھ اسکی طبیعت کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اولکا ذکر ہمیشہ اپنی سرگزشتوں میں حقارت کے ساتھ کرتا ہے۔ مگر یہ تعجب کی بات ہے کہ مغلوں سے اوسکو بہتہ نظر تھا۔ اور پھر اوسکا خاندان مغلیہ مشہور ہو۔ سبب اسکا یہ ہے کہ ہندو میں تمام شمال کے مسلمانوں کو مغل کہتے ہیں۔ چنانچہ اب اہل ایران کو بھی یہاں مغل ہی کہتے ہیں +

## بابر کی نوعمری کا بیان

جب بابر بارہ برس کا ہوا تو باپ نے اندجان کی حکومت اوسکے سپرد کی۔ اور وہ اُن وقت خود اپنے بھائی سلطان احمد مرزا اور سائے محمود خان سے لڑ رہا تھا۔ کہ اتفاقاً ۱۴۹۴ء میں کبوتر خانہ کی جھٹ سی گر کر مر گیا۔ اسوقت بابر اندجان کے باغون میں عیش و طر رہا تھا۔ دوسرے روز جب سن اقعہ ناگزیر کی خبر پہنچی۔ تو وہ قلعہ اندجان

کی طرف چلا۔ مگر جب دروازہ کو قریب پہنچا۔ تو امیر شیرم طغلی خان اس کی  
 باگ موڑ کر کوہ اور کند کی طرف اس خیال سے لے گیا۔ کہ سلطان احمد مرزا بڑی شان  
 اور شوکت سے اندجان پر پلا چلا آتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امر اندر چائیں۔ اور ملک  
 اس کے حوالہ کریں۔ ملک بلا سے جائے مگر بابر کی جان قبیح جائے۔ لیکن اور مرزا  
 اس ارادہ کے مانع آئے۔ اور اس کو موڑ کر اندجان میں لے آئے۔ جب ملکر اس کو  
 بادشاہ بنایا۔ اور بیکٹل ہو کر قلعہ کی حصنت اور حفاظت میں مصروف ہوئے  
 سلطان احمد مرزا اور سلطان محمود خان بن یونس خان نے عمر شیخ مرزا کے ہاتھ  
 سے بہت دفعہ ہزیمت اٹھائی تھی۔ اب ان کے مرنے سے ان کی آرزو میں پوری ہوئی  
 سلطان احمد مرزا فرغانہ کو فتح کرتا ہوا اندجان کی قریب پہنچا۔ امر اندر جان نے پیغام  
 صلح بھیجا اور کہا کہ اب اگر اس اندجان کو فتح کیجئے گا تو یہاں ہمیں رہنے کا سہم قند  
 میں رونق افروز ہو جائے گا۔ اب بابر کو اپنا بیٹا سمجھئے اور اس کو ملک اپنی طرف سے  
 عطا کیجئے۔ مگر اس چچا سنگل نے بیٹے کے ساتھ ذرا مروت کو کار نفرمایا۔ اور صلح  
 کو نامنظور رکھا۔ مگر اس کے لشکر میں قدرت ایک باگہوڑوں میں ایسی پہلی کہ طویل  
 کے طویلے خالی ہو گئے۔ اس لئے سلطان احمد مرزا نے مصلحت سمجھ کر صلح کر لی اور قند  
 گوروانہ ہوا۔ مگر وہی میں تھا کہ موت آئی۔ اب چچا سے بابر کا بیٹا چوٹا تھا کہ اس نے  
 سامنا پڑا۔ یہ مامون محمد خان بن یونس خان دوسرے طریق سے اندجان پر حملہ آور ہوا  
 جسی سے بابر کے بھائی کو بگا دیا۔ وہ ہاگ کر اپنے چھوٹے بھائی پاس کا سان میں گیا  
 محمود خان نے اس کا تعاقب کیا۔ اور کا سان لے لیا۔ پھر یہاں سے خیمے میں آیا  
 مگر بابر ہو گیا۔ اور غولایت کو چلا گیا۔



غرض جیسا کہ بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے سے بابر تخت و تاج کا بار سر پر اٹھا۔  
 ایسا ہی چچا مامون کی تلوار کے ہاتھ سے بچپا دشوار ہو گیا۔ اسی سال میں اہل سیم سار  
 اور حاکم قلعہ شہرہ باغی ہوئے اور خطبہ سلطان بایسنقر خان بادشاہ سمرقند نام لگا دیا۔ بابر اس  
 فساد کے مٹانے کے واسطے خود گیا۔ چالیس روز بعد باغی تلوار اور کفن گلے میں ڈال  
 بابر پراس حاضر ہوئے۔ اور نکاح و معاف کر کے باخجند میں آیا۔ اور یہاں کے حاکم  
 نے بھی قلعہ سپرد کر دیا۔ پھر بابر سلطان محمود خان اپنے مامون کے اخسے میں جا کر ملا۔  
 مامون نے اس پر نہایت شفقت کی اور گلے لگایا۔ اور سب طرح سے تسخیر اور تسلی دی  
 وہاں سے بابر اندجان میں آیا +

### سمرقند میں بابر کا بادشاہ ہونا اور وہاں تکنا

محمود مرزا کے مرنے سے اور بایسنقر خان کے جانشین ہونے سے سمرقند میں بڑے شور اور  
 فساد برپا تھے بابر سلطان علی مرزا بایسنقر خان کے بہائی کے ساتھ اتفاق کر کے  
 سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں کی لڑائیوں لڑا۔ اور بایسنقر خان کے شیبانی خانی  
 حاکم موبستان سے امداد طلب کی۔ اور وہ لشکر لیکر سمرقند گیا ہی مگر اس کی  
 بدسلوکی سے ناراض ہو کر پہرہ لٹا چلا گیا۔ جب بایسنقر خان کو شیبانی خان کے  
 امداد کی ہمت قطع ہوئی۔ تو وہ دو تین سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر حسنہ و شاہ حاکم قندھار  
 بہاگ گیا۔ بابر نے اس فرار ہونے کو غنیمت جانا۔ اور سمرقند میں آیا۔ اور یہاں  
 تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ اب سمرقند صلح سے ہاتھ آیا تھا۔ اس لئے لشکر غنیمت سے  
 بے بہرہ رہا۔ اور اس کو کچھ نہ ہاتھ نہ آیا۔ یہاں کا حال برابر لڑائی جھگڑوں سے ایسا  
 خراب ہو گیا تھا۔ کہ نہ وہاں خزانہ تھا۔ نہ اور آمدنی کی صورت تھی۔ جسے بابر لشکر کو

تخواہ دیتا۔ عرض جب لشکر کو تخواہ میں لوٹ نہ ہاتھ آئی تو بہت سے لوگ خصوصاً  
مغل و سکی نوکر ہی چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور فرغانہ میں جا کر باقی فوج کو بھکاری لگے  
۔ جب بابر سمرقند کے تخت پر بیٹھا تھا تو احمد قنبل کو نہایت سرفراز کیا تھا۔ اور انجان  
کی حکومت اس کے سپرد کی تھی۔ اس نے بعض میروں کے ساتھ ملکر بغاوت اختیار کی۔  
اور بابر پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کو سمرقند ہاتھ لگ گیا۔ وہاں اب فرمانروائی کیجئے  
یہاں فرغانہ میں جہانگیر مرزا کا چھوٹا بھائی حکمرانی کر رہا تھا۔ اس گستاخی پر بادشاہ  
نہایت غصہ ہوا۔ اور جواب تلخ دیا۔ اور التون خواجہ مغل کو نصیحت کے واسطے بھیجا  
مگر اس کو مخالفیوں نے قتل کر ڈالا۔ اتفاق سے اس وقت بابر ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا  
کہ بات منہ سے نہ نکلتی تھی۔ اور پھر وہ دن سے منہ میں پانی چڑھایا جاتا تھا۔ لیکن آخر کو تندرست  
ہو گیا۔ اور تین مہینہ دس دن کی حکومت کے بعد سمرقند سے دست کش ہونا پڑا۔ اور فرغانہ  
میں جانا پڑا۔ یہ گھر میں آگ بیٹھ بھگلی۔ اس کے بھانے میں بڑے بڑے مصائب  
اڑھانے پڑے۔ بابر پہنچا نہ تھا کہ اندجان کا قلعہ مخالفوں کے ہاتھ لگ گیا۔ اور وہاں  
جو محافظ بابر کی طرف سے مقرر تھے وہ قتل ہوئے۔ اور جہانگیر مرزا کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور جب  
بابر فرغانہ کو روانہ ہوا تھا اور وقت سمرقند والے ہی بابر سے یقین پھر گئے غرض اس وقت  
بابر کی مصیبت نہ پوچھو کہ کیا تھی۔ ادھر سمرقند ہاتھ سے گیا۔ ادھر اندجان گھر کی  
سلطنت قبضہ سے نکل گئی۔ ان پریشانی حالی میں اس نے اپنے ماموں سلطان  
محمود خان بن یونس خان سے امداد کی التجا کی۔ محمود خان بہت جلد روانہ ہوا کہ اسی  
پاس جہانگیر مرزا کے ایلچی آئے پہنچے۔ اور اس کے مصاحبوں کے ساتھ کچھ سازشیں  
پیدا کی کہ محمود خان اولٹا ناسکند چلا گیا۔ اور ان بہانوں کے جھگڑوں میں نہ بولا۔

اسوقت بابر پاس دین سو آدمیوں کی زیادہ باقی نہ رہے۔ ناچار بابر بخند چلا گیا۔ اور وہاں سے  
 جا کر ایک گانہ میں جاڑا کاٹا۔ اور جمعیت کو ہم پہنچا کر بعض قلعوں کو شمشیر سے اور بعض کو  
 تیر سے تخریب کیا۔ لیکن اس سے کام نہ چلا۔ اور وہ نہایت متفکر اور حیران تھا۔ اسوقت  
 بڑی خوشخبری اس پاس پہنچی کہ علی دوست طغانی نے بابر کو خط لکھا کہ اب میرے  
 قصور معاف فرمائے۔ قلعہ فرغتستان میرے تصرف میں ہے اس میں آپ تشریف لائے  
 اور مجھے اپنا غلام سمجھئے۔ بابر اس کو اپنی بڑی فتوح سمجھا فوراً وہاں گیا۔ اور قلعہ کو  
 علی دوست نے اسکو حوالہ کیا۔ یہاں انگریز شاہ نے اپنے رفیق چارو طرف بھیجے کہ  
 رعایا کو اطاعت میں لائیں۔ اور اسوقت مامون سلطان محمود خان بن یونس خان نے  
 بھی ہاتھ جوڑ کر امدادی عرض کرنا وقت اپنی سچی اور کوشش و رسمت سے اور  
 کبھی کبھی اس مامون کی اعانت اور امداد سے وہ سمرقند اور فرغانہ پر مختلف مختلف حملے  
 کرتا رہا۔ اور کامیاب بھی ہوا۔ کبھی دسکایہ حال ہوتا تھا کہ عنہ راے سفر  
 کروں نے روی اقامت۔ کبھی یہ حال کہ ظفر ہم عنان نصرت از پے روان سخن  
 ۱۴۹۹ء میں وہ اپنی موروثی سلطنت اندھاں پر قابض ہو گیا۔ اور باغیوں کے  
 سزا دینے میں مصروف تھا۔ اور گہر کی سلطنت کے جھاڑے تمام نہوئے تھے کہ سمرقند  
 سے تقاضا آیا کہ ادھر آؤ۔

## سمرقند کا دوسری دفعہ فتح ہونا

وہ سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ مگر وہ ابھی وہاں پہنچا نہ تھا کہ دسکویہ ہرچا  
 لگا کہ سلطان علی مرزا نے اپنی ما کے کہنے سے سمرقند شیبانی خان ازبک کے  
 حوالہ کر دیا ہے۔ یہ خبر سنکر بابر کشمیں آیا۔ اور اس سے اور ہمراہی سبے اسکو

اور بابر پہاڑوں میں پناہ گیر ہوا۔ اور اس پاس فقط دو سو چالیس آدمیوں کی جمعیت رہ گئی تھی۔ اوسے یہ صلاح اور مشورہ کیا کہ سمرقند ازبکوں کے ہاتھ ابھی آیا ہے۔ شہر والو اونسے مانوس نہوں گے۔ اسلئے چکے چکے سمرقند میں چلین۔ وہ ہمارا موروثی ملک ہے جو قوت وہاں کے لوگ ہمیں دیکھینگے ضرور ساتھ دینگے۔ غرض یہ بہت کر کے بہت والا پادشاہ سمرقند پر چڑھ گیا۔ سنی آدمیوں نے سبڈ میں لگائیں اور فضیل پر چڑھ شہر کے اندر داخل ہوئے۔ اور جاتی ہی پہرہ والوں کو مار دروازہ کھول یا۔ اور اس دروازہ سے رات کو دو سو چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر باہر داخل ہوا۔ جسے بند سے اکٹھے کھول کر اوسکو دیکھا اوسکے قدموں پر گرا اور دعائیں دینے لگا۔ چند روز میں تمام شہر کی خلقت اوسکا دم بہرنے لگی۔ اور ازبکوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنے لگی۔ سو قوت شیبانی خان خود کسی مہم پر گیا ہوا اوسکی طرف سے خان و فامرزا یہاں حکومت کر رہا تھا۔ وہ یہ حال دیکھ کر ہلکا ہوا اور اپنے پادشاہ پاس پہنچا۔ اور سب حال کہا۔ شیبانی خان ڈیڑھ سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر دروازہ کے قریب آیا۔ مگر یہاں کا ڈول بگڑا ہوا دیکھا۔ اسلئے اولٹا بخارا کو چلا گیا۔ اب بابر نے سلاطین اطراف کے پاس یلچی بھیجے اور کہا کہ ہم سب ازبکوں کے ہاتھ سے بہت تکلیفیں پہونچی ہیں۔ اور آئندہ پہونچینگے۔ ہم سب متفق اور یکدل ہو کر اوسکو مارا اور انہرے نکال دیں۔ اور پہرچیں اور آرام سے بیٹھیں۔ مگر اس بات پر بڑے بڑے پادشاہوں نے کان بھی نہ لگایا۔ اور جن چٹ بیہوش نے اوسکا خیال کیا اونسے کام نہ چلا۔ اب شیبانی خان نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا۔ اور بابر اپنی فوج لیکر اوس سے لڑنے کو سمرقند سے روانہ ہوا۔ اور دو

لشکروں میں ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ اویا بیکو اس جنگ میں قہقہہ مچا کر اپنے اسکی امداد کی  
 اور جو امداد کو آئے وہ نالائق اور لٹا اور سبکی فوج کا اسباب ہوئے۔ لگے غرض سارا  
 بوجہ لڑائی کا بابر کے سر پر آ پڑا۔ اسلئے اسکو شکست ہوئی۔ اور بڑے بڑے سردار  
 اس کے مارے گئے۔ اور شیبانی خان سمرقند کی چار دیواری کے پاس گیا اور محاصرہ کر لیا  
 مگر پہرہی بہت والا تو اس سے چار مہینہ تک جواب دینا نہ ہوا۔ مگر اب قحط نے سپاہ کا بڑا  
 پتلا حال کر دیا۔ سپاہی کتنے بلی کھاتے تھے۔ گھوڑے سوکھی لکڑیاں چبھتے تھے۔ با-  
 حوذ سپاہیوں کے ساتھ بیو کاھرتا تھا۔ اور سپاہیوں کو فضیل سے باہر کوڑنے سے نہ  
 روک سکتا تھا۔ بار بار بیکو کے لئے خراسان اور قندھار سے لشکر روانہ کیا۔ مگر ہر وقت  
 کوئی کم نوبت اسکی نہ بنتا۔ آخر کار لاچار شہر سے آدھی رات کے وقت اپنے سوتھیلوں  
 کے ساتھ باہر آیا۔ اور ماموں باجی لے گیا۔ غرض دو برس تک بڑے مصیبتوں میں دن کاٹے  
 کہ کبھی پہاڑوں میں سر ٹکراتا پھرتا۔ کبھی ماموں پاس کر دینا روتا۔ کوڑی پاس نہ تھی۔  
 اس افلاس کے سببے نوکر پاس نہ آتے تھے اور کوموں بہا گئے تھے۔ اب بابر کی  
 مصیبتوں کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔ مگر ماموں نے پھر ہاتھ پکڑا۔ اور قدیمی دارالطنت  
 پر قبضہ دلادیا۔ اور مرزا جہانگیر جو اب تک اوستے پہرا ہوا تھا۔ پاس آگیا۔ مگر سلطان  
 احمد شہیل نے اندجان پہرے لیا۔ اور بابر بہاگ کر اخصے میں آیا۔ یہاں از نکون کے آئے دیا  
 ۔ بابر میں کیا دم تھا جو ادھکا مقابلہ کرتا۔ مغلوب ہو کر بہاگا۔ از نکون نے اسکا تعاقب  
 کیا۔ اور اس کے تمام رفیق پھیر گئے۔ ہر وقت بابر کی مصیبت کا حال کچھ نہ پوچھ کر کیا  
 گذری۔ جو وقت وہ میدان جنگ سے گھوڑے پر سوار بہاگا۔ تو اس کے پیچھے دو سوار  
 احمد شہیل کے پڑے۔ مگر یہ سوار گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے جاتا تھا۔ اور

ان سواروں کی باتوں کا جواب دیتا جاتا تھا۔ یہ سوار اس سے صلاح دینے لگے کہ اولٹے چلو اور اتحاد نیل کی اطاعت کر لو۔ مگر یہ بات بابر نے نہ مانی۔ آخر ان دو مکار سواروں نے ایسی باتیں بنائیں اور قسمیں کھائیں کہ بابر کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کے در کے شریک ہو گئے۔ مگر انہوں نے اس کو راہ بہ کا اگر ایسی جگہ پہنسا دیا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے بچنا دشوار تھا۔ مگر خدا نے وہاں سے چھٹکارا دیا۔ اس کو ماموں محمود خان کا بڑا سہارا تھا۔ اب اس کی فوج مغلیہ نے ہی ازبکوں کے ہاتھ سے شکست کھائی اور وہ خود بہائی سمیت گرفتار ہوا۔ ازبکوں نے حقوق سابقہ کا خیال کر کے اس کو رہا کر دیا۔ مگر محمود خان اس گرفتاری کی عزت سے امراض مختلفہ میں گرفتار ہوا اور اس قید رستی سے رہا۔ اب بابر کو یہ آس بھی نہ رہی۔ اس لئے وہ ترخان پہنچا وہاں کا حاکم بہ تواضع پیش آیا۔ اس کے سامنے بابر یہ دم کھڑا دیا کہ آج کل میرا حال گنبد کاٹا کہ مصیبتوں کا چوگان کبھی ادب پہنکتا ہے کبھی اودھر۔ اور زمانہ کے ہاتھ سے تلخ کا پادشاہ بن رہا ہوں کبھی اس خانہ میں کبھی اس خانہ میں بھو کی طرح سو سو تگاپو کرتا ہوں اور بجز سرگردانی اور حیرانی کے حاصل نہیں ہے اب جو دوستانہ صلاح وہ کہو میں وہی کروں۔ اب اس میر صاحب تدبیر نے عرض کیا کہ شیبانی خان ماوراء النہر برا فاضل ہے اور بلخ کا مالک ہے اور آپ کی سپاہ میں نشان ہے بہتر یہ ہے کہ کابل کی طرف جائیں۔ اور ازبکوں کی حکومت سے دور ہو جائیں

نداری اگر بعد و زور جنگ	طریق مدار اگرین بے درنگ
ز ملکش بجائے ناہنقال	کہ یکچند فارغ شومی از قتال
اب بابر کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ کہ وطن نہ نخواست اور عین کامقتضائیں ہیں	

اسلمے باپ دادا کے ملک کو سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہہ چڑھ بقول کو ساتھ لے  
 شاہ میں بلخ اور کابل کو روانہ ہوا۔

## بابر کا کابل پر قبضہ و تصرف پاتا

اب بلخ کی یہ کیفیت تھی کہ دیان خسرو شاہ بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بھی بابر کے چچا کا  
 بڑا رفیق تھا۔ اور اس کے چچے بھائی بایسقر مرزا کا وزیر تھا۔ پہلے تم پڑھ آئے ہو کہ بابر  
 نے بایسقر مرزا کو سمرقند سے خارج کیا تھا۔ اس ملک حرم و زینے اپنے آقا کو مار ڈالا تھا۔ اور  
 اس کے بھائی سلطان مسعود مرزا کو اندھا کیا تھا۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ ان بد افغانوں  
 سبب وہ اپنے تین محفوظہ بچھتا تھا۔ بابر کی بہت خوشامد کرتا تھا کہ اور کافر تھے بچائے  
 جب بابر بلخ میں پہنچا۔ تو اس کے آنکلی ایک ہوم مچی۔ اور نخل سپاہیوں نے خود بخود بابر کی  
 کسی مخفی تعینیا و حکمت خسرو شاہ کی نوکری کو سلام کیا۔ اور جب خسرو شاہ کا سگ بھائی  
 باقی خان بابر سے جا ملا۔ تو یہ سب نخل سپاہی آٹھ ہزار کے قریب اس کے پاس چلے آئے  
 کیا خدا کی قدرت کہ کیا یہ بے سامانی کا سامان تھا کہ دو سو قریب سپاہی تھے اور وہ بھی  
 ایسے کہ کسی پاس تو اس کی جگہ لائیں اور کسی پاس نیزہ کی جگہ پوزگا۔ کل دھیمے خیمے  
 ایک بڑے خیمہ میں بابر کی والدہ اور تین بہنیں۔ یا اب سامان کا وہ سامان ہوا کہ لشکر  
 جرار آٹھ ہزار مغلوں کا قواعد دان اور مرتب موجود ہو گیا۔ ایک آٹا خانان میں خسرو شاہ  
 کا دربار ٹوٹ گیا۔ اور اب اس کو جان لائے پڑے۔ بابر کی خدمت میں پیشکش ایک  
 حاضر ہوا۔ اور وہ اپنی مروت اور جوانمردی کے سبب اتھام کے درپے نہوا۔ اور  
 اس کو حکم دیدیا کہ حیدر مال سباب چاہو ساتھ لیکر خراسان چلے جاؤ۔ اس نے  
 پانچ چہرچہ در شتر سونے چاندی کے ہبے بہرے اور خراسان کا رستہ لیا

اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خسرو شاہ نے اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز جانکر اور مال اسباب کو کسی جگہ نہ کہہ کر دین آدمیوں کے ساتھ بیع الزمان مرزا کے پاس رہ گیا۔ اور جو اوس کے خانہ زاد مثل سپاہی تین چار ہزار تھے وہ بھی بابر پاس چلے آئے۔ عرض جب سب جہاں جمع ہوئے تو بابر نے بلخ کا انتظام کیا۔ اور دہان منزل بمنزل کابل کو روانہ ہوا۔ اب یہاں کابل کا بہ حال تھا کہ ابو سعید مرزا نے کابل کی حکومت اپنے بیٹے انور مرزا کو سپرد کی تھی جب ۹۰۷ھ میں وہ مر گیا۔ تو اوسکا بیٹا عبدالرزاق مرزا بابلک جانشین ہوا۔ اوسکی تخت نشینی پر کابل میں بڑی پریشانی اور بغلی ہو گئی۔ محمد مقیم چوٹا بیٹا امیر ذوالنون حاکم گرم سیر نے کابل پر لشکر کشی کی۔ اور عبدالرزاق مرزا اوس سے لڑ سکا۔ اور طغان کو ہرا گیا۔ محمد مقیم کابل کا مالک ہو گیا۔ اور مرزا انور بیگ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جب محمد بابر شاہ اوس لشکر غیبی یعنی خسرو شاہ کے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ تو محمد مقیم نے اوسکا بڑا مقابلہ کیا۔ اور بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کیا۔ بابر نے یہ بہ سلوک کیا کہ اوسکو اجازت دیدی کہ مال اسباب سمیت اپنی بیٹی شاہ بیگم اس چلا جا۔ عرض کابل پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال میں قتلک نگر خانم والدہ بابر نے ہی انتقال کیا۔ ایک مہینہ اس سال کا گذر گیا تھا کہ ایک بڑا زلزلہ کابل میں آیا۔ اور مکان زعمایا کے بہت سے گر گئے۔ اوسکو بابر نے اپنے پاس سے روپیہ لیکر منوادیہ۔ پھر لشکر لپی کہ قلعہ قلات کو کہ قندھار کے توابع میں تھا۔ بڑے قہر اور جبر سے فتح کیا۔ اب آگے یہاں جو تکالیف بابر کو رونما ہوئیں اوسے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس نااماری خانہ خراب کو افغانستان میں گہر مل گیا۔ مگر جین یہاں بھی اوسکو نصیب ہوا۔ گہر برا اور دشمن۔ تکلیف دہ والی تھی۔ یہاں اور اعدا جانتان پیدا ہوئے۔



نقطہ اس سکا انقلاب میں نقل مکان ہوا۔ ورنہ جیسے وہاں قومی دشمن ترک درمخل تھے یہاں افغان ویسی ہی دشمن تھے۔ وہ ان دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں اب تک میاں نہ ہوا تھا۔ خاص ملک ایسی قوی پنجہ اور خود مختار قوموں کے ہاتھ تلے و با ہوا تھا اب اس کے نکلنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ اس کے ساتھ کوئی جمعیت ہی ایسی نہ تھی کہ حسیہ پر وسا ہو سکے۔ جو فوج تھی وہ ایسی تھی کہ پہلے اپنے آقاؤں کے ساتھ دغا کر چکے تھے۔ ان کو اچھی طرح وہ خود جانتا ہی نہ تھا۔ کوئی وزیر باندہیر اس پاس نہ تھا۔ بہائی جو قوت بازو کہلاتا ہے وہ وہ تھا کہ برسوں غنیم کے ساتھ رہ کر منہ پر لکھا چلا چکا تھا۔

### بابر کا خراسان جانا

سلطان حسین ماں قرقان مرزا چچا بابر کا خراسان کا پادشاہ تھا۔ وہ شیبانی خان انبک کو قومی ہونے سے خراسان ہوا۔ اور اس وقت کو یاد کرتا تھا کہ بابر نے اس کو لکھا تھا کہ آؤ ہم تم سب ملکر ان ازبکوں کا کام تمام کریں۔ اوسے جا بجا اپنے عزیز آقا کو مرسلے بھیجے اور بابر کو خط بھیجا۔ اور لکھا کہ تہاؤ۔ اور ازبکوں کے ہاتھ سے مجھے بچاؤ۔ بابر اس کا منظر دیکھا ہی تھا۔ ازبکوں کے ساتھ لڑنے پر عاشق تھا۔ جہاں گیر مرزا اپنے بہائی کو ساتھ لے خراسان روانہ ہوا۔ جب نیمروز میں پہنچے تو تہہ خبر سنی کہ چچا مر گیا۔ اور اس کے بارہ بیٹے وہاں جمع ہیں۔ مگر باوجود اس خبر سننے کے وہ اپنے خاندان کے تنگ ناموس کہنے کی واسطے خراسان روانہ ہوا۔ اگرچہ اس میں کوئی مطلب ہے اس کے مد نظر تھے۔ اسی آئنا میں ان چھیرے بہائیوں کے المچی برالمچی آنے شروع ہوئے اور آنے کے واسطے تقاضے پر ترقاضا ہونے لگا۔ و مدغاب میں جہاں لشکر جمع ہو رہا تھا

اوسنے چچا کا پرہ دیا۔ بہائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ یہ سب بہائی ازبکوں کی لڑائی سے غافل ہوئے۔ اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے۔ ہرات کے جاگیر کا شوق بابر کو بہت تھا۔ اول دوسرے یہ سناتا تھا کہ چچا نے اوسکو خوب راستہ کیا ہے دوم یہ بھی مد نظر تھا کہ وہاں جا کر سب اچانک ان کے شانہ وادب صلاح اور مشورہ کرے کہ ازبکوں سے کیونکر لڑے غرض وہ ہرات کو روانہ ہوا۔ جبے ہاں پہنچا۔

- جا ریکا موعم آگیا تھا۔ زمین آسمان برف بن رہا تھا۔ مگر بابر کو جو کہ کاغیا آگیا کابل کو روانہ ہوا۔ اس برف اور جاڑے ہاتھ سے وہ مصیبتیں اڑھائیں کہ کبھی میدان جنگ میں دشمنوں کی آگ سے وہ آفتیں نہ اڑھائی ہونگی۔ ہزار خرابی ہزارہ میں پہنچا۔ وہاں یہ خبر آئی کہ ایک رشتہ کا بہائی کابل میں بادشاہ ہو گیا۔ اور مشہور کر دیا کہ اوسکو ہرات میں بہائیوں نے قید کر لیا ہے۔ اگرچہ شہر کابل پر بہائی کا قبضہ ہو گیا تھا مگر قلعہ بالا احصار میں کچھ بابر کی دوست اڑے پڑے ہوئے تھے۔ بابر نے اون پاس جاسوس کے ہاتھ اپنی خیر و عافیت کے ساتھ پہنچنے کی خبر بھیجی۔ دوستوں کو اس خبر سے تقویت ہوئی۔ اور قلعہ سے باہر آکر بابر سے ملے۔ اور شہر پر لڑکر فتحیاب ہوئے۔ دونوں بہائی مرزا جان اور محمد حسین گورکان قید ہوئے۔ مگر بابر نے مرو سے اوسکو چھوڑ دیا۔ مرزا جان اولاد امیر و النون پاس اور محمد حسین گورکان فرہ اور سیستان کی طرف چلے گئے۔ ناصر مرزا چھوٹا بہائی بابر کا بلخ میں حاکم تھا وہ امر او شیبانی سے شکست پا کر کابل میں آیا۔ جہاں گورکانی ایک بہائی ابھی مرچکا تھا اوسکی جگہ ناصر مرزا کو مقرر کیا۔

## قند ہار کی فتح

ازبکوں کی غلبے سے امرا ارغون نے بابر کی اطاعت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر اس طرف آئے تو قند ہار آپ کے حوالہ کریں۔ اس پیغام پر بابر اس طرف روانہ ہوا۔ جب قلات سے آگے بڑھا تو جان مرزا اسے آلا اور ساتھ ہولیا۔ جیشاہ بیگ نے اور محمد مقیم ارغون کو بابر پیغام بھیجا کہ تمہاری درخواست مطابق میں یہاں تک آیا ہوں اب تم یہاں میرے پاس آؤ۔ اس خبر کو سن کر دونوں بہائی اس کے بلانے سے پشیمان ہوئے۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر خشک پر رٹائی لڑے مگر شکست کھائی اور قلعہ میں ہی اوٹے جانکی فرصت نہ پائی۔ شاہ رخ بیگ پساو کو اور محمد مقیم داو کو بہاگ گیا۔ قلعہ قند ہار بابر کے قبضہ میں آیا۔ اور وہاں بہت کچھ مال سنبھالی ہاتھ آیا۔ اس سبب اسباب کو امیرون اور رفیقون میں برا بھلا تقسیم کر دیا۔ اور قند ہار اور داو کو ناصر مرزا کے سپرد کیا۔ اور خود کابل میں چلا آیا۔ اب ازبکوں نے محمد مقیم بہکانے سے قند ہار پر حملہ کیا۔ ناصر مرزا قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور بابر کو سارا حال لکھا۔ اس کا جواب یہ آیا کہ الامکان لڑائی لڑو۔ اور اگر کام چلتا نہ دیکھو تو صلح کرو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تم دونوں ملک ہندوستان ملک کو فتح کرینگے۔ اب اس کو کوئی امید باقی نہیں رہی تھی کہ میں شیبانی خان سے لڑ کر کامیاب ہوں گا اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ کہیں اور چلکر یا من تلاش کیجئے۔ بلخ میں جا کر ٹہرے یا ہندوستان کو تلخجی۔ سپر کسی نے کہا کہ بلخ پر قبضہ کیجئے۔ کسی نے کہا کہ ہندوستان تسخیر کیجئے۔ آخر کو بہ صلاح ٹہری کہ ہندوستان ہی پر حملہ کیجئے۔ غرض اس راہ سے کابل سے کوچ ہوا۔ مگر تو مان سنگھ بھانک اگر بہ سبب سامانی کے مرہبت کی

اور ہندوستان کچھ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور پہر کابل میں آیا۔ اسی اثناء میں نامہ مرزا  
بھی قندھار سے آگیا۔ شہر قندھار کو شیبانی خان نے لے لیا۔ اور قلعہ کی فوج کو اورنگزیب  
کر خراسان میں اجنبی ضرورت کے سببے چلا آیا۔

## بابر کے ہاتھ سی کابل کا نکلنا اور پہلے رتہ آنا

۱۶۰۰ء میں سلطان بابر ہند کے افغانوں کی سرکوبی کے واسطے گیا تھا کہ فریور شاہ  
کے مغلوں نے فرصت پا کر عبدالرزاق مرزا بن زوالیغ بیگ کو بادشاہ بنا لیا۔ تین  
چار ہزار آدمی اس پاس جمع ہو گئے۔ اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا۔ اور بابر پاس  
پانچ سو آدمیوں سے زیادہ آدمی ہمراہ تھے۔ اور باقی سب بل کو بہاگ گئے۔ مگر  
اس ہمت والے بادشاہ نے باوجود ان قلیل آدمیوں کے کابل پر حملہ کیا۔ اور پانچ  
بڑے بڑے سرداروں کو لڑائی میں اپنے ہاتھ سے مارا۔ اور کابل کو فتح کر لیا۔  
اور مرزا عبدالرزاق گرفتار ہوا۔ اول دفعہ مضمہ معاف کر کے رہا کر دیا۔ مگر دوسری  
دفعہ جو اپنے فتنہ برپا کیا تو اس کا قبضہ کیا

## بابر کا تیسری دفعہ قندھار اور بخارا پر قبضہ ہونا

حضر شاہ کا ملک جیسا وزکون نے لے لیا تو ایرانیوں کی سلطنت کے ساتھ اپنی  
حکومت کا ڈانڈا میٹھا مل گیا۔ اور اب او زبک قزلباشوں کے ساتھ بھی متعرض  
ہونے لگے۔ شاہ اسماعیل صفوی نے اپنی شیبانی خان پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ عراق  
سے کچھ تعرض نہ کرو اور یہ بیت بھی تو میں لکھے کہ طبعیت

ہنال دوستی بنشان کہ کام دل بہا آرد وخت دشمنی بکن کہ رنج بیشمار آرد  
شیبانی خان نے جواب لکھا کہ بادشاہی ماوسی شخص کو سزا دے رہے کہ جس کے

باپ دادا نے پادشاہی کی ہو۔ اور تو اسوقت پادشاہی کر سکتا ہے کہ مجھ جیسا پاد  
 نہ ہو۔ **مصرع گداے** گوشہ نشینی تو حافظ مخروش۔ اور ایک غصا اور کچھ کول پہنچد باکہ  
 یہی ترے باپ کی میراث ہے۔ **بیت** نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست دارند  
 جوانان سعادت مند پند پر دارا۔ اگر اپنی حد قدم باہر رکھے گا تو سرکش و پزیر کجی گا  
**بیت** عروس ملک کسی در کنار کرد حیات کہ بوسہ برب تمشیر آید از زندہ شاہ اسمعیل  
 جواب لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہوتی تو تیرے ہاتھ کیوں لگتی۔ اور یہ جو تو لکھتا ہے  
 کہ عروس ملک انحر۔ اسکا جواب میں یہ لکھتا ہوں کہ عجم جانان سخن از زبان من میگوئی  
 اب اور باتیں ہماری تمہاری میدان جنگ میں ہو گئی۔ نہیں یہ چرخہ اور نگاہیں  
 ہوں اسے شغل کرو اور لڑائی کا نام نہ لو۔

سرد

بس تجربہ کر دیم درین دیر کافات۔ بال بنی ہر کہ در افتاد بر افتاد  
 یہ نامہ بھیجا کہ اسمعیل صفوی روانہ ہوا۔ اور خراسان سے لیکر مرو تک بالکل انہ بکوں  
 نکال دیا۔ شیبانی خان نے لڑائی میں مصالحت نہ کی اور قلعہ مرو میں متحصن ہوا  
 مگر جب لوگوں نے لعنت ملامت کی تو لڑائی کے میدان میں آیا۔ اور شکست کھا کر ہٹا  
 اس کے ساتھ پانچ سو امیر اور ستر ہزار ہمراہ تھے ان کے قزلباشوں نے قتل کیا۔  
 یہ سب خبر جان مرزا نے باہر کو لکھی اور خود قندھار میں چلا گیا۔ اور باہر کو تاکید کی کہ  
 اسوقت ہاتھ پیر ہلاؤ خوب موقع ملک موروثی کے لیے لینے کا ہے۔ باہر شاہ میں  
 حضار کی طرف گیا اور مرزا جان کے ہمراہ دریا امویہ اور تارا۔ مگر یہاں از بک خود  
 تھے اس کے آگے کچھ پیش لگئی۔ اس لئے باہر قندھار میں چلا آیا۔ اس کی بہن حاتونہ بیگم  
 اس لڑائی میں شاہ ایران کے ہاتھ لگی تھی۔ نہایت تعظیم و مکرم کے ساتھ ہاں رہا

بابر کو اتنے بات شاہ ایران کے ساتھ ارادہ پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ اسکے عوض بہت  
 تحفہ اور نفائس مرزاجان کے ساتھ بھیج کر شاہ ایران سے جیل صفوی سے امداد چاہی۔ یہ  
 درخواست منظور ہوئی۔ اور ایران سے بہت سوار سپاہ لیکر اسکے ہمراہ ہوئے اور ساتھ  
 لشکر کے بہتر ہار باہر پانچ گھوڑی۔ اور اسی سال میں پہر ہر قند کو فتح کر لیا۔ اور ناصر مرزا کو  
 کابل کی حکومت پر مقرر کیا۔ اور لشکر ایرانی کو نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا۔ اور خود اپنے  
 آبائی تخت پر اجلاس کیا۔ اور آٹھ مہینہ تک یہاں سلطنت کی مگر انکوں نے جمع ہو کر بابر کو  
 سمرقند سے نکال دیا۔ اور اسن فوج ایرانیوں کی مدد سے یہی کام بنایا۔ اور شکست ہوئی۔  
 اور ننگے پاؤں ننگے سرو ہاں سے ہٹا کا۔ کابل میں آیا۔ ناصر مرزا کو یہاں کی حکومت سے  
 غرین کی حکومت پر منتقل کیا۔ خود بخور میں آیا۔ یہ ملک قوم یوسف زئی نے دبایا تھا۔  
 ان افغانوں نے اسکی اطاعت نہ کی۔ اور تلوار سے پیش آئی۔ بابر نے ہزار افغانوں کا  
 کاسرو ڈرایا۔ اور انکے بال بچوں کو اسیر کیا۔ خواجہ کلان کو یہاں حکومت سپرد کی  
 اور خود ہندوستان کی غرمت کی۔

## بابر کی پہلی مہم ہندوستان پر

بابر خود اپنی فوج بابر میں لکھا ہے کہ بھور کی فتح میں چار مہینہ فوج کام کرتی رہی  
 اور غنیمت کی کوٹھی اسکے ہاتھ نہ آئی۔ اسلئے ارادہ ہوا کہ بہرہ کو کہ ہندوستان کی حشر  
 پرواقع ہے فتح کیجے۔ اور اسکے مال سپاہ کو مال مال کیجے۔ ہندوستان کے  
 تخیر کادت سے میرا ارادہ تھا۔ مگر بعض موافقات کے سبب اسکا آغاز نہوا تھا۔ غرض میں  
 یہاں ۱۲ صفر ۹۲۵ مطابق ۱۵۔ فروری ۱۵۱۹ء کو ہندوستان کی طرف روانہ ہوا  
 بعض ہوا خواہوں نے سمجھا یا ہے کہ انکا ارادہ ہندوستان کا ہے تو تھا تاہم جا کر چلنے پر طرح

بے سرو سامان بن جائے۔ مگر میں اونکے کہنے کو نہ سنا۔ اور وہ انہر ہستہ میں گینڈوں کا  
 شکار کھیلتا دیا سندھ سے پایاب ہوا۔ نیلا بکے باشندوں نے نذیرین دین۔ اور آگے کرٹے  
 کرٹے سفر شروع کئے۔ بہرہ اور خوشاب اور چناب اور جھوٹ کے ملک تیمور کے وائے  
 سے خاندان تیمور کے قبضہ میں تھے۔ اسلئے میں اس ملک کو کون کا کرک اور اپنے باپ دادا  
 کی میراث سمجھتا تھا۔ اور یہاں رعایا یہی ترکوں سے اجنبی نہ تھی وہ اونکو جانتی تھی۔ اب  
 ارادہ مصمم ہو گیا کہ اس بائی ملک کو بھڑے خواہ وہ شیر سے ہاتھ لے یا دبیر سے۔ اسلئے  
 سپاہ کو حکم سنا دیا کہ خبردار کسی کو اونگلی نہ لگانا۔ اور ایک گہرے جہاز کو اسکا ملک لینا۔  
 اب آگے نثرین سخت کرنا کرنا بہرہ کے پاس پہنچا۔ یہاں علی خان سپہ دولت خان پوٹ  
 کے ملازم سردار سندھ و قوم کی حکمرانی کرتی تھی وہ پیشکش لیکر میرے پاس حاضر ہوئے۔ اور  
 میں مشرق کی جانب میں بہرہ کے دریا بہت کے کنارہ نیمہ زن ہوا۔ ایک دن گہوڑے پر  
 سوار ہو کر بہرہ کے گرد پہرا۔ اور سب ہان کے چودہری اور رئیس جمع کئے۔ اور اس بات پر فیصلہ  
 ہو گیا کہ اہل شہر کے باشندے اپنی جان اور مال کے محفوظ رہنے کے عوضانہ میں جالیں ہزار  
 شاہری یعنی میں ہزار روپے قریب داکرین۔ اور تحصیلدار اس دہیسے کے وصول کرنے  
 کے لئے مقرر کر دئے۔ جب مجھ کو اس بات کے خبر پہنچی کہ میری سپاہ کے بعض سپاہی  
 کی رعایا کو تنگ کرتے ہیں اور ظلم اور ستم اور برور کرتے ہیں۔ تو میں نے بعض سپاہیوں  
 کی اس تقصیر میں گردن اور آدمی۔ اور بعض کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ میں اس ملک کو اپنے ملک  
 سپاہ کا ہاتھ اوپر کوئی کر پڑنے دینا۔ اب میرا آدمی بکار بکار کر رہے کہہ ہے ہے کہ جن  
 ملکوں کو ترک پہلے فتح کر چکے ہیں اونکی پیغام سلام دوستانہ بھیجے جائیں تو اس میں کچھ  
 خرابی نہیں۔ اسلئے میں نے مولانا مشد کو سلطان ابراہیم شاہ دہلی پاس روانہ کیا۔ اور

اور خطوط او سکے حوالہ کئے اور لکھا کہ جو ملک پہلے کون نے فتح کیا تھا اور جس پر وہ مدتوں تک قابض رہے اب آپ غنایت کر کے ان کو واپس لیجئے۔ اور دولت خان کے نام یہی خط لکھا اور زبانی بھی مین نے اس اپنے ایلچی کو بہت سکھا بڑھا دیا۔ ہندوستان کے آدمی علی العموم احمق ہوتے مین مگر ٹھہان طاقت اور سفایت مین سب پر سبقت لینگے مین۔ ان کے قول فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔ نہ وہ رزم مین مردانہ وار ثبات القدم دیتے مین نہ بزم مین دوستی اور محبت مین قائم رہتے مین۔ اس قاصد کو لاہور مین دولت خان نے روک لیا۔ اور ابراہیم شاہ دہلی پاس آگے نہ بڑھنے دیا۔ پانچ مہینہ بعد یہ قاصد بے نیل مرلہ کابل مین واپس آیا۔

خوشاب کی رعایا نے بھی اطاعت اختیار کر لی۔ قلعہ بہرہ مین حکو جہان خاکتے مین ایک دن مین ٹھہرا۔ اور آگے بڑھا۔ نیلاب اور بہرہ کے درمیان ملک کو ہستانی ہے اوسمیں جود اور خنجونہ قومیں آباد مین۔ اسلئے اس پہاڑ کا نام کوہ جود ہے۔ اور جو حصہ مسکا کا شمشیر کے پاس ہے اوسمیں جاٹ اور گوجر اور اسی قسم کی اور قومیں آباد مین۔ ان کے کانوں کے گالوں پہاڑوں کی جٹالوں برابر درون مین بستے مین۔ ان کا حاکم لکر قوم کا تھا۔ ان کی گورنمنٹ جود اور خنجونہ کی قوموں کی سی تھی۔ اس وقت یہ سب قومیں جود مین کوہ مین پہیلی ہوئی تھیں تانا گلو اور ہاتی گلو کے زیر فرمان تھیں ان دونوں حاکموں کا خاندان ایک تھا اور رشتہ کے بہائی بہائی تھے۔ پہاڑوں کے غاروں مین اور ڈھلاد پر جا بجا ان کے قلعے بنی ہوئے تھے۔ تانا گلو کے قلعہ کا نام پیر نالہ تھا۔ وہ ایسی بلندی پر نہ تھا جہاں برف پڑتی ہو۔ باقی ملک پہاڑوں کے قریب تھا۔ تانا رخاں حاکم کالجھ کو بھی ہاتی نے یار بنا رکھا تھا۔ تانا گلو دولت خان کا





عمور کر نیکو تھا کہ سلطان احمد سعید کی خبر آئی کہ وہ کاشغر سے بدخشان فتح کر نیکی ارادہ سے آتا ہے۔ اسلئے بابر نے لامہور کی تسخیر کا ارادہ نہ کیا اور کابل و لٹا گیا۔ اور مرزا محمد سلطان کو چار ہزار سوار دیکر لامہور کی طرف روانہ کیا۔

## بابر کی تیسری مہم ہندوستان پر

۹۲۶ء میں ہندوستان کی طرف کابل سے روانہ ہوا۔ اور ہر منزل میں افغانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سزا دیتا ہوا سیال کوٹ میں پہونچا۔ اور یہاں کن عایانے اطاعت خشتیا کی۔ اسلئے بابر نے یہاں کسی کے تنگ ناموس کو نہ بگاڑا۔ مگر جب پرگنہ سید پور میں وہ پہونچا تو یہاں کے باشندوں نے مخالفت اختیار کی اور افغانوں کو ساتھ لیا۔ اور لڑائی کا ہنگامہ گرم کیا۔ پہر تیغ بابر ہی نے ہی کام کیا۔ ہزاروں سرواڑے اور بیس ہزار لوطی غلام بنائے۔ ابادی کے ویرانے بنانے میں کچھ نہ رہی۔ غرض ان مخالفوں کا قرار واقعی علاج کر کے وہ کابل کو پہر چلا گیا۔ وہاں قذہار کے فتح کر نیکی ضرورت تھی۔

## چوتھی مہم

ابراہیم شاہ دہلی نے جو اور سرداروں کو قتل کر فتح کیا تو دولت خان لودھی کو خوف پیدا ہوا۔ اور اس خوف نے اسکو بادشاہ سے باغی بنا دیا۔ اور اپنی امداد اور اعانت کے واسطے کابل آدمی بھیجا بابر کو بلایا۔ ۹۳۰ء میں بابر کوچ پر کوچ کر کے لہکروں کے ملک میں ہوتا ہوا لامہور کے قریب پہونچا۔ مگر یہاں بہار خان اور مہار خان اور بیکانیر کا لوجانی نے ایک لشکر عظیم جمع کر کے بابر کی فوج سے مقابلہ کیا۔ اور بعد بہت سی کوشش کوشش کے ان ڈھانوں کو شکست ہوئی۔ اور بابر شہر لامہور میں داخل ہوا۔ اور واقعی رسم چنگیز خان کے لامہور کے بازاروں میں بطور نیکی فانی کے آگ لگادی۔ اور بعد میں

روز کے دیبال پور کے قلعہ کو فتح کر لیا۔ اور وہاں قتل عام کا حکم دیا۔ اور دولت خان  
لودی کہ بادشاہ ابراہیم سے باغی ہو کر بلوچوں میں چلا گیا تھا۔ وہ بابر کی خدمت میں  
حاضر ہوا۔ اور علی خان اور غازی خان اور دلاور خان اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ لایا۔  
جالندار اور سلطان پور اور اسکے مضافات بابر نے اسکو تفویض کئے۔ اور اسکو ایک  
بڑا امیر بنا دیا۔ دولت خان نے بابر سے کہا کہ نہارہ میں جلوائی پٹھان باغی جمع  
ہو رہے ہیں اگر وہاں فوج شاہی روانہ ہو کر انکا ہتھیال کیے تو مناسب اور  
عین مصلحت ہے۔ بابر نے تجویز کو قبول کر لیا۔ مگر دلاور خان نے انکی عرض کیا کہ دولت  
خان فقط اس بہانہ سے آپکے لشکر کو آپ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کہنے پر صلیات کو  
بابر نے تحقیق کیا۔ اور جب اسکو دولت خان کا یہ فریب معلوم ہو گیا تو اسکو اور  
غازی خان کو مقید کر لیا۔ مگر سٹیج سے پاراوتر کر نو شہرہ میں ان دونوں کو قید کر لیا  
مقصود محاف کر دیا۔ اور قصبہ سلطان پور کہ دولت خان ہی نے اسکو آباد کیا تھا۔  
اور وہیں اسکو اسکا وطن تھا۔ اسکو جاگیر میں دیدیا۔ اور دلاور خان کو خان خانان کا  
خطاب دیا۔ اور ان دونوں باپ بیٹوں کی جاگیریں فقط اس کیلئے کو دیدیں۔ اور پھر  
بابر لاہور میں آیا۔ اور لاہور میں میر عبدالعزیز کو داروغہ مقرر کیا۔ سیال کوٹ خسرو  
کو کلانش کو سپرد ہوا۔ دیبال پور بابر باقی شہر مغل اور سلطان علاء الدین کے تفویض ہوا  
۔ یہ علاء الدین لودی سلطان ابراہیم بادشاہ دہلی کا چچا تھا۔ اور بابر پاس بہال کر گیا  
کلا نور میں محمد علی جنگ جنگ متہم مقرر ہوا۔ اور آپ کابل چلا آیا۔ اب اس کے غیبت میں  
دولت خان نے کیا کام کیا کہ دلاور خان کو خان خانان کا خطاب ملا تھا مقید کر لیا۔ اور  
دیبال پور لشکر چھوڑ کر لے گیا۔ فیروز پور میں سلطان علاء الدین اور بابر باقی شہر سے لڑائی

شروع ہوئی اور انکو شکست دیکر دیال پور پر قابض ہو گیا۔ بیچارے سلطان علاء الدین کابل  
 بھاگ کر گیا۔ اور بیاقتہ مغل لاہور میں چلا آیا۔ دولت خان پانچ ہزار سپاہ سیال کوٹ  
 پر لے گیا جہاں لاهور اور میر عبد العزیز میر آخور کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سیال کوٹ کو  
 خسرو گوگلتاش کی مدد کو آئے۔ اور افغانوں کو شکست فاشتی اور پھر لاهور  
 چلے آئے۔ اسی زمانہ میں سلطان ابراہیم کی طرف سے ایک لشکر سرہند میں دولت خان  
 اور غازی خان سے ٹرنیکے واسطے آیا تھا۔ اسلئے دولت خان کو ان مغلوں سے بڑے بڑے  
 فرصت نہ ملی۔ اور اپنے پادشاہ سے ٹرنیکے واسطے روانہ ہوا۔ اور وہاں جا کر کسی حکمت سے  
 پادشاہی سپہ سالار کو اپنے ساتھ موافق کر لیا۔ اس موافقت کی خبر اور امیر ون کو جب  
 ہوئی تو اپنا اپنا لشکر اولٹا لیکر ابراہیم پاس چلے گئے۔ اسی عرصہ میں سلطان علاء الدین  
 کہ کابل چلا گیا تھا باہر سے اجازت لیکر صین سوم گرامین ایک منزل کی دو منزلین کرتا ہوا  
 لاہور میں آہنچا۔ باہر خود اسوقت بلج کی لڑائی جنگ بڑوں میں مصروف تھا ہندوستان میں  
 آکر کی فرصت نہ رکھتا تھا۔ اب سلطان علاء الدین نے سب مغل سرداروں کی جان  
 کہانی شروع کی کہ بابر کا بہ حکم ہے کہ تم سب میری اعانت پر مکر حبت باند ہو اور میرے  
 ساتھ چلو۔ اور یہ کہہ کر غازی خان ہی میرے ہمراہ ہے۔ اور میر مغل سرداروں نے  
 کہا کہ غازی خان وہی ہے جسے آپ کی لڑائی ہو رہی تھی اور دیال پور سے آپ شکست  
 پاکر کابل بھاگے تھے۔ اور پھر اعتبار کرنا آپ کی عقل کا کام ہے۔ ہم تو اسکا ذرا اعتبار  
 جب تک نہ کریں گے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی حاجی اور اپنے بیٹے کو بطور اول لاہور میں ہمکار  
 حوالہ نہ کرے۔ ہمارے نزدیک ہرگز قرین مصلحت نہیں کہ غازی خان کے ساتھ ہم جاؤ۔  
 مگر اس فہمائش نے کچھ اثر نہ کیا۔ اور جب وٹسے دیکھا کہ یہ مغل یونہی حیلہ جو الکر تے ہیں۔

تو اوسنے اپنے بیٹے شیر خان کو دولت خان اور غازی خان پاس بھیجا۔ کہ اوسنے جا کر موافقت پیدا کرے۔ غرض یہ بہن نامور پٹھان ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور صلاح اور مشورہ منوکر وہ دہلی اور اگرہ کے فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ راہ میں جنکے دل ابراہیم شاہ دہلی سے گڑھے ہوئے تھے وہ بھی سلطان علاء الدین کی سپاہ میں آئے۔ غرض طرح بتیں چالیں سپاہ ہو گئی۔ اس سپاہ جاکر دہلی کا محاصرہ کیا۔ مگر سلطان ابراہیم نے اس لشکر کو ایسی شکست دی کہ تمام وہ تشریف نہ ہو گیا۔ اور سلطان علاء الدین پریشان حال ہو کر پنجاب میں آیا۔ غازی خان اپنے عہد کو پورا کیا۔ اور کلانور پر حملہ کیا۔ اور محمد علی خلجی نے شکست کھائی اور لاہور میں بھاگ کر آیا۔ اور غازی خان کلانور کو دوبارہ بھیجا۔ اور پھر سلطان ابراہیم پاس چلا گیا۔ اس عرصہ میں بابر کو بھی بلخ کے جنگوں سے فرصت

## نصیب ہوئی \* آخر مہم اور فتحیابی بابر ہندوستان پر

اس مہم کا حال بابر اپنی واقعات بابر میں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن پہلی صفر ۹۳۲ مطابق ۱۰ نومبر ۱۵۲۰ء کو کابل سے روانہ ہوا۔ اور دریا سندھ کے کنارے پہنچا۔ اور دریا کو کچھوٹ کے کنارے پر مقیم ہوا۔ اور یہاں اپنے لشکر کو گنوا یا تو معلوم ہوا کہ سب چھوٹے بڑے اچھے برے ملازم غیر ملازم کلارہ ہزار آدمی ہیں۔ اناج اور سامان بہم پہنچانے کے واسطے سیال کوٹ کے قریب دھن کوہ میں آیا۔ یہاں پانچ چھ منزل طے کر کے کوہ جو دریا میں ناتھ جوگی کے نیچے پہنچا۔ اور یہاں ایک دریا کے کنارے پر قیام کیا۔ اور پھر چلیم سے پایاب ہوا۔ اور یہاں سے دوسو ار تیز رفتار لاہور کو روانہ کئے کہ وہ جا کر لاہور کی سپاہ کو ہدایت کریں کہ وہ لڑائی کریں بلکہ

سببال کوٹ میں میری سہا کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ بہم خبر اور رہی تھی کہ غاری خان نے عیس چالیس ہزار آدمی جمع کر رکھے ہیں۔ اور دولت خان نے بھی دو دہاڑی تلوار باندھ رکھی ہیں مجھے یہ ضرب المثل یاد تھی کہ نو و مستون بھی دس دوست اچھے ہوتے ہیں اسلئے لڑنے سے پہلے یہ ارادہ کیا۔ کہ کسی طرح لاہور کی سپاہ جاملوں۔ اس ارادہ کی اطلاع کے لئے اچھی میروں پاس بھیجے۔ اور چنانچہ کنارہ سے عبور کیا۔ سببال کوٹ میں پہنچا جاٹ گوجر جنگا پیشہ ہمیشہ سے لوٹ مار ہے۔ میری تہکی تہکانی بہو کی سیاسی فوج محل مجھاتی ہوئی آن پڑی اور سببال کوٹ لیگنی۔ میں نے اونکو پکڑ کر سزا دی۔ اب یہاں ایک سوداگر کی زبانی علاء الدین اور سلطان ابراہیم شاہ لودھی کی تمام لڑائی کا پورا حال معلوم ہوا۔ بعد ازین یہاں سلطان علاء الدین اور محمد علی جنگ جنگا اور خواجہ حسین شرف دیوان اور دلاور خان میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ دولت خان اور غازی خان سلطان ابراہیم شاہ کی ملازمت کا اظہار کرتے تھے۔ انہوں نے چالیس ہزار سوار دریا، راوی کے کنارہ پر لاہور کے مقصل جمع کئے۔ مگر جب میرے پاس قریب آئینکی خبر سنی۔ ہات پر چھوٹ گئے۔ اور متفرق اور منتشر ہو گئے۔

دولت خان اپنے بڑے بیٹے علی خان کو لیکر قلعہ ملوٹ میں آیا۔ اور غازی خان کوہ بابہ میں بھاگ گیا۔ اب میں قلعہ ملوٹ پر آیا۔ اور اسکا محاصرہ کیا۔ دولت خان اب کوئی چارہ بجز پھری اطاعت اور پناہ میں آئینکے نہ رہا۔ وہ میرے پاس حاضر ہوا۔ اور قلعہ سپرد کر دیا۔ میں نے اسکے تمام قصور معاف کر دیے۔ اس قلعہ پر جب میری طرف کے لوگوں نے ہاتھ ڈالا۔ اور امرا کے منع کرنے سے وہ باز نہ آئے۔ تو میں نے اونپر تیر چلائے۔ اس سبب سب لوٹ مار بند ہو گئی۔ اور افغانوں کے اہل عیال

نکل آئے۔ یہاں مجھے بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر غازی خان کے کتب خانہ کو میں دیکھ کر  
بہت خوش ہوا۔ مگر جیسا کہ ابون کواد کی صورت سے میں سمجھا تھا ویسی وہ نہ نکلیں  
میں نے بعض کتابیں اپنے مطالبہ کے واسطے کہیں اور بعض مرزا ہمایون کو دیں اور  
کچھ مرزا اکامران کو کابل بھجوائیں۔ اب غازی خان یہاں ہاتھ نہ لگا۔ اس لئے  
اوسکے پیچھے فوج کو روانہ کیا۔ وہ ادھر ادھر مارا پھرا۔ اور آخر کو ابراہیم لودی پانچپا  
اور اس شاندارین دولت خان لودی مرگیا۔ میں پہاڑوں پہاڑوں روڑ میں داخل ہوا  
اور روڑ سے سید ہادی کی طرف روانہ ہوا۔ پانی پت پر پہنچا۔ تو دہان ابراہیم شاہ ہی  
ایک لاکھ سپاہ اور ہزار ہا تہی لیکر لڑنے کے لئے موجود تھا۔ اب میرے پاس تمام سپاہ  
اور ہیر بنگاہ میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اوسکے ساتھ تو چنانہ ہی موجود تھا۔ شاہ علی  
تو جی نے اپنی رومی قواعد کے موافق توپوں کا زنجیر و چمڑے کے رسوں سے باندھ کر بنایا  
اور برون کے مورچے باندھے۔ سلامت کوچ اور خندقیں دہن اور اوسکی مٹی سے  
جھاتی چھاتی برابر مدھ باندھے۔ جبکہ پیچھے بندو جی کھڑے رہ کر بندوقین جلا میں  
ابراہیم نے ہی قریب پہنچا اپنی لشکر کا گاہ کو مستحکم کیا۔ ابراہیم سامنے کی فوج سے  
لڑ رہا تھا۔ کہ میں نے اپنی سمینہ وسیہ کی فوج کو حکم دیا کہ ابراہیم کی فوج کے پشت  
اور بغل پر حملہ کرے۔ چنانچہ اس حکم کے موافق سپاہ نے پیش قدمی کر کے دشمنوں  
کی فوج پر تیروں کا مینہ برسایا۔ ابراہیم کی فوج نے کئی دفعہ خفیف حملے میری فوج  
کے ہٹانے میں کئے مگر اس حرکت وہ خود ہی تھک رہے ہو گئے۔ میں گولوں کی مار سے  
دشمنوں کو مار رہا تھا۔ اب قلب کی فوج کو حکم دیا۔ اس حملہ سے دشمنوں کے پر  
بالکل وکھڑ گئے اور شکست ہو گئی۔ اور خود ابراہیم اس لڑائی میں مارا گیا۔ اور اسکی

فوج کو بڑا صدمہ پہنچا۔ مین نے لڑائی کا کہیت دیکھ کر ٹھنڈے مردوں کا ہندو نہ ہزار کیا مگر  
 جب مین آگرہ پہنچا تو مقبضہ ہندوستانیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ وہاں چالیس چالیس ہزار  
 آدمیوں سے کم نہیں مارے گئے۔ غرض بد شکست دینے کے ہندوستانی سپاہی دوسرے  
 اودھ پر پڑے پھرتے تھے۔ ترک اوکو مارنے اور قید کرتے پھرتے تھے۔ یہ امیر  
 بہت ہاتھیوں کو فیلبانوں سمیت میرپشکیش کرتے تھے۔ مجکو یہ خیال تھا کہ ابراہیم چکر  
 کہیں بھاگ گیا۔ اسکی تلاش میں شمشی مرزا کو آگرہ روانہ کیا۔ مین ابراہیم کی لشکر گاہ  
 کی سیر کر رہا تھا کہ سلطان ابراہیم کا سر کٹا ہوا میرے سامنے آیا۔ مین نے امیر وں کو دہلی  
 مال و رہنمائی پر قرض و تصرف کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور آگرہ کے خزانوں پر قبضہ  
 کر نیکے لئے شانہ زادہ ہمالیوں کو بھیجا۔ اور خود دہلی میں آیا۔ قدیمی عمارتوں کو مین  
 دیکھا۔ درگاہوں کو سلام کیا۔ باغوں کی سیر کی۔ آفتاب کا مینار دیکھا۔ دہلی میں غلبہ  
 پڑ گیا۔ پھر دریا کی راہ سے آگرہ روانہ ہوا۔ یہاں تھوڑے دنوں سے بادشاہ  
 دہلی رہنے لگے تھے۔ ہمالیوں پہلے سے یہاں آ پہنچا تھا۔ مگر قلعہ والوں نے اسکی اندر  
 نہ آنے دیا تھا۔ ہمالیوں نے اپنی عقل سے اونکو خزانہ لوٹنے اور قلعہ سے باہر نکلنے نہ دیا  
 مگر حاجیت گوالیار کا راجہ تھا۔ اسکے خاندان میں یہاں کا راجہ سو برس چلا آتا تھا۔  
 سکندر لودھی اور ابراہیم لودھی سے جو اسکے معاملات ہوئے تھے وہ پہلے پڑ چکے ہو  
 غرض اس وفادار راجہ نے سلطان ابراہیم کے ساتھ دہلی کی لڑائی میں سرمدیدیا۔  
 اسکے سب اہل و عیال آگرہ میں تھے۔ جب شانہ زادہ ہمالیوں پہنچا تو انہوں نے بھاگنے  
 ارادہ کیا۔ مگر ہمالیوں نے اونکو گرفتار کر لیا۔ مگر ٹامانا نہیں۔ ان قیدیوں نے اپنی  
 خوشی سے بہت سے جواہرات ہمالیوں کو پیشکش کئے۔ اوئیں ایک سودور تھی کا



جو سلطان علاء الدین سے اونکو ہاتھ آیا تھا۔ بابر اس فتح کا حال بڑی خوشی سے  
 لکھتا ہے کہ جب یمن کے کابل کو سلسلہ میں فتح کیا آج تک میرات دن خیال ہندوستان  
 فتح کرنے میں لگا ہوا تھا۔ بعض کئی امیروں کی بدسلوکی سے اور کئی بہائیوں کی لڑائی  
 جھگڑوں کے سبب میرا یہہارادہ پورا نہ ہوا۔ آخر یہ سب موانع دور ہوئے۔ اور کوئی  
 چھوٹا بڑا ایسا باقی نہ رہا کہ میرے اس منصوبہ کا مخالف ہوتا۔ ۹۲۵ء میں یمن نے لشکر  
 جمع کیا۔ اور قلعہ بجز کو دو تین گھنٹی میں فتح کر لیا۔ اور تمام محصورین کو قتل کیا۔ پھر  
 بہرہ کو فتح کیا۔ اور وہاں سے چالیس نہاڑے لہری بطور جبرانہ کے وصول کیں۔ اور جو کچھ  
 ہاتھ لگا اوسکو سپاہ میں تقسیم کیا۔ پھر کابل کے چلا گیا۔ اس وقت سے ۹۳۲ء تک سات  
 اٹھ برس کے عرصہ میں پانچ دفعہ ہندوستان میں سپاہ ساتھ داخل ہوا۔ اب پانچویں  
 دفعہ میں خدا کے فضل و کرم سے یہہون نصیب ہے کہ میں ہندوستان کا پادشاہ ہوا۔  
 حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے تین مسلمان پادشاہوں نے  
 ہندوستان پر استیلا پایا ہے۔ ایک سلطان محمود غزنوی جسکی اولاد نے مدتوں پادشاہی  
 ہندوستان میں کی۔ دوسرے سلطان شہاب الدین غوری اور اسکے تابعین نے  
 مدتوں سلطنت اس ملک میں کی۔ اور تیسرے میں ہوں۔ مگر میرے کاموں کو اونکے  
 کاموں سے کچھ مشابہت نہیں ہے۔ اسلئے کہ سلطان محمود غزنوی ہندوستان کی تختہ  
 گردی پادشاہ ماوراء النہر اور خوارزم و خراسان کا تھا اور اوسکا لشکر ایک ایک  
 زیادہ تھا۔ اور تمام ہندوستان میں ایک پادشاہ نہ تھا۔ اسے راجہ اس ملک  
 میں مگر تھے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ پادشاہ خراسان کا نہ تھا مگر اوسکا  
 بہائی خلیفہ الدین خراسان میں سلطان تھا۔ اور وہ ہندوستان کی تختہ گردی

ایک لاکھ بیس ہزار لشکر لیکر آیا۔ اور اس وقت آیا کہ ہندوستان میں طوائف الملوک کی  
 بھوری تھی۔ میں ان فوج ہندوستان میں تو پندرہ سو آدمی لے آیا۔ اور آخر مرتبہ  
 بارہ ہزار سپاہ لایا۔ اور میں فقط کابل اور بدخشان اور قندھار کا حاکم تھا۔ اور ہم  
 ملک بھی بے کشتی نہ تھا۔ ہمسایہ میں زبردست قویں لگی ہوئیں۔ قوم ازبک میر  
 پیچہ پڑی ہوئی تھی۔ اور ملک ہندوستان جسے بہارت تک فغانوں کے قبضہ میں  
 تھا۔ اس ملک کے فتح کرنے کے لئے بائیس لاکھ سپاہ ایسے وقت میں ضرورتی۔ لشکر  
 سلطان ابراہیم کا میدان جنگ میں ایک لاکھ سواروں اور ہزار ہاتھیوں کا تھا۔  
 خدا پر توکل کر کے میں نے اس ملک کو فتح کیا۔ بہہ کام میرے سعی اور محنت سے نہیں ہو  
 فقط خدا کی عین عنایت اور کرم سے نہ انجام ہوا ہے۔ اگرچہ ان چند اہل صوبوں کو  
 فتح کرنا جو سلطان ابراہیم کے قبضہ میں تھے محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین  
 غوری کی فتوحات کی برابر سمجھنا درست اور صحیح نہیں ہے مگر اگر سب خصوصیات اس  
 فتح کی بہ نظر غور رکھی جائیں تو یہ بھی ایک بڑا کام معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کے نتائج  
 محمود غزنوی اور محمود غوری کی فتوحات سے زیادہ عظمت اور وقعت کہتی ہیں۔ مگر  
 اس لڑائی میں توپوں کے زنجیر بندی اور ان کے چلانے کا حال لکھا ہے مگر جو لوگ  
 فن سپاہ گری کے ماہر ہیں وہ بابر کی اس لڑائی میں کہتے ہیں کہ کوئی بات فن اور  
 ہنر کے نہیں ظاہر ہوئی۔ بلکہ اس زنجیر بندی کو ایسا برا متلاتے ہیں کہ وہ خود بابر کی  
 سپاہ کے حق میں غیر مفید تھے۔ ان زنجیروں سے سینکڑوں کے بیرون میں زنجیر پڑ گئی تھی  
 اگر دشمن ہوشیار چابک دست ہوتا تو ان ہندی مویشیوں کو آسانی سے مارتا۔

**آگرہ میں بابر کے کام**

۱۵۲۶ء میں اگرہ میں جب سبطرح قبضہ تصرف ہو گیا۔ تو بابر نے خزان اور وفان کی  
 سیر میں مصروف ہوا۔ ابراہیم کور و سپہ جوڑنے کا برا شوق تھا۔ اسلئے خزانے معمور تھے  
 یہ سب سپہ اور جو کچھ اور غنیمت میں ہاتھ لگا تھا۔ بابر نے اپنے رفیقوں میں بانٹ دیا  
 ہمایون کو جو سپہ ہاتھ آیا تھا۔ اور سنے باپ کی نذر میں دیا۔ باپکے او سے بہر دیدیا۔ سلطان  
 ابراہیم کے باہمی نہیں موجود تھے۔ اسکی نہایت تعظیم و تکریم بابر نے کی۔ اگرچہ ایک کو من  
 نہایت عزت کے ساتھ اور سکوا ایک محل میں بہو بچا دیا۔ اور سات لاکھ منگہ کی جاگیر دی  
 اور جو اور دہستان ابراہیم کے تھے اولو کو بھی علی قدر مراتب قطع عنایت کئے۔ اور  
 ابراہیم کے دہستان کو جو جاگیر میں دین اولکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ خراسان اور سمرقند  
 اور عراق میں اپنے دوستوں کے واسطے تحفے اور سوغاتیں بھیجیں۔ کابل کے سب چھوٹے  
 بڑوں کو ایک ایک شاہرخی بھیجے۔ غرض جو کچھ بادشاہوں برسوں میں جمع کیا تھا  
 وہ اسنے ایک دن کی مجلس میں بانٹ چوٹ بلبر کیا۔ اور سب کو معلوم ہو گیا کہ بابر کا  
 لقب قلندر اسی سبب ہے کہ وہ کچھ دولت خزانہ کی پروا نہیں کرتا۔ جو تیغ سے لیتا میدیہ تیا

ہندوستان کی سلطنتوں کی کیفیت اور ملازموں کی

## حالت اور رسیوں کی بغاوت اور اطاعت

وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان کی دار السلطنت دہلی ہے سلطان شہاب الدین کے عہد سے  
 فیروز شاہ کے زمانہ تک ہندوستان کا حصہ عظیم اس بادشاہ دہلی کے قبضہ میں رہا اگرچہ  
 اس ملک کو فتح کیا تو ہندوستان میں پانچ مسلمان بادشاہ اور دو ہندو راجا بڑے بڑے  
 اور قوی مختلف قطع ہند پزیر مانروائی کرتے تھے۔ اگرچہ اور اسکا درجہ چھوٹے

بہت سے بہاڑوں اور جنگلوں میں راج کرتے تھے۔ مگر سربراہ آدرہ اوہین وہی سات تھے  
 اول ان سلطنتوں میں سے افغانوں کی بادشاہت تھی۔ انکی حکومت بہرہ سے بہاڑ تک  
 تھی۔ اور اوہین دارالسلطنت دہلی ہی مثال تھا۔ جو پور کی پہلے ایک جدا سلطنت تھی۔  
 مگر سلطان بہلول لودی اور سکندر کے عہد میں یہ سلطنت دہلی کی بادشاہت میں داخل ہو گئی  
 تھی۔ دوم گجرات میں سلطان محمد مظفر حکومت کرتا تھا۔ وہ سلطان ابراہیم کی سلطنت سے  
 پہلے کچھ دنوں اس دینا سے خدمت ہو گیا۔ اوسکو علم کا بڑا شوق تھا۔ اور حدیث خوب جانتا  
 تھا۔ فیروز شاہ کی موت کے بعد یہ سلطنت جدا قائم ہوئی تھی۔ سوم دکن میں بہمنوں کا  
 خاندان فخرانروائی کرتا تھا۔ مگر اسوقت ان بادشاہوں کی سلطنت میں ضعف آ گیا تھا  
 مختلف اعتداع کو مارا دیا بیٹھے اور خود طلق العنان مالک بن گئے۔ اور بادشاہ ان  
 امیروں کا محتاج ہو گیا۔ چہاڑ مالوہ میں جسکو مانڈو بھی کہتے ہیں سلطان محمود بادشاہ تھا  
 اس خاندان کا نام خلجی تھا۔ یہ سلطنت بھی سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد قائم  
 ہوئی ہے۔ اسوقت آہمن بھی ضعف آ گیا تھا۔ رانا سنگھ نے اوسکا ملک بہت دبایا  
 چچم بنگالہ میں نصرت شاہ بادشاہ تھا۔ اوسکو وراثت میں یہ سلطنت ماٹہ لگی تھی۔  
 نام اوسکا سید علاء الدین تھا۔ یہ پانچوں مسلمان بادشاہ بڑے بڑے تھے۔ اور ان  
 پاس لشکر اور سپاہ کی بھی کثرت تھی۔ ہندوؤں میں سچا نگر کاراجہ بڑا زبردست تھا۔  
 اور دوسرا راجہ رانا سنگھ تھا۔ اوسنے اپنی تلوار کے زور سے بہت سے ممالک فتح کر لیا تھا  
 چنور گڑھ اوسکی دارالسلطنت تھا۔ اور راجپوتوں کی بڑی بڑی ریاستیں اوسکی  
 دست نگر تھیں۔ مالوہ کی سلطنت میں اوسنے پہلے صوبے مانڈو کے بادشاہ سے چھین  
 لیے تھے۔ غرض یہ بڑا خطرناک دشمن تھا۔ بہرہ سے بہاڑ تک جو ملک سلطان دہلی کے

قبضہ تصرف میں تھا اوسکی آمدنی باؤن کروڑ ٹنکہ کی تھی۔ اور اوچین آٹھ لاکھ روڑ ٹنکہ کی جاگیریں راجاؤں اور راناؤں کو پہلے پادشاہوں نے مدت سے اوسکی اطاعت اور فرمان برداری کے سبب دے رکھی تھیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جب میں آگرہ میں آیا تو

ہندوستانیوں کو میرے آدمیوں کے ساتھ کچھ مولہنت تھی۔ کاشتکار اور جہا ہی میرے آدمیوں سے خوشیوں کی طرح بہا گتے تھے۔ فقط آگرہ اور دہلی میرے قبضہ میں باقی سب جگہ ہندوؤں کے قلعے اپنے مستحکم کر لئے۔ اور میری اطاعت سے سربازی کی۔

اور مخالفت برکرا بندھی۔ قاسم خان نے حصار سنہیل سنبھالا۔ نظام خان نے بیانہ میں لکھ جھایا۔ راجہ سن خان نے میوات میں علم محاصمت بلند کیا۔ سب دون کا بانی ہی بد ذات میواتی تھا۔ دھول پور میں محمد زیتوں نے منارعت اختیار کی۔

نثار خان سارنگ خانی نے گوالیار کو مستحکم کر لیا۔ رابری حسین خان لوجانی نے اور کا پھی عالم خان نے لے لی۔ اور اٹا دہ بن قطب خان نے پیر جھایا۔ قنوج اور تمام ملک دیا ونگ کے وسط افغانوں کے ہاتھ میں تھا۔ اوسکا سردار نصر خان لوجانی معروف

فرملی تھا۔ اوسکا جگڑا سلطان ابراہیم سے بھی دو برس سے مورہا تھا۔ جب میں نے دلی کے پادشاہ کو شکست دی تو انہوں نے اور ملک بھی دبا لیا۔ اور قنوج سے دو تین کوچ آگے بڑھ آئے۔ بہا خان پسر دریا خان کو اپنا پادشاہ بنایا۔ اور سلطان محمد کا

خطاب یا۔ جیلے میں سلطان ابراہیم کا غلام مرغوب حکومت کرتا تھا۔ اگرچہ وہ آگرہ بہت قریب تھا۔ مگر میرے پاس کہی نہ آیا۔ گرمی کے موسم میں آگرہ کے اندر آیا تھا۔ سب باشندے خوف کے مارے بہاگ لگے۔ اب یہاں نہ اجناس سپاہیوں کو کہانے پینے

کے لئے ملتی اور نہ گھوڑوں کو دانہ کھاس ملتا۔ دہلی میں کوہم سے ایسی نفرت اور دشمنی

کہ انہوں نے بغاوت اختیار کی اور ہمارا مال سبب چرانا شروع کیا۔ امین اس کو مار سے بند ہو گئیں۔ خزانہ تقسیم کرنے کے بعد مجھے فرصت نہ ملی کہ میں پرگنات اور مقامات میں مناسب دمی انتظام کے لئے بھیجتا۔ یہ مصیبتیں تو ہمیں ابن اور یہ طرہ ہوا کہ گرمی بڑی شدت کی پڑی اور بہت سے آدمی لوہوں سے مر گئے۔ اب ان آفتوں کو دیکھ کر بہت سے سرداروں اور امیروں نے ارادہ کیا کہ ہندوستان کو چھوڑ چلا کر کابل چلیجے۔ اور بعض آتشین مزاج بے اجازت چل ہی دئے۔ جب میں یہ غل سنا تو مجلس مشورہ کو منعقد کیا اور وضاح خروپہ بند شروع کیں۔ اور کہا کہ خدا کی عیادت میں نے ایسے خطرناک دشمن پر فتح پائی۔ برسوں محنت کی مدتوں مصیبت اٹھائی۔ اپنی جان خطر و ان میں ڈالی۔ فقیر کا خون بہایا۔ جیسا مور دشمنوں کو زیر کیا۔ اور وہ ملک لیا کہ روئے زمین کے سلاطین اس کی آرزو کرتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی مصیبت اور آفت ہم پر آئی جس کے سبب ہم اپنا اور مجبور کھوں فتوحات سے دست کش ہوں اور کابل چلے جائیں۔ شادی اور غم اور فرح و انگلی باہم ہوتی ہیں۔ جب ایسی محنت اور صعوبت کو ہم نے اٹھایا ہے تو یقین ہے کہ اب راحت اور عشرت ہلکوا حاصل ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص میرا دوست ہوگا اب ایسے کلمے و حشمت الگیز اور واہمہ افزا زبان سے نہ نکالے گا۔ اور اگر کوئی تم میں سے اب بھی جانا چاہے تو اپنی نامروی اور نالافتی ظاہر کر کے چلا جائے میری طرف سے آواز ہے بعد اس نصیحت کے بہت لوگ اپنے ارادوں سے باز رہے مگر کچھ بہانہ بہانہ نہایت وہ چلتے بنے۔ خواجہ کلان کو یہاں رہنا پسند نہ تھا۔ وہ بھی روانہ ہوا۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت سے آدمی ساتھ تھے۔ اس لئے تحفہ تحائف میں نے اس کے سپرد کئے اور وہ روانہ ہوا۔ اور ایک دیوار پر یہ شعر لکھ گیا۔

شعر

اگر بحیرہ سلامت گزر نہ سہند کھم + سیاہ رو شوم گر ہوائے ہند کھم  
 بابر کے اس استقلالِ راہ کا اثر حبیبیا کہ اس کے دوستوں پر ہوا۔ ایسا ہی اس کو دشمنوں پر  
 بھی ہوا۔ یعنی وہ دشمن جو اس امید پر مخالف ہو رہے تھے۔ کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح  
 حاکم مقبوضہ کو چوڑھا چلا جائیگا۔ انہوں نے اس کا جھوٹا دیکھا۔ تو وہ بابر پاس  
 آنے شروع ہوئے۔ شیخ گہورن دو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ دوا آبہ سے آیا۔ اور  
 ملازم ہوا۔ علی جان میوات سے آیا۔ فیروز خان اور شیخ بایزید اور محمود خان لوحانی  
 اور قاضی حبیبیا کہ بڑے نامور سردار تھے بابر کی خدمت میں شرف یاب ہوئے اور سب کو  
 بڑی بڑی جاگیریں عنایت ہوئیں۔ غرض اٹھوڑے دنوں میں بہت پرگنائیں اور حصبائیں  
 تحت تصرف بن گئیں اور ان کا انتظام ہو گیا۔ اسی اثنا میں بین خان افغان  
 نے قلعہ سنہل کال محاصرہ کیا۔ قاسم خان بابر کو لکھا کہ میں سطرچ قلعہ میں گہرے ہا ہوں آ  
 میری دستگیر کیجیے۔ پادشاہ نے مرزا گوگلناش کو وہاں روانہ کیا۔ گنگا بار اور نکر میں  
 افغان سے لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ قاسم سنہل کے قلعہ مرزا محمد  
 گوگلناش کو عنایت کیا۔ اور آپ بابر کے دولت خواہوں میں شامل ہوا۔ پادشاہ نے  
 سنہل محمد جانیوں کو دلاور افغانان شرقی کا نائبیت سپرد کیا۔ اور جب یہ شانہ زادہ  
 قنوج کے پاس پہنچا۔ چالیس ہزار سوار افغان شرقی کے بغیر لڑائی لڑے۔ جو پور  
 کی طرف بھاگ گئے۔ اور نین فتح خان شروانی شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کو  
 خواجہ محمدی کے ہمراہ پار پادشاہ پاس بھیج دیا۔ پادشاہ نے اس پر نہایت مہربانی  
 کی۔ اور اپنے جلسہ میں شریک کیا۔ غرض کہ پھر ایسی عنایت کی کہ اور افغان بھی  
 پادشاہ کے خیر خواہ بن گئے۔ ناظم خان حاکم بیانہ بھی رانا سنگا کے خوف سے پادشاہ

خدمت میں التجا لایا۔ بادشاہ نے اسے کہا کہ قلعہ حوالہ کر دے۔ جیسا دسے انکار کیا تو  
بابا قلی بیگ خان کو محاصرہ کے واسطے بھیجا۔ اور یہ قلعہ حاصل ہونے ہاتھ سے لکھا کہ قلعہ  
باترک سئیرہ کن اسے میر بیانہ ۛ چالا کی محصور دانگی ترک عیا نست  
گر زو دنیا ہی وضیحت کنی گوش ۛ آنجا کر عیا نست چہ حاجتہ بیاست  
نظام خان نے اطاعت مکی اور قلعہ سے نکل کر بابا قلی بیگ سے لڑا۔ اور شکست  
کہا کہ قلعہ میں بہاگا۔ رانہ سنگ نے جب یہ حال سنا تو اسنے انکار و مسکا گلا دیا مگر  
آخر لاچار اور ناچار نظام خان نے اپنی تین ملازمان بابر می کے حوالہ کیا۔ بابر نے  
اوسکی تقصیر معاف کر دی۔ اور جاگیر دیدی۔ گوالیار کے قدیم راجاؤں کے خاندان میں  
راجہ سنگت رائے تھا۔ اوسنے گوالیار کے قلعہ میں شہار خان حاکم گوالیار کو جاگیر  
شہار خان نے ہی بادشاہ کو لکھا کہ اب اپنے آدمی اعانت کے واسطے بھیج دیجے۔ میں قلعہ  
اونکے حوالہ کر دوں گا۔ مگر جب حمید داد اور شیخ گہور نے بادشاہ سے بھیجے۔ اور انہوں نے  
سنگت رائے کو مٹا دیا۔ تو شہار خان اپنے عہد کو پورا کیا۔ اور قلعہ میں بادشاہ کے  
ادھیوں کو نہ گھسنے دیا۔ غرض اس پر حمید داد ایک ایسی چال چلا کہ قلعہ میں گھس گیا۔ اور  
شہار خان کو کچھ اور نہ بن پڑا۔ سوار اسکے کہ قلعہ حمید داد کے حوالہ کیا۔ اور خود بادشاہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مورد عنایت شاہی ہوا۔ دہول پور سے زیون خان  
بھی خدمت میں بادشاہ کے حاضر ہوا۔ حمید خان اور سازنگ خان نے حصار فیروزہ  
گردن کشی کر رکھی تھی۔ اونکی گردن کشی کے واسطے حسین تیمور سلطان اور ابوالفتح  
کو اوس طرف دوڑایا۔ اور انہوں نے خوب دن کا علاج کیا۔ اور محمد مایون مالک شہر  
میں جو پور کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا۔ عالم خان حاکم کاپی بھی اوسکی اطاعت



اختیار کی غرض جولائی ۱۵۲۶ء سے اکتوبر سنہ التیمک جو ملک براہیم شاہ کے مقبوضہ تھے وہ تمام اور علاوہ اسکے تمام صوبے جو براہیم کی حکومت نخل گئے تھے وہ اور جو بہو کی پہلی سلطنت سمیت گل کے کان بابر کی قبضہ تصرف میں آ گئے۔

## بابر کو زہر دینا

۱۵۳۳ء میں شاہ طہماسپ صفوی کا ایچی آیا۔ اور مخالفین دو لونیان نہایت خوبصورت و حسین ہی ساتھ لایا۔ بادشاہ ان کی صورت دیکھتے ہی دل جان سے فدا ہو گیا اسی اثنا میں براہیم بادشاہ کی ماں نے احمد جانشینی گیر اور باور چون کے ساتھ سازش کر کے بادشاہ کے کہانے میں زہر لوادیا۔ مگر کہانا کہاتے کہاتے بادشاہ کا دل ایسا گہرا کہتے آگئی۔ اور اس بل سے نجات پائی۔ عرصہ بود ملائے و لے بخیر گذشت۔ اور بعد تحقیقات کے اصل حال بادشاہ کو معلوم ہو گیا۔ اس پر جانشینی گیر کے زندہ کہاں کی چوانی اور باور چون کی گردن اوڑائی۔ اور براہیم کی ماں کا گہر لٹوایا۔ اور براہیم کے بیٹے کو کابل میں مرزا کا مران پاس بھجوا یا۔

## بابر کی فتح یانا میواڑ کے راجہ پر

اب سب نون نے تو بابر کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ مگر ہندون سے لڑنا باقی ہاتھ۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اس بادشاہ سے ہندون اپنے دستور اور رسم قدیم کے برخلاف خود چہڑی چہڑی شروع کی۔ اس وقت میواڑ کی بڑی سلطنت تھی۔ وہاں کے راجہ کا نام سنگھ نام تھا جو سنگھ نام مشہور اور فارسی کتا بون میں سنگھ لکھا ہے۔ اسے ہزار سوار سات راجہ اعلیٰ درجہ کے نوراؤ اور ایک سو چار راول اور رات اور پانچ

ناہی لڑائی کے میدان میں اسکے ساتھ جاتے تھے۔ ماڑواڑ اور امیر معین چودہ پورا اور جیپور کے راجہ

ادب و تعظیم کرتے۔ گوالیار اجمیر راسٹن اور سیکری اور کالپی۔ چندیری اور پونڈی اور گنگاؤ اور رام پور اور الور کے راجہ اور سکے باج گزار تھے۔ اس راج کے شمالی حد پہلا کہلنر دیک بیانہ کے اور مشرقی حد دریا سندھ اور جنوبی حد مالوہ اور مغربی میواڑ کی پہاڑ۔ یہ راج ضرور چکرتی راجہ ہندوستان میں ہوتا۔ اور تمام مسلمانوں سے سلطنت چین لیتا اگر اسکی جان کا دشمن ناما زمین بابر نہ پیدا ہوتا۔ اس راجہ نے ہی بابر کی طرح ایام طفلی میں فتح اور شکست کا سبق خوب سیکھا تھا۔ غرض ان دونوں دشمنوں میں اقسیمین مناسب بہت تھی۔ ایک دریا و سجون کا پانی پینے والا ترک قوم میں تھا۔ دوسرا دریا و گنگا کا پانی پینے والا چوت قوم کا تھا۔ کہا خدا کی قدرت ہے کہ دریا و سجون کے کنارہ پر ایک ترک پیدا ہوا اور وہ دریا و گنگا کے کناروں کی سلطنت کو خاک میں ملائے۔ میواڑ کا راج اسوقت اپنی معراج پر پہنچا ہوا تھا۔ بابر اپنی واقعات میں لکھتا ہے کہ جب میں کابل میں تھا تو رانا سنگھ نے رفیقانہ خط و کتابت شروع کی۔ اور قاصد بھیجے۔ اور بہ لکھا کہ جو وقت آپ دہلی کی طرف کوچ کریں گے تو بندہ اگرہ کی طرف چلے گا۔ مگر جب میں ابراہیم کو شکست دی اور دہلی اور اگرہ کو لے لیا تو اس سارے نظام میں اوسے میری ایک بات بھی نہ پوچھی۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد کندھار کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ حسن بن مکن پاس تھا۔ ان حسن مکن نے میرے پاس بہت دفعہ قاصد بھیجے۔ اگرچہ خود مکن میری ملازمت میں نہیں حاضر ہوا۔ ہوقت قلعہ گاموہ اور دہول پور اور گوالیار اور بیانہ میرے قبضہ میں نہ تھے۔ افغانوں نے پورب میں شور مچا رکھا تھا۔ فوج سے دو تین منزل درے آگئے تھے۔ اور اپنے مقامات کو مستحکم کرتے تھے۔ اسلئے مکن تھا کہ میں حسن مکن کی اعانت اور کمک میں فوج کو روانہ کر سکتا۔ آخر کار راجا ہوکرا دہول پور

قلعہ کا منہ رانا سنگا کے حوالہ کیا۔ یہ قلعہ تھنبور سے چند میل پر مشرق کی جانب میں واقع ہے اور نہایت مستحکم ہے۔ یہ خط و کتابت جو رانا نے بابر کے ساتھ کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو دلی کے بادشاہوں کے ساتھ فاطمہ دینی تھی جب ابراہیم دلی کا پادشاہ نہادہ اوسکا دشمن تھا۔ اب بابر دلی کا پادشاہ ہوا اوسکی جان کا خطرہ تھا۔ یہاں سے ہندو راجاؤں کو بابر کے خلاف مادہ کیا۔ اور اوسکے ساتھ مسلمان امرا سلطان ابراہیم بھی تھے ساتھ ہو گئے۔ وہ ابھی بابر کے مطیع نہ ہوئے تھے۔  
 اپنی واقعات میں بابر لکھتا ہے کہ خواجہ ہمدانی خط میرے پاس آکر مین آئے۔ کہ رانا سنگا آگے بڑھا آتا ہے۔ اور حسن خان میواتی بھی اوسکے ساتھ مل گیا ہے۔ مین نے کچھ فوج دشمن کے سپاہ روکنے کے واسطے بیانہ روانہ کی (اگر سے بیانہ پچا میل تھا) اب یہ خبر میرے پاس آئی کہ رانا سنگا حسن اپنی تمام سپاہ کے بیانہ پر پہنچ گیا جو سپاہ مینے روانہ کی تھی وہ قلعہ بیانہ تک پہنچ سکی۔ اور نہ اہل قلعہ کے ساتھ آمد و رفت کر سکے۔ بیانہ کی محصورین قلعہ سے باہر نکلے اور دروازہ کر لٹے۔ اور کھورانا نے بالکل شکست دیدی۔ اب مجھے یہ خیال ہوا کہ کل مقامات سے جو میرے متصل ہیں سیکری سے جہاں مقام لڑائی کے واسطے ہے۔ وہاں ایک بڑا تالاب ہے اوس لشکر پانی کا بڑا آرام ملے گا۔ مگر یہ بھی اندیشہ تھا کہ دشمن اس بات کو سمجھ کر مجھ سے پہلے سیکری پر اور تالاب پر قبضہ کر لے۔ اسلئے میں جلد اپنے لشکر کو کہ مرتب ہمارا تالاب میں حکم دیا تھا کہ ہراول کا اہتمام باری باری سے مختلف سردار کریں۔ عبدالعزیز کی باری کا دن تھا کہ وہ بے احتیاطی سے خانہ میں کہ سیکری سے بائیں کوس ہے آگے بڑھ گیا۔ جب انا سنگا کو خبر پہنچی کہ طرح لشکر آگے بے سرو سامان بڑھ آیا ہے اوسکو

پانچ چار ہزار سپاہ کا غول سپاہ۔ انہوں نے آتے ہی عبدالعزیز کے لشکر کو کہہ کر ہزار ہند  
 سو آدمی بے گہر لیا۔ عبدالعزیز نے کچھ مہمنوں کی تعداد کا خیال نہ کیا۔ اور لڑنا شروع  
 کیا۔ اول ہی حملہ میں رانا کا لشکر بہت قیدی پکڑ کر لے گیا۔ جسم میرے پاس یہ جہ  
 پہنچی تو میں نے ملک پر ملک پہنچی۔ مگر شکست فاجسٹ پائی یہ واقعہ ۱۰۔ فروری ۱۸۵۷ء  
 کا ہے۔ اس شکست کو دیکھ کر بابر کی فوج میں ہل چل پڑی اور دل و نکلے کٹے ہو گئے  
 ۔ اس لڑائی کے آثار ابھی میں بابر کی فوج کو بڑا تردد تھا۔ چنانچہ جیسے جیسے رفیقین کو  
 بلا کر گفتگو شروع کی۔ تو پہلے یہ تجویز پڑی کہ جو جو یہاں کے لوگ فوج میں شامل ہو  
 اور نہیں اصلح میں بھیج دیا جائے۔ اور کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عین  
 وقت پر دغا کریں۔ بعد اسکے سرداروں نے کہا کہ اپنی کمی اور غنیمت کی زیادتی ظاہر ہے  
 اسلئے مناسب لڑا ہو جائیں اور غنائت الہی کے قطر میں۔ جتنا شامیدان گرم کریں۔ اگر  
 فتح ہوئی تو حضور تشریف لائیں۔ اگر ہیم نے شہادت پائی تو نیچا سے کابل تک ملک حضور  
 کو مبارک رہے۔ سپہا پر نے تامل کیا اور فرمایا کہ اگر میں یہ کام کروں تو بادشاہان اسلام  
 مجھ کو کیا کہیں گے کہ جان بچانے کے واسطے آنا بڑا ملک چھوڑ دیا۔ جو احمدی اور مردانگی  
 یہم قضا ہے کہ دل جان کو اس کام میں لگا دین اور یہم ہتھار پڑے +  
 چو جان آخر اتن ضرورت رود یہاں بہ باری بہ عزت رود  
 سرانجام گیتی ہمیں است و بس کہ نامی پس از مرگ ماند ز کس  
 اب یہم آنکھوں کے سامنے معاملہ پیش آیا ہے اور یہی شکر باری کا دم نکل گیا  
 اور ایک اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ وہ خود واقعات میں لکھتا ہے کہ سب چھوٹے  
 بڑے لشکر کے کہہ کر ایک عالم بحر میں ڈوب گئے۔ ایک آدمی سارے لشکر میں نہ تھا جو

سمت اور جو انہری کی بات منہ سے نکالتا ہو۔ اور مردانہ رائے دیتا ہو۔ امیر  
وزیر جنہوں نے اس ملک کی دولت اور حکومت کے فرائض ادا کئے تھے۔ اور اوپر  
صلاح اور مشورہ دینا مجھے فرض تھا۔ انکو بھی دیکھتا تھا کہ ایسے بودے ہو گئے تھے  
کہ استقلال و ثبات قدمی مطلق باقی نہ رہی تھی۔ مگر اسوقت نظام علی خلیفہ اپنے  
کام میں نہایت پائندہ اور ثبات القدی کے ساتھ ہمہ تن مصروف تھا۔ محنت  
تکلیف تھا۔ اور تکلیفوں اور مصیبتوں سے گہرا تھکا ہوا تھا۔ غرض جب دیکھا کہ فوج کا یوں  
دل بچا ہوا ہے۔ اور امیرون اور ویریون کی بیدلی کا ہم حال ہے۔ اسوقت  
سب امیرون اور سرداروں کو بلایا۔ اور یوں انکو خطاب کیا کہ اے غریبوں  
پادشاہ کے سردار و ادرسا ہوسن جو شخص نیامین پیدا ہوا ہے وہ آخر ایک  
مرگیا۔ قبر میں عزت کے ساتھ جانا ہے عزت جیسے سی ہزار درجہ بہتر ہے۔ لو اب یہم  
قرآن شریف تمہارے سامنے ہے تم جانو اور یہم جانے۔ تم سب کو قسم ہے جو  
اس لڑائی میں جب تک شہادت سرخ رونہ ہو یہم پیہم۔ اور میدان جنگ پر  
تلوار کے زخموں سے منہ موڑو۔ اس بات کو سنکر چوٹے بڑے سردار اٹھ اٹھے اور  
اگلے سب چہرے سرخ ہو گئے۔ اور خوشی میں آکر قرآن شریف پر ہاتھ رکھ رکھ کر  
کہا کہ جب تک دم میں دم ہے جو پادشاہ سے پہر جدا ہے۔ اس میری تدبیر سے  
سب کے دل قوی ہو گئے اور میری اس تقریر کی تاثیر کا اثر دوست دشمن سب پر  
ہوا۔ جب لوگوں نے زانہ کا رنگ یہم دیکھا تو سب جگہ شورش برپا کی۔ باہر  
لکھتا ہے کہ سب جگہ ایک آفت برپا کر دی۔ حسین خان لوحانی سے آگے بڑھ کر  
راہبری کو لے لیا (یہم ایک قلعہ دو آہن چنوار سے نیچے ہے) قطب خان کو آدمیوں نے

چند وار کو دبا لیا (اگرہ کے نیچے جہنا پر یہ قلعہ واقع ہے) رستم خان نے دو آبہ کیر اندازہ کر  
جمع کر کے کوئل پر قبضہ کر لیا۔ کچل علی کو قید کر لیا۔ زاد خان بھجوری سنہل کو چھوڑ کر  
میرے پاس چلا آیا۔ سلطان محمد دلدی قنوج سے لشکر میں چلا آیا۔ گوالیار کے  
قلعہ کو ہندوؤں نے اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیا۔ عالم خان جو اس قلعہ کے بچائیکے  
واسطے بھیجا گیا وہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ غرض ہر روز ایک بری خبر میرے پاس آتی  
تھی۔ ہندوستانی سپاہی لشکر سے بہاگنے لگے۔ بہت خان گرگ انداز سنہل کو  
بھاگ گیا۔ حسن خان دشمنوں سے جا ملا۔ اب میں ہندوستانی سپاہ سے بالکل  
قطع نظر کر کے فقط اپنی سپاہ کا بہروستہ کیا۔ یہ سب آفتیں تو برپا ہو رہی تھیں کہ  
محمد شریف مخم بھی کابل سے آیا تھا۔ اوسنے یہ کہہ کر لشکر میں اور ہل چل اُل دی کہ  
میرج مغرب میں ہے۔ جو اس طرف سے لڑنے جائیگا شکست پائیگا۔ بادشاہ کا لشکر ستر  
سے جاتا ہے وہ ضرور مغلوب ہوگا۔ غرض یہ شوشہ شیطان نے ایسا چھوڑا کہ سپاہی  
بہت گہیرے۔ اگرچہ بابر نے ظاہر میں اس نجومی کی بات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ مگر ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ضرور اوسکے کہنے کا اثر تھا۔ کہ اوسے بابر نے جسے چند روز  
بیشتر شراب انگوری خالص خاص کابل سے منگائی تھی۔ اور اپنے بیٹے جہانوں کو  
بڑی منتوں سے پلائی تھی۔ اب اوسنے خود منٹ مانکر توبہ کی اور تمام سونے چاندی  
کے برتن توڑ ڈالے درویشوں کے حوالہ کئے۔ اور اس شعر پر عمل کیا کہ طبعیت  
چند باشی زمعاسی مزہ کش + توبہ ہم بے مزہ نیست بچش +  
غرض شراب پینے ڈاڑھی منڈانے سے اور تمام مناہی سے توبہ کی۔ اوسلانو کے  
کل محصول معاف کرنے کے فرمان جاری کر دئے۔ بعد ان سب باتوں کے آؤ

لڑنیکا فقید کیا۔ اور لڑائی میں توقف کرنا ہرگز نصاحت نہ جانا۔ چنانچہ اوسے  
 سوچوں کے سامنے فوج کو مرتب کیا۔ اور ارا بٹا آتش بازی برابر لگائی۔  
 غرض جب سب ترقیب پوری ہوئی تو بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر چاروں طرف کا چکر  
 لگا گیا۔ اور اپنے سپاہیوں اور سرداروں کے ساتھ باتیں کر کے دل بڑا گیا۔ اور نہ  
 کر گیا کہ طرح لڑنا۔ میں نہرا سپاہ کلن برپاس تھی۔ اور دشمنوں پاس و لاکھ  
 ایک نہرا سوار تھے۔ سوار ہندوؤں کے اوسکے ساتھ حسن خان جو اتی حاکم میوات بارہ ہزار  
 سواروں کے ساتھ اور محمود خان ولد سلطان سکندر دس نہرا سواروں کے ساتھ تھا۔  
 غرض اس لڑائی کا حال بہت بدل چلا ہے۔ باوجود واقعات میں لکھا ہے کہ میں نے  
 اس جنگ کا حال خود نہیں لکھا بلکہ جو شیخ زین نے تحریر کیا ہے وہی لے کم و کاست  
 اپنی واقعات میں درج کرتا ہوں۔

شیخ زین نے اس لڑائی کا حال نہایت فصاحت اور میناست لکھا ہے اور بڑی  
 اوسکی شان و شوکت دکھائی ہے۔ اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۔ جمادی الثانی ۱۳۳۰  
 مطابق ۱۶۔ مارچ ۱۵۵۲ء کو بابر کو فتح کامل حاصل ہوئی حسن میواتی اور سب ہندو  
 سردار قتل و زخمی اور متہم ہوئے اور راجہ سنگا بڑی دشواری سے جان بچا کر  
 چلا گیا۔ دشمنوں کو شکست بیکر ہانگنوں کا دور تک پہنچا گیا۔ اور جو ہاتھ لگا اوسکو  
 قتل کیا۔ مگر بابر لکھتا ہے کہ مجھے یہ غلطی ہوئی کہ میں خود تعاقب میں نہ گیا بلکہ افریقہ  
 اس کام کے واسطے روانہ کیا۔ اور یہ لڑائی ایک پہاڑی کے پاس ہوئی تھی وہاں  
 ایک مینار دشمنوں کی گھوپریوں کا یادگار بنوایا۔ جب بابر کو یہ فتح عظیم حاصل ہوئی  
 تو سب ان ائمہ مبارک باد دیتے تھے۔ محمد شریف بھی شرم کے مارے ہو مبارکباد دیتی

بابر نے اوندکو خوب چالیاں دیں۔ اور دل کی بڑھاس نکالی۔ مگر قیدی ملازم ہونے کے سبب  
 ایک لاکھ ہتھکے انعام دیکر حکم دیدیا کہ میری قلمرو سے نکل جا۔ رانا بسنگا تھوڑے دنوں زندہ  
 رہا۔ اور پھر زندہ دیکر اوسکے وزیر دن نے مار ڈالا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور بابر سے  
 پہرہ و چار ہاتھ کرتا۔ بعد اس فتح کے بابر نے اپنے نام پر غازی کا خطاب اور پڑھایا۔ اور  
 سیکری کا نام **ملک کاہنظام اور میوات کی فتح** فوج پور رکھا  
 بابر لکھتا ہے کہ جب مجھے فتح ہوئی تو میں نے محمد علی جنگ جنگ و راضیوں کے ساتھ  
 بڑا لشکر الیاس خان کے مفسدہ کھٹانے کی واسطے دو آہ کوروانہ کیا۔ اس الیاس خان  
 نے دو آہ میں بڑا شور مچا رکھا تھا۔ کونل پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب میرا لشکر پہنچا تو غنیمت  
 یہ سمجھ کر کہ اس لشکر سے سامنا نہ ہو سکے گا چاروں طرف کی راہ لی۔ کوئی ادھر گیا  
 کوئی اُدھر۔ تھوڑے دنوں بعد جب میں اگرہ میں آیا تو الیاس خان بکڑا ہوا آیا۔  
 میں نے اوسکی زندہ کہاں کھجوائی۔ میوات کا ملک دہلی کے قریب ہے اور اوسکی آمدنی  
 تین چار کروڑ ہتھکے کی تھی۔ حسن خان مہمواتی کو ریاست یہاں کی وراثت میں ہاتھ  
 لگی تھی۔ اسی خاندان میں حکومت دو سو برس سے چلی آتی تھی۔ وہ شاہ دہلی کے  
 مطیع برائے نام تھے۔ سلاطین ہند کو کبھی پوری حکومت ملک میوات میسر نہ ہوئی  
 اسکا سبب یہ ہوا کہ میوات کا ملک فراخ تھا۔ پہاڑ اوسمیں بہت تھے۔ ان پہاڑوں میں  
 میواتیوں کو پناہ لینے کا خوب موقع ملتا تھا۔ جب میں ملک ہند کو فتح کیا تو سلاطین  
 سابق کے موافق حسن خان برہنچے بھی نہایت عنایت کی۔ مگر اس کا فریغت ناچشنا  
 نے میری اس مروت و عنایت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اوسکا دل ہند دن کی طرف راغب تھا  
 جتنے فساد پر پاسوئے سب کا بانی مہمانی دہی تھا۔ اسلئے میں ہندو کو ملک چھوڑ دیا



اور اس ملک کی نظم و نسق کا ارادہ کیا۔ مین چار پانچ کوچ کر کے قلعہ الور کے پاس پہنچا۔ یہ بیویا تینوں کا دارالقرار تھا حسن خان کے باپ دادا کا دارالسلطنت تجارت تھا۔ ایک شخص کرم چند جو حسن خان کے سرداروں میں تھا۔ اور وہ اس وقت بھی اگرہ میں آیا تھا کہ حسن خان کا بیٹا ناہر خان قید تھا۔ اب اس نے اس ناہر خان کی طرف مراحم شہا نہ کی التجا کی۔ مین نے اس کے ساتھ عبدالرحیم کو بھیجا۔ اور خطوط لکھ دیے جس ناہر خان کے دل کو تسلی اور تسکین ہو۔ اور خوف جاتا رہے۔ اس پر وہ میرے پاس چلا آیا۔ اور مین نے اس پر عنایت کی۔ اور اس کو ایک ہرگنہ لاکھ ٹنکہ کا جاگیر مین دیا۔ اور شہر بخارا چین تیمور سلطان کو دیدیا۔ پھر مین قلعہ الور میں گیا اور وہاں ایک شب ہا غرض جو اس کا انتظام پہلے سے اچھا ہو گیا۔ اور الور کے پاس سے مالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایون کو روانہ کیا۔ وہاں خان مرزا کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ وہ فریق بھی تھا جنہوں نے کابل جانے کی رضیت اس لڑائی سے پہلے چاہی تھی اور بہت سا خزانہ اور لشکر ساتھ کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ و سرداروں کو اس کا ہم متعین کیا کہ حسن خان دریاخان افغان نے جو چند اور اور راہری مین اور قطب خان نے جو انامہ مین بغاوت اختیار کی ہے۔ اس کا اسناد کریں۔ حسن خان تو لڑائی میدان سے بھاگا۔ دریا پار جاتا تھا کہ راہ ہی مین دریا دریا مین ڈوب گیا۔ دریاخان کہیں آوارہ ہو کر چلا گیا۔ مین کا فساد دور کر نیلے واسطے محمد سلطان مرزا قبیح کو روانہ ہوا۔ وہ خیر آباد کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۹۔ ذی الحجہ ۱۰۳۸ھ کو بادشاہ کول و سنہیل مین شکار کیلئے گیا۔ پھر یہ سیر و تماشا دیکھ کر اگرہ میں آیا غرض جن صوبوں کا انتظام لڑائی کے سبب بگڑ گیا تھا۔ چہرہ مہینہ مین سب درست ہو گیا۔ برسن ن کے اندر اندر

گنگا پار کے ملکوں میں صوبہ اودھ کے سوا سلطنت بابر کی قائم ہو گئی۔ فقط صوبہ اودھ میں ایک گروہ افغانوں کا باقی تھا۔ اس کی سرکوبی کے واسطے فوج روانہ کی گئی۔

## چندیری کی فتح

۹۳۲ھ میں بابر نے چندیری پر چڑھائی کی۔ وہ اپنی واقعات میں لکھتا ہے کہ برج الاول کی جودہوین تاریخ دوشنبہ کے دن چندیری فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور طبرایہ و کچھوہ میں ہوتا ہوا چندیری سے تین کو بیخ ضیہ الا حصہ چندیری پہاڑ واقع ہے۔ اور سارا شہر اور یہ قلعہ پہاڑوں کے ڈھلوان پر بنا ہوا ہے۔ پہر آگے بڑھ کر تمام لڑائی اور مورچوں کی تیاری کی۔ اور قلعہ فتح کر کے سب سالان جمع کیا۔ چندیری پہلے ماندو (مالوہ) سے علاقہ کہتی تھی۔ سلطان نصیر الدین کی وفات کے بعد اس کا ایک بیٹا سلطان محمود ماندو کا مالک ہوا۔ اور اس کا دو سر بیٹا محمد چندیری پر قابض ہوا۔ اور سلطان سکندر لودھی حمایت کا طالب ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو بھیجا اور اس کی حمایت کی۔ پہر سلطان ابراہیم کے وقت میں محمد شاہ مر گیا۔ اور ایک کم عمر بیٹا احمد شاہ چھوڑ گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس شاہ کا کام تمام کر کے ایک اپنا آدمی وہان حاکم بنایا۔ جب اناسنگا ابراہیم سے لڑنے کے واسطے دہول پور تک آیا۔ تو اس شانہ راہ کے احرار کے خلاف ہو گئی غرض اناسنگا کے ہاتھ چندیری آگئی۔ اور سنہ میدنی رے کو بہان کالاج دیدیا۔ اب اس وقت وہ بہان راجہ تھا اور پانچ چار ہزار سپاہ پاس کہتا تھا۔ چنانچہ اس پاس پیغام بھیجا کہ چندیری میرے حوالہ کر دے۔ اور اس کے عوض میں شمس آباد لے لے گا۔ اور اس کے دو تین صلاح کاروں نے اس صلح کو نہونے دیا۔ غرض چندیری کا محاصرہ کیا

دوسرے دن محصورین یالوس ہو گئے۔ اور وہی کام جو یالوسی کی حالت میں رچوت  
کیا کرتے ہیں کیا کہ اپنے جو رچون کو قتل کر اور ہر سہ ہو جان لڑانے کے واسطے دو گئے  
جو مسلمان فضیل پر چڑھے ہوئے تھے اونکو اور جو اونکے سامنے آئے اونکو مار کر بگاڑا  
اور فضیل سے کوہ درخوب ل کھول کر اڑے۔ اور آخر کو مغلوب ہو کر سب پاٹال ہو گئے۔  
دو تین سو رچوت میدنی راؤ کے گہر میں گہس گئے۔ اور آپس میں سطح قتل ہو گئے کہ ایک  
آدمی تلوار ہاتھ میں لیکر کٹر اہوا اور اس کے گرد سب رچوت جمع ہوئے۔ اور خوشی  
خوشی اپنی گردن اس کی تار کے آگے جھکاتے گئے اور سر اڑواتے گئے۔ میدنی راؤ  
بھی اس طرح قتل ہو گیا۔ دو تین گہری میں بیہ شہو قلعہ خدا کی عنایت سے ہاتھ لگ گیا  
۔ یہاں ہی ایک مینار سہڑون کی کہو پر یون کا پہاڑ بر قائم کیا۔ دوسرے دن قلعہ کی  
بارہ نے سیر کی۔ اور ملو خان کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ ہیلہ اور چوڑ کو  
فتح کیجئے مگر یہ ارادہ اس سے فسخ ہوا کہ

## افغانوں کے مفند کا بیان

جب چندیری کا محاصرہ ہو رہا تھا تو خلیفہ نے ایک خط دے۔ اور ان مضمون یہ تھا کہ  
یورب کو جو سپاہ روانہ ہوئی تھی۔ وہ بتریب کوچ کر رہی تھی اور سپہ افغانوں نے حملہ کیا  
اور شکست دیکر پریشان اور متشکر دیا۔ وہ لکھنؤ کو چوڑ کر قنوج میں چلی آئی ہے۔  
جب چندیری فتح ہو چکی تو بادشاہ نے اس باب میں صلاح اور مشورہ کیا۔ سب کی صنی  
ہوئی کہ پہلے کسر نونا سر کاٹنا چاہئے۔ اسلئے وہ سب منصوبہ مالک ہنود کے فتح کے  
چھوڑ دے۔ اور چندیری احمد شاہ جو سلطان ناصر الدین کا پوتا تھا سپرد کی اور اسے  
ہا قرار تہا لیا کہ پچاس لاکھ شکر خزانہ شاہی میں سالانہ داخل کیا کرے۔ اور

اور جلدی الاول کی گیارہویں تاریخ اتوار کے دن اس مہم پر بابر شاہ روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچا جہاں جہنا اور جنبل ملتے ہیں۔ یہاں اس پاس خبر آئی کہ جو فوج قنوج میں اس کی تھی وہ رابری میں ہے۔ اور شمس آباد کا قلعہ حسین ابو محمد نیزہ باز کی فوج تھی دشمنوں نے حملہ کر کے لے لیا ہے۔ اس خبر کو سنکر بابر شاہ جھٹ پٹ دریا کو عبور کر کے قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور آگے فوج کو دشمنوں کی خبر لانی کے لئے بھیجا۔ جب وہ دین منزل پہنچا تو اس پاس یہ خبر آئی کہ میں اور شیخ بایزید اور معروف افغانوں کے سردار اسکر آنے کی خبر سنکر قنوج سے گنگا پار اور گئے ہیں۔ اور مشرقی کنارہ پر گنگا کے اونہوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ غرض بابر یہی قنوج میں پہنچا۔ یہاں میں چالیس کشتیاں جا بجا سے جمع کر کے گنگا کا پل بنانا شروع کیا۔ اور استاد علی قلی نے بھی اپنی توپخانہ کو چلانا شروع کیا۔ اور ایک توپ بھی جبکا نام پگ غازی تھا وہ بھی چلائی گئی۔ غرض اس توپخانہ کی توپیں پہلے دن آٹھ دفعہ اور دوسرے دن سولہ دفعہ چلیں اور اسی طرح پانچ چھ روز تک چلتی رہیں۔ اور پل بنتا رہا۔ جب پل تیار ہو گیا تو سپاہ عبور کیا۔ یہاں بابر نوروز اور ایک مسخو اور نخوس ہونے کے حساب میں رہا نہیں دشمنوں کا جلد کام تمام کرنا۔ افغان بھی اپنی صفیں باندھ کے اور ہاتھیوں کو سامنے کر کے لڑائی کے میدان میں آئے۔ اور لڑائی ہوئی۔ اور افغان میدان سے ہٹا۔ اور چن تمبو سلطان ان کے تعاقب میں گیا۔ مگر سپاہ اس تعاقب میں گئی اور کچھ کام کیا۔ بابر خود بھی لکھنویں پہنچا۔ اور گومتی کے پار اوترا۔ اور اچودھیاسی دو تین کوں پہنچا۔ شیخ بایزید بھی کہیں نہیں تھا۔ بابر کی فوج اس کے پیچھے روانہ ہوئی تو وہ جنگل میں بہاگ گیا۔ بابر یہاں چند روز مقیم رہا اور وہ کا خاطر خواہ بندوبست کیا

مغرض دشمنوں کو گہا گہہ پارا و تار دیا۔ اس سال کا باقی حال واقعات بابر میں  
 نہیں پایا جاتا۔ اب بابر بادشاہ کا ارادہ گوالیار کی سیر کا ہوا۔ جنابا بارہو کر قلعہ گہہ  
 میں آیا۔ اور یہاں گوالیار گیا۔ اور وہاں کی عمارات اور باغات کی سیر کی۔ پھر  
 اگرہ میں آیا۔ یہاں اوسکو بخارا م شروع ہوا۔ اور اس حالت مرض میں اوسے  
 خواجہ عبداللہ احرار کے رسالہ ولدیہ کو نظر کیا۔ پھر غسل صحت ہوا۔ اور اوسکا ملک  
 جشن عالیشان ہوا۔ اوسکی عادت تھی کہ مصیبت کردلوں کو ایسی آہنی لنگیوں  
 اور شعلوں میں کاٹتا +

### قلعہ نرنہنور کا ہاتھ آنا

بابر لکھتا ہے رانا سنگا کا ایک بیٹا رانی بہو راتوں سے بکرا جیت تھا۔ وہ نرنہنور  
 میں رہتا تھا۔ ایک بڑا مغیرہ لڑکا اوسکے نامی میر پاسن بیچا م لایا کہ راجہ جنو کی  
 فرمانبرداری کے واسطے اور ستر لاکھ تنگہ نذرانہ دینے کی واسطے موجود ہے۔ یہی  
 اوس بکر کا کہ مجھ کو یہ امر منظور ہے وہ قلعہ نرنہنور میرے حوالہ کر دے میں اوسکو  
 اوس قدر جاگیر دیدوں گا جقدر وہ مانگتا ہے۔ یہم پیغام لیکر ایلچی واپس گئے۔  
 اور جب گوالیار میں آیا۔ تو ایک دن ملاقات کا بکر راجیت کے آدمیوں کے ساتھ  
 مقرر کیا۔ مگر اوس و زمینیں ہر کوئی آدمی حاضر نہ ہوا۔ بعد چند روز کے پہلے کوا آیا  
 ۔ اوسنے بکر راجیت اور اوسکی ما کو خود جا کر جو کچھ حال گذرا تھا سنا یا۔ یہم بلیٹے دونوں  
 بابر کی اطاعت پر راضی ہو گئے۔ جب رانا سنگا نے سلطان محمود کو شکست دی تھی  
 اور قید کیا تھا۔ تو اوس پاسن ایک تاج اور کمربند بٹرا کر ان بہا لیا۔ رانا نے اس  
 جیدی کو رہا کیا۔ تو یہ دونوں چیزیں اوسے لے لیں۔ اب وہ بکر راجیت پاسن میں

یہ دونو بیش بہا تحفے میری پیشکش میں آدمی کے ہاتھ پہنچے۔ اور تہنبر کے عہد میں بیانہ مارگا۔ مگر تملنا دین نے اسکو دیا۔

## بہار اور سبکال کی لڑائیوں کا بیان

میں شکار کھیل ہاتھ کہ اگرہ سے خلیفہ نے خط بھیجا اور میں یہ لکھا تھا کہ شاہ سکندر رود کے بیٹے محمود نے بہار کو فتح کر لیا۔ (یہ محمود وہی ہے جو رانا سنگا کے ساتھ باہر لڑا تھا)

اس خط کو چھپتے ہی میں ایک دن میں اگرہ کے اندر آ گیا۔ اور مشورہ سے یہ امر قرار پایا کہ مالک شرفیہ کی فتح کے واسطے میں خود جاؤں غرض سبب پادشاہ کا سامان تیار کر کے

۵۲۹ و ۵۲۹ء میں روانہ ہوا۔ وکد کی میں پہنچا۔ یہ ایک مقام پر گنہ کڑہ میں ہے ۹۳۵ یہاں یہ متواتر خبر آئی کہ سلطان محمود پاس ایک کہ لشکر جمع ہو گیا ہے۔ اور اسکو

شیخ بابزید اور میں کو بہت سا لشکر دیکر سردار کی طرف روانہ کر رہے۔ اور وہ خود اور شہ خان گنگا کے کنارہ پر پڑا ہے۔ اور چار گدہ ہر حملہ کرینکا ارادہ ہے۔ اور

شیر خان کو جس پر بہت احسان کئے تھے اور بیٹے پر گنے جاگیر میں دئے تھے۔ اور اس اطراف میں اسکو حاکم بنایا تھا وہ بھی افغانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔

غرض یہ سب جم گھٹ کا جم گھٹ بنارس کی طرف آیا۔ سلطان جلال الدین نے آدمی بنارس کو ان دشمنوں سے نہ بچا سکے۔ بنارس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور یہ بہانہ بنایا

کہ وہاں قلعہ میں ہم آدمی اپنے چھوٹائے میں کہ وہ اسکی حفاظت کیواسطے کافی ہیں۔ اور ہم آگے گنگا کے کنارہ پر لڑنے کے لئے چلے آئے ہیں۔ نہوڑے

دونوں بعد محمد بنکشی شتی میں سوار ہو کر دوسرے طرف گنگا کے آیا۔ اور یہ خبر لایا کہ محمود خان بہر سلطان سکندر رودی حکمو افغانوں نے محمود شاہ بنایا تھا۔ اور اسکو

یہ ہوا کہ جب لشکر نے چار گڈہ کا محاصرہ کیا۔ اور انکو میرے پاس جنگی خبر پہنچی۔  
 تو اونکے ہوش ڈر گئے اور گہرا کے ادھر او دہر تیر تیر ہو گئے۔ اور چار کا محاصرہ  
 اٹھالیا۔ اور بنارس پر جو افغان بڑے آئے تھے وہ بھی اوٹھے ایسے بے سرو پا بہا  
 کہ دریا میں دوشتیان اونکی ڈوب گئیں۔ اور بہت آدمی اونکے دریا میں خاک کے  
 اندر مل گئے۔ پہرین نے جہاں کے کنارہ کو چ کیا۔ اور چار کے قلعہ کی سیر کی۔ یہاں  
 باقی خان خبر لایا کہ محمود خان دریا ہوسن کنارہ پر پڑا ہوا ہے۔ اس پر مینے اسیروں سے  
 صلاح مشورہ کیا تو یہ امر قرار پایا کہ کوچ پر کوچ کر کے جلد غنیم کی خبر لینی چاہئے۔ اس میں  
 توقف نہ کرنا چاہئے۔ عرض میں غازی پور میں پہنچا۔ اور کچھ سو (س) میں مقام کیا۔ اور  
 اور لشکر نے کرم ناسا پر بھیجے ڈالے۔ پورب میں ہوت لو حانی اور لودی افغانیوں  
 میں آپس میں لڑائی بھگڑے ہو رہے تھے۔ بہت طرفدار جلال خان لو حانی سپر محمد شاہ  
 لو حانی کی ہو رہی تھی۔ اس جلال خان نے بابر پاس پیغام بھیجا کہ میں حاضر  
 ہوتا ہوں۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقاً فون کے ہاتھ سے اس سے صدمہ اٹھایا،  
 اور وہاں سے بھاگ کر بابر پاس آیا تھا۔ ان فسادوں ہی نے افغانوں کی قوم  
 کو متیں ناس کر دیا۔ اب بہار گنگا کے جنوب میں بابر کے تصرف میں تھا۔ اور شمال میں  
 شاہ بنگال کے قبضہ میں۔ اس بادشاہ پاس بہت سی فوج اب بھی تھی۔ اس... کا  
 ارادہ تھا کہ سلطنت دہلی میں جس قدر ملک بہار کا حصہ اسکے قبضہ میں تھا اسی پر  
 اکتفا کرے۔ اور باقی ملک پر جو لوگ قابض ہیں ان سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔  
 اس نیت سے اسکا سفیر اسمعیل متا بابر کے پاس رہتا تھا۔ بابر نے اس سفیر کو  
 اور ایک اپنے آدمی کو شاہ بنگال پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ وہ اپنی تمام فوج کو

اوس ملک سی جہین وہ کوچ کر رہا ہے اپنے پاس بلالے۔ اور ہم بھی وعدہ کیا کہ  
 اس سپاہ کو خیر و عافیت سے ترک اوس پاس پہنچا دینگے۔ اور کچھ اونکو راہ میں تکلیف  
 نہوگی۔ اگر اس مرتے شاہ بنگال نکار کر گیا۔ تو خود اپنی پانوں میں کلباڑی مار گیا  
 ۔ اور جو آفت او سپہ پر گئی وہ اپنے ہاتھ سے او سپہ آگئی۔ عرض سب بات کا جواب  
 نہ آیا۔ اور بابر سے صبر نہ ہو سکا وہ گنگا سے اتر کر بنگالیوں سے لڑنے لگا۔ اگرچہ  
 بابر گنگا پار اتر گیا نہا۔ مگر گہا گرا اور ترنا باقی رہا۔ غنیم وہاں پڑا تھا جہاں گہا گرا  
 اور گنگا بہہ دو نو دریا ملتے ہیں۔ مگر بابر پاس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا نہا۔  
 کہ اوسنے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار پٹ کر بھگا دیا۔ اگر یہ صورت پیش نہ آتی تو  
 وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگ اہ ہوتیں۔ بنگالیوں نے بابر کو اترنے سے  
 روکا۔ بنگالی تو بجلانے میں بڑے استاد مشہور تھے۔ سطرف ہی استاد علی قلی  
 موجود تھے غرض دونوں طرق توپوں کی مار شروع ہوئی۔ دریاؤں کے پار۔  
 جا کر لڑایاں شروع ہوئیں۔ بابر کی فوج نے بنگالیوں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور  
 بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پہر شاہ بنگال سے صلح ہو گئی۔ اور جب بابر کا  
 ارادہ اگرہ کا ہوا تو اوسکو یہ خبر ملی کہ میں اور بایزید بنگال سے فوج لیکر گہا گرہ پار  
 اتر گئے ہیں۔ اور لکھنؤ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں کے قلعہ میں گہا اس یک جگہ بہت سی  
 جمع تھی اوسمیں آگ لگ گئی۔ اس آگ کی گرمی سے قلعہ تنور ہو گیا۔ اور اوسکی  
 فضیل بر کٹرے رہ کر لڑنا دشوار ہو گیا۔ اسلئے یہ قلعہ دشمنوں کے ہاتھ آیا۔ مگر جب  
 بابر آیا تو غنیم یہاں سے بھاگ گیا۔ اور اوسکے چھپے چوٹ شکر دانہ ہوا اوسنے اس کو  
 بندیل کہندہ میں گنگا جمناء و اربا پر لگندہ کر دیا۔ اب برسات آگئی۔ پادشاہ اگرہ میں گیا



اور باغ بہشت بہشت میں فرما دیا۔ اور بنگالہ سلطان کے سپرد کر دیا۔ اب آگے اسے واقعات بابری میں کچھ نہیں لکھا۔ اسی بیان پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

**بابر کی بیماری اور موت کا بیان اور اس کی جانشینی کے واسطے سبب**

اب اس گل کی بھی فصل خزان لکھی مرنے سے پندرہ مہینے پیشتر پیشتر مزاج کچھ نہ کچھ مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اپنی واقعات میں ہی اس مانہ کا حال کچھ نہیں لکھا ہے جسے معلوم ہوتا ہے کہ قلم کا زور بھی ہاتھ سے جاتا رہتا تھا۔ اور سستی اور کاہلی نے جستجو و چالاک کی جگہ لے لی۔ شان حکومت میں بھی ہٹا لگ چلا تھا۔ ہمایون بغیر اس کی اجازت کابل سے چلا آیا۔ اور یہ بہ بہانہ بنایا کہ باپ کی ملاقات کا اشتیاق کشان کشان مجھے بہان لے آیا جب خواجہ نظام الدین خلیفہ وزیر کو ہمایون کی جگہ جانے کے واسطے کہا تو اس نے یہی عرض کیا کہ جب میں حضور کی ملازمت سے مجروح ہوا۔ ہمدرد مجھے آزار اور گزند پہنچا۔ کہ میں نے حضور کے قدموں سے جدا ہونے کی قسم کھائی ہے۔ آگے حضور مالک میں بندہ فرمانبردار ہے۔ خیر یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ سنہیل میں ہمایون صریح عشرت میں مصروف تھا کہ یکایک بخار چڑھا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی وہ شدت ہوئی کہ بادشاہ یہ خبر سن کر بے قرار اور بیتاب ہوا۔ اور حکم دیا کہ ہمایون کو سنہیل سے دہلی لیجاؤ۔ اور وہاں سے کشتی میں بٹھا کر یہاں آکر رہیں لائیں۔ تاکہ انکھوں کے سامنے علاج اچھی طرح ہو۔ ہر چند اطباء نے سر مارا اور زبردست صحیح صحیح کین مگر صحت اور افاقہ کی صورت نظر نہ آئی۔ عرض جب ساری طبابت ختم ہو چکی تو میر ابو الباقا کہ بڑا فاضل تھا اس نے عرض کیا کہ بزرگوں سے سنتے آؤ۔ کہ جب علاج سے طبیب عاجز ہوں تو خدا سے دعا مانگتے ہیں اور اس چیز کا صدقہ دیتے ہیں۔

جو سب زیادہ بہتر و عزیز ہو۔ اس وقت بابر نے فرمایا کہ جہا یوں کے نزدیک سے بہتر  
 شے میں ہوں اور کوئی چیز مجھ سے زیادہ اوسکو عزیز نہیں۔ میں اپنے تخت جگر پر  
 توجان نثار کرتا ہوں۔ اس پر جان نثاروں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں۔  
 ابراہیم لودی کا ہیر سکو صد قہ کیجئے۔ اس پر ارشاد کیا کہ تم یہ کیا مال ہے۔ اور وہ جہا یوں  
 کا عرض کیا ہو سکتا ہے۔ میں اپنی ہی جان کو اس پر فدا کروں گا۔ اسکی مصیبت  
 اور تکلیف مجھے نہیں دیکھی جاتی۔ یہ ہم بکھراؤ تھا۔ اور تین بار جہا یوں کے گرد پہراور کیا  
 کہ الہی اسکی بلا میں نے اپنی جان پر لے لی۔ اور اسکی مصیبت اٹھالے۔ یہ تین دفعہ  
 کہنا تھا کہ اس پر بابر کو بخار چڑھنا۔ اور اس پر جہا یوں کا بخار اور ترنا شروع ہوا۔ عرض  
 ایک کا مرض گھٹنے اور دوسرے کا پیٹ پر ہنے لگا۔ جب بابر کا وقت قریب پہنچا تو اس نے  
 وزیروں اور رئیسوں کو بلا کر مضامین اور وصایا شروع کیں۔ اس میں اتفاق اور  
 محبت کی سخت تاکید کی۔ اور جہا یوں سے کہا کہ تخت بچھو مبارک ہو۔ میری ایک  
 بات ہمیشہ یاد رکھو کہ جہا یوں کو تکلیف دینے کا کبھی قصد نہ کرو۔ مگر اس وقت خلیفہ  
 نظام الدین کو دل میں جہا یوں کی طرف کچھ ہم اور خوف پیدا ہوا اس نے اپنی کوتاہ  
 سے یہہ چاہا کہ مہدی خواجہ بادشاہ کا داماد بادشاہ ہو۔ یہ بات لوگوں کو معلوم  
 ہو گئی تھی۔ اور دربار اوسکا لگنے لگا تھا۔ اور خواجہ مہدی کو بھی یقین اپنے بادشاہ  
 ہونے کا ہو گیا تھا۔ یہہ شانہ اودہ توجہ ان مزاج کا لاؤ بالی تھا۔ اسلئے میر خلیفہ  
 جانتا تھا کہ وہ میر ہمیشہ محکوم رہے گا۔ اور میں سلطنت فرے اور اڑاؤں گا۔ مگر  
 خواجہ مہدی سے ایک کام ایسا فرود ہوا کہ وزیر اپنی امید سے ناامید ہوا۔ اور  
 اسکا حل طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ایک وزیر خواجہ مہدی کے مکان پر خلیفہ

ملنے گیا اور محمد مقیم مصنف طبقات اکبری کا باب اسکے ہمراہ تھا۔ کہ تنے میں اسکے  
 لئے آدمی دوڑے آئے کہ جلو بادشاہ کا دم ہوٹوں پر ہے۔ خلیفہ جیبا وٹھا تو مہدی خواجہ  
 تعظیماً دروازہ تک پہنچانے گیا۔ اور محمد مقیم بھی رہ گیا۔ تعظیم کے سبب آگے تقدیم  
 نہ کر سکا۔ خلیفہ جب دور نکل گیا تو مہدی خواجہ اپنے آپ بڑبڑانے لگا کہ خدا چاہے  
 تو عنقریب اس پیر نابالغ کی کہاں کچھواتا ہوں۔ مگر جیبا وٹھے منہ موڑ محمد مقیم کو  
 دیکھا کہ وہ دروازے نکل رہا تھا۔ تو اسکے اوسان خطا ہوئے۔ مگر اوسنے محمد مقیم کے  
 کان پر طر کر خوب ایشیہ اور بسیا ختم بہم مصرع پڑھا کہ **مصرع**  
 زبان سخن سر سبز میدد برباد محمد مقیم فی بہم داستان خلیفہ سنائی۔ اور بھیایا  
 کہ اسے خلیفہ بہم کیا تیری ناماقت اندیشی ہے کہ تو ہمالیوں جیسے دشمنند تجربہ کار  
 اور اوسکے لائق بہائیوں کو جو پوڑ کر اس سفر مزاج کا حامی ہوتا ہے۔ اور سلطنت  
 بابر کی نسل سے دو سر خاندان میں منتقل کرتا ہے۔ اس فہمائش پر وہ بچہ خیالی  
 باز آیا۔ اور راہ راست پر آیا۔ اور ہمالیوں کا دوست بنا۔ اور خواجہ کے واسطے  
 بادشاہ کے نام سے حکم دیدیا کہ وہ دربار میں آئے نہ پائے اور نہ کوئی اوس پاس جا  
 غرض ۲۶ جمادی الثانی ۹۵۰ ہجری میں جہاد کی لڑائی ہوئی۔ اور خواجہ کو  
 جہاد کے کنارہ پر لگایا تھا بابر کی بہار عمر آخر ہوئی۔ اور وصیت کے موافق  
 لاش کابل بھیجی گئی۔ اس پر ایک عالیشان مقبرہ جہانگیر نے بنوایا جو کباب بھی سیلج  
 دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں۔ بہشت روزی باد تاریخ وفات  
 ۶ ہمالیوں بود و وارث ملک سے ۶ ہمالیوں کے جلوس کی تاریخ ہے۔ عمر بابر کی  
 چاس برس کی تھی اور اٹھتیس برس وٹھے سلطنت کی۔ خدا کی قدرت سے

یہ ہم امر بعد نہیں گرا بابر کی دعا اور التجا جناب الہی میں مقبول ہوئی ہو۔ جو لوگ تاثیر دعا کے قائل ہیں وہ بابر ہی کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس نے دکھائے کیا ہاتھ دھاتھا جان ہی سے ہاتھ دھاتھا یا تھا۔ مگر جو فقط عقل کے پابند ہیں وہ اس رائے کو دینے میں سکتے کرتے ہیں کہ مے نوشی کی کثرت نے بابر کو جادہ ضعیف کر دیا۔ آخر عمر میں اکثر مرض رہنے لگا۔ جب اس حالت ضعیف میں اپنے تخت جگر کا یہ حال متغیر دیکھا تو دل پر ایسا صدمہ پہنچا کہ زندہ نہ رہ سکا۔

### خلیفہ نظام الدین

یہ خلیفہ بابر کے قدیمی رفیق و یار تھا۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ بابر جیسے دانشمند بادشاہ کے روبرو اور ہمالیوں جیسے تجربہ کار وراثت کو سامنے اس کو یہ قدرت اور جرأت پیدا ہوئی ہو کہ خواجہ مہدی کے بادشاہ بنانیکا ارادہ کیا۔ اب اس تعجب پر اس تعجب یہ ہے کہ آگے چل کر کہیں تاریخ میں خلیفہ کا نام ہی نہیں آتا۔ نہ اکبر نامہ کچھ دے سکے ہاں بولتا ہے نہ فرشتہ کچھ کہتا ہے معلوم نہیں سچ میں کون فرشتہ اس کو کہا گیا

### وسعت سلطنت بابر

بابر نے سلطنت کو اتنا بڑا کر دیا کہ آگے قدم بڑھایا کہ ہندو کش سے پرے بختان اور قندھار تک دریا و سمیرا کے تمام حصہ اپنی اضلاع بلخ کی سرحد تک۔ اور ہندو کش کے جنوب کی طرف کابل، غزنی، قندھار۔ ہندوستان میں پنجاب اور کوہ ہمالہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ۔ سوار اسکے فغانستان کے بہت سے کوہستانی اضلاع ایسے تھے کہ جن کے اندر اس کی سلطنت برائے نام تھی \*

## واقعات با بری

بابر کا جو کچھ حال پہنے لکھا ہے اوسو عادتین اور خصلتین اوسکی سجدہ دار سجدہ جاسکے۔  
 مگر جب تک واقعات با بری کا بیان زبان پر نہ آوے۔ بابر کے کمالات اور فضائل پر  
 کے اندر ہی رہتے ہیں۔ اس کتاب میں اوسنے سوانح عمری اپنی ۱۵۲۹ء تک سچی سچی  
 ٹھٹھہ ترکی زبان میں لکھی ہیں۔ کہیں کہیں غوطہ ہی لگ گیا ہے ۱۵۰۸ء سے ۱۵۱۹ء  
 تک کچھ حال نہیں لکھا۔ اور اب سوا اس کے کہیں اور بھی کسی کسے زمانہ کا حال چھو گیا  
 ۔ اکبر کے ۳۲ء جلوس مطابق ۱۵۹۰ء میں مرزا خانخانان نے فارسی زبان میں اس  
 کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اوس میں نہ توڑک سمجھوری کی سی بناوٹ نہ توڑک جھاگیری کی سی  
 طمطراق پائی جاتی ہے۔ واقعات کا ایک بڑا تکلف بیان سادہ اور سچا کرنا چلا جاتا ہے  
 ۔ مجبور کی طرح ایسی باتیں بنا بنا کر نہیں لکھتا کہ جینیوٹی کے پاؤں تلے آنے سے طوطہ کہتا  
 بہا جس ترک خوشخوار نے شہر کے شہر ملک کر ملک بوجہ راج کئے ہوں۔ وہ اگر بدہ کا ہی  
 اوتار ہو کر دنیا میں آئے تو کہی یہ سمجھ میں نہ آئے کہ اوسکا کلیجہ پانچوں تلے جینیوٹی  
 آنے سے ہل گیا ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب غریب کتاب بے نظیر ہے زبان  
 کی فصاحت بیان کی بلاغت اوسکی اہل زبان کے نزدیک مسلم ہے۔ زبان اوسکی  
 ٹھٹھہ ترکی ہے۔ عربی فارسی الفاظ کا خرچ اوس میں زیادہ نہیں طرز ادا اور انداز  
 بیان وہ غصبت کہ اگر اوسکو کھول کر پڑھئے تو کہیں افسانہ کا مزہ آتا ہے۔ کہیں  
 تاریخ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے کسی بڑے  
 محقق جغرافیہ دان کا جغرافیہ پڑھ رہے ہیں جو کہی کسی ایشیا والے کو لکھنا نصیب  
 نہیں ہوا۔ جن ملکوں میں وہ رہا سہا لڑا بڑا اونکا حال تو ایسا لکھا ہے کہ تصویر

آئینہ کے اندر نظر آتی ہے۔ پہاڑوں کا بیان۔ اوپر سرف گولے کا تذکرہ۔ اون پر  
 سپر نکور کہہ کر کہہ لہنا۔ سنبہ زاروں کا لہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ دیر کا  
 بہنا۔ جنگلوں کا گہنا گہنا ہونا غرض کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ نباتات اور حیوانات  
 کا حال جو لکھا ہے اور اس میں ایک ملک کے میووں کی پودوں دوسرے ملک میں لکھائی  
 جو حکمتیں اور ایسی ہی اجنبی ملکوں میں جو جانوروں کی پرورش کی ترکیبیں لکھی ہیں  
 ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو ایک عجیب قدرت خدا داد قدرتیں شیاؤ کے  
 بیان کرنے کی حاصل تھی۔ خدا نے اسکو طبیعت ایسی نگین اور شگفتہ بنائی تھی  
 کہ باوجود زمانے اسکو ہقدر نشیب فراز دکھائے۔ کبھی تخت پر بٹھایا اور یہی  
 بوریات پیشے کو نہ دیا۔ مگر اسکا مزاج اس شاہی اور گدائی میں ایک ہی طرح کا رہا۔  
 جس حال میں رہا خوش رہا۔ جو وقت کہ تم قند کی سلطنت محروم ہوا اور چہ بہ  
 زمین اس پاس رہی تو وہ لکھتا ہے کہ آج میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور  
 اور نیند بھر کے سویا۔ اگر رزم کا بیان ہے تو دلچسپ اور اگر رزم کا ذکر ہے تو  
 دل کش ہے۔ وہ اپنے شراب کو جلسوں کا ذکر جا بجا کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ  
 پہلے پہل شراب ہر ت میں چاڑا دیباٹیوں نے بڑی منت سے پلائی۔ پہراؤ سکا چکا  
 ایسا لگا کہ کوئی جاگہ ایسی نہ تھی جہاں اسکا لطف نہ اڑھاتا۔ یاروں کے جلسے جاتا۔  
 اور خوب شراب میں اڑھاتا۔ ایک سنگ مرمر کا حوض بنوایا۔ اور اسکو شراب سے  
 لبالب بہرایا۔ اور اس کے کنارے پر یہ شعر کندہ کروایا۔

نور و نور بہار و رومی و دل باخوش است۔ بار بہ عیش کوش کہ عالم دو عالم است  
 دوستوں کو ساتھ لیکر بیباغوں کی سیر کرتا۔ کبھی سنبہ پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی

کبھی کشتیوں میں بیٹھا۔ اور عالم آب کی سیر کرتا کشتیوں کو دوڑاتا۔ آپ گانا اور  
 اور ورن کو گوانا۔ رباب پر ترکی تانوں کو اوڑاتا۔ شراب خود پیتا اور ارفضون کو  
 منقین کر کے پلاتا۔ کبھی کوئی نشہ میں لڑکھاتا تو اوڑاتا اور یاروں کے ہاتھ اسے گہر بھجوتا  
 ۔ یاروں کے ساتھ دھول دھپاتا اور خود او کو کچھ کہتا اور آپ کچھ ہنستا۔ غرض کس  
 کس بات کا بیان کیجے۔ وہ جن عیبوں کو کرتا ایسے ہنر کے ساتھ کرنا کہ وہ عیب  
 عیب نہ معلوم ہوتے۔ بڑے کاموں میں شہد کی مکھی نہ بنتا کہ جب نکلنے کا قصد کرے  
 پر ٹوٹ کر وہیں رہ جائے۔ بلکہ وہ مصری کی مکھی بنتا کہ مرزا اوڑاتا اور جب چاہتا  
 اوڑ جاتا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ نیت ہو چالیس برس کی عمر کے بعد شراب سے توبہ  
 کروں اور پہر اسے منہ نہ لگاؤں اس لیے اوتالیسویں برس میں بہت سی شراب  
 پیتا ہوں۔ مگر یہ عہد اسکا پورا نہ ہوا۔ اس لیے کہ من اسے شراب سے توبہ کی ہے  
 اگر اس عہد کے موافق شراب چھوڑ دیتا تو الیسا جلد ضعیف و ناتوان نہ ہوتا۔ وہ اس  
 پادشاہی پر عمر گزشتہ کا تاسف کیا کرتا تھا۔ اپنے لڑکپن کے دوستوں کی یاد میں پہر وں  
 رویا کرتا تھا۔ ماہنوں اور عزیز اور قارب کا تذکرہ اسطرح کرتا کہ گویا آؤ کی بغل میں  
 بیٹھا ہوا تھا۔ دوست اشدان کے سب بزرگ بے کاموں کو بے تکلف بیان کرتا  
 خواجہ کلان او سکا بڑا دوست تھا۔ کابل میں اس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس کے  
 ایک خط میں اول کچھ کاروبار سلطنت کا ذکر لکھا ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ اب میں نے  
 شراب سے توبہ کی ہے۔ تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم  
 سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھ کر پیتے تھے۔ تنہا شراب پینے میں کیا خاک مرہ ہے  
 صرف دو قدیمی یار حمید فلی اور شیر احمد تھاری پاس باقی رہ گئے ہیں۔ ہاے

بچھ کیا رشک سپر آتا ہے کہ تم کابل کے فرے اوڑا لے ہو۔ اتفاق سے ایک تربوز  
 میرے پاس آیا۔ اسے جب ترشاً تو مجھے اپنی تنہائی پر کیسیا افسوس آیا قتلے تربوز  
 کے منہ میں رکھتا جاتا۔ اور اٹھ اٹھ آنسو روتا جاتا تھا۔ یہ سب یارانے کی بہن  
 لکھنکراؤ سے حضرت میں یہ فقرہ لکھا کہ میری اس تحریر سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا۔  
 جس عمر میں لڑکے لے کر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور عمر میں وہ شہسوار بن  
 کر میدان جنگ میں وہ جید سپاہیوں کے کام کرنا کہ غفل حیران ہوتی تھی۔ گو کہ بن  
 ہی سے وہ بڑا سپاہی تھا۔ مگر عہد سپہ سالار جب ہی بنا کہ بہت سی شکستیں کھائیں  
 اور دین۔ ہندوستان کے میدانوں میں جو لڑائیاں لڑاؤ سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ اسکو سپہ سالاری کے کام میں بھی پر لے دجہ کا کمال حاصل گیا تھا۔ وہ آزاد  
 منش و رجم دل تھا۔ بعض مشائیں اسکی رجم دلی کی واقعات میں قابل یاد رکھنے کر  
 ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اسکا ایک دست شراب کی مجلس میں گر کر مر گیا۔ اسکو  
 غم میں اس روز تک آنکھیں آنسو نہ تھا۔ جانوں کی بڑی حفاظت کرتا۔ جن دشمنوں نے  
 اسکے ساتھ دغا اور فریب کیا۔ اسکا قصور اس حالت میں معاف کر دیا کہ مقام  
 اسکے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم کی ماکا بیان پڑھائے ہو کہ اس زہر دینے والی عورت  
 کو اس نے چوڑ دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیز خانی رگ بھی چڑھ آتی تھی۔ افغانستان  
 اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اس نے قیدیوں کو بڑی سیرجی سے قتل کیا۔  
 اور کھوپریوں کے مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چوڑائے۔ ایک دفعہ  
 اسقدر قیدی قتل کرائے کہ اسکا خون اتنا بہا کہ تین دفعہ خمیہ پادشاہی اس مذمت  
 اکبر لڑ گیا کہ خون آلودہ نہ ہو۔ اسکا یہ دستور تھا کہ وہ ایک جگہ پڑا نہ رہتا۔ مرنے سے



تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہے کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہو  
کیون ہوتے جب لڑائی بھڑائی سے فرصت نصیب تھی تو سیر و شکار سے فرصت نہ ملتی  
— باوجود علالت علاج فقط تفریح طبع کیواسطے دو دن میں کالپی سے آگرہ (۱۴۰ میل) کہوڑ  
پراوڑ گیا۔ دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ شیتان موجود تھیں مگر وہ گنگا جیسے دریا کو  
کپڑے اڈنا روکنگے ٹوار ہاتھ میں لے کر پاراؤنٹریگا۔ وہ لکھتا ہے کہ جو دریا راہ  
میں آتا۔ اسے تیر کر پاراؤنٹریگا۔

اسی اصل جیسی خدا نے اسکو جہان بینی اور شورشانی کو لکھو عقل مناسب اور بہت بلند  
عطا کی تھی۔ ایسی ہی اور چند کاموں کے واسطے فہم اور سمجھ بھائی کی تھی۔ عہد  
عہدہ بلوغ لگوائے۔ نہرین تالاب بڑے فائدہ مند کھدائے۔ بیگانہ ملکوں کے پہول  
پہلواری میوہ دار درخت لگوائے۔ یہہ اسی کا کام تھا کہ لیے کام اور سوقت کرتا کہ  
راناہ اسکو نیچے گراتا اور صدیوں اور آفتوں کو اس کے سر پر چڑھاتا۔ وہ ان گل ٹون  
اور شعر غزل سے دل بہلاتا۔ سواران واقعات بابر کی اسکی اور تصنیفات ہی  
ہیں۔ ایک ترکی زبان میں دیوان ہے۔ متانت اور بلاغت اسکی مشہور ہے۔ مثنوی  
مبین اسکی ایسی شہنوی ہے جسکو سب استاد مستند گنتے ہیں۔ ترجمہ رسالہ والیہ خواجہ  
احرار کا مطبوع خاص عام ہے۔ اس تمام تصنیفات میں یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی  
فارسی ترکی ہندی زبانوں سے ماہر تھا۔ اور شاعر شیریں کلام تھا۔ علم عروض و  
قوالی سے بہرہ کافی رکھتا تھا۔ اس پادشاہ کا حال میں بہت لکھا ہے۔ اگر طالع علم  
سب یاد نہ کریں تو اس خلاصہ کو دیکھ لیں۔

خلاصہ حال بابر کی سلطنت کا

بابر ہی تھا کہ جسے ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ تیمور  
 اوسکا دادا اور چنگیز خان نانا تھا۔ ۸۱۲ھ میں پیدا ہوا۔ ۳۵۰ھ میں مر گیا۔ گیارہ برس  
 کی عمر میں فرمانہ میں پادشاہ ہوا۔ انیس برس پادشاہ رہا۔ اس چھوٹی ہی سیاست  
 وراثت میں پاکر ایسا سلطنت کو وسیع کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا۔ دس برس  
 بہائی بندونسے اور دشمنوں سے لڑتا رہا۔ اور اتنی تہوڑی مدت میں وہ آفتین اوٹھا  
 اور مصیبتیں جیلین کہ شاید کسی پادشاہ کی کئی کئی پشتوں میں اوٹھانی ہوگی۔ کبھی سر پر  
 تاج شاہی ہوتا۔ کبھی قدم رکھنے کو جگہ ملتے۔ جیسا دلکاشت اور طبیعت کا مصیبت  
 پسند تھا۔ ایسا ہی غریب کا رنگین تھا۔ بچ اور مصیبت میں عیش و عشرت کرنا دوسری کا  
 کام تھا۔ کوئی مصیبت اوسکے دل کو نہ ہراسکی۔ ایک ملکہ خداداد اوسکو قدرتی اور  
 فطرتی ماشوں کے سمجھنے کا تھا۔ عربی فارسی ترکی ہندی زبانوں سے خوب ماہر  
 شعر خوب کہتا تھا۔ دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں فیاض اور رحم دل تھا۔ اگرچہ  
 کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ جسے وہ تیمور کا پوتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ایسے کاموں کا  
 کرنا اس زمانہ میں پادشاہوں کو سزاوار تھا۔ وطن میں مصیبتوں کے ہاتھ تنگ ہو کر  
 بے وطن ہوا۔ اور کابل کا پادشاہ بنا۔ اسوقت ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت  
 آپس کی نا اتفاقی سے خراب ہوتی تھی۔ اوسکو انگیر لے لیا۔ وہ تیمور کی طرح  
 حکمرانی ظلم اور ستم سے قائم کرنے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اہل ہند کے ساتھ ہولناکی اور  
 محبت پیدا کر کے سلطنت قائم کرنے کے لئے آیا تھا۔ جب اوشے پادشاہ اور حاکم ہو کر  
 محکوموں کے ساتھ محبت پیدا کی تو پھر اوسکا اوکھیرنا اور ہندوستان سے نکالنا  
 دشمنوں کی حد اختیار سے باہر ہو گیا۔ ایک بڑے زبردست راجہ سے بھی لڑا اور

فتحباب ہوا۔ پہر اپنے عقیدہ کے موافق اپنے بیٹے ہمایوں کی جان کے عوض جان ملی  
 یہ اصل لغت میں صاحب کی پہر تعریف واقعی ہے کہ جو سب زیادہ تعریف کو لائق ایشیا  
 میں بادشاہ گذرے وہ بابر ہے۔ واقعات بابر کی خود اپنے ایسی لکھی ہے کہ بادشاہ  
 کا دستور العمل و راند شاہی درست اور فکر و تصحیح کی تعلیم کا قانون ہے یہی بادشاہ  
 جسکی نسل میں پانچ ستواں بادشاہ ہمایوں اکبر جہانگیر شاہ جہان اور شاہ جہان  
 ہو کر گئی ایسے چھ بادشاہ ایشیا کو کسی ملک میں نہیں ہوئے۔ اکثر جگہ میں نے  
 اختصار کی نظر سے اس بادشاہ کا نام فقط بابر لکھا ہے۔ جنکا دل چاہی وہ بابر کی  
 جگہ حضرت کیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی پٹنہا کرین +  
**جنت ایشیا کی حضرت نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی**  
**تخت نشینی اور بہائمونکو**  
**ملک تخت نشینی**

جو جگہ بابر کی جگہ بادشاہ ہو چکا اور تھا تھا اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے۔ اب خلیفہ  
 نظام الدین کی معاونت سے ہمایوں چوبیس برس کی عمر میں خیم جاویدی الاول ۹۳۵  
 مطابق ۲۹ جنوری ۱۵۳۰ کو شہر آگرہ میں تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ اور  
 اس جلوس کی تیاری خیر الملک ہوئی۔ اس بادشاہ کے تین بہائی اور سے۔ اول کا  
 نام مرزا کامران مرزا ہندال مرزا عسکری تھا۔ مرزا کامران کا بل ورقندہ  
 میں کامران تھا۔ اور باقی دو بہائی ہندوستان میں بیکار تھے۔ ہمایوں چوبیس بہائیوں  
 کیوں ملے کوئی حصہ سلطنت کا باپ نہیں تجویز کیا تھا۔ جسے معلوم ہوتا ہے کہ اسے  
 اسکا مقصد وہ یہ تھا کہ بعد مرزا و سکی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے نہوں جب مرزا کامرا

باب کو مرنے کی اور بہائی کے پاوشاہ ہوئی کی خبر پہنچی تو سپٹ مین چوہے دوڑے۔  
 تعزیت اور تنہیت کا بہانہ بنا کابل سے روانہ ہوا۔ اور دھا کر کے لاہور پر قبضہ کر لیا۔  
 اور بہائی کو لکھا کہ یہ ملک مجھ کو عنایت کیجے۔ ہالون نے بہائی سمجھ کر یہ ملک دیا  
 اور پنجاب ورپشا اور لغمان کا حکم ران او سلکو کو دیا۔ اور دوسرے بہائی مرزا  
 عسکری کو میوات کا ملک حوالہ کیا۔ اس ملک کا دارا بخلافہ اور تجارتا تھا۔ تیسرے  
 بہائی مرزا ہندال کو سرکار سنہیل عطا کیا۔ اور کبر نامہ میں لکھا ہے کہ بدیشان مرزا  
 سلیمان کو دیدیا۔ سطرچ سارا ملک بانٹ بونٹ اپنے واسطے فقط وہ تھوڑا سا ملک  
 جو ابھی فتح ہوا تھا رہنے دیا۔ اور ملکوں کے ویدنیے سے تو بڑا سرچ نہیں ہوا۔ مگر پنجاب  
 اور کابل کا ملک کیا ہاتھ سے گیا بہادر اور جو احمد سپاہیوں کا کسیت قبضہ جاتا رہا  
 ۔ یہیں سپاہی تھو جسے سارا ملک فتح ہوا تھا۔ اور انہیں کی امداد پر آئندہ فتوحات  
 کا سارا مدار تھا۔ مگر اس سبب کہ ابھی بابر کی فوج جنگ جو اور تجربہ کار زندہ موجود تھی  
 اسلئے اول اول میں کچھ برسے آثار نہ ظاہر ہوئے۔ مگر جب انہیں پرانے سپاہی  
 مرنے لگے اور نئے اونکی جگہ میر میر ہوئے تو اس وقت حقیقت کہلی کہ اس لقمہ

ملک سے کیا کیا خرایان پیدا ہوئیں +  
**کالنجرا اور چنار گدہ جنور کی فتح**

ہالون نے باب کی اس وصیت پر کہ بہائیوں کے کہی نہ لڑنا خوب عمل کیا۔ اور  
 بہائیوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک تقسیم ملک میں کیا اور سکا ذکر اب ہو چکا ہے۔  
 بہائیوں کے اور دوسرا اور امرا کو بھی کشمیر بہر پر کے روپیہ انعام میں دیا۔  
 اس تقسیم انعام کی تاریخ اسلئے کشتی زر ہوئی۔ بعد اس انعام اور انظام کے

پانچ چہرہ مہینہ بعد ۹۳۸ھ وہ قلعہ کالنجر کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ ایک مہینہ کے محاصرہ میں اہل قلعہ تنگ ہو گئے۔ راجہ نے بارہ من سونا اور بہت سا اسبابِ صلح کر لی۔ اور بادشاہ کا خیر خواہ رفیق بن گیا۔ اس قلعہ کا محاصرہ ہی ہو رہا تھا کہ سلطان محمود سپہر سلطان لودھی نے مین اور بایزید افغانوں سے اتفاق کر کے جو پنور پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک فسادِ عظیم برپا کیا۔ ناچار ہمایون نے جھٹ پٹ راجہ کالنجر سے پیشکش لی اور صلح کر جو پنور کی طرف متوجہ ہوا۔ اس لڑائی میں شیر خان جبکا ذکر آگے مفصل آئے گا۔ سلطان محمود کے ساتھ شریک تھا۔ وہ اپنی عقل و دراندیش سے خوب سمجھتا تھا کہ افغانوں میں آسمین اتفاق نہیں ہے سیکے اونکو شکست یقینی ہوگی۔ یہ سچ سمجھ ہندو بیگ کی سانہہ سانش کر ہمایون کا پیغام پہنچوایا۔ کہ نمک خوار قدیم چاہتا ہے کہ حق ملک ادا کرے۔ کہ افغانوں شکست دلاوے۔ چنانچہ جس وقت لکھنؤ کے پاس افغانوں سے ایک جنگ عظیم ہوئی۔ تو شیر خان اس خوبصورتی سے کناہ کر گیا کہ سلطان محمود کو شکست ہوئی۔ اور وہ بہاگ کر پٹنہ چلا گیا۔ اور پہر سلطنت حاصل کر نیا ارادہ نہ کیا اور ۹۴۰ھ میں ملک اڑیسہ میں مگر گیا۔ شیخ بایزید ہی مے نوشی کے سبب راک گیا۔ غرض اب جو پنور ہمایون کے قبضہ میں آیا۔ اور جنید برلاس کے سپرد کیا۔ اور خود اگرہ چلا آیا۔ اور مہر جشن کیا اور نہرا ہا آدمیوں کو خلعت و انعام عطا کیا۔ بعد اس جشن کے ہمایون نے شیر خان پاس دمی بھیجے کہ قلعہ چنار گدہ حوالہ کرے۔ مگر شیر خان نے انکار کیا اسپر بادشاہ لشکر لیکر قلعہ پر چڑھ گیا۔ مگر اس شرط پر صلح ہو گئی کہ چنار گدہ شیر خان پاس ہے اور اس کا بیٹا قطب خان بادشاہ کی خدمت میں رہے۔ یہ واقعہ

## ۱۵۹۹ء میں واقع ہوا گجرات کی فتح کا بیان

سلطان حسین مرزا کا پوتا محمد زمان مرزا تھا اس زمانہ میں اس کے دل میں یہہ آیا کہ امرا و چٹائی کے ساتھ اتفاق کر کے ہمایوں کو عدم سے پری پہنچائے۔ اور خود پادشاہ بن جائے۔ اس لئے پادشاہ خود گنگا کر کنارہ پر پہنچو جو کی نواح میں آیا۔ اور یادگار ناصر مرزا کے ہمراہ بڑا لشکر بھجوا یا۔ اس نے دریا پار عبور کیا۔ باغیوں کو شکست دیکر بھاگ دیا۔ اور محمد زمان مرزا کو قید کر لیا۔ اور اس کے دو رفیقوں محمد سلطان اور ولی خوب مرزا کو بکڑ لیا۔ محمد زمان مرزا کی نسبت حکم ہوا کہ قلعہ سیان میں یادگار طغائی کی حریت میں نظر بند رہے۔ اس کے اور اس کے دو نو مقید ہوئے کی آنکھوں میں سلائی پیہری جک۔ انہوں نے کچھ آدمیوں ایسی سازش کی کہ ولی خوب مرزا کے سوا باقی دونوں کی آنکھوں کی تیلی سچ گئی۔ یادگار طغائی کے نوکروں کی سازش سے محمد مرزا قید سے بھاگ گیا اور گجرات پہنچا۔ اور محمد سلطان مرزا اپنے دونوں بیٹوں الخ مرزا اور شاہ مرزا کو ساتھ لیکر تھوچ کو روانہ ہوا۔ اور دمان جا کر افغانوں اور مغلوں اور جیو تو نکا ایک جگہ جمع کیا۔ اور ایک غدار اس نواح میں مچا دیا۔ سلطان بہادر شاہ شاہ گجرات پاس ہمایوں نے ایلچی بھیجا اور عہد و پیمان کے موافق محمد مرزا کو مارا گیا۔ اس کا جواب بہادر شاہ نے یہہ دیا کہ اگر کوئی بزرگ زادہ میری حمایت میں آئے تو اس کے ساتھ سلوک کرنا کسی عہد و پیمان کے خلاف نہیں۔ عرض سی بات پر ایسی رد و کد بڑھی کہ دونوں پادشاہوں میں لڑائی کی ٹہری۔

گجرات کی سلطنت کا حال پہلے پڑھو کہ وہ دہلی سے علیحدہ ہو کر ایک بڑی بڑی  
سلطنت بن گئی تھی۔ اب اوسمین بہادر شاہ پادشاہ بڑا الو العزم اور صاحب صلہ ہو  
اوسنے اپنی زور بازو سے اصل سلطنت کو وسعت دی۔ خاندانیں و راجہ نگر اور برار کے  
پادشاہوں نے اوسکے یہاں اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ اوسکے ملک خواہاں نہو تو سب  
ہو خواہ مین گے۔ سواہ اسکے مالوہ کی سلطنت کو بھی اوسنے اپنی قبضہ مین کر لیا تھا۔  
غرض ہمایون اور وہ دونوں برابر کی ٹکریں تھیں۔ جو ادھر ادھر امیر بگڑے بگڑے تھے وہ  
بہادر شاہ پاس جمع ہوئے شروع ہوئی۔ ابراہیم شاہ دہلی کا چچا اور سکندر لودی کا بہائی  
علاء الدین جسکو بابا بر نے چٹان دیا تھا۔ وہاں سے افغانستان اور بدخشان مین ہو کر  
گجرات مین آ موجود ہوا۔ اوسکا بیٹا تارخان خضاب تھا۔ وہ بہادر شاہ کو بہت چٹیا  
پڑتا تھا۔ بہادر شاہ کو اس بات کا بڑا خیال تھا کہ ہمایون سے جو عہد و پیمان ہو چکے  
اونکے توڑینکا الزام میرے سر پر نہ آئے۔ اسلئے وہ کام کو مضبوط اور تدریک کرنا تھا  
اوسنے فتنہ انگیزوں کی امداد روپیہ اور سپاہ مخفی بہت سی کی اور اکثر روپیہ نئی سپاہ  
بہرتی کر نیکی لئی دیا۔ اور اپنی سپاہ کو ادھر ادھر بھیج دیا۔ سلطان علاء الدین پاس بہت  
لشکر جمع کر دیا۔ اور اوسکو کالجہ طریف شورش برپا کر نیکی لئی بھیجا۔ برہان الملک کو  
حکم دیا کہ پنجاب پر جا کر حملہ کرے سلطان ابراہیم شاہ دہلی اوسکی معاونت کر چکا تھا۔ اوسکے  
عوض مین وہ لودیوں کی اعانت فرض سمجھتا تھا اور اوسکے دعویٰ سلطنت کو حق  
جانتا تھا۔ غرض وہ خود چوڑ کر محاصرہ مین مضبوط ہوا اور رانا سنگا سے ٹکرا رہا۔ اور  
فتنہ انگیزوں کو ادھر ادھر فتنہ برپا کر نیکی لئی روانہ کیا۔ نانہ رخان نے چالیس ہزار سپاہ  
کی جمعیت ہم بھیجا کہے بایں لے لیا۔ اور اگر وہ کا قصد کیا۔ ہمایون مالک شرقیہ کی سپہ سالار

مصروف تھا۔ جو وقت یہ خبر پہنچی۔ مرزا ہندال کو لشکر کے ساتھ اس بلا کے دفعہ کرتے ہوئے روانہ کیا۔ جو میں اس مرزا کی خبر تاتا خان کے لشکر میں پہنچی۔ توجیسا جٹ پٹ اکٹھا ہوا تھا ایسا ہی جلد پر گندہ ہو گیا۔ اب فقط تین سو آدمی تاتا خان پاس رہ گئے انہیں آرمیوں کے جہانگت ہو سکا ہاتھ پیر لائے۔ مگر آخر کار ہاتھ پیری نہ رہے۔ اور جان نے بھی بے مفاقت اختیار کی۔ جب اس لشکر کی یہ پر گندگی ہوئی۔ تو او لشکر جو قلعہ انگیزی کے لوی آباد تھے خود بخود تتر بتر ہو گئے۔ اور سارا بیاناہ اور اسکے مضامین پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۵۳۲ء میں واقع ہوا۔

اس شکست کے بعد شاہ کے دل کو برا صدمہ پہنچا یا۔ اور ہمایوں کے حوصلہ کو ٹر پایا۔ اب ہمایوں کا ارادہ مصمم ہو گیا کہ بہادر شاہ کو نقص عہد کی خوب نرا دے۔ اس سے اگر وہ سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ ہوت سلطان بہادر شاہ نے چور کا دوبارہ محاصرہ کر رہا تھا۔ اسے کام میں بالکل لان جاں وہ مصروف تھا جب ہمایوں ملکات کے اندر پہنچا تو اس نے یہ قلعہ لکھن بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ قطعہ

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور	کا فرمان را چہ طور میگیرے
یا دشا ہی رسید بر سر تو	تو شستہ چتور میگیرے

اس قطعہ کے جواب میں یہ قطعہ اس نے لکھا کہ قطعہ

منکہ ہستم غنیم شہر چتور	کا فرمان را بجور میگیرم
بہر کہ بکن حمایت چتور	تو بہ میں کش چہ طور میگیرم

اب بہادر شاہ نے اس جواب کے بعد مجلس مشورہ منعقد کی۔ اس میں اکثر عاید کی ہوئی ہوئی کہ محاصرہ کو اوٹھالینا چاہئے اور ہمایوں سے لڑنا چاہئے۔ مگر خان صدر



کہا کہ محاصرہ ایک مہینہ ہو رہا ہے۔ تھوڑے دنوں میں یہ کام ختم ہو جائیگا۔ اس کام کو  
 ختم کر کے کسی اور کام میں مشغول ہونا مصلحت ہے۔ سو اس کے بہایوں مسلمان دیندار  
 بادشاہ ہے۔ جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں وہ ہم سے لڑنے نہیں آگیا۔ اگر آگیا تو اس کا  
 منہ کالا ہوگا۔ اور لعنت کا طوق اس کی گردن میں قیامت تک رہے گا۔ ہم کو ترک جہاد  
 کا عند معقول حاصل ہوگا۔ یہ رہا بہادر شاہ کو بہت پسند آئی اور اسی پر عمل کیا۔  
 جب یہ خبر بہایوں کے کان تک پہنچی۔ تو اس نے لعنت ملامت کے خوف سے اپنی تسلیل  
 کی عادت سے ساز باز پور میں جب تک قیام کیا کہ ۱۵۳۰ھ میں قلعہ چور بہادر شاہ  
 فتح کر لیا۔ یہاں سے اس کو بہت سی دولت ہاتھ آئی۔ وہ اس نے اپنے سپاہیوں  
 تقسیم کی۔ اور بہایوں کے لشکر کے طریق متوجہ ہوا۔ غرض دونوں بادشاہوں کے لشکر  
 چلکر مند سوری میں پہنچے۔ ہر دونوں میں ایک لڑائی ہی ہوئی۔ بہادر شاہ کی  
 سپاہ کو شکست ہوئی۔ اس سے بہادر شاہ کا دل بڑا شکستہ ہوا۔ فوج کچھ پہلے سے  
 تھی۔ تاج خان صد خان نے تو یہ مشورہ دیا کہ سپاہ نے ابھی قلعہ جتو فتح کیا ہے  
 اور وہ مغلوں کی دوا و دوشل و حرب و ضرب کا خوب تجربہ کر چکی ہے۔ اس کا  
 بڑا ہوا ہے بہتر ہے کہ فی الفور دشمن پر کیا جائے۔ مگر رومی خان قسطنطنیہ کے  
 گولہ انداز نے یہ کہا کہ ایک بہاری تو بچا نہ ساتھ ہے۔ برتگیز قیدی گولہ انداز  
 ہیں۔ جب توپ کا سامان ایسا ہمارے پاس ہو تو بہر تلوار سے لڑنیکی کیا ضرورت ہے  
 بہتریوں پر کہ توپوں کا قلعہ بنے اور اس کے گرد خندق کھدی جس وقت دشمن ہم سے  
 لڑنے آئیگا ان توپوں کی مار سے مارا جائیگا۔ غرض اس صلاح پر بہادر شاہ نے عمل کیا  
 مگر یہ تہمندی اس کی کچھ کام نہ آئی۔ بہایوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے اپنی

سپاہ کو حکم سنایا کہ خبردار تو بچانہ کی ہوا کے پاس بھی نہ جانا۔ اور پانچ چار ہزار  
تیر انداز مقرر کئے کہ چاروں طرف دشمنوں کی رسد کو ٹھاکرین۔ جب سطح لشکر کو  
پڑے ہوئے دو مہینہ کا عرصہ گزر گیا تو کبھی کبھی جو انہوں میں چہرہ بہاڑ ہو جاتی  
مغل کبھی تو بچانہ کی مار میں نہ آئے۔ اور چاروں طرف سے رسد دشمنوں کی بند  
کروی۔ تو تو بچانہ کا قلعہ بندی خانہ بن گیا۔ تو پتھنگل و نہین کی وبال جان  
ہو گئی۔ نہ سپاہ پاس کہانے کو نہ جانوروں کو گھاس چرنے کو۔ تیر اندازوں نے  
سب طرف ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ جو رسد کی تلاش میں باہر نکلتا طعمہ اجل بنتا  
غرض جب یہ سب سامانی کا سامان اور ہزاروں جانور کاربان ہوا۔ تو بہادر شاہ  
سوچا کہ اگر میں یہاں ٹھہر تو ضرور دشمنوں کے ہاتھ میں پہنسا۔ اسلئے وہ ماند کو قریف گھاگ  
یہاں لشکر میں کچھ اپنے رفقا کو ہتھام کے لئے چھوڑ گیا۔ مگر بادشاہ کے بہاگم بھی  
سپاہ تتر بتر ہو گئی اور ایک ہنگی پڑ گئی۔ یہ واقعہ ۱۵۳۵ء میں واقع میں آیا  
غل بہادر اوسکی تاریخ ہے۔

سہا یون اس خبر کو سنکر تین ہزار سوار لے بہادر شاہ کے پیچھے ہوا۔ رستہ میں صدر خان  
سے لڑائی ہوئی گجراتیوں کو شکست ہوئی۔ غرض قلعہ باندھو میں بہادر شاہ کو جلد  
جاگہ لہر کچھ دنوں محاصرہ رہا۔ پھر سہا یون فقط تین سو سپاہیوں کو ساتھ لے قلعہ پر  
چڑھ گیا۔ ہر وقت دشمن ایسی سٹیجی ہولے ہوئے تھے کہ انہوں نے کچھ یہ خیال کیا  
کہ ایک مٹھی بہر آدمی اندر آئے ہیں۔ وہ بے تحاشا بہاگنے شروع ہوئے  
جب بہادر شاہ کو کہ سنو بہتر خواب پر آرام کر رہے تھے ہنگامہ کی خبر پہنچی  
تو وہ بھی پانچ چھ ہزار سوار لے گجرات کی طرف فرار ہوا۔ صدر خان اور عالم خان بڑی

اوسکے بڑے سپہ سالار اور مددگار المہام رحمی ہوئے۔ اور کپڑے ہوئے ہمایون پہنا  
اے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ صدر خان کی بہادری کی اور شجاعت کی سبب  
بادشاہ نے بڑی عزت کی کوئی کہتا ہے قید خانہ میں بچوا دیا۔ عالم خان کا ایک بیٹا  
اب تین دن بعد یہاں سے بھی ہمایون گجرات کی طرف کوچ کیا۔ بہادر شاہ نے  
چنپا نیر بہت کچھ خزانہ جمع کیا تھا۔ ہمایون جب یہاں آیا تو بہادر شاہ نے  
یہاں سے نکال کر احمد آباد میں لے گیا۔ اور چنپا نیر میں آگ لگا دی۔ اس آگ کو  
ہمایون نے بجھوایا۔ اور پھر احمد آباد کی طرف چلا۔ عرض آگے آگے بہادر شاہ پیچھے  
پیچھے ہمایون شاہ چلا جاتا تھا۔ آخر بہادر شاہ بند گاہ دیو میں پڑا۔ اور ہمایون  
کہنات میں خیمہ ڈالا۔ اور ایک جماعت سپاہ کو بہادر شاہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔  
بہادر شاہ کا ایک سردار ملک احمد لا د تھا۔ کوئی واڑہ میں وہ رہتا تھا۔ اوسنے  
جب دیکھا کہ ہمایون کے ساتھ تھوڑے آدمی میں تو کوئیونکو جمع کر کے ہمایون کے  
لشکر پر چہا پہ مارنے کا ارادہ کیا۔ مشہور ہے کہ ایک بڑھیا نے جکا بیٹا ہمایون کے  
لشکر میں قید تھا اس خون کی خبر بہادر شاہ کو پہونچائی۔ رات بہر بہادر شاہ ہوشیار  
صبح کو پانچ چہ ہزار کوئیون لے پاوشا ہی خیمہ پر چہا پہ مارا۔ اور سارا سپاہ  
لوٹ کر لٹکے۔ اوس سپاہ میں ایک بے نظیر نسخہ مسموم نامہ کا بھی تھا۔ وہ مسموم  
اور خوشخط بال تصویر لکھا ہوا تھا کہ اوسکے جلن میں ہمایون نے تمام شہر جلانے کا حکم  
دیدیا۔ اور ایک شہر آٹا فانا میں خاک سیاہ کر دیا۔ غرض ہمایون اور کوئیون <sup>جنگل</sup> <sup>اور</sup>  
سے ہمایون کو بہت نقصان پہونچا۔ اب ہمایون نے دیکھا کہ بہادر شاہ تو ہاتھ آتا  
نہیں۔ اسلئے اس کام سے ہاتھ اڑھایا۔ اور چنپا نیر کی طرف قدم بڑھایا۔

یہاں کے قلعہ کا محاذ اختیار خان تھا۔ خوب قلعہ کی محافظت میں اونسے کوشش کی مگر ہایون کو وہ طرف معلوم ہو گئی جہاں جنگل تھا۔ اور وہاں نہر کم کشوں اور اسودا بیچنے والوں نے بٹیا بنا رکھے تھے۔ اور وہاں ہی محصورین کے ہاتھ وہ اپنا سودا بیچتے تھے۔ ان سودی والوں کو مگر گریز بردستی اس سبب کا سراغ لگایا۔ اور وہاں جا کر دیکھا تو قلعہ کی دیوار بہت بلند تھی اس میں لوہے کی سلاخیں اور سنجین ایک ایک گز کے فاصلہ پر دائیں بائیں طرف گاڑیں۔ اور راتوں رات اونتالیں آدمی ان سنجین پر چڑھ گئے اور پھر ہیرام خان بعد ازاں خود ہایون قلعہ کے اندر داخل ہوئے اہل قلعہ کو جب یہ خبر ہوئی کہ خود پادشاہ قلعہ کے اندر آگیا ہے تو انہوں نے بہاگنا اور عورتوں بچوں نے فضیلوں گزنا شروع کیا۔ بہت آدمی مارے گئے۔ قلعہ فتح ہو گیا اختیار خان دوسرے روز پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ہرنارواہ کا قاضی زادہ تھا۔ اور علم و فضل کے سبب گجراتیوں میں بڑا رتبہ رکھتا تھا۔ پادشاہ نے اس کی قدر و منزلت کی اور اپنا مصاحب بنایا۔ یہ واقعہ صفر ۹۴۲ھ مطابق اگست ۱۵۳۵ء میں واقع ہوا۔

۔ اول ہفتہ صفر اسکی تاریخ ہے \*

جب یہ قلعہ فتح ہو چکا تو معلوم ہوا کہ بہادر شاہ کے رفیقین اور خزانوں کا حال ایک امیر کو معلوم ہے۔ ہایون نے مصاحبوں کی یہ خبر ہوئی کہ اسے پھر گرجوٹ مارے بیٹھے وہ خزانہ خود بتلا دیا۔ مگر ہایون نے حکم دیا کہ کوئی امیر اسکو دعوت بڑی دہم و دھماکے سے کہلائے۔ اور اس میں شراب خوب پلائے۔ پہر اس راز سربتہ کو کہلاوئے غرض یہی ہوا۔ اور شراب کے نشہ اور اسے بتلا دیا کہ فلاں حوض کا پانی نکلوا جائے۔ اور اندر سے ایک غار نکلے گا اسی میں خزانہ ہے۔ غرض اس خزانہ کے ہاتھ آئے۔

دولت حاصل ہوئی کہ سپاہیوں کو روپیہ سپرد نہیں بہرہ کے تقسیم ہوا۔ اور ایسا تمہل  
ہو گیا کہ بہرہ جہاں تک مال گزاری کی تحصیل کی طرف کسی کو توجہ نہ ہوئی۔ بعض دیوانوں نے  
بہادر شاہ پاس عرضداشت اس درخواست کی بھیجی کہ اکثر اضلاع اپنی سلطنت کو مغلوں  
کے عمل دخل سے بچے ہوئے ہیں۔ اگر کسی عامل کو بھیجے تو سب روپیہ اس ملک سے وصول کر  
حضور کی خدمت میں بھیج دیں۔ بہادر شاہ نے اپنے غلام عماد الملک کو یہ کام سپرد کیا۔  
جب وقت وہ جلا دوسو آدمی ہمراہ لے کر احمد آباد تک پہنچے پہنچتے پہنچتے پچاس ہزار روپے  
اور سیدل اس کے ہمرکاب ہوئے۔ کوئی کہتا ہے کہ بارہ ہزار غرض دسے احمد آباد کے  
سامنے جینے ڈالے۔ اور خراج اور محصول خوب وصول کیا۔ سو وقت ہمایوں شاہ  
دولت ٹھہرا ہوا تھا۔ جشن شامانہ میں مصروف تھا۔ سوا دس لاکھ روپے کو کسی اور بات کا  
ہوش نہ تھا جو مصاحب و مقرب اس پاس جمع ہو رہے تھے یہی نا عاقبت اندیش تھے  
پادشاہ کو باولانا کہا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ نازین امام نے سورالم ترکیف پڑھ  
پادشاہ نے اس کو بیدار کر کے سجدہ کرانے کو کہا کہ تیرے کچلوانے کا حکم دیا۔ چنانچہ  
بعد ان بدستیوں کے پادشاہ ہوش میں آیا۔ اور قلعہ چنیا نیر تروی بیگ کو حوالہ ہوا  
اور خود احمد آباد کی طرف چلا۔ راہ میں بہاول کے سپہ سالار مرزا عسکری کو عماد الملک  
نے شکست دی۔ مگر بہادر امداد اور ملک آن پہنچے۔ جسے گجراتیوں نے پیرا کر لے لیا  
اور دو ہزار کے قریب قتل ہوئے۔ احمد آباد مع مصافات مرزا عسکری کو جاگیر  
میں محنت ہوا۔ اور نہروالہ اور ٹٹن مرزا یادگار ناصر کو برٹوج مرزا بندوبست کو  
اور چنیا نیر مرزا تاروی بیگ کو اور برٹودہ قاسم حسین کو سپرد ہوا۔ اور مرزا  
ہندو بیگ کو ایک بڑا لشکر اس غرض سے سپرد ہوا کہ جس کسی حاکم کو سپاہ کی ضرورت ہو

تو وہ اس پاس پہنچے اور اس کی امداد کرے۔ اور بادشاہ خود بہان پور ہوتا ہوا ماندو کی طرف روانہ ہوا۔ اور گجراتیوں نے چاروں طرف حملے شروع کر دیے اور بادشاہ کے حاکموں کو ہنگامہ دیا۔

## گجرات اور مالوہ کا حکومت سے نکل جانا

یہ امیر بہاگ بہاگ کو مرزا عسکری پاس جمع ہونے شروع ہو۔ اب اس مرزا کی نیت میں بھی فساد آیا۔ ایک دن شرب پٹی مارون میں بیٹھتا تھا کہنے لگا کہ میں بھی غل سجانا ہوں۔ اور سپر غصنفرو سکے کو کمانے کیا کہ ہستی یا خورش منستی۔ سپر یارون نے قہقہہ لگایا۔ مرزا کو غصہ آیا۔ غصنفرو کو پھر قید خانہ میں بھیج دیا۔ وہ اس بند سے نکل کر بند رو میں بہادر شاہ پاس پہنچا۔ اور احمد آباد پر حملہ کر نیلے لڑا آدہ کیا۔ مغلوں کے سب منصوبوں اور ارادوں اور تدبیروں سے اس کو مطلع کیا۔ اور کہا کہ وہ سب بہاگنے کے لئے پابریاب بیٹھے ہیں مگر کسی بہانہ کی منتظر ہیں۔ اس امر پر سقد راجہ ر کیا کہ آپ مجھے قید رکھیں اگر میری بات میں لڑائی برابر ہی جھوٹ ہو تو سزا دیجئے۔ بہادر شاہ نے اس کہنے پر سپاہ ارستہ کر کے احمد آباد پر حملہ کیا۔ یہاں مرزا احمد و بیگ نور مرزا عسکری کو بہیمہ سمجھایا کہ آپ اپنی نام کا خطبہ پڑھوائے اور سکے چلائے تاکہ سپاہ انکو بادشاہ سمجھیں۔ اور خوب جان لڑا کر لڑائی لڑے۔ اگرچہ مرزا عسکری کو بہیمہ مارول میں منظور تھا مگر اس مجلس میں انہی مرزا احمد و بیگ کو اس کہنے پر سخت ملاعت کی۔ اب امیروں کی صلاح سے مرزا عسکری احمد آباد سے نکلا اور اسادل کے چیمپ شیر گنج میں خیمہ لگایا۔ بہادر شاہ بھی وہاں پہنچا۔ اتفاق سے ایک گولہ اس کے خیمہ پر مرزا عسکری کے لشکر سے آکر لگا۔ اور خیمہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبراہ۔ اور غصنفرو کو بلایا۔

اور بڑا کا حکم دیا۔ مگر اس نے کہا کہ جب تک لشکروں کی ہیلدفون میں صف اڑائی نہ ہو  
 خدا کی واسطے میری سزا سے باز رہئے یقینی آج رات کو مرزا عسکری بہاگ جائیگا جب  
 رات ہوئی تو مرزا عسکری کا یہ ارادہ ہوا کہ قلعہ چنیا میں چلے وہاں پادشاہ بنے اور  
 خطبہ و رسکہ جاری کیجئے۔ صبح کو سارا لشکر س طرح سوار ہوا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ  
 لڑائی ہو۔ مگر وہ سب بہاگئے کا سامان تھا۔ سید ہا و چنیا کو چلا۔ بہادر شاہ دو چار  
 روزا و سکو تعاقب میں رہا۔ مگر پہرہ و لٹا چلا آیا۔ اور ہاؤنکو لکھ بھا۔ کہ مرزا عسکری کا یہ ارادہ  
 ہے کہ اگر وہ کو جا کر لیلیون اور پادشاہ بن بیٹھوں۔ یہی خبر اور جا سو سونک ہی پادشاہ پاس  
 کی۔ مرزا عسکری چنیا میں پہنچا تو وہاں تار دی بیگ لے اندر نہ آؤ دیا۔ اور دوسری دور کیا  
 مرزا ہانسو مالوسج کر اگرہ کی طرف چلا۔ تار دی بیگ لے چنیا میں پادشاہ کو حوالہ کیا۔ اور مانڈو میں  
 پادشاہ سے اکٹرا ملا۔ اب ہاؤنکو ایک اندیشہ یہ تھا کہ کہیں مرزا عسکری اگرہ نہ دبا  
 بیٹھے دوم محمد سلطان مرزا اور اسکا بیٹا دونوں پادشاہ سے باغی ہو گئے تھے  
 اور برگنہ بلگرام کو تاخت و تاراج کر کے قنوج کا ستیاناس ملارہے تھے۔ اس سبب  
 وہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا مانڈو سے اگرہ کی طرف چلا۔ چوڑے نواح میں مرزا عسکری  
 پادشاہ سے ملا۔ اور اپنے چل آئیکا یہہ عذر پیش کیا کہ مجھے ہجرت کا کچھہ انتظام نہ ہو  
 تھا اسلئے مجبور ہو کر چلا آیا ہوں۔ پادشاہ نے بھی اس عذر کو قبول کر لیا اور اغراض  
 کیا۔ مرزا ہندال کو محمد سلطان مرزا سے لڑنکو بھیجا وہ اسکو شکست دیکر اگرہ  
 میں ہمایون پاس چلا آیا۔ خلاصہ اس تمام بنیان کا یہ ہے کہ بہادر شاہ کو ۱۵۲۳ء  
 میں اپنا سارا مال اور مالوہ دونو ہاتھ لگ گئے۔ یہہ دونو ملک کس محنت اور مشقت سے ہمایون  
 ہاتھ آئے اور کیا مفت ہاتھ سے نکل گئے۔

## ہمالیوں کا بنگالہ پر چڑھنا

ہمالیوں برس روز کے قریب اگرہ میں رہا۔ یہہ برس عجب طرح سے اونسے کاٹا۔  
 محل میں مست پڑا رہتا۔ دربار میں کہی نہ آتا۔ ہمنوں کی بینکوں سے کام تھا  
 اور کسی کام سے کچھ سرکار نہ تھا۔ اتفاق سے سی ۱۵۳۶ء میں سلطان جنید پیر  
 حاکم جو پور مر گیا۔ یہہ امیر افغانان شرقیہ کی سرکوبی اپنی حکمت اور تدبیر اور زور  
 شمشیر سے کرتا تھا۔ پادشاہ تو گجرات اور مالوہ کی غہات میں مصروف رہا۔ اس غرض  
 شیرخان افغان نے بہار اور جو پور اور قلعہ چنار پر تصرف کر لیا (شیرخان کا  
 مفصل حال و سکی تاریخ میں آگے بیان ہوگا) اور بہت کچھ سامان جنگ اور لشکر  
 مہیا کر لیا۔ اب اس شیر سے لڑنے کے واسطے ہمالیوں اگرہ سے ۱۵۳۷ء میں چلا۔  
 اور قلعہ چنار کے سامنے بے مزاحمت پہنچ گیا۔ شیرخان بڑا عاقبت اندیش تھا۔ وہ اون  
 سب خدوہن سے جو اسکو پیش آئے پہلے سو وقف ہو جاتا۔ اور اونکی روک تھام کویا  
 ایسی معقول تدبیریں سوچتا اور عمدہ تجویزیں کرتا کہ و سکی نظیر کوئی ہندوستان میں  
 نہیں ہے۔ جب اسکو ہمایون کے آنکی خبر پہنچی۔ تو اونسے چنار گڑھ کے قلعہ کو مستحکم  
 کیا اور اون میں سپاہ لڑنے کے واسطے متعین کی اور اپنے بیٹے قطب خان کو اسکا سپہ سالار  
 بنایا۔ اور خود بنگالہ روانہ ہوا۔ اور اس ملک کو بالکل فتح کر لیا۔ اور بہت کچھ غنیمت  
 اور دولت اسکا حاصل کی۔ اب ہمالیوں دریا دریا گیا تھا۔ اسلئے ضرور تھا کہ چنار  
 کو تسخیر کرے۔ اسلئے اسکو محاصرہ کا اہتمام سارارومی خان کے سپرد ہوا۔ یہہ می  
 وہی ہی جو مندسور کی لڑائی کے بعد بہادر شاہ سے جدا ہو کر پادشاہ ہمالیوں کی خدمت  
 میں ملازم ہوا تھا۔ غرض چہہ مہینہ تک محاصرہ رہا۔ اور رومی خان نے اسکو دیر



بڑی حکمت اور عقل سے نفع کیا۔ اور قطب خان بہاگل گیا۔ اور نہرا آدمیوں کو روک کر  
 خان کی سفارش سے بادشاہ فرمایا۔ دی۔ مگر مولدیک نے بغیر حکم شاہی کے ان کے  
 ہاتھ کاٹ ڈالے۔ بعض موضع لکھتے ہیں کہ فقط تین سو گولہ اندازوں ہی کے ہاتھ کاٹے  
 کچھ عجب نہیں کہ پہنچا ہو۔ اسلئے کہ ہر وقت تو پناہ نہ کو کام خطرناک سمجھے جاتے تھے  
 گولہ اندازوں کے ہاتھ اسلئے قلم ہو کر کہ آئندہ پہرہ ایسا لکھیں اور جن ہاتھوں سے  
 اونہوں نے بادشاہ کو لشکر کو گزند پہنچایا تھا اسکی پاداش میں وہ ہاتھ ہی  
 اپنے نہ دیکھیں۔ رومی خان کو یہ قلعہ بادشاہ نے عنایت کیا۔ مگر ٹھوڑے  
 دنوں میں حاسدوں نے اسے زہر دیکر اس دنیا سے چھڑی دی +

جب یہ مرحلہ طے ہو چکا تو بنگالہ پر چڑھائی کا ارادہ ہوا۔ اور گنگا کے کنارہ کنارہ  
 آگے چلا۔ پٹنہ تک نہ پہنچا تھا کہ بنگالہ کا بادشاہ محمود شاہ جبکہ ابوالفضل نے غلطی  
 سے اکبر نامہ میں نصیب لکھا ہے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ شیر خان  
 کے مارے اور اوپر مارا مارا پھرتا تھا۔ آخر لڑائی میں ایک زخم شدید اسنے کھائی  
 اور اترنے لگا۔ اچھا نہ ہوا تھا۔ جب بادشاہ پٹنہ میں پہنچا تو ہمایوں کو دو خواہوں  
 نے سمجھایا کہ برسات کا موسم ملک بنگال میں نہایت خراب ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ  
 کہ اس موسم کے ختم ہوتے تک آپ یہاں تشریف رکھیں۔ مگر بادشاہ بنگالہ کی  
 خود غرضی نے ہمایوں کو راضی نہ ہونے دیا۔ اور اسنے سمجھایا کہ شیر خان ابھی  
 بنگالہ لیا ہے۔ قدم اسکے ابھی نہیں جسے فرصت دینی مصلحت نہیں ہے۔  
 ہمایوں نے بھی اس مسورہ کو پسند کیا۔ اور کوچ کر کے بہاگل پور پہنچا۔ وہاں  
 لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ شیر خان نے یہ حکمت کی کہ اپنے بیٹے جلال خان

سیکراگلی گڈھی کی خطاط کو اسطر روانہ کیا۔ یہ گڈھی بہار اور بنگالہ کے وسط میں  
 بنگالہ کا دروازہ کھاتا تھا۔ جلال خان نے پندرہ ہزار سپاہ اس گڈھی کا  
 خوب بندوبست کیا۔ پادشاہ جب منگیر میں پہنچا تو اس نے مرزا ہندال کو  
 اگرہ روانہ کیا۔ اسلئے کہ محمد سلطان مرزا اور الف مرزا پادشاہ پاس سے بہاگ گم  
 تھے۔ اور ملک میں انہوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا۔ پادشاہ نے جہانگیر  
 کو اس گڈھی کے فتح کرنے کے واسطے بھیجا۔ اس نے جلال خان سے شکست کھائی  
 ۔ اور بہت نقصان اٹھایا خود زخمی ہوا۔ اور پادشاہ پاس چلا آیا۔ پہر خود پادشاہ  
 گڈھی کے سامنے آیا۔ جلال خان بغیر لڑے بھرے چلا گیا۔ پادشاہ کو بڑا تعجب  
 ہوا کہ یہ سنگ راہ خود بخود کیوں اڑ گیا۔ جسے بنگالہ کا راستہ صاف ہو گیا  
 ۔ کوئی روک ٹوک باقی نہ رہی۔ اب ۱۶۷۹ء میں پادشاہ گور میں پہنچا۔ شیر خان کا  
 پہلے ہی سے یہ منصوبہ تھا کہ پادشاہ کی اس فوج عظیم کے سامنے اس سال میں  
 نہ آئے۔ اور بہت میں اس کو مٹائے۔ اسلئے وہ مع اہل و عیال در دولت  
 مال لیکر کوہستانی خطہ میں جنوب مغربی سمت میں رہتا پاس چلا گیا چار  
 کے امتداد محاصرہ شیر خان کو گور کے لئے لینے کی فرصت اور محمود شاہ پادشاہ  
 بنگال کو شکست عظیم دیدینے کی بہت مل گئی۔ مگر اس قدر اور وقت کی اس کو  
 ضرورت تھی کہ بنگال کی غنیمت کو رہنماں میں لے جائے۔ اور اپنی منصوبوں  
 موافق کھیلے ہوئے ملکوں کا بندوبست کرے۔ اسلئے اس نے اپنے بیٹے جلال خان  
 کو یہ ہدایت کی کہ ہایون کو گڈھی سے گزرنے نہ دے اور وہیں روک پڑے  
 اور کوئی لڑائی نہ لڑے۔ اور وقت پا کر میر کاس سپاہ و نہیں چلا آئے +

گور غیر مقابلہ اور مقابلہ کے ہمایون کے ہاتھ آیا۔ اور اسکا نام بدل کر حجت آباد رکھا۔ یہاں تین مہینہ تک توقف کیا۔ برسات کا موسم تھا۔ بادشاہ کو عیش اور عشرت کو سوا کچھ نہ سوچا لڑائی کے کاموں سے خبر نہ ہو اس موسم کے سبب چاروں طرف پانی پانی نظر آتا تھا۔ ندی نالوں کا وہ زور شور تھا کہ ادھر گندناوشوار تھا۔ غرض اس برسات نے تمام لڑائی کے کاموں کو ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ سپاہیوں کا دل گرمی کی شدت سے افسردہ اور پیرودہ ہو گیا تھا۔ برسات کے بعد جو برا موسم آتا ہے اسے بہت سی سپاہی اور گھوڑے اونٹ مر گئے۔ جب راستے پہلے تو سپاہی بہا گئے شروع ہوئے۔ غرض ہمایون کا لشکر ٹوٹ گیا اور تھوڑا سا رہ گیا۔ شیرخان کا جو منصوبہ اس سال میں نہ لڑنے کا اور چالیوں کی سپاہ کو برسات کا مزہ چکھانے کا تھا اس آقاؑ

مرزا ہندال آگرہ میں پہونچا۔ یہاں جبرکام کے لئیو یعنی سلطان مزا کی سزائش کر لئے جو ہمایون نے بھیجا تھا اور سکا خیال چھوڑ کر اب اسکو یہ دہن لگی کہ بادشاہ سے مخالفت اختیار کیجئے۔ اور خود شہر بار ہو جائے۔ یہم خوب موقع ہاتھ لگا ہے۔ اس بات کے لئے اول اسنے یہم چٹہر نکالی کہ شیخ بھلول بادشاہ کے پیرو مرشد کو افغانوں سے ملے ہونے کی تہمت لگا کر مار ڈالا۔ یہم کام صلاح کاروں نے مرزا سے اسلئے کر لیا تھا کہ بادشاہ اور مرزا کے دلوں کا بگاڑ آشکارا ہو جائے۔ <sup>الفضل</sup> البو نے اس پر کیا نام شیخ بھول لکھا ہے اور اسکا بیان اسطرح کیا ہے کہ جب ہمایون مرزا ہندال کے فاسدار ادون کی خبر پہونچی۔ تو اسنے اس شیخ کو نصیحت و پند کے لئے بھیجا تھا۔ مگر وہاں جب نمکرو امون نے دیکھا کہ اس شیخ کو سب سے تمام گھبراہٹ

بگڑ جاتا ہے تو اول اوس کا کام مرزا کے ہاتھ سے کرایا۔ ابا اوس نے بید پرک خطبہ ہی نام کا پڑھوایا۔ ہر چند اوسکی مانے اس حرکت سے منع کیا اور لباس نامی پہنا گرا و سنے کچھ نہ سنا۔ اور دہلی چلا آیا۔ اور اور کا محاصرہ کیا۔ کالپی ہی باد گارنا صر مرزا دہلی میں آگیا۔

## ہمایون کا تنزل و شیر خان کی ترقی

اب ہمایون کو اپنے بہائیوں کی طرف سے ہت اندیشہ ہوا۔ مرزا کا مران نے جبوقت یہ سنا کہ مرزا ہندال ہمایون سے پہر گیا۔ اور دہلی کا محاصرہ کیا۔ اور شیر خان شیرین گیا اور بادشاہ طرح طرح کے مصائب و تکالیف میں مبتلا ہوا۔ تو اوس نے اپنی بادشاہ ہونے کا ارادہ کیا۔ اس فکر میں لاہور سے کوچ کرکے ہوا دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ میں بہائی کی امداد کو رعایت کو جاتا ہوں۔ جب دہلی میں پہونچا تو مرزا ہندال کو دیکھا کہ محاصرہ میں مصروف ہے۔ وہ ہی اوسکے ساتھ شریک ہو گیا۔ فخر الدین علی کو تنزل نے قلعہ سے نکل کر مرزا کا مران سے کہا کہ باد گارنا صر سے نمک حرامی نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ آپ اگر تشریف لے جائیں اور اوسکو تصرف میں لائیں۔ پھر دہلی خود ہاتھ باندھو حضور کے سامنے کھڑی ہو جائیگی۔ ان دونوں بہائیوں کو یہ بات بہائی۔ اور اگرہ کی طرف چلنے کی ٹہرائی۔ مگر جب وہ اگرہ کو پاس پہونچے تو اس میں کچھ شکر رنجی ہو گئی۔ مرزا ہندال پانچ چار ہزار سوار ساتھ لے کر چلا گیا۔ اور کا مران نے اگرہ میں بادشاہی کا ڈکھنچا جب یہ متوجس خبریں ہمایون پاس پہونچیں تو اوس نے سوار اسکے کوئی علاج نہ سوچا کہ ملک ہنگال کے کام کو جہانگیر بیگ کو سپرد کیا اور خود اگرہ چلا۔ اور جون تون رستہ چیر ہوا جو سار میں پہونچا۔ اور یہاں سے بہائیوں کے خط پر خط بڑی منت اور سماجت سے لکھے کہ اسے برادران عزیزنا سوقت شیر خان بٹرا زبردست مخالف ہے۔ ہم سب پر واجب ہے

کہ متفق ہو کر اس شیر کے پنجے سے ایک چٹائیں۔ دیکھو باپ نے کیا جان کہا کہ یہ ملک لیا  
 اب ہماری ناتواقیوں سے مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ خاندان کا نام و نشان مٹا جاتا ہے  
 جب اس بلا سے ہم سب کی نجات ہوگی۔ اس وقت جطرح مہاری مرضی ہوگی ملک اسپین  
 بانٹ لیں گے۔ مگر ان کم نخت ہائیں بہائیوں نے ایک نہ سنی اور اوٹھے یہہ سمجھے کہ  
 ہائیوں کے سامنے ہمارا حملہ نہیں روشن ہوگا۔ اگر اسکا چراغ گل ہو گیا تو بہ شیر خان  
 نے سمجھنا کیا بڑی بات ہے۔ ہماری فرمانروائی اور شاہی کا سدراہ یہہ ہائیوں ہی  
 بنور ہے۔ یہہ حال تو ہائیوں پر گزرا تھا۔ ادھر شیر خان کی طرح میدان میں آیا  
 اور بہار اور بنارس چار گڑھ کو دوبارہ لے لیا۔ جو پور کا محاصرہ کیا۔ گنگا سے آگے  
 قلعہ تک جا بجا تاکہ بندی ہائیوں کے روکنے کو واسطے کر دی۔ جب ہائیوں کا لشکر بکیر میں  
 پہونچا۔ تو شیر خان کی طرف سے خواص خان نے تھوڑی فوج سے بادشاہ کے لشکر پر  
 چھاپا مارا۔ اور شکست دیکر لشکر کو پریشان کر دیا۔ غرض اس فتح سے شیر خان کا دل  
 اور شیر مہرا۔ اسے اسکی سوچ سمجھ کے کاموں میں دلیری اور بیباکی اور زیادہ ہو گئی  
 اور اعتبار اور اغزاز بڑھانے کی واسطے اپنا لقب بھی بادشاہ رکھا۔ جب ہائیوں بکیر میں  
 پہونچا تو اسکو یہ خبر لگی کہ شیر خان نے جو پور کا محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور دو منزلہ منزل  
 کرتا ہوا بنارس سے چلا آتا ہے۔ اور آخر منزلہ میل کی ایک دن میں کوہ بکیر میں  
 پہونچا۔ ہائیوں کو لوگوں نے سمجھایا کہ آج یہہ شیر تہکا تہکا آیا اس کے مارنے کا خوب  
 موقع ہے۔ مگر سپاہیوں نے ایسا استابل کیا کہ یہہ کام بن نہ پڑا۔ راتوں رات شیر شاہ  
 تمام لشکر کے گرد خدقین ہو دینے اور مہرے تیار کر کے قلعہ بنالیا۔ پھر جیسے چھوٹا  
 اور سپر حملہ کرنے سے دل چھوٹتا تھا۔ ہائیوں نے اپنی لشکر کے گرد ہی خندق کھدوائی

اور شہستان اکٹھی کین۔ اور لڑائی کو ٹالتا رہا۔ اور گنگا کا پل اس نظر سے بناتا رہا کہ موقع پا کر اسکے دو سر طرف کنارہ کنارہ چلا جائے۔ شیر خان توقف کو اپنے حق میں کیمیا جانتا تھا۔ اسلئے اس پل کا کچھ متعرض نہوا۔ اور اس میں دو مہینہ کا عرصہ گزر گیا۔ جب پل بننے کو قریب پہونچا تو شیر خان یہ چال چلا کہ اپنے خمیوں کو وہی صورت بنائی رکھی جو تھی اور چپکے سے ایک فوج جہاز سمراہ لے راتوں رات چھپی جیسے ہمایوں کی فوج کے پیچھے آگیا۔ اور دشمنین سے کسیکو خبر نہ ہونے دی۔ اکثر معرغ یہم لکھتے ہیں کہ شیر خان نے یہم رو باہ بازی کی کہ اپنے پیر و مرشد شیخ خلیل کے ہاتھ یہم پیغام بادشاہ کو پہنچا کہ مجھے یہم ملک بنگالہ عنایت ہو۔ اسے زیادہ میں کچھ اور نہیں چاہتا۔ او میں ہی حضور کا خطبہ اور سکے جاری رکھوں گا۔ بادشاہ اسوقت یہ بات غنیمت سمجھا۔ اور اسی عہد پیمان پر قرآن شریف پر مٹامٹھی ہوئی۔ مگر دوسرے دن شیر خان نے قرآن کو بالائے طاق رکھا۔ اور سپاہ کشین حصے کر کے تلوارین سونت بجلی کی طرح ہمایوں کے لشکر پر آن پڑا۔ اتنی فرصت بھی مذی کہ لشکر تیار ہو کر سامنے کھڑا ہوتا۔ اس پر ہی ہمایوں نے ٹرنیکا ارادہ کیا اور نقارہ جنگ بجایا۔ کوی نین سوسوار اسکے گرد آنکر کھڑے ہوئے۔ کہ شیر خان کے ساتھیوں نے ان گہیر۔ بادشاہ نے ایک ہاتھی مستک میں تیرا سیما مارا کہ وہ وطن گڑ کر رہ گیا۔ مگر اس ہاتھی پر سے ایک تیرا ندانے نہی وہ تیرا کہ بادشاہ بازو زخمی ہوا۔ آگے اور بادشاہ کا ارادہ لٹنے مرنیکا ہوا۔ مگر امرا و اسکے گھوسے کے باگ موڑ کر دریا کی طرف کشان کشان لیکئے۔ پل تک بنانہ تھا۔ توقف میں جان کا اندیشہ تھا۔ اسلئے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ مگر دریا میں ٹھوگھا کہہا کہ گھوڑا

پادشاہ بھی ڈوبکیان کہانے لگا ایک بستی مشک پر تیرا چلا جاتا تھا جبکہ  
 پادشاہ کا یہ حال دیکھا تو اسکو مشک پر بیٹھا کر دریا پار اٹھا کر دیہ کنارہ پر اتار کر  
 پادشاہ نے اس سقہ کا نام پوچھا تو سنا اپنا نام نظام بتلایا۔ پادشاہ نے اسے  
 کہا کہ تیرا نام حضرت نظام الدین اولیا سے زیادہ مشہور معروف کر دوں گا۔ اور جب  
 تخت پر بیٹھو گا تو دوسرے کی پادشاہی دوں گا۔ جب پادشاہ پر یہ نوٹ گزری  
 تو سپاہ کا کیا کر رہے۔ جسکی جد ہرینگ سکا ادھر چلا گیا۔ بہت سے نوہین  
 ماری گئے۔ کچھ کچھ پیرین بہنیں ہنس کر اس دنیا کی دل دل سے چھوٹے۔ کچھ دریا  
 میں جلجھ نہنگ جل ہوئی۔ آٹھ ہزار آدمی اور بڑے بڑے رئیس خاک میں مل گئے  
 اس ہلڑمین ہمالیوں کی بی بی حاجی سلیم دشمنوں کے نرغہ میں آگئی۔ پادشاہ فی بڑے  
 بڑے رفیق اسکی خلاصی کے واسطے بھیجے۔ لیکن جو گیا جان سے گیا۔ شیخان  
 نے بڑی انسانیت اور مردی کا کام کیا کہ جوقت اسکو اس ملکہ کا حال معلوم ہوا  
 تو ہونے ساری لشکر میں ڈونڈی پٹوالی کہ کوئی مغلائی خیمہ میں پہننے نہ پائے۔  
 ایک موضع لکھتا ہے کہ چار ہزار مغلائیان جمع ہوئیں غرض ملکہ اور ان سب عورتوں  
 کو بغت و حریت ہمالیوں پاس پہنچا دیا۔ یہ حادثہ عظیم ۹ صفر ۱۰۳۹ھ مطابق ۲۶ جون  
 ۱۵۳۹ء وقوع میں آیا۔ اب ہمالیوں تھوڑے سواروں کے ساتھ اگرہ میں آیا۔  
 ہوان مرزا کامران موجود تھا۔ بہائی کے آنکی خبر سنکر اسکے پاس گیا اور فرمایا  
 ہوا۔ مرزا مندلاں ہی شرمندہ ملز فکندہ۔ مرزا کامران اور ملکہ سمجھائے سی حاضر ہوئے  
 اور بڑے بڑے امیر اور ہر دوسرے بھی چلے آئے۔ اسی شان میں میان نظام سے  
 بھی پادشاہ کی جان و مال کو دعا دیتے ہوئے تخت کی پایہ سے آگے۔ پادشاہ نے

اوسے دور سے پہچان لیا اور دو پہر کے لئے اپنے وعدہ کو موافق تخت اوسکے جلوس کے  
 مشہور ہو کر اس سفقہ نے اپنی دو پہر کی سلطنت میں مشکین کتر واکر جام کے دام چلا  
 اور اپنے بہائی بند و نگو نہال کر دیا عرض جب بہائیوں اور امر اکا اجتماع ہوا۔  
 تو ہائیوں ہر روز مجلس مشورہ منعقد کرتا۔ بہائیوں کو بلاتا۔ اور شعیب و فراز  
 سمجھاتا۔ اور کہتا کہ اگرچہ انخواستہ شیرخان قوی پنجہ ہو گیا تو ہم سب کا کہیں پتانہ  
 لگے گا۔ مگر کامران کا دل صاف نہ تھا۔ اسلئے ان صلاحوں اور مشوروں کا کوئی نتیجہ  
 نہ ہوتا۔ چہ مہینہ کا عرصہ اس گفتگو میں گذر گیا اور کوئی بات پیدا نہیں ہوئی۔ مگر  
 کامران اس عرصہ میں علیل ہو گیا۔ اوسکو اس بیماری میں یہ یقین ہوا کہ ہائیوں کے  
 زہر اوسے دیلے ہے۔ خواجہ کلان لشکر چٹائی کا عمدہ سپہ سالار عہد بابر کی کامرزا  
 کامران کے ساتھ آیا تھا اوسکو دل اند کیا۔ اور پہر آپ چلا گیا۔ اور ہائیوں کی ساری  
 سپاہ کا دل بچھا گیا۔ اور اوسکے ساتھ بہت سپاہی پادشاہ کے چل گئے۔ غرض  
 ان بہائیوں کی بیوٹ سی ایک دن بہانہ پہوٹ ہی گیا۔ اب یہ واقعات تو ہائیوں  
 گذرے۔ اب شیرخان کی سنے کے واسطے ازل جہاگیر قلی کوچ کو ہائیوں پانچ چہرے  
 سواروں کے ساتھ بنگالہ میں چوڑا آیا تھا قتل کیا۔ اور اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ اجاگر  
 خطوط اس فتح کے مبارکبادی میں لکھ جائیں۔ اور سپہامیروں نے عرض کیا کہ  
 اب حضور خط کیا لکھیں گے فرمان جاری فرمائے۔ اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا  
 اور سیکہ لگائے۔ شیرخان نے اس بات کو قبول کیا۔ اور شیر شاہ خطاب کیا  
 اور پورا پادشاہ بن گیا۔ اور قنوج اور کالپی کے ملک وہ مالک ہو گیا۔ جیسی خان  
 کو گجرات اور مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ اور وہاں کے حاکموں اور سرداروں کو لکھا کہ



اپنا بیٹا پہنچا ہوں۔ اب صبا حب و سکی امداد درمک کیجئے گا۔ اور جب ہمایون قنوج کی طرف شورش برپا کرے تو آپ میرے بیٹے کو سہارا دے کر تھہر کر آکرہ اور دہلی کے ملکوں کو تاخت و تاراج کیجئے گا۔ اس بات کو سبے سنکر سربوچیم قبول کیا۔ یہاں سرداروں کا سردار ملو خان تھا۔ وہ مانڈوا اور سانگ پور اور ارجن کا مالک بن بیٹھا۔ قادر شاہ اپنا خطاب کہا تھا۔ اس کا نام طغداروں کی فہرست میں سب سے اول تھا شیر خان نے اس نام کو کتر کر اپنی بگڑی میں کہہ لیا تھا۔

جب یہ خبر آئی کہ ہمایون نے قنوج کی طرف رخ کیا۔ تو شیر شاہ نے اپنی بیٹی قطب خان کو بانڈو کی طرف روانہ کیا۔ اور وہاں کے امیروں کو ادھار دیا اور دلا بھائی کو نے اس بات کو سنا تو اس نے اپنی دونوں بہائی مرزا سنہال اور عسکری کو خریدی روانہ کیا۔ یہاں قطب خان آگیا تھا۔ پہر وہ یہاں سے چاندہ میں چلا گیا۔ جب امراء مالوہ نے دیکھا کہ بادشاہ کے دو بہائی چلے آتے ہیں تو وہ یہ سمجھے کہ افغانوں کی مدد کر کے کیوں مغلوں سے جھگڑا مول لیں۔ اس لئے افغانوں کی امداد سے پہلو تہی کی اور جب قطب خان کو مغلوں سے شکست ہوئی تو اس کا سر کاٹ کر ہمایون پاس بھیج دیا۔ شیر شاہ کو اس بیٹے کے مرنے کا کمال رنج ہوا مگر زبان سے افس نہ کی۔ اور امراء مالوہ سے ایک مدت بعد اپنے دل غبار نکالا۔

### ہمایون کی دوبارہ لشکر کشی اور شکست اور فرار

عرض کا لپی یا چاندہ کی اس فتح سے اور مغلوں کی کچھ نہی سپاہ آجانے سے ہمایون کا بہر حوصلہ بڑھا اور لشکر کشی کا ارادہ ہوا۔ اور وہ خود قنوج کی طرف آئے۔ کہتے ہیں ایک لاکھ سوار اس پاس تھے۔ وہ دریا کے کنارہ کنارہ چکر قنوج پر آ

دریا پاراوتر۔ وہاں شیرشاہ بھی پچاس ہزار آدمیوں کا لشکر لے شیرکی طرح گہات میں  
 بیٹھا ہوا تھا۔ یہہ دونوں لشکر مہینہ بہر تک ایک دوسرے کے آمنے سامنے پڑی رہے۔ اب  
 لشکر ہالیوں میں پہوٹ پڑی۔ محمد سلطان مرزا اور اسکے بیٹے کہ بیوفائی کے پتلے  
 تھے ہالیوں کو چوڑ چھاڑ چلے۔ اور ایک بری راہ نکال گئے اور لشکر کے دل کو  
 بچھا گئے۔ مرزا کا مران نے جو کچھ سپاہ برے نام ملک کیوٹو چوڑی تھی وہ بھی  
 چل دی۔ غرض کچھ ایسی بددلی ہالیوں کے لشکر پر چھا گئی کہ اوہر اوہر سپاہی چکے چکے  
 کہنے شروع ہوئی۔ اب اوپر سے برسات سر پانی لشکر تیش کی زمین پڑا تھا۔  
 وہ پانی سے بہ گیا۔ ارادہ ہوا ہی تھا کہ یہاں سے لشکر اٹھا کر کہیں اونچی زمین پر  
 لیجاؤں کہ اتنے میں شیرخان بجلی کی طرح لشکر پر اڑا۔ یہہ دیکھ کر ہالیوں کا لشکر  
 سرٹ پٹا گیا۔ ہاتھ پر پھول گئے۔ اوسان بھول گئے۔ تھوڑے ہی لمحے میں  
 سپاہی تھے جنکو مرنے کی سوچی باقی کو بھاگنے کی پڑی۔ اسوقت ہالیوں کو کسی  
 غیرت آئی کہ وہ اس میدان میں مرنے کو بھاگے ہی بہتر سمجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ  
 آج ہی جان دیدے۔ مگر خدا کو ابھی اوسے اور اوسکی اولاد سے بڑے بڑے کام  
 لینے تھے۔ جسوقت اتفاق سے اوسکا گھوڑا زخمی ہوا۔ اور اوسنے یہہ جانا کہ گھوڑو کو  
 سنبھال کر افغانوں پر حملہ کرے کہ اوسکے بعض دولت خواہ اور ہوا خواہ گھوڑو کی  
 باگ موڑ کر دریا کے کنارہ پر لے آئے۔ اب یہاں متردد تھا کہ کیا کروں۔ اتنے میں  
 ایک بوڑھے مرل ہاتھی پر نظر جا پڑی۔ فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لا۔ وہ لایا اور پاد  
 اوپر بیٹھا۔ اوسمیں ایک خواجہ سرا کا فور نامی بھی بیٹھا تھا۔ اب پادشاہ نے فیلبان  
 کہا کہ ہاتھی کو دریا میں ڈال۔ اوسنے کہا کہ ہاتھی ڈوب جائیگا۔ اسپر خواجہ سرانے

بادشاہ کے کان میں کہا کہ کہیں یہ مک حرام حضور کو دشمنوں میں لیجا کر نہ پہنچا دے  
 بہتر ہے کہ اس موذی کا سروٹاویجے۔ میں ہاتھی ہانک لوں گا مجھے ہکانا آتا ہے  
 بادشاہ نے تلوار سے فیلبان کا سروٹا کر بیچے پھیک دیا۔ خواجہ سر فیلبان بن بیٹھا  
 اور بادشاہ کو دریا کے کنارہ کے پاس لے آیا۔ اتفاق سے یہاں کا کڑاڑہ بلند تھا۔  
 وہاں دو ایک بہاگے ہوئے سپاہی بیٹھے ہوئے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے وہوں نے  
 اپنی پکڑیوں کے سر و نکو ملا کر اور بٹ کر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک سروٹا دیکر  
 کہیں لیا۔ بادشاہ نے ان آدمیوں کے ساتھ بڑا سلوک کیا۔ اگر یہ ہاتھی ہاتھ آیا  
 تو جان جا چکی تھی۔ جب شیرخان کو خبر ہوئی کہ ہمایوں جان بچا نکل گیا تو اسکو  
 بڑا افسوس ہوا۔ اور چلا کر کہنے لگا کہ میں نے جانا تھا کہ وہ مارا گیا۔ شیرشاہ کے  
 سپہ سالار خواص خان نے اس سبکا محرمین بڑے کار نمایاں کئے۔ اور یہ لڑائی  
 ۱۰ محرم ۹۴۰ء مطابق ۱۷ مئی ۱۵۵۷ء کو واقع ہوئی +

اب ہمایوں اگرہ کی طرف بہاگا۔ راہ میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال بھی مل گئے  
 اور یہی سہی فوج بھی اکٹھی ہو گئی۔ جب موضع بہنگاپور پر پہنچے۔ تو اس قصبہ کے  
 آدمیوں نے سد بالکل بند ہی کر دی۔ اونسے مار پیٹ کر بڑی مشکلوں سے سید  
 حاصل کی غرض راہ میں ہی مصیبت لشکر پڑائی۔ غرض جون تون کر کے اگرہ میں  
 ہمایوں پہنچا۔ شیرشاہ وہاں بھی آمو جوڑ ہوا۔ اب ہمایوں نہایت مضطرب ہوا۔  
 کچھ امید اس شیر سے مقابل ہونے کی نہ رہی تھی۔ بقدر فرصت ہی مشکل سے  
 ملی کہ دلی اور اگرہ کے خزانوں سے بہاری بہاری قیمت کی ہلکی چنیر خاندان  
 متیور نے اپنی ساتھ لیں اور غرہ ربیع الاول ۹۴۰ء مطابق ۵ جولائی ۱۵۵۷ء کو

لاہور میں سب خانہ مذاں چٹائی کے مرزا اور خواہن جمع ہوئے۔

اب بہائیوں میں اتفاق کا ہونا دلون کا صاف ہونا ایک خواب خیال تھا۔ ہر  
 اونکی مجلسین جیتیں اور صلاحین ہوتیں۔ اور اتفاق اور صفائی پر قسم تھی ہوتی  
 اور عہد و پیمان جدید ہوتے۔ مگر ہیشہ باطنی نفاق کو اس ظاہری اتفاق پر غلبہ  
 ایک دوسرے کے ساتھ گویا ہرین کیسی ہی باتیں بناتا مگر دوسرا و سکودشمن جانتا  
 ہمالیوں ہر چند سمجھتا کہ دیکھو بہائیوں کو کس محنت اور جان کا ہی سے یہ ملک بابا لیا  
 مگر ہماری پہوٹ او سے مفت گنوائے دی ہے۔ مرزا کا مران کو کبھی یہہ اندیشہ ہوتا  
 کہ کہیں ہمالیوں کا بل کو نہ لے لے۔ کبھی یہہ خوف ہوتا کہ شیر شاہ کی بلامیری سر پر تو  
 ہمالیوں کے بدلہ نہ آن پڑے۔ آپس میں ایسی ہی باتیں کرتے کہ مرزا کا مران کہتا کہ  
 سب مرزا جریدہ جریدہ پہاڑوں میں چلے جائیں۔ میں سب کے اہل عیال کو لیکر کا بل  
 چلا جاؤں۔ مرزا سبندال ورنہ مرزا یہہ کہتے کہ بالفعل فغانوں سے تو ہم انہیں  
 سکتے بہتر ہے کہ بکیر کے ملک میں چلے جائیں اور وہاں سے گجرات پر ہاتھ دوڑائیں مرزا  
 حیدر یہہ کہتا کہ کوہ سرہند سے کوہ سارنگ پور تک جو ملک ہم کو مستحکم کریں اور اس  
 دامن کوہ میں اوقات بسر کریں اور دو مہینہ میں میں کشمیر فتح کر لوں گا وہاں سب  
 اہل اور عیال کو رکھنا۔ ان پہاڑوں میں شیر شاہ کا تو بچا نہ کچھ کام نہ دیگا۔ مگر دل  
 میں کچھ اور تہا زبان پر کچھ اور اسلئے اس ظاہری اتفاق کا کوئی نتیجہ نہ ہو میں آیا۔  
 مرزا کا مران کی دلی آرزو یہہ تھی کہ ان سب جھگڑوں سے بچ کر کا بل میں آرام سے  
 فرے اور اُن اسلئے اوسے بہائیوں کے محبت کو بالا و طاق رکھ کر عبدالقدیر کو  
 شیر شاہ پاس بھیجا۔ اور اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر پنجاب میر پاس ہنہ دونوں

متہارے بڑے بڑے کام کردوں۔ اب شیرشاہ دہلی تک پہنچا تھا۔ اور آگے بڑھتا ہوا  
 اس نامہ و پیغام اور ایچی کو فتوح عظیم سمجھا۔ اور لاہور میں جو امراتہ چٹائیہ کا بیٹہ تھا  
 آکر رہتا تھا اور بڑا خوف بہہ لگ، ہاتھ لگے کہ میں آگے بڑھ کر پیچھے نہ ہٹنا پڑے۔ مگر جب  
 اس نا اتفاقی کا حال معلوم ہوا تو اس کا دل بڑا شاد ہوا۔ مرزا کا مران کو جواب  
 اس کے مدعا کے موافق دیا۔ شیرشاہ دیا دیاس کو عبور کر کے سلطان پور میں آ پہنچا۔  
 اس بات کو سن کر ہمایوں کو دریا کو ستلج سے پار اڑا۔ مرزا کا مران نے بہائیوں کو ساتھ  
 جو عہد و پیمان ہوا تھا اور اس کا کچھ خیالی نہ کیا۔ اور شیرشاہ کو پہنچا جو آلہ کرکابل چلا گیا  
 مرزا حیدر بیگ کشمیر کو روانہ ہوا۔ یہاں اتفاق ہو آپس میں نا اتفاقی ہو رہی تھی۔  
 ایک سردار انہن سے مرزا حیدر بیگ کو ساتھ ملا۔ اس سبب ۲۲۔ جب ۹۴۷ھ کو  
 کشمیر و سکنے ہاتھ لگیا اور کسی کی تکسیر نہ ہوئی۔ بہرہ میں سے مرزا کا مران  
 مرزا عسکری سے جدا ہو کر خواجہ کلان کے ساتھ کابل میں آ گیا۔

## ملک سندھ میں ہمایوں کی سرگردانی

جو جماعت لاہور میں جمع ہوئی تھی وہ سب پریشان ہو گئی۔ اب ہمایوں حیران و گھبراہٹ  
 ناچار سندھ کا رستہ لیا۔ مرزا اسد اللہ اور مرزا یادگار ناصربہ دو چار متزل ساتھ  
 چل کر اوس سے علیحدہ ہو گئے۔ مگر بیس روز بعد پھر ملیر البقا کی فہائش سے بہائی سے  
 ان ملے۔ جب دریا سندھ گنارہ پر لشکر پہنچا تو وہاں قحط کی صورت نمودار ہوئی۔  
 مگر اتفاقاً کہیں اناج کی کشتیاں ہاتھ لگ گئیں۔ اوسے بہہ شکل آسان  
 ہوئی۔ اور لشکر کا عبور دریا سے ہوا۔ اور بکھر کی طرف روانہ ہوا۔ قصبہ بہری  
 (روڑی) میں قیام کیا۔ مرزا عسکری نے سندھ پار قصبہ پٹار کی طرف راہ لی۔

یہہ قصبہ روڑی سے پچاس کوس پر ہے۔ مرزا طاہر حیدر اور سمندر بیگ کو ہمایوں  
 شاہ حسین ارغون حاکم ٹھہرے پاس بھیجا اور یہہ لکھا کہ میں مجبور ہو کر ٹھہر گیا ہوں  
 اور ارادہ یہہ ہے کہ گجرات کو فتح کروں۔ اسلئے تم کو یہاں آنے کی تکلیف دیتا  
 ہوں کہ اس مہم میں جو کام کروں وہ تمہاری صلاح اور مشورہ سے کروں۔ یہہ  
 ارغون وہی ہے جسکے خاندان کو بابائے قندھار سے نکالا تھا۔ تو اسنے اس ملک  
 قبضہ کر لیا تھا۔ اب اسنے یونہین پادشاہ کو حیلے حوالہ بتلائی کہ یہی لکھہ بھیجا کہ چاکلیا  
 کا ملک جو ٹھہر اور ان کے درمیان ہوا اسے فتح کر لیجے۔ وہاں سے گجرات کا فتح  
 کرنا آسان ہوگا۔ کہ یہی کچھہ اور لکھہ بھیجا۔ غرض یوں ہی دھوکہ بازی اور مکاری  
 کرتا رہا۔ جب بکھر میں اناج کا قحط ہوا تو پادشاہ پٹار میں گیا۔ جہاں مرزا ہندل  
 ٹھہرا ہوا تھا۔ اسکا ارادہ قندھار جانیکا تھا۔ ہمایوں نے اسکو وہاں جانے سے  
 منع کیا۔ مگر قراچہ خان حاکم قندھار نے اسکو خط لکھ کر بلا لیا۔ جب ناصر مرزا کا یہی  
 ارادہ قندھار جانے کا ہوا تو پادشاہ نے میر ابو البقا کو اس پاس بھیجا کہ وہ  
 اسکو قندھار کے ارادہ سے باز رکھے اور سمجھائے کہ اگر ہندوستان فتح  
 ہو جائیگا تو اسکا ایک ثلث اسکو دیدیا جائیگا۔ اور غزنین وغیرہ جو اسکی مائی  
 وراثت میں تھا سپرد ہو جائیگا۔ مگر میر ابو البقا کشتی میں راہ کے اندر ہی تھے کہ قندھار  
 نے بہہ سمجھ کر کہ میر صاحب سارے منصوبوں کو برباد کرنے آتے ہیں کام ادن کا  
 تمام کیا۔ ہمایوں کو اس فاضل بیگانہ زور کار کے مرنے کا ایسا افسوس ہوا کہ ساری  
 سلطنت کو جانیکا ایسا بچ نہ ہوا تھا۔ مرزا یادگنا ناصر نے دریا سے عبور کیا اور ہمایوں  
 کے خیمہ میں آیا اور یہہ صلاح اور مشورہ ٹھہرا کہ وہ ہیکے میں رہے اور ہمایوں ٹھہر کر قندھار

مگر سپہ مرزائے کچہہ التفات کیا۔ ہالیوں غرہ جامدی الاول <sup>۴۴۱ھ</sup> کی طرف روانہ ہوا یہاں فوج نے دغا کی بہت سے بہکری مین رہ گئے۔ مرزا یادگار نے بہت سی سپاہ بہرتی کر لی۔ فضل خدا کے فضل سے اچھی ہوئی تھی پہلے سپاہ کے بڑھانے سے کچہہ اندیشہ نہ تھا۔ پادشاہ نے چلکر سہوان کا محاصرہ شروع کیا۔ کچہہ آدمی کشیو اور تر کراہل قلعہ سے برسر مقابلہ آئے اور انکو ہت پاکیا۔ اور اس فتح کے گہنڈ مین پادشاہ سے آنکر کہدیا کہ قلعہ کا فتح کرنا ایک بات ہے۔ سنو ہالیوں زیر قلعہ نہ پہنچا تھا کہ حسین ارغون کے آدمیوں نے قلعہ کو وہ ستحکم کر لیا کہ ہالیوں کی سپاہ سات مہینہ تک او سپر جو لالکی اور ایک اینٹ بھی نہ ہلا سکے۔ اب قحط نے اولش کرکا دم نکالنا شروع کیا۔ فقط جانوروں کے گوشت پر زلیست کا مدار تھا۔ ہر وقت پھر یادگار مرزا یکم گیا اور ادا طلب کی گئی۔ وہ خود اور اسر تو بہکری مین رہے اور کچہہ ہالیوں اور اسکے لشکر کی مصیبتوں کا خیال نکیا مگر تھوڑا شکر نعمات کے لئے پہنچدیا۔ او سے بھی کچہہ خاک نہوا۔ اب شاہ حسین ارغون نے کیا کام کیا کہ یادگار ناصر پاس ابلیجی کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ مین اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر دو اور میرے گھر کا کوئی چراغ نہیں ہے آپ ہی میرے گھر کے اور میری آنکھوں کے نور ہونگے۔ گجرات کی فتح مین مین آپکا مدد معاون ہونگا۔ میرے بعد آپ ہی وکھ بچے گا۔ اونونگی مین آپ ہی کا خطبہ پڑا جائیگا اور سکے چلے گا۔ ان عہد پیمان سے مرزا ہالیوں کی جان کا دشمن ہو گیا۔ جب حسین شاہ سے اطمینان حاصل ہوا تو اوسنے وہ کشیان نوٹ لین جنہیں انجی بہر سہوا پادشاہ کے قحط زدہ لشکر مین جاتا تھا۔ اب ہالیوں فتح قلعہ سے مایوس ہوا۔ محاصرہ اوٹھا لیا۔ اور

بہر گریٹر چلا۔ جب مرزا کے قریب پہنچا تو اوسنے کشتیوں کے واسطے مرزا کو لکھا  
 مرزا تو حاکم ٹھٹھ کے داماد ہونے کی امید میں بیٹھا تھا۔ اوسنے وہاں کے حاکم کو لکھتے  
 کہ رات کو کشتیان یہاں سے لیجائیے۔ دوسرے روز پادشاہ کو لکھ بھیجا کہ رات  
 کشتیان اوڑا کر لیگیے۔ ان کشتیوں کو نہو نیسے کئی روز توقف کرنا پڑا۔ اتفاق  
 سے دوزمیداروں نے ڈوبی ہوئی کشتیان تہلا دیں۔ اذکو نکلوا کر پادشاہ  
 دریا پار ہوا۔ یادگار یہ دیکھ کر اپنے کئی ہوئے سے شچیان ہوا۔ ادرہایوں سے  
 بغیر ملے شاہین سے جا کر لڑا۔ اور شکست دیکر ہمایوں کی خدمت میں شرمندہ  
 شرمندہ آیا۔ اور بہت سی دشمنوں کے سر لایا۔ ہمایوں نے اپنی عادت کو موافق  
 اوسکا قصور معاف کر دیا۔

اب پھر شاہ حسین نے مرزا یادگار کو ورغلانا اور اطمینان حاصل کرنے کے واسطے  
 یہم اوسنے درخواست کی کہ اون دوزمیداروں کو جنہوں نے کشتیان تہلا دیں  
 پہلے پکڑ کر بھیج دیجے۔ یہ بھیچارے زمیندر خبر سنکر پادشاہ پاس دوڑے آئے  
 اتنے میں مرزانے رقعہ پادشاہ کو لکھا کہ ان زمینداروں سے ایک بات خرچ کے باب  
 میں دریافت کرنی ہے انہیں بھیج دیجے۔ پادشاہ نے اپنے بہت سی آدمیوں کی  
 حفاظت میں اونکو مرزا پاس بھیج دیا۔ مرزانے اذکو پادشاہ کے آدمیوں سے  
 چہن کر شاہ حسین پاس بھیجوا دیا۔ اوسنے اذکو قتل کر ڈالا۔ اب مرزانے  
 پادشاہ کی مخالفت پر کمر بستہ باندھی اور کبھی پھر مصالحت نہ چاہی +

اب ہمایوں کی سپاہ اسی مصیبت میں تھی کہ پادشاہ کو چھوڑ کر مرزا پاس بہل گئے  
 جاتے تھے۔ خزانہ بھی پادشاہ پاس نہ رہا۔ جو امداد ملک سندھ سے اوسکو پہنچتی تھی



وہ بھی موقوف ہو گئی۔ مغرز سردار دن اور ہندون نے بھی بادشاہ کا بڑا وقت دیکھہ ساتھ چھوڑا۔ ان سب سواحین ارغون بھی پلا چلا آتا تھا۔ اب بادشاہ کو سوار اسکے کوئی چارہ نہ سوچا کہ اچھہ کی طرف اوٹے پانون بہا گا۔ اور وہاں یہہ سوچا کہ اب جو دہ پور کے راجہ مان دیو کا دامن پکڑے۔ اس راجہ کی کمی ارضین اوس پاس آچکی تھیں کہ وہ ہندوستان کے فتح کرنے کے امداد کر لگا۔

**جودہ پور جا سینکاسان اور راہ کے مصناؤں ہانیکا ذکر**  
اب بادشاہ جیل میں رہے مانیو کے ملک کی طرف چلا۔ یہاں کے راجہ نے دیکھا کہ ایک ترک بے سرو سامان ملک میں چلا آتا ہے۔ اس کے پیچھے فوج دوڑائی۔ مگر اولٹی منہ کی کہانی اور شکست پائی۔ بادشاہ کے آدمی بھی زخمی ہوئے۔

ہمایون نے جھٹ پٹ راہ لپیٹ سمیٹ مالدیو کے ملک میں قدم رکھا۔ اور جودہ پور سے دس کوس پر ٹہر گیا۔ اور انکا خان کو خفیہ خبر لینے کی واسطے بھیجا۔ جب کو بادشاہ کے آنکی خبر پہنچی تو وہ چونک پڑا۔ کہ یہہ کہاں کی بلا سر پائی۔ وہ بادشاہ کی شکستہ حالی کی کیفیت پوری جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کے ساتھ ہونا شیر شاہ سے جگر امول لینا ہے۔ اور شیر شاہ کو وہ ایسا زبردست جانتا تھا کہ اپنی ہستی اس کے سامنے کچھ نہ نکلتا تھا۔ سوار اسکے وکیل اودھان موجود تھے۔

راجہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جب ہمایون میرے پاس آئے گا تو پھر کو بادشاہ کے حوالہ کر دوں گا۔ شیر شاہ نے تمام ناگویری اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب ہمایون یہاں آیا تو راجہ کو اندیشہ تھا کہ کہیں اس کے پکڑنے کی واسطے وہ سالاکر میرے ملک پر نہ چڑھ آئے۔ غرض ایسے ایسے اندیشوں سے اس نے

آنکا خان کو انگڑے رکھا اور جانے نہ دیا۔ مگر یہ ایلچی بے حضرت ہی چل دیا۔ اور  
 سارا حال بادشاہ سے عرض کیا۔ ایک بادشاہ کا ملازم وفادار کتاب دار تھا وہ  
 راجہ پاس کسی شکست میں بہاگ کر گیا تھا۔ اس نے بادشاہ کو لکھا کہ خدا کے واسطے  
 آپ یہاں سے جہتدر جلد ممکن ہے تشریف لیجئے۔ مال دیو کا ارادہ فاسد ہے  
 پہلے بادشاہ کا رفیق راجہ تھا مگر اب وہ پہ گیا ہے اور اس کا قطعی یہ ارادہ ہے  
 کہ حضور کو گرفتار کر کے شیر شاہ کے حوالہ کرے۔ یہ خبر جیوقت آدمی رات کو آئی  
 تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ اور کہہ رہے ہو گئے اور امر کوٹ کی طرف چلے گئے۔ اس سفر  
 مصیبتوں کی دہستان ہی عجیب دہستان ہے۔ راہ میں دو جاسوس ملے ان کو مگر  
 ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا تاکہ دوسرے دہشت میں اندر اصل حال بتلائے۔ مگر یہ دونوں  
 سفیر قید کے پھندے چھوٹ کر تلواریں اور ہتھیار لیکر ایسے اپنی دشمنوں پر گرے کہ  
 سترہ آدمیوں کو زخمی کیا اور ہالیوں کے گھوڑے کو بھی شہید کیا۔ اس وقت پر مرزا  
 تاروی بیگ نے بڑی بے مروتی کی کہ جب ہالیوں نے اسے گھوڑا مانگا  
 تو صاف انکار کر دیا۔ اب ہالیوں کو وہ مصیبتیں راہ میں دنا ہوئیں کہ کبھی عمر بھر  
 ان کی صورت نہ دیکھی تھی۔ حاملہ بی بی ساتھ تھی۔ جس کی سواری میں ایک نوکر کا  
 گھوڑا تھا۔ اب اس نمک حرام نے وہ گھوڑا بھی مانگ لیا تو بادشاہ نے بی بی کو آہستہ  
 گھوڑے پر سوار کیا۔ اور خود پیادہ پا چلا۔ پہر کہیں سے ایک اونٹ ہاتھ لگ گیا  
 اوپر سوار ہوا۔ نادم کو کا پیادہ پا جاتا تھا اس کی ماگھوڑے پر سوار تھی اس نے  
 اسے گھوڑا لیکر بادشاہ کو دیا۔ اور بادشاہ کا اونٹ ماکے حوالہ کیا۔ اب اہر گیشن  
 میں تھی۔ پانی کا کوسون تک کہیں نام نہ تھا۔ ہر گھر ہی یہ کہہ لگا ہوا تھا کہ ان کی بونج

اب آئی اب آئی۔ پادشاہ نے منع ہو گیا کہ وہ پیچھے رہے اور دشمن کو ٹکنا کر  
 اتفاق سے وہ رات کو پیچھے راہ بھول گیا۔ صبح کو دشمن سامنے آگیا۔ اب حضرت  
 سلامت کا لشکر بائیں آدمیوں کا رہ گیا تھا۔ خدا کی قدرت اسے کچھ تیرا لیسے  
 تاک تاک کر مارے کہ دو چار فروں کے جا کے لگے۔ اسلئے لشکر پڑے ہٹ گیا  
 اور بہت سے اونٹ پادشاہ کے لٹے چھوٹ گئے۔ غرض یہہ دشمن کا کہنگا لگ ہی رہا تھا  
 مگر سب سے زیادہ غضب پانچا نہ ملتا تھا۔ آدمی چھلی کی طرح ریت میں تڑپ تڑپ کر مر گئے  
 اور جو زندہ رہے وہ پانی کے ماری مردوں سے بدتر تھے۔ کئی منزلوں کے بعد کوئی کنوا  
 آتا تو گنواروں کو پانی دینا گوارا نہ ہوتا۔ پانی ان کے نزدیک بڑی بیش قیمت شے تھی  
 اگر کوئی ترس کہا کر پانی دیتا تو آپس میں اور سپر لیسے لڑائی ہوتی کہ ایک کی پیاس کتنی  
 اور دو چار کی جان جاتی۔ ایک ن کا ذکر ہے کہ ایک کنوے پر لشکر کا گزر ہوا تھا  
 پانی اتنی دوڑ رہا ہے کہ ایک آدمی ڈول ڈالتا ہے دوسرے لیکر چلتا ہے اور اتنی  
 دوڑ جاتا ہے کہ اسکو ڈول پہنچنے کی خبر ڈھول بجانے سے ہوتی ہے جب کنوے  
 سے ڈول نکلا تو دس پانچ آدمی اور سپر پیاس کے ماری گر پڑے اور ڈول ٹوٹ کر  
 کنوے میں گر پڑا۔ اسپر دو چار کنوے میں گر پڑے اور پیاس کے عذاب سے قیامت  
 تک کولے چھوٹ گئے۔ غرض اس پانی نے بڑے بڑے جوان مردوں کی آنکھوں سے  
 پانی کا دیار دیا کیا۔ اب دوسرے دن چلتے چلتے نہایت گرم وقت ہوا ایک دریا  
 پر پہنچے اونٹ گھوڑے کئی دن کے پیاس سے پانی پر ٹوٹ پڑے۔ اور اتنا پانی  
 پی گئے کہ پیٹ تناسا کر رہ گیا۔ معاذ اللہ ان سب مصیبتوں پر ایک اور آفت  
 یہہ آئی۔ کہ جب اس سیراب ملک سے آگے چلے۔ اور ایسے نق ووق میدان میں پہنچے

کہ یاس کے ماری زبانیں منہ سے باہر نکل پڑیں۔ اور زندگی سے عاجز ہو گئے۔ ایک دن صبح کو بستر و نہر سے اٹھ کر کہول کر گیا دیکھتے ہیں کہ سامنے بخارا و ٹھہرا ہے۔ سر جھٹو اس بخارا میں سوار نظر آئے تو ہر ایک کا چہرہ فروروزنگ فٹ تھا۔ بدن کا ٹوٹو غول بوندی یہہ جو دہ پور کے راجہ کا بیٹا تھا۔ آتے ہی وہ جنگل میں شیر کی طرح دھاڑا کہ اگلے ٹھہرا ہوا ترک مسلمانوں کو تم کون تھے جو ہمارے بیٹے کے اس ملک میں چلے آئے۔ اس آواز پر اور مصیبت زدوں کا دل ہل گیا۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھتا تھا اور زبان سے کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ سو رچوت ادھین سے آگے بڑھے اور ان فلک زدوں کو گھیر لیا۔ جسے سامنا کیا وہ جان سے گیا۔ جو بھاگ گیا وہ بچ گیا۔ پہرا و نہون نے ساری کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ اب پانی ملنے کی بھی آس نہ رہی اور جانوں سے یاس ہوئی آخر جب یہ مصیبتیں انتہا کو پہنچ گئیں تو راجہ کا بیٹا سفید جھنڈا ہاتھ میں ہلاتا ہوا آیا۔ اور انکو لعنت ملامت کرنے لگا کہ تم کیوں میرے باپ کے راج میں چلے آئے اور دھرم راج میں گائے کو دبوچ کیا۔ مگر ان آفت کے ماروں کی ایسی نیکی کی حالت تھی کہ دشمنوں کو بھی سوار رحم کے کچھہ اڑھن آیا۔ انکے ٹو پانی منگوا یا۔ کچھہ اور زیادہ تکلیف ندی۔ اور انکے جائیکے واسطے کچھہ مزاحم اور مانع نہوئے۔ خیر اس دشمن سے تو چھکارا ہوا مگر قدرتی دشمن سے کیونکہ چھپا چھوٹا۔ وہ بلا کی راہیں سامنے تھیں۔ مترن کی سختی اور مصیبت چھپ چڑھی تھی۔ غرض مگر گرتے دکھہ رنج بہرتے پادشاہ بے ملک و سپاہ سات امیروں کے ساتھ امر کوٹ میں داخل ہوا۔ وہ ٹھہرتے سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔

سندہ پر دوبارہ حملہ اور اکبر کے پیدا ہونے کا بیان

اس امر کوٹ کارا نا ایسا بہلا آدمی تھا کہ وہ ہمالیوں کے ساتھ اس عالم کے سامانی  
 میں بھی آپ طرح تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش یا جیسا کوئی بڑے پادشاہ کو ساتھ  
 پیش آتا ہے۔ اب ہمالیوں نے جو کچھ جس کسی رفیق کے پاس تھا وہ سب چھین کر برابر  
 برابر سب میں تقسیم کر دیا۔ اور تاروی بیگ سرور پہ لیکر رانا کو بھی دیا۔ اور خنجر اور  
 کمر بند مرصع عنایت کیا۔ شاہ سین ارغون نے اس انا کے باپ کا خون کیا تھا۔  
 اپنے باپ کے مقام کے لکڑی بڑی سپاہ جمع کی تھی۔ اب پادشاہ اوسکو لیکر بہکے  
 کی طرف روانہ ہوا۔ اور پادشاہ کی بی بی بی بی مع مال و سہیل کے امر کوٹ میں مقیم  
 اور اہتمام اوسکا مریم زمانی بیگم کے بہائی خواجہ معظم کے سپرد ہوا۔

۹۴۹

اب ہمالیوں ایک ہی منزل چلا تھا کہ اوسکے واسطے کیا ایک مبارک دن آیا۔ ۵۔ ۵۔  
 مطابق ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۲۲ء کو اوسکے گہرین اکبر پیدا ہوا۔ یہ وہ اکبر ہے جو ہندوستان  
 کا شہنشاہ ہوا۔ اور اس ملک کو وہ رونق دی کہ کبھی پہلے اوسکو نصیب ہوئی تھی۔  
 جس زمانہ میں ہمالیوں افغانستان میں رہتا تھا تھا۔ اتفاق سے ایک دن مرزا سید  
 کی مانے اوسکی دعوت زمانہ محل میں کی۔ وہاں مریم زمانی پراسکی آنکھ جا چڑی  
 اور اوسوقت سی فرقیہ اور عاشق اوسپر ہو گیا۔ یہ سیدانی مرزا سیدال کے استاد  
 کے خاندان کی بیٹی تھی۔ اور کہیں شادی بھی اوسکی نہ ہوئی تھی۔ ہر چند مرزا سید  
 نے سمجھایا اور باتیں بنائیں۔ مگر ہمالیوں کا دل اوسے ایسا الگ گیا تھا کہ پہر نہ نکلا۔  
 آخر نکاح کر لیا۔ اب تاروی بیگ نے جا کر ہمالیوں کو یہ مردہ سنایا۔ ترکون کے ہاں  
 ایک قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بیٹا پیدا ہوتا ہے تو سب کی ضیافت اور دعوت  
 کرتے ہیں۔ اور دوست آشنائوں کو تحفہ تحائف بھجواتے ہیں۔ نوکروں چاکروں کو

جوڑے اور انعام دیتے ہیں۔ اب رسم ادا کرنے کی واسطے ہالیوں پاس کیا سامان دہرا تھا۔ اتفاق سے ایک مشک نافاوس پاس تھا۔ اوسکو توڑا اور چٹکی چٹکی سے بھلوان کر دیا۔ اسمین یہہ اشارہ غیبی تھا کہ اوسکی شمیم اقبال پر گئے مشک کی طرح تمام جہان میں پہیلے گی۔ جلال الدین محمد اکبر اوسکا نام رکھا۔ اب ہالیوں بکھر کر طیف جلتے چلتے پر گئے جون میں پہنچا (جون یا جیون ایک شاخ دریا سندھ کی ہے) یہاں تمام اپنے اہل عیال کو بلوایا۔ اور اکبر کو دیکھ کر کھجہ ٹھنڈا کیا۔ ہوقت ہالیوں پاس اگرچہ پندرہ سپاہ اپنی اور پرانی اور راجہ امر کوٹ اور اور راجاؤں کی جمع ہو گئی تھی۔ مگر بڑی ایسی تھی کہ اس اجتماع سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک مغل نے راجہ امر کوٹ کی خدمت میں گستاخی کی۔ ہالیوں نے اوسکا کچھ نہ دارک نکیا۔ سپہ راجہ بگڑ بیٹھا۔ اور فوج سمیت اوسے علیحدہ ہو گیا۔ اور اس سپاہی بھی چکے چکے چلنے شروع ہوئے۔ لڑائی دشمنوں سے شروع ہوئی کہ اتنے میں بیرام خان گجرات سے لڑائی کے میدان میں پہنچا اور اس مردانگی اور جوانمردی اور عقلمندی لڑاکہ لوگوں کو یہہ خیال ہوا کہ وہ ایک تائید غیبی ہے۔ بیرام خان کا ذکر اکثر ہالیوں اور اکبر کی سلطنت میں آئیگا اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا حال یہاں کچھ لکھ دیں :

### بیرام خان

یہہ ترک تھا۔ بدخشان میں پیدا ہوا۔ بلخ میں تعلیم پائی۔ سولہ برس کی عمر میں ہمایوں کی سپاہ میں داخل ہوا۔ اور قنوج کی لڑائی میں شریک ہوا۔ جیسکت ہوئی تو وہ سنہل میں راجہ سرسین کے پاس لکھنور میں چلا گیا۔ راجہ نے اور سید علی عیسیٰ خان حاکم سنہل نے اوسکی بڑی توجہ اور خاطر داری کی۔ جب یہہ خبر شیر شاہ کو ہوئی تو

اوسنے اوسکو بلا بھیجا۔ راجہ نے مجبور ہو کر اوسے بھیج دیا۔ اور مالوہ میں شیر شاہ کی خدمت  
 میں معرفت سید علی عیسیٰ خان کپوش ہوا۔ پادشاہ نے بھی اوسکی غفلت کی اور دیر تک  
 باتیں کرتا رہا۔ اور باتوں باتوں میں یہ بھی فرمایا کہ اخلاص دار و خطا نخواہد کرد  
 ۔ بیرام خان نے بھی جواب میں یہی فقرہ پڑھا۔ اب یہاں ابوالقاسم حاکم گوالیار دونو  
 برہان پور کے پاس شیر شاہ کو لشکر سے گجرات کی طرف بھاگے۔ راہ میں گجرات سے  
 ایچی شیر شاہ کا ملا تھا۔ اوسکو جب یہ خبر ہوئی۔ اوسنے ابوالقاسم کو موٹا نازا دیکھ کر  
 پکڑ لیا۔ اور بیرام خان اوسکو سمجھا۔ اب بیرام خان کی نیکن اتی اور جو انھودی دیکھتے  
 کہ اوسنے خود جا کر کہا کہ میں بیرام خان ہوں اور یہ ابوالقاسم ہے۔ ابوالقاسم نے  
 کہا نہیں کہ میں بیرام خان ہوں۔ اور یہ میرا ملازم ہے۔ غرض یہ معاملہ پیش آیا +  
**مصراع** مرا بگذازد دست یار من گیر۔ مگر صورت ابوالقاسم کو گرفتار کر لیا اور  
 اور جان سے گنوا یا اور بیرام خان کو بچا یا جب شیر شاہ کو اصل حال معلوم ہوا تو اوسکو  
 بیرام خان کا یہ مقولہ یاد آیا کہ ہر کہ اخلاص دار و خطا نخواہد کرد۔ اب گجرات میں بھی  
 سلطان محمود نے بیرام خان کی منت سماجت رہنے کیواسطے کی مگر اوسکو ہالیوں کی  
 لوائسی لگی ہوئی تھی کہ وہ اوسی پاس پہنچا۔ آگے تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ  
 اسی کی ذات سے ہندوستان کو رونق حاصل ہوئی۔ طرح طرح کے کمالات اوس میں تھے  
 انتظام اور معاملات ملکی میں اوسکی عقل بڑی رسا تھی۔ علم بھی خوب تھا۔ شعر خوب تھا  
 مصیبت اور بے وقوفتوں میں اوسکی تدابیر نہایت ضاواکار ہوتی تھیں۔ ایسے ہیں  
 برسے وقت میں ہالیوں اور سب اس کے رفیق اس جلا وطنی میں بڑا عزیز  
 اوسکو کہتے تھے +

## ہمایون کا ہندوستان سی چلا جانا

جب ہمایون کی سپاہ کا حل یون تباہ ہو گیا۔ اور اس کے بڑے بڑے رفیق و  
اس دنیا سے سدا سے اور فقط دشمنوں سے لڑنے کی واسطے آپ ہی تنہا رہ گیا۔  
توحسین ارغون آگے بڑھا۔ مگر ہمایون نے اپنی لشکر کے گرد خندقیں اور موڑ بنا کر چھوڑ دیے  
اور سب بچاؤ کی تدبیریں کر رکھی تھیں۔ اب اس نے دیکھا کہ ہندوستان میں رہنا مناسب  
نہیں۔ اس لئے قندھار کا ارادہ کیا۔ اور شاہ حسین ارغون کو لکھا کہ تم ہم کو  
کشتیوں کا انتظام کرو ہم ہندوستان جا رہے ہیں۔ اس بات کو سننے پر حسین  
کے شاہیہ نے بخیر لگے۔ اس پاپ کو کاٹنے کے واسطے اس نے کشتیوں کے ہضام میں  
بڑی سرعت کی۔ ۹ جولائی ۱۵۵۵ء مطابق ربیع الاول ۹۵۵ھ کو ہمایون  
قندھار کی طرف روانہ ہوا۔

## سفر قندھار اور ایران کی عملداری میں جانا

جب ہمایون نے قندھار کا سہارا لیا۔ تو شاہ حسین نے مرزا عسکری پاس آدمی  
دوڑاے اور کہا کہ ہمایون قندھار میں آتا ہے۔ مرزا عسکری اس وقت قندھار  
میں مرزا کامران کی طرف سے حکمران تھا۔ اس نے شاہ حسین کو لکھا کہ اس بلا کو ادھر  
نہ آنے دو ورنہ گرفتار کر لو۔ جب وہ سال میں کہ قندھار سے ایک سو تیس میل ہے  
پہنچا۔ تو اس نے اپنے آدمی جاسوسی کے لئے دوڑائے۔ دو دنوں میں سے قندھار  
مگر ایک چھوٹ کر چلا آیا۔ اور سارا حال سنا دیا۔ مرزا عسکری نے ایک جاسوس  
خاصے کا کہوڑا دیکر روانہ کیا تھا۔ وہ بیرام خان کے ڈیرے میں کہوڑا مارے چلا آیا  
اور سارا حال بیرام خان کو معلوم ہوا کہ مرزا عسکری ایک لشکر وادان ساتھ لے



چلا آتا ہے۔ اوس وقت بیرم خان پادشاہ پاس دوڑ آیا۔ وہ یہ خبر سن کر بہت گھبرایا۔  
 مگر زبان یہ کہنے لگا کہ ان سیو فابائیوں سے کیا ملک قندھار پر لڑوں۔ میرا  
 تو یہ ارادہ ہے کہ اکبر کو قندھار میں پہنچا کر مکہ معظمہ حج کو چلا جاؤں۔ مگر غالباً اوس کی  
 نیت یہ تھی کہ مرزا عسکری کو دم دلاسا دیکر اپنا طغیان کر کے بنے تو قندھار کو  
 دباؤ لے۔ اس وقت اکبر کی عمر ایک برس کی تھی۔ موسم گرما ایسا سخت تھا کہ آدمی کا ہتھکا  
 پھٹکا جاتا تھا۔ اس لئے اس معصوم بچے کو پھینچوٹنا مناسبت نہ تھا۔ اور خود گھوڑے پر  
 سوار ہوا۔ اور بی بی کو ساتھ لیا۔ اور چند رفیق ہمراہ لئے۔ جنکے پاس گھوڑی  
 بنی پوری نہ تھی۔ مرزا تارودی بیگ نے اس وقت بھی آنکھوں پر ہٹکی رکھی کہ گھوڑا  
 مانگے نہ دیا۔ اور نہ خود ساتھ گیا۔ عرض پادشاہ عراق کی طرف روانہ ہوا ہی تھا کہ  
 مرزا عسکری پادشاہی خمیہ میں داخل ہوا۔ اور جب پادشاہ ہی خمیہ خالی پایا تو یہ کہا  
 کہ میں اسے اپنا بھائی سمجھ کر ملنے کیو سہی آیا تھا۔ وہ کچھ اور سمجھا۔ تلم مال سپا  
 اور لشکر سپاہی اور شانہ وادہ اکبر کو ساتھ لیکر ۱۵۴۳ء دسمبر ۱۵۴۳ء کو قندھار روانہ ہوا  
 اور اکبر کو اپنی بی بی سلطان بیگم کے حوالہ کیا کہ جسے اس کو مالکی طرح پالا پوسا۔  
 کیا خدا کی قدرت ہو کہ اکبر کی پرورش کے واسطے جانی دشمن باب بن گئے۔  
 اس برس وقت میں بہاولون کے ساتھ صرف بائیس رفیق تھے۔ ان میں کوئی ایسا  
 نہ تھا جو راہ پہنچا نہ ہو۔ کچھ تھوڑی ہی دور چلے ہوئے کہ اس مہولہ سفر میں خدائے  
 یہہ تائید کی کہ ملک ہراتی بلوچ کو پہنچا دیا۔ وہ رہزنوں کا قافلہ سالار تھا۔ راہ خوب  
 جانتا تھا۔ اس کی رہبری سے قلعہ باباجی میں پہنچے کا اتفاق ہوا۔ یہ قلعہ ملک  
 گرم سیر میں واقع ہے۔ یہاں سب بڑا سردار میر عبدالحی تھا۔ اوسنے مہانداری

خوب کی اگرچہ وہ خود حاضر نہیں ہوا۔ انہیں حدود میں خواجہ جلال الدین محمود  
مرزا عسکری کی طرف تحصیل خراج لینے آیا ہوا تھا۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا  
اور نقد و خیش جو اس پاس تھا وہ بادشاہ کی نذر میں دیا۔ اس مقام میں بھی  
بہاؤیوں نے چین نہ لینے دیا۔ خوف و خطر بہ وقت اد نکال گارہتا تھا اسلئے وہ خراسان  
اور عراق کی طرف متوجہ ہوا۔ اب اس سفر کا بیجا پیچھے لکھینگے خاندان سور کا بیان  
بالفعل کرتے ہیں \*

## نویں فصل خاندان سور کا بیان شیر شاہ کے حسب نسب اور آغا زعم کا بیان

شیر شاہ کے باپ کا نام حسن خان اور دادا کا نام ابراہیم خان تھا۔ وہ سلطان  
بہلول لودھی کے زمانہ میں ملک ردہ آ کر تھے۔ اس بادشاہ کو یہاں کے افغانوں  
پر نظر اطف تھی اور انکے ساتھ بڑے سلوک کرتا تھا۔ اور اس خاندان کے سور  
ہو نیکی وجہ لستمیہ بہ تھی کہ سلاطین غور میں سے ایک شہزادہ محمد وراپنا دیس چپوڑ کر  
ملک ردہ میں چلا آیا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں میں عادت نہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو  
غیر کف میں بیاہیں۔ مگر جب ونگو اس شہزادہ کا عالی نسب ثابت ہوا تو وہوں  
نے اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔ اسی جو اولاد پیدا ہوئی وہ افغان سور کہلائے  
اور وہ اپنے تئیں اس غوری ہونیکے سبب بہتر جانتے تھے۔ ابراہیم خان کو  
یہ فخر تھا کہ وہ سلاطین غور کی اولاد میں سے ہے۔ غرض ابراہیم خان ہندوستان میں آیا

اور سلطان بھلول کے سردار مہابت خان حاکم ہریانہ کا ملازم ہوا۔ اور پرگنہ بجوارہ  
 میں مقیم ہوا۔ بعد اسکے حصہ فیروز کے حاکم جمال خان سانگ خانی کا ملازم ہوا۔  
 اس حاکم نے اوسکو پرگنہ نارنول میں کئی گانوں اور چالیس گھوڑوں کا جاگیردار  
 بنایا۔ اور شہر خان کا باپ حسن خان عظیم وزیر سلطان بھلول کا ملازم ہوا۔  
 بہر عمر خان جاگیردار لاہور کا خادم ہوا۔ اوسنے کئی دیہات جاگیر میں پرگنہ آباد  
 میں دیدے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ پرگنہ بجوارہ میں اور کوئی کہتا ہے کہ نارنول میں  
 شیر خان پیدا ہوا۔ اور اوسکا نام فرید خان رکھا گیا۔ مہنہار برہا کے حکمران چکے پتا  
 فرید خان ہنوز لڑکا ہی تھا کہ اوسنے ماہر تقاضا کر کے باپ کو اس بات پر آمادہ کرایا  
 کہ اوسکو عمر خان پاس کسی خدمت پر مامور کر نیکی لے لی جائے۔ جب باپ بیٹے کو لایا تو  
 عمر خان اس کم عمر لڑکے کی لیاقت کو دیکھ کر شرا خوش ہوا۔ اور ایک گانوں جاگیر کا  
 عطا کیا۔ اور کہا کہ جب بڑی ہو کر تو عمدہ خدمت ہی پاؤ گے۔ ابھی بچے ہو کسی خدمت  
 کے لائق نہیں۔ ابراہیم خان نارنول میں مر گیا تو حسن خان جمال خان حاکم فیروزہ  
 کی خدمت میں چلا آیا۔ اور خدمات شناس تہہ بجالایا۔ اور جب جمال خان کو سلطان  
 سکندر لودھی نے بارہ ہزار سوار کا جاگیردار بنایا تو اوسنے حسن خان کو پرگنہ سہاسر  
 حاجی پور اور ٹانڈہ دیکر پانچ سو سواروں کا جاگیردار بنایا۔ اب اسکے آٹھ بیٹے تھے  
 دو فرید خان اور نظام خان تو بی بی سے اور باقی چہ لوندھی کے جنم۔ حسن خان  
 ایک لوندھی پر ایسا فریفتہ تھا کہ نہ وہ فرید خان کی بات پوچھتا تھا نہ اوسکی ما کے  
 حال پر توجہ کرتا تھا۔ بعض اوقات فرید خان کو نہایت سخت کہہ بیٹھتا تھا  
 آخر کار باپ کا یہ حال دیکھ کر فرید خان خفا ہو کر جوہنور میں جمال خان پاس چلا گیا

حسن خان نے جمال خان کو لکھا کہ فرید مجھ سے بخیلہ خاطر ہو کر آپ پاس چلا آیا ہے  
 اوستے سمجھا کر میری پاس بھیج دیجو۔ اور اگر وہ میرے پاس آئے نیکے لئے راضی نہ ہو تو آپ  
 ہی اسکی تہذیب و خلاق و تحصیل علم کی طرف توجہ فرمائے۔ جمال خان فرید خان  
 کو سمجھا یا کہ بیٹا باپ پاس چلے جاؤ۔ مگر اوسنے یہ جواب دیا کہ تحصیل علوم اور کتاب  
 فزون کیواسطے جوں پورسہ ہم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہاں سیکڑوں عالم اور فن  
 ماہر موجود ہیں۔ غرض یہیں ہا۔ اور تحصیل علم میں رات دن مصروف ہوا سعدی کی  
 تصنیفات زبان پر تین سکند نامہ سارا یاد تھا۔ علم انشا اور تاریخ میں خوب گاہ تھا۔  
 تاریخ کا شوق اوسکو مرتے دم تک گیا۔

تھوڑے دنوں بعد یہ اتفاق ہوا کہ حسن خان جمال خان پاس جو پور میں آیا۔ اوسکو  
 بہائی بندوں اور شتہ داروں نے اس بات پر بڑی لغت ملامت کی کہ لونڈی کو مہینہ  
 پہنکر فرید جیسے لائق بیٹے کو گھر نکال دیا۔ غرض برادری نے باپ بیٹوں میں صفائی کرادی  
 ۔ اور کئی مہینہ تک وہ دونوں ایک جگہ رہے۔ اور باپ بیٹے کو جاگیر پر بھیجا۔ جاڑو  
 اوسے یہ کہہ کہ میں یہ جانتا ہوں کہ ساری عالم کا مدار عدالت پر منحصر ہے۔ اب ان  
 جاتا ہوں۔ عدالت ہو کام کر دو لگا خواہ کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو میں عدالت کو نزدیک نہ  
 برا بھروسہ نہ لگا۔ سرکشوں اور متروکوں کو بغیر نہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بات بیٹے سے  
 باپ سنکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ جو تیرا دل چاہے سو کر میں تیرے کئی ہوی کام میں دخل  
 نہ دوں گا۔ وہ اپنی جاگیر میں آیا۔ دو پر گنوں کا کام اوسکے سپرد ہوا تھا۔ اوسنے تمام  
 مقدمہ اور کاشتکار اور پٹواری اور اپنے سپاہی بلائے۔ اور پہلے سپاہیوں سے یوں  
 مخاطب ہوا کہ باپ مجھے تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ موقوفی بجالی تمہاری میرا نامہ میں ہے

میں ہر طرح سے ان پر گنوں کی ترقی اور بیہودی چاہتا ہوں۔ اس میں میری جنگنا  
 ہے اور تمہارے لئے بہلائی ہے۔ بعد اسکے مقدموں سے اوس کہا کہ جس طرح اپنا  
 فائدہ دیکھو زر مال گزاری ادا کرو۔ خواہ بٹائی کر خواہ نقدی دو۔ اس پر بعض مقدموں  
 نے عرض کیا کہ کوئی دستاویز نہ کار سے مرمت ہو چکے موافق ہم جمع سرکاری ادا  
 کریں۔ کسی نے کہا کہ نقدی دینگے کسی نے بٹائی کے لئے کہا بغرض آخر یہ امر قرار پایا کہ  
 پٹہ قبولیت لکھا جائے۔ اور زمین پر محصول زر و کپا لکھ کر مقرر ہو۔ اور محصولین محصول  
 واسطے تحصیلانہ معین ہوں۔ پہر اوس نے مقدموں سے یہ کہا کہ سارا ملک کی سہ بنی زراعت  
 پر موقوف ہے۔ اور زراعت کا سارا مدار کاشتکاروں پر ہے۔ جب قدر وہ حرفہ الحال ہو  
 اوس بقدر زمین کو زرخیر کریں گے۔ جو جو ظلم اور ستم تم اوپر کرتے ہو میں خود جانتا ہوں  
 اس لئے میں نے زمین پر زر محصول و محصولانہ زر و کپا لکھ کر مقرر کیا ہے۔ جو کچھ میں نے  
 مقرر کیا ہے اگر اوس سے زیادہ ایک پوٹی کوڑی لوگے تو تم جانو گے۔ پہر حساب کے  
 مواخذہ میں گرفتار ہو گے محصولانہ کا حساب میرے بروہو کا تاکہ تحصیلدار ظلم تم پر  
 نہ کر سکیں۔ جو حقوق تمہارے کاشتکاروں پر ہیں وہ میں تم کو دلاؤں گا۔ فصل  
 خریف کاروپہ خریف میں اور فصل بیج کاروپہ بیج میں لوں گا۔ اس طرح روپیہ لینے  
 میں زبانیات کا جگہ از امیدار اور کاشتکار اور سرکار کے درمیان اوٹھ جائیگا۔  
 یہہ حاکم پر واجب ہے کہ پمالش زمین کے وقت جب قدر رعایت کاشتکار کے ساتھ ہو کر  
 ہے کرے۔ مگر تحصیل محصول کے وقت رعایت کا نام نہ لے۔ کوڑی کوڑی اپنی وصول  
 کرے۔ اگر کاشتکار روپیہ ادا کر نہیں شرارت کریں گے تو میں ادا کو نہ قرار دیتی ہوں گا  
 ۔ بعد اسکے پہر کاشتکاروں و رعایا کی طرف متوجہ ہوا اور اوسے کہا کہ میں ادا جان

تمہارا خیر خواہ ہوں۔ جبریات کی تلموزا بھی تکلیف ہو مجھ سے عرض کرو۔ میں اسکا  
 علاج کروں گا۔ میں تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہوں۔ خیر یہ ہندو وعظنا کر  
 سب کو حصت کیا۔ اور پہلے اپنے باپ کو امیر و نیکو سمجھانے لگا کہ اگر غور سے دیکھو تو تمام  
 ملک کی دولت مندی اور بہبودی اور سربسری و شادابی کا شتکاری پر منحصر ہے۔ اسلئے  
 میں نے کاشتکاروں کی خوب دلچسپی کر کے حصت کیا ہے۔ تمام زمین پر ظلم اور ستم کیسے طرح کا  
 نکرتا۔ اگر کاشتکاروں پر سختی اور ظلم ہو تو پھر اونسے زمین کا محاصل کینا بڑی نا انصافی  
 اور بے شرمی ہے جس رعایا اور کاشتکاروں کی بدولت ہم اپنا پیٹ پالتے ہوں  
 اور انکی حفاظت اور حرمت ہم پر فرض واجب ہے۔ بعض میدان ریہاں ایسے تھوڑے ہیں کہ  
 نہ وہ حاکم کو کچھ سمجھتے ہیں نہ اس پاس آتے ہیں۔ نہ زر و جہاں لاد ادا کرتے ہیں۔  
 کاشتکاروں کے جس طرح چاہتے ہیں دبا کر روپیہ وصول کرتے ہیں۔ اب میں ایسی سرکشوں  
 کا سر کاٹنا چاہتا ہوں تو بتاؤ اب کیا کروں۔ اور سپر سبب مندرجہ عرض کیا کہ حضور  
 تہوڑے دنوں صبر فرمائیں۔ مدت سپاہ جن خان کے ساتھ گئی ہوئی ہے۔  
 اب وہ مخترب نیوالی ہے۔ اور سپر فرید خان لکھا کہ میں ایک لمحہ بھی صبر نہیں کر سکتا۔  
 خلق خدا پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ ایک گہری ہی نہیں دیکھ سکتا۔ غرض یہ کہ سب  
 امیروں کو حکم دیا کہ دو سو گھوڑے سکری میری پاس بھیجیں۔ گھوڑے جمع کیے  
 اور پہلے سارے اپنی بہائی بند جو پرگنوں میں بے جا گئے تھے تھوڑے دنوں کو بلا بھیجا۔ اور خوراک  
 اور پوشاک کا وعدہ کیا۔ اور سرکشوں سے جو کچھ ہاتھ لگے گا اسکے دینے کا عہد پیمان کیا  
 پہلے کاشتکاروں کو لکھا کہ بھیجا کہ تہوڑے دنوں کیو سٹو گھوڑے ہتیار بھیج دو۔ انہوں نے  
 ہر ایک کا لون لے لیا۔ و گھوڑے کیسے کسی بہت خوشی سے بھیجے۔ غرض گھوڑے

اور سپاہی یون جمع کر کے سرکشوں کو ٹھیک بنانا شروع کیا۔ اور ان کے زن و بچہ کو گرفتار کیا۔ اور کہہ دیا کہ کیا تو کوڑی کوڑی سرکاری مال گزاری کی ادا کرو نہیں؟ بال بچے بھی جائینگے۔ جن زنداروں کو عفو و قصیر کی درخواست کی اور روپیہ ادا کرتے ہوئے فعل ضامن لیکر ان کے مال بچو کو چھوڑ دیا۔ جو زندار قزاقی اور راہنی کا پیشہ کرتے تھے۔ اور سرکار میں روپیہ نام خاکی ہی نہ دیتے تھے ان کے دہات کو چار و زطرت گھیر لیا۔ اور حکم دیدیا کہ جو روسا منی آئے مار ڈالو اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرو۔ مولشی پکڑ لو۔ کٹہری ہوئی زراعت کو برباد کرو۔ اور جگلوں کو کاٹ ڈالو کہ پھر انکو چھینے کو لئے کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ ہر چند ان زنداروں نے روپیہ کالا لپچ دیکر معافی مقصود کے لئے ہاتھ پیرا سے مگر فرید خان نے ایک سنی اور کہا کہ تم بد معاشوں کا یہ ہتھوڑا ہے کہ جب اس طرح دبا جا ہو تو روپیہ دہی دلا کر بلا کو اپنے اوپر سے ٹالتے ہو اور پھر وہ دہی ہو جاتے ہو۔ غرض اس طرح ان دونوں پر گنوں کا وہ انتظام کیا کہ ساری رعایا مالا مال ہو گئی۔ اور تمام مفسدون کے گھر بے چراغ ہو گئے۔ جسوقت کوئی کاشتکار فریاد لاتا وہی وقت اسکی وادری کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتا۔ اس لئے اور نظام کے سبب فرید خان کا نام بڑا مشہور ہو گیا۔

جن خان جب اپنے ان پر گنوں میں آیا۔ اور اپنے بیٹوں فرید اور نظام کا یہ تمام دیکھا کہ خزانہ معمور ہے عسکری شاد اور ملک آباد ہے تو خوشی کے مارے ہو لائے بیجا ہوتا مگر عشق بری بلا ہوتا ہے۔ جسوقت پھر اپنی معشوقہ کی بغل میں گیا تو عقل کہاں بیٹوں سے پھر ہر پیش شروع کی۔ ہر چند اور عزیز و اقارب نے جن خان کو سمجھایا کہ کہاں تیری عقل گئی ہے ایک نوٹھی کے کہنے سے تو اپنے تخت جگر سے جدا ہوتا ہے۔

مگر عشق عقل کی بات کب سننے دیتا ہے۔ فرید خان کو کبھی ہی امید باقی نہ رہی تو وہ  
سیدنا اگرہ کو بلا۔ ہوقت سلطان ابراہیم کے ہاں دولت خان کا بڑا طوطی لوان تھا  
فرید خان اوسیکے پاس پہنچا۔ اور ایسی خدمات بجالایا کہ دولت خان کے دل میں اوسکی  
جگہ ہو گئی۔ جب اسنے دولت خان کو اپنے حال پر مہربان دیکھا تو اوسکو لکھا کہ میان  
حسن خان بڑبڑا ہو گیا ہے۔ ایک بند کو اس میں ایسا پھنس گیا ہے کہ جو وہ کہتی  
ہے وہی کرتا ہے۔ اور اس سبب تمام پرگنوں میں ایک آفت برپا ہو رہی ہے۔  
اگر پادشاہ ہم دونوں بہائیوں کو جاگیر دیدے تو ہم باپ کی طرح اوسکی خدمت خاص و سلسلہ  
سے کیا کریں گے۔ جب دولت خان نے ابراہیم سے ان دونوں بہائیوں کی سفارش  
کی تو پادشاہ نے کہا کہ ایسے آدمی اچھے نہیں ہوتے جو اپنے باپ کی شکایت کریں  
دولت خان نے پادشاہ کا جواب فرید خان کو سنا دیا۔ مگر یہ بھی اوسکے ساتھ کہہ دیا  
کہ اگر میرا دم میں دم ہے تو ایک دن یہہ جاگیر پادشاہ سے دلا دوں گا۔  
فرید خان کو اپنی ریاست کا ملنا اور وہاں سنی نکلنا اور با بریا سنی  
تھوڑے دنوں بعد حسن خان نے انتقال کیا۔ سوم کے روز باپ کی پگڑی سلیمان  
کے سر پر بندھی۔ مگر نظام نے اس پگڑی کو اوار لیا۔ اور کہا کہ بڑے بہائی فرید  
ہوتے اس دستار کا حق تو نہیں رکھتا۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا۔ اب اپنے بڑے بہائی  
فرید کی اطاعت قبول کر۔ اور فقط اپنی جاگیر پر قلع ہو۔ سلیمان نے کہا کہ میں بڑے  
بہائی کا تابع ہوں اگر وہ مجھے چوڑا بہائی سمجھیں اور اخلاص سے رہیں۔ اب یہاں  
دولت خان کی بدولت سلطان ابراہیم کا فرمان اس جاگیر کا فرید خان کو مل گیا  
اور وہ خوشی خوشی اپنی ریاست میں آیا۔ سب چھوٹے بڑے استقبال کو گئے۔



یہ دیکھ کر سلیمان خفا ہو گیا۔ محمد خان سور کے پاس چلا گیا۔ یہہ پندرہ سو سو روٹوں کا  
جاگیر دار پر گنہ چاندہ میں تھا۔ اوسکی جن خان سے ہمیشہ ان بن رہتی تھی وہ یہہ  
چاہتا تھا کہ اوسکی اولاد میں تلوار چلے تو اچھا ہے۔ سلیمان نے اوسکی بڑی خوشامد  
کی کہ آپ ہی اس خاندان میں سب کے بزرگ ہیں مجھے آپ کی بزرگانہ عنایت سے  
امید ہے کہ میری کار براری ہو جائیگی۔ محمد خان سور نے کہا کہ بابر اور ابراہیم کی  
لڑائی ہو رہی ہے۔ اگر ابراہیم فتحیاب ہوا تو اوسکے حکم سے جاگیر تجھے دلا دوں گا۔  
اور اگر بابر فتحیاب ہوا تو لڑکر جاگیر دلا دوں گا۔ سلیمان نے کہا کہ مجھے اس انتظار کا  
صبر نہیں۔ سب میر آدمی اور ماوارہ اور سرگردان ہیں محمد خان نے ایک لالچی  
فرید خان پاس بھیجا اور بانیوں میں باہم مصالحت کا پیغام دیا۔ فرید خان نے  
جواب دیا کہ جس طرح تقسیم جاگیر کی باپ کو زمانہ میں ہو چکی مجھے منظور ہے۔ اپنی جاگیر  
میں سے کچھ دینا پسند نہیں۔ جب یہہ جواب آیا تو محمد خان سور نے سلیمان سے کہا کہ  
اب میں لڑکر تجھے جاگیر دلا دیتا ہوں۔ جب فرید خان کو اسکی خبر ہوئی تو اپنی فکر پر  
اس بات کا انتظار تھا کہ ابراہیم اور بابر کی لڑائی کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اگر ابراہیم  
کی فتح ہوئی تو اوسکے فرمان کے سامنے کسکی چلے گی۔ اور اگر خدا نخواستہ مغلوں  
فتح ہوئی تو کسی ایسے زبردست کا دامن پکڑنا چاہئے کہ اوسکے سامنے محمد خان سور  
کچھ حقیقت نہ ہو۔ اسی اشارہ میں خبر ملی کہ ابراہیم کو شکست ہوئی۔ پس وہ اپنے  
منصوبے کو موافق بہار خان ولد دریا خان لوحانی حاکم بہار پاس چلا گیا۔ اس حاکم  
نے سلطان ابراہیم کے مرتے ہی اپنے بیٹے پادشاہ بنایا اور خطبہ پڑھوایا اور سلطان  
آپا لقب رکھا۔ فرید خان اسکا نوکر ہو گیا۔ ایک دن سلطان محمد شکار کو گیا تھا۔

وہاں فرید خان نے ایک شیر شمشیر سے مارا۔ اسپر بادشاہ نے اسکو شیر خان کا  
 خطاب دیا۔ سوار اس جواغردی کے اور خدمات وہ اس بادشاہ کی ایسی بجالایا  
 کہ اسنے اپنی چوٹے بیٹے جلال خان کا اتالیق مقرر کیا۔ ایک مدت کے بعد وہ رخصت  
 لیکر اپنی جاگیر میں آیا۔ حضرت نقضی ہو گئی وہ اپنے گھر پر بارہا۔ اسپر سلطان محمد کو  
 خیال ہوا کہ وہ کیوں زیادہ مدت تک گھر رہا۔ محمد خان سورہیے موقع کی گہات میں  
 بیٹھا ہوا تھا۔ اسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیر خان بڑا مکار و غاباز متفنی ہے  
 وہ اپنے گھر میں اسلئے بیٹھا ہے کہ بادشاہ محمود بن سلطان سکندر کا انتظار دیکھتے ہوئے  
 عرض کچھ لبسا لگایا بجا یا کہ سلطان محمد اسے بگڑ بیٹھا۔ اور اسنے عرض کیا  
 کہ آپ سلیمان کو اسکی جاگیر پر بھیج دیجئے وہ ابھی پیٹ پکڑے چلا آئے گا۔ اسکی  
 خدمات نمایاں ایسی سلطان محمد کے دل سے نہیں اود گئی تھیں کہ وہ یہ حکم دیتا۔  
 مگر اسنے محمد خان سور کو یہ حکم دیا کہ وہاں جا کر بہائیوں میں جاگیر اضاف اور  
 عدالت کو موافق تقسیم کر دے۔ یہ حکم سننے ہی وہ اپنی جاگیر چاندہ میں آیا۔ اور  
 شیر خان کو دیکھی سے یہ کہلا بھجوا کہ تو مدت سے بہائیوں کی حق تلفی کر رہا ہے  
 اب مناسب کہ اول کا حق دیدے۔ اسکا جواب اسنے یہ لکھا کہ یہ ہندوستان کا  
 ملک روہ کا ملک نہیں ہے کہ وہاں باپ دادا کی میراث شرع کے موافق تقسیم ہو  
 یہاں حق اور ملک اسکا ہے جسکے ہاتھ میں تلوار ہے جسکی لاٹھی اسکی ہیں۔  
 شہر ملک میراث لگیو کسے ؟ تا نزد تیغ دو دستی لسی ۔  
 میں فرمان شاہی کے موافق خواص پور مانڈہ سہلہم پر قابض ہوں اور  
 سے لسی کو چہ نہر میں نہ دو لگا۔ جب یہ جواب و کہا یہی کہ محمد خان سور کے سناتو

اوسنے سلیمان کو بڑی جمعیت ہم پہنچا کر شیرخان سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ غور ہوئی  
 پر شیرخان کے غلام سے لڑائی ہوئی۔ اور اس غلام کو شکست ہوئی۔  
 اب شیرخان نے دیکھا کہ لڑائی بھڑائی سے کام نہیں لے سکے گا۔ سلطان محمد پاس  
 جانا مناسب نہیں۔ وہاں محمد خان سور کو معلوم نہیں کیا موقع اور سکی بربادی کا  
 ملے۔ اسلئے اوسنے یہہ مناسب بنا کر وہ جنید پر لاس پاس جو باہر کی طرف سے  
 جو غور کا حاکم تھا چلا جا۔ چنانچہ اس معاملہ میں اوسنے بہت سی رسل و سائل  
 بھیجے اور عہد و پیمان کئے۔ بہت تحفہ تحائف ساتھ لئے۔ اور وہاں جا کر زبرد  
 دہی۔ اور اپنی تدبیر و دان او حکمت و ہوش و دان حاکم سے قریب حاصل کیا۔ اور اور  
 جنید پر لاس کا دل لیا غور کیا کہ اوسنے جاگیر پر دوبارہ قبضہ نیکے واسطے  
 بہت سی سپاہ اور سکودیدی۔ اب محمد خان سور اور سلیمان نے دیکھا کہ اس شیر  
 مقابلہ کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے اسلئے انہوں نے مرناس کے پہاڑوں کا  
 راستہ لیا۔ اور شیرخان نے فقط اپنی ہی پر گنوں پر قبضہ نہ پایا۔ بلکہ چاندہ اور  
 اور پر گنوں پر جو پہلے شاہ دہلی سے تعلق رکھتے تھے تصرف کیا۔ جب یہہ اپنا  
 سکے جا چکا تو اوسنے اپنی قوم کے آدمیوں کو جو ادھر ادھر بکھر گئے تھے بلایا۔  
 اور انکو پہلے سے دو چند جاگیر دینے کا وعدہ کیا۔ اور کہا کہ میں نے اپنا انتقام ہائیوں  
 سے لے لیا۔ چاہے ہم سب ایک ہیں۔ محمد خان سور کو یہی اکہا کہ آپ میرے بزرگ  
 چچا ہیں۔ میں آپکا نام نہوں۔ آپ تشریف لائے۔ اور اپنے پر گنوں کو سنبھالے  
 میرے لئے اپنے ہی پر گنے کافی ہیں۔ اسے محمد خان بڑا شرمندہ ہوا اور اپنی  
 جاگیر میں آیا۔ شیرخان کا نہایت ممنون منت ہوا۔ ایسی باتوں سے شیرخان پس

بہت سی سوراخان جمع ہو گئے۔ اون سب کو اونسے فہمائش کی اب پہلے بغضِ حسد کو  
 جانو دین۔ آپس میں محبت اور اخلاص پیدا کریں۔ بیوٹ اور بیر کا پہل برابر ہوتا ہے۔ مواسف  
 اور محبت کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے۔ غرض اب شیر خان سب سے سخت ہوا اور اپنی ٹپے بہائی  
 نظام خان کو جاگیر دی جس پر لاس پاس کڑھ میں بیوٹا۔ وہ سوقت بابر کے پاس جاتا تھا  
 وہ اسکو بھی ہمراہ لے گیا۔ اور بابر کی خدمت میں پیش کیا۔ وہاں پادشاہی دولت خواہوں  
 میں یہ بھی شمار ہوا۔ اور چندیری کے سفر میں پادشاہ کو بھر کا بھا۔ جب شیر خان نے  
 سب رنگ و سنگ طرز طریقے مغلوں کے دیکھے تو وہ آواروں سے کہنے لگا کہ ان مغلوں کا  
 ہندوستان نکال دینا کچھ بڑی بات نہیں۔ یاروں نے جانا کہ وہ جلی ہو گیا ہے بڑھا  
 ہے۔ سنہی سے پوچھا کہ کیونکہ مغلوں کا نکالنا سہل ہے۔ اونسے جواب دیا کہ پادشاہ خود تو  
 معاملات ملکی میں دخل دیتا نہیں۔ وزیروں کے ہاتھ میں ساری سلطنت کو کام سہی ہیں  
 وہ ایسے خود غرض اور رشوت ستان ہیں کہ حق نکال دینا نہیں کرتے۔ افغانوں میں ضرر  
 یہ ہے عیب کہ اونہیں اتفاق نہیں۔ اتفاق سے وہ اپنی اس حالت کو سنبھالے ہیں۔ اب  
 انشاء اللہ تعالیٰ اس اتفاق کو مٹاتا ہوں اور سب افغانوں کو ایک دل بناتا ہوں۔  
 اور ایک دن مغلوں سے پادشاہی چال کرتا ہوں۔ ایسی باتوں پر یار لوگ قہقہے مارتے  
 تھے اور اسکو باولا جانتے تھے۔ ایک دن پادشاہ کے دسترخوان پر شیر خان کو کھانا بیٹھا  
 اتفاق ہوا۔ وہاں چھلے اسکے آگے آئی۔ اونسے اسکے کانٹے جدا کر کے اسی عقل مند  
 کہا نا کہا یا کہ پادشاہ کی نظر بھی ادھر پڑی۔ اسی وقت بابر نے خلیفہ سی سرگوشی کی  
 کہ اس شیر خان کو نگاہ میں رکھو۔ اسکے چہرہ مہر پر آثار پادشاہی عیان ہیں۔  
 میں نے ہزاروں رئیس اور امیر افغان دیکھے ہیں مگر یہ سوط اور حشمت و شوکت

کسی ہاد کی صورت میں نہیں دیکھی جیسے میری نظر اوپر پڑی ہے میرا دل اس کے قید کر نیو  
چاہتا ہے۔ اسپر حیدر بلاس خلیفہ سے شیر خان کی بڑی سفارش کی اور وزیر نے شاہ  
سے عرض کیا کہ نہ اس پاس سپاہ نہ کچہ اور سامان ہے۔ وہ حضور کو کیونکر تکلیف پہنچی  
سکتا ہے اگر حضور اس خان کو قید میں ڈالیں گے تو اور افغان حضور پر اعتبار کریں گے  
شیر خان کا دوبارہ سلطان محمد پاسبان نا اور بہار کا بالکل بالکل گنا  
شیر خان سمجھ گیا کہ بادشاہ کی بری نظر اوپر ہے۔ اور اس کو کچہ لے لیا وہم پیدا ہوا کہ  
بے خصت اپنی ریاست کو چلا آیا۔ اور جنید بلاس کو لکھ بھجوا کہ میں نے سنا ہے کہ محمد خان  
نے سلطان احمد کو لکھا ہے کہ فوج میری پر گزروں میں بھجے۔ یہ خبر سنکر مضطرب بنے  
چلا آیا ہوں۔ اب اس نے غلوں کی طرف سے دل ڈھایا۔ اور بہر نظام کو لیکر سلطان محمد  
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں پہراو سپر عنایت پر عنایت ہونے لگی۔ اور جلال خان کا  
اتالیق بنا۔ تھوڑے دنوں بعد سلطان محمد کا انتقال ہوا۔ جلال خان اس کا جانشین ہوا  
۔ اب بالکل سلطنت کے کاموں کا اختیار بادشاہ کی ماڈو ڈوا اور شیر خان کو ہوا۔ کچہ عرصہ  
اس کا بھی انتقال ہوا اس لئے اب شیر خان اکیلا بالکل مختار ہوا۔

گورا اور بنگالہ کا بادشاہ سلطان محمود تھا۔ اس کی طرف سے حاجی پور میں مخدوم عالم حکم تھا  
شیر خان اور وہ دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ بادشاہ مخدوم عالم سے ناراض ہو  
قطب خان حاکم منگیر کو بہار کی تسخیر کے واسطے اور دن دونوں دوست یک مخدوم دوست  
کے لئے روانہ کیا۔ شیر خان نے حیدر صلح کے لئے منت سماجت کی مگر قطب خان نے ایک کی  
اس وقت شیر خان نے افغانوں سے کہا کہ ایک طرف مغل ہیں دوسرے طرف بنگالی ہیں  
انکے بیچ میں بچا ہماری ملاوری اور دوا کی ہر موقوف ہے۔ اور سپر پٹھانوں کے

کہ جب تک ہماری جان میں جان ہے میدان کو ہاتھ سے نہ دین گے۔ غرض ایک  
 جنگ عظیم واقع ہوئی اور قطب خان کی جان گئی اور شکست ہوئی۔ شاہ بنگالہ کی ہاتھ  
 خزانہ مال اسباب بہت سا شیر خان کو ہاتھ آیا۔ اور اب وہ پہلے ہی زیادہ بااقتدار ہو گیا  
 ۔ اس اقتدار کو دیکھ کر لوحانی افغانوں کا کلیجہ کباب ہو گیا۔ اور اس کے خراب کرنے کے  
 لئے سارے دشمن اور منصوبے باندھنے لگے۔ بعض لوحانیوں نے اس کی خبر شیر خان کے کان  
 تک پہنچا دی۔ یہ سہ سہ تیل شیر اس بات کو سن کر بیگیا۔ چپکے چپکے اپنی جان و مال کی  
 حفاظت میں مصروف ہوا۔ بہت نئے سپاہی نوکر کر کے اور جاگیریں اور ملک و زمین۔ اور  
 لوحانیوں کی بات بھی نہ پوچھی۔ اس سبب وہ اور بھی جلد خفاک ہوئے۔ جب اس  
 سپاہ جدید کا انتظام ہو گیا اور اس کو نصین ہو گیا کہ لوحانی اور سکا بال بیکانہ میں کر  
 تو اس نے علانیہ لوحانیوں کی دشمنی کا اظہار کیا۔ جلال خان شاہ بہار سے عرض کیا  
 کہ شاہ بنگالہ کا ارادہ ہے کہ آج کل میں بہار کو لے لے۔ لوحانی چارشت سی جاگیر دار  
 چلے آتے ہیں۔ آرام طلبی و نکی عادت ہو گئی ہے۔ لڑائی بٹرائی کے کام کے نہیں رہے  
 اس لئے میں نے یہ نئی سپاہ بہرتی کی ہے۔ کہ شاہ بنگالہ کا حوصلہ اس کثرت سپاہ کو دیکھ کر  
 ہست ہو جائے۔ اور وہ بہار کی طرف رخ نہ کرے۔ لوحانی مجھ سے دلی بعض کہتے ہیں  
 ۔ میری عزت و جان کے خواہان ہیں۔ اگر حضور مجھ کو اپنا عزیز جانتے ہیں تو ان کو میری  
 دشمنی سے منع کیجئے۔ اور جو کچھ وہ میرے معاملہ میں پہل اوسی نہ سنئے۔ ان تک حانیوں کو  
 سوروان پر غلبہ ہے۔ اور یہ افغانوں کا قاعدہ تھا کہ اگر ایک شخص کے ہی چارشتہ  
 زیادہ ہوتے ہیں تو وہ دوسرے کی قتل و ربے غرق کے درپے ہوتا ہے۔ یہ وقت بڑا  
 نازک ہے۔ اب آئندہ حضور کی خدمت میں بے پھرہ چوکی نہیں حاضر ہوں گا جلال خان

شیرخان کو سمجھایا کہ لوحانی بڑے بیوقوف ہیں۔ جو جی میں آتا ہے زبان سے بکارت پھرتے ہیں۔ اور خاک کچھ نہیں کرتے۔ تیری اون سے صفائی کر اسے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر شیرخان کو خست کیا۔ اور وہاں لوحانیوں سے جا کر کہا کہ شیرخان ہماری سب زشون کے منصوبوں کا قہ ہو گیا ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ غرض یہہ زمانہ ہی عجیب و غرافی اور بے حیائی کا تھا۔ جو باتیں ہر وقت مجلسوں اور مشوروں میں قرار پاتی تھیں وہ لوگوں کی باتوں سے کم نہ تھیں۔ اب شیرخان جلال خان سے عرض کیا کہ لوحانیوں کے دوفر کر دینے چاہئیں۔ ایک فریق کو تحصیل محصول کے لئے روانہ کیجئے۔ اور دوسرے کو شاہ بنگال سے لڑنے کے لئے رہنے دیجئے۔ ہر وقت جو جو امور طفلانہ وقوع میں آئے اور ان کے بیان کرے ہم کر کے نہیں بنتے۔ خلاصہ اس تمام کا یہ ہے کہ جلال خان لوحانی شیرخان کے ہاتھوں سے ایسا تنگ ہوا کہ وہ اس کے پنجے سے چھپا چٹا کر شاہ بنگال پاس چلا گیا۔ اب شاہ بنگال نے قطب خان پہلے سپہ سالار کے بیٹے ابراہیم کو سپہ سالار بنا کر بڑی دہرم دہرم سے ایک سپاہ شیرخان پر حملہ کر کے واسطے بھیجی۔ یہہ شیربہر ایسی جوانمردی اور دشمنی سے لڑا کہ دشمنوں کو شکست دی اور توپخانہ چھین لیا۔ اور ابراہیم مارا گیا۔ اور تمام سلطنت بہار کا وہ مالک بن گیا۔

### قلعہ چنار پر شیرخان کا قبضہ

سلطان ابراہیم لودھی نے چنار کا قلعہ تاج خان سانگ خانی کو سپرد کیا تھا۔ خزانے پادشاہی یہیں جمع ہوتے تھے۔ تاج خان اپنی بی بی لاڈ و ملکہ کے ساتھ بڑا لاڈ رکھتا تھا۔ مگر اس کے بطن سے کوئی اولاد نہ رکھتا تھا۔ اور بی بیوں سے اولاد تھی۔ اس کے تین بہائی تھے وہی سارا کام ریاست کا کرتے تھے۔ اب سولی

سناش کر کے لاڈ و ملکہ کا کام تمام کرنا چاہا۔ اور مارنے میں کچھ کسر باقی نہ رکھی کہ بلخ خان  
ملکہ کی قسمت سی آگیا۔ اور اس نے بیٹوں کے ماریخا قصہ کیا۔ مگر اسکا وار خالی گیا اور  
اولاد کا وار اکو سپہ چل گیا۔ بعد ازیں پیغام سلام ہو کر اس ملکہ کی شادی شیرخان  
ہو گئی۔ اور اس سبب قلعہ چار اور اس کے ساتھ بہت سی دولتیں آئی۔ اور اس  
دولت کی بدولت شوکت اور شہرت شیرخان کی بہت زیادہ ہو گئی۔ یہہ ملکہ ہی  
نہایت عاقل و فہر زانہ تھی۔

### پادشاہ محمود کا بہار میں آنا اور شیرخان کا وغادینا

اسی عرصہ میں پادشاہ محمود سکندر لودی نے راناسنگا کی رفاقت میں بابر سے  
شکست پائی۔ (اس لڑائی کا حال بابر کی تاریخ میں پڑھو) لودی افغانوں کو امیر  
پٹنہ میں مجتمع تھے۔ انہوں نے محمود کو بلایا۔ وہ بہت سی سپاہ سے یہاں آیا۔ پٹنہ  
نے اسکو پادشاہ بنایا۔ شیرخان نے دیکھا کہ محمود خان کی اعانت ضرور پٹیان کرینگے  
اسلئے وہ ہی محمود کی ملازمت کیواسطے حاضر ہوا۔ اس پادشاہ نے بہار کو امرامین تقسیم  
کر دیا۔ اور شیرخان کو اس ملک کا وثیقہ لکھ دیا۔ کہ جب ہم جو پور فتح کرینگے تو ساری  
بہار اسی کو دیدینگے۔ کیونکہ یہاں اسی کا حق ہے۔ اسلئے لوہار سے اسکو فتح کیا ہے  
یہہ وثیقہ حاصل کر شیرخان اپنی ریاست سہلسر کو چلا گیا۔ سلطان محمود مغلوں سے  
لڑنے جو پور چلا۔ اور شیرخان کو حاضری کا حکم بھیجا۔ اسکا جواب دے کر یہہ بھیجا کہ  
لشکر کا سامان جمع کر رہا ہوں۔ جو وقت سامان ہو لیگا حضور کی خدمت میں حاضر  
ہوں گا۔ اس جواب پر امیرون نے پادشاہ سے کہا کہ یہہ شیرخان بڑا روباہ باز ہے  
ہمیشہ سے مکاری اور حیلہ جوئی اسکا پیشہ ہے۔ ضرور مغلوں سے سازش کرتا ہے



اور اسلئے پہلے بناتے ہے۔ ایسی باتیں ان امیروں نے جہاں میں کیا بادشاہ لشکر سمیت  
 سہلہم کی طرف متوجہ ہوا۔ شیرخان یہ دیکھ کر بڑا گھبرایا۔ اور اس بلا کے ٹالنے کو  
 لئے بادشاہ کی خدمت میں دوڑ آیا۔ اور بہت تحفہ تحائف ہمراہ لایا۔ اور ایک دعوت  
 ایسی دہوم دہام سے کی کہ بادشاہ کے دل سے سب کدو دفع ہوئی۔ اور سپاہ کو تیار کر  
 بادشاہ کے ہمراہ ہوا۔ اور جو نیور کی طرف روانہ ہوا۔ مغل جو نیور کو خالی کر کے ہٹ گئے  
 ۔ بادشاہ محمود یہاں چند روز مقیم رہا۔ اور سارا ملک کرٹھ مانگ پور تک قبضہ میں لایا  
 اب مغلوں سے لڑائی کے وقت جو کام شیرخان نے کیا اور سکا حال تاریخ ہالیون میں  
 دیکھو۔ اب شیرخان کا ستارہ اقبال چمکا کہ جو پٹھان اس کے نام سے بیزاد تھے اب  
 وہ ان انکر خدمت گار بنتے تھے۔ بہادر شاہ گجراتی کی شکست کے بعد جتنے پٹھان عزت  
 تھے وہ سب اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب اس کے نام کے ساتھ حضرت عالی کا  
 لفظ اور زیادہ ہوا۔

## شیرخان کا حملہ بنگالہ پر

جب ناصب شاہ بادشاہ بنگالہ نے انتقال کیا تو سلطان محمود کو امرائے بادشاہ بنایا  
 مگر وہیں سلطنت کی قابلیت نہ تھی۔ اسلئے ملک میں خلل برپا ہوا۔ اسلئے  
 شیرخان کا حوصلہ ملک بنگالہ کے فتح کرنے کا پیدا ہوا۔ اسنے تین سو من سونابی بی  
 فتح ملکہ سے لیا۔ اور لشکر کو آراستہ کیا۔ اس بی بی فتح ملکہ کا باپ میان محمد معروف  
 بہ کالا پہاڑ تھا۔ جبکہ سلطان بہلول نے اودہ کی سلطنت دی تھی اس عورت پارسوں کا  
 کچھ ٹھکانا نہ تھا غرض اس دولت پر ہی شیرخان اپنی تدبیر سے قبضہ کر لیا تھا۔  
 اور اس کے سبب بنگالہ پر لشکر حملہ کر نیکی لئے خوب آراستہ ہو گیا تھا۔ اب اسنے

بنگالہ پر حملہ کیا۔ اور سیکری گڈ ہی تک بنگالیوں کو شکست دیکر ملک پر قبضہ کر لیا۔ پاشا محمود بہاگ کر حصار گورنرین متخص ہوا۔ شیرخان اوسکا بیجا کیا۔ اور اس قلعہ کا صحنہ کیا۔ اسی کام میں مصروف تھا کہ ہالیوں نے اوسپر لشکر کشی کی۔ اس لشکر کشی اور شیرخان کی لڑائیوں کا بیان ہالیوں کی تاریخ میں پڑھ آئے ہو۔ اوسکا بیان کرنا ضرور نہیں مگر صرف ایک جگہ ہم نے یہ لکھا ہے کہ قلعہ رہتاس کو اوسنے فریبے لے لیا اوسکا ذکر کرنا ضرور ہے۔

### قلعہ رہتاس پر شیرخان کا قبضہ

جب قلعہ چار پر ہالیوں لشکر کشی کر رہا تھا۔ تو شیرخان اپنے اہل و عیال کو لیکر جہار کندا کی طرف چلا۔ قلعہ رہتاس کا راجہ ہرکشن اور اوسکا نائب چورامن دونوں اسکے بڑے دوست تھے۔ چورامن ایک بڑا لائق عالم پنڈت تھا۔ وہ پہلے ہی شیرخان کے بھائی نظام خان کے اہل و عیال کو اس قلعہ میں پناہ دیکر چکا تھا۔ غرض اس اتحاد اور وداد پر اوسنے راجہ کو لکھا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے۔ آپ کی کمال عنایت ہوگی اگر تو بڑے دنوں کے لئے آپ اپنا قلعہ مجھے مستعار دیں۔ یہہ احسان آپ کا عمر بہت بھولوں گا۔ پنڈت چورامن نے جواب لکھا کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ قلعہ آپ کو لئے موجود ہے۔ مگر جب جہار کندا سے شیرخان چلا۔ تو راجہ کی مت بدل گئی۔ اور وعدہ سے پہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ پہلے جو نظام خان کو میں نے قلعہ مانگے دیدیا تھا تو وہ اور زمانہ تھا اور کچھ اور بات تھی اب کچھ اور حال ہے پہلے میں قوی اور وہ ضعیف تھا۔ اب معاملہ بالعکس ہے۔ اگر قلعہ لیکر وہ نہ دے تو اب میں خالی نہیں کر سکتا۔ یہہ مضمون پنڈت نے شیرخان کو لکھا۔

وہ اس وعدہ خلافی سے بڑا حیران اور پریشان ہوا۔ پہر راجہ کو لکھا کہ آپ کے  
 وعدہ کے بہرہ رسد میں میں یہاں چلا ہوں۔ اگر سہایون پادشاہ اس بات کو سنیکھا  
 تو میرے ساری مال بچوں کو گرفتار کر لے گا۔ اور یہہ عذاب قیامت تک آپ کی گردن  
 پر رہے گا۔ اور پٹت کو یہہ ہی لکھا کہ کسی تدبیر سے راجہ کو سمجھا کر قلعہ دلوادیجے  
 اگر قلعہ راجہ نہ دیگا تو میں سہایون سے صلح کر لوں گا۔ اور پہر میں اور وہ دونوں  
 ملکر راجہ سے سمجھ لینے۔ اب پٹت جی نے پتے راجہ کو اونچ نیچ دکھائی۔ اور کہا کہ اگر  
 راجہ قلعہ نہ دیگا تو میں زہر کھا کر آپ کی بڑی ڈیوڑھی پر ہتیا دوں گا۔ خیر راجہ نے  
 چورامن کی درخواست قبول کر لی۔ مگر شیرخان کو اس درخواست منظور کرنے کی تو  
 خبر نہ آئی مگر یہہ خبر آئی کہ خواص خان قلعہ گور کی خندق میں ڈوب کر مر گیا۔ اور قلعہ  
 چنار سہایون کے حوالہ کیا گیا۔ شیرخان اس وقت نہایت مضطرب ہوا۔ اور خواص خان  
 کے چوٹے بھائی مصاحب خان کو خواص خان کا خطاب لیکر قلعہ گور پر روانہ کیا۔ اور  
 یہہ قلعہ جلال خان اور اس خواص خان نے فتح کر لیا۔ جب یہہ فتح حاصل ہوئی تو پٹت  
 چورامن ہی شیرخان پاس آئے۔ اور اس کے تمام ملن عیال کو قلعہ کے اندر لے گئے  
 اور شیرخان ہی قلعہ کے اندر گیا اور خدا کا شکر بجالایا کہ اگر قلعہ چنار ہاتھ سے گیا تھا  
 تو خدا نے اس کا نعم البدل قلعہ عطا کیا۔ مگر اس قلعہ کے لینا یوں مشہور ہے کہ  
 شیرخان نے راجہ پاس بہت آدمی تحفہ تحائف دیکر بھیجے۔ اور یہہ لکھا کہ سوار عورت  
 اور خزانے کے کوئی مرد قلعہ کے اندر نہ جائیگا۔ اگر بیگالہ فتح ہو گیا تو میں اس جیساں  
 شکر ادا کروں گا اور اس کا عوض دوں گا۔ اور اگر خدا نخواستہ معاملہ بالعکس ہوا  
 تو میرے اہل و عیال و خزانہ سب اجہ پاس ہے گا اور دشمنوں کے ہاتھ سے بچے گا

راجہ نرائن کی طرح میں گیا۔ اور اس بات کو منظور کر لیا۔ اب شیرخان یہہ والو کہلا  
کہ ایک نہار ڈولیان بنوائیں۔ اور تھوڑے لمحوں میں کچھ عورتیں سوار گرائیں اور  
باقی میں دو دو سپاہی بٹھائی۔ عورتوں کی ڈولیان آگے رکھیں اور خواجہ سرا  
اونکے ساتھ گئے اور سپاہیوں کی ڈولیان پیچھے رہیں۔ اور پانچ سو آدمیوں کے  
سر پر تھیلیاں ٹکوں کی بہر کر کہہ دیں اور ایک چوڑی سٹی اونکے ہاتھ میں دیدی  
غرض اس دھوکہ اور فریب سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بچا را را جہ قلعہ چھوڑ کر بہاگ گیا۔  
یہہ فریب شیرخان کا بڑا مشہور ہو گیا۔ مگر صنف تاریخ سنہا ہی کا بالکل اعلان کرتا ہے  
۔ اور لکھتا ہے کہ یہہ داستان بالکل لے اصل ہے۔

## شیر شاہ کا پنجاب پر قبضہ اور بنگال میں جانا

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ شیر شاہ کی صلاح اور مشورہ اور سازش سے کامران پنجاب  
گیا تھا۔ جون ہی وہ یہاں گیا کہ سارا صوبہ پنجاب شیر شاہ کا مطیع اور فرمانبردار ہوا  
اس سارے صوبے کا بندوبست کیا۔ اور اپنے بہائی بندوں کو بڑی دریا دلی سے  
جاگیریں عطا کیں۔ لگروں کی قوم یہاں بڑی کیش مشہور تھی۔ اسکا سردار  
سانگ گکھ پادشاہ کی خدمت میں بھی نہیں حاضر ہوا تھا۔ اسلئے پادشاہ لشکر سمیت  
اون پہاڑوں میں پہنچا جو اس قوم کا ملاز اور مچا ہے۔ اور ایک مقام منتخب کر کے  
بڑا مستحکم قلعہ تعمیر کرایا۔ اور اسکا نام ستاس گدہ اسی قلعہ کے نام پر جو صوبہ بہار میں تھا  
رکھا۔ اور تمام لگروں کے ملک کو برباد کر دیا۔ اور سارنگ لگڑ کی بیٹی کو پکڑ کر خواص  
سے شادی کر دی۔ خیر یہہ یہاں ہو ہی رہا تھا کہ بنگال سے خبر آئی کہ خضر خان حاکم  
بنگال نے سلطان محمود آخر پادشاہ بنگال کی بیٹی سے شادی کی۔ اور اس ملک کی

رسم کے موافق وہ ٹوکی پر بیٹھا۔ یعنی صدر نشین ہوا۔ اس خبر سے شیر شاہ کو رشت ہوئی اور وہ خواص خان اور عیسیٰ خان کو رہتاس میں چھوڑ بنگال میں آیا۔ خضر خان اس کے استقبال کے واسطے گیا۔ پادشاہ نے اسے پوچھا کہ بغیر میری اجازت کی کیوں تو نے سلطان محمود کی بیٹی سے شادی کی اور ٹوکی پر پادشاہان بنگال کی طرح بیٹھا کسی کام کا بغیر پادشاہ کی اجازت کے نہ ہونا چاہئے۔ یہ کہہ کر اس کے پیروں میں بٹیران ڈال دیں۔ اور ایسی سخت سزا دی کہ اور دن کو بھی عبرت ہوئی۔ پھر بنگال کو ضلوع میں منقسم کر دیا۔ اور ایسا خوب بند و بست کیا کہ کُندہ کے لئے فساد اور شورش کا اندیشہ باقی نہ رہا۔ اور اس بند و بست کے بعد پادشاہ آگرہ روانہ ہوا۔

## مالوہ کی فتح ۱۵۴۲ء

جب شیر شاہ آگرہ میں پہونچا تو شجاعت خان کا خط اس دشمن کا آیا کہ محمد قاسم حاکم گوالیار سے یہ شرط پھیری ہیں کہ افغان قلعہ گوالیار کو لے لیں۔ اور مغلوں کو لشکر پادشاہی میں آنے جانے دیں۔ روک ٹوک نہ کریں۔ اور پادشاہ جس وقت یہاں آئے وہ پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور جب حکم ہو قلعہ حوالہ کرے۔ شیر شاہ نے جواب لکھا کہ میں گوالیار ہی کے رہتہ سوا نڈو جاتا ہوں۔ یہاں جانیسے مقصد یہ ہے کہ امارا ماندو سے اسکا عوض لوں کہ انہوں نے میری تخت جگر قطب خان کو کٹوا دیا اور خود آپ بیٹھے رہے یہاں ماندو میں سو وقت کو امیر مطلق العنان حکمران بن رہے تھے۔ ایک ملو خان تھا جو پادشاہ بنا تھا۔ مگر پادشاہ خطاب نہ کیا تھا۔ شاد دم آباد یعنی قلعہ ماندو اور حسین اور سارنگ پور اور قلعہ رتھنبور میں اسکا اعلیٰ دخل تھا۔ دوسرا سکندر خان نیا تھا وہ سیلوں اور اورسندیا میں حکمرانی کرتا تھا۔ تیسرا راجہ پرتاب شاہ تھا۔ یہ پادشاہ

صغیر سن تھا۔ بہیاپور ن اور سکائٹ تھا۔ ضلع چندیری اور رائے سین میں  
 اوسکی حکومت تھی۔ چوتھا بہوپال تھا وہ بجاگڑہ اور مہار میں ریاست کرتا تھا جب  
 پادشاہ گوالیار میں آیا۔ ابوالقاسم نے گوالیار حوالہ کیا۔ وہ آگے بڑھ کر یون میں پہنچا  
 تو شجاعت خان نے رام شاہ راجہ گوالیار کو بھیجا کہ بہیاپور ن کو بلایا۔ اوسنے انہیں  
 عذر کیا۔ اور لکھا کہ میں جب آؤں گا کہ شجاعت خان مجھے لینے کو واسطے آئے۔ اس  
 لکھنے پر شجاعت خان خود گیا اور پورن مل کو چہہ ہزار نو جوان سواروں کے ساتھ  
 پادشاہ کی خدمت میں لایا۔ پادشاہ نے سوگھوٹے اور سوخلعت اوسکو عنایت کیے  
 وہاں پورن مل کی بی بی نے قسم کھائی کہ جب تک پو خاوند کو نہ کہیوں گی کہانا  
 نہ کھاؤں گی اور قلعہ کی فصیل پر بیٹھی راہ دکھا کروں گی۔ اسلئے وہ اپنے بھائی  
 چتر بھوج کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اب پادشاہ سازنگ پور میں آیا۔ تو ملو خان کی  
 حاضری کا پیغام آیا۔ پادشاہ کے دربار عام میں شجاعت خان اوسکو لایا۔ پادشاہ  
 اوسے پوچھا کہ تیرا خیمہ کہاں ہے۔ اوسنے عرض کیا کہ میرا خیمہ حضور کا دربار ہے میں  
 اپنی بڑی عزت سمجھوں اگر حضور اپنے خیمہ کی خدمت جا رہا ہوں محنت فرمائیں  
 ۔ اس بات کو سنکر پادشاہ نے اوسکی بڑی عزت کی۔ اور اوسکو ساتھ لیکر اسی سار  
 لشکر کی سبکداری۔ سپاہیوں کی یہ محنت دیکھ کر کہ ہر روز لشکر گرد خندق کھودتے  
 ہیں اوسکے ہوش اڑ گئے۔ اوسنے سپاہیوں کو کہا کہ اسلام کی سی محنت کرتے ہو  
 لمحہ بہرا رام اپنے اوپر حرام جانتے ہو۔ اور سپاہیوں کو کہا کہ ہمارے پادشاہ  
 کا یہی محنت کرینا و ستودہ ہے۔ اطمینان کرنا اور تلوار کا کام ہے۔ مردوں کے واسطے  
 آرام شرم کا مقام ہے۔ عرض میں قلعہ شاہ اور پادشاہ کے درمیان میں جو بیٹن ہیں

ایک دن اوسے شیرشاہ اپنی آغاز عمر کی یہہ داستان کہنے لگا کہ اپنی نوعمری میں بڑا  
جھانکش تھا۔ پندرہ پندرہ کوس روز پیادہ پاشکار کے لئے چلا جاتا تھا۔ ایک روز اتفاق سے  
قزاقوں نے مجھے آگہیر لیا۔ اور انکے ساتھ اتفاق سے رہی لگا۔ اور بہت دنوں تک  
اونکے ساتھ غارتگری اور راہ زنی کرتا رہا۔ کشتی میں بیٹھا ہوا ایک دن ان دوستوں  
کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ کہ اوسکو آدمیوں نے آگہیر لیا۔ اور پکڑ لیا۔ میں کشتی سے  
ہتیاروں سمیت دریائے کوہا اور تین کوس تک تیرتا چلا گیا۔ پہر اس روز سے  
اس کام سے توبہ کی۔ یہہ ایک تعجب کی بات ہے کہ اسی بات میں وہ اوس شخص سے کرتا تھا  
کہ جسے اپنے بیٹے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ خاندان تیمور کے مورخوں مثل ابو الفضل  
وغیرہ نے اسی بات پر حاشے چڑھا کر یہہ لکھ دیا ہے کہ شیرخان ابتداً عمر میں چوری  
و کشتی راہ زنی اور بہت بڑے کام کرتا تھا۔ جن میں سکندر بھی حاضر ہوا۔ بادشاہ نے  
شجاعت خان کو ماندو میں اور بلوخان کو کالپی میں حاکم مقرر کیا۔ اب بلوخان  
اپنی اہل عیال کو جن سے لشکر میں لایا۔ اوسنے دیکھا کہ قلعہ گولیا کے بڑے  
بڑے مغل امیر خندق کو درہم ہیں۔ اور بلیداروں کی طرح پہاڑ بجا رہے  
ہیں۔ یہہ دیکھ کر وہ سوچا کہ یہاں بلیدار می ضرور کرنی پڑے گی۔ اسلئے اسکا  
ارادہ پہلے گئے کام ہوا۔ جب بادشاہ کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو اسنے شجاعت خان  
اور اورون سے کہہ دیا کہ اوسے رشوت لیکر چانے دو۔ بعض مورخ لکھتے ہیں  
کہ یہہ خبر سنکر بادشاہ نے قید کا حکم دیا۔ مگر وہ ایسا ہوشیار تھا کہ بادشاہ سے  
عرض کیا کہ میں ساتھ کیوں نہ چلوں میرے بال بچوں کے واسطے سامان باربرد  
نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے سامان باربرداری دیدیا۔ اوسنے گاڑیاں مانوں اور

ساربانوں کو شکر بھلا کر بیہوش کیا۔ اور آپ بیہوشی سے چل دیا۔ شجاعت خان  
 اوسکے تعاقب میں گیا مگر ہاتھ نہ آیا۔ پھر پادشاہ شجاعت خان سے خفا ہو گیا۔ اور سارا  
 ملک مالوہ کا دیا ہوا اوستے لے لیا اور فقط سید واس اور ہندیا کا ملک دیدیا۔ اور باقی ملک  
 اور امر میں تقسیم کیا۔ اب قلعہ نیتنبو میں پادشاہ آیا۔ وہاں کا حاکم بھی مطیع ہوا۔  
 یہ قلعہ اپنے بیٹے عادل خان کے حوالہ کیا۔ مغان سے پادشاہ اگرہ کی طرف چلا۔ تو  
 سکند خان کا بہائی ناصر خان چہ نہر سوار اور دوسو ہاتھی لیکر شجاعت خان پر  
 چڑھ گیا۔ اور یہ ہارادہ کیا کہ شجاعت خان کو زندہ گرفتار کرے۔ اور جب اوس کا  
 بہائی سکند پادشاہ کے لشکر سے نہ آئے اسی نہ چھوڑے۔ مگر شجاعت خان اگر چہ جی ہوا  
 مگر اپنی شجاعت بچ گیا۔ اور ناصر خان کو شکست دیکر نوک مہر گیا۔ ابھی اسے پیچھا  
 نہ چھوڑا تھا کہ ملو خان نے قلعہ مانڈو پر حملہ کیا۔ اور پادشاہ کی طرف حاجی خان جو  
 بہان حاکم تھا اوسے پکڑ لیا۔ شجاعت خان کے چند زخم ہری تھے مگر بہر بھی وہ لشکر  
 کو لیکر ملو خان سے جا بڑا اور اوسے شکست دی۔ یہ شجاعت کا کام سنکر پادشاہ  
 خوش ہوا۔ اور سارا مالوہ کا ملک و سکودیدیا۔

### راے سین کا قلعہ ۱۵۴۳ء اور بعض ورحالات

شیر شاہ اگرہ سے بہار اور بنگال کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں سخت بخار اور درد میں  
 مبتلا ہوا۔ اس حالت میں اوسنے کئی دفعہ کہا کہ میں بڑی غلطی کی جو سہل  
 خدا تعالیٰ مجھے اپنی عنایت جلد شفا دے تو میں چندیری جاؤں۔ اور بہا پور  
 سے سمجھوں جسے خاندانی مسلمانوں کو غلام بنایا۔ اور انکی بہو بیویوں کو پاتربنا  
 بازار اور کوچوں میں بچایا۔ اور میرے بیٹے کا ساتھ نہ دیا۔ اوسکو ایسی نلروں



کہ وہ بھی یاد کرے۔ اور پہر کسی اور ہندو کا حوصلہ نہ پڑے کہ وہ ایسے کام کرے  
 بہ عنایت الہی اور سکو شفا حاصل ہوئی۔ اور وہ اگرہ میں آیا۔ جسے چھ مہینے میں ماند کو بیڑ  
 چلا۔ اور قلعہ رائے سین کا محاصرہ کیا۔ بہیا پورن مل نے چہرہ سواہتی نذرانہ میں  
 بھیجے مگر خود حاضر ہونے کی جرات نہ ہوئی۔

اسی اثنا میں خبر آئی کہ خواص خان اور ہیبت خان میں نا اتفاقی ہوئی۔ پادشاہ  
 ہیبت خان کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ فتح جنگ خان کے بڑا سردار ڈھار کپتا  
 اور بلوچوں نے ملتان پر قبضہ کر لیا ہے۔ ان سب غیور کو درست کرے۔ اور  
 ملتان پر قبضہ کر کے آباد کرے۔ وہ اس حکم پر پاک پٹن میں آیا۔ فتح جنگ خان  
 جانتا تھا کہ بال بچے ساتھ ہیں ہیبت خان ہاتھ سے بچ کر نکلنا مشکل ہے اسلئے  
 ایک مٹی کے قلعہ میں چلا گیا۔ ہیبت خان اور سکو محاصرہ کر کے لے لیا۔ فتح خان اور  
 بخشو لنگاہ کو قید کیا۔ اور ہیبت سی ہندو بلوچ اسیر کئے۔ اور شریف خورتون کو بھی  
 قتل کیا۔ شیر شاہ کو اس فتح کی بڑی خوشی ہوئی۔ اوسنے حکم دیا کہ لنگاہ کی رسم و  
 رواج کے موافق زمین کا خرچہ بٹائی سے وصول کرے۔ جریب کو موافق نہ لے اور  
 بخشو لنگاہ کو اس کا ملک دیدے۔ اور ہندو بلوچوں اور فتح خان کو قتل کر ڈالے۔  
 اس معاملہ کو پادشاہ نے یون طے کیا۔ اور آپ بدستور قلعہ کو محاصرہ میں مصروف  
 افغانوں اور راجپوتوں میں خوب لڑائیاں ہوئیں۔ غلبہ افغانوں کی طرف رہا۔  
 پیل اور تمام دہاتوں کو گلو اگر شیر شاہ نے توپیں ڈھلوائیں۔ اور انکی بارٹ قلعہ پر چلا  
 اسے قلعہ والوں کا حال تنگ ہوا۔ چہرہ مہینہ کو بعد پورن مل خود پادشاہ کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔ پادشاہ نے اسے کہا کہ جن سلمان عورتوں اور بچوں کو غلام رکھا اور انکو

میں جھگڑنا رس کی حکومت دیدن کا۔ اوسنے جواب دیا کہ نہ میرے پاس کوئی مسلمان  
 غلام ہے۔ نہ میں راجہ ہوں۔ جو حضور نے فرمایا میں راجہ سے جا کر کہتا ہوں۔ پادشاہ  
 اوسکو راجہ پاس جانیکی اجازت دی۔ وہاں سے اوسنے اپنے تمام حواریات پادشاہ  
 پاس بھیجے۔ اور عرض کیا کہ دو منزل پہلے قلعہ سے آپ چلے جائے میں قلعہ حضور  
 سپاہیوں کے حوالہ کر دوں گا۔ اور خود کہیں چلا جاؤں گا۔ عرض اس بات پر خوب  
 عہد و پیمان قسم قسمی کے ساتھ ہوئے۔ اور راجہ طبع ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کر دیا۔ اور  
 ایک مقام پر مع اہل عیال خمیہ ڈیرا لگائے پڑا تھا۔ کہ سردارانِ چندیری کی عورتیں  
 شرم کا رقعہ پہنا کر پادشاہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ شیر شاہ شیر شاہ تو  
 نہیں جانتا کہ ان کافروں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ انہوں نے ہمارے  
 خاوندوں کا گلا کاٹا۔ ہکو لونڈی غلام بنایا۔ ہماری کنواری لڑکیوں کو بائرن کر  
 گلی گلی کوچہ کوچہ بچوایا۔ تمام مال سباب چھین لیا۔ اگر تو آج ہمارا انصاف نہیں کرتا  
 تو کل خدا کو کیا منہ دکھائیگا۔ قیامت کا دن ہوگا ہمارا ہاتھ اور تیرا دامن ہوگا۔  
 عرض ان مصیبتوں اور آفتوں کو سنکر پادشاہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ لیجئے  
 ہوں اونسے پہلے عہد و پیمان کرچکا ہوں اور تھوڑے نہیں سکتا۔ اوسپر عورتوں نے  
 کہا کہ تو اپنے مذہب کے علمائے پوجہ کرا لیسے عہد و پیمان کا قائم رکھنا درست ہے یا اؤ  
 تو ٹنا شرعاً واجب ہے۔ علمائے گئے اونسے فتویٰ لیا گیا۔ مرزا رفیع الدین صفوی  
 نے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔ شیر شاہ نے لشکر مرتب کیا۔ اور پورن مل  
 کے لشکر چلے خراج پڑا۔ اگر وہ عہد و پیمان کے بہرہ سپرے خبر تھے۔ مگر جب  
 لشکر اٹھوٹا۔ تو انہوں نے بھی پہلے بال بچوں کو قتل کیا۔ اور پھر دل کھول کر غیبی

اور سب کو سب سے گئی۔ اتفاق سے ایک پورن مل کی بیٹی اور اس کے بڑے بھائی  
 کے تین بیٹے زندہ ہاتھ آئے۔ لڑکی نٹوں کو حوالہ کی گئی کہ بازاروں میں آد  
 بچائیں۔ اور لڑکے خوجے بنائے گئے کہ آئندہ کو انکی نسل بڑھے۔ یہہ بڑا ایسا کام  
 سوار امیر تیمور کے کسی اور پادشاہ نے نہیں کیا۔ مولویوں کی بے ایمانی نے  
 اس پر اثر کیا اور نہ کوئی اور سبب نہیں معلوم ہوتا۔ اگر اس کام کو شرعاً دیکھئے  
 تو درست نہ تھا۔ نہ وہ کسی کی عبت دینے کے لئے تھا۔ نہ انتقام کی نظر سے تھا۔  
 غرض ایک جیسا نہ کام تھا جو مولویوں نے پادشاہ کے ہاتھ سے کرایا۔

### ماڑواڑ کے راجہ مال دیو سے لڑائی

اب شیر شاہ نے اپنے امیروں سے کہا کہ سارا ملک ہنداب ہمارے قبضہ میں ہے  
 کہیں کچھ کہہ گئے ہیں۔ اسپر امیروں نے عرض کیا کہ اب وقت ہے کہ ملک کہیں  
 کو فتح کیجے۔ وہاں شیون کا بڑا زور ہے۔ اور سیکڑوں طرح کی خرابیاں اور  
 بدعتیں انہوں نے پیدا کر لی ہیں۔ اور شیر شاہ نے کہا سلطان ابراہیم  
 کے عہد سے ہندوؤں کا بڑا زور ہو گیا ہے۔ مسجدوں کو ڈھا ڈھا کر انہوں نے  
 مندر بنائے ہیں۔ اور بہت سا تہنک سلام کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اولیٰ کے  
 سچھپا چائے۔ پہر سنیوں کی خبر لینی چاہئے۔ بالفعل راجہ ماڑواڑ سے کار  
 مناسب معلوم ہوتی ہے۔ وہ بڑا زبردست راجہ ہی ناگوار اور ارجمیر کے راجہ  
 مطیع ہیں غرض یہ کہہ کر وہ ۱۵۴۳ء میں اسنی نہر سپاہ لیکر اگرہ سے ماڑواڑ  
 کے ارادہ سے چلا۔ فتح پور سیکری ہی سے فوج کو باقاعدہ چلنے کا حکم دیا۔ لشکر گاہ  
 گرد و زخندق کھدائی اور قلعہ بنایا۔ ریتیلی زمین کے سبب جہاں یہ قلعہ بن سکا

وہاں شیرشاہ کے پوتے محمود خان نے بہتر کرب بتائی کہ تھیلون میں ریت بہر  
 فضیل قلعہ بنائی جائے۔ جب ہاجیر میں پہونچا تو راجہ مال یوہی پچاس ہزار سپاہ  
 سے لڑائی کے ارادہ سے پڑا تھا۔ شیرشاہ کو اس کوچ اور لڑائی میں ایسی دشواریاں  
 پیش آئیں کہ وہ اپنے آئینے پیش مان لیا۔

راجہ مال دیو کو یہ ملک وراثت میں نہ ملا تھا۔ بلکہ دراجاؤں کو تہہ بالا اور مغلوں کے  
 اپنا راجہ اوسنے بنایا تھا۔ اب یہاں شیرشاہ حکمت چلا کہ ہندی خط میں خطوط مال دیو  
 کے امرا کی طرف سے اس مضمون لکھوئے کہ ہم اس اجہ کی فرمانبرداری اسکے قبیلہ  
 ستم کے سبب میں۔ اب خدا کا شکر ہے تجھے ہمیں کہ تجھے جیسے بادشاہ کو ہمارے سر  
 پہنچا۔ اب ہم راجہ سے سربازی کر کے برسوں کا بغض نکالینگے۔ پہرا نکا جواب اپنی  
 طرف سے یہ لکھا یا کہ تمہاری حسن عقیدت میرے دل خوش ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
 جھوٹ راجہ کو مغلوب کر دیں گا۔ جو ریاستیں تمہارے باپ ادا کی ہیں انہیں بحال  
 کر دیں گا۔ یہ کارستانی کر ان خطوں کو اس ترکیب سے بھجوا کہ وہ مال دیو کے  
 ہاتھ پڑے۔ راجہ پہلے ہی سے زمینداروں اور امرا سے اندیشہ مند تھا۔ ان خطوں  
 نے اس اندیشہ کو اور بڑھایا۔ اور واپس جانیکا ارادہ کیا۔ ہر چند راجپوتوں نے  
 سمجھا یا کہ آپ کیا کرتے ہیں مگر اوسنے کچھ نہ سنا۔ جیساں راجپوتوں کو ان خطوں کے  
 مضامین پر علم ہوا۔ تو انکو اس بیوفائی کی تہمت بھیا کا بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے  
 راجہ سے کہا کہ اب ہم اس تہمت کے مقابلے کے واسطے اپنی ہمت دکھائی میں۔ بڑے حیف کی بات  
 ہے کہ ہم راجپوتوں پر بیوفائی کا نام آئے۔ غرض یہ کہ کچھ سرداروں نے دین و  
 ہزار سوار لیکر شیرشاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور وہ ہنگامہ سازگار گرم کیا کہ قریب تھا

مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ اور بادشاہ بہاگ جائے۔ مگر جلال خان جلوانی کی کمکا لسی وقت پہنچ کر راجپوتوں کو شکست ہو گئی۔ اور انکے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ جسوقت بہر فتح ہوئی نو شیر شاہ نے بڑا خدا کا شکر سجا اور یہہ لطیفہ کہا کہ ایک مٹھی باجرہ پر سلطنت اہلی ہی ہاتھ سے چلی تھی۔ سین لطف یہہ تھا کہ ماڑو ارکا ملک ریگستانی ہے اور اس میں سوار باجرہ کے کوئی اور پیداوار اچھا نہیں ہوتا۔ جسوقت راجہ کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ خطوط جعلی تھے تو اس کے دل کو بڑا حد یہہ پہنچا اور وہ پہاڑوں کی طرف بہاگ گیا۔ شیر شاہ نے چتوڑ کا قلعہ صلح سے لے لیا۔ پھر قلعہ رنتھنبور میں گیا۔ وہ اس کے بیٹے عادل خان کی جاگیر میں تھا۔

### قلعہ کالنجر اور بادشاہ کی وفات

بادشاہ قلعہ کالنجر کی فتح کو چلا تھا۔ کہ اٹار راہ میں یہہ سنا کہ عالم خان نے دوا میں میرٹھ کے ضلع میں ایک شور برپا کر رکھا ہے۔ اس کے علاج کے واسطے وہ دمنزل پیچھے ہٹا۔ مگر یہہ خبر آئی کہ خواص خان کے غلام ہوپ نے عالم خان کو عالم جاودانی میں پہنچا دیا۔ اور سارا فساد مٹا دیا۔

کالنجر کے راجہ سولے نے کا یہہ سنا کہ بیرنگ دیو بندیک کو شیر شاہ نے دربار میں بلایا تھا وہ دربار میں نہ آیا۔ اور کالنجر کے راجہ کیرت سنگھ پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے راجہ کو لکھا کہ اس باغی کو ہمارے پاس بھیجو۔ راجہ نے انکار کیا۔ اسلئے بادشاہ نے قلعہ کالنجر کو جاگیرا۔ اس راجہ کی ان ایک پاتری جسا حن بمثال تھا۔ اور گالے میں اس کو کمال تھا۔ شیر شاہ کو سکا اس قدر خیال تھا کہ قلعہ کو توپ گولہ سے لینے میں اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں اس نازنین پروردہ نہ پہنچے۔ اسلئے عہد و پیمان پیش

مگر راجہ نے اس سبب کہ پادشاہ ابھی اسے سین کے قلعہ کے لینے میں دغا اور فریب کر چکا ہے اس کے قول و قرار کو بے اعتبار سمجھا۔ غرض آخر کار شیر شاہ نے تو پخانہ درت کر کے گولوں کی بوچھاڑ قلعہ پرانے شروع کئے۔ اتفاق سے دشمن کے لشکر سے ایک گولہ ایسا آن کر پڑا کہ پادشاہ ہی میگزین اور گیا۔ اور اس سے پادشاہ کو صدمہ پہونچا۔ اور جل گیا۔ مگر آفرین ہے اس پادشاہ کے دل گردہ پر کہ گواس صدر سے لبون پر دم تھا۔ مگر استہام جنگ میں وہی غم تھا۔ اس مردِ حالت میں بھی مرگلی کوٹہ یہی کہتا رہا کہ قلعہ فتح کرو فتح کرو۔ جب س فتح کا مشرودہ کان میں پہنچا تو احمد لد کا لفظ بول کر پہر کچھ نہ بولا۔ اور ۲۲ مئی ۱۵۵۵ء مطابق ربیع الاول ۹۵۲ھ کو اس آگ سے سرد ہوا۔ تاریخ وفات از آتش مرد ہے۔ پندرہ سال امارت کی اور پانچ سال پادشاہی۔ سہ ماہ میں وہ دفن کیا گیا۔ اور تالاب کے اندر اسکا مقبرہ اچھا بنا ہوا ہے۔

**شیر شاہ کے ملکی نظاموں اور عاداتوں کا بیان اور احوال**  
 شیر شاہ کو ابتدا امارت سے اپنی طبیعت کا قانون کے ایجاد کرنے کا شوق تھا۔ اس کے پہلی کتابوں سے بہتے قانون متعجب کئے۔ اور اپنے ذہن رسا سے ایجاد کئے۔ اور ان قوانین سے رعایا کو نفع و اذیت کو آرام ملا۔ باوجودیکہ بہت سا وقت اس کا لڑائیوں میں صرف ہوا۔ مگر پہر بھی وہ انتظامِ ملکی سے غافل نہ تھا اور عمدہ عمدہ امور رفاه عام کے رواج سے لڑائی میں کم سرگرم نہ رہتا تھا۔ ابو الفضل فیہرست کے ذمیرہ الزعم لکھا ہے کہ اس نے سلطان علاء الدین کے قوانین کو جو تباہ فیروز شاہی میں بالتفصیل مرجع بن اور اڑائے اور چرائے۔ اور ان کو اپنا بنا کر

خلاق کو دکھلایا۔ بلکہ اسکے بالعکس بوالفضل نے بہت سی قوانین شیرشاہی میں بدل کر اکبر شاہی بنایا ہے۔ سچ یہ ہے کہ شیرشاہ بہت قوانین کا خود موجود تھا خاندان تیموریہ کے خوشامدی مورخ شیرشاہ کو غاصب سلطنت بتلاتے ہیں مگر یہہ اونکی بڑی غلطی ہے۔ وہ خاص ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اوسنے اوس بیگانہ خاندان کو جو صرف چودہ برس سے قابض و متصرف ہندوستان پر تھا غاصب کیا۔ اسلئے سلطنت کا استحقاق اوسکو یہ نسبت ہمالیوں کے زیادہ تھا۔ شیرشاہ کا بڑا اصول یہہ تھا کہ وہ مذہب کے پابندی اور شریعت کی ہدایت کو سب کاموں پر مقدم سمجھتا تھا۔ عدالت کو سب زیادہ پسند کرتا تھا۔ انتظام ملکی میں وہ بذات خود مصروف ہوتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ جو پادشاہ ان کاموں کو اپنے وزیروں اور امیروں پر چھوڑتے ہیں وہ سلطنت کو ایک دن کہو بیٹھے ہیں آج میں خود پادشاہ نہ ہوتا۔ اگر پہلے پادشاہوں کا کام وزیروں کی صلاح اور مشورہ پر موقوف نہ ہوتا۔ یہہ وزرا اور امراء اپنی خود غرضی سے انصاف پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اور دکھاتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ شیرشاہ کو عدالت کا ایسا شوق تھا کہ جب کوئی مظلوم ستم رسیدہ آتا۔ تو سب کام چھوڑ کر اوسکی طرف متوجہ ہوتا اور ظالم کو خواہ وہ کساغزیر کیوں نہ ہو سزا دے بغیر نہ چھوڑتا۔ اوسنے تمام ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا۔ واقعات شتاتی میں لکھا ہے کہ ایک لاکھ سولہ ہزار پرگنے تھے۔ ہر ایک پرگنہ میں ایک دیار یک شق دار اور ایک خزانچی اور ایک کارکن ہندی لکھنے والا اور دو سرفارسی لکھنے والا مقرر کیا۔ ہر فصل میں زمین کی پیمائش ہوتی۔ اس پیمائش کے مطابق اور جس پیدوار کے موافق

خراج لیا جاتا۔ ایک حصہ کاشتکار کو پیداوار کا ملکہ اور اوسے آدھا مقدم کو۔  
 مقدموں اور جو دہریوں اور عالموں کا مقدور نہ تھا کہ کاشتکاروں پر دست  
 داری کر سکیں۔ اوسکی رائے یہ تھی کہ ملک کی سامی سرسبزی اور شادابی  
 کاشتکاروں کی طرف اچالی پر موقوف ہے۔ پہلے زمین کی پیمائش ہوتی تھی۔  
 نہتہ بھلا مقرر تھے۔ فقط ایک قانون کو رہتا تھا وہی اگلا بچھا حال بنایا کرتا  
 ہے۔ پھر اوسے سرکارین مقرر کین۔ ہر سرکارین بہت پر گئے ہوتے تھے۔ اونین ایک  
 شق دار بزرگ اور ایک منصف ہوتا تھا۔ اس منصف کا یہ کام تھا کہ وہ عالموں اور  
 رعایا کے درمیان معاملات کی نگرانی کرتا۔ ظلم اور سرکاری روپیہ کا غبن نہ ہو  
 پر گنوں کی سرحدوں جھگڑوں کا فیصلہ کرتا۔ اور رعایا کشتی کرتی تو وہ اون کو  
 ایسی نرا دیتا کہ اور دن کو حوصلہ بہر لغاوت کا نہ ہوتا۔ برس دو برس میں یہ  
 عامل بدلے جاتے۔ اس بدلی سے یہ مطلب تھا کہ بادشاہ یہ جانتا تھا کہ کوئی  
 اور ملازمت اس زیادہ نفع کی نہیں ہے۔ اسلئے باری باری سب ہی کو فائدہ پہنچے  
 اگر دشمنوں کے ملکوں کو فتح کرتا۔ تو کاشتکاروں کو نہ ستاتا۔ اور سرسبز رعیت  
 کو خاک میں نہ ملاتا۔ ان رعایتوں کے سبب ہر جگہ رعایا اوسکے رسد کا سامان خود  
 کر دیتی تھی۔ مال کا بہرہ نظام تھا فوجداری کا یہ حال تھا کہ اگر سرکون پر چوری  
 اور زنی یا کوئی اور واردات واقع ہو تو وہ ان عامل مجرم کو گرفتار کرتے۔ اور  
 اگر مجرم گرفتار نہ ہوتا تو موقع واردات کے ارد گرد کے دیہات کو مقدموں کو گرفتار  
 کر کے نقصان کا عوض لانا۔ اور اگر مقدم مجرم کا پتا بتلا دیتے۔ تو وہ ان کے دیہات  
 کے مقدموں کو جنہوں نے مجرموں کو سپاہ دی۔ پہلے مقدموں کے نقصان کا عوض نہ



دلانا — اگر راہ میں کوئی قتل ہو گیا۔ اور عامل کو مجرم نہ ثابت ہو سکے۔ نہ مقدمہ اوسے  
 بکریں سکے۔ تو سزا قتل مقدموں کو دیجاتی ہے۔ یہہ امر اوسکے نزدیک مسکم تھا کہ تقدیر  
 کی سازش بغیر کوئی واردات نہیں واقع ہوتی۔ غرض اس نظام سے کہ مقدمہ مجرم کو  
 پیدا کریں یا خود مجرموں کی طرح نہ رہائیں۔ راہوں کا وہ نظام تھا کہ سونا اوچھلتے  
 چلے جاؤ۔ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ منہ میں کے دانت ہیں۔ اگر سوداگر راہ میں مر جائے  
 تو مال اوسکا اوسکے وارثوں کو تلاش کر کے دیا جاتا۔ اوسے اپنی اوقات کا خوب نظام  
 کیا تھا اوسمیں فرق نہ آتا۔ نماز انشراق کے بعد وہ سپاہ میں جاتا۔ اور پرانے سپاہیوں کو  
 جمع کرتا۔ اور اونسب برابر اہل حال پوچھتا۔ افغانوں سے اونکی زبان میں باتیں  
 جو کوئی اس زبان کو صحیح بولتا۔ اور کمان کو خوب کھینچتا تو اوسکو تنخواہ بڑھتی دیتا  
 اور کہتا کہ مجھے افغانوں کی زبان بڑی عزیز ہے۔ گھوڑوں پر دروغ لگانے کا قاعدہ  
 اونی نے نکالا تھا۔ پہلے امیر کیا کرتے کہ جب تنخواہ بڑھتی۔ ٹوٹے ہوئے چوٹے موٹے سوار  
 ساتھ لائے اور تنخواہ لیکھتے۔ اور پھر ہر موقوف کر دے۔ مگر اس داغنے نے اس  
 دغا کو بند کر دیا۔ پادشاہ کی عادت تھی کہ وہ ڈیڑھ لاکھ سوار اور پچیس ہزار پیدل رکھتا  
 اور اونسب بجا بجا و نیوں میں سارے ملک کے اندر تقسیم سہ طرح کر دیتا تھا۔ کہ تمام  
 ملک کی حفاظت ہو۔ جو وقت کہیں دنگل اور سرکشی ہوتی فوج اوسکی سرپرستی کرنی  
 کے لئے موجود ہوتی۔ ان چہا و نیوں کی فوج کی کم و بیشی حسب ضرورت ہوتی رہتی  
 جب فوج کا کوچ ہوتا پادشاہ زراعت کی حفاظت کے واسطی سوار متعین کرتا۔  
 اور خود یہی دیکھتا جاتا۔ اگر کوئی زراعت ہاہ سے پائمال ہوتی تو اوسکا عیوضانہ  
 پیمائش ہو کر دیا جاتا۔ جا بجا عدالت کی کچہریاں مقرر کیں۔ خیرات خانہ ہر جگہ موجود

مسافروں اور کاروانوں کے آرام کے واسطے ٹکڑے بنوائے۔ ایک ٹکڑے بنگالہ سے لیکر مشرقی رہتاس گڈہ تک جو چار مہینہ کا راستہ ہے بنوائے۔ اور وہ اس کے میوہ دار درخت لگائے۔ اس کے سایہ میں مسافر آرام سے جاتے تھے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ میں نے باون برس بعد ایسا ہی اس ٹکڑے کو دیکھا۔ اس کو دو کوئی فاصلہ نہ تھا۔ اور ایک ایک کنواں کھدوایا۔ دوسری ٹکڑے اگرہ سے برہان پور تک جو کہیں کی سرحد پر ہے۔ تیسری ٹکڑے اگرہ سے جوہ پور اور جتوڑ تک۔ چوتھی ٹکڑے لاہور سے قلعان تک۔ اس ٹکڑے پر رستم تہیں۔ غرض سترہ ہزار رستم بنوائے۔ ہر سرے میں ہندو مسلمان دونوں کے آرام کا سبب مہیا رہتا تھا۔ ہندوؤں کی رسوائی کے واسطے برہمن موجود تھے۔ غرض جو مسافر رستم میں اور ترائی حبثیت کہانے پینے کا سامان مفت پاتا۔ سران کے گرد گائوں آباد تھے۔ اور ہر سرے کے عین وسط میں پکی اینٹ کی مسجد اور ایک کنواں بنا تھا۔ کوئی توال اور چوکیدار اونکی حفاظت کے واسطے مقرر تھے۔ ہر سرے میں دو ڈاک کے گھوڑے موجود رہتے۔ اور ڈاک خوب چلتی تھی۔ اگرہ میں بادشاہ پاس چاروں طرف جلد خبراتی تھی۔ ایسی ڈاک سکندر رودی کے زمانہ میں بھی نہ چلتی تھی۔

اس بادشاہ نے خراسان کی ٹکڑے پر قلعہ رہتاس اس نظر سے بنوایا کہ شمشیر و گرز کے لکڑیوں میں فسادوں کا انتظام رہے۔ اس قلعہ کی تعمیر کے وقت بادشاہ کو لکھا آیا کہ پتہ بیان نہیں ملتا تو اس کا جواب دینے یہ لکھا کہ اگر پتہ نہ ملے تو اس سے لیکر قلعہ کو جلد ختم کرو۔ اس قلعہ کا نام وہ رہتاس حوزہ لیتا تھا۔ دہلی میں جب کانارہ پر ایک قلعہ شیر گڈہ بنوایا۔ اور اس میں ایک جامع مسجد تیار کرائی۔

اور فضیل بنوائی۔ قنوج میں ایک قلعہ نکارا دسکا تام شیر پور رکھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ہر چہاونی میں ایک قلعہ مستحکم بناؤں گا۔ یہہ لکھن بھی اس وضع کی بنائی تھیں کہ قلعہ کا کام دیتی تھیں +

دل کا فیاض تھا۔ دولت اور مال کو بے دریغ سپاہ اور ملازموں میں تقسیم کرتا۔ یا ورجی خانہ کا بڑا خرچ تھا۔ وہ ایک خدائی دسترخوان تھا جس کا جی چاہے انکر کہا جائے۔ افغانستان سے جو قہر آتے انکے ساتھ بڑا سلوک کرتا۔ اور ملک روہ سے جو کس ونا کس آتا اسکو نہال کرتا۔ جاگیریں اور معافیات سپاہیوں کو دل کھول کر دیتا۔ آسین شک نہیں کہ شیر شاہ نہایت دانشمند اور فرزانہ جو احمد بہادر فیاض جواد تھا بلند فطرتی عالی حوصلگی والا غریب اوسکے سب کاموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ بہت کام رفاد عام کے اوسنے کئے مگر اوسکے مکار حیلے ہونے میں ہی شبہ نہیں۔ قلعہ رام سین کے معاملہ نے بڑا دھبا دسکو لگایا ہے

## سلیم شاہ کی سلطنت

### تخت نشینی اور بہائی اور امیروں جہگڑا

شیر شاہ کا بڑا بیٹا عادل خان اوسکا ولیعہد تھا۔ اسی کو پادشاہ نے اپنی جانشینی کے واسطے تجویز کیا تھا۔ مگر وہ نہایت عیش و دست اور فراغت جو اور دل کا ہارا اور لودا تھا۔ دوسرا اوسکا بیٹا جلال خان تھا جسکو بعض معزز عبد الجلیل بھی لکھتے ہیں۔ وہ بڑا عاقل اور تجربہ کار تھا۔ بابہ کے زمانہ میں بہت سی اصلاحیں لڑا تھا۔ اور انہیں نام پیدا کیا تھا۔ اسلئے امیر دن نے اوسکو قلعہ ریوان سے بلا کر

قلعہ کالجی کے پاس ۱۵۔ بیچ الاول ۱۲۹۷ مطابق ۲۵۔ مئی ۱۸۲۵ء تخت شاہی پر بیٹھایا  
 اور لقب و سکا اسلام شاہ رکھا۔ مگر وہ عوام میں سلیم شاہ مشہور ہوا۔ اوسنے تخت پر  
 بیٹھ کر اپنے بھائی عادل خان کو خطرناک سازی سے لکھا۔ اول کچھ محبت کی باتیں  
 بنائیں۔ پھر ملاقات کا شوق بہت کچھ ظاہر کیا۔ شیر شاہ کے چار بڑے رفیق سردار  
 عیسیٰ خان، نائب و خواص خان اور جلال خان جلوائی اور قطب خان تھے۔ اوسنے  
 اس باب میں عادل خان نے مشورہ پوچھا۔ اور سلیم شاہ کو یہ خط کا جواب لکھا کہ  
 اگر یہ سردار میرا اطمینان کر دیں تو میں آتا ہوں۔ سلیم شاہ ان سرداروں کو اوس  
 پاس بھیج دیا۔ اور آخر کو یہ بات ٹھہری کہ عادل خان کی ملاقات بادشاہ سے جو  
 اول ہی روز ہوا اسکے بعد وہ خضت کر دیا جائے۔ اور جہان وہ جاگیر مانگے وہاں دیکھا  
 ان امیرون کو ساتھ لیکر عادل خان بادشاہ کی ملاقات کو چلا۔ بادشاہ ہی فتح پور  
 سیکری میں استقبال کو آیا۔ اور دونوں بھائیوں میں بڑی تپاک و اخلاص  
 سے ملاقات ہوئی۔ اگرہ کی طرف دونوں بھائی چلے۔ بادشاہ کے دل میں بھائی سے  
 دعا کرنے کا ارادہ تھا۔ اسلئے اوس حکم دیدیا کہ قلعہ کے اندر عادل خان کے ساتھ  
 سوار دو تین ملازمین کے اور کوئی نہ آئے۔ مگر آدمیوں نے اس حکم کو کچھ نہ سنا۔ اور  
 بہت آدمی عادل خان کے ساتھ چلے گئے۔ جب بادشاہ کی یہ تدبیر پیش رفت نہ گئی۔  
 تو اوسنے عادل خان کو تخت پر بیٹھایا۔ اور یہ عرض کیا کہ اب تک میں بے سر  
 افغانوں کا منتظر تھا۔ اب آپ ہیں۔ عادل خان اپنی بھائی کی اس مکاری کو خوب  
 سمجھتا تھا۔ اوسنے تخت سے اتر پھر بھائی کو تخت پر بیٹھادیا۔ اور سلام کیا اور مبارکباد  
 دی۔ اور ملک بیانہ میں خاطر خواہ اوسکو جاگیر ملی۔ وہ شیش کا بندہ تھا اس جاگیر کو

اگر ہ سے روانہ ہوا۔ دو تین مہینہ کا عرصہ گزرا تھا کہ بادشاہ نے اپنی ملازم غازی محل  
 سونے کی زنجیریں دیکر بھیجا کہ عادل خان کی بیرون میں ڈال کر لے آ۔ جب عادل خان  
 اسکی خبر ہوئی تو وہ خواص خان حاکم میوات پاس بھاگ گیا۔ اور اسے کہا کہ دیکھو  
 سلیم شاہ نے مجھے کیا وعدہ خلافی کی ہے۔ اس پر خواص خان کو رحم آیا۔ اور زنجیریں غازی  
 محلی سے لیکر اوسیکے بیرون میں ڈالیں اور ایک سپاہ جبار لیکر اگر وہ کی طرف اس راہ  
 سے روانہ ہوا کہ بادشاہ کو سخت سی اوار دے۔ اور امیرون کو بھی یہہ نقص عہد گزار  
 خاطر تھا۔ وہ بھی بادشاہ سے برگشتہ خاطر ہو گئے۔ جب اسکی خبر سلیم شاہ کو ہوئی تو وہ  
 بہت گھبرایا۔ اور کہنے لگا کہ اگر مجھے نقص عہد سزد ہوا تھا تو خواص خان اور بیرون  
 نے مجھے کیوں نہ کہا۔ مجھے اسکی اصلاح کیوں نہ کرائی۔ قطب خان نے بادشاہ  
 کو یوں مضطرب دیکھ کر عرض کیا کہ اب کیا گیا ہے میں جاتا ہوں صلح کر آتا ہوں  
 بادشاہ راضی ہوا۔ اور اس میں مصلحت یہہ سوچا کہ جو امیر شتبہ میں اگر وہ سب عادل خان  
 پاس چلے جائیں اور مجھے درموج جائیں تو میں چنا چلا جاؤں۔ اور وہاں سے سب اپنا  
 سامان درست کر کے لڑائی شروع کروں۔ عیسیٰ خان اس منصوبہ کا مانع ہوا اور اسے کہا  
 کہ اگر حضور کو اور آدمیوں کا اعتبار نہیں تو آپ کے ذات خاص کے دس بارہ ہزار سوار میں  
 جو ایام شانہ راہی سے حضور کے ساتھ جا تباری کر رہے ہیں۔ انکو لیکر میدان میں جائے  
 اور جو امیر دل میں ناراض ہوں انکو بھی دشمنوں پاس نہ بھیجا جائے۔ یہہ بات  
 بادشاہ کو پسند آگئی۔ اور جو امیرون کو جائینکا حکم دیا چکا تھا اونسے یہہ کہا کہ تم نہ جاؤ  
 دل نہیں چاہتا کہ میں تمکو غنیمت کے حوالہ کروں عرض دونوں بھائیوں میں اگر وہ کے  
 قریب لڑائی ہوئی۔ عادل خان کو شکست ہوئی۔ وہ پٹنہ میں بھاگ کر گیا۔ اور پھر

کچھ پٹانہ لگا کر زمین کہا گئی یا آسمان کے گیا۔ خواص خان شیوا کی راہ لی۔ پادشاہ کے  
 لشکر اور اسکے تعاقب میں پہنچا۔ مگر اوسنے فیروز پور کے قریب شکست پائی۔ خواص خان کو  
 گو یہ فتح نصیب ہوئی مگر اوسکو یہ یقین تھا کہ میں پادشاہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا  
 اسلئے وہ کوہ کالیوں کو چلا گیا۔ جلال خان اور اسکے بھائی کو اس سبب سے کہ وہ  
 عادل خان سے سازش رکھتے تھے قتل کیا۔ جو امیر پر وہ اس سازش میں ہر  
 تھے۔ انکو یہ یقین تھا کہ بغاوت میں علانیہ شریک نہ ہونیسے ہم پادشاہ کی بگانی  
 سے محفوظ رہینگے۔ مگر انہیں سے اکثر نے بغاوت کی سزا پائی۔ اب باقی امیروں نے  
 نئی سازشوں پر کمر باندھی۔ اور اس فکر میں ہو گئے کسی اور کو دعویٰ ارتخت کا  
 کھڑا کریں۔ اور اپنے جان و مال کی حفاظت کے واسطے ہتھیار سنبھالیں۔ اور بہت  
 سے قصے فضا یا ملک پنجاب میں پیش آئے۔ مگر ملک حرامی کا انجام اچھا نہیں  
 ہوتا۔ ان سب باغیوں کو پادشاہ نے شکست پر شکست دی۔ اور وہ سب مدمد بکر بہال  
 لگروں اور پھاری پٹانوں کی امداد اور اعانت کی بدد سے بدد برس یعنی ۱۵۴۵ء  
 تک شور و فساد کرتے رہے کہیں پھل نہ بیٹھے۔ اگرچہ کئی دفعہ ایسا موقع آگیا کہ  
 پادشاہ کا سرتن سے جدا ہوتا۔ مگر اوسکے جستی اور چالاکی نے اوس کا سر  
 بچا دیا۔ اور اوسکے مخالف سرکشوں کے سروں کا ڈھیر اوسکے سامنے لگا دیا۔ اسی  
 اشارہ میں مرزا کامران ہمایوں کے ناراض سلیم شاہ پاس آیا۔ مگر وہ ایسے تکبر اور  
 نخوت کے ساتھ اس سے پیش آیا کہ وہ بہال لگروں کے پاس چلا گیا۔

### امن کا زمانہ

اب سب طرف امن تھا۔ پادشاہ کے چین کا زمانہ تھا۔ صرف ایک فعل البتہ یہ

خبر آئی کہ ہالیون نے کابل سے خریدا اور دیا، ایک سے پاراوتر آیا۔ اس وقت جو تکین لگائے بیٹھا تھا۔ مگر جو نہیں یہ خبر کان میں پہونچی۔ وہیں کھڑا ہو گیا اور شام سے پہلے دلی سے کوچ کر کے چہہ کوس پر خیمے ڈیرے ڈال دئے۔ تو پچانہ کے کہیں کیلو سطلے میل نہ تھے تو اسنے آدمیوں کو چوایا۔ اور بہت جلد لاہور میں پہونچا ہالیون کسی ضرورت کو سب سے ایک سے پاراوتر آیا۔ اور جیسا آیا تھا ویسا ہی اونے پاؤں چلا گیا۔ اسنے بادشاہ پہلاہور سے اجعت کر کے قلعہ گوالیار میں چلا آیا۔ جس میں کو وہ دیکھتا کہ اب ہر لوٹھائیگا اوسکی گردن اڑا دیتا۔ خواص خان جو کوہ کالیون میں سرگردان پہتا تھا۔ تاج خان حاکم سنبھل پاس آیا۔ اس حاکم نے بادشاہ کے اشارہ سے اڑا دالا خیر میرون کے سراپا شاہ اڑاتا ہی تھا لاہور کو خود پیغام چلا آیا۔ اور ۱۵۹۶ء میں اپنی قضا سے مر گیا۔ اور نور میں سلطنت کر گیا

### سلیم شاہ کی عادات اور انتظام ملکی

سلیم شاہ اپنے باپ کی طرح ملک بڑانے اور قانون بنانے اور رعایا کے آرام پہنچانے اور شان و شوکت و بڑائی کا شوق رکھتا تھا۔ اسنے باپ کے قوانین از سر نو ترمیم کئے۔ اور بعض قوانین ایجاد کئے۔ مگر ترمیم میں اوسکی حاکت ہی پائی جاتی ہے کہ یہی یہ قانون جاری کیا کہ جاگیروں کے عوض میں نقدی دیکھا اور کبھی بالعکس۔ سبامیرون سے باترین اور ہاتھی چھین لئے۔ اور یہ حکم دیدیا کہ سوا ایک دہائی ہتھی کے کوئی اور ہاتھی نہ رکھے۔ اور اوپر ہی بوجہ لادے۔ سرخ خیموں کی اجازت کسی امیر کو نہ تھی۔ سپاہیوں اور کاشتکاروں اور تاجروں اور رعایا کے باب میں جو قوانین ہوتے وہ سطر مشہر ہوتے کہ ہر جگہ کے دن ایک خیمہ کھڑا ہوتا۔ اور ہر

سپاہ جمع ہوئی۔ ایک کرسی خمیہ میں بٹھائی اور اوپر ترویکمان اور جوتیان سلیم شاہ کی رکھی جاتیں۔ اونکی تعظیم و تکریم ایسی ہی ہوتی جیسے کہ بادشاہ کی ہوتی۔ اوپر کوئی منشی کھڑا ہو کر بادشاہ کے قوانین کو پڑھتا اور لوگوں کو سمجھا دیتا۔ وہ ان قوانین کے اجرا میں کچھ پیش رو کا پابند نہ تھا۔ اسکی تعریف کسی اور کام کے سوا اسکی نہیں ہے کہ اسنے رفاه عام کی عمارتیں خوب تعمیر کرائیں۔ تخت پر بیٹھے ہی یہ حکم دیدیا کہ شیر شاہ کی سلاطین دو دو کوس کے فاصلہ پر ہیں اونکے سچ میں ایک ایک اور سر بنجائے۔ وہاں مسافروں کو کچا پکا کھانا ملا کرے۔ ہندو مسلمان دونوں کے آرام کا سامان مہیا ہے۔ سرزمین اور باغوں کی حدود بدستور قائم ہیں۔ اور جو لوگوں کی مدد معاش اور رائے مقرر ہیں وہ بدستور ہیں۔ قلعہ سلیم گڑھ جو اتناک لی میں موجود ہے پانچ برس کی مدت میں چار لاکھ روپیہ خرچ کر کے بنایا۔ لیکن ضرورت چار دیواری بننے پائی تھی کہ اسلام شاہ مرگیا۔ ہمایوں نے اسکا نام بدل کر نور گڑھ رکھا۔ مگر وہ فقط اسکی سلطنت تھی اس نام سے موسوم ہوا۔ بعد ازاں پہلے گڑھ کا سلیم گڑھ نام رہا۔

### فرقہ مہدوبہ

اسکی عہد سلطنت کا عجیب و غریب واقعہ شیخ علائی کا ہے۔ مجلا اسکی تفصیل ہے کہ اسکے باپ کا نام حسن تھا۔ اور وہ شیخ سلیم کا سجادہ نشین تھا۔ اور بیانہ میں ارشاد اور ہدایت طالبین کی کیا کرتا تھا۔ جب وسکا انتقال ہوا۔ تو ساری اولاد میں شیخ علائی زیادہ لائق تھا۔ وہی باپ کا سجادہ نشین ہوا۔ اتفاقاً شیخ عبداللہ افغان نیازی کہ شیخ سلیم چشتی کا مدد کامل تھا۔ وہ مکہ معظمہ سے حج کر کے بیانہ میں وارد ہوا۔



اور یہیں قامت اختیار کی۔ طریقہ فرقہ مہدیہ اختیار کیا۔ یہ فرقہ سید محمد جوہنوری کو امام مہدی موعود سمجھتا تھا۔ میر سید محمد میر سید خان کا بیٹا تھا۔ اور نوین صدی کے وسط میں جوہنور میں پیدا ہوا۔ وہ سلطنت جوہنور کی بربادی کو آثار قیامت میں سمجھتا تھا۔ اور اس زمانہ میں اور جو واقعات عجیب غریب قوع میں آتی اور اسے لوگوں کو سمجھانا کہ قیامت آگئی ہے۔ اور کہتا تھا کہ آسمان سے یہ آواز آئی ہے کہ امام مہدی موعود میں ہوں۔ اور اسکے بہت لوگ مرید ہو گئے۔ مگر دشمن بھی بہت پیدا ہو گئے۔ اور انکے ہاتھوں سے تنگ ہو کر گجرات میں گیا۔ وہاں کا پادشاہ سلطان محمود دوس کا معتقد ہوا۔ پہر وہ حج کو گیا۔ یہاں تک ہی وہ نکلا گیا۔ پہر ہندوستان کا ارادہ کیلئے فرج اور بلوچستان کی راہ سے گجرات میں آتا تھا کہ شہر امین سفر آخرت پیش آیا۔ اور اسکی قبر باوجود ممانعت و مزاحمت شاہ ایران کی زیارت گاہ بنی۔ شیخ علانی کو بھی اس فرقہ کی وضع پسند آئی۔ اور اپنے آبا و اجداد کا طریقہ چھوڑ چھاڑی فرقہ کی مسلک پر چلنا شروع کیا۔ اور شہر کے باہر شیخ عبدالدنیا زئی کے ہم سایہ میں رہنا شروع کیا۔ اور وہ بہت عجب اب بھی اسکے اس مذہب میں شریک ہو گئے۔ ہر روز نماز کے بعد قرآن شریف کا وعظ اس فصاحت و بلاغت سے کہتا کہ سامعین کے دل پر جاوے گا اثر کرتا۔ اور یہ سننے والے اور دو کام کرتے۔ کیا سب کام کاج چھوڑ اور دنیا سے منہ موڑ فرقہ مہدیہ میں فقیر بن کر بیٹھ جائے۔ یا سب منہیات سے لو تبرا کر کے سید محمد کا کلمہ پڑھ لگتے اور جو کچھ انکی زراعت تجارت حرفہ سے پیدا ہوتا۔ اسکا دسواں حصہ اللہ خدایں صرف کرتے۔ اور الیسا بھی بہت ہوا کہ بیٹے فی باپ کو اور باپ بیٹے کو اور خاوند نے جو رو کو اور بی بی نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ اور فقیری اختیار کی۔ اس فرقہ میں جو کچھ

مذہب نیاز اور خیرات کا آجاتا۔ وہ سب برابر اس میں تقسیم ہو جاتا۔ اور اگرچہ نہ آتا تو  
دو دو تین تین فاقہ گذر جاتے مگر اس کا اٹھارہ کسی پر نہ ہوتا۔ تلوار اور سب ہتھیار ہمیشہ  
وہ باندھے رہتے اور بازاروں میں جہاں بکرتے ہوئے پہرتے۔ جس کی کوئی کام  
غیر شروع کرتے دیکھتے۔ اس کو اول سلف و مہر سمجھاتے۔ اور اگر وہ نہ سنا تو پہر چہر  
و قہر سے سمجھاتے۔ حکام میں سے جو کوئی اور خاریق و موافق ہوا اسکے ساتھ سلوک  
کرتے۔ اور جو مخالف ہوا اس سے تمام لینے کو روپے ہوتے۔ شیخ عبدالنیزاری نے  
یہ رنگ ڈھنگ دیکھ جانا کہ ضرور فساد برپا ہو گا۔ اسلئے شیخ علانی کو ہدایت کی کہ  
وہ خدا کے گھر میں حج کرنے کو جائے۔ مرشد کے کہنے سے شیخ علانی اپنی اسی وضع میں  
میں سواد میں کو ہمراہ لے حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ جب وہ خواص پور میں موجود  
کے اندر پہنچا۔ تو خواص خان ہی اس کا معتقد ہوا۔ لیکن جب اس کو اس فرقہ کی  
حقیقت پر علم ہوا تو وہ اپنی عقیدت پہ گریا۔ جب شیخ علانی کو یہ حال معلوم ہوا تو  
اس کا جانی دشمن ہو گیا۔ اور حج کا ارادہ فسخ کیا اور بیان میں اولٹا چلا آیا۔ سلیم شاہ  
نے اس شیخ کو آگرہ میں بلایا۔ جب وہ آیا تو کوئی تعظیم و تکریم اس سے پادشاہ کی نہ کی  
صرف سلام علیک کر کے بیٹھ گیا۔ پادشاہ نے والیکیم السلام جواب دیا۔ عبدالمدحیاب  
بہ مخدوم المملک و راوہ علما سے اس کا مباحثہ اس مذہب کے باب میں پادشاہ کے  
روبرو ہوا۔ اس میں اس نے زک و ٹہائی۔ سلیم شاہ نے اس کو سمجھایا کہ اس مذہب  
تو بکر میں شجہ کو ساری اپنی قلمرو کا محتجب کر دوں گا۔ مگر اس کو اس مذہب کا ایسا  
ست جڑ ہا ہوا تھا کہ اس نے اپنے سنی۔ علما نے اس کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔ مگر پادشاہ  
نے پہر اس کے ساتھ رعایت کی کہ اس کو دکن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ مگر وہ یہاں

اور کہل کہلا۔ اور اپنے مسائل کی بڑی ٹیپ ٹاپ ورد ہوم دہام سے بیان کرنا شروع کیا۔  
 اسکی طلاقت لسانی کام کر گئی بلاییشکرون سمیت اسکے ساتھ ہوئے۔ پھر مخدوم الملک  
 نے پادشاہ کو سمجھایا کہ اے حضرت وہ خود مہدی آخر الزمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے  
 ان امام کا ساری دنیا کا پادشاہ ہونا مسلمات مذہبی سے ہی۔ پھر شلائے کلاس نام  
 کو چھوڑ کر حضور کے ساتھ کون رہیگا۔ بہت سی امیاب بھی اسکے معقد ہو گئے۔  
 اور جو باقی رہے ہیں وہ اور ساتھ ہو جائینگے۔ پھر آپ کی پادشاہی کہاں رہیگی  
 ۔ اس بات کو بھی یونہی پادشاہ اڑ دیا۔ اور شیخ علانی کو بہار میں بھیج دیا۔ یہاں  
 شیخ بڑھنے اس پر قتل کا فتویٰ دیا۔ اور پادشاہ پاس بھیجوا دیا۔ پادشاہ نے  
 پھر اس شیخ کو طلب کیا۔ ہوقت وہ مرض میں مبتلا تھا۔ اسکے حلق میں ایک خم  
 تھا جسکے سبب وہ اچھی طرح بول نہ سکتا تھا۔ پادشاہ نے پھر اسے کان میں کہا  
 کہ حضرت اس فرقہ مہدی کے انکار کر دیجے۔ لیکن اسنے پہنہ سنا۔ آخر کار پادشاہ  
 مولویوں کے ہاتھ سے لاچار ہو کر اوسپر تازیانہ مارنے کا حکم دیا۔ تیسری تازیانہ  
 پر جسم سے جان نکل بہاگی۔ بعد اس شیخ کے مرنیکے اس فرقہ کا اجتماع متفرق  
 ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۵۵ھ میں وقوع میں آیا۔

### ذکر سلطنت محمد شاہ سورتھو رہہ عدلی

جب فیروز شامرا۔ تو امرانے اسکے بارہ برس کے بیٹے فیروز خان کو تخت سلطنت  
 پر بٹھایا۔ مبارز خان شیر شاہ کا بھتیجا تھا۔ اور سلیم شاہ کا چچا بہائی  
 اور سالہ تھا۔ اسنے تیسرے روز اس کم عمر پادشاہ کی عمر تمام کی۔ جب سلیم شاہ  
 زندہ تھا۔ تو وہ اپنی بی بی سے کہا کرتا تھا کہ جبکو بیٹا عزیز ہے تو اپنی بہائی کو

مار ڈالنے دے۔ اگر بہائی غریب ہے تو بیٹے کی جان سے ہاتھ دھو۔ او سپر بی بیہ کہا  
 کرتی کہ میرے بہائی کو سلطنت کا کب خیال ہے وہ ناچ گانے کا عاشق ہے۔ عیش و عشرت سے کب  
 اس سے فرصت ہے۔ سپر بادشاہ بی بی کو لغت ملامت کرتا اور کہتا کہ کیوں اپنے بیٹے کے حق میں  
 کانٹے لوتی ہے۔ یہہ ہکا کہنا سچ ہو۔ سوم کا دن تھا کہ یہہ جلاد مامون بیگناہ بہانچے پر  
 تلوار سونت کر چڑھ گیا۔ بہن بہائی کے آگے ہاتھ جوڑ کر کے پیرون میں گر پڑی اور روئی اور  
 گر گر ٹائی کہ خدا کی واسطے میرے اس ننھے سی بچے کو نہ مار۔ میں اسے کہیں لیکر نکل جاتی ہوں  
 مگر اس سنگدل فریاد نے سنی اور اس بچہ کو مار ہی ڈالا۔ اور یہہ ۵۵۵ میں تخت شاہی پر بیٹھا  
 اور اپنا نام محمد شاہ عادل رکھا۔ مگر عوام الناس نے الف کو اوڑا دیا۔ اور لیے کو لگا دیا اور  
 عدلی کہنا شروع کیا۔ اور سپر بادشاہ کے جوالا دھند کام دیکھے تو اندھیلی مشہور کر دیا

### ہیمو کا حال

یہہ بادشاہ نہایت نابکار زنا کار احمق ستم شعار ناحق پرست اور پاجیون کا یار تھا۔  
 سواران عجبوں کے دل کا بھی بودا تھا جبکہ بادشاہ ہوا پاجیون ہی کو بڑے عہدے  
 عطا کئے۔ خود حکم رانی کی لیاقت نہ تھی۔ ہیمو کو سارا اختیار سلطنت کا دیدیا۔ اس ہیمو کی  
 حقیقت یہ کہ وہ قصبہ لڑی کا ایک ٹپو نجیا دھوسر نیہا اور صورت کا بھی بہو نہ تھا۔ سر پر  
 منک دھڑلے والی ٹمک ٹمک کہتا پرتکچہ اپنی حکمت و قسمت سے سرکار سلیم شاہ میں بقالو  
 میں مقرر ہو گیا۔ اور بعد ازاں غازی اور جاسوسی کر کے بادشاہ کا ملازم ہو گیا۔ اور اس  
 میں خوب مال کرے والا ہو گیا۔ اور سلیم شاہ کو دل میں بھی اس کی جگہ ہو گئی۔ اور پھر اس  
 عدلی بادشاہ کے عہد میں تو وہ بالکل مالک سلطنت ہو گیا کچھ دنوں اسے کا خطاب رہا۔  
 اور پھر راجہ کا خطاب ملا۔ عرض نہا و سکا حسب تہا نہ نسب تہا نہ وجاہت ظاہری تھی۔

مگر ضرور کوئی کمال معنوی اوسین ایسا تھا کہ اس نے ایسا جتلی اور ظلمی پادشاہ کی پادشاہی کو اتنے دنوں تک نباہ دیا۔

پادشاہ کے زور و ظلم اور ملک کو فساد و فتنہ کا بیان یہی ہے۔ اس پادشاہ نے محمد شاہ غلق کی فیاضیان میں رکھی تھیں۔ جیسا نام اس کا کہہ رہا تھا وہ روپیہ لٹا نہیں اسی کا طریقہ اختیار کیا۔ تیرون میں سونکی بہا لین لگا کر پھینکا۔ اور جو کوئی اڑھکا کر لانا۔ دس روپیہ کو مول لیتا۔ وہ خزانہ جو باپ کے بیرون کی محنت میں جمع کیا تھا۔ وہ چند روزوں میں اڑا اور بیٹھ رہا۔ بنانا یا گھر خاک میں ملا دیا جب خزانہ یوں لٹ چکا۔ اور عیسا باقی نہ رہا۔ تو یہ ارادہ ہوا کہ امیرون کی جاگیروں کو ضبط کرے اور ان سے گچھیرے اڑائے۔ افغان پہلے ہی سمیو بقال کے اختیارات سے جلو بیٹھے تھے۔ پہرا و سپر یہ اور آفت آئی۔ اسلئے انہوں نے ہر طرف سے فساد اڑھانے کا ارادہ کیا اور پادشاہ کی طرف سے بالکل لپہ لیا۔ اور پادشاہ ان کی نظروں میں ذلیل ہو گیا۔ ان دن کا ذکر ہے کہ گوالیار میں پادشاہ دربار عام کر رہا تھا اور جاگیرین تقسیم ہو رہی تھیں کہ اس نے حکم دیا کہ محمد شاہ فرملی کی جاگیر قنوج سمیت خان شروانی کو دی جاوے۔ یہ شروانی پادشاہ کی بدولت ابھی نیا امیر کا ایک ہو گیا تھا۔ محمد شاہ فرملی کا بیٹا سکند جوانی کے زور و زور پر چڑھا ہوا تھا۔ وہ اس بات کو سن کر مارے غصہ کے نیلا پایا ہو کر بیٹا ختہ کہنے لگا کہ خدا کی قدرت بتا رہی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیرین ہماری اوس آدمی کو ملنے لگیں جو ابھی رگ فروشی سے اپنا گزارہ کرتا تھا۔ جب باپ اوس کو روکا تو وہ اسے کہنے لگا کہ تجھے ایک دفعہ شیر شاہ نے پنجہ میں بند کیا تھا۔ مگر سلیم شاہ نے بچا لیا۔ اب تجھ کو پہرہ نہ سو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر تو نہیں سمجھتا۔ سمیت خان

بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ اوسے اس نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور یہ زبان لپڑا  
 کہ بیٹا متناغصہ۔ اور دل میں بہہ نہاں اسکی گردن پکڑے۔ مگر یہ تیریا جوان بات کو  
 سمجھ گیا۔ اور ایک کہانڈے کا ہاتھ ایسا صحیح کیا کہ سمنٹ خان ستون کی طرح اڑکھ کر  
 زمین پر گرے۔ اور وہیں ڈسیر رہے۔ اس گستاخی کو دیکھ کر امراء بادشاہی اوسکے  
 پیچھے اور وہ بادشاہ کے پیچھے پڑا۔ بادشاہ تخت سی کو در محل سر کی طرف بہا کا۔ اور یہ  
 ہی اوسکے پیچھے جا لگا۔ مگر بادشاہ کو یہ اوسان آگئی کہ اسنے دروازہ بند کر لیا اسلئے  
 موت کا دروازہ اوسپر بند ہو گیا۔ پھر سکندر دو گھڑی تک یوانہ واراد ہوا اور دوسرے پہل  
 اور جو سناٹا یا اسے قتل کیا۔ سرہ آدمیوں کا خون گردن پر لیا۔ آخر کار اوسپر  
 ایک جماعت ہوا لیکر اوسپر ٹوٹ پڑا۔ اور جیتھ قیدہ اوسکا کیا۔ اور محمد شاہ فرلی کو ووتھ  
 لوحانی نے قتل کر ڈالا جیسا میرون نے یہ حال دیکھا۔ تو وہ ادھر اوسپر چلنے شروع کرے  
 تاج خان سلیم شاہ کے بڑے معزز سرداروں میں تھا۔ وہ بنگال کی طرف راہی ہوا۔  
 بادشاہ نے اوسکے پیچھے فوج روانہ کی۔ چہلے میں لڑائی ہوئی۔ یہاں تاج خان خیار کو  
 بہاگ گیا۔ جو خالصہ شاہی کو محال بہتہ میں پڑے۔ اوسکو پکڑ دیکر اوسکا سب باقی  
 وجس چدینا۔ اور بادشاہی سوتاہیں کو ساتھ لیتا ہوا اپنے ہائیوں سے جاملے۔ وہ  
 خواص پورا ورنڈا اور دیار گنگ کے کناروں کی رنگنوں پر حاکم ہے۔ بادشاہ نے سہو  
 بقال کو بہت ہاتھی اور سپاہ دیکر وونکی سرکوبی کے واسطے بھیجا۔ وہ اوسے اڑکھ رہا  
 آیا۔ اسپر بادشاہ اوس بڑا خوش ہوا۔ اور اوجہ بکرا جیت کا خطاب دیا۔ اور اپنا اور  
 اپنی سلطنت کا سارا اختیار اوسکو دیدیا۔

ابراہیم اور سکندر سور کا بادشاہ بنتا

شیرشاہ کا چوتھا بہائی نظام خان تھا۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اوسکے ایک بیٹا آدین  
 بیٹیاں تھیں جیسا ہی محمد شاہ علی شاہ ہوا۔ اور تینوں داماد ہی پادشاہ ہوئے۔ ایک داماد  
 سلیم شاہ تہاد و سلاہ ابراہیم سورنمیر سکندر سورنمیر شاہ کا چھلے ذکر ہو چکا اب ابراہیم  
 اور سکندر سورنمیر کا بیان ہوتا ہے۔ پادشاہ کی کم عقلی سے سلطنت کی مدعی چاروں  
 طرف کھڑی ہوئی تفصیل سبکی ہے۔ ابراہیم سورنمیر سے زیادہ شان و شوکت رکھتا تھا  
 پادشاہ نے اوسکی گرفتاری کا قصد کیا۔ کیا پادشاہ کی بہن نے خاوند کو لکھ بھجوا کر بھائی کا  
 ارادہ تمہاری گرفتاری کا ہے۔ یہ خبر پا کر چنار سے اپنے باپ غازی خان پاس کہ  
 حاکم بیانہ تھا چلا گیا۔ پادشاہ کی طرف سے عیسے خان اوسے لڑنے گیا۔ کالہی کے قریب  
 اوسے ابراہیم سے شکست پائی۔ پھر ابراہیم نے لشکر جمع کر کے دہلی اور اگرہ پر قبضہ کر لیا  
 اور خود پادشاہ بن گیا۔ اور خطبہ اور سکھ اپنے نام کا جاری کیا۔ اب پادشاہ عدلی نے  
 چنار سے ابراہیم کی طرف کوچ کیا۔ ابراہیم سورنمیر یہ پیغام بھجوا کہ اگر حسین خان اور  
 بہادر خان شروانی اور اعظم سہالوں اور بڑے بڑے امیروں کو بھجکر میری خاطر جمع  
 کر دیجے تو میں صلح کے لیے حاضر ہوں۔ اسلحہ حق پادشاہ نے ان امیروں کو بھجویا۔  
 ابراہیم سورنمیر کو کوٹھی پڑا کر اپنی طرف کر لیا۔ جب پادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو  
 اوسنے جان لیا کہ اب میں ابراہیم سے نہیں لڑ سکتا ہوں۔ اسلئے دلی اور اگرہ سے اوس  
 ہاتھ اٹھایا۔ اور چنار کو اپنا دارالقرار ٹھہرایا۔ جو وقت پادشاہ عدلی کے سپاہ فی قلعہ اگرہ  
 خالی کیا تو غازی خان ابراہیم کے پاس اپنے انتظام کے وسط آدمی قلعہ میں بھیجے۔ وہاں  
 بارود خانہ لٹ گیا۔ اور آٹا فائین کچھ ہو گیا۔ ایک شور محشر برپا تھا۔ آدمی ہتھوں  
 کی طرح اوڑھاڑ کر بارہ بارہ کوس بجا کر گرتے تھے۔ اسکی تباہی آتش یا دل گاہ ہوئی

۹۱۲ء میں سے نکلے تین۔ اس میں لطف یہ ہے کہ بادل گاہ حصار اگرہ کا نام تھا۔  
 ابراہیم سور کا یہ حال دیکھ نہ اٹھ خان سور عالم سچا کہے بھی پادشاہی کی ہوں دامنگیر ہوئی  
 اویسنے سلیم کے بڑے سرداروں کے ہمیت خان اور تاتا خان کو اپنا رفیق نہ لیا۔ اور اپنا  
 لقب سکندر شاہ سور رکھا۔ اور دس ہزار سوار لیکر اگرہ کے قریب پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ ابراہیم  
 ستر ہزار سپاہ لڑنے کے واسطے آمادہ بیٹھا ہے۔ جب دوسرے یہ بھڑ بھڑا دیکھ کر تو اپنی آنے سے  
 پشیمان ہوا۔ اور صلح کا خواہن ہوا۔ ابراہیم شاہ کو اپنی فوج کی کثرت پر یہ سخت تھی کہ  
 صلح سے انکار کیا۔ اول ہی حملہ میں سکندر کی سپاہ کو پریشان کر دیا۔ مگر سپاہ بہر لوٹیں  
 ایسی پڑی کہ سکندر نے جو اوس پر حملہ کیا تو شکست دیدی۔ اور اگرہ اور دلی پر اوس کا قبضہ  
 ہو گیا۔ اور اگرہ میں وہ تخت سلطنت بیٹھا۔ اور اپنے افغان بھائی بندون کو بہت نصیحت  
 کی کہ باہمی نفاق کو چھوڑ دو اور ہمیں اتفاق پیدا کرو۔ سب اوس کے ذکر قرآن اور ٹہایا۔ او  
 قسم کھائی کہ ہم کبھی تیرے ساتھ مخالفت نہ کریں گے۔ اس فتح سے اوس پاس ملک یاوگنگ  
 سے لیکر دریا سندھ تک قبضہ میں ہو گیا تھا اگر کسی کا ارادہ تھا کہ تین میں۔ پنجاب میں ہماوون  
 آنکر ڈنگہ بجایا۔ سکندر اوسط مصروف ہوا۔ اسکا حال کے بیان کریں گے۔ اب ابراہیم  
 سنہل میں گیا اور جمعیت ہم پہنچا کر کالی میں آیا۔ تیمو بقال بہت سی سپاہ اور توپچا  
 اور ہاتھیوں سمیت چناری دلی کے لیے لے کر ارادہ سی جاتا تھا۔ راہ میں کالی میں ابراہیم  
 سے بھی مٹ بھڑ ہوئی۔ اور اوسکو شکست دی۔ وہ بہاگ کر بیان میں باپ پاس گیا۔  
 سہو بھی اوسکے پیچھے گیا۔ اور تین مہینہ تک قلعہ بیانہ کا محاصرہ کیا۔ اسوقت اضلاع  
 شرقی اگرہ اور بیانہ اور دلی میں ایسا قحط پڑا تھا کہ سیکڑوں گہرے گہرے ہو کر مٹے  
 سوئے کر سوئے رہ گئے۔ نہ کفن نصیب ہوا نہ قبر۔ جنگل کی گھاس و جانور نہ کھا لو پر



غریبوں کا گذار تھا۔ یہ غذا انسان کو کب جینی دیتی تھی۔ تھوڑے دنوں میں ہاتھ پیر  
 دیتی اور جان سے سیر کر دیتی۔ مگر جو وقت آدمیوں کا یہ حال سنا اور سوت ہیو تھا کہ  
 پانچ سو ہاتھیوں کو پیٹ بہر کر پانچوں شکریہ گوڑ ملتا تھا۔ سمجھو جیسے ہی انسان ہوتے  
 ہیں کہ جو آدمی کی جان کو گھاس کے پتے کی برابر ہی نہیں سمجھتے۔ ہر روز وہ دربار  
 میں دسترخوان بچھواتا۔ اور اپنی نوکرا فغانوں کو بلاتا اور کہلاتا۔ اگر کوئی اونچے نوالہ  
 چوڑا بنا کر کہتا تو انکو گالیان دیتا۔ کہ کم بخت تم مغلوں سے کیا لڑو گے۔ عورتوں  
 کے سے نوالے کہلاتے ہو۔ یہ افغان خدا کی شان دیکھتے ہی اڑکارتے تھے۔ اور اسپر  
 عمل کرتے تھے کہ پکفش برسوزن و نان بدہ۔ اسی اثنا میں محمد خان حاکم بنگالہ  
 جنار اور جو پور وغیرہ لینے کا قصد کیا۔ یہ حاکم بھی شیر شاہ کے عزیز و مین ہی تھا۔  
 عدلی نے سمجھو کو بلایا۔ وہ محاصرہ چھوڑ کر چلا۔ ابراہیم نے اوسکا تعاقب کیا۔ مگر اگر  
 کر قریب شکست فاحش پائی۔ اور اب اوسکو ایسی غیرت آئی کہ باپ پاس نہ گیا  
 ۔ اور پٹنہ میں چلا گیا۔ اور یہاں کے راجہ رام چندر سے لڑکر گرفتار ہوا۔ مگر راجہ نے  
 مصلحت وقت دیکھا اوسکو گدھی پر بٹھایا۔ اور آپ نوکر بن گیا۔ پھر افغانان بیانہ  
 کا جھگڑا یا زبہاد حاکم مالوہ سے شروع ہوا۔ انہوں نے بلا کر ابراہیم کو اپنا حاکم  
 مقرر کیا۔ درگاوتی رانی گدھیہ کو اپنی مدد کے واسطی آمادہ کیا۔ مگر یا زبہاد اس  
 کچھ خلل ال دیا۔ جب ابراہیم نے دیکھا کہ اس رانی نے آنا کافی دی۔ تو بڑھیا  
 اور حیران ہو کر اٹھیں چلا گیا جب سلیمان کرانی نے اُس پر تسلط پایا۔ تو اوسکو غا  
 دیکر شہ ۹ عین مار ڈالا۔ غرض سمجھو بیانہ چکر چار میں پادشاہ عدلی ہی ملا۔  
 کہ اسی عرصہ میں یہ خبر آئی کہ ہمایوں پادشاہ نے سکندر شاہ کو شکست دیکر دہلی و لاٹو

قبضہ کر لیا۔ باوجودیکہ یہ حال افغانوں کا ہوا۔ مگر وہ اپنی جہالت اور خود رائی سے باز نہ آئے۔ اور آپس کی لڑائی کو ایک لحظہ موقوف نہ کیا۔ عدلی کو دہلی دوبارہ لینے کی فرصت نہ دی۔ لاچار وہ چار سے محمد خان کو یہ لٹے گیا۔ کاپی سے پندرہ سو لڑائی ہوئی۔ اور محمد خان کو شکست ہوئی۔ اور اس کی جان بھی گئی۔ اس طرح بنگالہ کی کشتی کا کٹ گیا۔ بعد اس فتح کے پہر بادشاہ جہان میں آیا۔ اور دہلی کو چھٹکے کی فکر میں لگا۔ گو اس وقت چاروں طرف بغاوت کا بازار گرم تھا۔ مگر سب زیادہ اندیشہ امر یہ تھا کہ سپاہیوں نے اگر لے لیا تھا۔ سمجھو اس کی فکر میں چار کے اندر ساہان بہم پہنچا رہا تھا۔ کہ سپاہیوں کے مرنے کی خبر اور کبر کی جانشینی کی خبر پہنچی۔ سپاہیوں کی کیا جان گئی سمجھو کی جان میں جان آئی۔ اور پہر اس کا دل بہت بڑھ گیا۔ پاشا کو اس سبب کہ افغانوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا چنانچہ چھو گیا۔ اور خود چار سوار اور پانچ سو ہاتھی لیکر دہلی کی طرف یہ نیت کر کے چلا کہ دہلی اور اگر کو مغلوں کے پنجے سے چھٹائیے۔ اور ان کو پنجاب سے پرے پہنچائیے۔ جب وہ اگر قریب آیا۔ تو وہاں مغل تھے نہ تھے کہ اس سپاہ لڑتے۔ اسلئے وہ دہلی کو چلتے بنے۔ سمجھو نے اگر اپنے ملازموں کے حوالہ کیا۔ اور خود دہلی کی طرف چلا۔ وہاں مرزا تاروی بیگ لڑا۔ مگر شکست کھا کر پنجاب کے میدان ہاگا۔ سمجھو نے دہلی پر قبضہ پایا۔ اب اس کا ارادہ ہوا کہ پنجاب کی طرف ہاگ اٹھائیے۔ اور مغلوں کی سپاہ کو صدمہ عظیم پہنچا جب یہ واقعہ پیش آیا۔ تو اکبر کے سارے سرداروں کی یہ رائے ہوئی کہ کابل کو اولے چلئے۔ اور پہر وہاں نئے سرے سے بنی۔ مگر اکبر اس وقت گوتیرہ برس کا لڑکا تھا اور سارا اختیار پیرام کے ہاتھ میں تھا۔ اس کو خدا نے عجب لیاقت دی تھی۔

اسنے ان سرداروں کا کہنا نہ مانا۔ اور خان زمان مغل کو دہلی کی طرف روانہ کیا۔ اور  
 خود بادشاہ سمیت روانہ ہوا۔ سہمیو بھی اونسے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ اور باقی بہت سی  
 نواح میں جنگ عظیم ہوئی۔ سہمیو نے دہلی میں بائیں اور بیچ کی فوجوں کو شکست دی  
 مگر بعد اس فتح کے افغان ایسے لوٹ پر گرے۔ کہ چند مغلوں نے سہمیو کے ہاتھی کو  
 پہچان کر زرخہ میں کر لیا۔ اور زندہ پکڑ کر بادشاہ کے روبرو لے گئے۔ وہاں ہرم خان  
 اسے مار ڈالا۔ سہمیو کی ماہر عدلی شاہ ہی مر گیا۔ اسکی ساری امیدیں دوبارہ  
 سلطنت کو حاصل کرنے کی مرگئیں۔ افغان اسسب گشتہ ہو گئے۔ خضر خان  
 کو یہ اپنے باپ کا انتقام لینے کی واسطے آمادہ ہوا۔ اور بہت سی جمعیت جمع کی اور  
 بہادر شاہ اپنا خطاب کہا۔ اور تمام ممالک شرقیہ کا مالک ہو گیا۔ اور عدلی پر لشکر کشی  
 کر کے ایک سخت لڑائی لڑا اور اس لڑائی میں عدلی مارا گیا۔

### ذکر بادشاہی سکندر شاہ سور

اس بادشاہ کی جو لڑائیاں ہمالیوں سے ہوئیں۔ اور اس خاندان کا جسطرح خاتمہ  
 ہوا اسکو آگے ہمالیوں کے دوبارہ ہندوستان کے لیے لینے کے بیان میں ذکر کرے

### دسویں فصل

### ہندوستان میں ہمالیوں کی دوبارہ سلطنت

ہم وہاں تک ہمالیوں کا ذکر کر چکے ہیں کہ وہ ملک گرم سیریز میں ہندوستان سے خارج  
 ہو کر پہنچ گیا۔ غرض شوال ۹۵۰ھ ہجری کو اسنے شاہ طہامت صفوی شاہ ایران کو  
 ایک نامہ لکھا۔ اور اس میں اپنا سا احوال بالا حمال تحریر کیا۔ اور لکھا کہ اب غفر سے ایک

اور میری ملاقات ہوگی۔ پادشاہ ایران نے اس نامہ کا جواب بہت تھخہ تحائف کو ساتھ  
 بھیجا اور اوہمین یہ شعر بھی لکھا کہ ۵ ہمارے اوج سعادت بلام مافتدہ اگر تیرا  
 گذری بہ مقام مافتدہ بہایوں نے اگر حاکم گر ہم سیر میں کچھ دنوں توقف کرنا  
 چاہا۔ مگر مزاعسکری کا کہنا کہ ایسا پیڑ لگا ہوا تھا کہ سیستان عجلدی شاہ ایران میں چلا  
 یہاں کے حاکم احمد شامور نے اس کے سوسا مان پادشاہ کی بڑی مہانداری اور خاطر  
 کی۔ یہاں تک کہ اپنی ما کو اور عورتوں کے ساتھ حضرت مریم زانی بیکم کی خدمت گزاری  
 کے لئے بھیج دیا۔ جو وقت سی ہایوں نے اس پادشاہ کی عجلدی میں قدم رکھا۔ سارے  
 ملک میں فرمان شاہی جاری ہو گئے کہ اس طرح اس کی تواضع و تکریم کی جائے چھو چھوٹے  
 نوکروں کی بڑے بڑے امیروں کی برابر اور امیروں کی پادشاہوں کے برابر خاطر دار  
 اور اوبہکت ہوئی۔ اور خود پادشاہ کی جو تعظیم اور تکریم ہوئی اس سے تاریخ کے صفحے کے  
 صفحے بہرے پڑے ہیں۔ (اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۷ پر ہے) یہ شہر بارے شہر و دیار  
 جس منزل پر پہنچتا وہاں کا حاکم زرف برق فوج لئے سرحد پر استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔  
 نذر دیکر لگام پر پوسہ دیتا رکاب پکڑ کر ساتھ ہولیتا۔ پیدل چلتا۔  
 جب پادشاہ اشارہ کرتا سوار ہوتا۔ اور شکر سمیت پیچھے پیچھے چلتا۔ مکان اوزن کے  
 کے واسطے پہلے تجویز ہولیتا۔ اس کی آرائش و زیبائش میں نہایت تکلف ہوتا۔  
 کو سون تک نہ رقت اور مخمل کا فرش پاندا ہوتا۔ وہاں پادشاہ کا شاہاہنہ جشن ہوتا۔  
 سب امراء اور ملازم شاہ ایران نمد دیتے۔ سواری کے وقت زر و گوہر ہار ہو گئے  
 لباس اور اسلحہ اور کہانے کی تحفیات کا بیان تکلف نہیں ہو سکتا۔ ہرات میں شاہ  
 ایران کا بیٹا فرمانروا تھا۔ ایک عورت اوسنی بڑی دھوم دھام کی کی بلخ میں ہایوں

جشن شادمانہ کیا۔ صابر فاق نے کہ علم موسیقی میں یگانہ و درگاہ رہا یہ ایک الگ ہی آئینہ  
جس وقت یہ شعر پڑھا:

مبارک منرے کان خانہ را ماہچنین باشند  
ہمایون کشور کوکان عرصہ اشاہچنین باشند

ساری مجلس چہل پڑی۔ مگر جب اس نے یہ غضب کا شعر پڑھا کہ: **شعر**  
زنج و راحت گیتی مرخان دن شو خرم کہ آئین جہان کا ہے چنان کاہچنین باشند  
اس شعر کو شکر ہمایون کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے

اب بہت سی روانہ ہوا۔ اور سب سے مین تمام بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرتا ہوا  
رہے مین پہونچا۔ تو خود پادشاہ ایران استقبال کے لئے اپنے پایہ تخت سے چلا۔ ہمایون  
قرون مین پہونچا۔ اور یہاں چند روز مقیم رہا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ گوشاہ ایران نے  
ایسی تواضع اور تکریم کی مگر ایسی واسطہ کے اندر آئی کی اجازت نہ دی۔ اس لئے ہمایون  
نے بیرام کو پادشاہ پاس بھیجا۔ اور وہاں کوئی معاملہ ایسا پیش آیا کہ پادشاہ کو معلوم  
ہوا کہ مین شاہ ایران کے پند مین بری طرح مہنس گیا۔ ایران کا پادشاہ طہاست  
صفوی سخت متعصب شیعہ تھا۔ ان دونوں پادشاہوں مین جو معاملات مذکور کے باب  
مین پیش آئے وہ مورخان نے مختلف طور پر بیان کئے مین۔ جو مورخ اہل سنت  
ہیں وہ اس معاملہ کو کچھ لکھتے نہیں جیسا کہ ابو الفضل نے کیا ہے۔ اور اگر لکھتے ہیں  
تو گول مول۔ اور مورخ شیعہ مین وہ اس معاملہ کو حاشی لگا لگا کر بیان کرتے مین۔  
الحاصل ان دونوں پادشاہوں مین جہادی الاولے ۱۰۱۵ھ مین ملاقات ہوئی۔  
اور آپس مین تواضع و تکریم عمل مین آئی۔

شاہ ایران کے بابا اسماعیل صفوی نے ایک شعر ٹوٹی خاص اپنے مریدوں کے ہاتھ لکھی تھی

اسی ٹوپی کے سبب اہل ایران قزل باش یعنی سرخ سر والی کہلاتے تھے۔ یہ ٹوپی گویا شیعہ ہونیکا ایک بانا تھا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ بیرم خان شاہ ایران کے دربار میں حاضر تھا۔ پادشاہ نے فرمایا کہ اس ٹوپی کو سر پر رکھئے۔ بیرم خان نے یہ عذر کیا کہ میں ایک در پادشاہ کا تابع رہوں بغیر اسکے ارشاد کے ٹوپی کیونکر پہن سکتا ہوں اس عذر پر اختیار کو شک پادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو اختیار ہے۔ پہر پادشاہ نے اپنی سطوت اور شوکت دکھانے کے واسطے مجرموں کو برسر دربار قتل کرایا۔

ایک دن یہ دونوں پادشاہ آپس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شاہ ایران نے اس ٹوپی کے واسطے ہمایون سے کہا۔ ہمایون نے اس وقت زمانہ سازی کی کہ ٹوپی کو سر پر رکھا۔ اور اظہار سرفروزی کے تسلیم کی واسطے ہاتھ بھی سر پر رکھا۔ غرض اس ٹوپی سے تھان کیا سرفراز ہوا کہ سارے دربار میں ایک مبارکباد کی دھوم مچ گئی۔ دونوں پادشاہ تھے اور چاروں طرف سے مبارک آباد کا شعور اور غل تھا۔ ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی گفتگو اس وقت ضرور ہوئی مگر ہمایون نے شیعہ ہونا قبول نہ کیا۔ اسلئے کہ وہ کافر جب شاہ ایران ہمایون کی فرد گاہ سے نکل گیا۔ اور ہمایون دروازہ پر سلام کے لئے کھڑا ہوا۔ تو شاہ ایران اس کی طرف ملتفت نہ ہوا۔ اور ہمایون اپنا سامنہ لیکر رہ گیا۔ پہر ایک دن ہمایون کے باورچی خانہ میں ایندھن بجھا۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر تو نے شیعہ مذہب قبول کیا تو کسی روز تیری ہڈیاں ان لکڑیوں کی چٹا میں جلانی جائیں گی۔ ہمایون نے اس کا جواب ہتھکڑیوں کے ساتھ دیا کہ میں یہ دیا کہ میں یہاں بیت اللہ کے ارادہ سے آیا تھا۔ اب اجازت فرمائیں کہ میں اپنی منزل مقصود کو پہنچوں۔ اس پر شاہ ایران اسے ایسی سنگ لے برتی کہ اس کو صاف کہلا بھیجا کہ جب تک شیعہ تو نہ ہو گا زندہ نہ رہے گا۔

ایک دن کا ذکر مورخ بیان کرتے ہیں کہ دونو پادشاہ ساتھ بیٹھے تھے۔ مگر ہالیوں کا زانوسٹھ نہیچے تھا۔ یہہ دیکھ کر ہریم خان کوتاہ رہے۔ اوسوقت کمرے چہری نکال اور اپنا زرین پٹکا کاٹ اپنی آقا کے زانوتلے بچھا دیا۔ پادشاہ ایران کو یہہ کا جوش بہت بہایا۔ اور ہالیوں سے فرمایا کہ جب تک کے ساتھ لیسے لیسے جان نشا پارکاب تھے تو پھر کیوں یہاں تک نوبت پہنچی۔ ہالیوں نے جواب دیا کہ جو کچھ میر سلطنت اور حکومت میں تصور اور فتور آیا وہ سارا بہائیوں کی نا اتفاقی کے سبب ہوا۔ اوسپر شہنشاہ ایران نے ارشاد کیا کہ بہائیوں کا اتفاق سلطنت کر لئے ایک ضروری امر ہے۔ اب مجھے اپنا چھوٹا بہائی جانئے۔ اور اوسکے اتفاق اور امداد سے مطلب حاصل کیجے۔ تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھا۔ شاہ ایران کا بہائی بہرام مرزا سلاخی آفتابہ لیکر کھڑا ہوا۔ اور دونوں پادشاہوں کے ہاتھ دلائے۔ سپر پادشاہ نے اشارہ کیا کہ بہائیوں کو اسطرح کہتے ہیں۔ اس بات سے بہرام مرزا ہالیوں کا جانی دشمن ہو گیا۔ اب ہمیشہ کلمات متحوش زبان سے نکالتا۔ اور کہتا کہ خاندان تیمور کو سندوستان میں پادشاہ بنانا نہ صلیحت نہیں ہے۔ وہ ایران سے بہت قریب غرض س مرزا اور لوگوں نے پادشاہ کا مزاج ہالیوں سے بڑھ کا دیا۔ اگرچہ ہالیوں کو بھی کئی دفعہ غصہ آیا مگر ہریم نے اوسکو روک لیا اور سمجھایا کہ مصرعہ مرغ زیرک چون بدام افند محمل بادیش بد پر سلطانیہ بیگم اور قاضی جہان قزوینی ناظر دیوان اور حکیم نور الدین ان دونوں پادشاہوں کے بیچ میں وسط ہوئے کہ اونکے دلوں سے کلفت دور کریں۔ سلطانیہ بیگم نے خلوت میں پادشاہ کو سامنے ہالیوں کی یہہ براہمی پڑی ہے۔

رابعی

ہستم زجان بندہ اولاد علی + ہستم ہمیشہ شاد و بایاد علی  
 چون سر ولایت از علی ظاهر شد + کردیم ہمیشہ ورد خود ناد علی  
 اس رباعی کو سنکر پادشاہ خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اگر ہمایون اس امر کا عہد کرے  
 کہ وہ اپنی ممالک محروسہ میں منبروں پر ذکر معصومین علیہم السلام کا کرے تو میں اسکو  
 موردی ملک لادیتا ہوں۔ سلطانیہ بیگم نے یہ پیغام ہمایون سے کہلا بھیجا ہمایون  
 نے اسکا یہ جواب دیا کہ میرے تمام امراء چغتائی اور اپنے بہائی مرزا عسکری سے  
 اسی بات پر بگاڑ ہوا کہ آل بنی پر میری جان فدا ہے۔ اور مرتے دم تک میں انہیں کا  
 کلمہ بہرون گا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ پادشاہ نے ہمایون پاس تین کاغذ دستخط  
 کرنیکے لئے بھیجے۔ مگر اوہنے انکو مسترد کیا۔ سپہ قاضی نے سمجھایا کہ **مصع**  
 زمانہ باتوں نہ ساز و تو باز مانہ بہ ساز۔ شاید ان کاغذوں میں یہ لکھا ہوگا کہ مذہب  
 شیعہ وہ اختیار کرے۔ دوم ہندوستان میں اسکی اشاعت کرے۔ سوم قندھار  
 حوالہ کرے۔ چھٹی شرط کے پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور باقی دوسرے طون کا پورا  
 اوسکے حد اختیار سے باہر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اردبیل میں شیخ صفوی کی  
 زیارت کو گیا تھا۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اوہنے مذہب شیعہ اختیار کر لیا تھا۔  
 بعض کہتے ہیں کہ وہ نماز شیون کی طرح پڑھتا تھا۔ غرض یہ ایک مباحثہ مذہبی اسیا  
 ہے کہ جبکا الفضال مشکل ہے +

اسی اثنار میں ہمایون کے بدخواہوں نے شاہ ایران کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ  
 جب ہمایون پادشاہ تھا اور اسکی بات بنی ہوئی تھی تو اوہنے علم نجوم سے سارے  
 پادشاہوں کے طالعوں کا حساب لگایا تھا۔ تو شاہ ایران سے اپنے طالع کو اچھا ملتا تھا



اس فقرہ کو بادشاہ سن کر نیلا نیلا ہوا۔ جب ہمالیوں نے اس کی وجہ بیان کی تو اس نے  
 یہ طعنہ دیا کہ اس غرور اور نخوت کا یہ ثمرہ ہے کہ سلطنت کنواروں نے زمین  
 اور جو روپے دشمنوں کا ہاتھ نہیں چلے گئے۔ اگرچہ ایسی باتیں خلوت میں پیش آئیں۔ مگر  
 ظاہر میں جو تعظیم و تکریم اول درجہ سے شروع ہوئی تھی وہی برابر چلی جاتی تھی طرح طبع  
 کے واسطے شکار کہلنے جاتے۔ دعوتیں بڑی تکلفات سے ہوتی ہیں \*

الحاصل جب ہمالیوں کے رخصت کا وقت قریب آیا۔ تو شاہ ایران نے اس پر اپنی  
 غنایات اور احسانات کی کوئی حد باقی نہ رکھی۔ اور ایک ن ہمالیوں ہاتھ جو کہا کہ اگر ہمارے  
 سے کوئی خطا جیسے سرزد ہوئی ہو تو اس سے معاف کیجئے۔ اور پہرہ و سکو نہایت شان اور  
 شوکت سے رخصت کیا۔ اور حکم دیا کہ بارہ ہزار قول باشون کا لشکر سیستان میں  
 اس کے ساتھ جانیکے لئے تیار رہے۔ اور نیک شگون کے واسطے اپنے شیر خوار بیٹے  
 مراد کے نام اس لشکر کی سپہ سالاری نامزد کی۔ مگر باوصف اس کو بہت کچھ چلتے چلتے ایک  
 اور بد مرگی ہوئی۔ کہ ہمالیوں سید ہاسد کی طرف نہ گیا بلکہ تہرہ زور و مضافات ایران  
 کی سیر کرتا ہوا جانا تھا۔ اتفاق سے شاہ ایران بھی اپنے ملک کی سیر کرتا ہوا۔  
 ہمالیوں کے خمیوں کی طرف جانکا۔ ان خمیوں کو وہ دیکھ کر بہت جھپٹا۔ اور  
 ایچی کے ہاتھ ہمالیوں کو پیغام بھیجا کہ ابھی چالیس میل آگے چلا جائے اور کوئی  
 بہانہ نہ بنائے۔ جب ہمالیوں سیستان میں داخل ہوا تو بارہ ہزار قول باشون کی  
 جگہ چودہ ہزار قول باشون و رشانہ راہ مراد اور بدراغ خان فاجارا و سکا استاد  
 اور اورامراء قول باش خدمت کے لئے حاضر تھے \*

ہمالیوں کے غریزوں اور پہلی سلطنت کا حال

مرزا کا مران کا بل میں حکمران تھا۔ مرزا ہندل نے قندھار پر چارہ مار کے قبضہ کر لیا تھا۔ مگر مرزا کا مران نے قندھار اوستے چھین لیا۔ اور اوس کا قصور معاف کر کے غزنین کی حکومت دیدی اور مرزا عسکری کو قندھار کا حاکم بنایا۔ مرزا سلیمان نے اوش تہ واد سے جبکو بابر نے مقرر کیا تھا بدخشان کی حکومت چھین لی۔ اسپین بلخ کا جنوبی حصہ بھی شامل تھا۔ اور بدخشان کا شمالی حصہ بلخ نصرت اور بلکن کی تخت حکومت تھا۔ اور ہندوستان میں شیر شاہ پادشاہ تھا۔ اسلئے ہمایون کو کچھ امید ہندوستان پر حملہ کرنے کی نہ تھی۔

### قندھار کی فتح کا بیان

ہمایون کے ساتھ ایران میں اپنی ذات کو صرف سات سو آدمی تھے۔ دگر مرہٹہ آبا دریا۔ ہند کے کنارہ پر قلعہ بس تھا۔ وہ قندھار سے متعلق تھا۔ اور سپر حملہ آور ہوا۔ اور بہت سا کشت فحون ہوا۔ اور قلعہ والوں نے مرزا عسکری سے امداد پتہ تھی۔ مگر آخر کو یہ قلعہ ۹۵۲ھ میں ہاتھ آگیا۔ اور قندھار کا رستہ کھل گیا۔ اب تک ان خطہ کی سپاہ زیادہ نہ ہوتی۔ بعد اس فتح کے لشکر ایرانی حصار قندھار کے قریب پہنچا ایک تھوڑا سا لشکر کا دل لڑائیوں کے شوق سے بہا ہوا تھا۔ دوسرے یہ خیال تھا کہ کہیں مرزا عسکری خزانہ یہاں سے نکال کر نہ لیجائے۔ ان خیالوں سے ایک ڈنڈہ کا حملہ دشمنوں پر کیا۔ اور نہر میت اڑھائی۔ پانچویں روز ہمایون بھی اس لشکر سے آگیا۔ اور اوسنے محاصرہ قواعد کے موافق شروع کیا۔ تین مہینہ محاصرہ رہا۔ اور لڑائیاں ہوتی رہیں۔ دونوں طرف سے جانیں تلف ہوئیں۔ ہمایون نے میرم خان کو کامران پاس کا بل دیا۔ اور خط میں بہت سی ہندو نصایح لکھیں۔ اور تحفہ تحائف بھیجے۔

راہ میں ہزارہ کے لوگ اوسکے سدراہ ہوئے۔ مگر یہم خان کو مار کر راہ اپنے لئے  
 صاف کر لی۔ اوسید ہا کابل میں پہنچا۔ اور بادشاہ کا منشور اور تحائف حوالہ کئے۔  
 ڈیڑھ مہینہ تک وہاں پڑا رہا۔ اور کامران کے ساتھ بہت سی صحبتیں برپاں۔ مگر طلب  
 کی کوئی بات نہ ہوئی۔ آخر مزانے اپنی بڑی پھوپھی جہد علیہ خان زادہ بیگم کو جو باہر کی  
 بڑی بہن تھیں بیرام خان کے ساتھ گیا۔ اور ظاہر یہ کیا کہ مرزا عسکری میرا کنہا نہیں  
 مانتا۔ پھوپھی صاحبہ و سکو جا کر سمجھا دینگی کہ وہ قند ہار ہمایون کے حوالہ کر دے  
 ۔ اور دل میں یہ منصوبہ تھا کہ اگر قند ہار کو ہمایون فتح کر لے تو پھوپھی صاحبہ  
 میں واسطہ ہو کر مرزا عسکری کے قصور و ن کو معاف کرادیں۔ اب اس متنازعہ  
 سے ایرانی گہرا لے۔ وہ یہہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہمایون جو وقت قند ہار میں قدم رکھے گا  
 ۔ قوم خفتا کی کا جہکھٹ اوسکے گرد ہوگا۔ اب یہاں دیکھا کہ کسی نے اوسکی بات نہ  
 پوچھی۔ اور اب یہہ خبر سنکر اونکو اضطراب ہوا کہ مرزا کامران اپنے بھائی کی  
 امداد کو قند ہار میں آتا ہے۔ غرض اس پر انگدگی میں اونکا ارادہ ہوا کہ کیوں جہکھٹ  
 میں پڑیں۔ اوٹے چلین۔ مگر ہمایون کے دن پہلے آگئے تھے۔ کہ مرزا کامران راہ میں  
 سے اوٹا کابل کو چلا گیا۔ دوسرے کابل بھی بہت سپاہی اور امیر بھاگ بھاگ  
 آنے لگے۔ محصورین کا بھی ابقافہ تنگ ہوا۔ کہانے پینے کو بھی کچھ پاس نہ رہا۔  
 سپاہ میں کچھ اپنے گھر کو چلے گئے۔ کچھ رسوں پر لٹک لٹک کر فضیل سے کود گئے  
 اور ہمایون سے جا ملے۔ جبے عسکری نے یہہ رنگ دیکھا تو اپنی ہمایون سے  
 یہہ درخواست کی کہ میں قند ہار آپ کو حوالہ کرتا ہوں۔ آپ مجھے کابل جانے دیجے  
 ہمایون نے یہہ درخواست نامنظور کی۔ لاچار جہد علیہ خان زادہ بیگم صاحبہ ہمایون سے

لشکر یفلا میں۔ اور پہنچون کی باہم صفائی گزائی مگر عسکری کی تفصیلات کو  
 چھوپی صاحبہ کی سفارش سے ہالیون نے صاف کر دیا۔ جمعرات کے دن ۲۵ مادی الاولیٰ  
 مزار عسکری مع اپنے رفقاء کے ننگی تلوار گلے میں ڈالے ہوئے برسرِ بارِ تصور وں کی محافی  
 کے واسطے حاضر ہوا۔ ہالیون نے بہائی کو اپنے برابر بٹھایا۔ اور بڑی دھوم دھام کا جلسہ  
 نایک رنگ کا جمایا۔ گو یہ ظاہر داری کی باتیں ہو رہی تھیں مگر دنوں میں بغض اور غصہ  
 بہا ہوا تھا۔ اس عیش و عشرت کی سہنگامے میں وہ عسکری کا حکم پیش کیا جو اس نے  
 ہالیون کی گرفتاری کے لیے اور سوت بلوچی حاکم کو کو دیا تھا کہ وہ ایران کو بہا گا جاتا  
 اس حکم کو دیکھتے ہی عسکری کا یہ حال ہو گیا کہ بدن میں کاٹو تو لہو کی بوند نہ تھی۔  
 سارا عیش بھول گیا۔ ہالیون نے حکم دیدیا کہ اس کو نظر بند کرین شاید اس بند  
 سے کچھ پند پذیر ہو۔ پہر تین روز تک قندھار میں خوب جلسے اڑی۔ اور سارا مال  
 اسے اب خزانہ اور قلعہ سب کچھ قربا شون کی حوالہ ہوا۔ اور مزار امراء پر شاہ ایران  
 اور ملغ خان سپہ سالار ان کو سب کچھ سمجھا دیا۔ اب ان قربا شون کی مدت سے اپنا گھر  
 نہ دیکھا تھا۔ اسلئے بہت امیر پادہ سمیت بڑی رخصت اپنی گہروں کو چلتے بنے بھڑکے  
 رخصت وین زبردستی سے لی۔ جو چلے گئے وہ چلے گئے اب جو باقی رہے انہوں نے یہ  
 ظلم ڈھانا شروع کیا۔ بے خوف و خطر غریب قندھاریوں پر دست درازی شروع کی۔ شہر  
 چھوٹے بڑے سب ہالیون پاس دوڑے آئے کہ ایرانی ہم کو پیسے ڈالے ہیں۔

ہالیون اب مترو د تھا کہ کیا کروں۔ اگر تم گاروں گے تم کا علاج کرتا ہوں تو شاہ ایران  
 آزرده خاطر ہوتا ہے۔ اگر عدالت نہیں کرتا اور تم سیدوں کی داد سی نہیں کرتا۔  
 تو قہر خدا نازل ہوتا ہے۔ اس ترود میں کچھ دنوں مترو دور رہا۔ اور یہی مصلحت سمجھا کہ

اسکا علاج کسی اور وقت پر موقوف رکھئے۔ اب کابل جانیگا ارادہ مصمم ہوا۔ ہمایون نے بدائع خان سے کہا کہ چند منزل مکان ستورات کر رہنے کیواسطے اور سبب ضروری کے رکھنے کے لئے قلعہ کے اندر عنایت کیجئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عہد کے موافق قندہار تمہارے حوالہ کیا۔ مگر جب تک ہم اپنے کچھ آدمی حفاظت کیواسطے نہ چھوڑینگے اطمینان خاطر نہ ہوگا۔ اس وقت کو بدائع خان نے قبول نیکیا۔ پہلے مراد اعظم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب تک قندہار ہمارے پاس نہ ہوگا۔ ہم سے فارغ البالی سے کام نہ ہوگا۔ شاہ ایران کی خاطر سے ہمایون نے اپارادون کو بداتا رہا۔ اور وہ یہ خوب سمجھتا تھا کہ شاہ ایران سے بگڑنے میں بڑے نتیجہ پیدا ہونگے۔ اسی اثناء میں مراد شاہ ایران کا کم عمر لڑکا مر گیا۔ پہلے مقررین بادشاہی نے عرض کیا کہ موسم سرما سر آ یا۔ اسباب اور اہل عیال کا اس کوستان میں پہنچانا محال ہے۔ اب بادشاہ کا بیٹا مر گیا۔ اسلئے قندہار کا ایران میں ہاتھ میں نہ ماننا سبب نہیں۔ انہوں نے جو ظلم و ستم عیاں پر برپا کر رکھا ہے وہ حضور پر روشن ہے۔ اور وہ ایسے متروکین کہ حضرت کو حکم کو بھی نہیں سنتے۔ اگر سپہیوں اور مظلوموں کی داد رسی کرینگے تو اسلئے شاہ ایران ہی آردہ خاطر نہ ہوگا۔ حضور ملاحظہ فرمائیں کہ کابل سن و درواز کا رہتہ ہے۔ ہنزہ اور افغانوں کا لشکر مرزا کا ملن کا دم بہتا ہے۔ وہ ہم کو بغیر در کیسے راہ دیگا اسلئے کسی نامی اور حکم مقام کا ہونا ضرور ہے۔ پر وہ سوار قندہار کے کوئی اور مقام نظر نہیں آتا۔ بدائع خان کو کہئے کہ قلعہ قندہار خالی کر دے۔ اگر وہ خالی نہ کیسے تو زبردستی چہین لیجئے۔ شاہ ایران کو سبب معاملات لکھ کر بھیج دیجئے۔ وہ عقل مند بادشاہ ہے کچھ ناراض نہ ہوگا۔ ہمایون نے کہا کہ جو کچھ کہتے ہو سب صحیح مگر ٹہنیسے کیا فائدہ ہے۔

عقل اور تدبیر سے کام لینا چاہئے۔ اب اسنے بدلے کو لکھ بھیجا کہ ہم کابل کو جانی نہیں  
 مرزا عسکری کو قندہار میں قید رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اس درخواست کو منظور کیجے  
 اس قلعہ مانے اوسکو مان لیا۔ مرزا عسکری کے ساتھ جو محافظ گئے انکے ساتھ  
 فوج بھی خفیہ خفیہ گیس گئی۔ دروازہ پر پہرہ والوں سے جگہ پر پیش آیا۔ اور تلوار چلی۔  
 ایرانی مغلوب ہوئے۔ کچھ قتل ہوئے۔ کچھ بھاگ گئے۔ بالکل قلعہ پر ہمایون کی سپاہ  
 کا قبضہ ہو گیا۔ یہ بیان ہم نے مختصر طور پر اکبر نامہ سے لکھا ہے۔ ابو الفضل نے اس  
 قندہار کے لئے لکھنے کو دیکھ کس حکاری سے بیان کیا ہے کہ جس کوئی ہمایون کی  
 برائی ظاہر نہ ہو۔ قندہار شاہ طلبا کی امداد اور اعانت کا عوض تھا۔ اور اس ملک  
 کے دینے کا وعدہ اوسوقت ہوا تھا کہ شاہ ایران کا زور اوسپر نہیں چلتا تھا۔ آئے  
 یہ عہد شکنی اور خلاف وعدگی کا فریغ نہ سہی تو دغا بازی تو ضرور ہے۔ خیر سوار  
 اس نقص عہد کے جو اور حرکات ایرانیوں کے ساتھ کین اوسے بڑا دہیہ ہمایون  
 کی چال چلن پر لگتا ہے۔ بعض مورخ یہ لکھتے ہیں کہ ابو الفضل نے بحث صفحہ کے  
 صفحہ عنذات میں سیاہ کئے ہیں۔ مگر سے وعدہ ہی وعدہ نہ تھا وہ لیکر مجبوراً قہراً  
 ہمایون سے قرار کر لیا گیا تھا۔ ایسے وعدہ کا پورا کرنا اوسپر واجب تھا۔ مگر یہ کہنا اور لکنا  
 بالکل غلط اور خطا ہے۔ شاہ ایران کی طرف سے جو جبر و قہر ہوا تھا۔ وہ مذہب طلاق  
 رکھتا تھا۔ قندہار دینی کا وعدہ تو بعض امداد اور اعانت کو بغیر جبر و قہر کے ٹھہرتا تھا۔

## کابل کی فتح

جب ہمایون کا قندہار پر اچھی طرح قبضہ و تصرف ہو گیا۔ تو صین موسم سرما میں کابل  
 کی طرف روانہ ہوا۔ جعفر کابل کے قریب پہنچا گیا اوسے قندہار کابل میں کامران کا

اور ہالیوں کا بڑا شہنشاہ تھا۔ اب دونوں بہا نیوں کا لشکر وین تودہ کو س کا فاصلہ تھا۔  
 - مرزا کامران کو اب یقین ہو گیا کہ میرا دبا اور ہالیوں کا اقبال کیا ہے۔ اسلئے خراج  
 خاوند اور محمود اور خواجہ عبدالخالق کو بہائی پاس عفو و تقصیر کے لئے بھیجا۔ مگر کچھ  
 کام نہ چلا۔ رات کو غزنین کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہاں سے حسین ارغون والی سندھ  
 کا دامن پکڑا۔ اسنے اپنی بیٹی کا نکاح اسے کیا۔ اور بدگارا و سکا ہوا۔ اور لڑے  
 بڑے کابل پر ہالیوں کا قبضہ ہو گیا چنانچہ نویدی شاعر اسکی بیہوشی کی ہے کہ  
 مصرع بے جنگ گرفت ملک کابل زوی (اسمین ۱۵۳) نکلے تہن (ہالیوں  
 شادیانے بجاتا ہوا کابل میں داخل ہوا۔ اور ایک دم کو سپہر لشکر کو قند ہا سی بلایا  
 - اور وہاں سی یادگار ناصر اور یمیکانی سلیم ہی کابل میں چلی آئیں۔ شاہزادہ اکبر  
 اسوقت دو برس دو مہینہ ٹھہر روز کا تھا۔ جو وقت وہ ہالیوں کے سامنے آیا۔  
 آنگنہوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ اور زر و گوہرا و سپہاؤں سے نثار کئے۔  
 اور پھر خشنہ کی شادی بڑی دہوم دہام سے کی۔

## بخشان کی مہم

بخشان کا حاکم مرزا سلیمان تھا۔ اسنے ہالیوں کی اطاعت کا اقرار نہ کیا۔ اور وہ  
 اسکو بلایا تو آنے سے انکار کیا۔ اسلئے بخشان لینے کو ارادہ سے کوچ کیا۔ مرزا عسکری  
 سمراہ تھا۔ یادگار ناصر مرزا کی طرف سے ہالیوں کو ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ  
 فتنہ و فساد نہ کھڑا کرے۔ اسلئے محمد قلی طغانی حاکم کابل کو لکھا گیا کہ اس مرزا کو سخت  
 ہستی سے بجا تاد۔ مگر اسنے صاف انکار کیا کہ یہ سپاہیوں کے کہیں چڑیا کو بھی نہیں را  
 مجھے یہ قضا کی کام نہیں ہوگا۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ ایسی سخت عدول حکمی سادہ لوحی

اور اوسکی کچھ نہ سنراہی۔ پہر محمد قاسم کو حکم ہوا اوسنے تبر سے اوسے مار ڈالا۔ یہ بہہ دھن  
 تو ہالیوں کا مٹ گیا۔ اب مرزا سلیمان اندراب کے ایک موضع میں خوب لڑائی ہوئی  
 اور اوسین ہالیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ مرزا سلیمان شکست کھا کر دو رشت میں بہاگ  
 گیا۔ قندزا اور بعض اور اقطاع مرزا سہدال کو مرحمت ہوئی۔ اور باقی ملک بدخشان کا  
 اور امیرون کی جاگیر میں دیدیا گیا۔ اب بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ قلعہ فخر میں آئندہ نظام  
 کے واسطے چھاوونی ڈالی۔ اس نیت سے وہ چلا تھا کہ راہ میں سخت بیمار ہوا۔ چار روز تک  
 بڑی غفلت ہی۔ ہل شتا، میں چاروں طرف متوحش خبر لگتین۔ سب سے جاگیر و جاگیر  
 چھوڑ چھاڑ ہالیوں کے پلنگ کے گرد موجود ہوئے قراجہ خان نے مرزا عسکری پر اور  
 قید کو سخت کر دیا۔ دو مہینہ بعد آرام نہوا۔ پہر اوسکے شفا پانے کا اشتہار چاروں طرف  
 ہوا۔ جاگیر دار اپنی جاگیروں پر رجعت ہوئے۔

**مرزا کامران کا تسلط کابل پر اور پیر ہالیوں کی فتح کابل**  
 ہم پہلے لکھئے تھے کہ مرزا کامران بکھر کے ملک کو بہاگ کر گیا تھا۔ وہاں جب اوسکو  
 یہہ تحقیق ہو گیا کہ ہالیوں بدخشان کو روانہ ہوا۔ تو اوسنے کابل کی فتح کا ارادہ کیا  
 اور لشکر لیکر چلا۔ یہاں اوسکے پاس اچھی جمعیت ہو گئی تھی۔ راہ میں گہرورن سودا  
 مل گئے۔ اونسے گہوڑے چھین خاصا سامان آفوج کا کر لیا۔ اور غرین میں پہنچا  
 یہاں کے قلعہ دار راہد بگ مرزا سہدال کی طرف سے تھی۔ وہ خواب غفلت میں پہلے  
 ہی سوتا تھا۔ اب مرزا کامران نے اوسکو سپا سولایا کہ حشر تک خبر نہ ہو۔ یہاں سے  
 جھٹ پٹ کابل میں پہنچ گیا۔ یہاں محمد قلی طغانی اور فاضل بگ ہالیوں کی فط  
 سے محافظ اور عامل تھے۔ اور اپنے کام سے غافل تھے۔ لڑیکے لئے تیار نہ تھے۔



اور کو خبر بھی نہ تھی کہ دشمن سر پر موجود ہوا۔ محمد قلی کا غسل میت تو حمام میں ہی ہوا  
 فاصلہ سبکہ قلعہ میں بکڑا گیا۔ اوسکی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ اور میگھون  
 اور اکبر پر ہر متعین ہوا۔ اور امرار ہالیوں کو سخت سزا میں ہوئیں۔ اب قلعہ ظفر  
 میں ہالیوں کو خبر پہونچی۔ اوسنے قندار و برخان کی حکومت بہرزا ہندال سے  
 لیکر مرزا سلیمان کو دیدی اور عین موسم سرما میں وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ برف و  
 باران سے راہ میں بڑی تکلیف پہونچی۔ اور کہیں کہیں اوسکو اس مصیبت کے  
 سبب بھڑا پڑا۔ کامران نے اس عرصہ میں بڑا لشکر جمع کر لیا۔ اور شیر علی اور سیر  
 کو ہالیوں کے روکنے کو واسطے روانہ کیا۔ شیر علی سے لڑائی ہوئی اور شکست  
 ہوئی۔ ہالیوں وہ افغانی میں کابل کے قریب پہنچا۔ دوسرے دن ایک سخت لڑائی  
 ہوئی۔ اور غالب تھا کہ ہالیوں شکست پاتا۔ مگر مرزا ہندال در قراچہ بیگ سی وقت  
 پر لکنا ایسی پہونچی کہ کامران کو شکست ہوئی۔ اور شیر علی سیر ہوا۔ اور امیر  
 کے کہنے سے بادشاہ نے قتل کرایا۔ اور بعض قیدیوں کو بھی سزا دی۔ اب مرزا کامران  
 کا سارا ک قلعہ میں محصور تھا۔ ایک گھوڑوں کا روان کی خبر کامران کو پہونچی۔  
 تو اوسنے شیر علی کو پہنچا کہ اوس کا روان سے گھوڑے لائے۔ مگر ہالیوں نے اس  
 خبر کو سنکر ایسی تدبیر کی کہ شیر علی کو گھوڑے لیکر بہر کامران سے ملنا نہ نصیب ہوا۔  
 اب کامران نے دیکھا کہ شیر علی یوں رک گیا۔ اور قلعہ پر یہ گولی چہرہ کی بوچھاڑ  
 ہو رہی تھی۔ تو اوسنے حکم دیا کہ اکبر کو وہاں کھڑا کر وہاں گولی چہرہ کا مینہ برس  
 رہا ہے۔ اس حکم پر اسم انکہ اکبر کو چھاتی سے لگا کر کھڑے ہوئی۔ مگر اکبر کا بال بچکا  
 نہ ہوا۔ مصرع دشمن اگر قوی ہست نگہبان قوی ترست۔ اب کامران دوبار لڑائی

امیر و ان کے اوسے کنارہ کیا۔ اور ہالیون کا دامن بکڑا۔ اور اور اطراف سے  
 بھی ہالیون کی خدمت میں امر حاضر ہونے لگے۔ اب لاچار ہو کر مرزا کامران نے  
 صلح کا پیغام بھیجا۔ ہالیون راضی ہو گیا۔ اور خود حاضر ہو نیکاحم دیا۔ لیکن بعض  
 رفیق منافق ہالیون کے ساتھ ایسے ہی کر اوتھوں نے کامران کو لکھ بھیجا کہ تو کس میدان  
 یہاں آتا ہے۔ اوس مقام ہی بہاگ جا۔ اس کامران کو اندیشہ پیدا ہوا۔ بہاگنے کا  
 ارادہ کیا۔ اور اپریل ۱۸۵۷ء مطابق ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کی رات کے وقت ننگاپور  
 قلعہ سے بہاگ۔ اوجے رہبر سامان اور پریشان کوہستان کابل کے نیچے پہونچا۔  
 وہاں ہزارہ کی ایک جماعت کے اوسکا سب مال سباب چین لیلہ مگر پچان کر پرورد  
 اور ضحاک اویلیان کی طرف پہنچا دیا۔ وہاں اوسکا رفیق دی شیر علی ڈیر سو سوار  
 کے ساتھ موجود تھا۔ یہ سب ارلوس سے آکر ملے۔ اور ایک دن وہاں وہ مقیم رہا۔  
 پہر وہ غوری کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں حاکم سے مقابلہ ہوا۔ اوسکو ہست پالیا۔  
 اور اوسکے سبیل باب پر قبضہ کیا۔ یہاں جمعیت بھی پہنچی کر پنج مین گیا۔ وہاں  
 حاکم پر محمد خان سے ملا۔ وہ اوسکی مدد کے واسطے کھڑا ہوا۔ اور بدخشان پر چڑھا۔  
 غوری اور بلکان پر مرزا کامران کا قبضہ ہوا۔ اور بہت سی سپاہ کا اوس میں جمع ہوا  
 ۔ پیر محمد خان کا کو چلا گیا۔ اب سلیمان مرزا اور ابراہیم مرزا سے لڑنے کے واسطے مرزا  
 کامران آگے بڑھا۔ یہ دونوں مرزا اوسکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ وہ طانہان کو لایا  
 بہاگ گئی۔ اور سارے بدخشان پر کامران کا قبضہ ہو گیا۔ اب یہاں ایک معاملہ یہ  
 پیش ہوا کہ قراچہ خان اور بعض ورامیر و ننگ ہالیون سے کہا کہ اب خواجہ غازی وزیر  
 کو قتل کر ڈالئے۔ اور خواجہ قاسم کو وزیر بنائے۔ جب و سزا نکار کیا۔ تو وہاں گھر

مرزا کامران سے آن ملے۔ اب ہالیوں نے مسلمان مرزا اور ابراہیم مرزا کو بلا کر خیرین  
 کی طرف کوچ کیا۔ مرزا کامران نے شیر علی کو مرزا ہندال سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ اوسنے  
 شکست پائی اور وہ قید ہو گیا۔ ہالیوں نے اوسکا قصور معاف کر دیا۔ اور غوری  
 اوسکی جاگیر میں دیدی۔ اب مرزا کامران قراچہ گیا اور امیر ون کو شہر میں چھوڑ  
 دیا۔ اور خود طالقان کو چلا گیا۔ پادشاہ نے مرزا ہندال کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ اور خود بھی  
 پیچھے چلا۔ مرزا کامران نے مرزا ہندال کو شکست دی۔ مگر ہالیوں نے دریا و طالقان  
 عبور کر کے مرزا کامران کو ایسا دق کیا کہ وہ سب اہل سب اب چھوڑ کر وہ طالقان کو بھاگا  
 اور اور ملکوں کی مدد سے بھی مایوس ہوا۔ اسلئے اوسنے اس مضمون کا خط لکھ کر  
 اور تیرمین رکھرا پادشاہ کے لشکر میں پہنکا کہ جو کچھ میرے سامنے آیا اوسے میں جانتا ہوں  
 جو کچھ کیا اوسے پشیمان ہوں۔ اب طواف کعبہ کی جازت دیجو۔ تاکہ اس کا فریغمتی  
 کی کدورت پاک صاف ہوں۔ اوسکا جواب ہالیوں نے یہ بھیجا کہ اہل قلعہ کی خلاصی  
 اخلاص پر اور سلامتی سلام پر موقوف ہے۔ اوسنے بڑی مروت کا کام کیا کہ یہاں کی خلاصی  
 قصور معاف کر دیا۔ اور اوسکے جو بڑے بڑے مجرم مثل قراچہ خان کنہے اور نکا بھی  
 قصور معاف کر دیا۔ اور جبکہ مران قلعہ سے نکل کر خیمہ سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر تھا  
 تو اوسکے مقابل کے واسطے امر کئے۔ اور مرزا عسکری کی بھی آج بیڑیاں کٹ گئیں  
 ہالیوں نے دربار عام کیا۔ اور وہاں یہ بہن بانی جمع ہوئے۔ اور اسپین گلے مل کر  
 زار زار روئے۔ اور ایسی باتیں اسپین کین کہیں کہیں دربار کو رقت ہوئی۔ اس  
 ملاپ کا جشن بڑی دھوم دھام کا ہوا۔ اور چاروں بھائیوں نے ایک ہی دسترخوان پر  
 بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اور ہالیوں نے درخشان کا انتظام کیا۔ اور سب بیزا وراقار کو جاگیر میں لکھن

اور خود کابل میں آیا۔

## ہمایون کا بلخ پر چڑھنا اور واپس آنا

موسم سرما کے سبب ہمایون نے کہیں جانے کا قصد کیا۔ جب بہار کا موسم آیا تو ۱۵۴۰ء میں بلخ کی فتح کا ارادہ کیا۔ اور بالتو بیگ کو مرزا کا مران پاسل سے عرض سے روانہ کیا کہ وہ کولاب سے حبس عہد بلخ کے نسخے کے واسطے بدخشان میں آنکرے۔ اور مرزا ہندال در مرزا عسکری اور مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کے نام سے حکام جاری ہو کہ وہ بی سپاہ سمیت خدمت میں حاضر ہوں۔ بلخ پر انہوں کی حملہ آوری تھی۔ اب ہمایون کا حوصلہ سفدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بڑی بڑی مہموں کا ارادہ کرتا تھا۔ اولاً دسے قلعہ ایک کے بلخ سے متعلق تھا جاگیر۔ وہاں حاکم بلخ کا تالیق اور اور امرا مع سپاہ موجود تھے۔ بعد دو تین روز کے قلعہ خود بخود اہل قلعہ نے حوالہ کیا۔ اب پہرا ورا لہنہ کا قصد کیا۔ اب ایک مجلس شعری میں اس امر پر مباحثہ ہوا کہ اگر ہمایون بلخ کی فتح میں مصروف ہوا تو مرزا کا مران جس کے نظر کے سبب حاکم بلخ کو سامان جنگ کو مہیا کرنے کی مہلت نصیب ہوئی۔ کابل تو نہیں لے لیگا۔ بعد مباحثہ بادشاہ نے فرمایا کہ اب ارادہ بلخ کی مہم کا صمم ہو چکا ہے۔ اس کام کو پورا کرنا چاہیے۔ غرض لشکر کو گے بڑا۔ اور بلخ کے لگ بھگ جا پہنچا۔ شاہ محمد ازبک کو لکھا آیا۔ اور شکست پا گیا۔ پھر یہ محمد خان خود حانیوں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ دوپہر سے شام تک لڑائی ہوئی۔ اور بلخ میں کو شکست فاش ہوئی۔ میدان بھیگاں کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ چغتائیوں کی فوج واپس آئی۔ اب ولسکو یہ فکر دہانگیر ہوا کہ تمام اہل خیال و سکے کابل میں رہیں۔ کابل میں اتنے نہیں آیا۔ کہیں جا کر کابل کو نسلے لے۔ اور ہمارے بال بچوں سے بدلا لے۔ اس تردد کے سبب بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ قلعہ بلخ کی فتح کو موقوف رکھے۔

اور ڈیرہ غازی کو چلے وہاں کسی محکم مکان میں مقیم ہو گئے۔ پورے دنوں بعد بلخ  
بلخ محصورین خود حاکم کر دیں گے۔ اسی ضلع پر عمل ہوا۔ جسوقت پادشاہ ڈیرہ غازی کی  
طرف چلا وہ کابل کی شک پر واقع تھا۔ تو انہوں نے یہہ جاننا کہ وہ کابل کو بہا گتا ہے  
اسلئے اونکا تعاقب کیا۔ مرزا سلیمان اور حسین قلی کو جو عقب سپاہ میں تھے شکست دی  
کابل کے شتیاق میں جو امر اور بچپن تھے اونہوں نے سید ہارستہ کابل کا لیا۔ نہ کسی سے  
کچھ پوچھا نہ گچھا۔ غرض ایسی ہرجم مچا۔ کہ سپاہ کا انتظام جاتا رہا۔ ایک ہزار اور بک  
پادشاہ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے۔ خدا خدا کر کے اونکے ہاتھ سے پادشاہ اور امیرون  
کی جان بچی۔ اور ہالیوں کابل میں پہنچ گیا۔ اور یہاں کچھ دنوں قیام کیا۔

### کامران کا کابل پر قبضہ پانا اور بہا گنا

مرزا کال کو لابی میں پہنچا۔ پھر علی بیگ کو لابی میں لے کر اوپر چلا گیا۔ مرزا کامران نے مرزا  
عسکری کو لڑنے کے لیے پہنچا۔ مگر اسی لڑائی میں دو دفعہ شکست ہوئی۔ اتنے میں مرزا  
سلیمان اور مرزا ابراہیم ہی شہم اور قندرز سے اوسکی گردن دبانے کو آموجود ہوئے  
یہہ دیکھ کر کامران بہا گا۔ راہ میں انہوں نے اوسکا مذمہ لیا۔ سب جاب چہن لیا۔  
اس پریشانی اور سرگردانی میں ضحاک دریا میان میں سے ہو کر نہرا کہ محیط بہا گنا  
کا راہ دیا۔ قراچہ خان اور قاسم حسین خان اور بعض درہمک حراموں نے کامران کو  
لکھہ پہنچا کہ تم ضحاک کی طرف کابل کی طرف آؤ ہم لڑائی کے دن تم سے آن ملیں گے۔ اور  
کابل آسانی سے انکو دلا دینگے جب کامران ساسنی آیا تو یہہ نمک حرام سب آجوا جائے۔ اگرچہ  
ہالیوں کا لشکر توڑا سارہ گیا تھا۔ مگر خجاق میں خوب لڑائی ہوئی۔ یہہ ایسا بڑا وقت تھا  
پر آیا تھا کہ برسوں تک حلالی فادار ملازم نمک حرام اور بوجا ہو جاتے تھے۔ مرزا کامران کے

ایک سپاہی پیکٹ بالی نے ہمایون کو سر پر ایک تلوار ماری۔ دو سکر وار کا قصد نہا کہ ہمایون  
 ان تکبہ بن کمال کر لکھا رکھا و بذات تو ہاتھ ہم پر چلاتا ہے۔ اس لکھارے سے سپاہی ایسا  
 ڈر کر ہتھیار ہاتھ سے گر ا۔ اور وہ بہاگ گیا۔ اور امر نے بادشاہ کو لڑائی کے فیضان جدا کیا  
 مگر زخم سے خون اتنا بہا کہ سارا جہ خون میں تر ہو گیا۔ بادشاہ واد سے اتر کر ایک  
 حبشی غلام کو دیا وہ اسے پیکٹ بہاگ گیا۔ پھر یہ جبہ مرزا کا مران کے آدمیوں کے ہاتھ  
 جتے اسے یقین ہو گیا کہ ہمایون ضرور مارا گیا۔ اس جبہ ایک وغضبٹ ہا یکہ ہمایون  
 کابل سے چلتے وقت قاسم علی کو جو مرزا کا مران کا ملازم تھا کابل سپر کر آیا تھا۔ جب  
 کا مران یہاں آیا تو اس نے کابل کے دینے سے انکار کیا۔ مگر جب و سکوجبہ دکھایا گیا تو  
 اس نے جانا کہ اب بادشاہ مارا گیا۔ مقابلہ سے کیا فائدہ ہوگا۔ شہر حوالہ کیا۔ غرض ایک دفعہ  
 پھر کابل میں مرزا کا مران کا ڈنک بج گیا۔ اس وقت ہمایون کے ساتھ گیارہ آدمی تھے حسین  
 ہمایون نامہ کا مصنف جو ہر ہی موجود تھا جسے ہم فی سارا بیان نقل کیا ہے۔ غرض  
 اس وقت ہی ہمایون پر بڑی مصیبت پڑی۔ زخمی بڑی تکلیف و ڈھائی۔ یہ لڑائی ۱۵۵۰ء  
 میں ہوئی۔ بادشاہ نے جب ملازمین کی تک حرامی کا یہ شور و کیا تو اندراب میں مقیم ہو  
 ا۔ اور چالیس دن تک قیام کیا۔ مرزا سلیمان اور ابراہیم و رہندال ہی لشکر لیکر اس کے  
 پاس آ گئے۔ پھر یہ وہی طرف کوچ کیا۔ ہمایون صلح سے مرزا کا مران کا کام نکال لیا  
 ہوتا۔ مگر قراچہ خان نے اس میں خنہ ڈال دیا۔ وہ اس وقت مرزا کا مران بالکل محیط تھا۔  
 پہاڑوں میں بہر لڑائی ہوئی۔ مرزا کا مران کو شکست ہوئی۔ قراچہ خان پکڑ گیا اور ہمایون  
 مرزا عسکری کو بھی بادشاہ کے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ اور مرزا کا مران دورہ باختر سے  
 افغانوں کے ملک کی طرف بہاگ۔ یہ لڑائی ۱۵۵۰ء میں ہوئی۔

## ۵۰۰

### مرزا کامران کی آخر لڑائی اور اوسکی گرفتاری

اب ہایون کابل آیا اور ایک برس رہا۔ اس عرصہ میں کامران پاس بہر سندھ نہر سوار  
 جمع ہو گئے۔ حاکم غزنین حاجی محمد خان آجارت غزنین کو روانہ ہوا۔ کامران کے  
 روکنے کیواسطے لمغان کی طرف چلا۔ مہند آفغانوں اور خیل اوودی اور لمغان کے سرداروں  
 کو ساتھ لیکر مرزا کامران سندھ کی طرف روانہ ہوا۔ لمغان میں کچھ دنوں ہایون نے شکار  
 کہیلدا اور بہر کابل میں چلا آیا۔ اب مرزا کامران کو افغانوں کی معاونت سے تقویت ہوئی  
 ہایون اسے ٹھیکے لے آیا۔ بیرام خان کو قندھار سے بلا کر حاجی محمد خان حاکم غزنین پاس بھیجا  
 کہ اوسکو یہ طرح سے اپنی ساتھ متفق کرے۔ اس حاجی نے کامران کو پہلی ہی لکھ بھجوا تھا کہ آپ  
 غزنین میں تشریف لائے۔ غلام خود کے واسطے حاضر ہے۔ اس ملک میں فرمانروائی کیجئے۔  
 اس پیغام کے پہنچنے پر وہ پشاور سے ننگش اور کرذہ غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ یہ غزنین  
 تہ پہنچنے نہ پایا تھا کہ بیرام خان حاجی سازش کر کے اوسکی کابل لے آوڑا۔ مگر جب اوسکو یہ خبر ہوئی  
 تو وہ اولٹا پشاور میں چلا آیا۔ مگر حاجی نے بہر حجت قہقری غزنین کی طرف کی۔ اور ہایون  
 کچھ اجازت نہ لی۔ بہر بیرام خان اوسکے پیچھے دوڑ آیا۔ اور بادشاہ پاس لے گیا۔

ان دنوں میں مرزا عسکری بدخشان پہنچا گیا۔ وہ ان سے ملے اور روانہ ہوا۔ مگر اس سفر میں اوسکو  
 سفر آخرت دیشن لگیا۔ اب مرزا کامران افغانوں کے بل پر تلے رہتا تھا۔ وہ ہایون لڑنے  
 کے لیے روانہ ہوا۔ رات کو افغانوں نے ہایون پر حملہ کیا۔ اور اس حامی میں مرزا ہندال کا کام تمام  
 اور ہایون پر خود اسی آن بنی کہ وہ قلعہ مسعود میں بہاگ آیا۔ یہ قلعہ کابل در پشاور کے  
 راستہ میں ہوتا ہے۔ ہوت بہاڑی افغانوں نے اوسکا تعاقب کیا۔ کامران کی دھوڑوں  
 اور جلسوں میں مصروف ہو گئے۔ ہایون نے بہاڑی پر حملہ کیا۔ اور مار کر ہکا دیا۔ اب کامران

مجبور ہو کر سلیم شاہ پادشاہ ہند پاس آیا۔ مگر اس پادشاہ نے یہ نہ جانا کہ کون کتنا آیا۔ اس  
وہ سیال کوٹ کو پہاڑوں میں چلا گیا۔ یہاں سلطان آدم گہک کے ہاں آیا۔ اب پہر  
کوشش کی کہ اس قوم کو شورش پر آمادہ کرے۔ مگر اس قوم کے سرگروہ نے ہمایوں کو  
الکھ پجاکہ حضور کسی آدمی کو اپنے پیچیدگی میں کامران کو اس کے حوالہ کر دوں گا۔ پادشاہ  
نے منعم خان کو بھیجا۔ وہ ستمبر ۱۵۵۲ء مطابق رمضان ۹۶۱ھ میں کامران کو کپڑے لگایا  
۔ اب ہمایوں ۵ صفر ۹۶۲ھ مطابق ۲۹ - دسمبر ۱۵۵۳ء دریا سندھ سے پار اتر آیا تھا  
پرنالہ میں شاہ آدم لکھنے کامران کو ہمایوں کو رو رو پیش کیا۔ سوقت تک بھی ہمایوں کی  
دل میں بہائی کی محبت ایسی پاتے تھی کہ دائیں طرف اوسکو اور بائیں طرف الکہ کو بٹھایا۔  
پادشاہ نے ایک تربوز منگایا۔ اور اس کے ٹکڑے کئی جو ٹکڑے اپنے حصے میں آیا۔ اور کا آدھا  
کامران کو دید۔ شام کو راک رنگ کا جلسہ ہوا۔ دونو بہائی ہنسی خوشی اسپین بیٹھے۔  
چار روز تک تو یونہی گزرے۔ چوتھے روز یہ حکم صادر ہوا کہ مرزا سے اس کے ملازم  
جدائے جائیں۔ صرف پانچ آدمی اس میں فلان فلان رہیں۔ ہمایوں کا یہ فیصلہ  
امرا و جتائی کو نا پسند معلوم ہوا۔ اور بے بالاتفاق پادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور  
ہماری سلامتی چاہتے ہیں تو کامران کو سلامت نہ چھوڑے۔ دوسرے روز ہندوستان کا  
سفر بھی واپس تھا۔ لاچار ہمایوں نے حکم دیا کہ مرزا کامران کی آنکھوں میں سلامتی پہری  
جائے۔ ان آنکھیں نکلنے کا حال جو ہر اپنی آنکھوں کا دیکھا یوں بیان کرتا ہے  
کہ اول اول کسی نے یہ میر جمی کا کام اختیار نہ کیا۔ آخر علی دوست پادشاہ سے ترکی  
زبان میں یہ کہا کہ کوئی آنکھیں نہیں نکالتا۔ سب بخار کرتے ہیں۔ اس ترکی کا جواب  
ترکی میں پادشاہ نے یہ دیا کہ تو اردن کی شکایت کیوں کرتا ہے۔ خود ہی اس کام کو



تو کیوں نہیں کرتا ہے۔ غرض وہ واپس آیا۔ اور غلام علی نے نہایت شد و مد کے ساتھ  
 پادشاہ کا حکم قطعی کامران کو سنایا۔ اس نے کہا کہ مجھے ماری کیوں نہیں ڈالتے۔ غلام علی نے  
 جواب دیا کہ جو حکم شاہی ہے وہی عمل میں آئیگا۔ خیر یہ کہہ کر ایک وہال کی گیند بنائی۔ اور  
 اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ اور خیمہ سے باہر لا کر بیٹھایا۔ آنکھوں میں پچاس نشتر ڈلوئے لیکن  
 اس جواخرو نے اُن نہ کی۔ اور صبر سے بیٹھا رہا۔ مگر جب آنکھوں میں نیو بٹل کر جہر کا لیا  
 تو اس وقت صبر کیا گیا۔ اور بے اختیار چلا اوٹھا کہ یا الہی یا الہی اس دنیا میں جو بڑے  
 کام کئے اور کامر خوب چکھ لیا۔ اب عاقبت میں مجھ پر رحم کر۔ یہ کام ہمالیوں نے اپنے  
 دل کی خوشی سے نہیں کیا۔ اپنے بھائی کے اندر ہے ہو بیخا اور سے نہایت افسوس تھا۔  
 ایسی رحم دلی بھی سیرجی کے برابر ہے۔ اب کامران کو بیت الدجانی کی اجازت ہوئی  
 یہاں آنکر دینکے کار و بار سے فراغت حاصل ہوئی۔ اور یاد الہی کی خوب نصرت ملی۔

### ہمالیوں کا ہندوستان میں آنا اور پہر چلا جانا

اب ہمالیوں قلعہ رتھاس پاس پہنچ گیا۔ اور کشمیر کی فتح کا ارادہ ہوا۔ مگر بہت سی املاں اس  
 ارادہ سے ناراض تھے کہ اتنے میں سلیم شاہ پنجاب میں آگودا۔ اس لئے امیر سیکابل کو  
 چلے بنو۔ پہر ہمالیوں کو کوئی چارہ سوار اسکے نزدیک کابل کی طرف جا۔ راہ قلعہ دیکم (پشاور)  
 کو مستحکم کیا۔ اور سکند خان و زبک کو قلعہ دار بنایا۔ کابل میں ایک سال تک سیر و تما  
 میں مصروف رہا۔ پہر یہ خبر ہندوستان آئی کہ سلیم شاہ کی اجل آئی۔ اور افغانوں  
 میں آپس میں خرب تلوار چلی۔ سلطنت کے پانچ ٹکڑے ہو گئے۔ اور سارے ملک میں بد نظمی  
 عمل دخل کر لیا۔

### ہمالیوں کا قندھار جانا اور پہر رحبت کے نا

بعض فتنہ پردازوں نے بیرم خان حاکم قندھار کی طرف سے پادشاہ کو بڑھکایا اور  
 اس کی طرف سے غیر واقعی بائین لگائیں۔ اس لگانے بھانے سے پادشاہ قندھار گیا۔  
 وہاں بیرام سے جو ملا تو معلوم ہوا کہ سنا پر لوگوں کی اخترا پر دازیان ہی تھیں۔ اسلئے  
 وہ اولٹا کابل میں چلا آیا۔ اور بیرام بدستور قندھار میں رہا۔ اب ہندوستان کے  
 تسخیر کا مصمم ارادہ ہوا۔

### ہمالیوں کا دلی اور اگرہ پر قبضہ پانا

ہم پہلے لکھتے ہیں کہ سکندر شاہ والی پنجاب ابراہیم شاہ غاصب سلطنت کو دلی در اگرہ  
 سے خارج کر دیا تھا۔ اور شاہ عدلی ان دونوں سلطنت کو لئے لڑ جھگڑا تھا۔ جب  
 ہندوستان میں یہ پہوٹ پڑ رہی تھی۔ تو ہمالیوں کو اسے زیادہ کیا موقع ہندوستان  
 کی فتح کا ہاتھ لگتا۔ مگر پہلی دفعہ ہندوستان کے ہاتھوں وہ مصیبتیں اور آفتیں اڑھٹھا  
 تھا۔ کہ اس طرف کرٹ لیتی ہوئے ڈرتا تھا۔ جب تک اسکا دل نیک خالی اور خوش شگون  
 سے نہ بڑا۔ اسکا قدم ہندوستان کی فتح کے لئے نہ اڑھٹا۔ ایک دن پادشاہ گھوٹے پر  
 سوار جاتا تھا اس کے دل میں آیا کہ آج ہندوستان کی فتح کرنیکے لئے شگون لون چنا چھا  
 جو اول تین آدمی ملے اسنے نام پوچھا تو ایک نے دولت دوسرے نے مراد تیسرے نے سعاد  
 بتلایا۔ اس نیک شگون نے اسکا دل سیا بڑھایا کہ <sup>نوامبر ۱۵۵۳ء</sup> <sup>۹۶۱ھ</sup> کو وہ پندرہ ہزار  
 سوار لیکر کابل سے چلا۔ اور پشاور میں پہونچا۔ بیرم خان قندھار سے کابل میں آیا۔  
 اور پادشاہ سے سندہ پار آلا۔ تا تا رخاں حاکم رہنما سکی قطعہ پادشاہ کے بغیر لڑائی  
 نہ کیا۔ مگر سلطان آدم پادشاہ سے نہ ملا۔ اب پادشاہ لاہور کی طرف چلا۔ افغانوں  
 نے کچھ بہتہ کیا۔ مگر نہ میت اڑھٹائی۔ اور لاہور پر پادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔ نظام کو

بادشاہ نے کچھ قیام کیا۔ دیبال پور میں افغانوں نے سرکشی کی۔ میر ابو المعالی اور علی علی  
اونکو شکست دیکر بال سبب چھین لیا۔ اور زن و بچہ قید کر لیا۔ اب مغلوں کے لشکر نے  
ستلج سے عبور کیا۔ سہ پہر کو افغانوں کو اوسکی خبر ہوئی۔ انہوں نے لڑائی شروع کی۔  
اور اوسکے تیروں نے مغلوں کی خوب جگر دوزی کی۔ مگر مغلوں کی تشبہاری نے  
اونکو بھٹس دیا۔ وہ بہاگ کر ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں پہوس کے جھوڑے تھے  
اور نین آگ لگ گئی۔ اس آگ کی روشنی میں افغان اپنی تیرا وٹھالائے تھے۔ اور  
مغل و نیر تاک ناک نشانے مارتے تھے۔ غرض مغلوں کو فتح عظیم ہوئی۔ بادشاہ کو یہ  
شرہ فتح کالا پور میں پہونچا۔ اور اس فتح سے پنجاب سرسندھ اور حصار فیروزہ اور بعض  
اور توابعات دہلی پر قبضہ ہو گیا۔ جب اس شکست کی خبر سلطان سکندر سور کو پہونچی  
تو وہ اسٹی ہراسور اور بیٹے ہاتھی لیکر لڑنے کے لئے سرسندھ میں آیا۔ اور فوج کے گرد  
قلعہ بنوایا اور خندق کھدوائی۔ اس طرف کو سپہ سالار نے بھی سپاہ کا انتظام کیا اور  
ہمایوں کو کمک کیواسطے لکھا۔ ہوقت وہ خود درو قونچ میں مبتلا تھا۔ اپنے بدلا شاہزادہ  
اکبر کو بھیج دیا۔ اب بیرام اور اکبر مغلوں کو لشکر کے سپہ سالار تھے۔ اونکا لشکر تعداد میں  
افغانوں کے سپاہ چوتھائی تھا۔ مگر انہوں نے افغانوں پر حملہ کیا۔ اور سکندر شاہ  
میدان کارزار سے کوہ سواک کی طرف بہاگا۔ اور افغانوں کو بڑا صدمہ پہونچا۔ یہ فتح  
اکبر کے نام پر لکھی گئی۔ سکندر اوزبک نے آنگر دہلی کو لے لیا۔ اور ابو المعالی لاہور میں حاکم  
مقرر ہوا کہ سکندر شاہ کی خبر کوہ سواک میں رکھی۔ اب ہمایوں بھی اچھا ہو گیا تھا۔  
رمضان کو مہینہ میں وہ دہلی میں آیا۔ اوسکے نام کا خطبہ پڑا گیا اور سکہ جاری ہوا۔  
ابو المعالی کی اور امراء کے ساتھ نامو فقت ہوئی۔ اسلئے اوسکو حصار فیروزہ میں لاہور دیا

اور سکندر شاہ کو بالکل تباہ کر دینے کے لئے شاہزادہ اکبر کو برائے نام سپہ سالار بن کر بھیجا اور میرام کو زالیق مقرر کر کے اور کل اختیار دیکر اسکے ساتھ پنجاب کو بھیج دیا۔ اس رد و بدل میں سکندر شاہ کو مقدمہ مہلت ہوئی کہ اوسنے اپنی جمعیت اچھی جمع کر لی اسی زمانہ میں قیروان نے اوباشوں کو جمع کیا۔ اور دو آب میں دنگہ شروع کیا۔ سنہیل پر قبضہ کر لیا۔ اور بیانہ کو تاخت و تاراج کیا۔ علی قلی شیبانی اوسکے علاج کے واسطے متعین ہوا۔ یہہ سنکر وہ قلعہ بدائون میں بند ہوا۔ اسکو بھی پادشاہی کا خط دماغ میں سما یا ہوا تھا اور ایسا لشکر میں بدست رہتا تھا۔ مگر کچھہ دیوانہ ہی تھا۔ چنور وزیرین علی قلی نے اپنی سرکوحہ میں غرور و تاجوری بہرا ہوا تھا تن سے جدا کر کے پادشاہ پاس بھیج دیا۔

### ہمالیوں کی وفات

کہوئی ہوئی سلطنت میں دہلی وراگرہ پر ہمالیوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگر موت و خست دی کہ اس سلطنت کا زہر چکھتا۔ ابن شیر شاہ اوسکا دشمن زندہ رہا۔ نہ ہائی اوسکے جان کہاں والے اور سر پر تلوار چلانیوالے موجود۔ اس فرحت کے زمانہ میں معلوم نہیں کیا کیا وہ نظام سلطنت کرتا۔ اور اس ملک خزان دیدہ کو اپنی تدابیر اور عقل سے کس کس طرح سرسبز و شاداب کرتا مگر افسوس ہے کہ اس حافل و فزائنہ پادشاہ کی ساری مصروفیت کے دل ہی میں رہے۔ چہہ مہینہ کا غور اس پادشاہی پر گزرتا تھا۔ کہ عجب جسے موت آئی۔ اوسکو علم نجوم کا بڑا شوق تھا۔ یج سے معلوم ہوا کہ آج شام کو زہرہ طلوع ہوگا۔ اوسکے دیکھنے کیواسطے وہ اپنی کتب خانہ کی چہت پر چڑھا۔ اور وہاں ٹہلنے لگا۔ (اس کتب خانہ کو شیخینڈل کہتے ہیں اوکلی ٹوٹی ہوئی ہوئی عمارت ابکن ہلی میں پرانے قلعہ کراندہ موجود ہے) پر جب وتر نہ لگا اور دوسری شیریں پر پیر کہا تھا کہ موزن آذان دی۔ اور باور تعظیم آذان کے لڑکھوئے

جب او پہنچے کا قصد کیا۔ تو پر فضل میں اور جہاد اور عرصہ شیریں بر سے پہلا۔ اور وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ اور بیہوش لیا ہوا کہ ہوش میں نہ آیا۔ سر میں چوٹ لگی۔ دائیں طرف کے کان سے خون جاری ہوا۔ اور یوقت محل کے اندر اوٹھا کر لیگئے۔ سب طبیب جمع ہوئے۔ مگر کسی طبیب کی نظر با جلی۔ نہ کسی دوا اثر کیا۔ چوتھی روز اجل نے اس درد کی دوا کی۔ تاریخ وفات اس کی ابھی معزور دن ہوئی ہے کہ مصر صبح ہمالیوں بادشاہ ازبام قنار ۵۰۵ھ۔ ربیع الاول ۸۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو بیہوش واقعہ پیش آیا۔ وہ ۱۳۱ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی عمر اسی برس کی تھی۔ پچیس برس سلطنت کی۔ ۵۵۶ھ میں ۵۵۶ھ تک سولہ برس وہ بھی داخل میں کہ جن میں وہ سرگردان اور پریشان ادھر اور دہرا پرا۔ ۵۵۳ھ میں اس کا مقبرہ دہلی میں جہانگیر کنارہ پر تعمیر ہوا۔ اور اب تک موجود ہے۔ اس کے مژدہ ہونے کی سیاح بڑی تعریف کرتے ہیں۔

### ہمالیوں کا دین پناہ بنانا

اس بادشاہ نے کانجا اور چنار گڑھ کی فتح کے بعد ۵۵۳ھ میں پرانے قلعہ دہلی کو از سر نو درست کیا۔ اور نئے شہر بسایا اور دین پناہ اس کا نام رکھا۔

### ہمالیوں کی خصلت عادت و لیاقت اور تنظیم ملکی

یہ بادشاہ دل کا رحیم اور ماتہ کا سختی تھا۔ سخت نشینی کو وقت کشیشان بہر بہر کے انعام میں بہائیوں نے جو ملک کا گاہنی خوشی دیدیا۔ مروت کا یہ حال تھا کہ بہائی کسی کسی بہاری بہاری خطا میں کرتے۔ مگر جیسا کہ انہوں نے سامنے آتے۔ خطا میں معاف کر دیتا۔ عزیز اور اقاخان تو کیا دشمنوں کی خطا بخشے میں وہ فیاض تھا۔ بہادر اور شجاع کا بہت کر سہا نہ تھا۔ جو جو کام اس نے ہندوستان خارج ہونے پر کئے۔ اور دشمنوں سے لڑنے میں شہر شہر کی تدریس کا کام میں لایا۔ اور جو جو خیریاں پیش آئیں اور جو جو نصیحتیں اور آفتیں سر پر آئیں اور جو جو استغاثا

اور سرت ہی جھلیا۔ ان سب کاموں ہی اور سکی جو انمردی اور عالی ہمتی اور بلند حوصلگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس خوش مزاجی کو دیکھنا چاہئے کہ اوسنے اپنی مصیبت کے وقت میں کئی دفعہ اپنے نوکردن سے گھوڑا مانگا۔ اور انہوں نے انکار کیا۔ مگر اوسکے دل پر سیل نہ آیا۔ اور اوسکا عوض نہ لیا۔ وہ جانتا تھا کہ مصیبت کا وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے سب اگرچہ زمین کی سطح پر تعظیم و تکریم نہیں ہوتی۔ مگر کبھی کبھی رفیقوں کے ساتھ کچ ادائی ہی کرتا۔ اور سنگد بھی بنتا۔ ایک دفعہ اوسنے دو سو تین سب لے لیکر برابر برابر تقسیم کر دیا۔ جو وہ پورے مہم میں جہان پیاس کے اسے لوگ مریختے تھے۔ اور زندہ ہی وہ مردوں کے بدتر تھے چار قدم چل سکتے تھے۔ تمام مویشی اور گھوڑوں پر کیا المین لاد کر پانی اوسکے واسطے لایا کرتے تھے۔ ایک سوداگر بھی ان پیاس ماروں میں تھا۔ اور ہالیوں اوسکا بڑا قرضدار تھا۔ اوسکے خلق میں ایک بوند پانی کی نہ پگھلائی جب تک کہ اوسنے چار گواہوں کے سامنے اپنی مذمت کے چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اوسکا قرض لایا یا اس پانی کی قیمت میں لگایا۔ اس بادشاہ میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ مگر مزاج میں استہلا لیا تھا کہ اوسنے جو بڑے بڑے ارادہ کئے وہ پورے نہ ہوئے۔ جس بڑی مہم پر ہاتھ ڈالتا۔ اوسکو نامہ تمام چھوڑتا۔ اوسکا دشمن شیر شاہ یہی کہا کرتا تھا کہ ہالیوں میں بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اوروں کے سپرد کرتا ہے۔

ہالیوں کو علم ریاضی اور سیات میں مہارت تامہ تھی۔ اس زمانہ میں علم نجوم واسطے علم ہیئت بڑے ذوق شوق سے پڑھتے تھے۔ اوسکو علما و حکماء کی صحبت کا شوق تھا۔ اس علم نجوم کے شوق سے ہر اوسکے واسطے موت بن گئی۔ اسی علم کی واقعیت سبب ہی وہ آسمان کا خاکہ زمین پر اوتارنا تھا۔ اور کرات معلقہ اور عناصر کا نقشہ کرہ زمین پر

بناتا تھا۔ ایک خمیہ اوسنے بنایا اوسکے بارہ برج بنائی اور اوسکے بروج الافلاک نام رکھے  
 ایک بساط بنائی جس پر تمام دوا بر عطیہ کمرہ فلکی اور منطقیہ البروج کی نقل بنائی ستاروں کی  
 مناسبت سے ملازمون کی نشست برجاست دوا بر بساط پر مقرر کی۔ چار سرکارین مقرر  
 اور اوسکے نام آتشی ہوائی آبی خاکی اربعہ عناصر پر رکھے۔ تمام ممالک محروسہ کے متوطنوں کو  
 تین قسم میں منقسم کیا تھا عزیز اور اقارب و سپاہ کا نام اہل دولت اور عظام اور حکما و مشر  
 کا نام اہل سعادت اور اہل فتنہ کا نام اہل اور کہا۔ اور بیعتہ کردن اسی رعایت کے  
 ساتھ اہل دولت اور سعادت اور مرد اور ساتھ منسوب تھی۔ کشتیان اسی اسی ہوا میں جن میں برے  
 بڑے بازار لگتے تھے۔ فارسی شعری خوب کہتا تھا۔ شکار بنگ اوسکے موجود میں اوسکا اتفاقا  
 مشہور تھی کہ وہ خدا کا نام پڑھو نہ لیتا تھا۔ ایک دن میر عبدالحی کا نام عبدل اکبر آگے چکا ہو  
 اور جی کا فقط اس سبب کہ خدا کا نام تھا پڑھو نہ لیا۔ مگر مذہب میں اوسکے بڑا شبہ ہے  
 کوئی اوسکو شیعہ بتا تھی کوئی حنفی کہتا تھی بعض حکامین اسی مشہور میں کر اوسکا شیعہ بنا  
 ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک دن اپنی بہائی کے ساتھ گھوڑی پر جاتا تھا۔ ایک کتا قبر پر پیشاب  
 کر رہا تھا۔ اس پر اوسکے بہائی نے کہا کہ بیشک یہ کسی رافضی کی قبر ہے۔ ہمایون نے جواب دیا کہ  
 یہ کتا یقینی سنی ہے۔ یہ ایک لطیفہ مسجی تھی کوئی دلیل قطعی اوسکے شیعہ ہونے پر نہیں ہو  
 اوسکے جلسوں ورامیں بہت شیعہ تھے جو میرام شیعہ تھا۔ مگر قول محقق یہ ہے کہ حنفی سنی تھا۔  
 یہم پادشاہ بڑے بڑے شیاکرا پادشاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا خوش نصیب پادشاہ بھی  
 کو کم ہوا ہو گا کہ جب اباب بار جیسا ہوا اور بیٹا اکبر جیسا۔ میں نے احتضار کے واسطے اس  
 پادشاہ کا نام اکثر ہمایون لکھا ہے۔ جنکا دل چاہے وہ ہمایون کی جگہ نصیر الدین محمد تیلو  
 پادشاہ جنت آسیانی پڑھ لیں فقط

## گیارہویں فصل

## اکبر کی تخت نشینی کی وقت ہندوستان کی حالت

ابتک ہم نے دہلی کی سلطنت اور وہاں کے سلطانین کا ذکر کیا۔ ہندوستان میں سوا اس کے اور سلطانین بھی تھے۔ ان میں بعض ایسی تھیں کہ مسلمانوں کا ہاتھ اونپر اتنا نہ پڑا تھا۔ اور بعض ایسی تھیں کہ جب کوئی خاندان سلطانین دہلی کا تباہ ہوا۔ اور انکی ریاست اور حکومت میں ضعف آیا۔ تو وہ دہلی کے مقابلہ میں قائم ہو گئیں۔ مگر یہ سلطانین عہد اکبری میں ایک ہو گئیں۔ اور جو جو تعلقات ان میں باہم تھے وہ کچھ اور سے اور ہو گئے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مختصر بیان ان سلطانوں کا بھی کر دیا جائے۔ کہ وہ کیونکر بنیں کیونکر بگڑیں کون کون ان میں بادشاہ اور راجہ تھے کن خاندان کی حکومت ان میں رہی۔ کون کونسی اور ان میں شہور لڑائیاں واقع ہوئیں۔

## سلطنت دہلی کی حدود سلطان محمد تغلق کے عہد میں

شمال مشرق کو وہ ہمالیہ شمال مغرب دریاء الگ مشرق مغرب ہند۔ جزیرہ نما دکن بھی اس سلطنت میں داخل تھا مگر وہ تنگ دراز حصہ جنوب اور مغرب میں بمبئی اور سیئہ ہند امیشور میں خط مستقیم ملانی سے جدا ہوتا ہے داخل نہ تھا۔ ملک ٹسیہ بھی علیحدہ تھا۔ اس ملک میں بڑے بڑے جنگل تھے۔ طول و سکا قریب پانچ سو میل کے لنگا کے دہانہ سی لکیر دریاء گو داوری تک پہنچا تھا۔ اور عرض کہیں تین سو میل کہیں چار سو میل۔ راجپوتوں کا ملک بھی جو شمال اور مغرب میں ملک ٹسیہ سے زیادہ چوڑا پھیلا تھا۔ بخوبی اسلام کا مطیع نہ تھا۔ سلطان محمد تغلق کی تاریخ میں ہم بیان کرتے ہیں کہ جب اسکی سلطنت کا دھچکا پگڑنے لگا تو جیلاور



ورنگل کو راجاؤں نے اپنی سلطنت قائم کی۔ بیجاپور میں بلال یوہن نے مدت تک راج کیا۔  
 ۱۳۴۷ء میں تلنگالہ اور کرناٹک میں ہندوؤں کی ریاست قائم ہوئی۔ اور اسکوکچھ تعلق  
 دہلی سے نہ رہا۔ ۱۳۷۷ء میں بنگالہ نے بھی بغاوت دلی اختیار کی۔ اور ایک جدا سلطنت  
 قائم ہو گئی۔ مگر وہ کبھی دہلی یا برہمنی کے پادشاہ کی بزرگی ماننے سے ہی۔ ۱۳۷۷ء میں دکن  
 میں بغاوت ہوئی وہاں جدا سلطنت قائم ہوئی۔ سلطان محمد تغلق کا انتقال ہوا تو  
 چودھویں صدی میں پادشاہ محمود کی کم سنی کے سبب مالوہ جو پور گجرات کی ریاستیں جدا  
 جدا قائم ہو گئیں۔ سوا وکن کے ہندوستان خاص میں چار ریاستیں سلطان پادشاہوں  
 کی جو پور مالوہ گجرات بنگالہ میں تھیں اور ہندوؤں کی سلطنت مارواڑ میں تھی۔ دکن  
 کو کچھ تعلق دہلی سے نہ رہا۔ وہاں بڑی زبردست سلطنتیں قائم ہوئیں اسلئے ہم اپنے  
 بیان کا آغاز اس سلطنتوں سے کرتے ہیں۔

## دکن کی سلطنتوں کا بیان

### سلاطین بہمنیہ

کالنگوئی بہمن ایک منجم شاہزادہ محمد تغلق کا ملازم تھا۔ اور اسکی سرکار میں بڑا اختیار و اقتدار  
 رکھتا تھا۔ دلی میں حسن نامی ایک غریب پٹھان اسکا نوکر تھا ایک دن وہ زمانہ کی تنگی سے  
 اس منجم کے سامنے رویا۔ اسکو چمپا۔ دو بیل و دو دھڑور دیئے کچھ زمین بتلادی کہ اس  
 جوت بکر روٹی کہا کیا کرے۔ قسمت نے جو مایوسی کی تو زمین نے ایک فینہ علانی اشرفیوں کا  
 اوگلن یا۔ وہ اپنی خوش نیتی سے ان اشرفیوں کو لیکر اپنے آقا پاس گیا۔ آقا اسکی اس  
 دیانت داری سے ایسا خوش ہوا کہ اسکو شاہزادہ محمد تغلق کے روبرو پیش کر دیا شاہزادہ

خوش ہو کر اوسکو امیر صده مقرر کر دیا۔ اور جب کن کی ہم پر گیا تو ساتھ لگیا۔ وہاں قتل ہو کر  
 حاکم دولت آباد پاس لگیا۔ اور امیر ان صده اوسکا یہاں خوب خلاص ہو گیا۔ اب یہ  
 سارا خال تم سلطان محمد تغلق کی تاریخ میں پڑ جائے ہو کہ امیر ان صده سے کیا کیا جھگڑے  
 پادشاہ ہی ہوئے۔ اور ناصر الدین شاہ نے پادشاہی سے استعفا دیا۔ اور <sup>۱۳۲۲</sup> ۱۳۲۲ء میں <sup>خان</sup> چہرمن  
 پادشاہ ہوا۔ کنگوی بہمنی اپنی کنیت اپنی محسن کی یادگار کیواسطے مقرر کی۔ تمام کاغذات  
 شاہی میں وہ اپنے تین گمترین بندہ حضرت سجانی علاء الدین حسن کنگوی بہمنی لکھا کرتا تھا  
 ۔ گلبرگہ کو اسناد سلطنت مقرر کیا۔ اور اوسکا نام اپنے نام چرسن آباد رکھا۔ اس خاندان کے  
 اہلکار پادشاہوں نے ڈیرہ سوہیچ کچھ زمانہ سلطنت کی جب اس جن کا انتقال ہوا تو اوسکی  
 سلطنت میں سارا تہار اشرا و تلنگانہ کا کچھ حصہ ور کرناٹک کا بھی حصہ شامل تھا۔ اوسکے  
 بعد محمد شاہ تخت پر بیٹھا تو اوسنے اپنی ملک کو چار طرفوں یعنی حصوں میں تقسیم کیا۔ اور اوسکے  
 نام یہ رکھے کہ گلبرگہ دولت آباد تلنگانہ براہ اس پادشاہ اور اوسکے تین جانشینوں  
 غیاث الدین اور خیر الدین اور فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں ۱۳۳۱ء سے ۱۳۳۲ء تک  
 اس سلطنت کا اقبال رہا۔ اور ملکوں کی فتوحات ہمیشہ وہ بڑھتی رہی۔ محمد شاہ ثانی  
 ۱۳۶۳ء میں پہلے حصوں کو بعد یہ نئے حصے کئے (۱) بیجا پور حسن آباد (۲) دولت آباد  
 جوئے (۳) راج مندوی اور ورنگل (۴) گوال مہبور +

۱۳۶۶ء میں کلیم الدین پادشاہ کے مرنے پر اس خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اور جن اضلاع کا اوپر  
 بیان ہوا ان میں جدا جدا پادشاہ خود سر ہو گئے +

بیجا گمر اور ورنگل کے راجاؤں نے اس خاندان کے ساتھ متفق ہو کر دلی کے پادشاہوں کا  
 مقابلہ کیا۔ مگر جیس میں مقابلہ سے فرصت ملی تو اشجاد و لکا جو حاضی تھا جاتا رہا۔

اور غنا جو طبعی تھا اوسنے عود کی۔ اور مدت تک اسپین تلوار چلتی رہی۔ آخر کار مسلمان غالب آئے۔ دریا کرشنا اور تنگ بہدر کے درمیان جو دو آب بچے نگر سے شروع ہوتا ہے۔ اوس پیرس خاندان کا تسلط ہو گیا۔ اور درنخل کی ریاست کو خاک سپاہ کیا۔ کچھ ملک اڑبک پہ لے لیا۔ اور شرق میں سلی ٹیم تک اور مغرب میں گواتک سلطنت کو وسعت دی

### ہندو مسلمانوں کا ملاپ

لڑائیوں میں جو ایک عرصہ دراز تک قائم رہیں جب کہ نئی دشمن سامنے آتا تو ہندو مسلمان دونوں متفق ہو کر اوسکو دفع کرتے۔ اسلطانوں کی نظروں میں ہندو ایسے بد وقت تھے جیسے ابتدا میں تھے بلکہ وہ انکو اپنی برابر سمجھنے لگے۔ اور ایک ضربا بشل ہو گئی۔ کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ دامن چولی کا ہے۔ کیا خدا کی قدرت کہ مسلمان ہندوؤں کو کرموتے اور انکی طرف سے مسلمانوں پر تلوار چلاتے۔ اور ہندو مسلمانوں کو ملازم ہوتے اور انکی حمایت میں ہندوؤں کا گلا کاٹتے۔ جب مسلمان پادشاہ مالوہ نے اپنی سلطنت کے ایک حصہ پر حکم کیا تو اوسکے ساتھ بارہ ہزار افغان اور راجپوت خنے چنے بہادر اور چنے بچے والا اور تھے۔ دیویراج راجا بچے نگر نے مسلمانوں کو اپنی فوج میں بہرتی کیا۔ اور انکو جاگیریں دیں۔ اور اپنی خاص دار السلطنت میں ایک مسجد مسلمانوں کی خاطر سے بنوائی۔

### شیعہ و سنی کے جھگڑے

اس خاندان کی تباہی کا بڑا سبب تھا کہ اوسکی فوج اور ارکان سلطنت میں بسبب اختلاف مذہب سنی اور شیعہ ہونے کے بڑے فساد برپا ہوئے۔ اور انہیں فسادوں نے سلطنت کا کام تمام کر دیا۔ اس خاندان کے پادشاہوں کے ہاں دوطرح کی فوج تھی۔ ایک کا نام مغربی اور دوسری کا نام درہنی تھا۔ مغربی سپاہ میں ایرانی ترکی جارجیا اور سریشیا

رہنے والے اور تاری ہی اکثر اونہیں شیعہ تھے۔ کہنی فوج میں بیسزکراؤمی تھے یا حبشی تھے جو ملک حبش سے اجرت پر مغربی سواحل کے بندرگاہوں میں کثرت سے وارد ہوتے تھے۔ ان کے مذہب سنت جماعت تھا۔ اس اختلاف مذہب کے سبب پادہ میں ہمیشہ جھگڑا فساد برپا رہتا۔ ارکان سلطنت ہی اس اختلاف کے بلاین مبتلا تھے۔ اگر پادشاہ زبردست عقلمند صاحب دوش ہو اتواو سنے ان جھگڑوں کو دبا کر کہا۔ ہمیں پہر اونہیں اشتعال ہوا۔ اور سلطنت کو صدہتر صدیہ پہونچنا شروع ہوا۔ ۳۷۳ء میں علاء الدین ثانی کو عہد میں اس عداوت پر ہی کا بڑا فساد برپا ہوا۔ پہر اس کا مٹنا اس کمزور پادشاہ کی قدرت باہر ہو گیا۔ یوسف عادل خان ترکی مغربی سپاہ کا سپہ سالار تھا۔ نظام الملک بحری کہنی فوج کا سردار تھا۔ خوب اسپین لڑائیاں ہوئیں۔ انجام یہ ہوا کہ سلطنت بہمنہ کا خاتمہ ہوا۔ اور اسکے ختم ہونیکے بعد یہ سلطنتیں قائم ہوئیں :

### بیجاپور کی سلطنت

جب کہنی سپاہ مغربیوں پر غالب ہوئی تو یوسف عادل خان بیجاپور کو چلا گیا۔ اور وہاں ایک سلطنت کی بنیاد ۴۷۹ء میں جمائی۔ اور اسکے خاندان کا نام عادل شاہیہ ہوا۔ یہ سلطنت ۶۸۶ء تک قائم رہی۔ اور بیک زینب اوسے برباد کیا۔ مرثیوں کے اسکے خوب جھگڑے تھے۔ بیجاپور کی حدود دیوار شکستہ لچک و سکی نشان و شوکت کو یاد دلاتی ہیں۔ حدود اربعہ اوسکی یہ تھیں شمال میں حیري۔ جنوب تک بہار۔ مشرق میں بیجا اور کرشنا۔ خوب میں ساحل سمندر کو سنو بھی تک :

### احمد انگر کی ریاست

نظام الملک جب را گیا تو اسکے بیٹے ملک احمد احمد انگر میں ایک سلطنت قائم کی۔ اس ریاست

پادشاہ نظام شاہیہ بہار کی نظم الملک فی ۱۲۸۵ء میں ایک زاد  
پادشاہ ہو گیا۔ شاہجہان اس سلطنت کے ۱۶۳۷ء میں ملیا میٹ کیا۔ اس ریاست میں صوبہ  
اورنگ آباد اور مغربی برار اور ایک حصہ کان کان کا وہاں سمجھی گئی تھی داخل تھا۔

## گول کندہ کی ریاست

عقب الملک فی ۱۲۸۵ء میں اس سلطنت کی بنیاد رکھی۔ یہاں پادشاہ ہون کا لقب قطب شاہیہ  
- وہ بیجا پور اور احمد نگر سے لیکر مشرقی ساحل تک پہنچے تھے۔ درمحل کی ریاست کو اسی خاندان  
نے تباہ کیا اور ملنگا ناہ اور کرناٹک کی باقی حصوں کو دریائے پنا تک فتح کر لیا۔ نگر پور بھی اس  
ملک مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا جبکہ محمد تغلق کے عہد میں تھا۔ اس ریاست کو اورنگ زیب  
نے تمام کیا۔

## برار کی ریاست

فتح احمد خان فی اس ریاست کی ۱۲۸۶ء میں نیوجائی۔ گردہ ۱۵۴۴ء میں احمد نگر کی ریاست  
میں داخل ہو گئی۔ دارالسلطنت اس کی ایچچور تھی۔ یہاں کو پادشاہ ہون کا لقب  
علاء شاہیہ تھا۔

## بیدر کی سلطنت

اس میں برید شاہ کا خاندان سلطنت کرتا تھا۔ یہ سلطنتیں ایسی ہیں کہ ان کے میان  
کرنے کے واسطے ایک جدا کتاب بنانی چاہی۔ ہم نے یہاں صرف بالاجال سلسلے ذکر کر دیا  
کہ ہندوستان کی تاریخ اچھی طرح سمجھیں آئے۔

## بجے نگر کی ریاست

دکن میں باجو دیکر ایسے لڑائی جگڑی رہے گردہ اور نین یہ ہندوؤں کی ایک ریاست بھی تھی

بنی رہی۔ وہ مسلمان بادشاہوں کو عناد اور فساد اتحاد اور اتفاق میں شریک و معاون  
 رہی۔ اس ریاست کی حدود و مقرر تہی جیسی کہ کج کل نگری عداوتی میں احاطہ مدراس کی  
 میں۔ مگر سندھون کی سپہ سالار ریاست مسلمانوں کی نظر میں کشتی تھی۔ ۱۵۶۵ء  
 میں بیجاپور اور احمد نگر اور گول کنڈہ اور بیدر مسلمان بادشاہوں نے اسپین اتفاق  
 کر کے اس ریاست کو خاک میں ملا نا چاہا۔ یہاں کا راجہ رام راج تھا۔ وہ راجہ نرسنگا کی  
 ساتویں پڑی میں تھا۔ یہاں کا راجہ کرشن رے زبان تیلوگو میں ایک دین شہو  
 تھا۔ اس کے اولاد نہ تھی اس لئے اس راجہ کو گولے لیا تھا۔ وہ ایک جنگ کے بعد تخت  
 ہوا۔ اب اس راجہ سے ویا کرشننا کی کنارہ پرتال کوٹ پر ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ مسلمان  
 فتح یاب ہوئے۔ بڑے راجہ کو پکڑ لیا۔ اور بری گت سیارا۔ سر کوئی دن تک لٹکا کر رکھا۔ مگر اس  
 فتح عظیم سے مسلمانوں کو کوئی نفع عظیم نہ اٹھایا۔ اسپین پر اتفاق کو چھوڑ دیا۔ اڑانی  
 جھگڑا شروع کیا۔ اور اس ریاست کے کھڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور نین چھوٹے چھوٹے راجہ بن گئے  
 اور کا نام باغی زندہ رکھا گیا۔ یہی راجہ جو مارا گیا۔ اس کے بھائی چندر گری میں جو مدراس  
 سے تھریل پشمال مغرب کو واقع ہوا قامت اختیار کی۔ ۱۶۲۷ء میں اس کی اولاد نے  
 انگریزوں کو وہ جگہ عنایت کی تھی جہاں شہر مدراس بستا، ۴

اور ریاستوں کا بیان جو ہندوستان خاص میں اس کے  
 اس پاس کبر کی آغاز سلطنت میں تھیں

محمد تعلق ہی کے عہد میں ہجرات اور مالوہ کی ریاستیں خود مختار ہو گئی تھیں۔ مگر جب تیمور  
 دلی کی سلطنت کو خاک میں ملا یا تو ان ریاستوں کے حاکموں نے اپنی تین بادشاہ بنایا۔  
 ان شمالی حاکموں کو اپنے ہمسایہ میں دیکھ کر خاندان سیس کے حاکموں نے بھی اپنے تین

خود مختار بنایا۔ اگرچہ یہ تینوں کھٹوا ایک ہی وقت میں باہمی ہوئی۔ مگر کوئی اون میں سازش نہ تھی۔ اور انہیں جو تعلقات پیدا ہو وہ ان کے باہمی اختلاط اور اتحاد ہی نہیں پیدا ہوئے۔ بلکہ وہ لڑائی جھگڑوں سے پیدا ہوئے۔

### گجرات کی سلطنت کا بیان

سلطان فیروز شاہ ایام شانہ راہگی میں تہانہ کے قریب ایک کانوں میں شکار کیلئے اگلیٹا جاکھلا تھا۔ وہاں کرمیڈارنڈا فیٹری آؤ بگت اسکی کی۔ اور پادشاہ اوسپر مہربان ہوا اور وجیہ الملک کا خطاب و سکونیا۔ اس کے بیٹے ظفر خان کو اعظم ہالیوں کا محمد شاہ بن فیروز شاہ کے عہد میں خطاب ملا۔ اور حاکم گجرات مقرر ہوا۔ جب میر تیمور نے دلی کی سلطنت کی اپنا مال کیا تو ۸۱۸ھ میں ظفر خان۔ خود مختار ہو گیا۔ اور اپنا لقب ظفر شاہ رکھا۔ اس پادشاہ کے پوتے محمد شاہ فی احمد آباد ۸۲۸ھ میں آباد کیا۔ مظفر شاہ ثانی ۸۵۱ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اور میواڑ کے راجہ سنگاسی خوب لڑائی لڑا۔ ۸۵۳ھ میں بہادر شاہ پادشاہ ہوا۔ دلی میں پرتگیزی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اگرچہ گجرات کو ہالیوں نے فتح کر لیا۔ مگر پورا اسکی پریشان حالی میں وقضہ سے نکل گیا۔ ۸۵۸ھ میں یہ سلطنت اکبر کے عہد میں دلی کی سلطنت میں پر شامل ہوئے وسعت اعتبار سے یہ سلطنت چھوٹی تھی۔ مگر پیداوار اور زمین چھری لحاظ سے بہت بڑی تھی پہاڑوں اور جنگلوں سے گہرے ہوئے تھے۔ اور بہن راہزن وحشی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے پادشاہ ان کے زرع میں پیش جاتا تھا۔ بہن خاندان کے بعد چھوٹی سلطنتوں میں اسی پر یا نے بڑا ہم پیدا کیا۔ دو دفعہ الوہ کو فتح کر کے اپنی ریاست میں داخل کیا۔ چند مرتبہ میواڑ کے راجہ پوتوں کو شکستیں دیکر انکی دار السلطنت چتور گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ صوبہ خاندیس میں آباد ہوا۔ اور اللہ احمد نگر اور براہ کے پادشاہوں کو مطیع کیا۔ دریا سندھ تک فتح کشتی

کوئی دفعہ بنگلہ دیش بحر الکاہل میں لڑیں۔ \* مالوہ کی ریاست \*  
 مالوہ ایک بڑا نامور ملک ہے۔ راجہ بھاجیت اور راجہ بھوج سی ملک کے راجہ ہیں۔ مشہور ہے کہ ان کی حکایتیں  
 مشہور ہیں۔ وہ سلطان شجاع الدین بھٹہ کے عہد میں بدشاہان بن گئے کہ تصرف میں آیا۔ دلاور خان  
 غوری کو ۳۸۴ھ میں محمد شاہ بن فیروز شاہ فحاکم مقرر کیا۔ ۴۳۵ھ میں اوسو اپنی بیٹی خود مختار  
 پادشاہ بنایا۔ قدیمی دار السلطنت اصلی کو چھوڑ کر دہلی میں رہنا اختیار کیا۔ اور سیکونڈا  
 دار السلطنت بنایا۔ بعد اوسکے اوسکا بیٹا الپ خان جانشین ہوا۔ اور اپنا لقب  
 ہوشنگ رکھا۔ اور قلعہ بادشاہت حکم کیا۔ ۴۳۵ھ میں غوری خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اور  
 خلجی خاندان اوسکی جگہ قائم ہوا۔ محمود غلی کے عہد میں اس سلطنت کا بڑا عروج ہوا۔ ۴۷۰ھ  
 اوسکے اندر بڑے بڑے شہر بہرہ پوری۔ چندیری۔ سلام آباد۔ ہوشنگ آباد۔ اور سلطنت  
 کو ڈوانہ کا دار السلطنت کو لے۔ اوسکی حدود اربعہ یہ تھیں جنوب میں ست پور پٹنہ اور نکا  
 سلسلہ مغرب میں گجرات مشرق میں بنڈل کھنڈ۔ شمال میں میواڑ اور ارولی۔ اس  
 سلطنت کی لڑائیاں ہندوستان اور قرب وجوار کی سلطنتوں سے ہیں۔ مگر تاریخ مالوہ  
 میں جو بڑی قابل توجہ کتب ہے وہ یہ ہے کہ ہندو رجپوت میدنی رائے سلطان محمود غلی کے  
 عہد میں بڑا تہ حاصل کیا۔ اوسو اپنی بڑی دلاوری اور مرواگی اور فرزانگی سے اس  
 پادشاہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے چھایا۔ مگر آخر کار اسے اختیار سلطنت کا خود لے لیا  
 اور تمام اپنی بہائی راجپوتوں کو بڑے بڑے عہدوں پر بہرہ دیا۔ اسکے بعد اوسکا خود  
 منزل شروع ہوا۔ اور گجرات کا پادشاہ اپنی بے اختیار سلطنت بہائی پادشاہ کی امداد کے  
 لئے آیا۔ اور اوسکے قبضہ سے سلطنت کو نکال لیا۔ \*  
 بنگال کی سلطنت



پہلے غوری خاندان کی تاریخ میں لکھ کر ہے میں کہ اختیار علی حاکم ملک و وہ فرستہ میں  
بنگال کو فتح کر لیا تھا۔ اگرچہ وہ خود مختار ہو گیا تھا۔ مگر سلطان دہلی کی عظمت کو تسلیم  
کرتا تھا۔ کبھی کچھ نذرانہ بھیجتا تھا۔ لکھنؤ کی ناگور کو اس نے اپنا دار السلطنت بنایا۔

۱۳۵۳ء میں حاجی الیاس نے بنگال کو فیروز شاہ کو ہاتھ سے بچایا۔ سو برس تک اسی  
خاندان کی پادشاہی رہی۔ کسی کسی زمانہ میں کچھ اوسمیں خلل بھی پیدا ہو گیا۔ کچھ دنوں  
کنہیں کے راجاوں نے راج کیا۔ کچھ مدت تک حبشی غلاموں کا سکھ چلا۔ سید علاء الدین  
۱۴۹۰ء میں پادشاہ ہوا۔ اس خاندان کو دو پادشاہ ہوئے پادشاہی کی۔ آخر پادشاہ  
محمود شاہ تھا جسے شیر خان نے ملک لے لیا۔ پھر ہمایوں نے اسکو سلطنت دلا دی۔ مگر وہ  
تھوڑی دیر میں بدمر گیا۔ پھر شہ شہ کو غریزوں کی سلطنت رہی۔ پھر اکبر نے اسکو دہلی کی  
سلطنت میں شامل کیا۔ اس سلطنت کا عجیب حال ہا کہ کبھی مطلق العنان ہو جاتی کبھی  
دہلی کی سلطنت کی کالائٹ نام کو تابع ہو جاتی۔ یعنی جب دباؤ پڑا تو کیل بھیج دیا۔ نذرانہ دیتا۔

### جونپور کی سلطنت

اس سلطنت کا بیان چمننا اور پادشاہوں کی سلطنت میں ہو چکا ہے۔ مگر چند سطر میں  
یہاں لکھنی بھی نفع سے خالی نہ ہوگی۔ ہم لکھ کر ہے میں کہ پادشاہ محمد تغلق نے یہہریت  
اپنے وزیر خواجہ جہان کو عنایت کی۔ اور ملک اشراق اسکا لقب کہا۔ ۱۳۵۳ء میں  
خود مختار ہو گیا۔ اور ۱۴۰۱ء تک یہہر خود مختاری قائم رہی۔ ۱۴۰۱ء میں ابراہیم شاہ  
مشرقی تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے عہد میں اس سلطنت کا ستارہ اقبال عروج پر تھا۔ شہر  
جونپور بھی عجیب رونق پر تھا۔ پادشاہان دہلی سے جو لڑائیاں ہوئیں اور کابیان ہو چکا  
اعادہ اسکا عیش ہے۔

## مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں

جنوبی بنگال مالوہ گجرات گول کندہ برار بجالپور احمد نگر کی ریاستیں جنہیں  
مسلمان بادشاہ تھے بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ سوار اسکے خاندانوں ورسندہ اور  
مٹان میں ہی خود مختار ریاستیں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی تھیں۔

## راجپوتوں کی خود مختار ریاستوں کا بیان

اتک ہم نے اون ریاستوں کا بیان کیا جو متحدہ تعلق کی سلطنت کی ٹکڑی تھی مگر سندھ و سوات  
میں ایسی ریاستیں بھی جنہیں اصل اجراج کرتے تھے۔ اور اہل اسلام کی مطیع ہی نہ ہوتی تھیں  
مسلمان اول اول اون ملکوں پر قابض ہوئے جنکے اندر جا نہیں کوئی دشواری نہ تھی۔  
جو ملک ایسی تھے کہ پہاڑوں فرازوں میں گہرے گہرے یا جنگلوں کے احاطہ اور گنا بنا رکھا۔ یا ایک  
محیط تھا جو ملک جیسا دشوار گزار تھا ایسا ہی دیر کر مسلمانوں کا گزیرا۔ اسکے دو سبب  
ہوئے ہیں یا تو مسلمان ایسے ملکوں کو جنہیں یہ دشواریاں تھیں دلیل جانتے تھے کہ اون  
پتھروں اور جنگلوں اور ریت میں کیا دہرے جسکے لینے کے لئی ہم تکلیف اٹھائیں۔ چنانچہ  
شیر شاہ نے جہوت مال پور راجا کو شکست دی۔ تو اس نے یہ کہا کہ ایک مٹی باجرہ پر سلطنت  
کی تھی یا اونکی صعب گذاری اور دشواری کے سبب حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ اب ہم تم کو دکھاؤں  
کہ جن ملکوں میں ایسی دشواریاں تھیں اونہیں مسلمانوں کا اعلان غل سوار تو کس شکل  
ہوا۔ اور پیچھے کیا کیا صعوبتیں اٹھانی پڑیں۔

## راجپوتوں کی حالت قوت اسلام کے سبب

محمود غزنوی کے عہد میں ساری ملک میں راجپوتوں کی فرمانروائی تھی۔ انکے جن  
ریاستوں پر اسلام کا تسلط ہوا گیا وہ ان کے جہت پایہ ریاست کے کریش عوام الناس کے

چنانچہ جب انگلہا پر اور تمام قطعات ہند میں جنہیں مسلمانوں کا تسلط تھا وہاں کا حال ایسا ہو گیا  
 جیسا کہ کلچرل سیم آؤٹلوک دیکھتے ہیں گواؤ کی صورت سپاسیانہ اور عزم مردانہ تھا مگر کام سامان  
 تھا۔ حکومت کا آؤٹلوک خیال نہ تھا۔ جو راجپوتوں کی ریاستیں قلعہ میں وہ وسط ہند کی زمین  
 مرتفع پر اور اوس ریاستان میں تھیں جو وسط ہند کی دریا رسندہ تک پہنچتا ہے۔  
 مسلمانوں کی ہاتھوں ان ریاستوں کا محفوظ رہنے کا سبب ہی تھا جو اوپر بیان کر کے  
 ہیں۔ مہات اور بنڈیل کھنڈ اور گھیل کھنڈ وغیرہ اوس ڈپلو ان زمین پر واقع ہیں جو جہاں  
 قریب ہی۔ ان قطعات کا باشندہ اکثر مسلمانوں سے بغاوت کرتے رہے۔ رتنپور کا لکھنؤ الیا غور  
 کے قلعہ انہیں ملکوں میں واقع تھی اکثر بادشاہوں کے کارناموں میں انہیں کی فتح حاصل رہ کر لکھی گئی ہیں  
 جو ریاستان اور پہاڑوں اور جنگلوں میں واقع تھے۔ وہ مسلمانوں کی ہاتھوں سے نہ  
 کب بچ رہے۔ جیسے ہمیشہ مسلمانوں کا مطیع رہا۔ اسلئے کہ اوس میں شمال کی طرف سے بھوچنا  
 آسان تھا۔ اچھل اور بالوہ زمین مرتفع کے کھلے میدان پر واقع تھے اسلئے وہ آسانی سے  
 پہلے ہی فتح ہو گئے اور قبضہ میں رہے۔ رانا اور بے پور کا ملک یعنی میواڑ مشرق کی طرف  
 خیر محفوظ تھا۔ گلاس رانا کے پاس ارولی پہاڑ میں اور اسکے آس پاس پہاڑیان اور جنگل  
 میں ایسی مقامات تھے کہ وہاں گزراؤ شوار تھا۔ اور جو وہ پورے مار ڈاڑا اور بیکانیر اور  
 اور باقی اور چوٹی چوٹی ریاستیں اس سبب محفوظ رہیں کہ ان کی زیر قبضہ ریاستیں  
 سے گہرے پڑے تھے۔ ہم پہلے حصہ میں بیان کر آئے ہیں کہ راج پوتوں کی حکومتوں کا  
 یہ دستور تھا کہ ساری ملک کو بھائی بندوں اور سرداروں کی جاگیر میں اشیاء کو ساتھ  
 تقسیم کر دیتے تھے کہ وہ میں ضرورت کے وقت پر راجہ کی ہتھ فوج سے اعانت کیا کریں۔  
 اور کہیں اس طرح ملک تقسیم تھا جیسا کہ یہاں جاریہ کا گانا ہو تا ہے۔ غرض اس تقسیم ریاست کے

سیکے اولین اتفاق تھا اور اسی وجہ سے اکبر کے عہد تک بات او کی کچھ نہ بنی رہی اور ہوا

بندی رہی +  
اکبر کی تخت نشینی کے وقت جو راجپوتوں کی ریاستوں کا حال تھا  
میواڑ کی ریاست

میواڑ میں گہلوت راجپوت سلطنت کرتے تھے۔ فیروز شاہ کے بعد جو پادشاہ مکرور ہوئے  
اونکے عہد میں اس ریاست کا کچھ دنوں اقبال چمک گیا تھا۔ مگر مغلوں نے پہرہ اوسکو  
آگے نہ بڑھنے دیا۔ اب تک اسی گہلوت کے راجہ راج کرتے ہیں۔ اور مہارانا اودے پور کہلاتے  
ہیں۔ وہ سارے راجپوت راجاؤں سے فضل گئے جاتے ہیں۔ اس رانا کے باپ ادا  
جواپے تین راجہ راجندر کی اولاد میں سے بتلاتے ہیں پہلے بیہی پور میں راج کرتی تھی  
وہاں سے ایرایونکے اوہین خارج کر دیا۔ راجہ گوانے نوشیروان کی بیٹی سے شادی کی  
اور یہ بیٹی قسطنطنیہ کے عیسائی پادشاہ مورس کے لیے گواہ تھی۔ راجہ گوا سے راجہ بابو پیدا  
ہوئے جسے محمد قاسم کا مقابلہ کیا۔ رانا کنبور راجہ میواڑ راجہ بابو کی اولاد میں سے تھا جسے مالوہ  
اور گجرات کی متفق فوجوں کو شکست دی۔ اور محمد علی پادشاہ مالوہ کو گرفتار کر لیا۔ چوٹ  
میں اب تک جے ستیہ ستون فتح اس فتح عظیم کو یاد دلاتا ہے۔ راجہ کنبو مشہور ہوتا  
رانا سگاتا تھا۔ جبکو فتح پر سیکری میں بابر نے شکست دی۔ اکبر کے عہد میں یہ ریاست بھی  
مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ اسکا حال اکبر کی تاریخ میں بڑھو گے۔

بیکانیر اور ماڑواڑ کی ریاستوں کا بیان  
بعد میواڑ کے یہ ماڑواڑ کی سلطنت تھی۔ آئین اظہر راجپوت حکومت رکھتے تھے۔ اور کا دار السلطنت  
جو وہ پور تھا۔ پہلے راٹھوروں کی سلطنت قبیح میں تھی۔ جب قبیح کی سلطنت کو

۹۴ھ میں شہاب الدین غوری نے برباد کیا تو کچھ راہور کو گنگا کے کنارہ پر بس گئے اور مسلمانوں سے بغاوت کرتے رہے مگر آخر کو سب مطیع ہو گئے۔ مگر کچھ راہور راجہ کو دلو لڑکوں کو ساتھ لے کر یہاں آئے اور قطعہ ہند پر پہنچے جو وسط ہند کرینین مرفع اور سندھ کے درمیان واقع تھی۔ انہوں نے آزادی کو بیوطنی سے اچھا جانا۔ یہاں کے اصلی متوطن جاٹ تھے ان کو مطیع کیا۔ اور ان راجپوتوں کی چوٹی چوٹی قوموں کو باہر نکالا جو ان سے پہلے جا کر بس گئے تھے۔ اور جلدی سے ایک بڑی ریاست اپنی جلی۔ اسی خاندان کی ایک شاخ نے اسی صحرائین ایک زرخیز حصہ دریافت کر کے سیکانیر کی ریاست قائم کی۔ مسلمانوں میں اول شیر شاہ ہے یہاں مال دیو راجہ کی لڑائی لڑا ہے۔ اور جہاں چلا گیا تو پھر یہ ریاست خود مختار ہو گئی۔ اور اکبر کے عہد میں مطیع ہوئی +

## جیلر کی ریاست

اسی صحرائے گیتانی کے مغربی حصہ میں بٹی آباد تھے۔ اور وہ بد مذہبی ہو سیکار ہو گئے کرتے ہیں۔ اور تہ کو اصل پناہ وطن بتلاتے ہیں۔ مگر یہاں لوگوں میں سے بہن خلیو کرشن جی نے گجرات میں آبا کیا تھا۔ اور وہ جیل گئے تو یہ لوگ دریا سندھ کے کنارے چلے آئے۔ بہراؤن کا ذکر اس سبب کہ راجپوتوں کی تاریخ کی کہانیاں ہندوین کا نہیں ہیں چوٹی گروہ کا کہان پتا چل سکتا ہے۔ مگر جیلر کے شمال میں سندھی پچاس میل پر اوکا پتا ٹاؤنٹ میں لگا۔ اس زمانہ میں جیلر کو کرنل ٹوڈر سٹون ہرٹ نے اپنی تاریخ شروع ہوتی ہے مگر ان کی تاریخ میں واقعہ عظیم سوا اسکے نہیں کہ انہوں نے اپنی دار السلطنت بدل کر ۱۵۶ھ میں جیلر میں مقرر کر لی۔ اکبر کے زمانہ تک ان کی لڑائیاں مسلمانوں سے نہیں ہوئیں +

## جی پور کی ریاست

امیر یعنی جی پور کے راجاؤں کی قوم کچھو یا ہے۔ اس زمانہ میں اولیٰ عزت رانا راوڈ اور  
اور راجہ جودہ پور کی برائے سمجھی جاتی ہے۔ ان کے اس عروج کا زمانہ اکبر کے عہد سے  
شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے راجہ اجیر کے مطیع تھے۔ اور جب مسلمانوں نے اجیر کی ریاست  
کو فتح کر لیا۔ تو وہ مسلمانوں کو مطیع رہی جس وقت کہ اکبر سے یہاں کے راجہ نے  
اپنی بیٹی سیاہی اور سکا ستارہ اقبال طلوع ہوا۔

## ہاروٹی

مسلمانوں سے پہلے جو اجیر میں راجہ راج کرتے تھے ان کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتے  
ہیں۔ اور اپنے تئیں راجپوت بتلاتے ہیں اس لیے ان کی ریاست کا نام ہاروٹی ہے۔  
۱۳۴۲ء میں وہ یہاں آباد ہوئے۔ بوندی اس وقت اس ریاست کا دارالریاست ہے  
وہ کچھ ادے پور کے راجہ کے جاگیردار بھی تھے۔ جب تک انہوں نے رتنپور کا قلعہ  
افغان پادشاہوں سے نہیں چھینا اور لٹکاؤ کرنا رخ میں اکبر کے عہد تک نہیں آیا۔

## چھوٹی چھوٹی ریاستیں صحرا اور گستانی

علاوہ ان بڑی ریاستوں کے صحرا اور گستانی میں اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں  
جو انوں کے مارکر میں سوڈا کی امر کوٹ میں۔ بہم اس صحرا کی غایت مغرب میں تھیں  
اس لیے مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ اور سرحدی اور چار دیواری کی ریاستیں جو زرخیز قطعاً  
ہیں اردوئی پہاڑ کے بحر اجمیر اور گجرات کے درمیانی شاہ راہ پر واقع تھیں۔ ہمیشہ  
معرض آفات میں رہتی تھیں۔ اور خراج اور سب زبردستی لیا جاتا۔

چھوٹی چھوٹی ریاستیں وسط ہند کی زمین مرقع کے مشرق میں

وسط ہند کی طرف تفرق کی مشرقی ڈھلان پر جو ریاستیں میوات اور گوالیار اور نوار پنا اور  
اور چمپا اور چندیری وغیرہ کی تبدیل کھنڈ میں موجود تھیں۔ وہ پربا پرا و شیر شاہ نے بار بار  
حملے کئے اور اکبر کی تخت نشینی کو وقت وہ سب باج گزار دہلی کے تخت کی تھیں۔ اور اکثر  
اونہیں جو پوتوں کے خاندان راج کرتے تھے۔

### اور ریاستیں غیر تابع اہل سلام

علاوہ ان کے کہ وہ ہمالہ کے اندر تمام ریاستیں کشمیر لیکہ بنگال تک اپنی اپنی راجاؤں کے  
مستحق خود مختار تھیں۔ تمام ہندوستان میں بہت سی جشی اور جنگلی اور پہاڑی  
قومیں اہل سلام کی مطیع نہیں ہوئیں۔ ان کو آزار دہنا اس معنی کو ہے کہ وہ تمدن انسانی  
کی قیود سے آزاد تھیں۔ کبھی کبھی ان کی غارت گری اور زہری سے آرمیوں کو تکلیف پہنچتی  
تھی۔

### بارہویں فصل

## نظام ریاست اور معاشرت اسلامیہ کا بیان ہندوستان میں

اپنی تاریخ کے اول صفحہ پر جو ہم نے پانچ طبقے تاریخ کے لکھے تھے اے طالب علم سب تم نے آ  
پڑ لکھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے ان اسباب پر خوب غور کی ہوگی جسے ایک خاندان  
کی سلطنت خاتم ہوئی۔ اور دوسرے خاندان کی ریاست اس کی جگہ قائم ہوئی۔ ہر ایک  
یہ سلسلہ جاری رہا کہ جب ایک خاندان اہل سلام کا تباہ ہوا تو دوسرے خاندان مسلمان  
ہی کا اس کا جانشین ہوا۔ مگر اب آئندہ یہ سلسلہ منقطع ہوا۔ اور اب خاندان تیمور کا  
سلط ہوگا کہ پہلے اسکے بعد کسی مسلمان خاندان کو ہندوستان کی سلطنت کرنی  
نصیب نہ ہوئی۔ پہلے سب خاندان کا یہ دستور رہا کہ انہوں نے اپنی وطن کو

الفت سے بالکل ہاتھ نہ اٹھاتا اور اپنی ماحذ سے بالکل لفظ نہین اختیار کیا۔ ہمیشہ اہل اسلام کی زبردست قوموں سے آند و رفت جاری رکھی۔ گویا خاندان یتیم کی حالت بالکل ایسی جدا تھی۔ اوسے کچھ اپنے وطن سے تعلق نہ رکھتا نہ کسی اور زبردست مسلم قوم سے اتحاد اور داد و پید کیا۔ اوسین جب سب زیادہ عمدہ پادشاہ اکبر ہوا اوسکا یہ اصول تھا کہ ہندوستان میں سلطنت اسلام کا استحکام اور قیام اس پر موقوف ہے کہ ہندو مسلمان ایک تن میں ہو جائیں جہاں تک ممکن ہو مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مشابہت اور مماثلت اور موافقت و سنگت پیدا کریں۔ ہر ایک مسلمان ایسا ہو جائے کہ خواہ وہ ہینا نام عبد اللہ بن ملائے یا رام داس کے دونوں سے پہچینے۔ غرض یہ ہر امر مباحہ طلب کرے ہندو کے ساتھ اس مماثلت اور موافقت کو ہی اہل اسلام کا ستیاناس ملایا۔ اور آخر کو ہندوؤں کی طرح غیر قوموں کا مطیع بنایا۔ یا اوسے خاندان یتیم کی سلطنت کا کام کے سوبر تنگ اس کو فروز و ارشان و شوکت کے ساتھ چلایا کہ جسکی دنیا میں دھوم ہوئی۔ اور اوس کی سلطنت ہی دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں میں شمار ہوئی۔ ہنذا انکی حکومت ایک صدی ہی زمانہ اہل اسلام کا شریع ہو تا ہی۔ اب تک جن باتوں ذیل اسلام نے شائع کیا اور جن نئی باتوں کا اونین شیوع ہوا بیان کرتے ہیں \*

### پادشاہ کے اختیارات

شریعت کو موافق اہل اسلام کا پہلا اصول یہ تھا کہ امام اور خلیفہ کا مقرر ہونا تمام امت اور رعیت کی مرضی پر موقوف تھا۔ قرابت اور رشتہ دار رشتہ کو اوسین کچھ دخل نہ تھا۔ درحقیقت یہ خلافت سلطنت جمہوری تھی۔ دوسرا اصول یہ تھا کہ امام اور خلیفہ اپنے احکام اور نظام امور سلطنت میں تازاد و خود مختار نہ تھا۔ اور اپنی خواہشات اور ارادوں کو



بلا قید شریعت پورا کرنا کیسا ظاہر بھی نہ کر سکتا۔ اور کتاب اور محنت کا پابند تھا یہ عقو  
 ج آج تمام یورپ کی شائستہ قوموں کا ہے کہ اول خدا پر قانون پیر پادشاہ کحقیقت  
 اہل اسلام کا یہی دستور العمل تھا۔ دو اصول حقیقت میں پہلی اصول کا نتیجہ تھا۔  
 بلکہ وہ دونوں لازم فروم تھے۔ مگر افسوس کہ ان اصولوں کے خلاف ہندوستان  
 میں خلیفہ یعنی پادشاہ اپنی مرضی کے مطابق پابندی قوانین شریعت کی اپنی خوا  
 پورا کرنے لگا۔ پادشاہ بالکل مطلق العنان ہو گیا۔ رعایا کی جان مال سبب آزادی  
 کا مختار تھا۔ تمام ملک کی زمین کا وہ مالک تھا۔ محصول و خراج کے گھٹانے اور  
 بٹھانے اور مقرر اور موقوف کرنے کا اسکو اختیار تھا۔ سب کا حقد رچا ہی بٹھالے  
 جنگی اور ملکی کاموں کو ملازمن کو جس جیسے موقوف کرے جس جیسے نوکر رکھے۔ ایک  
 ادنیٰ سے اونے آدمی کو وہ چاہے آسمان چڑھا دی۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا آدمی  
 کو خاک میں ملا دے۔ جسکو چاہے رعایا میں سخت سخت سزا دیدے۔ قید کر دے جرمانہ  
 کر دے۔ ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنا کان ارڈی۔ دار پر چڑھا دے۔ اپنے غصے میں  
 یا کسی جرم کے شبہ میں جو جی میں آ کر بیٹھے۔

اگرچہ پادشاہ کو یہ اختیارات حاصل تھے۔ مگر ان اختیارات کو موافق عمل کرنے میں  
 بہت سی موانع بھی تھے۔ اول یہ کہ مسلمان تہوڑی اور ہندو بہت تھے۔ اور ہندوؤں  
 میں بعضی قومیں بڑی شجاع اور لڑنے والی بھی تھیں۔ جب کوئی کام اونکی  
 مرضی کے خلاف ہوتا تو وہ تلوار لیکر سامنے کھڑی ہوتیں۔ دوم مسلمان پادشاہوں  
 کے ہاں کوئی قاعدہ نشینی کے واسطے مقرر نہ تھا۔ اسلئے پادشاہ کے مرنے پر لڑائی  
 جھگڑا ایسا رہتا تھا کہ پادشاہوں کو اپنے اختیارات پر پورا عمل کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔

اور اگر وہ کسی کام میں اپنی مرضی کو کام میں لاتے تو بغاوت میں برپا ہو جائیں۔ غرض بادشاہ کے ارادوں کی روک تھام ان باتوں سے ہوتی تھی۔ اگر بادشاہ اپنے ارادہ پر اصرار کرتا تھا تو یہ موانع ایسے پیش آتے تھے کہ اسکو طبری مشعل میں جلتے تھے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ وہ قوم کے ہاں شریعت کو موافق رعایا ایسی آزاد ہو کہ سوا شریعت کے احکام کے اسکو کسی قسم کی پادشاہ کی طرف پابندی نہ ہو اور بادشاہ کو کسی پر کچھ اختیار سوا اس کے جو قانون شریعت سے جائز تھا حاصل ہو۔ بلکہ ذاتی معاملات میں پادشاہ مدعی اور مدعا علیہ ہو سکتا تھا۔ اس قوم میں پادشاہ ایسا شریعہ مہار ہو جا کہ جو جی میں آئے وہ کرے۔ اور جو کام وہ نہ کر سکے تو اس سبب نہیں کہ شریعت اسکی مانع ہو بلکہ اس کے موانع اور ہوں +

## شیرون اور وزیر و نکابیان

مسلمانوں پر نہ بیا واجب تھا کہ جو ہم پیش آئے اوس میں صلاح اور مشورہ کریں۔ اور پھر جب عزم مصمم ہو جائے تو خدا پر بہر وسہ کر کے اسکو شروع کریں۔ مہذب قوموں میں جب کو آج کل کونسل کہتے ہیں اسکو مسلمانوں کے ہاں مجلس شوری کہتے ہیں ہندوستان کے پادشاہوں کے ہاں بھی مجلس شوری کا رواج بالکل تو نہیں اوٹھ گیا۔ مگر اوس میں خلل یوں پڑا کہ مجلس شوری آزادی رعایا کا نتیجہ تھا۔ مگر اب یہ آزادی کہاں تھی۔ جو مجلس شوری کا کوئی نتیجہ پیدا ہوتا۔ ایک نام کی مجلس کہلاتی تھی۔ اوس میں خاص وزیر اور امیر ہوتے تھے عوام الناس کی طرف سے وکیل وغیرہ مقرر نہ ہوتے تھے۔ ایک وزیر اعظم ہوتا تھا۔ اسکا کام کاج اسکی حسن لیاقت پر موقوف ہوتا تھا۔ کہنئی ان وزیروں کے اختیارات ایسے بڑے جلتے تھے کہ حقیقت میں وہی پادشاہانہ

اختیارات عمل میں لائے تھے اور بادشاہ یون ہی دبرار ہوتا تھا۔ ان وزیروں کی پوری  
جد اجدا ہوتی تھیں۔ مگر ان کی خدمات ٹھیک ٹھیک مقرر نہ تھی۔ کبھی بادشاہ ان کا خود  
کام کرنے لگتا تھا۔ ان کے دباروں میں کثرت سے سیٹھ آتے اور ان کی عرضیاں خود  
بادشاہ پرستیا اور تحقیقات حال کرتا تھا۔ اگرچہ اس میں بادشاہ کا وقت ضائع جاتا۔ اور  
اوسکو محنت پڑتی۔ مگر بڑا فائدہ یہ تھا کہ اوس کے لضاف اور عدالت کی دور دور شہر  
ہوتی تھی۔ اور خود اوسکو بھی اپنی رعایا کا حال طرح طرح کا معلوم ہوتا رہتا تھا۔

### صوبوں کا بیان

تمام ملک صوبوں میں منقسم تھا۔ اور ہر صوبہ میں ایک حاکم مقرر ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے  
پورے اختیارات سے اپنے صوبہ پر حکمرانی کرتا۔ اگرچہ اوس کے ماتحت عامل بادشاہ کی  
طرف سے مقرر ہوتے۔ مگر وہ حکام صوبہ کے ماتحت رہتے۔ بعض ان حکام میں مخصوص  
دیتے۔ بعض بادشاہ کی ضرورت کو وقت سپاہ امداد کرتے۔

### فوج کا بیان

کچھ فوج ایسی ہی بادشاہوں کے ہاں ہوتی تھی کہ اوسکو گھوڑے اور دردی اور ساز و سامان  
بادشاہ کے ہاں سے ملتی۔ نہیں ساری فوج ایسی تھی کہ وہ گھوڑے اور ہتھیار اپنے  
گھر سے لاتے۔ دلی کے بادشاہوں کو ان قاعدہ راجپوتوں کا سا جاگیر دینی کا نہ تھا۔  
علاء الدین خلجی کی یہ رائے تھی کہ جاگیروں کے دینی سے سرداروں بغاوت کا اندیشہ  
ہے۔ فیروز شاہ تغلق نے پہلی پہل مسلمان بادشاہوں میں جاگیریں مقرر کیں۔  
سپاہ جاگیر کا منقسم رہی۔ ضرورت کو وقت کسی حاکم کے پاس جمع ہو جاتی۔ کبھی  
کبھی حاجت کو وقت فراہمی فوج کا حکم صوبہ کے حاکم کے نام صادر ہوتا۔ صوبہ دار

اپنے علاقہ کے زمینداروں سے مدد لیتا۔ اور دولت مند صوبہ دار ایسے موقعوں پر اپنا  
کو اپنے روپے سے بہتی بھی کر لیا کرتے۔

## قوانین اور عدالت

ابتداء حکومت میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ حکومت قانون شریعت پر منحصر تھی۔ اور  
قانون حکومت کا تابع نہ تھا بلکہ خود حکومت شریعت کا تابع تھے۔ اور خلیفہ یا امام کے  
معاملات کو قرآن شریف اور حدیث کے موافق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد  
کامل عالموں اور فاضل مجتہدوں نے علم فقہ اور اصول فقہ تدوین کیا۔ اب اس  
علم کے حاصل کرنے کی واسطے اور اسکو عمل میں لانے کے لئے مفتیوں اور قاضیوں کا گرو  
پیدا ہوا۔ اور ایک عدالت ان کے مقرر ہوئی۔ صرف شریعت اور اسکا قانون تھا۔ اس کے  
موافق انضامات کیے جاتے تھے۔ جو کتابیں ان کے فتووں سے مرتب ہوئی تھیں۔ گویا  
وہی مسلمانوں کی عدالت کے نظائر اور فیصلجات کی کتابیں ہیں۔ اسے انکی عدالت  
کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ سوائے اسکے پادشاہی کارکنوں کی یہی ایک عدالت تھی بلحاظ  
اور وراثت اور ملکیت جو معاملات تعلق رکھتے تھے ان میں سے قاضی فیصلہ  
کیا کرتے سوائے اسکے جو معاملات ایسے ہوتے تھے کہ ان سے کچھ سلطنت اور رعایا کو محض  
نہ پہونچتی تھی اور میں بھی وہ مداخلت کرتے تھے۔ کارکنان پادشاہی کے اختیارات  
ایسے ضبط نہیں بیان کئے گئے ہیں جیسے کہ قاضیوں کے اختیارات بالتفصیل بیان  
ہوئے ہیں۔ مگر وہ ایسے مقدمات دیوانی جن میں پادشاہی ملازم مدعی اور مدعا علیہ میں  
فصل کرتے تھے۔ اور ان مقدمات میں جہن فریقین مہدم قاضی کے قابو سے  
باہر ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے معاملات بھی جنکا فیصلہ شرع کے موافق ہو سکتا تھا اور

فصل کرتے ہوئے۔ خوداری کے مقدمات مثل چوری رانہ لہنی بغاوت جن اور سازش وغیرہ کے مقدمات کا فیصلہ بھی وہی کرتے تھے۔ مال کے مقدمات حکام مال کے ثالثی سے فیصلہ ہوتے تھے۔ سوا ان کے اور کام بھی یہہ کارکن کرتے تھے۔ جو مقدمات شریعت سے متعلق ہوتے وہ قاضیوں کے سپرد ہوتے تھے۔ نہیں کسی طور پر وہ خود فیصلہ کرتے تھے۔ اور وہ مقدمات بھی قاضیوں کو سپرد کرتے جنکے فیصلہ کرنے میں ان کو خود کوئی منفعت اور اثر نہ تھی۔ ان قاضیوں کے اختیارات کا حال مختلف سلطنتوں میں مختلف رہا۔ کبھی وہ ایسے باختیار ہو جاتے کہ بادشاہ کو فرمان برہی اور کی مہر اور مضامین ہوتا۔ کبھی وہ ایسے بے اختیار ہو کر ذلیل ہو جاتے جیسے آجکل نظر آتے ہیں کہ سوار اسکے کچھ بڑا دین۔ اور بعض کاغذات پر مہر کر دین اور کچھ نہیں +

### مساجد و معابد مولوی فقیر

بادشاہوں اور رعایا دونوں کو مسجد بنانے کا بڑا شوق رہا۔ اکثر ان مساجد کی شکست رنجیت اور مرمت کرنے کا ہر وزن امام ملا واعظ کے واسطے موقوف مقرر کر دیتے تھے۔ بادشاہ کی طرف سے ایک عہدہ صدارت کا تھا جو اس منصب پر مقرر ہو کر نگرانی اس امر کی کرتا کہ وہ جن کاموں کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں وہ اونسے پوری ہی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اور ان عہدہ داروں پر ایک صدر لہدور ہوتا تھا۔ وہ سب کے معاملات کو دیکھتا رہتا تھا۔ اہل اسلام کے ہاں کوئی گروہ ایسا دین داروں کا مقرر نہ تھا کہ وہ دنیا داروں پر حکومت اور اختیار کہتا۔ بلکہ حاکم اور حاکمیت تفسیر فقہ اصول فقہ منطق فلسفہ علم ادب سیکھ کر مولوی ہو جاتا۔ اسکے سر پر دستار فضیلت باندھی جاتی۔ اور ان میں سے کوئی موزن کوئی واعظ کوئی مفتی کوئی قاضی کوئی امام مسجد کوئی مدرس مدرسہ مقرر کیا جاتا

ابتدائیں اہل اسلام کے ہاں وہی ولی اللہ گنے جاتے تھے جو خدا کی راہ میں اپنا خون بہا کرتے  
 سوا، اونکے کسی کو اولیاء اللہ نہ کہتے تھے۔ مگر بعد ازاں جو عبادت میں ریاضت شاقہ اڑھاتے  
 تھے اور مکتوبی ولی اللہ جیتی جی کہنے لگے۔ اس گروہ میں بعض اولیاء کبار ایسے ہوتے تھے کہ  
 اونکے نفوس قدسیہ فیض اہل اسلام کو بہت ہوتا تھا۔ وہ زمین کو مٹی بات مکر اور فریقا  
 نہ پائی جاتی تھی۔ مگر قاعدہ ہی کہ اچھی بات کی بگاڑنے والی ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ سچو سکون  
 کی جگہ جھوٹے سکے بنا نیوالے ہی ضرور ہوتے ہیں۔ پہر بہت سی فقیر ایسے پیدا ہوئے کہ  
 انہوں نے دام تدویر میں مسلمانوں کو ہنسنا شروع کیا۔ اور اپنے اپنی لباس اور باقی  
 مقرر کئے۔ اور اپنے مریدوں کا خاص ایک فرقہ بنایا۔ مگر ایسے فقیر دن کی دوکان تھوڑے  
 ہی دنوں چلتی ہے۔ آخر کار اصل حقیقت کھل گئی۔ اور اونکے مریدوں کا اعتقاد  
 سست ہو گیا۔ اگر تاریخ کو دیکھئے تو سیکڑوں فرقے فقیروں کے ہوئے ہیں۔ مگر تھوڑے  
 دنوں میں ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

بعض فقر گدائی میں بادشاہی کرتے تھے۔ اونکے در دولت کا پادشاہ غلام ہوتا تھا  
 ۔ ظاہر میں وہ مفلس و زنا دار ہوتے تھے مگر باطن میں فارغ البال درالدار ہوتے تھے  
 بعض واقعات تاریخوں میں ایسے لکھے ہیں کہ جسے ظاہر ہوتا کہ ان فقیروں کو اختیار پادشاہی  
 اور امیرون اور وزیروں کو رشک و حسد پیدا ہوا۔ اور اونسے پر حاش شروع ہوئی  
 ساتویں آٹھویں صدی سے ان فقر کی تعظیم و تکریم شروع ہوئی۔ بہت سہی ولی اللہ  
 ایسے گذرے ہیں کہ اونکے اوس زمانہ میں بھی اعزاز اور اکرام پادشاہوں سے کچھ کم  
 نہ تھا۔ اور آج کے دن تک انکی عظمت دلون پر اثر کر رہی ہے۔ اونکے قبروں کی دیکھ  
 ہوتی ہے۔ اونکے ناموں کی مستین کہائی جاتی ہیں۔ مگر ایسے ولی اللہ تھوڑے ہی ہیں

مگر بہت سی ایسے گزرے ہیں کہ ان کے زمانہ میں تو ان کی توقیر ہوئی مگر بعد مرگ ان کو کسی نے  
 نہیں پوچھا۔ بہت سی باتیں مسلمان اپنے خلاف مذہب ماننے لگتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے  
 کہ حکماء و عقلاء اسلام نے جب دیکھا کہ اور قوموں میں بعض حکمتیں اور باتیں ایسی ہیں کہ وہ  
 ضرور جاہل مسلمانوں کو اپنی طرف غیب لائیں گی۔ اس لئے انہوں نے اداں باتوں کو اور ہر ایک  
 میں انہیں مقرر کیا۔ مثلاً انہوں نے دیکھا کہ جو گیون کے بعض کمال اور پندتوں کی مشین  
 اور اہل ذہن مسلمانوں کو ان کا عقیدہ مانیں گی۔ اس لئے ایسی باتیں اپنے ہاں ہی

پہلے  
 ان کا

اچھی صورت میں رواج دیں۔ تو یوں گئے، نقشِ فال نامے تعبیر نامے مقرر کئے مگر انجام  
 ہندوؤں کا اعتقاد جو مسلمانوں میں شائع ہوئی۔ اہل اسلام جو گیون کے عقیدہ ہونے  
 ان کے کشف و کرامات کی ایسی ہی دل سے عقیدت رکھتے تھے جیسے کہ کسی ولی اللہ کے  
 خرقِ عادات کو قائم کرتے۔ سحر و نجوم کے خطبہ میں مبتلا ہوئے۔ مذہبان دونوں خیر  
 بر عقیدہ رکھنے کی سخت محنت تھی۔ مگر ان دونوں باتوں کے اعتقاد میں مسلمان ہندوؤں سے  
 بھی سبقت لگے۔ بڑے بھلے کی پندتوں سے مہورت دیکھنے لگے۔ جنم پترے اولاد کے  
 بنوانے لگے۔ فالوں پر کاموں کا مدار ہونے لگا۔ فالناموں کا خطاب کسان انہیں ہونے لگا  
 خوابوں کی تعبیروں کی تلاش ہوئی۔ ان کو اچھا برا جاننے لگے۔ شگونوں کو ماننے لگے  
 ہر چند مولوی ایسی فاسق عقیدوں کے مانع ہوتے۔ مگر مسلمانوں میں ایسی باتوں کی سرچشما  
 ایسی اثر کر گئی کہ وہ مولویوں سے رفع نہ ہو سکی۔ جن قوموں نے مذہب اسلام اختیار کیا  
 تو ان کے اعتقادوں کو اسلام نے بدل دیا۔ مگر جو ان کی رسم و رواج قدیمی دستور تھے۔ انہیں  
 تغیر نہ ہو سکا۔ جو ہندو یہاں مسلمان ہو وہ بہت سی رسومات ہندوؤں کی جتے رہے۔  
 اور جب ولایتی مسلمانوں کا ارتباط ان کے ساتھ ہوا۔ تو وہ بھی انہیں رسوم پابند ہو گئے۔

## ہندوؤں کا مسلمان ہونا

یہ عمل جو خصوصیات ملت اسلام سے تھا کہ ایک ہی شخص شاعت دین کرے اور وہی ملکوں کو بھی فتح کرے ہندوستان میں جاتا رہا۔ اہل اسلام ہاں کوئی جدا گروہ اعتنا دین کے لئی نہ تھا۔ بلکہ وہی شخص جو دنیا کے حاصل کر نیلے لئی کوشش کرتا تھا وہی دین کو پہلانا تھا۔ دین دینا کا حاصل کرنا دونوں اوس ایک ہی شخص کی ذات میں مجتمع ہوتی تھی۔ اہل اسلام نے یہ طریقہ ہی اپنا بیان نہ اختیار کیا کہ وہ ہندوؤں سے دعوت اسلام کرتے اگر وہ انکار کرتے تو جزیہ لیتے۔ اگر اسے ہی انکار کرتے تو جہاد کرتے۔ غرض اہل اسلام کوئی ہندو اپنی تلوار کے زور سے مسلمان نہ کیا۔ کسی پادشاہ کو یہ شوق نہیں ہوا۔ اسلئے ہندوستان میں اسلام ایسا شائع نہ ہوا جیسا کہ اور مسلمانوں کے ممالک مقبوحین ہوئے اگر یہ مان لیا جائے کہ جب ہندو مسلمان ہندوستان میں ہیں وہ سب ہندوؤں سے ہی مسلمان ہوئے ہیں تو اس فرض محال پر یہی بنیں ہندوؤں میں ایک مسلمان ہوا اور ممالک مقبوحین شاید بنیں کافروں میں ایک کافر بنی نہ رہا ہوگا۔ غرض یہاں سے عکس ہے۔ اسلئے یہ کہنا کہ اسلام کی اشاعت اس ملک میں نہیں ہوئی بہت درست ہے۔ مسلمانوں میں نو مسلموں کی تعداد بہت کم ہے۔ آٹھ سو برس مسلمان بیان کرتے جاتے ہیں اور یہیں رہتے ہیں ان کی آل اولاد کا حساب لگائیں۔ تو نو مسلم مسلمانوں کی تعداد نہایت کم معلوم ہوتی ہے

## محاصل کا بیان

زمین کے محصول لینے کا کوئی طریقہ جدید اہل اسلام نہیں نکالا۔ بلکہ جو عہد حکومت منور میں تھا اوسیکو بدستور قائم رکھا۔ اور وہی آجکل بھی ہے۔ شیر شاہ نے اوس میں کچھ تغیر کیا



اکبر نے اسکو تکمیل کو پہنچایا۔ مگر اسے یہ مقصود نہ تھا کہ محاصل کے دستور اور آئین الٹ پلٹ ہو جائیں۔ بلکہ مطلوب تھا کہ اوکلی تکمیل ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ حکام کے نئے ہونے سے محصلوں کے وصول میں تشدد ہوتا ہوگا۔ اور رعایا کو بھی محصل ہضم کرنے کا موقع ملنا ہوگا۔

## ملک اور رعایا کے حالات

اگرچہ اہل اسلام کو عہد کی تاریخین بہت ہیں مگر بہت کم انہیں ایسے حالات لکھے ہیں کہ جسے ہم رعایا کی تہذیب اور اخلاق کی درستی اور مردانہ الحالی کا ٹھیک اندازہ کر سکیں۔ کوئی کوئی مورخ کچھ اشارہ رعایا کے حال پر کرتا ہے۔ چنانچہ مولانا ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ میں فیروز شاہ کا حال لکھا ہے کہ رعایا ایسی آسودہ حال تھی کہ مکانات اور پاس اچھے تھے اور سبب نفیس اور پاکیزہ تھا۔ سونے چاندی کے زیور و سحرورین لدی ہوئی تھیں۔ ہر کسان پاس سونے کے ٹوکے لٹکاتا تھا۔ اور باغچہ تھا۔ دوسری تاریخ فیروز شاہی میں بھی لکھا ہے کہ رعایا ایسی آسودہ حال تھی کہ لڑکیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کر دیتے تھے۔ غرض کچھ ایسا شارح و درکنار لکھے ہیں مگر رعایا کے اطلاق کی حالت کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی جبرٹا ایسا ہوتا کہ جسے تعدادِ ائم سالانہ معلوم ہوتی تو ضرور رعایا کے اخلاق کی ترقی اور منزل کا حال معلوم ہوتا۔ جو سیاح یورپ اور افریقہ اور ایشیا کی آئی اور انہوں نے اس ملک کو سیر نہ اور شاداب اور رعایا کو خوش حال بتلایا۔ شاید کہ یہ سیاح رعایا کی خوش حالی کے معنی اوس زمانہ میں اچھی طرح نہیں سمجھ سکے۔ اگر وہ آج کل کا زمانہ یورپ کا دیکھ کر آتے تو یہاں کی رعایا کو خوش حال نہ بتلاتے۔ قدیم زمانہ سے ایسی افتاد یہاں کی رعایا کے لیے پڑی ہے کہ اولاً خوش حال ہونا مشکل ہے۔

ایک قوم شور و مقرر کی گئی۔ حکما حال حُذول میں لکھتے ہیں کہ وہ کس نیت اور خواہش کے  
 درجہ پر تھی۔ وہی نصف ہندو سے زیادہ تہوہ کس طرح خوش حال ہو سکتی تھی جب ملانوں  
 کی سلطنت ہوئی تو یقینی اپنی کم بخت حالت سے یہ قوم نکلی۔ اور پہلے کی نسبت مرقدہ الحال  
 ہوئی۔ مگر پہر ہی یہاں کی رعایا ہمیشہ یہ کام رہا کہ حکم کی تابعدار رہی اور صبح سے شام  
 مکہ محنت کی جو کچھ کیا وہ حاکم کے حوالہ کیا۔ اگر اسے ہنذر و دیدا کہ سوکھی روکھی رہتی  
 ایک وقت یا دو وقت پیٹ بھر گیا تو شکر خدا کا ہیجا۔ اب بھی یہی حال ہے۔ ایسی صورت  
 میں مشکل ہے کہ وہ آسودہ حال ہو۔ سیاحوں اور مورخوں نے ہنذر گاہوں کی بڑی  
 تعریف لکھی ہے کہ وہاں چار و نظرق بڑے بڑے سوداگروں کے جہاز آتے ہیں۔ اور  
 اور سب اب لاتے ہیں اور لیجاتے ہیں تجارت کا بازار گرم رہتا ہے۔ ڈاک کار وراج متعلق  
 کے عہد سے شروع ہوا۔ گھوڑوں اور پیادوں کی ڈاک سب طرف چلتی تھی۔ سرتوں میں  
 مسافروں کے آرام کے واسطے ٹکڑیں بنی ہوئی تھیں۔ اونپر سرسین تھیں۔ دخت  
 لگے ہوئے تھے۔ اب اس مضمون کو بعد عہد غلطی کے پہر بیان کریں گے۔ طالب علموں کو  
 خود ہی اس مضمون پر غور کرنی چاہیے۔

ذکر پادشاہی ابولطف جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی  
 اکبر کی تخت نشینی اور یرم خاکی و زار

ہم ہمایوں کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب سکندر سوشکت کہا کر کوہ سواک کے قعر  
 بہا گا۔ تو ایک سپاہ پادشاہ لے آسکے پھر روانہ کی۔ بیرام خان کو اسکا سپاہ لارنایا  
 اور اکبر کو اسکا شاگرد بنا کر دشمن شکاری کی مشق کرائے ساتھ کر دیا۔ پچاس

داسن کوہ میں یکایک ہمالیوں کو مرنے کی خبر آئی۔ اسی وقت بیرام خان اکبر کو کھانا نوچنے آیا۔ (بہرہ ایک برگنہ لاسپور کے برگنوں میں تھا) اور جب کے دن ۲۔ بیچ انسانی ششہ پوری مطابق ۵۵۶ء کو بڑی دھوم دھکم سخت خلافت پر بٹھایا۔ اس وقت بادشاہ کی عمر تیرہ برس نوہینہ کی تھی۔ اگرچہ اس عمر میں ہی عقل کی صفائی اور ذہن کی رسائی وہ کہتا تھا کہ کہاں کسی کو اس میں نصیب پتی ہے۔ مگر پہر ہی بابر سلطنت ادھانیکی تاج اسکی ناکر عقل میں نہ تھی۔ تمام مالی اور ملکی مہات کا اختیار بیرام خان کے ہاتھ رہا۔ اگر خود سے دیکھیں تو بیرام جیسا آتالیق و سپہ سالار اور وزیر شیر عقیدت شخار خیر خواہ بادشاہ کو دیکھتا تو ہندوستان میں خاندان غلیہ کا جندا و شوار ہوتا۔ حال اس وزیر کا اور پر بیان کر آئے ہیں کہ وہ کس کشاکش سے اپنے آقا ہمالیوں کے پاس پہنچا۔ اور کیا کیا کار ہا و نمایاں اسکی جلا وطنی میں کئے اگر ہمالیوں بالکل وسیکی عقل کے تابع ہو کر چلتا۔ تو یہ بہرہ دونے نہ دیکھتا عرض وہ ہمالیوں کے زمانہ میں ہی با اقتدار تھا۔ اور اس بادشاہ کے عہد میں ہی وہ بادشاہ کا قبلہ گاہ تہلہ خان بابا اور سکا خطاب تھا یہ۔

### ہیمو تھال کے ساتھ معاملہ

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہیمو نے ابراہیم کو شکست دی اور سلطان محمد حاکم بنگالہ فتح پائی اور اسکی جان بھی لی عرض بائیس لڑائیوں میں بہرہ کیا جو انگریز فیاض سلطان علی شاہ کے مخالفوں پر فتیاب ہوا۔ اب اگر وہ کو لیتا ہوا دلی میں آیا۔ مرزا تاروی بگ نے اسے لٹنے کا سلمان درست کیا۔ اور چار دن طرف سے انداز ہی بہم پہنچائی۔

بیرام خان نے ہتھ دیر محمد خان کو بھی اعانت کے لیے بھیجا تھا۔ مگر ہیمو نے ان سب کو ایک لڑائی میں شکست دیکر بگادیا۔ اور اپنا سکہ دلی میں چھایا۔ اور راجہ بکر جیت لقب

اور ہندوستان میں مغلوں بالکل استیصال کیلئے نکارا اور دیکھا۔ جب پادشاہ کو اس نہریت کی  
 خبر جالندہر میں پہونچی۔ تو وہ خود دل میں نگین ہوا۔ تمام امیروں کی آنکھوں کے سامنے  
 ہمایوں کا راز اگیا۔ جب یہ سنکہ سیکو پال کہہ فوج اور ہزار ہا تھی۔ یہاں ساری کراہا  
 بیس ہزار سپاہ کی ہے۔ تو اور جان نکل گئی۔ نیل میر یہ کہنے لگی کہ ایسی حالت میں مقابلہ کرنا  
 اپنی جان ہی ہاتھ دھونے ہیں۔ بہتر ہے کہ سب کابل کو پہرین۔ اور وہاں سے دوسرے سال  
 میں سارا سامان درست کر کے آکر سمجھ لیں۔ جب اکبر نے یہ جان کیا کہ سوار پنجاب سارا  
 ملک فغانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب یہی امیروں کے دل ہارنے سے ہاتھ سے چلا۔ تو وہ  
 بڑا دگر ہوا۔ اور میر خان کو خان بابا کہہ کہنے لگا کہ میں نے اپنے کاموں کا مدار آپ کھلا  
 اور مشورہ پر رکھا ہے۔ اب آپ فرمائے کہ صلاح کیا ہے۔ خان بابا نے کہا کہ حضور کا سارا  
 دربار میری دشمنوں سے بہر پڑا ہے میری کون سے گا۔ ورنہ اس معرکہ کو سنبھال لینا کیا  
 بڑی بات ہے۔ اور سب اکبر نے ہمایوں کے سر کی قسم دیکر کہا کہ تم کسی کی پرواہ نہ کرو۔ اور جو  
 دل میں آئے وہ کرو۔ کسی دشمن سے نہ ڈرو۔ دوست گرد و دست بود و دو جہان شہنشاہ  
 یہ سنکر پرامنہ انجنیں مرا میں اس سلسلہ کی تحریک کی۔ سب امیروں نے بالاتفاق کہا کہ  
 اس اجنبی ملک میں اپنے تئیں ہاتھوں کے پیروں تک چلونا اور چیل کو دن کو اپنا کوشٹ  
 کہلا کر کیا عقل کی بات ہے۔ بہتر ہے کہ کابل چلو۔ سالانہ منہ میں آکر دشمنوں سے لڑو۔ ورنہ  
 اور سپہنیرام خان نے کہا کہ جس ملک کو دو دفعہ لاکھوں جانیں دیکر لیا ہو۔ اسکو نامردی  
 سے چوڑ کر چلا جانا دو بیٹکی جگہ ہے۔ پادشاہ ہنوز یہ ہے۔ اور سب کو ان الزام کہے گا۔  
 مگر ہم فیضان الون پر یہ روسیای کا دسمہ کیسا لگے گا۔ ہوت اکبر نے ہی زبان ہلائی۔  
 کہ ہاں ہاں وہی کرنا چاہئے جو خان بابا کہتا ہے۔ اب کہاں جائیں گے بغیر لڑی پڑے

مرے ماری ہندوستان نہیں چھوڑینگے غرض اس کم عمر بادشاہ کی باتوں نے عمر سیدہ  
میرون کے دلون پر ایسی تاثیر کی کہ اوکی رگون میں خون شجاعت خوش میں آیا۔ اور  
سب تلواریں ٹیک کر پڑے ہو گئی۔ اور بیرام نے کوچ کا حکم دیدیا۔ خواجہ خضر خان کو لاہور میں  
حاکم مقرر کیا کہ وہ سکندر سو کے بالغ اور فراخ رہے۔ سر ہند میں ادھر کے بہاگر ہوئے  
سر دار بادشاہ سے ملے۔ تاروی بیگ کو بیرام خان نے مار ڈالا۔ اسکا حال مفصل مجھے لکھینگے  
غرض پانی پت کو میدان میں بھیجے اور اٹنی ہوئی جبکا حال سلطان عدلی کے تاخیر میں  
جسوقت سیمو اکبر کے سامنے بند ہوا آیا تو بیرام نے عرض کیا کہ اس کا فر کو تلوار سے قتل کیجے  
تاکہ اسم مبارک کے ساتھ غازی کا لفظ مہر کے طغرائیں زیادہ کیا جائے۔ مگر اس حمل کم عمر  
بادشاہ نے فرمایا کہ میں اس بندہ کو چھوڑ دوں گا فر کو مار کر غازی نہیں بن سکتا۔ جہانگیر نے فرمایا  
جہانگیری اور ابو الفضل نے اکبر نامہ میں ایک اور ہی لطیفہ لکھا ہے کہ اکبر نے اگرچہ سیمو کی موت  
کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مگر ایک تصویر آدمی کی بنائی جن میں اس کے بند بند جدا جدا بنائے۔  
جب کسی شخص نے اسے پوچھا کہ یہ کسکی تصویر ہے تو فرمایا کہ سیمو کی جب اسوقت بیرام نے  
سیمو کے قتل کرینگے تو کہا تو فرمایا کہ میں پہلے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر چکا ہوں۔ غرض  
سیمو کو بیرام نے یا کسی اور خدمت گار نے قتل کیا۔ سر اسکا حصار کابل کے در پر آدھڑ  
دلی کے دروازہ پر لٹکایا۔ اس لطائف میں ہندو سوا تھی ہاتھ آئے اور دلی اور لاہور  
پر قبضہ ہو گیا۔ یہہ لڑائی جمعہ کے دن ۲۔ محرم ۹۶۴ھ کو مطابق ۵۔ نومبر ۱۵۵۶ء کو واقع ہوئی  
بادشاہ پانی پت سے دلی میں آیا۔ اور ایک مہینہ رہا۔ اس فتح کی جلد و میں یہہ جاگیریں اور  
خطاب امراء کو عطا ہوئے عسقلانی خان سیستانی کو خان زمان خانی کا خطاب یا اور سرکار  
سنہیل کا ناظم اور حاکم مقرر کیا۔ محمد الدخان باور یک کو شجاعت خان کا خطاب دیا

اور سرکار کا لپی کا حاکم مقرر کیا۔ سکندر خان کو خان عالم کا خطاب عطا ہوا۔ اور پیر محمد خان شروانی کو ناصر الملکی کا لقب مرحمت ہوا۔ قیا خان کو دار الخلافہ اگرہ کا نظام سپرد ہوا۔

### میوات پر قبضہ اور میموں کا اہل و عیال کا پکڑا جانا

اسی اثناء میں خبر ملی کہ حاجی خان غلام شیر شاہ فیہر اور سارے میوات میں فساد برپا کر رہے ہیں۔ مولانا پیر محمد ناصر الملکی فرج لیکر ان کی تادیب کے واسطے روانہ ہوا۔ حاجی خان اس لشکر کی ہیبت میں انگریز ہو گیا۔ اور سارے میوات پر پادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں ایک قصبہ میں میموں کا مال سبایا نہ دختہ کیا ہوا موجود تھا۔ وہیں اس کے اہل و عیال تھے۔ باپ ہی اسی برس کا بوڑھا زندہ تھا۔ غرض اس بچے سے ہی لشکر پادشاہی سے ایک کارزار ہوئی۔ اس میں وہ گرفتار ہوا۔ ناصر الملکی اسے کہا کہ اب بروکھیاں مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ جس مذہب کی اطاعت میں میری اسی برس گزرے ہوں میں اس کی مخالفت اور نئے دین سے موافقت اس آخر وقت میں نہیں کر سکتا۔ اس جواب کا جواب تلوار سے مولانا پیر محمد نے دیا۔ اس کا سبیل سبایا و اہل و عیال پادشاہ پاس بھیجا گیا۔ حاجی خان اجمیر کو اپنا امن سمجھ کر پہاگ گیا۔ یہاں اس نے رانا زیندار کو شکست دیکر بڑا قتل عام کیا۔ اور اجمیر اور ناگور اسکے مضامات پر قبضہ کیا۔ پادشاہ نے محمد قاسم خان کو اس کی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا۔ غرض دو آہ نواب دشمنوں سے خالی ہوا۔ میوات مطہج ہوئے۔ زینداروں کی تسلی اور تشفی کے واسطے پادشاہ نے میواتیوں سے نانہ رشتہ کرنا شروع کیا۔ حسن میواتی کے چچا زبہانی جلال خان کی دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کو ساتھ پادشاہ نے خود شادی کی اور دوسری کے ساتھ میرم خان کی شادی کرانی یہ نانہ رشتہ کرنا بھی اس وقت انتظام ملکی کے حق میں کہہ سیر سچا جاتا تھا۔

## سکندر سوری لڑا یمن اور اوسکے نظام

ہم لکھتے ہیں کہ سکندر سوری بادشاہ تھی شکست کھا کر کوہ سولاک کی طرف بھاگ گیا تھا۔  
 اب بادشاہ دھرتی تک پہنچا تھا کہ ایک اور معرکہ میں سکندر سوری کو کوہ سولاک کو قریب شکر  
 شاہی سے شکست ہوئی۔ سکندر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا گیا۔ لشکر شاہی اوسکی  
 گرفتار اور شکار کرنے کی فکر میں چہم مہینہ تک اوسکے پیچھے پہاڑ کثرت یا شکر بادشاہ  
 جلد نہر میں چلا آیا۔ اور سلطان سکندر کی کہات میں بیٹھا رہا۔ کہ سمیو کے دلی فتح کرنے  
 کی خبر آئی۔ اب بادشاہ اوس طرف مصروف ہوا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری نے کہ افغانوں  
 اوسکو شہنشاہ اسلام کا خطاب دیا تھا۔ اور یہاں نے اوسکو خیمہ الملک بنایا تھا۔  
 سلطان سکندر سوری کو لکھتے ہیں کہ بہار میں کھو۔ اور پنجاب کو لے لو۔ یہ خوب موقع ہے  
 سلطان سکندر نے پنجاب کو کوہستانی زمینداروں کو اپنے ساتھ لے پنجاب سے روپیہ وصول  
 کیا۔ خواجہ خضر خان لاہور کو محمد خان سیستانی کو سپرد کیا۔ وہ خود سکندر سے لڑنے گیا۔  
 دوسرا منتخب سپاہی ساتھ لیکر چناری میں کہ لاہور سے دس کوہ پر سکندر کے لشکر کثیر  
 سے جا بٹھا۔ مگر وہ نہی منہ کی کہانی سا در بھاگ کر لاہور میں پناہ لی۔ محمد خان سیستانی  
 کو جب عبداللہ کی رو باد بازی معلوم ہوئی تو اوسنے اوسکو شکر میں دسرا اور زمین میں  
 ادھا گاڑ کر ساری عمر کا جمع کیا کر اریار و میراد گلاوایا۔ غرض بڑی تعیب سی اوسکی جان کو  
 جسم سے نکالا۔ جب اب کو یہ خبر پہنچی تو سکندر خان خان عالم کو سیال کوٹ اور آوکی  
 نواح کا محکم مقرر کر کے بھیجا۔ مگر بادشاہ پاس جتنے دار و جہاد رائے سب یہی کہا کہ  
 پنجاب میں ایسا معرکہ بڑا ہے کہ جب اسہندوستان کا لشکر جائے تو کارروائی ہو۔ سٹے  
 بادشاہ خود دہلی سے پنجاب کو روانہ ہوا۔ اور مہدی قاسم خان کو دہلی سپرد کر کے یہہہ

۱۵۵۶ء کا ہے جب بادشاہ بلندپر میں پہونچا۔ سلطان سکندر بہادر کی طرف سے  
۹۶۳ خیال سے چلا گیا کہ بادشاہی لشکر بہادر کو چکرون میں لاکھ شکار کر دن۔ مگر جب پانچواں  
کا لشکر اس وائون میں نہ آیا۔ تو قلعہ مانکوٹ میں داخل ہوا۔ یہ قلعہ بہادر چرنے سے سلیم شاہ  
اس نظر سے بنایا تھا کہ قوم گلگاہ استیصال بالکل کرے۔ اس قلعہ کو اندر چار اور قلعے بہادر  
پر بنے ہوئے تھے۔ وہ دوسرے ایک ہی نظر آتے تھے۔ اور دشمنوں کو بڑی ہیبت کا شکل  
اپنی دکھاتے تھے۔ سکندر نے اس قلعہ کی حفاظت میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کی۔  
اکبر بھی آٹھ مہینے تک اس پر حملہ کرنا رہا۔ مگر کچھ نہ کر سکا۔ سکندر کو یہ بڑا خیال تھا کہ سلطان  
عدلی ضرور مشرق سے ساز و سامان مہیا کر کے دہلی اور آگرہ پر چھا پانا لگا۔ مگر جب اس نے  
سنا کہ سلطان عدلی حاکم بنگالہ کے ساتھ اٹکر دنیا کے جنگیوں سے بالکل چھوٹ گیا۔  
اور سمیو نقال کا بھی یہ حال ہوا۔ تو وہ بالیوس ہوا۔ اور اس حالت یاس میں نہا  
عجز اور انکسار کے ساتھ اکبر سے یہ درخواست کی کہ میرا منہ نہیں ہے کہ حضور روبرو حاضر  
ہوں اس لئے مجھ کو بنگالہ بے فراحت جانی دیجئے۔ اور میرے بیٹے کو اپنی خدمت کو لئے خادم بنا  
بادشاہ نو دونوں باتیں منظور کیں۔ سکندر بنگالہ چلا گیا اور دو برس بعد مر گیا۔ اور  
اوسکا بیٹا عبدالرحمن غازی خان سوسا تہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قلعہ  
مانکوٹ کی خربت ابوالقاسم کو سپرد ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۶۳ء کا ہے۔  
اسی حاضر زمانہ میں اکبر کی والدہ اور سب محرات ہمالیوں کا بل سے بادشاہ پاس آئیں۔  
بادشاہ پنجاب چلا آیا۔ اور ساڑھے چار مہینہ لاہور میں رہا۔ سکندر کو کے ساتھ جو نندیار  
سمراہ ہوئے تھے اور کنور نرائن دین۔ آدم خان گلہ جیسے مرزا کامران کو ہمالیوں کے حوالہ کیا تھا  
حاضر فرمت ہوا۔ اس حشی طبیعت نے یہ درخواست کی کہ میں اپنے وطن ہی رہوں۔



اوسکی بہہ درخواست منظور ہوئی +

## بیرام خان کی ظلم و ستم

معلوم نہیں کہ بیرام خان جیسے حافل اور دانشمند فرزانہ دماغ میں ان اختیارات کی کیا فوٹو ڈال دیا کہ اوسکا مزاج ایسا ہو گیا کہ وہ اپنے سامنے کسی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جس کو دیکھا کہ وہ میری ہر بات پر خیال کہتا ہے اوسیکے سر کو تن پر نہ کہا۔ اب ہم اون امیرون کا حال لکھتے ہیں جنکو اوسنے مار ڈالا یا قید کیا یا کسی اور طرح ذلیل کیا +

## ابوالمعانی کا قید ہونا ۹۶۳ھ

شاہ المعانی ایک نوجوان حسین اور تیز فہم قوم کا سید ہر روز اپنے والدائے تہاں کا بڑا لاڈلا بیٹا تھا۔ ۹۵۵ھ میں ہمالیوں کی خدمت میں ملازم ہوا۔ اپنی عقل اور دانش کو بہرہ رسہ پر بیرام کی ہمسری کا خیال ہوا۔ پادشاہ کو بچہ سمجھا۔ گستاخان کرنے لگا۔ پادشاہ نے بلایا تو نہ آیا۔ اور حبس آیا تو سوجھتیں ساتھ لایا۔ اس گستاخی پر بیرام نے قید کر کے اوسکا کام تمام کرنا چاہا تھا کہ اکبر نے منع کیا اور کہا کہ یہ میری سلطنت کا پہلا سال ہے اوسکو سید کو خن سے التودہ نہ کر۔ اسلئے اس گستاخ امیر کے پیروں میں بٹیریاں ڈال کر قید خانہ میں بچہ دیا۔ پہلوان کل کو تو ال کے سپرد کیا گیا۔ مگر کسی حکمت سے قید خانہ سے نکل رہا گا۔ اس سختی کے مار کو تو ال کو زہر کہا کر مرنے پڑا +

## مرزا تاروی بیگ کا قتل ۹۶۳ھ

مرزا تاروی بیگ نے بیگنی سے شکست کھا کر سندھ میں پادشاہ سے ملا۔ وہ اپنی نزدیک تو بہین سمجھا تھا کہ بہا گئے سوجان بچ جائیگی۔ مگر اوسکو کیا معلوم تھا کہ خندق سے نکل کر گنو میں گرنا پڑیگا۔ وہاں بیرام اوسکی جان کیواسطے عزرائیل بنے گا۔ تاروی بیگ کو بھی

بیرام کے ساتھ دعوئی ہمہ سری کا تھا۔ سلطان دونوں میں ہمیشہ سوء مزاجی رہتی تھی مگر اس شکست سے مزرا کی وقت میں فرق آگیا تھا۔ رقیب کو موقع خوب ہاتھ آیا۔ ساری دلی کی شکست کا الزام اوسکی ذمہ لگایا۔ اپنے خیمہ میں اوسکو دوستانہ بلایا۔ خود کسی بہانہ سے باہر چلا گیا۔ یہاں اندر اور دلچسپی اوسکا دم نکالا۔ اوسکے دوستوں کو ٹیڈ کیا۔ اب کوی لکھتا ہے کہ بیرام خان ہی اس شکست کا سبب یوں ہوا تھا کہ اوسنے پیر محمد خان کو بہ چکر کام بگاڑ دیا۔ تاریخ بادونی میں لکھا ہے کہ یہ قتل بادشاہ کے اشارہ سے ہوا۔ فرشتہ اور اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اس قتل کے واسطے بیرام کو بادشاہ کرور و معذرت کرنی پڑی۔ فرشتہ میں لکھا ہے کہ مغلوں نے مزرا دی بیگ کا قتل اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے نہ تھے تو پیر شیر شاہ کا زمانہ مغلوں کے لئے آگیا تھا۔ یہ ایک سردار عہد باری کا تھا۔ اور ہالیوں کو ساتھ ساری مصیبتوں میں شریک تھا۔ دو چار دفعہ پہلے بادشاہ سے بے مروتی کر چکا تھا۔

### مصاحب بیگ کا قتل ۱۵۵۸ء

مصاحب بیگ پیر خواجہ کلان بادشاہ کا عزیز مصاحب تھا۔ چند حرکات ناملائم اوستے سرزد ہوئیں اس پر بیرام خان سپردن میں پیریان ڈال کر بیت السلاو سے پہنچا چاہا۔ ناصر الملک اوسکے قتل پر مصر ہوا۔ آخر کاریہ قرار پایا کہ کاغذ کے ٹکڑے پر ایک طرف قتل دوسرے طرف نجات لکھا جائے۔ اور وہ ادھر ہال کر سہا گیا جائے۔ جو رخ اوپر آئے وہ حکم غیب سمجھا جائے۔ اوسکے موافق عمل کیا جائے۔ جب کاغذ پر لکھا تو قتل و پر آیا۔ اوس پر عمل ہوا۔ واہ کیا ایضاف ہوا۔ ایک بے گناہ کی جان لینا لڑکوں کا کہیل جنہو چت پٹ کرنا ہوا۔

## خواجہ جلال الدین محمود بچوق کا قتل ۹۶۵ھ

مصاحب بیگ کو بعد ان خواجہ کی موت آئی۔ یہہ پادشاہ قلی تھا۔ مزاج کا بیباک تھا۔ کسی کی خوشامد یا لمبوسی نہیں کرتا۔ ظرافت اور خراب عادت میں داخل تھا۔ اسوقت غزنین میں حاکم تھا۔ ہندوستان میں نیرم خان، کابل میں نعم خان کسی پرانے وقت کا اوتھے ہتھام لینا چاہتے تھے۔ غرض اس بیچارہ غریب کی اول آنکھوں میں شتر ڈوبے یہہ روگ جان پر شتر مارا۔ نیرم خان نے بی او سکے قتل کا قوسے دیدیا۔

## ناصر الملک کا مقید ہونا ۱۵۵۹ھ

نیرم خان کسی کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ مولا ناپیر محمد خان ناصر الملک اسوقت میں مہات ملکی اور مالی کا انصرام کرتا تھا۔ اس سبب مرجع خاص و عام بن رہا تھا۔ نیرام اسکو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں جلتا تھا۔ اتفاق سے ناصر الملک بیمار ہوا۔ وہ اسکی عیادت کو گیا۔ دربان نے دروازہ پر روک کر عرض کیا کہ حضور کی اطلاع کرادوں۔ یہہ امر نہایت ناگوار خاطر ہوا۔ ناصر الملک کو جب خبر ہوئی تو وہ باہر آیا۔ اور ہزار عذر کئے اور اندر نہ گیا۔ گریہ کے دل میں جو کچھ ٹھہری پڑی وہ نہ سلجھی۔ اور اس غریب کے درپے ہوا۔ لیکن ناصر الملک پاس پیغام بھیجا کہ تم کو وہ اپنا وقت یاد ہوگا کہ قند ہارین فقیر نے لباس ہرز طالب علمی کرنے آئے تھے۔ آج یہہ سب امارت میرے سبب سے حاصل ہوئی۔ مگر تم اپنی تنگ قی کے سبب اسکی تحل نہ ہوئے۔ معلوم نہیں اس نشہ کی بدستی میں کیا کیا مفاہم تم پیدا کرو۔ اسلئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تم پہراہنی اصلی حالت پر ہو کرو۔ اور اپنی فقیری گذرٹوں میں بسر کرو۔ اور یہہ سب علم فقارہ وغیرہ میرے حوالہ کر دو۔ اس آزاد مرد نے کچھ بہرہ رواہ نہ کی۔ اور منہی خوشی تمام توڑکامات و اسب بھیج دیا۔ پہر قلعہ بانیہ میں قید

اوسکو بھیج دیا۔ یہاں ہی اوسنے بیت الدجانی کی اجازت حاصل کی۔ اور وہ گجرات کی طرف چلا۔ کہ راہ میں مرزا حسین اشرف اور اودھم خان کا خط پہنچا کہ آگے نہ جاؤ۔ وہ جہاں میں ٹہر گیا۔ جب بیرم خان کو اسکی خبر ہوئی۔ تو اوسپر فوج دوڑائی ایک سوکرہ ہوا۔ انکو ناصر الملک کہیں بہاگ گیا۔ بیرم خان یہ خود اپنے پیر میں کلمہ پڑی ماری کہ ایسی محب بے ریا کو اپنے سے جدا کیا۔ ابا دوس نے وکالت کا منصب حاجی محمد خان سیستانی کو عنایت کیا۔

### بیرم خان کی بدسلوکی شیخ منہر عیوض ساتھ ۱۵۵۹ء

یہ شیخ بھی مشائخ ہند میں بہت مشہور تھے۔ اونسکے بڑے بہائی شیخ بھول ساری عمر جالیوں کی رفاقت میں رہے۔ اب وہ شیر شاہ کرمناہ میں افغانوں کے خوف سے گجرات میں چلے گئے تھے۔ وہاں بارہ برس تک بنس پتی کہا کر صحرا اور جنگل میں بسر کی اب اکبر کی سلطنت جب ہوئی تو وہ پھر گجرات سے گراہ میں آئے۔ پادشاہ ہی انکی زیارت کے واسطے گیا۔ شیخ نے اپنی سادہ لوحی سے پادشاہ سے پوچھا کہ تم نے سعیت کسی سے کی ہے یا نہیں۔ اوسنے جواب دیا نہیں۔ اسسپر خیر فی ہاتھ پھیلا کر پادشاہ کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہم کہا کہ بیادست شما اگر فتم۔ اس دراز دستی پر اکبر نے اپنے یار دن کے جلسے میں بڑے ہتھیار ڈرائو۔ اس شیخ کی شیخ گدا کی کنبوہ سے حراوت چلی آتی تھے۔ افسوس کہ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مشائخ میں بھی بارہاد و کا مذا روں اور بیٹیا۔ یوں کی طرح لڑائیاں ہوئیں۔ شیخ گدا کی کنبوہ بیرم خان کا لفسرنا طبقہ بن رہا تھا۔ اوسنے اوسکو ایسا بہکا دیا کہ شیخ کی تعظیم و تکریم درکنار انہیں مسخرابنا شروع کیا۔ ان گتاخیوں کا اونکو تحمل نہ ہوا۔

وہ گوالیار چلے گئے۔ وہاں ایک کروڑ ٹنکہ اونکی تنخواہ مقرر ہو گئی۔ اور وہیں پر انتقال فرمایا۔

## پادشاہ اور بیرام خان کے درمیان ہاتھیوں کے سبب سے بے لطفی

اکبر ان امر کے قتل ہونے کو اور مفید ہونے کو صبر سے دیکھتا تھا۔ اور بیرام خان کی طرف سے دل اوسکا ہٹا جاتا تھا۔ سوار اسکے پادشاہ کو ہاتھیوں سے بڑا شوق تھا۔ اور انہیں کام معاملہ میں دفعہ طرح واقع ہوا کہ اور بے لطفی اور نہیں زیادہ ہوئی۔ ایک دفعہ مانکوٹ کی محاصرہ کردون میں بیرام خان کا مزاج علیل تھا۔ کئی ایک پہوڑ بدن پر نکل رہے تھے۔ پادشاہ ہاتھیوں کی کشتی سے دل بہلا رہا تھا۔ دو ہاتھی لڑتے لڑتے بیرام خان کے خیمہ کے پاس چلے گئے۔ ایک خلق کا از دام غل غیاڑہ کرتا ہوا ان کے پیچھے گیا۔ کئی ایک خیمہ اوسکی ہل چل میں اکٹھے بیٹھ گئے۔ بیرام خان کو اس سے بڑا خوش ہوا۔ اور یہ وہم پیدا ہوا کہ پادشاہ کے اشارہ سے یہ کام اوسکی جانب تانی کے لئے ہوا ہے۔ اوسکے مصاحبوں نے کئی تاہید کی غرض وہ غصہ کر رہے ہیں۔ فلیبان کو قتل کا حکم دیا۔ پادشاہ سچے میں بیٹھ رہا۔ اور ہاتھیوں کو جو بوشنگے شوق کی چیز تھی جدا کرنا اور خواہ مخواہ امیر دن میں تقسیم کرنا شروع کیا جسے اوس کا دل زرد ہوا۔ ایک دفعہ ایک پادشاہ کا ہاتھی بدست ہو کر فلیبان کے بس کا نہ رہا۔ بیرام خان کے ہاتھی کو جا مارا۔ اسپر بیرام خان نے خفا ہو کر اس فلیبان کو مار ڈالا۔ ایک وردن کا ذکر ہے کہ بیرام خان کشتی میں بیٹھا ہوا چلا جاتا تھا کہ ایک ہاتھی بدست ہو کر اوسکی طرف پکا۔ فلیبان نے اپنی بڑی اوستادی سے اوسکو روکا اور اوٹک لے لیا۔

جب بادشاہ نے یہ سنا تو فیلیان کو باندہ کر بیرم خان کے پاس بھیج دیا۔ مگر اس نے  
کچھ رحم نہ کیا۔ اس کو بھی مار ڈالا۔ اسے بادشاہ بڑا اتردہ خاطر ہوا۔

بادشاہ اور بیرم خان کی باہم ناراضی کا اعلانیہ اظہار  
اور بادشاہ کی خود مختاری کا اشتہار

۹۶۷  
۱۵۶۰ء

بیرم خان کی مردانگی اور فرزانی مین کو کلام ہے بادشاہ کے ساتھ جو عقیدت اور  
اخلاص تھا اور سپن کوں شہر سکنا ہے مگر اب زمانہ جو اسکے ادبار کا آیا تو ایسی مستحسن  
حرکات اس سے سنبھل گئیں کہ بادشاہ بھی اس کی تند مزاجی سے اور خود مختاری  
سے عاجز ہو گیا۔ اور اندر اسی اس کی کڑی حکومت کو متحمل نہ ہوئے۔ ادھر بیرم خان  
اس کے مصاحب لی بیگ اور شیخ گداہی کنوہ بادشاہ کے مخالف ہو گئے۔ ادھر بادشاہ  
اور بعض اسکے مصاحب بیرم خان کو گرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اب سب میں  
بادشاہ کو سمجھانے والی مام نہ تھی۔ یہ عورت ہی عقل اور تدبیر اور بادشاہ کے ساتھ  
محبت میں کیٹا تھی۔ اس کی سمجھ کو دیکھنا چاہئے کہ وہ بیرم خان کی قائم مقام ہو کر  
امورات سلطنت کا نظام کرنے لگی۔ غرض کہ مین وہ تھی۔ اور باہر اس کا بیٹا اور ہم خان  
اور اس کا رشتہ دار شہاب الدین محمد تھا۔ ان سبے ملکر اندر اور باہر بادشاہ کو وہ  
نشیب و فرار سمجھا کر کہ جسے بادشاہ کا دل بیرم خان سے بالکل بھر گیا۔ بادشاہ اگر  
سنگار کے وسطے جنبا پاراوترا۔ کوئل تک آیا۔ پر خوجہ ہو کر سکندر پہنچا۔ بیرام خان  
ساتھ نہ تھا وہ اگر مین تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سنگار مین بادشاہ کو بیرم خان سے

۹۶۷  
۱۵۶۰ء  
بیرم خان کی مردانگی اور فرزانی مین کو کلام ہے بادشاہ کے ساتھ جو عقیدت اور اخلاص تھا اور سپن کوں شہر سکنا ہے مگر اب زمانہ جو اسکے ادبار کا آیا تو ایسی مستحسن حرکات اس سے سنبھل گئیں کہ بادشاہ بھی اس کی تند مزاجی سے اور خود مختاری سے عاجز ہو گیا۔ اور اندر اسی اس کی کڑی حکومت کو متحمل نہ ہوئے۔ ادھر بیرم خان اس کے مصاحب لی بیگ اور شیخ گداہی کنوہ بادشاہ کے مخالف ہو گئے۔ ادھر بادشاہ اور بعض اسکے مصاحب بیرم خان کو گرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اب سب میں بادشاہ کو سمجھانے والی مام نہ تھی۔ یہ عورت ہی عقل اور تدبیر اور بادشاہ کے ساتھ محبت میں کیٹا تھی۔ اس کی سمجھ کو دیکھنا چاہئے کہ وہ بیرم خان کی قائم مقام ہو کر امورات سلطنت کا نظام کرنے لگی۔ غرض کہ مین وہ تھی۔ اور باہر اس کا بیٹا اور ہم خان اور اس کا رشتہ دار شہاب الدین محمد تھا۔ ان سبے ملکر اندر اور باہر بادشاہ کو وہ نشیب و فرار سمجھا کر کہ جسے بادشاہ کا دل بیرم خان سے بالکل بھر گیا۔ بادشاہ اگر سنگار کے وسطے جنبا پاراوترا۔ کوئل تک آیا۔ پر خوجہ ہو کر سکندر پہنچا۔ بیرام خان ساتھ نہ تھا وہ اگر مین تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سنگار مین بادشاہ کو بیرم خان سے

جدا کرنے کا پہلے ہی سے منصوبہ تھا کیونکہ مرزا ابوالقاسم مرزا کا مران کے بیٹے کو ہمراہ لایا تھا  
 اس شہزادہ پر مفسدون کی نظر ہمیشہ پادشاہ بنانے کے لئے پڑتی تھی۔ غرض یہ کہ مرزا کی  
 عقل کا تھا۔ اب باہم انکے فرارادہ کیا کہ پادشاہ کو دہلی لے چلوں۔ وہاں پادشاہ کی  
 والدہ حضرت مریم مکانی بھی ہیں۔ اور شہاب الدین احمد وہاں کا حاکم اور سکا رشتہ دار ہے  
 ۔ وہاں جو صلاح اور مشورہ باہم ہوا اور سپر عمل ہو غرض یہ کہ سوچ سمجھ کر دسے پادشاہ  
 سے عرض کیا کہ حضور کی والدہ کی طبیعت دہلی میں علیل ہے۔ اور آپ کو دیدار کرنے  
 میثاب میں۔ یہ بہنکر پادشاہ کو تاب نہ رہی۔ وہ فوراً دہلی چلا گیا۔ اب باہم انکے اور  
 شہاب الدین احمد ایک سے دو ہوئے۔ دونوں نے بیرم خان کی طرف سے پادشاہ کے  
 کان بہرنے شروع کئے۔ باہم انکے پادشاہ کو سمجھاتی تھیں کہ پادشاہ پادشاہ نہیں ہے  
 ۔ اختیار سارا بیرم خان کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی پادشاہ بغیر اختیار کے نہیں ہو سکتا  
 کیا غضب ہو کہ پادشاہ بھی اس کے اختیار میں ہے۔ ایک پادشاہ سے کہنے لگی کہ بیرم خان  
 ہم کو زندہ کیوں چھوڑے گا۔ جو وقت اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہم حضور کو دہلی میں  
 لے گئے۔ وہ صاحب خان کی طرح پیسے پر رکھ کر بوٹیاں اوڑا گیا۔ پھر پادشاہ  
 بھی اس کا کچھ نہ کر سکے گا۔ اتنے بہتر ہو کہ حضور مجھے حج کو جانے دیں۔ یہاں حضور کی  
 بہت خدمت کر چکی ہوں۔ اب وہاں خد کے گہر میں حضور کو دعا دوں گی۔ پادشاہ بہلا  
 اس اپنی پیاری انا کو جدائی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ مگر خان بابا کے حقوق کو بھی ایک  
 دل سے نہیں مٹا سکتا تھا۔ اور اس کو معزول نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اوسنی بیرم خان کو  
 اس مضمون کا خط لکھا کہ میں دہلی میں اپنی ارادہ سے جناب مریم مکانی کی عیادت کر  
 لئے آیا ہوں اس میں شہاب الدین احمد اور ادیم خان اور باہم انکے کا کچھ دخل نہیں ہے

اور کوئٹہ ہری طرف سے اندیشہ ہر ایک تہات کا اور نہ کو لکھن پھو کہ خاطر افغانی مطمئن ہو۔ اس خط  
 کو پہنچا تھا کہ دشمنوں کی بن آئی۔ سیکرٹون چھوٹی سخی خبریں اور ہر اور ہر اور دین۔  
 جب بیرم خان پاس یہ خط پہنچا تو وہ بڑا سٹ پٹایا۔ اور اپنے دو دوستوں کے ہاتھ پر  
 عرضداشت بھیجی کہ بادشاہ کو ملی نیک خواہوں کی طرف سے کبھی اس خیر خواہ کو دل پر  
 بدی نہیں گذرتی۔ مگر اس کا کام ہاتھ پر جا چکا تھا۔ بادشاہ نے اس عرضداشت پر کان  
 نہ لگایا۔ اور لالے والوں کو قید خانہ میں بھجوا یا۔ اور مارچ ۱۸۵۶ء مطابق ۲۸ جمادی  
 الثانی ۱۲۷۴ھ ہجری کو یہ شہر جاری کیا کہ اب عنان حکومت میں نے خود ہاتھ پر لے لی ہے  
 اور اب کوئی شخص ان حکموں کی تعمیل نہ کرے جو میرے حکم اور اجازت سے جاری ہو  
 جسے ہماری اطاعت منظور ہو درگاہ والا میں حاضر ہو۔ غرض جسوقت یہ فرمان جاری  
 ہوئے تمام امیر اور منصب اربیرام خان کو چھوڑ چھوڑ بادشاہ کی خدمت میں حاضر  
 ہونے لگے۔ اور بادشاہ کی بھلائی کو تو کیا برائی کو نہیں بیرام خان کی بھلائی سے  
 اچھا جاننے لگے۔ اسکی سخت گیری اور اسکی ناخدا ترسی کے آگے بادشاہ کی  
 برائی کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے۔ اب جب بادشاہ کی ناراضگی کے یہ آثار ظاہر ہوئے  
 تو کوئی پایہ کا آدمی بیرم خان کا طرف دار نہ رہا تو اسکی آنکھیں کھلیں اور خواب  
 غفلت سے بیدار ہوا۔ اب اس تدبیر میں لگا کہ گئی ہوئی غرت کو بہر حاصل کرے۔  
 سب سے زیادہ عمدہ تدبیر اسکو یہ ہو چکی کہ بادشاہ پاس چلے۔ اور اس کے قدموں  
 میں گرے اور روئے پیٹے۔ اسلئے بادشاہ سے درخواست حاضر ہونے کی کی مخالفت  
 نے یہ منصوبہ سوچا کہ اگر وہ دلی میں آئے تو بادشاہ کو لاہور لے چلے۔ اور لاہور  
 میں آئے تو کابل کو چلیں۔ اسکی کچھ ضرورت نہ پڑی۔ بادشاہ نے خود ہی بیرام



لکھ بھیجا کہ میں تمہاری صورت نہیں دیکھنی چاہتا۔ جب یہ تدبیر بھی نہ چلی تو کچھ  
 فکر ہوئی۔ گوبندیش صلاح کار اور سکوبری صلاحین بتلاتے تھے۔ مگر اسنے کبھی  
 یہ ارادہ نہیں کیا کہ اپنے آقا کے فرزند پر تلوار اٹھائے۔ کبھی یہ سوچتا تھا کہ مالوہ  
 بنو زبہادر خان فی نہیں فتح کیا ہے۔ وہاں چلکر اسکو تسخیر کیجئے اور آرام سے  
 بسر کیجئے۔ مگر کہیں سہا و سکوتا ئید ایسی نہ ملی کہ کوئی مضروب ٹھیک بیٹھتا۔ مدت سے  
 ارادہ حج کا تھا۔ عرض اس نیت وہ ناگور کی طرف چلا۔ کہ وہاں سے گجرات ہوتا ہوا  
 مکہ معظمہ کو جائے۔ جب بیانہ میں پہنچا تو ابوالمعانی اور محمد امین دیوانہ کو چھوڑ دیا  
 اگرچہ ظاہر میں اونسے یہ کہہا کہ بادشاہ پاس جاؤ۔ مگر دل میں ضرور یہ خیال ہوگا  
 کہ ایسے فتنہ پرداز اور شورما گیزوں کے چھوڑنے سے ملک میں فساد برپا ہوگا جب  
 یہ ناگور کی طرف روانگی کی خبر دلی میں پہنچی۔ تو ہاہم الملک نے بادشاہ سے عرض کیا  
 کہ بیرام پنجاب کو فتح کر سکے لیڈروانہ ہوا۔ اکبر نے اپنے استاد عبداللطیف کے ہاتھ یہ  
 بیغام کھلا بھیجا کہ اے میرخان بابا تیرے حقوق خدمت اور حقائق عقیدت سب  
 میرے دل پر نقش ہیں۔ میں لڑکا تھا اس سبب سارے مہات ملکی اہتمام اور نظام  
 تھا۔ اے سپرونتا جو اب تک تم نے چاہا کیا۔ میں نے اس میں کچھ دخل نہ دیا۔ اپنی  
 سروسکار میں مصروف رہا۔ اب میلارادہ ہے کہ خود جہا بنانی اور عدالت گستری  
 کروں۔ اب تم جیسے خیر خواہ خرمند کو چاہئے کہ دنیا سے دل وٹھا کر سید ہے  
 بیت الد کو چلے جائے۔ یہ تمنا تمہاری مدت ہے۔ ہندوستان کے پرگونوں میں  
 جہاں جاہئے اور جقدر چاہئے جاگیر لے لیجئے۔ اور اسکے محاصل کو اکہوا کر فضل فضل  
 سال سال اپنے پاس منگالیجئے۔ جب یہ پیغام مغولی میر عبداللطیف نے بیرام خان سے کہا

تو بہت بخوشی سننا۔ اور ناگوں پہنچ کر تمام علم اور نقارہ اور باہمی مراتب غرض سب  
توزک وزارت پادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور آپ تنہا گیا چند رفیق ساتھ  
کچھ سامان موجود نہ تھا وہ عوام الناس میں سے ایک شخص معلوم ہوتا تھا۔  
اب مولانا پیر محمد خان ناصر الملک جو بیرم خان کے ماری ہوئے گجرات میں بیٹھے ہوئے تھے  
ہو اکے موافق ہونے کی راہ بغیر بیت اللہ دیکھ رہے تھے۔ وہ ہوا تو نہ موافق آئی۔ مگر  
اور ہی ہوا اور ناگوں پادشاہ پاس آئی یہاں اور کھاڑا استقبال ہوا۔ بدستور ناصر الملک کا  
خطاب ملا۔ اور بہت سی سپاہ سپرد ہوئی کہ وہ بیرم خان کو سندھ وستان سے باہر حج  
کے لئے روانہ کرے۔ اب پادشاہ جو خود پنجاب کے ارادہ سے چلا تھا وہ ہجرت میں پہنچ کر  
واپس چلا آیا۔

### بیرم خان کی بغاوت و وفات

اب بیرم خان کو ناگوں سے گجرات جلنے میں مال دیو حاکم جو دہ پور کا اندیشہ تھا۔ اس لئے  
وہ بیکانیر میں گیا۔ کلیان رائے اور اوسکے بیٹے رائے سنگھ دروسکی بڑی خاطر داری کی  
یہاں چند روز آرام کیا جب اوسکو یہاں یہ خبر لگی کہ اوسکا قدیمی ملازم ناصر الملک  
فوج لے کر اوسکو سندھ وستان سے نکالنے آتا ہے۔ تو سارے بدن میں پٹنگے لگ اٹھے  
اور پہر کھلے بندوں پادشاہ سے باغی ہو گیا۔ اور پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ اور اپنی بغاوت  
کی تدبیر ان پر کوئی پردہ نہ رکھا۔ اور امراء سرحد کو لکھا کہ میں حج کو جاتا تھا مجھے معلوم  
ہوا کہ پادشاہ سے بعض سیر دشمنوں و شکایت کی۔ اور مزاج اشرف کو متغیر کر دیا  
اب میرا یہ ارادہ ہے کہ ان بد کرداروں کو کفر کردار کو پہنچا کر دوبارہ پادشاہ سے  
رضت لون۔ پہر حج کو جاؤں۔ جب یہ خبر پادشاہ کو پہنچی تو اس نے بیرم کو لکھا کہ تم کو

میرے باپ فریوریش کیا اور اس درجہ پر پہنچایا۔ تم نے بھی میری عمدہ خدمتیں کیں  
 - میرا تالیق تم مقرر ہوئے۔ میں بھی جو تعظیم اور تکریم تمہاری کی وہ کسی کی نہیں کی۔  
 بائیں بریں تک تم ہماری سلطنت مالک اور مختار بنے رہو جو نیک بد تم چاہتے ہو سکتے  
 ہے۔ میرے علم درجہ کو ملازمن اور صاحبوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتے تھے جو تم اپنے  
 ادا کرنے یا رونا اور نوکروں کے ساتھ کرتے تھے۔ امرا و بابر کی کو ذرا سے  
 قصور و ن پر تم نے مار ڈالا۔ گزین نے کسی بات میں دخل نہیں دیا۔ تمہارے قول  
 اور فعل پر اعتبار کیا۔ تمہارے ہر کام کو میں اپنی خیر خواہی سمجھتا تھا۔ جب مجھے یہ معلوم  
 ہوا کہ ایک گروہ ایسا بغاوت شعار تمہاری ساتھ ہو گیا ہے کہ اس کا ارادہ ہے کہ میرے  
 جو چند رفیق شفیق باقی ہیں ان کو بھی ٹہکانے لگا کر مجھے تنہا بے پناہ کر دیں تو میں  
 دلی چلا آیا۔ وہاں سے بھی میں تم کو متنبہ خط لکھ رہا تھا کہ کسی مصالحت کی سبب میں تمہاری  
 صورت نہیں دیکھنی چاہتا لیکن تم کو خانخانان خان بابا سمجھتا ہوں۔ اور کبھی  
 تمہاری جان اور عزت کا خواہاں نہیں ہوں۔ اب تمہاری چالیس برس کی حسین  
 پر نظر کر کے لکھتا ہوں کہ اس آخری وقت میں کیوں ملک حرامی کا کلنگا تھے برکتا  
 - مگر بیرم خان نے اسکو کچھ نہ سنا۔ تھوڑی بہت جمعیت ہم پہنچا کر بغاوت کا سنگام  
 برپا کر دیا۔ اور پنجاب پر چڑھ گیا۔ بادشاہ نے اول میٹھس لدین خان آکر کے ہمراہ  
 سپاہ روانہ کی۔ اور پھر خود دہلی عبدالمجید خان کو سپرد کر کے روانہ ہوا۔ جگہ جگہ  
 فوج بھیج کر ناکہ بندی بیرم خان کے واسطے کر دی۔ جب بادشاہ جلد ہی میں پہنچا۔  
 تو منعم خان حاکم کابل بھی بادشاہ سے آکر ملا۔ بادشاہ کی فوج نے پرگنہ راہون کے  
 ایک گاون میں بیرم خان کو شکست فاحش دی۔ وہ بہاگ کر کوہ سواک میں چلا گیا

اہم بہت سے اوسکے دوست اور عزیز اس لڑائی میں کام آئے۔ اس بخت کو یہ نہ  
 معلوم تھا کہ اوسے لڑنے کے واسطے خود پادشاہ ایسی توجہ کرے گا۔ کہ کوہ سواک میں  
 ہی اوسکا چھپانہ چھوڑ گیا۔ یہاں کاراجہ کو بند چنڈ تھا۔ اوسکے ہاں بیرام نے چند روز آرام  
 کیا۔ پادشاہ کی فوج نے آگے بڑھ کر بیرام خان کے آدمیوں کو مارا۔ پادشاہی فوج میں سے  
 سلطان حسن خان شیر بھی مارا گیا۔ اوسکا سر بیرام کے پاس جب آیا۔ تو اوسکا دل بہا  
 ۔ اور اوسنے چلا کر کہا کہ میری جان اس قابل نہیں ہے کہ اوسکے بچانے کے واسطے  
 ایسے شخص کا یون سر کٹے۔ غرض اب ہوش میں آیا۔ سارے اپنے خیالات کو بھولا  
 ۔ اور اپنے معتبر ملازم جمال خان پادشاہ پاس بھیجا۔ اور عفو تقصیر کا خواہاں ہوا۔  
 پادشاہ نے بڑا لطف و کرم کیا کہ اوس کی سب تقصیرات معاف کر دیں۔ اور  
 اپنے امیروں کو اوس پاس اطمینان کے واسطے بھیج دیا۔ ماہ ستمبر ۱۰۷۹ء مطابق  
 محرم ۱۰۸۰ء کو خانخانان پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پادشاہ نے بدرجہ  
 غایت انسانیت اور اہمیت یہہ کی کہ خیمہ کے پاس جب خانخانان آیا۔ سب امرا  
 کو اوسکے استقبال کے واسطے حکم دیا۔ جب وہ خیمہ میں آیا تو پادشاہ کے پیروں پر  
 سر کو رکھ کر خوب رو دیا۔ پادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے اوسکا سر اٹھایا۔ اور  
 اپنے رومال سے اوسکے آنسوؤں کو لوچھا۔ پھر خلعت مرحمت ہوا۔ اور یہ  
 زبان سے فرمایا کہ اگر سپاہ گری کی طرف میل ہو تو میں کاپی اور چندیری کا  
 صوبہ عطا کرتا ہوں۔ اگر مصاحبت کا شوق ہو تو اپنی مجلس میں مصاحب  
 مقرر کرتا ہوں۔ اگر حج کی تمنا ہو تو میں وہاں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔  
 مگر بیرام خان عاقل تھا۔ معاملہ دانی میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ اوسنے عرض کیا

کہ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ یہی تمنا ہے کہ حج کو جاؤں وہاں حضور کے  
جاہ و جلال کے لئے دعا مانگوں۔ پچاس ہزار روپے بادشاہ نے دے دیے۔ اور  
منقول و طبقہ اسے مقرر کیا۔ اور حج کو روانہ کیا۔ گجرات کا راستہ لیا۔ مین  
وہ پہونچا۔ یہاں حیدر وزیر قیام کیا۔ جہاں ٹھہرا وہاں کی سیر ضرور کرتا۔ یہاں  
ایک مالاب کی سیر کو کشتی میں گیا۔ کشتی سے اوتر ہی تھا کہ ایک پٹھان مبارک  
خان لوہانی نے جکے باپ کو بیرام خان نے اپنے ہاتھوں سے مارا تھا اب اسے  
خانخانان کو مار ڈالا۔ شہید شد بیرام اس شہادت کی تاریخ ہے۔ جب بادشاہ  
نے یہ سنا تو اپنے خان بابا کے تین برس کے بابر ز عبد الرحیم کو اپنے پاس بلایا  
۔ لڑکپن میں اسکو مرزا جانی کا خطاب دیا۔ اور تعلیم و تربیت کر کے بڑی عمر  
اسکو دوسرا خانخانان بنایا۔ عرض جب بیرام دنیا سے اٹھ گیا۔ اکبر شاہ  
بذات خود جہانداری میں مصروف ہوا۔

### نوجوان بادشاہ کی مشکلات

اٹھارہ برس کی عمر اور یہ سلطنت کا بہاری بوجہ اٹھانا اسی کا کام تھا۔ خدا  
نے عجب عقل و فہم و باغ میں اور خوبیاں دل میں اور روز و قوت چستی و جلال کی  
جسم میں اسکو عطا کی تھیں۔ اگر اس کے سوانح عمری اول سے آخر تک خیال کیجے  
تو ہر یک بات انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ پیدا ہوا تو اسوقت کہ باپ کن بلاؤں  
اور آفتوں میں مبتلا تھا۔ پلا تو چچا کی قید میں جو باپ کی جان کا دشمن تھا۔  
ٹرکین میں کہیل کہیل تو یہ کہ بدست ہاتھوں کو سدا تا اور انکو لڑاتا۔ اور اگر  
گرتا تو بہر چڑھنے سے نہ ڈرتا۔ شیروں کے سکار تلوار سے کرتا۔ پھر دس بارہ برس کی

عمر میں باپ کے ساتھ لڑائیوں میں نام پیدا کیا۔ اب بڑا خان جیسے وزیر سے  
 سب اختیار سلطنت کو چھین لیا۔ غرض خواہ اوسکے سپاہیانہ کام دیکھئے خواہ  
 اوسکے نظام ملکی کی تدابیر پر خیال کیجئے ایک شان کبریائی نظر آتی ہے۔ اگر اگر کی  
 ذات میں یہ سب صفات جمع نہ ہوتیں تو خاندان تیمور کی سلطنت جمہنی ہندو  
 میں ناممکن ہوتی۔ اوسکو بعض مشکلات بہ نسبت اوسلمان خاندانوں کے زیادہ تر  
 نہیں۔ پہلے جن مسلمان خاندانوں نے یہاں حکومت کی انہوں نے اپنے وطن  
 مالوفہ سے تعلق نہیں چھوڑا۔ انکی آمد و رفت اپنی زبردست قوموں کے ساتھ  
 برابر رہی۔ غرضین وغور کے خاندانوں کا ملک اور دار السلطنت ہندوستان سے  
 متصل تھا۔ غلاموں کے خاندان کی سلطنت میں برابر انکی قوموں کی آمد و رفت  
 جاری رہی۔ مگر خاندان تیمور اس اعتبار سے ضعیف اور کمزور تھا۔ اور اوسکی  
 بنیاد کو استحکام نہ تھا۔ نہ تو وہ کوئی اپنا وطن رکھتا تھا۔ نہ کسی زبردست قوم کے  
 ساتھ رشتہ اتحاد رکھتا تھا۔ غرض کوئی امید اس بات کی نہ تھی کہ اگر  
 ہندوستان میں براقت آئیگا تو ہم وطن اوسکی امداد کریں گے۔ یا کوئی اور زبردست  
 قوم اوسکے ہمراہ ہو کر اوسکا قدم آگے بڑھوا دینگے۔ کوئی سرمایہ اوسکے پاس ایسا  
 نہ تھا کہ مصیبت کے وقت کام آتا۔ اس خاندان کے سپاہ میں جو سپاہی تھے وہ  
 مختلف ممالک متوسطہ ایشیا کے رہنے والے تھے۔ فقط غنیمت کی امید پر جمع ہو گئے تھے  
 اور جو سپاہ کے سردار اور فوجی تھے وہ کچھ اسپہین ناتہ رشتہ نہ رکھتے تھے نہ ایک  
 خاندان کے تھے۔ فقط ملکوں کے فتح کرنے اور اپنی قسمت آزمائی کے لئے ساتھ تھے  
 ۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا تو وہ اوسکے ٹکڑے کر کے اسپہین تقسیم کرنا چاہتے تھے

اس خاندان کی سلطنت کے قیام اور استحکام میں کوشش نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اسکا  
تجربہ سہا یون کے عہد میں ہو چکا تھا کہ اس کے ساتھ سے یہ سردار کیسے جلد جدا ہو گئے  
۔ اور بات کی بات میں وہ ہندوستان سے نکال دیا گیا۔ اور پہر کوئی اپنے وطن اہل وطن  
کی جماعت ایسی نہ لاسکا کہ ہندوستان کو لے لیتا۔ یہ تو بیرام خان ہی کے ہاتھ کو  
خدا نے قدرت دی تھی کہ اس نے ان سب مختلف سرداروں کو ایسی بندش سے  
جکڑ رکھا تھا کہ ان کا نکلا دشوار تھا۔ جو وقت وہ نہ پایا یہ بندش ٹوٹتی ہوئی اور  
اکبر کو وہ دقیق افسروں کے معاملات کی پیش آ میں جو اس کے باپ کو آئین تہنیں  
۔ مگر اپنی تدبیر صحت سب کا علاج کر لیا۔ اب ملکوں کی فتح میں سرداروں کی بغاوت  
کا بھی بیان کرینگے جسے یہ مضمون طالب علم سمجھ جائینگے۔ مگر ہم سرداروں  
کی بغاوت کا جدا مضمون نہیں لکھینگے۔

**اکبر کا منصوبہ سلطنت کی دوبارہ حال کر اور اسکی استحکام کا**  
اول اکبر اس اپنے خاندان کی ضعیفی کو سمجھتا تھا۔ دوم خدا نے اس کا دل پاک صاف  
بنایا تھا۔ ان دونوں باتوں نے اسکو سمجھتا تھا اس کام میں مصروف کیا کہ اس  
وسیع سلطنت کو سب قوموں کو ایک گردہ بنا دوں اور خود اسکا سر گردہ بن جاؤں۔  
اس لئے اس نے صلح کل کا مذہب اختیار کیا۔ شیعہ سنی ہندو مسلمان یہود و نصاریٰ  
سب اس کے نزدیک برابر تھے۔ کوئی عمدہ عہدہ نہ تھا جس پر ہندو ممتاز نہ تھے۔ اور  
مسلمانوں میں ہر فرقے کے آدمی بقدر لیاقت اپنے چھوٹے بڑے عہدے رکھتے تھے  
۔ مذہب اور نسل اور خاندان کا خیال اسکو نہ تھا۔ غرض اس صلح کل کے مسلک  
نے سب ملازموں کو بادشاہ کی خیر خواہی میں متفق کر دیا۔ اس منصوبہ کی تکمیل

ایک عرصہ دراز چاہئے تھا مگر سردست جوان منصوبوں کو اونٹے سخت کام سلطنت کے لئے سوچا وہ ضروری اور لابدی تھے +

اول۔ سب امراء اور ملازمین کے دل میں اپنا وقار پیدا کرے اور اون پر افتدار حاصل کرے +

دوم۔ جو ملک پہلی سلطنت کو قبضہ و تصرف سے باہر نکل گئے ہیں اون کو دوبارہ حاصل کرے +

سوم۔ انقلابات عظیم کے سبب جو ملک کو نظم و نسق میں خلل پڑ گئے ہیں اونکو درست کرے +

جو ملک پہلی سلطنت کے نکل گئے تھے اور ان کا ہاتھ نہا  
قلعہ گوالیار ۱۵۵۹ء  
۹۶۵

قلعہ گوالیار میں سلطان محمد شاہ عدلی کی طرف سے اسکا غلام حاکم تھا۔ جب اگرہ اکبر کا تسلط ہوا تو حبیب علی سلطان اور قیا خان نے اس قلعہ کو گھیر لیا۔ اور کچھ دنوں میں اسکو فتح کر لیا۔

مالوہ کی فتح ۱۵۶۱ء  
۹۶۸

شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت میں مالوہ کی حکومت شجاعت خان کو سپرد کی۔ یہ نہ سردار خاص دیکھے خیل کا تھا۔ جب وہ مر گیا تو باز بہادر اسکا بیٹا جانشین ہوا وہ جوانی کے نشہ میں ایسا مت ہوا کہ کاروبار سلطنت سے غافل ہوا۔ رعایا کا حال تباہ ہونے لگا۔ بادشاہ نے یہ سنکر اگرہ سے بہادر خان کو ۱۵۵۹ء مالوہ فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ گیچ میں ہیرام خان کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اسلئے خانخاں نے اسکو



سیرپی سے الٹا بلالیا۔ اب ۱۵۶۸ء میں پہلے سے بہت زیادہ لشکر بڑے زور شور  
 کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا۔ اور ادھم خان کو کا کو سپہ سالار بنایا۔ باز بہادر سواران  
 میں تھا۔ جب دس کوس لشکر شاہی رہا۔ تو وہ خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور  
 اور شہر سے نکل کر دو کوس پر ایک مقام لڑنے کے واسطے مستحکم کیا۔ اور ادھم خان لڑا  
 اور شکست فاحش پائی۔ خاندیس اور برہان پور کی طرف بھاگ گیا۔ تمام مال سپاہ  
 اور اہل عیال بادشاہی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ باز بہادر کو گانے اور ہندی کہت  
 بنانے میں کمال تھا۔ وہ شب و روز ایسے کام میں بسر کرتا۔ بڑی گویا عورتیں جن  
 اسے جمع کی تھیں۔ جب یہ لڑائی ہوئی تو ہندوؤں کی طرح اس نے اپنی ان بیویوں  
 اور حرموں اور گانیوں پر سپاہی متعین کئے کہ اگر معاملہ دگرگون ہو تو ان سب کو  
 تلوار سے مار ڈالیں تاکہ ننگ و ناموس میں فرق نہ آئے۔ روپ متی اور سکی ایک مشفق  
 تھی کہ اس کے حق کی دہم تھی۔ ہندی زبان میں شعر خوب کہتی تھی۔ باز بہادر اس پر  
 نہایت فریفتہ تھا۔ وہ ادھم خان کی قید میں آئی۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ منت  
 سماجت سے عصمت نہیں بچ سکتی۔ تو اس نے ادھم خان کی ملاقات کا ایک وقت  
 مقرر کیا۔ اور اس وقت وہ خوب بن سنور کر پلنگ پر لیٹی۔ اور نہر کہا لیا۔ جب  
 ادھم خان پلنگ کے پاس آیا تو اس نازنین کو بستر مرگ پر آرام کرتے ہوئے دیکھا۔  
 ادھم خان نے اس فحیح کا حال بادشاہ کو لکھا۔ مگر مال سباب سب خود مضحک کیا۔  
 حسین عورتوں کو اپنے پاس رکھا۔ کچھ ہاتھی بادشاہ پاس بھجوا دئے۔ اس  
 حرکت سے بادشاہ ناراض ہوا۔ ۲۱۔ شعبان ۹۶۸ھ کو خود بادشاہ مالوہ کی جانب  
 روانہ ہوا۔ اور قلعہ گا کروں کے پاس پہنچا۔ اس نے اس کے سامنے کرینچا حکم دیا۔

طرح حکم قلعہ نے اطاعت اختیار کی۔ یہ بادشاہ یہاں سے سازنگ پور کی طرف چلا۔  
 وہاں اتفاق سے ادھم خان سازنگ پور سے گا کروں کے تسخیر کے ارادہ سے آتا تھا۔  
 اسکو مطلق خبر نہ تھی کہ بادشاہ اوسکے سر پر آگیا ہے۔ باہم اٹکے اوسکی والدہ نے بادشاہ  
 کی روانگی کی اطلاع کے واسطے ایک قاصد تیز رو روانہ کیا تھا۔ مگر بادشاہ اس قاصد  
 سے پہلے پہنچ گیا۔ غرض جبوقت ادھم خان نے بادشاہ کو دیکھا تو آنکھیں کہیں  
 اور سوار اسکے کوسئی چارہ نہ تھا کہ رکاب پر بوسہ دے۔ اور خطا معاف کرائے۔ بادشاہ  
 نے عفو تقصیر کیا۔ اور اوسکے مکان میں اوترا۔ اور رات کو سویا۔ ادھم خان کو یہیں  
 سونے پر اپنی بدگمانی سے کچھ اور گمان ہوا۔ آخر کار جو کچھ مال و حساب اور حسین  
 عورتیں مالوہ کی لڑائی میں حاصل ہوئی تھیں بادشاہ کے پیش کش کیں۔ بادشاہ  
 چند روزہ کراگرہ چلا آیا۔ ادھم خان کی جگہ مولانا پیر محمد خان ناصر الملک حاکم مالوہ  
 مقرر ہوئے۔ یہ مولانا کبر شاہ کے اوتھا دتے۔ مگر معلوم نہیں اُنکو کس لیاقت  
 کے سبب یہ منصب نصیب ہوا تھا۔ پڑھنا لکھنا آتا ہوگا۔ فن سپہ گری سے تو بالکل  
 بیگانہ تھے۔ غرض انہوں نے آسیر اور برہان پور کے ملکوں کی فتح کر نیجا ارادہ کیا  
 ۔ اور بچے گٹھ کے قلعہ کو جو اس ملک میں مشہور تھا فتح کر کے لے لیا۔ اور سب اہل قلعہ  
 کو قتل کیا۔ پھر خاندیس کے مشہور قلعہ آسیر پر دیا، و نزدیک سے عبور کر کے آئے۔  
 راہ میں دہات اور قریات کو بوجہ غارت کر کے چلے آئے۔ اور برہان پور میں پہنچے۔ اور  
 آسیر کو بھی لے لیا۔ قتل عام کا حکم دیدیا۔ سیکڑوں سیدوں اور مغلوں اور مولوں  
 اور شیخوں کا اپنی آنکھوں کے سامنے ٹکڑا دیا۔ باز بہادر بھی یہیں کہیں چھپا ہوا  
 تھا۔ اوسنے اور آسیر اور برہان پور کے حاکموں نے باہم اتفاق کیا۔ اور مولانا پیر

ایک حملہ بڑی فوج سے کیا۔ مولانا سے یہ حملہ سنبھل نہ سکا۔ وٹھے پاؤں ماندو کی طرف بھاگی۔ راہ میں دریاؤں و نردبان کے اندر ہمارے ہون سمیت غریب فدا ہوئے۔ طریقہ کار یہہ لطیفہ کہا کہ پانی میں فی النار ہوئے۔ مالوہ پر باز بہادر کا قبضہ ہو گیا۔ ماندو میں بھی دشمنوں نے چھپاؤں دیا۔ مغلوں کے پیر یہاں بھی نہ تھے۔ پادشاہ پاس دوڑے آئے۔ ۹۶۹ھ میں پادشاہ نے عجلہ خان اورنگ حکم کا بیوی کو باز بہادر کے قتلہ دفع کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اس سال کے آخر میں مالوہ کے اندر داخل ہوا۔ باز بہادر نے اپنی سکت سامنے ہونے کی نہ دیکھی۔ کھیل میز کے چاروں میں چلا گیا۔ ایک سچاہ اوسکے تعاقب میں گئی۔ وہاں سے بھاگ کر رانا اودے سنگھ کا دامن پکڑا۔ یہہ راجا راٹو راج کرتا تھا۔ پیر یہاں سے بھی وہ گجرات میں چلا گیا۔ اور بہت جگہ حیران پیر کیا۔ بہت سی پریشانی اور سرگردانی اڑھا کر پادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ پادشاہ نے کچھ دنوں اوسے قید میں رکھ کر چھوڑ دیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس رہائی کی روح نے اوسکی قید جسم سے رہائی پائی۔ اب عجلہ خان اورنگ کے دل میں بھی پادشاہ سے بغاوت اختیار کر چکی دل میں آئی۔ پادشاہ شکار کھیلنا کھیلنا ماندو میں آیا۔ پہلے سے بعض سرداروں کو بھیجا کہ عجلہ خان کو مٹلن کر دیں۔ کہ وہ اپنے اعمال سے خائف ہو کر گمراہ نہ ہو۔ مگر اسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ جب پادشاہ ماندو میں داخل ہوا تو وہ بھاگ گیا۔ پادشاہ نے اوسکے تعاقب میں لشکر بھیجا۔ وہ پادشاہی لشکر سے کئی دفعہ لڑا۔ اور نہ ہمت اڑھا کر بھاگا۔ اور راہ میں بڑی مصیبتیں اڑھائیں پادشاہی لشکر نے اوس کا بیچا نہ چھوڑا۔ آخر کار وہ حاکم گجرات چنگیز خان پاس چلا گیا۔

## ممالک شرقیہ کی فتوحات اور امراء اکبری کی بغاوت و فسادات

ان چند برسوں میں علی قلی خان نے ممالک شرقیہ میں فتوحات عظیم افغانوں پر حاصل کیں۔ پہلے لکھنچکے میں کہ خان زمان حدود سنہل میں قلعہ مقرر ہوا تھا۔ اوسنے یہاں کے سب متروکین کو شکست دیکر لکھنوتنگ ملک کو مطیع کر لیا۔ جن خان چچکونی ایک مشہور زمیندار تھا۔ جسوقت اوسنے دیکھا کہ بادشاہ قلعہ مان کو طے فتح میں لگا ہوا ہے۔ اوسنے سرکار سنہل میں غدر مچانے کا ارادہ کیا۔ جب خان زمان کو یہم ارادہ فاسد اوسکا معلوم ہوا۔ وہ لکھنویں لڑنے کیواسے چڑھ گیا۔ اس پاس بتیں ہزار لشکر تھا۔ اور اس پاس کل چار ہزار۔ مگر اوسکو فتح حاصل ہوئی۔ اور بے شمار غنیمت ہاتھ لگی۔ ایک اور لڑائی جو پور میں غوریوں سے لڑا۔ سلطان بہادر نے اپنا سیکہ اور خطبہ بنگال میں جاری کیا تھا۔ وہ میل ہزار سوار لیکر جو پور پر چڑھا۔ اور خان زمان کو شکست دی۔ مگر بہر خان زمان نے تھوڑے آدمیوں سے اوسپر حملہ کیا اور سچ بائی۔ اور سقد غنیمت حاصل کی کہ سپاہ مالا مال ہوئی۔ محمد خان بنگالی کے بیٹوں کے ساتھ لڑ کر جب عادل شاہ مار گیا تو اوسکا جانشین قلعہ چنار میں شیر شاہ ثانی ہوا۔ اب وہ بہت سی سپاہ لیکر جو پور کی طرف اس امید پر چلا کہ جو ملک ہاتھ سے نکل کر دشمنوں کے اختیار میں چلا گیا ہے اوسکو دوبارہ حاصل کرے۔ یہاں خان زمان نے شکر قلعہ جو پور کو مستحکم کیا۔ اور اس پاس کے سب داروں کو بلالیا۔ اور شیر شاہ ثانی سے خوب لڑا۔ اور اوسکو ہکا دیا۔ قلعہ چنار پر فتو نامی ایک شخص قاضی ہو گیا

اوسنے یہ قلعہ خود بخود بادشاہی اوسمون کی نذر کیا۔ اور ارکان سلطنت میں داخل ہوا۔ اس فتح سے خان زمان خان کا ایسا مغر چلا کہ بادشاہ کو ایک لڑکھنئے لگا۔ اور اسکی قوت اور قدرت کو بے حقیقت جاننے لگا۔ اسلئے سب غنیمت کو خود ہی بچا ناجا ہا۔ اور اگستاخ اور بیباک ہوا کہ بادشاہ کو خود اوسکی گوشمالی کے واسطے آنا پڑا۔ کچھ ابھی پہلے دن باقی تھے کہ وہ اپنے بہائی ہمیت بادشاہ کی خدمت میں کڑہ مانک پور میں حاضر ہو گیا۔ غنیمت کا سبب اسباب حوالہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۵۹۱ء کا ہے۔

۱۵۹۱ء میں سلیم شاہ کو بیٹے آواز خان کو سردار بنا کر مہانوں نے بہرہ لوٹھا۔ اور ملک بہار پر اور بعض اور پر گنوں پر جو خان زمان کے تحت و تصرف میں تھے قبضہ کیا۔ ہوقت بعض سردار اکبر کی طرف سے خان زمان پاس اس نظر سے آگئے تھے کہ اوسکو سمجھا کر بغاوت سے باز رکھیں۔ افغانوں نے خان زمان کو شکست دے ہی ہوئی اگر یہ سردار اوسکی حمایت نہ کرتے غرض آخر کو خان زمان فتحیاب ہوا۔ اور افغان بہاگ گئے۔ عبداللہ خان ازبک کی گرفتاری کے واسطے بادشاہ نے سخت تدبیریں کیں تو سارے ملک میں بیٹہ شہور ہو گیا کہ بادشاہ کو ازبکوں سے عداوت ہو گئی ہے۔ اس سبب ازبک سردار سب جگہ شورش اور فساد برپا کرنے لگے۔ سکندرخان ازبک و ابراہیم خان ازبک نے جو جو پور کے سرداروں میں جاگیر دار تھے ایک آفت برپا کی۔ اور علی قلی خان زمان اور بہادر خان یہہ دونو بہائی سستانی تھے۔ مگر بغاوت برپا کرنے میں ازبکوں کے بہائی بن گئے۔ آصف خان نے بھی بغاوت پر کمر باندھا۔

غرض ہزاروں باغیوں کا ہجوم ہو گیا۔ پادشاہ چکا بیٹھا ہوا یہ سیر دیکھا کیا۔  
 اول اونے یہ چاہا کہ اگر یہ سب آشتی سے برسرِ راہ آجائیں تو اچھا ہے۔ مگر  
 جب یہ گمراہ یوں راہ پر نہ آئے تو پہنلو اور بے کام چلانا پادشاہ نے شروع کیا۔  
 بعض سرداروں کو اونکے دفع دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر اونسے کچھ نہ ہو سکا  
 بعض اونین سے خود باغیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔ جب پادشاہ کو یہ حال  
 معلوم ہوا تو اول منعم خان خانخاناں کو ایک فوج حرا کے ساتھ روانہ کیا کہ قنوج پر  
 دریا سے عبور کر کے باغیوں کو روکے۔ اور وہ خود بھی چند روز کے بعد ۹۷۳  
 ۱۵۴۴ء میں روانہ ہوا۔ قنوج میں منعم خان سے ملا۔ یہاں دس روز تک قیام رہا۔  
 سکندر خان کی یہ خبر آئی کہ وہ لکھنؤ میں ہے۔ پادشاہ نے بڑی محنت اور شقت  
 سے رات کو دریا سے عبور کیا اور صبح کو سکندر کے لشکر کے سامنے جا پہنچا۔ سکندر  
 یہم دیکھتے ہی لکھنؤ سے بھاگا۔ پادشاہ کے گھوڑے بہت تھکے ہوئے تھے اسلئے  
 تعاقب نہ ہو سکا۔ وہ صاف نکل گیا اور خان زمان اور بہادر خان سے جا ملا۔  
 پادشاہ کے حکم سے آصف خان پانچ ہزار سوار لیکر برہنہ پر خان زمان سے لڑنے  
 کے لئے گیا۔ مگر یہ کچھ لڑا اٹھ اٹھیں وہاں سے اپنی جاگیر گڑھ میں بھاگ گیا۔  
 اب پادشاہ نے منعم خان کو اوسکی جگہ بھیجا۔ خان زمان نے بہادر خان اور  
 سکندر خان کو دواہ میں روانہ کیا کہ وہاں جا کر حسد برپا کریں۔ پادشاہ نے  
 میر مغر الملک مشہدی کو اونکے دفع کے واسطے روانہ کیا۔

منعم خان اور خان زمان کی کسی زمانہ کی بڑی دوستی تھی۔ اسلئے اونین آپس میں  
 لڑائی نہیں لڑی۔ بلکہ صلح کے نامہ اور پیغام ہوئے۔ آخر یہ تھک کر علی قلیخان

اپنی والدہ کو حاجی خان کے ساتھ عفو تقصیر کے واسطے بھیجے۔ چنانچہ وہ حاجی خان کے ساتھ بادشاہ کی حرم سلیمین آئی۔ بادشاہ نے قضاو معاف کر دیا۔ اور جو پور کی جاگیر بستور اور سکو عطا فرمائی۔ میر معز الملک و بہادر خان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ بہادر خان نے معز الملک سے درخواست کی کہ میرے بہائی نے والدہ صاحبہ کو بادشاہ پاس عفو تقصیر کے لئے بھیجا۔ وہاں سے جواب آئے کہ مجھ کو مصلحت ملے۔ لیکن میر معز الملک نے نہ سنی۔ اب بہادر خان نے حملہ کر کے بادشاہی لشکر کو شکست دی۔ اور بہت سی غنیمت اوسکے ہاتھ آئی۔ میر معز الملک بہاگ کر قنوج میں آئے۔ بادشاہ والد علی قلی خان کو جو پور جاگیر میں دیکر چار اور بنارس کی سیر کو روانہ ہو چلا۔ اب خان نے سکندر اوزبک کے بہکانے سے دریائے گنگا سے عبور کر کے غازی پور اور اوس کے اس پاس کہ بہت سی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ یہہ خنکر بہت خفا ہوا۔ اور اوسے حکم دیا کہ اشرف خان جو پور میں جا کر والدہ علی قلی خان کو قید کر لے۔ اور خود الیغار کر کے غازی پور پہنچا۔ وہاں سے خان زلمن جنگل کی طرف بہاگ گیا۔ مگر بہادر خان اور سکندر خان اوزبک اور ابراہیم رات کو قلعہ جو پور پر آن چڑھے۔ اور علی قلی خان کی ماکو خال کر لیکئے۔ بادشاہ جو پور میں آیا۔ پہر لشکر کو خان زلمن کے ہتھیار کے واسطے حکم دیا۔ مگر خان زلمن نے عفو تقصیر کی درخواست کی بادشاہ نے پہر سپر عمل کیا کہ مصرعہ۔ در عفو لادیت کہ در مقام نیست + بہادر خان کو بادشاہ بہائی کہتا تھا۔ خان زلمن کو بھی کسی زمانہ میں بڑا دوست سمجھتا تھا۔ علی قلی خان نے بعض کیا کہ ہوقت خجالت اور مذمت کو سبب منہ نہیں دکھا سکتا۔ حضور کی محبت مبارک میں اگر وہ کے اندر بہائی سمیت حاضر ہو گا۔ بادشاہ اگرہ چلا آیا +

مگر علی قلی خان خود حاضر نہ ہوا۔ اور جب بادشاہ کو دیکھا کہ وہ رفع فساد کے واسطے  
 پنجاب گیا ہوا ہے تو پھر علی قلی خان اور بہادر خان اور سکندر خان اور ابراہیم خان  
 نے سازش کر فساد عظیم برپا کیا۔ اور آپس میں یہ ہنسی کہ سکندر اور ابراہیم تو ماسخ  
 کو تاخت و تاراج کرے۔ اور علی قلی اور بہادر خان کوڑہ مانک پور شورش برپا کرے۔  
 جو امر اریہاں ملک کی حفاظت کو واسطی بادشاہ کی طرف سے مقرر تھے ہر چند انہوں نے  
 حفاظت میں کوشش کی۔ مگر کارگر نہ ہوئی۔ قلعوں میں محصور ہو کر گھر گئے۔ سید  
 یوسف مشہدی کو قلعہ شیر گدہ میں مجنوں خان قاتل کوڑہ مانک پور میں خان زان نے  
 گھیر لیا۔ اب بادشاہ نے پورا ارادہ کیا کہ اس بغاوت کے خاتمہ کو جڑ سے اکھڑ  
 کر پھینکے۔ بادشاہ اول پنجاب اگرہ میں آیا۔ یہاں سے بہت سی سپاہ لیکر  
 اور ہاتھی لیکر جو نپور طرف روانہ ہوا جب راکرلی میں آیا۔ تو سنا کہ علی قلی خان  
 کا ارادہ ہے کہ وہ دریا سے عبور کر کے مالوہ میں سلطان مرزا وغیرہ باغیوں سے جا ملے  
 اسلئے بادشاہ راتوں رات دریا سے عبور کر کے کوڑہ مانک پور میں آیا۔ اور اپنے  
 سرداروں سے جو یہاں گھرے پڑے تھے ملا۔ علی قلی خان اور بہادر خان رات بہر  
 شہر میں اوڑائیں اور ناچ دیکھے۔ بادشاہ کے آنیگا لمان بھی نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ  
 شاہی کی صدا ان کے کان میں آئی۔ تو کان کھڑے ہوئے۔ اور میدان جنگ میں  
 لڑنے آئے۔ خوب لڑائی ہوئی اور بادشاہ خود لڑنے گیا۔ علی قلی خان کے ایک  
 تیر لگا۔ اور پھر دوسرے۔ وہ ہاتھی سے گرے۔ اور ایک ہاتھی نے پیروں تلے کھل ڈالا۔  
 بہادر خان زندہ پکڑا آیا۔ اسے بادشاہ نے کہا کہ میں نے آپ کا کیا کیا تھا کہ جو یہ  
 ملواری مجھ پر آپ نے کبھی۔ کچھ اور جواب اس کو نہ دامت اور حجالت کے سبب نہ آیا۔



اور یہہ اوسنے کہا کہ احمد لکھ کہ اس آخری وقت میں اوس پادشاہ کا دیدار نصیب  
 جسکی ذات گناہوں کی مٹانی والی ہے۔ پادشاہ کی مروت نے اس حالت میں یہی  
 قتل کی اجازت نہ دی۔ مگر علی قلی خان کا قتل ہونا ابھی تحقیق نہ ہوا تھا۔ مسلم اور  
 امیروں نے اوسے قتل کر ڈالا اور بہر اور بڑے بڑے باغی پکڑے آکر۔ اور ہاتھوں  
 پیروں تلے کچلوائے گئے۔ غرض یہہ ایک فتح عظیم ۱۰۶۷ھ میں حاصل ہوئی۔  
 فتح اکبر اوسکی تاریخ ہوئی۔ جو ہسی پریاگ اور بنارس کی سیر کر کے اگرہ

میں پادشاہ چلا آیا۔  
 آصف خان کا ملک گدہ یہہ کا فتح کرنا اور پادشاہ سے بغاوت  
 ۹۷۱ھ جلوس ۱۵۶۴ھ

گدہہ کیتنگہ کڑہ مانک پور اور لکھنؤ کے فضائیاں ایک وسیع قطعہ ہے جس میں قوم گونڈا آباد  
 تھی۔ اور صحرائی اور خوشی باشندوں سے آباد تھا۔ ستر ہزار گائوں اور زمین تھے جو  
 وہاں کر اجدہانی تھی۔ ہوقت یہہ ملک مسلمان پادشاہوں کے ہاتھ  
 نہیں آیا تھا۔ عبد الحمید خان آصف خاں جب کڑہ مانک پور میں حکم ہوا۔ تو اوسنے  
 اس ملک کو فتح کرنیکا ارادہ کیا۔ ہوقت یہاں کاراجد دیپ مر گیا تھا۔ اوسکا بیٹا  
 پانچ برس کا جانشین ہوا۔ اور اوسکی مادر گادتی سارے کاروبار سلطنت کی منتظر  
 ہوئی۔ یہہ رانی بھی شجاعت اور دانائی میں عورتوں میں اپنا جواب نہ رکھتی  
 تھی۔ سارے کام جو ان مردوں کے سے کرتی تھی۔ گھوڑے پر چڑھتی شکار کھلتی  
 اور شیر و فکرمارتی۔ جب آصف خان نے اس ملک کا خوب حال دریافت کر لیا۔  
 تو وہ بہت سا لشکر لیکر چڑھ گیا۔ رانی بھی بڑے ٹہاٹھ سے لڑنے آئی۔ دونوں

لشکرون میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ رانی ہاتھی پر سوار میدان جنگ میں موجود تھی۔ اتفاق سے اوسکے ایک تیر لگا۔ اوسکو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں میں زندہ گرفتار نہ ہو جاؤں۔ اسلئے اول فیلیبان سے کہا کہ خنجر سے مجھے مار ڈال۔ فیلیبان نے کہا کہ میرے ہاتھ میں کہان قدرت ہی کہ حضور کی گردن پر تلوار چلاؤں تو اوسنے کہا کہ بے عزت جینے سے باغوت مرنا اچھا ہوتا ہے۔ اسلئے اوسنے خنجر لیکر اپنا کام تمام کیا۔ صف خان جو راگدہ میں گیا۔ وہاں بہت دولت اور ہاتھی ہاتھ آئے۔ مگر اوسمین سے بادشاہ پاس کچھ نہ پھڑے سی بھجوائے اور باقی سب آپ اڑائے۔ اور جب یہ ملک ہاتھ آیا اور یہ دولت آئے تو بادشاہ سے بغاوت کی دماغ میں سمائی۔ مگر جب بادشاہ جو نیور کی طرف علی قلی کی گوشمالی کے وسط آیا۔ تو اوصف خان بلانے سی چلا آیا۔ مگر پہر علی قلی خان کے مقابل بھیجا گیا تو وہ گدہ میں بہاگ گیا۔ مہدی قاسم خان اوسکی سرکوبی کے واسطے گدہ بھیجا گیا۔ مہنوز مہدی قاسم خان گدہ میں آیا نہ تھا کہ وہ بہاگ کر خان زمان کے پاس چلا گیا۔ مگر کچھ دیر سے ایسی بے لطفی ہوئی کہ وہ اوسکے آنے سے نہایت پشیمان ہوا۔ اور رات کو بہاگ کر کرٹھ مانگ پور چلا کہ بہادر خان نے اوسکو راہ میں لیا۔ اور ایک لڑائی ہوئی۔ اور صف خان کی تین اونگلیاں کٹیں مگر وہ بہر بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہوا اور اوسکا قصور معاف کر دیا۔ اور قلعہ چناگڑ کی فتح میں اوسنے کار بار نمایاں کئے۔

خان زمان حال توڑیہ چکے اب محمد قلی خان برلاس در مظفر خان کو بادشاہ نے اوہ کو سکندر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ سکندر نے یہ بہر سکر قلعہ اوہ میں پناہ لی جسوقت خان زمان و بہادر خان کے مارے جانی کی خبر سکندر کے کان میں پہنچی

تو سخت مضطرب ہوا۔ اور تمام اوزر بکون کا دم نکل گیا۔ لڑائی کا حوصلہ نہ ہوا تو سکندر نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور عین دریا کے پیچ میں بادشاہ کے سردار و سچ ملا۔ اور عہدہ پیشا ہوا۔ مگر وہ گور کہہ پور بہاک کر چلا گیا۔ اور بادشاہی عملداری سے باہر ہو گیا۔ پھر اکبر نے اس کا تعرض نہ کیا۔ اور اس کی تمام جاگیر محمد قلی خان برلاس کو عطا کی۔

۹۷۹ھ میں یہہ سکندر خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قصور اور سکا معاف ہوا۔ اور لکھنؤ جاگیر میں اس کو ملی۔ مگر اپنی جاگیر میں جب کر اسی

سال میں مر گیا \*

## گہکرون کے ملک کی فتح

گہکرون کے قوم کا ملک دریا سندھ کو کنارہ پر ہے۔ کوہ سواک سی لیکر کشمیر کی حدود اور نہین کا ملک گنا جاتا ہے۔ ہمیشہ وہیں کا تسلط اس ملک پر رہا ہے۔ اس قوم کو ابتدا ہی سے خاندان تیموریہ سے موافقت رہی۔ اور افغانوں سے ہمیشہ سرکشی رہی۔ شیر شاہ کو بہت حیران کیا۔ اس نے ہزاروں مشکوٹ سے سلطان سازنگ خان کو مارا۔ اور اس کے بیٹے کمال خان کو گوالیار میں قید کیا۔ جب سازنگ مارا گیا۔ تو اس کا بہائی سلطان ادم جانشین ہوا۔ وہ بھی شیر شاہ کے جانشینوں سے لڑتا رہا۔ سلیم شاہ نے گوالیار کے قیدیوں کو بارہوڑا و طرایا تھا۔ اور ان سے اتفاق کمال خان بچ رہا۔ سلیم شاہ نے اس سے حلف لیکر پنجاب بھیجا۔ کہ وہ ان کے حاکموں کے ساتھ متفق ہو کر اپنی قوم کا انتظام کرے۔ جب پھر خاندان مغلیہ کا تسلط ہوا۔ تو کمال خان نے اس خاندان کی خدمت پر بکربانڈی۔ بادشاہ نے حسن خدمات کے جلد وین کر ٹہ مانک پور اور فتح پور سہوہ جاگیر میں دیا۔ یہاں سے علی قلی خان نمانخان

کی گنجینہ کی اطاعت میں ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ بادشاہ نے اسے فرمایا کہ جو تمہارے  
 دل میں آئے سو مانگو۔ اس نے اپنی آبائی ملک کی درخواست کی۔ بادشاہ نے درخواست  
 منظور فرمائی۔ اور حکم دیا کہ سلطان اوم سے وہ آدھا ملک اس کو دلا دیا جائے۔ اور  
 اگر وہ ملک دینی پر راضی نہ ہو تو اسے سارا ملک چھین کر لے جائے۔ سلطان اوم نے  
 بغیر ہاتھ پیر لائے ملک میں قبول کیا۔ بہت سا کشت و خون ہوا۔ آخر کار دوسرا ملک  
 چھین کر کمال خان کو دلا لیا گیا۔ اور اوم خان اور اس کا بیٹا دونوں قید کر کے  
 اس کے حوالہ کئے گئے۔ بیٹا تو سیوقت قید رہی سے رہ گیا گیا۔ اور باپ جب  
 نہ مرا قید سے نہ چھوٹا۔

### معاملات و محلات کا بل

بادشاہ اپنے پہلے سال جلوس ۹۶۳ھ میں سلطان سکندر کی گہات میں جالندھر  
 کے اندر مقیم تھا کہ کابل کے فساد کی خبر آئی۔ جیسا یون ہندوستان میں آیا تھا  
 تو کابل اور غزنین کی حکومت منعم خان کو سپرد کر آیا تھا۔ اپنے چھوٹے بیٹے  
 مرزا محمد حکیم کا اتالیق اس کو مقرر کیا تھا۔ اور وہیں سب اپنی بگیاں اور محرمات کو  
 چھوڑ آیا تھا۔ اس کے لئے کابل کی حکومت مرزا محمد حکیم کے نام ہی رہی۔ سہاویوں  
 نے بدخشان کی حکومت مرزا سلمان کو عطا کی تھی۔ یہ مرزا بھی خاندان ہمتیور کا  
 نشانہ اور مرزا ابو حید کی اولاد میں سے تھا۔ جب اس شہزادہ کو یہ خبر لگی کہ سہاویوں  
 نے اس دنیا سے سفر کیا۔ تو اس کی نیت میں فساد آیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے مرزا  
 ابراہیم کو ساتھ لے کابل کے لئے لینے کا ارادہ کیا۔ اور آنکر کابل کا محاصرہ کر لیا۔  
 منعم خان بھی سنبھل بیٹھا۔ قلعہ کو درست کر کے اگر لڑنا شروع کیا۔ اور سارا

حال اکبر کو لکھ بھیجا۔ پہلے اسے کہ یہ منعم خان کا مراسلہ پہنچے۔ محمد قلی برلاس اور  
 بعض وراور کو کابل تمام گیات کے لینے کو لئے بادشاہ روانہ کر چکا تھا۔ جب یہ  
 مراسلہ آیا تو اس نے ان سرداروں کے نام ایک اور حکم تاکید دی روانہ کیا کہ کابل میں  
 جلد پہنچ کر محصورین کی امداد اور کمک کریں۔ یہ امر دربار نیلاب (سندھ) سے  
 پاراوترے ہی تھے کہ مرزا سلیمان کے لشکر میں ایک دہوم مچ گئی کہ سندھوستان  
 بادشاہ کا لشکر آ پہنچا۔ اس دہوم مرزا سلیمان کے لشکر کا دل بھجوا دیا۔ اور وہ  
 پہلے ہی دہل شکستہ تھا کابل کا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اسلئے مرزا سلیمان نے ایک مرد  
 بزرگ قاضی خان بخانی کو خلیقہ تقدیس کو تسلیم کرتے تھے منعم خان پاس بھیجا  
 ۔ اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر میرے نام کا خطبہ کابل میں پڑھا جائے تو میں ابھی اس محاصرہ  
 سے ہاتھ اٹھا تا ہوں۔ منعم خان نے بھی دیکھا کہ اب قلعہ میں جان نہیں ہے۔ اور  
 محصورین بھی لجم ہو رہے ہیں۔ اس شرط کو منظور کر لیا۔ اور مسجدوں میں اسکا  
 خطبہ پڑھوا دیا۔ مرزا سلیمان سید ہا بخانی کو چلا گیا۔  
 منعم خان بادشاہ پاس چلا آیا۔ اور اختہ بگی کو وہاں حاکم مقرر کیا۔ مگر اسلئے  
 کابلی ناخوش رہے۔ اسلئے منعم خان نے اسکو مغرول کیا۔ اور اپنے بیٹے غنی خان  
 کو وہاں حاکم مقرر کیا۔ اور اپنے بہائی فضل بیگ کو بیٹے ابو الفتح بیگ کو بھی وہاں  
 بھیج دیا۔ کہ یہ دونو بہائی ملکر وہاں کام کریں۔ مگر غنی خان کو عقل سے بہرہ نہ تھا  
 ۔ تھوڑے دنوں میں اس سے سب راض ہو گئے۔ مرزا محمد حکیم الدہ ماہ چوچک بیگم بڑی  
 عاقلہ اور ہوشیار تھی۔ وہ اپنی بیٹی کی سلطنت کو نبھائے جاتی تھی۔ وہ بھی ناراض  
 ہو گئی۔ غنی خان کی جو کم نعتی آئی تو اس نے بابر کے عہد کے ایک بڑے نامور دلاور

نوٹک خان قوجین کو قید کر لیا۔ مگر بعض عاقبت اندیشیوں نے اسکو اس موزی کے  
 پنجرے سے چھڑایا۔ وہ بابا خاتون میں چلا گیا۔ اور غنی خان کی گہات میں بیٹھا رہا۔  
 ایک دن وہ شراب سے بدست خواب میں پڑا ہوا نظر آگیا۔ اسی وقت اسنو گرفتار  
 کر لیا۔ اور بہت کچھ برا بھلا کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ جب حاکم کو پکڑ  
 ہے تو شہر لے لینا کیا بڑی بات ہے کابل پر فوج لیکر چڑھ گیا۔ مگر وہاں صلح ہو گئی  
 غنی خان کو عہد و پیمان لیکر چھوڑ دیا۔ مگر قید سے چھوٹ کر عہد و پیمان کا خیال نہ کیا  
 اور نوٹک خان پر سپاہ لیکر چڑھ گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ نوٹک اکبر پاس بہاگ کر چلا آیا  
 کوئی کہتا ہے کہ وہ مارا گیا۔ اب غنی خان کا اور غرور بڑھا۔ مرزا محمد حکیم اور اسکی  
 ماکی کچھ حقیقت نہ لگتا تھا۔ اور انکو بالکل بے مرزا مان جانتا تھا۔ اسلئے اس کا  
 کابل میں کوئی دوست نہ تھا۔ ایکے ان وہ خابہر پر گیا۔ مرزا کی والدہ نے شہر کے  
 دروازہ بند کرادئے اور دروازہ پر مرزا محمد حکیم کو بیٹھا کر شادیانے بجاوئے۔ اب  
 غنی خان جب شہر کے دروازہ پر آیا تو اسکو کسی نے اندر نہ آنے دیا۔ لاچار اکبر پاس  
 چلا آیا۔ اب مرزا کی والدہ اموات پر استکا اصرار کرنے لگی۔ اور مرزا افضل بیگ  
 کو وکالت پر مقرر کیا۔ مگر یہ مرزا مینائی سے محروم تھا اسلئے اسکے بیٹے ابو الفتح  
 کو نیا بت پر مقرر کیا۔ یہ نائب عقل کا اندھا تھا جاگیر میں جو تقسیم کن تو بری بری  
 تو مرزا کے متعلقین کو دین۔ اور پہلی پہلی اپنے اور گیلانوں کے واسطے تجویز کنین  
 اسپر امارا راض ہوئے۔ ایک دن دعوت میں اسکو بلا کر خوب شراب پلائی۔ اور  
 جب اس نشہ میں بدست ہوا اور سو گیا تو یاروں نے سہرا ڈال دیا۔ اور نیزہ پر لٹکا دیا  
 اسکے باپ کو بہاگنے کی فرصت نہ دی اور بیٹے پاس جلد پہنچا دیا۔

ولی بیگ الگہ وکیل سلطنت بنی یہ بنی عقل کے پورے تھے۔ عادل شاہ اپنا لقب کیا  
بادشاہ سے اپنی متین کم نہ سمجھتا۔ جیلان معاملات کی اکبر کو خبر ہوئی تو اوسے  
سنع خان کو حاکم اور اتالیق مقرر کر کے کابل کی طرف روانہ کیا۔ جب مرزا کی مالکو  
خبر ہوئی تو وہ سارا سامان جنگ کا ہیا کر کے لڑنیکے واسطے جلال آباد میں چلی گئی  
اور سنعم خان کو شکست دی۔ اور پھر کابل چلی گئی۔

ابوالمعانی کا کابل چلانا اور شرف الدین حسین مرزا کی بغاوت  
مرزا شرف الدین خواجہ احرار کی اولاد میں سے تھا۔ امیر الامرا کا خطاب رکھتا تھا۔  
ناگور کا حاکم تھا۔ بادشاہ کو پاس آیا تھا۔ معلوم نہیں کہ کیا سوچا ہو کہ وہ بادشاہ  
سے باغی ہو گیا۔ حسین قلی بیگ بہانجا بیرام کا اوسکی جگہ ناگور میں حاکم مقرر ہوا  
اور مرزا کی گرفتاری کا حکم ہوا۔ وہ بہال کر خانور میں چلا گیا۔ جمیر کو احمد نگر کہا  
دیوانہ کے سپرد کر گیا جسے بادشاہ کی سپاہ چھتین روز کے اندر لڑ کر احمد لے لیا۔ جسوقت  
مرزا حسین اشرف جالور میں پہنچا ابوالمعانی حج کر کے بادشاہ کے دربار میں آیا تھا  
سان و دونوں کی یہ صلاح ہوئی کہ ابوالمعانی کابل سے مرزا حکیم کو لا کر سندھ وستان کا  
بادشاہ بنائے۔ اور یہاں جب قدر ہو سکے شرف الدین بغاوت پر لوگوں کو آمادہ کرے  
غرض ابوالمعانی شرف الدین حسین کے کامیوں کو سمراہ لیکر حاجی مین پہنچا۔ یہاں  
بادشاہ کی سپاہ آمادہ جنگ تھی۔ اسلئے وہ نازل چلا گیا۔ وہاں کو شق دار کا  
تمام مال سپاہ میں لیا۔ جو سردار اوسکے تعاقب میں گئے انکو شکست دی اور بسکو  
مار ڈالا۔ جب یہ سب معاملات گذری تو بادشاہ متہر میں شکار کھیلے ہا تھا۔ اوسنے  
ابوالمعانی کے تعاقب میں بلخ خان ماردار و سرداروں کو روانہ کیا۔ اور خود بادشاہ

دہلی میں آیا جب ابوالمعانی کو یہ خبر ہوئی کہ فوج شاہی تعاقب میں آئی ہے تو وہ  
 سترہ جلوس لے کر پانچویں میں کابل کو ہٹا گیا۔ رستہ ہی میں ایک خطا ہوا جو حکیم  
 لکھا جسے بڑی محبت اور عقیدت بادشاہ ہالیون کو ساتھ معلوم ہوئی تھی۔ اس حکیم  
 نے اوسکو بلایا اور بڑی خاطر داری کی۔ اگرچہ یہ حکیم بڑی لیاقت رکھتی تھی۔ اور  
 خاص وزیروں اور اہلکاروں سے جقدر خائف رہتی تھی ایسی بگائے دشمنوں اور جھبی  
 غنیوں سے نہیں ڈرتی تھی مگر معاملہ نہیں کہ کیا پردہ عقل پر پڑ گیا کہ ابوالمعانی جیسے  
 نصیحت باطن کو کاروبار سلطنت سپرد کر دیا۔ اول دل یہ بد باطن ایسی چالیں چلا کر  
 حکیم کو کچھ شبہ نہ رہا کہ یہ وزیر بڑے کام کا ماتہ آیا۔ اوسنے اپنی بیٹی کی شہیادی  
 اوس سے کر دی۔

اب ابوالمعانی اور اوسمند وکج دل میں کیا آیا کہ مرزا حکیم تو ابھی نابالغ ہے اوس  
 جس راہ پر چاہینگے لگا لینگے۔ کابل کو جس طرح چاہینگے اسی میں تقسیم کر لینگے۔ مگر اس حکیم کا  
 بڑا عذاب ہو۔ اوسکو کہیں ٹھکانے لگانا چاہیے غرض نمک حراموں نے سازش کر کے اس  
 بیچارے حکیم کا کام تمام کیا۔ مگر چاہ کن لچا ہوش۔ اب اور امیرون کو یہ خیال ہوا  
 کہ ابوالمعانی کو جہنم واصل کرنا چاہئے۔ اور اسی اس امر کے لئے سازش کی مگر اسکا حال  
 ابوالمعانی کو کھل گیا۔ اوسنے سب کو تباہ کر ڈالا۔

محمد قاسم نے قید خانہ سرہائی پائی۔ وہ مرزا سلیمان حاکم بدخشان پاس گیا۔ اور  
 کابل کا سارا حال بیان کیا۔ مرزا محمد حکیم نے بھی اپنا آدمی بھیجا۔ اور اعانت اور  
 امداد کا عہدہ لگا دیا۔ اسلئے مرزا سلیمان سپاہ لیکر دوسری دفعہ کابل میں آیا۔  
 اور ابوالمعانی کو شکست فاش ہوئی۔ اور اوسکو قید کر کے مرزا حکیم کے حوالہ کیا۔





اور وہی بائین سنتا تھا۔ اب اوسو بہت کام بغیر صلاح اور مشورہ کر کے۔ خان کلان  
 سے کچھ پوچھا ہی نہیں۔ جس بہن کی شادی ابوالمعانی سے ہوئی تھی اوسکی شادی  
 بغیر اکبر کے پوچھے خواجہ حسن نقشبندی سے کر دی۔ جب خواجہ صاحب کو یہ نہبت  
 عالی پیدا ہوئی تو وہ امور سلطنت میں دخل دینی لگے خواجہ کلان کا مزاج کاٹھنڈ  
 وہ ایسی حرکات ناشائستہ کا مقل نہوا۔ پادشاہ پاس چلا آیا۔ اور سارا حال کہہ دیا۔  
 جب مرزا سلیمان کو لکھا کہ بہر کابل کا میدان خالی ہے تو ۱۵۶۶ء میں اوس کا  
 کاچوتھی دفعہ ارادہ ہوا کہ کابل کو تخریب کرے۔ اسلئے بہت سپاہ بخشان سولیکر چلا  
 اور اپنی بیگم خرم بیگم کو بھی ہمراہ لایا۔ مرزا محمد حکیم نے کابل معصوم کا کو سپرد کیا۔ اور  
 خود خواجہ حسن نقشبندی کو ساتھ لے کر غور بند کو چل دیا۔ یہ کہ کو کا بڑا فرزانہ اور جوانمرد تھا  
 مرزا سلیمان نے کابل کا محاصرہ کیا۔ اور بی بی کو غور بند بھیجا کہ مرزا محمد حکیم کو محبت و  
 پیار دلا سوا دیکر بس میں کرے۔ اس بیگم نے اپنی آدمی مرزا محمد حکیم پاس بھیجے۔ اور کہا ہوا  
 کہ میرے فرزند میرا تہا ری سوا کوئی نہیں ہے۔ تمہیں میری سخت جگر اور نور نظر ہو  
 میں فقط تم سے ملنے آئی ہوں۔ غرض ایسے مکر و فریب کی باتوں میں مرزا آگیا۔ اور قریباغ  
 ملاقات کے لٹی ٹہرا۔ مگر اس بیگم سے یہ چوک ہوئی کہ اوسنے جھٹ خاوند کو لکھا کہ بھیجا کہ  
 جلد چلے آؤ قریباغ میں ملاقات کی ٹہری ہے۔ یہ مرزا سلیمان بی بی کلاس پیغام  
 محمد قلی کو محاصرہ کا کام سپرد کر کے خود قریباغ کی طرف چلا۔ مگر مرزا حکیم کو ہی اسکے آنے  
 اور منصوبے کی خبر ہو گئی اسلئے وہ اولٹا پہر آیا۔ مرزا سلیمان نے اوسکا تعاقب کیا۔  
 اوسکا سباب لوٹ لیا کچھ آدمیوں کو قید کیا۔ غرض مرزا حکیم بہاگ جلال آباد میں آیا  
 اور یہ سارا حال ایک عرضداشت میں لکھ کر اکبر پاس بھیجا۔ پادشاہ نے خوشخبر خان سے

بہت نقد و حسن بیکر روانہ کیا۔ اور امر اور پنجاب کو نام حکم روانہ کیا کہ حکیم کی سبب عیت  
 کرن۔ فریدون مرزا تو اس پاس تھا اور اس نے اور بعض دروایش طبغونے حکیم کو  
 یہ سبھایا کہ جو کچھ نقصان کابل میں ہوا ہے اسکی مکافات بہت آسانی ہے پنجاب  
 اور لاہور پر قبضہ کرنے سے ہو سکتی ہے۔ غرض اس نا عاقبت نمون مزاج مرزا کی  
 سمجھ میں بھی یہ بات لگئی۔ اور دس پانچ امیر بگڑے بگڑائے اس کے ہمراہ ہوئے  
 پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اور حصار لاہور کو جا گیا۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ خود  
 لشکر لیکر روانہ ہوا۔ اور انجام یہ ہوا کہ مرزا حکیم نوامبر ۱۵۶۶ء میں یہ لشکر پادشاہ  
 آتا ہے۔ سرسبھیہ ہو کر کابل چلا گیا۔ یہاں میدان خالی تھا۔ معصوم کو کانے کئی  
 دفعہ مرزا سلیمان کی سپاکو نہ میت دی۔ اور جب مرزا سلیمان مرزا حکیم کے تعاقب  
 سے واپس گیا۔ اور دیکھا کہ قلعہ کا فتح ہونا دشوار ہے تو صلح کر کے بدخشان کو چلا گیا  
 - مرزا حکیم مدت کم تن چین سے کابل میں حکومت کرتا رہا۔

اب اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کی حکومت کابل میں نہ تھی۔ مرزا کا مران  
 عہد سے خاندان تیمور کے پادشاہ کا ہندوستان میں کابل سے عجب تعلق ہو گیا تھا  
 اگر ہندوستان میں کوئی مصیبت اسپر پڑ تو کچھ امید اعانت اور ستعانت کی اسے  
 کابل سے نہ تھی۔ اور جو زبردست حاکم وہاں ہو جائے تو اندیشہ تھا کہ ہندوستان  
 نہ چھین لے۔ اور اگر کم زور اور ضعیف ہوتا تو اسکی امداد اس خیال سے  
 کرنی پڑتی کہ کوئی اور زبردست قوم اس پر تسلط کر کے اپنا ڈانڈ مینڈا  
 ہندوستان سے نہ ملائے۔ کہ اسے ہمیشہ خطرہ رہے۔ پہر ایک دفعہ مرزا محمد حکیم  
 پادشاہ سے بغاوت اختیار کی و سکا بہر حال لکھنیکے فقط

واقعات منفست

پادشاہ کا اجمیر جانا اور قلعہ مری کا فتح ہونا

۸۔ جمادی الاول ۹۶۹ھ خواجہ عین الدین چشتی قدس سرہ کو روضہ کی زیارت کے واسطے چمیر روانہ ہوا جبکہ قصبہ بنہ میں پہنچا۔ تو راجہ بہاری منجھ اس فوج میں بڑا راجہ تھا پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے بیٹے بگوان واسکو بھی ساتھ لایا۔ یہہ راجہ چمیر جو توں میں تھا۔ یہہ پہلا ہی راجہ جو راجہ جیسے پادشاہ کی طاقت قبول کی۔ اس کے چار بہائی تھے۔ اوکے نام یہہ بن پورن مل۔ روسی۔ سکرن۔ جگ مل۔ سو جا پس پورن مل نے مرزا شرف الدین حسین حاکم میوات کو بہکا کر اس آجے لڑا دیا۔ اور مرزا کا ارادہ ہو گیا کہ سارے اس خاندان کا نام و نشان باقی نہ رکھے کہ پادشاہ پہنچ گیا۔ راجہ کے بیٹے بگوان اس کے ایک فوجہ اکیر کی جان بچا دی۔ وہ اس سلطنت کا بڑے پایہ کا سردار تھا۔ جگن ناتھ کے بیٹے مان سنگھ نے بھی اس سلطنت بڑا اعزاز اور افتخار حاصل کیا۔ مرزا شرف الدین حسین جب پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس کو حکم ہوا کہ قلعہ میر تھا فتح کرے۔ یہہ قلعہ رانا اڑے پور سے متعلق تھا۔ یہاں کا راجہ جمل بڑے دانگی اور شجاعت سے لڑا۔ آخر کا قلعہ شہر جلوس ۱۵۶۲ء میں فتح ہو گیا۔ اس قلعہ کی فتح سے ایک چمیر جاڑا رانا اڑے پور سے ہو گئی۔ شمس الدین محمد خان زمان آنکھ کا پادشاہ پائلنا اورادہم خان کا مارنا

یہ خان زمان غزنین کا رہنے والا تھا۔ اول کامران کے اونی سپاہیوں میں ملازم ہوا تھا۔

اسی نے ممالک کو دریا میں سے گراڑہ پر پکڑی بازہ کر لیا تھا۔ جلا وطنی میں ہمیشہ وہی  
 رفاقت میں رہا۔ اوسکی بی بی نے بھی اکبر کو دودھ پلایا تھا۔ اسلئے اوسکے نام پر نگہ  
 لکھا جاتا تھا۔ اوسکے خاندان کا نام نگہ خیل تھا۔ اب وہ پنجاب میں حاکم تھا۔  
 ۹۶۹ھ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوسکی نہایت ستعظیم و تکریم کی  
 ۱۵۶۲ھ میں مامک اور منعم خان کو اسپر شک و حسد پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اوسکو وکالت کا کام  
 سپرد کیا۔ اوسنے نہایت خوبی سے انجام دیا۔ ادھم خان مامک کا بیٹا بہت دیکھ کر  
 جلا جاتا تھا۔ یہ بہ جانتا تھا کہ میرام خان کی طرح اوسکو بھی بادشاہ کی نظروں گرا دے  
 مگر جب بکر و فریب کی تدبیروں سے کام نہ چلا۔ تو ایک دن یہہ وزیر قرآن کی تلاوت  
 بیٹھا کر رہا تھا کہ ادھم خان تلوار سونت کر اوسپر چڑھ گیا۔ اور مار ڈالا۔ اور بہانہ یہہ  
 بنایا کہ وہ اوسکی تعظیم کے واسطے نہیں کھڑا ہوا۔ بادشاہ کی عنایت پر گھنڈ تھا۔  
 اس گناہ پر بہا گئے کا ارادہ نہ کیا۔ اور بالا خانہ کی چہت پر چڑھ گیا۔ جب یہہ واقعہ  
 پیش آیا تو سارے محل میں غل مچ گیا۔ بادشاہ سو نکال لباس پہنے ہوئے پلنگ پر  
 اوٹھ کر محل سے باہر آیا۔ اور اپنے عزیز وزیر کو خاک خون میں غلطان دیکھا  
 دل میں طیش آیا۔ اور اسی لباس کوٹھنے پر چڑھا۔ قریب تھا کہ ادھم خان تلوار سے  
 اوڑھے۔ مگر اوسنے دونو ہاتھ بادشاہ کے پکڑ لئے۔ اور منت زاری کرنے لگا۔  
 بادشاہ نے حکم دیا کہ بالا خانہ نیچے سے پھینک دیں۔ بارہ گز اونچا یہہ بالا خانہ تھا۔ ایک  
 ہی دفعہ کے گرانے میں جان آدھی نکل گئی۔ دوسری دفعہ میں بالکل تمام ہوئی۔  
 جب مامک کو معلوم ہوا کہ بیالیون مارا گیا تو زبان سے اُف نکلی۔ مگر دل ہی دل  
 میں گھملائی۔ کچھ دنوں غلیل ہی اور اپنے بیٹے کو چلم میں جان بحق ہوئی۔ بادشاہ نے

اس مادر مہربان کے منے کا بڑا افسوس کیا۔ اور اس کا جنازہ بڑی دھوم دہلی بھجوا دیا۔ اور خود بھی کچھ قدم جنازہ کے ساتھ چلا +

اس قتل میں منعم خان کی بھی شرکت تھی۔ اوسم کی سزا کو دیکھ رات کو اگرہ سے بہا گاراہ میں دو آب کے اندر پکڑا گیا۔ مگر بادشاہ نے اس کے قصور کو بخوف کر دیا +

### بادشاہ کے تیر لگنا

۲۷۔ جمادی الاول ۱۰۹۴ھ کو دلی میں حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ کی زیارت کر کے آتا تھا۔ وہاں ایک کافر نعمت نامہ لکھ کے در سے قریب کھڑا تھا۔ اوسے بادشاہ کو نشانہ بنا کر تیر مارا۔ اور وہ اس کے دائیں شانہ پر لگا۔ اور ایک لہشت اندر بیٹھ گیا۔ تیر کے لگتے ہی اس خطا وار کو گرفتار کر لیا۔ اور بادشاہ سے عرض کی کہ اول سے تمام حال پوچھا جائے۔ پہنچا کہ فنا میں ملایا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اسے فوراً نشانہ اجل بناؤ۔ توقف میں یہ اندیشہ ہی کہ معلوم کہ وہ کس کس سہارے پر خلائق کو مہتمم کرے۔ غرض اوس وقت اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بادشاہ نے اپنا تیر نہایت استقلال کے ساتھ نکلوایا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر گہرایا۔ تھوڑے دنوں میں زخم اچھا ہوا۔ پیچھے معلوم ہوا کہ یہ مجرم شرف الدین حسین کا غلام تھا۔ اور فولاد اس کا نام تھا۔ ہمیشہ بادشاہ کی جان لینے کا ارادہ رکھتا تھا +

### خواجہ معظم

خواجہ معظم مریم زمانی کا سوتیلا بہائی یعنی اکبر کا سوتیلا مامون تھا۔ سہایوں کے عہد میں اس خواجہ سے بہت سی حرکات ناپسندیدہ سرزد ہوئی تھیں۔ مگر مریم زمانی کے لحاظ سے اسے وہ گزند ہوتی تھی۔ اس کی عادت تھی کہ ہر ایک سے جھگڑا کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ

امیر عبدالمدخل کے سر پر تلوار لیکر چڑھ گیا۔ کہی بر خام کے سر پر خنجر مارنے کا قصد کیا۔  
 عرض ایسا بیباک و خشنماں تھا کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ بی بی فاطمہ ہایون  
 کی ارد و بگی تھی۔ اس کی بیٹی زہرہ آغا خواجہ معظم کی بی بی تھی۔ وہ اس کم بخت  
 کے ہاتھ سے ایک بلالین گرفتار تھی۔ اکبر بھی بی بی فاطمہ کی خاطر داری کرتا تھا۔  
 ایک دن اس نے پادشاہ سے عرض کیا کہ خواجہ کا ارادہ ہے کہ جیا بی جاگیر سچائے  
 تو میری بیٹی کو بھی ساتھ لے جائے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں اس کو مار نہ ڈالے۔ سئلے  
 حضور سفارش فرمائیں کہ وہ میری لڑکی کو یہیں چھوڑ جائے۔ پادشاہ نے وعدہ کیا  
 کہ ہوقت میں شکار کو جاتا ہوں۔ واپسی کے وقت خواجہ معظم کے گھر جا کر سمجھا دوں گا  
 ۔ جب پادشاہ نے اپنی آنے کی خبر خواجہ کو بھجوائی تو وہ سمجھ گیا کہ پادشاہ کا یہ مطلب  
 آنے سے ہے۔ اس لئے پادشاہ کے آگئے پہلے اس ظالم نے تلوار کو زہرہ آغا کے خون  
 سے لال کیا۔ اور خون بہری تلوار پادشاہ کے سامنے لے گیا اور پکار کر کہا کہ میں نے  
 اس کا خون کیا خون کیا۔ پادشاہ بہہ دیکھہ غضب میں آیا۔ اور گھر کے اندر گیا۔ وہاں  
 خواجہ دست بشمیر مقابلہ کے لئے پیش آیا۔ پادشاہ نے لٹکارا کہ خبردار اگر تو نے تلوار  
 کو ذرا بھی ہلایا تو سیرا بدن پر نہ ہوگا۔ عرض اس دیوانہ خواجہ کو پادشاہ ہی و میوں  
 قید کیا۔ کہ ایک اور اس کا غلام گجراتی تلوار باندھے ہو پادشاہ کے قتل کے دے رہا تھا  
 پادشاہ نے اسے دیکھہ کہ قتل قدم خان کو حکم دیا کہ بزن۔ یہ حکم ہوتے ہی غلام کا  
 تن سے سر کہن گیا اور دھڑ کہن خواجہ کے واسطے یہ حکم شاہی صادر ہوا کہ اس کے  
 ہاتھ پیر اور گردن باندھ کر جہاں میں غوطے دو۔ یہ یقین تھا کہ ان غوطوں سے اس کی  
 جان بوجہ دنیا میں ہلاک ہوگی۔ مگر یہ سخت جان جب اس طرح نہ مرا تو حکم ہوا کہ قلعہ کوڑا لیا جائے

قتل کیا جائے۔ یہاں قید میں دیوانہ ہو کر مر گیا۔

## تہا نیسیر کے بہان میں سنیا سیون کا جگہڑا

پادشاہ لاہور سے دہلی کی طرف ۱۵۶۷ء میں آتا تھا کہ تہا نیسیر میں اس کا مقام ہوا۔ اتفاق سے وہاں نہان کا میلہ تھا۔ گزہن کے دن یہاں کروچہتر کے تالاب پر بڑا اجتماع ہندوؤں کا ہوتا ہے۔ پن خیرات میں لاکھوں روپے برہمنوں کو ہندو دیجاتے ہیں۔ یہاں سنیا سیون اور جوگیوں میں کسی بات پر جگہڑا اڑھا۔ دونوں گروہوں کے سرگروہ پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی اپنے دعوے پیش کئے۔ اور یہ درخواست کی کہ ہم کو اجازت ملے کہ تلوار سے آپس میں لڑ کر فیصلہ کر لیں۔ پادشاہ نے اول ہر فریق کو سمجھایا کہ بغیر لڑنے مرنے کے فیصلہ کر لیں۔ مگر جب بلیکا کہ وہ نہ مانینگے تو انکو لڑنے کی اجازت دیدی۔ سنیا سیو اور تین سو کے اندر تھے۔ جوگی پانچ سو تھے۔ اسلئے پادشاہ کے سپاہی بھی بدن پر بہوت مل کر سنیا سیون کے ساتھ ہوئے۔ دونوں خوب تلوار چلی۔ پادشاہ اپنی آنکھوں کے سامنے تماشا دیکھتا تھا۔ آخر کو سنیا سیون کو فتح ہوئی۔ پھر پادشاہ نے اپنی سپاہ نظام کر دیا کہ یہ فیروز مند کچھ اور فساد برپا نہ کریں۔

## بگانہ ملکوں پر پادشاہ کا متوجہ ہونا

اب تم نے دیکھا کہ کن سرداروں نے بغاوت اختیار کی پادشاہ کو کیا کیا دشواریاں ان سرکشوں کے دور کرنے میں پیش آئیں۔ پادشاہ اور اپنے سرداروں کو لڑنا پڑتا تھا اور ہر شہر شاہ کے جانشینوں سے یہی برسر پیکار رہتا تھا۔ جب دسکا پچیس برس کا سن ہوا تو اس نے اپنے بدخواہوں کو خواہ اپنے زور و قوت سے غارت غول کیا



خوہی عنایت اور مروت سے خیر خواہ اپنا بنایا۔ غرض ایک کام سے نجات ہوا اور  
ملکوں پر فتح کرنے کی فرصت نصیب ہوئی۔ اب وہ اول اچوتون کے ملکوں پر  
مستوجہ ہوا +

## قلعہ چوڑ کی فتح

اگرچہ ہندوستان کے بڑے بڑے زمیندار اور راجا اکبر کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے تھے  
مگر رانا اودے پور کو اپنی سپاہ اور قلعوں پر ایسا گہنڈ تھا کہ اس نے بادشاہ کی  
بات نہ لی تھی +

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ۱۵۶۲ء میں مرزا شرف الدین حسین قلعہ متیریا کو جو اس  
رانا سے متعلق تھا فتح کیا تھا۔ اس سبب ایک چھپ چھاڑ رانا سے شروع ہوئی تھی  
اور رانا کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بادشاہ بھی کچھ ہے۔ اکبر کو اور ضرورتیں ایسی  
عائد ہوئیں کہ وہ اس فتح سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور خان زمان کے جہگڑوں  
میں پھنس گیا۔ اب انفرغ ہوا رانا کے ملک کی فتح کا ارادہ ہوا۔ چنانچہ اس نے صف  
کو بیانیہ میں جاگیر دار مقرر کر کے حکم دیا کہ رانا سے لڑنے کی واسطے لشکر اور سامان لشکر  
تیار کرے۔ بادشاہ سنگار کھیلنا کھیلنا باری میں پہنچا۔ اور یہاں سے قلعہ کا گردن  
میں مرزا محمد سلطان کی اولاد کی بغاوت کے ڈھانے کے لئے گیا۔ باغی بادشاہ کی  
وہاں خبر سن کر گجرات کو گئے۔ وہ اود پور کے ملک کی طرف ۱۵۶۴ء میں مصروف ہوا  
۔ رانا اودے سنگر یہاں کا راجہ تھا۔ اور یہ راجہ سنگار کا بیٹا تھا جسے باہر  
معرکہ آرائی کی تھی۔ مگر وہ ایسا دون بہت اور نامرد تھا کہ جب اس نے سنا کہ بادشاہ  
چوڑ کے قریب پہنچا۔ تو وہ اس قلعہ کو چوڑ کر گجرات کے شمالی پہاڑوں اور جہاڑیوں

ملک میں چلا گیا۔ اور قلعہ چٹوڑ میں جے مل کو جو مرزا شرف الدین حسین قلعہ میں تیار پر خوب لڑا تھا پانچ چار ہزار جو تون کے ساتھ چٹوڑ گیا۔ اور ذخیرہ کہانے پینے کا جمع کر گیا۔ اور چاروں طرف قلعہ کے ویرانہ بنا گیا۔ یہ جے مل بڑا جوان مرد اور سورا اور دلاور اور لائق تھا۔ اگرچہ چٹوڑ پہلے بھی وہ قلعہ مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا مگر میواڑ کے راجپوت اس کو اپنی سلطنت کا بڑا مقدس مقام سمجھتے تھے۔ یہ قلعہ ایک الگ پہاڑ پر واقع تھا۔ اونچائی اس پہاڑ کی ایک کوس اور لبنائی مین کوس درجہ ڈرائی آدھ کوس تھی۔ پانی وہ بہتا تھا۔ اور کہانے پینے کا ذخیرہ بھی سب جمع تھا۔ اکبر اسکے نیچے نہایت خنیاط سے پہنچا۔ اور اس نے امیرون میں مورچے تقسیم کئے۔ اور سا باط بنانے کا حکم دیا۔ سا باط عبارت اسی ہے کہ دو دیواریں مٹی کی دیواروں کی اوٹھاتے ہیں اور اوپر تختے پٹتے ہیں۔ اور اوپر چھتر امانڈ ہتے ہیں اور بیچ میں سلامت کوچہ مار چکان کی صورت میں قلعہ کے نیچے بناتے چلے جاتے ہیں۔ ایک گولی کے ٹپہ پر قلعہ سے ہم سا باط بننے شروع ہوئے ہیں اور قلعہ کے نیچے ہنچکر مرنگین کہوتے ہیں اور اوسمیں باروت بھر کر اوڑاتے ہیں۔ غرض یہ سا باط بنائی گئی۔ پانچ ہزار مزدور اس کام میں رات دن لگے رہتے تھے۔ اور سو دو سو اوٹھن سے بچارے دشمنوں کو لے چہرہ سے اوڑ جاتے تھے۔ اور انکی لاشیں دیواروں میں انیٹوں کی جگہ کام آتی تھیں۔ یہ سا باط ایسا فراخ تھا کہ دس سو براہر قطار ماندہ کر چل سکتے تھے۔ اور اونچا اتنا تھا کہ ہاتھی کا سوار اوٹھن نظر نہ آتا تھا۔ غرض جب وہ قلعہ کے نیچے پہونچا۔ تو دو مرنگین کہوڑی لگیں اور اوٹھن بارود بھری گئی۔ اور یہ بات قرار پائی کہ جو وقت مرنگین اوڑیں اوسی وقت قلعہ پر دھاوا کیا جائے۔ مگر اتفاق یہ ہو کہ ایک مرنگل ڈرمی تھی کہ قلعہ کی ٹوٹی انگ پر بہاؤ

سپاہی دشمنوں سے جا بٹھے۔ کہلے تھے مین دوسری سڑک اور سی او سے دوست  
دشمن دونوں کو۔ اس صدمہ سے بادشاہ کی فوج فوراً اوٹے پاؤں چلی آئی۔ مگر ملند  
بادشاہ کے غم میں کچھ فرق نہ آیا۔ اور اس آفت سے قلعہ کی فتح کے اور زیادہ سال  
کئے۔ اور دوسرا سا باطیہ کر آیا۔ ۲۵ شعبان ۹۷۵ھ کو سارا لشکر جمع ہوا۔  
جے مل سینا پت رچوتون کا اس تاریخ میں صبح کو قلعہ کے ٹوٹی انگ کی مرمت کرانے  
میں مصروف تھا۔ بادشاہ بندوق لئے ایک مورچہ پر بیٹھا تھا کہ اتفاق سے اس کا  
چہرہ بادشاہ کو روشنی میں نظر آیا۔ گولی کا نشانہ تاک کر ایسا مارا کہ جے مل میں نشا  
اجل بنا۔ جو وقت یہ پہ پہ سالار مارا گیا۔ تو رچوتون نے ہمت ہار دی۔ بعض چوتون  
نے عورتوں کو جے مل کے ساتھ چلا دیا۔ اور مال سباب کو خاک میں ملا دیا۔ اور پھر  
لشکر شاہی سے جو قلعہ کے اندر گیا تھا خوب دل کھول کر لڑے۔ غرض ٹھہرنا  
رچوت مارے گئی اور مسلمان ہی بہت ہلاک ہوئے۔ دو ہزار راجپوت عجیب و غریب  
صاف بچکر نکل گئے۔ انہوں نے یہ سچ کہا کہ اپنے جوروں کیون کے مشکین با زمین اور  
اونکو بیچ میں رکھا آپ اور اور دہر ہرہ در بنے۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ  
سپاہی قیدیوں کو لئے جاتے ہیں۔ جو وقت یہ محاصرہ ہو رہا تھا بادشاہ نے اپنے  
سر دار پون طرف رانا کی تلاش میں بھیجے تھے۔ اصف خان نے رام پور کو جو چوڑے  
پچاس میل پر تھلے لیا۔ اور قلعہ مانڈول بھی فتح ہو گیا تھا۔ حسین قلی خان نے  
اور پورے لے لیا تھا۔ اور اور پورے شمال مغرب کو کنبل میر سے او سے ہی  
قبضہ میں کر لیا تھا۔ اگرچہ اودھی سنگد کے قبضہ سے دار حکومت چتور گڑھ نکل گیا۔  
مگر وہ اپنی جہاڑی اور جگہوں میں آزاد اور خود مختار رہتا رہا۔ راجہ برتاہی سکا بنیا

جانشین ہوا تو ۵۸۴ھ میں اسے لکھنیل میر اور گوکندہ لیا گیا۔ مگر یہ راجپوت کی طرح  
 بودا اور نامزد نہ تھا۔ اسنے استقلال ہاتھ سے لیا۔ اور اکبر کی زندگی ہی میں اپنی  
 سلطنت کا ایک حصہ پادشاہی علان ظل سے نکال لیا۔ اور اودے پور کو اپنا دارالسلطنت  
 مقرر کیا۔ راجپوتوں میں رانا اودے پور ہی کا خاندان ایسا ہے جسے مسلمان پادشاہوں  
 کو بڑی نہیں بیامی۔ یہاں کے راجا ایسی رشتہ مندی کو ذہبانا جابر جانتے تھے۔  
**رہنپور اور کالجبر کے قلعوں کی فتح**

اس قلعہ میں شیر شاہ کی عمارت کے بعد حاجی خان اسکا غلام حاکم تھا۔ اس  
 خوف سے کہ قلعہ کہیں اکبر کے ہاتھ نہ لگ جاوے ۵۸۹ھ میں راجہ سرجن سنگھ  
 کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اودے سنگھ اودے پور کے رانا کی عزیزوں میں سے یہ راجہ تھا  
 اودے بہت مکانات اس قلعہ میں بنوائے اور تمام مضامات کو پر گنوں پر تسلط کر لیا  
 جب قلعہ چور فتح ہو گیا۔ اور پادشاہ اگرہ میں آگیا۔ تو اودے اس قلعہ کی فتح کا ارادہ  
 اور وہ فوج جمع ہوئی جو قلعہ چور کی فتح میں شریک نہ تھی۔ اشرف خان اور جہاں خان  
 اس فوج کو لیکر ۵۹۰ھ میں روانہ ہوئے۔ مگر سکوراہ ہی میں اس سبب کہ مالوہ میں  
 محمد سلطان مرزا کی اولاد نے بغاوت اختیار کر رکھی تھی اولٹا بلانا پڑا۔ اور سال  
 آئندہ بن پادشاہ خود فوج لیکر اس قلعہ پر چڑھ گیا۔ اور تھوڑے دنوں میں سنا با داد  
 مورچے اور سلامت کو چیر تیار ہو گئے۔ اور توپوں کی مار سے قلعہ کی فصیل کو کئی جگہ  
 سے توڑ دیا۔ جب راجہ سرجن سنگھ نے محاصرہ قلعہ کی یہ کیفیت دیکھی تو اودے نے  
 پادشاہ پاس اپنے دو بیٹے دودھ سنگھ اور بیچ سنگھ بھیجے۔ ان دونوں نوجوانوں  
 کے بیٹوں کی پادشاہ نے بڑی خاطر داری کی۔ اور بعد ازاں اسے سرجن سنگھ ہی

خود حاضر ہوا۔ اور قلعہ بادشاہ کے بالکل قبضہ میں ہو گیا۔ اور مہتر خان کو یہ قلعہ پیش ہوا۔ وہی قلعہ کالنجربے شیر شاہ کی جان لی تھی راجہ راجندر جہ پنہ نے شیر شاہ کو داماد بہار خان اعظم بہاؤن کے بیٹے سے مول لیا تھا۔ یہ راجہ ہوشیار تھا اس نے خود کچیا قلعہ کی بادشاہ پاس بھیجی۔

**فتح گجرات اور خاندان تیمور کے شانہ وادوں کی بغاوت**  
 امراء اور بلیک کے جگہوں کا ابھی فیصلہ ہوا نہ تھا کہ ایک در بغاوت ہندوستان میں برپا ہوئی۔ سلطان مرزا کا حال تم کو یاد ہو گا کہ وہ بابر کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھا۔ اس کے خاندان کا سلسلہ امیر تیمور تک پہنچتا ہے۔ بہاؤن کے ساتھ جو معاملات اس کے ہوئے وہ بیان ہو چکے۔ اب یہ شہزادہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ سرکار سنہیل میں برگنہ عظم پور اور جاگیر میں تھا۔ اسی سے اپنی بسوا کرتا تھا۔ اب اس کی اولاد اس کے یہاں کی اولاد ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا اور عاقل حسین مرزا کو بادشاہ انہی کا مین جاگیر میں دیدی تھیں۔ وہ اکثر بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ جو سپہ کی مہم سے بادشاہ آیا تھا کہ وہ اس کی خدمت سے جدا ہو کر اپنی جاگیروں میں گئے۔ مگر ۱۵۶۶ء میں جب بادشاہ لاہور میں مرزا حکیم کا جگہ اچکانے کیواسطے گیا تھا۔ بادشاہ کو دور جان کر سرکار سنہیل میں غدر مچا دیا تھا۔ اور کئی جاگیر داروں کو مار ڈالا۔

مگر جب جاگیر داران سنہیل سنہیل کے سامنے کھڑے ہو تو وہ ان سے بہاگ کر سکند خان اور بک اور خان زمان سے جملے۔ مگر ان خود سروں کے ساتھ ان کے مشنوں کی نہ تھی۔ اس لئے وہ دو آہ میں برس فساد ہوئے۔ یہاں تک کہ جاگیر داروں کو لوٹے مارتے دلی تک جا پہنچے۔ یہاں مخم خان آکر پہنچا گیا۔ اور تانا خان نے دلی کو فتح کیا۔ شانہ وادی

یہ سنا مان دیکھ کر گہبرائی۔ اور ماند کو چلتے بنے۔ وہاں کا حاکم محمد قلی برلاس پاشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسکا داماد خواجہ ہادی وہاں تھا۔ اور وہیں لڑکے بچے تیار کیا۔ لڑکے اور بچے کو دل و زرین کہ وہاں ملے۔ اور انکو پہلا ایسا میدان خالی ملا کہ وہ دو جاہگیر داروں کے مارے ہوئے یا کلاوہ میں قابض ہو گئے۔ جیسا شکر شاہی اونکی نذر کے وسط میں ہوا۔ تو وہ گجرات کو چلے گئے۔ گجرات کا حال یہ ہے کہ جب بہادر شاہ گجراتی مر گیا۔ تو گجرات کی حکومت پر محمود شاہ ثانی اسکا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اور جیسا سلطان محمود مر گیا۔ تو اس صوبہ میں امیر و ن نے شوریں و ٹہائی۔ مبارک اور اعتماد خان اور عماد الملک فراس غرض سے کہ ہم بادشاہی کرین سلطان احمد کے فرزندوں میں سے ایک کو بادشاہ بنایا۔ اور پھر اسکو مار ڈالا۔ ار ازل میں کسی کا چھوٹا سا لڑکا لے لیا۔ اور تنو اسکا نام رکھا اور نہ شہور کیا کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا ہے۔ اسکو تخت پر بیٹھا دیا۔ اور مظفر شاہ اسکا لقب کہ لیا۔ اور سلطنت کو اس طرح تقسیم کر لیا کہ احمد آباد دار الحکومت گجرات اور کہنات اور بعض اور قطاع تو اعتماد خان کے تصرف میں اور سرکار میں موسیٰ خان اور شیر خان فولادی کے حصہ میں اور سورت اور ربیع اور یرطوہ اور چنپانیر عماد الملک کے بیٹے چنگیز خان کے حصہ میں۔ اور جو ناگہ اور حیدر سورتہ امین خان غوری کے اختیار میں دو قہار و دوقہر سید مبارک کے نمبر کے حصہ میں آئی۔ اعتماد خان پہلے ہندو تھا اب مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ اس خور و سال بادشاہ کو اپنے پاس کہتا تھا۔ ان بے سرے سرداروں میں اسپین جہاڑ شروع ہوا۔ چنگیز خان نے اعتماد خان سے لڑائی شروع کی۔ اور غصب سلطنت کا الزام اسکے ذمہ لگایا۔ مرزاؤں نے جب دیکھا کہ مالوہ میں بادشاہی فوج کے سامنے سر جیسے مثل ہیں تو وہ چنگیز خان پاس چلے گئے۔

اوسنے اونکے آنے کو عجب جانا۔ بوج میں جاگیر دی۔ مگر یہ جاگیر ان شاہزادوں کی  
 شاہ خرچی کو کافی نہ ہوئی۔ اسلئے انہوں نے اور جاگیر داؤں پہلے اجازت چنگیز خان کے  
 تصرف کرنا شروع کیا۔ اور ناحق کے حق اپنے جتانے اور بیہودہ شیخان مارنی شروع  
 غرض سپر ایک قصہ کٹر اہوا۔ مرزا خاں ہو کر خاندیس میں چلے گئے۔ اور وہاں سے بہر  
 مالوہ میں آئے۔ چور گڈہ کی فتح سے تھوڑے دن پہلے پادشاہ نے فوج اونکے مقابلہ کے  
 مالوہ میں روانہ کی تھی۔ مگر چنگیز خان کو جبار خان حبشی نے مار ڈالا۔ شیر خان فولادی  
 نے احمد آباد کا محاصرہ کیا۔ اور اعتماد خان کو اس میں گھیر لیا۔ ان مرزاؤں کو بھی اپنی پاس  
 بلا لیا۔ یہاں سے نو پادشاہ بھی اوسکے بہکانے سے احمد آباد سے بہال کٹن میں چلا گیا  
 ۔ ان تمام جگہروں اور فسادوں کی جیب اکبر کو خبر ہوئی۔ تو اوسنے یہہ سمجھ کر کہ ملک برباد  
 ہو جاتا ہے۔ ملک گجرات کی تسخیر کا ارادہ ہم کیا۔ اور ۱۵۱۹ء میں فوجیں ۹۸۰  
 روانہ ہوا۔ سرورھی کا راجہ راہ میں طبع ہوا۔ پٹن نہروالہ میں وہ پہنچا۔ اور احمد آباد کا  
 قصد کیا کہ شیر خان فولادی نے یہہ سنتے ہی احمد آباد کے محاصرہ ہاتھ اٹھایا۔ اور  
 پٹن سے دو منزل ہے پادشاہ چلا تھا کہ میان تنو مظفر شاہ نے پادشاہ کے سپرد پر  
 اپنا تاج اور تخت رکھ دیا۔ اور اعتماد خان بھی حاضر ہوا۔ قلعہ کی کجیاں پادشاہ کے  
 سامنے رکھ دیں اور پادشاہ کی بڑی مت سماجت کی کہ وہ اس ملک پر اپنا قبضہ  
 تصرف کرے۔ غرض ۴۔ رجب کے پادشاہ کا خط یہاں پڑ گیا۔ گجرات کے اندر سوت  
 میں محمد حسین مرزا اور چنپانیر میں شاہ مرزا اور بہر پور میں ابراہیم حسین مرزا ملک  
 ہو گئے تھے۔ اب پادشاہ احمد آباد سے کہنات میں آیا۔ امر گجراتی کو احمد آباد میں چھوڑ  
 وہاں سے ایک امیر خندانہ الملک۔ بہال کرا احمد انکر چلا گیا۔ اسلئے اور امیروں کا بھی ختیار

وہ نظر بند کئے گئے۔ پادشاہ کہنیاں ہی بڑودہ میں آیا۔ اور مرزا عزیز گوگلتاش کو تھام  
ملکی کے واسطے منتظم مقرر کیا۔ پہرہ سوت کی فتح کرنیکے لئے فوج روانہ کی۔ وہاں چین مرزا  
دوسرے دن بعد اس مردانگی کی یہ خبر آئی کہ ابراہیم مرزا نے رستم خان رومی کو  
مار ڈالا۔ اور بروج میں پادشاہ کے لڑنکی خبر سنکر اس شہر کو چھوڑ دیا۔ اور پادشاہ کے  
خیمہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہوتا ہوا کہیں اور جا کر فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتا  
پادشاہ یہ سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ اور ابراہیم مرزا کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کی۔  
اور پادشاہ نہایت جستی اور چالاک سے بے نال بڑہ کر دشمنوں کے مقابلہ پر بڑی کڑی  
طے کر کے جا پہنچا۔ ہوقت پادشاہ کے ساتھ تمام منتخب امیر اور سپاہی ایک سو چھپن کے  
قریب ہو گئے۔ ابراہیم مرزا ہوقت میں نال میں تھا۔ اس پاس ایک ہزار سوار مسلح شہر  
دریا و ہندو کی کے کنارہ پر پادشاہ نے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور دشمنوں کو ایسا مجبور کیا  
کہ ان کو کوئی چارہ ہی سوا اسکے نہ رہا تھا کہ وہ ایسی تنگ اسون میں کھڑے ہوں جہاں  
تین سواروں کے زیادہ چوتھے سوار کا گذارہ نہ تھا۔ اس حکمت اپنی تھوڑی فوج کو دشمن  
کی بڑی فوج کے برابر کر لیا۔ جسے پور کا راجا اور اسکا بیٹا بہت چالاکانگہ ہی ساتھ تھا  
جب پادشاہ دشمنوں کو دبا دبا تا رقیقوں سے علیحدہ ہوا تو اسوقت اس کے ساتھ راجہ  
مان سنگھ ہی تھا۔ دشمنوں کے تین سواروں کے قدم بڑھا اور ایک راجہ پر حملہ کیا۔ مگر وہ کانٹا  
میں ایسا پھنسا ہوا تھا کہ راجہ نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ دونے پادشاہ پر حملہ کیا  
مگر پادشاہ نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اسوقت پادشاہ  
صحیح سلامت اس جگہ کے ہمراہ ہونے سے بچ گیا۔ اب ابراہیم مرزا کا دل لڑائی سے  
ہار گیا۔ اور بہاگ گیا۔ اس کے تعاقب میں لشکر روانہ ہوا۔ پادشاہ مرزا کا دل لڑائی سے



اس فتح کا بڑا شکر ادا کیا۔ اب یہ مرزا متفرق ہو گئے۔

## سورت کی فتح

اگرچہ سورت کا قلعہ چوڑا سا تھا۔ مگر نہایت مستحکم بنا تھا۔ وہ برتگیزوں سے لڑنے کے واسطے ۱۷۷۹ء میں سلطان محمود گجراتی کے غلام صفر اکا ملقب بہ خداوند خان زادہ نے اس قلعہ کو تعمیر کیا تھا۔ ایک مہینہ سترہ روز تک اس قلعہ کا محاصرہ ہوا۔ اب بہت کچھ ٹوپ گولہ بارود صرف ہوا۔ جب قلعہ فتح ہونے کے قریب ہوا تو مولانا نظام الدین لاری کی سفارش سے صلح ہو گئی۔ اور قلعہ بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔ اور فتح خان کو یہاں کا حاکم مقرر ہوا۔

## مرزاؤں کا حال

جب مرزا لطیفی سے بہاگے تو ابراہیم حسین مرزا پٹن میں گیا۔ اور یہاں محمد حسین اور شاہ مرزا سے ملا۔ اور کچھ عرصہ صلاح اور مشورہ ہو کر یہ امر قرار پایا۔ کہ ابراہیم حسین مرزا تو ہندوستان میں فساد برپا کر چاہئے (مگر ابوالفضل لکھتا ہے کہ وہ ہندوستان خاص میں بہائیوں سے خفا ہو کر چلا گیا) اور باقی دونوں مرزا شیر خان فولادی کے ساتھ پٹن کا محاصرہ کریں۔ پس شیر خان فولادی نے پٹن کا محاصرہ کیا۔ سید احمد خان بارہ قلعہ پٹن میں متحصن ہوا۔ اور بادشاہ کو سارا حال لکھ بھیجا۔ بادشاہ نے بہت سے جاگیردار اور سرداروں کی اعانت کی واسطے بھیجے۔ اور خان اعظم عزیز گلکٹاش کو سپہ سالار مقرر کیا۔ پٹن سے پانچ کوس پر شیر خان فولادی اور مرزاؤں اور بادشاہی لشکر کو شکست دی۔ مگر پھر خان اعظم بہت کر کے جو لڑائی لڑا وہیں فتحیاب ہوا۔ شیر خان بہاگ کر منعم خان پاس جو ناگڑہ میں چلا گیا۔ محمد حسین مرزا

دکن میں بہاگ گیا۔ گجرات کی حکومت خان عظم کو سپرد ہوئی۔ اب ابراہیم مرزا گجرات سے بہاگ کر کے قلعہ میں آیا۔ اور ایک کاروان کو اس قلعہ سے گیارہ کوس پر لٹا۔ اور ناگور کو لٹتا ہوا نارنول میں گیا۔ اسے راج اور اسے سنگھ ہراسوا لیکر اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ ناگور سے بیس کوس کے فاصلہ پر مرزا سے اونکی لڑائی ہوئی۔ اور مرزا بہاگ گیا غرض وہ راستے میں لٹتا مارتا سنہیل کی سرکار میں عظم پور پہنچا۔ اور پھر پانی پت سپت کرنا ل کو لٹتا ہوا پنجاب میں داخل ہوا۔ یہاں نگر کوٹ پر بادشاہ سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس امید پر آیا تھا کہ شاید کوئی موقع مل جائے۔ راہ میں اس کے ساتھ اور سیکڑوں ادباش ہمراہ ہو گئے۔ ملتان سے چالیس کوس پر تلنبہ میں بادشاہ کے امیروں کو اسے مقابلہ کیا۔ وہ بہاگ کر ملتان میں گیا۔ اور دریا گاراجا اس دریا کا نام ہے جو بیاس و ستلج ملنے سے بنتا ہے اور ترنا چاہتا تھا مگر کشمیران نہ ملین اس لئے شب کو یہیں آرام کیا۔ رات کو قوم جیل نے جو مچلی بچا کرتے تھے اور سپر حملہ کیا۔ اور زخمی کیا۔ کپڑے بدل کر بہاگنا چاہتا تھا کہ اس کو آدمیوں نے پہچان لیا اور سعید خان حاکم ملتان پاس قید کر کے بھیجا کہ اتنے میں وہ خود قید رستی سے چھوٹ گیا۔

### بادشاہ کا دوبارہ گجرات میں جانا

بادشاہ ہم گجرات سے فارغ ہو کر ۱۵۷۳ء جون ۹ کو اپنی دار الخلافہ میں چلا آیا تھا مگر یہ ملک باغیوں سے صاف نہ ہوا تھا۔ اختیار الملک ایدر کی حدود میں کراچی زمیندار کی اعانت سے اور شیر خان فولادی کے بیٹوں سے سازش سے فاد مچار ہوا تھا۔ اور محمد حسین مرزا نے بھی دولت آباد سے سورت کے دوبارہ لینے کی

قصد سے کوچ کیا۔ قلیچ خان نے اس قلعہ کو لڑائی کے لئے تیار کیا۔ مرزا نے  
 اپنا یہ منصوبہ چھوڑ دیا۔ اور کنبات میں چلا گیا۔ اور یہاں کے حاکم کو بہکا دیا۔  
 وہ احمد آباد چلا گیا۔ خان اعظم نے کچھ سپاہ اس مرزا سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجی  
 اور اب خود اختیار الملک سے لڑنے کی طرف آیا۔ مرزا کی سپاہ کو شکست ہوئی۔  
 اور وہ بہاگ کر اختیار الملک کے شریک ہوا۔ اب خان اعظم احمد آباد میں مقیم ہوا۔  
 ان دونوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں مگر کوئی نتیجہ و سکا نہ پیدا ہوا۔ شیر خان  
 فولادی کے بیٹوں کو جب سکی خبر ہوئی تو وہ بھی دوڑ اختیار الملک سے آئے  
 ۔ اب یہ سب مل ملا کر بیس ہزار سپاہیوں کا جگہٹ ہو گیا۔ انہیں سب قومن کے  
 سپاہی تھے مغل جتنی گجراتی افغان چیت و نہر کے احمد آباد کو جا کر گہرے لیا۔ خان اعظم  
 بھی قطیف الدین کی امداد لیکر اس شہر میں پہنچ گیا۔ ان دونوں کو اپنے آدمیوں کا  
 اعتبار نہ تھا۔ ناچار قلعہ میں پناہ لی۔ یہ سب حال بادشاہ کو معلوم ہوا۔ اور اس کا  
 خود ارادہ چلنے کا ہوا۔ ابھی لشکر شاہی ایک برس لڑ کر گجرات آیا تھا۔ اس نے اپنی  
 جاگیروں سے روپیہ بھی وصول نہ کیا تھا۔ بادشاہ نے خزانہ شاہی سے روپیہ دیکر  
 کا حکم دیدیا تھا۔ اور بہت سا لشکر کا سامان تیار کیا۔ وہ یہہ جانتا تھا کہ سارا لشکر  
 بہرہ بنگاہ سمیت جلد نہیں جاسکتا۔ اس لئے اس نے دو ہزار کا رڈ فودہ من چلے  
 بہادر چنے چنے دلاور سپاہی ساتھ لئے۔ اور ساتھ ہی رہتے حاکم کو حکم پہنچا  
 کہ جتنی کوتل سوار یاں ہوں تیار کر کے اپنے پنجابی فوج سے سرراہ حاضر ہوں۔  
 خود تین سو جان نثاروں سے کہ تمام نامی سردار اور منصب دار تھے۔ ساتھ ہنوں  
 پر بیٹھ کر کوتل گہڑ سے لگانہ دن دیکھنا نہ رات۔ جنگل اور بہاڑ کاٹ ساتھ سے چاروں

سفر کو نو دن میں ختم کیا۔ اور گجرات میں جا پہنچا۔ کل تین ہزار جوان علم شامی کو نیچے  
 لڑنے بٹرنے مرنے کرنے کو تیار پائے۔ ہر وقت کسی نے کہا کہ کچھ جان نثار آنا چاہتے ہیں  
 اور نگاہ انتظار کرنا چاہتے۔ کسی نے کہا کہ شب خون مارنا چاہئے۔ پادشاہ نے کہا کہ انتظار  
 دیکھنا بند لی ہے۔ شب خون مارنا چوری ہے۔۔۔ اوسی وقت حملہ کے تیاری  
 کر دی مرزا عبدالرحیم کو جو بیلم خان کا سولہ برس کا نوجوان لڑکا تھا۔ لڑھلہ بنا یا اور  
 فوج کی بین و لیا کو درست کر کے خود سو سوار لیکر الگ ہوا۔ نقارہ کا حکم دیا۔ خان اعظم پانچ  
 آدمی بھیجا کہ ہم آپہنچے ہیں تم اندر سے نکلو۔ اوس پر دشمن کا ڈر ایسا چھایا ہوا تھا کہ باہر  
 نکلنے سے جان نکلتی تھی۔ غرض جیسا کہ آداب تین کو سر رہا۔ اور دشمنوں کے کان میں  
 نقارہ اکبری کی آواز پڑی تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور محمد حسین مرزا دو  
 سواری لیکر آگے دیا۔ اے کنارہ پر آیا۔ اتفاق سے پادشاہ کے لشکر میں سے ہی سبھاں  
 ترکی دو تین آدمیوں کے ساتھ اسی دریا کے کنارہ پر کھڑا تھا۔ حسین مرزا نے سبھاں خان  
 آواز دی کہ یہ کسکا لشکر ہے۔ اوس پر جواب دیا کہ پادشاہی لشکر ہے اور شہنشاہ سر  
 ہے۔ مرزا نے کہا کہ چودہ ہوان دن گزرے جا سو سونے انگر خبر دی ہے کہ پادشاہ  
 فقہور میں ہے۔ اس پر سبھاں خان نے قہقہہ مارا۔ مرزا نے کہا کہ اگر یہ شہنشاہ ہے تو  
 ہاتھی کہاں ہیں جو اوسکے ساتھ رہتے ہیں۔ اوس پر سبھاں خان نے کہا کہ نوان دن  
 آج پادشاہ کو چلے ہوئے ہوئے۔ ہاتھیوں کو کیا ہاتھ پراوٹھا لانا۔ جبوقت یہ خبر مرزا  
 کے لشکر میں پہنچی تو تمام سپاہ کو دل مضرب ہو گئے۔ اب مرزا نے اختیار الملک کو توڑ دیا  
 پر اس نظر سے چھوڑا کہ خان اعظم قلعہ سے نکل کر شہر کو نہ لے لے اور خود سات ہزار  
 فوج لیکر سامنے آکر حملہ کیا۔ پادشاہ کی فوج سے خوب لڑائی ہوئی۔ اور کئی دفعہ ایسی صورت

معلوم ہوتی تھی کہ بادشاہی لشکر کو شکست ہو۔ جب بادشاہ فرود سے دیکھا کہ ہراول  
 کی فوج پر زور پڑا۔ اور اسکے پیرو کھڑے تو ان سنگہ کے باپ اجہ بہگوان سنگہ  
 سے کہا کہ اپنی فوج تھوڑی ہے۔ اور غنیمت ہزاروں میں جلو ہم تم ملکر جا پڑیں غرض بادشاہ  
 وہاں چلا گیا۔ اکبر کے نام سننے ہی فوج کے ہوش ڈر گئے۔ اور وہ ہراگندہ ہو کر بکھر گئے۔  
 مرزا خود بے سرو پا بہاگا۔ گال پر ایک زخم لگا۔ بہاگتا ہوا گھوڑے سے گرا۔ پکڑا ہوا  
 بادشاہ کے رو برو آیا۔ اب دو معنی کھڑے ہوئے۔ ہر ایک کو دعویٰ تھا کہ میں فریکوٹا ہے  
 بادشاہ نے مرزا سے پوچھا کہ تم تباہ کسنی پکڑا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے کسی نے نہیں پکڑا۔  
 حضور نک فرقتار کیا ہے۔ غرض یہ ہنگامہ فرو ہوا ہی تھا کہ سامنے اختیار الملک  
 محاصرہ چوڑ کر لشکر لیکر آیا۔ اکبر جہاں گیا وہاں فتحیاب ہوا۔ اسلئے یہ مشہور ہو گیا کہ  
 کہ اسکو تسخیر قباب کا عمل آتا ہے۔ اس شہرت اس کے لشکر کے دل بڑھادی تھی۔ اور  
 دشمنوں کو دل بھجادی تھی۔ جو سپاہ قواعد دان نہ ہو۔ اور اسکے دل سے توہمات طلہ  
 سے بہرے ہوں۔ انکو صرف ایک بادشاہ کا دم بہکا دینے کو لئے ہزار لشکر سے زیادہ ہے  
 برخلاف اسکے جن سپاہیوں کا دل سے خیالی خیالات سے خالی ہوتا ہے تو وہ اپنے سامنے  
 بادشاہ اور ایک دانے سپاہی کو برابر جانتے ہیں۔ اچھا ہی اختیار الملک کی نظر  
 علم شاہی پر پڑی وہیں اوٹے پیر دن بہاگا۔ اور سپاہی ایسے ہوا سان ہو کر بہا  
 کہ بادشاہی فوج کے سپاہی اوسیکے تیر چہین چہین کر انکے کلیجوں میں چید تے تھے  
 ۔ سہراب بیگ فر اختیار الملک کو پکڑ لیا۔ اور سر کاٹ کر بادشاہ کے رو برو لے گیا۔ بعد  
 فتح کے اعظم خان اور مصومین نکل کر بادشاہ سے ملے۔ اور بادشاہ نے ایک مینار  
 دشمنوں کی دو ہزار کہو پریوں کا بنوایا۔ خان غلام کو یہاں کی حکومت سپرد کی۔

اور خود احمد آباد میں بادشاہ کچھہرہ دونوں ٹہرا۔ اور تنظیم کیا۔ اور جان نثار و ن کو قلعے پر جاگیریں عنایت کیں۔ قطب الدین اور اورنگ خان کو بڑوچ اور چنپانیر میں بھیجا تاکہ وہ شاہ مرزا کا علاج قرار واقعی کریں۔ راجہ بھگوانداس اور بعض ورامراویدر میں روانہ ہونے کی حکومت میر محمد خان کو عطا ہوئی۔ اور دودلوہ اور دندو قہ میں وزیر خان بطور مقرر ہوا۔ راجہ ٹوڈر مل گجرات کی جمع تشخیص کرنے کے لئے اور روپیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ اور بادشاہ اپنی دارالخلافہ میں آگیا۔ اس معرکہ کی یہ کہانی مشہور ہے کہ لڑائی سے پہلے جہوقت زہرہ بکتر نے خاص ملازمین کو بادشاہ تقسیم کر رہا تھا۔ کہ جو کچھ پسر روپیہ کو دیکھا کہ وہ باپ کا زہرہ بکتر ایسا بہاری پہنے ہوئے کھڑے ہے کہ اس کے بوجھ سے وہ باجا تا ہے۔ بادشاہ نے دیا کر کے اس کو ہلکا پہلکا زہرہ بکتر دیدیا۔ اور اس کا بہاری زہرہ لیکر مالدیو کے پوتے کو دیدیا۔ جب چل روپیہ پاس گیا تو اس نے بوجھا کہ زہرہ بکتر کیا ہے اس نے تمام حال کہا روپیہ اور مالدیو کے خاندان میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ اس پر وہ ایسا خفا ہوا کہ اس نے بادشاہ پاس آدمی بھیج کر زہرہ بکتر ایسا منگایا۔ بادشاہ نہایت اخلاق سے جواب دیا کہ زہرہ بکتر کے عوض میں ہم نے اپنا خاص زہرہ بکتر دیدیا ہے۔ یہ جواب سن کر روپیہ نے اپنا زہرہ بکتر اقرار کر پھینک دیا۔ اور کہا کہ اب ہم بدو ن اور لڑینگے۔ بادشاہ نے اس گستاخی پر التفات نہ کیا۔ اور خود اپنا زہرہ بکتر اقرار کر پھینک دیا اور یہ فرمایا کہ مجھ کو یہ بات گوارا نہیں کہ میرے سردار مجھ سے زیادہ جان جو کہوں میں پڑیں۔ اور میں سلحہ ہوں اور وہ فسلحہ ہوں \*

## فتح بنگال

اب اکبر کا دوسرا کام یہ تھا کہ بنگالہ اور بہار کو فتح کیا۔ ۱۵۶۶ء میں بہار کا یہ حصہ

شیر شاہ ثانی پر فتح پالے سی پادشاہ کو قبضہ میں آگیا تھا۔ مگر باقی بہار اوس ملک سمیت جو مشرق کو واقع ہے پادشاہ سی کچھ علاقہ نہ رکھتا تھا۔ ہمایون کی محبت سے پہلے سلطان محمد شاہ عدلی کی حکومت بنگالہ نکل کر سلیمان کرانی کے قبضہ میں آگیا تھا۔ اور یہ سلیمان سلیم شاہ کا غلام تھا۔ اور بہار اور بنگال کا مالک تھا بطاہر پادشاہ کی اطاعت کرتا تھا۔ مگر جب پادشاہ قلعہ سورت کی محاصرہ میں مصروف تھا۔ تو وہ ۹۱۱ھ میں مر گیا۔ اور اوسکا بیٹا بائزید تخت پر بیٹھا مگر امیر ونگ او سے مار ڈالا۔ اور چھوٹے بیٹے داؤد شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ یہم پادشاہ نہایت بودا اور عیاش تھا سری ہر بنگا اور قلعہ خان اوسکے صلاح کار تھے گو جرخان وزیر تھا۔ یہی امیر وزیر اور ایسے غالب ہو گئے تھے کہ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ اوسنے پادشاہ سی سرتابی کی۔ خان اعظم حاکم جو پور نے جو قلعہ زانیان بنایا تھا اوسکو مسمار کر دیا۔ اسلئے منعم خان خانخانان کے نام حکم گیا کہ وہ بہار کو فتح کرے۔ ہوقت داود شاہ حاجی پور میں تھا اور لودی اوسکا امیر الامرا باغی ہو گیا تھا۔ وہ قلعہ ستابس میں تھا۔ اور خود مختار ہو مینا ارادہ کیا۔ منعم خان خانخانان لشکر لیکر حاجی پور اور پٹنہ پر چڑھ گیا۔ لودی یقین تھا کہ افغان سب جانشینکے۔ اسلئے باوجود داود شاہ کی دشمنی کے یوں صلح کرادی کہ دو لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کی جنس بطور خراج کے داؤد شاہ دیدے۔ تو پادشاہی لشکر یہاں سے چلا جائے۔ مگر داؤد شاہ ایسا نالائق اور کم عقل تھا کہ اوسنے قلعہ خان اور سری دہر بنگالی کے کہنے سی لودی کو قید کر لیا۔ اور آخر کو مار ڈالا۔ اور اپنا عہد و پیمان پادشاہ سی توڑ ڈالا۔ اور اپنے تئیں پادشاہ خود مختار بنایا۔ اور جہاں سون اور گنگا مٹی میں وہاں دریا پر منعم خان خانخانان کے شتیون میں لڑا۔

اور نہ ہمت اٹھائی اور دروہاگ گیا۔ خانخانان نے دریا دسوٹک اور تر قلعہ پٹنہ کو محاصرہ کر لیا۔ اور جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ عین برسات میں روانہ ہوا اور لڑائی کے سامانوں اور رسد ذخیروں اور تہوڑی بہت توپوں کو گنگا جنامیز کشتیوں کے ذریعہ سے پہنچایا۔ اور کچھ بہاب خشکی کی راہ روانہ کیا۔ اور جوانی پٹنہ میں آ پہنچا۔ اور وہاں ایک مجلس شوریٰ کو جمع کر کے اس نے یہ کہہ کر کہ اول قلعہ حاجی پور کو فتح کرنا چاہئے۔ اس کے فتح ہونے سے ہمارے پٹنہ آسانی سے فتح ہوگا۔ چنانچہ اس نے خان عالم کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اس قلعہ کی فتح کے لئے بھجوا دیا۔ اور پٹنہ سے یہ قلعہ چھین لیا۔ اور پادشاہ کو ایسا بڑا اندیشہ پیدا ہوا کہ پادشاہ پاس اپنی عفو تقصیرات کر لئے بھیجے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ خدمت میں حاضر ہوا وقت تقصیرات معاف ہوں گی۔ اور اگر نہ حاضر ہو تو طرح فضیلہ کر لو کہ تنہا آنکر میدان میں مجھ سے لڑے جو فتحیاب ہو وہی قلعہ کا مالک ہو۔ یہ پادشاہ کا جواب سنکر اور سر اس پر ہوا۔ راتوں رات کشتی میں سوار ہو بنگالہ کو پہاگ گیا۔ پادشاہ نے صبح کو بچہ کیس جلا کر اسکے چار سو ہاتھی چھین لئے۔ پٹنہ کا انتظام کر کے اور نعم خان کو یہاں کی حکومت سپرد کر کے خود اگرہ چلا آیا۔ اس فتح کی تاریخ ہوئی کہ +

ملک سلیمان زداؤد رفت + ۹۱۳ھ  
۱۵۰۵ھ

پادشاہ نے مظفر علی ترمذی کو مظفر خان کا خطاب دیکر قلعہ ستاس کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ اور پادشاہ جب پٹنہ سے پہاگ تھا تو گڈھی میں کہ بنگالہ کا دروازہ مشہور ہے گیا تھا۔ یہاں اس نے نہایت استحکام کیا۔ اور پر خود ٹانڈہ اپنی دار الخلافہ میں چلا گیا۔ جب نعم خان خانخانان گڈھی پر پہنچا۔ تو اس کی صورت افغان ایسے گہرے کہ



بے رومے گدھی کو چھوڑ کر بہاگ گئی۔ اب خانخانان اگے ٹانڈہ بڑھ گیا۔ وہاں سے ہی داؤد خان  
 ڈر کر ملک آرٹیسین بہاگ گیا۔ جیسا بنگال کا قبضہ میں آنا آسان معلوم ہوتا تھا ایسا وہ  
 آسان نہ نکلا۔ دیناج پور سے جنوب مشرق میں گھوڑا گھاٹ میں مجنوں قلعہ شال حاکم مقر  
 اوستے سلیمان بنگالی افغان یہاں کا جاگیردار خوب لڑا۔ اور آخر کو شکست پا کر مارا گیا  
 فاختال نے اوسکے بیٹے سواہنی بیٹی کی شادی کی۔ اورنگ خان داؤد شاہ کو تعاقب  
 میں روانہ ہوا تھا جب وہ دارلین جوار یہ در بنگال کے درمیان ہے پہنچا۔  
 تو معلوم ہوا کہ داؤد شاہ ڈبن کساری میں فوج جمع کر رہا ہے۔ غرض جنید اوسکے  
 بیٹے نے دو دفعہ لشکر شاہی کے دانت کھٹے کر دے اور شکست دیدی۔ اور بڑی بڑی  
 نامور بادشاہی سرداروں کو زخمی اور قتل کیا۔ خانخانان ٹانڈہ سے جب گیا اور  
 جنگ عظیم واقع ہوئی اوسمیں داؤد شاہ کو شکست ہوئی۔ اور وہ کلک بنارس کو بہاگ  
 گیا۔ ہنور خانخانان کے زخم ہرے تہی اسلئے اوسنے قیام کیا۔ اور مجلس شری کو منعقد  
 رکھا۔ اوسمیں یہہ ٹہرا کہ داؤد شاہ کا تعاقب کرنا چاہئے۔ راجہ ٹوڈر مل وراو امیر  
 اس کام پر متعین ہوئے۔ جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ داؤد شاہ مع اہل عیال قلعہ  
 کلک میں موجود ہے۔ راجہ ٹوڈر مل نے سارا حال خانخانان کو لکھ بھیجا۔ وہ بھی یہہ ٹہر  
 کلک بنارس کی طرف روانہ ہوا۔ اور مہاندی کے کنارہ پر قلعہ کی تسخیر کا سامان  
 جمع کرنا شروع کیا۔ داؤد شاہ کو متواتر شکستیں پہنچتی تھیں گوجر خان وزیر مارا گیا تھا  
 اسلئے اوسنے لاچار ہو کر یہہ پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کا تباہ کرنا چاہا کام نہیں ہے  
 میں اطاعت کو لئے حاضر ہوں مگر یہہ بنگال کا کونا جو میرے گزارہ کے لئے کافی ہوگا  
 میری جاگیر میں رہے۔ اگر یہہ میری درخواست منظور نہ ہو تو پھر میں بغاوت نہ کروں گا

خانخانان نے یہہ درخواست منظور کر لی داؤد شاہ مع اپنے افغان امرا کے بڑے  
 طمطراق سے خانخانان کے خیمہ میں آیا۔ اور ہمسکا استقبال ہوا اور داؤد شاہ نے  
 گھر گوار کھول کر خانخانان کے آگے رکھ دی اور کہا کہ جب میرا دل تلوار سے بیزار ہے  
 کہ وہ آپ جیسے لائق آدمیوں کو زخمی کرتی ہے۔ صلح نامہ مرتب ہوا۔ اور سپر حلف  
 لیا گیا۔ خانخانان نے ایک تلوار مرصع اور سکو عنایت کی غرض داؤد شاہ ایسا لیا گدا  
 نہ تھا کہ صلح دیکر کرتا۔ ملک اٹلیہ وسی کے قبضہ میں موافق صلح کے رہا۔ پہلے بنگال کا پائی تخت  
 گور تھا۔ مگر افغانوں کو اس کی آب و ہوا ناموافق تھی۔ اس لئے اس کی جگہ خوں پور مانڈہ کو دارالسلطنت  
 اب خانخانان اس نظر سے کہ گور پانی یا ہی اور عمدہ معائنہ بنی لکھی بن حکم دیدیا کہ خوں پور مانڈہ کو  
 رنجو لکھنؤ میں جائیں۔ گریہا لکھی آئے ہوا لکھی گئی ہوئی تھی کہ لکھی کو آئی ہوئی۔ اور لکھی کو لکھی ہوئی  
 اس کی جگہ حسین قلیخان مخاطب بخطاب خان جہان یہاں حاکم مقرر ہوا۔ اور ابھی  
 وہ اپنے کام کو سنبھالنے نہ پایا تھا کہ داؤد شاہ نے پچاس ہزار سپاہ جمع کر کے خواص  
 مانڈہ اور اسکے نواح پر قبضہ اور تصرف کر لیا۔ پادشاہی فوج سب جمع ہو کر اسکے  
 سامنے ہوئی اور بہار سے ہی امداد آئی۔ اور آخر کو ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں  
 بڑا کشت و خون ہوا۔ اور انجام اس کا یہم ہوا کہ داؤد شاہ کو شکست ہوئی اور وہ  
 بکڑا گیا اور خواجہ جہان کے حکم سے مارا گیا۔ ۹۸۶ء میں مظفر خان نے رستاس کا  
 محاصرہ کیا۔ اور بعد تھوڑے عرصہ کے یہ قلعہ ہی فتح ہو گیا +  
 ۹۸۶ء میں بنگال و بہار دوبارہ پادشاہ دہلی کے قبضہ میں آ گیا۔ اور  
 بہتانوں کی جو کچھ حکومت باقی تھی وہ بھی معدوم ہوئی +

## ملک بہار و بنگال کی کیفیت

اکبر کے عہد میں ان دونوں ملکوں کی ایسی حالت تھی کہ وہاں امن امان کا ہمیشہ قائم رہنا دشوار تھا۔ اسلئے کہ اول تو سبب بغاوت کی وہاں کچھ کم نہ تھی۔ دوم جنوب میں بہار جنگل و شمال میں بہار اور جنگل سمندر کے پاس کی دلدل اور جنگل بانی اور صندوق کے ایسی ٹھکانے تھے کہ انکو وہاں سے رفع دفع کرنا نہایت مشکل تھا۔ بنگال کو پہلے تو مغلوں نے مطیع نہیں کیا۔ سارا افغانوں نے بہار چڑھا تھا۔ سوا اس کے جب ہندوستان بالامغلوں نے فتح کیا تو جن افغانوں نے مغلوں کی اطاعت اور ملازمت کو پسند نہیں کیا وہ سب سب اس ملک میں چلے آئے۔ اسلئے یہ ملک افغانوں کے کان بن رہا تھا۔ سب ملک مغلوں کا تہہ لگاوا تو انہوں نے افغانوں کی جاگیروں کی قبضہ کر لیا۔ اور جو آمدنی ہوئی اسکو اپنے تصرف میں لائے۔ اور سپاہ اور لڑائی کے خرچ کا بہانا بنایا۔

## بغاوت امرا بہار و بنگال

اس ملک پر فتح کامل و سوقت حاصل ہوئی کہ اکبر ملک کی آمدنی کا انتظام کر رہا تھا۔ اسلئے صوبہ دار بنگال سے ہی خراج کار و پیہ طلب کیا۔ اس کام کے لئے جب مظفر خان بنگال میں پہنچا۔ تو اس نے اس ملک کا انتظام شروع کیا۔ اور نہایت سخت تدابیر اعلیٰ میں بہت سوامیروں کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور فیج کی تعداد کا حساب ان کے موافق نہایت سختی سے لیا۔ بابا خان فاضل نے نہایت منت اور سمجھت اسکی کی کہ میری جاگیر میں دست انداز نہ ہو۔ مگر اس نے اسکو نہایت تنگ کیا۔ اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ انہیں دنوں بادشاہ کا حکم آیا کہ مرزا محمد حکیم کا ایک لکھ کر روشن بیگ

قاتال بگال میں آیا ہے۔ اسکی گردن اوڑائی جائے غرض یہہ سبب مان ایسے  
 ہو گئے کہ سب قاتال باغی نہ گئے۔ اور انہوں نے جمع ہو کر جاجی مظفر خان کا رشتہ  
 لوٹ لیا۔ مظفر خان کی سچا دہ سے لڑنے کے واسطے دریا کے کنارہ پر پہنچے۔ کہہ میں لڑنے کے  
 وقت پادشاہی حکم آگیا کہ قاتالوں سے لڑائی نہ لڑو اور انکی جاگیروں میں خلل مت ڈالو  
 اس حکم پر صلح کے واسطے آپس میں پیغام سلام ہوئے۔ کچھ امیر مظفر خان کی طرف سے قاتالوں  
 پاس گئے۔ اسنے انکو پکڑ لیا۔ انکے پتہ لکھ کر چلتی شروع ہوئی۔ یہاں یہہ حال ہوئی  
 رہا تھا کہ بہار میں ملاطیب اور نہر کوٹھم بخشی۔ بہار کے خراج لینے میں سخت گیری کر رہے  
 تھے محمد معصوم کابلی کی جاگیر اور امیروں کی جاگیریں انہوں نے ضبط کر لیں۔  
 ان امیروں نے بھی آپس میں سازش کر کے بغاوت برپا کی۔ جب بابا قاتال اور محمد معصوم  
 کابلی کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو بہار میں آپس میں اتفاق ہوا۔ اور مظفر خان  
 بہار پر ٹانٹہ میں محصور ہوا۔ غرض پادشاہ کے تمام اہلکاروں کا ناک میں دھماں  
 باغیوں کے ہاتھ سے ہوا۔ اور مظفر خان اور ننگہ ہاتھ سے ملا گیا۔ اور جب پادشاہ  
 نے دیکھا کہ میری ان فتوحات کا کچھ ثمرہ نہ ہوا۔ اور تیس ہزار آدمی اس کے اپنی  
 سپاہ کے اسے لڑنے کے واسطے موجود ہیں تو اسنے ۱۵۷۹ء میں راجہ ٹوڈر مل کو  
 یہاں انتظام کے لئے بھیجا۔ اور بہت اور جاگیرداروں کو بھی حکم ہوا کہ وہ راجہ کے  
 ساتھ اس فساد کے فرو کرنے میں کوشش کریں۔ معصوم خان جو نہر کا جاگیردار  
 بھی تین ہزار سوار لے کر ساتھ نہوا۔ جب یہہ راجہ پادشاہی فوج لیکر منگیر میں پہنچا۔  
 تو وہاں باغیوں کا لشکر تیس ہزار سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کا موجود تھا  
 راجہ قلعہ منگیر میں مقیم ہوا۔ اور لڑتا رہا۔ پادشاہ روپیہ بہت امداد کرتا رہا۔

اب بعض امیر بادشاہ کی طرف سے بہاگ کر باغیوں سے جا ملے غرض چار مہینہ پہ لڑائی ہوتی رہی۔ مگر چاروں طرف سے خیر خواہ زمینداروں نے باغیوں کی مدد بند کر دی۔ اور وہ بہو مرنے لگے۔ بابا قاتل جو کٹر شوخا باوا تھا ماندہ مین بجا رہو کر مر گیا۔ اب باغی تین تیرہ ہونے شروع ہوئے۔ کوئی ادھر بہاگ کوئی ادھر۔ کوئی لڑائی میں مارا گیا۔ ہندو زمینداروں پر اس راجہ کا اثر ایسا تھا کہ انہوں نے باغیوں کے اجتماع کو منتشر کر دیا۔ اور راجہ نے اپنی حکمت سے باغیوں کے بعض سرگروہوں کو اپنی طرف توڑ لیا۔ اب برسات میں راجہ نے حاجی پور میں قیام کیا۔ اب او جگہ ہی اس بغاوت نے اپنا اثر دکھایا۔ اسکا بیان آگے ہو گا۔ غرض تین برس تک اس بغاوت کا جھگڑا رہا۔ راجہ ٹوڈرل کی جگہ اعظم خان مقرر ہوا۔ اوسنے باغی سرداروں کو روپیہ پیسا دیکر راضی کر لیا۔ بہت سے مغلوں و افغانوں کو اسکی جاگیریں اور انکی سپاہ کی معافی بجالا کر دیں۔ معصوم خان حاکم جو پورے ایش سے کہ او سپہ خزانہ شاہی میں روپیہ بھیجنے کی سخت تاکید ہوئی۔ بغاوت اختیار کی۔ اور مدت بہت بڑا فساد برپا کیا۔ مگر آخر کو بادشاہ کی فوج سے شکست پائی۔ اور گرفتار ہوا۔

### بنگال میں پٹھانوں کی بغاوت

مغلوں کی بغاوت کے زمانہ میں داؤد شاہ کے پرانے رفیق ہی نکمی نہ بیٹھے۔ انہوں نے جمع ہو کر قنوجان کو اپنا سوار بنایا۔ اور اول ملک اڑیسہ پر اور اس تمام ملک پر جو دیار دامود تک قریب برودان کو واقع ہے قبضہ کر لیا۔ بنگال و برہار میں مغلوں کی بغاوت کا زور گھٹ گیا۔ کابل سے راجہ مان سنگھ اکبر کا بلایا ہوا آیا۔ اور اس لڑائی کا اہتمام اس کے سپرد ہوا۔ بنگال کو راجہ روانہ ہوا۔ اور برسات میں اس مقام پر مقیم ہوا کہ جہان اب کلکتہ آباد ہے۔ راجہ نے بہت سی فوج قنوجان سے لڑنے کی بھیجی

مگر اسکو شکست ہوئی۔ اور اسکا سپہ سالار بڑا بیٹا راجہ کا گرفتار ہوا۔ اب راجہ کا حال  
 اچھا نہ تھا۔ مگر اسکی خوش نصیبی ۱۵۹۱ء میں قومو گیا۔ بعد اسکے قتل کے بال بچوں کا  
 سرپرست عیسیٰ خان مقرر ہوا۔ یہم سردار ہی بڑا ہوشیار اور بددبار تھا۔ ماسنگہ کا  
 اوستے یہم عہد ویمان ہو گیا کہ قتل کی اولاد ملک اڑسیہ پر پادشاہ کی طرف سے قابض  
 ہو گئی۔ مگر دو برس بعد عیسیٰ خان ہی مر گیا۔ اور اسکا جانشین جو مقرر ہوا۔ اوستی جنگنا تھم  
 کے۔ مندر کی چڑھادی کو ضبط کیا۔ اس سبب لوگ اوستے سخت مقرر ہو گئے۔ اکبر  
 یہم موقع خوب ہاتھ آیا۔ اس حالت میں راجہ ماسنگہ کو پادشاہ نے بھیجا۔ اوستے بنگالہ  
 کی حدود پر پٹھانوں کو شکستیں دیں۔ اور کٹاک تک بھاگیا۔ اور آخر کو جاگیرین  
 اور بعض بخت تدرین عمل میں لا کر اس ملک کو بالکل مطیع کیا۔

### انجام ان سب لڑائیوں کا

پندرہ برس تک جھگڑا ہوتا رہا۔ ۱۵۹۲ء میں آخر لڑائی پٹھانوں کی تھی۔ راجہ ماسنگہ  
 نے انکو بڑی شکست دی اور تمام ملک اڑسیہ کو پادشاہی ملک میں داخل کر لیا۔  
 اور افغانوں کا قبضہ و تصرف اس ملک سے بالکل مٹ گیا۔ اگرچہ ۱۵۹۳ء میں قتل کے  
 بیٹوں میں کسی نے بغاوت کا جھنڈا اٹھایا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ غرض ۱۵۹۲ء میں  
 بیسوں لڑائیوں کے بعد صوبہ بنگالہ اور اڑسیہ دربار سترہ برس کے عرصہ میں بالکل  
 پادشاہ کے قبضہ میں ہو گیا۔

### گجرات کی بغاوت

مظفر شاہ گجراتی جسنا پناخت و بیج پادشاہ کے بیرون تلے رکھا تھا۔ اور لوگ اسکو  
 تنہا تھے تھے۔ اور اعتماد خان نے اسکو محمود شاہ گجراتی کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ وہ پادشاہ

خدمت میں رہتا تھا۔ پر وہ یہاں سے بہاگ گیا۔ اب گجرات میں ہنگامہ بغاوت برپا ہو  
 شیر خان فولادی جسکا پہلے ذکر پڑ چکے ہو۔ اس نے مظفر شاہ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ  
 اپنے ملک موروثی پر قبضہ کرے۔ ۱۵۸۱ء میں ایک ہنگامہ عظیم برپا رہا۔ اور یہاں تک  
 اسکی نوبت پہنچی کہ بادشاہ کا لشکر مجبور ہوا کہ وہ ٹپن میں گجرات کوشمال میں چلا جا  
 اور مظفر شاہ احمد آباد اور بڑوچ اور تمام گجرات کا مالک ہو گیا۔ بیرام خان خانان  
 کا بیٹا مرزا جان کو اس معہم کا اہتمام سپرد ہوا۔ اور اس نے جنوری ۱۵۸۲ء میں  
 مظفر شاہ کو شکست دیکر سوار کچھ اور رن کے تمام صوبوں پر قبضہ کیا۔ اور مظفر شاہ  
 کچھ اور رن میں چلا گیا۔ اور وہاں سے مرزا جان کے حلون کو روکتا رہا۔ اور ا  
 ملک موروثی پر قبضہ کرنے کے لئے مختلف اوقات میں حملے کرتا رہا۔ اسکی کوشش  
 اپنے ملک موروثی کے حاصل کر نہیں ضائع ہوتی تھی۔ اور بادشاہ کی فوج کی سعی  
 اور محنت کچھ اور رن کے فتح کرنے میں اکارت جاتی تھی۔ ایک رت تک طرفین سے  
 نقصان جان اور مال کے ہوتے رہے۔ کبھی کوئی سردار دہر سے اودھ پر چا ملتا تھا۔ کبھی کو  
 اودھ سے ادھر آ جاتا تھا۔ اگر آج اوکو فتح ہوئی تو کل انکو مظفر نصیب ہوئی۔ کبھی  
 کسی کا بکھ دب گیا۔ کبھی کسی کا اوٹھ گیا۔

۱۵۸۵ء میں اعظم خان سمندر کے کنارہ پر پہونچا۔ اور بڑی سخت لڑائی لڑا۔ مگر  
 شکست کھائی۔ بعد اسکے چار سال تک اور ابتدا سے بارہ برس تک یہ ہنگامہ بغاوت  
 برپا رہا۔ ۱۵۹۳ء میں مظفر شاہ گجراتی پکڑا گیا۔ اور اگرہ کو روانہ ہوا۔ راہ میں غیرت  
 ایسی آئی کہ اپنا گلا آپ ہی اوٹھ کر سے کاٹ ڈالا۔ ہر طرح سے جھکڑے تمام ہوئے  
 شاہزادہ محمد حکیم کی سرکشی

مدت سے چین اور آرام سے کابل میں مرزا محمد حکیم حکومت کرتا تھا۔ مگر جب امراء بنگال اور  
 بہا کی بغاوت کا بازار گرم ہوا تو اسکو منصور خان کابلی اور معصوم خان فرخوری  
 اور اسکے مامون فریدون خان اخوا کیا۔ اور یہ لکھنا کہ سہارا راہ ہے کہ ہندوستان میں  
 نام کا خطبہ پڑھیں۔ اور سکھ چلائیں۔ اس لکھنا میں مرزا آگیا۔ اور اسنے اپنے ملازم  
 شادمان خان کو دیہ سندھ پر ۹۸۹ء میں روانہ کیا۔ مگر کنورال سنگھ سپر راجہ بگوانا  
 نے اوپر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ یہ سنگھ مرزانے سندھ سے عبور کیا۔ اور سید پور میں  
 مقیم ہوا۔ راجہ بال سنگھ و سکونہ روک سکا اور لاہور میں محصور ہوا اور مرزا ہی لاہور  
 آہو بچا۔ اور بادشاہ نے فروری ۱۵۸۱ء میں خود آٹھ مہینہ کی تنخواہ سپاہ کو دیکر  
 پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ اور جب مرزانے یہ سنا کہ بہائی آتا ہے تو وٹھے پاؤں کابل  
 چلا گیا۔ اب بادشاہ نے یہ سوچا کہ مرزا محمد حکیم کو اس گستاخی کی نذر ضرور دینی چاہیے  
 بادشاہ سیر و سنگار کرتا ہوا سندھ ساگر پہنچا۔ وہاں ایک قلعہ کی تعمیر کرائی۔ اور اسکا  
 نام اکٹ بنارس کہا۔ اور کنورال سنگھ کو لشا و فرخ کرنے بھیجا۔ اور اسنے فتح کر لیا۔  
 اور شانہ راہ مراد اپنے بیٹے کو کابل روانہ کیا۔ شانہ راہ کی غفلت سپاہ پر فریدون نے شب خون  
 مارا اور بہت سی آدمیوں کی جانیں تلف کیں بہت ہباب لوٹ کر لے گیا۔ جب وہ سات کوں  
 پر کابل سے تھا تو مرزا محمد حکیم نے اوپر حملہ کیا۔ اور شکست پائی اور بھاگ گیا۔ شانہ راہ  
 بلوڑ کابل میں داخل ہوا۔ اور بادشاہ ہی سندھ کو کے قریب پہنچا۔ یہاں اسنے سنا کہ مرزا محمد حکیم کا ارادہ لاہور  
 اور اطلب کرے۔ بادشاہ کو اس میں اپنے خاندان کی سبکی معلوم ہوئی۔ اسلئے مرزا اس  
 آدمی سمجھانے کے لئے بھیجے۔ اور اسکو بلا کر کابل میں حاکم مقرر کر دیا۔ اور منصور مہاف  
 کر دئے۔ جب تک وہ زندہ رہا طبع رہا۔ بادشاہ نے ہندوستان کو ملاحظت کی۔



## اکبر کی مداخلت معاملات دکن میں

میر تقی خان خاوند خان برار کے حاکموں نے احمد نگر پر حملہ کیا۔ صلابت خان زیر  
پادشاہ احمد نگر کے اوکو شکست دی۔ وہ برار کو بہاگے۔ مگر صلابت خان نے یہاں ہی  
تعاقب کیا۔ اسلئے وہ نہایت پریشان اور حیران اکبر کے پاس دوڑے۔ ۱۵۸۸ء  
میں پادشاہ نے بڑے اہتمام دکن کو سپاہ روانہ کی۔ عضد الدولہ مدار المہام امم  
میں مقرر ہوا۔ مگر جب یہ سال الشکر سنڈیا میں جمع ہوا تو اعظم خان اور شہاب الدین  
احمد خان حاکم اجین درمیان جگڑا ہوا۔ گو عضد الدولہ نے انہیں صلح کرا دی۔ مگر  
جب صلابت خان کو اس جگڑے کی خبر ہوئی تو اس نے بس ہراساوار مرزا  
محمد تقی نظیری کو سپہ سالار بنا کر بادشاہی فوج کے مقابلہ کے لئے بھیجے۔ مرزا محمد تقی راجہ  
علی خان حاکم اسیلور برہان پور سے ملا۔ اور اسکو مع سپاہ اپنے ساتھ لیل۔ وہ  
ہنڈیا سے جدا ہو کر عضد الدولہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے۔ عضد الدولہ نے ہر چند چاہا کہ وہ  
برسر صلح لائے۔ لیکن اسکی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اسلئے وہ ایک در راہ سو برہان  
ایا اور ایلچور کو غارت کیا۔ مگر جہاں علی خان اور مرزا تقی خان اس کے تعاقب میں آئے  
تو وہ گجرات میں چلا گیا۔ وہ باوجود قدرت کرنے لڑا۔ اور ہندو بارہاں میں پہونچا۔ اور خانخانان  
سے فوج کا طالب ہوا۔ اور جواب کر لئے صبر نہ کر سکا۔ احمد آباد میں خانخانان پاس  
جریدہ سپاہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ خانخانان اسکا بہنوئی تھا۔ اب یہ دونوں خان ملکر  
دکن پر چلے۔ مگر برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ اسلئے سپاہ اپنی اپنی جگہ تھپی رہی  
اور امیر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے۔

اتنے میں پادشاہ کو ہم کابل کا سفر درپیش آ گیا۔ اور جہات درمیان میں پیش آ گئیں۔

اسلئے کہن کا معاملہ توقف میں رکھا۔ خاںخانان کو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ سو اس کے کہن کے بادشاہ ہی سوقت سپاہ اور لشکر بہت رکھتے تھے۔

## بادشاہ کے کابل جانے کا حال

بادشاہ پاس خطاچکے تھے کہ عبدالمدخان اور ایک مزار سلیمان کو شکست بیکر تمام خوشاں قبضہ کر لیا ہے کہ اتنے میں یہ خبر آئی کہ مزار محمد حکیم کا ۹۹۳ء میں انتقال ہو گیا۔ وہ شراب بہت پیتا تھا۔ اس سبب اس کو شکوہ عدم میں جلد جانا پڑا۔ بادشاہ اس اپنے بہائی کو بہت چاہتا تھا۔ اور اس کے مرنے کا بڑا افسوس کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ بیٹا اور پیدا ہو سکتا ہے مگر بہائی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس کی خطائیں کچھ دفعہ کر دیں۔ اس کے ملک پر قبضہ و تصرف پانچ دن مشکل تھا۔ مگر آج اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کیا عبدالمدخان وزیر کابل پر قبضہ نہ کر لے۔ اسلئے وہ کابل خود روانہ ہوا۔ دریاء جہلم سے پاراوتر تھا کہ اس پاس کنواریاں سنگہ کی عرضداشت آئی اور میں لکھا تھا کہ جب مزار محمد حکیم کا انتقال ہوا۔ تمام اہل کابل کی یہ مرضی ہوئی کہ ابھی مزار کے لڑکے کی قیاداد اور اغریاب کم عمر ہیں۔ اور قابل سلطنت نہیں ہے۔ اسلئے بادشاہ عمل دخل ہو جائے۔ اور فریدون مزاران و دونوں لڑکوں کو میرے پاس لے آیا ہے میں ان کو اچھی طرح رکھتا ہوں۔ کنواریاں کابل کی حکومت اپنی بیٹیوں کو سپرد کر کے قیاد مزار اور اغریاب مزار کو بادشاہ پاس راول پنڈی میں لائے۔ بادشاہ نے ان کی بڑی سہ سہنی کی۔ اور جاگیریں عطا کیں۔ اور دریاہ گنگا پر قیام فرمایا۔ راجہ بھگوانداس اور شاہ قلی محمد کو پانچ ہزار سوار دیکر شمعیر کی فتح کے لئے بھیجا۔ اسماعیل خان اور اسے سنگہ کو بلوچوں سے لڑنے کے لئے متعین کیا۔ زین خان کو کراچی

سوات اور باجوہ کے افغانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا۔

## فتح کشمیر

کشمیر خت نظیر مشہور ہے جو خیابان اوسمین میں اوسکا حال ہمارے جغرافیہ میں دیکھو  
اوسکی ریاست کہیں ہندوؤں کے قبضہ میں نہ تھی۔ کہیں تاتاریوں کا اوسمین محل  
داخل رہا۔ مگر جو دسویں صدی میں اوسمین محمد سیلیمان فرمان روا ہوا۔ ۹۸۶ء  
۱۵۷۹ء میں اکبر بادشاہ حضرت فرید شکر گنج کی زیارت کو ٹٹن میں گیا۔ اور وہاں پنجاب کی سیر کو  
گیا۔ یہاں اوسنے عاشقی کو کشمیر میں بھیجا۔ یہاں حاکم علی شاہ نے اس بادشاہ  
کے اٹھی کی بڑی خاطر داری کی۔ اور بہت سی تحفہ تحائف بادشاہ کی خدمت کے لیے بھیجے  
چوگان بازی میں علی شاہ کی جان گئی۔ اور یوسف خان اوسکا جانشین ہوا۔ کشمیر  
کے ایک بڑے افسر سید مبارک زاد سے جھگڑا کیا۔ اور اوسے نکال دیا۔ اور خود بادشاہ  
بن بیٹھا۔ پھر یوسف خان حکام پنجاب کی اعانت سے اپنے ملک موروثی پر قابض ہوا۔  
اور اکبر شاہ کے پاس اپنے بیٹے یعقوب کو خدمت گذاری کے لیے بھیج دیا۔ مگر معلوم نہیں  
اس لڑکے کو کیا حجت ہوئی کہ بادشاہ کی بغیر اجازت اپنے ملک کو چل دیا۔ ہم یہ لکھتے  
ہیں کہ ۹۹۲ء میں جب بادشاہ لگ بنارس میں تھا تو اوسنے پانچ ہزار سوار مرزا  
سیلیمان حاکم بدخشان کے بیٹے مرزا شاہ رخ اور اپنے سالے بہلول انداس کو تخت حکومت  
کے روائے کی۔ جب یہ سپاہ کشمیر کی سرحد پر درہ پہلوس پر پہنچی۔ تو یوسف  
حاکم کشمیر نے اس درہ کا رستہ بند کیا۔ ادھر یہ دشواری پیش آئی۔ ادھر سے برف  
و باران نے سنا شروع کیا۔ اور ان سب مصیبتوں پر یہ آفت اور آئی کہ کہانے  
بہنے کا سامان اوسے پہاڑوں میں ختم ہو گیا کہ جو بار آور نہیل گذار نہ تھے۔

اسپہرین خان کی شکست کی خبر آئی۔ ان دشمنوں کے سبب امیرون نے یہ ہجاء کا صلح ہو جانے چنانچہ ان عہد و پیمان پر صلح ہو گئی کہ بادشاہ کو والی کشمیر ہمیشہ نذرانہ میں خراج اور زعفران اور شال و درم و چیزیں بھیجا کریں۔ اور بادشاہ کی طرف سے کسی امر میں سہارا نہ دے۔ اور دست اندازی نہ ہو کرے۔ یوسف خان ان شرط سے بڑا خوش ہوا۔ اور وہ امیرون کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر بادشاہ اس صلح سے ایسا ناراض ہوا کہ اسے حکم دیدیا کہ یوسف خان قید میں ڈالا جاے۔ اور امیر سبامہ نہ دیکھا لائیں۔ مگر یہ عتاب کچھ دنوں بعد جاتا رہا۔ ۱۵۸۹ء میں محمد قاسم خان میر بجراہلی کو سپاہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ سات مہینوں میں طے کر کے وہ درہ کڑال پہنچا۔ یوسف خان کا بیٹا یعقوب خان اب اپنے تئیں حاکم کشمیر سمجھتا تھا۔ اور باپ کو جانتا تھا کہ مگر گیا۔ اسلئے اس نے اس کو بند کیا۔ اور یہاں آنکر قیام کیا۔ مگر اکبر کے اقبال نے ایسا زور کیا کہ وہاں کشمیریوں میں خود فساد عظیم برپا ہو گیا۔ اور کشمیر یعقوب خان کی حکومت از حد ناراض تھے۔ وہ بہاگ کر قاسم خان سے جا ملے۔ اور ایک گروہ امیرون کا تھا۔ انہوں نے علم بغاوت بلند کر کے سری نگر قبضہ کر لیا۔ اب یعقوب اپنے ملک کے سرکشوں کے سر کاٹنے کو مقدم سمجھا۔ اسلئے وہ اس درہ کو چھوڑ کر سری نگر کو گیا۔ بادشاہی فوج کو مقابلہ کشمیر میں داخل ہوئے۔ اور یعقوب میں اب شکست اوسکے سامنے آ کر نہ رہی اسلئے وہ پہاڑوں میں بہاگ گیا۔ اور وہاں لشکر اکٹھا کر کے ایک لڑائی قاسم خان سے لڑا۔ مگر شکست پائی۔ بادشاہی فوج اوسکے تعاقب میں پڑی۔ اور تمام پہاڑوں اور دروں میں سے اسے بھاگنا پڑا۔ آخر کو وہ ایسا لاچار ہوا کہ اسے اپنے تئیں قاسم خان کے حوالہ کیا۔ گو کہتا ہے کہ راجہ مان سنگ حاکم بہار کے پاس پناہ کے ساتھ بھیجا گیا۔ وہاں قید خانہ میں تحلیفین اور ٹھاکروں نے اسے قید کر دیا۔

کوئی لکھتا ہے کہ وہ امرامین داخل ہوئے اور بہار میں اوسکو جاگیر بادشاہ نے دیدی۔  
اور کاشمیر کا ملک سارا بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔ اور پھر مسلمانوں کا شہنشاہ بن گیا۔ اکبر خود  
دو دفعہ اس ملک کی سرکرنے آیا۔ اور ہمیشہ دلی کے بادشاہوں کی پیروی کا رہا۔ اور پھر  
کہ کاشمیر کا خطہ بھی دنیا کے مشہور مقاموں میں سے ہے۔

## شمال مشرق کے افغانوں کی لڑائیاں

### ان قوموں کا بیان اور اوس ملک کا حال

ان پٹھانوں سے مراد ایسا آسان اور بے سبب نہ تھا جیسا کہ کشمیر میں سے لڑنا اور  
سبب و شکار ملک و لینا۔ زمین اکبر کے لشکر نے بڑی بڑی جھڑپیں اور نہایتین لڑیں۔ یہ  
لڑائیاں اور زمینیں واقع ہوئیں جو پشاور کے آس پاس کے پہاڑوں میں بستے ہیں۔  
یہ ایک وسیع میدان زرخیز ہے۔ اوس زمین ہندوستان کی سی زرخیز اور بار بار  
اور بلا مغرب کو معتدل آباد و سوا کے اوس پر اور زائد ہے۔ شمال  
میں سلسلہ کوہ ہندو کش مغرب میں کوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور جنوب میں اون پہاڑوں  
کا نیچا سلسلہ جو خیبر کے نام سے مشہور ہے۔ اور کوہ سلیمان دریا سندھ تک پہنچتا ہے۔  
افغانوں کا جو ملک پورا سکاد و سوان حصہ یہ ملک بھی ہے۔ اور یہاں کے باشندوں کو  
پیر وانی کہتے ہیں۔ وہ اپنی بول چال اور چلاؤ ہال میں اور افغانوں سے جدا ہیں۔  
اس خطہ کے شمالی حصہ میں یوسف زئی رہتے ہیں۔ یہی قوم سب سے زیادہ ان پٹھانوں میں  
ممتاز ہے۔ اور انہیں کی بول چال اور رنگ و رنگ سیاہ اور تمام پٹھانوں پر قیاس کرنا  
چاہئے۔ اوس کے ملک میں پشاور کا شمالی میدان ہے۔ وہ ہندو کش کے اعلیٰ و خیر و ملک

پہناتا ہے جہاں برف جمارہا ہے۔ اور اونین میں تیس چالیس چالیس میل لمبے  
 چوڑے وادی ہیں۔ اور ہر ایک وادی کے دونوں طرف اور وادیوں کے مابین  
 یہم وادی آب و ہوا اور حسن لطافت اور خوبوین میں کشمیر کے متماثل ہے۔ اور سب  
 سب یا تو درون پر ختم ہوتے ہیں جبکہ گرد اونچے اونچے پہاڑ ہوتے ہیں۔ یا گہنے  
 گہنے جنگلوں اور درختانوں میں وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسا ملک حملہ آوروں کے  
 لئے نہایت دشوار گزار ہوتا ہے۔ مگر وہاں کے باشندوں کے بڑے کچھ مشکل نہیں۔ وہ  
 بے تکلف ایک وادی سے دوسری وادی کو راہ جاننے کے سبب چلے جاتے ہیں۔ اور اگر راہ  
 نہ ہی معلوم ہو تو بھی اونکو دشواری چلنے پر پرنے میں نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ  
 قدیم میں یہاں ہندو رہتے تھے۔ زمانہ حال میں بعض افغانوں کی قوم نے اس ملک کو فتح  
 کیا۔ اور اسکو اپنی ریاست گاہ بنایا۔ اور وہاں کے صلی باشندوں کو نوٹڈی غلام بنا کر  
 بونے جوتے کا کام لیا۔ اور خود مالک زمیندار بنے رہے۔ اور اکبر کے زمانہ سے سو برس پہلے  
 یوسف زئی قندھار کے قرب وجوار میں اپنے ملک سے بے دخل ہو گئے تھے۔ اسلئے انہوں نے  
 ان افغانوں کا ملک لویا۔ اور اونکو نکال دیا۔ پہاڑی قوموں میں آزادی کا ہونا  
 بالطبع پایا جاتا ہے۔ اسلئے یہ قوم آزاد تھی۔ اور سوار اسکی اسے ملک پر قابض نہ رہے  
 اور اپنے نوٹڈی غلاموں کے رکھنے سے اسکو دولت کا بھی غرور نہ تھا۔ آزادی کی مستی میں  
 دولت کا نشہ اور چڑھا ہوا تھا۔ انکی سلطنت جمہوری تھی۔ ہر ایک خیل کا سردار مورد  
 جدا جدا ہوتا۔ اور ان کے دنوں میں اسکو کوئی اور اختیار سوار اسکے حاصل نہ تھا کہ وہ  
 ان سے صلح اور مشورہ کرے۔ اور انکی آرزو میں اور غواشین دریافت کر کے اور  
 خیلوں کے سرخیلوں کو اطلاع دی۔ ہر کانوں کے آدمی اپنا نظام آپ رکھتے تھے۔

پنجابوں میں جب گڑے فضیلہ ہوتے تھے۔ اور ضرورت کو وقت چوپایوں کے کھلے مکانوں میں پنچایت کا دربار ہوتا تھا۔ اس مکان میں کانوں والے اسپین بیٹھ کر جی بھلا کر کڑی اور اپنے مہانوں کو اوتار کر تے تھے۔ زمین اسپین برابر برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور عدالت کے لیے ہمیشہ تقسیمیں نئی نئی ہوا کرتی تھیں تاکہ بری پہلی زمین ہر ایک کے حصہ میں باری باری آتی رہیں۔ اصلی باشندوں یعنی ہندوؤں کو مور ریاست میں دخلت نہ تھی۔ وہ غلامی کی حالت میں رہتے تھے۔ ان غلاموں کی نسبت یوسف خدائی کا رنگدوب چاٹ والی بہت چمکا اس قوم کے سوا اور قومیں میدانوں اور پہاڑیوں سبھی زمین اُن کی آمد و رفت ہندوؤں کے مسلمانوں سے زیادہ رہتی تھی۔ مگر بعضی قومیں انہیں کوہ سلیمان میں لپی لپٹ کر لے کر آؤں گا ملک یادہ نشیب و فراز رکھتا تھا۔ اور مزاج بھی اونکا زیادہ وحشی تھا۔ شمالی مشرقی قوموں کے مطیع کرنے میں بابر نے بہت کوشش کی۔ اور تالیف قلوب بھی کی اور اُن کے سہل گزار ملکوں پر حملے بھی کئے اور کچھ کامیاب بھی ہوا۔ مگر یوسف زئی قوم کو مطیع نہ کر سکا۔

## افغان روشنائی

پہلے زمانہ میں ایک سپاہی ہندوستان آیا۔ اور اُس نے مسئلہ وحدت الوجود پر اُن کے لوگوں کو سکھایا۔ اور ایک فرقہ قائم کیا۔ خیر البیان ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں سب اپنے مسائل بیان کئے۔ وہ سب قرآن اور حدیث کے خلاف تھے۔ اور اپنا نام پیر روشنائی رکھا۔ ایک جم غفیر اُس کے مرید بن کا ہو گیا۔ اور اُس کا نام فرقہ روشنائی ہو گیا۔ غرض اگر کوئی لڑائی اسلام کی حرارت سے اکبر کے عہد میں ہوئی ہے تو وہ ان روشنائیوں سے ہوئی۔ یہ پیر روشنائی باؤدشاہی فوج سے لڑا مگر شکست ہوئی۔ اور تھوڑے

دنوں بعد مر گیا۔ جب پادشاہ کابل سے ۹۹۹ھ میں مراجعت ہندوستان کی طرف کر آیا  
تو اسکا بیٹا جلالہ چودہ برس کا پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ نے اس پر مہربانی کی  
۔ مگر پھر وہ افغانستان کو بھاگ گیا اور بہت سی افغانوں کو اپنے پاس جمع کر لیا اور  
کابل و ہندوستان کا بالکل استبداد کر دیا۔ پادشاہ نے راجہ باننگ کو حاکم کابل  
مقرر کیا اور اسکی جاگیر میں کوویدیا تھا۔ سارا استیحام اور نظام اس سلطنت کا اس  
راجہ کی حسن تدبیر اور افغانوں کی سچا پر موقوف تھا۔ مگر طالبان کے مقابلہ میں وہ  
اپنی تدابیر کو کام میں نہ لاسکا۔ اب اکبر کی بڑی غرض ان قوموں کے ساتھ لڑنے  
سے یہ تھی کہ کابل کی حکومت میں کسی طرح خلل نہ پیدا ہو۔ اسلئے اسنے اول لڑائی  
قوم یوسف زئی سے کر کے زبردست تھی شروع کی ۔

### قوم یوسف زئی سے لڑائی

پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ زین خان کو سوہ اور باجوہ افغانوں کی سرکوبی کے لئے  
روانہ کیا تھا۔ اب وہ سوات و ملک میں داخل ہوا۔ ۲ صفر ۹۹۹ھ کو ایک لڑائی اوس  
سے ہوئی۔ راجہ بیرل و سید خان گلمکزہ لکک کو آن پہنچے تھے۔ یہی لڑائی تھی  
ابو الفضل اپنے اکبر نامہ میں لکھتا ہے کہ جب فوج یہاں کے لئے روانہ ہوئی تھی تو سید خان  
کے لئے میرے اور راجہ بیرل کے نام کا قریعہ ڈالا گیا۔ اور جب راجہ نام کا قریعہ نکلا تو  
مجھے نہایت افسوس ہوا کہ یہ اغراز مجھ کو نصیب ہوا۔ اور حکیم ابو الفتح بھی اشکر لیکر  
اس لڑائی میں شریک ہوا۔ جب سب فوجوں کا اجتماع ہوا تو زین خان ملک کو تاخت  
تاراج کرنا شروع کیا۔ اور بہت سی غنیمت اس کے ہاتھ لگی۔ جب وہ کراگا کے در پر  
پہنچے۔ تو ایک شخص نے راجہ بیرل سے کہا کہ رات کو افغان شعبان آپ پر وارے لگے۔



ایک درہ کوہ یہاں سے تین چار کوس ہے۔ اگر آپ اوسکی محافظت کر لیں تو پھر کچھ نہیں  
 نہیں ہے۔ راجہ فی کچھ زمین خان صلاح اور مشورہ کیا۔ اور فوج لے درہ کی طرف  
 روانہ ہوا۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا کہ وہاں پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف  
 پہاڑوں پر افغان چڑھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس تنگ درہ میں بادشاہی فوج  
 پر تیر بارانی اور سنگ فشانی شروع کی۔ رات ہو گئی۔ بادشاہی فوج راہ بھی بہو گئی  
 غرض اٹھ ہزار آدمی بادشاہ کے مارے گئے۔ راجہ بیرل بھی مارا گیا۔ اور بڑی بڑے  
 نامی سردار بادشاہی کہیت رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دہو کہ راجہ کو  
 قریب سے دیا تھا۔ راجہ کو شکست ہوئی تو یہہ۔ سچ الا دل کو زین خان کو کا اور حکیم ابوالفتح  
 نے بھی بہاری شکست پائی۔ بہار دقت وہ الٹ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 بادشاہ کو بیرل کے مرینا نہایت بیخ ہوا۔ لاش کی بڑی تلاش کرائی مگر وہ نہ پائی  
 ۔ تو یہہ یہہ لوگوں نے مدت تک چھوٹی خبر اڑائی کہ وہ زندہ دشمنوں کو پاس قید ہے۔  
 یہہ راجہ بیرل وہ راجہ جو جسکی باتیں اور کہاوتیں اب تک ہندوستان میں عوام الناس  
 کی زبان پر ہیں \*

قوم یوسف زئی فتح پاکر چکی ہو یہی آگے نہ بڑھی۔ اسلئے اپنی فتح کے ثمرات سے منہ  
 نہ ہوئی۔ غرض بادشاہ کو اس شکست کا بڑا ملال ہوا۔ جن افروں نے شکست پائی تھی  
 ان کو معزول کیا۔ راجہ ٹوڈرل کو بہت سی سپاہ ساتھ یوسف زئی سے لڑنے کے لئے بھیجا  
 ۔ یہہ راجہ بڑی ہوشیاری سے پہاڑوں میں داخل ہوا۔ جا جی قلعے بنا گیا۔ اور ب  
 طرح سے ملک کو تاخت و تاراج کرتا گیا۔ اور دشمنوں کو فرصت کہیتی حدیعت کی سنوی  
 اتنے افغان نہایت تنگ ہوئے (قوم روشنائی سے لڑائی)

راجہ ہنگمہ ۱۵۸۶ء میں عین گھم کے موسم میں کابل سے روشنائی قوم کے دبائیکے واسطے چلا اور وہ خیر پور  
 جنگ عظیم ہوئی۔ اونکو بڑی شکست دی۔ اور بہت آدمی اور کئے مارے گئے اور قید ہوئے۔  
 اسماعیل قلی خان بھی سپاہ عظیم لیکر دربارِ جہلم سے اس مہم میں شریک ہونیکے لئے روانہ ہوا۔  
 اور جلالہ کو بنگش کی طرف بھاگادیا۔ عبداللہ مظلوم خان اسکے تعاقب میں گیا۔ وہاں جلالہ  
 پہر سپاہ جمع کر کے بادشاہی فوج سے مقابلہ کیا۔ اور بڑا کشت و خون ہوا۔ مگر جلالہ کو شکست  
 ہوئی۔ اور وہ بھاگ گیا۔ اور پہاڑوں میں ادھر ادھر ہمارا اور عبداللہ خان اور بک پاس  
 بخشان پہنچا۔ سنہ ۱۵۸۶ء میں پہر واپس آیا اور ہنگامہ دہر بک گیا۔ غرض سنہ ۱۵۸۶ء سے سنہ ۱۵۸۷ء  
 جلالہ اور اکبر میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور اس عرصہ میں قومِ روشنائی کو فوجِ بادشاہی  
 کہیں زراعت نہیں کرنے دی۔ اس سبب کہانے پینے کو سامانوں اور چیزوں کی قلت  
 ہوئی۔ اسلئے جلالہ ان ملکوں سے ادھر ادھر بھاگتا پہر۔ اور سنہ ۱۵۸۷ء میں غزنین پر قبضہ کیا۔  
 یہہ غزنین کالینا جلالہ کا آخری جلال تھا۔ وہ کچھ دنوں رہا۔ یہاں سے نکلا گیا۔ اور  
 بہاگ جاتا تھا کہ بکر گیا۔ اور مارا گیا۔ کچھ دنوں اس فتنہ کا ادبار رہا۔ مگر پھر اس کا  
 عروج جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں ہو گیا۔

## واقعات متفرقہ

### مرزا سلیمان حاکمِ بدخشان کا آنا

مرزا سلیمان بدخشان کا بادشاہ تھا۔ مرزا براہیم اور سکا بلخ کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔ اسکا  
 بیٹا شاہ رخ تھا۔ مرزا نے اسکو بڑی محبت پرورش کیا۔ مگر جب بڑا ہوا تو ادا سے پہر گیا۔  
 اور ساری بدخشان پر قبضہ کر لیا۔ دادا سچا مارا مارا کبر کے دربار میں آیا۔ اور جہان

اوسکی نہایت تنظیم و تکریم ہوئی۔ یہاں تک کوروانہ ہوا۔ اور وہاں سے واپس نگرہ خشا پڑ

۹۸۴  
۱۵۶۶ء میں قابض ہوا۔

## رانائیکا کو شکست دینا کنورماننگہ کا

رانائیکا بھی ہندوستان کے مشہور راجاؤں میں سے تھا۔ جب چتوڑ فتح ہو گیا تو اوسنے ایک قلعہ گوگندہ کو ہستان ہندو واڑہ میں بنایا۔ وہ سارے ملک کنبیل میر پر فرمان روائی کرتا تھا۔ یہہ ملک رولی پہاڑوں میں اودھے پورے چالیس میل پر شمال میں تھا۔ اکبر بادشاہ کا یہہ راجہ مطیع نہ تھا۔ اسلئے ۱۵۶۴ء میں کنورماننگہ اوسکی فرمانبرداری کے لئے مقرر ہوا۔ اور وہ کہلٹے بلدیو سے بڑی سپاہ لیکر کنور سے لڑنے نکلا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ رانائیکا خود زخمی ہوا۔ چان بچا کر میدان سے پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ پہر بادشاہ نے شہباز خان بخشی کو اس اجہ کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ اور قلعہ کنبیل میر لے لیا اور راجہ کو بھگادیا۔

## ولایت ٹہٹلینی ملک سندھ کی فتح

۱۵۸۸ء  
۹۹۶ء صادق خان حاکم بہکر کو حکم ہوا کہ ملک ٹہٹلہ پر حملہ کرے۔ حسب حکم اوسنے قلعہ سہوان کا محاصرہ کیا۔ جانی بیگ جو محمد باقی خان لکنا کا پوتا تھا۔ اور اس وقت اس کا والی تھا۔ وہ عاجزانہ پیش آیا۔ تحفہ تحائف بادشاہ کی نذرانہ کے لئے لایا۔ بادشاہ فرما دیا کہ اس کے فرمان ملک ٹہٹلہ کی حکومت کا اوسکو لکھ دیا۔ مگر جب لاسور میں بادشاہ کے سنی کا چند سال اتفاق ہوا۔ تو جانی بیگ نذرانہ معمولی ہیجتار ہا۔ مگر خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ اب خانخاناں ملتان اور بہکر کا حکم مقرر ہوا ہی تھا۔ اوسکے نام ۱۵۹۱ء میں حکم شاهی صلیو ہوا۔ کہ وہ ملک سندھ کو فتح کرے۔ اور بلوچوں کو مطیع کرے۔ غرض وہ بڑے سارے وسایاں سے

اس ملک فتح کر نیکی لکھوانا ہوا۔ اس قصد کی تاریخ فیضی نے قصد ٹھہر لکھی ہے  
اب خانخانان نے قلعہ سہوان کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ سندھ کے بائیں جانب گنجی اور سی  
صوبہ کی سپر تھا۔ جانی بیگ تمام ملک کو زندہ رہنے کو جمع کیا۔ اور غرابون اور کشتی  
مین سپاہیوں کو بٹھایا اور ہندوق اور توپوں سے اس کو خوب سجا لڑنے کے لیے موجود  
خانخانان غرابون کی تیاری کی۔ اور لڑائی شروع کی۔ اور رات دن بحرئی لڑائی  
رہی۔ مگر جانی بیگ شکست ہوئی۔ پھر اس نے نصر پور میں جو پانی اور دلدل سے  
گہرا ہوا تھا۔ ایک قلعہ لکھ بنا کر سپاہ لی۔ خانخانان اس کا محاصرہ کیا۔ اور ہر روز لڑائی  
ہوتی رہی۔ اور طرفین آدمی ہلاک ہوتے رہے۔ پادشاہ کی طرف سے بھی روپیہ اور  
ساز و سامان کی امداد ہوتی رہی۔ اب ان سندھیوں نے تمام راسوں پر قبضہ کر لیا۔  
اور بادشاہی رسد کا رستہ روک لیا۔ اب لشکر شاہی میں غلہ کی نہایت گرانی ہو گئی۔  
لاچار کچھ اور چارہ خانخانان کو سوار اسکے نہ تھا کہ محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور ہر گزہ جون میں  
قریب ٹھہر کر چلا آیا۔ اکبر کی دانائی نے کام کیا کہ اس نے ایک اور فوج اسے سنگ کی سیلابی  
مین امرکوٹ کی طرف سندھ میں بھیجی۔ اور ایک دستہ فوج کا سہوان کو روانہ کر دیا جتان  
یہ پہنچ کر کہ سہوان کی فوج ضعیف ہو اس کی تقویت کر لئے روانہ ہوا۔ خانخانان نے  
یہ پہنچ کر کہ سہوان کو جو فوج روانہ کی تھی اس کی کمک کر لئے بڑی بڑے سردار اور فوج  
روانہ کی۔ وہ دو دن میں چالیس کوس چل کر سپاہ سے جا ملے۔ دولت خان اس سپاہ کا  
سپہ سالار تھا۔ جانی بیگ پانچھزار فوج آ رہا تھا کہ میدان میں آیا۔ دولت خان بھی  
دو ہزار فوج لیکر مقابلہ کر گیا۔ اس لڑائی میں راجہ ٹوڈر مل کا لڑ کا ستمے دمارو بڑی  
مردانگی بنے لڑ کر کام آئے جانی بیگ بہاگ گیا اور نارپور میں قلعہ بنا کر لڑنے لگا۔

خانخانان نے یہاں بھی اوسکا محاصرہ کیا۔ رسد کی قلت ہی محصورین کی یہہ نوبت آئی کہ گھوڑے اور اونٹ کہا کر گزران کرنے لگے۔ اور ہر روز دشمنوں کی جان توپ گولہ سے فنا ہوتی۔ کچھ بہوکے ماری جان سیر ہوتے۔ غرض جب یہہ نوبت پہنچی تو جانی بیگ نے صلح کی درخواست کی۔ اور تین مہینہ کی اجازت مانگی کہ بین سفر کی تیاری کر کے باؤشا کی خدمت میں چلون گا۔ یہہ درخواست خانخانان نے منظور کر لی۔ اس عرصہ میں خانخانان کے بیٹے کی شادی جانی بیگ کی بیٹی سے ہو گئی۔ قلعہ سہوان اوسے دیدیا۔ اور پچیسک غراب دئے۔ اور جانی بیگ پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ریاست اوسکو بحال کر دیا۔ اکبر نامہ میں مذکور ہے کہ جانی بیگ فرنگی سپاہیوں کو اس لڑائی میں لڑایا۔ اور دوسو ہندوستانیوں کو پر لگا لی وردی پہنائی۔ اور ایک قلعہ کی محاصرہ اہل عرب کو سپرد کی۔ غرض یہہ پہلی دفعہ تھی کہ اہل عرب ہر طرح ہندوستان میں لوکر ہوئے اور ہندوستانی یورپ کی وردی پہنکر سیکڑا بنی میدان جنگ میں آئے۔

### قندھار پر دوبارہ قبضہ

یاد ہو گا کہ قندھار کو کس فریب وردعا بازی سے ہاتھوں ایرانوں سے لے لیا تھا۔ شاہ ایران نے کئی دفعہ اوس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اکبر کی آغاز سلطنت تک اوسکی مراد پوری نہ ہوئی۔ جب ہندوستان کی سلطنت منقسم ہو گئی تو شاہ ایران کا مطلب پورا ہوا۔ اور قندھار پر قبضہ ہو گیا۔ مگر جو آفت تقسیم سلطنت کی ہندوستانیوں کی تھی وہ اب ایران پر شاہ عباس کے محمد میں آئے جسے اکبر کا قبضہ دوبارہ قندھار پر ہو گیا۔ اس وقت مظفر حسین مرزا اور ستم مرزا شاہ ایران کے عزیز رشتہ دار قندھار میں حکمران تھے۔ اونہیں اسپین لڑائی جگہ پر ایسی ہوئے کہ ستم مرزا نے مظفر حسین کی شکست پائی

اور وہ شکست کھا کر سندھ و ستانین اکبر پاس آیا۔ یہاں اسکی نہایت تعظیم اور تکریم ہوئی۔  
 پنجہزاری کا منصب ملا۔ اور ملتان اور ملک سندھ اور پٹن جاگیر میں مقرر ہوا۔ اور تمام  
 ایرانی امرا نے بادشاہ کی طرف رجوع کی۔ اور مظفر حسین مرزا اور مرزا ہی آمو جو بڑے  
 ۱۵۹۲ء میں یہ حصہ بغیر اڑھے بڑھ کر بادشاہ کو قبضہ میں آگیا۔ اگرچہ خانخانان کو سنا تہہ  
 قندھار کو فتح کر نیکی لیا ایک لشکر روانہ ہوا تھا مگر وہ ملتان تک پہنچا تھا کہ یہاں یہہ سکیم  
 ہو گئی۔ قندھار پر قبضہ کرنے والے اکبر کا جہلڑ احمد عباس شاہ ایران سے نہ ہوا۔ اسوقت  
 اسکو اپنی آپ پڑی ہوئی تھی۔ اور بلکون کے خوف کے مارے اسنے سلاطین سائل کا  
 سلسلہ اکبر سے شروع کیا۔ اور امداد اور اعانت کا طالب ہوا۔ بلکہ صبر اور تحمل کے ساتھ  
 ایسے موقع کی تاک میں بیٹھا کہ قندھار پر دوبارہ قبضہ ہو جائے۔ یہہ مراد اسکی  
 اکبر کی وفات کے بعد پوری ہوئی۔

### اکبر کا کامل تسلط سندھ و ستان پر

اب قندھار پر قبضہ کرنے سے دریا سندھ پار جو ملک موروثی تھا اس پر اکبر کا قبضہ ہو گیا  
 فقط شمالی اور مشرقی افغانوں سے لڑنا جہلڑ نا باقی رہا تھا۔ سندھ و ستان خاص تمام  
 فتح ہو گیا۔ ۱۵۹۲ء میں ملک سندھ پر قبضہ ہو گیا۔ اسی سن میں کشمیر کے حاکم نے جو بناتو کا  
 ارادہ کیا تھا اسکے بدلے کشمیر پر ہی پورا تسلط ہو گیا۔ اڑیہ و بنگال بھی اب باغیوں  
 سے پاک صاف تھا۔ اور کئی فتح بھی تکمیل کی پہرچ گئی تھی۔ ۱۵۹۳ء میں مظفر شاہ  
 گجراتی کے مرہٹے گجرات میں بھی باطل شور و فساد خاتمہ کو پہنچ گیا تھا۔ غرض ہندوستان  
 خاص میں دریا و نذر بادا بالکل تسلط تھا صرف اودھ اور پور کا ملک مطیع نہ تھا۔ باقی سب  
 راجہ اسکے دوست و رفیق تھے۔ اب دکن کی مہات کا حال سنا جائے۔

## دکن کی مہمات

ہم پہلے لکھتے ہیں کہ اکبر کا ارادہ ملک دکن کی فتح کر سیکھنا تھا اور وہ اس کے معاملات میں  
 وطن سے لگا ہوا نظام شاہ کو مرضی نظام شاہ احمد نگر فرمادے کہ اپنا اور کچھ جاگیر مقرر کر دی تھی اور سب سے  
 وہ اپنا گذارہ کرتا تھا۔ اب سپاہ اور رعایا نظام شاہ سے اس کی بے اعتدالیوں کی سبب سے  
 ناراض ہوئی۔ وہ بیدار کیا ہوا تھا۔ اس لئے بعض مراٹھے اس سے لڑنے کے لیے بھیجا کہ بہانی  
 تیر نظام شاہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اگر توفیق خانہ سے بیاری پاس کی تو ہم تیرے سپہ سالار  
 کو دین۔ غرض حاکم قلعہ سے سازش کر کے برہان شاہ قیدی بنا لیا۔ اور پانچ چھ ہزار سوار  
 بہے اس پاس جو نیر میں جمع ہو گئے۔ نظام شاہ کو بھی اس کے خبر بندر میں پہونچو۔ غرض  
 وہ بھی احمد نگر میں آیا۔ یہاں دونوں بہانوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ صلاحیت خان  
 نظام شاہ کو سپہ سالار بنے برہان شاہ کو شکست فاشن دی۔ وہ شکست کھا کر بیجا پور میں  
 بہاگ گیا۔ پہاگ کی سازش ہوئی کہ برہان الملک کو فقیرانہ لباس میں احمد نگر میں لائے  
 اور ارادہ ہوا کہ نظام شاہ دیوانہ کو مار ڈالیں غرض یہی نہیں کھل گیا۔ اور سازش کرنا ان کو  
 صلاحیت خان نے سخت سزا دی۔ برہان شاہ بہاگ کر گجرات میں گیا۔ اور وہاں اکبر شاہ کی  
 خدمت میں پہونچا۔ پادشاہ نے اس کو کامل ورسندہ کو میان افغانوں سے لڑنے کے لئے  
 بھیجا۔ اور بنگلہ میں اس کو جاگیر دیدی۔ جب مرضی نظام شاہ مر گیا تو برہان شاہ بیجا  
 پور میں اس کا جانشین ہوا۔ اگر کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے برہان شاہ کو بنگلہ میں  
 اور فرمایا کہ ہم نے تجھ کو تیری سورتی سلطنت احمد نگر کی عطا کی۔ جب قدرتشکر کی ضرورت  
 اس قدر لجا گئے۔ برہان شاہ نے عرض کیا کہ اگر حضور کی سپاہ ہمراہ لیجاؤں گا تو دکن میں  
 متوجہ نہیں گئے۔ اس لئے میں جبریدہ جاتا ہوں۔ اور لامیت اور نرمی سے کام چلاؤں۔

بادشاہ نے ہنڈیا اوسکی جاگہ میں عنایت کیا۔ راجہ علیجان حاکم سیر کو اوسکی اعانت اور  
 انداد کے لئے حکم بھیج دیا۔ اب برہان الملک گندوانہ کی راہ سے برہان آیا۔ سب کہنیوں  
 اوسکے حل پر التفات کیا۔ اور اوسکو بلایا۔ مگر جمال خان نے دس ہزار آدمی فرقہ مہدیہ  
 کے لڑنیکے لئے سامنے کر دیئے۔ برہان الملک کو شکست ہوئی۔ اور وہ پریشان ہو کر  
 ہنڈیا میں گیا۔ اور جمال خان عادل شاہ والی بھی پور سے لڑنے گیا۔ اور راجہ علیجان  
 کی انداد اور اعانت سے برہان شاہ احمد نگر میں ملاک ہو گیا۔ جمال خان پریشان حال ہو کر  
 تباہ ہو گیا۔ اور اسماعیل شاہ قید ہو گیا۔ اب ۱۵۹۹ء میں اکبر شاہ نے اپنی چاہ لازمہ دکن کے  
 حال دریافت کر نیکے واسطے بادشاہان دکن کی خدمت میں روانہ کئے۔ ملک الشعرا  
 شیخ فیضی کو راجہ علیجان حاکم سیر اور برہان پاس و خواجہ امین الدین کو برہان شاہ  
 حاکم احمد نگر پاس اور مرزا محمد امین کو عادل شاہ حاکم سیر اور مرزا قیصر علی کو  
 حاکم گولکنڈہ پاس روانہ کیا۔ اور شیخ فیضی کو یہ بھی حکم تھا کہ راجہ علیجان کے پاس جاکر  
 برہان شاہ پاس بھی جائے۔ اب یہ چاروں ملازم شاہی دکن میں پہر پہر کر  
 ۱۵۹۹ء میں واپس آئے۔ انہی بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ دکن میں کوئی اوس کی  
 شہنشاہی کو تسلیم نہیں کرتا۔

اب برہان شاہ نود اور خان حبشی کو پناہ دیکر عادل شاہ حاکم سیر پور سے ایک جگہ پر  
 مول لیا۔ اور سخت لڑائی برپا ہوئی۔ اور اوسکو شکست ہوئی۔ اس سبب اوسکی بہو لڑائی  
 اور دکنی اوسکو بری نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور پہر ارادہ ہوا کہ اسماعیل شاہ کو بادشاہ  
 بنائیں۔ اور برہان کو قتل کریں۔ غرض بیچ میں آکر امیر وکیل عادل شاہ اور برہان شاہ  
 میں صلح کرادی۔ مگر پہر اور لڑائی جگہ سے برپا رہے۔ جب ہمایوں ہوا تو خبر دی گئی کہ



وہ مارا گیا اس سبب چاروں طرف غریج گیا۔ مگر اسے حالت بجاری میں اس کا ذکر  
 رفع دفع کیا۔ اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد مر گیا۔ بعد اسکے ابراہیم نظام شاہ پادشاہ ہوا  
 مگر چار مہینہ بعد وہ بھی مارا گیا۔ میان منجھو فی احمد شاہ بن شاہ طاہر کو پادشاہ بنایا۔ اور  
 اسماعیل کے بیٹے شیر خوار بہادر شاہ کو قید کیا۔ چونکہ احمد شاہ خاندان نظام سے نہ تھا اسلئے  
 میان منجھو کے امراء حبشی دشمن ہو گئے۔ اور انہوں نے بازار میں ایک لڑکا جمہول النسب لے کر  
 پادشاہ اپنا بنایا۔ اور اس کا خاندان نظام شاہی ٹھہرایا۔ غرض تین گروہ ہو گئے۔ اوہیں سے  
 ہر ایک کا جدا پادشاہ تھا۔ اور ایک چوتھا گروہ اور ضعیف سا تھا جو شاہ علی نظام شاہ  
 اول کے بیٹے کو پادشاہ مانتا تھا۔ اب ان فریقوں میں سے کبھی کوئی مغلوب ہو جاتا تھا۔ کبھی  
 کوئی ان سب میں میان منجھو کا فریق بڑا با اختیار تھا۔ اکبر پادشاہ نے یہہ را دم کر  
 کہ دکن کو فتح کیجے۔ لاہور سے بڑی بہاری فوج روانہ کی۔ اور اپنے بیٹے شہزادہ دنیا  
 کو اس کا سپہ سالار بنایا۔ مگر سرسند تک پہنچتے پہنچتے اس شہزادہ نے اپنی ایسی کوتاہی کہا  
 کہ مرزا مراد اس لشکر کا رہبر کرنا۔ اور اس لشکر کو لیکر گجرات میں آیا۔ اب میان منجھو  
 نے اس شہزادہ مراد سے درخواست اعانت کی۔ وہ باپ کی طرف سے دکن کی فتح کے  
 لئے ناموس ہوا تھا۔ وہ لشکر کو جمع کر کے احمد انگرطیف متوجہ ہوا۔ مگر اسی اثنا میں امراء  
 حبشی میں تلوار چلی۔ اور طفل جمہول النسب جسکو حبشیوں نے پادشاہ بنایا تھا گرفتار ہوا۔  
 اور میان منجھو پاس بہت امراء اور سپاہ آئی۔ اب اسکو افسوس تھا کہ بیٹے کیوں  
 شہزادہ مراد کو بلایا۔ اس سوچ بجاری میں تھا کہ مرزا عبد الرحیم خان خانان اور راجہ  
 علیجان حاکم خاندیس و شہزادہ مراد میں نہار سوار مغل در را جوت اور افغان لیکر  
 احمد انگر کے پاس آ گئے۔ اب اس قلعہ کو میان منجھو نے مستحکم کر کے بی بی چاند کو جسے

منہو خان کو عداوت تھی اس قلعہ میں بند کیا اور خود اپنے پادشاہ احمد شاہ کو لیکر سپاہ  
 کی امداد اور نواح کے پادشاہوں سے لینے گیا۔ اور رضا خان کو تمام اہتمام اس قلعہ  
 سپرد کر گیا یہ بی بی چاند بھی ہندوستان کے بڑی عالی حوصلہ عورتوں میں  
 شمار ہوتی ہے۔ اب اسکو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں رضا خان قلعہ مغلوں کے حوالہ  
 نہ کر دے۔ اسلئے اول دنسے کام اسکا تمام کرایا۔ اب یہ بی بی آمادہ جنگ بیکار  
 ہوئی۔ اور قلعہ سے تو میں مغلوں کی فوج پر پانی شروع کیں۔ شہزادہ مراد کیا باغ  
 میں فروکش ہوا۔ اور اسنے تمام شہر المون کا اطمینان خاطر کیا۔ ایک اذن عام  
 اڈنے اعلیٰ کو امان کا دیدیا۔ مگر شہباز خان کنبوہ جیست بذات فی کیا کیا کہ نہ شہزادہ  
 سے پوچھا نہ گھبرا۔ سارے شہر کو لوٹ لیا۔ اور یکڑوں شیعوں کو مار ڈالا۔ غرض  
 غضب مذہبی کا اسکو ایسا جوش ہوا۔ کہ جو کام نہ کرنے کے تھے وہ کئے۔ اسنے  
 دکنیوں کا دل مغلوں سے پر گیا۔ مگر اسوقت امر نظام کے تین فریق تھے۔  
 اور ایک دکنیوں کے بیا س تھی وہ مغلوں کا کیا کر سکے تھے میان منجھو شاہ کو پادشاہ پاس تھے منجھو شاہ  
 حبشی پادشاہ جمہول النسب کو پادشاہ بنائی دولت آباد میں پڑا تھا۔ ایک خان حبشی  
 شاہ علی بن برہان شاہ اول کو پادشاہ بنائے سرحد ملک عادل شاہ میں بجا پور میں  
 تھا ہوا تھا۔ اب اخلاص خان دس ہزار سوار لیکر دولت آباد سے احمد نگر کی طرف خانانہ  
 سے لڑنے کے لئے چلا۔ خانخانان فرد دولت خان لودی کو پانچ چہر ہزار سوار دیکر اسکے  
 مقابلہ کے لئے بھیجا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ دکنیوں کو شکست ہوئی مغلوں نے  
 تعاقب کر کے ٹہن کے شہر کو ایسا لوٹا کہ کسی پاس پانی پینے کا برتن نہ چھوڑا۔ بی بی  
 چاند کو منجھو خان کا اعتماد تھا۔ اسلئے اسنے ایک پروانہ آہنگ خان کے نام لکھا کہ وہ

سپاہ مقبرہ لیکر قلعہ احمد نگر میں حاضر ہو۔ وہ سات ہزار سوار اور پیادہ لیکر قلعہ کے  
 پاس پہنچا۔ اور جانب مشرق سے قلعہ اندر جانے کا ارادہ کیا۔ یہی طرف مغلوں کی حصا  
 سے خالی تھی۔ یہ اتفاق کی بات ہو کہ جبوقت وہ اس طرف رات و قلعہ کے اندر  
 جانا چاہتا تھا کہ مرزا مراد گشت کر رہا تھا جب اس نے یہ طرف خالی دیکھی تو خفا خانان لو  
 اس طرف کی حفاظت کیوں بے مامور کیا۔ غرض یہ کہ وہ گنیا اور آہنگ خان آگے آیا  
 ۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ آہنگ خان تو طوڑ آدمیوں کے ساتھ قلعہ کے اندر چلا گیا  
 ۔ غرض بی بی چاند کی لیاقت کو دیکھنا چاہا کہ جب کون سے یہ پریشان حالی دیکھی تو اس نے  
 عادل خان والی بی بی کو برابر خط لکھے اور ایسے مضمون لکھے کہ اس نے سہیل خان  
 حبشی کو لشکر دیکر اعانت کر لئے روانہ کیا۔ اور رعایا کو بھی اس نے پرچایا۔ اور چاروں طرف  
 اپنی امداد کو لئے لوگوں کو آمادہ کرایا۔ غرض یہ کہ سالشکر شاہ درک میں مجتمع ہوا جب  
 اسکی خبر شاہزادہ مراد کو ہوئی۔ مراد اور خاں خانان کے دونوں نفاق تھا۔ اس لئے مراد نے  
 اور ارام کے ساتھ مشورہ کر کے یہ صلاح نہرائی کہ جب تک لشکر دکھنن بیان نہ ہوئے۔  
 سرنگین لگا کر اخصر کر لیں۔ غرض میرن فی اسکا اہتمام کیا۔ اور پانچ سرنگین  
 تیار بھی ہو گئیں۔ اور باروت بھی بہرہ گئی کہ خواجہ محمد خان شیرازی نے شاہزادہ کے  
 لشکر سے جا کر بی بی چاند کو اسکے خبر کر دی۔ اور سرنگوں کے سارے تے پتے بتا دیے  
 ۔ بی بی چاند کے آدمیوں نے دو سرنگوں سے باروت نکالی۔ اور انکو بند کر دیا۔ اور سرنگوں  
 کی تلاش میں آدمی پہرتے تھے کہ شاہزادہ کے آدمیوں نے سرنگ جو سب بڑی تھی  
 اوڑائی پس قلعہ کے اندر ایک قیامت برپا ہو گئی۔ ایک دیوار اسکی اڑا کر کے گری  
 ۔ اور اس میں بہت آدمی ہلاک ہو گئے۔ جو آخر دو سرنگوں کی تلاش میں زمین کہو دھین

مگر کم تھے۔ وہ زمین زمین کے پیوند ہوئے۔ محصورین بہا گئے اور ارادہ پر آمادہ ہوئے اور  
 محاصرین نے اندر داخل ہو کر غم مسم کیا۔ بی بی چاند نے جب یہہ واقعہ ہو کر کانٹا لکھا  
 تو چہرہ پر نقاب ڈالی اور نگلی تلوار ساتھ میں لی اور تمام ہتیاروں میں اوچی بن نگلی پائے  
 اپنے محل سے نکلی۔ اور گھوڑے پر سوار ہوئی۔ اور جہان سے دیوار قلعہ گری تھی وہاں  
 پہنچی۔ اور توپ بندوق تیر غرض وہ آتش سوز چرخین جمع کیں کہ اس مقام کو دہلیز و درج  
 بنا دیا۔ اب شہزادہ کے دو جوان اور سرنگین اور امین تو وہ نہ اڑیں۔ جب اسی مالوسی  
 ہوئی۔ تو جہان سے قلعہ کی دیوار گری تھی وہیں حملہ آور ہوئے۔ اور اندر اور باہر کی فوج  
 میں سخت لڑائی واقع ہوئی۔ بہادران اکبری بہت کام آئے۔ کشتوں کے پتے لگ گئے  
 خندق مردوں سے بھر گئی۔ مگر حجاب قباب غروب ہوا۔ تو شہزادہ مراد اور صادق محمد خان  
 دلگیر بے ارادہ ہو کر اپنے خیموں میں چلے آئے۔ سارے لشکر میں چاند کی شیر مردی کا شہرہ  
 تھا۔ اور آج سے اس کا لقب بی بی چاند سے چاند سلطا کہ لکھا گیا۔ غرض جب پردہ شب  
 و دنو لشکر دن میں حائل ہوا۔ تو چاند نے رات کو ہی آرام نہ کیا۔ اور دیوار قلعہ کو خوب  
 مستحکم کیا۔ صبح ہوئی ہی پادشاہی فوج نے دیکھا کہ دیوار شکستہ رات ہی رات میں سد  
 سکندری ہو گئی۔ اب جب تک نئی رنگین نہ کہیں اور کہیں سے دیوار نہ ٹوڑائی  
 جائے۔ قلعہ کے اندر جانا ممکن نہیں۔

### صلح شہزادہ مراد اور چاند سلطانہ

اب چاند سلطانہ نے سپہ سالار کو جو لشکر لیکر قریب گیا تھا ایک خط لکھا کہ دشمنوں کا  
 خلیہ ہے اور سامان رسد اور کھانے پینے کا توڑا ہے۔ جو قاصد اس خط کو لے جاتا تھا  
 وہ مخلون کے ہاتھ لگ گیا۔ خط کو خان خانان اور صادق خان نے پڑھ لیا۔ ایک خط

اونہوں نے یہی سہیل خان کو لکھا کہ آپ آئے تاکہ یہ سازعت ختم ہو جائے۔ جب  
 دو نو خط پہنچے تو سہیل خان جلد روانہ ہوا۔ اب غلوں کے لشکر میں ایک قوط عظیم پر پار  
 گہوڑوں میں جان نہ رہی۔ گو اس وقت میں پٹاؤ ہی فوج دکن کے چار دن فرعون  
 کی سیاح قوت اور تعداد میں زیادہ تھی۔ مگر جنگ دو سو روز کا خیال کر کے جان و  
 مال کو اڑائی کے مخاطرہ میں ڈالنا پسند نہ کیا۔ اور آسمین صلاح اور مشورہ ہی ٹہرا کہ  
 چاند سلطانہ نہ صلح کر لیجائے۔ چاند سلطانہ ہی یہ بھی مٹھی مٹی کر میری جمعیت چند  
 ہے۔ اس مانگنے مانگنے کی بھیڑ سے کیا کام آخر کو چلے گا۔ آخر ۱۵۹۶ء میں صلح ہو گئی  
 ہو گئی کہ ملک برار جو ابھی شاہ احمد نگر کے قبضہ و تصرف میں آیا تھا۔ ملازان اکبری کے  
 نفوذ میں رکھا۔ اس عورت کی جو اغردی اور بہادری کی داستانیں بہت مشہور ہیں  
 ایک ہستان اوکی یہ بھی مشہور ہے کہ جب اس پاس گولیاں ہو چکیں تو اس نے  
 چاندی سونے تانبے اور جواہرات کی گولیاں بنا کر دشمنوں میں بھینک دیں۔

### از سر نو لڑائیوں کا مہونا

شہزادہ مراد تو لشکر کو لیکر برابر میں روانہ ہوا۔ کہ اب یہاں احمد نگر میں اڑائی جھگڑے  
 شروع ہوئے۔ میان منجھوا احمد شاہ کو لیکر احمد نگر میں آگئے تھے۔ آہنگ خان  
 دروازہ بند کر لیا۔ اور اسکو گھسنے نہ دیا۔ اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول  
 کو قید خانہ سے نکال کر بادشاہ بنایا۔ اور اس کے نام کا سکہ اور خطبہ پڑھا گیا۔ اور  
 امار نظام شاہی نے اسکی شاہی تسلیم کی۔ مگر مینا منجھو کتور و لائے علول شاہ  
 نے بیجا پور سے قرضی جان دکھنی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر میں بیجا۔  
 اور میان منجھو پاس یہ پہنچا کہ ہوقت احمد شاہ کے بادشاہ بنانے کی آرزو کرنی

نا مناسب ہے۔ تم میرے پاس چلے آؤ۔ جو کچھ مناسب ہو گا وہ کیا جا سکا۔ چچان بھڑک چکا  
 مین ابراہیم عادل شاہ کے پاس چلے گئے۔ اب چاند سلطانہ کے ہاں محمد خان وزیر  
 یا پیشوا ہوا۔ پیشوا دکن میں وزیر کا خطاب ہے۔ اب تھوڑے دنوں اوہنے تمام  
 اپنے اور دوسرے بہر کر اپنے خیر خواہ مثل ہنگ خان و شمشیر خان کو قید خانہ میں ڈالا  
 ۔ اور چاند سلطانہ کی سلطنت بگاڑنے میں سارنٹین کرنے لگا۔ پہر اس پاک دامن  
 عورت نے عادل شاہ سے اعانت کی التجا کی۔ اوہنے سہیل خان کو ۱۵۹۷ء میں بھیج دیا  
 ۔ اب محمد خان قلعہ میں محض ہوا۔ اور چار مہینہ تک سہیل خان سے لڑتا رہا۔ اور آخر  
 کو خط خانخانان کو لکھ کر کہہ بھیجا۔ جب اہل قلعہ کو اسکی خبر ہوئی تو سب دس سے  
 پہر گئے اور اسکو بکڑ کر چاند سلطانہ کے حوالہ کیا۔ چاند سلطانہ نے اب آہنگ خان  
 حبشہ کو پیشوا بنایا۔ سہیل خان کو بیجا پور حضرت کیا۔ اب شانہ زادہ مراد کی سنے  
 کہ اوہنے قصبہ پارتی اور ادقصبہ پر کہ برابر کی سرحد سے باہر تہی قبضہ و تصرف  
 کر لیا۔ اب سہیل خان کو بیجا پور جاتے ہوئے یہ حال معلوم ہوا تو اوہنے عادل شاہ  
 سے عرض کیا کہ شانہ زادہ نے نفقہ عہد کیا۔ اور جب چاند سلطانہ کو بیجا پور کی خبر ہوئی  
 تو اوہنے بھی عادل شاہ پاس پیغام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے ان مغلوں کی سپاہ کا  
 دکن سے منہ کالا کرنا چاہئے۔ عادل شاہ نے سہیل خان کو سپہ سالار بنایا۔ اور  
 مغلوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ اسکی اعانت کر لئے قطب شاہ حاکم گول کندہ سپاہ  
 ملک بھیجی و احمد انگر سے ساتھ ہزار سوار اس پاس آ گئے۔ خانخانان بھی لشکر عظیم  
 لیکر اس کے سامنے آیا۔ راجہ علیجان حاکم خاندیاد سکے ساتھ تھا۔ دسمبر ۱۵۹۶ء  
 جنوری ۱۵۹۷ء میں دریا گوداوری پر ان دونوں میں ایک ہنگامہ کا زار گرم ہوا۔

اور فوج وہ قائم رہا۔ کبھی مغلوں نے شکست پائی کبھی وکھنویوں نے ہزیمت پائی  
 مگر آخر کار انجام یہ ہوا کہ مغلوں کے ہاتھ میدان رہا۔ اور تمام امر اور دکن حید آباد  
 اور بجا پور میں بہک گئے۔ اب خانخانان قلعہ برابر کے قلعوں کی فتح میں مصروف  
 تھا کہ شانہ زادہ مراد نے اوسے یہ کہا کہ ہوقت موقع ہے کہ احمد انگر کو فتح کر لیں۔  
 خانخانان نے جواب میں لکھا کہ صلحت وقت یہی ہے کہ برابر ہی میں اس سال کے  
 اندر ستر حکام سلطنت کریں۔ غرض ان دونوں میں پہلے ہی سی دلوں میں ان بن  
 رستی تھی۔ اب اس بات پر اور بخیرش کن افزائش ہوئی۔ بادشاہ پاس شانہ زادہ نے  
 شکایت کی موصیان خانخانان کے باب میں لکھیں۔ اس پر بادشاہ نے خانخانان کو  
 ۱۵۹۸ء میں بلا لیا۔ اور شیخ ابو الفضل کو سپہ سالار دکن کا بنا کر بھیجا۔ مرزا یوسف خان  
 کو بھی اوسکا شریک کر دیا۔ اب آہنگ خان چاند سلطان کا جانی دشمن ہو گیا۔ اور  
 اوسکا ارادہ ہوا کہ اوسکو اور بہادر شاہ دونوں کو کسی قلعہ میں قید کرے۔ اور خود  
 بادشاہ بن جائے۔ غرض ان دونوں میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا۔ اور لڑائی ان  
 ہوئی۔ قلعہ کا اندر چاند سلطان تھی۔ اور باہر اوسکا پیشوا تھا۔ اب اوسکا یہ ہوش  
 ہو گیا کہ اوسنے قصبہ بیر طاز میں اکبری کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور وہاں کے حاکم کو  
 شکست دیکر باہر کر دیا۔ یہاں کے حاکم نے شیخ ابو الفضل کی شکایتیں لکھیں۔  
 اچیر بادشاہ نے خیال کیا کہ سوار خانخانان کے کوئی دکن کی سپہ سالاری کی بیعت  
 نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں اتفاق سے شانہ زادہ مراد کا چنانہ عمر سے نوشی کی کثرت  
 سے بمریز ہوا۔ اوسکی جگہ شانہ زادہ دانیال مقرر ہوا۔ اب شیخ ابو الفضل نے ایسے  
 حالات یہاں کے کہنے شروع کئے کہ ۱۵۹۹ء کے آخر میں بادشاہ کو چودہ برس بعد

پنجاب کو چھڑنا اور دکن کو روانہ ہونا پڑا۔ اور ۵۹۹ھ کو وسط میں دریا و دریا پونچھا  
 لکڑا دیکھے پہنچے سو پہلے ہی دولت آباد کا قلعہ اور بہت بڑے بڑے قلعے فتح ہو چکے تھے  
 اب وہ خود تو قلعہ اسیر کی فتح میں مشغول ہوا۔ اور دانیال اور خانمان کو  
 احمد انگر کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ اب آہنگ خان سرحدیمہ ہو کر اور تمام اپنے مال  
 اسباب میں آگ لگا کر خیرین بہاگ گیا۔ اور امرا و مغل بے مزاحم قلعہ احمد انگر کے نیچے  
 آ پہنچے۔ اور سرنگین اور لقب کہو دنی شہر و کین۔ اور سرکوب لگائے۔ اب چاند سلطان  
 نے جیتہ خان سے کہا کہ دیکھو آہنگ خان نے ایسا نقص عہد کیا کہ پادشاہ خود دکن پر  
 متوجہ ہوا۔ اب یہ قلعہ ہی چند روز میں فتح ہو جائیگا۔ جیتہ خان نے کہا کہ جو کچھ  
 ہونا تھا سو ہو چکا اب آئندہ بلاؤ کہ کیا کیا جائے۔ چاند سلطان نے کہا کہ مناسب  
 ہے قلعہ شانزادہ دانیال کو سپرد کر دین اور اپنے ننگے ناموس کو بچائیں۔ اب  
 اس خان نے یہہ سن کر ساری اہل قلعہ کو جمع کر کے یہہ فریاد اور دایلا مچائی کہ کبشاہ  
 کے سرداروں سے چاند سلطان مل گئی ہے۔ قلعہ حوالہ کر دینے کے لئے صلاح دیتی  
 ہے۔ اس بات پر دکنی ایسے فروختہ ہو گئے کہ اس حصہ عصمت کو شہید کیا۔ جیتہ  
 یہہ ہنگام قلعہ کے اندر برپا ہوا۔ امرا اکبری نے سرنگین اور اگر قلعہ کے اندر قدم کیا  
 اور جیتہ خان اور تمام سپاہیوں کو قتل کیا۔ اور مال اسباب لوٹ لیا۔ مگر صغیر سین  
 بہادر شاہ کو زندہ رہنے دیا۔ اور پادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اسنے قلعہ کو الیار  
 میں مقید کر دیا۔ مگر اس دار السلطنت کی فتح ہونے سے سارا ملک مطیع نہ ہوا۔ بلکہ امرا  
 نظام شاہی مرتضیٰ نظام شاہ سپر شاہ علی کو ۱۶۹۱ء میں پادشاہ بنایا۔ اور قلعہ  
 پر بندہ کو دار الملک بنایا۔



## خاندان کی فتح

راجہ علی جان قاری حاکم خاندان ہمیشہ پادشاہ کی اطاعت کرتا رہا۔ مگر اس کا بیٹا بہادر خان اپنے باپ کی طرح لقیہ کا بیٹہ نہ ہوا۔ اور قلعہ اسیر کو نہایت مستحکم کیا۔ اب جب پادشاہ ماٹروین پہنچا۔ تو دوسرے بہادر خان کو نصیحت اور فہمائش طاعت اور فرمانبرداری کے لئے کی۔ مگر جیسا سکا اثر نہ ہوا۔ تو امرا و پادشاہی اس کی تسخیر کی واسطے متعین ہوئے۔ اور انہوں نے قلعہ اسیر کا محاصرہ کیا۔ اور ایک عرصہ تک سال کا اوسمین لگ گیا۔ آدمیوں کے اجتماع سے وبا شروع ہوئی۔ جب بہادر خان نے سنا کہ احمد نگر قریب ہو تو بہت سسر پیلہ در پریشان ہوا۔ اور قلعہ ملا زمان اکبری کے سپرد کر دیا۔ پادشاہ نے اس صوبہ کو اپنی قلمرو میں داخل کیا۔ اور شانہ زادہ دانیال کو براہ اور خاندان کی حکومت عنایت کی۔ ان خانخانان کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ اور فوج دکن کی سپہ سالاری اور احمد نگر کی حکمرانی شیخ ابوالفضل کو مرحمت ہوئی۔ وہ خود ۱۶۱۱ء میں آگرہ واپس آیا۔ اور پہلے ایسے کہ پادشاہ آگرہ کو روانہ ہو۔ گول کندہ اور بیجا پور کے پادشاہوں کی ایچے اور نذیرین پہنچیں۔

## اکبر پادشاہ کی اولاد کا حال و رہندوں کے ساتھ تہ رشتے کا بیان

اکبر کی دلی آرزو یہ تھی کہ وہ بہان کے جاؤں سے ناتہ رشتہ کرے۔ چنانچہ اس نے خود جودہ پور اور جے پور کے راجاؤں کی لڑکیوں سے شادی کی۔ اور ان پر بیٹے جہانگیر کی شادی جیسو کی رانی سے کی۔ یہ بہہ سلسلہ اسکے خاندان میں ہی آئندہ جاری رہا۔ بیگمات اور ان رانیوں کی اولاد میں کچھ تمیز نہ تھی۔ مملکت کا دعوے

دولون کو برابر پہنچا تھا۔ نظام ملکی میں اس رشتہ مندی کا بڑا اثر تھا۔ بادشاہ کے ساتھ دامادی کا رشتہ جو توں کے دل میں اسکی عظمت اور محنت کو ٹہاتا تھا۔ سوا اسکے مسلمانوں کو اس قسم کی رشتہ داری سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ وہ خرابیان اور بیماریاں جو ایک خاندان میں پھیلنے لگیں تھیں ہوتی تھیں۔ اوسے اولاد محفوظ ہوئی۔ اور اس نئے خون کے اختلاط سے اولاد نہایت زبردست اور عالیٰ طبع پیدا ہوئی۔ مگر یہ ایک نقصان عظیم بھی ہوا کہ ہندوؤں کو اس رشتہ مندی کی سبب سے مسلمانوں کے ساتھ برابر بری اور برادری کا دعویٰ ہو گیا۔ پہلے بادشاہوں کو وہ حاکم سمجھے تھے۔ اب بہائی بند جانے لگے۔ اسلئے تقسیم سلطنت کے لئے دعویٰ کرنے لگے۔

### سلطان سلیم کی پیدائش

ابتداء میں اکبر کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ بادشاہ کو بیٹے کی نہایت تمنائی تھی۔ حضرت سلیم چشتی سے جنکار و خدمت مبارک فتح پور سیکری میں ہے۔ پہلے آرزو اپنی ظاہر کی۔ انہوں نے دعویٰ ۱۶ سالہ جلوس ۱۵۷۹ء میں راجہ جے پور کی لڑکی سے لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت کو نام پر سلیم نام رکھا گیا۔ مگر اکبر نے اسے ہمیشہ شیخو بابا کہا۔ سلطان سلیم سے چوٹا بیٹا سلطان مراد تھا اور سکوا بادشاہ پٹنہ کی کہتا تھا۔ جسکا حال پٹنہ میں کہ ۱۵۸۰ء مطابق ۱۵ سالہ جلوس میں شہر انجوار کی کثرت سے ایک اور بیٹا پیدا ہوا۔ ایک اور چوٹا بیٹا سلطان دانیال تھا۔ ۱۵۸۱ء مطابق ۱۶ سالہ جلوس میں مے خوی سے کنہ میں ہوا۔ اس کی شہر آشور کی نسبت لکھا ہے کہ جب بادشاہ کے حکم سے شہر لیجانی کے لڑکے کوئی رہا نہ رہی۔ تو دانیال نے اپنے ایک نوکر سے رو کر یہ کہا کہ تنگ جسکو وہ بہت عزیز سمجھتا تھا۔ اور اسکا نام جنازہ رکھا تھا اسکی نال میں لکھا

اس حق کو کہ شرب و آتشہ نال میں پری۔ نال میں صوف نہ تھا۔ رنگ اکودہ  
 ہو رہا تھا۔ اس عرق و آتشہ کو پڑتے ہی رنگ تحلیل ہو کر کوسین مخلوط ہوا۔ پس سکے پیتے  
 ہی لوٹ پوٹ ہو گیا۔ یہی تین بیٹے اسکے تھے۔ اور تین بیٹیاں تھیں۔ اکبر کو اپنی اینٹ  
 میں اس طاد کے ہاتھ سے بڑے حد مرہ اوٹھانے پڑے۔ سلطان مراد و سلطان ابراہیم  
 عین جوانی میں اسکے سامنے مر گئے۔ اب سلطان سلیم ہی گو شرب پیے میں اپنی ہائیو  
 سے کم نہ تھا مگر زندہ رہا۔ اوسے باپ کو اور طرح سے تکالیف پہنچائیں۔ جسکیاں  
 ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مسلمانوں میں شرب کا مینا برا نہ گنا جاتا تھا۔ اور  
 یہہ برائی خوب پہل گئی تھی۔ بابر بہانوں بٹھے شرب خوا رہے۔ ایران کے پادشاہ  
 جو صفوی کہلاتے تھے۔ وہ بھی شرب علانیہ پیتے تھے۔ اور شرب کی مجلسیں ہمدی و ہمدی  
 دہام کے جاتے تھے۔ ساغر اور مینا اور جلم بڑے تکلفات کو ہوتے تھے۔ پھر ساقی کا تو  
 کیا کہنا ہے +

## شانہراؤہ سلیم کی نافرمانی

جب خاندان میں پادشاہ دلی کو روانہ ہوا۔ اس سبب کہ سفردور دراز کا تہا جاگیر  
 کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور اس نظر سے کہ رانا اودے پور کی کشری کا علاج خاطر خواہ ہو  
 اجیر کو متول جہاگیر مقرر کیا۔ اور راجہ مانسنگ اور شاہ قلی خان محرم کو اوسکے  
 پاس چھوڑا کہ اپنی اوصائب اور سپاہ اوسکی امداد کرتے رہیں۔ جس سعت  
 میں پادشاہ دکن روانہ ہوا۔ اوسی ساعت میں جہاگیر کو رانا کی خبر لینے کو لئے  
 رخصت دی غرض میر و شکار کرتا ہوا جب یہہ شانہراؤہ اودے پور میں پہنچا۔ تو  
 رانا پہاڑوں کی نخل جہاگیر سے ملا۔ مگر شکست کھا گیا اور ہراؤہ ہرا گیا۔ پہاڑ شکار

تمام ملک کو کھو نہ مارا نہ ہاروں کو ہلاک کیا۔ اور جو روپوں کو فیکہ کیا۔ اب راجہ مانسنگہ  
 جہانگیر کے ساتھ تھا۔ مگر بنگالہ اسکے تیول میں داخل تھا وہاں اوسکا بیٹا کنو جگت سنگھ  
 حکومت کرتا تھا۔ اوسکو سفر ناگزیر پیش آیا۔ اب دوسرا بیٹا کھوجا سنگھ اوسکی جگہ مقرر کیا  
 ۔ اب بیہ خیرانی کہ عثمان بن قتوکی سترابی سے بغاوت کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اور کھورہا سنگھ  
 کو ایک شکست ہی دیدی۔ اب خوشامدی لوگوں نے بہکانا شروع کیا کہ پادشاہ دکن کو  
 گیا ہوا ہے۔ اور بغیر فتح کئے ہوئے ہی دہان سے واپس نہیں آئیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ نہ  
 خالص کے زرخیز صوبوں پر قبضہ کر لیجئے۔ اور اس سبب بنگالہ کا ہنگامہ بھی فرو ہو جائیگا  
 ۔ اب راجہ مانسنگہ فریادنا فائدہ جہانگیر کی مرحمت میں دیکھا۔ اسلئے رانا کی مہم کو ناتمام چھوڑ  
 اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا۔ میرم مکانی کو جہانگیر کی خبر ہوئی تو وہ پوتے کو سبھانیکے لئے  
 روانہ ہوئے۔ پوتہ بیہ کشمی میں بیٹھ اکبر آباد آگیا۔ دادی خٹا ہو کر پھر اکبر آباد چلی گئیں  
 اب اللہ آباد کے آس پاس کے صوبوں اودہ اور بہار پر اپنا قبضہ کیا۔ اکبر آباد کے آس پاس  
 جاگیر میں اپنے ملازمین کو مدین۔ خانی اور سلطانی کے خطاب عطا کئے۔ اور بہت سے صوبے  
 بغیر باب کی اجازت کو امیرون میں تقسیم کر دئے۔ اور قلعہ اللہ آباد میں جو آمدنی صوبوں  
 کی بیس لاکھ روپیہ کی شودا سن یوان نے جمع کئے تھے وہ بھی اٹھواٹھ لاکھ تھے۔ عرض نہ ۱۶  
 میں جہانگیر نے پادشاہی کام کرنے شروع کئے۔ اب اکبر کو بیٹے کی ان کو لوگوں کی خبر  
 متواتر پہنچی۔ اور دل ہی دل میں ناراض و ناخوش ہوا۔ مگر وصحت حوصلہ اور محبت  
 کے سبب کوئی بات ایسی نہیں اختیار کی کہ جیسے بیٹا بالکل ناغی ہو جاتا۔ بلکہ ایک فرمان  
 عطا فرمایا۔ اور اس میں بہت سی نصائح لکھیں۔ اور اسکو بلایا۔ اب اس  
 فقہ خانہ فقیر کے فرو کرنے کے لئے دکن کو چھوڑا اور آگرہ میں آیا۔ سلطان سلیم بھی باب کی

خدمت میں حاضر ہونے کے لیے کالہ آباد سے روانہ ہوا۔ قس نہر سوار اور بہت سی مائتھی  
 ساتھ لے گئے۔ گو ظاہر میں اٹاؤہ تک وہ یہی کہتا تھا کہ باپ کی خدمت میں جانا ہوں۔ مگر  
 دل میں باپ سے مخالفانہ ارادہ ضرور تھا۔ بعض کہتے ہیں اس سبب لشکر کو ساتھ لیا تھا  
 کہ اوسکو اپنی سلامتی پر اطمینان نہ تھا غرض جیس طرح آنے کی خبر بادشاہ کے کان میں  
 پہونچی تو بادشاہ کو بیٹے کے دیکھنے کی خوشی جاتی رہی بلکہ وحشت زیادہ ہوئی۔ اوس نے  
 بیٹے پاس حکم بھی دیا کہ باپ پاس بیٹے کا ہتھکڑیوں کے ساتھ آنا خلاف دستور ہے۔ تمہارا  
 یہاں آنا اندیشہ سے خالی نہیں ہے۔ باپ کو گہر میں بیٹے یوں نہیں لیا کرتے۔ اب یا تو توڑ  
 آدمیوں کے ساتھ اگر وہ میں چلے آؤ۔ اور اگر تم کو یہاں آنے میں اطمینان خاطر نہیں ہے  
 تو الہ آباد اور لئے چلے جاؤ۔ اور جب صل صاف ہو چلے آؤ جو وقت یہ بادشاہ کا فرمان سلیم  
 پاس آیا۔ تو وہ بہت گہر لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی۔ میں  
 کس آرزو اور تمنا سے قد مبوس کی لئے حاضر ہوا تھا۔ اب مجھے یہ حکم سہتا ہے کہ لا وٹا الہ آباد  
 چلا جا۔ مجھے کیسا افسوس کہ میرے اخلاص اور محبت کی تائید حضور کے دل پر نہ ہوئی۔ اور  
 فتنہ نشتر تون کی یادہ گوئی نے حضور کو میری طرف بدگمان کر دیا۔ اور مجھے کچھ نہ فو  
 کے لئے سعادت ملازمت محروم رکھا۔ مجھے امید ہے کہ میرا صدق باطن حضور کی خاطر  
 ناظر پر جلوہ گر ہوگا۔ یہ عرضداشت پہنچ کر وہ اٹاؤہ میں چند روز مقیم رہا۔ اور الہ آباد چلا آیا  
 بعد ازاں بادشاہ کا فرمان سلیم پاس آیا کہ ملک بنگال اور اڑیسہ تمہاری جاگیر میں مقرر ہو  
 مگر اسے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور یوں ہی آئے بالے بتا دئے۔

### ابو الفضل کا قتل

سلیم کا مزاج شراب پیئے و بگڑ گیا تھا۔ وہ نہایت تند خوا و غضبناک ہو گیا تھا۔ یہ بھی  
 اوسکی

حماقت اور نالافتی تھی کہ وہ ابو الفضل کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اور یہہ جانتا تھا کہ وہ باپ کے  
 اس کی طرف سے لگایا گیا تھا۔ چنانچہ جو وقت ابو الفضل کو بادشاہ نے دکن سے بلایا  
 تو سلیم کے دل میں یہہ وسوسہ پیدا ہوا کہ ان دنوں جو بادشاہ کا دل اس سے ناراض ہو رہا  
 اگر ابو الفضل اس میں نہ پہنچ گیا۔ تو معلوم نہیں کیا جھپٹاؤٹاٹھا سکا۔ اور بادشاہ کا  
 دل مجھے بالکل ہیر دیکھا۔ اور بہر مجھے عمر بہر باپ کو قدموں کی زیارت نصیب ہوگی۔ اس  
 وہی خیال پر اس نے راجہ نرسنگد دیو بندیلہ کو جسے کچھ لڑائی جھگڑا جہانگیر کا مور ہا تھا۔ یہہ  
 لکھ بھیجا کہ اگر اپنے تین خیر خواہ سرکار بنا نا چاہتے ہو تو ابو الفضل کو راہ ہی میں آخر نرسنگد  
 پہنچا دو۔ و غرض ابو الفضل تو بڑے آدمیوں کو ساتھ جب گوالیار کے قریب پہنچا۔ تو  
 راجہ نرسنگد دیو نے اسکو گھیر لیا۔ ابو الفضل نے ہاگنا ہی مناسب جانا۔ بڑی دلیری اور  
 دلاوری سے اپنا بچاؤ کیا۔ مگر اپنے ہمراہیوں سمیت مارا گیا۔ راجہ نے اسکا سر کاٹ کر الہ آباد  
 میں سلیم پاس بھیج دیا۔ یہہ واقعہ ۱۰۱۱ھ میں واقع ہوا جب ابو الفضل کی شہادت کی خبر  
 اکبر کو پہنچی تو اس نے نہایت غم اور اہم کیا۔ یہہ شعر اس کے حسب حال کہا گیا ہے کہ  
 شہنشاہ جہان را ز وفاتش دیدہ پر غم شد + سکندر اشک حیرت رخت کہ افلاطون عالم شد  
 غرض اس نے خیر خواہ ملازم کے لئے وہ بہت رویا۔ اور دودن تک نہ کہا نا کہا یا۔ سوچا  
 جب اسکو سہوش آیا۔ اس نے حکم دیا کہ نرسنگد دیو اور اسکے اہل و عیال گرفتار کر جائیں  
 اور طرح طرح کی تکلیفیں اذکو دی جائیں۔ ایسے سختی کے حکم اکبر نے کبھی ساری عمر میں پہلے کر  
 بھی نہ دئے تھے +

## باپ بیٹوں کا ملاپ

جب ابو الفضل کا یہہ واقعہ گذر چکا تو سلیم نے بے دغذرا اور بغیر وسوسہ باپ پہنچانیکا ارادہ کیا

لکھنؤ الفضل کے قتل سے نہایت محبوث تھا۔ اسلئے بادشاہ فی سلیم سلطان سلیم کو اوس پاس  
 روانہ کیا کہ اوسکا یہہ حجاب و کر کے یہاں لے آئیں۔ یہہ سلیم الد بادگئین۔ اور اوس کو  
 ساتھ لیکر حلین۔ جب آگرہ دوسنزل رہا۔ تو سلیم نے  
 عرضی باب کو لکھی کہ داوی صاحبہ یعنی حضرت مریم مکانی مجھے شرف کریں۔ تاکہ میرے لیمن  
 کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ داوی پوتے کو لینے آئیں اور اپنے گہرین لیگئین۔ اور باب بیون  
 میں بالکل صفائی کر داوی پادشا کا حکم لنگی مہم پر جانچا پہلے لکھتے تھے میں سلیم نے رانگی  
 مہم کو یون ہی چھوڑا تھا۔ اسلئے بادشاہ فی سلیم نے مہم پر اوسکو جاسینکا حکم دیا۔ اور  
 بہت سوار اوسکے ساتھ گئے۔ اب یہہ لشکر فتح پور میں پہنچ کر کچھ دنوں ساز و سامان میں  
 پہرہ دیکھ کے جمع کرنے میں ایک عرصہ دراز لگایا۔ اور آخر کو یہہ غرضیہ لکھتے ہیں کہ اس  
 مہم رانگی کی یہہ کیفیت ہے کہ زندہ حضور کے حکم سے روانہ ہوا۔ مگر کھانا  
 اندیشوں نے سامان مہم میں المتوا کر رکھا ہے۔ اور یون ہی اوقات ضائع ہوتی ہے  
 چونکہ رانا پناہاٹون میں چلا گیا ہے اور وہاں سے نکلتا نہیں۔ اسلئے فوج چاروں طرف  
 روانہ کرنی چاہئے تاکہ اوسکو گہر گہرا کر میدان میں لائیں۔ اور یہہ فوج ہی ہتھور ہو کہ  
 جہاں کہیں اوسے مقابلہ آن پڑے تو عہدہ برآ ہی ہو سکے۔ اسلئے امیدوار ہوں کہ مجھے  
 اجازت قدم بوسی کی ملے۔ اور میں وہاں اپنی جاکہ کو جاؤں۔ اور وہاں سے یہہ سارا  
 سامان کر کے پھر رانگی خبر لوں۔ غرض اکبر نے یہہ درخواست منظور کر لی۔ اصل بات یہہ تھی  
 کہ باب کو سب نقصان اوٹھانے منظور تھے مگر بیٹے سے بگاڑنا نہ نظر نہ تھا۔ اسلئے الد باد  
 میں آیا۔ اور اپنے عیش و نشاط میں ہوا۔ جہاں لیکر کا جو سے بڑا شیا خسرو تھا۔ وہ ہمیشہ  
 باب کی سختی و داد کے سامنے کیا کرتا تھا۔ اسلئے اوسکے مانے جو کچھ توں دیوانی ہوئی تھی

افیون کہا کرتا تھا کیا۔ اسکا بھی پادشاہ کو بڑا افسوس ہوا۔

## سلیم کی بدچلنیاں

جب سی جہانگیر فتح پور سے الہ آباد میں آیا تو میٹو شی نے اسکو وحشی بنایا۔ اب پادشاہ پاس اسکی بری بری حرکتوں کی خبر پہنچی شروع ہوئیں۔ وہ ایک عورت پر عاشق ہوا۔ عورت ایک ملازم پر فریفتہ ہوئی۔ اور اسکے ساتھ بہاگ گئی۔ سلیم نے پکڑوا بلوایا۔ اور زندہ کی کہاں کو اوٹھروایا۔ اسپر اکبر نے نہایت تاسف اور غصہ سے یہ لکھا کہ سقدہر ملکون کو میں نے تلوار سے تھیر کیا۔ مگر زندہ آدمی کی کیا زندہ گو سفند کی بھی کہاں نہیں کچھوائی۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ میری اولاد ایسی قسماں بلبلی کی کہ وہ زندہ آدمی کی کہاں بی آنکھوں کے سامنے کچھواتی ہے۔ شراب میں افیون ملاتا۔ اور اسقدر پیتا کہ تلم نوکر چاکر خوف کرا مارے کونون میں چھپ جاتا۔ اور پاس جاتے ہوئے ڈرتے۔ اور جنگا پاس رہنا ضرور تھا وہ نقش یوار بنے کھڑے رہتے۔ غرض وہ ایسی بے رحمی و رنا خدا سنی کی حرکتیں کرتا تھا کہ جسکے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ جب کہ بیٹے کا یہ حال سنا تو اسکو نہایت رنج اور بغایت غم ہوا۔ اور اسنے یہ مصلحت جانی کہ الہ آباد جاون اور اپنے جگر گوشہ کو ساتھ لاؤں۔ یہ راہ کر کے چلا۔ اور شتی میں سوار ہوا مگر شتی ریت میں ایسی پہنسی کہ آگے بہر نہ چلی۔ پھر بارش شروع ہو گئی۔

## اکبر کی ماکا مرنا

غرض دو تین منزل گیا تھا کہ میر جہانگیر کی بیماری کی خبر سنی۔ چنانچہ وہ سخت ہی اگرہ کو اولٹا آیا۔ اور ایسے تنگ وقت پر مای زیا رت سے مشرف ہوا کہ جان اسکی سوخت ہو رہی تھی۔ کچھ دیر میں دم نکل گیا۔ اکبر نے حادثہ ہی موعہ ہند ابھرا کیا۔ اور مامی لباس پہنا



اور بہت سی امرائے بھی یہی کیا۔ اور بادشاہ نے کچھ دور تک کے تابوت کو اپنے سر پر اٹھایا۔  
اور امیر و ن نے بھی کندہ دیا۔ اور اسکو دہلی روانہ کیا۔ اور بہت روتا ہوا گھر آیا۔ اور  
سوگ بہت دنوں تک رکھا۔

### جہانگیر کا باپ یاس آنا اور قید میں رہنا

حبوت جہانگیر کو باپ کو آنے اور رداوی کے سرے کی خبر پہنچی تو بے تحاشی اور بڑا مل  
باب کی خدمت میں آکر دھڑ آیا۔ معلوم نہیں یہہ جوش محبت تھا یا باب کے ساتھ اس  
ریخ اور غم میں شریک ہونیکو فرض جاتا تھا۔ یا یہہ سمجھتا تھا کہ بغیر جانیکے سلیم باہر نہ ہو  
غرض کوئی سبب ہوگا۔ جبہ باب کی خدمت میں آیا۔ تو اسنے گلے لگایا۔ اور بہت کچھ  
سمجھایا۔ اور یہہ فرمایا کہ باا کرت یادہ چائی سے تیرے دماغ میں فتور آگیا ہے۔ مناسب  
کہ تھوڑے دنوں دولت خانہ میں رہو۔ اور کہیں نہ جاؤ۔ تاکہ تمہارا علاج خاطر خواہ ہو  
غرض سلیم کو عبادت خانہ میں بٹھادیا۔ اور آدمی متعلق کرکے اور حکیم علاج کیواسطے  
مقرر کر دئے۔ مگر جو حال جہانگیر کی تشفہ فرامی کا سنا تھا وہ نہ دیکھا۔ اسلئے وہیں بعد  
اٹھادیا۔ اور پھر باب بیٹوں میں خوب شفقت اور پیار کی باتیں سواکین۔

### حکایت حسنہ اور سلیم کے ہاتھیوں کے لڑنے کی

سلیم کے تند فرامی اب تک لگی تھی۔ ایک خمر وکا ہاتھی تھا۔ دوسرے سلیم کا اس دو دنوں کو  
بادشاہ نے لڑایا۔ اور ایک ہاتھی اپنا مقر کیا کہ جو ہاتھی مغلوب ہوا اسکی ہلک کرے  
اسطرح ہاتھیوں کا لڑنا اسی بادشاہ کا ایجاد تھا۔ غرض جب سلیم کا ہاتھی غالب ہوا تو خمر  
کے ہاتھی کی لک کیواسطے بادشاہ کا ہاتھی سامنے آیا۔ تو سلیم کے آدمیوں نے فیلبان کو  
منع کیا۔ اور اوپر تھوڑے پہلے مارے۔ جس سے اسکی کنپٹی میں چوٹ لگی اور خون بہا



تو جہاگیر نے اپنی جان کے خوف سے پادشاہ کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا۔ اور بیمار کیا بہانہ بنایا۔ مگر شانزہ خرم اپنے دادا کے پلنگ سے لگا رہا۔ ماباپون نے ہر چند اسکو بھیایا کہ اس آں شوب گاہ بے غیرے میں آنا جانا اندیشہ کی خالی نہیں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک دادا کے دم میں دم ہے میں اس کے قدموں سے جدا نہ ہوں گا۔

### سازش کا موقوف ہونا

سلیم ایسا وارث تھا کہ سب اسکو تسلیم کرتے تھے۔ اور فقط ایک بیٹا پادشاہ کا زندہ تھا۔ پادشاہ کو اس حالت میں بیٹے کا بڑا خیال تھا۔ اور جب اسکو آتا جاتا نہ دیکھا تو اسے نہایت قلق ہوا۔ اور اپنی فرست سمجھ گیا کہ کیوں وہ نہیں آیا۔ سلی کی دفعہ یہ بیان کیا کہ میرے بعد سلیم تخت نشین ہو۔ اور جنر کو بنگالہ کی حکومت ملے۔ جب پادشاہ کی یہ باتیں ناخوشی سے سنا سونے لگے۔ اور جانا کہ سلیم کا پلہ بہاری ہے تو وہ برسرِ آہ اور سلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خان اعظم غنیر خان کو بھی یہ سوچی کہ اگر میں اپنی بات پر جاسوں گا تو کوئی میرے ساتھ اتفاق نہ کرے گا۔ اسلئے چلے چکے سلیم کے ساتھ خط و کتابت شروع کی۔ راجہ مانسنگہ کو کوئی خطرہ نہیں پیدا ہوا اسلئے اسکی اپنی قوت اور شان و شوکت ذاتی خیر خواہوں پر موقوف تھی۔ مگر سلیم نے اسے چالوسی اور خوشامدی باتیں شروع کیں۔ راجہ نے بھی اس کی امداد اور اعانت کا

وعدہ کیا +

### اکبر کی وفات

اب جہاگیر باپ کی خدمت میں گیا۔ اور جو اسوقت حال گذرا اسکا یہ بیان وہ کہتا ہے۔ کہ باپ نے مجھے بہت پیار کیا۔ اور یہ فرمایا کہ امرا اور وزرا اس کمرہ میں جہنا

میں پڑا ہوں بلوائے جائیں۔ اور مجھے سببہم ارشاد کیا کہ میری مرضی نہیں ہے کہ میری  
اور میری اول دولت خواہوں کے درمیان ناچاقی ہو جنہوں نے برسوں میرے ساتھ  
محنتیں اٹھائیں اور سختیاں جہلی میں۔ اور میری شان اور شوکت کو کاموں میں  
ہمیشہ وہ مدد و معاون رہے ہیں۔ جب امیر جمع ہوئے تو انکی طرف مخاطب کر  
یہہ فرمایا کہ اگر میں نے بہو لے سے ہی کوئی خطا تمہاری کی ہے تو تم اسکو معاف کرو۔  
جب میں نے یہہ حال دیکھا تو میں باپ کے قدموں پر گرا۔ اور زار زار رویا۔ پھر میرے بیٹے  
اشارہ کیا کہ اس تلوار کو باندھو اور میرے سامنے بادشاہ بنو۔ اب کچھ بادشاہ فی سنبھلا  
لیا کہ پھر جہانگیر سے یہہ کہا کہ تمام خاندان کے عورات کی خبر لینا۔ اور میرے پرانے رفیقوں  
اور دوستوں کو نہ بہو لانا۔ پھر روز چار شنبہ وقت شب ۱۱۔ جادی الاخری سال ۱۰۸۰ کو  
ایک بڑے مولوی کو بلا کر کلمہ شہادت کہی دفعہ پڑا۔ اور جتنی مسلمانوں کی طرح اس نے نیا سید ہوا۔  
اور سکندر مین جو قریب آگرہ کے سید فون ہوا۔ عمر تیرہ سال و تین ماہ و تین دن سلطنت اور انجاس سال

### اکبر کا حلیہ

اکبر نہایت خوبصورت تھا۔ قدم وسط۔ رنگ گندم گون۔ چشم دایر و سیاہ۔ ملاحظہ  
صباحت پر زیادتی۔ شیراز ام کشادہ سینہ۔ دست باز و دراز۔ پردہ بینی کے بائیں طرف  
ایک خال جو نہایت مبارک گنا جاتا تھا۔ آواز بلند۔ تکلم میں ننگینی اور اوضاع اور اطوار  
سے اس کے ایک فرایزدی ظاہر ہوتا تھا۔

علم

اکبر اگرچہ خالص ترک بچہ تھا۔ اور امی تھا۔ مگر جب علمی مجلسوں میں بیٹتا تو ایسی باتیں بناتا  
کہ کوئی اسکو علم سے بہرہ نہ جانتا۔ ارباب علم کے ساتھ گفتگو کرنے کا شوق تھا۔

نظم و شرکے دقائق کو خوب سمجھتا تھا۔

## خصالت و عادت

آغا عمر میں شراب پی اور عیش و روائے۔ مگر بہر نہایت متقی اور پرہیزگار ہو گیا۔ سلطان  
 میں عین مہینہ گوشت نہیں کھاتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ پیٹ کو جانوروں کا مدفن بنانا  
 بہریریاں ہے اور ہزار ہا مفتین خدا کی کہانے پیئے کیوں سب موجود ہیں۔ ایک وقت کھانا  
 کھاتا تھا۔ وہ سوتا بہت کم تھا۔ بعض اوقات کجاگتا ہی رہتا۔ مباحث علمیہ و حکمیہ کو سناتا  
 تھا۔ ایسے مباحثوں کا اوسکو بڑا شوق تھا۔ اوسنے اپنی اوقات کا انضباط اس خوبی سے  
 کیا تھا کہ باوجودیکہ لڑائی بھرائی اور انتظام ملک میں زیادہ اوقات صرف ہوتی تھی۔ مگر  
 ہر ہی اوسکو بڑھنے اور علمی مباحثوں کو سننے کی خواہش و سرگشتگی کی مہلت ملتی تھی۔ شاہ  
 تہوڑی دیر آرام کر کے کام میں مصروف ہوتا۔ پہلے اذکی خلوت میں مجلس حکما کا جلسہ ہوتا  
 کچھ رات گئی عرضیان حکام اور عمال کی سنتا۔ اور اپنے حکم مناسب لکھتا۔ قبل طلوع آفتاب کے  
 حوالی موالی جمع ہوتے۔ اور دن نکلنے ہی وہ جلوہ گر ہوتا۔ جانوروں کی کشتان لڑائی  
 بڑا شوق تھا۔ ہاتھیوں کی لڑائیں میں بادشاہ کو کمال تھا۔ شیر اور ہاتھی کے شکار پر عاشق تھا  
 شیر کو شمشیر سے مارتا تھا۔ فقط تفریح طبع کے لئے کبھی تیس چالیس کوں پیدل چلا کرتا۔  
 اجیر میں ۲۰ میل گھوڑوں کی ڈاک بردردان میں پہنچ گیا۔ گجرات کا سفر ساندھنیوں پر  
 جسطرح کیا اوسکا حال یہ آئے ہو۔ غرض اس بادشاہ کا جو حال ہے عجیب غریب۔ ایک دفعہ  
 نوکر ہے کہ دراجوت بادشاہ پائل کری کو آئے اوسنے پوچھا کہ کیا جوہر دکھا سکتے ہو۔ ان  
 جان نثار جو تو ان ایک نیزہ لیکر اوسکی ایک انی اپنے سینہ پر اور دوسرے فریق کی چھاتی پر  
 رکھی۔ ساتھ ہی تلواریں ہاتھ میں لے کر گھوڑے دوڑا۔ دونوں چہرے کیچ میں نیرو کر ادا کر گئے

اور ایک ایک تلوار چلا کر ڈھیر ہو گئے۔ اس بے جگری کو دیکھ کر بادشاہ کو بھی جوش آیا۔  
 دیوار میں تلوار کا قبضہ آرایا۔ اور پہل پہل ہر کنا۔ اور پیلیہ پر سینہ رکھ کر جانتا تھا کہ آگے  
 ہے۔ کہ راجہ ہانسنگہ نے تلوار پر ایک ہاتھ ایسا مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گئی۔ اسپر کمر بڑا  
 خفا ہوا۔ اور راجہ کو بلکھ کر دے مارا۔ غرض اس طرح جاو بجا اپنی بے جگری دکھاتا۔ اور  
 شجاعت اور دلاوری کے عجیب نمونے ہیں۔ ہاتھوں پر یہ بادشاہ عجب کرتے کہتا تھا  
 خود سوار ہو کر اونکو لڑاتا تھا۔ وہ مست ہاتھی جنکے پاس فیلان کی جان جاسو کھلتی  
 تھی۔ یہ اونکے دانت پر ہاتھ لگا کر گردن پر سوار ہو جاتا تھا۔ اگر مست ہاتھی لڑتے  
 ہوتے تو یہ ایک کی پیٹھ پر سے دوسری کی پیٹھ پر اوچل جاتا۔ ایک دفعہ مست ہاتھی  
 شہر میں گھس آیا۔ اور لوگوں کو مارنا اور مال کو ضائع کرنا شروع کیا۔ وہ ایک کوٹھمبی  
 چھت پر سے اس ہاتھی کی پیٹھ پر کودا۔ اور اسکو باہر لے گیا۔ غرض مصیبت اوٹھا  
 اوجان جو کہوں میں پڑے کی کچھ حقیقت نہیں جانتا تھا۔ بلکہ اسکو راحت سمجھتا تھا  
 کہ یہی اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ ہمیشہ شادمان نظر آتا تھا۔ غصہ نام کو نہ تھا۔ مگر باوجود  
 اس جرات اور جواغردی کے اسکو ناحق لڑنے کا شوق نہ تھا۔ میدان جنگ میں  
 جب جاتا کام فہم و فرست سے لیتا۔ اور دن جان او میں کہیا دیتا۔ جب لڑائی ختم ہوتی  
 تو اوٹھا اپنی دار السلطنت کو واپس آتا۔ اور شعلوں میں مصروف ہوتا۔ دنیا و سلطنت  
 کی اس بات پر کہی تھی کہ کسی کی خوشحالی اور فخر البالی میں فرق نہ ہے۔ اپنے  
 اور بنگانے سب سودہ حال ہیں +

اکبر کی شان و شوکت و جاہ و جلال و سخاوت و تواضع  
 اکبر کی شان و شوکت و جاہ و جلال کے لکے ہیں اور مفصل

اوسکا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یورپ والے جہاد سوقت میں آئے اور ان کے بیان سے بھی  
اونکی تصدیق ہوتی ہے۔ مختصر حال و سکا بیان کرتے ہیں :

## لڑائی اور شکار میں آئین منزل

جب بادشاہ لڑنے یا شکار کیلئے جاتا تو اس طرح لاؤٹ کر کے خمیوں ڈیروں کا نظام ہوتا  
کہ اول گلال بار قائم کیا جاتا۔ یہ ایک حصار ہوتا۔ اوس میں دروازہ اور قفل لگا ہوا ہوتا۔  
پھر برابر اوسکے بارگاہ لکھا اور پھر چوہن راوٹی۔ پھر اوسکے گرد اور سر پر دے اور پھر دوشیا  
منزل مہتابی اور سراج و قلندری۔ اور خلوت خانہ جبکہ بوجلی خانہ کہتے تھے۔ اور نقا خانہ  
ہو سکے بیچ میں اکاش وہ ہوتا تھا۔

بارگاہ اوسکا ایسا وسیع ہوتا تھا کہ دس ہزار آدمی اس میں سما سکتے تھے۔ چوہن راوٹی دس  
ستونوں قائم ہوتی تھی۔ دوسریاں منزل شہارہ ستونوں پر قائم ہوتا۔ چہ گنہے ستون  
اوسکے ہوتے۔ اور اوپر تختوں کا پٹا ہوتا۔ اور اوپر بالا خانہ بنا یا جاتا۔ بادشاہ لڑائیں  
میں اسے بالا خانہ پر سوتا۔ زمین و فوطح طرح کے بنائے جاتے۔ اور اوس میں پر دے  
لکھائے جاتے۔ عجائبی ایک شامیانہ چار ستونوں پر قائم ہوتا۔ جب پانچ شامیانہ  
برابر ملے ہوئے ہوتے تو اسے منڈل کہتے۔ اور جب سترہ شامیانہ جدا جدا پاس پاس  
ہوتے تو آٹھ کہلبہ چار دیوار خمیوں کی پندرہ سو سیس مربع گز ہوتی۔ باہر کی جانب چوہن  
رخ سرخ رنگ ہوتا۔ اور اندر زریفت اور کھواب سے طرح طرح کی آرائش و زیبائش  
موجامہ اور ترہال اور ٹاٹ اور لوہو کی چادرین اور تختے وغیرہ ان سب چیزوں کو کام  
لاتے۔ ایک ہزار فرش ایک ہفتہ میں آلات بھر قفل ہے ان خمیوں کو منزل بہ منزل  
کھڑا کرتے ہوئے چلے جاتے۔ جہاں بادشاہ اور ترمادہ ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ پانچ

چار چار میل لمبے بازار دو رو بہ لگاتے تھے۔ اور ایک میلہ کی دھوم دھام معلوم ہوتی تھی  
جہاں لشکر اور تارود اس شہر کا قلعہ معلوم ہوتا تھا +

### شکوہ سلطنت

یہہ اس وقت معلوم ہوتی تھی کہ بادشاہ کا جشن سالگرہ اور تخت نشینی ہوتا تھا تخت  
مرصع زرین سین پچی ہوئی چتر خواہر سے آراستہ سر پر رکھا ہوا۔ شادمان  
سیفوی زربفت کا لٹکا ہوا۔ فیروزن پر غلاف سفراط کے منڈھے سے ہوئے۔ ناجی سیکڑو  
طرح کبج رہے۔ ایک میلہ لگا ہوا۔ جنین آدمیوں کی ریل پیل اور سوار یوں کی  
چیل پیل ہو رہی۔ بادشاہ ایک زردوزی خمیہ میں تخت پر بیٹھا ہوا۔ زردوزی قالیمنون  
کا فرش چھا ہوا۔ اس پاس ایسے ہی خمیہ پر تکلف امیرون کے لگے ہوئے۔ غرض عجب گہنا  
گہنی یہ چند روز رہتے۔ بادشاہ کا سال بہرین دو دفعہ وزن ہوتا۔ آغاز موسم بہار میں وہ  
ان باہر چیروں کی ترازو میں تھاتا تھا۔ سونا چاندی ابریشم خشبو تانبا رومج  
روغن زرد لوہا شیرینج غلہ اور دوسری دفعہ جب مہینہ میں

چاندی قلعی کپڑا بارہوہ شیرینی ملون کا تیل اور سبزی۔ ان  
دونوں وقت میں جشن سال گرہ ہوتا۔ اور عیشا در عیاشی کے لئے صلاعی عام ہوتی  
عزیز واقارب اور اہل کو حجب اتبا لغام اور خلعت ہوتے۔ سونے چاندی کے بادام بھاڑتے  
یا تہیوں کی قطارین بادشاہ کے سامنے گذرتی۔ اون پر زر نگار جہولین زردوزی  
کام کی اور اون پر جواہرات ٹکے ہو پڑی ہوئی ہوتی۔ سونے چاندی کے زیورین  
میں لہے ہوئے ہوتے۔ سونے کی ہیکلین ان قوی ہیکلون کی چہاتیوں پر  
لگی ہوتی ہوتی۔ بعد ان کے گھوڑوں کی آراستہ ویرستہ قطارین سامنے سو گذرتی



پہر گینڈے اور شیر اور پلنگ اور چیتے اور شکاری کتے اور باز شکرے بالترتیب  
 اسے طرح پادشاہ کے آگے نظر سے گذرتے۔ غرض بعد اسکے خاصے کو ہنسی آتے جنکی  
 چمک دمک سے آنکھوں کی چٹا چوندی لگتی تھی۔ مگر باوجود اس جاہ و جلال کے پادشاہ  
 سادہ سودہ تھا۔ اپنے تین کمترین مخلوق مخلوقات میں سے شمار کرتا تھا۔ ہر بات میں  
 توکل خدا پر کرتا تھا۔ چھ ممالک المیرتہ مملکت انگلستان کا خط لیکر پادشاہ کے دربار میں پہنچا تو  
 وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایسے کبھی دولت نہیں دیکھی۔ سرطاسن رو صاحب ہی اس پادشاہ  
 کے دربار میں آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ پادشاہ ایشیائی اور  
 کی طرح نمودار نالاش کا چندان خواہاں نہیں۔ وہ تخت کو سامنے فرش پر مو بیٹھا اور  
 اپنی رعایا کی سرمدی اور اداسی کرتا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ پادشاہ نہایت خلیق خدا پس  
 تھا۔ سخت اور قوی اور بندوق اور توپ وغیرہ آلات حرب کی صناعت اور اورفون کی  
 صنعت بخوبی وقف تھا۔ کم خوراک اور بڑا محنت کش تھا۔ اسکی محنت و مشقت تعجب  
 ہوتا تھا۔ رات دن میں تین گھنٹہ سوتا تھا۔ عوام الناس سے نہایت خلاق سے پیش آتا تھا  
 ۔ میروں کی نسبت غریبوں کی زیادہ تر خاطر داری کرتا تھا۔ غریبوں کے حال پر بہت  
 توجہ کرتا تھا۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا اونکو شکستہ دل نہ ہونے دیتا تھا۔ اونکے پیشکشوں  
 کو امیروں کی نذروں کی نسبت زیادہ مہربانی سے قبول کرتا تھا۔ رعایا اور صحبت  
 رکھتے تھے۔ اور اسکی صحبت و محبت کرتے تھے۔ دشمنوں کے ولوں میں اسکا بڑا خوف تھا۔

### اکبر کے شوق

اس پادشاہ کو عجیب عجیب شوق تھے۔ جن کے دنوں میں مینا بازار بڑے شوق سے  
 لگوتا۔ تمام امداد و کا نڈار بنتے۔ جو عجائب چیزیں پہنچاتے وہ لاکر سجاتے۔ اس صنعت کے

جوہر کہتے۔ جو فیصل و طبیعت کے عمل ہوتے۔ علم ہیئت کے آلات کہی جاتے۔ علم کہیاد اور  
نیرخات کہ شعبہ کی دہائے جاتے۔ جب یہ مردانہ بازار ختم ہوتا۔ تو پہرہ زمانہ بازار  
بنتا۔ عورتیں اپنا کمان کہاتیں۔

### طبعی زبان کی تحقیقات

یاد شاہ کو یہ خیال ہوا کہ انسان کی طبعی زبان دریافت کیجائے۔ اسلئے اس نے شہر سے  
باہر بہت دور تک مکان عالیشان کو سب ضروریات سے آراستہ کیا۔ اور گنگ محل کا  
نام رکھا۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوتی ہی ما باپوں سے لے لیں۔ اور اس مکان میں  
بہچہ دین دانیوں کو حکم دیا کہ ان کو دودھ پلا کر فوراً چلی آئیں۔ غرض ان کے کان میں انسان  
کی آواز نہ پہنچنے دی۔ جب یہ لڑکے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے تو ان کو اپنے  
سامنے بلوایا تو وہ سو آغائیں بائیں کے کچہر نہ کرتے تھے۔ اور ایک بات ان کی سمجھ  
میں نہ آتی تھی +

### بعض مراد اکبری کا حال

اکبر کمال و درہنہ کا حال تھا اسلئے اہل ہنر جہاں طرف اسکے دربار میں جمع ہو گئے تھے  
- اس کے زمانہ میں ہرن کا ایسا ایک کامل موجود تھا کہ آج تک اس کا نام مشہور ہے۔  
اگر سب کا حال لکھیں تو ایک کتاب چاہیو اسلئے ہم ان جہاں کے فقط نام لکھیں گے جو نہ تو  
اوس وقت نہ ہوئے تھے۔ اوشیخ ابو الفضل و شیخ فیضی اور راجہ نوڈر مل و راجہ بیر مل کا حال  
کچھ زیادہ بیان کرتے ہیں۔ مشایخ میں شیخ مبارک ناگوری اور نظام نارنولی اور شیخ رکن الدین  
محمودی نگر اور شیخ امان اللہ مشہور تھے۔ عالموں میں فتح اللہ شیرازی میر تقی میر مولانا  
پیر محمد مولانا عبد الباقی مشہور تھے۔ حکیموں میں حکیم مسری اور حکیم المکات حکیم ابو الفتح

اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ شعر میں شیخ ابو الفضل فیضی شائے مشہدی اور خرنی صفہانی  
و عاقی شیرازی نظیری نیشاپوری مشہور اور معروف تھے۔ گو توں میں تائیں اور بابا  
رام داس وہ ہوئے ہیں کہ آج تک کوئی اون جیسا گویا نہیں پیدا ہوا۔

### شیخ ابو الفضل و شیخ فیضی

یہ دونوں حقیقی بہائی تھے۔ اور شیخ مبارک ان کے باپ کا نام تھا۔ ناگور میں اول کا  
مقام تھا۔ شیخ فیضی ۸۵۹ میں اور شیخ ابو الفضل ۹۵۹ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابو فیض فیضی ۱۲۰۰ جلوس میں  
دربار اکبری میں داخل ہوا۔ چاندی کے کتھرے سے حکو نفرو بچرا کہتے تھے جابر کٹر ہوا تھا کہ  
اوس وقت اوسنے یہہ قطعہ پڑھا + قطعہ بادشاہ درون پنجرہ ام +

از سر لطف خود مرا جادہ + زانکہ میں طوطی شکرا ٹم + جائے طوطی درون پنجرہ بہ +  
اس قطعہ کو بادشاہ نے بہت پسند کیا۔ اور اسی روز سے تقرب حاصل ہوا۔ ۱۲۰۰ جلوس

میں ملک الشعر کا خطاب پایا۔ ہر چہ سال بعد یعنی ۱۲۰۰ جلوس ابو الفضل پادشاہ کی  
خدمت میں پیش ہوا۔ یہہ دونوں بہائی پادشاہ کے ہر وقت ہمدم تھے۔ پادشاہ کو ایک  
لحظہ اونسے جدا ہونا گوارا خاطر نہ تھا۔ امورات سلطنت میں اونکو بالکل دخل تھا۔ بڑے

بڑے کام اونکے سپرد ہوتے تھے۔ تم پڑہ آئی ہو کہ شیخ فیضی اول شاہان دکن پاس ایلچی  
بنا کر بھیجا گیا۔ اور شیخ ابو الفضل سپہ سالار بنا کر دکن کو روانہ ہوا۔ مگر شیخ فیضی کی

عمر نے وفاندگی۔ جب وقت اوسکی جان بلب ہوئی خبر پادشاہ کو پہونچی تو وہ اوس وقت  
اوس پاس آیا۔ اور اوسکا سر ہاتھ سے اٹھایا۔ اور کئی دفعہ کہا کہ شیخ جی میں حکیم علی

گیلانی کو لایا ہوں۔ تم کیون نہیں بولتے۔ مگر اوس وقت شیخ میں کہان زبان تھی کہ کچھ  
زبان سے کہتا۔ اوس وقت پادشاہ فی انہی بگڑی کوزمین پر پٹکا اور رونے پڑے لگا۔

جب ہوش میں آیا تو گہر نہ گیا۔ بلکہ ابو الفضل باس جو ایک جدا مکان میں تھا آیا، و سکو  
تشفی دی۔ مرنے کی تاریخ ایک شخص اوسکی اس باغی سے نکالی۔ رباعی  
دیدم کہ فلک چہ مایہ نیرنگی کرد + + + مرغ دلم از قفسش آہنگی کرد  
ان سینہ کہ عالمے دروغمے گنجید + + + تا نیم دمے بر آوردنگے کرد  
شیخ عبد القادر بدو فی جوان دونوں بہائیوں کا دشمن تھا۔ چلے پہو لے پہوڑیا  
کہ فیضی امراض مصلوہ میں مبتلا تھا۔ چہ مہینہ تک بیمار رہا۔ اور مرنے دم تک کفر  
کی باتیں بکھتا رہا۔ اور مولویوں سے لائینی سخن کرتا رہا۔ نزع میں کتے کی طرح ہوتا  
گرا فوسس کہ اوسکو یہ خبر نہ تھی کہ اوسکی ایسی ہیودہ باتوں کے لکھنے سوا سیکو  
لوگ برا جانینگے۔ احسان فراموش کہینگے۔ اسلئے کہ ایک دفعہ شیخ فیضی نے اس کی  
سفارش میں پادشاہ کو ایک خط لکھ دیا تھا۔ جسکا مضمون یہ تھا کہ شیخ عبد القادر میرا  
سینتیس برس کا دوست ہے۔ اور عمدہ عمدہ کمالات اوسکی ذات میں مجتمع ہیں۔ آج ہم  
فیضی کی اس فیاضی اور تشناہ پروری پر تحسین کرتے ہیں اور اوسکی بدوئی کی خبا  
پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جب شیخ فیضی مر گیا تو شیخ عبد القادر ہی کو پادشاہ نے حکم دیا کہ  
اوسکے کتب خانہ کی فہرست مرتب کرے تو کہتے ہیں کہ چار ہزار ساٹھ کتابیں نظم و نشر  
اور طبعیات اور الہیات اور ریاضیات اور اخلاق اور حکمت کی اوسکے کتب خانہ میں  
موجود تھیں۔ خود فیضی کی تصنیفات بہ ہیں۔ سکہ جلوس میں۔ قرآن شریف کی  
تفسیر بے لفظ۔ عربی زبان میں سوا طع الا لہام لکھی۔ سور کا خلاصہ اوسکی تاریخ ہے  
ثنوی نلدن مثنوی مرکز اودار محزن الاسرار کے وزن پر مشہور ہیں۔ سلیمان بقیس  
شیرین خسو کے طرز پر اور ہفت کشور ہفت پیکر کی امانت پر اور کبریا سکندرا کے مقابلہ

نقص حسنہ نطفی کے موافق غصہ تصنیف کنا شروع کیا تھا کہ اہل ہی نے جو اس حسنہ کو خیم  
 میں نہ چھوڑا۔ اس غصے کو اجزا تک جو خود میں۔ ابو الفضل کے قتل کا حال ہم پہلے لکھ  
 میں۔ اس دسیرے نظیر نے کتاب میں بہت لکھی ہیں مگر اکبر نامہ اور امین اکبری دو عجیب و  
 غریب کتابیں ہیں۔ جو لوگ فارسی زبان کی انشا سے آشنا ہیں وہ اس کی خوش بیانی  
 کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ جو اس زبان کے موز کو جانتے ہیں اور اس کی ٹرک کو پہچانتے  
 ہیں۔ وہ اصل مطلب کو اس کے سبب اور ان سے سمجھ جاتے ہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے  
 محفوظ اور خوش ہوتے ہیں۔ مگر جو نا آشنا ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو الفضل نے  
 اکبر نامہ لکھنے میں قدیمی لیاقت اپنی ظاہر کی۔ اور اپنے عیبوں کو خوب اوہمین ظاہر  
 اور اس نے ادب باتوں کو نہیں بیان کیا۔ جسے اکبر کی دانائی اور نیکی اور خوبی اور  
 زور اور ی کو بٹا لگتا ہے۔ اور اگر بیان ہی کیا تو غلط بیان کیا۔ یہ بات میں اکبر کی ایسی تعریف اور بڑائی لکھی۔  
 کہ چہرہ ہوا کا ہی صروح اور مدح و توفیق کر لگتا ہے۔ ایسی یادہ سرائی و خوش بیانی اکبر کی اصل خوبی  
 نہیں ظاہر ہوتی۔ اور موعظ کے ذریعہ اکبر کے کاموں کے مدح میں معلوم ہوتی ہیں جن کے سبب وہ اپنی مشکلات  
 سے نکلا۔ مگر ابو الفضل کی خوشامد امین باتوں اور اس بات سے کہ اکبر نے خود اکبر نامہ کو منظور  
 اور پسند کیا۔ صروح اور مدح دونوں کی ذوات پر عیب لگتا ہے۔ اور اکبر پر خود بینی  
 اور خود پسندی کا داغ لگتا ہے۔ ابو الفضل بڑا علامہ اور عاقل اور مدبر تھا۔ دنیا کے  
 کاموں کے سطح جس قسم کی عقل کی ضرورت تھی وہ اوہمین ضرورت تھی۔

### راجہ ٹوڈر مل اور راجہ بیرمل

راجہ ٹوڈر مل ایک غریب کہتری کا لڑکا تھا۔ لو کہن ہی میں باپ مر گیا۔ اس کی باجپاری بیوہ  
 افلاس اور تنہا سے کی حالت میں اس کی پرورش کی۔ پھر بادشاہی نو پسندوں میں

وہ ملازم ہوا۔ اور اپنی کوششیں اور کارگزاری اور لیاقت سے بڑھتے بڑھتے بادشاہ کا وزیر اعظم اور سپہ سالار ہو گیا۔ فن حباب میں بے مثل تھا۔ اوس نے تمام ممالک محروسہ کی پیمائش کر کے جمع مقرر کی۔ صوبوں کی حد بندی کرنا اوس کا کام تھا۔ رفسبیہ کی حاکم مقرر کئے۔ کرٹولیوں کا اوس نے نظام کیا۔ داغ اپ شاہی حدیوں اور صوبوں کے تجویز کیا۔ اور اوس کے نصیحت کا طریقہ مقرر کیا۔ جیسا کاغذ پر قلم چلا آتا تھا۔ ایسا ہی میدان میں تلوار چلانا جانتا تھا۔ اکثر معرکوں میں جو افرادی دکھائی۔ بنگال اور بہار اور گوجرات کی لڑائیوں میں اوس کا حال پڑھ آئے ہو۔ اس اجہ میں زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود اکبر کے مصاحبت کے وہ اپنے مذہب میں بڑا پکا تھا۔ برت پوجا پٹ بہت کرتا تھا۔ اور مراسم ہندو کا ایسا پابند تھا کہ اکبر نے کئی دفعہ اوس کو براہی کہا تو وہی اوس سے نہ چھوڑا۔ سیر چشم بیدار دل صاحب ہمت بادشاہ کا مزاج شناس۔ دوستی کا سچا بات کا پورا تھا۔ مگر کینہ اور تقادم دوست تھا۔ بند و بست وہ سالہ اسے راجہ کے نام مشہور ہے۔ اپنی بیماری میں بہ اجداسور میں مر گیا۔ بادشاہ کو اوس کے مرنا نہایت برا لگا۔ راجہ بیرہ سندی کی شاعری اور تیز فہمی اور جولانی طبیعت اور مزاج ذاتی اور خوش اور سخن سنجی اور لطیفہ گوئی میں مشہور تھا۔ آج تک اوس کے سیکڑوں لطیفی خاص و عام میں مشہور ہیں۔ فیاض بڑا انباز دل۔ دیکھو نہیں بانٹ دیتا تھا۔ وہ بادشاہ کا بڑا احسان تھا جسطرح وہ مارا گیا اور اوسے جو بادشاہ کو دل پر صدمہ ہوا وہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اس لطیفہ سنج کے مرنے سے بادشاہ کے مجلس عیش بے لطف ہو گئے۔ ایک بڑی خوبی ہے اکبر کے عہد کو یہ دن نصیب ہو کہ یہ تھوکر بہت امیر لیسے تھے کہ وہ عالم ہی تھے۔ اور میدان جنگ میں لڑنا ہی جانتے تھے۔ عزیز خان اعظم کو کہ بڑا عالم ہی تھا۔ اور

سب سے سالار ہی تھا۔ عبدالرحیم مرزا خان خاندان ولد بیرام خان سپہ سالاری کا ہی کام جانتا تھا۔ اور زبان دان ہی ایسا تھا کہ توڑک باہری کا ترجمہ ترکی زبان سے فارسی زبان میں اوستے کیا۔ زین خان جنگی افسر ہی تھا۔ اور علم موسیقی ہی ایسا جانتا تھا کہ جواب نہ رکھتا تھا۔ سیکڑوں طرح کے باجے بجانے آتے تھے۔ غرض جو امیر ہوا وہ ہلکا ہلکا ہی بیف تھا۔ یہی سبب اس سلطنت کی بڑی ترقی کا تھا۔

### اکبر کا مذہب

شباب میں کچھ دنوں شراب کے فرے اور طے پہر کچھ دنوں میندائی اور خوش اعتقادی کا دریا جوش میں آیا۔ لاکھوں روپی درگاہوں میں چڑھاؤں۔ فقر کی خدمت بہت کچھ کی۔ قبروں کی زیارت ہی شرف حاصل کیا۔ اجمیر شریف کئی دفعہ پیادہ پا گیا۔ خاندان چشتیہ میں مرید تھا۔ اور بڑا اعتقاد اس سے رکھتا تھا جب لڑائیوں میں جاتا تو یحیٰ بن یاسین خود غرہ مارتا۔ اور اپنے لشکر سے ہی کہلاتا۔ اس میں یہ صنعت ایسا نہ تھی کہ خواجہ معین الدین چشتی کے نام میں ہی لفظ معین تھا +

### عبادت خانہ

فتحپور سیکری میں یوان شاہی کے پاس سب سے ایک مکان ۹۸۳ء میں تعمیر کرایا۔ اور اس کے چاروں طرف بڑے بڑی دالان بنائے۔ بیچ میں ایک تالاب بنوایا۔ مکان کا نام عبادت خانہ اور تالاب کا نام انوپ تال کہا۔ سب سے تعمیر کا یہ تھا کہ چند سال برابر فتوحات عظیمہ بادشاہ کو حاصل ہوئی تھیں۔ اور انکا شکریہ ادا کرنا اپنے اوپر واجب تھا۔ اس عبادت خانہ میں سل کی جو کئی ایک گوشہ میں پڑی تھی۔ اسی پر بیٹھ کر شب بیدار رہتا۔ اور یا ہوا اور یا اُدی کا وظیفہ پڑھتا۔ اور صبح تک یہی ورد رکھتا۔ اور پھر صبح کو درگاہ میں جاتا۔

اور خدا کی قدرت کے فرے لیتا۔ تمام شیخ اور علمائے کو عبادت خانہ میں جمع ہو کر۔  
 اور علم منقول و معقول و نو کسے چرچے اور مباحثے ہوتے۔ سات عالم امام مقرر تھے۔  
 ہر روز ایک عالم نماز پڑھاتا۔ جہاں علموں کے انجمن کے مقام اور تقدیم و تاخیر  
 عزت اور احترام میں جھگڑے کھڑے کئے تو پادشاہ فر حکم دیدیا کہ امرامشرق میں اور سلوات  
 مغرب میں اور علماء جنوب میں اور شیخ شمال میں بیٹھیں غرض ہر جمعہ کو اس گلزار علم میں  
 پادشاہ آتا۔ اور ہر گل اور غچہ کی بو سے دماغ معطر کرتا۔ آج کے دن یہ عبادت خانہ  
 خوشبوؤں سے ہی معطر ہوتا۔ اور ہر ایک شخص اپنی لیاقت کو موافق دولت والی سے  
 نہال ہوتا۔ اعتماد خان گجراتی کے کتب خانہ کی جو عمدہ عمدہ کتابیں تھیں وہ سب پادشاہ  
 یہیں کے اہل علم کو تقسیم کر دی تھیں۔ ایک دن مولوی گلے کی رگین پہلا پلا کر اور دانت  
 نکال نکال جو باتیں کرنے لگے تو پادشاہ کو یہ امر ناگوار گذرا۔ اور اسے جبراً القادری  
 سے کہا کہ جو طرح سے اپنی گردن کی رگین پہلائے او سکو محاسب او ٹھادو۔ بدادنی نے  
 چپکے سے صاف خان کان میں کہا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو اس مجلس بہت سے  
 مولویوں کو اوٹھانا پڑیگا۔ پادشاہ نے اس سرگوشی کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہے۔ میں نے  
 جو کہا تھا تو عرض کیا۔ سپر پادشاہ بہت بہنسا +

### حاجیوں کی لعظیم

پادشاہ ہر سال حج کو قافلہ بھجواتا۔ ایک امیر اور سپر میر حاج جاتا حاجیوں کو فرخ چر دیتا  
 ۔ لاکھوں روپیہ نقد جس بھیجا۔ ایک دفعہ پہلا کدہ روپیہ محتاجوں میں تقسیم کر کے لئے  
 وہاں پہنچا۔ اور ایک عمارت عایشان و مان بنوائی۔ جب قافلہ کو رحمت کرنا تو خود ہی  
 اوسمیں حاجیوں کی صورت بنا کر شریک ہوا۔ وہی احرام کا لباس اوچلور و نکا پہنتا



ننگے سرنگے پاؤں تھوڑی دور قافلہ کے ساتھ چلتا اور آواز بلند یہ کہنگ لینگ لینگ لاشریک لک لینگ۔ مگر یہ حال بادشاہ کا سنگہ جلوس تک رہا۔

مگر یہ عالموں کے آپس کے حسد اکبر کے دل کو اس قدر

کے باب میں مذہب کر دیا۔ اہل علم نے مناظروں کو مجادلہ بنایا۔ ایک عالم نے جو مسئلہ ثابت کیا۔ دوسرے نے اوسکو روکیا۔ اور کفر کا فتوے دوسرے کے لئے تیار کیا۔ ایک عالم دوسرے عالم کا نام ملعون رکھا۔ عرض ان مکار عالموں نے جو حقیقت اسلام سے جا ملے اکبر جیسے سچے مسلمان کو اسلام سے بہرہ دیا۔ اب میں جیلوں ہوں انکو کیا کہوں۔

معلم الملکوت کہوں پا پڑا ہوا جن کہوں یا مولوی کہوں۔ جبا دوسرے دل بونہا تو اور مذہبوں کی طرف دلائل ہوا۔ ابتدا ہی سے طبیعت میں اوسکے قوت نفع کا زور تھا۔ اب اوسکے رفیق ہی ابو الفتح گیلانی اور حکیم سہاویں یا ہمام اور نوالدین شاعر ایسے بالکمال ساتھ ہو گئے انکو کچھ مذہب سے علاقت نہ تھا۔ طایز دی نے بادشاہ کو خلفا و کبار کا مخالف بنایا۔ ابو الفتح گیلانی اور شیخ ابو الفضل نے اور آگے قدم بڑھایا کہ بادشاہ کو وحی اور نبوت اور اعجاز اور کرامت کا منکر بنایا۔ اوسکے سامنے علم و حکم

سب مذہب کو مبتلا ہونے لگے۔ چنانچہ ایک مباحثہ دبستان التہذیب میں برہمن اور مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور مجوسی اور فیلسوف کا لکھا ہے۔ اور ہر مذہب نے دلائل کو اپنے مذہب کی تائید میں اور اور مذہب کی تردید میں پیش کیا۔

فیلسوف نے آخر گفتگو کو یوں طے کیا کہ بعض بانی مذہب مکار تھے۔ بعض کمال ہیں وہ تھے مخدو کا ثبوت نہیں۔ ایک اور مباحثہ ابو الفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ صوفی حکیم مستطعم فقیہ ششی شیخ برہمن جتی سیوڑہ چاباک نصاریٰ

یہود صیانی زردشتی وغیرہ اسپین مبارک کرتے تھے۔ اور بادشاہ میٹھا ہوا سب کی  
 سنتا تھا۔ اس سبب بادشاہ کے دیار میں مختلف شہر دیار کے دانشمند و ارباب  
 مذہب جمع ہوئے تھے۔ بادشاہ کو ادلے باتیں کرنے کا شوق تھا۔ مطلق حق کا وہ کھانا  
 تھا۔ مذہب کی ہر ایک سو گفتگو کرتا۔ اور جوابات جس مذہب کی اوس سبھی اپنی عقل کے  
 نزدیک حق معلوم ہوتی اوس کو وہ اپنے ذہن رکھتا۔ غرض اس طرح سے اوس کا دل بگا  
 رنگ مذہبون کی رنگارنگی کا ایک عجائب خانہ بن گیا تھا۔ وہ یہ کہہتا تھا کہ سارے  
 مذہبوں کا قائل و ایماندار ارباب ریاضت اور اور کراست سچی باتیں موجود ہیں۔ ایز  
 اسلام کی کیا تخصیص ہے۔ وہ ایک یا مذہب ہزار برس ایجاد ہوا ہے۔ اوس کو حق اور  
 سب کو باطل سمجھتا ترجمہ بلا مخرج ہے۔ اگر کوئی مذہب کا شوق رکھیں سے جوانی تک۔  
 جوانی سے بڑھاپے تک رہا۔ اوس کی عقل مذہب میں ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ وہ  
 اون آدمیوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سب باتوں میں عقلمند ہو۔ مگر ایک بات  
 میں دیوانہ۔ اگر یقینی مذہب کے باب میں دیوانہ تھا۔ گو وہ یہ کہہتا تھا کہ سوار  
 عقل کے کوئی پیغمبر اور راہ نما اوسکا نہیں۔ جس بات پر عقل حکم دے سچی اور صحیح ہے  
 ۔ مگر وہ مذہب کے باب میں بہت سی حماقت کی حرکتیں کرتا تھا۔ جیسا اور باتوں میں عقل عاجز  
 تھا۔ ایسا ہی مذہب میں تلون مزلج تھا۔ ایک دفعہ اسے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا  
 تو اس نے یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ ہماری سبھی ایشوں کو جانتا ہے۔ اور جو ہمارے  
 حق میں بہلا ہوتا ہے وہی کرتا ہے۔ اوس سے دعا مانگنے کی ضرورت نہیں۔  
 اس وقت یہ کہہ دیا۔ پہراپنے ذرا ذرا سے کاموں کے لئے سوچیں کہ کس کے ہاتھ جو  
 کٹر ہوتا۔ اور اگر کھڑا تھا۔ یہ سب سچ ہے لیکن تمام حالات اوس کی طرف سے یہ ضرور معلوم ہوتا تھا

کہ وہ بڑا عابد و زاہد تھا۔

## عیسائی پادریوں کا آنا

ملک فرنگ کے ہی پادری اور پوپ آئے اور انہوں نے انجیل و تورات پیش کر کے اونکے مطالبہ کئے۔ اور تثلیث کا اثبات شروع کیا۔ اور بزرگوں کی تصویریں پس کیں۔ جو وقت حضرت علیؓ اور جناب مریمؑ کی تصویریں سامنے آئیں تو بادشاہ تعظیم کے لئے دو زانو کھڑا ہو گیا۔ اور سکو مضامین انجیل کے ایسے دلچسپ معلوم ہوئے کہ اس نے شانہ وادہ مراد کو حکم دیا کہ وہ تین چار صفحے اسکے پڑھے۔ اور شیخ ابو الفضلؒ کا ترجمہ کرے۔ پہلے فقہ جو بطور بسم اللہ کے تھا اور سکا ترجمہ یہ ہوا کہ بمصرع اسے نامی دے رز و کر سٹو (ترجمیس اور کر سٹو کر اسٹ یغذ عیسیٰ مسیح) یعنی اے کہ تیرا نام رحیم و کریم ہے۔ دوسرا مصرع سوچا تھا کہ فیضی برابر سے بولا۔ کہ۔ سبحانک لا سواک یا ہو۔

## آفتاب پرستی

راجہ بیرل نے بادشاہ کو یہ بھیایا کہ آفتاب خدا کا منظر ہے۔ سب کو روشنی اور گرمی پہنچاتا ہے۔ تمام مذہب اور زمین کا پیداوار وہی پیدا کرتا ہے۔ وہی ان داتا ہے۔ اسی پر مدار زندگی کا ہے۔ اور فیقون نے ہی اسکی تائید کی کہ آفتاب کو بادشاہ پروری سے ایک خصوصیت ہے۔ اور اس سے زیادہ کوئی شے انسان کو نفع رسن نہیں ہے۔ غرض یہ سنکر نڈتوں سے آفتاب کے ہنر سیکھے اور اسکے ایک ہزار نام یاد کئے۔ اور نڈتوں کے اور آدمی رات کو اسکا وظیفہ پڑا۔ اور آفتاب کی تعظیم کے لئے مشرق کی طرف منہ کر کے سوتا تھا۔ اور روز جلالی کو آفتاب کی پرستش کرتا۔ بادشاہ کا لباس ہر روز

اوس رنگ کا ہوتا جو اوس دن کے ستارے کا اہل نجوم نے مقرر کیا تھا۔

## آتش پرست

آتش پرست بھی گجرات سے بادشاہ کے دربار میں آئے۔ اور انہوں نے دین زردشت کا نوزد کہا یا۔ اور بادشاہ کو خلعت میں پہنایا۔ اونسے بھی بہت سی رسومات کیانی سیکھیں اور حکم دید کہ شاہان فارس کے قدیم رسم کے موافق آتش کے بنیں اور اون میں رات دن آگ جلتی رہے۔ اور کبھی بجھنے نہ پائے۔ ناریں نورانی ہونے

ابو الفضل اس کام کے متہم مقرر ہوئے۔ ہندوین

بادشاہ کے گھر میں لڑکپن سے ہندو رانیان تھیں۔ وہ اس پر ایسی مسلط ہو گئیں کہ انہوں نے ہندو بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ محل میں ہوم ہونے لگے۔ جلوس کا جنور روز ہوا۔ اوس میں علی الاعلان بادشاہ نے سوچ اور رگن کو سجدہ کیا۔ اور تمام درباریوں نے بھی بادشاہ کی تقلید کی۔ جب شام کو چراغ اور شمعیں روشن ہوئیں تو تمام دربار اظہار عید و نوا سے زیادہ ہندو کے تہواروں کی دھوم دھام ہونے لگی۔ جب سوچ کنیا میں جاتا تو اوشٹھی کو پوجا کے بعد برہمن پیشانی پر ملک لگاتا۔ پانچ لکھ دربار میں بیٹھتا۔ اور جو اسے نگار کنگھنا ہاتھ میں باندھتا۔ اور امرا اور دربار کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی آج کے دن زیور اور جو اسے ہندوؤں کی طرح پہنتے۔ راکھی ہاتھ میں بادشاہ باندھتا۔ گائے کا دھج ہونا موقوف کر دیا۔ اوسکے گوشت بکنے کی مانگت کی۔ اسلئے کہ ہندو اسکی پرستش کرتے ہیں۔ اور اوسکے گوبر تک کو پوتر جانتے ہیں۔ ایسے مسخر اپن کی باتیں ہی ہوتی تھیں کہ راجہ منجوبہ نے کہا کہ اگر گائے مقدسہ نہ ہوتی تو سو بھگت کلام اللہ میں کیوں اہل ہوتی

غرض پادشاہ کفر کو سلام اور سلام کو کفر جاننے لگا۔ سب پیغمبروں کی پیغمبری کو باطل جانتا۔ عقل کی سالت کا کامل ناسخ۔ اور مذہبی امور میں مداخلت کرنا پادشاہ کا کام جانتا +

### فتویٰ اختیارات پادشاہ

اس عقل کی رہنمائی سے ایک کلام اونٹن سے یہ کہہ دیا کہ ۹۸۵ھ میں یہ سہم تھا لیا کہ عادل پادشاہ کا درجہ اور رتبہ مجتہد سے کہیں زیادہ ہے۔ اور اکبر پادشاہ کے عادل ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اسلئے اگر مجتہدوں میں خلک انرا سے ہو تو اسکا فضیلہ پادشاہ کی رائے پر ہو سکتا ہے۔ اس فتویٰ پر بڑے بڑے عالموں نے مہرین کر دین۔ غرض پادشاہ نے یہ اختیارات علما و اہل اسلام کے فتوے سے حاصل کر کے مذہب میں مداخلت شروع کی۔ اور اب کسی مجتہد کو حوصلہ ہی نہ رہا کہ وہ اسکا مقابلہ کر سکتا۔ پہلے ہی اپنے ہاتھ قلم کر چکا تھا +

### دین الہی اکبر شاہی

عالموں نے کتابوں اور تاریخی تجربہ سے پادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ ہزار برس کے بعد ایک پیغمبر صاحب مذہب پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے سنہ ۹۹۹ھ ہجری میں سلام کا زمانہ ایک ہزار برس کا ختم ہوا۔ نیا کوئی پیغمبر صاحب مذہب ہونا چاہئے۔ اکبر کے دماغ میں یہ خط ایسا سما یا کہ وہ اپنے تئیں پیغمبر جاننے لگا۔ اور سلام کے مسائل کا کچھ پورہ اوسکول میں نہ رہا۔ اور اپنے مسائل دینے لگے شرع کئے۔ اول حکم یہ دیا کہ سکون میں نہ ہجری نہ را لکھے جائیں اور ایک تاریخ الفی جہن ل نہ را برس کا حلت و تحفرت سے ہو لکھا جائے۔ اور آئندہ یہ کلمہ پڑھا جائے لا الہ الا اللہ

سلام علیکم میں یہہ ایجاد ہو کہ الدار الکبریا ایک شخص کہے دوسرا جواب چلا لا کہے۔  
 جیسکوئی پادشاہ کے سامنے آئے تو سبوز زمین بوس کرے۔ اسکے مصنف ایک بڑے  
 فاضل قاضی خان نظام بخشی تھے۔ ملا عالم کابلی کو افسوس تھا کہ ہائے نیمہ نکتہ  
 مجھے پہلے کیوں نہ سوجھا۔ شراب کے اتنی پینے کی اجازت ہوئی کہ جسے مت والا نہ  
 بن جائے۔ جسم کے قوی کرنے کے لئے اور مرض کو رفع کرنے کے لئے شراب پینی منع نہ تھی۔ ایک  
 شراب کی دوکان محل سکر کے قریب تھی۔ اور اسکا اہتمام خاص پادشاہی ملازمین  
 کے سپرد تھا۔ کتہم بن کہ اس شراب میں خنزیر کا مالکیم بھی ملا یا جاتا تھا۔ مگر یہ جھوٹ  
 معلوم ہوتا ہے۔ پانچ سو روپیہ سے جو اکہینا حاکم تھا۔ بڑا مسئلہ اس مذہب کا  
 آفتاب کی تعظیم اتھی صحیح پادشاہ کی صورت دیکھنی عبادت میں داخل تھی لب و دیا  
 شرقی رویہ جہر و کدکوشن میں ٹہتا۔ اور سوج کی طرف ٹٹلگی باندھتا۔ اور لوگوں ان  
 مہاراج درہراج کا منہ دیکھتے۔ اگرچہ راجہ بیرل دین الہی کے ایک رکن عظم تھے۔ مگر  
 البتہ افضل خلیفہ تھے۔ وہی چلیون کو پادشاہ کے روبرو پیش کرتے۔ اس مذہب کی  
 کچھ اشاعت اکبر کو منظور نہ تھی۔ وہ فقط اسنے اپنی ذات کے لئے اختیار کیا تھا۔  
 خوشامدیون نے مرید بننا شروع کر دیا چنانچہ مرزا جانی اور مریدون نے اس صنفون  
 کے اقرار نامے لکھ کر بھیجے۔ مین فلان ابن فلان بھتت و مستولی سے اقرار کرتا ہوں  
 کہ میں اسلام مجازی جو میرا بانی مذہب تھا چھوڑتا ہوں۔ اور دین الہی شیخ اکبر میں  
 داخل ہوتا ہوں۔ اور چار اصول مذہب الہی کے یہہ دل سے قبول کرتا ہوں۔ مال  
 جان عزت مذہب یہہ چارون چیزین خلیفہ الدار برتبان کیجائیں۔ یہہ  
 اقرار نامے مجتہد العصر افضل پادشاہ کے روبرو پیش کرتے تھے۔ ڈاڑھی منڈانگی

اجازت تھی۔ پادشاہ سرسہی تالو پر سے منڈاتا تھا کہ بزرگوں کی روح تالو میں سج نکلا کر لی  
 تھی۔ جو مرید مرجاتا اسکے گلے میں کچھہ راج اور کچی اینٹیں باندھ کر پانی میں ڈبو تے۔ پانی  
 نہ ہوتا تو جلاتے۔ ایک مرید خاص مر گیا۔ تو اسکی قبر پر چابی لگائی گئی کہ دشمنی پہنچتی  
 رہے۔ عبادت کرے گا یہہ ڈھنگ تھا کہ آفتاب کے سامنے دونوں ہاتھ کا نون پر یکہ کر  
 کھڑے ہوتے۔ کچھہ اوچھلتے۔ کچھہ چکر کھار کا نون پر ٹکے مارتے جاتے۔ عبادت کا وقت  
 صبح اور آدھی رات تھی۔ ان دونوں وقتوں میں اذان کی جگہ نوبت اور باجے بڑے  
 زور شور سے بجتے تھے۔ جالور کا فوج ہونا اتوار کو منع تھا۔ اسلئے کہ وہ اکبر کے جنم کا  
 دن تھا۔ گیانی پنڈتوں نے اکبر کے سہسہ نام رکھ دئے۔ جلیون نے اونکا  
 وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ الہ آباد سے جو برہمن آئے انہوں نے پادشاہ کو مکند  
 برہم چاری کا اوتار بنایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس برہم چاری نے اپنا سارا  
 بدن کاٹ کر ہوم کر دیا تھا۔ اور ایک اشلوک یہہ کہا تھا۔ جبکہ ارٹھ یہہ تھا کہ میں  
 ایک پادشاہ بڑے کروفر کا ہو کر غفر تبا تا ہوں۔ تم بھی حاضر ہونا۔ اسی گیان بے  
 ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اسکے مرنے میں اور آپکے پیدا ہونے میں تین  
 چار مہینہ کا انتر ہے۔ ان برہمنوں نے بھی اسکو اوتار ٹھہرا دیا۔ اکبر نے اپنے مسائل  
 کے قبول کرنے میں کسی پر زبردستی نہیں کی۔ نہ اونکی اشاعت پر کمر چیت کی۔ مگر ان  
 شک نہیں کہ اوسنے مسائل اسلام کو بڑا سست کر دیا۔ نماز روزہ حج زکوۃ۔ لوگوں کی  
 مرضی پر موقوف تھی۔ خطبہ میں یہہ جانتا تھا کہ اول خدا کی تعریف ہو پھر پادشاہ کا  
 نام ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اوسمیں نہ ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ اسکو جمعہ کی  
 نماز میں منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے بٹھایا۔ تو اوسنے یہہ شعر فاضی کے پڑھے۔

خداوند اکہ مارا خسروی دادہ۔ دل دانا و بازو قوی دادہ۔ بعد ان داد مارا ہینوں کو  
 بجز عدل و خیال با بردن کر دہ۔ بود و صفش ز حد قسم برترہ۔ تعالیٰ سایہ الہد اکبر  
 مگر اس بدعت پر ایک ہنگامہ برپا ہوتا ہے وہ اپنے ارادے سے باز رہا۔ بارہ برس کی  
 عمر سے پہلے ختنے کرنے کی مانعت کر دی۔ اسلئے کہ جب آدمی بارہ برس کا ہوتا ہے  
 تو اسکو بڑے پہلے کی پہچان آتی ہے۔ اب اگر چاہا سمجھے تو ختنہ کرائے۔ اگر نہ  
 سمجھے تو نکلے۔ سحری سال و عربی ہینوں کو اوڑا کر شمسی سال و ایرانی ہینوں  
 کو مقرر کیا۔

### ہندوؤں کے مذہب میں مذہلت

ہندوؤں کا پرانا دستور تھا کہ وہ آگ میں زندہ جلتے اور پانی میں گر کر مرتے۔ گواہی  
 اور شہادت اور راستی اور دروغ کے امتحان کے لئے جلتے لوہے کے ٹولے کو ہاتھ  
 پر رکھتے۔ اونے ایسے جان جو کہوں کے کاموں سخت مانعت کی۔ بچپن میں شادی  
 کرنی منع کر دی اور بالغ ہونے پر شادی کی اجازت دی۔ رانڈوں کے دوبارہ  
 شادی کرنے کا حکم دیا۔ یہ ہندوؤں کے دستور کے خلاف تھا۔ رانڈ عورتوں کا  
 زور اور ظلم سے سستی ہونا موقوف کیا جو کوئی عورت سستی ہونا چاہتی تھی تو اسکی  
 بڑی تہنیتات ہوتی تھی۔ کہ وہ آپ سے چلنا چاہتی ہے یا کسی کے کہنے اور بہکانیے  
 ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ جوہ پور کا راجہ مردہ بیٹے کے ساتھ اپنی  
 بہو کو زبردستی جلانا چاہتا ہے۔ یہ سنتی ہی فوراً پادشاہ گھوڑے پر سوار ہو جوہ پور  
 میں جا پہنچا۔ اور وہاں اس بچاری رانڈ کو آگ کے تلے سے نکالا  
 ہندوؤں کے ساتھ سلوک اکبر کے



اکبر کو یہ مذہب کا خط بھیجے ہوا ہے پہلے اسے بھی وہ ہندوؤں کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کر چکا تھا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کی برابر حکومت کو ہندوؤں پر ممتاز کرتا تھا۔ شہنشاہی میں اس نے تمام ہندوؤں پر سے خیرہ اٹھا دیا۔ یہہ محصول ہندوؤں ایسا ناگوار تھا کہ اگر وہ موقوف نہ ہوتا تو کبھی ہندو مسلمان میں اتحاد نہ ہوتا۔ اسی زمانہ میں وہ محصول جو ہندوؤں سے تیرہوں میں لیا جاتا تھا موقوف کر دیا۔  
 ۱۵۶۱ء میں اس نے یہ حکم جاری کر دیا کہ اطرائی کے قیدی لونڈی غلام نہ بنائے جائیں۔ اسے ہی ہندوؤں کو بہت فائدہ ہوا۔ کیونکہ وہی لونڈی غلام بنائے جاتے تھے اور اور ملکوں میں بھیجے جاتے تھے۔

### مسلمانوں کا ناراض ہونا اکبر سے

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اکبری مذہب فقط اس کے دس بائچ خوشامدی درباریوں اور لالچی ملازمین نے اختیار کر لیا تھا۔ اور کچھ واسکی اشاعت نہیں ہوئی۔ مگر جب اس نے اول جاگیروں کا انتظام کیا جو واقف اور مذہبی کاموں کے واسطے مقرر تھیں۔ تو مسلمانوں کی شکایتوں کی دھوم مچ گئی۔ اور اب بعض پکے مسلمان اکبر کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے لگے۔ اور اس کے منہ پر جہمی درود زنی کہنے لگے۔ مگر اکبر نے سوار اسکے کہ ان گستاخ اور بد دھیوں کو نکال دیا۔ کچھ اور نہیں کیا۔ عزیز خان اعظم گجرات کا حاکم اکبر کا کوہ مذہب میں بادشاہ کا بڑا مخالف تھا۔ اس سردار کی مانے جو اکبر کی انا تھی۔ اپنے بیٹے کو ملنے کیوڑے بہت دفعہ کہا۔ اور بادشاہ نے اس کے آئینے میں متواتر حکم بھیجے کہ وہ مجدہ قدیموں نے ڈاڑھی کے منڈانے کے مذہب سے نہ آیا۔ اس کی ڈاڑھی بہت بڑی تھی۔ بادشاہ نے اس سے لکھا کہ شاید ڈاڑھی کا

ٹکویہاں نہیں آئے دیتا۔ مگر اس کے مسلمان نے اکبر کو دلیری سے جواب لکھا۔  
 کہ کیا کوئی کتاب تسمانی آپ پر نازل ہوئی ہے یا رسول خدا کی مانند آپ مگر سے آپ  
 دکھاتی ہیں۔ کہ نئے مذہب کی بنیاد قائم کرنے پر جرات کرتے ہیں۔ آخر زمین دسنے  
 یہم دعا و خیر دی کہ خدا پادشاہ کو ہدایت اور نجات کے رستہ پر بلائے۔ اور جنم کی پڑ  
 جو چل رہا ہے اسے بچائے۔ غرض حرارت اسلامی میں انکڑوں سے حکومت پر لغت  
 کی اور سید ہاکمہ کا رستہ لیا۔ مگر جب یہاں اپنی حالت اچھی نہ تھی۔ اور وہاں پر  
 دل نہ لگا تو پھر اکبر کی خدمت میں آیا۔ اور حرارت اسلامی کو سلام کیا۔ اور سجدہ میں بوس  
 کو تسلیم کیا۔ ڈاڑھی کو بھی صفائی کا حکم دیا۔ غرض جو کمزاریاں تھوڑی تھوڑی  
 اکبر کے مذہب کی اشاعت

ملانوں اور درباریوں نے جو مذہب کا مقابلہ کیا اوسمیں اکبری غالب ہوا۔ مگر اوسکا  
 مذہب عوام الناس میں نہ پہنچا۔ چند حکیمانہ طبیعت والوں اور ملا بھی ملانوں اور  
 خوشامدی درباریوں کے سوا وہ مذہب کسی نے نہیں اختیار کیا۔  
 چراغ کذب را نمود فروغ تہوڑے دنوں اس مذہب کا نام و نشان ہی نہ رہا  
 نہ کوئی اوسکا مسئلہ باقی رہا۔ جہانگیر کے زمانہ میں پھر اسلام فروغ پایا۔ یہ الہی مذہب  
 اتنا ہی نہ چلا جسکا کہ کبریتوں کا پتھر پھیلا۔ اوسمیں کوئی نئی بات نہ تھی۔ خوبی  
 فقط اوسمیں یہ تھی کہ صلح کل کا مذہب تھا۔ اور وہ بقول عرفی وہ یہم چاہتا تھا کہ  
 جہان بانیگ و بد عرفی لبیک کر لیس مولد۔ مسلمان ہر مضم شویہ و ہندو ہمنو ماند  
 اکبر کے عہد میں کتابوں کا ترجمہ  
 جب پادشاہ کو پنڈتوں اور برہمنوں سے محبت کا اتفاق ہوا اور انکی زبان اور

علوم کا بیان ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس پرانے ویرانے میں بڑے خزانے دبے ہوئے تھے۔  
اسلئے اسکی تلاش کے دپے ہوئے۔ ایک کتب خانہ اونسے بنایا۔ اور اوسمیں چند چھٹل  
عربی فارسی کے زبان دان اور پندت بڑے گیانی بدہ دان مقرر کئے۔ اور ایک دفتر  
اوسمیں ترجمہ کا قائم کیا۔ جب کاسر و فرشیغ فیضی مقرر کیا۔ اگرچہ پہلے ہی بعض مسلمان  
سنسکرت دان گذرے مین مگر سنسکرت مین جو حضرت فیضی کے پندت ہونے مین شہر  
ہوئی وہ کسی کو نصیب ہوئی۔ بہا سکر اجاڑ کی کتابوں کا جو علم ریاضی مین ترجمہ کیا  
اونمیں بیلادوقی مشہور ہے۔ مہا بہارت مین اسے نہایت وچپ قصہ نقل اور مثنوی کا  
نظم مین ترجمہ کیا۔

### مہا بہارت کا ترجمہ

سنہ ۹۹۹ مین بادشاہ نے پندتوں کو حکم دیا کہ مہا بہارت کی شرح مفصل لکھیں۔ مہا بہارت  
سنسے کا پادشاہ کو ایسا شوق تھا اور وہ اس کے معنی ایسے جانتا تھا کہ کئی رات تک  
اس کے معنی نصیب خان کو بتلاتا رہا۔ نصیب خان اور عبدالقادر بدافنی نے پندتوں  
کی مدد سے فارسی زبان مین اسکا ترجمہ کیا۔ اور ملا عبدالقادر جب چلا گیا تو اور ایک  
ملا اس کے ترجمہ مین شریک ہوا۔ اس ترجمہ کا نام رزم نامہ ہوا شیخ فیضی نے اسکو  
اصلاح دیکر درست کیا۔

### ترجمہ راماین

راماین کے ترجمہ کا حکم اسی سال مین ہوا۔ چار سال مین شیخ عبدالقادر  
بدافنی نے اس ترجمہ کو ۹۹۹ھ مین ختم کیا۔ شیخ فیضی نے  
اسکو درست کیا۔

## سنگھاسن جیسی

اسکا ترجمہ ہی شیخ عبد القادر دہلوی نے کیا ہے۔ اصل کتاب کا مطلب پختہ تہائی جاتے تھے۔ اسکا ترجمہ نظم و نثر دونوں میں ہوا ہے۔ حروف و اکر اسکا نام ہے اور یہی تاریخ کے ترجمہ کی ہے۔ راجہ راجیت کی عہد میں یہ اصل کتاب تصنیف تھیں کہانیان آہن ہن۔ راجہ کے سنگھاسن کو ٹی پتیل کٹ پتیلان گہری ہن۔ اور ہر ایک پتلی نے ایک کہانی کہی ہے۔ سوار ان کتابوں کے انہر ہن اور تاریخ کشمیر سنسکرت فارسی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان سب ترجموں کو فیضی نے درست کیا ہے۔ اکبر نے صرف سنسکرت کی ترجمہ کرانے میں فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ اسنے گواہی پادری فراماتون کو اس غرض سے بلایا کہ یونانی زبان چند اور کلمو وہ سکھائے۔ تاکہ یونانی زبان سے کتابیں فارسی زبان میں ترجمہ ہوں۔ اور اس پادری کا شانہ اردون کو شاگرد یونانی زبان سیکھنے کے لئے بنوایا۔

## تعمیر عمارت

اجمیر کی شہر پر نہایت عمدہ عمارتیں ۱۶۸۰ء میں تعمیر ہوئیں۔ بادشاہ ہمال اجمیر کو جاتا۔ اسنے اسنے اگروہ اور اجمیر کے درمیان ہر منزل پر ایک قصر بنوایا۔ ہر ایک کو سہر ایک مینار اور کنوا بنوایا۔ اور ان میناروں پر بارہ شگون کے سبک رکھی۔ فخری سیکری میں ایک مینار اور میں آیتک موجود ہے۔ اور ہر مینار اسکا نام ہے۔ ۱۶۸۰ء میں ایک قلعہ سویت میں پر تھالون کے خوف کے سبب تعمیر کیا۔ اکت پر جو قلعہ بنوایا اسکا حال بڑے چکے ہو۔ سوار ان عمارتوں کے اور بہت سی عمارتیں اکبر نے بنوائیں۔ مگر اگر وہ اور آباد کے قلعے اسنے رانہ کی عمدہ عمارتیں

آج تک موجود ہیں۔ فتح پور کی کوہن عمارتوں سے سارا سکہ کیا۔ آج تک وہی عمارت  
اس شہر کے دیکھنے سے ظاہر ہوئی ہے۔ حکیم علی گیلانی نے ایک حوض میں طلسمات کا  
بادشاہ کے حکم سے بنایا کہ پانی سے بھر دیا۔ اور اندر ایک پہلو و سج حجرہ کا کھدایا  
۔ مگر پانی اوس میں نہ جاسکتا تھا۔

## انتظام ملکی

یہ بادشاہ انتظام ملکی اور تدبیر دینی کے اعتبار سے ایسے بڑے پادشاہ ہے کہ اسکو  
بنی آدم کے حق میں نعمت عظمیٰ سمجھا جائے۔ باوجودیکہ وہ لڑائی جھگڑوں اور فساد  
میں مصروف رہا۔ مگر انتظام ملکی سے غافل نہیں رہا۔ نئے آئین ایجاد کرتا رہا پہلو  
کی غلطیاں درست کرتا رہا پچھلے ملکی وسطیٰ و باطنی اور درست بناتا رہا۔

## محاصل کے انتظام

جو عمدہ انتظام محاصل کا شیر شاہ نے اپنی چوٹی سی زیست سبلم میں جاری کیا تھا  
۔ اور اگر زندگی اوسکی وفا کرتی تو وہ سارے ہندوستان میں بادشاہ ہونیکے بعد جاری  
۔ اوسیکو اکبر نے جلا دیکر سارے ہندوستان میں جاری کیا۔ کوئی نئی بات اوس  
اجاد نہیں کی۔ لیکن تعمیل و تکمیل اوسکی طرح کی کہ جسے اکبر کی بڑی شہرت ہوئی  
بتن بڑے اصول سب بندوبست و انگریزوں کے تھے اول زمین کی پیمائش صحیح  
صحیح کی جائے۔ دوم پیداوار ہر ہیکے کا تحقیق کیا جائے۔ اور یہ ہر ایک جائے کہ  
پیداوار کا کونسا حصہ بادشاہ کو دیا جائے۔ سوم پیداوار کے بدلہ میں کس قدر پیسہ  
لیا جائے۔ اور کیونکر لیا جائے۔ اول کام کے واسطے ایک پیمانہ اپنا اوسنے مقرر  
کیا۔ اور پہلے بادشاہوں کے عہد میں جو مختلف پیمانے اہلکاران شاہی کام میں لاتی تھے

سب موقوف کئے۔ اوسے پیمانوں کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ اہی گز و جریب و سیکر و سبھو  
 بسوئی انسوئی تلوئی اوسوئی وغیرہ اوسے ٹھیک ٹھیک ٹہرائی۔ اور اومی مقرر کئے  
 کہ وہ ساری زمین مرزوعہ کی پیمائش کر لیں۔ عرض مینوں کی پیمائش کا بندوبست  
 خوب کر دیا۔ دوسرا کام جمع بندی کا پیمائش زمین سے دستور تھا جب پیمانے مقرر ہو چکے  
 تو زمین کی یہہ اقسام مقرر ہوئیں۔

اول۔ پوچھ وہ زمین جس میں سال بسال و فصل بفضل زراعت ہو +  
 دوم۔ پڑوتی کچھ دنوں بوئیں اور دنوں چوڑ دین تاکہ قوت پیداوار کی پہچان ہو جائے  
 سوم۔ چہر تین تین چار چار سال جس میں زراعت نہ ہو +  
 چہارم۔ بخر جس میں پانچ سال سے زیادہ گزر گئے ہوں کہ زراعت نہ ہوئی ہو

### پوچ پڑوتی زمین کی آئین

اب پیداوار کے لحاظ سے زمین کی تین قسمیں ہوئیں گزیدہ میانہ رزبون  
 ان تینوں قسموں کی پیداوار کو جمع کر کے تین پر تقسیم کرتی اور اس اوسط کو محصول  
 اور اس محصول کی تہائی کو حق شاہی یعنی یہہ تہائی خزانہ شاہی میں داخل ہو مثلاً شاہی  
 زمین میں اٹھارہ من فی سیکر و دیا زمین بارہ من اور رزبون میں آٹھ من گیسوں پیل  
 ہوئے تو ان کے ملایا تو اٹھیس من بنیس سیر ہوئی۔ اسکی تہائی لی تو بارہ من ٹہنیں  
 سیر ایک پاؤ تو محصول ہوا۔ اور اسکی ایک تہائی چار من بارہ سیر سرکار شاہی کا حق  
 علیہ القیاس ساوئی میں ماش قسم اول میں ساڑھے دس من اور دوسری قسم میں  
 ساڑھے سات من اور تیسری قسم میں سو پانچ من تو سرکاری حق اوس میں دس من  
 ساڑھے تہنیں سیر ہوگا۔ مگر پوچ زمین سے روپیہ نقد لینے کا بھی قاعدہ تھا +

## ہجر زمین کی آئین

بارش کی کثرت اور شور سیلا بسے جو زمین بیکار ہو جاتی۔ اور کسانوں کو بونا  
 جوتنا اور سکا مشکل ہوتا اسکے لئے یہ دستور مقرر ہوا کہ سال اول میں دو پانچوین حصے  
 حق سرکاری کے اور دو سکرین تین پانچوین اور چوتھے چار پانچوین اور پانچوین  
 سال کو راج حق سرکاری لیا جاتا تھا۔

## ہجر زمین کے آئین

اس زمین کا حال مختلف رہتا ہے اسلئے ہم حق شاہی مقرر کیا گیا کہ اول سال میں  
 بیگہ سے آدھ من اور دوم من ایک من سوم من دو من اور چہارم من تین من اور  
 پنجم من بستو غرض پانچ برس میں حق شاہی پورا لیا جاتا تھا اور ہر سال تدریج  
 بڑھتا تھا اور اس سبب کسانوں کو بہت کم محصول دینا پڑتا تھا۔

آئین اکبری میں آئین ایسے نہیں لکھے کہ جسے ہم معلوم ہو کہ قسام زمین کی تخصیص  
 کس دستور سے مقرر ہوتی تھی۔ غالباً یہ ہے کہ اس نے اس بات کو مدد بھی  
 جانکر چھوڑ دیا۔ قانون والے خود قسام زمین کے مقرر کرتے ہونگے۔ اور مدت سے  
 ہر زمین کی نسبت اسکی قسم بھی مشہور ہوگی بغیر مطلب یہ تھا غلہ کے عوض حق  
 لیا جائے۔ اب اسکے لئے غلہ کے بہانہ مقرر کرنا ضرور پڑا تو اسکے واسطے یہ آئین  
 نو ذمہ سالہ مقرر ہوا کہ سال ششم الہی مطابق ۹۶۱ھ سے ۹۷۲ھ الہی تک تمام  
 قصبات سو بڑی کاوش اور تلاش سے نزع نامے منگائے گئے اور وہ دفتر شاہی  
 میں مرتب ہوئی۔ انکا اوسط نکالا گیا۔ اسکے مطابق حق شاہی لیا گیا  
 مگر اس میں یہاں تک نرمی کو دخل تھا کہ اگر کسی شکار نقد روپیہ اس واسطے کے حاصل ہوا

خوشی ہو نہ دیتا تو اس سے غلبہ لے لیا جاتا اور بازار کے بہاؤ بیچ ڈالا جاتا۔ غرض بازار کے بہاؤ اور نرخ پر کسی کی نظر ہوتی تھی۔

اول اول یہ دستور مقرر ہوا کہ جمع بندی ہر سال جدید ہوتی۔ مگر اس میں تکلیف بہت تھی اس لئے بندوبست وہ سالہ ہو گیا۔ اور اس وہ سالہ انتظام سے یہ ہڑافانہ ہوا کہ کاشتکاروں کو یہ اندیشہ جاتا کہ اگر ہم اپنے زمین کی قدر بڑھانے کے لئے تو کل ہر سال میں جمع بندی میں افزائش ہوگی۔ اب دس برس کا عرصہ سمجھ کر عمدہ پیداوار کی پیدا کرنے میں کوشش کرنے لگے۔

حساب کتاب پر پائش کا نہایت رستی کے ساتھ دفتر شاہی میں رہتا تھا۔ موازنہ وہ سالہ نقدی اور غنسی مواضع کا قانون گو سی لیا جاتا۔ زمین کی تقسیم کاشتکاروں اور محاصل کی کمی بیشی دہات کو کتابوں نکاسی اور کتہونی میں ہر سال درج ہوتی۔ قانون کے حدود بہت صحت کو ساتھ رکھے جاتے تھے۔ یہ کتابیں اب تک دہات میں پڑھائی پاس رہتی ہیں اور یہی سارے مال کے کاموں کی اصل ہیں۔

سوا وان زمینوں کے تقسیم کے کل قلمرو کے مالی تقسیم ایسے حصوں پر تھی کہ اس کی آمدنی ایک کروڑ دام یعنی ڈھائی لاکھ روپیہ کی وصول ہوتی تھی۔ جو شخص اس روپیہ کو وصول کرتا تھا اس کا نام کڑوڑی ہوتا تھا۔ کڑوڑیوں کے ہاتھوں لاکھوں ظلم ہونے لگے تو یہ تقسیم موقوف ہوئی۔ اور وہی تقسیم ہندوؤں کے عہد کی جاری ہوئی۔ جب اس انتظام سے ملک کی سرسبزی اور شادابی زیادہ ہوئی۔ اور محال کی آمدنی میں بیشی ہوئی۔ تو اور محصول جزیہ اور جو معاہدہ میں جانے والوں سے لیا جاتا۔ اور گاؤں شماری اور سرورختی اور پکشتن و راقسام پیشہ وراور داروغہ



د تحصیل داری و فطر و داری و سلامی و وجہ کر ایہ و خولطہ اور صرافی اور حاصل بازار  
نخاس اور سن اور کنبل و دروغن اور ادھوڑی اور کھانی اور اثرائی اور  
قصابی اور دباخی اور قار بازی کے سب موقوف کر دے اور نذرانہ جو افسروں کے  
مہوتے تھے لو نہیں بھی کمی کر دی۔

ان سب محاصل کا مجموعہ مال گزاری ہندوستان سے کم نہ تھا۔ مگر ان سب کے  
موقوف کرنے پر بھی بادشاہی مطالبہ میں فرق نہ پڑا۔ اور رعایا پر سے بہت بوجھ  
کم ہو گیا۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ شیر شاہ نے کل پیداوار کی چوتھائی لی۔ اور اکبر  
نے تہائی وصول کی۔ مگر باوجود اسکے اکبر کے جمع شیر شاہ کی جمع رعایا کے ملکی محصول  
اکبر نے جو ہدایتیں اپنے افسروں کی کین اور اسکایان آگے آویگا اوستے معلوم ہوتا ہے  
کہ اوسکو اس بات کا بڑا خیال تھا کہ نظام کے قاعدے بخوبی انصرام پاتے رہیں۔  
اور رعایا کی بھی امن چین میں بسر ہو۔ اور اسکے انصرام کے طور اور طریقوں کا حال  
بھی معلوم ہوتا رہے۔ چنانچہ بادشاہی محاصل کے لئے کسی قسم کا ٹیکس نہیں دیا جاتا  
اور تمام حال کو یہ تاکید تھی کہ اقرار ناموں اور تحصیل کے کاموں میں کاشتکاروں  
سے آپ اپنا واسطہ اور علاقہ رکھیں۔ اور خود مان آیا جایا کریں۔ اور جو دہریوں  
اور مقدموں کے بہرہ و سپر نہ بیٹھے رہیں۔

اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس نظام سے رعایا کو بہت آسودہ حالی ہوئی۔ مگر اکبر کی اور  
تبعیرین ایسی نہیں معلوم ہوتیں کہ جسے کاشتکاروں میں تہذیب و رشائستگی  
اور حوصلہ اور لیاقت کے کاموں کے کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی۔

جیسا کہ صاف صاف حال ل کے نظاموں کا امین اکبری میں لکھا ہے ایسا پو

اور فوجداری اور دیوانی کے نظم و نسق کو نہیں لکھا۔ جو کچھ حال معلوم ہوتا ہے وہ اس طرح دریافت ہوتا ہے کہ ہم عہدہ داروں کے کاموں کی تفصیل کو دیکھتے ہیں اور ان ہدایتوں کو پڑھتے ہیں جو ان عہدہ داروں کو کی گئیں۔ اگرچہ وہ یا وہ کوئی خطی نہیں۔ اول ہم تقسیم ملک کا بیان کرتے ہیں۔ پھر عہدہ داروں کے کام لکھتے ہیں اور ہمیں سے پولس فوجداری و دیوانی کی عدالتوں کا قیاس کرتے ہیں +

### تقسیم ملک

سکے جلوس میں انگریز قلمرو میں دو ہزار ستائیس قصبے اور ایک سو پانچ سرکارین تہیں۔ ان کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ اور ایک حصہ کا نام صوبہ رکھا تھا۔ اور کشتیہ یا ملک کے نام سے ان صوبوں کو موسوم کیا تھا۔ نام ان کے یہ تھے۔ الہ آباد۔ آگرہ۔ اودھ۔ اجمیر۔ احمد آباد۔ بہار۔ بنگالہ۔ دہلی۔ کابل۔ لاہور۔ ملتان۔ مالوہ۔ جب ہارا اور خطہ نلس اور احمد نگر فتح ہوئے تو یہ تین صوبہ مقرروں اس طرح کل پذیرہ صوبے تھے۔ بعد ازاں تین صوبے اور دکن بڑے گئے تھے۔ اب ان صوبوں کا نظام ان عہدہ داروں سپرد تھا +

### سپہ سالار

ہر ایک صوبہ میں ایک سپہ سالار رہتا تھا۔ وہ گویا بادشاہ کا قائم مقام ہوتا تھا۔ اس کا صوبہ کی سپاہ اور رعیت اس کی فرمان برہوتی تھی۔ اس کو بدلتین سپہ تہیں کہ زراعت اور آبادی زمین میں سعی کرے۔ کسانوں کی اعانت کو عبادت کی برابر سمجھے کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے۔ حوض و چاہ و باغ و دسر اور منازل خیر کی تعمیر میں سعی کرے۔ نہ خلوت میں بیٹھے۔ نہ ہر شخص سے ملے شعر

تو باہمت نشین و مہتر ہنگام نیز در راہ خود رونہ گس لب مشن عفا  
غرض ملک کی آسودگی اور لشکر کی آہستگی میں اسکو اختیارات کامل حاصل ہے

### فوجدار انتظام سپاہ

ہر ایک صوبہ میں ایک فوجدار ہی ہوتا تھا۔ اسکا کام یہ تھا کہ اگر کوئی عمل گذار یا  
یا جاگیردار سرکشی کرے تو اول اسکو اپنی دلاویز گفتار سے فہمائش کرے۔ اور  
اگر نہ مانے تو پہرہ بڑھ کر اسکو فرمانبردار بنائے۔ اور جو کچھ سرکشوں کا مال غنیمت  
میں آئے اسکا پانچواں حصہ بادشاہ پاس بھیجے۔ پہلہ کہ حافظ درغائب کی اطلاع  
بادشاہ کو دیتا رہے۔ فوج کے قواعد اور آئین دستور کو درست کرتا رہے۔ اور بادشاہ  
کو سپاہ کا بہلا حال بتلاتا رہے۔

### میر عدل و قاضی عدالت دیوانی

ان دو عہدہ داروں کی معرفت داد و دی اور فراہمی رعایا کی ہوتی تھی۔ قاضی  
گواہوں کے اظہار لیتا رہا۔ اور اصل حقیقت کو بڑی کاٹھنغیش اور دانائی سے دریافت  
کرتا۔ اور میر عدل اسکا ہفضال کرتا۔ پولس کل انتظام اور کوتوال کا کام  
یہہ کوتوال شہروں اور آباد مقاموں میں مقرر ہوتے۔ یہہ اونکے کام تھے کہ رات  
گشت کرتے خانہ شماری کرتے۔ اور کئی ایک گہروں کا ایک محلہ مقرر کرتے۔ اور ہر  
ادسپر کسی مغرب باشندہ کو میر محلہ بناتے جو آنے جانے والے ہوتے اونکو روزنامہ  
میں لکھتے۔ اور جاسوس مقرر کرتے۔ اور جو ناہشنا اور بیگانہ لوگ آتے اونکو  
الگ سرزمین اوتارتے۔ اور آدمیوں کی آمد اور خرچ پر نظر رکھتے۔ اور ہر شہروں  
میں ایک شخص کو سرگردہ اور دوسرے کو دلال بناتے۔ اور انہیں کی معرفت خرید

کو چون کی فراخی میں کوشش کرتے۔ جب کچھ بات جلتی تو آدمیوں کی آمد و شد کو بند کرتے۔ بیکاروں کو کچھ کھم سکھاتے۔ مال و حیرم گرفتار کرتے۔ نہیں اپنے عہدہ سے معزول سمجھتے۔ جو پرانے سکے ہوتی اور کو گھواتے یا قیمت دیکر خزانہ شاہی میں بھجواتے۔ پادشاہی سکون کے بہاؤ میں فرق آنے دیتے۔ بازار میں ہشیا نرخ ارزان رکھنے میں عقل سے کام لیتے۔ اور کسی کو شہر سے باہر جا کر خریدنے نہ دیتے۔ ترازو میں دغا نہ ہونے دیتے۔ اور ان ٹھیک ٹھیک کا کی تو ان کہتے گز میں فرق ہوتی۔ شراب کو نہ بنانے نہ بیچنے نہ خرید کرنے دیتے۔ مگر اس کام کے لئے لوگوں کے گہر کی تلاشی بھی نہ لیتے۔ دریا لور نیوں پر گھاٹ، عورتوں اور مردوں کے واسطے جدا جدا بنواتے۔ عورتوں کو گھوڑے پر چڑھنے نہ دیتے۔ گائے بھیس گھوڑا اونٹ کو بیچ نہ ہونے دیتے۔ بردہ فروشی نہ ہونے دیتے۔ کسی شخص کو دوسرے آدمی کو قید نہ کرنے دیتے۔ کسی عورت کو سستی نہ ہونے دیتے۔ قلندر اور قلندرے فقیروں اور سکار دوکانداروں کو باہر نکال دیتے۔ قصاب اور صیاد و غسان کن کو اور آدمیوں سے جدا رکھتے۔ اگر کوئی جلا کے ساتھ ہم پیالہ و نوالہ ہوتا تو اس کے ہاتھ کو آسیب پہنچاتے۔ گورستان کو بستر و بستر ہونے والی جن کو دھن کوئی جانور نہ بچ کر لے اور تارخ اور ماہ الہی سب جگہ کام میں لانے کی تاکید کرتے۔ سولی باہر شہر ہی دیتے۔

### عمل گزار جس سی حال مالگاری کا معلوم ہوتا ہی

تمام کسانوں کا پاس بان ہوتا۔ اور ایسی جگہ ٹھہرتا کہ ہر شخص آسانی سے اس پہنچ سکتا۔ سرکشی اور نرود کرنے والوں کو اول وہ زبان سے سمجھاتا۔ بہرہ گیری کو شمالی کرتا۔ راہ زن اور بدکاروں کو نہادیتا۔ زمین کے خالی ٹے رہنے کی کچھ پڑھاتا۔

اگر کاشتکار مفلس ہوتا تو اسکو تقاوی دینا اور تدریج وصول کرنا۔ جو زمینیں روہ کی  
 کوشش سے جمع کامل موجدانی تو وہاں سببہ اسکو دیدیتا۔ اور زمین اسکی خدمت کے  
 موافق کچھ کم تجویز کر کے دیدیتا۔ کہیت کہیت کے حال سے بخوبی واقف ہوتا۔ جو کہ زمینیں مختلف  
 ہوتا ہے اسلئے وہ کسانوں کو کہیت باری باری سے تقسیم کرتا۔ اور جمع تشخیص کرتا  
 زمین کو زراعت سے خالی نہ ہونے دیدیتا۔ عمدہ جنس کے پیدا کرنے میں کوشش کرتا  
 ۔ اگر کوئی کسان اپنے اتر سے زمین کم ہوتا تو اسکا عذر قبول نہ کرتا۔ اگر کسی کا نو  
 میں بنجر زمین باقی نہ رہتی اور وہاں کو سہ استطاعت اور زمین کے زراعت کی ہوتی  
 تو اسکو دوسرے موضع سے زمین دلا دیتا۔ زمین کی چھائش کو نہایت احتیاط سے  
 جو کسان سے اقرار ہوتا اسے پہوٹی کوڑی زیادہ نہ لیتا۔ کنکوٹ اور ٹٹائی اور کہیت  
 بنائے اور لانگ ٹٹائی سے جنس لے لیتا۔ یا بازار کے بہاؤ سے قیمت جنس کی  
 بشرط منظوری کسان لیتا۔ اور یہ نقد و جنس سال میں دو فصلوں پر لیا جاتا  
 ۔ تحصیل بیج کی موٹی سے اور تحصیل خریف کی دسہرہ سے شروع ہوتی۔ اور  
 اس عمل گزار کے ماتحت اور عہدہ دار خراجی و تنگچی اور قانون گوار پٹواری  
 وغیرہ مقرر ہوتی اونکے کاموں کے مفصل لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں +

### فوج کے انتظام کا بیان

اکبر کی توجہ سب کاموں کی طرف برابر تھی۔ بھیسہ فوجداری دیوانی مالے کا  
 کی انتظام کی طرف رغب تھا۔ ایسا ہی آبادی اور نظام سپاہ کی طرف متوجہ تھا  
 فوج کا نظام ہی نہایت کفایت شعاری سے اہتمام کو پہنچایا۔ پہلے سے ایک  
 دستور چلا آتا تھا کہ جاگیرداروں کو فوج کی تنخواہ کے لئے جاگیریں دیجاتی تھیں

محاصل جاگیر کو وہ وصول کرتے تھے اور خود کھا جاتے تھے۔ سپاہ وہ نہ رکھتے تھے۔  
جب موجودات کا وقت آتا۔ سپاہیوں کی جگہ کہنے پاجی۔ اور گھوڑوں جگہ گدھے  
اور ٹٹوے مری ہوئے گھوڑے بہرتی کئے۔ اور گنتی گنائی۔ اور پھر دستور جاگیر  
اپنے نام کرالی غرض امین ایسی ضامین ہوتی تھیں کہ سپاہ کا نظام خاک  
نہ تھا۔ علاء الدین خلجی اور شیر شاہ کو عبداللہ گھوڑوں پر دلغہ سرکاری لگا  
قاعدہ ایجاد ہوا تھا۔ اس دلغہ نے دعاگو کم کیا تھا مگر کبر نے سپاہیوں کو گروہ  
کے حلیہ لکھنے کا دستور اس دلغہ پر اور زیادہ کیا۔ اس سبب دعا بازی کا خواہ  
علاج ہو گیا۔ اور خواہ جاگیروں کی محاصل سے موقوف کر کے خزانہ شاہی سے  
مقرر کی۔ سب سے زیادہ عمدہ سپاہی حدی کہلاتے تھے۔ وہ خاصا بادشاہ کی خدمت  
میں رہتے تھے۔ اور وہ کسی منصب اور کما تحت نہوتے تھے۔ اور عمدہ سپاہی  
منتخب ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوتے۔ وہ ان کو پسند کرتا تو نام اور تمام حلیہ کے  
احدیون میں لکھا جاتا۔ انکی خواہ اور سپاہیوں کی نسبت زیادہ ہوتی تھی۔ سپاہ  
افمنصب ارہوتے تھے۔ مراتب منصب چہا سٹہ وافق اعداد اسم الہ کے مقرر کئے تھے  
منصب دار وہ باشی سے وہ ہزاری تک ہوتے تھے۔ مگر پنج ہزاری سے زیادہ منصب  
سوار شہزادوں اور رجوت راجوں کے کسی اور کو نہ عنایت ہوتا تھا۔ ان منصبداروں  
کے درجے اور خواہ میں مقرر تھیں پنجہزاری سے زیادہ منصب الے میں شانہ زری  
اور راجے تھے۔ اور چار سو کے قریب در منصب ارہتے۔ ہر منصب دار سردار جہا  
کہ وہ آدھے سوار اور آدھے پیادہ رکھے۔ ان سپاہیوں میں چوتھائی بندو قچی  
توٹہ دار ہوں سوار باقی تیر انداز۔ ایرانی تو رانی سواروں کی خواہ پچیس سو

اور ہندوستانی سواروں کی میں روپیہ اور توپوں کے دار بندوق والوں کی کچھ روپیہ  
 اختیار اندازوں کی ڈھائی روپیہ تھی۔ منصب ارون کی تختہ میں معقول ہوتی تھیں  
 مگر یہ منصب و کلاسوں میں نہ ہوتا تھا جب کوئی منصب ارجاتا تو اس کا بیٹا اولاً  
 منصب ارجاتا پھر بتدریج ترقی پاتا۔

اکبر کے سپاہ کی تعداد کا حال مفصل نہیں معلوم ہوتا مگر ابو الفضل آئین اکبری میں  
 لکھا ہے کہ سپاہ زمیندار چوبیس لاکھ تھی۔ اب یہ لفظ سپاہ زمیندار کا ایسا محل ہے  
 کہ اس کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اکبر کی سپاہ کا یہ نظام غنیمت تھا  
 مگر کچھ انتظام سپاہ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا کہ اس کی سپاہ کا کچھ ہی انتظام نہ تھا  
 اس بادشاہ کا حال ایسا عجیب ہے کہ اس کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا مگر طوالت کا  
 یہی اندیشہ ہے۔ اس لئے ہم اس بادشاہ کے حال کو ختم کرتے ہیں جس کی ہزاروں داستانیں  
 آج تک خلق اللہ کی زبان پر ہیں معلوم نہیں کب تک جاری رہیگی۔ اب یہی جو کوئی  
 عمدہ نظام کی بات مقرر ہوتی ہے تو عوام الناس اس کو اکبری انتظام بتا دیتے ہیں  
 خواہ اس نظام کا نام ہی اس عہد میں نہ ہو۔ ہر سال اب بھی کتابوں اور اخبارات  
 میں ہی اس کی سلطنت کا ذکر کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔ آئین اکبری اور اکبر نامہ اور طبقات  
 اور منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی میں اس بادشاہ کی سلطنت کا مفصل ذکر ہے  
 اکبر نامہ اور منتخب التواریخ میں بھی ضد ہیں۔ ایک نے خرمیوں پر حاشے لڑائے ہیں  
 دوسرے نے برائیوں میں برگ و بار لکائے ہیں۔ اس لئے سب اچھی تاریخ طبقات اکبری  
 ہے۔ نظام الدین احمدی ادسین تھتیس برس کی سلطنت کا حال صحیح صحیح حال لکھتا  
 میں نے زیادہ تر حال اسی کتاب سے لکھا ہے۔

## حضرت نور الدین جہانگیر کی سلطنت کا بیان

جب اکبر کا انتقال ہوا تو تاریخ جمادی الآخر ۹۵۷ھ ہجری مطابق اکتوبر ۱۵۷۵ء میں  
ہیس کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوں کیا۔ اور اپنا لقب نور الدین جہانگیر رکھا۔

## ہندوستان کا حال بر وقت تخت نشینی

بر وقت جہانگیر تخت پر بیٹھا ہے۔ اور بر وقت خاص ہندوستان میں سب جگہ امن تھا۔  
صرف عثمان بن قنویں نے ملک لڑسیہ میں کچھ فساد مچا رکھا تھا۔ اور رانا اودے پور کے  
ساتھ بھی بالکل جھگڑا نہ مٹا تھا۔ دکن میں البتہ زیادہ شورش برپا تھی۔ احمد انگریجو  
پادشاہی قبضہ میں لگیا تھا۔ اوسکے نظام شاہی پھر دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں کر رہے  
تھے۔ غرض اس وقت سلطنت میں ایسا امن امان تھا جیسا کہ ایسی وسیع سلطنت میں  
ہو سکتی ہے۔

## اول حکموں کا بیان جو تخت پر بیٹھ کر تمام ملک میں جاری کئے

جہانگیر نے جو حکام تخت سلطنت پر بیٹھ کر کچھ پیچھے کئے وہ لوگوں کی توقع کے خلاف تھے۔  
اول ہی اوسے حکم دیا کہ ایک ریخیر عدالت میں لٹکائی جائے۔ جو کسی مظلوم بکسین  
ظلم و ستم ہو تو وہ اس ریخیر کو ملائے۔ تاکہ بادشاہ اوسکی آواز سن کر باہر آئے۔ اور  
اوسکا افسان چکا لے۔ یہ ریخیر سونے کی تیلیں گر لہنی تھی۔ ساتھ گھنٹے اور سین لگے  
تھے۔ ایک سرادسکا قلعہ کے شاہ برج کے کنگورہ سی۔ دوسرے جہان کے کنارہ پتھر کستون  
سے بند ہوا تھا۔ فریادی مظلوم اوسکو باہر سے ہلاتا۔ پادشاہ گھنٹوں کی آواز سے  
باہر آتا۔ غرض اس حکمت سے عرض بیگیوں کا توسل ختم نہ ہوا نہ وہ ڈھونڈتا پرتا۔

نبیلہ دکن کی خوشامد درآمد کے کام اس ریخیر سے نکلتا۔ ابھار دکن کی خیرات سے مظلوم



رسائی بادشاہ تک نہ ہوتی تھی۔ اور وہ اس کے حال سے غافل ہوتا تھا۔ اس کا اندازہ  
 سوا دسکے بہہ بارہ حکم اور ملک میں جاری کئے۔ اول مامون اور دیاؤن کی برحق  
 محصول نہ لیا جائے۔ جنگی بہیٹ محصول جو جاگیرداروں نے اپنی نفع رسائی کے  
 لئے ہر صوبہ اور سرکار میں مقرر کئے ہیں موقوف کئے جائیں۔ دوسرا حکم جو تین  
 آبادی سے دور زمین اور وہاں چوری ہوتی ہے ڈاکہ پڑتا ہے۔ وہاں جاگیردار اپنی  
 جاگیروں میں اور عامل خالصہ شاہی میں سارے اور مسجد اور کونا بنوادیں۔ اور تین  
 لوگ آباد کریں۔ سو دگر دن کے مالوں کی گٹھڑیاں اونکی بے رضامندی نہ کہتوں  
 تیسرا حکم۔ سارے ملک میں خواہ ہندو و مرخواہ مسلمان اور سکامال و سپیاد اسکے  
 وارثوں کو دیدیا جائے۔ اوہیں کوئی سرکاری ملازم مداخلت نہ کرے۔ اور کو  
 لاوارث مرے تو اس کے مال اسباب کی حفاظت کو لئے ایک معتد تحویل اور کر کیا جا  
 وہ مال کسی کار خیر میں صرف کیا جائے۔ کونا تالاب مسجد اور تعمیرات خیر اور نوائی تان  
 سرکاری مصروفین نہ آئے۔ چوتھا حکم۔ مسکرات شراب بنگ بوزہ کوئی شخص  
 نہ بنانے پائے نہ پیچھے پائے۔ اگرچہ وہ خود اٹھارہ برس کی عمر سے اب تک شراب پیتا  
 اور میں مل تک نوبت اس کی نہیں ہوتی۔ مگر جب شراب کی بدستی کی تاثیر اپنی حد  
 پہنچی۔ اس کو کم کرنا شروع کیا۔ سات برس کے عرصہ میں پانچ چہرہ مل پر نوبت پہنچے  
 ۔ پہرا اسکے لئے بھی کوئی وقت معین نہ تھا۔ کہی کیوقت کہی کیوقت۔ فطرات  
 ہی کو شراب پیتا۔ پہرا سقد وہ کم ہوگی کہ فقط ہضم طعام کے لئے رہ گئی۔  
 پانچواں حکم۔ کسی رعایا کے مکان کو سرکاری آدمی نہ دلی نہ بنائیں۔ بے گھر ہر  
 کسی کا کرنا راجا نہیں ہوتا۔ چٹھا حکم ناگ کان کسی مسند میں نہ کھائے جائیں

ساتواں حکم۔ کوئی عامل خالصہ کا کسی کی زمین زبردستی چھین کر خود نہ لوٹے جو کہ  
 آٹھواں حکم۔ عامل اور جاگیردار آپس میں ششہ بغیر حکم شاہی کے نہ کریں۔ نواں حکم۔ بڑے  
 بڑے شہروں میں شفاخانے بنائے جائیں اور ان میں طبیب علاج کیا کریں۔ مضمون  
 کو دوا اور غذا ملا کرے۔ یہ سارے خرچ خزانہ شاہی سے ہوا کریں۔ دسواں حکم۔ اول  
 ولادت کی تاریخ میں اور تحت نشیمنی کے دن اور اکبر کی پیدائش کے دن کوئی جانور  
 نہ ذبح ہوگا۔ گیارہواں حکم۔ باپ کے وقت کو سب جاگیردار وادعہ دار بدستور  
 اپنے عہدوں اور جاگیروں پر قائم رہیں۔ بعض خاص عہدہ دار فلان فلان ہنا  
 منصب اور خواہ پائیں۔ بارہواں حکم۔ جو قیدی جیلخانوں میں بہت دنوں سے  
 قید میں ہیں وہ رہائے جائیں۔ غرض اس سے بہتے محصول خمین دقت اور تکلیف  
 رعایا کو پہونچی تھی اور اکبر کے عہد میں ان پر خیال نہ ہوا تھا۔ ان سب کی اصلاح کی  
 اس پادشاہ نے اپنے سب سے بہت طرح کے چلائے۔ اس کے وقت کی اشرافیان بہت  
 سی ہیں۔ مختلف زمانوں مختلف سکس اور سکے چلے۔ ایک سکے میں یہ اس کے کندہ کر لایا  
 لا الہ الا اللہ محمد الرسول بعد ضرب نور الدین محمد جہانگیر شاہ۔ اور سلام کے تحت  
 بھی رونق دی۔ مگر اس پادشاہ کو مذہب اسلام کا تعصب تھا۔ نہ وہ اکبر کی طرح زہر  
 اور ریاضت کا پابند تھا۔ نہ سلام کا بدخواہ تھا۔ اس کے تمام تحریر سے یہ معلوم ہوتا  
 کہ وہ عابد اپنے متین جانتا تھا۔ مگر وہ تو جہات باطلہ میں باپ سے زیادہ گرفتار تھا۔

### خسرو کا ہاگنا

خسرو سے بڑا بیٹا جہانگیر کا تھا۔ اور اکبر کا بڑا لڑکا پوتا تھا۔ تخت نشینی کی وقت  
 جو جگہ اس کا حال پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ غرض ان باپ بیٹوں کی مدت سے

ان بن رہتی تھی۔ جب باپ تخت پر بیٹھا۔ تو بیٹا افسردہ اور آزرده رہتا تھا۔ اگرچہ  
جہانگیر اور سپہ شہقت اور عنایت کرتا۔ مگر وہ باپ سے ہمیشہ متوحش رہتا۔ اب  
دنی کچھ بیٹہ کو ساڑھے تین سو سواروں کو ہمراہ لے دادا کی قبر کی زیارت کا بہانہ  
بنا اگرہ کے قلعہ سے بہاگ گیا۔ ایک مشعلچی نے وزیر الممالک سے کہا کہ خسرو بہاگ گیا  
اوسے پادشاہ سے جا کر کہا۔ پادشاہ نے سواروں کی فوج اوسکے پیچھے روانہ کی  
ساوران کو یہ خبر تحقیق ہو گئی کہ خسرو پنجاب کو جاتا ہے اسلئے پادشاہ صبح جلد  
فوج جمع کر کے ہمراہ لیکر اوسکے پیچھے روانہ ہوا۔

### بغاوت خسرو

خسرو متہرا سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اوسکو حسین بیگ بدخشانی ملا۔ اس سردار پر  
اکبر نہایت عنایت کرتا تھا۔ اور وہ کابل سے پادشاہ سے ملنے آیا تھا۔ جب راہ میں  
خسرو سے دوچار ہوا تو اوسکا سپہ سالار بنا۔ اور سودا گردن اور راہوں کو لوٹنا  
مارتا دیتا لیتا دلی کی طرف آگے بڑھا۔ راہ میں اوسکے ساتھ آدمیوں کے بہتے بہاڑ  
ہوئی گئی۔ پنجاب میں پہونچتے پہونچتے دس ہزار سپاہ اوسکے ہمراہ تھی۔ جب لاہور  
میں پہنچا تو حکم دیا کہ سارے شہر کو قتل کر ڈالو۔ اور ایک دروازہ میں آگ لگا دو قلعہ کو  
فتح کر کے اور سات روز تک شہر کو اور غارت کرو۔ چنانچہ سپاہی ایک دروازہ کو  
جلا کر شہر میں داخل ہوئے۔ مگر پادشاہی امیرون نے اس دروازہ کے سامنے  
دیوار اوٹھائی۔ اب خسرو کے آدمی قلعہ کے نیچے رہے۔ پادشاہ بھی خسرو کے پیچھے  
راہ میں ہزاروں پیچھا دیتا ہوا۔ اور امیرون اور سپاہیوں میں روپے لٹا تا ہوا لاکھوں  
کے قریب جا پہنچا۔ خسرو نے دیکھا کہ قلعہ لاہور کا خوب استحکام ہو گیا وہ فتح نہیں ہو گا

اسلئے وہ حوالی شہر سے علیحدہ ہو گیا۔ پادشاہی مقدمہ الجیش پر شب خون مارینا ارادہ تھا۔ شیخ فرید پادشاہ کے لشکر ہراول کا سپہ سالار تھا۔ گوند وال کی فوج میں خسرو نے اوپر حملہ کیا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ مگر خسرو کو شکست ہوئی۔ اب خسرو اپنے ساتھ ہندوستانی تھے اور انہوں نے ہندوستان میں جا نیکی صلاح دی۔ مگر خستین برخانی نے اپنی وطن کی طرف کہنچا۔ اوسنے کہا کہ میری جاگیر آٹھ سو روپے واقع ہے بہتر ہے کہ وہاں سامان فراہم کر کے اول کابل جائیں۔ بعدہ وہاں سے فوج کو جمع کر کے ہندوستان میں آئیں۔ بابر سہا یوں نے کابل ہی کے تقویت سے ہندوستان فتح کیا تھا۔ شانہ زادہ اوسکے دم میں گیا۔ کابل کو روانہ ہوا۔

### بغاوت کا دنیا

اب خسرو دریا و چناب کو پار شاہ پور و گکھاٹ سے اترنا چاہتا تھا۔ وہاں پادشاہ کی طرف سے گذرا اور گکھاٹ بندھے۔ یہاں اوسکو کشتی نہ ملی۔ وہاں سے سودہروہ کو گکھاٹ پر گیا۔ اتنے میں رات ہو گئی۔ نوکر چاکر بہت ڈانڈاؤں پر پہرہ لڑا کشتی پہاٹ سے پہری ہوئی لائے۔ اس آٹھ سو روپے سودہروہ کے چودہری کا داماد کیل پہنچا اوسنے تکرار کی کشتی چلانے کی بل چہین لی۔ پہرہ اوالقاسم کو گجرات میں خبر ہوئی کہ کچھ آدمی دریا پار جانا چاہتے ہیں وہ بھی اپنے آدمیوں کو ساتھ لے دریا پار پہنچا اب حسین بیگ نے ملاحوں پر اور کیل نے کشتی پر تیر چلانے شروع کئے۔ کشتی چار کو اپنے آپ چلی۔ پہرہ ریت میں بیٹھ گئی۔ اور کسی کی کوشش سے آگے نہ ہکی۔ پادشاہی آدمیوں نے شانہ زادہ اور اوسکے ہمراہیوں کو قید کر لیا۔ اور گجرات لیگئے۔ پادشاہ کو اسکی خبر ہوئی۔ امیر لاکھ کو پادشاہ نے گجرات کو بھیجا کہ خسرو کو لے آئے

## سزا دینا جنوروں کے ہمراہیوں کو

حضرت احمد حسین بیگ بدخشی اور عبدالرحیم پابزر بخیر دست بستہ چنگیزی خانی دستور کے موافق بادشاہ کے روبرو کھڑے کئے گئے۔ جنوروں دونوں مفقروں کے درمیان کھڑا رہا تھا۔ حسین بیگ کچھ باتیں بناتا تھا۔ غرض بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں مفقروں کو گائے اور گدھے کی کھال میں کپچین۔ اور دراز گوش پر اوٹھا بیٹھائیں۔ اور سارے شہر میں پھرائیں۔ حسین بیگ کا چار پہرین کام تمام ہو گیا۔ مگر عبدالرحیم جیتا رہا۔ پھر بادشاہ کو سلطنت کا انتظام اسمین سوچا کہ اوسنے مرزا کامران کے باغ سے لاہور کے دروازہ تک دورویہ لکڑیاں لگڑوائیں۔ اور او جنوروں کے سات سو ہمراہیوں کو ان لکڑیوں اور سولیوں پر بڑی تکلیفیں دیدے کر ملاک کیا۔ یہ تو زک جہانگیری میں تو نہیں لکھا مگر اور مورخوں نے لکھا کہ جنوروں کو ہاتھی پر بیٹھایا۔ اور ان مفقروں کے سامنے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہر دیا۔ اور اوسکولیوں چڑایا۔ کہ ایک چوہدار سے یہ کہوایا کہ شانہ زادہ اپنے خاص ملازمین کا آداب اور تسلیمات قبول فرمائے۔ جنوروں کو دیکھتے تین دن تک آٹھ آٹھ آنسو روتا رہا اور نہ کچھ کہا یا نہ پایا۔ اور بہت دنوں تک غم و الم میں مبتلا رہا۔ پیر دن سے بخیر ہی الگ ہوئے۔ قید خانہ میں مدتوں بسر ہوئی۔ اور شیخ فرید کو اس مہم کی جلد وین مرتضیٰ خان کا خطاب ملا۔ پھر حال میں جاگیر محنت ہوئی۔ اور بہت سی زنداروں کو خلعت اور الغام مرحمت ہوئے۔ بادشاہ کا کابل جانا اور اگرہ کو واپس آنا۔

بادشاہ ۱۰۱۵ھ میں موسم بہار میں لاہور سے کابل گیا۔ اور وہاں اپنے باپ کو

باغون کی خوب سیر کی اور عجیب عجیب چیزیں دیکھیں۔ خسرو پر اپنی مہربانی ہوئی  
 کہ نہ بخیر اوسکے پیروں کی کٹوائی گئی۔ اور باغ شہر آنا کی سیر کی اجازت ہوئی۔  
 گو باپ نے یہ غیبت کی۔ مگر وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا۔ پہر رفیق اور صلاح کا  
 پانچ سو کے قریب ایسے پیدائے جنہوں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ سکا کر کیواسطے  
 جب جائے تو اوسکو سکا کر کرین۔ پہلی خبر زخم نے بادشاہ کو کوئی غرض بہت  
 مفتری اور مفسد گرفتار ہو کر قتل کئے گئے۔ اب ۱۱۶۱ء میں بادشاہ سیر کر کے  
 اگرہ میں واپس آگیا۔ قطب کا اپنے تئیں خسرو بنانا

بہار کا حاکم فضل خان خود گو کہہ پور گیا تھا۔ قلعہ اور شہر شیخ بنارسی اور  
 غیاث زین خانی کے سپرد کر گیا تھا۔ کہ ایک شخص قطب نامی نے کہ ملک اوجہ کا  
 رہنے والا تھا۔ اپنے تئیں فقیر بنایا۔ اور اوجہ میں آیا۔ اور وہاں مفسدون  
 ملکر اوسنے یہ بیان کیا کہ میں شانزدہ خسرو ہوں قید خانہ سے بہاگ کر بیان  
 آیا ہوں۔ اگر تم سب میری امداد کرو اور میرا کام بنا دو۔ تو ساری پادشاہی  
 تمہارے ہی دم کے لئے ہے۔ غرض ایسی ابلہ فری کی باتیں کہیں کہ سوار اور سوار  
 کا ایک جم غفیر اوس پاس جمع ہو گیا۔ اور یہ سنکر کہ فضل خان ٹپنے میں نہیں  
 اوسپر حملہ کر دیا۔ اور شہر لے لیا۔ اور شیخ بنارسی اور غیاث کو ہی قلعہ میں نہ بٹھایا  
 غرض تمام شہر اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مال سبب خزانہ شاہی ہر طرف  
 کر لیا۔ جب فضل خان کو خبر ہوئی تو وہ پانچ روز کے عرصہ میں ٹپنے میں آیا۔ اور  
 قطب سے لڑائی لڑا۔ اوسکو پکڑا اور اس کے ہمراہیوں کی گردنیں اڑائیں۔ غرض  
 تین مہینہ میں اس کام کا تہل پٹا لگا۔ جو سردار قلعہ چھوڑ کر بہاگ گئے تھے پانچ

اونکو گدھے پر سوار کر کر شہر میں بہرایا۔

## نور جہان کے نکاح کا سان نور جہان کی پیدائش اور اوسکے ماما یون کا حال

تم کو یاد ہوگا کہ جب ہمایون ایران کو گیا ہے تو شاہ ایران پادشاہ کی نواضع اور ملک اور ضیافت کو نام جو حکم جارے کئے تھے۔ وہ خواجہ محمد شریف کو نام تھی وہ محمد خان شاہ خراسان کا وزیر تھا۔ اوسکے مرثیے بعد پر شاہ پلہ اسپ کا وزیر ہوا۔ مگر جب اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا بیٹا مرزا غیاث زمانہ کے ہاتھ سے ایسا تنگ اور بے بس ہوا کہ گھر سے معاش کی تلاش میں مع اہل و عیال اس حال سے باہر نکلا کہ صرف ایک گائے تھی جس پر بی حاملہ سوار تھی۔ ہندوستان کی طرف ایک قافلہ کے پیچھے ہو لیا۔ جب قافلہ قندھار کے قریب آیا۔ تو اسوقت مرزا کا حال نہایت سقیم تھا دو تین دن کا فاقہ تھا۔ اس مصیبت اور آفت میں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس بے سامانی میں جنگل میں بچہ کا پیدا ہونا اون ماما یون کے ہاں جو بچہ پیشہ عمل میں پیر ہوا کر سوتے ہوں کیسی سخت مصیبت اور آفت تھی۔ بچہ لے چلا کیسا پہاڑ اور سامان تو درکنار زچہ کے لئے کھانے پینے کا سامان ہونا بھی دشوار تھا۔ غرض رات بہر بابا پ روتے رہے۔ بابا اپنی حالت کو سوچا اور بولا کہ خدا پر توکل کرو اور اسکو پہن چھوڑو۔ ہر چند ماکی مانتا کہ بچے کو چھاتی سے جدا ہونے دی تھی مگر جب کچھ بن نہ آئی تو مانے ہی کلیجہ پر پتھر رکھ اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو زین پر رکھ دیا اور روتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اب یہ ایک رات کی جان جنگل میں ٹہری روتی تھی کہی اونجکلیان چوستی تھی۔ مگر قسمت میں تو خدا نے اوسکو بلکہ ہندوستانا لکھا تھا۔

پیچھے جو قافلہ آیا۔ اس نور کے ٹکڑے کو دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔ ایک سوداگر کے  
 دل میں حیرانیا۔ گود میں اوسے لئے منزل پر آیا۔ اب حیران تھا کہ اس جنگل میں  
 دودھ اوسکے لئے کہاں سے پیدا کروں کہ اوسکو مرزا عیث کا خیال آیا۔ اور سوچا  
 کہ اوسکے اہل عیال ساتھ ہیں۔ اگر یہ بچہ اوسکے سپرد کروں گا تو اچھی طرح مل جائیگا  
 ۔ غرض کچھ عہدہ نہ کر لڑکی اوسکے حوالہ کی۔ خدا نے اس مصیبت میں یہ دستگیری  
 کی کہ لڑکی کی لڑکی ہاتھ آئی اور روٹی کا بھی آسرا ہوا۔ ایک سواری بھی مل گئی  
 جب سوداگر نے مرزا عیث کی لیاقت اور حساب کتاب کا حال دریافت کیا تو بہت ہنس  
 کیا۔ اپنے کارخانہ میں بھی اوسکو چلن آیا۔ اور ہندوستان میں ان کے دربار میں  
 پہنچا دیا۔ مرزا نے اپنے دادا جان کی خدمات کا جو ہمایوں کے ہرات  
 میں کے تہسین ستحق پادشاہ کے آگے بیان کیا۔ اور خود ہی صاحب  
 لیاقت تھا خوشنویس شاعر خوش بیان اور فحشی تھا۔ دیوان بیوتات مقرر ہوا۔  
 امر کی بی بیان پادشاہی محل میں جایا کرتی تھیں مرزا عیث کی بی بی بھی محل  
 میں جاتی تھی۔ وہاں ایک شانہ زادی سے اوسکا بہنیا ہوا گیا۔ نور جہاں بھی  
 سیانی ہو گئی تھی۔ لڑکپن میں اوسکا نام مہر النساء تھا۔ وہ بھی اپنی ما کے ساتھ  
 پادشاہی محلوں کی سیر کیا کرتی تھی۔ ادھر حسن خداداد قیامت کا اودھرن ہوا  
 واند اغضب کا۔ سب محل کی عورتیں دیکھ کر کہتی تھیں کہ معلوم نہیں یہ آفت روزہ  
 کسکی جان پر آفت ڈھانگی۔ ایک دن شانہ زادی سلیم کی بھی نظر اوسپر جا پڑی۔  
 دیکھتے ہی لوط پوٹ ہو گیا۔ چہرہ چاڑ کر نئی شروع کی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ جب اہل  
 نشہ کے عالم میں ادرہ سے مینا بازار میں جاتا تھا۔ ادرہ سے نور جہاں اپنی لیلیٰ چلے



چلی آتی تھی۔ جہانگیر کے ہاتھ میں دو کبوتر تھے۔ اوسنے نور جہان سے کہا کہ بی لڑکی  
 ذرا ہمارے کبوتر لے لو۔ اوسنے کبوتر ہاتھ سے لے لئے۔ اور وہ خود پہول توڑنے لگا  
 اتفاقاً ایک کبوتر پڑ کر ہاتھ سے اڑ گیا۔ جب شاہزادہ نے کبوتر لانگے تو ایک کبوتر  
 نثار رہا۔ پوچھا کہ میرا کبوتر کیا ہوا۔ اوسنے کہا کہ صاحب عالم وہ تو اڑ گیا شاہزادہ  
 نے کہا کیسے۔ اوسنے دوسرا کبوتر اڑا کر دکھادیا کہ یہ طرح۔ غرض اس بیچون  
 کی ادا نے اور زخم عشق پر نمک چھڑکا۔ اب ان چھپڑ چھپڑوں کی جب خبر اسکی مان  
 ہوئی تو اوسنے لڑکی کا لیجانا محل میں چھوڑ دیا۔ اور اس سبب سے کہ بہنیا ہو گیا تھا  
 سخایت کی۔ اس سبب نے پادشاہ کے روبرو اسکی حکایت کی۔ پادشاہ نے خلوت  
 میں بیٹے کو بلا کر بہت سمجھایا کہ پادشاہوں کو پہلے مانسون کی بہو بیٹیوں سے چھپڑ  
 کرنی نہایت نامناسب ہے۔ اور مرزا عیناٹ کی بی بی سے کہلا بھیجا کہ اپنی لڑکی کی  
 شادی کسی پہلے مانس سے کر دے۔ اور شاہزادہ کی نظر سے اوسکو الگ تھک کر  
 علی قلی بیگ تجلو شاہ ایران سمیٹل ثانی کا ترست کر دہ تھا۔ اور نعمت خان شاہی کا  
 ایران میں داروغہ تھا۔ وہ پادشاہ کے مرثیکے بعد انقلاب سلطنت سے ملتان میں  
 آیا۔ عبد الرحیم خان خانان اندلون ٹھٹہ پر لڑ رہا تھا۔ اوسنے نوکر رکھ لیا۔  
 اوسنے اس لڑائی میں ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ اوسکو پادشاہ کے روبرو کر دیا  
 ۔ پادشاہ نے اوسکی وجاہت اور صورت کو دیکھ کر ایک عمدہ عہدہ دیدیا۔ اور پ  
 خود نور جہان سے شادی کر دی۔ اور بنگال میں بردوان اوسکی جاگیر میں دینے  
 اگرچہ اکبر نے اس حکمت سے اس عشق کے چنگاری پر خاک ڈالی۔ مگر وہ اندر ہی  
 سلگ گئی۔ اور جب جہانگیر پادشاہ ہوا تو پھر عشق کا زخم ہر ہوا۔ علی قلی بیگ کو

کسی بہانہ سے بلا ہجوایا۔ اور اس کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ کہ کوئی الزام سے  
 ایک دن مست ہاتھی سے لڑا دیا۔ اوسکو اس شیر نے ہٹا دیا۔ پھر ایک شیر سے نہتہ  
 لڑوا دیا۔ اوسکو بھی اوسنے مار ڈالا۔ اور شیر افکن کا خطاب پایا۔ جب یہہ وار  
 نہ چلے تو ایک رازدار کی زبانی یہہ پیغام دیا۔ مگر اس غیث مند کی غیث نے گوارا  
 نہ کیا۔ نوکر مئی حضور پادشاہی کو طلاق دی۔ اپنی جاگیر بردوان میں جا بیٹھا۔  
 پادشاہ نے اپنے کو کہ قطب الدین کو جسکو وہ بہائی سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔  
 بنگالہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور یہہ اشارہ کر دیا کہ حسب طرح ہو سکے شیر افکن کو  
 سمجھائے کہ وہ نور جہان کو طلاق دے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو اسکا کام تمام  
 کرے۔ قطب الدین بنگالہ میں پہنچا۔ شیر افکن سے کنایتاً یہہ پیغام سلام رہے  
 ۔ اوسکو یہہ امید تھی کہ رعب داب و طمع لالچ سے شیر افکن دم میں آجائے گا۔  
 اور دم بھی نہیں مارے گا مہر السنہ کو طلاق دیدے گا۔ مگر اس ننگ و ناموس دانے  
 اس بات پر کان بھی نہ دہرا۔ جب قطب الدین نے یہہ دیکھا تو وہ بردوان  
 کی طرف چلا۔ یہاں شیر افکن جاگیر دار تھا۔ فوراً استقبال کے لئے آیا۔ بعد طلاق  
 کے کہ صاحب نے مطلب کو کنایتاً پرا دیکھا۔ جب شیر افکن کی سمجھ میں نہ آیا۔  
 تو بالتحیح کہا۔ اسوقت وہ سمجھا کہ معاملہ بگڑ گیا۔ وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ غیث  
 نے جوش کیا۔ ایک تلوار کھینچ کر ایسی کہ صاحب کا مری کہ مر وہ کر دیا۔ پادشاہی  
 سپاہی یہہ دیکھتے ہی اوسپر ٹوٹ پڑے اور اس تن تنہا کو بوٹی بوٹی کر ڈالا  
 سب سے بڑا قصور تو شیر افکن کا یہی تھا کہ وہ پادشاہ کا قریب تھا۔ اب پادشاہ کے  
 اوس کو کہ قاتل بنا جسکو وہ سب سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔ اسلئے وہ پادشاہی محرم تھا

سارا گہرا ضبط ہوا۔ مہر النساء ہی قید ہو کر دلی پہنچی گئی۔ اب تو جواب ہی دینا  
نہ رہا۔ اور کئی کئی کھانا پادشاہ کی جس وقت یہ پہنچا دیا۔ تو اس کی آنکھوں میں  
آنسو بہ آئے۔ بڑی ہولناکی و استغلال سے یہ جواب دیا کہ شیر افکن خان جیسے  
خاندان کو گناہ کر دوسرے کا منہ دیکھنا و فداوری سے دور ہے۔ اس بد نصیب کی جو تقدیر  
میں لکھا تھا سو ہو گزرا۔ مگر اس بیوہ کیس پر رحم فرمائے۔ اور اس مردہ کی  
روح کو تکلیف نہ پہنچائے غرض اس جواب کو سن کر پادشاہ کا دل ہی اوچاٹا ہوا  
اپنے ما کے مصاحبوں میں اس سے مقرر کر دیا۔ کچھ مدت یوں ہی گزری۔ پھر عشق  
کی آگ سلگی۔ مہر النساء ہی آخر پیچ گئی۔ اور سمجھ گئی کہ سند شاہی پر کیوں غلام  
ڈالوں۔ غرض ان دونوں کی بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ اور نور الدین  
جہانگیر کی بخل میں بیٹھنے سے مہر النساء سے نور محل اور نور محل سے نور جہان بن  
اس حکیم کو جو اختیارات امور سلطنت میں ہوئے وہ پہلے کسی پادشاہ کی  
حکیم کو نصیب نہ ہوئے۔ نور جہان عجب سلیقہ کی عورت تھی۔ عقل کی تیلی زیور  
حسن سے آراستہ تھی۔ اس نے چند روز میں پادشاہ کو ایسا غلام بنالیا کہ وہ کہتا  
کہ میں سلطنت کو نور جہان کے ہاتھ دو شراب کے پیالوں اور ایک سیچ کباب پر  
سیچ چکا ہوں۔ اب اس کے کہنے سے باپ اس کا مزاج خیاث اعظم الدولہ وزیر عظم  
اور بڑا بہائی اس کا آصف خان ہو کر دربار کا مالک ہوا۔ پادشاہ ان کی  
صلاح اور مشورت کے بدون کوئی کام نہ کرتا تھا۔ جو کام وہ چاہتے تھے سو کرتے  
تھے۔ اگرچہ اس عورت کے بس میں ہونے سے آخر کو نتیجہ اچھے نہ پیدا ہوئے  
مگر اس میں شک نہیں کہ جہانگیر کے مزاج کی اصلاح اس بی بی نے بہت کر دی

اوسنے اپنی تمام دولتیں سے ساری اوسکی خود پسندی اور ستم شکاری اور خود پرستی  
 خدا نامہ سے دور کر دی۔ شراب کا نام رام رنگی رکھ کر بادشاہ جو رات دن رنگ لیا  
 کیا کرتا تھا وہ سب موقوف کرادین۔ حفظ رات کو بادشاہ شراب پیتا۔ اور دن کو  
 اپنا کام ہوشیاری سے کرتا۔ اور کوئی بہکی ہوئی بات نہیں ہوتا غرض ہر جہاں  
 بھی عجب علامہ روزگار عورت گزری ہے جیسا اوسکو خزانے ن دیا تھا ویسا  
 ہی عاقل اور ہوشیار بنایا تھا۔ اوسنے تمام سلطنت کو سنبھال لیا۔ تدابیر  
 سلطنت میں یہ حال تھا۔ اموات خانگی میں یہ کیفیت تھی کہ زیور پوشاک  
 بنا و سنگھار گہری آرٹھون میں نئی نئی ایجاد کرتی۔ لباس کو اوسنے ایک نیا  
 لباس پہنایا۔ زیور کو اپنے پیرایہ میں پیرستہ کیا۔ توڑک جہانگیری میں گلاب  
 عطر اوسکی ماکا ایجاد لکھا ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ مورخان کو کیوں شبہ نور جہان کی  
 ایجاد کا ہوا ہے۔ گہوڑے پر خوب سوار ہوتی تھی۔ شکار لیا کہ بیلتی تھی کہ لکھنؤ  
 شیر کو مارا تو کسی طرف نے یہ شعر کہلک۔

بیت

نور جہان گرچہ بظاہر زن است + در صف مردان زن شیر افکن است  
 لطائف و طرائف میں بیل ہزار داستان تھی۔ حاضر جوابی میں کوئی اوسکا خوا  
 نہ تھا۔ شرفا کی مجلسوں میں اوسکی حاضر جوابی کی آج تک نقلیں ہو کر تھیں کہ  
 ایک دن بادشاہ نے چاند دیکھا اور لو جہان کی طرف مخاطب ہوا اور یہ مصرع پڑھا  
 ہلال حمید براوج فلک ہویدا شد + اوس نے دوسرا مصرع یہ پڑھا +  
 کلید سیکدہ گم گشتہ بود پیدا شد + خود شعر کہتی تھی شاعر دن کی قدر کرتی  
 ایک دن طالب آملی سے جو جہانگیر کے زمانہ میں ملک لشکر تھا یہ کہا کہ یہ ہمارے

تعریف نہیں لکھی۔ اسنے کہا کہ جس سیکو دیکھا نہ ہوا اسکی کوئی کیا تعریف لکھے تو  
 اسکے جواب میں یہ شعر پڑھے کہ ۵ بلبل از گل گبذر و گرد چمن بیند مرا۔  
 بت پرستی کے کند گرد برمن بیند مرا ۶ درخن تہنہاں شدم چون بوی گل بر گل  
 میل دیدن ہر کہ دارد درخن بیند مرا ۷ روپیہ اشرفی پر اس بیگم کا یہ سیکہ تھا کہ  
 حکم شاہ جہانگیر یافت صد ز نور ۸ بنام نور جہان بادشاہ بیگم زر ۹  
 مہر کا بیج تھا کہ ۱۰ نور جہان گشت بفضل الہ ۱۱ ہدم و ہمار جہانگیر شاہ ۱۲  
 جسوقت دربار میں بادشاہ بیٹھتا۔ تو چھپے پردہ پڑ جاتا۔ بادشاہ کی پیٹھ پر  
 بیگم ہاتھ رکھے رستی غرض اب خلوت اور جلوت میں اویسکا جلوہ تھا۔ اگرچہ  
 بادشاہ کی بی بی بیان بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں تھیں۔ مگر نور جہان کی  
 شب کا چراغ ٹھنڈا تھا۔ اب اس نیک و خوش خو خجستہ منظر فرخ ختر کا یہ ذکر کرینگے

### مہات دکن

ہم پہلے لکھا ہے کہ احمد نگر کا شہر اکبر کے عہد میں بعد وفات پہلی طائفہ کے  
 فتح ہو گیا تھا۔ اور وہاں کا بادشاہ گوالیار کے قلعہ میں قید تھا۔ مگر ملک عینرجشی  
 نے بادشاہ کے ایک رشتہ دار کو بادشاہ بنایا۔ نظام الملک کا خطاب دیا۔ اور خود شیو  
 بنا۔ اور مغلوں کے لشکر دن کو کوئی دفعہ شکست دی اور وہ دولت آباد کے نیچے کمر کی کو  
 دار سلطنت بنایا۔ اور اسکو بہت آراستہ کیا۔ خاٹا خانان ملک کن اور خانیس ۱۶۷۴ء میں  
 بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر سوار اس  
 فوج کے جو دکن میں ہے بارہ ہزار سوار اور دس لاکھ روپیہ مرمت ہو تو تمام  
 دکن کا فساد دو سال کے عرصہ میں نہ مٹا دوں تو بادشاہ کا مجرم ہوں۔ بادشاہ

یہم درخواست منظور کی اور فوج دیکر جانخان کو روانہ کیا۔ اور بادشاہ نے یہم  
 سمجھ کر کہ مہات دکن میں کسی شانزادہ کا جانا ضرور ہے۔ یہاں پہلے میں پر وزیر کو  
 بہت سا لشکر دیکر دکن کی مہم پر روانہ کیا۔ اور بعد ازاں متواتر فوجیں اور رزوتہ  
 بادشاہ اوسکی کمک و اعانت کر کے بھیجا رہا۔ ابھی پر وزیر برہان پور میں پہنچا تھا  
 کہ خانخانان کی عراض آئیں اور او میں لکھا تھا کہ کہنیون کا بڑا اجتماع ہے کمک  
 پہنچی جائے۔ سپر بادشاہ کا خود جانے کا ارادہ ہوا مگر امر مانع ہوئے۔ خانجہان  
 لودی نے عرض کیا کہ مجھے بھیج دیجے۔ ملک غنبر الیسا بات دیر پیشو اتھا کہ اوسو نظام شاہ  
 بادشاہوں کی مردہ سلطنت کو الیسا سنہال لیا کہ وہ مدت تک زندہ رہی فقط جنگی  
 کاموں میں ہی لیاقت نہیں دکھائی۔ بلکہ مال کے کاموں میں وہ بند و بست کیا  
 کہ دکن میں دوسرا ٹوڈرل مشہور ہو گیا۔ غرض سارا نظام اوسکا وہی دکن  
 تھا جو راجہ ٹوڈرل کا یہاں تھا۔ خود جہانگیر نے توڑک میں لکھا ہے کہ کسی کسی  
 نے ایسی لیاقت نہیں دکھائی جیسی ملک غنبر نے۔ خانخانان اور سرداران بادشاہی  
 کے دلوں میں صفائی نہ تھی۔ اسے ملک غنبر کو بہت فائدہ ہوا۔ اور بادشاہی فوجوں  
 کو کئی دفعہ اوسنے شکست دی۔ جب جہانگیر کو ان معاملات کی خبر ہوئی تو خانخانان  
 کو بلا بھیجا۔ اور خان جہان لودی کو وہاں بھیجا۔ جب خانجہان دکن میں پہنچا  
 تو اوسنے عرضی بھیجی کہ تمام خرایاں اس سبب واقع ہوئیں کہ خانخانان اور  
 اور سرداران شاہی میں اتفاق نہ تھا۔ خانخانان نے اپنے وعدہ کے موافق دکن  
 کی مہم کا انصرام نہ کیا تھا۔ بلکہ جو لشکر شانزادہ پر وزیر کا گیا اوسکی رسد کا بھی انصرام  
 نہ ہوا۔ ایک من غلہ نہایت گران بدشواری ملتا تھا۔ سیکڑوں اونٹ گھوڑے اور گھوڑے

اب خانجہان نے عرض کیا کہ کیا خانخان کو بلا بھیجے یا اوسیکو بالکل مختار اور مالک بنا دے  
 اگر اوسکے تئیں آپ بلائیں تو مجھے تیس ہزار سوار اور عنایت مہون کہ مین تمام ملک دکن کو  
 فتح کر کے پہر قندہار وغیرہ سب صوبوں پر قبضہ کر لوں۔ غرض یہہ درخواست منظور ہوئی  
 ۔ خانخان پادشاہ پاس آیا۔ وہ اوستے نہایت خفا ہوا۔ اور خان جہان لودی کے  
 پاس چاروں طرف سے فوجیں عمدہ عمدہ پہنچی شروع کیں۔ اب ۱۶۱۲ء میں جبہ اگر نے  
 یہہ چاہا کہ ان تمام بادشاہی صوبوں سے وہ ملک دکن کہ ہمسایہ مین ہیں اونپر چڑھائی  
 کیجائی۔ تاکہ پہلے جو نقصان اس مہم مین ہو مین اونکی مہنات ہو۔ اسلئے اوستے  
 عبداللہ خان حاکم گجرات کو لکھا کہ وہ فوج سمیت ناسک تربنگ کی طرف سے روانہ ہو۔  
 اور اسوقت عنبر کے ملک پر دیا واکرے کہ شہزادہ پرویز اور خان جہان لودی  
 کی فوجیں راجہ بالنسکہ کی امداد اور اعانت سے فائدہ لیں اور برابر سے انکر حملہ کریں۔ اسے مین  
 یہہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقام اور کوچ کی خبر گہنیں۔ اور دونوں حملے ایک  
 وقت مہوں۔ پادشاہ کی اس محقول تدبیر پر غلٹ ہوا۔ بلکہ عبداللہ خان جہاں لودی  
 کے ملک مین آیا تو اوستے دوسرے لشکر کی خبر قاصدوں کو پہنچ کر نہ منگائی۔ اور شاید  
 دل مین ہی آئی کہ یہہ فتح میرے نام پر ہو۔ اسلئے اوستے حملہ کر دیا۔ اور اس غلطی سے  
 ملک عنبر کو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اوسکی لڑائی مرہٹوں کے طور کی تھی۔ اوسکا تو پچانہ  
 جہانگیر کے تو پچانہ سے اچھا تھا۔ بند گاہوں مین اہل فرنگ کے صحبت سے سایہ اوسکے  
 تو پچانہ کی خوب صلاح تھی۔ ہو گئی تھی۔ غرض وہ لڑائی ایسے رنگ ڈھنگ سے لڑتا تھا  
 کہ بادشاہی فوج کی جان بڑی ضیق مین آئی۔ رسد کی راہیں اوسنی بند کر دیں یہی  
 یہاں چہا پامارا۔ ابھی وہاں لشکر کو براگندہ کر دیا غرض عبداللہ خان حاکم گجرات

پریشان ہو کر گجرات میں آیا۔ اور جب برابر کے لشکر کو یہ خبر پہنچی۔ تو دو اوطار بان لو  
 کو چلا آیا۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو نہایت متفکر ہوا۔ اور سب اسکے صلاح کاروں کی  
 یہ صلاح دی کہ دکن کے معاملات کو جیسا خانخانان سمجھے ہوئے ہے ایسا کوئی نہیں  
 بہتر ہے کہ اسے ہیجہ کیے بغرض پادشاہ نے ۱۶۱۲ء میں پیر خانخانان کو دکن کی  
 مهم پر روانہ کیا۔

### ملک غنبر پر شام نواز خان کل فتح یانا

۱۶۱۲ء میں برکی ایک فرقہ تھا وہ ملک غنبر سے ناراض ہو کر پادشاہ کے ایک فرزند شام نواز  
 خان کے پاس چلا آیا۔ شاہ نواز خان آؤپر ٹبری نوازش کی۔ اور بالاپور سے کوچ کر کے  
 ملک غنبر سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ راہ ہی میں دکنیوں کی سپاہ کھٹ پٹیر ہوئی۔ ٹبری  
 لڑائی ہوئی۔ ملک غنبر شکست کھا کر بھاگا۔ پادشاہی لشکر اس کے پیچھے دو تین کوس  
 لگا رہا اور سین زیادہ تعاقب کرنے کی سکت نہ رہی۔ اسلئے وہ آگے نہ بڑھا۔ اور  
 بہت سے ہاتھی اور سب باب غنیمت کا ہاتھ آیا۔

### دکن کی دوبارہ لڑائیاں

پادشاہ کشمیر میں تھا کہ ۱۶۱۲ء میں برابر عرض ملازمان پادشاہی کی آئین کر ملک غنبر  
 کو ٹبری فوت حاصل ہو گئی ہے۔ ساتھ ہزار سوار اس پاس ہیں۔ اکثر ملک پادشاہی  
 پر تضرع کر لیا۔ پادشاہی تہانوں کو اوٹھا دیا۔ قصبہ ہنگر پر ٹبری لڑائیاں ہوئیں  
 دشمن نے چاروں طرف سے سامان رسد کو بند کر دیا تھا۔ اسلئے لاچار ہو کر بالاکھاٹ  
 لشکر بالاپور میں چلا آیا۔ یہاں بھی اس نے تعاقب کیا۔ اور ٹبری لڑائیاں ہوئیں  
 اور سامان رسد کی تنگی کے سبب بہت سی سپاہی پادشاہی اسے جا ملے۔ غرض



ملک غنبر نے تمام وہ ملک جو کہلے میدانوں میں واقع تھا فتح کر لیا۔ پادشاہی فوج کو برہان  
 مکت بہگادیا۔ خاندیس اور برار کے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اب پادشاہ مرزا حرم کو جسکو  
 اب لقب شاہجہان کا حاصل ہو گیا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ جب یہ لشکر اجین پہنچا  
 تو بادلو کے قلعہ والوں کی غرضیان آئیں کہ دشمنوں کا لشکر دیر اور نزدیک سے اور آیا  
 اور اونے قلعہ کے سامنے بہت سرد ہات تباہ کر دے ہیں۔ شاہجہان نے فوج  
 ابو الحسن کے ساتھ پانچ ہزار سوار بھیجے۔ اسے دشمن شکست کھا کر بہا گئے۔ اور بہا  
 بھی ایسے کہ برہان پور میں جا کر دم لیا۔ اب شاہجہان نزدیک اپارو تیرا۔ اور جلا اور  
 کے قاعدہ کے موافق لڑائی کا اہتمام کیا۔ ملک غنبر نے بھی اپنے معمولی قاعدہ پر عمل کیا  
 کہ رسدوں کے بستے بند کئے۔ اور متفرق نوکر دن کو مارنا شروع کیا۔ اور پادشاہی  
 فوج کے دائیں بائیں مار دھاڑ کی واسطے لوگ اپنے مقین کئے۔ اور دور دراز رسدوں  
 اگر چہ اپنے مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر شاہجہان کو کسی غافل نہ پایا۔ اسلئے ایسا دلو گیا تو  
 سے کام نہ چلا۔ اور میدان میں لڑنا پڑا۔ ملک غنبر کو بڑی شکست ہوئی اور بہت نقصان  
 اڑھایا۔ اور شاہجہان اسکو مار دھاڑ تار السلطنت کھر کی تک لے گیا۔ نظام الملک  
 ایک دن یہاں سے پہلے مع الہی علی اور سہ باب دولت آباد میں چلا گیا تھا۔ اور  
 پادشاہی لشکر نے کھر کی کو لوٹ کر تباہ کر دیا۔ ملک غنبر نے جو میں ہرس میں اس کو  
 رونق دی تھی وہ سب گھنٹوں میں بے رونق ہو گئے۔ اب دشمنوں نے احمد انگر کو لے کر لیا  
 وہاں امداد کے لئے آجی بھیجے۔ اور انہوں نے خوف کے مارے محاصرہ چھوڑ دیا۔ پادشاہی  
 لشکر کو ملک کی ویرانی کے سبب سد وغیرہ کی بڑی تکلیف تھی۔ اسلئے جب ملک غنبر  
 نے درخواست صلح کی تو ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ جو ملک پادشاہ کے پہلے قبضہ میں تھا

وہ حوالہ کرے اور اس کے نواح میں چودہ کوس اور ملک دے۔ اور پچاس لاکھ روپے  
خزانہ شاہی میں داخل کرے۔

### مہات رانا کے اودھ پور

ہم پہلے لکھہ گئے ہیں کہ اکبر کے عہد میں اودھ کے پور رانا کے ساتھ معاملات ناتمام  
رہے تھے۔ اس لیے جہانگیر نے تخت نشینی کے تھوڑے دنوں کے بعد پرویز کو جو خسرو  
چوٹا بیٹا پادشاہ کا تھا بڑے ساز اور سامان کے ساتھ اوسکو روانہ کیا۔ اور صف خان  
کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ مگر جب پادشاہ خسرو کے پیچھے چلا۔ تو اوس نے پرویز کو لکھہ  
کہ رانا سے بمقتضا وقت اور صلاحت دولت صلح کر لو۔ اور اگر چلے آؤ۔ وہ ان کی  
دولت اور سلطنت تم کو سپرد کرنا ہوں اور تمہیں خدا کے حوالہ کرنا ہوں۔ اس خط کے  
پہنچنے سے پہلے رانا نے عاجز ہو کر پیغام صلح بھیجا تھا۔ اور اوس سے اس بات صلح  
ہو گئی تھی کہ اوسکا بیٹا لکھہ پادشاہ کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ غرض پرویز  
باب کے حکم کے پہنچنے ہی اگر وہ میں آیا۔ اور پرویز ان سے باپ کی خدمت میں گیا۔  
مگر اسے سنگھ رانا، اودھ پور اور اوسکے بیٹے ولیم سنگھ نے اودھ پور میں پہنچوڑ  
برپا کی۔ اس لیے پادشاہ نے پہلے لشکر مغر الملک کو بخشی سپاہ بنا کر روانہ کیا۔ اور راجہ  
جلن ناتھ کو لکھہ کا فنلور رانا کے مٹائیں۔ سرداران پادشاہی نے اسی سنگھ اور اوسکے  
بیٹے کو ناگور کی نواح میں گھیر لیا۔ ہاگنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی اس لیے وہ پاؤ  
فوج سے ہارے اور شکست کھا کر بھاگ گیا۔

۱۶۶۱ء میں پور رانا، اودھ پور کی سرزنش کے لئے پادشاہ نے مہابت خان کو  
بھیجا۔ اوسکے ساتھ باب ہزار سوار اور پانچ سواہی اور دو ہزار برق انداز پیادے

اور تو بچانہ روانہ کیا۔ گشن سنگھ کو مہابت خان ساتھ کیا۔ اور اوسے بڑی مردانہ کام کئے۔ اور پیر پر برچھے کا زخم کھایا۔ رانا کے بیٹوں کو مار ڈالا۔ اور تین ہزار آدمیوں کو قید کیا۔ ۱۱۶۰ھ میں مہابت خان کو بادشاہ نے بلالیا۔ اور اسکی جگہ عبداللہ کو بھیجا۔ عبداللہ خان اور مہابت خان دونوں نے اگرچہ رانا اور اسے پور کو شکستین دین اور اودے پور پر فتحین حاصل کیں۔ مگر اس ملک میں بہاؤ اور جنگل ایسے بید تھے کہ وہاں راجہ اونین بہاگ جاتا۔ پہر بادشاہی سپاہ کے ہاتھ نہ آتا۔ اسلئے روائی کا کچھ فیصلہ نہ ہوتا۔ اب بادشاہ نے عبداللہ خان کو دکن کی مہم پر روانہ کیا۔ اور راجہ باسو کو اسکی جگہ مقرر کیا۔ وہ بھی مگر کیا بغرض جب بادشاہ نے دیکھا کہ یہ رانا کا ایسا ہے کہ نہ بابر سے فتح ہوا نہ اکبر نے اسے تسخیر کیا۔ میں خود دو دفعہ گیا نہ میرے قبضہ میں بالکل آیا۔ نہ پرویز کچھ کر سکا۔ نہ اور سرداروں کچھ ہوا۔ اسلئے جب تک میں خود نہ جاؤنگا اس مہم کا فیصلہ نہ ہوگا۔ غرض اس رادہ وہ منزل بمبرال جیت گیا مگر یہاں انکار رادہ بل گیا۔ اور اپنے بابا خورم کو ۱۱۶۲ھ میں اس مہم پر بھیجا۔ بارہ سو اوسکے ساتھ گئے۔ اور خان عظم کو اوسکے ہمراہ کیا۔ اسکے ساتھ ہی اسقدر سپاہ تھی۔ دلیپ سنگھ و لدراے سنگھ نے اپنی چوٹے بہائی راؤ سوج سنگھ سے شکست پائی۔ اور اوسکو ہاشم خراسانی نے گرفتار کر کے بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ نے اوسکی گردن اوڑوائی۔ پہر شانہ زارہ خورم کی مرضی آئی کہ رانا کے ہاتھ بہت سے چہین لئے ہیں اور وہ غریب گرفتار ہو نیکو ہے۔ اب اس شہزادہ نے کیا کام کیا کہ اوں جنگلوں اور پہاڑوں میں جہاں آب و ہوا کے ڈر کے مارے لوگ قدم نہیں بکھرتے تھے نہ لے جائے۔ اور کچھ موسم اور آب و ہوا کی مضرت کی پرواہ کی

اور رانا کو چار و لطف سے ایسا گہیر کر اب اوسکو یقین ہو گیا کہ اب کبھی یہ کوہستان  
 اور جنگل نہیں بچا سکتے ہیں۔ اسلئے اوسنے اپنا موٹو سوپا کرن اور ہر داس کو مرزا  
 خورم پاس پہنچا۔ اور صلح کا خوشنگار ہوا۔ درخواست اوسکی منظور ہوئی۔ اور  
 وہ رانا خود اس شانزادہ کی خدمت میں آیا۔ اور نذیرین پیش کین ساوراہنے  
 ولیعہد راجہ کرن کو یاد شاہ کی خدمت میں روانہ کرنے کا عہد کیا۔ اس شانزادہ  
 ہی اسی تدبیر پر عمل کیا جیسے کہ مکمل تھا۔ کہ قدیمی خاندانوں کو خراب نہ کرے  
 ۔ جسوقت راجہ دربار میں حاضر ہوا۔ اور اوسنے پیرکڑ کر قضاہات کا عذر کیا۔ تو اوسنے  
 رانا کو اپنے ہاتھ سے بغل میں بٹھایا۔ اور بہت مدارات کی۔ اور جو ملک آج تک اوسکا  
 فتح ہوا تھا۔ وہ سب اوسکو دیدیا۔ اور جب راجہ کا ولیعہد کرن یاد شاہ پاس آیا تو  
 اوسنے بڑی خاطر داری کی۔ اور نور جہاں نے بھی ہلا کر خلع، اوسکو عطا کیا غرض  
 یہہ کام اس شانزادہ نے ۱۶۲۳ء میں وہ کیا جو اوسکے باپ دادا سے نہ ہو سکتا تھا  
 ۔ اگرچہ خان عظم اس مہم میں شانزادہ خورم خود دستہ عاکر کے ساتھ لے گیا۔ مگر اس  
 گستاخی اور نخوت سے وہ شانزادہ کے ساتھ پیش آیا۔ کہ یاد شاہ نے ابراہیم مرزا کو  
 اوسکے سبھانے کے لئے پہنچا۔ اور آخر کو اوسکو ملا کر گوالیار کے قلعہ میں قید کیا۔  
 اس مہم کا تمام کام شانزادہ ہی کے ہتھام اور نظام سے سر انجام ہوا۔ اس مہم کی  
 بدولت شانزادہ خورم کی بڑی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ نور جہاں اوسکی خیر خواہ  
 اس سبب تھی کہ اوسکی سگی بہنچی آصف خان کی بیٹی ان دنوں میں اس شانزادہ  
 کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اوسنے ہی شانزادہ کو خلعت دیا۔

## انگلستان کی سفیر سر طاسن کی بیان

بادشاہ کے سنبہ جلوس میں انگلستان کے بادشاہ جیمس کا لٹریٹ سر طاسن رو آیا۔  
 مطلب اسکا یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی جو حال میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے واسطے  
 فرمان شاہی تجارت کے اجازت کا حاصل کرے۔ وہ سورت میں اٹل و ترا۔ یہاں تک  
 بہت آہستہ آہستہ چلا۔ اور بادشاہ کو دربار میں اجیر میں ۲۳۔ دسمبر ۱۶۱۵ کو پہنچا۔  
 اور بادشاہ کے حکم کا باماندجو اور گجرات نکلتا گیا۔ اور ۱۶۱۵ کے آخر میں بادشاہ کو خدمت  
 یہاں اسکی ایسی تعظیم اور تکریم ہوئی کہ اور بادشاہوں کے سفیروں کی کٹر ہوئی  
 ہے۔ وہ اپنے بادشاہ کا سادہ اور بے تکلف دربار دیکھ کر آیا تھا۔ یہاں کے دربار  
 شاہانہ کی شان و شوکت دیکھ کر اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے بہت مبالغہ  
 ان درباروں کا حال و ریا دشاہ اور اہلکاروں کے اخلاق کا ذکر کیا ہے کہ وہ  
 دکنو بذات خاص عدالت کرتا ہے۔ مگر اس کو شرب پیتا ہے۔ اس کے اہلکار عیش کے  
 بندہ ہیں۔ رعایا کا حال برا ہے۔ عالمان شاہی جو بطرح چاہتے ہیں اس طرح کرتے  
 سے زبردستی جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ اگر کے زمانہ کی سی رولوں ملک میں نہیں  
 غرض انگریزی کتابوں میں اس سفر کے سفر نامے بڑی طمطراق سے لکھے ہوئے ہیں  
 مگر توڑک جہانگیری میں اسکا کہیں بیان نہیں۔ اگر بادشاہ اس سفیر کے  
 آنے کی نتیجے کو ذرا ہی سوچتا یا جانتا تو اس کے اپنے سنبہ جلوس کا ایک دفعہ عظیم  
 سمجھتا۔ اور اسکو لکھ کر اس سنبہ کو اپنے یادگار روزگار بناتا۔ ہم اس سفیر کا  
 حال انگریزی سلطنت کی تاریخ میں لکھینگے +

## ۶۹۹ عثمان افغان کی شکست

عثمان خان نے عہد کبریٰ میں بھی کئی دفعہ سر اوٹھایا تھا اور یہ جانتا تھا کہ ملک بنگالہ پر قبضہ کرے۔ اب ۱۱۱۲ھ میں اس نے پہرہ کشی اختیار کی۔ اسلام خان بنگالہ میں پادشاہی صوبہ تھا۔ اس نے لشکر شجاعت خان کے اہتمام میں اس سرکش کے واسطے بھیجا۔ ایک جنگ عظیم اسے کمر و زنگ ہوئی۔ اور وہ زخمی ہو کر مارا گیا اور اس کے بیٹے ولی اور عزیز اقبال نے پیغام دیکر صلح کر لی۔

## فرقہ روشنائی کی سرحد اعداد کا فساد

۱۱۱۲ھ میں راجہ ہنگ نے جسکی جاگیر میں کابل تھا دکن میں انتقال کیا۔ اور خاندوران اور افغان شاہی کابل سے باہر تھے۔ اس لئے اعداد فرقہ روشنائی کے سر دار بے خبر سپاہ لیکر کابل پر حملہ کیا۔ کابل میں اور قزلباشوں کو چون کو بند کیا۔ اور افغانوں نے توپیں لیکر کوچہ اور بازار میں روشنائیوں کو مارنا شروع کیا۔ غرض دشمنوں نے یہ سمجھ کر کہ جب شہر کے اندر جانیکے رہیں بند کر دی ہیں ایسی باہر جانے کے راستے نہ مسدود کر دیں اور لٹے چلے گئے۔ اور بہاگ گئی کچھ پہر تعاقب پادشاہی آدمیوں نے کیا مگر وہ بہاگ کر دوڑ نکل گئے۔ غرض اعداد افغانوں کے لئے مدت ات فساد برپا کرتا رہا۔

۱۱۱۵ھ میں خاندوران خان نے اسکو شکست دی۔ اور سب طرف سے اسکی سرحد بند کر دی۔ غرض جرحی جو اسکا ماں تھا۔ پادشاہ کی سپاہ کے جلا کر خاک کیا۔ اور اعداد قند ہار کو بہاگ کیا۔ اعداد کے مرنے پر یہ اس بغاوت کا اندیشہ نہ رہا۔

## فتح قلعہ کاٹگرہ

یہ قلعہ بھی ہندوستان میں ستھوری اور مطنبوٹی میں مشہور تھا۔ پہلے اکبر کے عہد میں

او پر حملہ ہوا تھا۔ مگر بالکل وہ فتح نہ ہوا۔ اسلئے جلوس میں مرضی خان اس کا ہم کیمو  
 نامور ہوا۔ راجہ سورج مل اس نواح کو سستان میں بڑا جاگیردار تھا۔ اسکو بھی حکم ہوا  
 کہ مرضی خان کی اعانت کرے۔ جب مرضی خان نے محاصرہ قلعہ والوں کو تنگ کیا  
 اور سورج مل نے حاکم اب قلعہ قح ہوگا تو وہ مرضی خان کے آدمیوں کو لے لگا۔ امداد  
 اور اعانت کی جبکہ مخالفت اور مخالفت شروع کی۔ مرضی خان نے اسکی شکایت  
 میں پادشاہ کو عرض کیا کہ میں۔ راجہ نے اسکی فریاد شاہجہان سے شروع کی۔  
 شاہجہان نے پادشاہ سے اسکی سفارش کی۔ اسلئے مرضی خان بلایا گیا۔ یہی  
 اثناء میں وہ مر ہی گیا۔ راجہ سورج مل کن کو بھیجا گیا۔ جب ہاں سے اڑٹا آیا تو  
 یہ اس ہم پر شاہجہان بھیجا۔ اور باقی بخشی کو اس کے ہمراہ کیا۔ گریہ اس راجہ  
 مانفی کی ہی شکایتیں کہیں۔ اسکو بھی واپس بلایا۔ اور راجہ بکر حاجت کو ایک  
 عمدہ لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ راجہ سورج مل نے فرصت پا کر سید صفی بابہ اور اس کے  
 آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور باغی ہو گیا۔ اور اس کو وہ میں پر گنوں کو غارت اور تباہ  
 کرنا شروع کیا۔ پیٹالہ اور کلاؤر کے پر گنوں کو خوب لوٹا۔ جب راجہ بکر حاجت  
 قریب آیا۔ تو راجہ کا دم نکلا۔ اور شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپا۔ پادشاہ نے  
 اسکی جاگیر پر اس کے چھوٹے بھائی جلگ سنگ کو بھیجا۔ اور اب وہ راجہ بکر حاجت کا  
 معاون مقرر ہوا۔ کانگرہ ایک پُرانا قلعہ لاہور کے شمال میں ہے۔ کوستان  
 کے اندر واقع ہے تیشیجہم ورسات دروازہ میں اور اس کے اندر میدان ایک گور  
 کچھ زائد ہے۔ اور دو بڑے تالاب اس کے اندر ہیں۔ غرض راجہ بکر حاجت نے چاروں  
 طرف رسد بند کر کے چار حصہ میں سستان میں اس قلعہ کو لے لیا۔ اسکی تعمیر پادشاہ

## بادشاہ کی بیماری

۱۶۲۱ء میں بادشاہ کشمیر میں بیمار ہوا۔ صنیق کے مرض کا آغاز ہوا۔ طببانے علاج کیا۔ کچھ آرام نہ ہوا۔ بادشاہ کی لئے نوز جہان نے یہ نسخہ تجویز کر کے مسیحائی کی کہ اسکی شہر کم لائی ہو گا تو آرام ہو گیا۔ اور شہنشاہ صحت بڑی دھوم دھام کا ہوا۔ جب باپ کی بیماری خیر شانہ زادہ پرویز کو ہوئی تو وہ بغیر اجازت بے تاب ہو کر باپ کے سر ہانے پہنچا۔ اور تین دفعہ باپ کے صدقہ پہرا۔ بادشاہ نے بھی بہت اوسکے حال پر التفات کیا۔ اور پہر صوبہ بہار کو حضرت فرمایا۔ اگرچہ ہوت بادشاہ کا مرض جاتا رہا مگر ہر ساری عمر اس صنیق کی جرک دھانس میں پہنسا ہی رہا۔

## حسرو کی وفات

جب شاہجہان دکن کی مہم پر روانہ ہوا تو سرحد پر پہنچ کر آگے جب تک قدم نہ بڑھا کہ قیدی شاہزادہ حسرو اس پاس نہ آگیا۔ معلوم نہیں کہ دل میں اوسکے کیا وسوسہ اپنے اس بہائی کی طرف تھا پہر ایک عرضی شاہجہان کی بادشاہ پاس آئی کہ ستمبر ۱۶۲۱ء کو حسرو نے رد قولج سے وفات پائی۔ بعض کچ اندیشہ یہ خیال کرتے ہیں کہ شاہجہان نے بہائی کو قید میں تکلیف دیدیکر مار ڈالا۔ مگر یہ بالکل اہلہم ہے۔ اس بہائی کے مرجائیساب شاہجہان کی تخت نشینی میں کسی طرح کا شبہ نہیں رہا۔ مگر اوسکی مصیبتوں کی دہانیں قابل سننے کے ہیں۔

## نوز جہان اور شاہجہان کی لکھنؤ کی لطفی

بادشاہ کے بچے اور دو بیٹیا تھیں۔ حسرو کا حال پڑھ چکے ہو وہ سب بڑا سیٹھا تھا۔ اور چھوٹا پرویز تھا۔ اور ان دونوں سے چھوٹا بیٹا مرزا حورم تھا۔ جو داد کا بیٹا



اور باپ کا بھی پیارا تھا ایک بیٹا جہاندار۔ اور بچے چھوٹا بیٹا  
 شہر یار تھا۔ مرزا خرم ان سب بہائیوں میں ہوشیار نظر آتا تھا۔  
 آصف خان نور جہان کے بہائی نے دورانِ نشی سے اپنی بیٹی کی شادی او سے  
 کر دی تھی۔ غرض اس رشتہ مندی کے سبب یہ دونوں بہائی اوسکے بڑے  
 حامی اور مددگار تھے۔ اور انہیں کی تقویت سے یہ شانہ زادہ منصوبوں پر بڑھتا  
 چلا گیا۔ پادشاہ نے اوسکو شاہجہان کا خطاب دیا۔ اور زینِ جند پر اپنی سانس پٹیا  
 نور جہان کی ایک بیٹی شیر افکن خان سے ہی تھی۔ اوسکی شادی پادشاہ کے  
 چھوٹے بیٹے شہر یار سے اوسوقت ہو گئی کہ شاہجہان دکن کی مہم پر گیا ہوا تھا۔  
 اب بہائی کی داماد کی اپنے داماد کے آگے نور جہان کی آنکھوں میں کچھ قدر بھی  
 بیہ فکر پڑی کہ ہانگیر کے بعد تاج شہر یاری کی طرح شہر یار کے سر پر رکھا جائے  
 بلکہ صاحب ہی کی آجکل سلطنت تھی۔ سارا دربار چمکی میں اور تمام نظام سلطنت  
 مٹھی میں تھا۔ سوا اس دامادی کے رشتہ کو وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میرا اختیار  
 اور رعب و اب شاہجہان جیسے چالاک شانہ زادہ کے سامنے بنانہ رہے گا۔ عیسا اللہ  
 باپ نور جہان کا بڑا اقل اور دشمن تھا۔ وہ ہمیشہ ایسی فساد کی باتوں ہی اوسکو  
 روکتا رہتا تھا۔ مگر جب وہ مر گیا۔ تو سارا اختیار اور منصب باپ کا بھی پادشاہ نے  
 بیٹے کو دیدیا۔ اب نور جہان نے پیر نکالے۔ اور پادشاہ پر بڑی حکومت کرنے لگی۔  
 کوئی قید اوسکے واسطے نہ رہے۔ اپنے بہائی آصف خان سے بھی کٹیک گئی۔ وہ  
 پادشاہ کی بیماری سے خوب وقف تھی۔ اور اوسکو چند روز کا مہان سمجھتی سیلے اپنے  
 اختیار کو چمکی کچھ انتہا نہ تھی پادشاہ اور شاہجہان کی محبت میں فرق ڈالنے کی سوطی

ہر موقع پر کام میں لانی +

شاہ ایران کا قذہار لینا اور شاہجہان کو روانگی کا حکم دینا

## اور اس کا انکار کرنا

اس وقت ایک بڑا عمدہ موقع نورجہان کو یہم ہاتھ آیا۔ کہ شاہ عباس شاہ ایران نے آنکر قذہار لے لیا۔ اب اسنے پادشاہ کو یہ فقرہ سمجھایا کہ ایسی مہم عظیم کے واسطے شاہجہان کی زیادہ جسے ملک دکن فتح کیا ہو کون زیادہ لائق اور مناسب ہے؟ ملے گا۔ اسنے پادشاہ نے اس پاس حکم بھیجا کہ وہ قذہار کو جا کر دوبارہ تسخیر کرے اول شاہجہان نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور ماندوٹک آیا۔ مگر بات کو یہ سمجھ گیا کہ نورجہان مجھ کو اس ملک سے دور پسکیا۔ اور ایسی سخت مہم دور دراز میں پہنچانا چاہتی ہے تو وہ ماندو سے آگے نہ بڑے گا۔ اور ایک غرضداشت ۱۶۲۱ء میں پادشاہ سے بھیجی کہ میں برسات بہر ماندو میں رہوں گا۔ اور بعد ازاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ یہ غرضداشت سنکر جہانگیر نے یہم کہ خیر نہیں۔ اس معضی پر پادشاہ نے حکم دیا کہ اگر تم نہیں آتے تو تمام عمدہ عمدہ احدی اور سپاہ چپوت اور افغان اور بڑے بڑے سرداروں کو بھیج دو۔ تاکہ وہ سپاہ قذہار کو شہر یار کے زیر حکم روانہ کیا اور بڑے بڑے سرداروں کے نام پر دانی جاری کر دے کہ شاہجہان کو جوہڑ شہر یار کے لشکر میں حاضر ہو۔ غرض شہر یار نے اس مہم میں جانا قبول کیا

- اور روانہ ہوا - فقط

شاہجہان کا تصرف کرنا شہر یار اور نورجہان کی جاگیر نہیں

## اور یہاں سکی جاگیر کا ندینا

دسہول پور شہر یاہ کی جاگیر میں نبوض تنخواہ مقرر ہوا تھا۔ شریف الملک و سکا ملازم منظم تھا۔ وہاں شاہجہان کا نوکر دریا خان پہنچا۔ ان دونوں کی رستوں میں آپس میں لڑائی ہوئی اور کشت و خون ہوا۔ شریف الملک کی ایک آنکھ اس لڑائی میں گئی۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اس نے شاہجہان کو لکھا کہ خبردار جو آئندہ ایسی باتوں کی جرأت کی۔ اپنی جاگیر کے سوا اور دن کی جاگیر سے کچھ علاقہ نہ رکھے۔ اور جو قند کے واسطے فوج طلب ہوئی اس کو روانہ کرے جب شاہجہان پاس یہ حکم پہنچا۔ تو اس نے ایک عرضی معذرت کی فضل خان کے ہاتھ پہنچی۔ مگر پادشاہ اس پر کچھ انتہات نہ کیا۔ اور حکم دیدیا کہ سرکار اور دو آبہ میں جو جاگیر میں شاہجہان کی ہیں وہ قندہار کی فوج کی تنخواہ میں مقرر ہوں۔ اور شاہجہان کو لکھا جائے کہ وہ اس کے عوض میں دکن گجرات مالوہ کے صوبوں میں جو جاگیر چاہے لے لے۔ اور یہاں نہ آوے۔ فضل خان کو نصیحت کیا اور صوبہ دکن و گجرات و مالوہ و خاندیس شاہجہان کو جاگیر میں پادشاہ نے دیدیا۔ اور اس تغیر و تبدل میں اس کو چاہئے سمجھا۔

## مہابت خان کو نورجہان کا بلانا

نورجہان اپنے بہائی سے کٹھلی ہوئی تھی۔ اور وہ اس کی جنگی دلاورانہ تدبیروں اور ملکی جنگی لیاقتوں سے خوب وقف تھی۔ اس لئے اس نے یہ سوچا کہ صف خان کا جواب مہابت خان ہے اس کو کابل سے بلا کر بہائی اور شاہجہان کو ذلیل کرنا چاہئے۔ مہابت خان کے نام حکم حاضری جاری ہوا۔ اس نے معذرت کی اور یہ لکھا کہ جب تک صف خان دربار میں ہے میں نہیں حاضر ہو سکتا۔ اگر یہ بلانا منظور ہو تو

اصف خان کو کہیں روانہ کیجئے چنانچہ وہ اگرہ کے خزانہ لینے کے لیے بھیجا گیا۔ اور پھر بحال  
 کا صوبہ مقرر ہوا اور مہابت خان کا بیٹا کابل میں حاکم مقرر ہوا۔ اور وہ کابل سے  
 ۱۶۲۲ء کو بادشاہ کے دربار میں آیا۔ اور اس پر شاہانہ عنایتیں ہوئیں۔ اس شخص  
 کی شرح میں پادشاہ کشمیر سے واپس آیا۔ اور اکتوبر ۱۶۲۲ء میں اپنا دربار خاص  
 لاہور میں جایا۔

## شاہ جہان کی بغاوت

اب باپ بیٹوں میں پیغام سلام ہوتے رہے۔ موسیٰ علی کو بادشاہ نے سجھانیکے  
 لیے بھیجا۔ مگر اونکا انجام یہ ہوا کہ مخالفت کی آگ اور بیک گئی۔ بہت سوا دیوں کے  
 گلوں پر چہری فقط اس شبہ میں پھر گئی کہ وہ شاہزادہ سازش کہتے ہیں۔ باپ  
 بیٹوں کو یقین ہو گیا کہ اب ہم میں صلح نہ ہوگی۔ ۱۶۲۲ء میں لاہور سے باپ  
 دہلی کی طرف ہر نزل پر انعام کرام جاگیریں دیتا ہوا پہنچا۔ اور اسے شاہ جہان اپنے  
 لشکر کو آہستہ کے نامہ ڈے چلا۔ جہان پادشاہی مال اہ میں بغیر محفوظ ملا۔ اوکو  
 باد کا مال سمجھ کر تصرف کیا۔ نخبو پر قبضہ تو نہ حاصل ہوا۔ مگر نو لاکھ روپیہ وہاں سے  
 ہاتھ لگ گیا۔ اب اوسکے ساتھ بڑے پرانے نمک خوار سہرا تھے۔ خانخانان جو  
 خانخانان کا بیٹا تھا وہ بھی اوسکا رفیق تھا۔ اوسنے بھی اپنے باپ کی طرح آ  
 بڑا پے میں نمک حرامی کا کلنگ لگایا۔ اور پادشاہ سے یہ بے نی شن میں کہو ایا کہ  
 عاقبت گرگ زارہ گرگ شود۔ اب پادشاہ دہلی سے آگے میں میل بڑا۔ اور تہا  
 مہم کا مہابت خان کے سپرد کیا۔ اور عبداللہ خان کو ہراول کا لشکر سپرد ہوا۔ شاہ جہان  
 بھی سوچ پور دہلی سے جنوب میں چالیس میل پر پہنچا۔ بارہ بجے فوج کے تھکر گئے

اور خود میوات کے پہاڑوں میں گیا۔ اور افواج کو ایسے مقامات میں متعین کیا۔ کہ پادشاہی فوج کو وہ روکے رہی۔ اب عبداللہ خان جو اس مہم پادشاہ کے دس ہزار سواروں کا سپہ سالار تھا شاہجہان سے بہت آدمیوں کو ہمراہ لیکر جا ملا۔ اور یہ لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر اپنا نام پادشاہ سے لعنت اللہ رکھوایا۔ غرض سو قوت پادشاہ کو ایسے معاملات کی پیش آنے سے بہت سی فکر و انگیر ہو گئی۔ ایک ہلکی سی لڑائی ہی دونوں باپ بیٹوں کے لشکروں میں ہو گئی۔ سدر نامی سپہ دار شاہجہان کا اس لڑائی میں گیا۔ وہ صوبہ گجرات کا شاہجہان کی طرف سے صوبہ دار تھا۔ اب اوسکے مرنے پر شاہجہان صوبہ داری گجرات کی عبداللہ خان کو عنایت کی۔ اوسنے اپنا ملازم و فادانام خواجہ سردا ہان بھیج دیا۔ جب یہ ہنرمیت ولی کے قرب میں شاہجہان کو پہنچی۔ تو اوسے مانڈو کی طرف مراجعت کی۔ آج تک یہ عقدہ نہیں کھلا کہ اوسنے کیا اپنی مصلحت اس اوٹے جانے میں سوچی تھی۔ کیونکہ ایسے موقعوں میں اوٹے پاؤں جانا آفتوں اور مصیبتوں میں اپنے تئیں پہنسانا ہوتا ہے۔ اب پادشاہ خود جمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور شانہ زادہ پرویز بھی اوسکی خدمت میں آن پہنچا۔ اوسکو شاہجہان کی سرکوبی کا اہتمام سپرد ہوا۔ مہابت خان اوسکا اتالیق اور اس مہم کا مدار لہام بنا۔ اب گجرات میں سے جو شاہجہان کی جاگیر کا صوبہ تھا۔ فواد راخا جو سردار کو پادشاہی میوانے نکال دیا۔ شاہجہان نے عبداللہ خان اور سرداروں کو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچا۔ مگر اوسکو پادشاہ کے لشکر نے مالوہ میں شکست دیدی۔ وہ بہانج بہاگ سورت میں گیا۔ غرض جہاں گیا وہاں ہنرمیت اوٹھائی۔ خجلمس لڑائی کا یہ ہوا کہ گجرات پر پادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

اب مالوہ میں شاہجہان ایک لشکر حجاز راہداری سے لیکر یرویز اور مہابت خان کے سامنے لایا۔  
 رستم خان اور سکاٹر اسرار تہا۔ مگر اونسے اپنی رستی کو ڈوبویا۔ اور مہابت خان سے ملا  
 اور اسرار و رستم بھی کام کیا۔ اسلئے شاہجہان کو اپنے نوکروں کا اعتماد اور رستم  
 پر اعتقاد نہ رہا۔ رستم میرہ اور پریشان ہو کر دریا و نربد اسے عبور کیا۔ اور تمام شہنوں  
 کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور سب گھاٹوں پر توپیں لگائیں اور سپاہی بٹھا دئے۔  
 غرض اپنے نزدیک ایسا انتظام کر دیا کہ کوئی نربد اپار نہ اور تر سکے۔ اس سارے کام کا  
 اہتمام بہرام بیگ کی سپرد تھا۔ یہ سب انتظام کر کے خود برہان پور اور قلعہ اسیر کی طرف  
 چلا گیا۔ قلعہ اسیر نہایت مستحکم قلعہ تھا۔ وہاں کوئی عزیز نور جہان کا قلعہ دار تھا۔  
 ہر چند اسکو نور جہان نے لکھا تھا کہ شاہجہان کے ساتھ رفاقت نہ کرنا۔ مگر اونسے نہ سنا  
 اور وہ شاہجہان کے ساتھ مل گیا۔ اور قلعہ اسیر کے حوالہ کیا۔ ایک خط مہابت خان  
 نے خانخان کو لکھا تھا وہ پکڑ گیا۔ اسلئے شاہجہان کو خانخان پر بھی اعتبار نہ رہا  
 ۔ اسکو مع اہل و عیال کے نظر بند کر کے قلعہ اسیر میں لے گیا۔ یہاں ارادہ تھا  
 کہ اسکو مقتید کہے۔ مگر اب اسکو برہان پور لیکر آیا۔ یہاں عبداللہ خان بھی اس  
 پاس آئے پہنچا۔ شاہجہان نے صلح کا ارادہ کیا۔ اور مہابت خان پیغام بھیجا۔ مہابت  
 نے کہا کہ جب تک خانخان نہ آئے صلح کے شرائط کا افضال نہیں ہو سکتا۔ ناچا شاہجہان  
 نے خانخان سے قول قسم لیکر روانہ کیا۔ اور یہہ ٹہرا کہ دریا سے اسپر ٹہر کر صلح کا  
 فیصلہ کرے۔ اتفاق سے خانخان اسپر روانہ ہوا۔ اسپر بعض جوانمردوں نے دریا سے  
 اس پر مقام عبور کیا۔ جہاں شاہجہان آدمی ہوشیار نہ تھے۔ بہرام بیگ اسکا در  
 اس لشکر کو نہ روک سکا۔ اور سب لشکر عبور کر گیا۔ اب خانخان حیران تھا کہ کیا کر لیا

نہ روئے رفتن نہ رائے ماندن۔ او سنے دیکھا کہ شاہجہان کا اقبال پیچھے ہٹا۔  
ادبار اگے بڑے۔ اسلئے مہابت خان کی توسل سے شانہ زادہ پرویز کے پاس چلا گیا جب  
شاہجہان کو یہ حال معلوم ہوا کہ میرام بیگ لشکر کو نہ روک سکا۔ خانخانان یون ہا  
سے گیا۔ تو وہ موسم باران میں دکن میں گیا۔ اور اس مصیبت سفر میں بہت رفیق  
اور سے جدا ہو کر شانہ زادہ پرویز سے جا ملے۔ اور جو ساتھ گئی وہ بھی بہت اسباب چھوڑ  
برسات میں زمین خراب ہو رہی تھیں۔ کچڑ اور پانی میں اسباب رہ رہ جاتا تھا۔ اور  
لشکر شاہی پیچھے تھا وہ اس سباب کو لے لیتا غرض جب وہ گول کندہ میں قطب  
پاس پہنچ گیا۔ تو شانہ زادہ پرویز بھی اولٹا برعکس پور میں چلا آیا۔ اور پادشاہ کو  
لکھ بھجیا کہ اب کوئی خطر شاہجہان کا نہیں رہا۔ اسلئے پادشاہ پر کشمیر کو روانہ ہوا  
۔ اور صف خان صوبہ بنگالہ کو بھی بلا لیا۔ بغیر اسکے پادشاہ کو چین نہ آتا تھا جب  
شاہجہان دہلی سے ہریت اڑتھا کر ماند گیا تھا۔ تو او سنے فضل خان کو عادل شاہ  
حاکم بجا پور پاس اعانت اور کمک کی امید پر بھیجا تھا پہلے وہ ملک غنیمت پاس آیا  
۔ او سنے کہا کہ ہم سب میں عادل شاہ بڑا ہے۔ اگر وہ رفاقت شاہجہان کی قبول کرے گا  
تو میں بھی حاضر ہوں۔ بغیر اسکے مرضی کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ عادل شاہ  
پاس جب وہ آیا تو او سنے کچھہ التفات نہیں کیا۔ بلکہ جب مہابت خان نے اسے تحریک  
کی تو بائیں ہنر اسوار او سنے میر محمد لاری جسکو وہ میر بابا کہتا تھا دیکر پادشاہ کی خدمت  
کے واسطے متعین کئے۔

اب شاہجہان راہ کی خرابیاں اڑتھا تا ہوا پھلی پٹن میں پہنچا۔ یہاں قطب الملک  
اور کی خاطر خواہ اعانت کی سامان رسد اور ضروریات کا ہم پہنچا دیا۔ اور

اور کچھ روپیہ بھی دیا۔ یوں اس کو لکھتے شاہجہان ملک ٹر لیسین آیا۔ تو یہاں کوئی  
 اوسکا مقابلہ کرنے والا موجود نہ تھا۔ وہ اس ملک پر قابض ہو کر بنگال میں پہنچا۔  
 برودان کو صلاح نے مستحکم کیا۔ ابراہیم نے الہ نگر کے قلعہ کو ہتھوار کیا۔ صلاح نے کچھ  
 مقابلہ کیا۔ مگر عبدالمدخان قلعہ لے لیا۔ اب ابراہیم سے کئی جگہ لڑائیاں ہوئیں۔  
 شاہجہان کے لشکر کو ہر جگہ فتح نصیب ہوئی۔ اور ابراہیم مارا گیا۔ اور پہرہ دار لے لیا  
 - غرض سارے بنگال پر اوسکا تصرف ہو گیا۔ داراب خان اسپر خان خانان کو قید سے  
 چھوڑ کر اوسکو یہ ملک عطا کیا۔ راجہ ہیم کو کہ وہ اوسکا بڑا رفیق تھا۔ پٹنہ روانہ کیا  
 اس شہر کو بھی پادشاہی آدمی نہ بچا سکے۔ سب طرح ہمارا ملک ہی قبضہ میں آ گیا۔ رہتا رہتا  
 قلعہ بھی قلعہ دار نے دیدیا۔ غرض ایک لشکر عظیم شاہجہان کے پاس جمع ہو گیا۔ راجہ  
 ہیم الہ آباد پر آگے بڑھا۔ اور دریا خان کو کڑھ مانگ پور کی طرف روانہ کیا۔ عبدالمدخان  
 نے بڑی شان و شوکت سے دریا سے عبور کر قلعہ الہ آباد کا محاصرہ کیا۔ یہاں وہی قلعہ  
 رستم خان قلعہ دار تھو۔ دونوں میں خوب لڑائیاں ہوئیں۔ شاہجہان جو پور پہنچا  
 - ابنہ دکن کا بندہ سبتر کر مہابت خان اور شانہ اودہ پر ویز الہ آباد کی طرف چلے  
 جب وہ الہ آباد کے قریب آئے۔ تو عبدالمدخان نے محاصرہ ہاتھ اوٹھایا۔ جو ہی میں  
 چلا آیا۔ دریا خان نے کہا توں کو بند کیا۔ اسلئے پادشاہی لشکر کے عبور کرنے میں  
 توقف ہوا۔ جب لشکر اوترا۔ تو عبدالمدخان اور راجہ ہیم اور دریا خان شاہجہان  
 پاس جون پور چلے گئے۔ پھر شاہجہان بنارس میں آیا۔ اور مقابلہ کے لئے لشکار  
 اوترا۔ پادشاہی لشکر بہت تھا۔ شاہجہان پاس نہیں چاہا۔ بنگال کی نوکر کھی ہوئی  
 تھی۔ عبدالمدخان کی مرضی نہ تھی کہ لڑائی ہو۔ بلکہ اسنے دکن کو ہانگنی صلاح بتا



مگر شاہجہان کی سمجھ میں نہ آئی۔ سخت لڑائی ہوئی۔ ہر حکم شاہجہان کی سپاہ کو  
 نہریت ہوئی۔ راجہ بیہیم مار گیا۔ اور رفیق اور دوست بھی کام آئے۔ تمام سپاہ  
 پر گندہ اور پریشان ہو گئی۔ شاہجہان نے اپنے اہل و عیال کو قلعہ برہاس میں چھوڑ کر  
 بہار اور ٹپنہ میں آیا۔ اب دکن میں پناہ ڈھونڈنے کا ارادہ کیا۔ جس اہل سے آیا تھا۔ اسی  
 راجہ بہر جانی کا ارادہ کیا۔ پادشاہ کا ملک بنگال اور بہار پر قبضہ ہو گیا۔ دکن کا  
 حال سننا چاہئے۔

### دکن کا حال

پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ ملک غنیمت اور عادل خان دونوں جاگیر کے ساتھ عہد و چمان کر چکے  
 تھے۔ اس لئے شاہجہان کی اعانت سے دونوں نے انکار کر دیا۔ اب ان دونوں میں استمین  
 لڑائی شروع ہوئی۔ ملک غنیمت نے علی شہر کو مہابت خان پاس بھیج کر بیہیمہ التجا کی کہ مہابت  
 دکن کا اہتمام و سکوسیدہ دھونے کا بادشاہی آدمیوں کی استعانت سے عادل شاہ پر آکر  
 تسلط حاصل ہو۔ عادل شاہ کو بیہیمہ خیال تھا کہ پادشاہ کو اپنا رفیق بنا کر ملک غنیمت کو  
 مغلوب کرے۔ مہابت خان عادل شاہ کی حمایت اختیار کی۔ اور اسے بالاکناٹ  
 میں ایک لشکر متعین کیا۔ کہ لاٹھلا ری کو برہان پور پہنچا دے۔ غرض مہابت خان  
 اور برہان پور نے برہان پور میں چھاؤنی ڈالی۔ اور عادل شاہ کی سپاہ کو دکن کا انتظام کر کے  
 خود بہار و بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ملک غنیمت نے حال معلوم ہوا تو وہ متردد ہو کر  
 نظام الملک کو ساتھ لے کر قندھار کی طرف روانہ ہوا۔ اہل و عیال کو قلعہ دولت آباد میں  
 چھوڑا۔ اور بیہیمہ بہانہ کیا کہ میں قطب الملک کو اپنا زمرقرہ و ایجنٹ ہوں جب ملک غنیمت  
 قطب الملک کو ملک میں پہنچا۔ تو چھوڑا کہ بیہیمہ متعین تھا وہ اندر داخل کر کے

بندر میں آیا۔ یہاں عادل شاہ کے آدمی غافل پائے۔ اونکو مار بھر بندر کو لوٹ لیا۔  
 عادل شاہ کا منتخب لشکر محمد لاری کے ساتھ برہان پور گیا ہوا تھا۔ اوسے اور لشکر کو  
 بلایا۔ اور تمام پادشاہی ملازموں کو لکھا کہ وہ اوسکی حمایت اور اعانت کریں۔ ملک غنیمت  
 اوسکے ساتھ بڑی گستاخی کی ہے۔ جب مہابت خان اور پرویز برہانپور سے ملے تو  
 تو وہ سب اپنے لوگوں کو حکم دیکے تھے کہ جو کچھ محمد لاری کہے اوسکے موافق عمل کرنا۔  
 غرض اوسکے کہنے سے اور مہابت خان حکم آجانے سے تمام دکن کی پادشاہی علاقہ  
 اوسکے طرفدار ہوئے۔ سب فیس اوسکی مدد کے واسطے آن موجود ہوئے۔ جب ملک غنیمت  
 اسکا حال معلوم ہوا تو اوسنے پادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی کہ میں حضور کا  
 غلام ہوں میری عادل شاہ سے دشمنی چلی آتی تھی حضور کو میں معاملہ میں مدد ملت دینی  
 نہیں چاہئے۔ پادشاہ نے کچھ نہیں سنا۔ غرض جب حکم دیکھا کہ یون کام نہ چلاؤ پادشاہ  
 سے بگڑ بیٹھا۔ اور پادشاہی صوبوں پر حملہ کرنے اور اس پاس ملک کو لینے پر آمادہ ہوا۔  
 بالا کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ سب پور پر حملہ کیا شیوا پور لے آیا۔ غرض ایک آفت برپا کر دی۔  
 اب شاہجہان ہی دکن میں آیا۔ ملک غنیمت و سکا ہوا خواہ بنا۔ برہان پور کے محاصرہ  
 اوسکو لکھا۔ شاہجہان نے برہانپور کا محاصرہ کیا۔ مگر حصوین نے اپنا بچاؤ کیا۔  
 اور مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک پرویز اور مہابت خان دریا و نربدا پر آن پہنچے۔  
 شاہجہان نے محاصرہ چھوڑا۔ اپنی جان بچانیکے فکر میں ہوا۔ اب سب اوسکے ہمراہی  
 جدا ہو گئے۔ خود اوسکے لڑے میں ضعف نہایت قوی ہو گیا۔ اور جان کچھ باقی نہ رہی  
 اسلئے اوسنے باپ کو عرضی لکھی اوسمیں اپنے افعال سے مذمت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ عفو  
 تقصیر کے لئے التجا کی۔ پادشاہ نے اپنے ہاتھ ہی یہ جواب لکھا کہ اگر دراز شکوہ اور

ادبیت ان پر چڑھ کر ملازمت میں بیچھڑنے کے بعد قلعہ اسپر درجہ تاس کو حوالہ کر دیا۔ تو قصص  
معاف ہوئی۔ مگر بلا گھاٹ اور سکومت ہونے سے شاہجہان ان سب شرط  
کو منظور کیا۔ دونوں بیٹوں کو بادشاہ پاس بھیج دیا۔ دونوں قلعوں کے قلعہ داروں کو  
لکھ بھیجا کہ بادشاہ جسے حکم دین قلعہ حوالہ کر دے۔ یہ واقعہ ۱۶۲۵ء کا ہے۔

### ذکر عزرو بے ادبی مہابت خان

پہلے لکھئے ہیں کہ جب شاہجہان کو مہابت خان اور پرویز نے شکست دی  
تو انہوں نے جہانگیر کو لکھ بھیجا تھا کہ اب کوئی خطرہ سلطنت میں نہیں ہے آپ  
کشمیر کو تشریف لجھائے۔ چنانچہ بادشاہ کشمیر کو اس سال میں گیا۔ اور ہر دوسرے  
سال ہی گیا۔ جب تیسرے برس روشنائی فرقہ والوں نے سرا ڈھایا۔ تو بادشاہ  
نے یہ ارادہ کیا کہ ابکے دفعہ کشمیر کی جگہ کابل کی سیر کیجے۔ اگرچہ سرحد اور سرگرد  
روشنائی کا اوس پہاڑ اکیلا تھا مگر پر ہی اوسنے کابل ہی کا ارادہ کیا۔ مگر اس مبارک  
سفر میں وہ معاملات پیش آئے کہ جسے ساری سلطنت کا دھچکا پڑنے لگا۔

نوجہان کی اس دہن کہ شہر یار کے پاؤ تلے تخت شہریاری ہو۔ بڑی فساد اٹھائے  
ابھی شاہجہان کا کہہ لگایا تھا کہ مہابت خان اور پرویز کا دھڑکا پیدا ہوا۔ اس  
تیرا سٹ نے سلطنت کرے نئے دشمن پیدا کئے۔ شاہجہان کے ساتھ مہابت خان  
خوب جوہر و خاداری دکھائے تھے۔ بادشاہ کی ایام غور و سالی سے وہ  
و خاداری میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ پہلے اوسکا نام زمانہ بیگ تھا۔ وہ غوریگ  
کا بی کا بیٹا تھا۔ بادشاہ کی ایام شانہ و کی میں احدی کے مرتبہ سے پانصدی کے  
درجہ پر پہنچا۔ اب خانخانان سپہ سالار تھا۔ ہفت ہزاری کا منصب ہو گیا تھا۔

یہی مہابت خان تھا کہ جبکی نسبت طاسن رو اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ وہ عالی ہمت اور  
جواہر اور فیاض تھا۔ اور سب لوگ اسکو عزیز ہی کہتے تھے۔ اور پادشاہ بہت چاہتا تھا۔  
اور وہ شاہجہان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا اب نورجہان اس عروج کو دیکھ کر جلنے لگی۔ اور  
بہائی صنف خان سے لاگ ڈانٹ اوسکی مدت سے چلی آتی تھی۔ پرویز کا وہ نہایت دوست تھا  
غرض اب جیل میں دونوں بہن بہائیوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھوں سے نکل جائیگا۔ تو رشک و  
حسد نے زور کیا۔ پادشاہ سے کہہ لکھا کہ اوسے سیدے حکم پہنچے شروع کئے۔ فدائے خان  
کو شاہزادہ پرویز پاس پہنچا کہ وہ مہابت خان کو اپنی سے جدا کر کے بنگالہ روانہ کرے۔  
خانجہان گجرات سے آنکر شاہزادہ کی تالیقی اور وکالت اختیار کرے۔ فدائے خان نے  
سازگ پور میں پہنچ کر یہ حکم شاہزادہ پرویز کو سنایا۔ تو وہ اس حکم سے راضی نہ ہوا۔  
مہابت خان کی جدائی اور خانجہان کی رفاقت اوسکو پسند نہ تھی جب ہم حاتم خان  
نے پادشاہ کو لکھا۔ تو وہ ان سے حکم نکال دیا کہ شاہزادہ کے نام آیا۔ غرض مہابت خان  
روانہ ہوا۔ اور خانجہان پرویز پاس گیا۔ اب مہابت خان کے نام ایک حکم جاری ہوا  
کہ ملک بنگالہ کی لڑائی میں جو ہاتھی تمہارے ہاتھ آئے ہیں وہ تم نے اب تک نہیں بھیجے۔  
اور بہت سارے غلام سے وصول کیا ہے۔ تمہارا بہت سی ناشی دربار میں موجود ہیں غرض  
تمہا یہاں اپنے علاقہ سے آؤ۔ اور پادشاہی دیوانوں کو جواب دیجھاؤ۔

انہیں دنوں میں مہابت خان اپنے لڑکی کی شادی بر خوردار خواجہ عمر ولد قسبندی سے  
کی تھی۔ اور پادشاہ سے اجازت چسکا لینا ضرور تھا نہ لی تھی۔ اس پر پادشاہ ایسا افر و ختم ہوا  
کہ سارا جہیز مہابت خان کا دیا ہوا گہرا سمیت ضبط کر لیا۔ اور بر خوردار کو برہنہ کر کے  
پٹوا ئے۔ داماد کا یہ حال ہوا محمد حسن اوسکی بی بی کا بہائی تھا۔ اور پر گرنہ ٹیپالہ میں

کڑوڑی تھا۔ روپیہ کے مطالبہ میں اسکو بھی نہایت ذلیل خوار کیا۔ مہابت خان خوب سمجھتا تھا کہ یہ سارے سامان اسکی بے غری کر نیکے آصف خان اور نور جہان کو بھیج اسلئے وہ پادشاہ کو حکم سے دریا و جہلم پر چلا آیا۔ جہان پادشاہ کابل جلے کا ارادہ سے پڑھا مگر اپنی رفاقت میں پانچ ہزار رچوت لایا۔ ان رچو تون کو اسنے اپنی حکمت اور تدبیر سے ایسا خیر خواہ بنالیا تھا کہ اسکے نام پر سرکشانے اور جان پر کیسل جانے کو اپنی سرخروئی و سرسمازی سمجھتے تھے۔

جب مہابت خان اس کروہ خو خوا کے ساتھ دریا و جہلم پر پہنچا۔ تو لوگوں میں چرچا مچا کہ معلوم نہیں مہابت خان کا کیا ارادہ ہے۔ مگر آصف خان باوجود عاقل ہونیکے ایسا غافل ہوا کہ اسنے پادشاہ کو حکم مہابت خان پاس بھجوا دیا کہ جب تک مطالبہ حساب کا دلوا اعلیٰ کو نہ سمجھاؤ۔ اور اپنے مدعیوں کی بمقتضای عدالت تسلی نہ کرو مجر ا موقوف۔ مہابت خان نے یہ سوچ سمجھ کر کہ دشمنوں نے اسکی بریادی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی یہ ارادہ کیا۔ کہ کوئی تدبیر ایسی سوچی جائے کہ جس میں پوری کامیابی ہو۔ اس زمانہ میں لغنی جادی ہمارے ۱۶۲۶ء میں پادشاہی فوج دریا و جہلم پر پڑی تھی اور کشیدوں کے ذریعہ سے پارا وترنے اور کابل جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ نواب آصف خان بدردہ پردہ غفلت کا پڑا کہ باوجودیکہ ایسا قوی بازو دشمن ہمسایہ میں تھا۔ مگر وہ خود تمام لشکر کو لیکر پارا وتر گیا۔ اور پادشاہ پاس حرم سلیمین سوار چند خواصوں اور خواجہ سلوؤں کے کوئی باقی نہ رہا۔ جب مہابت خان کو علی الصبح یہ کیفیت معلوم ہوئی تو چار پانچ ہزار رچو تون کو لیکر اپنے خیمہ سے نکلا اور پل کو روک لیا۔ دو ہزار رچوت یہاں متعین کئے۔ اور حکم دیا کہ پل کو جلا دیں۔ اگر کوئی اور ہر سے قصد اوترنے کا کرے تو مقابلہ سے پیش آئیں۔

باقی راجپوتوں کو خمیوں کے گرد پہلایا دیا۔ اور خود دولت خانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور  
 حرم سے گذر کر معتمد خان کو پیشخانہ کے سامنے گیا۔ پادشاہ کا حال پوچھا۔ اور آگے بڑھ کر  
 سواری پر قاتون کے اندر بارگاہ کو دروازہ پر آن کھڑا ہوا۔ اور غلامانہ کے کوہاڑوں کو  
 اندر گھس گیا۔ ہر خدیو پادشاہوں کے ملازموں کے کہا کہ ہم آپ کی اطلاع پادشاہ کی کریں  
 ۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ سواری کی سطح کھڑپڑ ہوئی۔ اور حرم سرزمین غل مچا لیا پوٹیا  
 بھی کہ رات کا خارشرب کا نہ اتر رہا تھا۔ اور اچھی طرح ہوش میں نہ آیا تھا۔ تلوار ہاتھ  
 میں لئے گہرے گہرے بھر بھل آیا۔ اور بالکی میں ہو بیٹھا۔ اور کہا کہ مہابت خان کیا کہتا ہے  
 مہابت خان اس وقت کو فرش بچا لایا۔ اور بالکی کے گرد تین دفعہ قصد ہوا۔ اور  
 ہاتھ باندھ کر یہ عرض کیا کہ مجھے یقین تھا کہ نصف خان کا تہ سے تو میری خلاصی ممکن  
 نہیں۔ اور نہایت ذلت اور خواری سے مارا جاؤنگا۔ اس لئے مضطرب ہو کر یہ حرکت اور  
 دلیری کی ہے کہ حضور کی پناہ میں آیا ہوں۔ اگر میں متوجہ قتل و سیتا ہوں تو حضور  
 دست مبارک سے سیاست فرمائیں۔ اگرچہ جہانگیر اول والے اپنے غیظ و غضب کو نہ وک سکا  
 ۔ اور دو ایک دفعہ ارادہ ہوا کہ تلوار سے سلو سکا اور اڑے۔ مگر میں ضرور بدشتی نے  
 ترکی زبان میں پادشاہ کو سمجھایا کہ وقت اس کا مقتضی نہیں ہے غرض پادشاہ نے ہی  
 اپنے تئیں ضبط کیا۔ اس عرصہ میں راجپوت دولتخانہ کے اندر اور باہر سب جگہ پھیل گئے  
 ۔ اب مہابت خان نے عرض کیا کہ حضور کی سواری کا وقت ہے حضور سواری میں۔ اور  
 بندہ پارکاب چلتا کہ لوگوں کو جو میری طرف سے گیان اس گستاخی اور جرات کا ہے  
 رفع ہو جاوے۔ اور یہ لوگ جان جائینگے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ حضور کے حکم کے  
 موافق کیا ہے۔ اپنا گہڑا سامنے کیا کہ اسپر سواری میں مگر پادشاہ نے اپنے خاص کا گہڑا

جب لباس پہننے کا ارادہ سے پادشاہ فرخل میں جائیگا ارادہ کیا۔ تو وہ مانع آیا۔ یہاں پادشاہ کو امید تھی کہ نور جہاں صلاح اور مشورہ کا موقع ملے گا۔ اتنے میں پادشاہ کا خاصہ کا گھوڑا لگیا۔ اور دوسرے کے فاصلہ پر پادشاہ چلا ہو گا کہ مہابت خان نے اپنا ہاتھی پیش کیا اور عرض کیا کہ ازراہم خالق بہت ہی صلاح وقت کہ حضور ہاتھی پر سوار ہوں اور شکار کے لئے تشریف لے جاؤں۔ پادشاہ ہاتھی پر بیٹھا۔ ایک مسلح جوہت آگے اور دو چیمے پادشاہ کی بیٹھے غرض اس ہاتھی پر بیٹھا جیسے پہلے کہ پادشاہ قابو میں رہے گا۔ مقرب خان پادشاہ کو پاس حوض میں جا بیٹھا۔ مگر ایک زخم کھایا۔ خدمت بہت خراب پادشاہ کی لڑ شراب و صراحی و جام پاس رکھتا تھا بڑی دقت حوض کے کنارہ کو پکڑ کر ہوا اور ہر حوض کے اندر جا بیٹھا۔ آدھ کوں پادشاہ گیا ہو گا کہ گجیت خان داروغہ فیلخانہ مادہ فیل خاصہ شہابی کی لایا۔ اور اس ارادہ سے کہ پادشاہ کو اوپر بیٹھا ہے اچوتوں کے حلقہ کو چیر جا کر پہنچا۔ اوں کو مہابت خان کے اشارہ سے چوتوں نے مار ڈالا۔ غرض اس طرح میر و شکار کے بہانہ سے پادشاہ کو ہمراہ لیکر مہابت خان اپنی خیمہ گاہ لے گیا وہاں نذرین دلوائیں بیٹوں کو نقد کیا۔ یہاں سے بڑی چوک ہوئی کہ وہ نور جہاں غافل رہا۔ اب اوں کو خیال آیا کہ چال لگ گئی اس لئے وہ پادشاہ کو بہر دولت خانہ میں لایا۔ مگر سیکم کو اتنی فرصت مل گئی اور اوسان اوں کے ہکانے سے کچل و سنے دیکھا کہ پادشاہ کت پہنچا کھن نہیں۔ توفی انورا و سنے ہسین ل اور ٹوٹی پنہٹی ڈولی میں بیٹھا ایک خواجہ سر کے ساتھ دیا یا پانے بہائی صف خان پاس چلی گئی۔ اور پل پر چوتوں کی روک ٹوک سے بچ گئی۔ جب مہابت خان کو سیکم نہ ہاتھ لگی تو اوں کو شہر یا یکی فکر ہوئی۔ وہ پادشاہ کو شہر یا یکی خیمے میں لے گیا۔ یہیں رات کو پادشاہ آرام کیا۔

اب بیگم نے پاراؤں کر بہائی کے سامنے تمام سرداروں کو لعنت ملامت کی۔ اور غائب  
 پکار کر کہا کہ تم کیسے نامرد اور غافل ہو کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پادشاہ کو گرفتار  
 کر دیا۔ اب اسکا نذار کر کرنا چاہئے۔ رتبے عرض کیا کہ کل حضور کے ہم کاب فوج مرتب  
 کر کے چلینگے۔ اور دشمنوں سے سمجھینگے جیسا صلاح کی خبر پادشاہ کو ہوئی تو اسے  
 اپنے معتمد ملازم نور جہان پاس بھیج کر خبردار ہر گز ہر گز لڑائی کا ارادہ نہ کرنا اور  
 اپنی خاص لگوٹھی ہی پہنجدی تاکہ وہاں اس پیغام پر اعتبار ہو۔ اور یہ یہی کہلا بھیجا  
 جو وقت کہ مین ادھر ہوں شکوہ دہر سے آنکر ڈر نیسے بخیر خدمت اور پریشانی کے کچھ حاصل  
 نہ ہوگا۔ مگر یہاں یہ سمجھا گیا کہ جہاں خان نے کہنے سننے سے پادشاہ کو یہ پیغام اور مہر  
 پہنچی ہے۔ اسلئے لڑائی کا ارادہ مصمم ہوا۔ مگر اتنے عرصہ کے لئے ملتوی کیا کہ پادشاہ  
 کی اقامت ٹھیک ٹھیک معلوم ہو جا۔ فدائی خان پادشاہ کا ایک جانثار ملازم تھا۔ اسے  
 پادشاہ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اسلئے سوار ہو کر دریا کے کنارہ پر آیا۔ مگر یہاں پل ٹپکا  
 پڑا ہوا تھا۔ اس پر عبور نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے اس نے دو تھانے کو مقابل دریا میں تیر کر  
 پار جانے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے چند نوکروں کے ساتھ گھوڑا دریا میں ڈالا۔ مگر حسب  
 اتفاق اسکا ارادہ معلوم ہو گیا۔ بہت عہد ہی اس کے مارے گئے۔ بعض دریا میں ڈوب کر  
 رہ گئے۔ غرض خود فدائی خان بہار دشواری جان اپنی بچا لے گیا۔

دوسرے دن صبح کو لیجے ۲۹ جمادی الثانی کو آصف خان اور خواجہ ابوالحسن اور  
 اسر سپاہ لیکر اناوہ پیکار ہوئے۔ نور جہان خود ہاتھی پر سوار ہو کر مروج میں بیٹھی  
 ۔ اور دو تیرش دریا کے کنارے کھڑی۔ شہر یار کے چھوٹے بیٹے کو گود میں لیا۔ دو  
 خواجہ سراؤں کو آگے پیچھے بٹھایا۔ سب سی پلے ہاتھی اپنا دریا میں ڈالا۔ مگر اس



اوترنے میں تہتمام فوج کا بکڑ گیا۔ نور جہان کا ہاتھی رجپوتوں کی فوج کو سامنے  
 پڑا۔ صف خان لشکر کسی طرف چلا گیا۔ فدائی خان کسی طرف گیا۔ ابوجس کہیں  
 اور ہی چلا گیا۔ بہت سی لوگوں کو تیرا پڑا۔ وہ خود ہینگے۔ اور زرہ بکتر ترہ تر ہو گئی۔  
 اونکے بوجھ کے مارے سپاہیوں کو ہوش بکڑنے لگے۔ باروت سیل گئی۔ مگر اس  
 ہینگے ہوئی سپاہ فوجی پاراوتر کر میدان گوم کیا۔ ہزاروں آدمی ضائع ہوئے۔ نور جہان  
 نے ہی اپنے ترکش خالی کئے۔ اوسکی گود میں شہر یار کے بیٹے کے بازو میں تیر لگا۔ اوسکو  
 خود نکالا۔ اور تمام لباس اوسکا خون رنگین ہو گیا۔ کئی خواجہ سر سامنے ہاتھی کے  
 جان تار ہوئے۔ ہاتھی کے ہی سونڈ میں دوتلووار کے زخم لگے۔ اور اوسکا منہ  
 بہر اتود و چار بر حصے پٹھوں پر بھی لگ گئے۔ فیلیان کے ہاتھی بھاگیا۔ گہرے پانی  
 میں وہ چلا گیا۔ غرض بہر خرابی دریا پاراوتر کر نور جہان دولت خانہ شاہی میں  
 جا پہنچی۔ صف خان یہہہ براقت دیکھ کر انگ رستہ اس کا رستہ لیا۔ وہاں ابوجس  
 بھی بھاگ گیا۔ یہاں قلعہ مستحکم کیا۔ البتہ فدائی خان دشمنوں سے لڑتا بہر تاشہر یار  
 کے خمیہ کے سامنے جہان پادشاہ تھا جا پہنچا۔ سر پر وہ آدمیوں سے بہر ہوا تھا۔  
 پادشاہ پاس نہ پہنچ سکا۔ یہیں سے تیر اندازی شروع کی۔ اوسکے اکثر تیر دوتخانہ میں  
 پادشاہ کے روبرو پڑے۔ مگر جب سارا لشکر پیچھے کو بہا کا تو وہ بھی رخمی ہو کر پیچھے ہٹا  
 اور بڑے بڑے شجاع دلیر فریق اوسکے مارے گئے۔ وہ خود رستہ اس کو بہا ل گیا  
 جب کہ نور جہان نے دیکھا کہ لڑائی بھڑائی سے خاوند قید سے نہ چھوڑا تو شوہر کے  
 ساتھ قیدی بن چلی گئی۔ اور وہاں اندر ہی اندر بند و بست پادشاہ کی رہائی کر فریادی  
 مہانت خان دریا و جہلم پر یہہہ فتح حاصل کر کے دریا و اٹک کی جانب بصف خان کی

فکر میں چلا۔ جب دریا راگ پر پہنچا۔ تو بادشاہ سے اجازت لیکر قلعہ لگ میں گیا۔  
 اور صف خان اور سرداروں کو جو اس کے ساتھ تھے قید کر لیا۔ دو تین روز قیدی  
 دشمن کے رفیقوں کو تلوار سے مار ڈالا۔ غرض اب اسکی ہندت لوگوں کے دلوں میں  
 بیٹھی جاتی تھی۔ مگر اسکی قوت جیسی ظاہر میں شان و شوکت کی معلوم ہوتی تھی  
 ایسی درحقیقت نہ تھی۔ اسلئے کہ اسکا کوئی رفیق سوار جو چوٹوں کے نہ تھا۔ اور جو تو  
 کی فوقیت ہو ساری فوج بادشاہ کی ناراض تھی۔ اور وہ جہانگیر کی وفاداری کا دم  
 بہرتی تھی۔ دونوں بیٹے پرویز و شہر یار بھی بادشاہ کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔  
 اور ایمان دولت اور امیر ان سلطنت اسکی بدسلوکی سے ناراض تھے۔ غرض  
 مہابت خان کو مخالف بہت تھے۔ اور رفیق تھوڑے۔ اسلئے اسنے گو بادشاہ کو  
 قید کر رکھا تھا۔ مگر اس قید میں ہی وہ اسکی تعظیم اور تکریم منت سماجت کرتا تھا۔  
 کیسے طر حلی گستاخی اور بے ادبی نہ کرتا۔ اسے صلح بادشاہ کو کہ بل میں لے گیا۔ اب جہان  
 نے نور جہان کے سکھانے پر ہانسیسے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو مہابت خان کہتا وہ  
 اور اوسمیں کچھ چون و چرا نہ کرتا۔ نور جہان خلوت میں جو اسے عرض کرتی وہ  
 مہابت خان سے بادشاہ فرمادیتا۔ بارہا اسنے کہا کہ نور جہان کو ہرگز ہرگز اپنے سے  
 ایسا صاف نہ سمجھنا جیسا کہ میں تجھے صاف ہوں۔ وہ ہر وقت تیرے بارنگی فکر میں  
 ہے۔ اور آصف خان کی بہو کا ارادہ ہے کہ تجھے گولی سے مار دے۔ غرض بادشاہ کی  
 اس مشفقانہ باتوں نے مہابت خان کو اندھا بنا دیا۔ اور پادشاہ پر بالکل اطمینان ہو گیا۔  
**مہابت خان کی خرابی**  
 اب مہابت خان کے مہابت میں یوں فرق آیا کہ راجپوتوں نے جب یکبارہ اور بادشاہ

افسر تو شرمندگی کے مارے بادشاہ کو دربر و سرسبزین اڑھا سکتے۔ تو وہ ایسے زور و  
چڑھے کہ کسی کو اپنے سامنے نہ سمجھتے تھے۔ اور لوگوں پر ظلم کرتے تھے۔ آخر یہ ظلم ایک  
خرابی اور ہلاکت تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکار کے واسطے ایک جگہ پر احدی متعین تھے  
کہ وہاں کسی جانور کو نہ چرنے دیں۔ ان رچوتوں کی ایک جماعت وہاں اپنی گھوڑ  
چرنے کے لئے چھوڑ دئے۔ جیسا کہ احدی نے منع کیا تو رچوتوں نے تلواروں سے  
اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ سپر احدیوں نے بادشاہ سے استغاثہ کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا  
کہ تم اوس قاتل رچوت کا نشان اور تپہ بتلاؤ۔ تحقیقات سے اگر خون اور سپر ثابت ہوگا  
تو سزا بجا نیکی۔ اس حکم شاہی پر احدی راضی نہ ہوئے۔ دوسرے زور و ان سب کے مکمل  
ہو کر رچوتوں پر حملہ کیا۔ کچھ ملک غیر تھا۔ کچھ ہوا بدلی ہوئی تھی۔ غرض رچوتوں  
کی بڑی کھنڈت ہوئی۔ نو سو مارے گئے۔ بہت سی ہڈیاں مین بہاگ گئے۔ کچھ قیدی ہو  
وہ ہندو کش کے پارتیوں کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ مہابت جان بہم خبر بنکر اپنے  
رفیقوں کی حمایت کر لئے سوار ہوا۔ مگر راہ میں دشمنوں کا غلبہ دیکھا۔ اور اپنی جان  
خوف پیدا ہوا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں کو تو اس کا حکم ہوا۔  
بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بالی مہابی اس فیساد کے بدیع الزمان اور خواجہ قاسم میں  
۔ بادشاہ نے اونہیں گرفتار کر کے مہابت خان کے حوالہ کیا۔ اوس نے اون کو  
قید اور نہایت ذلیل کیا۔

ہم پہلے لکھا ہے مین کباب مہابت خان نے بادشاہ کی طرف سے بالکل اطمینان تھا  
اس لئے اوس نے یہ طریقہ چھوڑ دیا کہ وہ رچوتوں کو لا کر چاروں طرف دو تھانہ کے  
گرو کہہ کر لاتا تھا۔ سوا اسکے عہدہ رچوت کابل میں احدیوں کے ہاتھ سوار ہو گئے تھے۔

نور جہاں بیٹھے بیٹھے یہ حکمت کرتی تھی کہ کارآمودہ سپاہیوں پر عنایت کرتی۔ اور انکو اکادہ جنگ کنتی۔ ہوشیار خان خواجہ سرکر کو لاہور پہنچا۔ وہ وہاں سے دو ہزار سوار نوکر رکھ کر لایا۔ اب بادشاہ پاس بھی اوسے اپنے سپاہی بہت جمع کر دئے تھے۔ غرض جب نور جہاں نے ان سپاہیوں کا خوب انتظام کر لیا۔ اور جہانگیر کا بل سے مرعیت کر کے رہنما کے قریب ایک منزل پر پہنچا۔ تو اوسے بادشاہ سے عرض کیا کہ جاگیر داروں کی فوج کی موجودگی سے جب بادشاہ نے نور جہاں کے اوسکی فوج کی حاضری کے لئے حکم دیا۔ تو وہ بظاہر خفا ہوئی اور کہنے لگی کہ واہ مین اور جاگیر داروں کی برابر بیٹھوئی۔ مین اپنی سپہ سالار بننا جاہ اور منصب کے موافق دیکھا ونگی۔ اوسنے اپنی قدیم سپاہ کی کمی کا اظہار کر کے جدید سپاہ بہرتی کرنے کا بہانہ بنایا۔ غرض جب ان اس سپاہ کی موجودات کا آیا۔ تو بادشاہ نے خواص کے ہاتھ کھلا بھیجا۔ اور نور جہاں کی فوج کی موجودات ہی تم دربار میں نہانا۔ مبادا کوئی فساد کھڑا ہو جائے غرض یہ سپاہ بادشاہ کی بارگاہ میں جمع ہوئی۔ اوسنے بادشاہ کو بچہ بین لیا۔ اور جن رجیوتوں کے نزع میں بادشاہ رہتا تھا انکو ملوحدہ کیا۔ مہابت خان ہاتھ ملتا رہ گیا۔ پھر بادشاہ نے حکم بھیج دیا کہ تم ایک منزل کے چلا کرو۔ اگرچہ وہ مطلب سمجھ گیا مگر احدیوں کی لڑائی سے ایسا دب گیا تھا کہ کچھ نہ کہہ سکا۔ لاچار آگے کو روانہ ہوا۔ بعد ازاں بادشاہ ایسی تیرسواری پر سوار ہوا کہ مہابت خان اپنی منزل پر نہ ٹہر سکا۔ دریا جہلم کے پار ٹہرا۔ اب جہانگیر نے فضل خان کو بھیجا کہ حکم اوس پاس پہنچو۔ اول یہ کہ شاہ جہاں نے مین موجود ہے وہاں تم جا کر اس مہم کا انجام دو۔ دوم صف خان کو قید سے چھوڑ کر حضور کے پاس پہنچو۔ سوم ملہورٹ اور ہوشنگ پور ان دینا کہ بارگاہ معلیٰ میں پہنچاؤ۔ چہارم لشکر خان پر مخلص خان جبکہ تم صاف تھے۔ درگاہ والا مین پہنچو۔ اگر صف خان کے

پہنچے من توقف کیا تو ایک فوج خزار تھم پر متعین کیجا گئی۔ سلطان دانیال کے بیٹوں کو  
 فوراً مہابت خان نے بھیج دیا۔ مگر صف خان کے پہنچنے میں یہ عذر کیا کہ میں نور جہاں کی نظر  
 سے ملنے نہیں ہوں۔ اسلئے خوف کہ مبادا صف خان کو چھوڑ دوں۔ اور یکم بھیج دینے  
 چڑھا دیں۔ اسلئے لاسو جاکر او کو چھوڑ دیا۔ اس پر یکم بڑی آشفتنہ ہوئی۔ فضل خان کو پراس  
 پاس بھیج غرض وہ مہابت خان کو سمجھا کر اور قریں قسم دیکر صف خان کو لے گیا۔ اور اسلئے  
 بیٹے ابوطالب کو چھوڑ گیا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ جس جگہ صف خان قید ہوا تھا اسی جگہ  
 رہا ہوا۔ اب مہابت خان نے اس کی طرف شاہجہاں پاس جانیکا قصد کیا۔ نور جہاں ہی  
 کیا عاقل تھی اسنے مہابت خان کو کیا حکم بھیجا یا کہ شاہجہاں کی مہم کا بہانہ کر کے اسکو  
 دفع کرے۔ اور ایک لاکھ سے دو سائون کو ماری۔ ایک دشمن کو دو کمر دشمن سے تباہ  
 کرائے۔ شاہجہاں کی یہ کیفیت تھی کہ جب اسکو یہ خبر پہونچی کہ پادشاہ کو مہابت خان  
 نے قید کر لیا ہے۔ تو وہ مہابت خان سے عرض لینے کا ارادہ سے ایک ہزار سپاہ ہمراہ لیکر چلا  
 اسکو امید تھی کہ جتنا آگے بڑھتا جاوے گا فوج بھی بڑھتی جائیگی۔ مگر اسکا دلی رفیق  
 راجہ شن سنگھ جمیر میں آنکر گیا تھا۔ اسکے ساتھ جو اسنو ہوا رہے وہ بھی حضور  
 اور منتشر ہو گئی۔ اسلئے شاہجہاں کی سپاہ ادھی رہ گئی۔ اسلئے وہ سندھ کو جنگلوں کی  
 راہ سندھ کو پہنکا۔ اور نہایت افسردہ اور پروردہ خاطر تھا۔ اگر وہ بجا رہتا تو یقینی راہ  
 کو چلا جاتا۔ یہاں کے پادشاہ شاہ عباس اسکی مدد بھی بڑی محبت تھی۔ مگر جب ٹھٹھ  
 میں آیا۔ یہاں اسے مقابلہ ہوا غرض ہ بیماری سے ایسا لاچار تھا کہ بالکل میں پڑ کر گھبرا  
 گیا تھا۔ اسنے من کو روانہ ہوا غرض اسوقت اسکے اشارہ اقبال نے طلوع کیا کہ لاہر

پر دینے کی بیماری کی خبریں اوس پاس پہنچتی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بہائی جاننہ ہو گا شراب کثرت سے پیتا تھا۔ صرع کا مرض تھا۔ کیونکر بچا۔ آخر مر گیا اور نہایت خان کی یہ خبر پہنچی کہ بجائے اسکے وہ شاہجہاں کا چچا کرے بادشاہی عہدہ نے اوسکا چچا کیا۔ اب عہدہ خان نے دیکھا کہ کوئی راہ نجات کی سوار اسکے نسین سے کہ شاہجہاں پاس چلے۔ اسلئے اوس عرض ہی کیا کہ عفو تقصیر کی درخواست کی شاہجہاں فوراً اوسکو نکال دیا۔ اب بادشاہ آزاد ہو کر لاہور میں آیا۔ یہاں سلطنت کو کاموں کا انصرام کیا۔ صف خان کو لاہور کا صوبہ دار مقرر کیا۔ جب سب کاموں سے فارغ ہوا تو حسب دستور کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا۔

## جہانگیر کے مرینکا بیان

بادشاہ کشمیر میں پہنچا۔ وہاں دوسرے مرض نے جو مدت سے اوسکے دم کے ساتھ تہا زور کیا۔ اور برے آثار ظاہر ہوئے۔ کچھ دنوں بعد اس مرض میں تخفیف ہوئی۔ مگر ہوک جاتی رہی۔ اور ایون سبھی کہ چالیں برس منہ سے لگی ہوئی تھی نفرت ہو گئی۔ فقط شرب انگوری کے دو چار پیالوں پر زیت کا مدار تھا۔ ایسے وقت میں شہزادہ شہر یار بھی دارالشفیہ کے مرض میں مبتلا ہوا۔ تھم ہل گر گئے۔ اوسکو لاہور علاج کے واسطے بھیجا مگر صحن اب بادشاہ نے کشمیر کے سرد ملک کو چھوڑ کر خود بھی لاہور کے سرد ملک کی طرف راہ لی۔ جب یرم گلہ میں پہنچا۔ تو یہاں شکار کیلئے بیٹھا۔ زمیندار ہرنوں کو گھیر گیا کہ تیرے کوہ پر بادشاہ اور نپندوق مارتا۔ وہ لوٹتے پوٹتے پہاڑ سے نیچے گرتے۔ ایک اجل سیدہ پیادہ اسطرح ہرن کو گھیر کر لاتا تھا کہ اوسکا پیر پھیل گیا۔ اور وہ خوشکار کی طرح پہاڑ سے قلابا زبان کہتا ہوا نیچے آیا۔ ساطعین چور چور ہو گیا۔ یہہ دیکھہ بادشاہ کہہ کر کھڑا ہوا

اور اسوقت سے اسکا دل ایسا بے قرار ہوا کہ پہر اسکو قرار نہ ہوا۔ یہ پیادہ ہی اسکو  
 واسطے غزائیل تھا۔ اب پادشاہ لاہور کی طرف آگے بڑھا۔ پہاڑ کے اوتار چڑھاؤنے بھی  
 اور مرض کو زیادہ کیا۔ شراب سے بھی اب نفرت ہو گئی غرض لاہور تک نہ پہنچنے پایا تھا  
 کہ اتوار کے دن ۲۸ - شہر صفر ۱۰۳۸ء میں مطابق ۲۸ - اکتوبر ۱۶۲۷ء میں جہان فانی سے  
 گزر گیا۔ ساٹھ برس کی عمر تھی۔ ۲۲ برس سلطنت کی۔ اس باغ میں کہ لاہور کے  
 قریب نور جہان نے لگایا تھا دفن ہوا۔ ایک عمدہ مقبرہ اسکا اب تک موجود ہے۔

### امرا و جہانگیری کی سیان میں

اکبر کے عہد کے جوامرا و جہانگیری کی خدمت میں تھے وہ پادشاہ ہی کے روبرو مر گئے تھے  
 خان عظم غزنیکا انتقال مہابت خان کی گستاخی سے پہلے ہو چکا تھا۔ سب سے زیادہ لائق  
 امیر عہداکبری کا اس عہد میں خاتمانان اسپر بزم خان تھا۔ اسنے جو کجرات اور کون  
 میں کارہائیاں کئے اور نکاحا لڑے ہی چکے ہو۔ وہ عربی سنسکرت فارسی ترکی  
 زبان میں کمال لکھتا۔ واقعات بابری کا ترجمہ اسی نے فارسی میں کیا ہے۔  
 سنسکرت و ہندی کے اشوک سیکڑوں اور سکے اب تک ہندوؤں کو یاد ہیں۔ بعض قصا  
 اور اشعار عمدہ عمدہ اسکے موجود ہیں۔ بہتر برس کی عمر میں ۱۶۲۶ء میں انتقال کیا  
 ۔ ملک غنیمت بھی جو کون میں تھا اسی سنہ میں مر گیا۔ نور جہان کا باپ عماد الملک بھی  
 عقلمند اور فرزانہ اور نیک مزاج وزیر تھا۔ صف خان اسکا بیٹا بھی لائق اور قابل  
 سردار تھا۔

### جہانگیری کے بعض کام رفاد عام کے

سلطنت جو صوبہ بنگال سے متعلق تھا وہاں لیکن رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ زمیندار

اپنے لڑکوں کو خواجہ سربراہ بنارنگری میں دیدیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس ہم لے  
 اور جگہ ہی پر پہلے پانے شروع کئے۔ ہر سال ایک اطفال ضائع اور مقطع ہنس ہونے  
 شروع ہوئے۔ سلسلہ جلوس میں جہانگیر نے اس کام کو اپنے سخت مخالفت کی۔ اور تمام  
 اعمال بنگال پر تاکید کی کہ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہو اسکو سزا دی جائے۔ اور جب تندر  
 چھوٹی عمر کے لڑکے خواجہ سربراہین اور لڑکوں لے لیا جائے۔ اور خواجہ سربراہین کی خرید و  
 آئندہ بند کی جائے۔ تاکہ یہہ رسم مرد و تھوڑے دنوں میں بالکل موقوف ہو جائے  
 سلسلہ جلوس میں اس پادشاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص تنہا کو نہ بیٹے تینا کو  
 امریکا کا لفظ ہے وہیں سے اہل فرنگ ہندوستان میں آئے تھے۔ انہوں نے پہلے آؤ  
 فوائد بیان کیے کہ اسکا بڑا رواج ہو گیا۔ ہندوستان میں اس کی کاشت ہو گئی  
 مگر جہانگیر کو اس سے بچہ لے لیسے نقصان معلوم ہو گیا اس کی مخالفت کا حکم صادر فرمایا۔  
 کیا تعجب کی بات ہو کہ ایران میں شاہ عباس اور ہندوستان میں جہانگیر نے اور  
 انگلستان میں جیمس اول نے ایک ہی زبانہ میں اپنے اپنے ملکوں میں تنہا کو پینے  
 کی مخالفت کی۔ سلسلہ جلوس مطابق سلسلہ سحری میں جہانگیر نے حکم دیا کہ اگر آباد  
 لاہور تک ہر کس پر مینارہ اور دو دو کوس پر چھتہ کنواں بنایا جائے۔ اور شکر  
 دورویہ درخت سایہ دار اور بار آور لگا دیے جائیں۔ چنانچہ یہ مینارہ بعضوں تک  
 موجود ہیں۔ دہلی کے باہر تھوڑی دور پر یہ مینارہ قائم ہے۔

## توزک جہانگیری

اس کتاب میں جہانگیر نے اپنے فرمان روائی کا حال و سبب بیان کیا ہے  
 لکھا ہے۔ اور بعد ازاں پادشاہ نے محمد خان کو کہ اسکا معتمد سردار تھا حکم دیدیا کہ



اور اسوقت سے اسکا دل ایسا بے قرار ہوا کہ پہر اسکو قرار نہ ہوا۔ یہ پہاڑی اور سکھ  
 واسطے غزائیل تھا۔ اب پادشاہ لاہور کی طرف آگے بڑھا۔ پہاڑ کے اوتار چڑھاؤ نے بھی  
 اور مرض کو زیادہ کیا۔ شراب سے بھی اب نفرت ہو گئی غرض لاہور تک نہ پہنچے پایا تھا  
 کہ اتوار کے دن ۲۸۔ شہ صفر ۱۰۳۳ھ میں مطابق ۲۸۔ اکتوبر ۱۶۲۶ء میں جہان فانی سے  
 گزر گیا۔ ساٹھ برس کی عمر تھی۔ ۲۲ برس سلطنت کی۔ اوس باغ میں کہ لاہور کے  
 قریب نور جہان نے لگایا تھا دفن ہوا۔ ایک عمدہ مقبرہ اسکا اب تک موجود ہے۔

### امرا و جہانگیری کی بیان میں

اکبر کے عہد کے جو امرا و جہانگیری کی خدمت میں تھے وہ پادشاہ ہی کے روبرو مر گئے تھے  
 خان عظم غزنیکا انتقال مہابت خان کی گستاخی سے پہلے ہو چکا تھا۔ سب سے زیادہ لائق  
 امیر عہد اکبری کا اس عہد میں خانخانان سپہ سالار خان تھا۔ اوسنے جو غزوات اور کون  
 میں کاربایا نمایاں کئے اور نکاحا ل پڑھ چکے ہو۔ وہ عربی سنسکرت فارسی ترکی  
 زبان میں کمال کہتا۔ واقعات بابری کا ترجمہ اوس نے فارسی میں کیا ہے۔  
 سنسکرت و ہندی کے اشوک سیکڑوں اوسکے ایک ہندوؤں کو یاد میں۔ بعض قصائد  
 اور اشعار عمدہ عمدہ اوسکے موجود ہیں۔ بہتر برس کی عمر میں ۱۶۲۶ء میں انتقال کیا  
 ۔ ملک غنیز ہی جو کون میں تھا اسی سنہ میں مر گیا۔ نور جہان کا باپ عباد الملک بھی  
 عقلمند اور فرزانہ اور نیک مزاج وزیر تھا۔ صف خان اوسکا بیٹا بھی لائق اور قابل  
 سردار تھا۔

### جہانگیری بعض کاموں پر فہام عام کے

سلطنت جو صوبہ بنگالہ سے متعلق تھا۔ وہاں ایک رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ میسار

اپنے لڑکوں کو خواجہ سربراہ کر زرا لگاری میں دیدیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس ہم لے  
 اور جگہ ہی پر پہلایا نہ شروع کئے۔ ہر سال ایک اطفال ضائع اور مقلعہ اسل ہونے  
 شروع ہوئے۔ سلسلہ جلوس میں جہانگیر نے اس کام کو واسطے سخت مخالفت کی۔ اور تمام  
 اعمال بنگال پر تائید کی کہ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہو اسکو سزا دی جائے۔ اور جب تندر  
 چوٹی عمر کے لڑکے خواجہ سربراہین اور انکو لے لیا جائے۔ اور خواجہ سربراہین کی خرید و  
 آئندہ بند کی جائے۔ تاکہ یہہ رسم مرد و تہ و طرس دونوں میں بالکل موقوف ہو جائے  
 سلسلہ جلوس میں اس پادشاہ کو ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص تنباکو نہ پیئے تنباکو  
 امریکا کا لفظ ہے وہیں سے اہل فرنگ ہندوستان میں لائے تھے۔ انہا نے پہلے اسکو  
 فوائد بیان کیے کہ اسکو بڑا رواج ہو گیا۔ ہندوستان میں اسکو کی کاشت ہونے لگی  
 مگر جہانگیر کو اسسے کچھ ایسے نقصان معلوم ہوئے کہ اسکی مخالفت کا حکم صادر فرمایا۔  
 کیا تعجب کی بات ہو کہ ایران میں شاہ عباس اور ہندوستان میں جہانگیر نے اور  
 انگلستان میں جیمس اول نے ایک ہی زبانہ میں اپنے اپنے ملکوں میں تنباکو پینے  
 کی مخالفت کی۔ سلسلہ جلوس مطابق سنہ ۲۸ ہجری میں جہانگیر نے حکم دیا کہ اگر تاج  
 لاہور تک ہر کہیں پر ہینارہ اور دود کو س پر پختہ کنواں بنایا جائے۔ اور شکر  
 دورویہ درخت سایہ دار اور بار آور لگاے جائیں۔ چنانچہ یہہ مینارہ بعضاں تک  
 موجود ہیں۔ دہلی کے باہر تھوڑی دور پر یہہ مینارہ قائم ہے۔

## توزک جہانگیری

اس کتاب میں جہانگیر نے اپنے فرمان روائی کا حال وسط سال معتمد تک کا خود  
 لکھا ہے۔ اور بعد ازاں پادشاہ نے معتمد خان کو کہہ اسکا معتمد سزا دینا حکم دیدیا کہ

مسودہ لکھا کرے۔ اور بادشاہ سے صلاح لیکر اس کتاب میں شامل کرے۔ اول سال  
نوزدہم تک اسے لکھا۔ پھر بعد اسکے مرزا ہادی نے تلمذ جہانگیر کے آخری ایام حیات  
تک لکھا ہے۔ فقط

## خلاصہ سلطنت جہانگیر

بالتفصیل کسی پادشاہ کا حال یا در کہنا مشکل ہے۔ اسلئے طالب علموں کو چاہئے کہ وہ  
بالاجمال خلاصہ ہر ایک پادشاہ کو حل کا یاد رکھ کر سیکھیں۔ تاکہ ان کو لطف و تسلی حاصل ہو  
۔ ہم اس پادشاہ کی سلطنت کا خلاصہ خود لکھ دیتے ہیں۔ اوس پر وہ قیاس کر کے  
اور بڑے بڑے پادشاہوں کی سلطنت کا خلاصہ بنا لیں۔ اس پادشاہ کی سلطنت  
کا آغاز بڑے بیٹے کی بغاوت پر۔ اور خاتمہ منجملہ بیٹے کی سرکشی پر ہوا۔ جہانگیر  
تا دم زیت باپ کی قید میں رہا۔ مگر منجملہ بیٹا باپ کو مرنے کے بعد پادشاہ ہوا۔ قندھار  
ہاتھ سے نکل گیا۔ کن میں شاہ جہان کو فتوحات عظیمہ حاصل کیں مگر پھر ہی تسلط  
نہ ہوا۔ اور جہانگیر افساد باقی رہا۔ اور جو فساد اور خلل سلطنت میں پیدا ہوئے وہ  
بہت بڑے دنوں میں مٹ گئے۔ جوانی کی مستی اور مے پرستی نے پادشاہ سے اول  
اول بعض حرکات نامناسب برپا کرائیں۔ مگر پھر جلد روع بڑھتی گئی مزاج اصلاح پر  
آنا گیا۔ کچھ سے کچھ ہو گیا۔ ایام جوانی میں زندہ آدمی کی کہاں کہچھو نے براہ نہ کی۔  
بڑے ہالے میں سخا کے اندر جو ایک پیادہ اتفاق سے مر گیا تو ایسا افسوس کیا کہ مرض  
بڑھ گیا اور اوسے میں خاتمہ ہو گیا۔ سب زیادہ الزام جو اسکے ذمہ تھا ہو گیا ہے وہ  
خضر کے سات سو ہزار بیویوں کا قتل ہے۔ مگر ایسے موقعوں پر تو قتل کرنا پادشاہ اور  
گورنمنٹ مرد واجبات سے ہوتا ہے بغیر ایسی سزا کی تو پادشاہ کی سلطنت کا جتنا اور اسکی

جان کا بچنا دشوار ہوتا ہے۔ اکثر اوسنے اپنے دشمنوں اور بے وفاملازموں ہی کو قتل کرایا یا قتل آئین جہان داری میں گناہ نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ یہہ چہالت کا کام ہے کہ اوسکے ایسے کاموں کو حشیمانہ لوگ جانیں۔ سب سے زیادہ خوبی اس پادشاہ کی یہہ تھی کہ جیسے وہ اپنے ذاتی حقوق اور منفعات کی حفاظت چاہتا تھا۔ یہہ طور وہ رعایا کے سگہ چین آرام اسودگی کا خواہاں تھا۔ زنجیر عدالت کی آواز نے اس کی عدالت کا آوازہ سارے ملک میں پہلا دیا۔ اس کے اس مقولہ نے سب کو اس کے عادل ہونے کا یقین کرا دیا کہ پادشاہ پر فرض ہے کہ وہ جنگل کے درندوں اور چرندوں اور سہوا کے پرندوں تک کی حفاظت کرے۔ اور اپنے تخت کو نیچے ان چرند اور پرندوں کی ہی حق رسی کو لے دے اس کی دلی تمنا اور آرزو یہی تھی کہ میں رعایا پر حکومت عدالت ساتھ کروں۔ تو رک جہانگیری میں جو اپنے حالات اوسنے لکھے ہیں۔ اس کی طرز تحریر ایسی خادانہ اور زبا نہ ہے کہ جسے دل میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ وہ خدا ترس اور رحم دل تھا۔ گو یہہ طرز تحریر مبالغہ سے خالی نہیں مگر اس مبالغہ کے لباس ہی معاذ کر کے اگر اس تحریر کو دیکھیں تو بھی اس میں اس کی معدلت گسری اور خدا پرستی اور بے تعصبی نظر آتی ہے۔ جو اسے اوسنے اپنے باپ کے فضائل و رعادات اور تدابیر ملکی پر لکھی ہے وہ ایسی عمدہ ہے کہ اس کی فراست اور گیاست معلوم ہوتی ہے۔

جسے

اوسکا عشق نور جہان کے ساتھ غضب تھا۔ جب طرح اوسنے نور جہان کے خاوند کو قتل کرایا وہ بڑی بے رحمی اور سفاکی کا کام تھا۔ جب یہہ بگیا اس کی ہم پہلو ہوئی پادشاہ کے دل جان اور دین و ایمان اور دولت و عزت کی آخر دم تک مالک رہی۔

اس دانشمند اور فرزانہ سلیم کے سبب پادشاہ کا مزاج بھی اصلاح پڑا۔ اور رعایا کو بھی بڑا فلاح ہوا۔ اوسیکے سبب اوسکا باپ کیسا دیانت دار و خادار عاقل دانشمند و زیر  
اور اوسکی کا بہائی جان بشارت خیر خواہ قابل لائق امیر مہاتہہ آیا۔ یہہ اوسکی کا سلیقہ  
اور حسن نظام اور کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ دربار جہانگیری کی شان و شوکت  
کی دہموم سارے یورپ میں منج گئی۔ شراب بینی پادشاہ کی اوسنے کیسی کم کردی  
غرض اوسنے جہانگیر کو دانشمند احمدی اپنے لئے احمق اور اوروں کے لئے دشمن بنایا  
۔ البتہ یہہ خرابی اس عشق سے ضرور پیدا ہوئی کہ نور جہان کے رشک اور حسد کے  
سبب پادشاہ اپنے لائق بیٹے شاہ جہان سے اور ایک اپنے پرانے رفیق جان شہ  
دانشمند امیر مہابت خان سے بگڑ گیا۔ اور اوسکی فساد اور جھگڑے کھڑے ہوئے۔ ان سب  
جھگڑوں کے پڑنے میں افسانہ کا مزہ آتا ہے۔ شعرا کے شعرا اور قصہ پردازوں کے  
قصے مدت تک نور جہان اور جہانگیر کے عشق کو یاد دلائی گئے۔ الحاصل اگرچہ جہانگیر مغربی  
یعنے اہل یورپ کی آنکھوں سے دیکھو تو وہ بڑا پادشاہ نہیں معلوم ہوتا۔ اگر اوس کو  
مشرقی یعنے اہل ایشیا کی آنکھوں سے نظر ڈالو تو وہ یہان کے عمدہ پادشاہوں میں  
نظر آتا ہے۔ اس پادشاہ کو اپنے مذہب کا ایسا تعصب نہ تھا جیسا کہ اس وقت یور  
کے پادشاہوں کو عیسائی مذہب کا تعصب تھا۔ مگر تو تاہا ظلم کی بلایں ضرور مبتلا تھا۔ جو  
کام انسان اپنے ہنر اور کرب سے دیکھا سکتے ہیں اونکو وہ یہہ جانتا تھا کہ سحر و جادو  
نور سے وہ دیکھا جاتے ہیں۔ اور اونکا کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔

حضرت ابوالمظفر محمد شہاب الدین شاہ جہانکی سلطنت کا بیان  
صفہ خان کا شاہ جہان کا بلانا ۱۶۲۷ء

جب جہانگیر اس جہان دار کو گیسے فارغ ہوئے تو وصف خان نے بنارس بھی بہار کے  
تیز روی میں مشہور تھا بلکہ کہا کہ یہ ہمارے ہاتھ کی انگوٹھی لو اور ابھی شاہجہان پاس  
ہو جاؤ۔ اور زبانی بیغم دو کہ جہانگیر کا انتقال ہوا عرضداشت لکھنا مقتضائے وقت تھا۔  
نور جہان کا نظر بند ہونا۔ شہر یار کا شکست پانا۔ مرزا دا اور کا  
پادشاہ ہونا

اب نور جہان کے سہاگ کی چوڑی ٹھنڈی ہوئی ساک بہاگ اسکے خاوند کے ساتھ  
خاک میں مل گئے۔ سارا بنا و سنگھار کرنا نگین کپڑے پہنے چھوڑ دئے۔ رات دن رونا پٹینا  
اختیار کیا۔ تا دم و اسپین اپنودم کر ساتھ پہنچو گئے۔ مگر اس حال میں ہی اپنے داماد شہر یار  
کے شہر یار بنانے کا خیال نہ چھوڑا۔ بہائی کو کئی دفعہ بلایا کہ شہر یار کے لئے کوئی تدبیر  
کرے۔ مگر بہائی کو اپنے گھر میں سلطنت یعنی تھی۔ وہ اپنے داماد کو چھوڑ کر بہانچ داماد  
کے لئے کیوں تدبیر کرتا۔ اوسے بہن کو گھر میں بلکہ نظر بند کر دیا۔ اور سب کی آمد و رفت  
بند کر دی۔ یہاں ہی وہ اپنے منصوبوں سے نہیں جوگی۔ مگر کوئی چال و سکی نہ چل سکی  
اب آگے کہیں اس پاک امن بگیم کا ذکر تاریخ میں سوا اسکے نہیں آیا۔ کہ شاہجہان نے  
پادشاہ ہو کر پچھلے لاکھ روپیہ جاگیر مقرر کر دی۔ بارہ برس زندہ رہ کر آخر ۱۶۲۷ء میں  
لاہور کے پاس خاوند کے مقبرہ کے پہلو میں آرام کیا۔ اس وقت شہر یار اس پاس تھا  
وہ لاہور میں علاج کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں اوسے اپنی بی بی کی صلاح سے تمام  
خزانوں اور کارخانوں پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتہ میں ستر لاکھ روپیہ محض بیجا بڑھو  
آدیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور پندرہ ہزار سپاہ کا اجتماع کر لیا۔ اب صف خان نے  
سوچا کہ جب تک کوئی پادشاہ نہ ہو گا میرے حکم کی کوئی تعمیل نہ کرے گا۔ اور حکومت میں

اور کیا فساد کھڑے ہوں۔ اپنے اختیارات کو استحکام کے واسطے اور ستم مزاد اور بخش  
 کس خیر کو قید خانہ سے نکال کر برائے نام بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھایا۔ مگر حقیقت میں  
 اس کو شاہجہان کی سلطنت کے لئے گو قند قرانی بنایا۔ مگر یہ تخت چند روز کے لئے  
 بعد اس کا تختہ تابوت بنا۔ اب اس بادشاہ کو وہ لیکر لاہور کی طرف چلا۔ شہر پارے  
 مرزا دانیال کے بیٹے بالیقر کو اپنا سپہ سالار بنا کر صف خان سے لڑنے کے لئے بھیجا۔  
 اور خود دو تین ہزار سواروں کے ساتھ لاہور میں بیٹھارہ دیکھتا رہا کہ پردہ عیب  
 کیا ظہور میں آتا ہے۔ لاہور سے تین کوس جب یہ لشکر آئے سامنے ہوئے تو نہ  
 تیر چوٹا نہ کوئی توپ چلی۔ ساری سپاہ شہر پارے کی لاہور اوپر پہاگ گئی۔ جب یہ خبر  
 اس کے کان میں پہنچی تو ہاتھ کی طوطی اوڑ گئی۔ قلعہ میں بہاگ کر گیا۔ وہاں اس کی  
 کے دوستوں نے پکڑ کر صف خان کے حوالہ کیا۔ جسے اندھا کر کے قید کیا۔ اور اس کے  
 ساتھ ظہور اور ہوشنگ مرزا دانیال کے اور بیٹوں کو بھی قید کیا۔ اس فتح  
 کی نوید شاہجہان کو لکھی +

### شاہجہان کا دکن سے انگریز بادشاہ ہونا ۱۶۲۸ء

یہاں یہ گدراؤ مان ہر کارہ جنگل و ریاض کو ہوا اور بجلی کی طرح طے کرتا ہوا خیر  
 میں شاہجہان پاس پہنچا۔ آصف خان کی انگوتھی حوالہ کی۔ شاہجہان اس کو  
 دیکھتے ہی طلب سمجھ گیا۔ شاید پہلے سے داماد اور خیر میں کوئی اشارہ اس انگوتھی  
 پر مقرر ہو چکا ہوگا۔ اگرچہ شاہجہان کو باپ کو مرنے کا تاہف ہوا۔ مگر سلطنت کی تمنا  
 میں ایسا مسرور ہوا کہ اس وقت بے توقف مہابت خان کو ساتھ لے کر وہ کی طرف  
 روانہ ہوا۔ راہی میں سے سرزمین کے نام اور نظام سلطنت کام کرتا چلا۔

آصف خان کو اپنے آنکی اطلاق دی۔ اور لکھا کہ صلاح وقت یہی ہے کہ مرزا داد اور  
 اور کرنا سپ اور شہر یا اور طہورت اور پوشنگ سب سب سن بنا سے دار الفنا  
 میں بھیجے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کے پہنچتے ہی آصف خان نے لاہور میں شاہجہاں  
 کے نلم کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اور ان سب کو دار الفنا میں بھیجا۔ اب خاندان  
 بابر میں سوار شاہجہان اور اوکی اولاد کے کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ ایک برا  
 سبق بادشاہ نے اپنی اولاد کو سکھایا۔ جسکا ثمر نہایت برا و سیکلی اولاد کے آگے  
 پیش آیا۔ اب وہ نزل نزل طر کے ۱۶ جنوری ۱۶۲۸ء میں دار الخلافہ میں بھیجا  
 ۔ اور اس شان و شوکت سے تخت پر بیٹھا کہ پہلے کوئی بادشاہ نہیں بیٹھا تھا۔ لفظ  
 شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاہجہان بادشاہ غازی مہر میں کندہ ہوا۔  
 اسی فرامین شاہی زیب پاکر چاروں طرف روانہ ہوئے۔ اور خطبہ پڑھا گیا۔ سکھائی ہو  
 ایک طرف سکھ کے کلہوڑے چاروں طرف کے گرد خلفاء اربعہ کا نام۔ دوسری طرف بادشاہ کا نام تھا  
 ۔ شاہجہان مدت سے مصیبتیں دیکھ رہا تھا۔ اب تخت پر بیٹھ کر اپنے دل کے ارمان  
 نکالے اور طرح طرح کے عیش کے سامان جمع کر لئے۔ ایک ایک جشن کا سامان گویا  
 کیا جائے تو ایک کتاب بجا کے جشن کے دن دیوان عام میں وہ شامیانہ کھڑا ہوتا  
 جسکا دل بادل تھا۔ دیوان خاص میدان میں بہا مندل حمیہ ہتادہ ہوتا۔ جسکا  
 کلہوڑے آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ یہ سات برس عرصہ میں تیار ہوا تھا۔ اور اس کے  
 کھڑا کرنے میں دو مہینہ صرف ہوتے۔ کشمیری پشیمون اور گجراتی کچوالوں سے وہ  
 بنا تھا۔ سونے چاندی کے ستونوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ پہر اس کے آگے ایسی رنگین  
 شامیانے کھڑے ہوتے کہ ایک میں بجاتا پہر دوسرے میں رنگین جادو فرم لیتے گا تو



جان میں جان اور قالب میں آتی۔ پہر خوشبو میں جو اوغین روشن ہوتا وہی مرغ  
 معطر ہوتا۔ غرض سب یہ معلوم ہوتا تھا کہ وضع بہشت زمین پر اور آری ہے۔ پہر  
 زرتشتی اور گوہر باری کا حساب نہ تھا۔ ہر سالگرہ کو جشن میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ  
 کا خرچ پڑتا تھا۔ سونے روپے جو اسرات کی پہلوں کا چم چم مینہ برستا تھا کشتیان  
 بہر بہر جو اسرات کی نچھاور ہوتی تھیں۔ امر کو خلقین اور جاگیرین عنایت ہوتی  
 زیادہ تر تکلف یہ تھا کہ یہ سامان جشن کا باہر دربار میں ہوتا تھا۔ شاہی محل  
 میں ممتاز الزمانے مجلس پادشاہانہ اور محفل ملکانہ کو آراستہ کرتے۔ اور  
 اور پادشاہ کے سر سیکر و سید زرد گوہر اور جو اسرات ہوتے جعفر کہ باہر ہونے  
 پہلے جو بلا دان سالانہ میں دفعہ ہوتے تھے اب اوغین بھی زیادہ تکلف ہو گئے لگا  
 اور سونا چاندی زیادہ اوغین کام میں آنے لگا۔ پہلی جشن کے دن جتہ پادشاہ  
 ہوا خواہ اور خیر خواہ رفیق تھے اونکو بڑی دریا دی سے جاگیرین اور منصب  
 عنایت کئے۔ صف خان کو عہد الخلفاء میں الدار کا خطاب و رشت ہزاری  
 بہشت ہزار سوار اور پچاس لاکھ روپیہ کی جاگیر و مہابت خان کو خان خانان  
 سپہ سالار کا خطاب و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا مرتب ہوا۔ اور  
 اجمیر کی صوبہ داری اور اسپرئید ہوئی۔ اول ہی روز پادشاہ نے سجدہ میں  
 موقوف کیا۔ اور فرمایا کہ سجدہ خدا ہی کی ذات کے شایان ہے۔ آئندہ کر لئے  
 تجویز ہوا کہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر رشت ہمت پر بوسہ دین۔ و گستاوت  
 والا درجات و فضلا و صلاح کار اور درویشان پر ہنر نگار اور کوٹہ نشینان عباد  
 مستثنیٰ ہونے کے بطور بھی مقرر تھا کہ ان کو سلام کریں اور جائیں تو فاتحہ پڑھیں

لکڑاں صلح سلام میں ہی مسجد کی صورت معلوم ہوتی تھی۔ اسلئے وہ بھی چند سال بعد موقوف کیا۔ اور سلیم چہارم کا قاعدہ جاری کیا۔ اور پہلے جو دفاتر میں تاریخ اور ماہ ایرانی لکھی جاتی تھی سو انکو موقوف کیا۔ اور سنہ ہجری اور تاریخ و ماہ قمری کا تمام دفاتر میں رائج دیا غرض ایسی ایسی خفیف تغیر و تبدل سے مسلمانوں کا دل خوش کیا۔

### نذر محمد خان والی بلخ و بدخشان کا حملہ کابل پر

جب نذر محمد خان والی بلخ و بدخشان کو جہانگیر کے انتقال کی خبر پہونچی اور اسکو معلوم ہوا کہ شاہجہان بیجاں بن کن خیر کے اندر ہے تو اسنے اوزبکوں کا لشکر لیکر کابل کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور ساری ملک کو لوٹنا مارتا کابل پر آن پہونچا۔ یہاں پادشاہ کے ایسے وفادار اور اخلاص کا رجاں سپاہ تھے کہ وہ اوزبکوں سے اڑتے رہے جب پادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو اسنے مہابت خان کو میں ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ لشکر خان کو جب یہ خبر نذر محمد خان کی معلوم ہوئی تو وہ لشکر لیکر اپنا وین پہنچا۔ اور وہاں سے اپنے بیٹے سراج خان کو لشکر کے ساتھ کابل روانہ کیا۔ جلال آباد سے ہی پادشاہی سپاہ وہاں جا پہونچی۔ جب نذر محمد خان کو لشکر خان کے آئینگی خبر پہونچی تو اسنے محاصرہ ہاتھ اوٹھایا۔ اور گھر چلیا بنا۔ مہابت خان اس عرصہ میں سرسند تک پہنچا تاہم یہ خبر آئی کہ اوزبک بہاگ گئے۔ اسلئے پادشاہ نے اسے واپس بلا کر وکن کی مہم پر بھیجا۔ اور اہل کابل کی لٹی کٹھی عایا کو پادشاہ ایک کدہ و پیسہ عطا کیا۔

### جہاں سنگہ بندیلہ کی سرکشی

ہم پہلے لکھئے ہیں کہ نرسنگہ دیو بندیلہ نے ابو الفضل کو قتل کیا تھا۔ اب اسنے جب دیکھا کہ جہانگیر مر گیا ہے۔ نہ نظام سلطنت و زر کے ہاتھ میں ہے۔ تو اسنے تمام

اروگر کے زمینداروں پر گئے اپنی قبضہ میں کر لئے۔ اور بہت سامان دولت اور سپاہ کا  
مجمع کر لیا مگر تین چار مہینہ پہلے جہانگیر سے مر گیا۔ جہاں رسنگہ اور سکا بیٹا گدی پر  
بیٹھا۔ اور سکویہ دولت اور ثروت بڑھتے جی ہاتھ لگی تو مست ہو گیا اور شاہ کو سچاں  
میں نہ لایا۔ بادشاہ بطریق دورہ گوالیار کی طرف روانہ ہوا۔ اور بندیلہ کے ملک کی طرف  
تین طرف سے تیس ہزار کے قریب سپاہ اور توپخانہ اور بہت سا سامان روانہ کیا۔ آخر کو  
جہاں رسنگہ کو شکست پر شکست نصیب ہوئی۔ اور پادشاہی فوج نے کئی قلعے فتح کر لئے  
اور سب جلوس میں نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ مہابت خان کی سفارش سے اسکا قصور معاف  
ہوا۔ اور بہت سارے سپاہی لیا گیا۔ اور اسکی جاگیر کا ایک حصہ ضبط ہو کر اودھ کے  
میں تقسیم ہوا جنہوں نے اس لڑائی میں کاربند و نمایاں کئے تھے۔

### خان جہان لودی کی بغاوت کا بیان

خان جہان نسل میں بدصل تھا۔ پیرا اور سکنا نام تھا۔ خانخانان کا پہلے خدمت گار تھا مگر  
ایک شان اور نمود اور سینہ زوری اور مردانگی اور سہن وہ تھی جو لودیوں کے امیرین میں  
ہوا کرتی ہے۔ عہد جہانگیری میں اسنے وہ کام کئے کہ جسے خان جہان بن گیا۔ اور اسکا  
سلطنت میں شمار ہوا۔ بارہا تم نے اسکا حال پڑھا ہوگا کہ وہ دکن میں شانہ لوہ پر وزیر  
کے ماتحت ہو کر گیا تھا۔ غرض اس پاس ایک سپاہ عظیم پادشاہی رہتی تھی جیسے شاہزادہ  
پر وزیر کا انتقال ہوا تو وہی بالکل سپاہ اور ملک مالک ہوا۔ جہانگیر کے انتقال کے وقت  
دکن میں صوبہ دار تھا۔ شاہ جہان کو جب یاپ کو مرنکی خبر پہنچی تو اسکو خان جہان کا  
کہہ کا تھا۔ اسلئے وہ بادشاہ اور نور جہان کی طرف سے اسکے برباد کرنے کے اطمینان ہوا  
غرض اسنے جان نثار خان کے ہاتھ ایک غایت نامہ لکھ کر اس پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ میرے

مگر خانبھان نے شارخان کو یوں ہی ٹال دیا۔ اور شاہجہان کا کہنا نہ سنا۔ اور کیا کیا کہ  
 نظام الملک سے مل گیا۔ کیا نام حرامی کی ہے کہ کس سے ملا اور کس سے بگڑا۔ اور تمام  
 بالاگاہٹ دکن کو سوار قلعہ احمد انگر کے اوسکو حوالہ کیا۔ یہہ قلعہ ہی اس سبب بچ گیا کہ  
 قلعہ دار سپہ دار خان نے اوسکو نہیں دیا۔ اور تمام سپاہ پادشاہی جو جا بجا متعین تھی  
 اپنے پاس بلا لیا۔ اور سکندر دہلی گیا اپنے ایک رشتہ دار کو برہان پور چور کر بہت سی  
 جمعیت کے ساتھ مالوہ کی تسخیر کے قصد سے چلا۔ اوسا کثیر گنات پر متصرف ہوا۔ مگر جب  
 شاہجہان اگرہ میں پہنچ کر پادشاہ ہوا۔ اور بعض رفقا اوسکے پادشاہ کی خدمت میں  
 حاضر ہوئے تو اوسنے بھی لاچار ہو کر ایک عرضی اپنی معفو تقصیرات کے واسطے پادشاہ  
 کی خدمت میں بھیجی۔ پادشاہ نے اوسکا قصور معاف کر دیا۔ اور حکم دیدیا کہ وہ بدستور  
 دکن میں صوبہ داری کرے۔ موافق حکم کے وہ برہان پور میں چلا گیا۔ مگر محال بالاگاہٹ  
 کو نظام الملک سے واپس نہیں لیا۔ اسلئے مہابت خان کو صوبہ داری دکن کی سپرد کی  
 اور خان جہان کو مالوہ میں صوبہ دار مقرر کیا۔ چھار سنگہ بندیلہ کی لڑائی میں اوس  
 کا ہار نمایان کئے۔ اسلئے وہ دربار میں بلا لیا گیا۔ اور پادشاہ اوسپر بہت عنایت کر ڈالاکا  
 اسلئے ہمیشہ کا عرصہ اس میں گذر گیا +

### خانبھان لودی کا اگرہ سے بہاگنا

مگر خانبھان کو پادشاہ کی طرف سے ہمیشہ خانبھان رہتا تھا اطمینان نہ ہوتا تھا۔ بے جا فکر  
 اور نا اماندیشی ہمیشہ اوسکو گھیر رہی تھی۔ ایک دن لشکری خان پیر مخلص خان  
 نے اوسکے بیٹوں سے کہا کہ کل نکلو اور تمہارے باپ کو پادشاہ قید کر گیا۔ ان لڑکوں  
 نے باپ کو کہا۔ اس بات کو سن کر وہ ایسا دوسوہ میں پڑا کہ دو ہزار افغانوں کو ساتھ

اپنے گہر میں بیٹھا اور دربار میں آنا چھوڑ دیا۔ پادشاہ نے اس گوشہ گزینی کا سلیب چہا  
تو اس نے اپنا اندیشہ بیان کیا۔ سپہ سالار پادشاہ نے سلام خان کو بھیج کر بڑی تشفی اور تسلی  
کی۔ اور امان نامہ دستخط خاص لکھ کر بھیج دیا۔ وہ پہر دربار میں پادشاہ کے آنے لگا۔  
مگر معلوم نہیں کہ اصل میں کیا بات تھی کہ باوجود ان تمام باتوں کے اس کے دل سے یہ  
اندیشہ نہ گیا کہ پادشاہ اس کی جان کے درپے ہے۔ غرض دس دن یہ سوچ سمجھ کر بوجھ بھرتا  
ایک دفعہ ہو جائے۔ ایک اندھیری رات میں اس نے غریزہ اور اقارب کو بلایا۔ اور دو ہزار  
اپنی قوم کے افغانوں کو جمع کیا اور سچ میں بال بچوں کو ماتھیوں پر سوار کر کے نقارہ  
بجاتا ہوا بہاگ گیا۔ اسی وقت پادشاہ کو خبر ہوئی۔ خواجہ ابو الحسن اور بڑے بڑے  
ارکان سلطنت فوج لیکر اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ دھول پور کے قریب ریا و جلم پر  
اوسکو راجہ پر تہی سنگہ راٹھور نے اور اور سرداروں نے جالیا۔ افغانوں اور  
راجپوتوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ پر تہی راجہ اور خان جہان میں اسپین محلان پڑا  
اور دونوں برچھون سے اسپین زخمی ہوئے۔ بھام کار جا بھان کو شکست ہوئی۔ اور  
اور وہ ہمارا ہیون سمیت بہاگ کر تواری کی لہج سے چکر دریا چنیل میں کود پڑا۔ اور بہت  
سراسیمہ اور پریشان ہو کر دریا پار کیا۔ لڑائی کی آگ اور دیر کے پانی سے کچھ تھوڑا  
ہی رفیق اس کے پیچ کر سرداران اور پریشان دریا سے پار اتر گئے۔ پادشاہی فوج نے  
اول تعاقب کا ارادہ نہیں کیا۔ مگر جب تازی لکھا آئی تو ارادہ کیا۔ مگر دریا سے عبور  
بغیر کشتیوں کے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے کشتیاں جمع کرنے میں سات پہر کا حصہ لگا  
اسپین خان جہان کو فرصت مل گئی۔ اور وہ جنگلوں میں راجہ خجہار سنگہ کی  
عملداری میں چلا گیا۔ اس راجہ کے بیٹے کبراجیت نے اوسکو راہین بنلا لکھنچنگ

پادشاہی فوج جو اس کے تعاقب میں پہنچی تو اس کو اور راستہ بتلادیا جبکہ سب سے وہ  
خانجہان کو گرفتار کر کے۔ اگر بکرا حیت اس کو پکڑ لیتا تو جھگڑا تمام ہو جاتا۔ اور وہاں  
سے اچھا لکڑ کے پادشاہ اپنے پرانے دوست ملک میں چلا گیا۔ کوندرا نے سے بالا گھاٹ  
کو جاتا تھا کہ شاہراہ میں بھلول مہانہ جاگ رہا پالا پور۔ اور سکندر دوانی اس کا  
رشتہ دار بہاگ کر چلے۔ اب ایک تین گنے اسے بڑی تقویت اس کو حاصل ہوئی

### شاہجہان کا دکن میں جانا ۱۶۲۹ء

اب جب پادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تینوں کشر برہان نظام الملک کے ملک میں  
جمع ہیں اور ویرا خان رسلیہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا ہے۔ اور نظام الملک بھی  
دستیاری دل جان سکر چکا۔ اس لیے پادشاہ نے خود دکن کے جانے کا غم کیا۔  
اکتوبر ۱۶۲۹ء میں برہان پور میں رونق افروز ہوا۔ ایک لشکر میں ہزار سوار کا  
تیار کیا۔ اس کا سپہ سالار ادا تھان کو بنایا۔ اور عظیم خان کا اس کو خطاب آیا۔

دوسرا لشکر سڈرہ ہزار سوار کا مرتب ہوا۔ وہ راجہ گسنگ کے سپرد ہوا۔  
تیسرا لشکر بھی سڈرہ ہزار سوار کا تھا وہ صف خان کو بیٹے شاستہ خان کے حوالہ ہوا۔  
یہہ لشکر خانجہان اور نظام الملک کی فوجوں کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک لشکر دکن  
سپاہ کا ملو رتن سنگھ کی سواری میں تلنگانہ کے فتح کر کے لئے متعین کیا۔ ایک  
لشکر آٹھ ہزار آدمیوں کا خواجہ ابوحن کے سپرد ہوا کہ ناسک تہنگ کو فتح کرے۔  
اور موسم برسات تک کہیں مقیم رہے۔

### دکن کی ریاستوں کا بیان

شاہجہان کی اول آٹھ برس سلطنت کو دکن کے جھگڑوں میں بسر ہوئے۔ بین سال

عرصہ گزرا تھا کہ اکبر نے دریائے نربا پاراوتر کر احمد انگری ریاست کو تہ وبالا کیا تھا۔ مگر  
 ملک غنیمت کی لیاقت نے اس بگڑی ہوئی سلطنت کو چہرہ پتالیا تھا۔ غرض تین ریاستیں  
 گول کندہ اور بیجاپور اور احمد انگری دکن میں تھیں انہوں نے اپنی اپنی پرانی سلطنتوں  
 پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ فقط نصف مشرقی خاندیسوں اور اسکے آس پاس  
 حصہ ملک برار کا اور قلعہ احمد انگری ملازمان پادشاہی کے تصرف میں باقی رہ گیا تھا۔ دکن  
 کی سلطنتوں میں احمد انگری بڑی سلطنت تھی۔ اور وہ پادشاہی ملک کو کسٹھل واقع  
 تھی۔ ملک غنیمت قصہ شاہ کو پادشاہ برای نام بنایا خود پادشاہی کرتا تھا جب مگر گیا تو خود پادشاہ  
 سلطنت میں مصروف ہوا۔ اگر ملک غنیمت کے بیٹے لائق اور عظم ہوتے تو یہ دونوں کے  
 ہاتھوں میں بھی لگتا رہتا۔ مگر وہ محض نام لائق تھے۔ بڑا بیٹا اوسکا فتح خان مقید ہوا۔  
 اس پادشاہ سے ایسی سورتیبری ہوئی کہ اوسکی سلطنت تمام دکن کے مساوی  
 کی مرکز بن گئی۔ ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کا اوسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا کہ  
 ملک غنیمت رہا۔ ہوت اوسکی سلطنت کو بڑی رونق حاصل تھی۔ محمد عادل شاہ  
 اوسکا بیٹا تخت پر بیٹھا تھا۔ گول کندہ کا پادشاہ عبدالقطب شاہ ملنگا نے میں کو بیج  
 ملک کو لئے ہندوستان لڑ رہا تھا۔ غرض یہ دونوں پادشاہ مسلمان پادشاہوں  
 کی لڑائی بڑائی میں شریک نہیں تھے۔

## ناسک و تربنگ و سنگمیر پر لشکر کشی

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ خواجہ ابوالحسن اس مہم کے واسطے منظم مقرر ہوئے تھے۔  
 برسات تک وہ قلعہ لانگ میں مقیم رہے۔ پھر بکالانہ کی راہ سے ہنسک و تربنگ کی  
 طرف متوجہ ہوئے۔ راہ میں اور فوجیں بھی اولن کی کمک کے لئے گئیں۔ ملک کی

ویرانی کے سبب کہانے پینے کے سبب کی قلت ہوتی تھی اسلئے خواجہ نے ایک سپاہ کا حصد اس کام کے واسطے متعین کیا کہ وہ سامان سید بہم پہنچا کرے۔ یہ فوج بہت سی دشمنوں کو قتل کر کے خوب بہم پہنچاتے۔ نظام الملک اس سپاہ کے مقابلہ کے واسطے محلدار خان اور دادا پٹت کو بھیجا۔ ان کے ساتھ سواروں کا بڑا لشکر تھا۔ اس سپاہ مقابلہ کرنے کے لئے خواجہ شاہ نواز خان کو بھیجا۔ اوسنے دشمنوں کو مار کر بہ گادیار اور تمام مال سبب و سکاچین لیا۔ محلدار خان سمرامیہ ہو کر قلعہ چاند ورین بہاگ کیا

### اعظم خان کی تاخت خانجہان پر

برسات کی ختم ہونے تک لشکر بادشاہی دیول گانوں میں مقیم رہا۔ اب اوسنے دشمنوں پر حملہ کر نیکے واسطے کوچ کیا جب بہلول اور سرکشوں کو خبر پہنچی تو انہوں نے بھی جاننا سے باتہری کی طرف کوچ کیا۔ اعظم خان نہایت حیرت و چالاک فیر بادشاہی تھا کوچ پر کوچ کر کے رام پوری پر کہ بان لنگ کے کنارہ پر واقع ہے پہنچا۔ یہاں معلوم ہوا کہ لشکر نظامیہ دہارور کے گھاٹ پر ہے۔ اور خانجہان ابھی سری میں ہے وہاں سے چلا نہیں۔ اور اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ لشکر جو تحصیل محصول کے واسطے اوس نے بھیجا تھا وہ جمع ہو جائے۔ اور بہلول دہارور سے اور دریا خان تلونٹہ سے اوتار پاس آجائیں۔ تو بادشاہی لشکر سے مقابلہ ہو جائے۔ اعظم خان نے اس خبر سے بہم سوچ کر کوچ کیا کہ اسے پہلے کہ ان سب سرکشوں کا اجتماع خان جہان پاس ہوا اوسے لڑنا مناسب ہے۔ جب وہ ہنگاؤں میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ خانجہان راجوری میں کہ مجلی گانوں سے چوبیس کوس پر ہے چلا گیا۔ اور وہاں سبب غنیمت لشکر میں تقسیم کر رہا ہے۔ اور یہاں اسکا ارادہ ہے کہ جوق لشکر بیکے پاس پہنچ کر کوچ کرے



اعظم خان نے پچھلی گانٹون میں کچھ لشکر اور سردار چوڑے۔ اور خود سپاہ کو لیکر خانبھا کے پیچھے گیا۔ وہ ہوقت ایک پہاڑ کی نیچے میر سے چار کوس پر تھا۔ صف شکن خان کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ خانبھان نے اپنی بیٹے عزیز کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ عزیز کا پیر میدان جنگ میں نہ جا۔ باپ پاس پہاڑ کر چلا گیا۔ اب خانبھان خود چٹا کا لشکر لیکر میدان جنگ میں آیا۔ اور شکست پائی۔ افواج شاہی نے بہت سا اور سکا مال سباب چھین لیا۔ وہ بہاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ جب یہاں لشکر شاہی نے پیچھا اور سکا نہ چوڑا تو اس نے اپنے جوڑ و بچوں کو ایک مٹنی پر سوار کر کے بہو گانٹون روانہ کیا۔ اور خود پہاڑ اُٹائی پر آباد ہوا۔ راجپوتوں نے پادشاہ کی طرف خود داد مروانگی دی۔ اور ایسی پادشاہی فوج کو کمک پر کمک پہنچی کہ افغانوں کی لڑائی سے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور وہ پہاڑ سے اتر کر بہاگے۔ پادشاہی فوج نے تین کوس تعاقب کیا۔ مگر کئی پہرے لڑے تھے اس لئے تھک گئی تھے آگے اور تعاقب نہ کر سکے۔ گھوڑیں دکنی کی سپاہ تازہ دم آئی اور سکو تعاقب میں روانہ کیا۔ خانبھان ایسا تنگ ہوا کہ اس نے اپنے جوڑ و بچوں کو گھوڑوں پر سوار کیا۔ اور وہ مٹنی ہی حیرہ سوار چوڑی۔ اور سکو پادشاہی آدمیوں نے پکڑ لیا۔ غرض ایسا اور سکو تنگ کیا کہ وہ کوہستان میں بہاگ گیا۔ اب اعظم خان بیرمین گیا۔ یہاں کچھ آرام کیا۔ اب خانبھان سے دیریا خان کا لشکر جا بلا۔ ان دونوں نے بہو گانٹون سے بیضا پور میں جاسکا ارادہ کیا۔ ساہوچی بہنسلہ نے نظام کے ملک سے دولت آباد میں آنے کا قصد کیا۔ جب اعظم خان کو اس کی خبر ہوئی تو میں نہرا سوار لیکر بہو گانٹون کی طرف کوچ کیا۔ نظام کی سپاہ کا سپہ سالار ساہوچی بہنسلہ تھا۔ وہ جادو رے کا داماد تھا۔ اس

اس جادو رائے کو نظام الملک نے مار ڈالا تھا۔ اسلئے سامعوی ہونسلہ نظام سے جدا ہو کر پرگنہ پونہ اور ماگہرین مقیم تھا۔ اسنے اعظم خان کو لکھا کہ اگر پادشاہ مجھ کو اپنا ملازم بنائے تو میں حاضر ہوں۔ اعظم خان نے پادشاہ کو لکھا۔ اسنے اس درخواست کو منظور کیا۔ سامعوی ہونسلہ دو ہزار سواروں کے ساتھ پادشاہ پاس چلا گیا۔ اور اسکے اور بہائی بندے کے سب پادشاہی لشکر سے جا ملے۔ اس سبب نظام الملک کی کڑوٹا گئی۔ مگر وہ اپنی اس ہٹ سے نہیں ہٹا کہ جو کچھ فیصلہ ہو لڑائی سے ہو۔ جب خانبہان اور دریا خان کو پادشاہی لشکر کی خبر ہو گانوں کی طرف آنے کی پہنچی تو وہ بضاً سے چل کر دولت آباد سے آدھ کوس پر جا پڑے۔ اور نظام الملک ہی نظام آباد سے دولت آباد میں آگیا۔ دریا خان ایک ہزار سوار لیکر جان دو را درگھاٹ چالیں گانوں کی طرف اس راہ سے روانہ ہوا کہ رندول و رڈ برن گانوں پر قبضہ کرے۔ پادشاہ نے اسکے سرکشی کے واسطے عبدالرحمان بہادر کو مقرر کیا۔ یہ خبر سنکر دریا خان اون دہات اور قصبات کو ٹوٹتا ہوا بالا گھاٹ پر گیا۔ چونکہ سوقت دولت آباد کے گرد و بارش کے ہونے سے سخت قحط پڑ رہا تھا۔ اسلئے اعظم خان نے دولت آباد کی طرف لشکر لیجانے کا ارادہ نہ کیا۔ بلکہ اسنے بہادر کو ارادہ کیا کہ وہاں درمیں جو بہلول و حضرت خان کسٹھچھن میں اونکی خبر لے غرض اس ارادہ سے مانگ دودھ سے گھاٹ کی طرف کوچ کیا۔ دشمنوں سے ایک سخت لڑائی ہوئی۔ پادشاہی فوج کو فتحیابی حاصل ہوئی۔ سب دشمن بہاگ کر دولت آباد میں چلے گئے۔ اب خان اعظم کو معلوم ہوا دولت آباد میں دشمنوں کو غلام و گرہاں اور سامان ضروری قحط کے سبب بہم نہیں پہنچتا اسلئے وہ بالا گھاٹ ہو کر دہارور کی طرف چلے ہیں۔ اوسکا ارادہ ہوا کہ راہ ہی میں اوسکو روکے

پہر یہ خبر ملی کہ دشمنوں نے ہاتھی اور سب بابت قلعہ دہارو میں بھیج دیا ہے۔ اور خود وہ  
 پائین گھاٹ کی طرف جائیگا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسلئے وہ دہارو سے تین کوں پر  
 انکر مقیم ہوا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم مقام پر واقع تھا۔ مگر بادشاہ کی سپاہ اس کثرت سے  
 تھی کہ اس کے سامنے اس کو حکام نے کام نہ دیا۔ قلعہ کو توپ گولہ کے زور سے توڑ دیا  
 فتح کر لیا۔ اب نظام الملک کو سوار اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اوہ اور دہر قلعہ میں چھپتا  
 پہرے اور بے ترتیب اڑیاں لڑے۔ اسی اثنا میں عادل شاہ والی بیجا پور نے  
 بھی دوسرے داروں کے ماتحت دس ہزار سپاہ عظیم خان پاس بھیجی اور بادشاہ کے ساتھ  
 اخلاص مندی ظاہر کی۔ اوہوں نے یہ درخواست کی کہ قلعہ دہارو عادل شاہ کو عنایت  
 ہو تاکہ اس کا اعزاز سارے دکن میں ہو جائے۔ مگر یہ درخواست نامنظور کی اور یہ کہا  
 کہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے پہلے عادل شاہ لکھا گیا تھا۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا۔ اب وہ  
 بڑی محنت اور جانکاهی سے ہم نے فتح کیا ہے اس کو نہیں دے سکتے۔ مگر گاہا ٹون کی نشیب  
 میں جو دشمن گھسے ہوئے ہیں ان کے روکنے کی واسطے اس لشکر کو متعین کیا۔ اور آپ  
 دشمنوں کے پیچھے قلعہ بقلعہ پڑا۔ اور اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔

### خانجہان اور دریا خان کا دکن سے بہاگنا

خانجہان کو نظام الملک کا بڑا بہرہ و سہ تھا جبکہ اس نے دیکھا کہ خود اس کا ملک اس طرح  
 پادشاہی لشکر پامال کر رہا ہے تو اس کو امید نظام کی رفاقت سی اب کچھ نہ رہی۔ اور  
 یہہ اس نے ارادہ کیا کہ پنجاب کی فوج میں بہاگ جائے۔ اور وہاں اپنی قوم کو افغانوں  
 کو بادشاہ سے لڑنے کے لئے تیار کرے۔ وہاں پادشاہ سے اس وقت شمال کی قومیں لڑ رہی  
 رہی تھیں۔ مگر یہہ ارادہ وہ پورا نہ کر سکا جبوقت وہ دکن سے نکل کر مالوہ کی طرف چلا۔

عبدالرحمان بہادر جو اس کے تعاقب کر لئے پہلے ہی سے پادشاہ نے متعین کر رکھا تھا۔  
 اس کے پیچھے پڑا اور پادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ پادشاہ نے سید مظفر خان کو اس کے  
 پیچھے مالوہ روانہ کیا۔ غرض یہہ اور پادشاہی امیروں کے چاروں طرف سے پیچھے پڑے  
 اور وہ ملک کو غارت اور تباہ کرتا جین میں پہنچا۔ اور یہاں سے وہ مندھور ہوتا ہوا  
 نال کانوں میں چلا گیا عبدالرحمان ہی اس کو قریب پہنچ گیا تو وہ سرخ میں چلا گیا  
 یہاں سے پچاس ماہی پادشاہی چین کر لے گیا۔ غرض تمام مالوہ کو لپیٹ سپٹ  
 وہ بندیل کھنڈ میں پہنچا۔ جب وہ اگرہ سے بہاگاتھا تو بکراجیت نے اس کو راستے بتا دیا  
 تھے اس لئے وہ پادشاہی عتاب میں معتوب تھا۔ اب اپنے پہلی تعصیر کی مکافات کے لئے  
 اور شرمندگی مٹانیکے واسطے وہ بھی خانجہان اور دریا خان کے پیچھے پڑا۔ اور دریا خان  
 جو چند اول اپنے پہلی فوج کا سردار تھا اس سے معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں چار سو فغان  
 مارے گئے۔ اور دریا خان بھی مارا گیا۔ اور دو سو بندیلی بھی کام آئے۔ دریا خان کا سر  
 پادشاہ کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا۔ اس جلد میں پادشاہ نے بکراجیت  
 راجہ جگر راج کا خطاب یا۔ اب خانجہان کی دریا خان کے مارے جانے سے اور کڑوٹ گئی۔  
 اور سرسید اور پریشان ہو کر اس سے یہہ چاہا کہ میں کیسے طرح گنہاموں کی طرح فرار  
 ہو جاؤں۔ غرض وہ موضع نجی میں پہنچا۔ وہاں مظفر خان نے اس کو جاوایا۔ اس نے  
 نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اور بڑی دیر تک لڑتا رہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس کا بیٹا  
 محمود مارا گیا۔ اور بہت سی ہجڑی اس کے کام آئے۔ بہت آوارہ اور سرگرداں ہو گئے  
 وہ کچھ ہجڑا ہوں سمیت قلعہ کالنج میں پہنچا۔ قلعہ دار کالنج بھی اس کے روکنے کی واسطے  
 مستعد ہوا۔ رہتین ایک اور بیٹا اس کا ہاتھیوں سمیت گرفتار ہو گیا۔ غرض اب وہ

بہت خستہ حال ہوا۔ اور وہ کنار بندہ میں پہنچا۔ یہی مقام اوسکا مقطع زندگی تھا۔ اوسکو  
بادشاہی سپاہ گھیر لیا۔ اس دم تک جو دم اوسکے دم کے ساتھ تھے اوسکو کہا  
کہ اے میرے یار اور ہم دم اب آگے بڑھنے کی سکت نہیں۔ اب میری قضا آن پہنچی ہے  
اب تمہاری امداد سے کچھ فائدہ ہی نہیں سناحق اب اپنی تین تکلیف ندو۔ راہ فرار باز  
انہی اپنی راہ لو۔ یہ بات اوسکی رفقا باد فاسکر روئے۔ اور جان دینے پر آمادہ ہوئے  
سید مظفر نے اوسکو گھیر لیا۔ وہ رستمانہ لڑا جیب تک ہاتھ پر چلے ہتھیل جلاتا رہا۔

آخر کو مادہ ہوسنگ کے برج سے ہلاک ہوا۔ اوسکا سر اوسکے عزیز بیٹے کا سر اور اوسکا  
کٹ کر عبد اللہ خان بہادر نے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا جسکے جلد دین اوسکو منصب  
اور جاگیر عطا ہوئی۔ خان جہان کے سب بیٹوں کو اسے گئے یا گرفتار ہوئے۔ یہ واقعہ  
۱۶۳۷ء کا ہے۔ بادشاہ پاس جب یہ سہ پہنچے تو اوسنے شادیانے جو اسے ملائے  
کلمہ نے خان جہان کے مرنے کی یہ رباعی کہی۔ اور بادشاہ کو سنا کر اپنا دامن  
شرفیوں سے بھرا۔

رباعی

این مردہ فتح از پے ہم زیا بود + این کیف دو بالا چہ نشاطا فرابود  
از رفتن دریا سر پرا ہم رفت + گو سہ او جاب این دریا بود

احمد انگری نظام الملک سے لڑا اسیوں کا مہنا سب ۱۶۷۱ء

خان جہان تو ناکام مارا گیا مگر دکن اوسکے آفت میں گرفتار ہوا۔ عظم خان نے لشکر  
نظام کا پیچھا نہ چھوڑا۔ لشکر نظام دولت آباد کی طرف آنے لگا تو نظام نے اس لشکر  
سے یہ کہا کہ اگر ادھر آؤ گے تو لشکر شاہی ہی ادھر آئیگا اسلئے بہتر ہے کہ یہاں پوریوں کے  
لشکر کی طرف جاؤ۔ اور شولاپور اوسکے حوالہ کرو اور اوسنے متفق ہو کر بادشاہی لشکر کو

چنانچہ لشکر نظام رام دودھ سے بالا گھاٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ اعظم خان جاننا پور سے  
 بالا گھاٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شاہ گدہ میں انگریزوں کو سلاوا نہ چوکانے کے قلعہ کا سامان  
 درست کیا۔ اور سپہ سالار لشکر عادل شاہ کو اوسے یہ لکھا کہ تم کو اوسا سٹے متعین کیا  
 تھا کہ اگر لشکر نظام بالا گھاٹ پر آینا قصد کرے تو اوسے جب تک روک روک کر پار شاہی  
 لشکر پہنچے۔ اب یہ لشکر بامک دودھ آتا ہے اور حکومت آنے دو۔ سردار لشکر نے اوسکا  
 یہ جواب دیا کہ میری سپاہ میں بہت سی آدمی چلے گئے ہیں میں اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتا  
 اب میں عادل شاہ کو عرضی لکھی ہے جو کچھ حکم ہو گا عمل کروں گا۔ عادل شاہ اول تو  
 اپنے موروثی دشمن دہلی احمد انگریز کی دولت سے خوش ہوا۔ مگر وہ اوس خطرہ سے بھی  
 وقت نہ کیا کہ دشمن نظام کو نہیں چھوڑا مجھے ہی نہیں چھوڑے گا۔ جب سب سے فوج ہو گا تو  
 میری خبر لیگا۔ اس سبب بہت اضطراب اوسکو ہوا۔ اور نظام شاہ کی امداد پر متفق  
 مگر اب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اور نظام الملک اپنی حماقت کی ترغیب سے محفوظ  
 نہیں رہ سکتا تھا۔ اب اعظم خان کو یہ معلوم ہو گیا کہ نظام الملک عادل شاہ  
 کی باہم مصالحت اس بات پر ہو گئی ہے کہ قلعہ شولا پور نظام الملک عادل شاہ کو دلا  
 اس وقت شیخ معین الدین بجا پور سے عادل خان کی پیشکش اور شیخ محی الدین کلندر  
 قطب الملک کی نذر لیکر شاہجہان پاس جلتے تھے اعظم خان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں  
 مخالفین محی الدین کو راہ میں لوٹ نہ لیں اسلئے اوسنے قلعہ پریندہ کو حیمین دشمنوں کے  
 ہتھکڑیاں اور سبب موجود تھا تسخیر کرینکا ارادہ کیا۔ قصبہ پریندہ پر تو جلتے ہی قبضہ  
 کر لیا۔ مگر قلعہ پریندہ اس سبب ہاتھ نہ لگا۔ دانہ گہاس کے جالوزوں کے واسطے اور ہر سبب  
 ضروری کے سپاہیوں کے ایسی قلت ہوئی کہ قلعہ کے محاصرے میں مہرام اور تھانہ پور

اور عظیم خان نے قلعہ دہارور کا ارادہ کیا راہ میں دشمنوں کو تابہر تادہ اس قلعہ میں داخل ہوا  
اب ہم قلعہ ساکی حال لکھتے ہیں جس کے سبب ان لڑائیوں میں لشکروں کو بڑی تکلیفیں  
اور تباہی پڑی۔

## دکن اور گجرات میں قحط

جبوقت یہ لڑائیوں کی آفت ملک کن میں برپا ہو رہی تھی وہاں ایک اور مصیبت  
آئی کہ ۱۶۲۹ء میں بالاکھاٹ اور دولت آباد میں بارش کی قلت ہوئی۔ اور قحط کی  
صورت رونما ہوئی ۱۶۳۰ء میں سار دکن اور ملک گجرات میں بالکل مہینہ نہ برسنا تو یہ نہایت  
کے لوگوں پر کیا گذر گیا۔ آدمی آدمی کو کھاتا تھا مائیں بچوں کو چھاتی پر نہ کھلاتی تھی۔  
ہندوؤں میں بچا بچا کر کھاتی تھیں۔ کتے تک کا گوشت لوگ کھاتے تھے۔ مردوں کی بیویوں کو  
پس پس کر آٹے میں ملا کر بیچتے تھے۔ ہر چند بادشاہ کی طرف سے اس حرکت پر پابندی  
مگر پہر باز نہ آتے تھے۔ اشرافوں کی بہو بیٹیاں روٹی کے سوکھے ٹکڑوں پر بکتی تھیں  
مگر کوئی سول نہ لیتا تھا۔ روٹی کی قیمت انسان کی جان سے زیادہ گران تھی۔ ہزاروں  
بے خان و مان ہو کر شاداب ملکوں کی طرف چلے۔ مگر منزل مقصود پر پہنچتے پہنچتے راہ ہی  
میں آخر منزل پر پہنچ گئے۔ راہو میں ان کے ایسے ڈسپر لگ گئے کہ زمین بند ہو گئیں۔ الامان  
الامان کیا آفت برپا ہوئی۔ جو ملک اس مصیبت سے بڑا ہوئے وہ مدقون میں آباد ہوئے  
ضلع کے ضلع سوئے کے سوئے رہ گئے شاہجہان نے حتی الامکان اس بلا کے گھٹانے میں  
کوشش کی۔ احمد نگر اور برہان پور میں جاجی النگر خانے جاری کئے۔ اور ہزاروں  
بھوکوں کا پیٹ آتش اور نان سے بھرا۔ برہان پور میں جہان وہ تھا۔ پانچ ہزار روپیہ  
روز غزا اور مساکین میں تقسیم ہوتا۔ اور پھر دکن کے روز جلوس و سکا تھا ایک لاکھ روپیہ

غرض سترالکھ روپیہ اوسنے خرچ کیا اور گیارہواں حصہ محصول کا اس قحط زدہ ملک  
معاف کر دیا۔

## احمد انگر کے پادشاہ کا ناراجاتا

نظام الملک اپنے وزیر فتح خان کو جو ملک غرب کا بڑا بیٹا تھا عہدہ سے معزول کیا۔ اور  
اوسکی جگہ مقرب خان کو جو ترکی غلام تھا مقرر کیا۔ مگر جب اوسنے دیکھا کہ اوسے اس  
کا اہتمام اور انتظام اچھی طرح نہ ہو سکا تو اوسکو معزول کر کے پھر فتح خان کو قید سے  
رہائی دیکر وزیر مقرر کیا۔ مقرب خان کو نظام کا یہ سلوک بہت برا معلوم ہوا۔ اور وہ  
شاہجہان پاس آنکر مل گیا۔ اوسکو پادشاہ نے پنجہزاری ذات کا منصب عطا کیا۔ اب فتح خان  
یہ سوچا کہ نظام نے اسوقت غلط اسکی حالت میں مجھے رہا کر دیا ہے۔ مگر جب اس کو  
اطمینان خاطر ہوگا۔ تو وہ پہلے اوسکو قید خانہ میں بند کر گیا۔ اسلئے اوسنے نظام کو قید یا  
اور صف خان میں الدولہ کی معرفت ایک عرضی پادشاہ پاس پہنچائی کہ میں نے حضور کے  
دولت خواہی اور سواخواہی کے سبب نظام کو قید کیا ہے۔ امیدوار تراجم شاہی کا  
ہوں۔ پادشاہ نے اوسپر حکم دیا کہ اگر سچا ہوا خواہ ہے تو نظام کا کام تمام کرے۔ مگر  
اس حکم پر اوسنے برہان نظام الملک کو خفیہ بٹھانے لگایا۔ اور شہر کر دیا کہ وہ اپنی  
موت مر گیا۔ اور اوسکے دس برس کے لڑکے حسین نظام الملک کو تخت پر بٹھایا۔ اور یہ  
سارا حال بادشاہ کو لکھ پہنچا۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ حصار دولت آباد میں ہاتھی بہت  
اور وہاں اونکے کہانے کی لئے قلت ہے۔ اونکو اور تمام جواہرات نظام کو اپنے  
بڑے بیٹے کے ہاتھ حضور میں فوراً روانہ کرو۔ جب عرض منظور اور مقبول ہوئی  
تو اس نذر کے بھیجے میں توقف ہوا تو پادشاہ نے وزیر خان کے ہمراہ سپاہ روانہ کی۔



مگر فتح خان نے اپنے بڑے بیٹے عبدالرسول کے ہاتھ ہاتھی اور تمام جواہرات نظام کی بادشاہ پاس بھیج دیے۔

### قلعات قندھار اور تلم اور سیوندہ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ راورتن کے ہمراہ دس ہزار سپاہ ملک تلمکانہ کی فتح کے لئے متعین ہوئی تھی۔ اب راورتن مر گیا اور اس کی جگہ نصیری خان مقرر ہوا تھا۔ اس ملک میں قلعہ قندھار قلات اور تھکام میں مشہور تھا۔ صادق خان اس قلعہ میں قلعہ دار تھا اور سوقت نصیری خان اس کی فتح کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ کی اس کے قریب آئی تو ایک لڑائی ہوئی اور بادشاہ کی فوج کامیاب ہوئی۔ اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ توپ گولہ و مہ سے حصار نشینوں کا جب منہ گین آیا تو صلح کے پیغام بھیجے۔ نصیری خان منظور کیا۔ صادق خان قلعہ کی کھجیاں اس کے حوالہ کیں۔ اعظم خان بھی اس قلعہ کی سیر کو آیا تو وہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ ایک بڑا توپخانہ اس فتح سے بادشاہی فوج کے ہاتھ لگا۔ سپہدار خان نے کچھ لڑائی کے بعد پہلے قلعہ تلم کو فتح کیا اور پھر قلعہ سیوندہ کو۔

### بادشاہی فوج پر نظام کی فوج سے صدمہ پہنچنا

اب اعظم خان کا کام اس قلعہ میں کچھ نہ رہا۔ اور سکون نظام کی فوج کا دفع غلگ ہاتھ لگا۔ کہیں وہ خزانہ جواہر بادشاہ فرسجا ہے۔ لوٹ لیں غنیمت وہ درویش کی طرف روانہ ہوا۔ موسم جات کا تھا۔ اس لئے اعظم خان کی یہ صلاح ہوئی کہ اس میں ہم کو برگزیدہ بالکل حیات گوہر میں کہ تواج سیکر تہا کہیں۔ (عادل شاہ فرانی سوار و زوردار کی فتح کے پیغام صلح کا بھیجا تھا۔ اور محی الدین زندہ سالک سید میں موجود ہی تھا۔ اس قاتلین اصل حال ہی معلوم ہو جائیگا کہ عادل شاہ کا کیا اہلی لکھ گار وند لکھ سچا ہوگا تو عادل شاہ کی نصیر شاہ کو دیا نیکی۔ اندھین تو موقع اس کو ملک کر تاخت و تارح کرنے کا

ہاتھ لگے گا۔ یہ منصوبہ سوچ کر وہ چلا۔ مگر ایک سپاہ جو سامان رسید ہم پہنچانے کے لئے روانہ ہوئی تھی اور سکوا عادل شاہ اور نظام الملک کی سپاہ گہیر لیا۔ اور صدر عظیم ہو بچایا۔ کئی نامی سردار اسے گئے۔ بہادر خان اور محمد یوسف خان زندہ دشمنوں کے ہاتھ قید ہوئے۔ اور دشمن اسی کو فوز عظیم سمجھ کر چلے گئے۔ اعظم خان بچ چکا تھا۔ مگر راہ میں اس سے کہ مدت سیڑیاں ہو رہی تھیں ملک لیا ویران بڑا تھا کہ سپاہ کو بہت تکلیف ہوئی۔ راہ میں دشمنوں سے کئی جگہ لڑائیاں ہوئیں۔ غرض بہر وقت اور دشواری بہ قلعہ قندار میں سپاہ گئی۔ اعظم خان کو دودھ بہ غلطی ہوئی کہ اس نے اس بات کو خیال نہیں کیا کہ ملک فخر سالی اور لڑائیوں سے ویران ہو رہا ہے سامان رسید کا کہاں سے ہم بچے گا۔ قلعہ پر مزید محاصرہ ہی اسی سبب اڑھانا پڑا تھا۔ اب یہ نہ ہر میت ہی اسی سبب اڑھانی پڑی۔

آصف خان مین الدولہ کا بالاکھاٹ روانہ ہونا اور  
بیجاپور کا محاصرہ

عادل شاہ ہر وقت کم عمر تھا۔ اس کا وزیر اخلاص خان اس کا مالک تھا وہی سارے کام کرتا تھا بادشاہ نے بڑے ساز و سامان سے آصف خان کو شکستہ کر آخو میں روانہ کیا کہ عادل شاہ کو خواب غفلت سی بیدار کرے۔ اگر وہ اپنے باپ کی طرح اطاعت اختیار کرے تو اس سے شکستہ روانہ کرے۔ اگر کشکر کرے تو اس کے ملک کو ضبط کرے۔ اب یہ لشکر روانہ ہوا۔ اندر مین سہا بن اندھ پڑا۔ مین الدولہ خود قلعہ قندار کا ملاحظہ کرنے گیا۔ وہاں سے واپس آنکر لشکر کے ساتھ ہوا۔ قلعہ ہا لکی کو فتح کیا۔ اور وہاں لشکر کو بڑی غنیمت ہاتھ لگی۔ اور قلعہ لکھنوی کا سامان ہاتھ لگا۔ قلعہ کے اندر ایک مسجد میں باروت

اور نے سے بادشاہی آدمیوں کا نقصان ہوا۔ بادشاہ نے یمن الدولہ کو حکم دیدیا تھا کہ  
 اگر فتح خان اپنے وعدہ موافق اطاعت اختیار کرے تو جو ملک نظام کا بادشاہی قبضہ  
 میں آگیا ہو وہ اسی کو دیدیا جائے۔ اسلئے یہ قلعہ بہا لکی فتح خان کے سپرد کیا گیا۔  
 پہر یمن الدولہ گلبرگہ میں آیا۔ شہر کو سرسوار سی فتح کر لیا۔ قلعہ کا فتح کرنا تفسیع اوقات  
 سمجھا۔ اور سید باجی پور چلا گیا۔ اور وہاں نور سپور اور شاہ پور کے درمیان بجال پور کے  
 پاس ایک تالاب پر خمیزن ہوا۔ اب عادل شاہ کو آدمیوں سے روز ہنگامہ کار رار کر مہم  
 لگا۔ اگر عادل شاہ ہوقت ہی عقل اور ہوشیار سی کام نہ نکالتا تو اسکا حال ہی نظام شاہ  
 کا سا بن لوں ہوتا۔ اوسنے شہر کی حفظ و حرست میں بدرجہ غایت جدوجہد کی۔ اور بادشاہ  
 فوج جو گہاس اور لکڑی اور سامان رسد کے لئے جاتی اوسے لڑیکے واسطے ہمیشہ فوج متعین کی  
 ۔ اور ایک یہ حکمت و چال کی کہ اول اپنے ایک مخدوم شیخ دبیر کو صلح کا پیغام لیکر یمن الدولہ  
 پاس بھیجا۔ جب وہ سکی بات کو اوسنے نہ سنا تو محمد امین کو بھیجا اور یہہ السیمین فرار داد ٹمرا کہ  
 عادل خان مبلغ چالیس لاکھ روپیہ اور ہاتھی برسہ پشیش بادشاہ پاس بھیجے۔ اور اوطا  
 کا اقرار کرے تو بجی پور کا محاصرہ اٹھالیا جائے۔ بہادر خان اور یوسف خان بادشاہ  
 سردار جو انکے ہاں قید تھے وہی اوس کے چھوڑ دئے۔ اب یمن الدولہ اس انتظار  
 میں بیٹھا رہا کہ یہ عہد نامہ دستخط ہو کر اوس پاس آئے۔ مگر وہ نہ آیا۔ اور یہہ ایک اور گل کھلا  
 کہ ایک نوشتہ یمن الدولہ کا ہاتھ لگا جمین لکھا ہوا تھا کہ بادشاہی لشکر کشیا رہی۔ جسکے  
 لئے سامان رسد دشوار ہے چند روز میں اس سامانی رسد خود پریشان اور پر اگندہ ہو جا  
 ۔ اسلئے عادل خان عہد نامہ کے پہنچنے میں صبح شام کرتا رہا۔ محاصرہ پر پیشی روز کا حصہ  
 گزر چکا تھا۔ بجی پور کے اس پاس کا ملک دل شاہ فی پیلے ہی برباد کر کہا تھا۔ اسلئے لشکر شاہی

آؤقتہ کے ہم پہنچانے میں بڑی تکلیف ہوئی۔ اور بحجوری محاصرہ اٹھانا پڑا۔ اور یہاں  
 کہیجا پور کے اوند ضلع میں چلے جو ویران نہیں ہیں۔ تاکہ سپاہ کو آسائش و آرام  
 اور دشمن کا آباد ملک ایران ہو چنانچہ اونہوں نے یہی کہا۔ اور یہیجا پور کے اوند ضلع  
 لوٹا کھوٹا اور برابر کیا جو اب تک معمور اور آباد ہے۔

### فتح قلعہ کالہ ۱۱۳۳ھ

جب فتح خان پسر ملک عنبر نے نظام الملک مارڈالا تو محمود خان قلعہ دار کالہ نے  
 اوس سے سترابی کی اور قلعہ کو راستہ کیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ اوسکو ساہوہوں  
 کے حوالہ کرے۔ اب ساہوہوں نے پادشاہ سے بغاوت اختیار کی تھی۔ اور ملک  
 ماسک اور تربنگ سنگنیر و خیر پکان کان تک قابض ہو گیا تھا۔ مگر خان زمان نے  
 جوہر اور خاندیس میں باپ کی جگہ صوبہ داری کا کام کر رہا تھا۔ محمود خان کو اس  
 حرکت سے روکا۔ اور اوسکو بہت سارے پیہ دلا کر یہ قلعہ لے لیا۔

### فتح قلعہ دولت آباد ۱۱۳۳ھ

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ بعض محال جو نظام الملک پادشاہ کے ہاتھ آئے تھے وہ  
 ساہوہوں کو اس سبب کہ وہ نظام سے بگڑ کر پادشاہ پاس چلا آیتا تھا پادشاہ نے  
 عنایت کئے تھے۔ اب فتح خان پسر ملک عنبر نے پادشاہ کی حلقہ گوشی اختیار کی اور شورش  
 شائستہ ارسال کی اسلئے پادشاہ نے ساہوہوں سے وہ محال واپس لیکر بہتر فتح خان کو  
 عنایت کیں۔ اب ساہوہوں نے پادشاہ سے بغاوت اختیار کی۔ اور یہیجا پور میں  
 جا ملا۔ اور عادل شاہ نے اوسکو اپنا لشکر دیدیا کہ دولت آباد فتح کر لے۔ فتح خان کی بڑی  
 اور خوشنیری کے سبب سارے نظامیہ راض تھے۔ اسلئے اوسنے خانخانان متبا خان

اعظم خان کی جگہ بادشاہ نے مقرر کیا تھا لکھنؤ کی دولت آباد میں سامان اذوقہ کا نہیں ہے  
 اور سپر سائو ہوسٹل کا ارادہ طے کرنے کا ہے۔ یقینی وہ اس سے لے لے گا۔ اسلئے آپ جلدی  
 یہاں انکر اس زحمت چھٹائے۔ اور قلعہ دو آباد کے مالک بنئے۔ خانخانان نے خان زمان  
 کو روانہ کیا۔ اور وہ ایک منزل چل کر کہہ پور میں پہونچا۔ اور سپاہ کو مرتب کیا۔ غرض  
 اٹارواہ ہی میں خوب لڑائیاں ہوئیں اور طرفین سے سرداروں نے اپنے اپنے ہنوکھا  
 جب بیجا پوریوں کو شکست ہوئی۔ تو انہوں نے فتح خان سے پیغام صلح کیا۔ اور اسے  
 کہا کہ قلعہ دولت آباد کو وہ اپنے پاس رہنے دے۔ اور تین لاکھ ہون نقد اور ٹاس  
 بھجوائے۔ غرض فتح خان اسے مل گیا۔ جب خانخانان کو طفرنگر میں یہ خبر ہوئی تو  
 اس نے خان زمان کو لکھا کہ اول زملہ سپہ سالار بیجا پور اور ساہوکی خبر اسطرح لینی چاہیے  
 کہ وہ دولت آباد میں سامان اذوقہ اور لوازم قلعہ داری کو جمع نہ کر سکیں۔ اور  
 اگر فتح خان اپنے عہد سابق پر عمل کرے تو خیر نہیں بہر قلعہ دولت آباد کے فتح کرنے کی  
 تدبیریں ہونی چاہئیں۔ خان زمان نظام پور میں آیا۔ اور مخالف ہی دولت آباد  
 حوالی میں سے نکلے۔ فتح خان نے خیریت خان بیجا پوری کو قلعہ کے اندر سواروں  
 سمیت بلالیا۔ اور قلعہ کے استحکام میں مصروف ہوا۔ غرض اب سپاہیوں کو دونوں  
 طرف جھنڈ ہوئی۔ اور شب و روز لڑائیاں رہیں۔ بہادروں کے خون سے زمین  
 لال ہوئی۔ درمی اور لمچار اور توپخانے سب تیار ہوئے۔ بادشاہی لشکر نے دھنوں  
 کی رسد لوٹنے میں اور اپنی رسد پہنچانے میں نہایت کوشش کی۔ اکثر بادشاہی  
 لشکر پیشہ حاصل ہوئی مگر کبھی کبھی بری ہی آن بنی اور میدان سے ہیرا و کھڑ گئے۔  
 اگرچہ اذوقہ کی کمی نے دونوں لشکروں کو تکلیف پہنچائی۔ مگر دولت آباد کے لشکر کو

یہاں تک ثبوت پہنچی کہ جانوروں کی کہالین کہانے لگے۔ غرض جب عادل شاہیوں کا یہ حال ہوا کہ کہانے پینے کو کچھ نہ رہا تو خیریت خان اس کے سردار نے خانخانان سے امان چاہی۔ اس سے امن نامہ لکھ دیا۔ خیریت خان غریب اپنے سپاہیوں کو لے قلعہ سے چھپ کر خانخانان پاس چلا آیا۔ خانخانان نے اس کی بڑی مہانداری کی۔ اور اس کی بانی عامل پیغام کہلا بھیجا کہ وہ بادشاہ کی اطاعت اختیار کرے۔ <sup>پاکستان</sup> عین انجام پر آہو گا۔ غرض خیریت خان عادل شاہ پاس واپس ہوا۔ اور خانخانان اور زیادہ تر استقام قلعہ کی فتح کا شروع کیا۔ ہمسیر اور ایک اور سردار بادشاہی فوج سے آگے۔ اور بادشاہی فوج کی اور امداد اور کمک بادشاہ نے بھیج دی۔ وہاں عادل شاہ نے کو سپہ سالار بنا کر مخالفانہ

کی امداد کے لئے بھیجا۔ اب ان لشکروں میں خوب لڑائیاں اور خون ریزیان ہوئیں۔ — محل واد خان نظام شاہیوں کا سردار خانخانان سے آگے۔ اور اس نے ساہو کے جو روپے اور دولت اور سبب سب گرفتار کر کے بادشاہ پاس بھیج دیا۔ عرض جب یہ حال ہوا تو فتح خان خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور خانخانان سے پیغام صلح بھیجا۔ اور کنجیان قلعہ کی اس کے حوالہ کین۔ اور دولت کے نوؤں قلعہ خمین سے پانچ قلعہ زمین پر اور چار پہاڑ پر تھے بادشاہی قبضہ و تصرف میں آئے۔ اور بہت سا سبب حرب و ضرب کا حوالہ کیا۔ فتح خان اور <sup>نظام</sup> حاکم بادشاہ بنایا تھا۔ دو بادشاہ کے روبرو آئے۔ فتح خان ملازمان شاہی میں داخل ہو کر معزز اور ممتاز ہوا۔ دو لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ اور حاکم خان نظام قلعہ گوالیار میں پہلے نظام کے ساتھ قید ہوا۔

محمد شجاع کا دکن کی طرف جانا

خانخانان کی متواتر عرضیاں بادشاہ پاس آئیں کہ دولت آباد کے قلعہ فتح ہونے سے تمام دکنیوں کے دل میں خوف بیٹھ گیا ہے۔ اس ملک میں جو بادشاہی فوج ہے وہ ترددات شاقہ اور قلت ادوقہ سے تنگ ہو گئی ہے۔ اور کسی مہم میں نہیں مشغول ہو سکتی ہے۔ اسلئے اگر کوئی شانہزادہ تازہ فوج سہا لیکر یہاں آجائے تو ولایت ملک بجا پور بھی قبضہ و تصرف میں آئے۔ اسلئے بادشاہ نے اپنی بیٹے محمد شجاع بہت ساساز و سامان دیکر دکن کی طرف روانہ کیا۔

### قلعہ پریندہ کی فتح کی لمبی شانہزادہ کا جانا ۱۶۳۲ء

قلعہ پریندہ کا حال تم پہلے پڑھ آئے ہو کہ عظیم خان نے اس کا محاصرہ کیا تھا۔ مگر اسکو بعض مواقع ایسے پیش آئے کہ محاصرہ سے ہاتھ اٹھانا پڑا۔ وہ نظام الملک کے قبضہ میں تھا۔ اور آقا رضوان اسکی حرمت کرتا تھا۔ اب عادل شاہ آئے کہہ لیا کہ بادشاہی فوج اسکو لے لگی اور تیری جان نہیں چھوڑیگی اسلئے تو مجھے تین لاکھ روپے لے لے اور قلعہ دیدے۔ قلعہ دار نے روپیہ لیکر قلعہ اسکو حوالہ کیا۔ اس قلعہ کے فتح کرنے کا ارادہ خانان مدت سے کر رہا تھا۔ جب شانہزادہ محمد بران پور میں بہت سالشکر و سامان لیکر پہنچا تو اسنے عرض کیا کہ اب اس قلعہ کے فتح کرنا موقع ہے۔ غرض پہلے خان زمان خان لشکر کے ساتھ اس قلعہ کی طرف گیا۔ اور شانہزادہ مع اور امرا کے اسکے پیچھے روانہ ہوا۔ بڑا کام لشکر کشیوں میں ادوقہ بہم پہنچا سکا تھا۔ چنانچہ اسکا انتظام بھرتی کیا گیا اور تہا بٹھا اور لشکر متعین ہوئے۔ مگر وہ اچھی طرح دشمنوں نے نہ ہونے دیا۔ نظام الملک کی سلطنت میں اب کچھ دم نہ رہا تھا مگر ساموہوں نے نظام الملک کے کسی غریزہ کو قید خانہ سے نکال کر بادشاہ بنایا۔ اور ایک خضاد عظیم حوالی احمد انگر میں کھڑا کر دیا۔

اور اس سلطنت کو تمام بر کنوں پر جو دار السلطنت اور سند کے درمیان تھا قابض ہو گیا  
غرض ایک بردست دشمن یہہ اور دکن میں پیدا ہو گیا۔ دولت آباد کے گڑھوں میں وہ  
شریک تھا۔ ابا و سنہ پادشاہی فوج کو سامان ناز و قدر رسد کا یہہ پہنچے دیا۔ بعد بہت  
کشت و خون اور بہت سی لڑائیوں کے پادشاہی فوج کو قتل و ذوقہ کے سبب قلعہ بند  
کے محاصرے سے پہر ہاتھ اڑھانا پڑا جب پادشاہ کو یہہ خبر ہوئی تو اوسنے شانہ راہ محمد شاہ  
اور خانخانان اور خاندوران خان کو جو مالوہ سے شانہ راہ کی سہانت کے لئی بھیجا گیا  
تھا وہیں بلالیا۔ اور بہت سا سونے کا میا بی پر ناراض ہوا۔

### شاہجہان دکن جاتا ہے ۱۶۳۵ء

جب دکن میں دولت آباد فتح ہوا تو اس کے سیر کے واسطے اور باقی ملک کی فتح کرنے کے  
واسطے شاہجہان نے خود قصد دکن کا کیا۔ اور اگرہ سے جلدی لاادی ۱۶۳۵ء کو روانہ  
ہوا۔ اور سیر و شکار کھیلتا اور شاہانہ سفر کرتا دولت آباد میں پہنچا۔ اول پادشاہ نے  
یہہ جاہا کہ عادل شاہ والی بیجاپور اور قطب الملک الی گو لکنڈہ جنہوں نے مدت سے  
پادشاہ سے بغاوت اختیار کر رکھی تھی تقریر اور تحریر سے فہمائش کرے۔ اسلئے اوسنے  
ایک فرمان عادل شاہ کے نام میں مضمون کا لکھا کہ تمہارا باپ عادل خان مرحوم تمہارا تہہ  
بڑا اخلاص کرتا تھا۔ مگر تم نے بدکاروں کی صلاح سے اس خلاص کو جوہر دیا۔ اب  
ہم سب تمہاری حرکات اور تقصیرات کو معاف کرتے ہیں اگر تم اپنے باپ کی قدموں پر  
چلو اور اس سے بھی نڈبہ ہو۔ ہم تم کو تمہاری سلطنت بر قائم رکھینگے۔ اور ملک لاہور  
اور اوس پلہ ضافہ کریں گے۔ نظام الملک کے ملک میں احمد انگر اور دولت آباد و بڑے شہر  
ابوہ پادشاہی قبضہ میں آگئے ہیں۔ وہ خود قید ہو گیا ہے اب کیا رہا ہے جو تم اوس کا شہر ہو



سماہو بد معاش اور چند اوباش جو باقی مین اونکا علاج اب ہوا جاتا ہے۔ تم کیوں اونکے ساتھ  
اپنے تئیں برباد اور خراب کرتے ہو۔ اگر سہارے حکم مانو گے۔ تو تمہارے حق مین اچھا ہوگا  
نہین اپنی سزا کو بھونچو گے۔ یہہ فرمان ہم اپنے لائق ملازم مکرمت خان دیوان بیوات  
کے ہاتھ بھیجتے ہیں۔ وہ تم کو زبانی ہی سہا لانا فی الضمیر سمجھا دیگا۔ اور اوسکا ساختہ اور  
پرداختہ ہم کو منظور ہوگا۔ اور ایک فرمان قطب الملک کو اس مضمون کا لکھا کہ تمہارے  
ملک مین تبرا ہوتا ہے اور خطبہ مین شاہ ایران کا نام پڑھوایا جاتا ہے یہہ دونوں  
حکمتیں ہم کو ناپسند ہیں انکو موقوف کرو نہیں تمہارا ملک ضبط کیا جائیگا۔ اور نذر جمعہ  
جو تمہارا باپ بیچا کرتا تھا اوسے پیچیدہ۔ یہہ فرمان ہم اپنے نوکر عبد اللطیف گجراتی کے  
ہاتھ بھیجتے ہیں کہ وہ تم کو زبانی ہی فہمائش کرے۔

## لشکروں کا کوچ ساہو سے لڑنے کی واسطے اور اور قلعے کے فتح کرنے کے لئے

اب بادشاہ نے دولت آباد مین پہونچکر پہلا طریقہ اختیار کیا کہ فوجوں کے ٹکڑے  
ٹکڑے مختلف قطعات دکن کی طرف روانہ کئے۔ خاندوران خان کو بیس ہزار سوار  
دیکر اور بڑے بڑے منتخب ملاوڑ سواروں کے ساتھ کئے۔ اور حکم دیا کہ وہ قندھار اور  
مانڈیر مین کہ گلگندہ اور بیجا پور سے متصل ہے قیام کرے۔ اور خان زمان کو بھی بیس  
سوار اور عمدہ عمدہ افسر دئے۔ اور حکم دیا کہ وہ احمد نگر مین پہونچا اور اول طعن ساہو پہونڈ  
پر کہ چار کوٹہ مین احمد نگر کے پاس ہے تخریر کرے۔ اور ملک کان کان کو اس کے  
تصرف لکھائے۔ اور جب وقت حکم جاوے تو عادل خان کے ملک کو بھی جو اس لغز مین  
فتح کرے۔ اور شاہ تہ خان کو آٹھ ہزار سوار دیکر حکم ہوا کہ قلعہ خیر اور سنگم دیو ناسک اور

کو تسخیر کرے۔ جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ نظام الملک کے قلعے جو چاندا اور دہرپ کی سمت میں واقع ہیں اور زمین چہرہ تو ساہو کے قبضہ میں اور دروہو ج مل کے تصرف میں ہیں۔ اور وہ زیر دستوں پر بڑی زبردستی کرتے ہیں اسلئے پادشاہ نے الہ وردی خان کو جو پہ سالار خان کے ساتھ گیا تھا حکم دیا کہ دو ہزار سوار لیکر ان قلعوں کو فتح کرے۔

### سفیران شاہی سیما پور اور گول کندہ کا حال

عادل شاہ نے پادشاہ کی سفیر مکرمت خان کی طاہرین بٹری خاطر داری ملکہ باطن میں صاف نہ ہوا۔ اور ساہو ہو نہ کی اعانت روپیہ اور سپاہ سی کی۔ مکرمت خان نے عادل شاہ کا اصل حال لکھ بھیجا۔ سپہ پادشاہ خفا ہوا۔ سید خان جہان اور محمد افروز کو دس ہزار سواروں کے ساتھ عادل شاہ کی سرنرش کیو سطر روانہ کیا۔ اور حکم ہوا کہ خاندوران خان اور خان زمان خان اور سید خان جہان تینوں ملک سیما پور حاکم کریں۔ اگر عادل شاہ صلح کرے تو کر لین نہیں بالکل اسکا استیصال کریں قطب الحاکم گو کندہ نے عبد اللطیف کی بدرجہ غایت مہانداری کی۔ اور تمام ملک میں تبرائری ممانعت کر دی۔ اور پادشاہ کا خطبہ نبی والہ سلطنت میں پڑھوایا۔ اور زرو گو ہر پر نثار کیا۔ اور ایک نہایت عمدہ پیش کش پادشاہ کے پاس روانہ کی۔

### قلعوں کا مفتوح ہونا

الہ وردی خان پادشاہ کا حکم پہنچے ہی اول قلعہ دہرپ کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے ہی حصا چاندور کو فتح کیا۔ قلعہ دار کینہ راؤ کو پچاس ہزار روپیہ دیکر قلعہ خجری لے لیا۔ اور پھر حصا گانجہ اور مانجہ کہ قلعہ دار دہرپ سے متعلق تھے فتح کر نیکے لئے روانہ ہوا۔ جہاں قلعوں کا محاصرہ ہوا۔ اور کچھ توڑ پھوڑ قلعہ میں کی گئی تو کینہ راؤ

اپنے بھائی کو قلعوں میں پہنچا کر ان سے بھی صلح کرادی اور بہت سے قلعے جو پہاڑوں پر واقع تھے وہ سب کے سب بالہ وردی خان کے قبضہ میں آ گئے۔ اور ایک قلعہ میں نظام الملک کے بہت سی رشتہ دار تھے ان سے بھی صلح ہوئی۔ یہ سب کام کرتا ہوا وہ قلعہ دہر پک پاس پہنچا۔ یہ قلعہ مسانٹ اور سہوہ نام میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ یہاں کے قلعہ دار بھوجل نے بھی بادشاہی فتوحات کو دیکھ کر پیغام صلح کا بھیجا۔ وہ منظور ہوا۔ اور ایک کھہر سپہ دیکر اس قلعہ کو بھی لے لیا۔ شالستہ خان سنگمیر میں پہنچا۔ اور وہاں کے ہر گنوں کو ساہو ہونہ کے بیٹے کے تصرف میں نکالا۔ اور ناسک میں بھی سرکشوں کو کان کان میں بگایا۔ اور اس ملک آباد کیا۔ اور کیتی اور زرعت کے واسطے کسانوں کو حکم دیا اور تہا نے بٹھائے۔ خیر کے فتح کرنے میں بادشاہی لشکر کا بھی نقصان ہوا۔ مگر ساہو ہونہ کے بیٹے کو مار کر بگایا۔ غرض تھوڑے دنوں میں سنگمیر اور خیر کے سترو کے سترو پر گئے بادشاہی تصرف میں آ گئے۔ اور شالستہ خان کو بادشاہ نے اپنی پاس بلالیا۔ خاندوران خان قندھار میں پہنچا۔ اور قلعہ اوسہ اور ادو گہ کی تسخیر کے واسطے چلا۔ کہ بادشاہ کا حکم اوس پاس پہنچا۔ کہ عادل شاہ اطاعت نہیں کرتا اس لیے حکم دیا کہ سید خانجہاں شولا پور کی طرف آوے اور خان زمان ایند پور کی طرف چلے کریں اور تم کو حکم ہوتا ہے کہ بیدری کی طرف اوس پر حملہ کرو۔ خاندوران خان نے قصبہ کلیان قبضہ کر لیا۔ اور پھر نرائن پور اور بھالکی پر تصرف کیا۔ اور بہت سا غلہ اور چھاب بار برداری کل جمع کیا۔ غرض تمام سیراب قصبوں اور شہروں کو دیران کرتا قلعہ بیدری پر پہنچا۔ تمام ملک بجا پور کا چاروں طرف برباد ہونے لگا۔ عادل شاہ نے یہ اپنے پہلے ہی سے تدبیر کی جس کے پہلے پہلے اوس نے محاصرہ سے نجات پائی تھی۔

لیغے اور سنے بجا پور کے اس پاس کچھ شہر و دیار کو میں میں سلکت چار و لطف سے  
بر باد کر دیا اور کہانے پینے اور نیار چارے کے سامانوں کو یک قلم ضائع کر دیا۔ اور کوٹ  
کوٹھی سے بہرہ دیا۔ اور چٹپون اور تالابون کو پانی سے خالی کر دیا غرض اپنے نزدیک اسکو  
ناممکن کر دیا کہ کوئی فوج اسکو محاصرہ کرے اور کہانے پینے کا سامان ہم پہنچا سکے  
اب بادشاہی فوج جو عادل شاہ کی قلم و کو بر باد کرتی چلی آتی تھی۔ اسکے سامنے  
عادل شاہ کی فوج ہی آئے دونوں طرف کر لشکر وین میں نقصان پہنچنے لگے۔ اور  
ٹھٹے لڑتے دونوں تنگ ہوئے۔ آخر کو عادل شاہ نے لاجپور کو پرپیام صلح دیا۔ اور بادشا  
نے منظور کر لیا۔ کچھ بہرہ سمجھ کچھ وہ سمجھے

۱۶۳۶ء میں ان شرائط پر صلح ہو گئی اولی نظام الملک کو ملک میں اور سدر ملک  
جسکا محاصل میں لاکھ روپیہ ہوں ہے بادشاہ عادل شاہ کو عنایت کرے۔

دوم عادل شاہ میں لاکھ روپیہ کی پیشکش حکمت حاکم ہاتھ بہت جلد بچا دے۔  
سوم قطب الملک الی گول کٹھہ نے جو طریقہ اپن جماعت کا اختیار کیا ہے۔ اور  
خطبہ و سکے بادشاہ کے نام کا جاری کیا ہے۔ اور تمبر اپنی مملکت میں موقوف کر لیا ہے  
اور اسکو گزند نہ پہنچائے +

چہارم ساموہو ہنسند کو اجازت ہے کہ وہ عادل شاہ کی ملازمت میں رہے۔ مگر حقین  
قلعے اس پاس بالفعل ہیں وہ بادشاہی ملازمین کے حوالہ لیجائیں۔ اسکا اہل و  
عیال اور مال سب بادشاہی ملازمین کو کچھ تعرض نہ ہوگا۔ اور اگر وہ اس  
ملازمت کو نہ اختیار کرے تو اسے گرفتار کر کے بادشاہ پاس بچوائے یا اسے  
قتل کر ڈالے۔ خاجہان نے بعد اس معاملہ طے ہونے کے قلعہ اور کرن لوڑ کیس کو بھی

فتح کر لیا۔ یہی نقطہ قلعے نظام الملک کے باقی تھے۔ اب دکن میں فقط ساہوہر پور کا خشتہ باقی رہا تھا وہ یوں ختم ہوا کہ موافق عہد نامہ کے عادل شاہ کیا تو اس سے لو کر کہتا یا اس سے تمام قلعے لیکر بادشاہی ملازمنوں کے حوالہ کرتا۔ لیکن اب خان زمان کو معلوم ہوا کہ عادل شاہ کی ملازمت پر وہ راضی نہ ہوا۔ اور قلعہ خیر اور قلعے اسنے حوالہ نہ کئے۔

اسلئے عادل شاہ نے اپنے سپہ سالار زندیکہ سپاہ کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ قلعہ خیر اور قلعوں کو اس سے لے لے غرض انہوں میں دریاؤں کے حائل ہونے سے اور موسم برسات کی آجانے سے ان قلعوں کے لینے میں تاخیر ہوئی۔ مگر آخر کو عادل شاہ اور بادشاہ کی فوج نے سب قلعے فتح کر لئے۔ اور ساہوہر پور سلطانی کان میں بہاگ گیا۔ یہاں ہی اسکو چین لینے دیا۔ آخر کو وہ قلعہ ماہولی میں گھر گیا۔ اور یوں صلح ہو گئی کہ وہ سب قلعے بادشاہ کے حوالہ کرے۔ اور وہ خود عادل شاہ کی ملازمت کرے۔ اور جس شخص کو

عظیم دمنے بنایا تھا اسکو بادشاہ کے حوالہ کرے۔ پہلے اسے قطب الملک الی گو کندھ پادشاہ کا مطیع ہو چکا تھا۔ اسنے نذر اور شیکیش جالپور کاہر و سپہ کی بھیج دی اور اطاعت و انقباد کا وعدہ کیا۔ اب احمد نگر کی سلطنت کا نام ہی نہ رہا۔ گول کندھ اور بیجا پور کے پادشاہوں نے اطاعت اختیار کی۔ اسلئے سارا دکن پادشاہ کا مطیع ہو گیا۔ اکتیس قلعے اور کل ایک کروڑ سپہ کا ملک اس مہم میں ہاتھ لگا۔

اب پادشاہ دار السلطنت میں ۱۶۳۶ء میں چلا آیا۔ چاروں صوبوں دولت آباد و برار اور تلنگانہ و خاندیس کی حکومت پادشاہ نے شانہ بردہ اور نگے کیے محنت کی۔

### واقعات متفرقہ

ہم نے پادشاہ کی نو سال کی سلطنت کا بیان کیا ہے اس میں تسلسل حال دکن کی شہما کا بیان کیا اور واقعات

متفرق حواسِ عرصہ میں آئے اونکو جوڑ دیا اسلئے اب اونکو بیان کرنے میں۔

## فستخیر سید رکھلی پرتگیزیوں کا ہستیصال ۱۶۴۱ء

اگرچہ تحقیق نہیں ہوا کہ پرتگیزیوں نے پرتگال کے رہنے والوں کا بنگال میں کیسا آنا جانا شروع ہوا۔

مگر یہ خوب معلوم ہے کہ بنگال کا پادشاہ محمود حبیب شیر شاہ کے ہاتھوں سے نہایت تنگ

ہوا تھا تو اسنے ساحلِ بالا بار پر پرتگیزیوں کے گوزر سے استعانت کی درخواست کی۔ اور

سیمپیر امیر البحر اور نکالو جہاز لیکر گنگا میں داخل ہوا۔ اگرچہ وہ ناوقت پہنچا اور

محمود کی امداد کچھ نہ کر سکا۔ مگر وہ بندرست گانویر گولن یا گولا کے مقام پر مقیم ہوا۔

اور یہ گولن یا گولا بدلتے بدلتے چلی ہو گیا۔ اور بندرستوں صدی کے آخر میں اونہوں

نے چٹ گانوں میں اقامت اختیار کی۔ اور ایک کوٹھی اس جہان سے کہ کاروبار تجارت

کے لئے ضرورت ہے تیار کی۔ اور اسکے گرد کے موصفات کو ٹھیکہ میں لیکر ایک

صورت حکومت کی پیدا کی۔ اور پھر اس کوٹھی کو بڑے بڑے بڑھائے ایک قلعہ کی صورت

بنائی۔ اور خوب توپ و تفنگ اسکو مستحکم کیا۔ جب شاہ جہان باپ سے بغاوت کر کے

یہاں آیا تو اسنے پرتگیزیوں سے امداد طلب کی اونہوں نے انکار کیا۔ یہہ خار

شاہ جہان کو نہیں کھٹکتا تھا۔ جبہ پادشاہ ہوا تو اسنے قاسم خان کو صوبہ دار بنگالہ

مقرر کر کے حکم دیا کہ ان پرتگیزیوں سے ملنے پاک صاف کرے۔ اسوقت وہاں ایک

پرتگیزی اور دو ہزار ہندوستانی سپاہ اور باس تھی۔ قاسم خان اپنے بیٹے عیسیٰ علی

اور ہندران شاہی کو بھیجا کہ ان پرتگیزیوں کی کوٹھی کو شنگون سے مار کر فتح کر لیا۔ اور ہرگز

قتل کیا۔ اور چار سو کو قید کر کے پادشاہ باس چھوڑا۔ اس طرح پرتگیزیوں کا بنگال میں

بالکل ہستیصال کر دیا۔

## سری نگر کی مہم ۱۶۳۵ء

ملک پنجاب کو دامن کوہ میں نجابت خان صوبہ دار تھا۔ اوسنے بادشاہ کو لکھا کہ اگر دہلی  
 سواروں کی کمک مجھے عنایت ہو اور سری نگر کی مہم کا اہتمام حوالہ ہو تو میں اوسکا  
 بخوبی سر انجام کر لوں گا۔ یہ درخواست اوسکی منظور ہوئی۔ اول اوسنے اس فوج سے  
 شیرگڑھ کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا۔ یہ قلعہ جناب کے کنارہ پر سرسور پر زمیندار سرسور نے  
 بنایا تھا۔ اور زمیندار سرسور کو جو بادشاہی فوج کے ہمراہ تھا اور اوسکو سری نگر کے  
 زمیندار نے اس قلعہ سے نکال دیا تھا اوسکو ہوا کیا۔ اور اوسنے نجابت خان سے  
 کمک لیکر قلعہ بلیت کو بھیج لیا۔ یہ قلعہ اوس پاس پہلے ہی تھا اور اب زمیندار  
 سری نگر کے قبضہ میں تھا۔ یہ قلعہ دستور کو نجابت خان نے فتح کیا۔ رامون میں چوہ  
 چوٹے قلعے فتح ہوئے اور دوا سے لگا سے پار اور ترا۔ سری نگر سے مین کوں پر پہنچا  
 - زمیندار سری نگر نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور یہ ہر اک نجابت خان و مین قیام کرے  
 جہاں اوسکا مقام ہے۔ اور دس لاکھ روپیہ بادشاہ کے لئے اور ایک لاکھ روپیہ وہ  
 اپنے واسطے لے۔ غرض اس روپیہ دینے میں ایسے حیلہ حوالہ کئے کہ ڈیڑھ مہینہ کا  
 عرصہ لگ گیا۔ اور قلات اور قہ سے بادشاہی فوج کو فاقہ پر فاقہ ہونے لگا۔ اور ہر  
 برسات سر پر آئی جب نجابت خان نے واپسی کا ارادہ کیا تو دشمنوں نے اوسپر  
 حملہ کیا۔ اور فوج شاہی کو بڑا نقصان پہنچایا۔ غرض اس ناخوشگوار امر کے سبب  
 سپاہ بڑا نقصان اٹھایا۔ اور کچھ تھوڑے آدمی زندہ بچ کر اپنے گھر گئے باقی مین  
 کہیت رہی بادشاہ نے نجابت خان کو جہاں کی صوبہ داری سے بدل دیا۔ اور شاہ نواز  
 بن عہدار جمیٹا خان کو دامن کوہ کا گڑھ کی صوبہ داری عنایت کی۔

جہاں سنگہ بندیلہ اور اسکے بیٹے بکر حاجت کی سرکشی ۱۶۳۷ء  
 جہاں سنگہ بندیلہ اور بکر حاجت تختہ راجہ علی گڑھ کا حال پہلے پڑھ آئے ہو۔ ان باب میں  
 نے دکن کی مہم میں بڑے کار ہائے نمایاں کئے۔ جہاں سنگہ مہابت خان حضرت لیکر  
 اپنے ملک میں آیا۔ معلوم نہیں کیا دل میں آیا کہ پیچہ نرائن زمیندار کے ملک گدھ پر  
 لشکر کشی کرے۔ اور اوسکو دار السلطنت جو اگدھ سے اول عہد و پیمان کر کے بلایا۔ پھر اوسکو  
 عزیز و اقارب کے ٹھکانے لگایا۔ اتفاق سے پیچہ نرائن کا بیٹا خاندوران خان کے ساتھ  
 پادشاہ کی خدمت میں باپ کی نذر لیکر آیا تھا۔ اوسنے اپنا استغاثہ پادشاہ کے روبرو  
 پیش کیا۔ پادشاہ نے سند رکب رائے کی بات جہاں سنگہ کے پاس حکم بھیجا کہ وہ فوراً  
 ملک گدھ کو ملازمان شاہی کے حوالہ کرے۔ اور حیدر و سید اوسکو ساتھ لگا ہے  
 اوسمیں دس لاکھ خزانہ شاہی میں بھیجے۔ اس فرمان کے پہنچنے سے پہلے ہی اوسکو  
 یہ حال معلوم ہو گیا۔ اوسنے اپنی بیٹے بکر حاجت کو جو دلی میں بالا گھاٹ پر خان  
 خان پاس تھا لکھ بھیجا کہ فوراً چلا آئے۔ وہ اپنی فوج لیکر میان سے فار ہوا پادشاہی  
 لشکر کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اوسکی سدرہ ہوا۔ مگر وہ اپنے باپ پاس پر گنہگار ہوئی  
 میں پہنچ گیا۔ جب پادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اوسنے عبدالغفار بہادر کو سید  
 خان جہان اور خاندوران خان کو تین طرف سے بڑے بڑے لشکر کے مسلمان و کیر حکم  
 کرنے کا دیا جب جہاں سنگہ کو یہ معلوم ہوا کہ پادشاہی فوج یوں اوسپر چاروں طرف  
 سے پٹی چلی آتی ہے تو پادشاہ پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ پادشاہ نے سند رکب رائے کو  
 بھیجا اور لکھا کہ اوسکے مقصود جب معاف ہو گئے کہ وہ خود دکن جائے اور بکر حاجت  
 کو یہاں بھیجے۔ اور تیس لاکھ روپیہ پیشکش کرے جب سند رکب رائے اوس پہنچا



تو اوسنے دیکھا کہ وہ بڑے ٹہاٹھ سے قلعوں کو درست کر رہا ہے اور لڑائی کا سامان ہوتا  
 غرض یہہ دیکھ کر اور سب حال سن کر پادشاہ سے عرض کیا۔ پادشاہ نے اپنی تینوں  
 بڑے سرداروں کے نام حکم جاری کئے کہ وہ لڑائی کو شروع کریں۔ اور اس خیال سے  
 کہ ان تینوں سرداروں کی نفسانیت کوئی حائل پیدا ہو۔ شانہ زادہ اور نگ زیب  
 اس مہم میں سر لشکر بنایا غرض اس شانہ زادہ نے اس لڑائی میں جانفشانی کی۔  
 اور لڑائیوں میں فقط تیر و تفنگ چلتے ہیں مگر اس میں تیشہ کو بھی چلانا پڑا۔ اور سرداروں  
 و خون کو کاٹ کر لشکر کے لئے تہہ نکالنا پڑا۔ پانچ قلعے ایسے اہم تھے کہ نہایت  
 استوار و مستحکم تھے۔ فوج شاہی نے سر سواری فتح کر لئے۔ اب جہاں سنگھ اس  
 لشکر کی بڑی چوٹوں کو نہ اٹھاسکا۔ اسلئے فرار ہو کر کیا گوند و زمین گیا۔ پھر کن  
 میں چلا۔ کہ وہاں لوگ کچھ ساتھ ہو گئے۔ لیکن فوج شاہی نے کہیں اس کا پچھا نہیں  
 ۔ قطب الملک کو ملک میں گھسیلا۔ اور آخر کار انجام یہ ہوا کہ بکر ماجیت اور جہاں سنگھ  
 کا سر کاٹ کر پادشاہ کی خدمت میں بمقام سپہر بھیجا گیا۔ اور ایک کروڑ روپیہ نقد  
 اور پچاس لاکھ روپیہ کا مالک ضبط ہوا۔ جہاں سنگھ اور اسکے بچے جگلوں میں  
 لٹکے ہو کر روپیہ چسپایا تھا۔ وہ سب سوسون اور مخبروں کی زبانی پادشاہی ملازمین  
 کو معلوم ہو گیا۔ اور وہ انہوں کو نکال لیا۔ غرض اس مہم میں ایک کروڑ روپیہ خزانہ  
 شاہی میں داخل ہوا۔ اور تجانون کی عید بنائی گئی۔ جہاں ناقوس چمکتا تھا  
 وہاں اذان کی آواز آتی تھی +

### پرتاب زمیندار اجمینہ کا مارا جانا

پرتاب کو پادشاہ نے اس کا مالک اجمینہ کا دیا تھا۔ مگر اب اوسنے پادشاہ سے کیشی کی

جب عبدالدرخان بہادر صوبہ دار بہار کو اوسکی گوشمالی کے واسطے بادشاہی شاہ  
ہوا۔ وہ مختار خان تبولدار منگیہ کے ماتم روانہ ہوا۔ ادھر سے گورکھ پور کا جاگیردار  
فدائی خان آن پہنچا غرض اوسکی دارسلطنت بہوچور کا یہ ہیننگہ محاصرہ پایہ تکمیل  
مثبت کی شکل تباہ اور تہہ بگاڑ کا نام لائے کہ وہ ایسا تنگ ہوا کہ بی بی کا خود ماتم  
ایک خواجہ سر کے ماتم میں دیکر عبدالدرخان پاس بچوایا۔ اور خود ایک دہوتی باند  
سنگے سرانوں اوس پاس آیا۔ وہ تو مارا گیا اور اوسکی بی بی مسلمان ہوئی۔  
اور عبدالدرخان کے پوتے سے بیاہی گئی۔

### سرکشی مرزبان کوچ باجو

بنگالہ کی شمال سمت میں دو چھوٹی سی ریاستیں کوچ باجو اور کوچ بہار تھیں۔  
اتنا محمد جہانگیری میں کوچ باجو پر چیت اور کوچ بہار کچھی نرائن سے متعلق تھا۔  
سلام خان جب بنگال میں صوبہ دار ہوا تو رکھنا تنہ زمیندار پر گرنے سے سوسنگہ  
پر چیت کی یہ فریاد کی کہ میرے بال بچاؤ سے قید کر لئے ہیں۔ غرض سلام خان  
نے لشکر بھیجا اس ریاست کوچ باجو کو قبضہ میں کر لیا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں  
پر چیت کو بھیجا۔ اوسکا بھائی بلدیو شاہ اسام پاس چلا گیا۔ اور مکریم خان  
کوچ باجو میں حاکم مقرر ہوا۔ مگر وہ سید قاسم حاکم بنگالہ سے ناراض ہو کر بادشاہ پاس  
چلا آیا۔ حاکم بنگالہ نے دس ہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا کہ یہ حکم دیا کہ کوچ باجو پر  
قبضہ کر کے ملک سام پر حملہ کریں غرض کوچ باجو میں ہمایوں اور مقیم رہے اور  
جب ملک سام کی طرف چلے تو وہاں کے لشکر نے اس سپاہ بھجن ارکرب  
ٹکڑے اور اڑائے۔ اسوقت ملک سام میں مہر گئی اور اجرتھا۔ اگرچہ آسامی میدان

لڑنا اچھا نہ جانتے تھے مگر کشتیوں میں پانی پر ریلوئی کی ایک سلگانی خوب جانتے تھے  
 اب بلدیوں نے شاہ آسام کوچ ہاجو کے فوج کرنے کی ترغیب دی غرض وہ ملک لشکر کشی  
 لیکر کوچ ہاجو پر آیا اور اس فوج کے بہت ہی زندہ داروں کو اپنے ساتھ متفق کر لیا  
 - اور بہت سی کپڑوں پر تصرف کر لیا۔ اور بارہ ہزار بنگالی اور آسامی اس پاس  
 جمع ہو گئے۔ اور پرگنہ بربرگنہ وہ اپنے تصرف میں کرتا آگے بڑھا چلا۔ اس وقت  
 ہاشم خان صوبہ دار بنگالہ نے کیا کام کیا کہ سردار اور رئیس جنگو جاگیر میں یہ ملک  
 پادشاہ نے دے رکھا تھا۔ اور وہ کہتے ہی کرتے تھے اور کہتے میں ہاتھی پکڑ کر مارنے  
 کی خدمت میں لگتے تھے۔ اس سال میں کہتے کا کام ونسہا جی طرح نہ ہوا تھا۔ اس  
 دن سب کو قید کر کے قیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ انہیں سے جو دو بڑے سردار  
 سنتوس اور جے رام تھے وہ سرک دیوراجہ آسام پاس بہاگ کر چلے گئے۔ اور جب  
 بنگال میں نیا حاکم اسلام خان آیا۔ تو بلدیوں نے کہا کہ حاکم نیا ہے خوب موقع ہے کہ  
 اس وقت ہاتھ پیر لائے جائیں۔ اس نے شیخ عبدالاسلام حارس کوچ ہاجو پر حملہ کیا۔  
 اس نے شہ جلوس شاہجہان میں مدد طلب کی۔ اس کی امداد کے واسطے طرزان  
 لشکر مع سپاہ روانہ ہوئے۔ اور کہوڑے کہاٹ پر کشتیوں کو برہم ہو چکا غرض  
 خوب لڑائیاں خشکی اور پانی میں ہوئیں۔ پادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔  
 اور دریائے ساس اور برہم پتر کے پارتک شمنون کو مارتے اور ان کے قلعہ فتح کرتے چلے  
 - بدہ مگر میں بڑا لشکر شمنون کا جمع ہوا اس سے بھی پرگندہ کیا۔ غرض سلمہ جلوس  
 یعنی ۱۶۳۳ء میں پادشاہی لشکر آسامیوں کے لشکر کو قلعہ بہ قلعہ بہ گاتے پہرے۔  
 - اور آخر کو وہ شکست کھا کر بہاگ گئے۔ پانسو دہشتیان پادشاہی فوج کر ہاتھ پیر

غرض اس ملک پر باوجودیکہ قبضہ و تصرف ہو گیا لیکن اب ہوا کے نام و قیمت سے  
اوسے چھوڑ دیا۔

## ملک بکلا نے کی فتح ۱۶۳۸ء

دکن میں ملک بکلا نے مین نو قلعے اور چوبیس برگئے اور ایک ہزار گالوں تھے۔ وہ دولت آباد  
سے متصل تھا۔ اور سیکٹرڈن ہرسون سے بھوجی کے خاندان مین اوسکی حکومت  
چلی آتی تھی۔ شاہزادہ اورنگ زیب نے سپاہ کو بھیجا اس ملک و تمام قلعوں کو لڑ کر فتح  
کر لیا۔ اور آخر کو بھوجی نے لاچار ہو کر بادشاہ کی اطاعت اختیار کی۔ اوسکو منصب ملا  
۔ اور اسی کے پاس رام نگر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اوسکے حاکم نے بھی اطاعت پڑھنا  
کی اختیار کی۔ بادشاہ نے یہ ریاست وہاں کے رئیس رام دیو داد بھوجی کو دے دی۔  
ظفر خان صوبہ دار کشمیر کا تسخیر تبت خرد کی لئی جانا ۱۶۳۹ء  
جہاں گیزی ملک تبت کی فتح کی بڑی تمنا تھی۔ ایک دفعہ بہت سا لشکر بھیجا مگر اوسکو  
اس ملک میں داخل ہونا نصیب ہوا۔ اب شاہجہان نے ظفر خان صوبہ دار کشمیر کے  
نام حکم اس ملک کی تسخیر کا بھیجا۔ وہ آٹھ ہزار سو ارپاؤں سے لیکر راہ کر چہ سے پہاڑوں کو  
طے کرتا ہوا برگنہ شاہد و جہاں سے ملک تبت سندھ پار شروع ہوتا ہے پہنچا۔ اوجھا  
علی رائے کے نزدیک خمیدہ بن ہوا۔ علی رائے نے بہار پر دو قلعے بنائے تھے۔  
اوہیں جو بلند تھا اوسکا نام مکہر بھوج تھا اور جو پست تھا اوسکا نام کچھنہ تھا۔ اب  
ان قلعوں میں علی رائے کا بیٹا ابدال حاکم تھا۔ وہ قلعہ مکہر بھوج میں محض رہا۔  
قلعہ کچھنہ کی حفاظت اپنے وزیر محمد مراد کے سپرد کی۔ اور اہل عیال قلعہ شکر میں  
جو دریا سندھ اس کنارہ پر تھا بھیجے۔ اب ظفر خان نے ان قلعوں کا یہ حکم کیا۔

گڑنا مصاحت نہ جانا۔ اور یہ تدبیر سوچا کہ یہاں کی رعایا کو جو ابدال سے ناراض ہے  
 پرچا کر قلعہ سکھر اور ابدال کے اہل عیال کو دستگیر کرنا چاہئے۔ یہ یہ توقف دو مہینے سے  
 زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ پہر موسم سراسر سرد آجائیکہ برف سی ساری زمین پٹ جائیگی  
 ۔ اسلئے اوسے میر فتح الدین کو چار ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ پر بھیجا۔ اور خود ابدال  
 کی طرف متوجہ ہوا۔ حسن بہا نجا ابدال کا لشکر شاہی میں تھا۔ اوسے اور بعض نیندراں  
 کشمیر کو کہ وہ اس ملک کے نینداروں سے رسم و راہ رکھتے تھے۔ ظفر خان حکم دیا کہ وہاں کے  
 لوگوں کو دلاسا دیکر یا خوف دلا کر مطیع کریں۔ غرض تینوں قلعے سکھر کو پہنچے اور  
 اکھینہ سینہ زوری سے اور کچھ وہاں کے لوگوں کی سازش سے فتح کئے۔ اور اہل  
 عیال کو ابدال کے گرفتار کر لیا۔ اب لاچار ہو کر اوسے پادشاہ کی اطاعت اختیار  
 اور اس کے نام کا خطبہ اور سکھ اپنے ملک میں جاری کیا۔ ظفر خان نے بہرہ پری عظمیٰ  
 کی کہ اس ملک کا انتظام اچھی طرح نہ کیا۔ اور اس اندیشہ سے کہ کہیں برف سے راہیں  
 بند نہ ہو جائیں بہت جلد ابدال کو اس کا ملک دیکر چلا آیا۔ اس کام کے ناتمام چھوڑ کر  
 پادشاہ اوسے بہت خفا ہوا۔ اب ہم شاہجہاں کی ادنیٰ محبت کا بیان کرتے ہیں جو  
 کابل و قندھار و بلخ و بدخشان میں اوسکے زمانہ میں ہوئیں۔

### امام قلی خان و نذر محمد خان کا حال

سلسلہ جلوس میں ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نذر محمد خان نے کابل پر حملہ کیا تھا۔ اور اس کو  
 پادشاہی لشکر نے رفع و رفع کر دیا تھا۔ وہ امام قلی خان والی نوران کا چھوٹا بیٹا  
 تھا۔ باپ اس کا دین محمد خان مشہور بہرہ تیم خان والی اور گنج تھا۔ انصلا ب زمانہ سے  
 بلخ و بدخشان نذر محمد خان کے ہاتھ آیا۔ اور بخارا اور سمرقند اس کے بھائی امام قلی خان

قبضہ میں آیا۔ ان دونوں بہائیوں نے اس وقت کہ شاہ ایران قندھار پر چڑھا تھا جہانگیر سے اردو چاہی تھی۔ اور یہ لکھا تھا کہ شاہجہان کو آپ یہاں پہنچ دیجئے۔ اسی اثنا میں جہانگیر کا انتقال ہو گیا۔ شاہجہان بادشاہ ہو گیا تو اس نے ایک خط امام قلی کے نام لکھا اور اس میں نذر محمد خان کی شکایت لکھی کہ اس نے کابل پر حملہ کیا اور کئی۔ اب آئندہ اتحاد اور وداو کی بنیاد مستحکم کی جائے عرض مدت تک اس میں اور بادشاہ میں دوستانہ خط و کتابت رہی۔

**شیر خان نرین زمیندار خوشنجر کا بادشاہ امان چاہنا**  
قندھار میں شاہ بیگ کابلی صوبہ دار اکبر کے عہد میں تھا۔ شیر خان کابلی سے ناراض ہو کر شاہ عباس والی ایران پاس چلا گیا۔ وہیں اس شیر خان نے تربیت پائی۔ اور خوشنجر میں شاہ ایران سے جاگیر پائی۔ مگر علی مردان خان اور بک والی قندھار سے اس کی نہ بنی۔ اس سے لڑ کر بہاگت پھر۔ آخر کو شاہ جہان کے سایہ عاطفت میں پناہ ملی۔

**سعید خان کاپشا اور پرستخ پانا ۱۶۲۹ء**  
کمال الدین ولد شیخ کرن الدین سیلہ عہد جہانگیری میں منصب چار ہزاری کا رکھتا تھا اس نے خان جہان کے بہکانیے فساد عظیم برپا کیا۔ دربار اکٹ سے لیکر کابل تک بہت افغانوں نے اس کے ساتھ اتفاق کر کے یہ ارادہ کیا کہ اول پشاو پرورش برپا کریں۔ جس وقت اس کی خبر سعید خان صوبہ دار کو ہاٹ کو پہونچی تو وہ اس وقت اور لشکر سمیت پشاو میں لگیا۔ اول الضیحت اور فہاش سے کام نکالنا چاہا مگر یوں کام نہ بند۔ کمال الدین نے افغانوں کے قبائل قریبہ و بعیدہ

اخراج کر کے قتل کر دیا۔ بعد القادریہ احمد کو لپٹانے کا بیجا بیجا  
 وہ خود اور کور کر سید اور خان سپہ سالار اور محمد زمان سپہ سالار اور احمد کو اور  
 بہائیوں کو ساتھ لیکر چلا آیا۔ اور پشاور سے سات کوس پر کمال الدین سے مل گیا  
 اور محمد زئی یوسف زئی داؤد زئی وغیرہ کو اپنے ساتھ کر لیا۔ اب پادشاہی فوج  
 میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ دشمنوں پر میدان میں حملہ کرتے۔ اسلئے وہ حصار پشاور  
 میں محصور ہوئے۔ اور پرانے قلعہ کو درست کیا بہت لڑائیاں ہوئیں آخر کو باغی  
 فرار ہو گئے۔ مگر قلت کربسبک پادشاہی فوج ان باغیوں کے پیچھے اس اندیشہ سے  
 دور تک نہ جاسکی کہ کہیں وہ شہر کو لپٹ کر نہ لے لیں +

### کور کر سید اور سپہ سالار کا مارا جانا ۱۶۳۷ء

کور کر سید اور ان لوگوں کو جو پادشاہی فوج کے صدمہ سے آوارہ ہو کر نواحی  
 میں جمع ہوئے تھے اپنے پاس بلالیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ میرہ کے آدمیوں کو اپنے  
 ساتھ متفق کر کے پادشاہی خیر خواہوں ملک تورادزک اور شاہ بیگ فریدی کو  
 ستائیں۔ سید خان حاکم کابل نے راجہ جگت سنگھ کو پندرہ ہزار افغانوں کا لشکر  
 دیکر ان مفسدون کی سرکش کیواسطے بیجا۔ جب پادشاہی لشکر نقر میں آیا تو او  
 آدمی اوسکے ساتھ ہو گئے۔ اور مفسد بہاگ پر ہارون میں چلے گئے غرض اوپر سے  
 اوپر برف پڑنی شروع ہوئی۔ اور نیچے سے بہادر ہون نے نہ ہنجر تلوار چلائی شرح  
 کی وہ ایسے دق ہوئے کہ انہوں نے کور کر سید اور خان کو گرفتار کر کے حوالہ  
 دیا۔ اور وہ پادشاہ کے حکم سے مارا گیا +

فتح قندھار اور واقعات متعلقہ قندھار ۱۶۳۷ء تا ۱۶۴۰ء

تم کو یاد ہو گا کہ ہم لکھا آئے ہیں کہ جہانگیر کی سلطنت میں قندھار خاندان تیموریہ کے  
 ہاتھ سے جاتا رہا۔ شاہ ایران او سپہ قابض تھا۔ شاہجہان کا اب پھر ارادہ ہوا  
 کہ اس ملک کو تسخیر کرے۔ سعید خان حاکم کابل کے نام پادشاہ نے حکم بھیجا کہ تم نے  
 قندھار کی فتح کے واسطے لشکر تیار کیا ہے۔ تم ہی کابل کا انتظام کر کے تیار رہو  
 اور اس لشکر کے ساتھ جاؤ۔ اور کسی دانشمند کا مدد ان کو قندھار میں پہنچاؤ اور اسکا  
 حل دریافت کرو۔ سعید خان نے افغانہ کا انتظام کر کے علی مردان خان پاس  
 جو شاہ ایران کی طرف سے قندھار میں حاکم تھا ذوالفقار خان کو مخفی بھیجا۔ اوس نے  
 وہاں جا کر حاکم قندھار کو اپنے پادشاہ کی شان و شوکت اور لشکر اور ملک کا حال  
 سنایا۔ اور دوستانہ صلاح دی کہ تم پادشاہ کے مطیع ہو جاؤ۔ علی مردان خان  
 اس سے کہا کہ میں اسکا جواب متعاقب بھیجوں گا۔ اور اوس نے اپنے پادشاہ  
 ایران کو لکھا کہ ہندوستان سے لشکر قندھار فتح کرنے کے واسطے آتا ہے۔  
 ہر چند میں نے قلعہ اور سپاہ کو درست کر رکھا ہے مگر اوسے کام نہیں سنبھلے گا۔  
 اور ملک اور امداد کے واسطے سپاہ بھیجی جائے۔ شاہ ایران شہر اب کے نشہ  
 میں ایسا سوتا تھا کہ وہ اس عرضدہشت کو یوں سمجھا کہ علی مردان خان کا یہ  
 ارادہ ہے کہ اپنا سامان اور سباب بہم پہنچاؤ اسی سے سرکشی اختیار کرے  
 ۔ اسلئے اوسکو مع اہل و عیال کے قتل کرنا چاہیو۔ یہ خبر خیر خواہوں نے علی مردان خان کے  
 کانوں تک بھی پہنچا دی۔ اب وہ سوچا کہ میرا پادشاہ یوں دشمن ہے۔ اور  
 پادشاہ ہندوستان کی طرف یہ سامان اور مجاہد سے یہ پیغام ہے۔ اسلئے اوس نے  
 رسل و رسائل حاکم کابل سے شروع کی اس اثناء میں پادشاہ ایران نے اوسکے



بیٹے محمد علی بیگ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور یہ چاہا کہ کسی طرح علی مردان خان ہی بس میں آئے۔ اسلئے سیاوش کو جسے مشہد بھیجا تھا حکم دیا کہ وہ قندھار جائے۔ اور یہ کہے کہ ہندوستان کا لشکر قندھار پر چڑھنے آیا ہے اسلئے میں علی مردان خان کی اعانت کو جاتا ہوں۔ اور وہاں اس بہانہ سے پہونچکر قلعہ قندھار پر قبضہ کر لے اور علی مردان خان کو کپڑے میرے پاس بھیج دے۔ اور علی مردان خان کو لکھ بھیجا کہ سفیاش تمہاری کمک کے لئی آتا ہے۔ اس بیدار مغز نے سیاوش کو لکھا کہ تمہارا یہاں آنا مصلحت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اگر تم قلعہ میں آؤ گے تو آدمیوں کی کثرت سے عسرت ہوگی۔ اور اگر باہر رہو گے تو لشکر ہند کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔ مگر سیاوش نے کچھ نہ سنا وہ قلعہ بست میں بھیجا۔ اب اسکو ثابت ہو گیا کہ علی مردان خان اپنے پادشاہ سے مخوف ہو گیا اور شاہجہان کا دم بہرنے لگا۔ علی مردان خان نے کیا کام کیا کہ حاکم کابل کو لکھا کہ تم سب سامان سپاہ تیار رکھو جو بوقت تم کو اشارہ کروں فوراً یہاں چلے آؤ۔ غرض یہاں ایک لشکر کثیر پادشاہ کا تیار رہا۔ جو بوقت علی مردان خان نے اپنا آدمی بھیجا یہ سارا لشکر قندھار میں چلا گیا۔ اور سیاوش بیہوش پڑا رہا۔ بعد ازاں قلعہ بست وزیرین واد میں منڈب و گرشک قریب باشوں کے بڑے بڑے معرکے کر کے پادشاہی فوج نے تخریب کئے۔ شاہجہان نے شانہ زہ شجاع کو بھی تہا توڑک و احتشام سے قندھار میں بھیج دیا۔ اور قلیچ خان کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ ان لڑائیوں میں راجپوتوں نے وہ جو انمزدی اور دلاوری دکھائی کہ قریب باشوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اگرچہ قندھار بے ٹرے بڑے ہاتھ لگیا۔ مگر اسکے قلعوں کے فتح کرنے میں نہارون خون ہوئے۔ اور ساتھ قلعہ لشکر شاہی نے فتح کئے

غرض سارے قندھار میں تسلط ہو گیا۔ اور علی مردان خان دلی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بڑا منصب ورجاہ پایا۔ اور بہر کابل کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ فقط۔

**پادشاہ اور داراشکوہ کا کابل و قندھار میں آنا ۱۶۳۸ء**  
 شاہ جہان اب تک کابل نہیں گیا تھا۔ اس لئے اب اونے ارادہ کیا کہ وہاں چلے اور ملک سورتی کے فتح کرنے کی تدبیریں کیجئے۔ اور یہ بھی اونے سنا کہ دلی ایران کا ارادہ قندھار فتح کرنے کا ہے۔ اس لئے اونے شانہ ارادہ داراشکوہ کو قندھار چاس ہزار لشکر دیکر روانہ کیا۔ اور خود وہ بھی پیچھے روانہ ہوا۔ اور جب یہ دونوں شکر کابل اور قندھار میں پہنچ گئے تو سارے ماوراء النہر اور آس پاس کے ملکوں میں کبل بلی پڑ گئی۔ پادشاہ نے سعید خان ظفر جنگ کو ہزار جات میں بھیجا کہ وہاں جا کر جن باشندوں نے پلنگا توں کے اطاعت میں آکر سر و ٹہا رکھا ہے خوب گوشمالی کرے۔ اونے وہاں جا کر سترہ سو درگزر قار کر کے پادشاہ کی خدمت میں حاضر کئے۔ سارے کابل کی سیر کر کے اب پادشاہ دارالسلطنت لاہور میں چلا آیا فقط

**سیاہ سیستان کا سرزمین قندھار میں آنا ۱۶۳۹ء**  
 قلعہ غنشی مہر بہت اور سیستان کو حد فاصل ہے جبل پادشاہ کی طرف سے قلعہ تھا اور غرت خان بولدراہت کو اس کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری پر اعتبار تھا۔ مگر وہ ایسا نفاق نگاہ تھا کہ ہمیشہ غرت خان کو جو سیستان میں شاہ ایران کی طرف سے حاکم تھا لکھتے تھے کہ یہاں پہچان اس قلعہ کو لے لو۔ اول خرمنے انکار کیا۔

شاہ ایران نے اس حرکت پر حنفہ پر عتاب ظاہر کیا۔ اوسنے سپاہ بھیجا اس قلعہ کو لے لیا۔ اور غرت خان کے سب آدمیوں کو مار ڈالا۔ جب غرت خان کو اسکی خبر ہوئی تو اوسنے لشکر بھیجا کہ اس قلعہ کو لے لیا۔ اور سیستانیوں کا تعاقب کیا اور ایک بند ایسا اونکا نوٹ ڈالا کہ جہے ملک سیستان بے آب ہو گیا۔ اور سارا پانی نشیب میں چلا گیا۔ غرض اسی ملک خراب ہو گیا۔

### مہات ملخ و بدخشان

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ امام قلی خان اور نذر محمد خان دو نو حقیقی بہائی تھے۔ اب امام قلی خان کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی مگر دل کی بصیرت باقی تھی کہ وہ سلطنت چڑھ چارنگہ معطکہ کو چلا گیا۔ ابن نذر محمد خان اوسکے ملک کا مالک بن بیٹھا۔ مگر سنبہال نہ سکا۔ بیٹا اوسکی عید العزیز خان باغی ہو گیا اور جد باو شاہ بن کر بیٹھ گیا۔ ملک بن طوائف الملوکی ہو گئی اور بیت سے سردار اور دربار قائم ہو گئے۔ قوم اور بک اور الامان نے وہ دنگ اور فادہ پاکیا اور غریب و مسکین رعایا پر وہ ظلم و ستم روا رکھا کہ الامان الامان۔ جب شاہجہان کو ان ملکوں کا یہ مفصل حال معلوم ہوا تو باسی گرمی میں اوبال آیا۔ اور اپنے باپ دادا کے ملک لینے کا خیال ہوا۔ مدت کے سوکے ہوئے موردنی استحقاقون کو دکھایا۔ اور مردہ حقوق کو جلی پڑیاں ہی گہل گئی تین زندہ کرنا چاہا۔

اول ۱۶۶۱ء میں علی مرزا خان حاکم کابل پاس اصالت خان بخشی کو ملخ اور بدخشان کی فتح کے ارادہ سے بھیجا۔ پہر ۱۶۶۲ء میں راجہ جگت سنگھ کو چودہ ہزار چوہہ ساتھ رخصت کیا۔ اور ابدالان شاہنژادہ مراد کو بڑی عمدہ سپاہ ساتھ روانہ کیا۔

غرض ساری عمدہ سپاہ اور دلاور افراد و فوج خانہ راہی طرف ڈالا۔ ہوتے ہندوستان میں اس  
امن امان تھا کہ کہیں کسی اور سلطنت میں انصیب نہیں ہوا۔ اب ہر لشکر کے کاموں اور امیر الامرا  
مردان علیخان کی مردانگی کا بیان جوان مہات میں وقوع آئے لکھتے ہیں +  
علی مردانخان کا کابل سے سپاہ کا بھیجا اور علی قطعان کا  
مغلوب ہونا

کہہ دو اور اسکی مصافات میں پلنگ توش قبول آتا تھا۔ اسے بدل کر یہ ملک علی قطعان  
کو نذر محمد خان نے دیدیا۔ اسنے ہزار جات اور توابعات قندھار پر دست اندازی شروع  
کی۔ اول میں داو پر تاخت کی۔ پھر گرشک کے لوٹا اور بامیان کا قصد کیا۔ علی مردانخان  
نے فوج بھیج کر علی قطعان کو شکست دی اور اسکے جو بچے سب گرفتار کر لئے پہلی بیچ اٹھا  
۶۲۵ھ کو خلیل بگ تہانہ دار غور بند فوج بھیجی کہ قلعہ کمرہ دھالی ہے۔ تروی علی نذر محمد خان  
پاس دے سکے بیٹھے لڑ گیا ہے۔ یہ خبر آئی ہے علی مردانخان نے تین ہزار سپاہ روانہ کی۔ تلوا  
نیام سی نکلی نہ تیر کمان سے چوٹا۔ اور کمرہ پر قبضہ شاہی ہو گیا۔ مگر افران شاہی اپنی  
نا تجربہ کاری سے اس قلعہ کو ایسا نو محصور کر رہا کہ اور بلکوں کے انکراؤں کو پہرے لیا  
اب علی مردانخان خود بدخشان و بلخ کی تسخیر کے ارادہ سے چلا۔ اور صالت خان بخشی  
سے غوری بند میں ملا۔ اور کمرہ کے لینے کو تصنع اوقات سمجھا۔ اور خیشیر کی راہ سے  
بدخشان پر پہنچنے کا ارادہ کیا۔ مگر امین ایسی دشوار گزار سخت تہین کہ سوار سبکا رہا  
اونہوں نے اور کسی جانور کا بوجہ لیکر چلنا دشوار تھا۔ اس لئے یہ صحت ٹھہری کہ  
تمام سپاہ نہ روانہ ہو۔ فوج کا ایک حصہ روانہ ہو۔ وہ بدخشان کے قریب پہنچ کر تمام  
سامان رسد اور اذوقہ تیار رکھے۔ اسوقت وہاں سارا لشکر پہنچے غرض نصرت خان بخشی

دس ہزار سپاہ کو ساتھ لیکر سندھ کش میں فزملین طے کرتا ہوا گل بہار میں پہنچا۔  
 بادشاہ کو جو بوقت پہنچ رہی تھی کہ کھربوں ہاتھ آیا اور طرح قبضہ سے نکل گیا۔  
 اور سپاہ بدخشان کو سطرچ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روانہ ہوئی تو اوسنے علی مردخان  
 کو فرمان بھیجا کہ تم نے بڑی غلطی کی کہ سارا لشکر بدخشان کی طرف نہیں روانہ کیا۔  
 اس وقت نذر محمد خان پر ایسی بن رہی ہے کہ بدخشان پر تو صرف بے تحلف ہو جاتا۔  
 اب تم کو حکم ہوتا ہے کہ بیلدارون اور سنگ تراشوں سے فوراً ایک راہ طول  
 بدخشان تک بنواؤ اور اب سپہ سپاہ کو روانہ کرو۔

راجہ جگت سنگھ کی فوج کا حدود اندراب و سراب میں جانا  
 اور اوز کو نسے لڑنا

رمضان شہنہ میں اس راہ طول پر راجہ جگت سنگھ مع جوہر ہزار جوہوتوں کے  
 روانہ ہوئے۔ لشکر کے دو حصے کئے گئے۔ ایک حصہ اپنے بیٹے ہاؤ سنگھ کو دیا۔ اور آگے  
 اوسکو روانہ کیا۔ اور دوسرے حصہ کو لیکر خود خوست کی فتح کے لئے روانہ ہوا۔  
 خوست میں آدمیوں نے اطاعت بغیر جنگ زہم کے اختیار کی۔ اور اندراب  
 سراب میں بھی یہی حال ہوا۔ ان دونوں کے درمیان ایک قلعہ چوہن راجہ  
 بنایا۔ اور اس کے برج پتھر کے تیار کرائے۔ غرض ایسے قلعہ بنانے سے یہہ تھی  
 کہ ملک منضبط ہو جائے۔ اور اسکی توسل سے ملک بس میں رہے۔ اب یہاں تک  
 توخیر گزری کہ راجہ آگے نذر محمد خان کی فوج ہی مقابلہ کے لئے آمو جو دہوئی۔  
 تین حصے اسکی فوج کے تھے۔ دو سواروں کے اور ایک پیادہ کا۔ مگر ان تینوں  
 حصوں نے جوہوتوں پر بہت دفعہ وار کئے مگر سامنے نہ ٹھہر سکے اور فرار ہو گئے۔

غرض راجپوتوں نے ان معرکوں میں وہ کام کئے جو پہلے کبھی اونسے ظاہر نہ ہو سکتے  
 اول ایک مسلمان بادشاہ کے حکم سے دریا سندھ کو پار اور ترنا۔ دوم ایسی لے راہ  
 راہوں پر چلنا جنکا کاٹنا پہاڑ کاٹنے سے مشکل تھا۔ سوم ان ستون میں مشقت  
 ایسی کرنے کہ خود راجہ ہاتھ میں کو دال در کند ہے پر پہاڑ رکھ کر کام کرتا۔  
 چارم ہرف اور باران کی شدت کی برداشت کرنا جسکے عادی یہ لوگ نہ تھے۔  
 پنجم جنگ جواور وحشی اور نکون کا مقابلہ۔ ششم اپنے بچاؤ اور جاؤ کے  
 واسطے قلعوں کا تیار رکھنا۔ غرض جو کام تھا وہ مشکل تھا۔ ان سب مشکلوں کو  
 مشکل سمجھتا نہیں دلا اور اور بہادر راجپوتوں کا کام تھا۔ اب یوں لڑتا بیڑتا  
 راجہ خشیہ میں پہنچ گیا۔

### شانہ زادہ مراد کے لشکر کے کام ۱۰۵۶ھ

جب لشکر بادشاہ زادہ کا جاریکاران میں پہنچا۔ تو اونسے قلیج خان و خلیل خان  
 کو فوج کا سردار بنا کر کھمراو اور غوری کی طرف روانہ کیا۔ اور خود راہ طول  
 کی راہ پر بدخشان کی طرف چلا۔ کل بہار میں صالت خان کا لشکر ہی مل گیا  
 اب یہ دونوں لشکر راہوں کو برکت صاف کرتے جاتے تھے۔ اور آگے بڑھتے  
 جاتے تھے۔ جمادی الاول کے کوئل سے عبور کر گئے۔ نذر محمد خان کا بیٹا حسنہ اور بکو  
 اور الامان کے ہاتھ سے تنگ تھا۔ قذیرین حاکم تھا۔ اوسکو باپ سمجھی دستگیری  
 کی امید نہیں رہی تھی۔ وہ شانہ زادہ سے معرفت راجہ راجو پ کے مراب میں آ ملا۔  
 شانہ زادہ نے اوسکی نہایت تعظیم اور توقیر کی اور بادشاہ کی خدمت میں آنے کر دیا  
 ۔ اور قلیج خان اور خلیل خان نے بڑی مشکل سے راہوں کو طے کر کے کھمراو اور

کئی لڑائیوں لڑ کر لے لیا۔ جاوی الاولی کو قندزین شاہزادہ پہنچا۔ یہاں پہلے  
 کئی روز قندز کے رعایا کو اورنگون اور الامان نے خوب لوٹا مارتا تھا۔ اور تمام  
 اسباب چھین کر لے گئے تھے۔ اور اوسکے چاروں طرف لوٹ مار کر رہے تھے۔  
 اس لشکر کی خبر سنکر وہ کاخ ہو گئے۔ جو جگلوں اور پہاڑوں میں اور ہر طرف چھنے  
 رہ گئے تھے وہ سب اس لشکر کے ہاتھ سے فرج ہوئے۔ اس ستمبر رسیدہ شہر بہمانہ  
 نے رحم کر کے پچیس ہزار روپے رعایا میں تقسیم کر نیکی لے دیے۔ اور سارے شہر کی  
 ضیافت کی۔ ان ہی دنوں میں ایک مہاراجہ کا نذر محمد خان کے نام شاہزادہ کے  
 پاس پہنچا۔ نذر محمد خان کے ساتھ بہادر شاہ کا معاملہ لیون راکہ۔ اول سال ۱۰۸۰  
 میں نذر محمد خان نے کابل پر حملہ کیا تھا۔ مگر بعد ازاں ہمیشہ خط و کتابت بہمانہ  
 آپس میں رہی۔ اور متحدہ تحالف طرفین سے آتے جاتے رہے۔ یہ بات سب لوگوں  
 کو بت قائم رہی۔ مگر اس بات پر کچھ بے لطفی ہو گئی کہ قاصد حاجی کے اہل عیال  
 پادشاہ لاہور کی لکھا کہ سچے۔ مگر اوسنے اونکو نہ پہنچا۔ اور ایسا تنگ کیا کہ حاجی  
 کی بی بی اور بیٹی دونوں ہر کہا کر مر گئیں۔ اور اسی صدمہ حاجی جی کی بی بی  
 نکل گئی۔ اب پادشاہ نے مصالحت سمجھ کر اوسکو اس مضمون کا نامہ لکھا جس کا خلاصہ  
 یہ تھا کہ سارا ملک بلخ و بدخشان کا اورنگون اور الامان نے تباہ ویران و برباد  
 کر دیا ہے۔ اور یہاں تک وہ ادب اور گستاخ ہو گئے ہیں کہ سوا قلعہ بلخ کے ہتھار  
 پاس ہی کچھ اور نہیں بچے۔ اور سادات تک کو قتل کیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں  
 کے حال پر رحم کر کے ہم خود کابل تک آئے ہیں۔ اور شاہزادہ مراد کو بہت لشکر  
 اور سامان دیکر بلخ و بدخشان کی طرف اس غرض سے پہنچا ہے کہ وہ تم کو ان

موزیوں کے ہاتھ ہو نجات دلائے۔ اور خطرے میں تھا۔ ارشاد ہوا سپروہ عمل کرے  
 اور یہ نامہ شانزادہ نے بلخ سے تین منزل پر خلم سے نذر محمد خان پاس آتی بیگ  
 کے ہاتھ روانہ کیا۔ اوسے اس نامہ اور نامہ ہر دو فون کا اختتام کیا۔ اور یہ کہا  
 کہ بادشاہ نے مجھ پر رحم کرنا کہ ان جو سنگال ورناسپاس اور حق ہشتاقتوں  
 کے سچے سے نکالا۔ محبت شانزادہ جہان آسنگا۔ میں تمام بلخ و بدخشان اور اسکے  
 حوالہ کر کے بادشاہ پاس قابل جاؤں گا۔ اور بعد قہمبوسی بیت ہو جائیگی خدمت  
 - آتی بیگ نے نذر محمد خان کی یہ پریشانی اور حیرانی اور اوزکوں کی شور  
 و شجی دیکھ کر شانزادہ کو لکھا کہ بیت جلد یہاں آؤ ایسا نہ ہو کہ لوگ یہاں نذر محمد خان  
 کا کام تمام کر ڈالیں۔ آتی بیگ کو آنے سے پیشتر نذر محمد خان نے جو چاہا بیگ کو  
 شانزادہ پاس میں مضمون خط لکھ بھجواتا کہ تمام ملک دولت میں آپ کے بعض  
 گوتاموں۔ بچے دو تین روز کی مہلت دیجے کہ میں سامان سفر حجاز درست کر کے  
 بیت اللہ روانہ ہو جاؤں۔ شانزادہ اسکو فریب سمجھا لیکن جب آتی بیگ کا تو  
 بھی اسی مضمون کا آیا۔ تو وہ گیارہ کوس کی منزل طے کر کے بلخ سے دو کوس  
 پہنچا اور یہاں آتی بیگ نے جو کچھ دیکھا اور سنا تباہ و سبب عرض کیا۔ بعد  
 نماز مغرب نذر محمد خان کے دو بیٹے بہرام اور سبحان قلی مع اور عائد اور امر کے  
 شانزادہ سے ملنے گئے۔ وہاں ملاقات نہایت تعظیم و تکریم سے باہم ہوئی۔  
 ۲۸ - جمادی الاولیٰ ۵۶۷ھ شانزادہ اور علی مردان خان لشکر کو لیکر مکمل شہر  
 و عطیت بلخ میں داخل ہوا۔ اور رستم خان نے تمام قلعہ کے محاصرے اور داخل کا  
 انتظام کیا۔ اور آتی بیگ کی زبانی نذر محمد خان پاس شانزادہ نے کہا بھیجا کہ



میں آپ کی ملاقات کا شائق ہوں۔ اس پیغام کو سن کر نذر محمد خان منقض ہوا۔  
 اوسکو یہ امید تھی کہ شانزادہ مجھکو پورا سمجھ کر میرے ہاں بے تکلف مہمان ہوگا۔  
 غرض اصل حال معلوم نہیں کہ نذر محمد خان کے دل میں کیا آیا۔ کہ وہ دونوں بیٹوں کو  
 ساتھ لے بہاگ گیا۔ اور اہل و عیال و دروچہ ہونٹے بیٹوں کو یہیں چھوڑ گیا۔  
 جب شانزادہ کو یہ خبر ہوئی تو اس نے راجہ بیہل داس اور اصالت خان اور  
 بہادر خان کو لشکر کے ساتھ لے سکے تعاقب میں روانہ کیا۔

جولائی ۱۶۷۶ء میں مسجد میں خطبہ شہجہان کے نام کا پڑھا گیا۔ اور بادشاہ  
 ۱۰۵۶ ہجری الثانی ۱۶۷۶ء کا نیا سکہ جاری ہوا۔ ترنڈ کے حاکم کا بیٹا بھی حاضر ہوا۔ اس نے بھی اطاعت قبول  
 غرض سارا بلخ و بختان پادشاہ کی حکومت میں آگیا۔

### نذر محمد خان کا شکست پانا بہادر خان اور صاحب خان سے

نذر محمد خان کے پیچھے بہادر خان اور اصالت خان منزل بمنزل چلے جاتے تھے  
 اور ہر منزل پر اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرتے تھے۔ تیسرا روز تھا کہ نذر محمد خان  
 سے نردی علی قطعان اور بہت سی اس کے سوار لشکروں کو لیکر آن ملے۔ اور  
 اور بادشاہی لشکر سے ایک ہنگامہ کارزار برپا ہوا۔ راجہ پوتوں نے اس لڑائی  
 میں بھی بڑی دلاوری اور شجاعت اپنی دکھائی۔ اور اوزبکوں کو مار کر بھاگادیا  
 ۔ سبجان قلی کے ساتھ کچھ اور بک بخارا کی طرف بہاگ گئے۔ لشکر شاہی شہر خان  
 میں مقیم ہوا۔ اور شانزادہ نے یہیں اونکو چاؤنی ڈالنے کا حکم دیا۔ اور نذر محمد خان  
 خراسان کی طرف بہاگ گیا۔ اگرچہ بلخ اور بختان پر بادشاہ کا تسلط ہو گیا  
 مگر یہ فتح بے شکستہ نہ رہی۔ اوزبکوں اور الامان بچلے نہ بیٹھے۔ ہر جگہ شورش

اور مرناد کرنے پر آمادہ رہے۔ کہین بادشاہی فوج کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ شاہزادہ مراد کو کیا سوچا کہ اوسے بادشاہ کو لکھا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ بلخ کو کسی لائق اہلکار کو سپرد کر کے حضور کی ملازمت میں حاضر ہوں۔ شاید شاہزادہ یہاں کی خدمات سے تنگ ہو گیا تھا۔ اور علی مراد خان کی حکومت اور عجب داب کی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ بادشاہ اس پر بہت خفا ہوا۔ اور اوسے لکھا کہ جب تک نذر محمد خان نہ ہاتھ آئے۔ اور تمام ملک کا انتظام نہ ہو جائے اور سب جگہ تہانہ نہ بیٹھ جائے اور سب قلعے نہ ہاتھ لگ جائیں تنہا راکنا نصاحت نہیں ہے۔ مگر بادشاہ زادہ نے پہر دو بار یہی عرض کیا کہ میں حضور کی ملازمت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور اصالت خان اور بہادر خان کو اپنے پاس بلا لیا کہ بلخ او کو سپرد کر کے آپ بادشاہ پاس روانہ ہو۔ جب بادشاہ پاس پہر دو مرتبہ درخواست پہونچی تو بادشاہ نے اوس کا منصب بدل دیا۔ اور ملتان او کی جاگیر میں دیدیا۔ اور بلخ کی نظم و نسق کے واسطے سعد الدخان اپنے وزیر کو بھیج دیا۔ اور اوس کو سمجھا دیا کہ تمام ملک بلخ کا انتظام اس طرح کرے کہ بہادر خان کو تمام سپاہ اور جنگ کا اہتمام سپرد کرے۔ اور اصالت خان کو انتظام ملکی حوالہ کرے۔ اور تمام قلعوں کی حفاظت کا اول اہتمام کرے۔ اور جن غریب رعایا کی کہیتی فالیر یا کسی اور طرح کا نقصان ان لڑائیوں میں ہوا ہو۔ او سکے عوضانہ میں زلفہ خزانہ شاہی سے دلا دے۔ اور جو منصب از نقد تنخواہ پائے ہیں اون کو تین مہینہ کی تنخواہ پیشگی دیدے۔ اور جو منصب از جاگیر دار ہیں اون کے مناسب حال خزانہ شاہی سے روپیہ دیدے۔ اور اہل و عیال انہ محمود خان

خوار کے ساتھ چارے پاس روانہ کر دے۔ اور وہاں کے سکیمین جو تائبانہ لامل  
ہے اس کو موقوف کر کے خالص چاندی کا سکہ تیار کرے نام کا جاری کرے۔ اور  
علی مردان خان کے نام حکم جاری ہو کہ وہ قندھار کو روانہ ہو۔ اور وہاں جو  
مفسد اور سرکش باقی ہیں ان کا علاج کرے۔ یہاں پادشاہ نے یہ تمام حکم  
اب بدخشان کی سنے کہ وہاں راجہ لچر و پنے پادشاہ کو لکھا کہ دریا جو جھون  
کی خلیج خواجہ پاک سے ایک گروہ المان کا اونٹن۔ اور اس سے ایک سخت ڈرائی  
ہوئی اور پادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ پہرہ ایک اور جماعت کو ساتھ لاکر  
حملہ آور ہوئے۔ اور اس دفعہ ہی ان کو شکست نصیب ہوئی۔ اندھوہر بھی  
جو وقت اصالت خان اور بہادر خان بلخ کو روانہ ہوئے المان نے حملہ کیا۔ اور  
خواجہ کمال وہاں کے قلعہ دار کو مار ڈالا۔ رستم خان ان کے دفعہ کر نیلے رعا  
ہوا۔ اور ان کو ہنگا دیا۔ کابل سے لاہور میں پادشاہ چلا آیا۔

### حالی صوبہ بلخ کا بعد معاوت سعد اللہ خان کے

سعد اللہ خان نے بلخ میں پہنچ کر حسب الارشاد پادشاہ کے انتظام کر دیا۔ اور وہاں  
سے چلا آیا۔ اب یہاں اس کی معاوت کے بعد بہرہ سائنات واقع ہوئے کہ پانچ  
چہر ہزار سوار المان دریا سے جھون کے اس طرف مومن آباد کے حوالی میں  
بلخ سے سو لکھ کوس پر جمع ہوئے۔ بہادر خان نے یہ خبر سن کر پادشاہی لشکر  
مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور لڑائی ہوئی۔ اور المان بہاگ گئے۔ اور جو سب  
اونہوں نے لٹا تھا وہ سب پادشاہی لشکر کے ہاتھ آیا۔ وہ دو سو سوار بہادر کے  
مالکون پاس پہنچا دیا گیا۔ یہ جگہ تمام ہوا ہی تھا کہ خبر آئی کہ دس ہزار سوار

الامان نے ظلم پر تاخت کی ہے۔ مگر جب لشکر شائیں آیا تو پہرہ بہاگ گئے۔  
 پہرہ المانوں کے ایک ابنوہ کثیر نے موضع آفتہ چے اور قرقچے کو جو بلخ سے پانچ کوس  
 پرے ہے لوٹ لیا۔ غرض اسکا ملک میں اونہوں نے یہ کام شروع کیا۔ یہاں لوٹا  
 وہاں مارا۔ کوئی جگہ اس ہمسائے سے خالی نہ تھی۔ نذر محمد خان کے بیٹے سجان قلی  
 نے پانچ چہرہ ہزار سوار اور بلوچوں کے لیکر نذر محمد پر حملہ کر دیا۔ ابھی الامان کی فتنہ  
 بردازی سے فرصت نہ ملی تھی کہ اوزبکوں نے شورش برپا کی۔ یہم تو سب کچھ  
 ہو ہی رہا تھا کہ اصالت خان اور بہادر خان کی سوائضل بین کہ عبدالغیر خان  
 والی توران ایک لشکر کثیر بلخ پر چڑھا آتا ہے۔ اسلئے بادشاہ خود لاہور سے تیسری  
 مرتبہ کابل میں آیا۔ اور شانہ زادہ اور نگہ زیب کو بڑے لشکر اور سامان سے بلخ  
 روانہ کیا۔ اس عرصہ میں کہ شانہ زادہ بلخ میں پہنچے۔ اوزبک اور الامان جیون  
 سے پار اور ترکر سب اطراف میں شورش برپا کرتے رہے +

### نذر محمد خان کا حال

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نذر محمد خان مشہر خان پر بہادر خان اور اصالت خان  
 سے شکست کھا کر بہاگ کا تھا۔ اب اوس کے ساتھ قتلوق محمد اوس کا بیٹا اور کچھ  
 غلام اور بعض اور غیر خواہ ملازم تھے۔ اب وہ بہاگ کر مرو میں گیا۔ اور پہرہ  
 مشہد مقدس میں۔ یہاں سے صفایان کو روانہ ہوا۔ اور شاہ ایران  
 سے ملائی ہوا۔ اگرچہ بادشاہ نے اوسکی بڑی خاطر داری اور ادبگت کی۔ اور اپنے  
 برابر سند پر شہادت کی مگر سپاہ احانت نہ کی اور صاف انکار کر دیا۔  
 وہ یہاں سے چلکر اوسر اور سر پہرہ تا مرو سے چار فرسخ پر کنار بندھان پر ٹھہرا

اس اثناء میں کفش قماش چھپکتے مہینے کے حوالی سے آیا۔ اور اوسے  
 نذر محمد خان سے کہا کہ اوزر بکون کا ارادہ ہے کہ آپ سے دفاق اور اتفاق ظاہر  
 کر کے آپ کو ہلاک کریں۔ اسلئے آپ بھارت شریف کی پٹنیں۔ اوسنے کہا کہ مجھے بھی یہی  
 اندیشہ ہے۔ کچھ اپنی مصلحت سمجھ کر ہمارے مہینے اور چھپکتے کا اوسنے محاصرہ کیا  
 ۔ اور دیوار قلعہ کو باروت سے اور اسی دیا۔ مگر بادشاہی لشکر کے دلاوردوں نے  
 اونکو اندر نہ آنے دیا۔ اور ایسی جو اندری سے اسکا مقابلہ کیا کہ اونکے دانت  
 کٹے ہو گئے۔ جب یہ حال دشمنوں نے دیکھا اور شانہزادہ اورنگ زیب کو آنے کا  
 شہرہ سنا تو انہوں نے محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور اندون بلخ کو خالی دیکھ کر نذر محمد خان  
 کو اوس پر چڑھائی کی صلاح اوسکے دوستوں نے دی۔ مگر نذر محمد خان نے کہا کہ بلخ  
 کا فتح ہونا مشکل ہے اور اگر فتح بھی ہو گیا تو اوسکا سنبھالنا مشکل ہے۔ اگر تم سب  
 مصلحت ہو تو اپنے بیٹے قلی محمد خان کو وہاں بھیج دوں غرض کچھ سپاہ لیکر وہ  
 بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اوسکے ساتھ ہر پنج سو سوار جو عبدالغیر خان سے  
 بگڑ کر بجا رہے آئے تھے ساتھ کئے۔ انہوں نے قلی محمد خان کو راہ میں ایسا  
 سبق پڑھایا کہ وہ اپنے بھائی عبدالغیر خان کے پاس چلا گیا۔ اور اپنے تیس چالیس  
 ہزار سوار اوسکو دیکر شانہزادہ اورنگ زیب کی راہ روکنے کیلئے وہ گزنی طرف  
 روانہ کیا۔ فقط۔

شانہزادہ اورنگ زیب کا بلخ میں پہونچنا ۱۶۴۷ء  
 پندرہویں محرم ۱۰۵۷ھ کو شانہزادہ اورنگ زیب لاہور سے روانہ ہوا۔ اور ۱۵ صفر کو  
 ہشامدین پہونچا۔ یہاں تین مہینے کی تنخواہ ساری سپاہ اور منصب داروں کو

خزانہ شاہی سے عطائی ۳۲ کو کابل میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے چھوٹی چھوٹی تہذیب  
 راہ طل پڑے کرتا ہوا کھردہ پونچا۔ اور یہاں سے روانہ ہو کر درہ گز جب پہنچا تو وہاں  
 جاسوسوں نے خبر دی کہ اس درہ پر قتل محمد خان اور کون کاشکر گرانیکے واسطے موجود  
 خلیل خان کو پانچ سو سواروں کے ساتھ تحقیق خبر لینے کے لئے روانہ کیا۔ یہ بے خبر  
 اس قدر اس خبر کی تلاش میں آگے بڑھ آیا کہ دشمنوں سے مقابلہ ہو گیا۔ اور کام اوسکا  
 تمام ہو گیا ہوتا مگر شانزادہ کے ہراول کاشکر یہاں وقت پر پہنچا۔ لڑائی  
 شام ہو گئی اور بیک اپنے خمیوں میں چلے آئے۔ پہر دو سر روز سخت لڑائی ہوئی  
 اور اوزکون کو شکست ہوئی۔ اور بہت کشت و خون ہوا۔ اور قتل محمد خان  
 بہاگ گیا۔ اس لڑائی میں علی مردان خان نے بہت کار ہار نمایاں ظاہر کئے۔  
 شانزادہ اور نگ زیب کا بلخ پہنچا اور عبدالعزیز خان

### سے لڑائیوں کا ہونا

عبدالعزیز خان قریشی دریا جیون کے کنارہ پر آیا۔ اور بیگ اوغلی کو  
 توران کاشکر گران دیکر حکم دیا کہ دریا جیون کو اب کلیف پر عبور کرے۔  
 جب بہادر خان کو اسکی خبر ہوئی تو وہ قلعہ اور شہر کی اچھی طرح حفاظت کر  
 گذر کلیف کی راہ میں ایک کوس آگے بلخ سے گیا۔ اور وہاں سب سبامان  
 کارزار درست کر کے لڑائی کے لئے آمادہ رہا۔ اسی اشار میں شانزادہ محمد اور نگ  
 ان پہنچا۔ اوسنے ہی شہر بلخ کی سیر کر کے اور قلعہ اور سپاہ کا انتظام کر کے  
 اسی کام کو مقدم جانا کہ عبدالعزیز خان کا کام تمام کیجے۔ ان دونوں بڑی بڑی

لڑائیوں میں ہوئیں۔ کبھی اورنگ زیب کو ایسا موقع ملے  
 کہ وہ بلخ کے ارد گرد قلعوں میں سپاہ ڈھونڈتا۔ اور بکون کا ملک تھا اعلان کا  
 روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ بادشاہ کے لشکر کی یہ صورت تھی کہ شاہزادہ مرگوش  
 کے ساتھ سچا پس ہزار لشکر آیا تھا جب سارا بلخ اور بدخشان ممالک محروسہ  
 میں داخل ہوا تو سپاہ اس طرح سب منتظموں کے ساتھ حفاظت اور حراست  
 کے لئے تقسیم ہو گئی کہ کچھ سپاہ فتح خان پاس طالقان میں اور رستم خان  
 پاس اندخویں سعادت خان پاس ترمذ میں شادخان کے پاس سمنہ میں اور  
 راجہ راجروپ پاس قندز میں خجہر خان پاس اسباق میں کچھ سپاہ بلخ اور اسکے  
 نواح میں تھی۔ شاہزادہ نے ان مقامات سے فوج کو نہ بلایا۔ اور اپنی قلیل فوج  
 کام چلا لیا۔ ملک کو فتح کرنا اور پھر اس کا انتظام کرنا اور دشمنوں سے لڑنا  
 تھوڑی فوج کا کام نہیں ہے۔ ہر قدر سپاہ سی بلخ کے پاس پاس ہے لڑائی ہو  
 تھی۔ اسلئے جو وقت اورنگ زیب نے فاصلہ تک اور بکون کا تعاقب کیا تو اس کے  
 لشکر پر ایک آفت آئی۔ ابتدا ہی سے ان مہمات میں بد تدبیریاں وقوع میں آتی  
 رہیں۔ اول شاہزادہ مراد کا داپس جانا۔ اور نظام کا ناتمام چھوڑ جانا۔  
 دوم اصالت خان اور بہادر خان کا شیرخان سے نذر محمد خان کا آگے نہ عقب  
 کرنا۔ سوم اس ملک کے روساء اور عائد کی تالیف قلوب کر کے اپنے ساتھ نہ  
 شامل کرنا۔ چہارم شاہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے بہت آگے غنیمت کچھ  
 چلا جانا۔ فقط

نذر محمد خان کو بلخ اور بدخشان کا بادشاہ کی طرف سے عنایت ہونا

معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان کی نیت میں یہ ضرور تھا کہ اس ملک کو ہندوستان  
 کو دیدیجے۔ چنانچہ اسے ایک خط نذر محمد خان کو سن ۱۵۶۶ء میں اس مضمون کا  
 لکھا تھا کہ اگر شاہزادہ محمد مراد سے بہ سبب جوانی کے کوئی حرکت نامناسب آ پکی  
 نسبت سرزد ہوئی ہو تو آپ کو لازم تھا کہ بلخ سے میرے پاس آتے نہ ہیں کہ اوہ  
 اوہرا دے پہرتے۔ بلخ اور جہان پر لشکر بھیجے سے کوئی اور سہارا مطلب  
 اسکے نہ تھا کہ اورنگزوں اور لالائوں کے ظلم اور ستم سے مسلمانوں اور آپ کو  
 نجات دلائیں۔ اب نذر محمد خان جب ایران سے مالوس پہرا اور قلعات چھو چکے  
 اور مینہ پر نہر مت اوٹھائی۔ سب جگہ سے نامید ہوا اور کسی نے اس کا ہاتھ  
 نہ پکڑا۔ تو لاچار ہو کر اورنگ زیب کے توسل سے شاہجہان کے رحم کا امیدوار  
 اور عفو تقصیر کا خستہ گار ہوا۔ اور اسی مضمون کا خط شاہزادہ  
 اورنگ زیب کو لکھا۔ اورنگ زیب نے اس خط کو نبی عرضداشت  
 کے ساتھ بادشاہ پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس کو لکھا کہ  
 اول نذر محمد خان سے ملاقات کرے۔ اور سارا ملک مقبوضہ اسکے حوالہ کرے  
 اور تمام اپنے لشکروں کو اطراف بلخ اور بدخشان سے بلا لے۔ اور سارے  
 لشکر کو لے کر ہمارے پاس چلا آوے۔

یہ کام شاہجہان کا نہایت عقلمندی اور فراخی کا تھا۔ ایسا کہ روپیہ  
 سپاہ کی تنخواہ میں اور دو کروڑ روپیہ اور ضروریات کے ہم سانی میں صرف  
 ہو چکا تھا۔ چنانچہ بادشاہی سپاہ ایک ہفتہ کی لڑائی میں کام آئی تو بیسویں ہزار  
 سپاہ میں سے صرف چھ ہزار سپاہی کہیت رہے تھے۔ باوجود اس



خونریزی اور زرافشانی کے ملک پر پورا پورا تسلط نہ ہوا تھا۔ ضرور ایک دن وہ آنا کہ  
اس لڑائی سے ہاتھ اڑھانا پڑتا۔ اب جو نذر محمد خان کی نذر اپنے سارے حقوق  
کر دئے اس میں بہم رہ گیا۔ اور لڑائی سے ہی کنارہ کشی کی خفت نہ اڑھانی پڑ  
اب نہ اور نگ، زیب نذر محمد خان سے ملنے گیا نہ وہ اس پاس آیا۔ اور نگ زیب  
نے تمام قلعہ نذر محمد خان کے آدمیوں کے سپرد کر دئے اور اپنے لشکر اور  
امیروں کو بلخ میں بلالیا۔ اور جب ان سب کا اجتماع ہو گیا تو شناسا ہا نہ طرز پر  
۱۲ رمضان ۱۰۵۷ھ کو کابل کی طرف روانہ ہوا۔ فوج کے کئی حصے کئے اور  
وہ آگے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر سند کش کی منزلوں میں اترے  
تو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لکڑی گہاس کی فراہمی کے واسطے شمشیر خان  
کچھ لشکر لے گیا تھا۔ اوسکو اوزبکوں نے گھیر لیا۔ علی مردان خان اوسکی اعانت  
پر پہنچ گیا۔ اور اوزبکوں کو بھگا دیا۔ غرض ان منزلوں میں اوزبکوں نے  
اور اوس سے زیادہ ہزار جات کی قوموں نے لشکر شاہی کو حیران و پریشان کیا  
۔ شانزادہ تو اپنی ذات سے ہلکی سواروں سمیت کابل میں جلد چلا گیا۔ مگر راجہ  
جگت سنگھ کی سپاہ پر بڑی آفت برف و باران کی آئی۔ اور ہزاروں جاندار  
اس جاڑے کی شدت سے بے جان ہو گئے۔ اور یہ آسمانی مصیبت اور پہر  
اوسچہ یہ مرضی مصیبت کہ قدم قدم پر ہزارہ کی قومیں تاخت اور تالاج  
کے لئے موجود۔ بڑی دشواریوں اور مشکلوں سے پادشاہی لشکر دشمنوں سے  
اڑھ کر اور حصے ہو ہو کر اور بہاری نقصان اڑھ کر اور ہلاک ہو رہے تھے  
اسباب چھوڑ چھوڑ کر کابل میں پہنچا۔

ایرانینوں کا قندھار پر دوبارہ قبضہ پانا ۱۶۴۸ء  
 اب بادشاہ بلخ سے باغ ہو کر اپنے آباد کئے ہوئے شہر شاہجہان آباد میں جشن  
 اڑا رہا تھا۔ عیش و عشرت و سیر و تماشے میں مصروف تھا۔ کہ خواص خان قلعہ  
 قندھار کی عرضی آئی کہ ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو صفایان سے قلعہ قندھار کے شیر  
 شاہ عباس ثانی والی ایران نے کوچ کیا ہے۔ علی مردان خان نے جو قندھار  
 دیدیا تھا اور ایران والے اور سپرہ کچے بیٹھے رہے اور کچھ نہ بولے تو اسکا سبب  
 یہ تھا کہ شاہ صفوی کی سلطنت کم زور اور جفا خیز تھی۔ اس کے مرید کے بعد جو شاہ  
 عباس ثانی بادشاہ ہوا تو غیر سن تھا جب وہ بالغ ہوا تو اس کے وزیروں نے  
 سمجھایا کہ سب مقدم کام یہ ہے کہ قندھار کو فتح کیجے۔ اور اپنے آبائی ملک برسلط  
 بلے۔ اس میں سلطنت کا تہہ بڑھتا ہے۔ چنانچہ اس نے ۱۶۴۸ء میں بڑی  
 فوج اکٹھی کر کے قندھار پر چڑھائی کی۔ اور جاڑے کو موسم میں قندھار کا محاصرہ کیا  
 اس موسم میں محاصرہ کرنے کے اندر اسکی یہم و دشمنی تھی کہ برف کے پڑنے  
 سے ہندوستان اور کابل کے درمیان راہ آمد و رفت کی مسدود تھی تہے تو کوئی  
 تازہ سچاہ قندھار کے بجائیکے واسطے نہ سکتی تھی۔ اور اس کے خود کار و بار قندھار  
 کی نرم آب و ہوا میں خوب جاری تھے۔ اب یہاں شاہجہان اس خبر کو سن کر  
 شاہجہان آباد سے لاہور روانہ ہوا۔ اور اسکا ارادہ ہوا کہ یہاں سے سیدھا  
 کابل کو جائے۔ مگر وزیروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ موسم زمستان میں شاہ  
 ایران کا قندھار پر حملہ بہ نسبت کاہ و غلہ کے ناممکن ہے۔ اور حضور کا کابل جانا  
 اس برف و باران میں مشکل ہے۔ اسلئے بہتر ہے کہ حضور و اولیٰ بہار میں کابل

تشریف لیا۔ یہاں یہ ہندوستان سے ۱۲ محرم ۵۹ھ کی غرضی قلعہ دار قندھار  
 کی لکھی ہوئی آئی کہ شاہ ایران نے قلعہ قندھار کو چاروں طرف سے محاصرہ  
 کر لیا ہے۔ یہ خبر سن کر بادشاہ نے اورنگ زیب اور اپنے وزیر سعد الدین خان  
 حکم دیا کہ پنجاب سے روانہ ہو کر بہت جلد قندھار میں پہنچیں۔ مگر یہ بادشاہی  
 لشکر پہنچنے پایا تھا کہ بادشاہ پاس خبر آئی کہ الی ایران نے دہائی مہینہ تک  
 قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور محصورین نے ناک حرامی کی یا دکنو ایسی دشواریاں  
 پیش کیں کہ ایسا مستحکم قلعہ انہوں نے شاہ ایران کے حوالہ کر دیا۔ سعد الدین  
 اور اورنگ زیب پہاڑوں کی کڑی کڑی منزلیں طے کیں۔ راہ میں غلہ کی  
 ایسی دقت پیش آئی کہ بہت جگہ اسکے ہم پہنچانے میں توقف کرنا پڑا۔ او  
 فوج موسم سرما کے سبب عاجز و درماندہ ہوئی اسلئے کابل میں بہت ٹہرنا پڑا۔ او  
 شاہ ایران اپنی ایک قوی فوج قندھار میں چھوڑ کر ہرات چلا گیا۔

اورنگ زیب کا قندھار پہنچنا اور ناکامیاب پہنچنا

جمادی الثانی ۱۰۵۴ھ میں اورنگ زیب قلعہ قندھار سے آدھ کوں پہنچ گیا  
 - اور مورچے لگا کر شہر پر گولے برسائے لگا۔ عرض کہ چانین میں لڑائی تیری  
 سرگرمی سے شروع ہوئی۔ اور دونوں طرفوں سے سرنگین اور رائی گئیں۔  
 اور محاصرین نے شہر پر حملے کئے۔ اور محصورین نے باہر نکل کر بادشاہی لشکر  
 پر چھاپے مارے۔ شاہ ایران نے فطیر علی خان کے ساتھ چھ ہزار سوار  
 روانہ کئے کہ وہ قندھار سے محاصرین کو ہٹا دے۔ یہ لشکر جب گر شک پہنچا  
 تو گیارہ ہزار سوار اور قرضی علی خان لیکر آئے ملا۔ اس لشکر کی خبر جاسوسوں

شاہزادہ کے کان مکت پہنچائی۔ اوسنے فوراً رستم خان کو سات ہزار سواروں  
 ساتھ اوسنے اترنیکے لئے بھیجا۔ اور خود محاصرہ میں مصروف رہا۔ جو فوج اوسنے  
 ایرانی فوج کے مقابلہ کے لئے بھیجی تھی اگرچہ اوسنے رفع دفع کرنے اور شکست  
 دیدینے کے لئے کافی ہوئی۔ مگر اور دھاکستے اور سپاہ جو شاہ ایران کے دروغ  
 کے کاٹنے اور تیار چاریکے برباد کرنے اور محاصرین کے ذخیرہ کی لوٹ مار  
 کرنے میں مصروف تھی اوسکا علاج کچھ نہ ہو سکا۔ اب اورنگ زیب نے دیکھا کہ اس  
 محاصرہ میں چار مہینہ کا عرصہ لگ چکا ہے۔ اور سپاہیوں نے بھی کوئی اپنی  
 جانفشانی میں کسراقتی نہیں رکھی۔ مگر دشمن ایسا نہ مند اور سینہ زور ہے  
 کہ اوسکے قبضہ سے شہر کو بھی ہم نہ نکال سکے۔ اذوقہ اور سامان رسد کی کمی  
 اسباب قلعہ شکنی کا خوب نہیں ہے۔ کل پچیس توپیں ہلکی ہلکی ہیں بڑی توپیں  
 قلعہ شکن نہیں ہیں۔ اور موسم سرما سر پر آتا ہے۔ اسلئے مناسب کہ محاصرہ  
 ہاتھ اڑھائے۔ اور بعد زمستان پہرہیلن سامان درست کر کے آئے۔  
 اسلئے ستمبر ۱۶۴۹ء میں محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور کابل میں چلا آیا پانچواں  
 رمضان ۱۰۵۹ھ میں آتا تھا۔ مگر اب وہ اولٹا لاہور کو  
 چلا گیا۔ اورنگ زیب اوسے لاہور میں ملا۔

اورنگ زیب کا دوبارہ قندھار پر حملہ کرنا اور ناکامیاب پہرہا  
 پہلے ۱۶۵۱ء کا سال کابل کی سیواورش اور جشن میں بادشاہ نے کاٹا۔  
 اوسکی عادت تھی کہ جب کوئی ملکی کام نہ ہوتا تھا تو وہ سدا وقت بے نادمی اور  
 جلسوں اور سیرو شکار اور باغوں کی آرائش کی اور نالچ اور راگ درگین کا

۱۶۵۱ء میں شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد الدخان وزیر کو قندھار پر پہرہ روانہ کیا۔ سعد الدخان پاس اس سپاہ میں پچاس ہزار وہ سوار تھے جنہوں نے میدان کارزار میں اپنی عمر بسر کی۔ دو ہزار لشکر بھی توپ انداز اور دس فیل تھے اور آٹھ توپ کلاں قلعہ فگن اور آٹھ توپ خرد اور بنس توپین ہانسیون کی اور سیدر توپین اونٹون کی۔ اور خزانہ بہت۔ اور اور سامان جو اس فوج شایان تہاتین ہزار اونٹون پر لدا ہوا تھا۔ اور تین سو ساٹھ ہلکے میرساتھ۔ سوار انکے بیس ہزار سوار اورنگ زیب کے ہمراہ جاتا تھے۔ غرض یہ سب سامان اسلئے کیا گیا تھا کہ اوقات گذشتہ کی تلافی یافت ہو۔ اس ٹہاٹھ سے یہ لشکر حصار قندھار کے میدان میں پہونچا۔ اور وہی سب کام کئے جو پہلے حملہ میں کئے تھے مگر شاہ ایران کی طرف سے محراب خان قلعہ دار بھی ایسا ہنرمند تھا کہ اورنگ زیب جیسے دانشمند اور سعد الدخان جیسے عقلمند کی کسی حکمت اور تدبیر کو اپنی سامنے نہیں چلنے دیتا۔ ان دونوں کی دلاوری اور داناتی کی تدبیر فوج اور جیو توپوں کی بہادری اور جان نثاری سب اکارت گئیں۔ توپیں جو بڑی بڑی تھیں انہیں او نہیں بارود اتنی ٹھونس کی کہ وہ نکلی ہو گئیں۔ کچھ سہ داران فوج میں بھی باہم نفاق تھا آخر کار لاچار ہو کر شاہزادہ مع سارے لشکر کے کابل میں چلا آیا۔ اور دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا۔

### داراشکوہ کا قندھار پر جانا

اگرچہ شاہجہان کو یہ دودھ نہ ناکامیابی ہوئی مگر وہ خاطر شکستہ نہ ہوا۔ بلکہ اوسنے دوسرے سال پہلے سامان سے ہی زیادہ سامان کیا۔ اور اپنی بڑی بیٹی

داراشکوہ کو پہنچا۔ یہ بیٹا اور سب بیٹوں میں زیادہ ممتاز اور مغز تہا۔ اور دربار میں  
 پادشاہ پاس رہتا تھا۔ اس دفعہ تو بچانہ کا بہت کچھ سامان تھا۔ نامی نامی توپیں  
 پادشاہی اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ غرض یہ سپاہ عظیم الشان ایام ہر ماہ ۱۶۵۲ء میں  
 لاہور میں جمع ہوئی۔ ۳ ربیع الاول ۱۰۶۳ھ کو موسم بہار میں قندھار کو روانہ ہوئی  
 اور پادشاہ بھی پیچھے پیچھے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اور اب کی دفعہ تاریخ حملہ قندھار  
 کی نجو بیون سے پادشاہ نے پوچھ کر، رجادی الشافی مقرر کی تھی۔ اسلئے داراشکوہ  
 سپاہ کچھ آگے روانہ کی کہ وہ تاریخ نہ مل جائے۔ اس فوج نے محاصرہ کا کام  
 تاریخ معین پر شروع کیا۔ پھر خود پہنچ گیا۔ اور بڑی دہوم و ہاکم مورجے جائے۔ اور  
 اپنے ساز و سامان کے شان کے موافق محاصرہ شروع کیا۔ اور ایک بڑا عالیشان  
 جوڑا چکلا ٹھوس دمدہ ایسا بنایا کہ سارے شہر پر اسکا دباؤ پڑے۔ اور اس پر وہ  
 توپوں کا تو بچانہ چڑھایا۔ اور اس لڑائی کے کاموں کو اپنی ذاتی عزت اور شجاعت سے  
 بڑی تیزی اور تندی سے شروع کیا۔ اس عزت فطری کی ترقی اور رنگ زیب کے  
 رشک اور حسد و زیادہ ہو گئی تھی۔ اسلئے اپنے سب منصبداروں اور سرداروں  
 سے کہہ دیا تھا کہ میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ جب تک قندھار  
 کو اپنے قبض و تصرف میں نہ لے لوں ہر گز یہاں سے نہ ٹلون۔ بعد اسکے سرنگین  
 تیار کیں اور زینے اور بہت سے سامان قلعہ ستانی کے تیار ہوئے۔ اور فوج کو  
 محاصرہ کے لئے شہر کے بہت قریب لیجانے کا حکم دیا۔ مگر حقد یہاں سامان ہوتا تھا  
 ۔ ایسا ہی محصورین ہی اپنا سامان بچاؤ اور حوا کا کرتے جاتے تھے۔ اگر یہاں  
 ایک اونچا دمدہ نہ تھا۔ تو انہوں نے ہی ایک برج پر توپ ایسی لگائی جیسا گولہ

شاہزادہ کے خیمہ میں پڑتا تھا۔ مگر شاہزادہ میان سہ قتل سے بھاگ رہا تھا۔ اور اس توپ کے مہرہ کو اپنی توپوں سے اڑا دیا اور دشمنوں کی توپوں کو خاموش کر دیا۔ اور رستم خان شاہزادہ سے علیحدہ ہو کر قلعہ بست پر قبضہ کر لیا۔ کئی دفعہ نہایت کوشش سے شہر پر حملہ کیا مگر قصداً تین دنوں کا بغیر باوجود اس جانفشانی کے کوئی کامیابی کی صورت نہ پیش آئی تو شکست و رذلت کی خفت کا اندیشہ اسکی طبیعت پر غالب ہوا۔ اور امیروں کی منت سماجت کرنے لگا۔ یہاں تک اب صاف صاف کہنے لگا کہ ہائے اب میں اس لڑائی کے ہارنے سے اور ننگ زریب کی برابر ہوا جاتا ہوں۔ پہرہ سحر و جادو کی طرف رجوع کی۔ جنہوں نے وعدہ کیا کہ ہم اپنے جادو کے زور سے قلعہ قند ہار حضور کو ولادیتے ہیں۔ غرض یہ لکشن ایچر نہ تھی۔ آخر کو یہ ہوا کہ ایک دن سورج نکلنے سے پیشتر ایک سخت طاعون شہر پر کیا گیا۔ اور یہاں تک فوب پہنچی کہ بعض جان نثار فضیل کی رونی پر چڑھ گئے لیکن لوگوں کی جان گئی اور مراد ہاتھ نہ آئی۔ اب چاروں طرف سولشکر ایران پلا جلا آتا تھا۔ شاہزادہ کے لشکر پر جو سامان رسک لئے جاتا تاخت کرتا۔ اور تمام راہیں رسد کی اسٹے سد و کردین۔ اب داراشکوہ کے پاس سلطان حرب یہی نہ رہا۔ بارود گولہ سب ختم ہوا۔ ایک لڑائی محاصرو کی تھی دوسری لڑائی ہر روز سامان رسد کے لئے ہونے لگی۔ جو سپہ سالار دلاور اور جو المزدافر تھے وہ ہی لڑائی میں کام آئے جو باقی رہے اور میں اتفاق نہ تھا موسم سرما کی آفت سامنے چلے آتے تھے۔

۱۵۔ ذیقعدہ کو محاصرو کو چھوڑ کر سندھوستان کی طرف مراجعت کی۔ راہ میں علی قلی خان نے تعاقب کیا اور کچھ ہباب اور ماتی لے گیا غرض کابل تک پہنچتے پہنچتے راہ میں ایرانیوں اور افغانوں کے ہاتھ سے بڑے نقصان اٹھائے۔ نومبر ۱۶۵۳ء میں محرم ۱۰۶۴ھ میں

لاہور میں پہنچ گیا۔ بابس کے زمانہ سے قندھار کی یہی کیفیت رہی کہ کبھی وہ ان مغلوں کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ کبھی ایرانیوں کے تصرف میں چلا گیا۔ مغلوں کا آخر حملہ اس طرح ختم ہوا۔ بعد اسکے پادشاہ کی دو برس امن اور چین چان سے گذرے +  
**دکن میں اورنگ زیب کے ساتھ از سر نو لڑائیوں کا ہونا**

۱۶۵۶ء میں ایک اور سی سلسلہ لڑائیوں کا جس کا سان گمان بھی نہ تھا شروع ہوا۔  
 یعنی دکن میں پہریش جنگ مشتعل ہوئی۔ اور پچاس برس تک وہ نہ بجھے اور آخر کو اوسے دلی کی سلطنت کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ۱۶۵۶ء کے عہد ناموں دکن کی سلطنتوں کا زور گہٹ گیا تھا۔ اور عبدالدر قطب شاہ والی گولکنڈہ ندانہ معمولی اور خراج سائب پادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتا۔ نہ پادشاہ کو اوسے کچھ پر خاش تھی نہ اوس کے دل میں پادشاہ سے سربازی کا خیال تھا۔ مگر ایک قصبہ اتفاقیہ ایسا سرچ میں آگیا کہ جس کے نسبت سے سنگامہ کا زرار گرم ہو گیا۔ ۱۶۵۳ء میں اورنگ زیب قندھار سے نام واپس کر دکن کا صوبہ مقرر ہوا تھا۔ وہ اپنی قندھار کی خفت مٹانیکے واسطے بیجا پور اور کلکنڈہ کی ریاستوں پر دانت رکھتا تھا۔ مگر کچھ کرنہ سکتا تھا۔ اب ایک بہانہ ایسا ملتا تھا کہ اوسکو موقع ان ریاستوں میں دست اندازہ کر لیا گیا۔ اب اس اجمال کی کیفیت یہ تھی کہ سعید خان صفہان کا ایک غلہ سید لودہ تھا۔ ایک اعلان فروش تاجا فرمایا کہ اوس کو یہاں کلکنڈہ میں لے آیا۔ اور مرہٹے کے بعد اوس کو اپنا مال سبب دے گیا۔ اس کو جو ان نے اپنی جن لیاقت سے بحری تجارت میں بڑی دولت کمائی۔ اور ایشیا تمام پادشاہی درباروں میں جانے لگا۔ اس لیاقت اور دولت کے سبب وہ والی گولکنڈہ کا وزیر ہوا۔ اور میر علی کا خطاب پایا۔ یہ لقب اس ریاست میں وزیر کا ہونا



پانچ ہزار سوار اس پاس والی گول کنڈہ کے رہتے تھے۔ اوسنے بہت سی جھوٹی ریاستوں کو مطیع کر کے سلطنت گول کنڈہ کو زیادہ وسعت اور ملک کو رونق دی تھی۔ وہ والی گول کنڈہ کی طرف سے کچھہ فوج لیکر مشرق کی جانب جھوٹی جھوٹی غیر مطیع ریاستوں کو مطیع کر رہا تھا کہ اوسکے بیٹے محمد امین نے کچھہ تباخی قطب شاہ کی خدمت میں کی جسکے سبب اوسنے قید کر کے قلعہ گول کنڈہ میں بھیج دیا۔ اور تمام مال اسباب اوسکا ضبط کر لیا۔ یہ بیٹا اوسکا بد وضع اور مغرور اور سینہ زور رہتا اول میر حلہ نے قطب شاہ ہی سے عرض کیا کہ آپ میری جن خدمات پر نظر لگائی مضمون اس بندہ زادہ کا معاف فرمائیں۔ مگر جب اوسنے نہ سنا تو اوسنے اورنگ زیب سے رسل و رسائل جاری کی۔ وہ مدت اس تا کہ میں بیٹھا تھا کہ کب وقت آئے کہ گول کنڈہ کی ریاست کا شمار کرے۔ اوسنے پادشاہ کی خدمت میں میر حلہ کی بہت کچھ سفارش کی۔ پادشاہ نے خلعت اور خطاب پنج ہزاری پنچھ سوار کا عنایت کیا۔ اور قاضی عارف ہاتھ یہ خلعت پہنچا۔ اور ایک عتاب نامہ پادشاہ کی طرف سے قطب الملک کو نام اس مضمون کا صادر ہوا کہ تم نے میر حلہ کے بیٹے کو قید کیا اور اوسکی جاگیر اور مال اور سبب ضبط کیا یہ امر معاملہ ڈانی اور قانون ادب سے بعید تھا۔ فوراً اس حکم کے پہنچے ہی اوسکو مع مال اور سبب کے اورنگ زیب کی خدمت میں روانہ کرو۔ اگر اس میں توقف کرو گے تو بہت مفسد ہی اور قبا حین پیدا ہوگی۔ اور پھر تم تپاؤ گے۔ اور بہت خراب اور برباد ہو گے۔ پھر ندامت اور پشیمان سے یہی کچھہ حاصل نہوگا۔ مگر قطب الملک نے اس فرمان پر کچھہ خیال نہ کیا اور محمد امین کو نہ رہا کیا۔ بلکہ اس دخل بجا پر اور برہم ہوا۔ پادشاہ نے شاہ زادہ

اورنگ زیب کے نام حکم بھیج دیا۔ کہ وہ اپنے بیٹے سلطان محمد کو لشکر کے ساتھ روانہ کر کے اس گستاخی اور بے ادبی کا علاج تلوار سے کرے۔ اور شائستہ خان ناظم مالوہ اور اس طرف صوبہ داروں کے نام حکم صادر نہوا کہ وہ سپاہ لیکر اورنگ زیب پاس حاضر ہوں۔ غرض اورنگ زیب اپنے چٹے چٹے سواروں میں ہزار جنوری ۱۶۵۶ء کو روانہ کئے اور سلطان محمد اپنے بیٹے کو سپہ سالار بنایا۔ اور ہر سیم التنا ۱۰۶۶ کو وہ خود بھی روانہ ہوا۔ جب قطب الملک دیکھا کہ سلطان محمد لشکر کثیر لیکر اس کے ملک میں داخل ہوا۔ اور ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ تو اوہ سنے اورنگ زیب سے رسل و رسائل جاری کی۔ اور محمد امین اور اسکی ماکو حیدر آباد سے دس کوس پرے سلطان محمد پاس بھیج دیا۔ مگر مال اسباب و مسکا کچھ نہیں واپس کیا اسلئے سلطان محمد نے حیدر آباد کا قصد کیا۔ قطب الملک اپنے بیٹوں اور مال اور اسباب اور زر نقد کو ہمراہ لے حیدر آباد سے گول کنڈہ کی پہاڑی پر قلعہ میں جو چھ سات میل اوسے تھا چلا گیا۔ اور پانچ چھ ہزار سوار اور دس بارہ ہزار پیادہ اور تفنگچی یہاں جمع کر گیا۔ اور موسیٰ محراب کو اسکا سپہ سالار بنایا۔ اور حکم دے گیا کہ شانہ ارہ سے خوب لڑو۔ جب شانہ ارہ محمد حیدر آباد کے بہت قریب آیا تو محمد ناصر نے قطب الملک کی طرف سے ایک صندوق جو اہرات کا الطور و شکش کے پیش کیا۔ مگر اسی اثنا میں قطب الملک کے سپاہ شونخ شروع کی۔ جب شانہ ارہ محمد کو یہ خبر ہوئی تو اوہ سنے فوراً حیدر آباد پر حملہ کر دیا۔ اور قطب الملک کی سپاہ کو مار کر بگاڑ دیا۔ اور شہر کو خوب لوٹا کھوٹا۔ اور آگے بڑھ کر قلعہ گول کنڈہ کا حصہ کر لیا۔ مگر اس واقعہ کو فہنٹن صاحب نے کسی تاریخ سے یوں لکھا ہے کہ اورنگ زیب

یہ بہ بہانہ بنایا کہ اس کے بیٹے سلطان محمد کی شادی اس کے بہائی شجاع صوبہ دار  
بنگال کی بیٹی سے نہری تھی۔ سو یہ فوج اس کی جلو میں جاتی ہے۔ راہ کی صورت  
یہ تھی کہ اورنگ آباد سے ایک ترک بنگال کو سلی بیٹیم پر چکر کہا کر طرح جاتی تھی  
کہ کوئٹہ کے جنگل سے چچ من نہرین۔ اور اس سبب حیدر آباد اس راہ سے بہت  
قریب رہ جاتا تھا۔ قطب شاہ یہ خبر سن کر اورنگ زیب کی دعوت کر نیکے ساز و سامان  
میں مصروف ہوا۔ کہ اس بخیر میمن اورنگ زیب کا لشکر و معنہ اوپر ٹوٹ پڑا۔  
اور صرف اس نے قطب شاہ کو اتنی فرصت دی کہ وہ بہاگ کر گول کنڈہ کی بہاری  
قلعہ میں چلا گیا فقط

چونکہ مکاتیب عالمگیری میں دو تین خط قطب الملک کے نام اس مضمون کی لکھی ہوئی  
ہیں کہ نذاتہ معمولی بھیج دو اور محمد امین کو جو پڑ دو نہیں ملک ضبط ہوگا اور تلوار  
سے عدول حکمی کی سزا دی جاوے گی اس لئے ہم کو یقین نہیں کہ اورنگ زیب نے  
یہ بہ بہانہ بنایا۔ اس کے عہد کی معتبر تاریخوں میں اس واقعہ کو ہی طرح لکھا جیسا کہ ہم لکھا  
جب گولکنڈہ محصور ہو گیا تو قطب الملک نے عادل خان سے کمک طلب کی جب  
اورنگ زیب کو یہ خبر ہوئی تو وہ خود لشکر سمیت گول کنڈہ کے قریب پہنچا۔ اور والو  
کا لشکر بھی لگایا۔ غرض پادشاہی سپاہ کا ہی ہوا اجتماع ہو گیا۔ اور باہر سے اندر  
کی طرف اور اندر سے باہر کی طرف تفنگ بان اور گولہ برسنا شروع ہو گیا۔  
میر حلہ ہی حوالی گول کنڈہ میں پہنچا۔ قطب الملک کو والی جیالور کی کمک کی  
بڑی امید تھی مگر اس نے کسی قسم کی اعانت اور مدد نہ کی۔ اور اورنگ زیب کی  
سپاہ کا زور روز بروز بڑھ گیا۔ محاصرو کے اوٹھانے میں جہانگیر بن سکا کوئی

مگر جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اپنے داماد میر محمد کو اورنگ زیب پاس بھیجا۔ اور جم کا  
خوہشگارا اور صلح کا امید ولد ہو گیا۔ اور ان شرطوں پر صلح ہوئی کہ وہ اپنے ناکو اورنگ  
پاس بھیجے۔ بیٹی کی شادی شاہزادہ محمد سے کرے۔ اور ایک کروڑ روپیہ نذرانہ من  
دے۔ یہہ ایسی کڑی شرطیں اورنگ زیب ہی نے کیں۔ اگر شاہجہان ہوتا تو وہ ایسی  
سخت شرطیں نہ لگاتا۔ چنانچہ اسے بہت سارے روپیہ جو اس صلح نامہ کے موافق تھے  
تہا قطب الملک کو معاف کر دیا۔ مگر باقی شرطوں کی تعمیل ہوئی سا اورنگ زیب  
اورنگ آباد میں مئی ۱۶۵۶ء میں واپس گیا۔ اب میر جلد بادشاہی لکھنؤ میں  
داخل ہوا اور اسکو خطاب معظم خان کا عنایت ہوا۔ اور وہ اورنگ زیب کی سلطنت  
کا ایک کن اعظم ہوا۔ اور اس کے بلند ارادوں کے پورا کرنے کا ایک عمدہ معاون ہوا۔  
اب آگے نام میر جلد کا اعظم خان ہی لکھینگے۔

### بیجا پور والوئی اورنگ زیب کی لڑائیاں

گول کنڈہ کی ریاست کی فتح پانیسے اورنگ زیب کو فائدہ حاصل ہوئی چکا تھا لہذا  
بیجا پور کی ریاست کی کامیابی کا ایک اور موقع ہاتھ آیا۔ یسے عادل شاہ پادشا  
کے عہد و پیمان جو ہو چکے تھے وہ ہم لکھہ چکے ہیں۔ یہہ عادل شاہ جہان کے ساتھ  
مونسیت اور موافقت کو ہر روز ترقی دیتا رہا۔ اور جسے صلح ہوئی کوئی بے لطفی اور  
بہداری کی بات سرزد نہ ہوئی۔ مگر اس نے ۱۶۵۶ء میں اس دنیا سے کوچ کیا۔  
اور سطلے اسکا بیٹا اونیس برس کی عمر میں جانشین ہوا۔ عمل صالح اور مروتہ العالم  
آثر عالمگیری اور بعض درکت معتبرہ میں یہہ لکھا ہے کہ یہہ علی ایک صحیح  
کو عادل شاہ نے مثنیٰ کر لیا تھا۔ اسکو نو کروں نے پادشاہ بنا دیا۔ اس لئے

شاہجہان کو خیال ہوا کہ اس مجبور المہب کی بادشاہی سے بہت سے اس ریاستین  
 فنا اور غنا دکھڑے ہونگے۔ اوسکے انداکے مہطے اورنگ زیب کو اور امر کو لکھنا کہ  
 ریاست کو اپنے قبضہ میں کر لین۔ مگر لفظ ٹن صاحب بعض تاجخون سے یوں نقل کیا  
 کہ عادل شاہ اول داراشکوہ کا دوست تھا اور مہطے اورنگ زیب اس سے جلتا تھا جب  
 وہ مر گیا تو بادشاہ کو سکھا پڑا کہ اس بات کا یقین کر لیا کہ عادل شاہ کا بیٹا وہ تسلیم  
 کیا جائے اور سلطنت کا استحقاق <sup>اوسکے</sup> لاوارث ہونیکے سبب بادشاہ اپنا جتا  
 پہلی بات کی حدیث کے لئے زیادہ شہادت موجود ہے۔ اور عقل بھی جانتی ہے  
 کہ جب عادل شاہ مر گیا تو عدالت اورنگ زیب کے خواہ اسکے ساتھ تھی وہ بھی مری ہو  
 بیجا پور کی ریاست بہادر نے کا سبب بن گئی۔ اب بیجا پور والوں پاس کچھ سپاہ کی  
 کمی نہ تھی۔ مگر اسوقت وہ لڑائی کے واسطے تیار نہ تھے۔ اونی بہت سی سپاہ کرناٹک  
 چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے فتح کرنے کے لئے بہت فاصلہ پر گئی ہوئی تھی۔ اسی لئے  
 اورنگ زیب کو بہت دشواری اور وقت اس لڑائی میں نہ پیش آئی۔ معطم خان شاہجہان  
 سے حضرت ہو کر راجہ اشانی شہزادہ عین اورنگ زیب کی خدمت میں آ موجود ہوا  
 ۔ اسی تاریخ اورنگ زیب چل کھڑا ہوا۔ چودہ روز میں چاندور میں پہونچا۔ اور یہاں  
 محلدار خان کو سپاہ ساتھ رسد کی ہم سانی کے لئے چھوڑا۔ اور دوسرے روز  
 قلعہ بیدر کے قریب پہونچا۔ یہاں شہزی مر جان ایک غلام قدیم الخدمت عادل شاہ  
 کا تیس برس سے قلعہ دار تھا۔ اوسنے مک حلالی کی کہ قلعہ کو اپنے خنے اوسنے نہایت  
 مستحکم کیا۔ اور خوب جان توڑ کر لڑا۔ بادشاہ کی سپاہ بھی خوب جوہر دکھائے۔  
 اتفاق سے ایک جگہ مر جان نے بارود دبا کر رکھی تھی۔ اوسنے آگ لگ گئی اور وہ خود

اور اسکے دو بیٹے بارود سے جل گئے۔ اور اس سبب پادشاہی فوج کو خوب صحت  
 ملی کہ وہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اب قلعہ دار مرجان سوختہ کی کیا جان تھی کہ وہ پادشاہی  
 فوج سے لڑتا اسلئے اوسنے کنجیان اور اپنے بیٹوں کو اورنگ زیب پاس بھیج دیا۔ دوسرے  
 روز وہ خود کشتہ اجل ہوا۔ قلعہ میں پادشاہ کا خطبہ پڑا گیا۔ یہہ اورنگ زیب کی بڑی  
 خوش بھینسی تھی کہ یہہ سید کا مضبوط اور محکم قلعہ جو بیجا پور کی عین سرحد پر واقع تھا  
 ستائیس روز میں ہاتھ آ گیا۔ اوسکا نام ظفر آباد رکھا گیا۔ اور اوسکے سبب ملات  
 اور دشواری بیجا پور کی دار الحکومت تک پہنچ گیا۔ اب یہہ خبر معلوم ہوئی کہ گلبرگہ پر  
 عادل شاہ کی سپاہ کا ہجوم ہے تو اوسنے مہابت خان کو پندرہ ہزار سوار و یکروہان  
 روانہ کیا۔ مالوچی اور سیواچی بہون لافنی چار کونڈہ وغیرہ پر گنات میں شورش برپا  
 کر رکھی تھی اسلئے اورنگ زیب نے نصیر خان کو تین ہزار و سواروں کے ساتھ اونکی  
 سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اب ان پادشاہی جوانوں نے دشمنوں سے خوب لڑا اور قلعہ  
 کلیانی اور گلبرگہ اور مقامات فتح کر لئے۔ اور دشمنوں کو اتنی فرصت ہی نہ دی کہ وہ  
 اپنا پرانا طریقہ برتتے جو پہلے لڑائیوں میں غل میں لائے تھے یعنی محاصرین کے  
 تنگ کرنیکے واسطے درختوں کو کاٹتے اور کنوؤں کو بہرتے اور تالابوں کو خالی کرتے  
 بغرض آباد ملک کو ایسا برباد کرتے کہ دشمنوں کو پانی تک نہ ملتا۔ اب عادل شاہ  
 فوجوان جانشین کو کچھ نہ بن پڑی۔ سوا، اسکے کہ اوسنے ابراہیم خان کو پادشاہانہ  
 کی خدمت میں بھیجا اور عاجزی کر کے صلح کی درخواست کی۔ اور یہہ اقرار کیا کہ  
 ڈیڑھ لاکھ روپیہ پیشکش میں پیش کرے اور قلعہ پر مینہ اور ملک کا ٹکن اور محال دنگو  
 پادشاہ کے حوالہ کرے۔ اورنگ زیب نے اس درخواست کو پادشاہ پاس بھیجا۔

پادشاہ نے پچاس لاکھ روپیہ کی تخفیف نذرانہ میں کر دی۔ اور حکم دیدیلا اورنگ زیب  
اپنی تمام سپاہ سمیت مراجعت کر کے اورنگ آباد میں چلا جائے۔ اور معظم خان کو نام  
حکم ہوا کہ وہ قلعہ پر بندہ اور ملک کا ٹکٹن اور محال ٹکٹو میں تہانہ بٹھائے۔ اور پھر  
بیجا پور والہ کی پیشکش کو لے کر ہماری خدمت میں آئے۔ شاید اورنگ زیب عجل خان  
سے زیادہ اوجھٹا کر شاہجہان کے سخت بیمار ہونے کی ضرورت سے اوسکو بادشاہ بن  
نے جانا پڑتا۔ فقط

شاہجہان کا بیمار ہونا اور امورات سلطنت میں فتنہ پڑنا  
تیس برس کی سلطنت کے بعد شاہجہان کے بھی بڑے دن آئے اور پہلے دن گئے۔  
عیش و عشرت کی جگہ مصیبت اور آفت لانا اور سلطنت کی جگہ عزت نے اوجھٹا  
شاہجہان آباد میں سے کچھ شہر کو پادشاہ کا پیشاب بند ہو گیا۔ اور اعضاء اسفل  
ورم شروع ہوا۔ اور ایک ہفتہ میں ان امراض نے ایسا زور پکڑا کہ اوسکو دم کی شکل  
بنادیا۔ سات روز تک ایک دانہ کھیل کا منہ میں اوڑھ کر نہ گیا۔ شاہجہان کی سرسٹھ  
برس کی عمر تھی۔ اپنی آخر ایام سلطنت میں اس پرانہ سالی اور آرام طلبی کے سبب سے  
سلطنت کے کاروبار میں وہ خوب توجہ نہیں کرتا تھا۔ اور سب بیٹوں میں دارا اوسکو پیارا  
تھا۔ اسلئے اوسکو وارث اپنے تاج و تخت کا بنانا چاہتا تھا۔ اور جو کام سلطنت کا خود نہ  
کرتا تھا۔ وہ دارا کے حوالہ کر دیتا تھا۔ اب بیماری کے سبب سے جب وہ بالکل کام کے لائق  
نہ رہا تو دارا ہی بالکل سلطنت کے کام کرنے لگا۔ وہ باپ کو اس حالت مرض میں شاہجہان  
سے گھر مانگنے کے لئے گیا۔ اب باپ کو چند روز کا مہمان سمجھ کر اور تاج شاہی کو سر پہ پا کر اوسے  
ایسے احکام جاری کئے کہ سارے ملک میں فتنہ برپا ہو گیا۔ و بار کی خبروں کے

بند کر نیکے لئے رامون کو بند کر دیا۔ سودا گروں اور بیجاروں کو روک لیا۔ اور لوگوں کو خطوط اور نوشتوں کو بکڑنا شروع کیا۔ اور وکلا و دربار کو حکم دیدیا کہ وہ کوئی خبر نہ لکھیں۔ اگر کسی پر خبر لکھنے کا احتمال بھی ہوا تو اسکو سزا دی جائے گی۔ اور وکیلوں کو نظر بند کر دیا۔ غرض ان لوگوں کو یہ یقین بھی جاتا رہا کہ بادشاہ زندہ ہے اس سبب سے رعایا جو ہمیشہ واقعہ طلب تھی ہے برسرِ شورش آمادہ ہوئی۔ داراشکوہ کی یہ ہتھوڑیں کارت اور تدبیریں غارت گئیں اسلئے کہ یہ ساری خبریں روشن آبگم نے اور رنگ بکھینچا دیں۔ اگرچہ شاہجہان کے بیٹوں کا حال مختلف واقعات میں بیان کیا گیا ہے مگر اب ہم ان سب کی لیاقت اور حضلت کو جدا جدا بیان کرتے ہیں تاکہ ان سب بہائیوں کے جھگڑے اور فساد اچھی طرح سمجھ میں آئیں۔

### شاہجہان کی بیٹیوں اور بیٹیوں کا بیان

پہلے پڑھ آئے ہو کہ صف خان کی بیٹی ممتاز الزمانی کی شادی شاہجہان سے ہوئی تھی۔ اس کے لطن سے بادشاہ کے چار بیٹے سلطان داراشکوہ مرزا شجاع مرزا اورنگ زیب مرزا مراد ہوئے زندہ تھے اور دو بیٹیاں بادشاہ بیگم اور مرزا بیگم حیات تھیں۔ ان چاروں بیٹیوں کی تربیت اور تعلیم نہایت عمدہ ہوئی تھی۔ وہ امور و اساطیر میں کوئی نہ کوئی لیاقت رکھتے تھے۔ اور کوئی اور عینِ استہمت نہ تھا۔ آپس میں اور عینِ افسار شک و حسد تھا کہ ایک کی برتری اور عظمت کو دوسرا نہ دیکھ سکتا۔ سلطان داراشکوہ سب میں بڑا تھا۔ سو وقت بیا لیس برس کا تھا۔ وہ دربار میں باپ کا ہر وقت انیس چالیس ہوتا تھا اور بادشاہ نے اسکو وکیل بنایا تھا۔ یہ شاندار دل کا شجاع اور ہاتھ کا سختی اور طبیعت کا آزاد تھا۔



پادشاہت کی شان و شوکت اور فوج کی حکومت کی لیاقت رکھتا تھا۔ مگر کسی شخص کو جو فخر و عزت کا خواہاں ہو نہ بین و یکہ نہ کہتا تھا۔ اور اسکو مغلوب کرنا چاہتا تھا۔ اسلئے شاہجہان اسے کہا کرتا تھا کہ وہ برون کے لئی بھلا اور بھلون کے لئی برا ہے۔ شہنشاہ سے اہتمام لینے میں بے صبر و شکایت تھا۔ احتیاط اور خرم کے معمولی قواعد کو مکر اور نامردی جانتا تھا۔ اس مزاج اور شہزادہ پن کے ساتھ تصوف اور ویدانت میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اکبر کی طرح ہندو مسلمانوں کا ایک مذہب کرنا چاہتا تھا۔ فقیروں اور پندتوں کی صحبت کا شوق تھا۔ اولیٰ کتابین پڑھتا اور پڑھواتا اور باتین سنتا بنارس سے دلی میں پندت بلوائے۔ اور پچاس وید کی انشید کا ترجمہ فارسی میں کرایا۔ یہ ترجمہ رمضان ۱۰۸۰ء میں ہی ختم ہوا تھا۔ ایک کتاب و ہندو مسلمانوں کی مذاہب کی تطبیق میں لکھی غرض اس قسم کی تصنیفات وہ عربی اور فارسی میں خود کرتا اور عالموں سے کرتا۔ اس سبب مسلمان اسکو اپنے اسلام کا دشمن اور ہندو اسکو اپنے مذہب کا معاون جانتے تھے۔ بحیثیت مجموعی اسکا مزاج ایسا تھا کہ دشمن اسکے بہت اور دوست تھوڑے تھے۔ گھنڈا اور غور ایک قسم کا ایسا دشمن تھا کہ اسکو کون کے دل مانوس بہت کم ہوتے تھے۔

مرزا شجاع اسے چھوٹا بھائی اسوقت چالیس برس کا بنگال میں صوبہ دار تھا۔ اگرچہ فطری عالمی دماغ تھا۔ مگر شراب پینے کی بلامین ایسا مبتلا تھا کہ کوڑھ مفر ہو گیا تھا۔ شیعوں سے بہت ارتباط رکھتا تھا۔ اسلئے اہل سنت و جماعت کی نظر اس پر بری پڑتی تھی۔ عیش و عشرت میں ڈوبا رہتا تھا۔

اسے چھوٹا بھائی اور نگ زیب اتریش برس کا تھا کہن میں صوبہ دار تھا۔ وہ اپنے

بہاؤن کی کیا خدمتیں بلکہ وہ اپنے حکم کا نڈان میں نرا لا اور ان کو پیدا ہوا تھا۔  
 اوسکا مزاج کچھ اور تھا۔ اوسنے سلطنت ہی ایک نئی رنگ ہنگ سے آئندہ کی۔ ویکا  
 شجاع مزاج کا متحمل طبیعت کا نشین تھا۔ ملاقات میں متواضع اور متکسر اور آداب  
 پابند۔ گفتگو میں شیریں کلام جو بات کہتا نہایت سوج سمجھ کر کہتا۔ اور اندیش لیتا  
 کہ ہزبات کی پیش بندی اور مضبوطی برسوں پہلے سے کیا کرتا تھا۔ ہوشیار ایسا کہ چاروں  
 طرف کان لگا کر رکھتا۔ ملکی کاموں کو جو طوطا خوب جانتا تھا۔ دل ایسا سرد رکھتا تھا  
 کہ کسی کی بات کا اوسپر اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ نہ کسی کے بڑے کا نیسے بڑے نہ کسی کے ٹھنڈا  
 کرنے سے ٹھنڈا ہو۔ دشمنوں کو دوست بنالینا اور ان کو آپس میں دشمن بنادینا اور  
 ان کو دق اور حیران کرنا خوب جانتا تھا۔ یوں نہایت سادہ اور بے تکلف رہتا مگر  
 وقت پر شاہانہ شان دکھاتا۔ لڑکپن میں ایسے علما پر ہتیر کار اور زہد شعار سے  
 اوسنے تعلیم پائی تھی کہ وہ آغاز عمر میں زہد اور تقویٰ اور صوم و صلوٰۃ اور نمازات  
 قرآن شریف کا پابند تھا۔ نشست برخاست رفتار گفتار قول فعل بات چیت غرض  
 تمام حرکات اور سکنت میں ایک زالی دینداری کے شان لئے ہوئے تھا۔ حرارت  
 اسلامی اوسمیں ایسی بھری ہوئی تھی کہ وہ اپنے مذہب کے لئے بڑے بڑے خطرے  
 اٹھانے کو اپنا فخر اور عزت سمجھتا تھا۔ اوسکو اہل سنت و جماعت کے مذہب پر اعتقاد  
 کامل تھا۔ بعض اوقات اوسکو دینداری کا ایسا جوش اٹھتا تھا کہ وہ اس دنیا کی  
 دولت کو ناچیر سمجھتا تھا۔ چنانچہ ۵۵۰ھ میں اوسنے ارادہ ہی گوشہ نشینی اور زاویہ  
 گزینی کا کر لیا تھا۔ مگر باپ نے کہہ سنکر اس ارادہ سے باز رکھا۔ اوسنے اپنی ساری  
 عمر مذہب کی پابندی میں بسر کی۔ اور کبھی اوسمیں بسر موندہ فرقہ آیا۔ باوجودیکہ بعض

اس پابندی مذہب اور سکون خوفناک خطرون میں ڈالا مگر اس نے کہی اس رسم سے  
 انحراف نہ قبول کیا۔ وہ بے کاموں کو سونہا لگاتا تھا۔ اور سکون پنی دولت اور  
 لشکر پر کچھ بہرہ نہ تھا وہ صرف خدا ہی کی ذات پر بہرہ و سار کہتا تھا۔ یہہاں  
 تقویٰ تھا کہ بادشاہ ہو کر وہ اپنے ہاتھ کی محنت رونی کہا تا تھا۔ سلطنت کو اپنے  
 مذہب پر تہمان کرتا تھا۔ وہ اسلام کے بڑھانے اور کفر کے گھٹانے کو بے فربہ  
 سے زیادہ فرض سمجھتا تھا۔ عموماً میدان جنگ میں دلاور اور جانباز تھا۔ مگر خصوصاً  
 لڑائیوں میں جنین ترقی اسلام کا کام ہوتا۔ سیانا بڑا تھا۔ وہ کسی آدمی پر اعتماد اور  
 اعتبار نہیں کرتا۔ ہر شخص کی طرف سے مشتبہ ہوتا تھا۔ اپنی خود کامی اور بلند فطرتی  
 اور دونوں میں اور دغا اور فریب کرنے میں شرعی حجتیں نکالا کرتا تھا۔ اس لئے بعض  
 اسکے اسلام میں ہی شبہ کیا ہے۔ ہنوس کہہ کر ایسے عالم قابل لائق متطم خیریں  
 حامی الاسلام بادشاہ کے نام کے ساتھ اہل اسلام کی سلطنت کا تئزل زبان زد  
 خلاق ہے۔ اپنے باپ دادا کے نظام سلطنت کو خلاف جو اور رنگ زیبے ملکی امور  
 میں شریعت اسلامیہ کو زیادہ دخل یا۔ اور اوس ہی پر اپنے سارے کاروبار کا انحصار  
 رکھا۔ ایسا عقلمندی اور فراگیری کا کام کیا کہ جسے اسکے سب کام بن آئے اور اس  
 سلطنت مل گئی۔ اور اپنے سب بہائیوں سے سبقت لے گیا۔ اسکے حق میں جیسی یہہ  
 بات پرتا تیر اور مفید ہوئی کوئی اور بات نہیں ہوئی کہ مسلمانوں کے نزدیک  
 دارا خاں سدا العقیدہ اور دشمن اسلام اور شجاع شیعہ سمجھا جائے اور وہ پچاس سنی  
 حامی اسلام جانا جائے۔ قضا و وقت یہہ تھا کہ اورنگ زیب اسلام ہی کو  
 تحصیل سلطنت کر لے اپنا توسل ٹھہراتا۔ کیونکہ اہل اسلام کا دل اس خاندان کی

حکومت سے بڑا جبر ہاتھ آیا۔ کہہ نے اسلام میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں جہاں لکیرنے کو کوئی خود بدعتوں پر بدعت نہیں زیادہ کی۔ مگر ان کے ہتھیال میں بھی کوشش نہیں کی۔ شاہجہان کو باپ دادا زیادہ اسلام کا خیال رکھتا تھا مگر یہی کوئی بڑا کام حمایت اسلام کا اوسے نہیں سر انجام دیا۔ اب اگر داراجو اسلام کے بگاڑنے میں اپنے پرورداد کا بھی داد اتھا پادشاہ ہوتا تو معلوم نہیں کیا آفت برپا ہوتی۔ اسلئے خوب ہو کہ سازشوں کے گہاؤں خون کے دریا برساکر آسمان سلطنت پر آفتاب عالمگیر نایاب ہوا۔ باقی حال پہر لکھا جائے گا۔

مرزا مراد سب چھوٹا بھائی تھا کجرات میں صوبہ تھا۔ ہاتھ کا سخی اور دل کا دلاور تھا۔ مہات عظیم میں بڑی بڑی فوجوں کی سپہ سالاری کر چکا تھا۔ مگر نرا شنہ زدہ تھا عقل اسکی ایسی تھی جیسے کہ ماورشاکی ہوتی ہے۔ پہرا س عقل پر یہ کلمہ تھی تھی کہ عیش و مست تھا۔

پادشاہ سلیم سے بڑی پادشاہ کی صاحب ادوی تھیں۔ وہ ایک عقل کی پتلی زیور حسن آراستہ پادشاہ کی آنکھ کی پتلی تھی۔ وہ اپنے بھائی سلطان داراشکوہ سے بہت مانوس تھیں۔ اوسے چھوٹی صاحبزادی روشن آرا سلیم تھیں عقل اور وجود بڑی بہن کی سی نہ رکھتی تھیں نہ پادشاہ کی بڑی لاڈلی اور پیاری تھیں۔ مگر اپنے بھائی اور نگ زیب کو دل و جان سے چاہتی تھیں۔ محل سے شاہی اور رنگ زیب کی جلسوں میں جو باقی امور سلطنت متعلق ہوتی تھیں بھائی کو لکھتے تھیں پادشاہ کی علالت اور درار کے سلطان ہونے کا حال اور نگ زیب کو اس بہن ہی نے لکھ بھیجا تھا۔ فقط

## داراشکوہ کا انتظام سلطنت اور بہائیوں کی بغاوت

جب بہائیوں کو یہ خبر پہنچی کہ داراشکوہ یوں سلطنت پر مستلط ہوا۔ اور باپ چرخ  
سحری ہو رہا ہے تو گجرات میں مرزا مراد نے تاج شاہی سر پر رکھا۔ اور بنگال میں مرزا  
شجاع نے تخت شاہی قدموں تلے بچایا۔ کون میں اورنگ زیب نے مسانت خج کی بیٹی  
بظاہر اورنگ فراند ہی پر قدم نہ رکھا۔ مگر درپردہ سب کچھ سامان تیار کیا۔ اور اپنی  
سعادت منشی جہانگیر کے کئی باپ کی عیادت کا بہانہ کر کے اورنگ آباد سے چل کھڑا ہوا۔  
اب شاہجہان کو شفا کلی اگرہ میں حال ہو گئی تھی۔ اور وہ کاروبار سلطنت کو لائق  
ہو گیا تھا۔ مگر اپنے اور بیٹوں میں ان حرکات نامہ پر سخت ناراض ہوا۔ اور اوسکو  
داراشکوہ کے سوا کسی دوسرے بیٹے کا اعتبار نہ رہا۔ اسلئے اسے اپنے دوبارہ اختیارات  
حال کنیکنی پڑھائی۔ اب بادشاہ کی عقل سلامت نہ رہی تھی۔ اول پیری دوم عشرین  
کی زندگی سوم یہ علالت کی آفت اوٹھائی۔ ان سب ملکہ دماغ سے عقل کو چھین لیا  
اور قوا میں فتور ڈال دیا تھا۔ مرزا شجاع نے یہ پہل کی کہ محالات خالصہ شاہی پر  
دست درازی کی۔ اور اپنی ساری سپاہ جمع کی۔ اور اگرہ کے قصد سے راہ لی۔ اور  
پٹنہ میں آکر ڈنکے بجایا۔ داراشکوہ کو اس سبب کہ وہ اس کے بہائیوں میں سے بڑا تھا  
اوسکی زیادہ فکرتھی۔ اسلئے اوسے بادشاہ سے کہہ سنکر اوسے لڑنے کے واسطے اپنے بیٹے سلطان  
کو روانہ کیا۔ اور راجہ بینگہ والی جو پور کو اوسکا اتالیق مقرر کیا۔ اس لشکر میں آٹھ  
سوار اور دو ہزار پیہی اور بہت سے جنگی ہاتھی تھے۔ اور خزانہ ساتھ تھا۔ یہ لشکر  
آگے چل کر بنارس کے نواح میں پہنچا۔ شجاع ہی آگے بڑھا اور اتنا غرض دونوں  
لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ اور مرزا شجاع کو شکست فاحش ہوئی۔ اور وہ پٹنہ ہلاک

یہاں ہی لشکر اوسکے پیچھے آیا۔ تو وہ نیکو میں گیا۔ یہاں تک کہ لاکھ لاکھ محل میں پہنچا۔ اس  
 نہریت اور فرار کی ننگ و ہار سے اوسکی غفلت پر ایک کاری نازیانہ لگا کہ اوسنے ایک خدمت  
 باب کی خدمت میں بھی کہہ کر پرچم فرمائے اور میری تقصیرت معاف کیجئے۔ میں گنہگار  
 امیدوار عنایت اعلیٰ حضرت کا ہوں۔ پادشاہ نے بہرہ جو بہت منظور کر لی۔ اور ملک بنگال  
 بدستور سابق اوسکو عطا فرمایا۔ اور سلیمان شکوہ کو لشکر سمیت واپس بلا لیا۔ یہ معاملہ تو مرزا  
 شجاع کے ساتھ داراشکوہ کا ہوا۔ اب پادشاہ بہرہ کبر آباد سے شاہجہان آباد میں چلا آیا۔  
 اور اوسنے اپنی اولاد کا فساد مٹا نا چاہا۔ دکن مرزا اور اوسے احمد آباد میں دکن بھارت کہا تھا خطبہ  
 اور سکھ اپنے نام کا جاری کیا۔ اور مروج الدین اپنا لقب کہا۔ ہندو سورت پر کہ وہ یکم جن  
 کی جاگیر میں تھا۔ خرچہ کیا۔ اور وہاں کے خزانہ کو قبضہ میں کر لیا۔ اور پادشاہی اہلکاروں  
 میں سے کسی کو بھیجا نہ بھیجا اور کسی کو مار ڈالا۔ داراشکوہ نے پادشاہ سے عرض کیا کہ حضور  
 اوسکو گجرات کی صوبہ داری سے برابر کی صوبہ داری پر بدین میں۔ اگر وہ حضور کو حکم کی تعمیل  
 کرے تو اوسکی تقصیرت سے درگزر کرنی چاہئے۔ اور اگر وہ سترابی کرے تو اوسکو قید کر کے  
 بلانا چاہئے۔ اور نگ زیب کی طرف پادشاہ کو یہ بھیجا یا کہ وہ بھی مرزا شجاع کی نہریت  
 حوزہ کی اہتمام کشی سکھ لے اور مرزا اور مفسد کی کمک کے واسطے ایک لشکر شاسک  
 ساتھ عیادت شاہی کا بہانہ کر کے چلا آتا ہے۔ اور اوسنے بہت سی امیرون کو پوشیدہ پوشیدہ  
 پیغام بھیجا کہ اپنا طردا بنالیا ہے۔ قطب الملک سے پیشکش کا روپیہ وصول کر کے بھیج  
 کی اجازت کرنا۔ اسی سپاہ میں حرف کر دیا ہے۔ اگر وہ لشکر اعظم کہ والی بھیجا تو اسے لے گیا  
 تھا اوسنے اپنا بدگوار بنالیا تو یہ حضور کی سلطنت کا کیا ہنگام ہے۔ اس لئے مناسب  
 معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ دکن سے تمام اہل طلبہ کے جائیں۔ بہرہ خزانہ کے لالوں کا تعاضد ہو۔

تاکہ اس سبب اورنگ زیب کی حشمت و شوکت کی سبائیکم ہو جائیں۔ اگرچہ بادشاہ کی مرضی  
 ایسے احکام جاری کر چکی تھی مگر داراشکوہ ایسا مزاج پر مسلط ہو گیا تھا کہ خواہ نہ خواہ ہم چکا  
 اور وقت جاری ہو کر اورنگ زیب بیجا پور کی لڑائی میں مصروف تھا۔ اس سبب اس  
 لڑائی میں کچھ ہتھیار نہ گئے۔ اور صلح پر جلد اورنگ زیب رضی ہو گیا۔ اور اورنگ آباد چلا آیا  
 سپاہ کی طلبی کی یہ وجہ اورنگ زیب کو گہنی کہ مرزا شجاع اور مرزا امرد کی سرکشی کر لئے  
 اوسکی ضرورت تھی۔ داراشکوہ نے یہ بات دور سوچی تھی کہ مرزا امرد اور مرزا شجاع سے تو بادشاہ  
 کی زندگی میں اس لشکر کی بدولت قیصا ہو جائے۔ پھر اورنگ زیب سے دکن میں سمجھ لیا جائے۔  
 اب سب امرا بادشاہ پاس جانیکے لئے روانہ ہو گئے۔ شاہنواز خان اور معظم خان بہر جلد اور  
 نجابت خان کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اب سب زیادہ مصیبت معظم خان کی جان پر تھی۔ اسلئے  
 کہ وہ یہاں اورنگ زیب پاس تھا۔ اور سارا کنبہ اور سکا اور بیٹا اگرہ میں بادشاہ پاس تھا  
 ۔ اب اگر بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو اپنی کم بختی اورنگ زیب کے ہاتھ سے آتی ہے۔ او  
 اگر نافرمانی کرتا ہے تو سارا خاندان ضلالت میں پہنچتا ہے۔ مگر اورنگ زیب نے اوسکو ایسی  
 ایک بات سچائی کہ ساری اوسکی پریشانی اور حیرانی دور ہو گئی۔ یعنی اسے صلح مشورہ  
 سے یہ بات نکالی کہ اورنگ زیب فی معظم خان کو اپنے دربار میں بلا دیا۔  
 اوس نے اپنی پریشانی کا صدر کیا۔ اور تعمیل حکم میں توقف کیا۔ اورنگ زیب نے  
 اپنے بیٹے سلطان محمد کو حکم دیا کہ فوراً اوسکو پکڑ کر اس مجلس میں لائے۔ پس وہ پکڑ آیا۔  
 اورنگ زیب نے اوسے دولت آباد کے قلعہ میں قید کرایا۔ اور سب مال اسباب ضبط کر لیا۔  
 اس ملی بہکت سے کام چل گیا۔ اور کوئی آفت اوس کے خاندان پر اگرہ میں نہ آئی۔ بلکہ  
 بادشاہ نے اورنگ زیب کو فرمان لکھا جس میں یہ شکایت کی کہ جو ہر اس جاری اطاعت کو خیر و ایمان

جانتے میں تم کو قید کرتے ہو اور جنگ و جدل کو بہانہ انعام میں دینا چاہتے ہو نکال دیا  
ضبط کرتے ہو۔ میں اس منہاری کو رک خروئی اور بے لابی سے از حد ناراض ہوں غرض  
اورنگ زیب کی یہ حکمت ہی خوب چلی۔ اور اعظم خان کج سب فزائنہ ماتحت اپنے افسر کے اجازت  
سے اورنگ زیب کی خدمت میں کمر بستہ حاضر رہے۔ اورنگ زیب کے اس گفتہ پر کو دیکھنا چاہتے  
کہ اس نے انہی سب کام پر ہی میں کئے۔ اور شجاع اور داراشکوہ کو آپس میں لڑنے بٹہ لے دیا کہ  
ہوں دونوں کے ضعیف ہو نیسے اپنے تئیں نادمہ پہنچائے +

### اورنگ زیب کا دکن سے روانہ ہونا

غرض خوب سوچ سمجھ کر وہ جمادی الاول ۱۰۶۷ء کو برہان پور کی طرف اورنگ آباد روانہ  
اب اس کو یہ خیال تھا کہ اگر داراشکوہ نے مراد کو یہی شجاع کی طرح مغلوب کر لیا تو اس کو  
بہت تقویت حاصل ہو جاوے گی۔ اس لئے کسی طرح مراد کو اپنا طرفدار بنانا چاہئے۔ چنانچہ اس نے  
مراد بخش کو جو احمد آباد سے اکبر آباد جانیکے لڑی روانہ ہو چکا تھا یہ خط لکھا کہ اسے برادر  
بجان برابر میں تمہارا خیر خواہ اور مخلص بہائی ہوں مجھے سلطنت کی عروس نہیں۔  
میرا ارادہ ہے کہ مکہ معظمہ چلا جاؤں۔ اور کچھ غارت میں بیٹھ کر خدا کی یاد میں اپنا خاتمہ  
بخیر کروں۔ اور دنیا پر لغت پہنچوں۔ مگر میں اپنے ذمہ حمایت دین متین اور احانت شرع  
حضرت سید المرسلین کی واجب اور فرض جانتا ہوں۔ اور ان دنوں میں داراشکوہ  
اور بد مذہب و بد عقیدہ فتنہ کشی کو رواج دے رکھا ہے۔ اور باپ کو قید میں ڈال کر کہا  
اور تم جیسے چوٹے بہائی پر کہ مستحق سلطنت و نواحی جبر کرتا ہے اس لئے میری یہ آرزو ہے  
کہ اس کے مقابلہ میں تمہارا ساتھی ہوں۔ والد ماجد جو اب تک بقید حیات ہیں ان کی  
خدمت گداری کو واجب جانوں۔ اگر وہ ہم سے بہ عنایت پیش آئیں تو ان کو داراشکوہ



حیدر سے رہائی دیں۔ اور داراشکوہ کی غلط فہمی اور تقصیرات کی معافی چاہیں۔ اب افضل  
 یہہ بنایا کہ ہم تم اپنی فوجیں اکٹھی کر کے راجہ جیونت سنگھ سے جو ہم سے ٹکرنے لگی روانہ  
 کیا ہے بمقابلہ پیش کریں۔ اس خط کا پتا اودن بانج سات تاربخون میں جو اس کی لکھی گئی  
 میں کہیں نہیں ملتا۔ افضل صاحب نے خانی خان کی تاریخ سے یہہ نقل کیا ہے۔  
 اس کی تاریخ دکن میں مقبرہ بھی جاتی ہوگی۔ یہاں اس کا کوئی نام ہی نہیں جانتا۔  
 سبتاربخون میں یہہ لکھا ہے کہ جب ۱۱۔ جبکہ دیال پور سے اورنگ زیب نے کوچ کیا  
 تو مرزا مراد خوردا تھا اور وہاں اس سے ملا۔ یہی امر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اسے پہلو داراشکوہ  
 یہہ تدبیریں کر رہی تھیں کہ راجہ جیونت سنگھ والی جو وہ پور کو مالوہ کے دکن کے سربراہ تھے  
 کیا کہ اورنگ زیب کی دیکھ بھال کرے۔ اور تمام خان کو راجہ کے ساتھ اوجین روانہ کیا  
 کہ وہ مرزا اودن کی خبر رکھے۔ اور یہاں اس کو سمجھا دیا تھا کہ جیسا مقصود مصلحت اور تقاضا  
 وقت ہوا اور طرح کام کریں۔ خواہ کل فوج سے ایک دفعہ اوجین خواہ فوج کے ٹکڑے ٹکڑے  
 کر کے مقابلہ کریں۔ اب آخر مارچ ۱۶۵۹ء اورنگ زیب برہان پور روانہ ہو  
 اور مراد کو راہ میں مساتھ لیا اور دونوں کی فوجیں متفق ہو کر جیونت رائے پر روانہ  
 ہوئیں۔ ہوقت راجہ اوجین میں چھاوٹی ڈالے پڑا تھا۔ راجہ نے اپنی فوج کو دریا سیپل  
 کے کنارے پر پار کر کے کیا۔ ۱۲۔ جب کو موضع دیہات پور میں کہ اوجین کے ساتھ کوس  
 چوتھے یہہ لڑائی واقع ہوئی۔ راجہ اپنی جھوٹ سبک بڑی دلیری اور دلاوری اور  
 مردانگی سے لڑی۔ لڑو اور باقی سپاہ شاہی نے اس کی تائید میں کوتاہی کی۔ اور قابض  
 نے ملک حرامی کی سلائے راجہ لڑائی ہار گیا۔ اور مرزا مراد کے ہاتھ ہریانہ۔ راجہ  
 اپنی فوج لیکر اپنے ملک کو چلا آیا۔ اور بادشاہی فوج تترہتر ہو گئی۔ ان لڑائیوں میں

اورنگ زیب اپنے چوٹے بہائی کو بڑا بہائی بنا تا رہا۔ ہر امر میں مکمل بہت مراعات کرتا تھا۔ اور ایسی باتیں کرتا تھا کہ جسے اس کا اعزاز و روبرو بڑھتا جاتا تھا۔ اور اس میں وفاق اور اتفاق پر پہلے قولی قسم ہو چکے تھے۔ اور یہ عہد ہو چکا تھا کہ دوست و مبادرت دشمن و دشمنی تمام جہگڑوں کے انفضال کے مرزا اور کو صوبہ لاہور کو شہر و کابل و ملتان و بہکونٹہ اور تمام ضلع خلیج عمان تک اس کو دیدے جائینگے۔ اور کسی طرح کا تحالف اس عہد میں نہیں ہو گا۔ (یہ عہد نامہ مکتوبات عالمگیری میں مفصل موجود ہے) بعد اس فتح کے یہ دونوں بہائی ملکی ملکی منتقلین طے کرتے ہوئے آگے کو بڑھے۔ مئی ۱۶۵۷ء اور یاو چنیل پر پہونچے۔ یہہ دریا گوالیار کے قریب اور دھول پور تلچان ۶۸ میں نیچے بہتا ہے۔ اور جو جو انتظام اس دریا کی حفظ و حرست کو داراشکوہ نے کئے تھے وہ اب اورنگ زیب کی عمدہ تدبیروں کے آگے اکارت گئے۔ اور وہ غرہ رمضان کو بے تکلف دریا پار او تر آیا۔

پادشاہ جیوت لے کے لڑائی سے پہلے اگرہ کی گرمی سے گہر کر شاہجہان آبا و چلا گیا تھا جیسا شکست کی خبر و خشت اثر سنی تو ناچار اپنی مرضی کے خلاف اگرہ میں آیا۔ اور یہاں آنکر ویکھا تو مظہر خان کے بیٹے محمد امین کو داراشکوہ نے قید کر رکھا ہے۔ شاہجہان نے اس حرکت کو پسند نہ کیا۔ اور داراشکوہ سے اس کا خود ہی حکم منسوخ کر لیا۔ اگرچہ ہر وقت پادشاہ پر ضعف کا ہتھیلا اور قوا کا ضعف تھا۔ مگر اب وصف اسکے خمیوں کے ہتادگی کا حکم صادر فرمایا۔ اس سے ہمت نہی کہ میرے موجود ہونے سے لڑائی کی جگہ بیانیوں میں صلح ہو جائیگی۔ مگر یہہ اس کی خام خیالی تھی۔ اسلئے کہ اس کے بیٹے اپنے اردو دن سے باپ کی جیٹ چند روزہ پر پہر نہیں سکتے تھے۔ داراشکوہ

چھوٹے بہائیوں سے صفائی اور صلح کرنے سے راضی نہ تھا اسلئے کہ اس آشتی کے کرنے میں وہ ساقط الاختیار ہوتا۔ اور بدستور سابق پادشاہ کاروبار سلطنت کا مختار ہوتا۔ ہر چند بوز بابت تجربہ کار نے اسکو سمجھایا کہ بہائیوں سے نہ لڑ۔ مگر وہ اپنے شکوہ و کثرت لشکر پر نازاں تھا کہ اوسنے اپنی بیٹے سلیمان شکوہ لکھ نہایت عمدہ سپاہ کا حصہ ہمراہ لئے بنارس سے چلا آتا تھا۔ انتظار نہ کیا اور اگر سے ستر ہزار سوار اور بہت ہاتھی اور توپیں بے شمار لیکر روانہ ہوا۔ اگرچہ ظاہر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ سپاہ ایسی شان و شوکت کی باعتبار شمار اور ساز اور سامان کی ہے کہ کوئی فوج اسکی ٹکڑی نہ دیکھ سکے مگر دارا شکوہ کے گھنٹہ اور سرداروں کی ناک حراہی اور سپاہ کی ناتجربہ کاری نے اوسے بہت کم زور اور ضعیف کر دیا۔

غرض جون ۱۶۵۸ء کو دونوں فوجیں اگر سے ایک منزل پر سام گڑھ میں آمئی سنہ ۱۰۹۸ ہجری میں گڑھ لڑائی اوس روز نہ ہوئی۔ دو سر روز دارا شکوہ کی طرف سے لڑائی کی پہلی ہوئی۔ رستم خان نے ایک دستہ سواروں کا لیکر حکم کیا۔ اور گنہیز کے توپخانے کے رو برو آیا۔ مگر توپوں کی فضا کو چیر رہا تھا کہ اندر نہ گھس سکا بلکہ توپوں کی مار سے پیچے ہٹا۔ اور آخر کو مارا گیا۔ اسی طرح دارا شکوہ نے جو بہت زیادہ آدمیوں کے حکم کیا وہ بھی ناکام رہا۔ مگر یہ جملہ قلب سپاہ پر جہاں اورنگ زیب ٹہرا ہوا تھا برابر جاری رہا۔ اوس میں کبھی توقف نہ ہوا۔ پھر مرزا اور پرتین ہزار اورنگیوں نے بڑی سرعت کے ساتھ حملہ کیا۔ اور تیروں کا مینہ اوس پر برسایا۔ کہ اوسکو سامنے ٹھہرا شکل ہو گیا۔ ہاتھی اوسکا تیروں کی مار سے ہونا کر بہا گنا چاہتا تھا کہ مرزا مراد نے حکم دیا کہ زنجیروں کے پیر میں ڈال دیجائے۔ یہ نہ بچہ اورنگیوں کی بھی بڑی بن گئی کہ بہا گئے نہ دیتی تھی۔ اور زنگیوں کے حملہ کے بعد راجپوتوں

بیٹے زور شہزادہ رتندی اور تیزی سے مرزا مراد پر حملہ کیا۔ گونئی کہتا ہے کہ  
 کہ راجہ رام سنگھ اور گونئی لکھتا ہے کہ چتر سال اجہ بونڈی گھوڑا دوڑایا اور بھلا لاٹول کر  
 مرزا مراد پر چلا آیا اور مہات کو لاکھ لاکھ ہاتھی کو بٹھا۔ مرزا مراد نے بہالے کو سپر پروکا  
 اور راجہ کے ایک تیرا لیا مارا کہ وہ زمین میں گر گیا۔ یہ بہالہ راجہ رنچھری لہاس اور  
 سر پر رکھے ہوئے تھا۔ اس راجہ کے سارے جنتے راجپوت ملیش میں آئے  
 اور مرزا مراد کے ہاتھی کے گرد اونکے کشتوں کے پشتے بند کئے۔ ایسے نازک وقت میں  
 اورنگ زیب مرزا مراد کے اعانت کر لئے آنیکو تھا کہ دارا شکوہ نے تو بچانے کے لوگوں کی قتل  
 کو توڑ کر عین قلت سپاہ پر جہان اورنگ زیب تھا حملہ کیا۔ اور اس زور اور تیز رفتاری  
 ساتھ آیا کہ اس کے صدر کے تنہا کوئی چیز نہ بچ سکے۔ اگرچہ اس حملے کے صدر ساری فوج میں ہل چلا  
 پڑ گئی۔ مگر اورنگ زیب اپنی ذات مستقل ہونے کے ہاتھی کو وہیں بجاتا جہان زیادہ غصہ  
 ہوتا۔ اور اپنی سپاہ کو پکار پکار کر یہی کہتا کہ خدا تمہارا ساتھ ہے اور تمہاری بازگشت  
 اس کی طرف ہے۔ اور کوئی پشت پناہ اس کے سوا نہیں ہے۔ اس ہنگامہ میں راجہ روپ سنگھ  
 لاٹور اپنے گھوڑے سے کود کر اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس کے تنگ کو  
 کاٹنے لگا۔ اورنگ زیب اس کی یہ چرات دیکھ کر اپنے آدمیوں سے پکار کر کہنے لگا کہ اس  
 جو انہ کو ضائع نہ کرنا مگر یہاں آواز اور سپاہیوں کے کان تک پہنچی نہ تھی کہ انہوں نے  
 اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اب مرزا مراد جو چوتوں کو پیسے ہٹا دیا۔ اور اس کو اتنی نصرت  
 ملی کہ وہ دارا شکوہ کی قلب لشکر چلا آ رہا تھا۔ دارا شکوہ نے قلب لشکر کے قوی کر کے اپنے ہاتھ کو  
 ضعیف کیا۔ دارا شکوہ پاس لشکر اس کثرت سے تھا کہ آخر کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ میدان اس کے  
 ہاتھ میں ہے گا۔ مگر وہ اپنے ہاتھی کو بٹھاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اور اپنی سپاہ کا دل ٹانگے لئے

پکار پکار کر کہتا جاتے تھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتا جاتا تھا کہ آگے بڑھو آگے بڑھو۔ کنگاہ  
 دشمن کے لشکر سے ایک بان ایسا آنکر لگا کہ ہاتھی بے قابو ہو گیا۔ اور درار اشکوہ کو سوار  
 اسکے کچھہ اور زین آیکا اور سپر کو دا۔ اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسکا ہاتھی سپر اور ترناہی  
 غضب ہوا۔ اور فوج تو یوں پریشان خاطر ہوئی کہ درار اشکوہ نظروں سے غائب ہوا  
 اور اسکے گرد فوج میں یوں پرالگ اندگی ہوئی کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اسکے  
 ترکش کو ایک شخص نے نہ رہا تھا کہ وہ دشمنوں کے ایک گورے سے اوڑ گیا۔ غرض اس حرکت  
 بے ہنگام سے لشکر پریشان ہو گیا۔ اور سب کو اپنی جان بچانے کی پڑی۔ اور راہ فرار  
 اختیار کی۔ اور نگ زیب کو فتح نصیب ہوئی۔ اس لڑائی میں بہ امر قابل غور ہے کہ اکبر  
 کی اس تدبیر سے کہ راجپوتوں کے ساتھ ناتہ رشتہ ہو مسلمانوں کے ساتھ راجپوتوں کو ایسی  
 محبت ہو گئی تھی کہ گویا وہی ان کی سلطنت کا فیصلہ کرنے والے ہو گئے تھے۔ اس وقت بہت  
 راجپوت ہی راجہ پلو شاہ کی تخت نشینی کا فیصلہ کرنے گئے تھے۔ جب دشمنوں کو نہایت اور  
 اور نگ زیب کو فتح کی مسرت حاصل ہوئی۔ تو اداں دے خدائی درگاہ میں سجدہ شکر کیا۔  
 اگرچہ دشمنوں کے لشکروں میں صفائی تھی مگر درار اشکوہ کا خیمہ کھڑا ہوا تھا۔ اسی میں  
 اور نگ زیب آویزا۔ اور اپنے چہوٹے بیٹے مرزا راہ کو سلام کیا۔ اور سلطنت کی کینٹ  
 دی۔ اور جب اس کے ہاتھی کے حوضہ کو دیکھا کہ وہ تیروں کے لگنے سے ہی بن رہا ہے  
 ۔ اور اس کا چہرہ زخموں سے گل رنگ ہو رہا ہے۔ تو اس نے ان جراحاتوں پر اول جرب  
 و نرم باتوں سے مرہم لگایا۔ اور پھر جراحوں کو بلو کر خوب علاج کرایا۔ اور اپنے سر دار  
 اور امیروں کو بلا کر انعام اکرام جاگیر و خلعت عنایت کئی۔ یہاں یہ سکنڈ رضی اللہ عنہما  
 فتح و ظفر کی مسرت حاصل کر رہا تھا۔ وہاں وہ درار اشکوہ بے شکوہ اگرہ کو دھڑا سوار کیا

بہاگ جاتا تھا خیر شام کو بہار خرابی مڑا کرتا ان زخمی ہمارے ہون سمیت وہ اگر ہ مین  
 پہنچ گیا۔ مگر شرم کے مارے باپ کو سامنے نہ گیا۔ اوسکو کیا منہ دکھاتا وہ پہلے ہی اس ناز پر  
 کی حقیقت جانتا تھا اور اورنگ زیب کو خوب ہچانتا تھا۔ اسلئے مقابلہ کو منع کرتا  
 اگر باپ کو کہنے پر چلتا تو کیوں یہ ذلت اڑھاتا غرض پچھلے پہلے کو کچھہ گرا نہ ہا شیا  
 ہمراہ لے اور بال بچوں کو ساتھ لڑلی کو چلتا بنا۔ اگر ہ سے تین منزل پر وہ پانچ ہزار  
 سوار جو بادشاہ نے اوسکی کمک کے لئے بھیجے تھے اوسے مل گئے۔

### اورنگ زیب کا اگر ہ مین داخل ہونا

اورنگ زیب دو کوچ کے <sup>جون ۱۶۵۶</sup> <sub>۱۰۶۸</sub> کو شہر اگر ہ مین داخل ہوا۔ اور نالغہ نور منزل  
 مین مقیم ہوا۔ سبدرکان دولت اور اس حاضر ہوئے۔ اور حضرت شاہجہان نے  
 ہی افضل خان کے ہاتھ یہ فرمان بھیجا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اے میرے فرزند مین تیری صورت  
 دیکھنے کا نہایت آرزو مند ہوں۔ مدت بعد اب تو یہاں آیا ہے۔ ہندو فراق بھی شتیاق  
 بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اب خدا کی عنایت دوبارہ زندگی پائی ہے۔ تو یہاں سعادت  
 قد مبوسی حاصل کر۔ اورنگ زیب اسکا جواب یہ لکھا کہ میری بڑی خوش نصیبی اور یاری  
 قبیل ہے کہ حضور نے مجھے یاد فرمایا۔ اب حضور امیدوار اسکا ہوں کہ میری ملازمت کیسے  
 کوئی ساعت مسعود قرار دیگا۔ بادشاہ اس عرضداشت کو سنکر بڑا خوش ہوا۔ اور شتیاق  
 ملنے کا اور زیادہ بڑھ گیا۔ بہت جواہرات اور ایک تلوار اعلیٰ گز نامی اورنگ زیب پانچویں  
 اور بہت سی باتیں فاضل خان کی زبانی کہلا بھیجیں۔ مگر اس فداورنگ زیب کو پہچانت  
 نہ ہوا۔ فاضل خان نے بادشاہ سے اس کم التفاتی کا حال بیان کر دیا۔ بادشاہ نے  
 پہرے مان خلیل خان اور فاضل خان کے ہاتھ بھیجا۔ جسکا مضمون نقطہ شتیاق ملاقات تھا

اور شکایت اس امر کی تھی کہ یہ بڑی سوء آدینی اور بدی تیری ہے کہ میرے پاس تک نہیں حاضر ہوا۔ خلیل خان بادشاہ سنا راض تھا۔ اونے کچھ بادشاہ کا مطلب اس پتہ میں اد کیا کہ وفادار و فاق کی جگہ عفا و عناق کی صورت پیدا ہوئی۔ اب اورنگ زیب یہ خیال ہوا کہ قلعہ اور خزانوں پر کسی طرح تصرف ہو۔ اسلئے اونے خلیل خان کو نظر کیا۔ اور فاضل خان کی زبانی کہلا ہوا کہ بعض معاملات ایسے پیش آ گئے کہ میری طبیعت کو بادشاہ کی طرف اطمینان نہیں ہے۔ شاید میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور مجھے انتقام لیا جائے۔ اور میرے کچھ اور تجویز ہو۔ فاضل خان نے جب بادشاہ سے یہ کہہ کیا کہ اب نامہ اور پیغام کی کار سازی سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ کچھ اور احتمال ہے بادشاہ کو اب یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اورنگ زیب کہیں قلعہ کے اندر بے اجازت نہ چلا آئے اور مجھے مار نہ ڈالے۔ اسلئے قلعوں کے دروازوں کو بند کر دیا۔ اور اونکی حفظ و حرارت اپنے دولت خواہوں کے سپرد کی۔ اب ملازمان اورنگ زیب قلعہ کے نیچے پہنچ کر محاصرہ شروع کیا۔ مگر یہ قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ جب تک توپ گولہ اور سرنگ اور درمد سے کام نہ لیا جاتا وہ کب فتح ہو سکتا تھا۔ مگر بادشاہ کی دولت خواہوں نے یہ نہ نک حرامی کی کہ یہ محاصرہ ایک رات دن رہا تھا کہ سب بادشاہ سے عرض کیا کہ اب اورنگ زیب سے پناہ مانگنی چاہئے اور قلعہ اسکے حوالہ کرنا چاہئے جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو پہرہ نرمان اورنگ زیب پاس پہنچا کہ آواز اور خاتمہ پر ایسے اٹھارے تھے کہ جسے دنیا کی بے ثباتی اور رباط عالم کی ناپائیداری ظاہر ہوتی تھی۔ اور پہرہ نہ دے تھا کہ اے فرزند احمد میرا جھل رنج و محن سے اس الرحمن میں برا حال ہے۔ اب میں نے سلطنت صوری سے ہاتھ اٹھایا۔ اور بادشاہی معنوی اختیار کی۔

خدا کی عبادت زمانہ کی کیفیت میں مطلع ہوا اور زاویہ عزت میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بیٹھ گیا۔ اور بعض اور نصائح لکھ کر یہ لکھا کہ تو اپنا دل مجھے صاف رکھ۔ اور وہ کام کر جو خدا اور ماحور و خدا نام شکور ہو۔ اور اس دنیا کی دولت پر مغرور نہ ہو وہ ایک قرار پر نہیں رہتی۔ اسکے جواب میں اورنگ زیب نے فرمایا لکھا کہ اس میں اول شکرِ باری کی نصائح اور بند کا ادا کیا۔ اور اپنی بے اویسوں اور گستاخیوں کا عذر کیا۔ آخر کو یہ لکھا کہ بعض حرکات مجھے ایسی سرزد ہوئی ہیں کہ جس سے ایک حجاب حضور ہو گیا ہے۔ اور گرائی طبع سے اندیشہ دامنگیر ہے۔ مسئلے اگر قلعہ ابواب اور مدخل و مخارج اس خاکسار کو دیویوں کو سپرد ہو جائیں تو میں مطمئن ہو کر ملازمت اور اپنی قصص و کتب کی تلافی کروں جسوقت یہ عذر خداست پادشاہ پاس پہنچے اور اس نے تمام قلعہ خالی کر دیا۔ اور اورنگ زیب کو آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ اور وہ نے پادشاہی آدمیوں کی آمد و رفت بالکل سد و دردی۔ اور تمام خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور سب کار خاںوں پر مہرین لگا دیں۔ ایسا نظام کر دیا کہ سوار چند خدمت گاروں کے پادشاہ پاس کو بھی نہ جاسکتا تھا۔ غرض اب وہی قلعہ جہین فہرہ و زوالی کی ہی زندہ بنا۔ اور آخر عمر اسی زندان میں بسر ہوئی۔ اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ اہل اورنگ زیب اپنے دل سے یہ چاہتا تھا کہ بپ کو خوش رکھوں۔ اور اوس کے نام سے سلطنت کروں مگر جب اس کو یہ تحقیق ہو گیا کہ میں پادشاہ کے دل سے دار اشکوہ کی محبت اور الفت کو نہیں دھو سکتا۔ اور اپنا اعتبار اور اعتماد اس کے خاطر میں نہیں بٹھا سکتا۔ تو اس نے اس طرح پادشاہ کو گوشہ عزت میں بٹھایا۔ اورنگ زیب ہمیشہ بپ کی جیتک وہ زندہ رہا نہایت تعظیم اور تکریم کرتا رہا۔ مگر سلطنت شاہجہان کی اسی وقت ختم ہو گئی کہ وہ



اس طرح گوشہ نشین عزت ہوا۔

اب تک اس امر کی وجوہات نہیں معلوم ہوئیں کہ شاہجہاں جیسا پادشاہ عظیم الشان ستا برس تک اس طرح زندان میں رہے۔ اور اس کی قدیمی نمک خواروں میں ایک کو بھی اس کے حال پر رحم نہ آئے عجیب نہیں کہ اس کا سبب ہوا ہو کہ شاہجہاں مدتیہ عیش و عشرت میں اوقات بسر کرتا تھا۔ سپاہ کو کلم سے ہاتھ دھوٹھا لیا۔ بیٹے ہی ساری سپاہ کام لیتے تھے۔ اسلئے سپاہ ان شہزادوں ہی کو اپنا پادشاہ سمجھتی تھی۔ سب بڑا سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کیا عقل اور منتظم اور ہوشیار اور قابل تھا کہ اس شوق روک تھام اور فسادوں کا انتظام اور انتہام خوب جانتا تھا کہ کسی سازش کو نہ ہو دیا۔ اور کوئی فساد اس بنا پر نہ اٹھنے دیا۔

### اورنگ زیب کا مراد کو قید رکھنا

جب اورنگ زیب کو مرزا مراد کی اعانت سے یہہ دو فتنیں متواتر حاصل ہوئیں۔ تو اس کو اپنی سلطنت کی صورت بستی نظر آئی۔ اب اس نے جان لیا کہ مرزا مراد سے کوئی مراد نہیں حاصل ہوگی۔ اسلئے اب اس کی یہہ نیت ہوئی کہ اس پر کبھی دعویدار سلطنت کو علیحدہ کرنا چاہئے۔ اور اس کا بندوبست کرنا شروع کیا۔ اور عیادت کو جاتا۔ اور جن افسروں اور سپاہیوں کو انعام اکرام دیتا اور نئے ندرین شکر سیاوسی کو دلاتا۔ اس اپنے سید کا ساوہ بہائی کو عجز و انکسار کے برتاؤ سے بھلاؤ گین رکھا۔ اور جب یہہ دونوں بہائی دلا کے تعاقب میں تملہ میں پہنچے تو اورنگ زیب مرزا مراد کو شام کے وقت اپنے ستر خوان بلایا۔ اور اس وقت پابندی اسلام کو بھی سلام کیا۔ اور کو خود شہزادہ بنی کہ وہ حضور فرشتہ ہو گیا۔ وہ ان کام کے لئے متعین ہو چکے تھے اور انہوں نے اس کے ہاتھ پر برنجیر دیں میں جکڑے اور اس کو

اورنگ زیب کو قید رکھنا

اورنگ زیب پاس لگئے۔ اسنے باتنی اسطرح بٹھا کر شاہجہان آباد میں سلیم گڑھ کے قلعہ میں  
اکثر مورخوں نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ مرزا اورنگ شاہی رکھتا تھا اور پوسہ  
جاؤ بیجا اوٹھاتا تھا۔ اور مہاراجہ نامناسب و باشون کو دیتا تھا۔ اور توفیر شکرین کرش  
کرتا۔ اور یہ سمجھتا کہ میں ہی بادشاہ ہوں گا۔ اورنگ زیب سے سوال کیا کہ موافق عہد نامہ  
کے ملک دولت کی تقسیم ہو۔ اورنگ زیب نے جواب دیا کہ ہنوز جنگ باقی اور بادشاہ زندہ ہے  
یہ بہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔ غرض اورنگ زیب نے یہ سمجھ کر کہ ضرور وہ فساد برپا  
کرے گا۔ اسلئے اسکو اپنے پاس بلا کر قید کر لیا۔ اول شاہجہان آباد میں پھندا۔ پھر گوالیار کے  
قلعہ میں جہان سنگین محرم قید کر لیا۔ دو سہ روز اورنگ زیب خود شاہجہان آباد  
آیا۔ اور غور و فکر سے اسکو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ گرساری مرہم تخت نشینی کے  
نہ ادا کئے۔ اور سکہ نہ جاری کیا۔ اور تکمیل تخت نشینی کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا  
۔ اسلئے سنہ و سال تخت نشینی میں مورخوں کا اختلاف ہو گیا ہے +

## امراء شاہجہانی

عہد جہانگیری کے دو بکبار کے امیر مہابت خان اور آصف خان بمین الملک تھے۔  
اونہوں نے جو کار بار نمایاں پاس عہد شاہجہانی میں کئے۔ وہ بیان کئے گئے آصف خان  
مرض مستقامین مبتلا ہوا۔ اور اسلئے میں انتقال کیا۔ فضل خان علامی ہی بڑا علامہ  
وزیر اس عہد میں گذرا ہے۔ سعد اللہ خان اور علی مردان خان الکین سلطنت کے سرتاج  
تھے۔ علی مردان خان نے جو مہات بدخشان اور بلخ میں اپنی ذاتی جوہر دکھائے وہ ہم بیان  
کر آئے ہیں۔ ایک بڑا کام اسکا فادہ عام کا نہ کرنا تھا جسکا مفصل حال ہم نیچے لکھتے  
ہیں۔ اسکا انتقال بمین اہمال کے مرض میں انتقال ہوا۔ سعد اللہ خان کا حال ہم نے بہت جگہ

وطن اور نکالا سو رہا۔ فضائل کمالات عقلی اور نقلی اور حسن تحریر اور لطف تقریر میں مشہور تھے۔ موسوی خان کی معرفت پادشاہ نے او کو بلایا۔ رمضان ۱۰۸۰ھ میں وہ ملازمت سے مشرف ہوئے۔ اور ایک ہی سال میں اپنی حسن لیاقت منصب ہزاری و حکومت ذات کا حاصل کیا۔ اور ۱۰۸۱ھ میں میر سامانی کے عہدہ پر جو بعد وزارت مستار ہوئے۔ اور ۱۰۸۲ھ میں وزیر ہوئے۔ یہ شاہجہان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ او کو ایسا وزیر مانتہ لگایا۔ لفظ حسن صفا اس وزیر کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ نہایت لائق خائف عاقل ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا۔ یہاں تک کہ ایسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا۔ شاہجہان کے کاروبار میں ذکر اس وزیر باتذکرہ بڑی شان و غر سے بیان ہوا۔ یعنی تمام کام اس کے اس وزیر کی صلاح اور مشورت سے انجام پاتے تھے۔ جو فرامین اور خطوط طول و طویل سلطنتہا وغیرہ کے نام لکھی جاتی تھیں وہ اسے دبیر کی فکر و دقیق کے نتائج ہوتے تھے۔ درود خوجہ سے ۱۰۸۳ھ میں سنیتا لیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔

### شاہ نہر لاہور

علی مردان خان نے پادشاہ سے عرض کیا کہ ایک شخص میرے ہمراہ ہے۔ او سکونہروں کے نکالنے اور کہو نے میں کمال مہارت ہے۔ وہ اس امر پر متعہد ہوتا ہے کہ دریا و راوی پہاڑ سے نکل کر جہان میں نہن پہنچے۔ وہاں سے ایک نہر اور سلطنت لاہور وہ لاسکتا ہے۔ پادشاہ نے برآورد کا حکم دیا۔ ایک لاکھ روپیہ کی برآورد تیار ہوئی۔ پادشاہ نے روپیہ غایت کیا۔ اور موضع راجپور سے کہ نور پور کے پاس واقع ہے نہر کا کھدنا شروع ہوا۔ اور لاہور تک کہ ساڑھے اٹھائیس کروہ وہاں سے تہا نہر لانے کا ارادہ ہوا۔ سچ میں کچھ حرج واقع ہوئی ٹوٹ لاکھ روپیہ اور صرف ہوا۔ اور ملا

علاء الملک اس کام کو تمام کیا۔ اور بادشاہ کے باغ فیض بخش اور فرحت بخش میں اس نہر کو لے آیا۔ جس میں ان باغوں کی شادابی اور سبزی زیادہ ہو گئی۔ اب ہم شاہجہان کی عیش و عشرت کو سامان اور رفاد عام کے کام اور حسن نظام کا حال لکھتے ہیں۔

### شاہجہانی عمارتیں

اس بادشاہ کو جیسا عمارتوں کا شوق تھا پہلے کسی بادشاہ کو نہیں ہوا۔ اس کا ذہن اس فن عمارت کی ضلوع و مناسبت رکھتا تھا جو عمارتیں بنا گیا ہے وہ گویا سارے دنیا کے لئے عمدہ عمارت کا ایک نمونہ ہے۔ ایک احسان وہ دنیا پر کر گیا ہے پہلے سب اس کی عمدہ بنائی ہوئی عمارتیں یہ گمان ہوا تھا کہ ملک طالیہ کا صانع آئین درجی اور روضہ ہند و ستانی استاد عیسیٰ زادر اصر کرتے ہیں شریک تھا۔ گویا اس فن عمارت میں جو صاحب کمال تھے انہوں نے اس خیال کو باطل کر دیا اور ثابت کر دیا کہ جو وضع اور سلوک ملک طالیہ کے عمارت کا ہے وہ شاہجہان کی عمارتوں سے مختلف ہے۔ غرض یہہ تمام صنایع ان استاد احمد و حامد کی ہیں۔

### قلعہ و شہر شاہجہان آباد

لاہور اور اکبر آباد و در سلطنت کہلاتے تھے۔ ان دونوں شہروں کو چہ و بازار تنگ تاریک تھی۔ اونکے نشیب و فراز سے اور ج حفیض کے معنی سمجھ میں آتی تھے۔ جب کسی تقریب جشن سے ہجوم سپاہ اور لشکر اور آدمیوں کا ہوتا تو اس حقیق بازار و سنگ غریبوں کو بہت تکلیف ہوتی۔ دو چار بیچارے ضرور پس کر دیتے۔ قلعہ جو اونکے اندر تھے اون میں کارخانجات شاہی و بیوات کی واسطے شاندار کانات نہ تھے۔ جلوس خانے بے رخ اور کم موقع بنے ہوئے تھے۔ غرض ان علتوں سے یہہ دونوں شہر اور قلعہ بادشاہ کو پسند و مرغوب نہ تھے۔

اوسنے ایک نیا شہر اور قلعہ بنا ناچاہا کہ جہین ساری سماں جاہ و چشم شاہی کے  
لائی ہوں ۴

### قلعہ شاہجہان آباد

دارالملک ہلی بن سلیم گدہ متصل ریاحین پر اس قلعہ کے وسطے جگہ تجویز ہوئی۔ جمعہ کے  
دن ۵ ربیعہ ۱۰۸۱ھ کو بنیاد کہدنی شروع ہوئی۔ استاد احمد و حامد معمار اپنے فن میں  
یگانہ روزگار بنائیوائے مقرر ہوئے۔ غرت خان صوبہ دار دہلی کو استہمام اوسکا سپرد ہوا  
ساتھ ہندوستان کے منتخب ننگ نرائش و نجار منبت کا معمار سلیقہ شعار بلائے گئے۔  
ان میں ہر ایک شخص اپنے نہر کے دکھلانے میں کوشش کرتا تھا۔ پانچ مہینہ دو دن میں  
اوسکی بنیادیں کہدیں۔ اور مصالح جمع ہوا۔ غرت خان ٹھہرے بدل گیا۔ اوسکی جگہ الہ ورد  
مقرر ہوا۔ دو برس ایک مہینہ گیارہ دن میں اوسکے استہمام سے قلعہ کے چاروں طرف کی  
دیوار بارہ بارہ گز اونچی بنی۔ پہرا تمام اوسکا مکرت خان کے سپرد ہوا۔ نو برس کے قریب  
ایک کروڑ روپیہ میں یہ قلعہ عالی شان تیار ہوا۔ اور مرزہ قسطنطین بادشاہ کو کابل میں  
سنا یا گیا۔ بخومیون تاریخ نزول شرف ان عمارت میں ۲۴۔ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ  
مقرر کی۔ اس قلعہ کے چار دروازہ اور دو کھڑکیاں تھیں۔ اونین دروازہ جنوبی  
غربی بڑے شاندار ہیں۔ اونکو دلی دروازہ اور لاہوری دروازہ کہتے ہیں۔ سارے  
قلعہ میں کہیں جہین سات اوچو ٹھکانے چار دیواری اوسکی پشت پہل ہے۔ سر باؤنٹک  
سنگ منج سے گلز بن رہا ہے۔ لنگوری اور مرغولین بہت خوبصورت بنی ہوئی ہر  
طول اوسکا ایک ہزار گز۔ اور عرض چہ سو گز ہے۔ اوسمین زمین چہ لاکھ گز ہے۔ اس  
حصے سے قلعہ کہ آباد ہے دو چنڈ اور قلعہ لاہور سے ہی بہت بڑا ہوا۔ فیصل خاکریز

گنگوون تک پچیس گن اونچی ہے۔ اور اوسکا سارا دور قین ہزار تین سو گز کا ہے۔ گیارہ گز  
گہری بنیاد ہے۔ دیوار کا آثار بنیاد سے پندرہ گز اور اوپر سے دس گز کا ہے۔ جانب شرق  
جسنا بہتی ہے۔ باقی تینوں طرف خندق پچیس گن چوڑی اور دس گز گہری کہو درختہ بنیاد  
تھے۔ اور وہ نہر کے پانی سے بلب بہتی تھی یہ نہر سطح سے آئی تھی کہ تم کو یاد ہو گا کہ  
ہم لکھ آئے ہیں کہ فیروز شاہ خضر آباد سے ایک نہر سفید ون یعنی شکار گاہ تک لایا تھا۔  
مگر وہ بے مرمت ہو کر ٹک گئی۔ اب کوڑے صا کر آیا۔ مگر وہ بہر بند ہو گئی۔ اب بہر کوڑی کے  
دن پہرے کے از سر ترمیم سے اوسکی بلندی اور پستی ہموار اور کنارے استوار ہو گئے۔  
اور شکار گاہ سے اگر تھی نہر ہو کر اوسکو قلعہ کے اندر لائے۔ فیض نہر اوسکا نام ہے۔ اور  
اوسکا وہ ٹکڑا جو سنگ مرمر کا بنا ہوا دیوان خاص در بڑی بیٹھک اور رنگ محل میں جاتا  
ہے اوسکا نام نہر بہشت ہے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ پچاس لاکھ بنیاد کے کام میں اور پچاس لاکھ  
روپیہ اوپر کے عمارت میں صرف ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ پچاس لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ اب  
ہم اس قلعہ کے اندر کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک چہتہ لاہوری دروازہ کالداؤ کا  
خوب بنا ہوا ہے۔ اوسمیں منبت کاری خوب کی ہوئی ہے۔ دیوان علم میں خط ایک  
دروازہ ہے اوسے نقار خانہ کہتے ہیں۔ یہ دروازہ ہی نرسنگ سرخ کا بہت خوبصورت  
بنا ہوا ہے۔ دیوان علم میں تین دروازے ہیں۔ ایک نامشہین ظل الہی یا سنگی تخت  
دوسرا دربار کا دالان ہے۔ تیسرا گلاباڑی جو ایک چوترا ہے۔ خاص محل چھوٹا رنگ  
یہ محل بیگمات خاص کہتے ہیں۔ پچہرہ رنگہا دالان ہے۔ تین پیش گز لمبا اور اوسکے  
پچہرہ ایک دس درجہ ہی سولہ گز کا لمبا اور آٹھ گز کا چوڑا یہ عمارت اجارہ مک بالکل سنگ  
کی ہے۔ اور اوسے اوپر بہت چٹہ سفیدی کر کے بہت اچھی نقاشی کی ہے۔ ایک نہر اوسمیں

سنگ مرمر کی تین گر چوڑی اور سنگ مرمری کا ایک حوض ہے۔ اس حوض سے نہرو  
چاد کی طرح صحن میں نگرتی ہے۔ اور صحن میں سرسٹھ گنبرج باغچہ ہے۔ اور اس کے  
پچ میں پچ گرن کے قطر کا ہشت پہل حوض ہے۔ اور اس میں پچیس فوارہ چھوٹے ہیں۔ مینا  
محل یا بڑا رنگ محل یہ سنگ محل یوان عالم کی نسبت پر واقع ہے۔ اور اسے کوئی بڑا  
محل نہیں۔ اس کے صحن میں ہی نہر جاری ہے اور فوارہ چھوٹے ہیں۔ وسط صحن میں ایک  
حوض پچاس گز سے اڑتالیس گز ہے اور پانچ فوارہ چھوٹے ہیں۔ اور باغچہ ایک سو سات  
گز کا لکشا اور ایک پندرہ گز کا چوڑا اور اس کے گرد سنگ رخ کا محجر لگایا ہے۔ اور  
اوپر دو ہزار سنہری کلینا بنی ہوئی ہیں۔ اور تین طرف اس صحن کے سرور گز کے  
عرض سے مکان دکشا اور ایوان درانیے ہونے کی جانب غریب میں دریا اور پائین باغ  
ایک حوض سنگ مرمر کا بہت بڑا ایک تہہ کا ہے۔ اور صحن میں نہر کی چادر پڑتی ہے۔ اور  
اور صحن پانی اوپر کر باغچہ کی ہر روش پر بہہ جاتا ہے۔ اور اس کی تمام سنگ مرمر کی ہے  
اور تحفہ تحفہ محرابین اور مرغولین بنی ہوئی ہیں۔ بہت کاری کا کام کیا۔ اور اس کی  
چہت کو چاروں کونوں جو کہند یان بنائی ہیں کہ اس سے رفت اور شان اس  
عمارت کی دینی ہو گئی ہے۔ چاروں کونوں پر چار بنگے سنگین بنے ہوئے ہیں۔ اس  
عمارت میں ایک حوض گل شگفتہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس میں رنگ رنگ کی بہروں سے  
پچکاری کی ہے۔ اور گل بوٹے اور پیل پتے بنائے ہیں۔ سیاہے سات گز بہر حوض ہے  
۔ مگر حق اس کا کم ہے۔ جب پانی اس میں بہتا ہے تو اس کے اندر تمام گل بوٹے لہرائے ہوئے  
دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوض میں ایک سا سنگ مرمر کا کمر کی بنا ہوا ہے۔ وہ بھی ایک  
پہول معلوم ہوتا ہے۔ اور اس پالیہ میں ایک سوراخ ہے۔ اور اس کے نیچے نہر تلے آتی

اور پھر اس پیرا سے اوتھتی ہے غرض اس محل کو دیکھ کر عالم طلسمات نظر آتا ہے۔ چھوٹی  
بیٹھک اور خوابگاہ یا ٹری بیٹھک کی بہت تفصیل در لطیف عمارتیں ہیں اور انہیں اشعار  
سونے سے لکھی ہوئی ہیں۔ برج طلائع شمس برج پیر برج بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔

اور سونے کا کام اور چرین کاری اور منبت کاری خوب و زمین کی ہوئی ہے  
شاہ محل یا دیوان خاص یہ وہ عمارت قلعہ کی ہے کہ حسین بیہ شعر لکھا ہوا ہے کہ جو اس صحن

اگر فردوس بر روی زمین است + زمین است و زمین است زمین است  
اس عمارت کو اسطرح بنایا ہے کہ ایک بڑا چوکنا یا ضلع شرقی میں دیرہ گز اونچا اور  
اسی گز لمبا۔ اور چھتیس گز کا چوڑا چوتھرہ بنایا ہے۔ اسکے بچوں بچ میں دیوان خاص  
کی عمارت ہے تینتیس گز لمبی اور چھتیس گز چوڑی۔ سر سے پانچون تک سنگ مرمر کی۔

سترنا سر او سکے چھین چار گز عرض کی نہر بہت جاری۔ اس چوتھرہ کی بچوں بچ میں  
جو کورستونوں کو بنا کر اٹھارہ گز کے طول و دس گز کے عرض سے مکان بنایا ہے  
- عین وسط میں ایک تخت سنگ مرمر کا بچھا ہوا ہے جس پر تخت طاؤس رکھا جاتا تھا۔

اوسین اجارہ تک عقیق اور مرجان اور بیش قیمت پتھر اس کی بچی کاری کی ہے۔ اور  
سیل بوٹے بنائے ہیں۔ اور اجارہ سے اوپر چھت تک سونے کے کام سے لپے یا ہے۔

دیوان خاص کے شمال و جنوب میں الگ الگ الان ہم قرینہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں  
- چھوٹے والان کا نام بیچ خانہ ہے۔ اور اوسی میں رستہ خوابگاہ کو جاتا ہے۔ اور

والان کا نام عقب حمام ہے۔ یہ حمام ہی الاٹانی ہے عجب عجب کام اور زمین صنعت کے  
کئے ہوئے ہیں۔ بہت تحفہ منبت کاری اور پچے کاری کی ہوئی ہے۔ غرض تمام

مکانات کرکٹنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ موتی محل و باغ حیات بخش و سوانہ



اور شاہ برج اور منتاب باغ اور عمدہ عمارتیں ہیں۔

## شہر شاہجہان آباد

جب قلعہ تیار ہو چکا اور ایک جن <sup>۱۶۵۸</sup> میں ہو چکا۔ پہلو بہ شہر آباد ہونا شروع ہوا  
تاریخ اسکی آبادی کی یہ ہے کہ <sup>۱۶۵۸</sup> میں ہو چکا۔ شہر شاہجہان آباد از شاہجہان آباد  
۱۶۵۸ میں اس شہر کی تفصیل مٹی اور تہہ کے چار حصہ میں دیکھ لاکھ روپیہ  
میں تیار ہوئی۔ لیکن وہ برسات میں نہ تہہ سکی۔ اسلئے چونہ اور تہہ کی سات برس  
عرصہ میں چار لاکھ روپیہ میں تیار ہوئی طول و سکا چہ ہزار چہ سو چوٹہ گڑ کا  
اور چار گز چوری اور نو گز اونچی ہے۔ اور اوہیں ستائیس برج دس گز تک خط کے  
ہیں۔ جب پادشاہ کو اسکی آبادی کی طرف نظر ہوئی تو سب عمدہ عمارتیں درمکانا  
اور مساجد بنانی شروع کیں۔ چنانچہ جہان آرا سلیم پادشاہ کی مٹی نے <sup>۱۶۵۸</sup> میں  
قلعہ کے لامعہری دروازہ کے اگلی گلی گز چار <sup>۱۶۵۸</sup> اور ایک ہزار پانسو بیس گز لہذا بازار  
بنوایا۔ لاہوری دروازہ سی چار سو اسی گز پر ایک چوک اسی گز مربع کا ہے۔ اور چھین  
اوسکے ایک حوض ہے۔ پھر چار سو اسی گز پر ایک چوک ہشت پہلو ہے۔ اور اوسکے  
بچ میں ایک حوض ہے۔ اس بازار کے وسط میں نہر جاری ہے۔ اور اوسکے دور وید وخت  
پادشاہ کی بی بی اکبر آبادی محل نے اسی سنہ میں قلعہ کے دلی دروازہ کے  
سامنے ایک بازار ایک ہزار چاس گز کا لہذا اور بیس گز چوڑا اور اوسکے دونوں طرف  
چھتہ دوکانیں بنائیں۔ اور چھین خوبصورت نہر جاری کی اس دونوں بازاروں میں ایک کا نام  
لاہوری بازار اور دوسرا کا نام اکبر آبادی بازار تھا۔ اور سوارانکے اور بیٹے مکانات عمدہ  
تعمیر ہوئے اور باغ لگائے گئے۔ جسکو فصل حال کیہنا ہوتا را الصنادید کو پڑھ لے +

## جامع مسجد شاہجہان آباد

شہر وسطین اس مسجد کی بنیاد شوال سنہ ۱۰۵۷ھ کو رکھی گئی۔ سعد الدخان دیوان اعلیٰ اور فاضل خان خاں سامان مہتمم مقرر ہوئے۔ یہ مسجد قلعہ دہلی سے ہزار گز کے فاصلہ پر مغربی سمت میں ایک پہاڑی پر بنائی گئی۔ یہ پہاڑی ساری اوسمین چھپ گئی ہے۔ پانچزار بلیدار اور سنگتراش و رشت کار اور حکاک وغیرہا اور عمدہ عمدہ کاریگر آخر ختم ہونے تک اوسپر لگے رہے۔ اسپر ہی وہ چھ سال میں ختم ہوئی۔ اور دس لاکھ روپیہ اوسمین لاگت لگی۔ اس مسجد کی لطافت اور نزاکت اور خوبی اور خوشنوائی بیان سے باہر ہے۔ اگر کوئی خوش قطع اور خوش نما مسجد دیکھے تو اسے بہتر نہ ہوگی۔ تین برج اوسکے سنگ مرمر کے بنی ہوئے ہیں۔ اور اوسمین سنگ مرمر کی بچے کاری کی پہنچے تین نفی تیرہا اور چاروں طرف والاں یک رنگ سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہیں۔ اور اوسکے چاروں کونوں پر چار برج ہیں۔ تین بڑے عالیشان دروازہ ہیں۔ اور دو مینار زینہ دار بہت اونچے بنے ہوئے ہیں۔ اور ہر بارہ دزی کے برجیاں سنگ مرمر نہایت دلکش بنے ہوئیں۔ صحن میں ایک حوض سنگ مرمر کا ہے۔ مسجد ایسی بنی ہوئی ہے کہ کوئی دروازہ اور طاق محراب مرمر کے کنگرہ برج مینا صحن مناسب سے خالی نہیں ہے۔

## روضہ ممتاز محل

یہ عمارت ہندوستان کی مشہور اور عمدہ عمارتوں میں سے نہیں ہے۔ بلکہ تمام ہندوستان کی نفسیں اور پاکیزہ عمارتوں کی سراج ہے۔ شاہجہان بی بی ارجمند بانو بیگم ممتاز الزمانی صف خان کی بیٹی تھی۔ یہ بیگم نہایت تنگ نیت پاک طینت خوبصورت و خوش سیرت تھی۔

پادشاہ کو جیسی اس سے محبت تھی ایسی کسی سے نہ تھی۔ اس کے ہاں جو وہ بچے ہوئے۔  
 اسٹہ بیٹے اور چہ بیٹیاں۔ آخر کار اس جیسے کے ہاتھوں وہ مر گئی۔ اور یقیناً ۱۲۰۰  
 اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس سے طبیعت اعتدال ہوئی۔ اور اس کو یقین ہو گیا کہ اب  
 وقت آن پہنچا۔ پادشاہ کو آدمی پہنچا لایا۔ پادشاہ اس ہم خواہ کے سر پہ نگین اور اودام  
 میٹھا۔ اسی بہ آخر وصیتیں کیں کہ کوئی اور شادی نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سوتیلی اولاد سے  
 میرے بچوں کا خون ہو۔ اور میری قبر پر وہ عمارت بنانا کہ یادگار روزگار نہو۔ اور میری  
 ماکہ خبر گیری کرنا۔ تھوڑی دیر کے بعد اجل کا فرشتہ آیا۔ اور ۳۸ برس مہینے کی عمر میں  
 لے گیا۔ اور میں برس ایک مہینہ وہ پادشاہ کی بی بی رہی + اکبر آباد میں  
 اس عمارت عالیشان کا آغاز شہ جلوس سے ہوا۔ دریا و جمن کے بائیں کنارہ پر بڑی گہری  
 بنیاد کھودی گئی۔ اور پتھر اور صابج بھر گئی۔ اور زمین کی برابر کی گئی۔ اور پھر ایک  
 چوڑے پختہ تین سو چوتھ گز لمبا اور ایک سو اٹھائیس گز چوڑا اور آگرا اونچا بنایا گیا۔  
 اور سکا راو سکی سنگ مسخ سی بنائی گئی اور اوسمیں منبت کاری اور چرچین کاری کا  
 کام کیا گیا۔ اور ان پتھروں کو ایسا با ہم پیوند دیا کہ نظر کو کہیں اونچین درز نظر نہیں آتی۔  
 اور فرش ہی اس چوڑے کا سنگ مسخ کا لگایا گیا۔ اور اس چوڑے کے وسط پر کرسی دیکر  
 ایک اور مربع چوڑے بنایا۔ جس کا طول عرض ایک سو اٹھائیس گز کا تھا اور ارتفاع سات گز  
 اب اس چوڑے کو وسط پر روضہ کی عمارت ایک گز کرسی دیکر بنائی گئی ہے۔ مٹمن کی شکل  
 ہے۔ اور قطر اس کا شتر گز ہے۔ ایک بڑا گنبد سنگ مرمر کا اس مٹمن کی زہ پر ہے۔  
 اور قطر اس کا ۲ گز ہے۔ اور سطح عمارت سی ۳ گز اونچائی اور زہ مفرس ہے۔ اور پھر اس برج  
 پر ایک اور برج اور دمی شکل کا بنایا ہے۔ اور اس کا دور ایک سو دس گز کا ہے۔

اس گنبد کے فرق پر ایک سونیکا کھینچا گیا۔ گر کا لگایا ہے۔ وہ دوسرے ہلال سا چمکتا ہوا  
 نظر آتا ہے۔ زمین سے سرکلر تک ایک سوسات لڑکی بندی ہے۔ اور گنبد کے اندر  
 اضلاع ہشت گانہ میں آٹھ مشن دو طبقے ہیں۔ ہر ایک کا طول ساڑھے پانچ گز اور عرض تین  
 گز ہے۔ اور جہات اربعہ میں چار خانہ مربع ہیں۔ ہر ایک کا طول عرض چہ گز ہے۔ اور  
 اونہیں چاریمین ہیں۔ کہ ہر ایک ساڑھے چار گز لمبا اور تین گز چوڑا ہے۔ ہر خانہ کے آگے  
 پیش طاق ہے۔ طول سولہ گز عرض نو اور ارتفاع پچیس۔ چاروں کونوں میں چار خانہ  
 مشن ہیں۔ تین درجہ اونکے میں ہر خانہ کا قطر دس گز ہے۔ اور آٹھ مشن ہیں۔ اور ان  
 خانوں کے درجہ سوم میں ایک ایوان مشن ہے اور اوپر ایک گنبد ہے۔ ان بیوت  
 مشن کے تین جانب میں تین پیش طاق ہیں۔ ہر ایک کا طول سات اور عرض چار  
 اور ارتفاع دس گز ہے۔ میانہ گنبد میں حضرت ممتاز محل کا مضعج ہے۔ تربت پر ایک  
 چوترہ سنگ مرمر کا ہے۔ اور اوپر قمر کی صورت نمایاں ہے۔ اور اسکے گرد ایک  
 محجر مشن مشبک ہی دروازہ محجر کا سنگ ایشم کا ہے۔ بند رومی کی وضع پر ہے۔ یعنی  
 اسکے چوڑے سو لگائے گئے ہیں۔ اور اوپر سونیکا ملمع کر دیا گیا ہے۔ دس سترار تو  
 میں وہ تیار ہوا ہے۔ سنگ مرمر کی کرسی پر جوزین سے تیشیں لگیں اور پچی ہے ہر ایک کے  
 میں ایک مینار نہ بندار سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ قطر اوسکا سات گز اور ارتفاع باون  
 ہے۔ فرش روضہ کا سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ پچے کاری کر کے بنایا ہے۔ اس تمام  
 عمارت میں عقیق اور مہجان اور احجار میں بہا سے پچے کاری اور پیرچین کاری کا  
 کام ہے۔ پیل بوئے پھول پتے بنائے ہیں۔ اور پتھروں کے پھول بوئے وہ بنائے ہیں  
 کہ سچ مچ کے پھول ہوتے ہیں۔ پتھروں کو پتھروں کے ساتھ ہر ہر صولیا ہے کہ عقل

پہلے محراب النیس نہ ہوا تھا لیس سو کاوس لاکھ روپیہ میں ہوا یا گیا تھا مگر پھر حاقبت اندیشی سے  
 پادشاہ نے اس کا لگانا موقوف رکھا۔ اور ہر ایک محراب میں پچاس ہزار روپیہ میں تیار  
 کر کر لگایا گیا۔ روضہ اندر اور باہر سورہ قرآنی اور آیات رحمانی اور اسماء حسنیہ اور اربعہ  
 اس طرح ہر چار چار مین کہ مسجد میں نہیں آتا کہ کیا کام کیا ہے۔ روضہ کے مغربی جانب  
 سنگ رخ کی کرسی سے ایک مسجد سنگ رخ کی بنائی ہے۔ طویل و سکا تر گز اور عرض تیس گز  
 ہے۔ یمن گنبد اور سکے میں۔ اندکی طرف سنگ رخ کی اور باہر کی طرف سنگ مرمر کی۔ پچ کے  
 گنبد کا قطر چودہ گز ہے اور باقی گنبدوں میں ہر ایک کا گیارہ گز کا قطر ہے اور پچ کے گنبد  
 پیش طاق ہی ہے چودہ گز طول و دس گز عرض ہے اکیس گز ارتفاع ہے۔ باقی  
 گنبدوں میں ہر ایک کو سامنے ایک خانہ ہے گیارہ گز طول میں اور نو گز عرض میں۔  
 حاشیہ ازارہ مسجد کا اندر اور باہر سنگ مرمر اور سنگ زرہ اور سنگ سیاہ پر چین کاری کا  
 بنا ہوا ہے۔ فرش مسجد کا سنگ رخ کا ہے۔ سنگ سیاہ اور سنگ زرہ جو جائے نمازوں کی  
 صورت مرتب کی گئی ہے۔ اور سکے چوتہ کو آگے ایک حوض ہے اور سکا چودہ گز طول اور  
 دس گز عرض ہے۔ اس کے مشرقی جانب میں ہم قرینہ اس مسجد مہمان خانہ بنایا ہے  
 وہ بالکل ہم شکل مسجد کا ہے۔ مگر متافرق ہے کہ اس میں مصلے فرش پر نہیں بنائے گئے  
 ہیں۔ اور اس کی دیواروں میں محرابیں نہیں ہیں۔ سنگ رخ کی کرسی کے چاروں طرف  
 کونوں پر چار برج مشن سے ملحق بنے ہوئے ہیں۔ اور یک طبقہ پر گنبد ہے۔ اندر کر قطر  
 اس کے سنگ رخ اور باہر کی طرف سنگ مرمر۔ اور ہر برج کے پہلو میں ایک ایوان ہے  
 ۔ طول بارہ گز اور عرض چھ گز اور دو جانبوں میں دو حجرے۔ کرسی سنگ رخ کی نیچے  
 باغ ہے۔ طویل عرض تین سو اٹھ سو گز۔ وسط بلخ غنیمت چار حیوانات۔ اور زمین نہایت خوب

اوسمین بانی دریا جمن سے آتا ہے۔ اور غوار سے چاند کی چھوٹے ہیں۔ اس شہر قریب ایک  
 چبوترہ طول عرض میں اٹھائیس گز۔ نہر اوسکے گرد چکر لگاتی ہے۔ اور وسط چبوترہ میں  
 ایک حوض جس کا طول عرض سو گز۔ اور اوٹھین غوارہ۔ خیابان کا فرش سنگ سرخ کا۔ اب  
 اس بلع کے شرقی و غربی اطراف ایک ایوان گیارہ گز لمبا اور عرض سات گز اور دو حجرہ  
 اور عقب ایوان میں ایک خانہ نو گز طول در پنج گز عرض۔ اور آگے ایوان کے ایک چبوترہ  
 طول چھائیس اور عرض دس گز۔ بلع کے چھوٹے ضلع میں ایوان در ایوان شمال رویہ  
 بارہ بارہ گز کے۔ اور پہر اس ضلع کے دو کونوں پر دو برج ہیں۔ وہ کرسی سنگ سرخ  
 کی جواب میں۔ اس ضلع کے وسط میں دروازہ روضہ کا ہے۔ نہایت بلند۔ اوسکا گنبد  
 مٹمن بغدادی سو گز او سکا قطر۔ اور گنبد کے شرقی اور غربی جانب میں دو شہیدین  
 بس شکل نیم مٹمن۔ ہر ایک کا سات گز طول اور چار گز عرض ہے۔ اور سقف او کی شکل  
 نیم کا سہ کے ہے۔ دروازہ کی عمارت کی چاروں کونوں میں چار خانہ مربع دو طبقہ واقع  
 ہیں۔ ہر ایک کا طول و عرض چھ گز۔ اوسمین چار شہیدین نیم مٹمن۔ شمالی اور جنوبی جانب  
 میں اس عمارت کے دو پیش طاق ہیں۔ طول سو گز عرض نو گز ارتفاع پچیس گز سمت  
 شرقی و غربی میں دو پیش طاق ہیں۔ ہر ایک کا طول بارہ گز اور عرض سات گز اور  
 ارتفاع اونیس گز اور دروازہ کے رومی کا پر اندر اور باہر سات چو گنبدی ہیں اور  
 اور اول کی کلاہ سنگ مرمر کی ہیں۔ اور اس عمارت کے چاروں کونوں پر چار مینار  
 بڑے پر تکلف۔ بلع اور عمارت کی چار دیواری اندر اور باہر سے اور فرش عمارت  
 اور کنگورے احاطہ باغ کے سنگ سرخ سے بنی ہوئے ہیں۔ اور سنگ مرمر اور سنگ یام  
 سے پر صین کاری اونین کی گئی ہے۔ آگے دروازہ کی ایک چبوترہ ہے۔ طول اوس کا

انسی گز اور عرض چونتیس گز اور جلو خانہ ہے چار سو چار گز لمبا اور ایک سو پچاس گز چوڑا  
 ۔ اس جلو خانہ کے چاروں ضلع ایک سو اٹھائیس حجرے ہیں ۔ دیوار بلخ کی مصلن و فخر  
 ہیں ایک جلو خانہ کی مشرقی طرف دو سو غریبی طرف ۔ ہر ایک کا طول چھتہ گز اور عرض  
 چوٹھ گز اونین بتیس بتیس حجرے ہیں ۔ ہر حجرے کے آگے ایک ایوان ہے ۔ شرقی اور غریبی  
 جلو خانہ میں بازار ہیں ۔ ایوان اونکے سنگ رخ کے بنے ہوئے ہیں ۔ اور حجرے چھٹے اور  
 اینٹ سے بنے ہوئے ہیں ۔ ان بازاروں کا عرض بیس گز ہے ۔ جلو خانہ کی چھوٹے ضلع میں  
 چوٹے کا بازار شرقی اور غریبی بازاروں کا عرض نو گز اور شمالی اور جنوبی بازاروں  
 کا عرض تیس گز اب اس چوٹے کے بازار کی چاروں حدوں پر چار سرائیں ہیں  
 اونین سے دوخت پختہ اور چوٹے سے بنے ہیں ہر ایک ایک سو ساٹھ گز ہے اور  
 صحن او سکا مشن بغدادی ہے ۔ اور ایک سو چھپیس حجرے ہیں ۔ تین طرف ہر حجرے کے  
 ایک ایوان ہے ۔ اور تین چوک ہر ایک سرائیں ہیں ۔ ہر ایک چوک کا صحن چودہ سو چوڑے  
 گز ہے ۔ اور چوٹی کو نہ میں دروازہ سرائے ہے صحن آدمیوں کی آمد و رفت ہوتی ہے  
 چوٹے کے بازار میں ایک چوک مشن ہے ۔ ڈیڑھ سو گز لمبا اور سو گز چوڑا ۔ سرائے دروازوں  
 کا رخ اسی طرف ہے ۔ اور باقی دو سرائیں ان سرائوں کا جواب ہیں ۔ ان سرائوں میں  
 طرح طرح کا اسباب فروخت ہوتا تھا عرض اس تمام بلند اور عمارت کا نام مہنا نانا تھا  
 جابلون نے ممتاز کا محتاج بنایا ۔ اور رقبہ رقبہ اب نام فقط تاج رہ گیا ۔ اور اس آبادی  
 کا نام تاج گنج ہو گیا ۔ بارہ برس میں یہ عمارت حکومت خان اور میر عبدالکیم کے استہام  
 سے تمام ہوئی ۔ اور پچاس لاکھ روپیہ صرف میں بنی ۔ عرض اس روضہ کی مصارف  
 کے واسطے اس تمام بازار اور سرائوں کی آمدنی اور بہت دہات وقف کئے گئے ۔

یہ عجیب کی بات ہے کہ شاہجہان نے بی بی کی قبر میں پچاس لاکھ روپیہ اور اپنے گہر کے  
 بنائین ایک کروڑ روپیہ صرف کیا۔ مگر جامع مسجد میں جو خدا کا گہر تھا صرف دس لاکھ روپیہ  
 - اگر اس بادشاہ کی عمارت کا بالتفصیل حال لکھیں تو ایک قرار آتا ہے جو محفل کیفیت  
 یہ ہے کہ وہائی کروڑ روپیہ اس نے عمارت بلند اور مساجد اور دولت خانے اور  
 قلاع اور باغات و لکشاکی تعمیر و ترتیب میں صرف کیے جسے اس ہندوستان میں بڑی  
 رونق اور زیبائش ملک ہو گئی۔ قلعہ اکبر آباد میں ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ لگایا۔  
 تین لاکھ روپیہ کی ایک مسجد سنگ مرمر کی بنائی۔ اور روپیہ اور مکانات کی تعمیر  
 صرف ہوا۔ شاہجہان آباد اور قلعہ شاہجہان آباد اور دروضہ ممتاز محل اور جامع مسجد  
 تعمیر کے صرف کی بیان پڑے ہی آئے ہو۔ دارالسلطنت لاہور کے باغات اور عمارت کی  
 تعمیر میں پچاس لاکھ روپیہ۔ اور کابل کی عمارت میں بارہ لاکھ روپیہ۔ اور آٹھ لاکھ  
 روپیہ قندھار اور سب کی قلعہ جات میں صرف کیا۔

اگرچہ شاہجہان کی عمارتوں کی آب و تاب اور باغوں کی سرسبزی اور شادابی  
 اس کے زمانہ کی سی ہم نہیں دیکھ سکتے۔ مگر وہ جیسے دیا اور گیسے پڑی محلوں کے گہنڈوں  
 اور اے ہوئے نالابوں اور جوخوں اور باغوں کے جھنڈوں اور سرابیوں اور لاند  
 کنوے اور شاہی سڑکوں پر خاک اور تلی ہوئی دیکھ سکتے ہیں شاہجہان کے زمانہ کی  
 رونق کا خیال کر سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ زمانہ ہی کیا زمانہ ہو گا۔ اللہ اکبر  
 سوادان عجیب یہ عمارت کے ایک تخت طاؤس دسے بنایا تھا کہ وہ ہی عجائبات عالم  
 کا نمونہ تھا۔ اس کا حال لکھتے ہیں +

تخت طاؤس



برسون سے جواہر خانے میں جواہرات جمع ہوتے جاتے تھے۔ پادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ ان نفائس عقیقہ کوئی اور حاصل سوا نمود و آرائش و زینت اور زیبائش کے نہیں ہے۔ اسلئے انکو ایسے تصرف میں لانا چاہئے کہ جسے کارگاہ سلطنت کی بھی فروغ ہو اور تماشائی تماشائی دیکھنے والے جواہرات میں لعل اور یاقوت اور الماس اور مروارید منتخب ہو جنکا وزن پچاس نزار شقال کا تھا۔ اور قیمت انکی چھپاسی لاکھ روپیہ کی تھی۔ اور بے بدل خان داروغہ زرگر خانہ کو مرحمت ہو۔ خالص سونا چودہ لاکھ روپہ کا ایک لاکھ تولہ لیا گیا۔ اور ایک تخت سواتین گز لمبا اور ڈھائی گز چوڑا اور پانچ گز اونچا بنایا گیا۔ اور جواہرات سے مصع ہوا۔ اور اوپر سقف اندر کی طرف زیادہ تر مینا کا اور کچھ مصع تھی۔ اور اوپر کی طرف لعل اور یاقوت سے مصع اور مفرق۔ بارہ مرد کے ستونوں پر دہری گئی۔ اور اس چہت پر دو طاووس نگارنگ جواہرات سے مصع بنائے گئے۔ اور انکے سچ میں ایک دخت لعل و الماس اور مروارید سے مصع نصب کیا گیا۔ تخت پر چڑھنے کی ایک سیڑھی تین پایہ کی تھی۔ وہ آبدار جواہرات سے مصع تھی۔ گیارہ تختے مصع تھے کہ اس تخت کو دو پر تکتے کھانیکے لٹی لگے ہوئے تھے۔ ان میں جس تختہ پر پادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا وہ دس لاکھ روپیہ کا تھا۔ اس تختہ کے اندر ایک لعل بیش بہا لگا ہوا تھا اور اوپر پادشاہ کا نام کندہ تھا۔ غرض سات برس کے عرصہ میں یہ تخت ایک کروڑ روپیہ کی لاگت میں تیار ہوا تھا۔ سر بہاؤن حصار درانی اور سکی تادیخ ہے۔

شاہی جہان کا شاہی جہان آباد میں آنا اور شہنشاہ کرنا  
اگرچہ ہم نے پادشاہ کے معمولی جشنوں کی کیفیت اولیٰ ہی اس پادشاہ کی تاریخ میں لکھ دی ہے

مگر وہ جشن جواو سنے ۲۲۔ رجب الاول ۵۸۰ھ میں شاہجہان آباد میں کیا اور اس کی شان  
 شوکت ایسی تھی کہ قابل یاد رکھنے کی ہے۔ اول بلکاران سلطنت خاص محل و غسل خانہ  
 میں بساط رنگین اور قالین لشنیں بچھائے۔ کشمیر میں ہیر شمعوں اور دالان کا فرش  
 جواو میں ٹھیک لٹیا ہوا تھا۔ بہر دیوان خاص در عام میں پردے جواہر نگار رو  
 و فرنگی اور چینی و خنائی لٹکائے گئی۔ اور ایک تخت و لبادل جواہر آباد میں ایک لاکھ  
 روپیہ میں تیار ہوا تھا چاندی کے ستونوں پر کھرا ہوا۔ اور اس کے گرد شاہ  
 محل اور زلف کے چاندی سنوئیکے ستونوں پر ستارہ ہوئے۔ اور اس کے گرد اور  
 خمیہ جو زلف اور محل سے منہ ہے کھتے تھے۔ اور گجراتی اور ایرانی کلا بتونی ڈور یوں  
 سے آ رہے تھے گئے۔ اور جاجا اوئین اشیا و جواہرات صر کچھ لکین اور موتیوں کی  
 جہاڑٹیں لٹکائی گئیں۔ ایک شامیانہ کہ جواہرات اور موتیوں کی آبدار سی دریائے  
 نور کی طرح بہا رہا تھا۔ اور اس کو صف الدولہ میں الملک ایک لاکھ روپیہ میں تیار  
 کیا تھا کٹر کیا غرض کہ اتنا اس انجمن حسن کی کیفیت بیان ہو۔ اور عجوبات اور  
 نفحات کی خوشبو سے سارا لشکر معطر تھا۔ غرض اس انجمن میں اجلاس نہرا کر  
 پادشاہ نے ساری عمارتوں کا ملاحظہ کیا۔

### وسعت و انتظام سلطنت و دولت

شاہجہان کی سلطنت جس ملک پر تھی اور سکا طوائف و ہزار کروہ اور عرض بند  
 تھا۔ کروہ پانچ ہزار ذراع کا اور ایک ذراع یا لیس انگشت کا ہوتا ہے۔ بائیس صوبے  
 تھے اور وہ سرکاروں میں منقسم تھے اور چار ہزار تین سو چاس پگنے تھے جو بوقت  
 یہ پادشاہ تخت پر بیٹھا ہے سات سو کروہ دام ملک کی آمدنی تھی اور اس کے عہد میں

آٹھ سو کروڑ دام کی آمدنی ہو گئی۔ اسی کروڑ دام کی آمدنی کا ملک نیا فتح ہو کر اس  
 سلطنت میں داخل ہوا۔ اور میں کروڑ دام پہلے ملکوں کی آمدنی میں اضافہ ہوا جب  
 یہ پادشاہ آرام و آسائش کا شیفتہ اور عیش و نشاط کا فریفتہ تھا۔ اور کشمیر خستہ نظر  
 کی سیلور عمدہ عمارتوں کی تعمیر میں سرگرم رہتا تھا۔ ایسا ہی وہ ملکی کے انتظام  
 اور انتظام اور کاروبار سلطنت کی اصلاح اور انصاف میں مستعد تھا۔ اس نے عمدہ وزیر  
 منتخب کئے۔ اور اپنی عقل و راوی کی تدبیروں سے سلطنت کی نظم و نسق میں اور حکومت  
 کے بندوبست میں کسی قسم کے خلل کو دخل دینے دیا۔ بلکہ بہت عمدہ باتیں انتظام  
 ملکی میں اس نے ایجاد کیں۔ ملک کن کی پمائنس جمبندی زر لگان کے واسطے  
 کرائی اور بعد اس کے بندوبست وہ سالہ اس میں جاری کیا۔ لفسٹن صاحب فی خان  
 سے نقل کرتے ہیں کہ اگرچہ اکبر پادشاہ از روئے فیروز مندی اور قانون بنانے کے  
 شہرہ آفاق تھا۔ مگر ملک محاصل کے تخصیص بنظم و نسق اور سلطنت ہر محکمہ کے نظام  
 اور انتظام کی حیثیت سے کوئی پادشاہ ایسا نہیں گذرا جیسا کہ شاہجہان تھا۔ شاہجہان  
 کی عادات ایام جوانی اور شانزدگی میں عام پسند اور دلپذیر تھیں۔ مگر جب سے  
 وہ تخت پر بیٹھا تو اس کا چال چلن نہایت نیک ہو گیا۔ رعایا کے ساتھ اس کا سلوک  
 ایسا تھا جیسا کہ باپ کا اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ جرات دن اس کی خدمت میں حاضر  
 باش رہتے اور نئے شاہانہ سلوک کرتے۔ اور اوپر بالکل اعتبار کرتا۔ اس نے اپنی اولاد کی  
 تربیت میں بڑی کوشش کی۔ اور ان کو مہات عظیم سپرد کرتا رہا۔ کسی ماوی کی طرف  
 بغاوت کا دل میں شہ نہ لاتا۔ اب ہم نے شاہجہان کا بہت حال لکھا۔ اس کا خلا  
 جکا دین میں رکھنا طالب علموں پر فرض ہے نیچے لکھتے ہیں۔

## خلاصہ حال شاہجہان

شاہجہان کے عہد میں اہل سلام کی سلطنت ہندوستان میں اپنی معراج پر پہنچ گئی اور ان صوبوں میں جو اسکے پہلے سے زیر حکومت تھے جو زمانہ امن امان اور آسائش اور آرام کا اسکے عہد میں ہوا وہ کسی اور پادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ راجپوتانہ میں کسی راجہ نے سرکشی نہ کی۔ بلکہ راجپوتوں نے وہ وفاداری اور جانشاری کے کام کئے کہ ہونے مشکل ہیں۔ دربار کی وہ شان و شوکت تھی کہ پہلے کسی کو سیکو نصیب نہیں ہوئی۔ شاہجہان کی جو تعظیم و تکریم سارے ہندوستان میں ہوئی وہ پہلے کسی پادشاہ کی نہیں ہوئی۔ کچھ دنوں اوسنے اپنی بائی ملک کے فتح کر نکارا دہ کیا۔ مگر اوسکو سہمہ جگر چوڑ دیا کہ اوس میں روپیہ کا خرچ کثیر ہے اور حاصل کم ہے۔ اور خونریزی بہت ہے۔ دکن میں فتوحات نمایاں حاصل کیں۔ احمد نگر کی سلطنت کا نام ہی مٹا دیا۔ گولکنڈہ اور بیجاپور کی جو دوریاستیں باقی رہیں وہ بھی باج گزار اور زنا بعد از بنالین۔ گولکنڈہ کی ریاست میر جگہ کی حسن خدمات ہی مطیع ہوئی۔ اور بیجاپور کی ریاست میں پادشاہ ایک نئی بنا پر دعوائے کیا کہ تخت پر کسی جانشین کو بٹھانے کا اختیار پادشاہ کو ہے۔ ضلوع دکن کی پیمائش ہوئی اور بندوبست وہ سالہ جاری ہوا۔ ایک ت پادشاہ کا روبرار سلطنت میں ہمہ تن مصروف رہا۔ آخر کار عیش و عشرت نے اس محنت و جانکامی سے فرصت دلائی۔ اور دماغ میں کچھ ایسا فوڑٹو گیا کہ کاروبار سلطنت کے لائق نہ رہا۔ بیٹوں نے اوس کو مغرول کر دیا۔ اوسکے سب زیر بادیر بھی مر گئے تھے۔ سعد اللہ خان اور علی مردان خان اور افضل خان جنہیں سے ہر ایک لائق تہا زندہ نہ رہا۔

شاہجہان کو سلام کا خیال تہا۔ اول اول حرارت اسلامی سے دوچار کام ایسے کئے

کہ جسے مسلمانوں کا دل خوش ہوا۔ مگر آگے قدم بڑھائیے ڈر گیا۔ مسلمانوں پر ہزنی  
 اور شفقت کرتا۔ مگر سپہنوں کی عداوت نہ رکھتا۔ اس جن انتظام کو دیکھنا چاہئے  
 کہ کوئی نیا خرچ اور محصول عیاں نہ لگایا۔ اور ملک کی آمدنی کو بڑھالیا۔ اس کے  
 اخراجات اور خزانہ کو دیکھ کر نہایت تعجب ہوتا ہے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ کا  
 خرچ تو سالانہ اس کے حبشوں کا تھا۔ دو لاکھ آٹھ ہزار منسوب دار۔ سات ہزار اسی  
 و برق انداز سوار اور چالیس ہزار پیادے تفنگچی و توپ انداز و گولہ انداز۔ دہان  
 اس سپاہ کثیر کی تنخواہ کا دیتا۔ اور وزرا اور امرا کو لاکھوں روپیہ کی تنخواہ۔ سوار  
 اس خرچ سپاہ کے ساٹھ نو کروڑ روپیہ تو اس نے خیرات اور انعام الکرام میں تقسیم  
 کر دیا۔ اور دہائی کروڑ روپیہ عمارات میں خرچ کیا۔ اور دو سو کروڑ روپیہ خزانوں  
 میں چھوڑ گیا۔ اس دولت کا ٹھکانا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسا منظم اور  
 عاقل بادشاہ تھا۔ میں برس سلطنت کی۔ سر شہ برس کے  
 عمر میں تخت سے اتر کر سات برس عزت نشینی کی۔ چوتھ برس کی عمر میں بکھٹراہی  
 اب تخت سلطنت پر پانچ مغل بادشاہ اس طرح بے درپے ہوئے کہ ہر ایک انہیں سے  
 اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ ان پانچوں میں سے ہر ایک بادشاہ میں علاوہ اون خیر  
 کے جو اس خاندان سے مخصوص تھیں ایک صفت خاص ہی تھی۔ یہ سب بادشاہ  
 لائق اولی الغم صاحب حوصلہ مستقل مزاج تھے۔ حکومت اور سلطنت کو لئے جلیق تھے  
 جاسمین وہ اون سب میں موجود نہیں۔ (ان سب میں سہالیوں کو کمتر درجہ کا سمجھا جاتا)  
 وہ اپنی اوضاع اور اطوار میں سید سادہ۔ معاملات میں سچے ایماندار۔ ظلم اور ستم  
 سے کوسوں بہاگئے والے۔ اوصاف اور عدالت کے جانتے والے۔ اور پھر ان سب

خوبیوں سے بڑھ کر اونین یہہ خوبی تھی کہ تعصب بھی نہ تھا۔ وہ کسی مذہب کے کوئی نہ تھے۔ ہندوستان کی سلطنت کے واسطے بادشاہ کا مذہب بلکہ تعصب مع ناصوریات سی کیونکہ یہاں کی رعایا مذہب مختلفہ رکھتی ہے اور اپنے مذہب کی پاسداری بھی بدرجہ غایت ہی کرتی ہے۔ مذہب کے لئے جان و دینی کچھ بات نہ کہتے تھے۔ اپنے پرانے رسم و راج کے سخت پابند نہ تھے۔ مگر اب وہ وقت گیا تھا کہ وہ شانہ وادہ یہاں کی سرداروں کی کرے جسکی ہر ایک بات اپنے خاندان سے نزلی اور انوکھی تھی۔

## ابوالمظفر محی الدین عالمگیر بادشاہ عازی سلیمان شکوہ کا حال

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ داراشکوہ جو وقت اورنگ زیب اگرہ پر لڑ رہا تھا اور وقت اوسکا بیٹا سلیمان شکوہ ایک منتخب سپاہ ساتھ بیٹھ سے چلا آتا تھا۔ جب وہ آباد تین منزل پر گڑھ میں پہنچا تو شاہجہان اور داراشکوہ کے خط اوس پاس پہنچے کہ اس طرح شکست اور نہایت ہوئی تم لشکر سمیت دہلی چلے آؤ۔ اور اوسکے ساتھ جو اور امرا اور اعیان لشکر تھے انکے نام بھی اسی مضمون کے خطوط آئے۔ اس خبر سے اوسکے لشکر کی جمعیت میں پریشانی ہونے لگی۔ اول دن سے راجہ جے سنگ کو بلا کر مشورہ کیا۔ راجہ نے کہا کہ تم کیا تو سپاہ کو ہمراہ لیکر فوراً دہلی چلے جاؤ۔ اور یا آباد اوٹے چلے جاؤ۔ اور وہاں وقت کو منظر ہو۔ یہہ راجہ مثل در راجہ اور اچھو راجہ کے داراشکوہ کا طرفدار تھا۔ اسلئے کہ خیالات مذہبی اوسکے وسیع تھے۔ اور ہندوؤں کے

حق میں اچھے تھے سوارا زین اسحق اس سلطنت ہی کا تھا۔ اسی سبب وہ مرزا  
 شجاع سے لڑنے کو بے تامل چلا گیا۔ مگر اب اورنگ زیب کے ساتھ لڑنے ہوا تو اس سے اس سبب  
 شرم آتی تھی کہ وہ مدقون تک بلخ میں اس کے ساتھ لڑا لیکن میں شریک تھا۔ وہ اس کی  
 ذاتی لیاقتوں اور حکمتوں سے خوب ماہر تھا۔ سوارا کے اس سلطنت کا تخت اس کے پیروں  
 تھا۔ اب راجہ کا اس سے لڑنے کے لیے کیسے قدم اٹھتا غرض اس نے اپنی صلاح اور فلاح اسی  
 میں دیکھی کہ اس پچیس برس کے نوجوان شانہ زادہ کی رفاقت ہی ہاتھ اڑھایا۔ اور عالمگیر  
 کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اب بعد راجہ کو دوسرا لائق سپہ سالار دلیر خان تھا۔ اس سے  
 مرزا نے صلاح اور مشورہ لیا۔ اس نے یہ کہا کہ اب اگر آباداؤ لٹے چلے۔ اور وہاں سے  
 شنا بھان پور آئے۔ اور یہاں پٹھانوں کا لشکر جمع کیجی۔ وہ آپ کے تالیق بہادر خان  
 کا آباد کیا ہوا ہے۔ اگر آپ میری تدبیر پر عمل کئے گا میں آپ کے ساتھ ہوں نہیں میں  
 ہی اپنا رستہ لیتا ہوں۔ شانہ زادہ اس پر ہی راضی ہو گیا۔ مگر راجہ جسے سنگھ نے دلیر خان  
 کو سمجھایا کہ کیوں احمق بنا ہے اور اپنے خاندان کو برباد کرتا ہے میرے ساتھ بادشاہ  
 پاس چل کس جاہل کے ساتھ بے حاصل ہمراہ ہوتا ہے غرض دلیر خان ہی راجہ کے ساتھ  
 چلے گئے۔ اب شانہ زادہ کی سپہا میں اکثر پور کے آدمی تھے۔ انہوں نے بھی اب گہ ہارسن مکیہ کر  
 کہہ کرنا شروع کیا۔ اب فقط اس کا تالیق باقی بیگ جسکو بہادر خان بھی کہتے تھے پایہ  
 افسروں میں باقی رہ گیا۔ اس سے صلاح اور مشورہ ہوا۔ اس نے بھی صلاح دی کہ اگر آباد  
 اٹھ چلے۔ غرض شانہ زادہ اور وہ اور صلاحیت خان بارہ اور چہ ہارسن سوارا کے ساتھ لے کر  
 آباد میں آئے۔ اور سات روز یہاں مقیم رہے۔ اور صلاحین پریشان اور پرانگندہ  
 ہوتی رہیں۔ آخر کو یہ ہٹ کر چاند پور اور ندینہ (نگینہ) ہو کر ہارسن پور کے پاس دریا جمن کو

عبور کر کے پنجاب میں شانہ و جاب پاس چلا جائے۔ قاسم خان بارہ کو یہاں الہ آباد میں  
 منتظم کر جائے اور اہل خیال کو چھوڑ جائے غرض اس صلاح پر عمل ہوا اور کوچ ہوا۔  
 ہر روز اس کی سپاہ میں سے آدمی کم ہونے شروع ہوئے۔ لکھنؤ سے گذر کر کمی پر گنہ  
 ندینہ میں پہونچے۔ وہاں کے کروڑی سی روپیہ زبردستی لے لیا۔ اور اسکو قید کر  
 ساتھ لے لیا۔ وہ بیچارہ سادات بارہ کا سید تھا۔ اب صلاحیت خان ہی مرزا سے جدا  
 ہو گیا۔ اور نگ زیب کو جیسا داراشکوہ کا فکر تھا ایسا سلیمان شکوہ کا خیال تھا۔  
 اوسنے جب اسکا پہلا زادہ سنا تو شائستہ خان اور سردار دلف کے ساتھ سپاہ کو  
 دہلی سے بھیجا کہ وہ ہر دو راہوں کی سدا رہ ہوں۔ اب اس لشکر نے تمام گھاٹوں  
 پر تصرف کر لیا۔ اور کشتیاں ہر طرف اوسطوں لیکے۔ اب جہاں اس شانہ زادہ  
 نے عبور کا قصد کیا وہاں نہ عبور کر سکا۔ ناچار آگے مراد آباد کے پاس سے ہو کر جا  
 میں پہونچا۔ اور زمیندار سری نگو سے پیغام سلام شروع کیا۔ اسی اثنا میں لشکر  
 شاہی ہی برابر چاند کے آگیا۔ اسمین اوسے لڑنے کی کہان تاب تو ان تھی۔ ناچار  
 بہاروں میں ٹکراتا ہوا کانہ نال میں کہ سرحد عداوتی سری نگر کی ہی پہونچا۔ جب  
 سری نگر چار منزل ہا تو راجہ وہاں کا خود آیا۔ اور اوسنے کہا کہ میرے ملک میں یہ قدر  
 لشکر کی گنجائش کہان۔ اگر اس سپاہ کو جھٹ فرمائے تو چند آدمیوں کے ہمراہ میرا  
 سری نگر میں آئے۔ ایشا نہ زادہ مترد ہوا کہ کیا کروں۔ اور ایک حرکت بجا یہ کہ بیٹھا  
 کہ مدینہ کا کروڑی جو ہمراہ قید تھا اوسے مار ڈالا۔ اسکو اسکے آدمیوں نے دیکھا کہ یہاں  
 بہاروں کے چکروں میں کہان پہنچے ہیں بہتر ہے کہ شانہ زادہ کو یہاں سے نہ دیکھا  
 کہ عید النون میں لے چلے جہاں کوئی روک ٹوک نہ کر سکے۔ اسلئے شانہ زادہ کو صلاح دی



کہ راجہ سری نگر کا کہنا ماننا مصالحت اور دورانہ نشی سے بعید بہتر ہے کہ جس آہ آئے  
 میں اسی راہ الہ آباد چلے جائیں۔ کوئی راہ میں مداخلت نہیں ہے۔ اور مرزا شیخ لشکر  
 عظیم لیکر بنگالہ سے اورنگ زیب لڑنے آئے ہیں اور شریک ہو جائیں غرض یہیم وہاں  
 دیکر شانہ اور کوہنہ ندین لائے۔ اور یہاں خود چلتے ہی غرض سات سو سوار اور بائیس  
 باقی رہ گئے تھے۔ اور وہ بھی بہانے کی فکر میں تھے۔ ایشا نوارہ نے دیکھا کہ اس قلیل  
 سپاہ کے ساتھ الہ آباد تک پہنچنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہی۔ اسلئے پہلے سے سری نگر کا  
 قصد کیا۔ چند اسکے رفیق اور دو سو سوار اسکے ساتھ تھے۔ مراد آباد میں قاسم خان  
 تیول دار سو کر بادشاہ کی طرف سے آیا۔ وہ پنجہ جہاز اور اسکے گرفتار کرنے کے لیے ہوا۔  
 اور چاروں طرف اسکے کھڑے لئی لشکر شاہی آن پہنچا۔ غرض اب دو سو سوار بھی  
 ساتھ نہ رہے۔ لاچار سری نگر کے راجہ کپاس بائیس چیمہ آدمیوں سمیت چلا گیا۔ جسے  
 آؤ بھگت ظاہر میں بہت کی۔ مگر حقیقت میں اسکو نظر بند کر لیا۔

### داراشکوہ کا حال اور اورنگ زیب کا تعاقب

اول اورنگ زیب نو داراشکوہ کے تعاقب میں بہادر خان کو روانہ کیا۔ اور بعد اسکے  
 خلیل اللہ خان کو بھیجا۔ اور پھر دہلی میں اپنا بندوبست کر کے خود ۲۳ جولائی  
 ۱۶۵۸ء میں روانہ ہوا۔ اب داراشکوہ کا یہ حال ہے کہ وہ اکبر آباد سے دہلی میں آیا۔ اور

یہاں کے خزانہ پر متصرف ہوا۔ اور کچھ سپاہ یہاں لیکر لاہور میں ۱۷ ایشوال ۱۶۵۸ء کو  
 پہنچا۔ اور تمام قلعے اور عمارات شاہی پر قبضہ کیا۔ اور عزت خان یہاں کھسورہ دار کو  
 پہلے ہی لکھ بھجواتا کہ تو چنانہ کا سر انجام اور لشکر کا انصرام کر رکھے۔ اب لاہور میں ایک  
 خزانہ عظمیٰ ہاتھ آیا۔ فیاضی سے اسکو ٹاننا شروع کیا۔ ہر قوم و قبیلہ کے آدمیوں کو

اپنی سپاہ میں بہرہ کی کرنا شروع کیا۔ مہابت خان صوبہ اراکھل کو خود اسنے اور شاہجہان نے لکھا کہ اعانت کی لئے لشکر روانہ کرو غرض چاروں طرف خطوط روانہ کئے اور زبیداروں کو روپیہ لالچ سے اپنا طہار کیا۔ اس فیاضی سے اسکے راجہ راجروپ زمیندار کو ہستان جموں ہی جو عالمگیر سے ملنے کے لڑے آتا تھا راہ میں داراشکوہ کے طہاروں میں ہو گیا۔ اس ملک کے تمام اطراف میں شاہجہان کے نامے اور فرمان پہنچ گئے کہ داراشکوہ کا ساتھ دو۔ مگر اورنگ زیب نے ان تمام تدبیروں کو بخت نہ ہونے دیا۔ اگر ذرا ہی مہلت داراشکوہ کو مل جاتی تو وہ لاہور میں بادشاہین کر بیٹھ جاتا۔ اب تک اس باس میں سپاہ جمع ہوئی تھی۔ اسنے تمام راجپوتانہ میں راجاؤں کی خدمت میں ہتھالت نامے بھیجے۔ اور اوڈو خان کو چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دریائے ستلج کے کدڑوں پر بھاگا۔ اور جب عالمگیر کے آنکی خبر سنی تو غرت خان کے ساتھ کچھ فوج کو گذر دوسرے روکنے کے لئے روانہ کیا۔ اور سب زیادہ یہ حکمت کی کہ اسنے مرزا شجاع کو اپنی طرف کرنے کی خط ملاطفت آمیز بھیجے۔ اور اسے قول اور قسم اس بات پر دیا کہ جب ملک فتح ہو جائے گا تو ادا ہوا ملک اسپین تقسیم کر لینگے غرض اسکو اس بات پر رضی کیا کہ وہ بنگال سے الہ آباد پر حملہ کرے۔ اور میں یہاں پنجاب میں لڑائی کے لئے آمادہ ہونا ہوں۔ اگرچہ وہ سب فطرتیں اور حکمتیں کرتا تھا۔ مگر اورنگ زیب سی شکست کہا کر اسے لڑتا ہوا نہایت ڈرتا تھا جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ اورنگ زیب کا مرد میدان نہیں ہے تو انہوں نے آنا کافی دینی شروع کی۔ راجہ راجروپ نے جب سنا کہ عالمگیر خود آتا ہے تو وہ بھی علیحدہ ہو گیا۔ عالمگیر کی سپاہ ستلج کے پار آسانی سے اتر گئی۔ تو داراشکوہ نے اسکو دربارِ بیاس پر روکنا چاہا۔ اور اس کام کے واسطے

داؤد خان کو سپاہ کو ساتھ روانہ کیا۔ اوسنے گذرگو بند وال پر آن کر بادشاہ کے لشکر کا حال دریافت کر کے داراشکوہ کو لکھا۔ اوسنے وہاں سے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بہت سے لشکر اور توپخانہ کے ساتھ گذرگو بند وال پر روانہ کیا جب خلیل اللہ خان نے عالمگیر کو لکھا کہ یہاں اعدا کی سپاہ کا اقتدر ہجوم ہو رہا ہے۔ تو اوسنے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان کو سپاہ ساتھ روانہ کر دیا۔ اور صف شکن خان میلش کو بھی اس لشکر میں بھیج دیا۔ اور بہادر خان اور خلیل اللہ خان کو یہ حکم بھیج دیا کہ جب میں نہ آؤں اپنے مقام سے آگے نہ بڑھنا۔ اب داراشکوہ اور نگ زیب کی ان تیاریوں کو دیکھ کر سمجھا کہ مجھے اوسکی ٹکڑیوں میں ٹھائی جائے گی۔ اس لئے اوسنے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بلا لیا۔ اور ۲۹۔ ذیقعد کو لاہور سے ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اور داؤد خان کو حکم دیا کہ تمام کشتیوں کو جلا کر اور غرق کر میرے پاس چلا آئے۔ جب یہ ہر قرہ اور نگ زیب کو پہنچا۔ تو اوسنے حکم دیا کہ درباریاس کا پل بند میں۔ اور لاہور پر قبضہ اور تصرف کریں۔ غرض ۶۔ ذی الحجہ کو دارالسلطنت لاہور پر قبضہ ہو گیا۔ داراشکوہ یہاں سے ایک کروڑ روپیہ اور بہت سا مال سبب لگیا۔ اور یہ اوس کا ارادہ ہوا کہ ملتان ہو کر قذہا چلا جائے۔ مگر اوسنے یہ غلطی کی کہ وہ ملتان کی طرف چلا۔ اگر کابل جاتا تو ضرور افغانوں اور اورنگزیبوں کے ذریعے سے اوسے قذہا میں راہ مل جاتی۔ اب اوسکے حکم سے اوسکے تعاقب میں لاہور سے خلیل اللہ خان اور بہادر خان اور دلیر خان روانہ ہوئے۔ اب بہت سے رفیق داراشکوہ کے جدا ہو کر بادشاہی لشکر سے ملتے جاتے تھے۔

اب بادشاہ نے خیال کیا کہ داراشکوہ کے تعاقب میں اوسکے

آدمیوں سے غفلت ہوئی۔ اسلئے اوسنے خود تعاقب کرنا چاہا۔ اور لاہور کی راہ  
چھوڑی اور ملتان کی جانب روانہ ہوا۔ اور شانہ راہ محمد اعظم کو لاہور روانہ کرڈ  
۲۹۔ تانچ پادشاہ مومن پور میں پہونچا تھا کہ وہاں خبر آئی کہ داراشکوہ ملتان  
میں نہیں ٹھہرا۔ بلکہ وہ بہکری طرف چلا گیا۔ اور چونکہ اوسکے ساتھ تھے اونہیں سے  
بہت سے جدا ہو گئے۔ اور آگے ہی روز بروز اوسکی جمعیت کم ہوتی جاتی ہے۔  
پادشاہ نے صف شکن خان کو اوسکے تعاقب میں دوڑایا کہ اوسکو ملک سے باہر  
کر دے۔ داراشکوہ ملتان میں ۲۵۔ ذی الحجہ کو پہونچا۔ اور یہاں بائیس  
لاکھ روپیہ اوسکو ہاتھ لگا۔ اوسنے سباسباب پناکشتیوں پر لا کر بہکری روانہ  
کیا۔ راہ میں اس سبب کو بہت لٹیرے لوٹنے آئے۔ مگر تو پناجہ سے سب بہک  
۳۔ محرم کو ملتان میں پادشاہ ہی لشکر پہونچا۔ وہاں پادشاہ کا حکم آیا کہ تعاقب  
فوراً روانہ ہو۔ چنانچہ اول صف شکن خان روانہ ہوا۔ اور پھر شیخ مسر روانہ ہوا  
پادشاہ کا ملتان سے لاہور آنا اور لاہور سی دہلی جانا  
جب پادشاہ ملتان میں پہونچا تو مالک شرقی سے براہبر عرض آنی شروع ہوئی  
کہ مرزا شجاع بنگال سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا ہے۔ اس خبر کو سنکر پادشاہ  
ملتان میں پانچ روز رہ کر بارہویں محرم الحرام کو روانہ ہوا۔ اور ۲۴۔ کو لاہور  
پہونچا۔ اور یہاں کا نظم و نسق کو کے شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اور  
۲۳۔ صفر کو یہاں آگیا۔ راجہ جیوت سنگھ والی جوہ پور جو اوزنگ ریب سے  
شکست کھا کر جوہ پور چلا گیا تھا یہاں حاضر تھا۔ اوسکی عفو و تقصیر پادشاہ نے  
کر دی تھی۔ اوسنے ملازمت حاصل کی۔ اب پادشاہ پاس خبر آئی کہ شجاع

پٹنہ سے الہ آباد کی طرف کوچ کیا ہے۔ جب سیکر داراشکوہ سے اُسنے شکست کھائی  
 تہے شجاع کا حال چہانہ تھا۔ اورنگ زیب ہمیشہ اسکو خط عنایت اور مہربانی کے  
 لکھا کرتا تھا۔ جو وقت اکبر آباد میں داراشکوہ کو شکست دیکر وہ آیا۔ اوسوقت شاہجہاں  
 سے ان مضمون کا فرمان جاری کرایا کہ منگیر مع صوبہ بہار و پٹنہ مرزا شجاع کی جائے  
 میں مقرر ہو کر ملک بنگال سے متعلق کئے جائیں۔ مرزا کو ان صوبوں کی ایک عمر سے  
 آشنا تھی۔ محمد میر گرز بردار کو یہ فرمان دیکر مرزا شجاع پاس پہنچا اور یہی  
 بہائی کو لکھا کہ میں اتنے داراشکوہ کے معاملات سے فارغ البال ہوں۔ تم  
 ان ملکوں کے نظم و نسق میں مشغول ہو کر اپنے حال پر قتال کے نقصانات کا خبر دو  
 اور بہرہ میرے پاس آؤ جو کچھ تمہارے مطالبہ و ردعا ہونگے اونکے حصول میں ہی  
 کوشش کروں گا۔ جب محمد میر بنگالہ میں پہنچا۔ اور شجاع کو یہ فرمان دیا۔  
 تو وہ بہائی کا نہایت منت پذیر ہوا۔ اور داراشکوہ کی فرار اور ہزیمت سے کہاں  
 شادمان۔ اور ایک تہنیت نامہ بہائی کو لکھا۔ اور اوسمین اوسکے احسان کی  
 نہایت شکر گزاری ادا کی۔ اور اب اکبر نگر سے کہ حاکم ٹہن بنگالہ کا تھا پٹنہ میں چلا آیا  
 اب جب یہاں آیا اور اُسنے دیکھا کہ بہائی داراشکوہ کے پیچھے بہت دور نکل گیا  
 ہے۔ میدان خالی ہے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ فوج جمع کر کے اول الہ آباد میں چلے۔  
 اور پھر مٹنے تو اکبر آباد پر قبضہ کیجئے۔ شاید اس تیز دہشتی میں سلطنت نصیب جائے  
 غرض وہ پچیس ہزار سوار اور پڑا تو سچانہ لیکر پٹنہ سے چلا اور قلعہ ستاس میں آیا۔  
 یہاں کا قلعہ داررام سنگہ داراشکوہ کا نوکر تھا۔ اُسنے یہ قلعہ مرزا شجاع کو سپرد  
 کر دیا۔ اور یہ عرض کیا کہ جتنے اگے قلعہ میں اون سب نام حکم داراشکوہ کا لکھا ہے کہ

حضور کے حوالہ کریں۔ چنار کے قلعہ دار نے ہی قلعہ حوالہ کیا۔ قاسم خان الہ آباد کے قلعہ دار نے ہی درخواست بھیجی۔ یہاں کے قلعہ پر بھی وہ قابض ہو گیا۔ یہ خبریں سنکر اورنگ زیب نے خط لکھے اور سمجھایا کہ اپنے ارادہ فاسد سی باز آ۔ مگر اس نے نہ سنا۔ تو شاہزادہ محمد سلطان کو لشکر کے ساتھ اس سمت میں روانہ کیا۔ اور پادشاہ اپنے خشن شاہانہ میں شاہجہاں آباد میں مصروف ہوا۔

## مرزا شجاع سی لڑنے کے لئے بادشاہ کا جانا

اب بادشاہ نے دیکھا کہ اگرچہ مین دہلی میں آگیا مہون۔ مگر شجاع اپنے ارادہ سے باز نہیں آیا۔ اسلئے اس نے خود ارادہ کیا۔ اور شکار کہلیتا کہلیتا سوروں پہنچا۔ بادشاہ نے چاہا کہ یہ مہم نذرانہ اوصالح سے ختم ہو جائے اور ستیز اورادین سے کام نہ پڑے۔ اسلئے پہر خط بہائی کو لکھا کہ۔ اس عرصہ میں خبر لئی کہ وہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ ناگزیر پادشاہ نے ۲۲ دسمبر ۱۶۵۹ء کو سوروں سے آگے قدم بڑھایا۔ اور ۲ جنوری ۱۶۵۹ء کو محمد سلطان کے لشکر سے قصبہ کورہ میں چاملا۔ اور شجاع اور اس کے لشکر میں فقط چار کروہ کا فاصلہ رہ گیا۔ معطم خان میر حلقہ بھی خاندیس سے حکم شاہی اس لشکر کے ساتھ آن ملا۔

## اورنگ زیب اور مرزا شجاع کی لڑائی

کورہ میں تین روز پادشاہ کی اقامت پر گزرے تھے کہ ۱۹ کو مرزا شجاع نے اپنا بیجا لڑائی کے ارادہ سے روانہ کیا۔ اور سکے جواب میں پادشاہی توپخانہ بھی روانہ ہوا۔ اور پادشاہ نے سارے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ یہ لشکر نوی نہرا آدمیوں کا تھا۔ مرزا شجاع نے ہی اپنے لشکر کو لڑائی کے لئے کراستہ کیا۔ پادشاہ کا دولت خانہ

کورہ میں آیا۔ مگر وہ چار گھنٹہ ہی دن چڑھے سوار ہوا۔ اور کچھ وہ میں سپہر کو جا کر لشکر کا  
 سے آدھ کوں کے فاصلہ پر اڑا۔ اور سب سپاہ کا انتظام کیا۔ اول واقعہ پچانو میں  
 لڑائی شام تک رہی۔ رات کو مرزا شجاع نے اپنا توپخانہ واپس بلا لیا۔ یہ توپخانہ بلند  
 مقام پر تھا۔ اسلئے اسکی نذر پادشاہی لشکر پر بہت پڑتی تھی۔ اسلئے معظم خان نے  
 اس مقام پر پانا توپخانہ لیجا کر نصب کیا۔ پادشاہ تمام اپنے لشکر کا انتظام کر کے دوتختا  
 کو واپس آیا اور سورہا۔ رات بہر سپاہ کی کمر بندی رہی۔ مگر اس رات کرات میں ایک  
 عجیب غریب سبکا مشورہ برپا ہوا۔ جسے ایک صدر عہد عظیم پادشاہی لشکر کو پہونچا۔ تفصیل  
 اسکی یہ ہے کہ ہم راجہ جیوت کا حال پہلے لکھ آئے کہ پادشاہ اسکی عفو و قصیر کردی تھی۔  
 مگر جن مدارات اور تواضع کا متوقع تھا۔ وہ عالمگیر سے وقوع میں نہ آئیں۔ اسلئے کو ظاہر  
 میں وہ اس لشکر کے ایک حصہ کا سپہ سالار تھا۔ مگر باطن میں وہ ناراض تھا۔ اب اسکو  
 مرزا شجاع سے خط و کتابت شروع کی۔ اور ایک وقت متعین کیا کہ میں ادھر پادشاہی  
 لشکر کو شہا کرتا ہوں۔ آپ ادھر سہو آئے اور لشکر پر حملہ کیجئے۔ ہر طرح دونوں ملکر اس  
 لشکر کو یک قلم غارت کر دیں۔ اگر یہ تہہ بدیرین پڑتین اور دونوں کا اتفاق وقت متعین  
 پر ہو جاتا تو مرزا شجاع فحجاب ہو جاتا۔ مگر اتفاق سے یہ اتفاق نہ ہوا۔ اور پہلے راجہ  
 بڑے بڑے رجوت سواروں کو اور اپنی سپاہ کو لیکر فرار ہوا۔ سر راہ لشکر شہا  
 محمد سلطان کا پڑا۔ اسکو غارت کرنا شروع کیا۔ اور سبب اور اثاثہ اسکا لوٹنا  
 شروع کیا۔ ہر وقت پادشاہی لشکر کی پریشانی کا حال پوچھو کہ کوئی تو اپنی سبب کی  
 فکر حفاظت میں چلا جاتا ہے۔ اور کوئی بے تحاشا بہاگا جاتا ہے۔ اور کوئی دشمن سے  
 جاملتا ہے۔ شاد و نادر کوئی ایسا ہو کہ جو دشمن سے مقابلہ کر نیکی لئے آمادہ ہو رہا ہے۔

وقت بادشاہ اپنی گھڑی سے اوڑھ کر بھاڑ پر سوار ہوا۔ اور نہایت ہتھکڑیاں درمنا تے تھے  
 ہنس ہنس کر اپنی فوج کو سمجھانا شروع کیا۔ اور بیان کیا کہ میں اس ہنگامہ میں بڑا خوش  
 ہوں کہ جبکہ سب تک تمام منافقوں کی خض و خاشاک میں میرا لشکر پاک صاف ہو گیا۔ اور  
 ایک حصہ سپاہ کا تیار کر کے راجہ سولائی کے لئے بھیجا۔ اب راجہ فی دیکھا کہ اسکی حمایت اور  
 اعانت کیوں سڑے مرزا کی طرف صفا برخواست۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام لشکر مجھ ہی پر  
 بل پڑے اور کچل ڈالے۔ اسلئے اوسنے اپنا ہتھکڑیاں۔ اور کہیں گوشہ حافیت میں  
 بیٹھ کر اس جنگ کی بہار دیکھتا رہا۔

باوجودیکہ اس صدقہ نصف لشکر پریشان اور پرانگندہ ہو گیا۔ مگر اورنگ زیب ہمیشہ  
 خدا پر توکل کرنے میں بڑا مستقل تھا۔ وہ ان آیات رحمانی پر کہ **وَمَا الْفِرَارُ إِلَّا مِنَ الْعَذَابِ**  
**أَوَكُم مِّنْ قَبْلِكُمْ غَلَبَتْ فِتْنَةٌ كَشَمِيرَةٍ بَارِذٍ** اللہ

صدق دل سے یقین کرتا تھا۔ جو وقت صبح ہوئی۔ اور شجاع اپنا لشکر لیکر لڑنے آیا۔  
 وہ ہاتھی پر سوار ہو کر لڑنے لگا۔ اول تو چنانہ سے لڑائی شروع ہوئی۔ اور پھر دونوں  
 آپس میں لپٹ گئی۔ اور خوب ہنگامہ کا زار گرم ہوا۔ مرزا شجاع کے لشکر فی بادشاہ کی  
 فوج کے دائیں بازو کو شکست دیکر ہٹا دیا۔ اسے بڑی پریشانی لشکر میں ہوئی۔ اور  
 سب ہی دشمنوں سے جا بے بعد ازان دشمنوں نے فوج کی قلب جہان بادشاہ خود موجود تھا  
 بہت دبا یا۔ کئی دفعہ بادشاہ جان جو کہوں میں پڑا۔ ایک بڑا ہاتھی اوسکے ہاتھی سے  
 آن لپٹا۔ اگر اورنگ زیب کی ہاتھی کو حوضے کا سپاہی گولی مار کر اپنی چالاک اور  
 تیز دستی سے فیلبان کو گولی سے نہ اڑاتا تو بادشاہ سلامت کو ہاتھی سے بچنا دینا پڑتا  
 اور پھر ہاتھی سے اوڑھنا تخت سلطنت سے اترنا ہوجاتا۔ غرض وہ اپنے ہتھکڑیاں سے



بہ خطرناک محل میں غالب آیا۔ اور دشمنوں کی قلب سپاہ کو ایسا دبا کہ دشمنوں کی سپر  
 او کھڑ گئے۔ ایک سو چودہ توپیں اور بیس ہاتھی پادشاہ کے ہاتھ لگے۔ سجدہ شکر اور  
 ادا کیا۔ اور تالاب کچھوہ پر جہان لشکر مرزا شجاع کا مقیم تھا وہ گیا۔ اور اسی روز  
 اپنے بیٹے سلطان محمد کو شجاع کی تعاقب میں روانہ کیا۔ اور ۲۷- کو وہاں کو چک گیا  
 اور معظم خان میر جگہ کو جو مصنوعی قیدی رہا ہو کر اب تک کسی منصب پر نامزد نہ ہوا تھا  
 بہت ہنری بہت ہنر سوار کا منصب یکر سپاہ کثیر کے ساتھ شاندار

محمد سلطان کی اعانت کر لئے روانہ کیا ۶۵۹ ۶۶۰ کو اگرہ میں داخل ہوا۔

### راجہ جہونت سنگھ کا اگرہ میں آنا اور مارٹو اڑ جانا

پادشاہ کو مالک مقبوضہ میں اگرہ ایسا شہر تھا جسکا معرض خطر میں آجانا زیادہ تر سہل تھا  
 چنانچہ اسوقت او سپر سیمہ آفت آئی کہ راجہ جہونت سنگھ پادشاہ کو لشکر کو لوٹ مار کر  
 جب بہا کا اور اسنے دیکھا کہ فتح و ظفر کا انفات پادشاہ کو حال پر ہے۔ تو اسنے  
 مارٹو اڑ کا رستہ لیا۔ اور ہنوز لڑائی کا انجام ہی اچھی طرح نہیں معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ  
 اگرہ پر جبک پڑا۔ یہاں اسکے اختیار میں تھا کہ وہ شاہجہان کو قیدی آزاد کر کے  
 تحت سلطنت پر بٹھاتا۔ غالباً اسوقت اس کام میں خاصہ عام ہی اسکے ساتھ ہو  
 سب کا خیال پادشاہ کو بحال کر نیکی طرف ہتھ رہو گیا تھا کہ شائستہ خان جو پادشاہ کا  
 محافظ تھا ہتھ رنگ آیا تھا کہ زیر کماہی کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر راجہ جہونت سنگھ جو  
 کہ عالمگیر سے مخالفت کا طواں بنا اور سرکشی کو حد غایت تک پہنچانا اپنے تئیں محل  
 خطر میں ڈالنا ہے۔ اسلئے وہ اپنی ریگستانی اور کوہستانی ملک جو وہ پوری چلا گیا  
 جب کہین شائستہ خان کو ہوش ٹھکانے آئی۔ بعد اسکے جب اورنگ زیب گروین

۲۲ فروری ۱۶۵۹ء کو دوس ہزار سپاہِ حبوت سنگھ کی پیچھے بھیجی۔ اس واقعہ کو **راجاوی الاول** ۱۰۶۹ء تک عالمگیر نامہ میں ہوا اور اسکے ہمین لکھا کہ حبوت سنگھ کا جب ارادہ ہوا کہ داراشکوہ سے ملے تو بادشاہ نے منزل گہاٹم پور سی محمد امین خان میجرشی کے ساتھ ہونہار سوار اسکی ہتھیال کے واسطے روانہ کی۔

### قلعہ الہ آباد کا قبضہ میں آنا

جب مرزا شجاع بادشاہ سے ٹرنے آیا تھا تو تم کو یاد ہو گا کہ قاسم خان نے یہ قلعہ اوسکو دیدیا تھا۔ پھر مرزا نے یہ قلعہ بکثرت قاسم خان کو عنایت کیا۔ اور اوسنے سید عبد الحلیل کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خود لشکر لیکر مرزا کے ساتھ بادشاہ سے ٹرنے چلا آیا۔ جب یہاں یہہ ہزمت اور شکست مرزا کو نصیب ہوئی تو وہ اپنی صورت سے بہت جلد قلعہ میں چلا گیا۔ جب مرزا شجاع بہاگ کر یہاں آیا۔ تو زمانہ سازی کر کے اوس سے ملنے لگو گیا۔ مگر قلعہ میں قدم نہ رکھنے دیا۔ اور جب شاہزادہ محمد سلطان اور معظّم خان و مان مرزا شجاع کے تعاقب میں پہنچے۔ تو انکو یہ قلعہ حوالہ کر دیا۔ اور خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خاندوران خان یہاں کا قلعہ مقرر ہوا۔ اسد مرزا شجاع بہاگ کر بنگال میں چلا گیا۔

داراشکوہ کا کجرات میں آنا اور وہاں اوسکو لوگوں کا پادشاہ ماننا

اب داراشکوہ کا حال سنو۔ کہ جب پنجاب میں کوئی تدبیر اوسکی اورنگ زیب کے گرجل سکی۔ نہ پنجاب کے سردار اوسکے ساتھ ہوئے۔ نہ اون خطوں کا کچھ بادشاہ ہوا۔ جو اوسنے راجاؤں کو ہندوستان میں بغاوت برپا کرنے کے لئے خود لکھے۔ اور

باپ کو بہت منت اور زاری کی عرضیاں بھیج کر لکھا ہے۔ تو وہ لاہور سے ملتان گیا۔  
 اور یہاں سے ہی گہر کر بیکر کی طرف روانہ ہوا۔ پادشاہی لشکر صف شکن اور  
 شیخ میر اور افغان لیکر اوسکے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ اب داراشکوہ نے بکمرین  
 ہی قیام نہ کیا۔ دیر سے پار ہو کر سکھر میں چلا گیا۔ اب پادشاہی لشکر کی بھی  
 حصے ہو گئے۔ شیخ میر دیر سے پار ہو کر سکھر کی طرف گیا۔ اور صف شکن خان دیر کے  
 وار بکمر کی جانب چلا۔ تاکہ دونوں طرف سے وار کو شکار کرین۔ شیخ میر سکھر سے  
 بارہ کوس پر پانچویں صف کو پہنچ گیا۔ اور چٹنی کو دھان لشکر کا نزل ہوا۔  
 صف شکن خان تین روز پیشتر سکھر میں پہنچا۔ اور یہاں اوسکو معلوم ہوا کہ  
 داراشکوہ فی پناہ مال سبابہ وار اہل عیال کو قلعہ بکمرین چھوڑا ہے۔ اور دواؤں  
 اور سرداروں نے جو اوسکے عمدہ نوکر تھے اوسے مفارقت اختیار کی ہے۔ اب  
 داراشکوہ کا ارادہ تھا کہ سکھر سے قندھار کو جائے۔ مگر اس سفر میں نہ رفیق رفاقت  
 کے لئے ساتھ تھی نہ خدمت گاروں کی جمعیت باقی تھی۔ نہ بار برداری کے لئے  
 اونٹ وغیرہ موجود تھے۔ سوار اوسکے اوسکی پیاری بی بی ہی اس طرف جانی سے  
 نارضا مند تھی۔ اسلئے وہ ٹھٹھ کی سمت میں چلا۔ صف شکن خان نے نظیر خان کو بیکر  
 میں چھوڑا۔ اور خود سیوستان کی طرف چلا۔ اور یہاں کے قلعہ دار محمد صاحب ترخان  
 نے لکھا کہ داراشکوہ قلعہ سی پانچ کوس پر گیا ہے۔ اوسکا سارا مال سبابہ خزانہ کشتیوں  
 میں لدا جاتا ہے۔ اب ہم جلد و تاکہ اوسکی سردار ہو خان مذکور نے محمد معصوم کو  
 بہت ہتکدہ دیکر روانہ کیا۔ کہ داراشکوہ کی کشتیوں سے آگے نہ کر دیا کہ کنارہ پر  
 مورچے لگائے۔ اور تباہاتوں رات کوچ کر کے اوسکے لشکر سے آگے تین کوس بڑھ گیا

اور کشتیوں کے تہذار میں بیٹھا۔ اور یہ چاہتا تھا کہ دریا سے عبور کر کے دشمنوں سے مقابلہ کرے۔ مگر اوسکی کشتیاں داراشکوہ کی کشتیوں سے پیچھے تھیں اسلئے وہ عبور نہ کر سکا۔ سوار اسکے محمد صالح نے یہ کہہ کر کہ دوسرے طرف دریا میں کونک پانی ہے کشتیاں اوس کنارہ کی طرف ہی عبور نہیں کر سکنگی۔ ضرور اسی طرف جائیں گی۔ اسلئے صف شکن خان نے دریا سے عبور نہ کیا۔ اب دوسرے روز سامنے داراشکوہ کے لشکر کا غبار اڑھتا نظر آیا۔ صف شکن خان اوسکو بیٹھا دیکھ آیا۔ وہ انکھوں کے سامنے نکل گیا۔ اور اپنی کشتیوں کو دوسرے کنارہ کی طرف سلامت کر گیا۔ غرض محمد صالح کی صلاح بدلے بچا دیا۔ اب اوسنے گریوہ سیوستان سے عبور کیا۔ صف شکن خان ہی اسی طرف دیراکے دو منزل واسکے پیچھے گیا۔ کہ دوسری طرف شیخ میران پہونچا۔ اوسے بھی دریا پار اپنے پاس بلالیا۔ اب یہ خبر آئی کہ داراشکوہ ٹھٹھ سے گجرات کی طرف چلا گیا۔ صف شکن خان نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ کہ اتنے میں بادشاہ کا حکم پہونچا کہ اب داراشکوہ کے پیچھے نہ جاؤ حضور میں آؤ غرض جب اس لشکر کے ٹھٹھ سے اوسکا پیچھا چھوڑا تو جان میں جان آئی۔ اور اوسنے یہ سوچا کہ ہوقت گجرات خالی ہے۔ وہاں جا کر قسمت آزمائی کیجے۔ اسلئے اوسنے جھگڑوں اور چول کے راہوں کو طے کیا۔ اور دریا شور کے کنارہ کنارہ نہایت صعب گذار غیر مسلوک راہوں سے وہاں کے زمینداروں کے رستے پوچھتا پوچھتا ملک کچھ میں پہونچا۔ یہاں کے مزیان نے اوسکی بڑی خاطر داری کی۔ اور اپنی بیٹی شانزادہ سپہر شکوہ سے نامزد کی غرض اس ملک میں اوسکو راہ مل گئی۔ اب اوسکے کل فائق تین نہرار رہ گئے۔ اوسکو ساتھ لے گجرات کی راہ کی۔ یہاں کے حاکم شاہ نواز خان نے جسکی ایک بیٹی



راجہ جیونت سنگھ کا پادشاہ سے ملنا اور داراشکوہ سے لڑنا  
 جب اورنگ زیب کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ سب اپنی کامیابی کو بھول گیا۔ اور اسکو  
 بڑا فکر پیدا ہوا۔ وہ یہ سوچا کہ اگر جیونت سنگھ جکی فکر و گجرات سی اجمیر تک پہنچی ہوئی ہے  
 داراشکوہ کا رفیق ہو گیا۔ تو بڑا غضب ہو گا۔ سارے اٹھ سو راجا اور سکا دم بہرنگے پہر  
 معلوم نہیں کیا ہو۔ اسلئے اسنے یہہ چاہا کہ کسی طرح راجہ کو گاتھہ لون۔ وہ عقل اور  
 تدبیر کا پابند تھا غیظ و غضب کا مغلوب نہ تھا۔ ہر وقت وہ راجہ کی اوس دعا اور دعاؤں  
 بھول گیا جو اسے ابھی سہرزد ہوئی تھی۔ بلکہ وہ اپنی حکمت کو اس کشرس کے پہلا فی  
 میں کام میں لایا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اسنے اپنی ہاتھ سے ایک اغرا نامہ  
 وہ خطاب در منصب تحریر کیا جسے پہلے انکار کیا تھا۔ اور اسی سبب راجہ بگڑ گیا تھا۔  
 اور اسپر اور یہ فرید کیا کہ راجہ جے سنگھ اسکے رچوت بھائی سے یہہ اعانت چاہی  
 کہ وہ بھی راجہ جیونت سنگھ کو اسکی جانب سے مطمئن کر دے۔ اور پادشاہ کو نیکنتی  
 جتا کر یہہ اسکو سبھائی کہ جو کوئی شخص یا دشاہ کا مخالف ہو کر داراشکوہ کی ایک بچا  
 مقدمہ میں جان لڑا بیگا۔ وہ جان اور مال کو اپنے خطرہ میں ڈالے گا۔ غرض اس  
 پہلا دون اور پہلا دون راجہ جیونت سنگھ کے دل پر پڑا نہ گیا۔ اور داراشکوہ کی  
 اعانت سے دست کش ہوا مگر بعض مورخ یوں لکھتے ہیں کہ راجہ جے سنگھ نے راجہ  
 جیونت سنگھ پر جو ایک بڑے رتبہ کا راجہ تھا اور راجہ جیونت کا رشتہ مند تھا۔  
 اپنے بھائی برجم کر کے پادشاہ کی نہایت مت اور سماجت کی کڑا س گناہ گار کا  
 معاف ہو جائے۔ پادشاہ نے اسکی خاطر سے درجوست منظور کر لی۔ اور اپنی طرف سے  
 ایک مکتوب لکھا۔ اور ایک معتمدی کے ہاتھ پہنچا۔ اور اس میں وعدہ تمام تقصیرات

معاف کر بیٹھا گیا۔ جبے اجہ کو یہ مژدہ پہنچا تو وہ جو وہ پورے سے میر کی س اجیر کے ارادہ سے  
اگے ایک لشکر جبار لیکر گیا تھا۔ اولٹا چلا آیا۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ راجہ جی سنگھ نے  
پادشاہ کی اسے جہنم سنگھ سے ملنے دیکر اور بھیجا اور پادشاہ کا طرفدار بنالیا۔ غرض کچھ  
ہی ہوا۔ داراشکوہ جب میر تہمین پہنچا۔ اور راجہ آئیکے کچھ آثار نہ نظر آئے تو تردد ہو کر  
اپنے معتد ملازم دوہین چند کوراجپاس بھیجا۔ اور جلد آئیکے تقاضا کیا۔ اور ایسا روضہ  
چاہا۔ وہ جو وہ پورے پہنچے کوس پر راجہ سے ملا۔ اور پیغام دارا کا پہنچایا۔ اوسنے  
یہ جواب دیا کہ ابھی خاطر خواہ جمعیت سپاہ کی نہیں ہوئی۔ داراشکوہ اجیر میں آجائے  
تا کہ سب رجوہتوں کو حال معلوم ہو سکے۔ اور چاروں طرف اقوام رجوہت اوس پاس  
جمع ہو جائیں۔ اور میں ہی چند روز میں لشکر جمع کر کے حاضر ہوتا ہوں۔ اب  
داراشکوہ اجیر میں آیا۔ یہاں کا صوبہ دار تر بیت خان اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتا،  
وہ بہاگ کر پادشاہ پاس چلا گیا۔ داراشکوہ نے اجیر میں پہنچ کر دوہین چند کوراجپاس پر بھیجا  
وہ راجہ سے جو وہ پورے میں کوس دے ملا۔ تو اوسنے دیکھا کلاب راجہ داراشکوہ کے ساتھ  
اتفاق کرنے میں ہست ہو گیا ہے۔ اور وہ اولٹا جو وہ پور کو جاتا ہے اسٹے اوس نے  
وہاں سے اگر داراشکوہ یہ حال کہہ دیا۔ مگر اوسنے بہر خام طبعی سے راجہ پاس شکوہ  
اپنے بیٹے کو پہنچے سواروں کے ساتھ بھیجا۔ راجہ یونہی لیت و لعل اور لطائف میل  
میں اوسے مالتا رہا۔ اور آخر کو یہ جواب دیا کہ میں تن تنہا اور نگ زیب کی قوت کا  
مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور جب تک میں اوسکا شریک نہیں ہو سکتا کہ کسی اور پر راجہ  
سمجھ بھجھا کر اب اپنا شریک کرین۔ غرض داراشکوہ کو جہنم سنگھ کی رفاقت سے  
بالکل ایسی ہو گئی۔ سو وقت اوس پاس چالپس ہزار سپاہ تھی۔ میدان میں لڑا تو ہو

اورنگ زیب ڈرتا تھا۔ اسلئے بہارٹون کو مورچوں اور توپوں کو تو دارانے سد سکند  
بنالیا۔ مگر نصیب سکندر کا سانہ بناسکا +

## دارا کی شکست اور بادشاہ کی فتح

بادشاہ فی جیوت سی گجرات کو حال سنئے ہی تو وہ اگرہ کے اندر ہی نہ داخل ہوا۔ بلکہ اس کے  
پاس آجیمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور آتے پور میں آہنچا۔ اور بہت جلد وہاں جا پہنچا  
جہاں دارا شکوہ موچے جانی اور توپیں لگائی پڑا تھا۔ تین دن تک خوب لڑائی  
جاری رہی۔ اور بادشاہ کی فوج کا نقصان توپوں کی مار سے ہوتا رہا۔ دارا شکوہ  
کی مورچال نہایت مستحکم اور ستوار تھی۔ اور چھ آٹھ تین تہین۔ اسلئے بادشاہی  
افسروں نے یہ سوچا کہ دشمنوں کے مورچوں پر حملہ کر نیسے فتح دشوار حاصل ہونی  
مشکل ہے۔ غرض اس سوچ پر آمین وہ کہ راجہ راجپ کو سہتان جہون کا راجہ  
مع لشکر آہنچا۔ اسکی سپاہ پہاڑی آدمیوں کی تھی۔ وہ کوہ گردی اور گریوہ نور  
میں جیت وچالاک تھی۔ اسکو حکم بادشاہ دیا کہ کوکلہ پہاڑی کے عقب پر حملہ کرے  
غرض سب جگہ مورچوں پر حملہ ہوئے۔ اور تین گھنٹہ تک خوب کہسان لڑائی کا رہا  
مگر راجہ راجپ کو سہتان کے مورچوں کو تہ دیا لاکر دیا۔ اور دلیر خان  
اور شیخ میر نے شاہ نواز خان کو مورچوں کو تباہ کیا۔ اور دارا شکوہ ایک پہاڑی  
پر سے شام تک لڑائی کا ڈھنگ دیکھا کیا۔ کہ جاننا کر کیسے جاتے تھے مورچی موچے  
پر دشمن چہائے جاتے تھے۔ جیوت شاہ نواز خان مارا گیا تو دارا شکوہ تھکڑا کھٹا  
ہوا کہ باوجودیکہ کئی مورچوں پر چہہ سات ہزار آدمی اس کے لڑ رہے تھے۔ مگر اتنے  
ہی مایوس ہو کر بہاگا۔ جب تک بعض سردارین کو اس کے بہاگنے کا حال نہ معلوم ہوا



وہ لڑتے رہے مگر پھر صرف شکنجہ خان کے امان چاہ کر اس کے پاس چلے گئے اب داراشکوہ کے فوج  
جگہ جگہ منتشر اور ہر اگندہ ہو گئی۔ قلعہ اجمیر میں سارے اسکے عمدہ لوگر دن کے اہل و عیال  
اور مال و رہسباب تھے۔ اور بہت سا خزانہ وہاں تھا۔ وہ اون راجپوتوں نے جو اس کے  
پاس جمع ہو گئے تھے خوب لوٹا۔ صرف تھوڑی جو اہرات اور اثرفیان جو عماریوں میں  
اس کے اہل و عیال کے ساتھ تھیں بچ رہیں۔ بہا گئے کیواسطے یہ عاریان ہاتھیوں پر لڑ گئی  
سے پہلے ہی تیار تھیں۔ اور اونٹوں پر کاخانے اور اثرفیان لدی ہوئی جدا کھڑی تھیں  
اسمین مضمود یہ تہا کہ اگر لڑائی کا رنگ بگڑے۔ تو دولت اور اہل و عیال تو بچ جائیں۔  
مگر داراشکوہ رات کو بھاگا تھا اسلئے اندھیر میں اہل و عیال بھی پھیر کر کہیں کے کہیں جا پڑے  
اتھ پر بعد بٹکے ہوئے۔ جو رہسباب و خزانہ اونٹوں پر لدا ہوا ساتھ تھا۔ وہ اون  
محافظوں نے جو ان عماریوں کے ساتھ تھوٹ لیا عرض نہ خزانہ نہ کوئی اور کارخانہ

### اوس تک پہونچا سب لٹنا برابر ہوا۔ داراشکوہ کی مصیبتیں گجرات بہا گئے میں

داراشکوہ آٹھ نوروز میں رات دن برابر چل کر گجرات کے قریب وجار میں مہر تار گرتا پہونچا۔  
پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ۔ موسم گرمی کا۔ خود بے سامان۔ دشمن کے تعاقب کا خطر  
ان سب مصیبتوں پر یہ ایک اور آفت کہ پہاڑوں کو لی اور پہیلن بائے چلا تے تھے  
جب موقع پاتے تھوٹ کھسٹ لیتے تھے۔ جب کوئی اوسکا رفیق جان نثار پیچھے رہا۔ اس  
ہی لوٹ کھسٹ بدن پر کپڑا نہ چھوڑا۔ اور جی میں آئے تو جان سی ہی مار ڈالا۔

### ڈاکٹر بنیر سے ملاقات

اگرچہ اس ملاقات کا حال کسی فارسی کتاب میں نے نہیں دیکھا مگر لفظ سن جس نے

اوسکو اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ اسلئے میں بھی لکھتا ہوں۔ اگرچہ اوسکو بایہ اعتبار سے قطعاً جانتا ہوں  
 کہ داراشکوہ اس مصیبت کے عالم میں چلا جاتا تھا۔ کہ راہ میں اوسکو ایک قافلہ ولی کو جاتا ہوا ملا  
 اوسمین ڈاکٹر برنیر صاحبی تھے۔ داراشکوہ کی بی بی رضی ہو گئی تھی۔ کوئی جراح اور طبیب  
 ساتھ نہ تھا۔ اوسنے ڈاکٹر صاحب کے ملاقات کی۔ اور اپنی بی بی کی تکلیف اور مصیبت  
 کا حال سنایا۔ اس بامروت ڈاکٹر نے قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور تین دن تک داراشکوہ  
 کے ساتھ اس مصیبت کے سفر میں شریک ہوا۔ اب چوتھی روز احمد آباد ایک منزل ہاتھ آیا۔ یہاں  
 یہ خیال تھا کہ وہاں پہنچا کر اس گنبد میں چھ بیٹھینگے۔ اور بہت دنوں کی مصیبتوں  
 اور تکلیفوں کے بعد راحت اور آرام پائینگے۔ آج ایک کاروان سرگرمین اور نہون کے آرام کیا  
 اگرچہ اس سرگرمین کو لیون اور نہون کی آفت سے خاطر جمع ہوئی مگر مکملی قلت  
 اور آدمیوں کی کثرت سے یہ پیش ہوئی۔ کہ ڈاکٹر صاحب در داراشکوہ کی مشورہ میں  
 صرف ایک ٹاٹ کا پردہ حائل تھا چوتھے روز ڈاکٹر صاحب ہلی کو چلتے بنے  
 احمد آباد کے دروازوں کا بند ہونا اور داراشکوہ کا پکڑا جانا  
 سبھی پہ پہنچی کہ آفت گئی مصیبت کیام ہوسر ہو گئی۔ سرت کی گہری آئینگی۔ گروہان فر  
 خیت سے کچھ اور سی ظہور میں آیا۔ گجرات سے حوام اور مکملی داراشکوہ کے ساتھ گئے تھے  
 جب انہوں نے اوسکی شکست اور نہونیت کو دیکھا تو انہوں نے اوسے بالکل قطع تعلق  
 کیا۔ اور وہ اپنی رائے سے متقلب کر کر بادشاہ کو بار ہو گئے۔ اور یہ ہار وہ کر لیا کہ گروہان فر  
 اب گجرات میں اوسے تو دروازے شہر کے بند کر لین اور اوسکو قدم اندر نہ رکھنے  
 دیں۔ سہ دارخان بادشاہ کے ایک قیدی ملازم نے سید جلال بخاری کو کہ داراشکوہ  
 نے اوسکو حاکم گجرات اپنی طرف سے مقرر کیا تھا۔ پکڑ کے مقید کر دیا۔ اور قلعہ کو قحط

مستحکم کیا۔ اور شہر کا سارا بند و بست کر لیا۔ جبے اراشکوہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ  
 دروازے بند ہیں۔ اور وہ شہر کے اندر نہیں جاسکتا تو وہ پرگنہ گرمی میں جوا احمد آباد  
 سے آٹھ کوس پہنچا۔ کانچی کوئی سے درخواست ہتھکٹ کی۔ اس نے یہ مروت کی کہ  
 اسکوہ ملک کچھہ میں پہنچا دیا۔ اور راہ میں گل محمد فوجدار بند رسورت کا ڈھائی سو بند  
 ہمراہ لیکر اسے آن ملا جب کچھہ میں داراشکوہ پہلی دفعہ آیا تھا تو وہاں کے حاکم نے  
 اپنی بیٹی اس کے بیٹے کی ساتھ نامزد کی تھی۔ اور بڑی مہانداری اور آؤ بہت کی تھی  
 مگر اکی دفعہ اس نے کانچی کو بیگانگی سے اور مروت کو بے مروتی سے بدلا۔ داراشکوہ صر  
 دور وزیران بسر کر بلکری طرف چلا۔ دریا سندھ کنارہ پر جب پہنچا۔ تو میواقی زمیندار  
 جوا وسکامت کا رفیق تھا وہ اپنے دوست تشناؤن کو لیکر اس سے جدا ہو گیا۔ اور پاؤٹھا  
 پاس چلا آیا۔ پھر داراشکوہ دریا سندھ کو عبور کر کے چاند خان کی جاگیر میں پہنچا۔ وہ اسے  
 لڑنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور گرفتار کر لیا اور ارادہ کیا۔ داراشکوہ نے لڑ کر اس پر فتح پائی۔  
 مگسیان کی ملک میں گیا۔ اس قوم کے سرخیل مرزا گسی اس سے بڑے خلوص اور  
 خاطر دار می پیش آیا۔ قند ہار یہاں دس بارہ منزل تھا۔ سو اس نے وعدہ کیا کہ  
 میں خود جا کر اور اپنے آدمیوں کو ہمراہ لیکر وہاں پہنچاؤں گا۔ ملک جیون زمیندار  
 داویا وہاں نہر کا تھا۔ شاہجہان نے ایک فداوسکوہا تھی کے پاؤن تلے کچالوانے کا  
 حکم دیا تھا۔ داراشکوہ نے اسے سفارش کر کے اسے بچا دیا تھا۔ اور جان بخشی کا ممنون  
 اور مہمون کیا تھا۔ اس وقت اس کے خط بلاؤ کے پہنچے۔ اس نے مرزا گسی کی بات کو نہ مانا  
 سچ ہے مصرعہ جید راجون اجل آید سوے صیا و رد + وہ بے تکلف اور من  
 چلا آیا۔ اور ملک جیون کو اپنے آئینہ خط لکھا۔ اس نے ایوب خان کو اس کی استقبال

اور ایک منزل آگے خود استقبال کو آیا۔ اور بڑی تعظیم و تواضع سے پیش آیا۔ یہہ بد نصیب  
 اوسکے دل کی دعا سے بخیر تھا۔ اور یہہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ ملعون اپنی محسن کے قید کرنے سے  
 بادشاہ کا تقرب حاصل کیا چاہتا ہے جب وطن اوسکا نہایت قریب ہوا تو اوسکی بیماری  
 بی بی مرگئی اس مصیبت کے وقت وہ بڑی غمخوار اور فریق اوسکی تھی۔ اور وہ اوسکے چچا  
 پرویز کی بیٹی تھی۔ سرتنگ سل کی بلا میں مبتلا تھی۔ اور پھر اس مرض پر نیمہ مصیبتیں پڑیں  
 آخر کو وہ جان دیکر اس دینلے عذاب سے چھوٹ گئی۔ اوسکی نعش کو لیکر وہ ملک جیون  
 کے گھر آیا۔ اس رنج کے ماری وہ اپنے جینی سے بیزار ہو گیا۔ اور سچے ہوش حواس ہی  
 گم ہو گئے۔ اس بد جو اسی کو دیکھنے کہ گل محمد جو اوسکا بڑا جان شاد فریق تھا۔ اور  
 سچا ہی تھا۔ اوسکو ساتھ ستر سواروں کو ساتھ جوڑے ہے فریق شفیق تھے بی بی کی  
 نعش کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ تاکہ وہ اپنی وصیت کی موافق اوسکے پیر شاہ میان  
 کی خانقاہ میں دفن ہو چند خواجہ سر اوسکے ساتھ رہ گئے۔ ابا اوسکا یہہ راہ ہوا  
 کہ یہاں چند روز رہ کر قند ہار کو روانہ ہوں۔ ملک جیون نے یہہ خیال کیا کہ اگر میں اوسکو  
 قند ہار جانے دوں گا تو معلوم نہیں بادشاہ اوسکا کیا حال کرے۔ اسلئے وہ اپنی کارروائی  
 اور مصلحت اوسکے گرفتار کرنے میں سمجھا۔ ۲۹۔ رمضان جب قند ہار کی سمت کو روانہ ہو  
 تو ملک جیون خود ایک منزل ساتھ آیا۔ اور اپنے بہائی اور سپاہ کو ساتھ لایا۔ اور پھر  
 اوسکو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اور یہہ کہہ گیا کہ یہہ سپاہ اور میر بہائی حضور کو قند ہار  
 کی سرحد میں پہنچا دینگے۔ مگر ادھر وہ واپس گیا۔ اور ہر اوسکے بہائی نے دار شکوہ  
 سپہ شکوہ کو گرفتار کر لیا۔ اور راجہ جی سنگھ اور بہادر خان کو جو اوسکے تعاقب میں  
 قریب آہونچے تھے۔ اطلاع دی۔ اور باقر خان حاکم بہار کو اوسکی گرفتاری کا حال لکھا

باترخان نے ملک جیون کا خط بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ بادشاہ کے پاس کیسیون سال کو یہ عرصہ شہت پہنچی۔ ہوت بادشاہ اپنے جلوس کا جشن کر رہا تھا۔ اس نے اس خبر کو اپنے اراکین سلطنت کو سنا دیا۔ مگر کوئی خوشی ظاہری اس کی ظاہر نہ کی +

### داراشکوہ کا دہلی میں آنا اور اس کا ماراجانا

مگر جب داراشکوہ کی گرفتاری کی خبر تحقیق ہو گئی تو چھوٹے بہائی نے بڑی بہائی کے گرفتاری کے شادیانے بجوائے۔ اور اپنے جشن سالگرہ کیام ٹہرائے۔ ۱۵۔ ذیقعد ۱۶۵۹ء کو دونوں باب بیٹھی قیدی پانہر بخیر دہلی میں آئے۔ ۲۰۔ ذیقعد کو حکم صادر ہوا کہ ان دونوں قیدیوں کو ایک ہتھی پر سرکادہ حوضہ میں ٹہرائیں۔ اور نظیر یک چلیہ کو حوضہ کی پیچھے ٹہرائیں۔ اور بہادر خان فوج کے ساتھ اس کے ہمراہ ہو۔ اور اس صورت سے لاہوری دروازہ سے شہر میں داخل ہوں۔ اور جو کون میں بہار دہلی کے بازار و زمین لیجائیں اور وہاں سے خضر آباد میں پہنچائیں۔ اور خواص پورہ کی کسی استحکام عمارت میں قید کرین۔ جبوقت اس حیثیت سے داراشکوہ شہر میں قید ہو اتو لوگ بازاروں میں کھڑے ناز ناز روئے تھے۔ اور غیض و غضب دل اس کے پیچ و تاب کہاتے تھے۔ جوش و خروش کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ برہنہ صاحب ہتھیار باندہ کر بازار میں آئے۔ مگر لوگوں نے صرف ہمدردی اٹھوون کے بہانے اور شور و غل مچانے میں ظاہر کی۔ اور کچھ نہ کیا۔ دوسرے روز ملک جیون کو خطاب بختیار خان کا مرحمت ہوا۔ اور خود بار میں جائیکے اسی شہر میں قدم رکھا کہ ہزاروں آدمی دوکانوں اور کوٹھوں پر کھڑے ہو گئے۔ اور چاروں طرف لعنت بیٹھکار گالی گلوچ کا غل شور ہوا۔ جو تیان ایٹ پتہ خاک مٹی جو کچھ جسکے ہاتھ میں آیا برسلنے لگا۔ عرض یہاں تک نوبت پہنچی کہ دس ہزار فغان جو اس کے ساتھ تھے زخمی ہو کر مارے گئے۔

اگر کو تو ال نہ کرنا تو بختیار خان کی پوری کم نختی آئی۔ اور اسکی بوٹیاں اڑ جا  
غرض یہ ہمدردی ہی لوگوں کی اس کے حق میں اچھی نہ ہوئی۔ جب بادشاہ نے یہ  
فساد کی صورت دیکھی تو علماء کو بلا کر اون لوگوں کی واسطے جنہوں نے بختیار خان کے افغانوں کو  
پاس مال کیا تھا فتویٰ لیا۔ اونہوں نے فتویٰ دیا کہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے جائز ہے۔ اسلئے  
جن لوگوں نے خلیفہ الد کے برخلاف یہ کام کیا ہے او کا قتل کرنا مضائقہ نہیں ہے  
۔ اس فتویٰ سے وہ شہید ہوئے۔ اب داراشکوہ نے اس عالم میں بادشاہ بہائی کو خط  
لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ برادر من بادشاہ من سلامت۔ سلطنت تمہیں اور تمہاری اولاد کو  
مبارک ہو مجھے اسکی کچھ نہیں نہیں رہی۔ فقط ایک گوشہ عافیت اور ایک لونڈی  
خدمت گزار چاہتا ہوں کہ کچھ کہانی لون۔ اور تمہارے دعا کروں۔ اس عجز نامہ کا کیا  
خوب صورت جواب بہائی نے دیا ہے کہ علماء کو بلایا۔ اسکی چند رسالے اور کتابیں جو  
مقالات صوفیہ اور تحقیق کلاما محققین ہندو کی باب میں تصنیف و تالیف کئی تیرے پیش  
کئے۔ اور پوچھا کہ جس مسلمان کا یہ عقاد ہوا اسکے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے۔ اونہوں  
نے کہا کہ ان کے مضامین شرع کے خلاف ہیں جس مسلمان کا یہ عقاد ہوا وہ ملحد ہے اور اسکا  
قتل واجب۔ یہ حجت شرعی قائم کر کے مصرع اگر خون لبغولے بریزی رو بہت + بظاہر  
نہایت افسردگی سے فتویٰ قتل کا جاری کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس مظلوم کا  
قتل قبول نہ کریگا۔ اسلئے ایک سنگدل جو ذاتی دشمنی اس سے رکھتا تھا انتخاب کیا گیا۔  
اسے چند اور ظالموں کے ساتھ قید خانہ میں بھیجا۔ دونوں باپ اس قید خانہ میں  
مسور کی دال بچارہ تھے۔ اکثر سی دال کو زہر کے اندیشہ سے کہا یا کرتے تھے۔ جو قوت  
یہ قاتل سامنے آئی۔ تو اراجاں گیا کہ فرشتے اجل کے آن پہنچے۔ سو وقت ہی خون تمہیں

اپنا رنگ دکھایا کہ ایک چھوٹی سی چھری لیکر وہ دشمنوں کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور جب تک  
 بہت سی ظالم اور سپر اکنز نہ ٹوٹ پڑے وہ ہی نہ گرا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ اور پھر  
 بہت مردہ ہی زندہ کی طرح کوچہ و بازار میں شتم ہوا۔ سر بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ اور زخموں  
 سے پاک صاف ہو کر طشت میں اوسکے رو برور رکھا گیا۔ جب بادشاہ نے خوب پہچان لیا  
 کہ وہ بڑے بہائی ہی کا سر ہے تو راز راز رو لگا۔ اور بہت بچ آمین کلمے کہہ کر فرمایا  
 کہ ہالیوں کے مقبرہ میں اوسے دفن کر دو۔ اور سپر شکوہ کو گوالیار کے قلعہ میں پہنچاؤ  
 دارا شکوہ کی رفاقت جرم میں حضرت سرمد ہی علما رجاہ طلب و رتقرب خواہ کی راہ  
 سے ملحد قرار دے گئی۔ اور شہید ہو۔ شاہجہان آباد میں جامع مسجد کے نیچے اب تک اپنی  
 خوابگاہ میں سوتے ہیں۔ جاہل ہندو مسلمان اب بھی قبلہ و کعبہ بنے ہوئے ہیں +  
 مرزا شجاع کی لڑائیاں شاہزادہ محمد سلطان اور  
 معظّم خان سے

ہم پہلے لکھے ہیں کہ شاہزادہ محمد سلطان اور معظّم خان الہ آباد سے مرزا شجاع کے  
 تعاقب میں سلسلہ جلوس کے ربیع الثانی میں روانہ ہوئے تھے۔ اب ہم اس جہد میں سے  
 آگے سولہ مہینہ تک کا حال جو مرزا شجاع سے متعلق ہے لکھتے ہیں۔ الہ آباد سے وہ بہا  
 قلعہ چار گڈھ میں گیا۔ وہاں تو جہن لاکر بہادر پور میں اڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر بادشاہ  
 کے لشکر کی خبر سن کر ٹہنہ میں نہاگ گیا۔ یہاں اپنے بیٹے زین الدین کی شادی اور فقار  
 کی بیٹی سے بربستی کی۔ ۱۶ جمادی الآخر کو وہ منگیں میں داخل ہوا۔ اس شہر کے ایک  
 طرف گنگا اور دوسری طرف بہاڑ ہے۔ اور پٹھانوں نے اپنی عملداری میں اوسکے  
 آگے ایک فضیل کی چچی۔ کہ وہ ایک طرف دیل سے دوسری طرف بہاڑ سے ملتی تھی

اور گرداؤں کے خندق کھدی ہوئی تھی۔ اب مرزا شجاع نے اس خندق کو گہرا بنانی  
 لگت کیا اور فضیل کی مرمت کی۔ اور تین تین گز کے فاصلہ پر برج بنائے۔ اور مورچے  
 بنائے۔ اور اونپر توپخانے لگائے۔ راجہ بہروز زمیندار گہرے پور اور اسکے ساتھ متفق رہا  
 اور دامن کوہ کے حفاظت اسکے سپرد ہی کیا۔ گزنگری یعنی راج محل کو اسی میدان میں  
 راہ جاتی تھی۔ بنگال کی دار الحکومت مرزا شجاع نے گزنگری کو مقرر کیا تھا۔ منگیر  
 میں مرزا کا ارادہ اقامت کا تھا۔ مگر جب لشکر شاہی آیا۔ تو راجہ بہروز شانہ ارادہ محمد  
 سے جا ملا۔ اور اسکی ہدایت کی موافق لشکر شاہی نے منگیر کو چھوڑ دیا۔ اور وہ پہاڑ  
 سے دائیں طرف دامن کوہ گہرے پور میں آج کل سے گہرا ہوا تھا گیا۔ اور یہ ارادہ کیا  
 کہ مرزا شجاع کے عقب پر حملہ کریں۔ جب اسکو یہ خبر ہوئی تو وہ اہل کو منگیر سے آگے  
 چلا گیا۔ اور لشکر شاہی پٹالہ پور میں منگیر سے بیس کوں پر گیا۔ یہاں سے مغل خان  
 منگیر کے بندوبست کی لئے روانہ ہوا۔ اور شانہ ارادہ یہاں مقیم رہا۔ مرزا شجاع رگپاٹ  
 میں پہونچا۔ وہ مثل منگیر کے پہلے مسیحی کم تھا۔ اور اب مرزا نے اس سے زیادہ تر  
 استوار کیا۔ اور اسکی حفاظت خواجہ کمال زمیندار بیہوم کو سپرد کی۔ اور  
 بیہوم میں اپنے نوکر ہفندیار کو بھیجا کہ وہ لشکر شاہی کا سد راہ ہو۔ مگر خواجہ کمال  
 ہی شانہ ارادہ محمد سلطان سے مل گیا۔ اور یہاں ہی لشکر شاہی نے دائیں طرف  
 پہاڑ سے دامن کوہ میں کوچ کیا۔ ہفندیار نے جب خواجہ کمال کا یہ حال دیکھا  
 تو وہ بھی اولٹا چلا گیا۔

اب لشکر شاہی میں یہ ہنسنا دہرایا ہوا کہ اجمیر سے جھوٹی خبریں راجپوتوں کے  
 پاس آئی تھیں۔ انہوں نے شانہ ارادہ کی طاعت سے قدم باہر اڑھایا تھا۔



اور ۱۶ رجب کو بیرہوم سے دو تین منزل ورے وہ سب علیحدہ ہو گئی۔ جب لشکر شاہی نے بیرہوم سے گزریا۔ تو شجاع وہاں نہ تھا۔ اور سیدہ اکبر نگر میں پندرہ کوس تھا جا پہنچا۔ اور اہل اہ رجب میں وہ یہاں آیا۔ اور اوسط ماہ مذکور میں دریا رنگ سے عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ اور وہ گلدزد و گاچی پر کہ بارہ کوس اکبر نگر سے ہے مخصوص آباد کی طرف جسکو جعفر خان کے زمانہ سے مرشد آباد کہتے ہیں آیا۔ اور وردی خان اور اسکے بیٹے سیف الدخان فی جنگے پاس کچھ آدمی مرزا سے ناراض ہو کر آگئے تھے کچھ بادشاہی آدمی تھے۔ مرزا کے روکنے کا ارادہ کیا۔ وہ یہ خبر سنکر اوٹا اکبر نگر کو گیا۔ اور الہ وردی خان اور اسکے بیٹے کو فریب اور دغا سے بلا کر مار ڈالا اور پھر ۲۱۔ رجب کو دو گاچی سے عبور کر کے باقر پور میں آیا۔ اور سان سے سوتی تک جا بجا مورچے لگائے۔ اور نوارہ اور توپخانے مقرر کئے۔ شانزادہ محمد سلطان اور معظم خان لشکروں کے ساتھ اکبر نگر میں سلخ رجب کو داخل ہوئے۔ اور دو گاچی سے عبور کیا۔ موضع مذکور اور باقر پور کے درمیان ایک زمین مرتفع تھی۔ مرزا شجاع نے اس پر مورچے لگائے اور لشکر شاہی پر توپیں چلائیں۔ معظم خان نے ابن سینا چہین لینے کا قصد کیا۔ اور اس ارادہ سے دریا کے پار لشکر لے گیا۔ جس وقت دشمنوں نے اس لشکر کی شکل دیکھی تو وہ زمین چھوڑ کر بہاگ گئے۔ اور لشکر شاہی نے اس زمین پر قبضہ کر لیا۔ اور مورچے جادئے۔ دو سر روز مرزا شجاع کا لشکر نوارہ میں کشتیوں کے اندر بیٹھ کر آیا۔ اور اس زمین پر گولے برسائے شروع کئے۔ غرض پانی پر آتش کا رزار گرم کی۔ لشکر شاہی نے ہی زمین مرتفع پر سے گولے اور پراسے غرض دور و نزدیک لڑائی رہی۔ بعد ازاں مرزا شجاع کی سبھاہ نے اس میں کئے گئے کاروائی۔



مرزا شجاع اور شانہزادہ محمد سلطان میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ معلوم نہیں کہ چچا کی تحریر نے کیا سحر شانہزادہ پر کیا کہ وہ باپ سے مخالف اور چچا سے موافق ہو گیا۔ باوجودیکہ وہ خود جانتا تھا کہ باپ کی سخت و تاج کا میں ہی وارث ہوں۔ چچا کی بیٹی سے پہلے اس کی نسبت ہو چکی تھی۔ ادھر اس نسبت کی کشش تھی۔ اور ہر معظّم خان سے اس سے بخش تھی۔ پادشاہ نے سپاہ کا کابل اختیار معظّم خان کو دیا تھا۔ شانہزادہ اس کی حکومت سہتے سہتے بہت تنگ ہو گیا تھا۔ سوار اسکے کچھ فتنہ پردازوں نے اس کے دلون کے درمیان کہ درت کا عجارا وٹھایا تھا۔ غرض ۲۷- رمضان ۱۲۵۹ھ کو اپنے چند رفیقوں کو ہمراہ لے کشتی میں بٹھا اور چچا پاس چلا گیا۔ مرزا نے نہایت اس کی تعظیم اور توقیر کی۔ اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر کو استقبال کے لیے بھیجا۔ اور دو کاچی کو ایک نواڑہ روانہ کیا کہ سارا مال اسباب شانہزادہ کا لے آؤ۔ جو وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو شانہزادہ کے لشکر میں کمال ختمال آگیا۔ اس وقت معظّم خان نے کام کیا کہ فوراً شانہزادہ کی لشکر میں آیا۔ اور ہتھیار اس کی دلداری اور خاطر داری کی کہ اس کا انتظام ہو گیا۔ اور مرزا شجاع کا لشکر خود و کاچی پر شانہزادہ محمد سلطان کا اسباب لینے جاتا تھا اور اس کو ہی دفع کر دیا۔ اور اب وہ اس فتنہ ناملا کم کی تابیر تدارک میں مہینہ تن مصروف ہو گیا۔ موسم برسات کا آگیا تھا۔ اسلئے موضع معصوم بازار میں زمین مرتفع تھی اور اگر نگر سے تیس گیسوں تہا برسات کے دن کاٹنے کے لیے چلا گیا۔ اور اگر نگر میں بہت سی امیر چھوڑ گیا۔

پادشاہ کا حکم داؤد خان صوبہ دار بہار کے نام صادر ہوا کہ وہ لشکر لیکر لاندہ جائے۔

غیر رمضان کو وہ روانہ ہوا۔ اور پٹنہ پر گنگا سے عبور کیا۔ موسم برسات کا تھا۔ دریا بھر اور گندک نہایت طبعانی پر تھے۔ اور بعض شعبہ دریا گنگا کے ایسے حائل تھے کہ اون پر

بغیر کشتی اور پل کے عبور ہونا دشوار تھا۔ سوا اس کے ہر جگہ دشمن دستہ رو بیٹھتے ہوئے تھے غرض بہاگل پور تک پہنچتے پہنچتے ایک عرصہ لگ گیا۔ جا بجا لڑنا پڑا۔ اب آگے کو سی و کالہ پانی و مہاندی سدا رہ گئی۔ اسلئے لشکر شاہی قاضی کو برہمن بہاگل پور کے مجاوی متقیم رہا۔ اور برسات ختم ہو گیا منتظر رہا۔ اب مرزا شجاع کا تصرف اکبر نگر پر ہو گیا تھا۔ اسلئے داؤد خان نے بھی دریا کو عبور کر کے اقامت کی۔ ریح الاول کے آخرین مہم برسات کا ختم ہوا۔ اور معظم خان اور مرزا شجاع میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ مرزا نے برسات کاٹنے کی لئے ٹانڈہ میں اقامت اختیار کی تھی۔ اور وہیں لشکر جمع کیا تھا۔ رحمان خان مخاطب رشید خان جو مرزا کی طرف سے جاگیر نگر میں حاکم تھا۔ اس سے معظم خان سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اسلئے مرزا نے زین الدین کو بھیجا کہ اس کا کام تمام کرے۔ غرض مرزا زین الدین نے اس سے فائدہ کر دیا اسے کام تمام کیا۔

### اکبر نگر پر تصرف مرزا شجاع کا

اس شہر کے ایک طرف ایک پہاڑ تھا۔ اور برسات میں وہ تین طرف پانی سے ایسا گہر گیا کہ آدمی اوگھڑے کو چلنے کی لئے راستہ کی کوئی باقی نہ رہی۔ کشتی اور نواڑہ سے وہاں کام چل سکتا تھا۔ مگر کل نواڑہ پر مرزا شجاع قابض تھا۔ اس سبب یہاں لشکر شاہی اذوقہ اور رسد ہاتھ ہی نہایت تنگ تھا۔ بہت سی دواہب اور مرکب تلف ہو گئی۔ غرض یہ حال دیکھ مرزا شجاع نے اکبر نگر پر حملہ کیا۔ لشکر شاہی نے سخت مقابلہ کیا۔ آخر کا مغلوب ہوا۔ اور ذوالفقار خان لشکر لیکر دامن کوہ کی راہ سے مصبوم بازار میں معظم خان سے جا ملا بعض سپاہی لشکر شاہی کے مرزا شجاع سے جا کر مل گئے اور بہت سی خدمتگارانہ زادہ محمد سلطان کے اوس پاس چلے گئے۔ اور ہاتھی ادا کار خانہ

اوسکے ساتھ لیکے۔ مرزا کے لشکر فرایم برسات اکبر نگر میں بسر کئے۔ بعد برسات بادشاہ زادہ  
 محمد سلطان ٹانڈہ میں اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کر کے لشکر کے ساتھ اکبر نگر میں آیا۔ اب  
 مرزا شجاع نے لشکر اکبر سے کیا۔ اور معصوم بازار میں معظم خان سے لڑنے کیواسطے آٹھ ہزار  
 سوار لیکر چلا۔ وہ بھی معصوم بازار سے اوسے مقابلہ کرنے کے لیے چلا۔ اور جب موضع بلکہنہ کے  
 قریب پہنچے۔ یہاں وہ ایک نالہ کے نیچے جو بہاگرتی سی ملتا تھا مقیم ہوا۔ اور اس نالہ کا پل  
 باندھ کر مورچے جمائے۔ اور توپخانے لگائے۔ مرزا شجاع یہہ چاہتا تھا کہ نوارہ سے جدا نہ ہو  
 اسلئے وہ براہ رست جو اکبر نگر سے لشکر شاہی تک چوبیس کس س تھی نہ آیا۔ بلکہ چکر کہا کر دھیندہ  
 میں آیا۔ غرہ بیچ الشافی سلسلہ جلوں کو وہ بلکہنہ میں لشکر شاہی کی قریب وارد ہوا۔  
 بیچ میں نالہ حائل تھا۔ اسلئے توپ و تفنگ سے لڑایا۔ شروع ہوئیں۔ اور آٹھ روز تک  
 یہی ہنگامہ گرم رہا۔ نہ پل کر مارا۔ وتری نہ یہہ اترے۔ لڑائی میں کبھی اوہر کا پلہ بہا رہا  
 ہو جاتا کبھی اوہر کا آخر کار معظم خان فی نالہ سے عبور کر کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ ایک سخت  
 لڑائی ہوئی۔ اور دشمن کے بڑے بڑی نامی سردار ماری گئے۔ بعد ازاں مرزا خود لشکر لیکر  
 معظم خان سے تیسرے پہر لڑنے آیا۔ اور توپ و تفنگ سے لڑائی شروع ہوئی۔ معظم خان نے  
 دشمنوں پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر اس وقت سردار وینن اسپین خود سری اور ناموفق ہو رہی تھی  
 اوسکی فرمانبری نہ کی۔ اس سبب لشکر کا نظام بگڑ گیا۔ شام تک لڑائی رہی۔ پہرات  
 ہو گئی۔ دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ معظم خان نے یہ اپنی لشکر کے افسروں کی خود سری  
 دیکھ کر لڑائی کو التوا میں ڈالا۔ اور اس امر کا منتظر رہا کہ داؤد خان ٹانڈہ میں پہنچ جائے  
 شجاع یہاں خود بخود مل جائے۔ اور دلیہ خان لشکر لیکر اوسکی کمک کر لے جائے  
 نیا لشکر بادشاہ نے اوسکی کمک واسطے بھیجا تھا۔ اسلئے وہ بہاگرتے سے عبور کر کے

مخصوص آباد یعنی مرشد آباد کی طرف چلا۔ جب مرزا شجاع نے بہ صنف لشکر شاہی اور  
معظم خان میں دیکھا۔ تو وہ اس کے تعاقب میں چلا۔ اور دمن کی چال سمجھا گئے نصیر پور  
کو مخصوص آباد سے چہرہ کوس تہا آن پہونچا۔ طرفین سے ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ دس بارہ روز  
مک یہاں ہی لڑائی رہی۔ ۲۱۔ برج الثانی کو دریا سے اور نیکا قصد مرزے مصمم کیا تھا کہ  
یہہ خجور ٹپس آئی کہ داؤد خان مانڈہ پر چاہیچا۔ اب اسکو دومان کا فکر ہوا۔ یہاں سے وہ  
اوس طرف روانہ ہوا۔ معظم خان اوسکے پیچھے پڑا۔ اور راہ میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ مرزا  
دونا پور گیا۔ وہاں سے نہایت اوٹھا گردو کاچی میں پہونچا۔ وہ آگے آگے بادشاہی لشکر  
پیچھے پیچھے چلا جاتا تھا۔ ساری ملک پر بادشاہی آدمیوں کا قبضہ ہوتا جاتا تھا۔

شاہزادہ محمد سلطان کا معظم خان کی لشکر میں آنا اور مرزا شجاع  
کا خالمتہ

برسات کی وجہ جتنی لڑائیاں ہوئیں اونہیں یہہ شاہزادہ حجاز کے ساتھ تھا۔ اب وہ مانڈہ میں  
اپنی بی بی کی عیادت کو آیا تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ اپنی کسے سی کشمیاں ہوا۔ جیسا کہ معظم خان  
کے ساتھ رہنے سے ناخوش تھا۔ ایسا ہی وہ اب مرزا شجاع کی معیت سے تنگ تھا۔ کیا اوس  
یہہ دیکھا کہ چچا جان کی شجاعت کچھ کام نہیں کرتی۔ اوسکے ساتھ رہنے میں سواوند  
کے کچھ اور نہیں حاصل ہوگا۔ یا وہ خود ہی تلون مزاج تہا غرض اوسنے خفیہ خط و کتابت  
اکبر نگر کے حاکم اسلام خان شروع کی۔ اوسے ۲۷۔ جوفری ۱۶۶۲۔ کو شکار کا بہانہ کر سواوند  
دریا کے کنارہ پر پہونچا۔ یہاں کشتی میں خود اور گیارہ رفیقوں اور ملازموں اور سہ باب کو  
چاکر کشتیوں میں سوار کر کے گزر مانڈہ سے عبور کر کے دیکھی میں پہونچا۔ یہاں اسلام خان  
استقبال کے لئے لشکر کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ مرزا شجاع کے آدمی یہی اوسکے تعاقب میں آئے

مگر جب یہاں یہ لشکر شاہی دیکھا تو وہ اولٹے پہر گئے +

مرزا شجاع فی حب یہہ دیکھا تو اسنے اپنے بیٹے ملنڈ اختر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں دریا پایاب ہو  
ہوں وہاں مورچے باندھ کر لشکر شاہی کو نہ اترنے دی اور وہ خود فوج لیکر داؤد خان کے  
لشکر کے برابر آیا۔ اب ٹانڈہ میں مرزا شجاع لشکر کا ہجوم تھا۔ وہاں معظم خان فی لشکر بھا  
اور جگہ گھاٹ کی قریب سخت لڑائی ہوئی مرزا کو نہریت ہوئی۔ وہ ٹانڈہ بہاگ کر آیا۔ یہاں  
اہل و عیال و مال برباب لیکر جہاں گئے۔ وہاں ہی معظم خان فی اسکا چچا نے چھوڑا۔  
اب شجاع میں کچھ دم نہ رہا۔ بڑے بڑے سردار اسکی معظم خان سے جا ملے۔

۴ شہر رمضان ستلہ جلوس کو وہ زین الدین اور ملنڈ اختر اور زین العابدین اپنے بیٹوں  
اور چند ہر اسوں کو ساتھ لیکر راجہ اراکان کی حمایت میں چلا گیا۔ آگے کچھ حال نہیں  
معلوم ہوتا کہ کیا او سپر گذر۔ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ راجہ اراکان نے شجاع کو اپنے ملک سے دعا و قرب  
سے نہ نکلنے دیا۔ اور مزار نے وہاں کے مسلمانوں سے سازش کر کے راجہ کی ادکھاڑنے کسی  
طرح ڈالی تھی۔ اب بڑی جہاں میں یہہ معلوم ہوتا کہ مرزا شجاع اور اسکی اولاد کو وہ گنگسنگی  
فصیب ہوئی کہ جسکی بازیافت نہ ہوئی۔ بنگالہ کی سپاہ کی پریشانی سنکر بادشاہ فی ارادہ  
بنگالہ کا گیا۔ راہ ہی میں تہا کہ قح اور ظفر اور شانہ ارادہ کی چل آنے کی خبر سن لی۔ اسلئے  
فسخ غنیمت کیا۔ شانہ ارادہ محمد سلطان مقید ہو کر یاب پاس آیا۔ اور سلیم گدہ میں مقید کیا گیا۔  
**سلیمان شکوہ کا مقید ہونا**

بہت دنوں تک بادشاہ کو بہائی شجاع کے معاملات میں تردد رہا مگر اب وہ دفع دفع ہو گیا  
اب سلیمان شکوہ کی طرف توجہ ہوئی۔ تم کو یاد ہو گا کہ ہم پہلے لکھتے ہیں کہ وہ راجہ  
سری نگر کی حمایت میں تھا۔ اول بادشاہ فی اسے دھمکایا اور ڈرایا۔ اسنے اپنی عزت کی

خیال سے یا کسی اور سب سے یوں ہی اوسنے نہ مانتا تو لشکر کو ادھر چڑھایا غرض جب راجہ گیا  
 کہ سلیمان شکوہ کی حمایت ہی کچھ حاصل نہیں ہے۔ تو اوسے راجہ جی سنگھ کی معرفت اپنی  
 عفو تقصیر کی درخواست بادشاہ سے کی۔ اس راجہ کی سفارش کا بادشاہ کو بڑا خیال تھا۔  
 اور وہ ہندوؤں کے ساتھ عہد و پیمان ہو گا بڑا وسیلہ تھا۔ غرض بادشاہ نے اس راجہ کو کہنے کی  
 اوسکا قصور معاف کر دیا۔ راجہ جی سنگھ کا بیٹا کنور رام سنگھ ۱۹۔ بروج الثانی کو سری نگر  
 روانہ ہوا۔ اب وہاں کے راجہ پر تہی سنگھ نے اپنے آدمیوں کو روانہ کیا کہ سلیمان شکوہ جہاں  
 اوسے لے آؤ جبے اجر کا آدمی اوس پاس پہنچے تو وہ مقابلہ سے پیش آیا۔ ۱۰۔ محمد شاہ کو  
 اوسکا اور کئی سہرا ہی اوسکے کام آئے۔ غرض وہ پانچویں جادی لاولی کو گرفتار ہو کر  
 کنور رام سنگھ کی حوالہ کیا گیا۔ ساتویں کو یہ خبر بادشاہ پاس پہنچی جسے ہتھیے کی گرفتاری  
 پر شادیانے بھجوائے۔ اور اگر کو وہ دارالخلافہ شاہجہان آباد میں آیا۔ بادشاہ نے اوسے  
 جان کی امان دیکر شانہ زادہ محمد سلطان کے ساتھ سلیم گٹھ میں قید کر دیا۔ بعد ازاں دونوں کو  
 گوالیار کے قلعہ میں روانہ کر دیا۔ تاکہ سب عیمان سلطنت ایک جگہ قید رہیں۔ یہہ ایک  
 عجیب بات ہے کہ لفسٹن جھٹانے جہاں جہاں یہہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے کسی ہندو کو  
 سے راجہ جے سنگھ کی معرفت صلح چاہی یا کوئی اور کام نکالنا چاہا۔ وہاں اوسکے برخلاف  
 فارسی تانچون میں یہہ لکھا ہے کہ اوس ہندو راجہ نے اپنی تقصیرات کی۔ سانی راجہ  
 جے سنگھ کی معرفت چاہی ۛ

### مراد کا قید میں مارا جانا

بڑے دو بہائیوں اور بعض ستچون کا حال ہم سے سن چکے۔ اب جھوٹے بہائی مرزا مراد کا  
 حال سنو کہ وہ گوالیار کے قلعہ میں قید تھا۔ فیصلہ بر سے سی لٹاکر قلعہ سے ہاگتا چاہتا تھا



مگر وہ اپنی ایک مشفقہ ہندی نر از سے جیب خشت ہونے لگا۔ تو اس نے ایسا پکار پکار کر  
 رونا شروع کیا کہ پہرہ والے اس کے ارادہ سے واقف ہو گئے۔ اور وہ اپنی مراد سے نامور  
 اورنگ زیب اب یہ سوچا کہ جب تک یہ بہائی زندہ ہے تب تک اپنی خیریت و سلامتی  
<sup>سنبھالنے</sup> بخیر ہے۔ اس نے قتل کے لئے یہ سامان تیار کیا کہ جب مراؤ بخش گجرات میں حاکم تھا  
 - اور ایک ملازم پر سازش کا شبہ ہوا۔ اظہارِ روئے وقت اس نے بہت گستاخی کی تو  
 اس نے اسے قتل کروا ڈالا تھا۔ اس کے بیٹے کو سمجھا بھجھا کر دعویٰ بنایا۔ اور پادشاہ  
 عدالت نے قابل پر قتل کا فتویٰ دیا۔ پادشاہ نے اپنے ناشاد نامراد بہائی کو قصاص کا  
 حکم سنایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں مرے نہیں ڈرتا۔ مگر میں جس وقت قتل کا حکم دیا تھا  
 تو میں ایسا حاکم تھا کہ ایسے حکم کا مجاز تھا۔ اور تم نے ہی مجھ کو پادشاہ مان رکھا تھا  
 - ایسی صورت میں حاکم پر کسی شرع اور قانون میں قصاص کرنا نہیں آیا۔ مگر  
 پادشاہ کی عدالت میں یہ عذر نامسموع ہوا۔ اور وہ نامراد نوجوان مارا گیا +

راجہ کرن بہورتیہ کی سرکوبی کیو سہی لشکر کا بھیجا جانا  
 شاہجہان کی بیماری کی حالت میں پادشاہ کے حکم سے بہت سا لشکر بھیجا پور کی مہم  
 سے اپنے ساتھ داراشکوہ کی حمایت کے لئے یہ راجہ عالمگیر کے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ اور  
 بے رخصت اپنی وطن بیکانیر چلا گیا تھا۔ اب اورنگ زیب پادشاہ ہونے پر بھی اس کا  
 خوف اور سہرا سبب غالب تھا کہ وہ پادشاہ کی خدمت میں نہیں حاضر ہوتا تھا۔ جب  
 فرمان حاضر ہونیکے واسطے گئے تو یہ نہیں چیلے اور عذر کی عرضیاں بھیجیں۔ اب پادشاہ  
 نے امیر خان کے ساتھ ایک لشکر نو ہزار آدمیوں کا اس کی تادیب کے واسطے روانہ فرمایا  
 ۱۶۶۱ء کو روانہ کیا۔ کیونکہ راجہ کرن کا بیٹا اس مہم میں پادشاہ کے ساتھ تھا

اوسکو باپ ہی تعلق نہ تھا غرض جیامیخان لشکر لیکر بیکانیر کے نزدیک پہونچا۔ تو راؤ  
کرن سنگھ خواب غفلت ہی بیدار ہوا اور وہ امیر خان کے پاس چلا آیا۔ اور اوسکو اپنا  
شفیع غفور جبرائیم کے لئے پادشاہ کے ہاں بنالیا اور سکودہ لیکر پادشاہ کے روبرو لایا۔  
۸ ربیع الثانی ۱۰۳۸ء کو وہ پادشاہ کی خدمت میں مع اپنے دو بیٹوں انوپ سنگھ اور  
پدم سنگھ کے حاضر ہوا۔ پادشاہ فریاد سنا قصور معاف کر دیا۔

### فتح کوچ بہار و ملک آسام

آخر سال ۱۰۳۸ء میں شاہجہان کی بیماری کے سبب تمام ملک میں فتنہ برپا ہو گیا۔  
چنانچہ پیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے ترد اختیار کیا۔ اور پادشاہی ملک کام روپ پر  
مصرف ہوا۔ اسوقت ملک آسام میں کدیریا و برہم پور کے کنارہ پر واقع ہے۔ اور ایسی  
بہارٹوں سے گہرا مواب ہے جسپر جنگل کے جنگل کھڑے ہیں۔ راجدھن سنگھ راجتھل  
اوسنے ہی ملک کام روپ کی فتح کا قصد کیا۔ اور خشکی کی راہ سے ایک لشکر کشیز بھیج دیا۔  
شجاع کی بے تظاہر مہم آسامیوں کا تسلط جہانگیر نے دیکھ کر ڈھاکہ کے قریب تک ملک پر  
ہو گیا۔ اب معظم خان کی اہتمام سے ملک بنگال میں انتظام ہوا۔ تو پادشاہ فریاد اپنے قومی بازو  
اور دانشمند وزیر معظم خان کو ان دونوں مہموں کا اصرام سپرد کیا۔ وہ ۱۸ ربیع الاول  
۱۰۳۸ء جلوس فقیر پور سے روانہ ہوا۔ ۲۷ کوچ بہار کو فتح کیا۔ اور عالمگیر نگر اور سکاناتم  
۱۰۳۸ء کو وہ ملک آسام کی تسخیر کا ارادہ ہی چلا۔ اور گھوڑہ گھاٹ کی راہ سے اوس  
ملک میں پہونچا۔ اور پانچ مہینہ تک لڑکر ۱۲ مارچ ۱۰۳۸ء میں کہرگانوہ دارالسلطنت  
ملک آسام کو نہایت درد انگیزی اور دلاوری سے فتح کیا۔ اور بہت ہساب لوٹا۔ پادشاہ کو  
ایک عوض دشت بھیجیں اور سب سے بڑی فتح کا حال لکھا۔ اور یہ بیان کیا



اور اسے خوف اور اندیشہ دانگیز تھا۔ اس کے مرنے سے ان فکروں کو نجات ہوئی۔  
 مگر ایک آفت اور سپر ایسی آئی جس سے حیات مستعار اور سلطنت ناپائدار کی حقیقت  
 اور سپر کھل گئی۔ تفصیل میں اجال کی یہ کہ رمضان کی مہینہ میں لوہین خوب  
 چلتی تھیں اور دن بڑی بڑے تھے۔ ان ایام میں بادشاہ فیروزے رکھی۔ بخارا و تاجک  
 اور عبادات اور ریاضات کی تکلیف شاقہ اڑھائی۔ اسلئے عید کردن سے ہی  
 طبیعت بی مزہ ہونی شروع ہوئی۔ تین دن تک تو بادشاہ جشن کے جلسوں میں مصروف  
 تھیں۔ تیسری دن تپ کی شدت ہوئی۔ جشن کا سارا سامان اڑھادیا گیا۔ اٹھک بادشاہ  
 کی ضد کہلوائی غرض اس خون نکلنے اور تپ کی شدت سے زندگی کے لالے ٹگ گئے۔  
 چہرہ کارنگ اڑ گیا۔ ہاتھ پاؤں سے طاقت طاق ہوئی۔ بادشاہ کی اس حالت  
 سلطنت جدید اسکے لرزے لگے اور مملکت فتنہ سے ڈرنے لگے۔ یہاں بادشاہ کی چہرہ  
 بیماری سے ہوائیان اور سی تھیں اور یاروں نے یہ ہوائیان اور کہی تھیں کہ  
 راجہ جو نت سنگہ شاہجہان کو تخت سلطنت پر بٹھانے آئے ہے اور مہابت خان حاکم  
 کابل ہی اس غرض سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ سلطنت میں سانشین نونی لکین  
 کسی کو خیال ہو کہ شاہجہان کو بادشاہ بنائے۔ کوئی سوچا کہ شانہزادہ معظم شاہ کو  
 تخت سلطنت پر بٹھائے۔ کیسینی یہ فکر کی کہ شانہزادہ اکبر شاہ کی سربراہ شاہی کہئے  
 مگر بادشاہ کے ہتھکڑیاں اور صبر و استقامت اور بیعت کسی فتنہ کو نہ اڑھنے دیا۔ باوجود  
 کمال فحیر حال و رشتہ دارانہ فقط امن امان کے واسطے وہ روزیہا کرتا۔ اور سلام مجرا  
 اپنے ملازمین کا لیتا۔ نماز جمعہ میں ہی شریک ہوتا۔ اس حال میں ہتھ سوال کو  
 شانہزادہ محمد معظم کے ولیعہد ہونے کی سب ملامت ادا کی گئیں۔ کچھ تخفیف مزاج مقدس میں

ہوئی تھی کہ بہر مرض فرمود کیا۔ اور ایسی نوبت پہنچی کہ زبان سیات کرنی مشکل تھی۔ کئی جموں کی نماز میں وہ شریک ہو سکا۔ خواہ گاہ سے ہی باہر نہ آیا۔ مگر باوجود اس ضعف اور قہارت کے اعراض پر اپنی بات ہی حکم لکھتا۔ اور روشن آرا بیگم اپنے بہن کے مہر شاہی کو سکا کر اپنے پاس کہہ لیا۔ کہ کوئی کچھ فریب و جبل نہ کر سکے۔ اور کوئی حکم بغیر اس کی مرضی کے نہ جاری ہو سکے۔ غرض اس مرض کی حالت میں پادشاہ فیوہ اپنا ثبات اور سکون دکھایا کہ ہوشمند تعجب کے تھے۔ اور ذلیقہ کو اداس کو صحت ہوئی اور اس کی بڑی خوشیاں ہوئیں۔ روشن آرا بیگم نے بہائی کی صحت کا جشن محل میں کیا۔ پادشاہ نے پچاس عورتوں کو خلعت عنایت کیا۔ آٹھ سات مہینہ بعد پادشاہ پنجاب کی سیر کو گیا۔

## دکن کے فسادوں کا بیان

یہاں پادشاہ شمال میں سپہر تماشے میں مصروف تھا۔ وہاں دکن میں کچھ اور ہی نیا تاشا مرتھے دکھائی دیتے تھے۔ اس قوم کا عروج عہد عالمگیری کے خصوصیات کے واسطے ہم اول حال اس قوم کا لکھتے ہیں۔

## مرٹھوں کی ملک کا بیان

دکن کے جزا فیہ میں ہم نے مہاراشٹر بیان کیا ہے۔ وہی مرٹھوں کا گہر ہے۔ اور اس کی حدود اربعہ یہ ہیں مغرب میں بحر ہند۔ شمال میں بت پڑی کے پہاڑ۔ قوم دود سے مانکت۔ یہی دریا اس کے مشرقی حدوداں بت بناتا ہے جہاں دریا وارد ہونے کے مشرقی حد سے شروع ہوتا ہے۔ اور مانک روک مہور پر ختم ہوتی ہے۔ اور پٹنار اور سکو تلنگانہ سے جدا کرتی ہے۔ کشنا اور مال پورہ اس کی جنوبی حدیں ہیں مہاراشٹر کا قریب

ایک لاکھ میل تخمینہ ہوا ہے۔ اس ملک کی عظیم الشان لاشانی مغربی گہاٹ میں خشکو کوہ پہا  
 بہی کہتے ہیں۔ اور وہ اس کی جنوبی حدود سے پڑے تک پہنچتی ہیں۔ اور اس کی سب سے  
 ملک کی تین حصے ہو گئے ہیں۔ ایک کاکلن جو پہاڑوں اور سمندر درمیان واقع ہے  
 دوسرا گہاٹ یعنی خود پہاڑی کے ضلع جین سے اکثر بہت عریض ہیں تیسری  
 یعنی زمین مرتفع جو سلسلہ کوہ تبتان سپادی کی مشرق کی طرف ہے کل مہاراشٹر کا ملک  
 کوہستانی ہے۔ کہیں زیادہ پہاڑ ہیں کہیں کم۔ اور چار سلسلے پہاڑوں کے متقاطع اس  
 زمین مرتفع میں واقع ہیں یعنی ایک چاندور سے خشکو اب شمالی گہاٹ کہتے ہیں۔ دوسرا  
 سلسلہ احمد نگر جو پونا کے نیچے واقع ہے۔ تیسرا خوب میں مہادیو کے پہاڑ متصل تارا  
 جس کو زیادہ مفصل حال اس ملک دیکھنا منظور ہو وہ ہمارے جغرافیہ میں دیکھئے۔ غرض اس  
 بیان سے یہ ہے کہ یہ ملک پہاڑوں اور جنگلوں اور چھاڑیوں اور ندی نالوں کے  
 سب سے نہایت دشوار گزار ہے۔

### مرہٹوں کی قومیت کا بیان

مہاراشٹر میں زیادہ تر مہذورتے تھے۔ گو وہاں مسلمانوں کی بہت سی مسلمان اور او  
 قومیں بسائی تھیں۔ کل پہاڑوں میں غلامی اور شمالی پہاڑوں علی الخصوص  
 بہیل و رکولی اور اموی قومیں جو یہاں کی اصلی قدیمی باشندہ ہیں آباد تھیں۔  
 اس ملک میں ہر قسم کے لوگ رہتے تھے۔ مرہٹوں کے برعکس کو جو پڑ کر اور قوموں کے  
 بزرگوں کو بھی پیر و مرشد بنانا اختیار کیا تھا۔ بعض اوقات کوئی مسلمان پیر اور مرشد  
 مسلمان بنادی اور شہوا ہوتا تھا۔ کوئی قوم ایسی تھی جس کا کوئی نہ کوئی آدمی مرہٹوں  
 کا پیر مرشد نہ ہو چونکہ ہندوؤں کی ان چتر لون کو یہ یہ دھوئے ہے کہ ہم مائے پٹھی ہی

سپاہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور خدائے یہ کام ہماری ہی النسل سے مخصوص کیا ہے۔  
 اسلئے مرثون بن جعفر قریہامیون کا ہوا۔ اور نے رجوت نہونیکا دعوئے کیا اور  
 اسلئے اونہون نے اپنی عورتوں کو مسلمانوں اور رجوتوں کی طرح پردہ میں بٹھایا۔  
 اب ہم یہاں یہ نہیں بیان کرتے کہ اسکا یہ دعوہ صحیح ہے یا نہیں۔ مگر ہم یہ جانتی ہیں  
 کہ وہ رجوتوں کی طرح کابل نہیں تھے۔ رجوتوں کی عادت تھی کہ جب تک دلی بیعتی پر  
 نوبت نہیں پہنچتی وہ ہاتھ پر نہیں ہلاتے۔ برخلاف مرثون کے کہ وہ اپنے مطلب اور  
 عرض حاصل کرنے کیلئے جان جو کہہوں میں پڑ جاتے ہیں۔ فقط عزت ہی کے لئے نہیں کرتے  
 بلکہ اپنے طلب و غرض کے لئے ہی ہاتھ پر ہلاتے ہیں جو رجوت مثل سے مثل ہوگا  
 اور میں کوئی نہ کوئی بات اشرف اور بل مناسبت کی پائی جائیگی۔ مگر مرثہ جو بھول  
 سے بھول ہوگا اور میں ضرور کوئی نہ کوئی حاجی ہے اور ناشائستگی کی بات دکھائی دیگی  
 ۔ اور او نہیں ہتھ رفق ہے کہ اگر یہہ دو کو کسی کے دشمن ہو جائیں تو راجوت دانا اور  
 مرثہ ہیت نکل اور نا خدا ترن دشمن سمجھا جائیگا۔ اول دل مسلمان نے مرثون کو  
 پائل اور دیس لکھہ اور دیس پانڈی وغیرہ عہدوں پر مقرر کیا یعنی ضلع کی کارکنوں  
 میں او نہیں مقرر کیا۔ پہرا احمد انگر اور بیجا پور کی ریاستوں میں رسالہ دار اور جامعہ دار  
 ہونے لگے۔ سرہوین حدی میں جب بیجا پور والوں نے دکن والوں کو فوج میں بہرتی  
 کرنا شروع کیا ہے تو بہت مرثون کو نوکر کر کہا۔ اور اول دل دے دے اسنے کام غمی قلعہ  
 کے چوکی پرہ وغیرہ کے انکو دے۔ اور جب یہہ معلوم ہوا کہ انکو عہہ سوار ہونیکا ہی کیا  
 ہے تو وہ بیجا پور اور احمد انگر کی ریاستوں میں جنگی سوار نہیں داخل ہونے لگے۔ اور نہ  
 کچہہ اور نہیں گولندہ کی ریاست میں ہی نوکر ہونے لگے۔ سو کہوین صد کے آغاز تک بہت

ذکر اہل اسلام کی تاریخ میں آیا ہے۔ مگر ملک غبر کے عہد حکومت میں اونکا ذکر عزت اور آبرو کے ساتھ ہوا۔ اور بعد ازاں اونکا ذکر اور بیان تاریخ دکن کا ایک جزو اعظم بن گیا۔

## خاندان بہو سلا کا بیان

اجملہ انگریز ریاست میں ملک غبر کے امینوں میں مالوجی نام ایک سردار تھا۔ اور خاندان اوسکا معزز اور ممتاز گنا جاتا تھا۔ اور وہ بہو سلا کے نام میں مشہور و معروف تھا۔ اور چند خود اس پر سوار وں ملک غبر کا لازم تھا۔ لوگ جی جادو اور وہی ملک غبر کا لازم تھا۔ مگر وہ بڑا نامی گرامی سردار احمد انگریز ریاست کا تھا۔ اور اس سلطنت میں دہ ہزاری کا منصب کہتا تھا۔ اور وہ مالوجی کی نسبت ذات میں اونچا لگتا جاتا تھا۔ شاہجہان اوسکے ملنے کا حال تم بڑے آئے ہو کہ جن سبب ملک غبر کو شکست ہو گئی تھی۔

ایک دن جادو اور اوسکے گہر میں کسی تہوار کی تقریب سی بڑا جلسہ ہوا۔ مالوجی ہی اس جلسہ میں آیا۔ اور اپنے پانچ برس کے بیٹے سامو بہو سلا کو بھی ساتھ لایا۔ اتفاق سے لڑکا اور یادووی کی لڑکی تین برس کی کہلتی کہلتی آوا پاس چلی آئی۔ اوسنے پیار سے دونوں کو اپنی لائون پر بٹھا لیا۔ اور تنہی سے کہنی لگا کہ یہ کیا اچھے دولہ دولہن ہیں۔ مالوجی یہ سنتے ہی بول اڈٹھا کہ سار ہی سبھا گواہ رہے کہ میری بیٹی کی بیگانی جادو کا جی کے بیٹے ہو چکی۔ جادو اور اسے یہ بڑا بول سنکر بہت بدمزہ ہوا۔ مالوجی ذات کا بیٹا تھا۔ اسلئے اوسکے ہاں بیٹی یا ہے بغیر قی نہی۔ مگر آج کل مالوجی کا اقبال ایسا چمک رہا تھا کہ بہت سار پیہ اوسکے ہاتھ لگیا تھا۔ اپنے قوم کے آدمی نہاروں اوس پاس جمع تھے اور احمد انگر کے دربار سے خبر گیری کا منصب لگتا تھا۔ اور ایک بڑی جاگیر اوسکو ملی تھی جسکے راج دہانی اوس پر ہونے لگی تھی۔ غرض ذات کا عیال اس دولت و اقبال نے بڑا دیا



اور اب جو اس نے اپنے بیٹی کی شادی کا دعویٰ کیا تو وہ جاوہر اور کونا گوار نہ گذرا۔ اور  
راضی ہو گیا۔ اور بعد ازاں وہ دھون کے دونوں کو جوگ نے ایسا زور کیا کہ شادی ہو گئی

### سیوا جی کی ولادت اور تعلیم

مڑھون کے واسطے کیا اچھی مہرت سی بہ بہاہہ چاکر ایک سپوت ایسا پیدا ہوا کہ  
اس نے اپنی قوم کی سلطنت کی نیو جانی۔ اور بہہ پوت شلہ من بہاری قلعہ دیر  
میں پیدا ہوا۔ شیوا جی اور سکنا نام رکھا گیا۔ اسکا حال بھی عجیب غریب ہی۔ اسی  
سنہ میں پیدا ہوا کہ تین مسلمان لائق دانشمند فرمان بردار اس دینا سے ناپید ہو گئے تھے  
اور اس کے جسم بہوم کے گرد چاروں طرف سلطنت کے تخت و گکار نہ تھے۔ باپ کا  
وہ شخص تھا جو تین سلطنتوں کے معاملات صلح و جنگ میں شریک تھا اور اسے مغلوب  
ہو چکا تھا۔ اور چوتھی سلطنت کی ساتھ ہی قسم کے معاملات میں مصروف۔ ماو سکی  
وہ عورت تھی کہ اپنے تین اون رجیوت راجاؤں کی نسل سے بناتے تھے جو مہاراشٹر  
میں راج کر چکے تھے۔ اور پہلے مسلمانوں کے ہاتھ سے غنیمت و نابود ہو چکے تھے۔ جسوقت وہ  
گھنٹیوں کے بل چلتا تو اس وقت وہ اپنی ماکی گود میں جو ایک قلعہ سے دو کسٹلہ میں  
مغلون کے ہاتھ سے پہلے گئے پھرتے تھے۔ اور آخر کو جب وہ گرفتار ہو گئے تو اس نے اپنے  
بچے کو تعلیم و تربیت کے لئے ایک دانشمند بگت برہمن دادا جی گندیو کو سپرد کر دیا۔ یہ  
نامی گرامی گرو پونہ کی جاگیر کا ناظم ساہو جی کی طرف سے تھا۔ اس دستاویز سہیوی  
ششیرنی نیزہ بازی تیر اندازی پہاروں کی نشیب فراز پر چڑھنا اور ترنا ندیوں پر  
پہلا گنا سیکھا۔ اپنے بہاری دلاور دوستوں کے ساتھ وہ نیستان میں جانا اور شیر  
کو وہاں سے نکالنا اور شکار کرتا بعض تمام وہ ہنر سہا بہا نہ جاس ہونہار الو الغرم کے

شانِ شایانِ شہسازِ کیمے۔ پڑنے لکھنے کی طرف اوستے کچھ خیال نہ کیا۔ مگر استاد نے  
 کرم دہم کیان کے باتوں اور پوجا پاٹ کا نہایت پابند کیا۔ اور اس سبب ایک متعصب  
 ہندو ہو گیا۔ اسے دیوتاؤں کی لڑائیاں اور سوراؤں کی کہانیاں سنوائیں کہ  
 اس کی طبیعت میں شجاعت اور مردانگی کے کاموں کا عشق پیدا ہو گیا۔

### شیواجی کا لٹیرا پن

چونکہ پونا ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ جہاں پہاڑی اور میدانی ملک آپس میں ملتے ہیں۔  
 اسلئے شیواجی کا اتفاق صحبت دونوں قسم کے آدمیوں سے ہوا۔ اول پہاڑی لوگوں سے  
 اتفاق صحبت سیر و شکار میں ہوا۔ وہ اکثر اسکے باپ کی سواروں میں بہرتے ہوتے تھے  
 یا گھاتوں کے پاس پڑوس کے ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ غرض یہ کہ اسکے ہمراہی بڑی ہمارا کثیر  
 اور مضبوط تھے۔ ان کی صحبت سے بڑے بڑے کاموں کا عشق اس کی طبیعت میں پیدا  
 ہو گیا۔ اس سے اس صحبت کا اثر اور سوراؤں اور سوراؤں کی نظم و ہستانوں کے  
 خوش کلامی کی تاثیران دونوں فی ملکہ ایک جوش خروش بڑے بڑے کاموں کا  
 اسکے دل میں پیدا کر دیا۔ یہ آفت روزگار جب سولہ برس کا ہوا تو داجی نے  
 اس کو جاگیر کے نظم و نسق میں شریک کر لیا۔ مگر اب وہ اسکے جدا اختیار سے باز ہو گیا۔  
 ان لٹیروں کے ساتھ شریک ہوا تو لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ بھی ملک کمن  
 کے لٹیروں میں سے ہے۔ غرض اس لوٹ مار اور سیر و شکار کے پساتوں میں گھاتوں  
 کی ساری کہانیوں سے وہ واقف ہو گیا۔ اور یہ وہ کھوجی گیا کہ کونسے ایسے مقامات  
 ہیں جہاں حملہ کرنا چاہئے اور کونسے ایسی جگہ میں جہاں بیٹھ کر اپنی حفاظت کرنی چاہئے  
 وہاں جھجھل کے باشندوں پہلے ہی سے نشانہ تھا۔ پونہ کرنا مال میں جو گھاتوں کے

حصے میں اونہیں پہیل اور کوئی بستے تھے۔ اور جنوب میں جو حصے میں اونہیں قوم راکھ آباد تھے۔ مگر پونہ کے صین مغرب میں سرٹے بستی تھے۔ وہ دیکھ اس اجاڑ ملک کی خستہ اور ٹہلتے تھے۔ جن وادی کوہ میں وہ آباد تھے اور نکانام مادل تھا۔ اسلئے اوان کے باشندوں کی مادی کہتے تھے۔

### سیواجی کے یار و مددگار

سیواجی نے مادیوں کو اپنا یار بنایا۔ اونہیں کی یاری اسکی یادری کا سبب ہوئے۔ تیرنہمی اور ہوشیاری اور دور اندیشی سیواجی پر ختم تھی۔ اونہیں ان لوگوں کے منتخب کریمین اپنی عقل کو بچ کیا۔ اور اب چھوٹے چھوٹے منصوبوں سے بڑی بڑی کاموں کو سوچنے لگا۔ اور انہی راہ نکالی کہ اسکے بہرہب دوست ان کاموں میں بھگام آئے

### پہاڑی قلعو نیپ سیواجی کا قبضہ

بیجاپور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے انکی خبر گیری اچھی طرح نہ کی جاتی تھی۔ اکثر اونہیں سے دار السلطنت دور تھے۔ اور بیاری کی گھر سمجھی جاتے تھے۔ کہی اونہیں ایک مسلمان افسر موتہ کچھ ٹوٹی پھوٹی فوج کم خواہ کی اس پاس آتے۔ کہی یہی ہی نہوتا۔ بلکہ جو اس پاس اونکے مال کے ابلکار آتے انکی سپرد کر دیا جاتا۔ قطع نظر انکی اسوقت پادشاہ بیجاپور ملک کرناٹک کی فتح میں سرتاپا مصروف تھا۔ اسلئے ان قلعوں میں فوج شاہی بہ نسبت سابق کے بہت کم تھی۔ اب ان قلعو پر قبضہ پانیکے لئی سیواجی اپنی تدابیر کا آغاز اس طرح کیا۔ کہ پونہ جی جنوب میں میں میل ہے ایک پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط طور نا تھا۔ ۱۶۷۷ میں اونہیں اپنے دوستوں کی معرفت حاکم قلعہ سے گفتگو کی کہ وہ قلعہ اسکے خواہ کر دی۔ جب قلعہ واس بات پر راضی نہ ہوا تو پھر اونہیں پناہ کیل دی۔

شاہی مین بھیج کر یہ درخواست کی کہ یہ قلعہ اسکو عنایت ہو۔ وہ محصول پہلے حاکم سے  
 زیادہ ادا کر گیا۔ اور بادشاہ کو جانکاری اور خدمت گزاری میں دل جان سے مصروف  
 ہو گا۔ عرض یہ اپنی درخواست بادشاہ کے ہاں اہلکاروں کو خوب رشوتیں دیکر منظور  
 کرائی۔ اب قلعہ توڑنا کو اسنے مستحکم کیا۔ وہاں اسکو ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اس خزانہ  
 خداداد کے ملنے سے اسنے اپنی عقلمندی اپنی ہنگامی کا یقین لوگوں کو کرا دیا۔ اور  
 بتلایا کہ یہ بھوانی نے دیا کہ کے خزانہ بھی یا ہے۔ اس خزانہ کو اسنے کیا سپاہ میں  
 تقسیم کر دیا۔ یا ایک اور نئے قلعہ کے برج و خندق کے مستحکم کرنے میں لگایا۔ اور  
 اور اسکا نام راج کٹھ رکھا۔ یہ اسکی بڑی دانائی تھی کہ وہ اپنی سب مہات میں نہ  
 کی حمایت اور قوم کی رعایت کو ظاہر کرتا تھا۔ ٹھہا کر درباروں اور مندروں کو جو قفل  
 و مصارف مسلمانوں نے ضبط کر لئے تھے انکو بحال کرتا۔ اور اپنے ساری کاموں میں ہنگامی  
 اور حتی سستی ہونے کو ظاہر کرتا۔ اپنے حال پر دیوتاؤں کی خاص عنایت بتاتا۔ اپنے  
 سپنوں کو مکاشفات بتاتا تھا۔  
 جب شاہ بجا پور کو یہ حال معلوم ہوا  
 تو وہ آئندہ چپ نہ بیٹھ سکا اور اسکے باپ ساموہی سے (بعض ساموہی بعض شاہی  
 بعض ساموہی اس نام کو لکھتے ہیں) جواب طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ایسی  
 حرکات سے باز رکھے۔ ساموہی نے اپنی عزت پیش کئے۔ اور داواہی اور سیواہی کو لکھنا  
 کہ آئندہ وہ ملک بجا پور پر ایسی دست اندازیاں نہ کریں۔ داواہی گرو نے اعلان اپنے  
 چیلے کو سمجھایا کہ باواہی کے کہنی پر عمل کرے۔ مگر بعد اسکے وہ خود چیلے کو ارادوں کا  
 چیلہ بن گیا۔ اور اسی تدبیر میں بنا کر لگا کہ اسکے ساری کاموں اسکے ہم مذہبوں اور  
 ہم وطنوں اور ہم قوموں کی ترقی ہو۔ جب وقت مرگ اسکا آیا تو اسنے سیواہی کو ہاتھ

اور اس ہونہار نوجوان کو یہ سب محال لگا اپنے دہرم اور کرم پر قائم رہنا گاہے اور بھین  
اور کاشتکاروں کی کہشت کرنا۔ ٹہا کر دوار دن اور مزدوروں میں کوئی کہنت نہ ہونے  
اور جو کچھ بڑا ہلاک لگا لائی و سب صابر اور شاکر رہا۔ دادا جی نے تو یہ سب ہلکے پران چھوڑ کر  
اس نوجوان کے دل پر گرد کے دن آخر حکموں کا وہ اثر ہوا۔ کیا ٹھگون کا ان اور بڑا  
غارت گر تھا یا اپنی قوم کا آزاد کرنے والا اپنے مذہب کی حمایت کرنے والا ہو گیا۔  
اب اپنے آپ وہ قد و منزلت کرنے لگا۔ اور اور اس کی غت و تعظیم کرنے لگے۔

### باپ کی جاگیر پر قبضہ

اپنے دادا جی کے مرنے کے بعد اس نے اپنی باپ کی جاگیر پر قبضہ کیا۔ اور بے روک ٹوک  
کام کرنے لگا۔ جو کچھ محصول و خراج جاگیر سے وصول ہوا باپ پاس نہ پہنچا۔ اور اس  
خرچ کے معقول وجوہات بتا دیں۔ پونہ کر شمال میں چاکنہ ایک بہت عمدہ قلعہ تھا۔  
اس پر چپ چاپ قبضہ کر لیا۔ اور فرماں کے حاکم کو باپ کی نام سے لو کر کہہ دیا۔ اور  
اس ضلع کی رعایا کے ساتھ نہایت رعایت سی پیش کیا۔ اور اس سے زیادہ عمل کیا۔  
قلعہ گند نہ کا لینا تھا۔ اس کے حاکم کو رشتہ دیکر لے لیا۔ اور سنگ گدہ اس کا نام کہا۔ پرنہ  
سو پہ میں اس کا میسٹر باجی مہتری اس کے باپ کی طرف حاکم تھا۔ اس کو سیوا جی کی  
پکھنڈ نہیں بہاتی تھی۔ اور پھر ایک رات کو چاہہ مارا۔ اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو  
قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں سے بعض نے سیوا جی کی سیوا اختیار کی۔ اور باقی قیدی  
اور مہتری کو کرناٹک میں ساہو جی پاس بھیج دیا۔ پورندہ کا قلعہ بھی وہاں کے حاکم کے  
لٹنے سے اس کے قبضہ میں آ گیا۔ ایک مقام پر تین بیٹے باپ کی جاگیر پر چبک رہے تھے

سیوا جی اس کے ثالث بیٹے اور اپنے ہمراہیوں کو وہاں لے گئے۔ اور مینوں بہاؤ قید کر لیا

پہر اپنی شیریں کلامی سے اوکو اپنا دوست بنا لیا۔ اور وہ اس کے بڑے بڑی کاموں میں لگا  
آئے۔ اور ایما نذاری سے خدات او کی بجالائے۔ سیوا جی نے ان مہات کو اپنی تدبیر و  
تذویر سے انجام دیا۔ اور کسی کی نکسیر ہی نہ پہوٹی۔ اسی انتظامات کو مرٹے تم اور جو پر  
ترن جیتے ہیں۔ سیوا جی نے اپنی باپ کی جاگیر کا خوب انتظام کیا۔ محصول خوب وصول کیا  
اور چاکر سے نیرانک و ملک پر قابض ہو گیا۔ اور سین جنگی قلعے آگے ستہ ہیں۔ اور وہ  
استوار اور مستحکم مقام و مثنوی کرنے کے لئے تھی۔ اور غنیمت کو مال کے لئے نہایت  
محفوظ جگہ تھیں۔ پہاڑوں میں یہ انتظام کر کے اس نے اب میدان میں گھوڑے  
دوڑنے شروع کئے۔ اور بیجا پور کی سلطنت سے بغاوت اختیار کرنے میں کوئی پرو  
نہ رکھا۔ اس نے ملک کا شکار طرح کیا جطرح شیر چہر کر پہاڑوں کی کہو میں شکار کی  
تاک جہاں میں ٹہیتا ہے۔ اور جو نہیں نظر پڑتا ہے اور سپر جھپٹا مارتا ہے اور پھر  
اپنی کہو میں جا بیٹھا ہے۔

### والی بیجا پور سے پہلی بغاوت

اب اس نے باولہیون کو پیادوں میں بھرتی کیا۔ سو پکی مہم میں تین سو گھوڑی اس کے  
ہاتھ لگے تھے۔ اور پیادوں کو سوار کر کے سوار بنائے۔ اور ان سوار واک سنا تھے  
پہلے ہی یہ شکار مارا۔ کہ والی بیجا پور کا تین لاکھ اشرفیوں کا خزانہ کانکن کو جانا  
تھا۔ اور اسے اسے لوٹ کر راج گڑھ میں لے گیا۔ اور پونہ کے شمال مغرب میں چہہ  
پہاڑی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ ٹالا۔ گوس سلا۔ اور زہری کو بی لوگوں نے اس کے  
حوالہ کیا۔ اب کانکن براؤن نے حملہ کیا۔ اور جن مقامات میں دولت تھی اوکو لوٹا۔  
کانکن کے شمالی جانب ایک مسلمان حاکم تھا۔ اور کلیان اس کی دارالریاست تھی۔

اوپر سیوا جی کے ایک برہمن افسر نے ملک کیا۔ اور کلیان کو فتح کر لیا۔ اور جو اس سے  
متعلق قلعے تھے وہی وہی ہی قبضہ کر لیا۔ اور حاکم کو قید کر لیا۔ اب سیوا جی دریا دلی سے  
جس نے یہ ملک فتح کیا اور سیکو دیدیا۔ اور عام پسند قانون جاری کئے۔ اور مقبوضہ  
کو چھوڑ دیا۔ اور اسکو اجازت دی کہ یہ ساری خبر جا کر بادشاہ بجا پور کو سنا و خوبی  
ساحل سمندر پر رسید امیر البحر بادشاہ کی طرف سے تھا۔ اس کے مقابلہ کرنے کی واسطے دو  
ارسز نو تعمیر کئے +

### سامو جی کا قید ہونا اور چھوٹنا

جب بادشاہ بجا پور نے بہت گہندی سیوا جی کے دیکھے۔ اور اس کی تدبیر اور تدویر  
اور زور و شمشیر سے آگاہ ہوا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ سیوا جی کا باپ سامو جی کرناٹک  
بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا۔ اسکو وہاں سے اس کے ایک ہم قوم باجی گہر پور نے  
گرفتار کر کے بجا پور میں بادشاہ پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے ۱۶۴۲ء میں اسے قید کر دیا  
اور کہا کہ اگر تمہارا بیٹا اپنے افعال ناشائستہ سے باز نہ آئیگا۔ اور تابعہ داری نہیں  
اختیار کریگا تو قید خانہ کا دوازدہ تیغہ کر دیا جائیگا۔ یہ خبر سن کر سیوا جی باپ کی چٹائی  
کی تدبیر میں لگا۔ اور سوچا کہ اسے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ بادشاہ دہلی کا توسل ڈھونڈنا  
چاہئے۔ وہ ایسا سرتا تھا کہ اب تک شاہ دہلی کی خدمت کبھی کوئی گستاخی نہیں کی تھی  
چنانچہ یہہ مضروبہ اسکا ٹھیک پڑا۔ اور شاہ جہاں کے ہاں سے اسکی خبر جاری کا خطاب  
اور غالب ہی کہ اس بادشاہ کی سعی سفارش سے سامو جی کو رہائی ہوگی۔ سامو جی  
چار برس تک قید خانہ کی سیوا کیا کئے۔ اور چپ چاپ بیٹھے رہے۔ ملک میں ہی اس  
سیوا جی ملک میں دست دوازی کرتے ہوئے لیٹا رہتا تھا کہ کہیں باپ کا کام قید خانہ

تمام نہ ہو جائے۔ اور شاہ بجاپور اس نذر شدہ سب چاہا تھا کہ کہین سیوا جی مغلوں کو  
 نہ چڑھائے۔ مگر اس وقت ملک کرنا ملک میں ایک فتنہ بی انتظامی کی برہم ہوئی۔ اور اس وقت  
 دربار بجاپور اپنی صلاح اور صلاح اسی میں سمجھا کہ ساہو جی کو قید سے چھوڑ کر کرنا ملک  
 ۔ وہاں مفسدوں نے اس کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کا بڑا بیٹا مارا گیا تھا۔ اور  
 سب طرف ہتیار بندی ہو گئی تھی۔ اور تمام بجاپور کے افسروں کو کھنکھنے کی لئے  
 مفسد دہمکیاں دے رہے تھے۔ ساہو جی سے قول و قسم اس بات پر ہو گیا تھا کہ  
 وہ اس کے قید کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ صلح کے ساتھ رہے۔ اگرچہ اس نے خود  
 اپنا عوض نہ لیا۔ مگر یہ عوض بطور قرضہ کے والی بجاپور کے گردن پر رہا۔ اور اس کے  
 بیٹے نے مع سود وصول کیا۔ سیوا جی کے قید کرنے کے لئے دشمنوں نے کوشش کی  
 مگر وہ چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا۔ اس کو خبر ہو گئی۔ اور اس نے اڑی جو  
 دشمنوں ہی کی منہ پر لگائے۔ اب باپ کی چوٹ سے سیوا جی کا زور دوبالا ہو گیا  
 ۔ اور پہلے اپنے جاہ جلال کے بڑھانے میں اعلیٰ درجہ کی تدابیر کرنے لگا۔ راجہ جولی  
 جو دیاوارنا اور کشن کے دو آب کے بڑے بڑے پر فرمان روائی کرتا تھا۔ وہ بھی سیوا  
 کا ہم قوم تھا۔ اور اس سے ہمیشہ صلح رکھتا تھا۔ مگر نہ اس کا یہ ارادہ تھا  
 کہ اس کشن کا مطیع ہو۔ اور نہ یہ نیت تھی کہ والی بجاپور کے مقابل میں کھڑا  
 وہ نہایت زبردست راجہ تھا۔ اس کا خاندان بڑا سہما سی مشہور تھا۔ اور ایک  
 عمدہ سپاہ رکھتا تھا۔ سیوا جی کو اس سے یہ رنج پیدا ہوا کہ جو لوگ اس کے تعاقب  
 میں آتے تھے ان کو اس راجہ نے رستہ دیدیا تھا۔ اب اس رنج کا عوض  
 پردہ ہی پردہ میں لینا چاہا۔ دو دوکیل چن بڑا اور راجہ جو لے کے ملا



مین بھیجے۔ اور اوسکے بیٹے سی شادی کی درخواست کی۔ جب یہہ سنگائی نہیں گئی تو  
 دوپاجی ایلیچون نے راجہ کے مانیکا قصد کیا۔ سیواجی چکے چکے چوٹون کی طرح  
 فوج کو ایسے مقام پر لیکڑا بہو بچا کہ جو وقت راجہ باراجاے تو وہ جھٹ پٹ ملک پر قابض  
 ہو جائے غرض ان ظالموں نے راجہ اور اوسکے بہائی کو مارا۔ خود بہاگ گئے۔ اور انکی  
 دار الحکومت بعد ایک سخت مقابلہ کے سیواجی کے ہاتھ لگ گئی۔ اور تمام اوسکی متعلقات  
 پر قبضہ ہو گیا۔ مگر یہہ کام پاجی پن اور دھکاری کا ہندون کو پسند نہ آیا۔ نیز اور کشنا کو  
 کے درمیان ایک بڑا استحکام مقام رو بہر تھا۔ اوسکورات کو سبھیون پر چڑھ کر لے یا  
 ۔ اور قلعہ دار کو مار ڈالا۔ سیواجی ملک گیر کچے زردبان کی اول سیٹری پہلے چڑھ چکا۔ اب  
 یہہ دوسری سیٹری پر قدم رکھا۔ اور اس فتح نمایان کے یادگار مین اوسنے قلعہ  
 پر تاب گڈہ تعمیر کرایا۔ اور اپنا پیشوا شامی بنتہ پہلے پہل مقرر کیا۔

### سیواجی کے نئی حملے اور اورنگ زیب سی معاملات

اب تک سیواجی مغلوں کی سلطنت کا بڑا ادب کرتا تھا۔ انکی سرحد پر قدم نہ رکھتا تھا بلکہ  
 وہ بادشاہ کی ملازمت کو اپنی غرت سمجھتا تھا۔ اسوقت اورنگ زیب ملک کن مین  
 لکھنگیری کر رہا تھا۔ اوسکے تمنائیں کہ سیواجی کو اپنا دوست بنا کر بجا پورا درگول کڈ  
 کے فتح کرنے مین اوسکو معاون بنائے۔ سیواجی نے اول اس شانہ زوہ کی باتوں پر  
 جہاں کیا۔ اور اوسکی ملازمت حاصل کی۔ اور اپنے ملک مقبوضہ کے لئی اوسکے توسل سے  
 پادشاہی سند حاصل کی۔ مگر جب وشنے دیکھا کہ شانہ زوہ اپنی ساری فوج سے  
 بجا پورا دھون سے لڑ رہا ہے تو اوسنے یہہ خیال کیا کہ پادشاہی ملک پر قبضہ کر نہیں  
 بہت کچھ فائدہ ہے۔ اسلئے اوسنے اول قلعہ خیرہ جو مغلوں کی علداری مین تھا انکو

حاکم کیا۔ اور خوب اوسکو لوٹا بہت نقد و جنس ملا۔ دوسو گھوڑے بھی ہاتھ آئے۔  
 اب اسے بڑھ کر احمد انگریز ۱۶۵۶ء میں ہاتھ مارا سو مان سے سات سو گھوڑے اور چار  
 ہاتھی اور الایا۔ ان فتوحات سے لڑائی کا سامان اوس پاس نئی طرح کا ہو گیا۔ اگرچہ  
 مادی اور مرہٹے اوسکی سپاہ کی سپاہ تھے۔ اور وہ بڑے چالاک و چست تھے۔ اور بہتوں  
 اپنے کاموں میں مشہور تھے مگر اب اوسنے سواروں کا دستہ تیار کیا۔ اور تھوڑے  
 دنوں بعد نہایت غور و تامل کر کے ٹھہانوں کو پیادوں میں بہرتی کیا۔ اگرچہ ان  
 مسلمانوں کو سپاہ میں داخل کرنا ابتدائی حالت میں مناسب نہ تھا۔ مگر بالفعل جو  
 حال اوسکا ہو گیا اور آئندہ ہونے والا تھا اوسکے یہہ امضر در تھا۔ غرض اب اوس پاس  
 ایسا سامان ہو گیا تھا کہ وہ میدان جنگ میں باقوا و عفرج کے سامنے لڑ سکتا تھا  
 اور ٹہر سکتا تھا۔ سیوا جی نے اورنگ زیب کی معاملہ میں بڑی غلطی کہائی۔ اور اوسکے  
 نہرو و قوت اور سپاہ و عقل کا ٹھیک ٹھیک تخمینہ نہ کیا۔ اوسنے بیجا پور کا بہت جلدی  
 کر لیا۔ اور قریب تھا کہ اوسکو بالکل فتح کر لے۔ اس سبب سے سیوا جی کی امیدیں دل  
 ہی میں نہ بنیں۔ اور بہت جلد اوسکو خوف و ہراس اس شانزدہ کی طرف سے  
 پیدا ہوا۔ اسلئے یہہ اوسکی خوش نصیبی تھی کہ اپنے بیجا حملوں کا عذر پیش کیا۔ اور  
 بہت منت اور سہاجت سے پیش آیا۔ اسے اوسکی طبیعت کا کینہ پن ظاہر ہوا۔ یہہ  
 اوسکی اقبال مندی تھی کہ چند روز بعد شاہجہان کی بیماری کے سبب شانزدہ کو  
 ہندوستان کی طرف جانا پڑا۔ اور ایک لمحہ میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔ اور معاملات  
 ملکی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ اس عرصہ میں کہ اورنگ زیب بہائمون سے  
 لڑ رہا تھا۔ اور باپ کو خزل کر کے بادشاہ ہوا۔ سیوا جی اوسکا مطیع اور فرمانبردار

اور اسکی خدمات بجالانے کا بہانہ کر کے فرج کو بڑھاتا رہا۔ اور زبانی جان نشاری اور خدمت گزاری کا اظہار کرتا رہا۔ اور اس کے عوض میں اس نے یہ ہر خدمت کی۔ کہ بادشاہی ملک میں جو جو استحقاق اس کے ثابت میں اور نیز توجہ فرمائی جائے۔ اور اس طرف ہی اشارہ کیا کہ ملک کانگن میں وہ حکومت بد نسبت اور انکاروں کے جواب مقرر ہیں۔ اچھی طرح کر سکتا ہے۔ یہ وقت خود اورنگ زیب کے لئی نازک تھا۔ اس لئے شاہزادہ نے وہ فرمان شکستہ میں جاری کیا کہ حضور معاف - ملک بزرگوار۔ ملک کانگن میں لڑائی کی اجازت اور ساری عرصے اسکی منظور۔ مگر ناخوش سوار اپنے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ سیوا جی بھی ایسے معاملات میں اورنگ زیب کی بہانی تھا۔ اس نے سوار سے پہچے۔ مگر زبانی اقرار ہمیشہ کرتا رہا۔ دھاک کی شطرنج دونوں کو برابر کیلئے آتی تھی بازی قائم رہی۔ سیوا جی پیشوا شاہی کو بہت سی سپاہ دیکر کانگن میں پہچا وہاں اسکی احد ایک سخت لڑائی کے سیدی جو ہر سے ہزیمت اڑھائی۔ اس لئے سیوا جی نے پیشوا کو بلایا۔ اور اپنے عہدہ سے معزول کر دیا۔ اب یہ وہ وقت بڑا نازک اگیا تھا +

### افضل خان کا سیوا جی سی لڑنے کے لئی بھیجا جانا

اس وقت میں عادل شاہ کے بیمار ہوئے ملک بیجا پور میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ تو علی عادل شاہ ایک نوجوان اسکی جگہ تخت نشین ہوا۔ اسکی حکومت کو استقلال نہ ہوا تھا۔ ابھی اس نے اورنگ زیب کی ہزیمت اڑھائی تھی۔ اراکین سلطنت میں باہم جھگڑا تھا۔ بادشاہ کم عمر تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے بیجا پور کے دربار نے سب سے اول یہ کام مقدم جانا کہ سیوا جی کی سرکشی کو دبا میں اور اسکو اتنی فرصت نہ دین کہ وہ غلط سناہم سازش کرے۔ اس کام کے واسطے چیدہ چیدہ بارہ ہزار سپاہ جمع ہوئی۔ افضل خان

جو بڑا نامی لگائی امیر تھا اور سکا سپہ سالار مقرر ہوا۔ وہ اپنی شہنشی میں آکر کہنے لگا کہ سب کو  
 کی کیا حقیقت ہے ابھی اسے ریخرون میں جاکر بادشاہ کے تخت کو دے دو لا کر کہہ کرنا  
 ہوں۔ اس نوجوان کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اپنی کمزور حالت کو سمجھا کہ ایسے جوان کو سے  
 پہلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ بہتر ہے کہ وہی اپنی قدیمی تندرست و تندرست حکمت  
 میں مصروف ہوا۔ اس نے اپنی تین خوف زدہ ظاہر کر کے قلعہ پر تاب گدھ میں پہنچا۔ اور  
 اور عذرا اور معذرت کی خطوط خالصاً کو پہنچنے شروع کر دے۔ اور لکھا کہ  
 آپ بزرگ ہیں آپ کو میرے حل پر محنت کرنی چاہئے۔ اگر آپ کی بدولت میرا تصور  
 بادشاہ کے ہاں سے معاف ہو جائے۔ تو میں اپنا سارا مالک چھوڑتا ہوں۔ اور جان  
 اور اطاعت میں ہمہ کچھ عذر نہیں کرتا ہوں۔ خان صاحب کچھ تو پہلے ہی ہوا کے  
 گھوڑے پر سوار تھے۔ اب اور پہولے۔ اور انہوں نے ایک برہمن یتیمی گوبی ناتھ کو سونپا  
 پاس پیچھا کیا کہ جا کر عہد و پیمان کر اسے۔ سیوا جی نے اس ہنڈت سے ملاقات رسم و رواج  
 کے موافق دربار میں کی۔ پھر ادھی رات کو اکیلا اس برہمن کی خدمت میں گیا۔ اور  
 وہاں یہ ظاہر کیا کہ سوانی نے مجھے دنیا میں پہچا ہے۔ اور ان یتیمی سے ایسی  
 باتیں بتائیں کہ وہ اسے بالکل مل گیا۔ اور اس نے یہاں جا کر خان صاحب کے بالکل  
 منقوش خاطر کر دیا۔ کس اس ٹرکے میں اصلاً تاب مقابلہ کی نہیں۔ ایک قلعہ میں لڑنا  
 اور لڑنا میٹھا ہوا ہے۔ اور سخت حیران ہے کہ کیا کر سار کیا نہ کرے۔ فضل خان  
 یہ سن کر اور شیر ہوئے۔ اور بن اور جنگوں کو کاٹتے ہوئے قلعہ کے نیچے جا پہنچے  
 سیوا جی کا بڑا منصوبہ اس کام میں یہ تھا کہ کسی طرح افضل خان کو مار لیجے تو  
 بیڑا پار ہے۔ اب یتیمی کی اعانت سے یہ بات ٹھہری کہ ان دونوں میں اسپین تھا

ملاقات ہو۔ غرض خان صاحب اپنی خانی کے گھنٹہ میں آگئے۔ ایک خدمت کار کو ساتھ  
 گلے میں باریک ٹیل کا جامہ پہنے۔ ہاتھ میں ایک سیدی سیف لی۔ سیواچی کی طرف چلے۔  
 اس آئناہ میں سیواچی نے کیا کام کیا کہ دل نہایا۔ اور پہرہ دل سے پوجا پاٹ کی در  
 ما کے پیرزن میں سر رکھا اور اوسے عرض کی کہ میرے لئی سوقت ایشور سے پرارتھنا  
 کرو کہ میرا کاج ہو جائے۔ اور ایک زر و دگلہ روٹی کا پہنا۔ اور اوسکے نیچے فولادی  
 اور آستین میں بگہ بگہ (یہ ایک حربہ ہے جو شیر کے پنجہ کی صوت ہوتا ہے) چھپایا  
 اور بغل میں خنجر دبایا۔ اب وہ خان صاحب کو بروہما سہا اس آٹا جیسا کہ گید ٹھیر کے  
 سامنے آتا ہے۔ اور بہت سیج سیج جا کر خان صاحب معاف کیا۔ اور اول بگہ بگہ  
 اوسکے جسم میں چھپوایا۔ اور پھر خنجر کا وار کیا۔ خان صاحب نے اپنی نازک سیف و سیر  
 چلائی۔ مگر فولادی زرہ نے اوسکو جسم تک نہیں پہنچے دیا۔ اب اوسکا سر کاٹ کر پرتاب  
 میں لے آیا۔ سیواچی نے پہلے سے یہ حکمت کر رکھی تھی کہ جنگل میں چاروں طرف  
 مرہٹے لگا رکھے تھے۔ جیہا فضل خان کے مرنے سے فوج میں ہل چل مچی تو یہ مرہٹے  
 اونچے خبر چاڑھے۔ ساری فوج کو تتر بتر کر دیا۔ یہ واقعہ اکتوبر ۱۸۵۹ء کا ہے۔  
 افضل خان کا بیٹا اور اوسکا خاندان ایک مرہٹے کو رشوت دیکر بچ گیا۔ مگر سیواچی  
 اس مرہٹے کا سرا ڈر دیا۔ اگرچہ اور قیدیوں کے ساتھ ورنے نیک سلوک کیا۔ اور  
 سب مرہٹوں کو نوکر کہہ لیا۔ مگر جب ایک مرہٹے نے اپنے ولی نعمت والی بیچا پور کی  
 ملک حراچی سے انکار کیا تو اوسکو انعام دیکر رخصت کیا۔ اس ہمہ میں سیواچی نے  
 خفیہ خزانوں کے بتلانے کی واسطے لوگوں کو تکلیف دی مگر کوئی کام بیفائدہ نہیں کیا۔  
 اور بے سبب کسی کو اذیت نہ پہنچائے۔

اس دعا بازی اور فریب کی مرٹھوں میں بڑی تعریف ہوئی۔ اور اسکی بدولت اور سکھو چار ہزار گھوڑے اور ہاتھی اور اونٹ اور خزانہ اور توپیں اور اور ہر حساب ہاتھ لگا۔ اور قلعہ پٹار اور لون گڈہ بھی قلعہ دار دن نے اسے حوالہ کر دیا۔ اور اوسنی سبت گڈہ کو بھی لے لیا۔ اور بہت سی قلعے اس کے ہاتھ لگ گئے۔

## علی عادل شاہ کی ایک اور فوج کشی

بعد اس قضیہ کے علی عادل خان نے ایک اور فوج رستم خان کے ماتحت روانہ کی۔ مگر اسکو بھی پرنالہ کے قریب شکست ہوئی۔ ان فوجات سی سیوا جی کا دل بڑھا اور ایسا بیباک ہو گیا کہ وہ ملک کو تاخت و تاراج کرتا ہوا پچا پور کے دروازہ تک پہنچا۔ اور اس کے پاس سے ہو کر گہاٹون میں چلا گیا۔ لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ زمین مرتفع پر چپ چا بیٹھا رہے گا۔ مگر اوسنے دابل اور اور مقامات پر قبضہ کر لیا۔ راج پور سے بڑبہاری خزانہ لیا۔ اور راج گڈہ کو اپنے سارے لوٹ کے حساب و رد دولت سنیت دی۔ اور اوسیکو دارالریاست بنایا۔

## دوبارہ علی عادل شاہ کا فوج کا بھیجنا

جب ان باتقاعدہ لڑائیوں میں شکست پر شکست ہوئی تو پھر عادل شاہ سیوا جی سے خوف کہانے لگا۔ اور دل ہی دل میں جتنے لگا۔ اور سوچ بچار میں جگر گیا۔ پہر ہی ۱۷۶۲ء میں اوسنے نئی فوج جتنی افضل خان کے ساتھ بھیجی گئی تھی جمع کی۔ اور نامو افندہ صلابت خان کی سپرد کی گئی۔ اور سید ہی جو سردار واری کے ساونت اور سکھ دگا مقرر ہوئے۔ غرض یہ سب ملکر ملک کانگن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ سیوا جی نے ہر مقام پر اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں۔

اور قلعہ پناہ کی حفاظت میں وہ خود مصروف ہوا۔ مگر اسکویہہ بات دیر کر معلوم ہوئی کہ اس قلعہ کی حفاظت میں ناحق تضيیع اوقات اوسنے کی۔ وہ بہان چار مہینہ تک گہرا رہا۔ اور اس سبب اپنی فوج سے کچھ کام نہ لے سکا۔ اب قلعہ کا تہا منا اور خود نکل جانا ہی نامکن معلوم ہوتا تھا۔ اسلئے یہہ چال چلا کہ صلابت خان سی پیغام بھیجا کہ میں خود حاضر ہو کر اس قلعہ کو سپرد کرتا ہوں۔ کل دروازے کھول دوں گا۔ یہہ مژدہ سنکر محاصرین بڑے خوش ہوئے۔ اور سمجھے خدا نے ہماری محنت کا اجر دیا۔ اور رات کو بے خبر سو رہے۔ صبح کیا دیکھتے ہیں کہ سیوا جی اپنے منتخب سپاہیوں کے ساتھ اوسکے درمیان ہو کر قلعہ سے نکل گیا۔ اور رنگنا میں پہنچا۔ بادشاہی فوج نے بڑی سرگرمی سے اوسکا تعاقب کیا۔ اور جس منزل پر سیوا جی نے اترنا چاہا اوسے چہم میل ورے جالیا۔ مگر وہ ایک درہ تنگ کی حفاظت با جی مرو کو سپرد کر کے آگے بڑھ گیا۔ یہہ با جی پہلے سیوا جی کا جانی دشمن تھا مگر اب اسکے لئی جان دینے کو حاضر تھا۔ اس درہ پر تو طوے آویسوں ایسا لڑا کہ تین دفعہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا اور اوٹا ہٹا دیا۔ چوتھی مرتبہ افضل خان کے بیٹے افضل خان نے جو سیوا جی کے خون کا پیاسا تھا بڑے زور شور سے اس درہ پر حملہ کیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد اس جگہ کو لے آیا۔ درہ میں جو سپاہی چپے چپائی باقی تھے ماری گئے۔ اور سیوا جی بہادرنا بھی نیچے گرے۔ جبوقت اس بہادر کی آنکھوں پر موت کی تاریکی چھا رہی تھی۔ اوسوقت پناہ سے ایک لوپ چھوٹی۔ جسے سیوا جی کے زندہ سلامت رہنے کی بشارتیں مردہ کوسنائی۔ اس دواز جو زندہ باقی رہے تھے وہ اس بہادر کی لاش کو دشمنوں کے حلق میں سے نکال کر لینگئے۔ اب ۱۶۶۱ء میں علی عادل شاہ خود فوج لیکر سیوا جی سے

لڑنے آیا۔ اور پٹالا اور لون گڈہ اور بہت ساسلک جو سیوا جی نے حال میں فتح کیا تھا  
 اس سے چھین لیا۔ غرض سیوا جی اس سے مقابل نہ ہو سکا۔ مگر راج پور پر حملہ کیا اور اسکو  
 لوٹا اور سرنگار پور جو ایک مرہٹے راجہ کی راجدہانی تھی اس سے تباہ کیا۔ یہ سب راجہ بھی  
 اس جگہ پرے میں مارا گیا۔ اس ناشائستہ حرکت سے ہندو سیوا جی سے ناراض ہوئے  
 ۔ غرض اس سال کی اندر کوئی کام اسے معقول نہیں کیا۔ اب وہ پوجا پاٹ اور  
 دھرم کرم میں زیادہ مصروف رہنے لگا۔ اور اپنے تئیں جتنی سستی جتانے لگا۔ اور پٹالا گڈہ  
 میں بہوانی کا مندر تعمیر کرایا۔ تاکہ ساری باتون کا کفارہ ہو جائے۔ اور اس شان میں  
 شیدی جو ہر سے بھی کئی معرکوں میں میدان جیتا۔ تم کو یاد ہو گا کہ گہوڑ پوری نے  
 ساہو جی کو گرفتار کر کے والی بیجا پور کے حوالہ کیا تھا۔ اور اسوقت وہ سیوا جی سے  
 لڑنے کے لئے سامان کئے ہوئے آیا تھا۔ سیوا جی کو اسی باپ کا عوض لینا تھا اسلئے  
 وہ بے خبر اس کے گہر میں چلا گیا۔ اور اسکو مار ڈالا۔ اس کے گہر والوں نے مکان  
 میں آگ لگا دی اور خود بغیر مقابلہ و قتالہ کے بہاگ گئے +  
 اب کرناٹک میں فساد برپا ہوا۔ اسلئے بادشاہ بیجا پور کو ضرورت ہوئی کہ سیوا جی سے  
 جو فوج لڑنے گئی تھی اسے بلا کر کرناٹک کی مہم میں مصروف کرے۔ اسلئے سیوا جی کو  
 فرصت ملی کہ اسے واری کے ساداتوں کو مغلوب کر لیا۔ اور گہاٹون پر جو اس کے  
 نقصان ہو گئے تھے انکو پورا کیا۔

### والی بیجا پور سے صلح سیوا جی کی

اب بہت بند گاہوں پر اسکا قبضہ تھا۔ اس نے جہازوں کا بیڑا بنایا۔ اور گوالیر سے  
 نوشہرہ منگایا۔ آخر کار ساہو جی نے بیٹی کی صلح والی بیجا پور سے ۱۶۲۰ء میں کرا دی۔



سباہوجی اپنے اس نو بہال کے پہولنے پہلے ہی ہولانہ سماتا تھا۔ بیٹے کی اس حریر  
 کہ اوسے گہور و پوری کو مارا۔ فرغیتہ اور عاشق تھا۔ اور بیٹے سے ملاقات کرنے آیا  
 ۔ بیٹا بھی اوسے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مرثیوں کے مورخ کہتے ہیں کہ قوت  
 جزیرہ نما کوئکن اوس پاس کلیان سے گوانگ تھا۔ عرض بلد کے چار و چون کے  
 برابر اوسکے پاس محل بالا بار تھا۔ اور کوئکن گھاٹ مہتا بجا سے دارنا تک جنین  
 فاصلہ ۶۰ میل کی قرب تھا۔ اوسکے قبضہ میں تھا۔ اور سپاہ اوس پاس پچاس ہزار  
 پیادے اور سات ہزار سوار تھے۔ اب اپنی دار حکومت منتقل کے رہبری میں لگیا  
 ۔ اور اوسکا نام اسے گدہ رکھا۔ اور اوسکو سامان اور پیاسی خوب مستحکم اور دست  
 کیا۔ ایک اوسکے سردار نے شمال میں دور دور بہت سی قلعے تسخیر کئے۔ دوسرے  
 افسر نے اورنگ آباد کو قریب تک تاخت و تاراج کی۔ اور تاملک میں تملک ڈال دیا۔

### سیواجی اور بادشاہ کی لڑائیاں

جب عالمگیر کو پہہ حال معلوم ہوا کہ سیواجی چاروں طرف یون لوٹ مارا اور اردو ہاٹ  
 کرتا بہتر ہے تو اوسنے اپنی مامون امیر الامرا شاہ تہ خان صوبہ دار کن کو لکھا کہ  
 اس مفسد کا علاج کرے۔ چھیسویں جمادی الاول ۱۰۸۰ جلوس کو شاہ تہ خان لشکر  
 لیکر اورنگ آباد سے چلا۔ اور پرگنات صوبہ اور پونہ میں ہوتا ہوا۔ اور قلعوں  
 کو بناتا اور بگاڑتا ہوا اور دشمنوں کو مارتا پٹنیا آگے بڑھا۔ ۲۰ شوال کو قلعہ چاکندہ کو  
 جا کر محاصرہ کیا۔ چوبیسین تک محاصرہ رہا۔ مرہٹے اوسمیں ایسے اڑی کہ مکر رہے۔  
 آخر کو اس قلعہ کے برج نیچے نغہ لگائی۔ اور اوسکو باروت بہر کرا دٹایا۔ اور  
 حملہ کر کے برج کے نیچے گئے۔ مگر آگے اوسکے ایک پشتہ پڑے۔ اس سبب لشکر

آگے نہ بڑھ سکا۔ مگر آخر بعد کشت و خون کے یہ قلعہ محصورین نے امیر الامرا کو پیش کر دیا۔  
 مگر سیوا جی کے جان نثار ملازموں نے بادشاہ کی نوکری سے انکار کیا۔ اور آقا کی  
 ملازمت کو نہ چھوڑا۔ اب شاہ نے خان پونہ میں مقام کیا۔ اور اتفاق سے اس  
 محل میں سکونت اختیار کی جہاں سیوا جی اور اسکے مارہتی ہی اوس نثار بھی شہر  
 میں اوسہا دوہر پہرے بٹھاؤں اور ایسا بند و بست کر دیا کہ اکیلا دو کیلا آدمی ہی بے خبر  
 نہ جاسکتا تھا۔ مگر سیوا جی شائستہ خان کی ساری تدبیر میں جانتا تھا۔ وہ اس سب سے  
 شہر گلی کوچوں اور گہروں سے وقف تھا۔ سنگ گڈہ جہاں وہ تھا اس سے بلند جگہ  
 سے یہ بے تفصیل شہر سارا نظر آتا تھا۔ اب اس نے سوچ بچار کروہ ایک جستی وچالا کی  
 سے کام کیا کہ جب اس کی سب قوموں نے واہ واہ کی اور شاہ باش دی۔ اور آئندہ  
 اس کے بڑے بڑے کام اس سے نکلے تفصیل اس جہاں کی یہ کہ وہ سنگ گڈہ سے  
 بہت سی فوج کی ٹولیاں لیکر اندھیری رات میں اوترا۔ اور پونہ کی ٹرک پر کچھ کچھ  
 فاصلے سے اون ٹولیوں کو بٹھاتا گیا۔ تاکہ وہ وقت پر کام آئیں۔ شائستہ خان کی  
 فوج میں سے ایک سپاہی کو گناٹھہ لیا۔ اور اس کی صلاح سے ایک برات بنا کر شہر کو  
 لے چلا۔ اور بادشاہی لشکر کے پہرہ دار کچ کر شہر میں داخل ہوا۔ اور محل کے نیچے کچھ  
 جانبازدوں کے ساتھ جا پہنچا۔ اور چھوڑاڑ کیے دروازے سے محل کے اندر داخل ہوا۔  
 اور بہت سی اپنے دوستوں کو ساتھ لیا۔ شاہ خاں اس سے یکایک دیکھ کر حیران  
 رہ گیا۔ اور اس گہرے رستہ میں ہاگا کر ایک کٹر کی سے کود کر باگتا تھا کہ اس کی دو اگلیاں  
 تلوار کے صدمہ ڈال گئیں۔ اگرچہ شائستہ خان کی اس ناشائستگی کے ساتھ جان بچ گئی  
 ۔ مگر اس کا جوان بیٹا اور اسکے ساتھ بہت رفیق بارے گئے۔ اب اس سیوا جی کی

چالاک کو ٹوڈ دیکئے کہ جس تیزی سے آیا تھا اسی تندی سے اپنی سپاہ کی ٹولہ لیں  
 کو لیتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور اس فتح کی خوشی میں ایسی روشنی کی کربارہ کو سج  
 و شمنوں کی آنکھیں اسکی چکا چوندی سے بند ہوتی تھیں۔ حقیقت میں یہ بہر کہ  
 کل قوم کے لیے فخر اور غرّت کا باعث ہوا۔ اب تک مرہٹے اس کارنامہ کو بڑے فخر  
 بیان کرتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۶۶۳ء کا ہے۔

دوسرے روز صبح کو بادشاہ کے سواروں کا دستہ بہار کے نیچے آیا۔ مرہٹوں کے  
 سواروں نے ادھو مار بگایا۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ بادشاہی سواروں نے مرہٹوں  
 کے سواروں سے نہ ہمت اوٹھائی۔

### سورت کا لوٹنا

اب شائستہ خان بالکل ہمت ہار دی۔ اسکو بادشاہ فی نکال کو بدل دیا۔ پہلے اسے کوئی  
 شخص دسکا جاشین مقرر ہو کر آئے۔ اور کوئی کام اپنا دیکھا ہی سیوا جی نے چار ہزار روپے  
 لیجا کر سورت کو جمانا۔ اور چھ روز تک خاطر خواہ لوٹا۔ یہاں بہت دولت اس کے ہاتھ آئی  
 ۔ انگریزوں نے اور مالٹہ والوں نے بھی اس غارتگری کی فراحت کی مگر کچھ نہ ہو سکا۔  
 یہ واقعہ ۲۵ جنوری ۱۶۶۴ء کا ہے۔

### سامو جی کا مرنا

اس ہم پر تھوڑے دن گزرے تھے کہ سامو جی کی سناوٹی آئی۔ وہ شکار کیلئے گیا تھا۔  
 گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی جاگیر واقع ضلع مندراس کا نظام  
 خوب کیا تھا۔ اور بادشاہ بیجا پور کی سلطنت کو خوب میں بڑی وسعت دی تھی۔ اور  
 مانجو رکی ریاست کو فتح کر کے اس میں دخل کر لیا تھا۔ باپ کی مرنے پر سامو جی اور بی بی کیسیلا

اپنے نام پر راجگی کا طرہ لگایا۔ اور روپیہ اشرفی پر اپنا سکہ جمایا۔

## سمندر میں مہمات

سیواجی ہوقت مغلوں کیساتھ مقابلہ میں مصروف تھا۔ بیجاپور والوں کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ ملک کانکن کو فتح کریں اور انکے دو سپہ سالاروں کی حملہ کیا۔ مگر سیواجی نے انکو شکست دی۔ اور انکی سپاہ کا خوب کچھ مرنایا۔ اور پھر مغلوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آگیا۔ اور یقین تھا کہ وہ مغلوں کی لشکر گاہ پر خشکی میں حملہ کرے گا۔ مگر اسنے ایک جہازوں کا بیڑا تیار کر سمندر میں دوڑا دیا۔ اور مغلوں کی جہازوں کو چھین لیا۔ اور تسمی جہازوں میں چار ہزار آدمیوں کو بٹھا کر مارسیلو کو کہ گوا سے جنوب میں ایک سو بیس میل پر بیجاپور والوں بڑا دولت مند شہر تھا اور در مقامات کو لوٹ لیا۔ پھر فوج کو اتار کر خشکی میں اڑٹا بھیجا۔ اور جب دوبارہ جہاز میں سوار ہوا تو سمندر کے بیاریوں اور طوفان بڑا نقصان اڑٹا یا۔ اور اپنی دارالخلافہ سے گڈے میں مشکل سے آیا۔ اسپر اسکو یہ وہم پیدا ہوا کہ سمندر ہندوؤں کو سوار ہونا نہ ہیا منع ہے۔ یہ کھافت او سپر ہوانی کے کہ وہ سے آئی ہے۔ اسلئے پھر وہ جہاز پر نہ چڑھا غرض جب بخوبی لوٹ مار سے فرصت ہوئی تو فروری ۱۶۶۵ء میں بری تاخت و تاراج بیجاپور کے ضلع پر شروع کی۔ عالمگیر نامہ میں تو فقط یہ لکھا ہے کہ ایک جہاز میں طوائف تجار بہت مال اسباب لے چلی آئی تھی اسکو اونسے پکڑ لیا۔ اور تمام مال اسباب چھین لیا۔ اور انمیں سے دولت مند مسلمانوں کو قید کر کے بہانہ تنگ کیا کہ بیچاروں نے گھر سے اپنا سارا مال اسباب لے کر اڑ سکے حوالہ کیا جہاں بھی مگر لفٹن صاحب لکھا ہے کہ اگرچہ اورنگ زیب کا نقصان اسکی لوٹ مار سے بہت ہوا تھا۔ مگر وہ اسپر ایسا غیظ و غضب میں نہیں آیا بقدر کہ حاجی لوگوں کی خستہیوں کے

لوٹنے اور بند رسوت کی تباہ کرنے سے جو حاجیوں کی منزل گاہ تھا وہ آپس سے باہر ہوا۔  
 شائستہ خان کی جگہ شازادہ محمد معظم اور راجہ جیوت سنگھ کو بھیجا تھا۔ مگر وہ نہون  
 کو چنڈ قلعوں کو محصور کیا۔ مگر کچھ کامیابی اور فتحیابی کی صورت نظر نہ آئی +

## سیواجی اور بادشاہ کی صلح

اورنگ زیب کی عادت تھی کہ اپنے ملازمین کا اعتبار کرے۔ اور سیواجی کو وہ تھاڑا  
 موش کو ہی کہا کرتا تھا جیساں چوہے کے پکڑنے میں یہی امتداد ہوا تو اسکو اپنی فتنہ  
 شبہ پیدا ہوا۔ اور خود اسے دکن میں جانا چاہا۔ مگر اتر کی مہات نے اسکو روک لیا  
 اسلئے اسنے ابکی دفعہ ایک سپاہ کشیلائی دوسپہ سالاروں کی سپرد کی۔ ان دونوں کو  
 وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ اور انہیں آپس میں رقابت ہی تھی۔ اسلئے وہ جانتا تھا کہ وہ سپہ  
 ایک دوسرے کے اور دونوں ملکر سیواجی کے مزاحم اور مانع رہیں گے۔ ان سپہ سالاروں میں  
 سے ایک رجوت راجہ جی سنگھ تھا۔ دوسرا افغان ولی خان تھا۔

۱۹۔ برج الاول سنگھ کو یہ لشکر چلا۔ اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد میں پہنچ کر شازادہ  
 محمد معظم سے ملا۔ وہاں سے رخصت ہو کر ۲۔ کو قصبہ پونہ میں پہنچا۔ یہاں ہمارے راجہ جیوت  
 مقیم تھے۔ وہ فرمان شاہی کے موافق بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اب راجہ  
 جے سنگھ نے فوج شاہی کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور جا بجا قلعوں پر محاصرہ ڈال دیا۔  
 قلعہ سورندہ اور رورمال بڑی قلعے تھے اور انکو اول فتح کرنا چاہا۔ ۷۔ رمضان کو شاہ پور  
 میں لشکر شاہی آیا۔ یہاں سے بہرہ دونوں قلعے بہاڑ پر قریب آئے تھے۔ اس قلعہ پر راجہ  
 راجہ سے خوب لڑے۔ مگر بادشاہی لشکر نے بھی جو غرض کی۔ پہاڑوں پر چڑھ گیا اور  
 بہت سی دہات جلا دیں۔ غرض سیواجی چاروں طرف سے تنگ ہوا۔ اور سوچا کہ میں اس

عالی خاندان جیوت راجہ سے نہیں لڑ سکتا۔ اوسکے خاندان کی ہیبت اوسکے لشکر کثرت  
 اور اوسکے ہر ایہیون کی جرات فی اوسکا دل بٹھا دیا۔ گو قلعہ پورندہ ہر پرہشہ کٹ کٹ کر  
 مگر آخر کار انہیں ٹرنکی جہان باقی نہ رہی۔ اور قریب تھا کہ بادشاہی فوج اوسے فتح کر لے  
 ۔ ایک برج اوڑا کر اوسکے اندر داخل ہو گئے تھے۔ اسلئے سیوا جی نے راجہ جی سنگھ سے پیغام  
 سلام شروع کیا۔ اور اپنے مقبرہ پندت کو راجہ پاس بھیجا۔ راجہ نے وعدہ کیا کہ اگر وہ  
 اطاعت اختیار کرے گا تو اوسکو جان اور مال سے امان دی جائیگی۔ پندت فی بہ پیغام سیوا جی  
 سے کہا۔ وہ بے تکلف چند ہر ایہیون کے ساتھ راجہ پاس چلا آیا۔ راجہ نے دلیر خان کو  
 کہلا بھیجا کہ اس طرح سیوا جی اگیا ہے۔ کل محصور دن کو امان دی گئی ہے۔ اور کو بے  
 مزاحمت قلعہ کی کھل آنے دے۔ اور سیوا جی نے بھی اونکو خبر بھیجی کہ اسطرح صلح ہو گئی  
 ۔ رات کی انہوں نے اجازت مانگی۔ صبح کو سات ہزار مردوزن خمین چار ہزار سپاہی  
 تھے قلعہ سے باہر نکل گئے۔ اور بادشاہی فوج نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ سیوا جی نے ملاقات  
 کا پیغام دلیر خان پاس بھیجا۔ اور بہر خود جا کر اوسکو قلعہ کی کھیاں حوالہ کیں، بغرض ان  
 دنوں بادشاہی سپہ سالاروں نے اوسکی کمال عزت اور توقیر کی۔ اور ان شرط پر صلح  
 ہو گئی کہ اس ملک میں جو پندتیس قلعے نظام المملکینہ مانے تھے اور ان پر سیوا جی  
 قابض تھا۔ اوسن سے تیسیس قلعے خمین پورندہ ہر اور درو مال تھے داخل ہوں اور اوس  
 مضامات کا ملک میں لاکھ ہوں کا بادشاہی ملازموں کے سپرد کیا جائے۔ اور بارہ قلعے  
 اور ایک لاکھ ہون کا ملک جو سیوا جی پاس پہلے سے تھا وہ اوسپر قابض ہے۔ اور اپنے  
 مسکن میں جا جائے۔ اور اپنے بیٹے سہنا جی کو کہ جسکی عمر آٹھ برس کی تھی راجہ پاس  
 بھیج دے۔ ہندو درگاہ کے ملک میں قیام ہوگا۔ اور حقیقت کوئی لڑائی ان حدود میں ہو

تو سیوا جی ہی اچھین کر تہہ ہر خدمت گزار کی کیو سٹی شریک ہو۔ اور ملک بجا پور کے ملک  
مقبوضہ جی تہہ اور سولیس مہی پایا کرے بہ آخر شرط تو بادشاہ نے منظور نہیں  
لیکن باقی شرائط کی منظوری کا فرمان سیوا جی پاس بھیج دیا۔ یہ آخر شرط تہہ کی وہ ہی جس کے  
سبب مرہٹوں نے کل ملک ہی اس کے لہجے کا دعویٰ کیا اور اوسیکو ملک کی لوٹ مار کے لئے  
بہانہ بنایا۔ اس مہم میں جو قلعے بادشاہ کی ماتہ آئے اوکی تفصیل یہ ہے۔ پورندہر۔ رور  
گندانہ۔ کہنداکلہ۔ لوہ گڈہ۔ ایسا گڈہ۔ ہنگلی۔ نکونہ۔ روہرہ۔ مارورک۔ ماہولی  
بہدارورک۔ مکس کہول۔ روپ گڈہ۔ کب گڈہ۔ موخیش۔ مانک گڈہ۔  
سروپ گڈہ۔ ساگر گڈہ۔ مرک گڈہ۔ اکولہ۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔ غرض اب  
سیوا جی راجہ جے سنگھ کے رفیق اور بادشاہ کی جاگیر دار ہوئے۔ اور بجا پور کے  
تخریب میں بادشاہی فوج کے ساتھ شریک ہوئے۔

### بیجا پور والوں سی پادشاہ کی لڑائیاں

اورنگ زیب اور علی عادل شاہ کو درمیان جو معاملہ شاہجہان کی حالت کو وقت  
ہوا وہ یاد ہو گا۔ جب سیوا جی نے ملک بجا پور کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ تو  
اوسے پادشاہ ہی استعانت چاہی۔ اور اوسکی اعانت کیواسطے لشکر حرد سیوا جی کے  
تباہ اور غارت کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر پھر والی بجا پور نے کچھ اعانت اس لشکر کی سیوا جی  
کے مقابلہ میں نہ کی۔ بلکہ بظلاف اس کے اوسنے اور والی گول گڈہ لے لہ فاری سیوی  
کی کی۔ باوجودیکہ پادشاہ کے برابر احکام اوسکے نام صادر ہوئے کہ جب لشکر شاہی ایک طرف  
سے اوسکے کچ گئی میں کوشش کرتا ہے دوسری طرف لشکر بجا پور اس کے ہتھیال  
میں سامی ہو۔ مگر والی بجا پور نے ایسے کان بند کئے کہ کچھ نہ سنا۔ اسلئے اچھین گئے

جب سیوا جی کے ہم سے فارغ ہوا تو اس کے نام فرمان شاہی صادر ہوا کہ سیوا جی سے  
جو ملک ہاتھ لگا ہے اس کا بندوبست کر کے بیجا پور کے ملک پر چڑھ کرے اور دار السلطنت کو  
محاصرہ کرے۔ وہ اس حکم کے موافق ۲۲ جمادی الاول ۸۷۱ھ کو قلعہ پور بندہ پر دیر خان  
اور داؤد خان اور سیوا جی کو ساتھ لیکر بیجا پور کے قصد ہی روانہ ہوا۔ سیوا جی ساتھ  
ہندہ سوار اور سات ہزار پیادے تھے۔ راجہ جی سنگھ کے ساتھ بارہ ہزار سوار۔ اور  
دیر خان کے ساتھ ساٹھ سات ہزار سوار اور پانچ سو بقیہ انداز اور داؤد خان کیساتھ  
چھ ہزار سوار۔ غرض یہ لشکر ستمن قلعہ کو فتح کرتا اور لڑتا ہوتا تا رات پانچ بجے  
بیجا پور سے پانچ کوس پر جا کر مقیم ہوا۔ اور سات روز تک یہاں مقیم رہا۔ عادل شاہ نے  
قلعہ بیجا پور کو آلات اور امداد قلعہ داری سے ہتھ کام دیا۔ اور تیس ہزار پیادی کرنا لگا اس  
قلعہ کے اندر جمع کئے۔ اور وہی پرانا طریق اپنے بیجا پور کا کرتا کہ کنواں اور بادلیوں کو مٹی  
بہر دیا۔ اور کوس پل ر۔ اور شاہ پور کی تالابوں کو خالی کر دیا۔ اور تمام مکانات کو قلعہ کے  
گرد گرد کر زمین کے برابر کر دیا۔ غرض دشمن کیا مانگے برباد کرتے جو خود اس نے ویران کر دیا  
اور جو حصن حصین میں ہو بیٹھا۔ اور لڑی فوجوں کو دشمنوں کی رسد لوٹ مار کے لئے  
چار دن طرف پہلادیا۔ اس وقت والی گول کنڈہ فوجی اسکی امداد کی۔ کسی ایک لڑائی میں  
ہوئیں مگر حاکم کیسوں نہ ہوا جبہ اجے سنگھ نے دیکھا کہ کوئی صورت کامیابی کی نہ ہوئی۔ او  
نہ آئندہ قحطیابی کی جلد امید۔ اور رسد اور امداد کی تنگی ہے۔ اور رسد دشمنوں کی ہاتھ  
سے بھکر ہم پہنچی مشکل ہے۔ اس لئے نوین جب کو حوالی بیجا پور سے لشکر لیکر اور سنگ باد کی  
طرف راہی ہوا۔ سیوا جی کو قلعہ پرانہ کی فتح کو بچا تھا۔ وہ وہاں خوب لڑ کر ناکامیاب  
پہرہ اور سکا سپہ سالار نینوں دشمنوں سے جاملے۔ قلعہ پر بندہ کا قلعہ دار بیجا پور کی فوج کو ہاتھ



اور قلعہ اونکے ہاتھ لگ گیا غرض ونگ زیب کی اقبال مندی کے خلاف یہاں ترہا کلاس میں  
 فتحیابی نہ حاصل ہوئی۔ اور بجا پور والوں نے بہت سی قلعے پادشاہی ملک میں فتح کر لئے  
 اور چھوٹے چھوٹے قلعوں پر پادشاہی فوجوں سے بہت سی لڑائیاں واقع ہوئیں غرض  
 ان میدانوں میں سیوا جی کی فوج نے ایسی ایسی جان نثاریاں دکھائیں کہ پادشاہ نے  
 دودھ فتنہ فرما کر خوشنودی کر اوس پاس بھیجے۔ ایک نامہ میں اوسکی بڑی تعریف لکھی  
 دوسرے میں بہت وعدے کئے اور لکھا کہ دلی میں آؤ۔ ملاقات کر بعد دکن کی اجازت دیجئے  
 سیوا جی کو راجہ جیسنگ کی رفاقت اور پادشاہ کے ان وعدوں پر ادم ہو کر آیا۔ وہ اپنی ریت  
 کو اپنے تین معتبر سرداروں کو سپرد کر کے۔ اور اپنے بیٹے سمبہا جی اور پانچ سو چھٹے ہوئے  
 سوار اور ایک ہزار پیدلوں کو ہمراہ لیکر دلی کو روانہ ہوا۔ اب اسنے اپنی قسمت ازانی کر لئے  
 اوس دس مہینہ قدم کر کہا جواسکے دس مہینے بالکل مختلف تھا ۴

### سیوا جی کا دلی میں آنا اور بہاگنا

جب وہ دلی کے قریب آیا تو پادشاہ نے راجہ جیسنگ کے بیٹے رام کنویرام سنگھ اور مخلص خان ایک  
 بے حقیقت سردار کو اوسکے استقبال کے لیے بھیجا۔ یہ وہ سیوا جی کو ناگوار تو گذرا۔ مگر نہ ہی  
 دربار میں اوسنے اپنے تئیں بہت روکا۔ اور پادشاہ کو نذرانہ گران بہا نہایت ادب سے  
 پیش کیا۔ مگر جب پادشاہ کے آدمیوں نے پنج ہزاری درجہ کے امیرون میں بٹھا دیا۔ بیٹھ  
 اوسکو شاہجہان نے اور پادشاہ نے اوسکی بیٹے کو دیا تھا۔ اس بیٹے پر بعض لکھتے ہیں  
 کہ اوسکو ایسا طیش آیا کہ بیہوش ہو گیا۔ اور جب ہوش آیا تو راجہ جیسنگ کو برا بھلا اوسکے  
 بیٹے کے سامنے کہنے لگا۔ بعض لکھتے ہیں کہ وہ شاہانہ دربار کی شان و شوکت اور دیباچوں  
 کی زیب و زینت دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا۔ اوسے افسوس تھا کہ صحت دیکھ کر

پادشاہ فی میری قدر و منزلت نہ کی۔ اسلئے اسنے ایک عرضی پادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور اوسمین وہ سارا حال لکھا جسکے سبب سے وہ دہلی میں آیا تھا۔ مگر اورنگ زیب تو سب اگلی پھیلپلی باتیں اوسکی دل میں سمیٹتے بیٹھا تھا۔ وہ اوسکی کم ذاتی اور بد ذاتی کو خوب جانتا تھا۔ اس عرضی پر پہلی ملقت نہوا۔ اور اوسکے ناروا گلوں اور بیجا خواہشوں سے افروختہ خاطر ہوا۔ اور حکم دیدیا کہ وہ دربار میں حاضر ہو۔ اور اپنی منزل گاہ میں چلا جائے۔ اور مولادخان شحمہ شہر کو اشارہ کر دیا کہ اوسکی فردگاہ کے گرد اپنے سپاہی اور توپخانہ لگا دے۔ اور راجہ جے سنگھ کو جو بیالپور کی لڑائی میں مصروف تھا لکھا جائے کہ وہ سیوا جی کی سارے معاملات کی کیفیت پیش کرے۔ اور جو کچھ اس سے قول و عہد ہو اوسکے موافق جو صلاح مناسب ہو اس سے عرض کرے۔ اب سیوا جی سمجھے کہ قید ہو گئے۔ کچھ اس پہندیسے نکلنے کی تدبیر سوچنی چاہئے۔ اسلئے اسنے پادشاہ کے امیر ون اور اہلکاروں کی خوشامد شروع کی۔ اوسنے کام نکالنا چاہا۔ اتنے میں راجہ جی سنگھ کی غفلت فرمان نہ کور کے جواب میں آئی کہ میں نے اس سے جو اقرار اور عہد کئے ہیں۔ انکو موافق حضور اوسکے جرم کو معاف کر دین۔ غرض پادشاہ فی فوادخان کے نام حکم جاری کیا کہ پہرہ اور توپخانہ اوسکی فردگاہ سے اڑھایا جائے۔ سنبھاجی بدستور پادشاہ کی ملازمت میں روز آتا تھا۔ شاید سیوا جی کو یہی پادشاہ اجازت دیتا۔ مگر اسے صرف شہنشاہ میں وہ ہمیں بدلہ دے بیٹھے کو ہمراہ لیکر بہاگ گیا۔ اسپر پادشاہ نے خفا ہو کر رام سنگھ کو منصب سے معزول کیا۔ اور راجہ جی سنگھ کو لکھا کہ سیوا جی کے سپہ سالار سنو کو جسکو پنجبڑی کا خطاب ملا تھا قید کر کے بھیج دے۔ لفٹننٹ صاحب اس بہاگنے کا ایک فنانہ لکھا ہے۔ اگرچہ وہ تاریخی واقعہ نہیں معلوم ہوتا ہے مگر کہانی اچھی ہے اسلئے اوسکو ہم یہی تحریر کرتے ہیں۔

کہ جوقت سیوا جی تیسرے درجہ کے امیرون میں بیٹھا گیا تو اس کو اس کا بیا بیچ ہوا کہ چہرہ کا  
 رنگ بدل گیا اور صف اور اسے پیچھا اور غش کہا کر گر ٹہرا جب ہوش میں آیا تو اس سنگ  
 کو سر ہانے کھڑا دیکھا۔ اس کے روبرو کہنے لگا کہ تیرے باپ جی سنگہ کی بدولت یہ خوار  
 اور ذلت نصیب ہوئی خیر جب پادشاہ فی میری آبرو کو خاک میں ملایا ہے تو میری جان  
 کو بھی خاک میں بلائے غرض ایسی جلی جلی باتیں کر کے ذرا بے سے جل بہن کر بے اجازت  
 اور بغیر خلعت اور حُضرت اپنی فرود گاہ میں چلا آیا۔ اس کی ان حرکات گستاخانہ کنڈارک  
 کے درپے پادشاہ نہ ہوا۔ فقط اس نے یہ حکم دیدیا کہ اس کی حرکات کی نگرانی کی جائے  
 اور اس سے یہ کہدیا کہ ہم اون وعدوں کی رپورٹ کی نظر میں جو راجہ جے سنگہ نے  
 ہم سے کی ہیں۔ ہوقت سیوا جی نے اپنی ساری بہت اور ذہانت اس بات میں  
 مصروف کی کہ کسی طرح دشمنوں کے پسندی سے نکل جاؤں۔ اب یہ کام اس سب سے  
 اور بھی مشکل ہو گیا تھا کہ پادشاہی پہرے اس کی منزل گاہ کے گرد بیٹھے تھے۔ وہ کیونکر  
 نکلنے دیتے۔ اس کی یہ راہ نکالی۔ کہ اپنے ساتھیوں کو بایا بنایا۔ اور دلی کی آب و ہوا کی  
 ناموفقت کا بہانہ لکھا۔ اور پادشاہ سے عرض کیا کہ ان مریضوں کو وطن جانے کی  
 اجازت ہو۔ پادشاہ نے اس درخواست کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ کیونکہ اس جمعیت کے  
 گھٹنے سے اس کا پادشاہ کے بس میں رہنا اور زیادہ اہل ہوتا تھا۔ بعد اسکے سیوا جی خود  
 میا بن کر صاحب فراش بنا کچھ بیدا اسکے علاج کے لئے پادشاہ نے مقرر کئے سیوا جی  
 اونسے کٹھ گیا۔ اور ان کی معرفت اپنے دوستوں سے جو ہر تہ بات چیت کرنی شروع کی سیوا  
 اونسے اپنے روز گزروں میں مٹھائیاں منگا کر ہندو مسلمان فقیروں میں تقسیم  
 کی۔ اور مجددوں اور مزدروں میں بھجوانی شروع کیں اول اول پہرہ والوں نے ان

نوجوان کی تلاش ملی جب دیکھا کہ سوا مٹھائی کے کچھ اور نہیں ہوتا تو وہ ہونے  
 ہی روک ٹوک موقوف کر دی۔ ایک رات اس نے اپنی بہاگنے کی ٹھہرائی۔ اور اپنی بہر  
 رازداروں کو اطلاع دی۔ سرشام منہ لپیٹ کر لنگ پر لیٹ رہا۔ کچھ رات گئے اپنے  
 بستر پر ایک نوکر کو لٹا دیا۔ اور ایک نوکری من مٹھا اور دوسرے من مٹھے کو بٹھایا  
 ملک حلال نوکر دن نے سرون پران نوکر دن کو دہرا۔ اور پھر والون کی آنکھوں کے سامنے  
 سے لئے چلے گئے۔ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ وہ ایک مخفی جگہ میں پہنچا۔ یہاں گہڑا کسا کسایا  
 موجود تھا۔ سپہ سوار ہو وہ جاوہ جا کہیں تہا بن جا کر دم لیا۔ یہاں اس کے بعض جان شا  
 دوست ہمیں بدلے ہوئے موجود تھے۔ اب اس نے ڈاڑھی سوچہ میں منڈوائیں  
 ۔ اور سادھون کی صورت بنائی۔ اور دھونی رائی اور ساکھن برہوت لگائی۔  
 اور آہا دہا رس گیا۔ کٹک حیدر آباد پہنچا اور دن میں پہنچا۔ اور بیٹے کو متہا میں  
 ایک برہمن کے سپرد کر گیا اور کہہ گیا کہ اس پاس دو کنکین چاڑھے +  
 حبوت سیوا جی بہا کا تھا اسے کچھ دیر کو پہرہ والون کو معلوم ہوا۔ پادشاہ کو خبر ہوئی  
 حکم احکام اس کے تعاقب کر نیکی لئی جاری ہوئے۔ مگر سیوا جی اپنی حکمتوں سے صاف  
 نکل گیا۔ اور اسے گڈہ میں وہ دسمبر ۱۶۶۶ء میں نو مہینہ بعد پہنچ گیا۔ اور اس نو مہینہ  
 میں وہ پادشاہ کے دربار کا خوب مشاہدہ کر آیا۔ انگریزی مؤرخین کی یہ کہہ رہے ہیں کہ  
 اورنگ زیب نے یہ کام عقلمندی کا نہیں کیا۔ سیوا جی سے ایسا برتاؤ نہ برتا کہ وہ دل  
 و جان سے بندہ احسان ہو جاتا۔ اگر اس کے باپ و دادا میں کوئی تخت سلطنت پر ہوتا تو  
 وہ ایسا نہیں کرتا۔ مگر میں اون کے کہنی کا اس وقت قائل ہوں کہ وہ اورنگ زیب کے جگہ  
 زیب اورنگ ہو۔ اور ان کے سامنے سیوا جی جیسا نوجوان لڑکا اپنے سب لوٹ کے

کامیاب کا میناب ملے ہو۔ اس وقت وہ اخلاق برترین جو وہ کہتے ہیں۔ اس کے  
باپ داداؤں کے سامنے کوئی شخص اس قماش کا نہیں پیش ہوا جسے انہوں نے  
اخلاق برتا ہو فقط

## شاہجہان کی وفات

دسمبر ۱۶۶۶ء کو شاہجہان جس بول کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اور روز بروز  
۱۲ جب ۱۰۷۶ء عوارض متضادہ میں مبتلا ہوتا گیا۔ ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے از دیاد  
کا سبب ہوتا غرض ۲۶۔ جب کو انتقال کیا۔ تاریخ وفات اس کی شاہ جہان کر دوا  
ہے۔ اکیس برس کی سلطنت کے بعد وہ اس گوشہ عزلت میں بیٹھا تھا۔ مگر تعظیم اور  
اور تکریم اس کی ہمیشہ عالمگیر کرتا رہا۔ اور بہت خدمتگاراؤں کے پاس تھے۔ قلعہ میں  
اوس کی حکومت تھی۔ عالمگیر نے داراشکوہ کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرنی  
چاہی تھی۔ مگر شاہجہان نے اس کو قلعہ سے باہر نہ جانے دیا۔ اور بعض جواہرات پیش کیا  
شاہجہان پاس ایسے ہو گئے۔ عالمگیر نے کئی دفع مانگی۔ مگر اس نے نہیں دے کر غرض  
ان باپ بیٹوں کی خط و کتابت مکتوبات عالمگیری کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا  
کہ اس تعظیم و تکریم اور عقلمندی و فطرت کی ساتھ معاملات باپ بیٹوں میں ہو گئے۔ شاہجہان  
کی عمر چترتیس سال تین ماہ کی تھی۔ اکیس برس و ماہ سلطنت کی۔ اور سات برس عزت نشینی  
کی۔ روضہ ممتاز محل میں دفن ہوا۔

## واقعات متفرقہ

چونکہ ہم نے ہر مہم کو تمام اور کمال ایک ہی جگہ لکھا ہے اس لیے سچ میں واقعات چھوڑ  
ہیں اب ہم ان کو لکھتے ہیں +

## قلعہ پالا (سولہ بلاون) متعلقہ خصوصیت بہار

یہاں کے مرزبان نے بادشاہ سی کشی اختیار کی۔ اور نذرانہ معمولی نہ بھیجا۔ اسلئے  
اسلئے امن جب داود خان مہم بنگالہ سے واپس آتا تھا بادشاہ کا حکم ہوا کہ راہ میں  
اس مرزبان کشش کا ہی علاج کرنا آئے۔ یہ ملک جنگل اور پہاڑ میں واقع تھا۔ اور  
تین بڑے مستحکم قلعے تھے۔ دو قلعے تو بادشاہی فوج کے پہنچتے ہی خالی ہو گئے۔ مگر تیسرے  
قلعہ پر معرکہ آرائی ہوئی اور مرزبان نے صلح کا پیغام بھیجا۔ مگر بادشاہ نے اسے لکھا کہ  
اگر مسلمان ہو تو تصور معاف ہوتا ہے۔ اور ملک و سکا برقرار رہتا ہے۔ مگر اوسنے اس  
بات کو منظور نہیں کیا۔ اسلئے یہ قلعہ بھی کئی لڑائیوں کے بعد فتح ہو گیا۔

## زمین دار جا مسی لڑائی

اس ملک کا زمیندار غلہ ہمیشہ بادشاہ کا تاجدار رہا۔ مگر اب وہ مر گیا تھا۔ اسکی زمیندار  
بادشاہ کی طرف سے ستر سال کو محنت ہوئی۔ مگر غلہ کا بہائی اسے سنگتہ تھا۔ اوس نے  
بہتیجے کو قید کر لیا۔ اور خود زمیندار بن بیٹھا۔ کسی حکمت سے ستر سال قید سے نکل کر  
قطب الدین خان حاکم جو گاندھ پاس آیا اور اپنا حال سنایا۔ بادشاہ کو خبیث وکی خبر ہوئی  
تو اوسنے گجرات کی تمام بلکاروں اور قطب الدین خان کو نام حکام جاری کیے کہ ستر سال  
کو زمیندار ہو ان کی اسے سنگتہ چھین کر لا دیں۔ اس اسے سنگتہ کے ساتھ مشاجی  
زمیندار کچھم ہی ہو گیا۔ غرض ایک معرکہ ان زمینداروں کے جام سے چار کوس دور ہوا۔ چھین  
اسے سنگتہ مع عزیز اور اقربا اور سولہ سو آدمیوں کے مار گیا۔ اور بادشاہی سپاہی ایک  
مارے گئے۔ اور چار سو زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ جب لکھنؤ کا ہے +

مقتب بزرگ کی زمیندار کی بعد لڑی وروہان نامہ اسلام کا فروع

تہمت بزرگ منبت پرستی بہت ہوتی تھی۔ خدا پرستی بہت تھوڑی تھی۔ اسلئے پادشاہ  
سیف خان حاکم کشمیر کے نام سے انہی میں فرمان جاری کیا کہ وہ زمیندار مذکور پاس کسی  
معتبر ملازم کے ہاتھ بھیجے۔ اگر زمیندار تابعدار ہو جائے تو اسے کچھ تعویض ملے۔ اور اگر اطاعت  
نہ اختیار کرے تو لشکر لیکر اس پر چڑھ جائے۔ سیف خان نے اس فرمان کو محمد شفیع کی ہاتھ  
زمیندار دلدن نچل کے پاس بھیجا۔ اس نے مین کو سس اور سکا ہتھ بھال کیا۔ اور نہ اندازہ مخول  
بھجوا یا۔ اور جمعہ کو پادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور خطیب نے مذکور کو ہر شہر کہنے۔ اور ایک  
مسجد دار سلطنت میں تعمیر کرائی۔ پادشاہ کا سکہ جاری کیا۔ اور پادشاہ کی اطاعت  
اختیار کی۔

### چانگام کی فتح

یہ ملک ملک خٹک سے متعلق تھا۔ وہاں کے باشندوں کو لکھہ کہتے تھے۔ وہ ہمیشہ جنگلی تھے  
میں میٹھہ پادشاہی ملک ورتھانوں کو لوٹتے رہتے۔ اور ہندو مسلمانوں کو اسیر کر کے  
لے جاتے۔ اس واسطے امیر الامرا صوبہ دار بنگالہ کے نام حکم صادر ہوا کہ ایسی جگہ تہانے  
بٹھائے کہ یہاں سے اس کا حوصلہ نہ ہو کہ وہ ملک شاہی کو لوٹ سکے۔ اور ایسے تہانوں پر ترقی پڑے  
اور سپاہ زیادہ متعین کرے۔ چنانچہ امیر الامرا نے یہ تہانے بٹھائی۔ اور چونکہ یہ بے خیال  
تہا کہ قلعہ چانگام کو فتح کیجے۔ اسلئے بنگالہ کے بندر گاہوں میں جو فرنگی رہتے تھے ان کو  
بھی امداد کے لئے لکھا گیا۔ اور انہیں سے پچاس فرنگی پادشاہی ملازم ہو گئے جنہوں نے  
تری اور خشکی میں کئی لڑائیاں ہو کر چانگام سلج جب شہنشاہین فتح ہو گیا۔ اور وہ  
یہاں کا مع غریزہ اور قارب گرفتار ہو گیا۔ اور ایک سو دو جنگی کشتیاں اور ایک سو  
چوبیس قہقین برنجی اور آہنی اور تنگ و در زبورک اور بہت سا مصالح مارت کا ہتھیار  
بہت سی خلعت بنگال کی جو اس کے وقت اور اطراف میں بہاگ گئی تھی ان کا انہی اپنے

گہروں میں آباد ہوئے۔ امیر الامرنے اس ملک میں تہا نے بٹھا کر خوب انتظام کر دیا۔  
اور ملک راگان کی فتح کا ارادہ ہوا۔ برسات کے سببے اوسین توقف ہو گیا۔

## عالمگیر کی سلطنت کا عروج

عالمگیر کے زمانوں میں یہ زمانہ بڑا عروج سلطنت کا تھا۔ ستارہ اقبال و سکا چمک پاتا تھا۔  
اوسکی قلمرو میں بہت جگہ امن تھا۔ رعایا چین جان اور آرام سے زندگی بسر کرتی تھی کشتی  
کے حاکم نے تبت کی حاکم کو مطیع کر لیا۔ بنگال کے حاکم نے چانگام کو جو خلیج بنگال کے مشرق  
کنارہ پر تھا قبضہ کر لیا۔ اور قطب الدین خان فوجدار جو ناگڈہ نے جام کو فتح کر لیا یہ  
سب فتوحات کسی انتہا پر سلطنت کی تھیں۔ عبدالعزیز خان والی بخارا کا الچی خواجہ  
اور سجان قلی خان والی توران کا سفیر ابراہیم بیگ اور شاہ عباس والی ایران کا  
بلورق بیگ دوستانہ خطوط لے چکے یاوشاہ کے آستانہ پر موجود تھے۔

## شاہ ایران سی بی لطفی

تربت خان نامہ والی ایران کا جواب لیکر ایران گیا۔ اور شاہ ایران سے فرخ آباد میں ملا  
مکروہ اوس سے ملقت ہوا۔ بلکہ یہ ارادہ اوسکا معلوم ہوا کہ خراسان میں سپہ کشی اور  
زخم امی کے ارادہ سے آتا ہے جب یاوشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو بادشاہنہ اور محمد عظم کو  
راجہ جونت سنگ کے ساتھ ۱۴ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ میں کابل میں صوبہ دار مقرر کیا۔ اور  
اور میں ہزار لشکر ساتھ بچلا۔ اور خود ہی پنجاب کا ارادہ کیا۔ مگر شاہ عباس خنق کے  
مرض میں مر گیا۔ اس موت فی ہم کو سر درویدہ اور شاہنہ اور نام حکم کیا کہ وہ لاہور سے  
آگے نہ جائے اور اولٹا چلا آئے۔

یاوشاہ کی والی سیجا پور کے ساتھ معاملات



تم پہلے پڑھ آئے ہو کہ عالم گیر کی اقبال مندی کے ہی امضایں تھیں کہ راجہ جے سنگھ  
بیجا پور کے مقابل میں فتحپوری نہ حاصل ہوئی۔ اور اورنگ آباد میں ناکامیابی کے ساتھ  
آنا پڑا۔ بادشاہ نے اسے بلالیا۔ اور اس کی جگہ شانہ لوہہ معظم مقرر کیا۔ راجہ جسونت سنگھ  
اوس کے ہمراہ بھی گیا اور دلیر خان جسکو بہہ دونوں پسند کرتے تھے اسے مقرر  
کیا گیا کہ وہ دونوں کی نگرانی کرتا رہے۔ راجہ جے سنگھ بادشاہ پاس آتا ہی تھا کہ راہ ہی میں  
موت ہو گئی۔

## سیواجی کی ترقی

جے سنگھ کی ناکامی سیواجی کے حق میں مفید ہو گئی۔ ۱۶۶۷ء کو درمیان راجہ جے سنگھ نے  
اپنی جنگ اور بارگشت کو درمیان میں گہاٹوں اور قرب جوہار کے ملکوں سے تھام  
اپنے پاس بلالی۔ اور سب قلعوں کو خالی چھوڑ دیا۔ انہیں سے بہت قلعوں پر سیواجی کے  
دکن میں آنے سے پہلے مرٹھے قابض ہو گئے۔ اور جب وہ خود دکن میں آیا تو بہت سی  
اضلاع زیر و زبر کر کے قبضہ میں کرے +

## سیواجی اور بادشاہ کی صلح

جو کام سازشوں کے پردوں میں ہوتے ہیں ان کی اصل حقیقت نہیں کہلاتی کیونکہ جو اس کے  
کرنے والے ہیں وہ صحیح نہیں بیان کرتے اور سچ بھی کہتے ہیں تو ان کی دغا بازی اور سکاری  
کے سبب اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ محقق جو اپنی عقل و دھڑا کرے اسے لگاتی  
ہیں اور ان میں اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ اسے بغیر علم و  
اورنگ زیب و سیواجی کی صلح کا ہے۔ یہ دونوں شخص ملک چھوڑ کر دکن میں ایک دوسرے  
کے اور شاہ تھے۔ اس صلح کا حال میں بھی بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ اور شاہ

محمد معظم کو بہت ناکہ ہو گیا کہ سیوا جی سے ملا رہنا عین صلح ہے مگر جو وقت قابو چلے اور وقت  
 کرنا یا قتل کرنا اور جو کچھ ملکہ یا ننگہ سلطنت کی کہ میری حکومت بنامت اور نصرت جتنا اور خفیہ  
 مرہٹوں سے ملنا چاہتا ہوں یہ صلح اور اسکی پہنچانی کا جال تھا۔ مگر سیوا جی سیانا کو اور سہین  
 کب پہنستا تھا۔ مگر یہ بیان کرتے ہیں کہ سیوا جی دہلی میں راجہ جو وقت ملا اس کے مزاج سے  
 خوب وقف تھا اور وہ ہر وقت شاندار اور محمد معظم پر بالکل حاوی تھا ہندوؤں کو نسبت بادشاہی  
 گورنٹ کی زیادہ عزیز رکھتا اور سکورشوت دیکر یہ صلح ہوئی بے حد کچھ یہی ہوا اور وہ ۶۶ء میں  
 ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ بادشاہ فیاض سے راجگی کا خطاب یا اور اس کے بیٹے سیوا جی کو پنج  
 پنجہ کا خطاب دیا۔ پونہ۔ چاکندہ۔ سوپہ اور اسکی جاگیر کے ضلع واپس لے گئی۔ مگر سنگ گدہ  
 اور پور بندہ کے قلعوں میں بادشاہی فوج رہی گویا یہ ایک روک اور سپر رکھی گئی اور ملک  
 برار میں ایک نئی جاگیر عینیت کی غرض ۶۶ء سے دو برس تک یہ صلح قائم رہی۔ اور  
 سیوا جی ملکی اور مالی اور جنگی انتظاموں میں مصروف ہوا۔ جبکہ حال ہم آگے لکھینگے۔  
**صلح کا ٹوٹنا اور سیوا جی کا قلعوں اور ملک کا فتح کرنا**  
 عالمگیر ایسا ناواں نہ تھا کہ وہ اپنی تدابیر کی ناکامیابی کو وقت پر نہ سمجھتا چنانچہ جو وقت  
 اور سکویہ معلوم ہوا کہ اس صلح سے سیوا جی پھندہ میں نہ پہنچتا تو اس نے کہہ لیا کہ  
 اسکی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس سبب صلح کا عہد ٹوٹ گیا۔ اور سیوا جی نے ہر بات پر اپنے  
 طریقہ کو اختیار کیا۔ سنگلہ کا قلعہ پونہ کی پاس تھا۔ اسکی عظمت کا خیال ونگاں زیب اور  
 سیوا جی دونوں کو تھا۔ بادشاہ کی رچوتوں کی فوج نہایت عمدہ ایک تجربہ کار فوج کے ماتحت تھی  
 قلعہ کی حریت کو یہی تھی۔ رات کو وقت اس قلعہ پر تینا جی مالو سہری باولینوں کو لیکر  
 چڑھ گیا۔ اور پہاڑوں کی بلند یوں کو رستوں پر چڑھ کر گھیر لیا۔ رچوتوں کی سپاہ

نے بڑا دل کیا۔ اور شاہی کو مار کر پیچھے گر دیا۔ اور دشمنوں کی تہائی فوج کو ہٹانے لگا یا۔  
 مگر مرہٹے مگر بہی نہ بیٹے۔ اور آخر کو اس قلعہ کو بڑی بہادری اور شجاعت سے لیکر اوٹھی۔ سیوا جی  
 اس فتح نمایان کی خوشی میں سپاہیوں کو چاندی کے گڑے عاریتے۔ شہیدان قلعہ پورندہ  
 کو بھی لے لیا۔ اب ان قلعوں کے فتح ہو نیسے اسکے شمالی اور جنوبی ملکوں میں گہاٹوں پر  
 راستہ جاری ہو گیا۔ اور چاروں طرف اسکو فتح ہی فتح حاصل ہوئی۔ مگر وہ خجیری کوچو  
 اور سنے پادشاہ کو ویدیا تہا نہ لے سکا۔ ہندو نہرا سپاہیوں کو لیکر سورت کو پہنچا۔ اور یہاں  
 یہاں دھوکے سے کہا کہ اگلے دو لاکھ روپیہ سالانہ نذر دیا کریں گے۔ تو اس لوٹ مار سے  
 بچینگے۔ ورنہ ہر سال ان تین پہنچینگے۔ جب یہاں وہ محبت کرتا تھا تو وہ ناسک کے پاس  
 دو مغلوں کی فوجوں نے اسی روکا۔ گلا دے اپنی فوج کے دو حصے کئے۔ ایک کو غنیمت نیکر  
 چلایا گیا۔ اور دوسرے لڑنا رہا۔ اور مغلوں کو شکست دی۔ ایک مرہٹوں کو ساتھ  
 پادشاہ کی طرف سے ان سرکوں میں لڑتی تھی اور حق ناک داکرتے تھے۔ وہ گرفتار ہو گئے  
 مگر سیوا جی نے اسکے ساتھ بہادری سے برقی کر اور سے چھوڑ کر گہاٹوں کو چھوڑ دیا۔ عورت کے  
 خون سے ہاتھوں کو مہدی نہیں لگائی۔

اور دسمبر ۱۶۹۱ء میں اس نے پادشاہی ملک خاندیسے چوتھہ وصل کیا۔ اس چوتھہ کی حقیقت  
 یہ ہے کہ وہ کل محاصل کی چوتھائی ہوتی تھی۔ جن ملکوں نے یہ چوتھہ مرہٹوں کو ادا  
 کر دی۔ وہ اونکی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئے۔ اور جنہوں نے نہ ادا کی کچھ دینے میں تامل کیا  
 تو ہر اونکو مرہٹوں نے لوٹ مار کر برابر کیا۔

## پادشاہی فوج کی شکست

سیوا جی کو جب یہ فتوحات حاصل ہوئیں اونکے اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے۔ اعلیٰ حکم پادشاہ

شمال و مشرقی فوجوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھے۔ دکن کی طرف کئی برس تک وہ اچھی طرح متوجہ نہیں ہوا۔ دوم شانہ زادہ معظم کی سپاہ مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہ تھی اور باقی بیٹے کا بڑا اعتبار تھا اس لئے بیٹے کی کمک پہنچنے میں بادشاہ مدت تک بخار کرتا رہا جب اسکو اس امر کا یقین ہو گیا کہ دکن میں فوج کثیر کی ضرورت شدید ہے تو اس نے ۱۷۶۱ء میں چالیس ہزار سپاہ مہابت خان کے ماتحت روانہ کی۔ اس فوج کو کچھ تعلق شانہ زادہ معظم تھا۔ مگر جب یہ پہلے سال لاہور پہنچا تو دکن سے روانہ ہوا تو کسی حرکت ناشائستہ کا متکب ہوا بادشاہ اس سے خفا ہو گیا اور ایک امیر کی معرفت اسکو خفیہ فہمائش کرائی۔ غرض یہ فوج دکن پہنچی مگر کوئی کار نایاں اس سے ظہور میں نہ آیا۔ اورنگ آباد میں شانہ زادہ معظم نے اڑا۔ اور ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں نے ایسی فتح اس فوج پر پائی کہ سیوا جی کو کبھی عمر نہیں حال ہوئی تھی۔ اسپر بادشاہ نے مہابت خان اور شانہ زادہ کو بلا لیا۔ اور خان جہان خان حاکم گجرات کو اسکی جگہ بھیجا۔

## شمالی و مشرقی پہاڑوں سے لڑائیاں

ان قوموں کا حال جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اسکو اب یہ دیکھ لو۔ اب فاعنہ یوسف نے ایک فقیر محمد شاہ کو اپنا مہاراجہ اور بہا کو رئیس و راجا لاک کو ملا بنا کر ساوے ملک میں فساد مچایا۔ اور دیار لاک سے ورانگر بادشاہی ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر کامل خان فوجدار لاک و رامیر خان حاکم کانگرا اور اوس نواح کے زمینداروں اور فوجداروں اور صوبہ داروں کو حکم جاری کئے کہ فوجیں جمع کر کے ان قوموں کی سرزنش کریں۔ اب یہ لشکر لاک سے وراور و ترکران قوموں کے ملک میں گیا۔ اور وہ بھی لڑائی کے واسطے آمادہ ہوئے۔ اور محمد امین خان بھی ۱۷۶۱ء میں

لوفہر آرمیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اوسکے پونچنے سے پہلے کئی لڑائیاں شمشیر خان سے ہوئیں۔ اور تین سو بیس ان قوموں کے پادشاہی لشکر نے ہیرکے۔ محمد امین خان ۳ محرم کو کوئل خیر سے عبور کیا تھا کہ قوم یوسف زئی نے اوسکے لشکر کو شکست دیکر تباہ کیا۔ اور اوسکے جو بیچون کو گرفتار کر لیا۔ غرض اس بخشی نے اپنی لہ عیال کو روپیہ دیکر اوسکے ہاتھ سے چٹایا۔ پادشاہ خود اس مہم کے انصرام کے لجنہ ابدال گیا اور اپنے بیٹے محمد سلطان کو جوابی قید سے رہا ہوا تھا۔ سچا جنوری ۱۶۸۴ء ۶۵۰۰ اسے اکتوبر ۱۶۵۰ء مکت وہ ان لڑائیوں میں مصروف رہا۔ اور پندرہویں شوال ۱۰۹۶ء کو پادشاہ حسن ابدال مراجعت کر کے دہلی میں آیا۔ ان لڑائیوں کا بیان کچھ عجیب نہیں ہے۔ اسلئے کاغذ سپاہین کیا۔

### ست نارامی فرقہ کاسیان

پادشاہ اس مہم سے ناکام واپس ہو کر آیا ہے کہ ۱۶۷۶ء میں ایک عجیب ہنگامہ دار السلطنت کے قرب وجود میں برپا ہوا۔ ست نارامی ایک فرقہ ہندو میوات میں رہتا تھا۔ اس ملک کی تجارت اور زراعت سی گارہ کرتا تھا۔ مگر ضرورت کی وقت اپنی حفاظت کیلئے ہتھیار باندھتا تھا۔ اتفاقاً ایک شخص نے ایک بہکت جی کی خوب خدمت کی۔ وہ شخص پولیس سپاہیوں کا دوست تھا۔ بہکت جی پکینڈ پھیلائے۔ بہائی بندوں کو جمع کر کے فریاد کی۔ اور انکو لیکر پولس والوں پر چڑھ گئے۔ طرفین سے جانیں تلف ہوئیں۔ اور رفتہ رفتہ فساد کو وہ ترقی ہو گئی کہ پانچ ہزار آدمی اس فرقے کی مارنوں میں جمع ہو گئے۔ طاہر خان فوجدار مارنوں کو انہوں نے شکست دیدی۔ جب اسکی خبر پادشاہ کو ہوئی تو ۲۶ ذیقعد کو یمن فرحین پادشاہ فیروانہ کین۔ اور شانہ زارہ محمد اکبر کو بھی سپہ سالار بنیا کر بھیجا۔ اس فرقہ نے باوجودیکہ فن سپہ گری سے نا آشنا تھا مگر اوشجاہت دی۔ پادشاہی فوج

خوب مقابلہ کیا۔ اور کئی دفعہ شکست دی۔ یہہ لوگ اپنی مت میں جیتی سستی گئے جاتے تھے۔ ان فتوحات سے ان کے عوام الناس کی یہہ یقین ہوا کہ انکو منتر سے آتی ہیں۔ کہ ان کے بدن پر بندوق اور تلوار کچہہ اثر نہیں کر سکتے۔ اور وہ اپنی بندوق ورتلوار سے جو دشمنوں کا چاہن کر سکتے ہیں۔ یہہ یقین وہا کی طرح پھیل گیا۔ اب بادشاہی سپاہ ان کے سامنے آئیے جھکتی تھی۔ اور یہاں چاروں طرف اس اعتقاد پر زنداردن کا ہجوم ہو گیا۔ وہ لوہے مارقی اور جی بکارتے دہلی کے قریب پہنچے۔ مگر اورنگ زیب کے سامنے یہہ متبرک چلے تھے۔ اس نے شہر سے باہر خیمے کھڑے کر دی خود لڑنے گیا اور اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کی وہ آیتیں علموں پر لکھیں جنکی تاثیر جادو کو بے تاثیر کر تی تھیں۔ اس حکمت ہی بادشاہ فوج کو تقویت ہوئی۔ اور دشمنوں کے سارے منہ زہر ہے۔ شکست کہا کر ادھر ادھر تشر بتر ہو گئے۔ مگر اس سبب ایک گونہ بد نظمی اگرہ اور اجمیر کے صوبوں میں ہو گئی جسکے نظام کے واسطے عالم گیر کو خود جانا پڑا۔ اب تک ہم نے عالم گیر کی مہمات جنگ کا بیان لکھا ہے۔ اب ہم اوسکے اور نظام اور قوانین آئین بیان کرتے ہیں جنکا اثر رعایا اور سلطنت اسلام پر ہوا۔

## جنریہ

بادشاہ کچہہ پہلے ہی رفاقت یوسف زئی کی لڑائی سے خفا خفا بیٹھا تھا اب یہہ ستارا نے فساد برپا کیا تو اور آشفٹہ خاطر ہوا۔ اور اپنا غصہ یون بکا لاکر ہندوؤں پر جنریہ لگایا۔ یاد ہو گا کہ وہ اکبر کے عہد سے موقوف ہو گیا تھا۔ اور اسی سبب ہندو مسلمانوں کے دلی خیر خواہ ہو گئے تھے۔ مگر اب وہ اس بادشاہ نے جاری کیا۔ اور اس سبب پہر ہندوؤں کے دلون کو دکھا کر اپنا دشمن بنایا۔

## احتساب

پادشاہ نے ۹۵۹ھ میں اشاعت شرع ہلام کے واسطے یہہ تجویز ٹہرائی کہ کوئی فاضل محتسب مقرر ہو۔ کہ وہ تمام منہیات اور مجربات خصوصاً می نوشی اور بنگ لہجہ کے کہانے پینے سی اور تمام مسکرات سی اور خوشن اہنک کی معاشرت سی منع کرنا ہے۔ اول اس عہدہ پر بلا عوض مقرر ہو۔ اور پندرہ ہزار روپیہ سال تنخواہ اور ہزاری صد سوار کا منصب و ننگے واسطے تجویز ہوا۔ اور تمام مالک محروسہ میں صوبہ داروں کے نام احکام جاری ہوئے کہ وہ بھی ایک محتسب لیا ہی اپنے اپنی علاقہ میں مقرر کریں۔ اور ان کے ساتھ ہر ایک اور سوار ساتھ رہیں کہ اگر کوئی احکام شرع کا پابند نہ ہو تو اسکی تنبیہ نکال دے کہ وہ کام آئیں۔ بعض موزوں اس احتساب میں یہہ بھی داخل کیا ہے کہ بتوں کی پرستش منو اور نمائش سے نہ ہونے دین۔

## ایام اور وضع جشن کا بدلنا

امین گنبدی کے موافق مسلمان پادشاہوں کے ہاں بھی غرہ فرزدین کو جشن نوروز ہونا۔ اور اس سبب مسلمان اس دن کو بھی مثل عیدین مقدس اور قہر گئے لگے۔ اس پادشاہ نے یہہ مجوسیوں کا طریقہ موقوف کیا۔ اور یہہ مقرر کیا کہ جشن نوروزی سال عید فطر کے بعد ہوا کرے۔ اور سال نو غرہ رمضان سے جو جلوس ثانی کی تاریخ بتی شام کیا جائے۔ اگرچہ پہلا کارون اعتراض کیا کہ فرزدی میں موسم بہار کا ہوتا ہے۔ اور اور رمضان میں موسم ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ اسلئے جشن کی بہار بہار ہی میں چہی ہے۔ مگر پادشاہ نے ان کے کہنی پر کان نہ دہرا۔

راہدار کیے محصولوں کا معائنہ کرنا

تمام ممالک محروسہ میں پادشاہ فراہ داری کا محصول جو رسد غلہ اور اشیاء اور اجناس  
لگتا تھا موقوف کر دیا۔ اور بڑے بڑے شہر و نین جو جنگلی کا محصول غلہ بر لیا جاتا تھا وہ  
بھی موقوف کر دیا۔ پچیس لاکھ روپیہ سالانہ اس صدیقہ خزانہ شاہی میں داخل ہوتا تھا  
۔ اسکی کچھ ہمدانہ کی۔ امیر محمد ہاشم خانی خان جو پہلے مرزا مراد کا نوکر تھا اور بعد اس  
پادشاہ کا ملازم ہوا۔ وہ دکن کی اکثر جماعت میں شریک تھا۔ اسنے جو تاریخ مخفی اس  
پادشاہ کی لکھی تھی اور اسکو ظاہر نہ کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ اوں اشیاء و سخا محصول تھا  
چھوڑ دیا جو ہندوؤں کے بڑے بڑے میلو میں جا کر بکتی تھیں۔ اسلئے کہ وہ اس مال کو بیع  
حرام جانتا تھا۔

## پادشاہ کا شرع

پادشاہ نے لباس زر و زری اور نگین اور جواہر نگار خود بھی پہنڈیا۔ اور امیرون  
بھی منع کر دیا۔ کہ یہ زمانہ لباس چھوڑ دیں۔ مطربان خوش آواز اور سازندگان دنواں  
بھی دربار سے نکال گئے۔ اور ناچ رنگ کی مجلسوں کی منع کاجاری ہوئی۔ دوم ڈھائی  
گھنٹہ یوں ہندوؤں کی سخت منع کی۔ ایک دن ارباب نغمہ نے اسپین اتفاق کر کے  
ایک جنازہ بنایا۔ اور اسپریت ہی پہنڈوں کی چادرین ڈالیں۔ اور ایک ازو جام ساتھ  
۔ اور پادشاہ کے روبرو پہلے جب پادشاہ نے پوچھا کہ کیا ہے تو عرض کیا کہ حضور نغمہ اور  
سرود مگر گیا ہے۔ یہہ اسکا جنازہ کلاوت دفن کرنے لیجاتے ہیں۔ اسکے جواہرین پادشاہ  
فرمایا کہ اسکو ایسا دفن کریں کہ خلاف عادت الہی اس مردہ میں سے ہر آواز نہ نکلے۔  
پھر اسکی میلے ٹہیلے بند کر کے۔ بڑے بڑے شہر میں لنگر خانے جاری ہوئے کہ وہاں  
مسافر اور مسکین تاکر کہاں کہاں کریں۔ جہر و کہ درشن کے لئے



جہو کہ میں بیٹھنا ہی موقوف کیا۔ جب بادشاہ یہاں بیٹھتا تھا تو ہزاروں ہندو مسلمان  
 حاضر ہوتے اور بادشاہ کو دیدار سے بہرہ ور ہوتے۔ اور ایک فرقہ ہندو نکاد رشی پیدا ہو گیا  
 وہ جب تک بادشاہ کا دشمن نہ کرتے ہی زبان پر کسی چیز کو نہ رکھتے تھے۔ بادشاہ اسی طاقت  
 کو بہرہ و سبھا اور اس بدعت کو ہی لفظ کیا۔ یہ باتیں پہلی بادشاہوں کے رعایا کے دل  
 خوش کرنے کے لیے بڑی سوچ بچار کر نکالی تھیں۔ جب کہ اس بادشاہ نے اس طرح موقوف کیا  
 کہ لوگوں کا دل اس سے پھر گیا۔ بہلا کوئی پوچھے کہ اگر ہندو کا یہ عقائد تھا تو اس کا کیا بیچ  
 جو اسے موقوف کیا۔ نجومیوں کی ہی بڑی ساعت آئی۔ رالوں کے لئے ہی براہ راست  
 سب نجومی رتال دربار نکلتے۔ ملک اشتر کا عہدہ ہی تخفیف میں گیا۔ غرض شاعر کا  
 یہی قافیہ رنگ ہوا۔ مگر دربار موزوں طبع اور عالی دماغ شاعر کا خالی نہ تھا۔ بعض دفعہ  
 ایسی قصیدے اور شعر کہہ لیتے کہ بادشاہ سلامت ہی سرگردشتے۔ گرجے ہڑے چلتے تو زبان  
 کی ارشاد فرماتے کہ آئندہ ایسی بے سود کام میں اوقات ضائع نہ کرنا۔ جن موقوفیہ لکھا ہے  
 اسے شعر کہنے اور پڑھنے کی ممانعت کی وہ مبالغہ ہی۔ رفات عالمگیری میں خود اس نے  
 استاد کے شعر لکھے ہیں۔ اور وہ بعض اوقات خود شعر کہتا تھا چنانچہ اس کا یہ شعر مشہور ہے  
 کہ شعر غم عالم و امان است میں یک غنچہ دل دارم۔ چنان و شمشیر ساعت کنم خاک بیابان  
 و قرون سے تقاویم کو بہکوا دیا۔ پہلی ستوریہ یہ تھا کہ موز بادشاہوں کی تاریخیں اور رفا  
 لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ عالمگیری نامہ شمس محمد کاظم بن محمد امین نے لکھا ہے۔ او میں دست لکھی  
 حال سلطنت کا بیان کیا ہے۔ گویا بادشاہ فریب اس تاریخ لکھنے کی باقی ممانعت کر دی کہ کو  
 نہ لکھی جاوے موز اس کا سبب بیان کرتے ہیں کہ عالمگیری میں جو مرکب جماعت و فطنت  
 اور عناد اور مصیبت کی تھی۔ شجاعت اور فطنت کی سبب تو وہ کام اسے صادر ہوتا تھا

اور انہی بیچوں کی سبب میں لکھا ہے۔

جو پادشاہان عالی مقدار کو شایان ہیں۔ مگر غنا و عصبیت سے وہ افعال ظہور میں آتی تھیں جو عظیم الشان پادشاہوں پر زیبا نہیں ہیں۔ اس لئے اوسنے اپنی عقل مند کی تاریخ لکھنے کا حکم بند کر دیا کہ اوسکے مری کام زمانہ میں یادگار نہ رہیں۔ مگر باوجود اس ممانعت کے پندرہ بار اوسکے حال میں لکھی گئیں۔ جنہیں سے ایک فی خان کی تاریخ ہے جو مہات و کن میں خود شریک تھا۔ جناب الفسٹن جس نے اسی تاریخ کو زیادہ تر معبر گنا ہے۔ مگر مصنف اوسکا شیعہ ہی سلئے وہ مقصد بہت جگہ ایسی باتیں لکھ جاتا ہے جس پر طعن اور تشنیع ایک سنی پادشاہ پر موجنا بخیر وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایران کے وہ صفوی خاندان پادشاہ جو دائم النحر رہتے تھے اور نہ ہونے لگے ہی دشمنوں سے وہ سلوک نہیں کیا جو اس پادشاہ دین دار نے اپنے بہائیوں اور بیٹوں سے سلوک کیا۔

زمین کے محصول میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ صرف وہ محصولات جو خلاف شرع تھے اور جنگا اور پربیان ہوا موقوف کر دیئے۔ قاضیوں کو بڑا دی اختیار اوسنے کر دیا۔ صوبہ دار اور عمال و حکام اور فوجداروں کے اختیارات میں اس سبب بڑھ گیا۔ اور سارا غلہ و غنہ کا آئندہ خاطر ہو گیا۔ قاعدہ ہی کہ جب کوئی نیا دستور اور قانون جاری ہوتا ہے۔ تو پرانے الہکار اور سپر غل اور دایلا مچا یا کرتے ہیں۔ اور اپنے پہلے دستور و ن کی مدح سرائی کیا کرتے ہیں۔ اوسنے یہ حکم مضفانہ جاری کیا کہ ساری عدالتوں میں پادشاہ پر نالش کی جائے اور شریعت کے موافق اوسکی تحقیقات کی جائے۔ یہی زمانہ میں اوسنے ایک حکم گشتی تمام حکام پاس بھیجا کہ ہندو اہل قلم ایک قلم آئندہ نوکر نہ رہے جائیں۔ اور حکام تحت عہد خانی ہوں تو اوپر مسلمان بہتر کی گئے جائیں۔ مگر اس حکم پر عمل نہ ہو سکا۔ اور وہ فقط ہندوؤں کے دلائل مضن کر کے لئے کام آیا۔

غرض جو تغیر و تبدل قدیمی بندوبست میں کمی اور سبب ہندو مسلمانوں میں تمیز پیدا ہوئی۔ اور اس سبب انہیں آپس میں تنفر پیدا ہوا۔ اور حیدر آباد کا باب کھل گیا۔ جسکو پہلے پادشاہوں نے بڑی عمدہ تدبیروں سے سدود کیا تھا۔ اور وہ اس امتیاز کے مٹانی ہی کو اپنی حکومت کا خراج عظم سمجھتے تھے۔ اور نگریز کو خود ہی ہندوؤں سے تنفر نہ تھا۔ بلکہ وہ ہر مسلمان کو چاہتا تھا کہ جو چیز اسلام کی نہ ہو اور اسے دلی نفرت اور سکو ہو۔

ایسے حکم کی تعمیل میں وہ سختی نہ ہوئی جو جزیرہ کے لینی میں کم سختی ہوئی۔ جن ہندوؤں نے اسلام کی اطاعت اختیار کی انہوں نے یہ نیا جزیرہ دینا اول اول مسلمانوں کو مختار کیا۔ گویا یہ جزیرہ اسلام کے تسلط کی نشانی تھی۔ اور جو ہندو جزیرہ نہیں دیتے تھے وہ اسلام کے مطیع نہ تھے۔ مگر اگر کبھی مصلحت سمجھ کر اس جزیرہ کو موقوف کر دیتا تھا۔ وہ اسکا دینا ہندوؤں کو سخت ناگوار تھا۔ چنانچہ لاکھون ہندو اسکی معافی کیلئے دلی کے قلعہ کے گرد جمع ہوئے۔ اور اس محصول کی معافی کے واسطے پادشاہ کی بڑی منت سماجت کی۔ مگر پادشاہ نے کچھ نہ سنا۔ جب جمعیۃً اور پادشاہ سوار ہو کر جامع مسجد کجانی توڑتے تھے۔ اور اسکی گرد گہرے ہوئے۔ اور اس محصول کے لئے داویلا کی۔ مگر اونے اونکی فریاد سننے کے لئے اپنی کان بہر کر لئے۔ اور بھیڑ کے سبب جب اہ نہ ملی تو سطح پہاڑ چیر کر رہتے۔ کھالا کہ بہت سی غریب گھوڑوں اور مانتیوں کے پیروں کے تلے پھل کر پئے۔ اب لاکھ ہندو اپنے اپنے گھر و نکو چلے گئے۔ پہاڑ اسکے واسطے دم نہ مارا۔

### پادشاہ سے ہندوؤں کی مخالفت

ہندوؤں کے ساتھ جو منازعت کا تخم بویا گیا۔ اور اس کا یہہ مشرہ ہوا کہ مسلمانوں سے ہندوؤں کا دل پر گیا۔ اس پادشاہ کی ابتدا و سلطنت میں ہندو

اوسکی ملازمت میں جان باز اور نیک حلال مسلمانوں سے کم تھے۔ اور یہہ حال و نکتا  
 تھا کہ اگر وہ ہندوؤں کے مقابلہ میں پادشاہ کی طرف سے کچھ بھرتی تو پادشاہ کی وفاداری  
 طغور میں آتی۔ اور اپنے ہم قوم ہوں اور ہم مذہبیوں کا خیال نہ کرتے مگر جب یہہ تظلم و جبر  
 ہندو اور مسلمانوں کو باہم تمیز کا دخل مہوتا۔ تو ہندو و کادل ہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا  
 سے جدا ہوا۔ اول اول ہندوستان خاص میں راجپوتوں نے اپنی ناراضی ظاہر کی۔  
 اور دکن میں ہر ایک ہندو مرہٹوں کا دم بہنے لگا۔ غرض کہ ۱۸۱۸ء میں ہندوؤں بالکل  
 بگاڑ ہو گیا۔

### راجپوتوں سے بگاڑ

جزیرہ نے مذہبی عداوتوں کی آگ کو پہلے ہی سے بھڑکار کہا تھا۔ اب چہہ مہینہ بعد اس  
 واقعہ نے اور شتعالک می۔ کہ راجہ جیونت جسکا حال بہت جگہ بڑھ چکے ہو وہ کابل میں  
 صوبہ دار تھا۔ یہاں وہ اس دارنا پادار سے کنارہ کش ہوا۔ اوسکے بہائی بند راجپوت  
 اوسکی رانی اور نئے نئے دو بیٹوں کو ساتھ لے بے اذن اور دستک اہ داری صوبہ دار  
 کابل کے وطن جانی کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ جو بیک پر میز بحر اور نکاح مہم ہوا۔ راجپوتوں  
 نے خانہ جنگی کی۔ اور غالب ہو کر دیل سے کسی پایاب راہ سے اتر آئے۔ شاہجہان  
 برسر راہ تہا ناچار یہاں وارد ہوئے۔ عالمگیر نے یہہ اولی حرکت سنکر اور اپنی کنبہ تیر  
 کو کار فرما کر کو تو ال کے نام حکم صادر کیا کہ اولی فوج گاہ پر پہرے بٹھا دے جائیں۔  
 بعد چند روز کے راجپوتوں نے اپنی ذاتی شجاعت کے سوار یہاں فند و فریب کی قدرت  
 اپنی دکھا کہ درگاہ اس در چند دراروں پادشاہ سے جانیکی رخصت مانگی۔ پادشاہ  
 اس سبب کہ آدمیوں کے کم ہو جانے سے رانی اور لڑکوں کو بس میں رکھنا زیادہ آسان  
 ہو جائیگا۔

اونی حضرت منظور کر لی۔ انہوں نے راجہ کرٹکون کو غلاموں کی صورت بنایا۔ اور انہیں  
 کومروانہ لباس پہنایا۔ اور بڑے بہادر سورا راجپوتوں کو غنیمت کا اندر بٹھایا۔ اور لونڈیوں کو  
 رانیوں کا روبرو اور لباس پہنایا۔ اور غلاموں کو راجہ کرٹکون کا بنایا۔ یہاں عورتوں کی پردہ نشینی  
 کام کر گئی۔ نہین اس کام کا ہونا مشکل تھا غرض اب انہوں نے راجپوتوں سے کہا کہ ہم رانی اور  
 کنہروں کو لیکر چلتے ہیں۔ اگر یہ راکھل جلے تو تم ان جعلی لڑکوں اور رانی کی حراست  
 میں ہتھ کرکوش کرنا کہ پانچ چہ گھنٹے او سین لگ جائیں۔ شاید وہ کچھ تھوڑی دور تھے  
 کہ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی غرض جب تک اسٹف را اور کشف اسرار ہو گئی گھنٹے گزر گئے۔ بادشاہ  
 نے جانیا انوں کے چھوڑ دی ڈوٹائی اور ان رانی اور لڑکوں کو اپنے پاس طلب کیا۔  
 اس پر راجپوتوں نے کہا کہ ہم رانی نہیں دینگے۔ جان دینگے۔ یہ بادشاہ نے فوج بھیجی لیچو  
 اونسے بمقابلہ پیش آئے۔ اور ایک فوج شاہی کو مغلوب ہی کر دیا۔ مگر جب اونہیں ہی ہت  
 قتل ہو گئے۔ تو جعلی رانی اور لڑکے گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے ان کو حرم سر میں بھجویا۔  
 لڑکوں کو مسلمان کر لیا۔ اور لونڈیاں اوسکی خدمت واسطے مقرر کر دیں۔ اور رانیوں کو  
 حرم سرا کی سیکیوں کا پرستار بنایا۔ اب بادشاہ اور راکین سلطنت کو یہ یقین ہو گیا کہ اصل  
 لڑکے اور رانی ہی ہیں۔ وہ گاداس در راجپوت جو اس کے سر سے زندہ بچے وہ منتشر ہو گئے  
 مگر پہر ایک جگہ جمع ہو کر وطن کو چلے۔ اس لڑائی سے رانی کو اتنی فرصت مل گئی کہ وہ جو  
 میں صحیح سلامت داخل ہوئی۔ اور اوسکے بڑے بیٹی جیت سنگھ نے ماٹواڑ پر مدت تک سلطنت  
 کی۔ بادشاہ کو مدت تک یہ یقین رہا کہ وہ راجہ کا اصلی بیٹا نہیں ہے۔ فقط رانی نے وہاں  
 نام باقی رہنے کو واسطے اوسکو بیٹا بنایا۔ اور اصلی اولاد اوسکی میری قید میں ہے غرض  
 ان جعلی اولاد کی توفیر تو قید میں کوشش کرتا رہا۔ اور آخر کو اوسکے استحقاق کے حیلے سے

جو وہ پور بڑھ گیا۔ جب راج پوت راجاؤں نے ایک اپنی ہم قوم راجہ کا بیہوشنگ دیکھا۔  
 اور خبریں نے پہلی ہی بکاڑ کہتا تھا۔ اسلئے سب راجپوت راجہ کسین متفق ہو گئے۔ مگر راجہ  
 راج سنگھ مہاراجہ جے پور جسکنا تے رشتہ پادشاہ ہی بہت اس معاملہ میں شریک نہوا۔  
 راج سنگھ رانا اورے پور مہاراجہ جنوت سنگھ کی رانی اور لکون کی اعانت میں کر چیت  
 اور بڑیہ دینے ہی نکار کیا۔ غرض اب سارا مغربی راجپوتانہ پادشاہ کا مخا ہو گیا۔  
 ۱۶۷۹ء کو فوج کو جمع کر کے پادشاہ اجیر گیا۔ وہ اپنی اوسنی رانا اور پور کو فرمان لکھا کہ راجہ جنوت سنگھ  
 رانی اور لکون کو اپنی حدود کا باہر نکال و۔ اور ملک کا بڑیہ ادا کرو۔ رانا اس حکم کو سنکر  
 ڈر گیا۔ اور فرمان کو قبول کیا۔ اور وکیلوں کو بھیجا پادشاہ کو خوش کیا۔ پادشاہ نے  
 خان جہان کو اورے پور روانہ کیا کہ زر معدود وصول کر کے چلا آئے۔ اور خود دلی چلا آیا  
 یہاں آتے ہی چند روز بعد یہ خبر آئی کہ رانا نے ہمہ تر در اختیار کیا۔ غرض پہرا پادشاہ  
 جولائی ۱۶۷۹ء میں دوبارہ اجیر کروانہ ہوا۔ اور اس دفعہ اپنی ساری ذہانت اور  
 فراست کو راجپوتوں کے مغلوب کر نین کام میں لایا۔ شاہ نہادہ معظم بہادر شاہ کو کینا  
 اور اعظم شاہ کو بنگالہ سے بہت جلد بلایا۔ شانہزادہ محمد اکبر کو کہ ساتھ تہار ناکی تنبیہ اور  
 تاکید کے لئی روانہ کیا۔ شاہ قلی خان کو تہار خان کا لقب دیا۔ اور شانہزادہ کا اتالیق مقرر  
 کیا۔ اس شانہزادہ نے رانا اورے پور کو شکست دی۔ اور وہ خوف کہا کر راولی کو بہاڑ  
 میں فرار ہوا۔ اور شانہزادہ اکبر نے اوسکا تعاقب کیا۔ اور ایک فوج کے حصہ کو اوسکے کشا  
 ملک کے تخت و تاج کے لئی جوڑا۔ شانہزادہ محمد معظم دکن سے اجین میں آگیا۔ اور رانا کا  
 کہے تالاب پر اسی کوں پر پادشاہ کے لشکر سے فوجش ہوا۔ اوسکو حکم ہوا کہ وہ اسی  
 چلا آئے۔ اور شانہزادہ اعظم شاہ کی نام حکم ہوا کہ وہ خاص جوہر کے علاقہ کو جائے

اور اودے پور کا جو علاقہ اس پاس ہے۔ وہ ویران کرتا جائے۔ اور سب کو یہ حکم تھا کہ اپنی اپنی فوجوں کا ایک ایک ٹکڑا اون رسدوں کوٹنے کی واسطے متعین کریں۔ جنگ بھگوان راجہ پھارٹون میں لیجالتے ہیں۔ اور باقی فوجوں کو شہر اور قصبہات اور دیہات کو چلانے اور پہلے درختوں کے کاٹنے اور جو روپچون کے غلام بنائیں مصروف کریں غرض دشمنوں کا سب طرح سے قافیہ ننگ کریں۔ اور کوئی مصیبت باقی نہ رہی جو دشمن پر نہ پڑے۔ سخت احکام سے راجپوتوں اور سلمانوں میں جو علاقہ بہائی سبزی اور محبت اور مولیت کا تھا وہ منقطع ہو گیا۔ پہراونہوں کے مسلمانوں کی خدمت گزاری دل جان سے نہیں کی۔ اگر کہیں وہ خدمت گزاری پر آمادہ ہی ہوئے تو بیدار سے +

### شانہ زادہ اکبر کا راجپوتوں سے ملنا

جب تک یہ ہمہ تن کامہ کا زار گرم رہا۔ راجپوتوں پاس چھپیں نہ ہر سواری میدان جنگ میں قائم رہے اکثر انہیں لشہر راجپوت جو وہ پور کے تھے۔ اور پیادوں میں اکثر ہاڑی آدمی تھے۔ وہ خوب کام ان پھارٹون میں تیکتے تھے۔ انکی حمایت سے سوار بادشاہی فوج نہ پر خوب جنگ مارتے تھے۔ اور اپنے دشمنوں کو بڑے نقصان پہنچاتے تھے۔ انکی رسدوں کی بار بار این کاٹ لیجالتے تھے۔ اور جن مقامات کو اپنی حفاظت اور حمایت کے لئے مستحکم جانتے تھے انکی حرمت کیا کرتے تھے۔ مگر گاداس جو راجپوتوں کی ہر وقت بڑی سہ لڑی کر رہا تھا۔ اسی اپنے ملک اور قوم کی نجات کی ایک اور راہ نکالی کہ تھور خان اور شانہ زادہ محمد اکبر سے خط و کتابت جاری کی۔ اور اوسکو لکھا کہ اگر تو چار طرفدار ہوگا تو ہم تیری تخت نشینی میں اعانت کریں گے۔ یہہ فوجان سب سے چوٹیا میٹا بادشاہ کا میں برس کا دم میں آگیا۔ اوسنے باب سے بغاوت اختیار کی۔ یہہ سب سے بغاوت کر نکلا تو باپ ہی سے بڑھا تھا

ایک ہزار سوار راٹھوڑاؤسکے لشکر میں شریک ہوئے۔ بہادر شاہ نے بہائی کو نصیحت کے  
 ذمے لکھے۔ اور باپ کو بھی لکھا کہ آپ اکبر کی طرف غافل نہ ہو جائے۔ اپنا تجربہ کار نوکر کو  
 رجوت پٹیان پڑھا رہے ہیں۔ مگر باپ کو بیٹے کی صغیر سبب ایسا بہرہ دیا تھا۔ کہ اس نے  
 شانہ زادہ بہادر شاہ کو لکھا کہ مذاہبتان عظیم خدام کو ہمیشہ صراطِ تقیم پر رہی کرے۔  
 اور بدخواہوں کی سخن شنوی سے محفوظ رہے۔ مگر جب اسکو یہ خبر ملی کہ محمد اکبر نے تخت  
 سلطنت پر جلوس کیا۔ اور اپنا خطبہ سکے جاری کیا۔ اور تھوڑا خان کو ہفت ہزاری کا  
 خطاب دیا۔ اور وزیر بنایا۔ اور دوسرا دارمجاہد خان بڑے عہد پر ممتاز ہوا۔ تو شاہ  
 نہایت مضطرب ہوا۔ ہفت ساری فوج اسکی رہبر اور دہر چلی گئی تھی۔ اور آٹھ سو سواروں  
 زیادہ نہ تھے۔ بہادر شاہ کو بتا کہ تمام لکھا کہ وہ اسکا پاس بطریق المیاء پہنچے۔ جب یہ  
 بچارہ کال استحال کے ساتھ دس ہزار سواروں پہنچا تو پادشاہ دین پناہ نے اپنے  
 قیاس کر کے کہ باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ اپنی توپوں کا رخ اسکے لشکر کے طرف  
 کر دیا اور حکم دیا کہ فوج کو چھوڑ کر تہا دونوں بیٹوں کو لیکر حاضر ہو۔ جب وہ اسطرح تنہا  
 بے پناہ آیا تو حضرت کو اعتبار آیا۔ مگر اب بھی دو نو باپ بیٹوں کی فوجیں ملکر شانہ زادہ  
 محمد اکبر کے لشکر سے کہ ستر ہزار آدمیوں کا تھا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وقت بڑا  
 نازک عالم گیر کیواسطے تھا۔ مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی وہ یہ سوچا کہ شانہ زادہ محمد اکبر کا  
 لشکر جو باغی ہوا ہے وہ فقط حبوتوں کے بہکانے اور سکھانے سے بہک گیا ہے۔ کوئی  
 اسکو میرے ساتھ بخدا دلی اور نبض قلبی نہیں ہے۔ اسکا راہ پر آنا مشکل نہیں ہے۔  
 اسلئے اسنے مجاہد خان کی بہائی کو کچھ لشکر دیکر بھیجا۔ کہ وہ جا کر اکبر کے رفقا اور اپنے  
 بہائی سے خط و کتابت کرے۔ مجاہد خان اکبر کے ساتھ اس کام میں دل سے شریک تھا



اسلئے وہ اپنے بھائی سے آن ملا۔ اور پھر اور وعدہ وعید پر سردار اسکے انکر بادشاہ کے  
 مل گئے۔ اس طرح شانزادہ محمد اکبر کی جمعیت پریشان ہو گئی۔ اور دربار لوٹ گیا۔ اور  
 راجپوت بھی یہہ دیکھ کر کہ سارا مقابلہ ہماری سر ریہی آن پڑ گیا۔ بادشاہ سے جا ملے  
 اور اپنے اپنے گہروں کو چلتے بنی اب اکبر کی خدمت میں فقط درگاہ اس تھا یا اسکے  
 ہزار سوار باقی خیر ملے۔ اب اوسنی سو چاکر کوئی مسلمان سردار باقی نہیں رہا۔ راجپوت جو  
 پاس میں غایت افکی انسانیت اور مروت یہہ گھیرے ساتھ شریک ورد ہو تھکا لیف  
 مصیبتیں اوٹھائیں مگر سے کوئی کام نہیں چل سکتا اسلئے وہ دشمنوں کے ساتھ سے  
 بہاگتاجات کی بہاڑوں گزرتا ہوا اسلئے میں ملک کانکن میں سیواجی کے بیٹے سنہا  
 کے پاس پہنچا۔ درگاہ اس میں بھی بانج سو آدمیوں کے ساتھ اسکے ہمراہ تھا۔

### استاد جنگ راجپوتان

بادشاہ کی لڑائی راجپوتوں سے بدستور ہی رہی۔ جو حال و سکا شانزادہ اکبر کی بناوت  
 پہلے تھا وہی اب رہا۔ بادشاہی فوج راجپوتانہ کو ٹوٹی رہی۔ راجپوت مالوہ کے ملک کو خزا  
 اور ویران کرتے رہے۔ بادشاہ مندر وں کو توڑ توڑ کر مسجد بناتا تھا۔ راجپوت مسجد  
 ڈھا ڈھا کر مند بناتے تھے۔ اور قرآنوں کو جلاتے تھے۔ اور ملاؤں کی خوب گت بندتے تھے  
 ۔ اس لڑائی میں رانا اودوی پور کا رانا دھنن تھا۔ اسلئے اسکے ملک کا زرخیز حصہ  
 مغلوں کے زیر سایہ تھا۔ اور وہی اونکے ماتحت و مالچ سے پامال و ویران ہونا تھا۔  
 اور یہہ حال اناکاتا تھا۔ اور ہر بادشاہ کے ہی بیٹے بڑے کاموں کا ہر چر اس لڑائی نے  
 کر رکھا تھا۔ وہ ہی خدا سے چاہتا تھا کہ کہیں وہ ختم ہو۔ اسلئے وہ کوئی چال ایسی چلا کر رانا  
 اودے پور نے درخواست صلح کی۔ اور بادشاہ نے ان شرط پر صلح کر لی کہ رانا راجپوت کے

غرض میں کچھ ملک دیکھ اور راجہ اجیت سنگھ لانے پر گدی پر بیٹھے۔ پادشاہ کو اس وقت خود لشکر سمیت دکن جانے کی ضرورت تھی۔ اسلئے ان شرط پر صلح کر لینا غنیمت جانا۔ مگر اس شہتی سے فساد و عناد کی جڑ نہ مٹی۔ ہمیشہ راجپوتوں کا کٹنا پٹی ہی رہا اور شرقی جانب کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تو پادشاہ کی مطیع رہیں۔ اور باقی تمام ریاستیں پادشاہ سے منحرف رہیں۔ گواو کی دارالسلطنتیں پادشاہ کی قصبہ میں ہیں۔ مگر اوادہرا و دہرا فٹ ہی برپا رہی۔ راجپوت اپنے باہمی نزاع کے سبب بڑے بڑے فتنے حیات سے ناامید ہو کر ہٹا سکے۔ مگر پہر ہی پادشاہی فوج والوں کو نہایت تنگ کیا۔ اور گجرات اور مالوہ کی صوبوں کو لوٹا کہہ سوتا۔ اب ہم دکن کے معاملات کی طرف پہر رجوع کرتے ہیں۔

### معاملات دکن

اس عرصہ میں کہ پادشاہ خود سرحد کی قوموں کے دبانے لگی گیا۔ اور راجپوتوں کی لڑائی میں مصروف رہا۔ وہ دکن کی مہات سے ہی غافل رہا۔ بلکہ جو وسائل اس کے اختیار میں تھے انکو دکن کی مہات میں ہی مصروف کرتا رہا چنانچہ ہم پہلے لکھتے ہیں کہ جبوقت پادشاہ کی فوج ۱۶۷۲ء میں پنجاب کو افغانوں کے معاملہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تو خانبہاں حاکم گجرات مہات دکن میں سپہ سالار مہات خاکی جگہ مقرر ہوا۔ اور سنہ ۱۶۷۳ء میں بزرگ بڑی فتنہ اورنگ آباد کے متصل حاصل کیں۔ اور ہزاروں مرہٹوں کی گردنیں اوڑھیں مگر آخر کو وہ ایسا کمزور ہو گیا کہ خود حملہ کرنا بالائے طاقت غنیم کے حملہ کو روک ہی نہ سکتا تھا۔ اس زمانہ میں دکن کی اندر انقلاب عظیم واقع ہوئے۔

### سیوا جی کا راجہ بننا

لڑکا

۱۶۷۳ء میں علی عادل شاہ والی بیجاپور کا انتقال ہوا۔ اور سکند عادل شاہ پانچ برس کا

اوسکا جانشین ہوا۔ اب سیواجی نے سوچا کہ مغلوں سے لڑنے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو اس ملک کی ناخت و تاراج میں نفع ہے۔ اسلئے وہ بالکل اس ریاست پر جبک پڑا اور ۱۶۳۷ء و ۱۶۳۸ء میں یعنی دو برس کے اندر اسے بعد بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے اس ریاست کا وہ ملک جو سمندر کے جانب گھاٹوں میں متصل تھا، فتح کر لیا۔ اور کوئٹن کا جنوبی حصہ مار فتح کر لیا۔ ستارہ اور اور مقامات مشہور اس کے قبضہ میں آ گئے۔ اگرچہ سیواجی راجہ مدت سی نہا بہ اتھا۔ مگر اب اور ہوا میں اڑنے لگا۔ اور دل میں یہ ہوا ائی کہ مسلمان بادشاہوں کی طرح اپنی شاہانہ نشان و کھائی۔ چنانچہ اس نے ۱۶۳۷ء کو اپنی راجدہانی رے گدہ میں راج گدی پر بیٹھ کر اپنے راج ملک کا جشن کیا۔ اور تمام شاہانہ رسمیں جو بادشاہوں میں ہوتی ہیں برتیں۔ اور وہ زرق برق سے دربار کیا کہ کبھی پہلے مرہٹوں نے خواب میں ہی نہ دیکھا تھا۔ ترازو میں بیٹھ کر تالا اور سونے کا تالا دان دیا۔ سونا روپا جو ہرات چھپا اور پونے داروں کو خلعت اور منصب بڑے بڑی انعام اور جاگیر عطا کیں۔ افسرین کے خطاب فارسی سے سنسکرت میں بدلے۔ اگرچہ ان شاہانہ رسموں کے برتاؤ میں مسلمانوں کا طریقہ اختیار کیا۔ مگر دھرم کرم میں وہ پہلے سے ہی زیادہ کٹا بند ہو گیا۔ کہانے پینے کو پابندی تو سہندوں کے موافق تھی۔ اب اس کے سوارندہ سی جوش اور قومی دھولے اس نے سہندوں اور زیادہ کر دیے۔ اور اپنی ذاتی سادگی کو جو ابتدا سے اوس میں تھی اوسکو نہ چھوڑا۔

## سیواجی کا حملہ مغلوں کے ملک پر

ان فتوحات میں جب سیواجی کو زیادہ عرصہ لگا۔ تو اس کے جشن شاہانہ سے تھوڑی دیر بعد اس کے ملک پر حملہ کر نیچا حوصلہ بادشاہی سپاہ کو پیدا ہوا۔ مگر اس حرکت کے اوّل کو

مذمت حاصل ہوئی۔ سیوا جی آپ رٹنے تو نہ آیا مگر اپنے سرداروں کے ماتحت فوجین نے انہ  
 کین۔ اور انہوں نے دو قلعے مار لئے۔ اور خاندنیں و دربار کے ملکوں کے وسط تک خوب  
 لوٹ مار کی۔ اور گجرات میں بڑی فوج تک پہنچیں۔ اور یہاں انگریز بد اسے پہلی دفعہ  
 اتر کر لگی گئیں۔ یہ پہلے ٹ مارشل لاء میں ہوئی۔ اب سیوا جی کو یہ امید تھی ہو  
 کہ بادشاہی فوج کی دانت اوسنی ایسے کہیں گے ہین کہ وہ مدت تک دے سکے پیچھے نہ ہین  
 مدت سے اوسکو یہ لو لگی ہوئی تھی کہ باپ کی جاگیر جو کڑا ناگ اور سیورین ہے اوسپر  
 قبضہ کی طرح کیجے۔ پہلی جاگیر پر اوسکا سوٹلا بہائی و نکاجی قابض تھا۔ و حقیقت میں  
 وہی اوسکا مالک تھا۔ مگر بڑے نام والی بیجا پور کی ماتحت تھا۔ اب سیوا جی کو یہ اختیار  
 کہ اس جاگیر کا دعویٰ و اثر شاگرے۔ یا بطور غنیمت کے فتح کر لے۔ اوسکے باپ کو وقت میں ہں  
 جاگیر کا انتظام نہ دت راگھو ناتھ نارین کرتا تھا۔ اور اب وہ اوسکی بہائی و نکاجی کا منتر تھا  
 ۔ مگر کسی بات پر اوسے غما ہو کر سیوا جی کے پاس چلا آیا۔ اسلئے اوسکو اور یہی زیادہ ہں  
 تمنا برائی کا خیال ہوا۔ یہ نہ دت جاگیر کا تمام کچا کھا حال جانتا تھا اسلئے اوسکا آجانا شیوا  
 کے حق میں نعمت غیر مترقبہ تھا۔ سیوا جی دورانیش بڑا بات برسوں پہلے سوچا کرتا تھا  
 ۔ اب اسوقت والی گول کندہ کو مغلون کا ہی خوف لگ رہا تھا۔ اور والی بیجا پور بھی  
 بے تحاشہ رہی تھی۔ اسلئے سیوا جی نے سوچا کہ والی گول کندہ سے رفاقت پیدا ہوئی تہاں  
 چنانچہ پیغام سلام ہو کر اوسمین اتفاق ہو گیا۔ ۱۶۶۶ء میں سہار سوار اور چالگیر  
 پیادے لیکر گول کندہ کی جانب روانہ ہوا۔ اور وہاں کچھ دنوں ٹہرا۔ اور والی گول کندہ  
 کو الو نیا۔ اور اوسمین یہم قرار ٹہرا یا کہ اگر میں اپنے باپ کی فتوحات ہی آگے اوجھل  
 کروں تو اوسمین سے بادشاہ کو حصہ دون۔ اور اس فتح کو نیکے لئے بادشاہ کی عقیقت

اور تو بچا نغایت کرے۔ باقی فوج اپنی بچا پور اور مغلوں کی روک ٹوک کیواسطے اپنی پاس  
 رہنے دی یہ سیوا جی کی عقلندی اور دانشمندی تھی کہ جب وہ ایسی دور دراز جگہ پر گیا  
 اپنے چچے وہ ٹاک چوڑا جنہیں وٹکا کوئی بدخواہ نہ تھا۔ مارچ ۱۵۷۳ء کو مقام کرنول سے  
 کشنا پار اور ترا۔ اور گدا پاسی گذر کر ماہ مئی سنہ ۱۵۷۳ء کو مدراس کے پاس پہونچا۔ اور  
 جنجی کے سامنے موجود ہوا۔ جو اسکے ملک سیوا جی سے میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ بچا پور  
 کی ریاست میں یہ بہار میں قلعہ نہایت متواتر تھا۔ وہاں کے حاکم سے کچھ پہلی ایسا  
 معاملہ ہو گیا تھا کہ وہ بغیر ٹیٹھے اسکے ہاتھ لگ گیا۔ اور اوسے جو فوج کا بڑا حصہ  
 چھوڑا تھا اوسے ویلیور کا محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اور اب سیوا جی بہائی سے ملا۔  
 اور اسے کہا کہ باپ کی جاگیر میں سے کچھ ٹکڑے ہی دلواؤ۔ جب بہائی نے سو کہا جو  
 تو اسے رنی کے قلعہ کو اور بعض در قلعوں کو زبردستی چھین لیا۔ اور میسورین  
 باپ کی ساری جاگیر پر قابض ہو گیا۔ بہان یہ کام کر رہا تھا کہ اسکے کان میں  
 آواز آئی کہ خلون نے والی گو لکنڈہ کو دبا رکھا ہے۔ یہ سن کر وہ شمال کی جانب چلا۔  
 اور نیا ملک مقبوضہ و سنے اپنی سوتیلے بہائی سنا جی جو اسکے پاس پہلے سے آگیا تھا  
 سپرد کر دیا۔ جب سیوا جی درنگل گیا تو وٹکا جی نے اپنی باپ کی جاگیر پر قبضہ کرنا چاہا۔  
 آخر کو یہ مقدمہ یوں فیصل ہو گیا کہ وٹکا باپ کی جاگیر کا مالک ہو گا۔ مگر محاصل کا نصف  
 سیوا جی کو دیا کرے۔ اور جو ملک بچا پور سیوا جی نے فتح کئے ہیں وہ اویسی پاس میں  
 اس شناسمین والی گو لکنڈہ کی مغلوں سے صلح ہو گئی۔ اور سیوا جی بلاری اور  
 ادولی کو فتح کر کے رانی گڈہ اپنی دار السلطنت میں اٹھا رہے ہیں۔ کے بعد ۱۵۷۳ء کے  
 وسط میں داخل ہوا۔

## گول کئڈہ پر دلیر خان کا حملہ

اونگ زیب کے سرداروں میں دلیر خان سب سے زیادہ دلیر اور شجاع و جاکلک تھا۔ فن سپاہ گرتی خوب ماہر تھا۔ اس میں اگرچہ فوج زیادہ نہ تھی۔ مگر جتنے تھے وہ سب میں اس کے ہم قوم افغان میں تھے۔ اور بڑی دل گردیکے جوانمرد تھے۔ کہ اسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوجوں سے بھی بڑے کام دیتے تھے۔ وہ ہوقت خانبہان خان کی جگہ بہات دکن میں سپہ سالار مقرر ہوا تھا۔ کسی نال اندیشی کے سبب پادشاہ نوالی گول کئڈہ سے لڑائی شروع کی۔ اور دلیر خان کو اس پر چڑھنے کا حکم دیا۔ ہوقت بیجاپور کا پادشاہ کم عمر تھا۔ وزرا کے ہاتھ میں سارا اختیار تھا۔ دلیر خان نے ایک وزیر بیجاپور سے اتحاد پیدا کر کے اسے ایک کام میں شریک کر لیا۔ اور دونوں نے ملکر گول کئڈہ پر چڑھائی کی۔ مگر اتفاق سے چند روز بعد یہ وزیر مر گیا۔ دلیر خان نے مسعود نامی حبشی کے استحقاق وزارت کے لئے تائید کی۔ اور اس سبب وہ بیجاپور کی سلطنت کا مشیر اعظم بن گیا۔ مگر اونگ زیب ان فائدوں کے راضی نہ ہوا۔ اور ولعہد محمد معظم کو دکن بھیجا کہ بیجاپور کی مسند نشین سے زیادہ اس ملک و مال کا مطالبہ کرے۔ اور دلیر خان اس مہم میں سپہ سالاری کا کام کرے۔ اس سبب اب بیجاپور والوں سے دوبارہ لڑائی شروع ہوئی۔ پادشاہی فوج نے خود دار سلطنت کو گھیر لیا۔ جب بیجاپور والے بائیس ہو تو وہاں کے وزیر نے گھبرا کر سیوا جی سے مدد مانگی۔ مگر اس نے کیا کہاں لے دیکھا کہ اس کے بازوؤں میں عالم گیری لشکر کے صدمہ اوٹھانکی سکت نہیں ہے۔ اس لئے محاصرہ کی فوج سے بچ کر پادشاہی علاقوں پر آن گرا۔ اور جہاں گرا تمام ملک کو ستیاناس ملا دیا۔ عالم گیری فوج نے بھی اسے ہر پہر کر ایک جگہ نرغہ کر لیا۔ اور قریب تھا کہ اس کو مار لیا ہوتا۔ مگر

بقول عالم گیر وہ پہاڑی جو ماہا۔ ایسا دیک کر کسی بل میں جا بیٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔  
اور یہ جو بھلا تو اچھے اچھے شیروں کے کان کترے۔ اور اورنگ زیب بھی دیکھتا ہی رہا  
کہ اس جوہ نے کیا کیا کام کئے۔ بادشاہی فوج سے قلعے کی قلعے خالی کر لئے۔

دلیر خان بیجا پور کے محاصرہ میں مصروف تھا جب بیجا پور والوں کا قافیہ نہایت تنگ  
تواؤ نہوں نے پہاڑوں کی منت سماجت کی۔ اور لکھا کہ اب ہمارا وقت قریب آگیا ہے  
اس وقت آؤ لو تو کام آؤ نہیں پہرے بھی کیا کام تیری نکلے گا سیوا جی نے درخواست او کی منظور  
کی۔ اور بڑے ٹہاڑے سے فوج لیکر چلا۔ ہزاروں برجیت مڑے بہاڑے برجی اس کے ساتھ  
لئے ایسے چلتے ہوئے معلوم ہوتے تھے کہ کوئی نیستان اٹا جاتا ہے۔ مگر ابھی یہہ شکر  
بیجا پور تک پہنچا نہ تھا کہ یکایک یہہ خبر اس پاس آئی کہ سنبھاجی اوسکا بیٹا عالم گیر  
سے جا ملا۔

### سنبھاجی کا پادشاہ ملنا اور پہاڑی پالنا

اس نوجوان میں باپ کی خصال اور اطوار میں سے دلیری اور شجاعت کی سوا کچھ نہیں اور  
نہ تھا خوش اطوار ایسے تھی کہ کسی مادہ سے بنی نہیں۔ ایک برہمن کی جو رو سے زنا کرنا چاہا  
سیوا جی اس حرکت ناشائستہ پر ایسا خفا ہوا کہ اوسکو ایک پہاڑی قلعہ میں قید کر دیا  
یہہ قید ایسی گراں نہ تھی کہ اوسکو روک سکتی۔ وہ نخل سید ہا دلیر خان سپہ سالار کے  
پاس چلا آیا۔ یہاں تو بڑی آؤ بگیت ہی اوسکا استقبال ہوا۔ خیمہ گاہ میں پہونچا تو سپہ  
سرو قد عظیم کو اوٹھا۔ نہایت تپاک سی ماتم کہول کر نعل گیر ہوا۔ نہایت اغراز اور احقر  
سے خمیوں میں اوتارا۔ دلیر خان کا یہہ منصوبہ تھا کہ اس بیٹے کے ماتم سے باب کی گت  
منجواے۔ گوشت خردندان سگ پر عمل کئے۔ بیاباب کے بہت کھنڈوں سے خوب

مرہٹوں کو جوڑ توڑ کر کے اپنی طرف ملا لیتا تھا۔ اور باپ کی صحبت کو بریشان کر دیا۔ مگر سیواجی کا اقبال اور تہا یہ منصوبہ کب چل سکتا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ ایسے وقت میں باپ سے بیٹے کا جدا ہونا کیسا خطر اور تردد کا مقام ہے۔ مگر یہاں بھیہ اور ہی گل کہلا۔ کہ سچہ لارنے جب بادشاہ سے یہہ عرض حال کیا۔ تو اس نے اس تجویز کو ناپند کیا۔ اور حکم صادر فرمایا کہ سنبھاجی کو پانچ ہجیر ماہ سے پاس بھیج دو۔ مگر اس وفادار جوانمرد سے یہ سارا رحمہ شکنی کر کے اپنی عزت کو ٹہ نہ لگایا۔ سنبھاجی کو بادشاہ پاس نہ بھیجوا یا۔ اور اسکو چھوڑ دیا۔ وہ چھوڑے ہی سید بابا پاس آیا۔ جب سیواجی کی جان میں جان آئی۔

### بیجا پور کا محاصرہ

بیجا پور والوں نے بادشاہی لشکر کا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک عرصہ طول طویل ہو گیا کسی کو یہلہ میدان نہ تھی کہ وہ ایسا سامنا کر سکے۔ اب سیواجی کو بھی اپنی پریشانی سے نجات ہوئی۔ وہ بھی دل بوجھ رات دن بیجا پور والوں کی اعانت پر کمر باندھ کر مستعد ہوا۔ دلیر خان کی سردوں پر جا بجا چاہا پے مارے اور ایسا اونٹکاناں میں دم کہ آخر کو لاچار ہو کر اسے سوار محاصرہ اوٹھا لینے کی کچھ اور نہ بن پڑا۔ بیجا پور والوں نے سیواجی کو اس رفاقت کے بدلہ میں کشا اور تنگ بھدہ درمیان کا مالک یدیا۔ اور اس کے باپ کی جاگیر پر جو انکو مستحق حاصل ہے وہ بھی سیواجی کی نذر گئے۔ اس سبب سے اسکو اپنے بہائی ونکا جی کے عزائم کا زیادہ اختیار حاصل ہوا۔ اور پہلے سے ہی اسکو کچھ اختیار حاصل تھا۔ اسلئے ونکا جی نے تارک الدنیا ہو نچا ارادہ کیا سیواجی کی موت اور اسکی خصلت اور انتظام سپاہ و ملک



معلوم نہیں کہ سیوا جی کو دل میں کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب طرح خاک میں مل گئے کہ اوسکو بخار چڑھا۔ اور یکایک ایسی طبیعت بگڑی کہ تین برس کی عمر میں ۱۶۸۰ میں اس دنیا سے انتقال کیا۔ مشکل ہے کہ ہم بتلائیں کہ سیوا جی کیسی آدمی تھا۔ مگر جو اس نے کام کئے وہ ہم کہہ چکی ہیں جو جو اس کے نظام اور قانون تھے وہ لکھتے ہیں۔ اسے سمجھ جاؤ کہ اس کے مزاج میں کیا برائیاں اور کیا نیکیاں نہیں۔ کس سبب وہ سب کاموں میں کامیاب ہوا۔ اور کیوں ناکور کوسطی اور فی درجہ سے بتدریج اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا۔ کن باتوں نے اوسکو مرٹون کا دیوتا بنایا۔ کیوں آج تک اس کے نام کا وظیفہ مرٹون میں پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ بت کی طرح پوجا جاتا ہے۔ یہ عجیب و غریب آدمی تھا۔ سلطنت کی قابلیت سپہ سالاری کی لیاقت رکھتا تھا۔ اپنی قوم کا ہم درد اور خیر خواہ تھا۔ چٹاوتی سیاست پر دست اور چالاک تھا کہ کوئی کام ہے کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اسے انگریزی گورنمنٹ میں خیال میں ہی نہیں آتا اور عقل کے نزدیک یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سیوا جی دوسرا پیدا ہو مگر جو وقت نانا راؤ اور کانپور یاد آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرٹون کی دغا بازی اور مکاری غارت گری اور غیر قوموں کی گرفت اور ملکی بالکل غارت نہیں ہوئی۔ بلکہ جو گرفت اونکو مسلمانوں کے ساتھ تھی اب وہی انگریزوں کے ساتھ ہے۔ سیوا جی کے حال میں ان باتوں پر طالب علموں کو چاہئے کہ خوب غور کریں۔ قاعدہ ہے کہ جس برائی کو ہم وطن اور ہم قوم برا نہیں کہتے اور اس کے کونے والے کو ملا نہیں کرتے اس کے کر نیے متوسلین درجہ آدمی اپنے تئیں برا نہیں جانتے۔ جو سیوا جی نے مہات جٹکی اور ملکی میں دغا اور فریب اور جو برائیاں کیں اونکو اس کے ہم وطنوں اور ہم قوموں نے برا نہیں جانا بلکہ اونکو اپنا فخر سمجھا۔ بہت سی کام دغا بازی اور

بے ایمانی اور مکاری اور فریب کے جو امور ان خانگی میں سخت لعنت ملامت کے قابل تھے  
 میں وہ معاملات جنگی اور ملکی میں قابل تعریف کہہ سکتے ہیں۔ سیوا جی نے ایک مسلمان  
 سپہ سالار افضل خان کو قتل کیا اور سوساری قوم نے پسند کیا۔ اور جیاد سے ایک مسلمان  
 راجہ کو مارا تو سب نے اسکو ملامت کی۔ ایک اور بات یہ کہ جیاد نے سیوا جی کے  
 ساتھ تھے وہ نرے لیرے اور فراق اور راہ زن ہی نہ تھے بلکہ ان کے دل حب الوطنی  
 کے جوش سے اور قومی محبت کی خروش سے اور مذہبی حرارت سے اور شجاعت کی جوت سے  
 بہرے ہوئے تھے۔ اور انہیں باتوں کی سبب وہ سیوا جی کے سب معاملات میں شریک ہوئے  
 اور اسکو دیوتاؤں کا دوت سمجھے بیجا پورا اور گول کندہ میں جو مسلمان رہتے تھے  
 اونسے یہ مرہٹے جدا ہی ایک ڈھنگ اپنا اس سبب رکھتے تھے کہ نہ اوکا خاندان نہ اوکا  
 مذہب نہ انکی سرفروں اونسے ملتی تھی۔ جب ان مسلمانوں کے ساتھ یہ اختلاف ہوئے  
 مغلون اور اورنگ زیب سے تو وہ کچھ مناسب ہی نہیں رکھتے تھے۔ بہاروں کے  
 دیوتا میدانوں کے دیوتاؤں سے ملنے جلتے نہ تھے۔ اوکا جگہڑا مسلمانوں سے ناخوش تھا  
 اسلئے ہر مرہٹہ خواہ وہ رجوت سیوا برہمن یا شذر مہویا اصلی قدیمی باشندہ یہاں کا ہو  
 وہ اپنے دل میں اس بات کو یقین کرتا تھا کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے دغا اور فراق  
 سے اسکو ہی اپنی جگہ سے ہلایا ہے۔ اور اب جو اوکا لشکر بڑھتا اور دانا چلا آتا ہے  
 اسے وہ اور بھی خائف اور پریشان تھا۔ غرض سیوا جی اور اس کے ہمراہی جو مسلمان  
 سے لڑی اوستی انہوں نے اپنی دیوتاؤں اور اہل وطن کی خدمت کی۔ اور  
 غرت اور شان و شوکت حاصل کی۔ اور بہت سی غنیمت اور دولت حاصل کی  
 گکین صاحب نے جو ایک بڑے مشہور مورخ ہیں انہوں نے جو تمغہ کی عادات نیالی ہیں

اوسکے مشابہ ہم سیوا جی کے خصا کن کیستے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔ تیسویں تمام ایشیا  
 کا بے چراغ اور ویران کرنے والا تھا۔ مگر گہر کے ملک تا آرمین وہ نہایت عمدہ قانون بنایا  
 اور اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں کو نہایت فائدہ پہنچانے والا تھا۔ یہی حال سیوا جی کا  
 تھا کہ وہ نہایت دغا باز مکار عذار سنگدل مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ مگر اپنی قوم کے ساتھ  
 رحم دل منصف متحمل ایذا رتھا۔ جو اضلاع اوسکی اطاعت اختیار کرتے اوسکے ساتھ  
 نہایت نرمی سے پیش آتا اور کوئی سختی نہ کرتا۔ مسلمانوں کی ہر ایک چیز کا غارت کر لیا  
 مگر اپنی قوم اپنے دہرم اپنے وطن کی عزت اور شان کا بڑھانے والا تھا۔ یہی سبب تھا کہ  
 کہ سارے اوسکے اہل وطن اوسکو دل جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اور اوسکی خدمت گزار  
 جان نثاری کے ساتھ کرتے تھے جب وہ مسلمانوں سے جڑا تھا تو بندہ جوش دیتی  
 اوسکے ساتھ ہو کر اپنی جانیں دیتے تھے جیسے کہ مسلمان جہاد دی اپنے امام کے ساتھ  
 تھے۔ مگر کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں چلا کرتی۔ کاٹھن کی ہانڈھی چولہ پر ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی  
 جن کاموں کی بنیاد دغا اور فریب پر رکھی جاتی ہے وہ چند روز پنا فروغ دکھا کر  
 صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتی ہیں۔ سیوا جی کی دغا اور فریب کا درخت سرسبز اور  
 شاداب ہوا۔ مگر اوسکے کرٹوں سے پہل اوسکی اولاد کو کہانے پڑے۔ جو سلطنت کاہلے  
 قانون اور دستور العمل کے ہوتے ہیں اوسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ ساری کام ایسی لے گا  
 اور بے ٹھکانے ہونے لگتے ہیں کہ پھر اوس سلطنت کا ٹھکانا نہیں رہتا۔ اگرچہ سیوا جی  
 نے وزیر اور عہدہ دار سب قسم مقرر کئے۔ مگر اوسکے تقررین کوئی قانون اور قاعدہ  
 اوسکی اپنی رائے اور مرضی کے نہ تھا۔ اسلئے وہ سالہ کا خانہ نہ ہوئے دنوں میں ہینگ  
 ہو گیا۔ اوسکے نظامات کی تفصیل یہ ہے کہ اوسنے جاگیرین دینے کی قاعدہ کو ناپسند

اسمین دو زبان تھیں اول یہ کہ جب جاگیرین دیجا میں تو وہ کسی سے چھینی ہی  
 جائیں تو ضرور پہلے انکی مالکون کی سہصال میں کوشش کرنی پڑی۔ دوم جب  
 جاگیر دیدی جائی تو پہلو سمین راجہ کا اختیار محدود و محدود ہوتا۔ موروثی دہات کی  
 چودہ ہریون اور اضلاع کے حاکموں کے حقوق و سنے تلف نہیں کئے مگر اپنے حقوق اپنے آئین  
 کی معرفت اپنے وصول کئے۔ اسکا حکم تھا کہ کسی گائون کی فصیل بنائی جائے۔ کوئی  
 گدہ ہی تعمیر نہ ہو۔ سوا اس کے اپنے قلعوں کے کسی زمیندار کو اجازت نہ تھی کہ وہ گدہ ہی  
 اور قلعہ بنا سکے۔ وہ نئے سپاہیوں کو جب تک بہرتی نہ کرتا تھا کہ پرانے سپاہی اسکی  
 وفاداری اور نیک کرداری کی شہادت اور فعل ضامنی نہ دیتے تھے۔ وہ اپنے سارے  
 کارخانوں پر انگہین لگائے رکھتا تھا۔ جاسوس اسکے سارے میں دوڑے رہتے۔  
 سوا اسکے وہ ہر کارخانہ میں ایک جماعت اور خاندان اور ایک پیشہ کے آدمی جو مقرر  
 کرتا اور اسکے مقابل کے آدمی ہی جو پہلی جماعت کی مخالف ہوں ضرور اس میں مقرر  
 تاکہ وہ ایک دوسر کی روک ٹوک کی کام آئیں۔ دغا اور فریب وہ کسی کی نہ چلنے دیتا  
 کیونکہ وہ خود اس فن میں استاد تھا۔ سپاہ کا یہ انتظام کیا تھا کہ اول اول و سنے  
 پیادے جنہیں نرے ہندو تھے بہرتی کئے۔ اور ہندو بھی وہ تھے جو اصلی ہندو تھے  
 تھے۔ بعد ازاں اسنے مسلمانوں میں سے پٹھانوں کو پیادوں میں بہرتی کیا۔ اور  
 سواروں کی ضرورت پڑی تو سوار بھی نوکر کہے۔ تو پٹھانوں کو سوار کرنا ملک کی  
 لڑائی کے وہ کبھی کام میں نہیں لایا۔ صرف اسی لڑائی میں اسنے والی گول کنڈہ سے  
 ایک توپخانہ کسی قلعہ کی تسخیر کے لئے مستعد رکھا۔ دو پیادے اور سوار ہکا پہلے کابل  
 پہنچے تو ایک بیچ کی لکڑی سر پر اور چپٹ جا گیا ٹانگوں میں اور ایک ہندو اگر ٹانگے میں

اوسیکے مشابہ ہم سیواجی کے خصاکن کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔ تیسویں تمام ایشیا  
کابلے چراغ اور ویران کرنے والا تھا۔ مگر گہر کے ملک تا مین وہ نہایت عمدہ قانون بنایا  
اور اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں کو نہایت فائدہ پہنچانے والا تھا۔ یہی حال سیواجی کا  
تھا کہ وہ نہایت دغا باز مکار غدار سنگدل مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ مگر اپنی قوم کے ساتھ  
رحم دل منصف متحمل ایذا دہاں تھا۔ جو اضلاع اوسکی اطاعت اختیار کرتے اوسکے ساتھ  
نہایت نرمی سے پیش آتا اور کوئی سختی نہ کرتا۔ مسلمانوں کی ہر ایک چیز کا غارت کر لیا  
مگر اپنی قوم اپنے دہرم اپنے وطن کی عزت اور شان کا بڑھانے والا تھا۔ یہی سبب تھا کہ  
کہ سارے اوسکے اہل وطن اوسکو دل جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اور اوسکی خدمت گزار  
جان شامی کے ساتھ کرتے تھے جب وہ مسلمانوں سے ملتا تھا تو بندہ جوش و خروش  
اوسکے ساتھ ہو کر اپنی جانیں دیتے تھے جیسے کہ مسلمان جہادی اپنے امام کے ساتھ  
تھے۔ مگر کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں چلا کرتی۔ کاٹھن کی ہانڈھی چولہ پر ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی  
جن کاموں کی بنیاد دغا اور فریب پر رکھی جاتی ہے وہ چند روز پنا فروغ دکھا کر  
صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتی ہیں۔ سیواجی کی دغا اور فریب کا درخت سرسبز اور  
شاداب ہوا۔ مگر اوسکے گروے پہل اوسکی اولاد کو کہانے پڑے۔ جو سلطنت کاہلے  
قانون اور دستور العمل کے ہوتے ہیں اوسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ ساری کام ایسی لے گا  
اور بے ٹھکانے ہونے لگتے ہیں کہ پہر اوس سلطنت کا ٹھکانا نہیں رہتا۔ اگرچہ سیواجی  
نے وزیر اور عمدہ دار سب قسم مقرر کئے۔ مگر اوسکے تقررین کوئی قانون اور قاعدہ  
اوسکی اپنی رائے اور مرضی کے نہ تھا۔ اسلئے وہ سارا کاخا نہ ہوٹے دنوں میں ہینگ  
ہو گیا۔ اوسکے نظامات کی تفصیل یہ ہے کہ اوسنے جاگیرین دینے کی قاعدہ کو ناپسند

اسمیں دو خیال بیان تھیں اول یہ کہ جب جاگیریں دی جائیں تو وہ کسی سے چھینی بھی جائیں تو ضرور پہلے انکی مالکوں کی سہ مصال میں کوشش کرنی پڑی۔ دوم جب جاگیر دیدی جائی تو پہلو سمین راج کا احتیارت محدود و محصور ہوتا۔ موروثی دہات کی چودہ ہریوں اور اضلاع کے حاکموں کے حقوق و سنے تلف نہیں کئے۔ مگر اپنے حقوق اپنے آدمیوں کی معرفت اور بسے وصول کئے۔ اسکا حکم تھا کہ کسی گائون کی فصیل بنائی جائے۔ کوئی گدہ ہی تعمیر نہ ہو۔ سوا اس کے اپنے قلعوں کے کسی زمیندار کو اجازت نہ تھی کہ وہ گدہ ہی اور قلعہ بنا سکے۔ وہ نئے سپاہیوں کو جب تک بہرتی نہ کرتا تھا کہ پرانے سپاہی اسکی وفاداری اور نیک کرداری کی شہادت اور فعل ضامنی نہ دیتے تھے۔ وہ اپنے سارے کارخانوں پر انکھدین لگائے رکھتا تھا۔ جاسوس اس کے سارے میں دوڑے رہتے۔ سوا اس کے وہ ہر کارخانہ میں ایک جماعت اور خاندان اور ایک پیشہ کے آدمی جو مقرر کرتا تو اس کے مقابل کے آدمی بھی جو پہلی جماعت کی مخالف ہوں ضرور اس میں مقرر کرتا۔ تاکہ وہ ایک دوسر کی روک ٹوک کی کام آئیں۔ دغا اور فریب وہ کسی کی نہ چلنے دیتا کیونکہ وہ خود اس فن میں استاد تھا۔ سپاہ کا یہ انتظام کیا تھا کہ اول اول و سنے سپاہ سے چھین نرے ہندو تھے بہرتی کئے۔ اور ہندو بھی وہ تھے جو اصلی ہندو سپاہ تھے۔ بعد ازاں اس نے مسلمانوں میں سے پٹھانوں کو پلادوں میں بہرتی کیا۔ اور اس سپاہوں کی ضرورت پڑی تو سوار بھی نوکر رکھے۔ تو پٹھانوں کو سوار کرنا ملک کی لڑائی کے وہ کبھی کام میں نہیں لایا۔ صرف اسی لڑائی میں اس نے والی گول کنڈہ سے ایک تو پٹھانہ کسی قلعہ کی تسخیر کے لئے مستعدا لگایا۔ دو نو سپاہی اور سوار لہکا پہلے لہکا پہنچے۔ ایک چپ کی گڈھی سربراہ حبت جاگلیا ناگلوں میں اور ایک ہڈا کرنا گلے میں لٹا

ہلکے ہلکے ہتیار رکھتے تھے سپہن اور کئے پاس ہوتی تھیں۔ اور شاید اس وقت تک مٹی  
اور ہتیار دشمن کے روکنے کی واسطے سوار سپہ کے اور نہ تھا۔ پیادوں کے دو فریق تھے  
ایک باولی اور دوسرے ہت کوری۔ سواروں کے بھی دو فریق تھے ایک بارگہ اور دوسرا  
سلحہ دار کہلاتا تھا۔

پیادوں پاس وہال تلوار اور توڑہ دار بندوق ہوتی تھی۔ اور دشمنوں پر شب خون  
اور چھاپے مارنے اور قلعہ کو فتح کرنے جاتے تو ایک سوان حصہ سپاہیوں کا تیر کمان بھی لیتا  
۔ ہت کوری نشانہ خوب مارتی تھے۔ باولی تلوار خوب چلاتے تھے۔ سوار تلوار اور پیچ  
رکھتے تھے۔ مگر ونگاڑ ہتیار نیزہ جو وہ فٹ کا بھلا ہوتا تھا۔ یہ ہتیار مخصوص سپہ قوم  
ساتھ ہے۔ وہ اسکو عجیب عجیب طرح سے دشمنوں پر چلانا جانتے تھے۔ سیواجی کو پیادوں  
وفاداری اور ثابت القندی پر لوہا بٹھاتا تھا۔ اور وہ بارگیوں کو بھی بے وفائین جانتا  
تھا۔ مگر سلحہ داروں پر وہ چندان اعتبار نہ کرتا تھا۔ اسلئے وہ ہمیشہ انہیں اپنے سوار <sup>خانہ پر</sup>  
شامل کیا کرتا تھا۔

پیادوں میں افسروں کے ہاں دس سپاہیوں پر اور چچاس سپاہیوں پر اور ایک سوار <sup>میں</sup>  
اور ہزار آدمیوں پر اور پانچ ہزار آدمیوں پر ہوتا تھا۔ اور اس کی خرافہ کی سنیاپت  
سپہ سالار یا کمنڈر خفیت کہتے تھے چچاس سواروں پر چولدار اور ایک ہوجیس سواروں پر  
ایک جامعہ دار اور چھ سو چچاس سواروں پر ایک صوبہ دار اور چھ ہزار دو سو چچاس  
سواروں پر ایک سنیاپت <sup>نشانہ</sup> اور چھ پیادوں کی سنیاپت جدا ہوتا تھا۔ گھوڑے  
ان سواروں کے میانہ قدم ہوتے تھے۔ اور انہوں کا ٹھہر پورے۔ اور بڑی <sup>چالاک</sup> حشمت و  
اور جفا کشی و زالیوں کو خوب پہلا لگتے تھے اور زمین خوب ڈرتے تھے۔ باگ کے

اشارے سے موڑ جاتے تھے جیسے ڈیرے سوار افسر نکلے کسی پاس نہوتے تھے۔ لڑائی کو دن  
 میں سپاہی زمین پر سوتے تھے۔ اور بہالے کو زمین پر اپنے پاس گاڑتے تھے۔ اور  
 گھوڑوں کی لگاموں کو اپنے بازو سے باندھتے تھے کہ جبوقت دشمن کا زور شور ہو تو  
 فوراً ایک کر گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ غذا بھی اونکی اکثر حوار کی روٹی اور پیاز موٹی  
 پیادے کی تنخواہ مامور سامنے تین روپیہ یا چار روپیہ۔ باغیر کی تنخواہ اسے دو چاند  
 سحرار کی تنخواہ اکیس روپیہ یا لیس روپیہ جب یہ فوج لڑائی میں جاتی تو اونکی  
 ملاشی خوب اچھی طرح سے لی جاتی۔ اگر اونکی کوئی خیر لڑائی میں کہوئی جاتی تو سکر  
 مل جاتی۔ اور اگر کوئی خیر سپاہی لوٹ بڑا لیتے تو وہ چھین لیا جاتی۔ کیونکہ لڑائی کی  
 غنیمت کی مالک بالکل سرکار تھی۔ جو لوٹ کا مال لاتا تو اسکو کچھ انعام مل جاتا۔ یا وعدہ  
 ترقی ہو جاتا۔ سال بہرے بعد سپاہیوں کا قسم کا حساب چکا دیا جاتا۔ وہ سپاہیوں  
 تنخواہ کے لئے کبھی دہات پر چٹھی نہیں کرتا تھا۔ اسلئے کہ اسے کاشتکاروں پر بڑا  
 ظلم ہوتا تھا کبھی سو گائوں دو غنم اور کاشتکاروں کو تکلیف نہیں دی۔ فقط اسنے  
 دولت مند مسلمانوں اور ہندوؤں کو قید میں رکھ کر سخت تکلیفیں دے کر اون سے  
 روپیہ وصول کیا۔ اکثر نامی قیدیوں کو وہ اپنی دریا دلی کہانے کی واسطے چھوڑ دیا کرتا  
 تھا۔ سب اور انعام انصاف سے دیا کرتا تھا۔ معافی استغاری وہ نہایت مستحق سپاہیوں  
 اور مندروں اور رشوالوں کے مصارف کی واسطے اور قلعہ داروں کو دیا کرتا تھا۔  
 موقع کو اسنے کبھی ضبط نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے موقف کو اسنے ہاتھ  
 نہ لگایا۔ تو انین سپاہ میں قلعوں کا انتظام اسکے ذاتی مخصوص تہا۔ اسکی قوت کا  
 سالہ داران قلعوں پر موقوف تہا۔ قلعوں میں مرہٹوں کی فوج رہتی۔ مگر سوار اس



وہاں لے باشندوں کو بھی اونکی حفاظت سپرد ہوئی۔ اونکو تو اعدا سکھائی جاتی اور  
 تنخواہ ملتی۔ یہ لوگ ان قلعوں کی حفاظت نہایت تندہی سے کرتے تھے۔ مرہٹوں سے  
 لتوار کا کام اور برہمنوں سے قلم کا کام اور کہانے پینے رسد وغیرہ کا انتظام سپرد تھا۔ اور  
 راموسری اور اور اصلی باشندوں سے یہ کام متعلق تھا کہ دشمن کو پاس آنے دین  
 ۔ اور جب تک وہ حملوں سے رفع دفع ہوں وہ چوری چوری دشمنوں کو حیران اور پریشان  
 کیا کریں۔ ان خدمات کے عوض میں قلعوں کے پاس کی ساری زمین اون کو بطور معافی  
 استماری کے دیدی گئی۔ ہر قلعہ میں ایک قلعہ دار ہوتا تھا۔ اور موافق حیثیت قلعہ  
 کے اور افسر اسکے ماتحت ہوتے تھے۔ برہمن اناج اور غلہ کے ذخیرہ لڑائی کے وقت جمع  
 رکھا کرتے تھے۔ سیواجی کے سب کام انتظام کے ساتھ تھے۔ ملک کی آمد و خرچ کا حساب  
 نہایت احتیاط سے کیا جاتا۔ ہر کارخانہ کا افسر ایک دستور العمل و ہدایت نامہ اپنے  
 فرائض کا اپنے پاس رکھتا تھا۔ غرض و سکا وہ انتظام تھا کہ لٹیروں کی سرداری وہ ایک  
 عمدہ سپہ سالار لائق خالق منظم ہو گیا۔ اور وہ بائیں اپنی یادگار چھوڑ گیا کہ آج تک کسی  
 اور مرہٹے کو میر نہیں ہوئے۔

سنبھاجی کا قید ہونا اور اس کا راجہ ہونا اور اسکے ظلم کرنا  
 اور سلطنت کا انتظام نہ کرنا

یہ ایک سیواجی کا زمانہ مرہٹوں کے حق میں نہایت زبون ہوا۔ اوسنے ان وحشیوں کو  
 آدمی بنایا تھا۔ اونکو نوین فوجی ہم دردی محبت کا چشہ لکھا۔ ضوابط اور قانون آئین بھی  
 بنا گیا تھا۔ خزانہ لشیر عمدہ سپاہ بے شمار چھوڑ گیا تھا۔ ایک سلسلہ قلعوں کا وہ قائم کر گیا  
 کہ دشمنوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ کہ اس سلسلہ کو کہیں توڑے۔ ہمیشہ وہیں اپنے

پٹنہ کے کاؤنگواندیشہ رہتا تھا۔ سب مان سلطنت میں تھا۔ مگر مشرقی ملکوں کا دستور  
 کہ جب کوئی فرمانروا مرتا ہے۔ تو سب اول بے ہمتی اور اسکی سپاہ میں واقع ہوتے  
 ۔ سیوا جی کے سپاہ میں تفرقہ کیوں نہ پڑتا۔ وہ تو ابھی حالت طفلی میں تھے دشمنند  
 باپ کے مرنے سے یہ لڑکا کیوں نہ اتر ہوتا۔ سیوا جی کے دو بیٹے تھے ایک سنبھا جی جو  
 ابھی دلیر خان کے پاس انگریزوں میں قید تھا۔ دوسرا راجہ رام وہ ابھی دس برس کا  
 لڑکا ہی تھا۔ اسکی ماں نہایت عقلمند اور ہوشیار تھی۔ اسنے سرداروں اور ہرنو  
 سے سازش کر کے اپنے بیٹے کو راجہ بنایا۔ مگر سنبھا جی بھی پناہ سے بھاگ کر آیا۔ اس  
 فطرت اور دشمنندی اور چالاکی سے کام کیا کہ بعض سرداروں کو جو اسکے مخالف تھے  
 موافق بنایا۔ اور بعض مخالفوں کو قید خانہ بھجوا یا غرض بغیر اسے بڑے ۱۶۸۰ء  
 راج گدی پر بیٹھ گیا۔ اسوقت تو اسنے ایسا ہی کام کیا جیسا کہ سیوا جی کے بیٹے کو  
 لائق تھا۔ بہت ہی اسکے دشمن دوست بن گئے۔ اور اسکے دل جان سے حمایت ہو گئے  
 مغلوں نے جو اسکے ملک پر حملہ کیا اونکو بھی دلیل کیا۔ اور شکست دیکر پر ہٹایا۔  
 یہ بات پہلے ہی معلوم ہوتی تھی کہ سنبھا جی کو باپ کی سلطنت سنبھالنے کی لیاقت  
 نہیں ہے۔ اور اسکی بد نظمیوں اور مزاج سے بہت جلد خرابیاں اور لڑائیاں پیدا  
 ہو گئیں۔ وہ عیاش تماش میں فضول خرچ ملکوں مزاج سنگل بلے رحم تھا۔ اسنے  
 اون لوگوں کو جنہوں نے اسکے خلاف سازش کی تھی ایسی سخت سزاؤں دین کر مٹو  
 اسے نفرت ہو گئی۔ اور بہت سردار اسکے نوکری چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے۔ اسنے  
 اپنے بہائی راجہ رام کو قید کیا۔ اور اسکی ماکوٹری میر جی سے مار ڈالا۔ اور ایک بڑا  
 پرانا رفیق برہمن اسکے باپ کا تھا اسکو فقط سازش کے شبہ پر لڑکے کو رخصت کیا۔

بہت سے برہمنوں کو جیلخانہ دکھایا۔ غرض جو پرانے کاٹھال لائق سپہ سالار اور  
 اہلکار برسوں میں باپے جمع کئے تھے۔ ان سب کو دھنگلی و سردمہری سے پیش آیا۔  
 اور پینڈت کلو شا غلام بن گیا۔ بہرہ بین شمالی ہندوستان اس پاس آیا تھا  
 اور سنے اپنی ظلم و فضل سے اس کو الٹو بنا لیا۔ جو وہ کہتا سو کرتا۔

غرض منبہا جی کے ان سب کاموں کا یہ نتیجہ تھا کہ سیوا جی کا سارا انتظام کیا ہوا ہو گیا  
 اول۔ سپاہ جو قواعد اور آئین کی پابند تھی اور سمین خلل آیا جب سوار میدان جنگ  
 میں جاتے تو اس کے ساتھ آوارہ گرد لوگ بھی ہو جاتے۔ جس سپاہ کا پہلے یہ قاعدہ تھا  
 کہ جو شخص عورت کو ساتھ لے جائے تو مگردن مارا جائے۔ اب اس میں یہ دستور اور آئین  
 ہو گیا کہ وہ دشمنوں کے خیموں میں سے عورتوں کو پکڑ لائے۔ اور اس سے ہم بستر ہوتے یا  
 بیچ لائے۔ گویا عورتیں بھی منجملہ اور سبب غنیمت کی شمار ہونے لگیں۔ غنیمت کر مال کو  
 چھپاتے۔ جس سپاہ کو تنخواہ ایک ستر کے موافق ہمیشہ ملا کرتی تھی۔ اب اس کی تنخواہ کا  
 مدار لوٹ پر تھا۔ جب تنخواہ سپاہ کی لوٹ سے پوری نہ تقسیم ہو سکتی تو افسر اس حکم کے  
 منظر رہتے کہ ان کو اور لوٹ سے تنخواہ پورا کرنے کا حکم لے جائے غرض جیسی یہ فوج  
 باقاعدہ تھی ویسی ہی اب حراصل اور جو تنخواہ اور غارت گری ہو گئی۔ منبہا جی ایسا افضل  
 خرچ تھا کہ باپ کی دولت کثیر کو تھوڑے دنوں میں اوڑا کر برباد کیا۔ رکھنا تھا۔ کے نیکے  
 بعد کر ملک کی جاگیر سے ہی خرچ نہ وصول ہوا۔ وہ خود اپنے آپ حکمرانی کرنے لگے۔  
 پینڈت کلو شا نے جب خزانہ خالی دیکھا تو اس کے معمور کرنے کے لئے زمین اور رعایا پر  
 اور نئے محصول لگائے۔ اسے خزانہ تو خاک سی ہی نہ رہا مگر رعایا کا دلائل ماضی سے  
 بہرہ گیا۔ غرض جب ان نئے محصولوں کو وصول کیا اور حساب کیا تو میچہ لوم ہوا کہ جو ترقی

سیواجی کے عہد میں بغیر ان کے وصول ہوتا تھا وہ اب نہیں وصول ہوتا۔  
جب وصول محصول میں رعایا پر سختی ہونے لگی تو وہ گہروں کو چھوڑ چھوڑ کر بہاگ گئے۔  
اور ملک برباد اور بے چراغ ہونے لگا۔ روز بروز رعایا کی ناراضی پر ناراضی بڑھ گئی۔  
سیواجی نے جو عمارت سلطنت کٹھری کی تھی وہ اب خود بخود ہموار ہوتی جاتی تھی۔  
مگر اب اس پر اور صدے رازوں کے پہنچنے لگے۔ سنبھاجی اپنی ہمت اور شجاعت کی گہمندی  
ایسا آیا کہ اوسنے کچھ خیال نہیں کیا کہ میرے دشمن بھی ہیں اور ایک دشمن عالمگیر پڑھا  
بھی ہے۔ پرانے دشمنوں کو چھوڑ کر نئے دشمن پیدا کئے کہ اپنے وزیر کلو شا کی صلاح  
اور مشورہ سے نہایت شوق سے ۱۶۸۷ء میں حنجرہ والوں سے لڑائی شروع کر دی  
اور کشتیوں میں بیٹھ کر اون پر حملہ کیا۔ مگر ساری محنت اور کوشش و سکی ضائع ہو گئی  
اور سوار اسکے کچھ نہیں بڑا کہ محاصرہ کو اڑھائے۔ اب یہہ ایک اور کم بختی جیسے ہو گئی  
کہ حبشیوں نے حنجرہ سے نکل کر اوسکے دہات کو لوٹنا شروع کیا۔ اور یہہ ایک نقصان  
عظیم اوسکو یہہ پہونچا یا کہ اوسکے چہاروں کی بیڑہ کو سمند میں شکست دی۔ اس بحری  
شکست سے سنبھاجی کا جی نہایت شکستہ ہوا۔ اور اوسنے یہہ جاننا کہ یورپ والوں نے  
جو ساحل سمندر پر رہتے ہیں ان حبشیوں کی امداد کر کے اوسکو یہہ نقصان پہونچا یا  
اس بہانہ نے پر نکال والوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور انگریزوں کی شکست و رفاقت  
قدیم سے چلی آتی تھی اوسے چھوڑ دیا۔ اور اوسے ہی مخالفت شروع کی۔ غرض  
وہ اس بے سود کاموں میں مصروف رہا۔ اور نہ اورنگ زیب کی خبر اوسنے کہی۔  
نہ والی بیجا پور اور گول گندہ سے باپ کی طرح رفاقت پیدا کی۔ نہ شانزدہ اکبر  
جو باپ سے بغاوت اختیار کر کے اوس پاس آیا تھا نہ یار اور مددگار بنایا کہ وہ بادشاہ

ستانیکے لئی کام آتا۔ اور اس کے ساتھ راجپوت اور ساری ناراض رعایا مل کر ہوئی

## پادشاہ کی مہات دکن

اب پادشاہ کو راجپوتانہ کی مہات سے انفرار ہو۔ اور سب پور کے رانا سے صلح ہوئی  
جو وہ پور کے تخت اور تاراج کے واسطے سپاہ روانہ ہوئی۔ ۱۶۸۳ء میں پادشاہ  
سلامت ساری فوج لیکر دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور برہان پور میں ردلق افروز  
ہوئے۔ اور نظام ملکی اور مالی میں مصروف ہوئے۔ جزیرہ کے وصول کرنے میں ساری  
بہت صرف کی۔ اب یہاں ساری آخری عمر ملک کن کی مہات میں بسر ہوئی۔ مگر  
ہی اس سے فرصت ہوئی۔

## مرہٹوں سی اول اول لڑائیاں

پادشاہ خود میدان جنگ میں نہیں گیا۔ شانہزادہ محمد اعظم کو شہر اور پہاڑی قلعوں  
کے فتح کرنے کے واسطے اور شانہزادہ اعظم کو کانکن کی متصل رام درہ کی تسخیر کے لئے  
مقرر کیا۔ ہر ایک شانہزادہ کے ساتھ بڑی بڑی سپاہیں ساتھ کیں۔ یہ کام جیسا  
ظاہر میں آسان اور سہل معلوم ہوتا تھا ویسا ہی وہ دشوار اور مشکل نکلا۔ سلطنت  
مضبوط قلعہ تو وہاں کے حاکم سے سانش کر کے شانہزادہ اعظم کو نیک نام خان نے  
دلوادیا۔ شہاب الدین خان جس کا لقب غازی الدین خان تھا اور وہی نظام الملک  
باپ تھا۔ اس لشکر میں بڑی چلتی تلوار تھا۔ وہ قلعہ راسخ کی تسخیر کے واسطے  
مستعین کیا گیا تھا۔ یہ سپہ سالار سمجھا یہ تھا کہ جاتے ہی سوار ہی اس قلعہ کو فتح کر لو  
مگر اس سے وہ نفع نہ ہوسکا۔ قاسم خان اوکلی جگہ پہنچے گئے۔ انہوں نے بڑی کوشش  
سے پورش کی مگر بے نیل مراد ہوئے۔ خانجہان کو کلتاش کو یہ کام سپرد ہوا

انہوں نے وہاں اپنی عقلمندی یہم خرچ کی کہ قلعہ کے ایک سمت میں عوام اور کئے  
 سپاہ کو غل غباڑہ کر نیلے لئے بھیجا۔ اور دوسری طرف سی قلعہ پر زینے اور کندھاگر  
 چڑھنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ دار انکا بھی اوستاد تھا اوستے ہی اپنی آخو سپاہ کو جب  
 غل موہ رہا تھا ہیچید۔ اور دوسری طرف جو ان دوستیار لگائے اور ہاتھوں پر بلکہ کہ  
 یعنی پنجہ آہنی چڑھائے کھڑے کئی۔ جون ہی چڑھنے والوں نے سر فصل سے باہر نکالا  
 اول ہی وار میں سرون سے گکڑیان اوتار لین۔ اور پہر اپنے آہنی پنجہ سے انکے  
 سر اور منہ کو ایسا نوچا کہ سوٹا کہ صورت بگاڑ دی۔ اور پہر انکو ایسا دھکیلا کہ پیش پیرو  
 کو ساتھ لے زمین پر سرخ رو اور شکستہ دست و بازو ہو چنڈ زوٹا ایک سکا آیا۔ اور  
 تسخیر جن کا دعویٰ تھا۔ اوستے ایک سو تلوہ سو نیچا ایک سانپ نہوا۔ اور چڑھے کا  
 لباس روئی سے بہرہ موہا پنہا اور مار طلائی ہاتھ میں لیا۔ اور ایک دم مسکی  
 پر ہو بیٹھا۔ اور سپاہ کو یوش کا حکم دیا۔ اور پہر سانپ کو ہانا اور منتر پڑھنا شروع کیا  
 خدا کی قدرت یہ کہ یہاں تر تر ہو رہی تھی۔ کہ وہاں دشمنوں کے لشکر سے پتہ آیا  
 سرگولہ ایسا اسکے سر میں لگا کہ وہیں سر دھو گیا۔ یہم دیکھ کر لشکر کا دل ہی افسردہ ہوا  
 اور تسخیر قلعہ سے مایوس ہو کر محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا۔ سارا سبب جو تسخیر کے لئے  
 جمع کیا تھا اسکو الگ لگا دی۔ اور سردار تبدیل لباس کر چلنے لگی تو قلعہ والوں نے  
 چلا کر کہا کہ اس کٹھک کو تو جل لینے دو۔ اسکی را کہہ منہ پر مل کر جا با کہ کوئی نہ پہچانے۔  
 سنبہا جی نے جب اپنے قلعہ دار کا حال سنا تو اسکو سو نیلے کرے سجوائے۔ اس  
 اثناء میں شانہ ارادہ محمد معظم ناکن کے سارے عطل میں بغیر کسی فراحت کے چلا گیا۔ مگر یہ  
 عقل کوتاہی کہ کوہستانی اور درختانی ملک میں وہ سواروں کو ساتھ لے گیا۔

ان ملکوں کی رامپون نے سواروں کو سید لٹا دیا۔ اور گھوڑوں اور باربرداری کے جانوروں کو ٹھکانے لگایا۔ اب مرہٹوں کی جال میں شانہزادہ ایسا پہنچ گیا کہ کلنا دشوار ہو گیا۔ سنبھا جی نے ساری رامپون کو بند کر دیا۔ سامان رسید جو سمندر کے راہ سے پادشاہی لشکر میں پہنچا تھا وہ اس کے جنگی جہازوں نے چھین لیا۔ اب ہندوؤں کو سمندر میں سوار ہونے سے تعصیب رہا تھا۔ اور اپنے دستور کے موافق جنگ بکریز اور ستیر فرامیشروع کی۔ مگر غازی الدین خان نے ایک شکست ارجو خود دی اور شانہزادہ محمد معظم کو مصیبت اور آفت کی ہندیسے چھپایا۔ مگر اسپر ہی سپاہ کو ملن کا زمانہ مصیبت کا ختم نہ ہوا۔ اور جب وہ بالاکھاٹ پر بعض مقامات کو فتح کر چکے تو دبا اور قحط کی سخت آفت رونما ہوئی۔ وبائی بخار نے بھی ہزاروں کی ہڈیاں وہیں خاک بنائیں۔ غرض جو وقت ہم فوج احمدانگر میں پہونچی تو کچھ اور سہین دم نہ تھا۔ مرہٹوں نے فقط زمین کی حفاظت میں کوشش نہ کی بلکہ سنبھا جی نے اس حملہ کا نظام اسطرح کیا کہ ایک فوج روانہ کی جو اندھنی و بکلی طرح برمان پور کو خاک میں ملا اور سارے ملک کو بے چراغ کرتی ہوئی بھوج تک پہونچے۔ اور اس سے برباد کر کے چلی آئی۔ پادشاہ کے افسروں نے تعاقب و سکا عبت کیا وہ ہوا پر سوار تھے۔ کبل و کبے ہاتھ آئے تھے۔ اب اورنگ زیب سپاہ کو لیکر شوالپور جب کو شانہزادہ اعظم نے فتح کیا تھا پہنچا۔ تعداد اسکی فوج کی اگرچہ صحیح صحیح نہیں معلوم۔ مگر شان و شوکت اس سپاہ کی ایسی تھی کہ اسے صفحے کی صفحہ تاریخ کے سیاہ ہوئے ہیں۔ ہزاروں سپر سواروں کے تھے۔ انہیں غیر ملکوں کے نوجوانوں کے سوا پادشاہ کی خود سلطنت و سیج کا بلی قنداری ملانی لاہوری ماحوت بہرتی تھے۔ اور یہی سوار فوج کے گلدستہ میں

کل سجدہ تھے۔ وہ سسر بزرگ لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اونکی صورت سی بہادری  
 اور شجاعت ایسی برستی تھی کہ دکن کے سپاہی نازک اور ہلکے ہلکے ہتھیار باندھنے والے  
 اونکا مقابلہ نہ کر سکتے تھے پیادہ ہی ہتھیار تھے۔ اونہیں سے کسی پلٹن پاس ٹوٹی ہوئی درندہ  
 اور کسی پلٹن پاس پیچھے کسی پلٹن پاس تیرکمان۔ سوا اذان کے بندیلوں اور میوٹوں  
 کے پلٹین ہی تھیں۔ وہ پہاڑوں میں اور ترناڑ پھندا اور لٹا ہوا بھرنا خوب جانتے تھے۔  
 باولی مرہٹوں کا مقابلہ ان سے خوب ہوتا تھا۔ پہاڑ پیادوں میں ہزاروں کرناٹکے  
 سپاہی تازہ بہرتی ہوئے تھے۔ پہر ہلکی توپوں کے توپخانے پادشاہی خمیوں کے ساتھ  
 سیکڑوں توپیں تھیں۔ توپچی اونکے ہندوستانی تھے۔ مگر افسرانکے اہل عرب تھے  
 اور سیکڑوں بیلدار اور لہار اور کارگر بیکر ساتھ ان توپخانوں کے تھے جنگی ہاتھیوں  
 کی قطاریں تھیں۔ بعد اونکے خاصے کی ہزاروں ہاتھی تھے۔ ہوج اور عماری سے بھر ہوئے  
 اونہیں سے بعض میں بیگیاٹ سوار۔ اور بعض ہاتھیوں پر وہ پادشاہی خیمے لہے ہوئے  
 جواوٹوں سے چل سکتے تھے۔ ایک اصطبل بادشاہ کی خاصی گھوڑوں کا ساتھ تھا۔ اونہیں  
 عربی ترکی عراقی بمبئی کاٹھیاوار گھوڑے بہاری بہاری ساز پڑے ہوئے۔ جڑاؤ زین و ہار  
 قوتیں بگی ساتھ وہ عمدہ عمدہ جانور دنیا کے منتخب بادشاہ کی دیر و کرتا جاتا تھا۔ جڑہ باڑ  
 بیری شکرہ شکاری کتے شکاری چیتے سیکڑوں ساتھ تھے۔ اون سے بھی عجیب و نفق لشکر گاہ  
 تھی۔ پادشاہی خمیوں کی آراشل درزیبا لشن ریفٹ اور کم خواب سے ہوتی تھی۔ اوسکا  
 احاطہ بارہ سو گز کا تھا۔ قصر شاہانہ میں جو مکان ہوتے ہیں۔ بن خمیوں میں ہوتے ہیں  
 دربار اور خلوت خانہ کے۔ اور سبک خانوں کے جدا جدا خیمے تھے۔ اوسکی بیچ میں ایک تخت گاہ  
 یا کرسی پادشاہ کے بیٹھنے کے لیے بیچ میں رکھی ہوئی ہوتی۔ اور حمام غسل خانہ مسجد چانداری



اور کشتی اور اور در زشون کے لئے جدا جدا غیمے۔ اور محل قرمگی اور زر زلفت گجراتی قائم  
 و سمور و پنجاب ایرانی و مشقی قالمین چینی ریشمی کپڑے۔ غرض سارے دنیا کے عمدہ عمدہ  
 کپڑے سے یہ غیمہ آراستہ ہوتے تھے۔ رومی پٹی اور سنہری ستونوں پر وہ بیتادہ ہوتے تھے۔  
 پادشاہی خیموں پر سونے جاندی کے کلاس لگائے جاتے تھے۔ اور رنگین قناتین خیموں کے  
 گرد کھڑی ہوتی تھیں۔ بورچی خانے اور ابدار خانے کا سامان سیکڑوں طرح کا ہوتا تھا۔  
 ایک ملک خانہ دوسرا شیرین خانہ تیسرا چار خانہ برف خانہ شورہ خانہ غرض سیکڑوں خانے  
 اسی قسم کے ہوتے تھے۔ اور یہ ان سب پر اور یہ تکلف تھا کہ سارا سامان دوہرا ہوتا تھا  
 ایک آگے منزل پر جاتا تھا۔ جو وقت پادشاہ اپنی خیمے میں داخل ہوتا تو پچاس ساٹھ تو  
 سلامی کی چوٹیں غرض اس عیش و عشرت کی سامان فی فوج کا رنگٹ ہنگام یا تھا  
 اسکا حال ہم مرثیوں کی سپاہ کی بیان میں آئندہ لکھینگے۔

### بیجا پور کی فتح

پادشاہ نے اول یہ ارادہ کیا کہ بیجا پور اور گول کنڈہ دونوں مسلمانوں کی ریاست کو فتح  
 کر لوں۔ وہ ادھنہن کو اپنا بڑا دشمن جانتا تھا۔ اور یہ سمجھتا تھا کہ بعد اونکی فتح کے  
 سنبھاجی کا مغلوب ہونا میرے آگے ایک کہل ہے۔ مگر یہ اسکی بڑی غلط فہمی تھی اگر  
 وہ اسکے بالعکس عمل کرتا تو بہتر ہوتا۔ یعنی ان دونوں مسلمان رئیسوں سے اتحاد کر کے  
 سنبھاجی کا فیصلہ کرتا۔ غرض اب اسنے شانہ زارہ سلطان اعظم کو بیجا پور پر حملہ کر سکے لئے  
 بیجا۔ وہ قلعہ بیجا پور کے محاصرہ میں سکندر عادل شاہ سے ایسا تنگ ہوا کہ غازی دین  
 خان فیروز جنگ سامان رسد نہ پہنچاتا۔ تو اسکے لشکر کا نام ہی باقی نہ رہتا۔ یہاں تک  
 کہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ درختوں کی چھال و راملی کے چھون کا آٹا کھاتے تھے مردوں کی

ٹہیان مکت نہ چھوڑتے تھے اس کہانے پینے کی ہاتھوں سیکڑوں آدمی مر رہے تھے۔ اور جب کہنویوں کی فوج کا غلبہ ہوتا۔ تو جانی سلیم۔ داراشکوہ کی بیٹی اور شاہزادہ اعظم کی بی بی عمار میمن پردہ سے باہر ہو کر تیر چلاتی اور سپاہیوں کو لڑنے کے لئے آمادہ کرتی تھی جس سر دار مذکور کے سپاہان رسید پہنچانے سے اس لشکر کی مصیبت کم ہوئی۔ بادشاہ نے جبوقت شہاب الدین کے یہہ کارگزاری سنی تو اوسکو غازی الدین خاہا در فیروز کا خطاب عطا کیا۔ اب بادشاہ نے خود بیجا پور کا محاصرہ کیا۔ اور دیواروں میں شنگا ڈال دیا۔ پور کا محاصرہ کے ہونیسے شہر میں غلہ کی رسید بند ہوئی۔ اور سارا شہر قحط کے مارے ہو کا مرنے لگا۔ آخر کار شہزادہ خان نے جو سکندر عادل کا عمدہ سردار تھا پادشاہ سے امان مانگی۔ اور قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ پندرہویں اکتوبر ۹۶۶ء کو قلعہ پر بادشاہ کا تصرف ہو گیا۔ اور سکندر گرفت اس فتح کی تاریخ ہوئی۔ اور صفیرین والی بیجا پور کو قید کر کے دولت آباد کے قلعہ میں بھیج دیا۔ بعض کہتے ہیں اوسنی سردار دیکر مار ڈالا۔ اس شہر و قلعہ کی ویرانی آج تک رنگ زیب کے اس مجاہد کی یاد دلا رہی ہے۔ اس ریاست کو بالکل تباہ کر کے پادشاہ فی اپنی مملکت کا ایک صوبہ بنایا۔ اور وہاں کے جوام را تہ سب بادشاہ کے خدمت میں حاضر ہو کر ملازم ہوئے۔

حیدر آباد گول کنڈہ پر شاہزادہ معظم کا حملہ سے کٹھن  
بیجا پور کے فتح کرنے کے بعد وہ خود حیدر آباد کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ بیجا پور کے تسخیر ہونے سے پہلے افواج اوسنے حیدر آباد کے ویرانی اور خرابی کے لئے متعین کر رکھی۔ اب ہم بادشاہ کے کوچ کر نیسے پہلے فوج کا حال بیان کرتے ہیں۔ جبوقت اعظم شاہ کو بیجا پور کی تسخیر کو اسطے متعین کیا تھا۔ اوسوقت خانجہاں بہادر اور بڑے بڑے

سہ دارون کو حیدر آباد کے کوچ میں بعض قلعوں کی فتح کرنے کے لئے حکم دیا تھا۔ یہاں  
حیدر آباد میں ابو الحسن نانا شاہ پادشاہ تھا۔ وہ نہایت عیش و مست اور کاہل تھا۔ مگر  
اوسکے اغراض میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔ اور اوسکی حکومت کا انتظام اور ملک محاصل کا  
اتہام ایک برہمن مذہا پنتہ کی سعی اور بہت سی بخوبی چلا جاتا تھا۔ اور لئیق برہمن پر  
اعتماد کرنا نانا شاہ کی دانائی کا کام تھا۔ مگر اس برہمن کا یہ اختیار و اقتدار مسلمانوں کے  
دلوں میں کہنگتا تھا۔ ابراہیم خان جو سپہ سالار ریاست تھا اوسکو نہایت ناگوار تھا۔  
وہ یہ سمجھتا کہ اگر وہ نہ ہو تو میں ہی سب کچھ ہوں۔ جب نانا شاہ کو خبر پہنچی کہ خانجہاں  
ملکہ برہمن پہنچا تو اوسنے خلیل خان معروف ابراہیم بیگ کو اڑنیکے لئے بھیجا۔ ان  
دونوں میں سخت لڑائی ہوئی اور دکنی اس شجاعت سے لڑے کہ اونگ زیبی  
سپاہ کے منہ پر پیر پڑے۔ مگر آخر کو میدان پادشاہی فوج کے ہاتھ رہتا تھا۔ جب  
خانجہاں کی سپاہ لڑتے لڑتے کم ہو گئی تو پادشاہ نے شانہزادہ معظم خان کو اور امرا  
کے ساتھ اوسکی کمک کیواسطے بھیجا۔ غرض ان دونوں سے کئی معرکے دیکھیں  
ہوئی۔ اور لشکر عالمگیری کو فتح رہی۔ جب اس لڑائی میں اس قدر عرصہ گزر گیا  
تو پادشاہ کو بیٹے کی طرف ہی شبہ پیدا ہوا۔ اور خان جہاں کو پادشاہ نے لکھا کہ۔  
مصرع اے بادشاہین ہمہ آورہ دست بد غرض اس پر شانہزادہ نے صبر  
کو بلا کر مشورہ کیا۔ اوہن اختلاف آرا سے ہوا کسی نے کہا کہ لڑنا مصلحت نہیں ہے۔  
کسی نے کہا کہ لڑنا ایک ہی دفعہ میں فیصلہ کرنا چاہئے غرض اس پر شانہزادہ معظم نے  
سپہ سالار نانا شاہ کو لکھا کہ میں توقف جنگ کے سبب پادشاہی عتاب میں مقرب ہو رہا ہوں  
اب ہماری اور تمہاری آبرو اس میں ہے کہ اب تک جو ملک پادشاہی تصرف میں آگیا ہے

اوستے آپ ہمیشہ کی لئے دست بردار ہو جائے۔ نواب کی عفو و تقصیر کے لئے پادشاہ سے عرض کیا جائی۔ ابراہیم بیگ اس صاحب پر راضی ہوا۔ اور اوسنے اور امر سے مشورہ کیا۔ اور نئے سب کے کہا کہ جو ملک اب پادشاہی لشکر کے قبضہ میں آگیا ہے۔ وہ ہماری لوگوں سے اور دم شمشیر سے وابستہ ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک دند مچا دی۔ اور سقدربان نارے کہ شانہزادہ کی خاص بردار کے سر سے سے طعام کا خوان اڑ گیا۔ اور توپیں خوب چھوڑیں جب پادشاہ نے انہوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی لشکر کو تیار کر کے آمادہ پیکار ہوا۔ اور طر فین خوب بہادرانہ حملے اور دلاورانہ مقابلے ہوئے۔ اور سرداروں کا یہ حال تھا کہ وہ رخنوں سے سرخرو ہوتے تھے۔ سگر مید آگ منہ نہ موڑتے تھے۔ شام تک کہنی مید میں جمع رہے۔ رات کو حیدر آباد میں چلے گئے۔ صبح کو شانہزادہ پہر اوٹکے پیچھے پڑا۔ دنا پتہ جو مدار المہام ابو الحسن تانا شاہ کا تھا۔ اوسنے اپنی پادشاہ کو ابراہیم بیگ کی طرف سے لگایا کہ وہ شانہزادہ محمد معظم سے ملا ہوا ہے۔ اس پر پادشاہ کا قصد ہوا کہ محمد ابراہیم کو قید و قتل کرے۔ مگر اوسکو خبر ہو گئی وہ شانہزادہ پاس چلا گیا۔ شانہزادہ اوسے بغایت پیش آیا۔ جو اندری کے پاس ہو کر کہی تانا شاہ نہیں نکلا تھا۔ جس وقت اوسنے اسے دیکھا۔ کایہ حال سنا تو اوسان باختہ ہو کر قلعہ گول کنڈہ میں کہ حیدر آباد سے بہت قریب چلا گیا۔ اس وقت کی ہل چل نہ پوچھو کہ کیا تھی۔ نہارون اشرف بی بیو کا ہاتھ ہیکڑی ہوئے بے سرو پا اور بے خانما ہو کر ادھر ادھر آوارہ ہوئے۔ اور شانہزادہ معظم خان کا حیدر آباد پر تسلط ہوا۔ پانچ چہرہ کر ڈر و سہ لوٹ کا اوسکے ہاتھ آیا۔ تمام پہلے مانسوں کے گہروں اور پادشاہی کارخانوں کو لوٹ کر تباہ کر دیا۔ اب ابو الحسن نے اپنی ایلچی شانہزادہ پاس بھیجے۔ اور اپنی عجز و نیاز کا اظہار کیا۔ اور اپنی جرموں کی معافی مانگی۔

شاہزادہ نے غارتگری کا انتظام کیا۔ کچھ فتنہ کم ہوا۔ اس عرصہ میں خلق خدا پر جو گزرا  
 تہا گزر گیا۔ اور شاہزادہ نے رحم کر کے یہ شرط صلح کی باپ پاس منظور کی گئی تھی  
 پیش کنین کہ ایک کروڑ سیل کہہ رہے علاوہ نذرانہ معمولی کے ابو الحسن ادا کرنے۔  
 اور دینا پتہ اور سکی انگنا دونوں بانیوں کو وزارت اور امارت محمدون سے مغزول کر  
 اور قلعہ سرم اور کہہ رجو بادشاہ کے قبضہ میں آئے تہی بادشاہ کی ممالک  
 محروسہ میں داخل کرے۔ تو بادشاہ تانا شاہ کی جرمون کو معاف کرے۔ مدنا کے  
 اختیارات کم کرنے میں گفتگو ہو رہی تہی کہ اور عائد اور ارکان ریاست ان دونوں  
 بانیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کے سر شاہزادہ پاس بھیج دیے۔ اس صلح کا کرنا شاہزادہ  
 معظم کے رحم اور اومیت کا کام کیا۔ وہاں باپ یہ سمجھا کہ بیٹے نے جو کلام خود  
 بادشاہ نے ایک دفعہ کیا تہا کیا ہے کہ اپنے بلند نظریوں کی غرض سے بہت سی غنیمت  
 کو تعلق کر کے رکھ چھوڑا ہے۔ گو باپ کو بیٹے پر یہ بدگمانی ہوئی مگر جب شاہزادہ کی  
 عرضی اور دونوں سرنا اور اس کے بہائی کے بادشاہ پاس آئے تو ان سے بظاہر صلح  
 منظور کرنی۔ اور سعادت خان کو جو خانجہان خان کی دیوانی پر مامور تہا نذرانہ  
 وصول کرنے کے واسطے متعین کیا۔ اور خفیہ بہادر شاہ اور خانجہان کو مطلعون اور  
 اور معصوب فرمایا۔ شاہزادہ نے جب تک اس صلح اور جنگ کا فیصلہ ہو کر انی غلہ  
 کا اشتہار دیکر حیدر آباد سے کوچ کر دیا۔ اور کہہ رہے انکر قیام کیا۔

گول کنڈہ اور حیدر آباد کی فتح کے لئے بادشاہ کا خود جانا  
 جب بجا پور فتح ہو چکا تو بادشاہ گلبرگر میں سید محمد گیسو دراز کے مزار کے لگی گیا  
 یہ زیارت شاید اس نظر سے تہی کہ حیدر آباد سے تقرب اس بہانہ سے ہو جائے۔

اور سعادت خان کو جسے نانا شاہ سے پیشکش کا روپیہ وصول کر کے لے ہی پہنچا تھا ناکید ہو کر  
کہ بہت جلد نذرانہ وصول کرے۔ نانا شاہ چوبیس نذرانہ کا تعاضد ہوا تو اسے نذرانہ  
کے عوض سارے جواہرات اپنی جواہر خانہ کے نکال کر نوجوانوں میں لٹکائے۔ اور انکو  
سہم کر کے سعادت خان پاس بطور امانت بھیج دیا۔ سعادت خان ہی مکر اور فریب کا پتلا تھا  
اوسنے ان جواہرات کو بادشاہ پاس مہوی کے خزانوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور جب نانا شاہ  
نے سنا کہ بادشاہ گول کنڈہ پر چڑھا آتا ہے تو اوسنے جواہرات کا سٹال بکھیر دیا۔ اوس پر  
سعادت خان نے وہ تقریر دل فریب کی کہ بادشاہ اوس پر پہلے ہی زیادہ عنایت کرے گا  
اور جواہرات کا خیال چھوڑ دیا۔ اب بادشاہ کا خیمہ گلبرگہ سے حیدر آباد کی طرف روانہ ہوا  
تو سلطان ابو الحسن گھبرا ہوا۔ اور بادشاہ کو عرضی اپنی تقصیرات کے عذر میں روانہ کی  
۔ اوس پر فرمان مالگیری یہ صادر ہوا کہ تمہاری تقصیرات کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ ابلی  
یہ کہ کافر کو اقتدار دیا۔ فضل اکو بے اختیار کیا۔ علانیہ بادشاہ خوار سے اسلام کی خواری  
کی۔ نہ اسلام سے کام رکھنا نہ عدل و ظلم میں فرق سمجھنا۔ نہ فسق و عبادت واقف ہوا۔  
کا فرج ربی کی اعانت کی۔ سمجھنے پر بھی ایک لاکھ ہون سنبھاجی کے حوالہ کئے۔ ان  
تقصیرات پر امید لطف و کرم دینا میں تو کیا عقبت بھی نہیں ہو سکتی۔ جب ابو الحسن  
یوں مایوس ہوا تو اسوقت اوسنے اپنا تانہ پین چھوڑ دیا۔ باوجودیکہ اسوقت فوج اسے  
چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ مگر پہر ہی اوسنے اسکی ایسی اصلاح کی کہ سات مہینہ تک قلعہ  
گول کنڈہ پر دشمنوں کا ماتہ نہ بڑھنے دیا۔ اور کئی دفعہ بادشاہی فوج کو ترک دی۔  
مالگیری کے پہر جان مسمیٰ کی کہ اوسنے فقہاء ابو الحسن کو تالیف قلوب اور وعدہ ترقی  
کے اپنی طرف توڑ لیا۔ اور آخر کار عبدالمدخان افغان نے جو آخر وقت تک ابو الحسن کے ساتھ

رہا تھا بڑی دغا کی کہ ایک دروازہ کھول یا جس کے سبب پادشاہی فوج کا تسلط ۱۷۸۸ء  
 میں قلعہ پر ہو گیا۔ بعد اسکے جو آئین تانا شاہ پر نازل ہوئیں ان کو اس صبر و استقلال  
 اور شانت سے اس نے اڑھا یا کہ جنگی بدولت آج تک اس کی رعایا اس کو پایا کرتی ہے۔  
 اور اس کی اولاد کی عزت اور تعظیم کرتی ہے۔ اسی فتح و قانع نعت خان عالی نے  
 لکھی ہیں۔ وہ حقیقت میں یارانِ جلسہ کفین طبع کے واسطے لکھی گئی تھیں۔ سیلئے ان  
 ضلع جلگت پہنچی پہلے کے شواہر نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب عالمگیر کو اس کی خبر ہوئی  
 کہ اس طرح و قانع لکھے جاتے ہیں تو اس کے خمیہ کو گھیر لیا۔ اور ان وقایعوں کا صندوق  
 دریا میں بہکوا دیا۔ اب جو یہ چند وقایع باقی ہیں تو وہ ہیں جو یارانِ جلسہ نقل کر کے  
 لے گئے تھے۔ حاتی خان نے بھی اس لڑائی کو بڑی آب و تاب لکھا ہے۔ اور ابو الحسن کے  
 قابلیتیں اور لیاقتیں خوب بگھاری ہیں۔ کہیں لکھا ہے کہ تانا شاہ نے پادشاہ سے  
 کہلا بھجوا یا کہ پچاس ہزار تھیلے غلے کی مجھے لیجئے اور فوج کو سوکانہ مرنے دیجئے۔ ایسے  
 مضمون خوشامد آمیز یوں ہی مشہور ہو جاتے ہیں جیسے یہ مشہور ہے کہ جب سلطان  
 ٹیپو انگریزوں سے لڑتا تھا اور ان پاس گولہ بارود ہو چکنا۔ تو ان کو گولہ بارود  
 بھجوا دیا تھا اور کہلا بھجنا تھا کہ اب انگریزوں۔

### شانزادہ محمد معظم بہادر شاہ کا قید ہونا

ابو حسن تانا شاہ جانتا تھا کہ اس شانزادہ کو اس کے حال پر ایک اتفاقات ہے۔ سلطنت  
 بہت سی تحفہ تحائف پہنچا کر اسے التجا کی کہ پادشاہ سے اس کی تفصیلات معاف کرادے  
 اس سے سچ من و وطن کر پائی اس کی شفاعت چاہی۔ جسے اس پر ایک قیامت آئی  
 ۔ یہ پادشاہ کا بیٹا بہت سید ہاسا وہ تھا۔ اور باپ کی وہ اطاعت کرتا تھا کہ غلام آقا کی

کیا ابعداری کر گیا۔ کبھی کوئی بات بلند نظر کنیان ہی نہیں نکالتا۔ اور باپ کا کہا ساری باتوں میں  
مانتا مگر اورنگ زیب کا خود حال بھی جوانی کا ایسا تھا۔ اور وہ بالکل الو الغری کے ارادہ خالی تھا۔  
اسلئے وہ اس سادگی کو اپنی ہی سادگی سمجھتا۔ اور یہ اندیشہ ترا کہ جو باپک مین نے سلوک کیا وہ  
اولاد میرے ساتھ نہ کرے۔ غرض سن گناہ بیٹی کی طرف سے پہلے ہی کدور کا سامان جمع ہو رہا تھا  
اب اس معاملہ نے اور بھی وسکو ٹپک دیا۔ اور غازی لدین خان فیروز جنگ و محمد اعظم نے اور  
بھی پادشاہ کو افرختہ کر دیا۔ اور آخر کار کوہر اسکی بی بی نور الدین کو قید خانہ میں ڈلوادیا۔ کھانا  
برس تک قید رہا۔

### ان فتوحات کا اثر اور دکن کی بی نظامی

اورنگ زیب کی دلی تمناؤں پوری ہوئیں اور سب ارمان نکلے۔ مگر جو چین اپنے لگایا اور اسکی  
بہار خزانہ بھی بجا پورا درگول کندہ کی ریاستوں کو یوں خاک میں ملا نا اور اسکو اپنی ملکیت  
شامل کرنا عقل و دانش کا کام نہ تھا۔ کیونکہ ان سلطنتوں کے سب سے مسلمانوں کی حکومت دکن  
میں قائم تھی۔ اور انکے سب سے امن مان بھی رہا تھا۔ اور خاصہ یہ تھا کہ یہاں پر عرب اب  
اسلام کا تہا جبہ ہر باد ہو گئیں تو اسکی متعلقین خواہ خواص خواہ غلام برائے گندہ اور منتشر ہو گئے۔  
پٹھانوں اور بیکانیر کی سپاہ تو پادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ اور جو افسران و عین سے اپنی اقاؤ  
سے یو فابن کو یا بیکار ہو کر پادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے۔ انکے دل بڑبڑاؤں اور درجے  
چڑھانیکے لہی پادشاہ کو اپنی مویشی کا ربرہ موقوف کرنے پڑے۔ اور باقی سپاہ اور افسران تو تنہا جی سے  
جاگر مل گئی یا بجائے خود فراتی اور زہنی کا پیشہ اختیار کیا۔ اس طرح فساد اور زراعتوں کا دکن گہرین  
دور دور کے زہید اپنی خود مختاری کے لئے موقع ملنے رہی۔ اور جو جولا ریائیں اور قریان  
مہٹوں نے کہیں ان میں ہر مہٹوں کے رفیق بننے کو تیار تھے۔ کیونکہ وہ مہٹوں ہی کو اپنے ان حال کو



حانی اور مدد گاہ جانتے تھے اور مین کنات کو کشتی کا پالنے والا سمجھتے تھے اب یہ کیفیت تو دور کر  
زمینداروں کی تھی۔ اور جو زمیندار کہ زیر طباب ہی بستے تھے وہ پادشاہ کی حکومت ناراض تھے۔ اس  
سبب سے اور کچھ اس سبب سے کہ پادشاہ کے تعصبات ہی نے ہندوؤں میں ہی ایک جوڑن ہی پیدا کر دیا مگر  
لوگوں کی فتنہ کا سہرا کیا اسکے سر پر چڑھتا ہوا ایک کٹا روٹکا ہارو سچے گلے میں پڑتا جسے آخر اپنے  
مخون سے گور میں او سکوپھچایا۔

### ان فتوحات سی جو فائدہ پادشاہ کو پہنچا

جو حال میں پادشاہ کو فتوحات نصیب ہوئیں اور فائدہ پادشاہ کو پہنچا کہ مسئلہ میں ہیجا پور اور  
گول کندہ کی ساری قلعہ و بلکادوں ریاستوں پر ہی جو جنوب میں اوٹھوں نے فتح کیں قبضہ کیا۔  
اور ساہوچی کی جاگیر راجہ میسکوچی دیالیا اور ونجاچی کے علاقہ کو جو تک محدود کیا۔ اور ساہوچی  
جو اپنے آخر وقت میں ملک فتح کئے تھے۔ اور مین سب مہٹوں کو جو بر کر کے نکال یا۔ وہ انچی مہاری  
قلعون میں جا بیٹھے۔ اگرچہ پادشاہ نے سپاہیانہ اس ملک کو فتح کر لیا مگر اس کی بندوبست اور نظام کا نقشہ  
خوب نہ بنا۔ چنانچہ اضلاع میں محاصل کا ٹھیکہ دین کے مہوین اور زمینداروں کو دیا جاتا۔ اور ان کی حکومت  
افسارن جنگی کی سپرد ہوتی۔ اور ان کو جو تہہ محاصل خرچ تحصیل کے لئے دیا جاتی۔ جو روپیہ وصول کیا  
اور مین سے یہ فہرست فی فوج کی تنخواہ مہا دی کرتی رہی پادشاہ پاسن ہیجتے تھے۔ اور اگر یہ اضلاع  
بعض ورافسون کی تنخواہ میں کسی مہا و مقررہ ملک گیر میں بدی گئی ہوتی تو وہ روپیہ ہی  
پادشاہ پاسن ہیجا جاتا۔ یہ فہرست لے لیتے۔ اور اکثر ہی ہوتا۔

سنہاچی گنی لالہ قتی اور شانہ اوہ اکبر کا کابل جانا اور سنہاچی  
کا گرفتار ہونا

سیواچی کی پوت سنہاچی اپنے محلوں میں پڑا بند لکے۔ اور لوگ نکلیں ان فتوحات کو دیکھتے

مرنے تو اوسکی کاہلی اور سستی کا سبب بتلائی میں کہ اوسکے وزیر پڈت کلوتھانے اوسپر حکم کر دیا  
 مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ مغربی ساحل چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حدود سے انشون و فیادو  
 سے نہایت عاجز اور پریشان تھا عجمانی اور مونیوشی کی کثرت سی اوسکے قوا و جسمانی ضعیف  
 تھے ایک نامور اور بیہودہ وزیر کے لڑیوں کا ایسا غلام بن رہا تھا کہ اوسے اوسکی اور لاکھ کی تمام  
 قوم کی چستی اور جلال کی تیزی پہنی سب ہنڈی ہو گئی تھیں۔ اگر اسی وقت میں سیواجی زندہ  
 ہوتا تو وہ دن بارہ گھنٹے پر ہار کو کن کو مغلوں کے مقابل میں کھڑا کر دیتا۔ کیا وہ جی پور اور گول  
 کی ریاستوں کے ساتھ ہوتا کیا وہ انگریز اور پرتگیزیوں کے مدد نہ لیتا کیا وہ سیدی کو اپنا فریق  
 کیا وہ سیوہر مند و اجب جگت یو سکا اچکل قبائل کے کوٹھار ہار کل م میں شرکت کرتا کیا وہ صلی آزاد  
 باشندوں کو لڑائی کے لئے نہ کھڑا کرتا یہ سب کام وہ ضرور کرتا مگر سنبھاجی نالائق کیا کرتا۔ اوسکے تو  
 خیال میں یہ ایک بات ہی نہ آئی۔ اوسنی دن کی سلطنت گہرائی ادائی جان بوجہ کر گنوئی۔  
 شاہنوازہ اکبر اوسکے گہرائے اور بار بار اپنی باپ کی مغلوب کنوکی تدبیریں بتلائے۔ اور اوسکے ساتھ  
 سنبھاجی وہ طرز فقیر برتے کہ جسکی سبب شہزادہ اوسے چور کر کے شہ میں ایران کو جائے۔ اسے  
 کیا نالافتی اور کاہلی سنبھاجی کی ہو سکتی ہے۔ (کہتے ہیں یہ شہزادہ ایران میں شہ میں گم کیا  
 شاہ ایران نے اوسکی بڑی اوسبگت کی) \*

سیواجی جو جنگی اور ملکی نظاموں کی کل نامی تھی اب اوسکے رتبہ زمی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئے تھے  
 ایک قلعوں کا پرزہ باقی تھا۔ وہ بیکار نہ ہوا تھا۔ مرٹھوں کے پاس مع میدانی ملک تھا اوسپر بادشاہ کا  
 قبضہ ہو گیا تھا۔ اور قلعوں پر محاصرہ ہے تھی اور بعض زمینیں چھین ہی لئے تھے۔ اگر سب قلعے  
 چھین جاتے تو مرٹھوں کی سلطنت کا نام نہ ہی نہیں رہتا۔ اور ان کے نہ چھیننے کا یہ سبب تھا کہ  
 باوجود سنبھاجی کی کاہلی اور سستی کے بعض اسکے سردار ہاتھ پر لٹے جاتے تھے۔ اور

بادشاہی لشکروں کے مقابل میں تلوار چلانے جلنے لگے +

یہ بات بڑی تعجبی ہے کہ اس اوالاعزم اور اکثر قوم مرہٹوں نے اپنی سپہ داور فلاح کے لئے سنبھاجی کو باوجود ان حرکات اور سکنات کے ماریکون نہ ڈالا۔ اور ایک دم ہی کن مارنے سے اپنی قومی ترقی کو کیون روکا۔ مگر جو کام اولکو خود کرنا چاہتے تھے وہ مرہٹوں کی خوش نصیبی بادشاہ کے ہاتھ ہی ہوا۔ اور یہ راجہ مرہٹوں کے دیوتا کا پتر کہلاتا تھا مسلمان بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو سہارون کا تعصب اور جوش مذہبی بڑے جوش میں آیا۔ اور اسے مسلمانوں کو فرہ چکھایا۔ اب اسکی ماری جانے کی ہم کیفیت کے شیخ نظام حیدر آباد دہلی طلب مقرب خان بادشاہ کا سردار مغربی بالاگھاٹ پر کولاپور میں رہتا تھا۔ وہ نہایت دلاور اور حریص و جلال اور فنون سپہ گری اور جگر داری سے ماہر تھا۔ اور سنبھاجی کا غم نہ تھکتا تھا۔ اور ساری اسکی پیدا کر کو ہستانی راموں کی نگاہ ہوا۔ اور دفعہ جاننا نہ سنبھاجی کا گروہ لیکر چپ چاپ سنگم میں کھینچ کر باغ میں کہ چپاس کوں اسکی دارالقراری تھا چاہا۔ یہاں راجہ صاحب اپنے مصاحبوں کے باغ کی گلشت فرمائی تھے۔ اور شراب کی نشہ میں چورہٹے تھے جب ملازموں نے دیکھا کہ یہ نہفت سرگئی تو راجہ صاحب سے عرض کیا۔ وہ نشہ کی عالم میں مت تھا۔ اسی کرب سنتا تھا۔ اولٹا آدمیوں ہی کو لٹکا کر اگر ماری جناب میں ایسی گستاخی کرو گے۔ تو میں اپنے تن پر نہ دیکھو گے۔ متیری صاحب نے ہاتھ ہلائے مگر رنجی ہو کر پاٹے آئے غرض مقرب راجا دھتری دونوں کو اونٹوں کی پٹ پر کس کر گاجی باجی سے بادشاہی لشکر میں ملایا۔ چاروں تماشا یوں کا ازدحام تھا اور لغت ملاست کا غل شور تھا غرض راجہ بادشاہ کے سامنے آیا۔ اور قید خانہ میں چھوایا گیا۔ بادشاہ اسکو جب تک زندہ کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ذریعہ تمام کو ہستانی قلعوں کو قبضہ ہو جائے۔ مگر جب بادشاہ نے مسلمان ہونے کا پیغام بھجوا تو سنبھاجی ہی آخر سبیلو جی کا بیٹا تھا۔ سب کے قدیمی دشمن کے ہاتھ ہی یہ نبوت و ملت اور خواری کی پہونچی۔ جسے ملا بہتر

تو وہ جوش میں بہا ہوا۔ اور یہ جواب لیز نہ دیا کہ بادشاہ سی کہہ دو کہ اگر وہ اپنی بیٹی بیابا ہے تو میں  
مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور ایسی پس نہیں کی بلکہ دو چار صلواتیں خدا اور رسول کو سنا دیں۔  
یہ جواب تلخ جب بادشاہ کی کانوں میں پہنچا تو اس نے مصلحت ملکی سلام پہنچا۔ اور حرارت پہلا  
میں انگریز سنبھاجی کو ایسی بری گتے مارا کہ اول و سکو آئندہ وہیں گرم ہوئے کی سلاٹیان پہن  
پہر زبان کٹوائی۔ اور گردن اوڑائی۔

کلوشا جی کا بھی کام تمام کیا۔ اگرچہ مڑھوں کا دل سنبھاجی سے نفرت کرنے لگا تھا مگر اپنی بیوی تاکا  
بیٹے کا اس بری گتے سے مارا جانا وہ نہ دیکھ سکے۔ اور ان کے غریب و غصہ بے عزت و جہیت کو جوش کی  
کوئی حد باقی نہیں رہی بغرض اس جان کے جانیسا و نکلے غم مردہ میں پہچان آئی۔ اور جوش  
و خروش و رفتاری پہلے او نکلے دل میں ایسی پیدا ہوئی کہ پہلے کہی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ مگر اب  
اومین جان باقی نہیں رہی تھی۔ سپاہ کا تنظیم مگر گیا تھا۔ وہ فقط ٹوٹنا جانتے تھے قواعد سے  
نا آشنا ہو گئے تھے میدان کی ملک سارا چھن گیا تھا۔ قلعے جو باقی تھے وہ سامان قلعہ داری سے  
خالی تھے نہ بارود نہ گولہ نہ غلہ نہ گھاس۔ قلعہ دار لائق۔ سوار اسکے بادشاہ کی شجاعت اور  
اوسکی کثرت سپاہ اور تدبیر و عقل کی شہرت کے او نکلے وہیں ایسی ہمت بٹھا دی تھی کہ مغل  
کی فوج کے سامنے میدان جنگ میں آتے بدن لرزتا تھا۔ بعد وفات سنبھاجی کے بڑے  
افسر رائے گد دین جمع ہوئے۔ اومین سنبھاجی کی بی بی حبیبو بائی اور اوسکا بھائی راجہ رام  
جنم قیدی بھائی کی مخالفت ہوا تھا موجود تھے۔ سب نے بالاتفاق سنبھاجی کے پسر شیر خوار  
سیدو جی کو راج گد ہی پر بٹھایا۔ اور راجہ رام کو اوسکا نائب بنایا۔ اب مڑھوں کے اپنی سب کا خانہ  
کو درست کرنا شروع کیا۔ قلعوں میں کہانی پئے کی ذخیرے بہر قلعہ دار لائق مقرر کئے۔ سب کو  
انتظام تھا سپاہ میں پہر جاری ہوا۔ اگرچہ ہوت خزانہ کا حال ایسا اترتا کہ لٹیری سپاہ کو

تختاوردار سپاہ بنانا مشکل تھا۔ رفتہ رفتہ اسی تدبیر میں کی گئیں کہ بیہ شکل فوج ہو گئی۔ ایک لاکھ ستر  
سہ ہزار نو کو سار ملکہ پہلا دیا۔ اور پھر ایسا انتظام کر دیا کہ جس وقت ضرورت ہو جمع ہو جائیں  
معرض ایک غرت قومی کا جوش جو بعض افسروں میں پیدا ہوا تھا وہ وبا کی طرح سارے ان کے  
پیر وں میں پھیل گیا۔

## راے گڈہ کا فتح ہونا

سنہ ۱۱۶۹ھ میں بی بی اور بیٹے نے راے گڈہ میں قیامت اختیار کی اور اس کو خوب متحکم کیا۔ اور  
غلہ و کاہ اور اور سامان سب جمع کیا۔ اتفاقاً خان جنجا اب الفیہ الفقار خان ہو گیا تھا۔ اس  
قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور ایک ماوی سہرا نے اس کو قلعہ کی راہ اسی تباہی کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اور  
۱۵ محرم ۱۱۶۹ھ کو شیر خوار راجہ پکڑا گیا۔ اور باہی اس کے ساتھ گرفتار ہوئی۔ مگر اس گرفتاری سے  
کچھ مرثون کو دل فسر نہ ہوئی۔ ان قیدیوں کی بادشاہ کی بیٹے نے بڑی خاطر کی۔  
اور سوا اسکے کوئی اور انیر قید نہ رکھی کہ وہ مرثون سے ملنے پاویں قلعے پالہ اور میچ ہی  
ذوالفقار خان نے فتح کر لئے۔

## راجا رام کا بہاگنا اور اور معاملات

اب راجا رام پہلے ہی سے چار و طرف اسی مقامات متحکم اور استوار کی تلاش میں بڑا بہرہ راتا تھا  
کہ جہاں سے دشمنوں کا مقابلہ ہو سکے۔ اونی خیال کیا کہ اسے بہر کوئی تدبیر نہیں ہے کہ کرنا ملے  
پائین گھاٹ میں چلا جا۔ چنانچہ اس نے ہمارے دشمن جو ضلعا اب تک تھے ان میں دورہ کیا۔  
اور وہاں کے حاکموں کی تسلی اور شفقی کی۔ اور ملک کی حفاظت اور حرارت کا جی طرح انتظام کیا  
اور کنارہ کنارہ بہاگ کر اور دشمنوں کو تاقب سی نہایت چالاکی سے جان بچا کر جمعی میں  
داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک وہ جوانمرد صاحب ہمت لوالہ نعم مرثون کا بھی تھا۔ یہاں

داخل ہو گئی موافق دستور اور رسم کے لچ گدی پر بیٹھا۔ اور ارم کا دربار مقرر کیا۔ اور جاہ اور منصب اور جاگیر میریون کو عطا کئے۔ اور جاگیر و ملک باطنے میں یہاں تک فضولی اختیار کی کہ جو بادشاہی ملک کہی مڑھوں کے ہاتھ نہیں آئے نہ وہ بھی تقسیم کرے۔ یہاں اسکے نصیبوں کی یاد دہی تھی کہ اوسکو ایک صلاح کار اور خیر خواہ پڈت پہلا دیا تہہ لگ گیا۔ اوسکی بڑی لیاقت یہ تھی کہ وہ اوں کاموں کو اختیار کرتا تھا کہ جبکہ انصاف کرنے میں سارا اور انصاف اور جان متفق ہو کر مصروف ہو جاتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اگر سیواچی نہ پیدا ہوتا تو مڑھوں کا نام ہی کبھی تاریخ میں نہیں سنا جاتا۔ اسے طبیعت میں اپنی قوم کے ایک لیا جوش پیدا کر دیا کہ گویا ساری اپنی قوم کو از سر نو ایک ہی طبیعت کا بنا دیا۔ فقط اس بات کی ضرورت تھی کہ خاص آدمی ایسے پیدا ہوں کہ اس نئی طبیعت کے کام لیں۔ اولیٰ کا اخلاق و عادات اور لڑائی کا طریق لیا ہو گیا تھا کہ وہ اپنی مصالحت کے کاموں میں متفق و متحد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ہر وقت اپنی مصالحت میں دیکھی کہ اپنے زبردست دشمن کے سامنے کان نہ لٹائیں۔ اور سامان ہی اپنی پاس ایسے نہ لکھیں کہ جسے دشمن کا دھوکہ دینا چاہیے۔ اور تاک میں بیٹھے رہیں جب تک ہی موقع ہاتھ نہ آئے تو دشمنوں پر حملہ کرنے میں ہی نہ چوکن جن سرداروں پاس یا ستین تھیں اوں جبے ظاہر میں بادشاہ کی اطاعت اختیار کر لی۔ اور اوپر یہ اور طرہ تھا کہ وہ خدمت گزاری اور جان شاری اظہار اور سب سبقت لینگے تھے۔ مگر درپردہ باغیوں کے ہو جاتے تھے۔ اونسے آمد و رفت کرتے تھے۔ اولیٰ کوٹ مار کی مہموں میں اپنی نوکرانہ کے ساتھ شامل ہونے دیتی تھیں۔ اپنی رشتہ داروں کے ساتھ گروہ کے گروہ اور میں داخل ہونے کے لیے بھیجتے تھے۔ غرض ان کے اتفاق و جاسوسانہ حکمتوں نے جو نقصان دشمنوں کو پہنچایا وہ علانیہ دشمنی سے پہنچ سکتا تھا۔ جب تک سپاہیوں نے

کہ کوئی خزانہ ایسا معمور نہ ہو کہ جسے اوکو نخواہ باقاعدہ ملے۔ نہ کوئی حکومت ایسی ہے کہ جسکا کچھ نہ ہو  
تو انہوں نے اپنی نفع رسانی کے لئے یہ اور ہی نکالی۔ ٹوٹا کہوٹا قزاقی راہ زنی ابتدا ہی اس قسم کو  
پسند تھی۔ ان کے ہاں فتح کبھی معنی تھی کہ دشمن کو لوٹ لینا۔ سیلوچی کی بدلتی قزاقی سے آخر  
اس قوم کی عروج تک و سکایہی و تیرہ اور پیشیدہ۔ اس قوم میں ہر نفس کو اپنی لوٹ کا لالچ ایسا  
تہا کہ وہ جب کسی اپنی طلب رسی کے لئے تعلق ہوتے تھے تو گو منٹ کی طرف سے ایک دلی تحریک  
اور ترغیب پر وہ ایک سپاہ جرابا قواعد اور شائستہ سی راہ خوفناک اور پرخطر موعالتے تھے۔

### ججی کے محاصرہ کا بیان

جسپا و رنگ نیربان چوٹون اور پڑو نکو اوکو کو پستانی وطن میں تلاش کر رہا تھا تو وہ کہیں  
اوکو کو جمع نہ ہونے دیتا تھا۔ اسلئے پنی سردار ذوالفقار خان کو اس قلعہ کے فتح کر نیکی لئی بھیجا کہ  
نام و نشان مرہون کا باقی نہیں بچے۔ ۱۶۹۰ء میں اس قلعہ کے پاس بچا۔ تو اس سے  
معلوم ہوا کہ یہ قلعہ ایسا مستحکم ہے کہ اسکا فتح کرنا تو درکنار اسکا محاصرہ ہی نہیں ہو سکتا  
اسلئے بادشاہ کی کمک مانگی۔ اور اصلای سیراب اور شاداب ترجیا پلی اور تنجو رکی طرف بٹیا  
ضروری کے ہم بھیجائے کی واسطے چلا گیا۔ اس کمک مانگنا آسان تھا۔ مگر ملنا مشکل تھا۔ اب  
مرہون نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ اب انہوں نے جو طور یا دستور اپنی لڑائی کا اور دشمنوں سے  
مقابلہ کا نکالا وہ سیلوچی کے طریقہ سے ہی زیادہ کامیابی کا سبب ہے۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی  
کا رخس کو قلعہ و اکن کپیر کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ یہ قلعہ بھیجا پور کے پاس ہے۔ اوسمیں کوئی دوسرا  
ان شیر مرہون میں تھا۔ وہ ایسا مضبوط قلعہ تھا کہ مرزا کا رخس کی سعی اور محنت سے کچھ  
کام نہ نکلا۔ تو اب بادشاہی فوج کی چاروں طرف ضروریوں پڑی کہ مرٹھے میدان میں اترنے  
بہر نیکی لئی بہتر تیار ہوئے۔ جب اجالہ خمی میں راجا ہوا۔ تو اس نے سنتا جی گہور پوری اور

اور دہناچی و دجالاک سرداروں کو تفریح طبع کے لئے اپنے ملک میں بھیجا تاکہ شامیہ میں اور  
 بیجاپور کی فوج ملی۔ یہ فوج ریاست کے بھادوشیہ معزول ہو گئی تھی۔ اس کے گردہ گردہ ملک کو  
 مارتے پھرتے ہوئے جیبا و نہہون نے ان نامور دلاور سرداروں کو دیکھا تو تمام دہات نکلے۔ اور  
 ان کے نشانوں کی نیچے بیٹھا جمع ہوئے۔ مرہٹوں کا جو رہا سہا ملک تھا۔ اس کے نظام کے واسطے راجہ  
 راجا رام نے مقرر کیا تھا۔ اس نے ہی لوٹ مار کی ترغیب و ترخیص ایک لشکر کا لشکر اچھی جہاز  
 کے نیچے ۱۶۹۲ء میں جمع کر لیا۔ اور یہاں ہی تدبیر اور تجویز کی ایک جو سپاہیوں میں سرگرد ہوا و کو  
 یہ اختیار دیا کہ جو ملک مرہٹوں کی سلطنت خارج ہیں اس کو چوتہ وصول کریں۔ اور سوار اس کے  
 اور حقوق مرہٹوں کے جتلاتے ہیں۔ اور جو ملک اس جگہ کو نہ ادا کرے اس کو خوب لوٹیں اور ان  
 اور اس محاصل فوج کی تنخواہ ادا کریں۔ اور جو لوٹ ہاتھ لگو وہ لوٹنے والوں پاس ہی لوٹو  
 اس کے ہر سرگرد کو اختیار دیا کہ وہ اپنے فائدہ کو واسطے ایک درخراج داندہ گہاس نام سے وصول  
 کیا کرے۔ یہ ترغیبیں ایسی تھیں کہ جتنی مٹے سوار وہ سب سب ہر گن تھے۔ ان کو داندو  
 گروہوں کے مختلف سرگرد مشہور و نامور ہوئے۔ کہیں وہ علیحدہ علیحدہ ملکوں پر ہاتھ پکڑتے تھے  
 اور بادشاہی رعایا کمال و دولت اپنے ہن بڑھاتے تھے۔ کہیں سب شریک ہو کر صلاح اور مشورہ  
 کرتے۔ پیر پوریش اور غارتگری پر قدم ڈراتے۔ سستا جی و دہناچی بڑی سہا کرتے تھے۔  
 اور ان لٹیروں میں بڑا نامور ہوئے غرض سب کا دکن اس لوٹ ماریں بباد اور تباہ ہو گیا۔

### مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کا طر اور انداز

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بادشاہ کی لشکر کی شان و شوکت تھی۔ اس شان اور شوکت کے  
 سبب فوج کا بھی گٹ ہنگ عجیب و غریب ہو گیا تھا۔ اکبر کے شائستہ اور نظم آئینوں اور ملک  
 کی مدت کی امن چین ہندو مسلمانوں کے میل جل نے مغلوں کی سپاہ کو نرم اور آرام طلب بنا دیا



زمانہ میں اٹھاب ضرور۔ ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے ادنیٰ بنی تہ ہیں۔ جب مفلسوں اور خوشیوں کو  
 حوصلہ نہ ملے تو بڑے بہادر بن جاتے ہیں۔ اور جو چاہتے سو کر ڈالتی ہیں۔ جب و نکو فراغت اور  
 عشرت نصیب ہوتی ہے تو کامل اور آرام طلب بن جاتے ہیں۔ پہرہ کی جان کے لئے دیوی بی بی  
 کہہ رہے ہوتے ہیں جیسے وہ خود اور روکے ہوئے تھے۔ اب مسلمانوں میں سے من سپہ گری مٹ  
 گیا تھا۔ فوج میں نشانہ تیوری اور تباہی کا کوئی نشان باقی رہا تھا۔ کیا وہ سواروں  
 کے بکٹ ایلغار ہوتے تھے۔ باب ایک سالہ جوانا سالہ لے جاتے تو یہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ کسی بڑے کو ساتھ لے جاتے ہیں عوارا سکی سرداروں کو گھڑوں کو دیکھو تو چاندی سونے کے  
 بہاری بہاری ساز۔ کسی پرچہ کو زین دہر۔ کسی پر زردوزی چار جامہ کے ساجیان اور پاکہ پر  
 پتھوں پر پڑیں جن میں قاتم اور سنہو کی جہاں رکلا ہونے کے پندے۔ دم اور ایل تلم رنگین۔  
 گلے میں سہ گار کی چوہریاں لنگین۔ سر پر کلیناں دہرین۔ اور پاد میں پازین پڑیں  
 رشتی باگ ڈورین ساٹیں ہاتھ میں لئے۔ یہ تو گھوڑوں کی کیفیت تھی۔ اب ان گھوڑوں کے  
 سواروں کا حال یہ تھا کہ ان کے بدن پر شیم اور شیم کے دھاری کی کاکوں بہرے اور اون پر زرد  
 بکتر پہنے چار آئینہ لگائے، غرض یہ بہ سوار یہ گھوڑی اٹانی کے کام کے ہوتے تھے۔ ہوتا زے  
 خوب ہوتے تھے۔ مگر دشمنوں پر چکر کرتے اور دشمنوں کے سفر کرنے میں اون کا دم آخر مچھتا تھا یہ  
 خلفات بیجا کی و باگوساری سپاہ میں پہلی ہوئی تھی۔ مگر ایک آفت اور سب زیادہ یہ تھی کہ تمام  
 سپاہ میں کوئی نظم و انضام نہ تھا۔ باوجودیکہ عالمگیر خوار و کام دیکھا۔ اور سب رخانوں کو  
 تفتیش کرتا مگر منصب داروں اور سپہ بدھلی کہ آدھی سپاہ تو سپاہ کے۔ اور باقی آخر کی  
 بہرہ کی اپنے خدمت گاروں اور چھوٹے چھاروں ہی پوری کی جتنے جری صحبت پہلے مانسوں کا  
 ستیاناس کیا۔ غرض فوج نہ سواروں کی نگہبانی کرتی اور نہ اپنا پہرہ چھوٹی دیتی۔ اپنے اور اپنے

اپنی گھوڑوں کی لنگھی چوٹی میں وقت ضائع کرتے۔ ایک نورسین اس فوج کا بیان لکھتا ہے کہ اس فوج کی تختہ بین بڑی بڑی ہیں۔ مگر کچھ کام کاج نہیں نہ پہرہ کوئی دیتا نہ چوکی۔ نہ دھند سے مقابلہ کرتا ہے۔ عرض یہ ہے ہر مورخوں کے مبالغہ افزہ لکرا سیمین شک نہیں کہ اس بادشاہ کے سپاہیوں میں وہ جیتی اور چالاکی باقی نہ رہی جو بابر اور اکبر کے عہد میں تھی۔ عیش و مست اور آرام سب دوار ہو گئے۔ قاعدہ یہ کہ ادنیٰ اعلیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ افسوس کہ ساتھ سپاہی ہی آرام جو ہو گئے۔ اب ان کے سامنی شمن (ہرٹے) آئے تو وہ انجمن ہونے لگے عیش کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ فقط ایک لنگر لگا جالیا پتے ایک چپی پکڑی باندھتے کہ کسی ہاتھ میں تلوار ہالا لے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ سب کو اکلنے جا میں۔ اور ضرورت پیش آئے تو سو کو لے جاتا اور باجرہ باز خوشی خوشی کھاتے نہ خیمہ لگائیں نہ بچھو یا بچھائیں۔ زمین پر لیٹ جائیں۔ گھوڑے کے باندھنے کی کھوٹی بازو کو باندھیں۔ اور کا طریقہ لڑنے کا یہ تھا کہ بادشاہی فوج کے ہماری حملوں کے سامنے ان کو پہنچتے تھے۔ اور ایک ایک ہو کر تتر تتر ہو جاتے۔ اور قریب کے پہاڑوں میں یا اوپر اوپر گڑھ میں گھس جاتے تھے۔ اور جب مخالف اپنی ہف بندی کو چھوڑ کر ان کے پیچھے جاتے تو اکیلے وہ کیلے کہ لنگوٹینے یا کسی کو چھوٹے اوٹ اڑھیں یا کسی ایسے مقام میں جہاں چھوٹی چھوٹی گروہوں کے چکر لگنا جان جو کہ ہونے جالی نہ ہونا چھپ کر لکھتے ہوتے تھے۔ اور جب کہ تعاقب کرنا ہوا تو لنگسٹہ مگر اپنی بڑے تنگ گھوڑوں کو لیکر واپس لوٹتے تھے تو انافانا وہ ادھر ادھر سے اکٹھے ہو کر اون پر گرتے۔ اور اگر ان کو کھینچ لٹی ہوئی دیکھتے تھے تو بے ساختہ حملہ کرتے تھے غرض ان کا یہ کام تھا کہ دشمن کی پشت اور بازوؤں پر فوق ہو کر چھوٹے بہتر تھے تھے گاہ گاہ ایک ایک کے تعاقب کرنا ہوا ان میں گرتے تھے۔ ساری غرض ان کی یہ ہوئی کہ دشمن کے غول پر توڑے دار بندوقیں ماریں یا متفرق سپاہیوں کو بھالے کی انی سپہ کمر ہلاک کرنا

رسدوں کو لوٹنے اور بار بار دیون کے تباہ کرنے کا اوکوٹرا شوق تھا وہ پاشاہی فوج کی سپہ سالاری کی خبر رکھا کرتے تھے۔ اور ان کے لوٹنے میں آنکھوں میں گہرے تھے۔ پادشاہی سپاہ کو خبر ہی نہ ہو تھی کہ وہ یہاں چھپی ہوئی اونٹنی رسدوں کی تاک میں بیٹھی ہیں۔ دفعۃً وہ رسد پر گرے۔ اور ساری سبیل و نڈ جو خوب حسرت آگے تھے پلٹ کر لے گئے۔ اور اگر خزانہ پاشاہی کا پتہ لگا تو پھر جنگ کے جنگ کے اکٹھے ہوتے اور خوب دانوں گہات لگاتے اور اور جان ٹوڑ کر اوپر لڑتے تھے مغلوں کی سپاہ منزل منزل چلتے تھے تو وہ ان کے خطوط کی ڈاک اور کبھی کبھی پانی کی رسد کو بند کر دیتے تھے۔ اور جب غل لاچار ہو کر اونٹنی اطاعت اختیار کرتے تھے تو سواروں کے گھوڑے اور بھاری بھاری چیزیں چھینتے اور سرداروں سے بہت سارے پیرہنے لیکر قیدی لے لیا کرتے۔ پادشاہ پاس تازی لکھ سپاہ کی و خزانہ ہندوستان آیا کرتا تھا۔ اسلئے سنساجی اور دہساجی پادشاہی فوج اور ہندوستان کے درمیان میں ۱۶۹۳ء میں آن پڑے۔ کئی دفعہ دونوں پادشاہی سپاہ کو شکست دیکر خزانہ چھین لیا۔ کیا خدائی قدرت کے مغلوں نے مرہٹوں کی کچھ اصل سمجھتے تھے یا اب ان سے خائف رہنے لگے۔

### بجی کا محاصرہ اور مرزا کا محاصرہ

دکن کو ایک ظالم بجا پور کے پاس تھا۔ اس کے محاصرہ میں مرزا کا محاصرہ پادشاہ کا بیٹا اور بخشی بہرہ مند خان دونوں کے محصور تھے۔ مگر کوئی نتیجہ اونٹنی کوٹشکل نہ نمایاں ہوا تھا۔ پادشاہ نے بخشی الملک و جی اللہ خان کو وہاں بھیجا۔ اور شاندارہ کو حکم دیا کہ وجہ الملک سد خان جلا اور قلعہ کی تختیریں سرحد کرنا تک پر مصروف تھا جا۔ جب یہاں آیا تو پادشاہ نے حکم اپنی عادت کے موافق دیا کہ وہ اور جمد الملک و نو خجی جاکر ذوالفقار خان کی کمک کریں۔ وہاں دشمنوں کی کثرت اور سالانہ رسد اور موقع کی قلت پادشاہی فوج پر بری بن رہی ہے۔ اب یہ نہاد

منزل بترل خچی کی طرف چلا۔ بہرہ مند خان نے جب اس شانہ لوہ کی خود سری دیکھی تو جرتے م باقین  
 سنا کر اسے اجازت حاصل کی و بادشاہ پاس چلا گیا جعدہ الملک پرانہ سالی میں شانہ لوہ کی  
 رفاقت کچھ دور ہو کر پہنچے۔ رنجیدہ تھا۔ غرض اہ میں بخشش کا آغاز ہوا۔ اب بعض مورخ لکھتے ہیں کہ  
 ذوالفقار خان کو ہندو اس معہ میں کام بخش کا مقرر ہونا گوارا ہوا کہ اسے دشمنوں کو خبر نہ پہنچے  
 محاصرہ کے کام کو ایسا شوار کر دیا کہ تین برس تک کدہ کچھ نہ ہو سکا۔ اور محصورین غمخیز رہتے  
 رہے۔ جعدہ الملک ذوالفقار خان کا باپ تھا خچی کے محاصرہ پر پانچ برس گزر گئے اور وہ فرج ہوا۔  
 بلکہ ایک آفت عظیم اس کی دیواروں کے نیچے پادشاہی لشکر کے سر پر بہر آئی کہ ستاجی کھو دیو پری  
 جو ایک عالی حوصلہ اور انوار العزم مرٹھوں کا سردار و کن میں تھا ۶۹۰ھ میں وہ خچی کے محاصرہ  
 اوٹھانے کے واسطے چلا۔ اور ایک و مرٹھوں کا سردار دہنا جی تھا وہ بھی آفت روزگار تھا۔  
 اور دور دور کی باتیں سوچتا تھا۔ پادشاہی لشکر پر جو بھی ضرر کے ارادہ سے متفرق مقامات پر پڑتا تھا  
 بے خبر انکار و نہر حملہ آور ہوا۔ اور انکو نقصان عظیم پہنچایا۔ ستاجی بہر ایک تخر راہ میں پانی  
 کہ ضلع کو پاک میں علی مراد نجان حاکم تھا۔ اور سلاوسے حملہ کیا۔ اور تمام چیمے اور سباب  
 چھین لیا۔ اور پہر اس حاکم کو بھی گرفتار کر لیا۔  
 یہ نہ فوجات حاصل کرتا ہوا اب وہ محاصرہ کی قریب گیا اور یہ سب سبابا نیچ کھیلایا کہ مرزا کام بخش کو  
 خفیہ پیغام پہنچا کہ اب پادشاہ مگر یہ ہے۔ میں آپ کی تخت نشینی کے واسطے ہر طرح کی کوششیں و  
 سعی کر نیکی لئی موجود ہوں۔ یوں ان دونوں میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ ذوالفقار خان  
 چاروں طرف کان لگائی کہتا تھا۔ اسے ایک ہزار روپیہ جاسوسوں کو دیکر سارا حال سن لیا  
 دریافت کر لیا۔ اور پادشاہ کو لکھ کر بالکل اسکے انتظام کا اختیار حاصل کر لیا۔ اور مرزا کام بخش کے  
 خیمے پر خفیہ پر ہٹا دیا۔ مگر جب جاسوسوں نے زبانی یہ معلوم ہوا کہ آج کی رات کو شانہ لوہ دشمنوں کے ہاتھ

تو سب امر میں مشورہ ہو کر یہ امر قرار پایا کہ علانیہ شانہ زادہ کی خیمہ لگ کر دو کھنڈ اور پھر تہا در کی جائیں  
 عرض و سکوا بالکل قید کر لیا۔ اور قلعہ کی گدی تمام تہا دروں کو بلا لیا۔ جب شمنون کو پادشاہی  
 لشکر میں اس اتفاقی کی خبر پہنچی تو اس حال میں اونہوں نے شادان و فغان تازان نازان نہیں  
 سوار ہوئے پادشاہی لشکر چلا گیا۔ ہر وقت کیا برا حال پادشاہی لشکر کا تھا۔ حمدۃ الملک ٹولشکا کا  
 میں فقط مزار کا خمخش کی حسرت کر رہا تھا۔ ذوالفقار خان باہر اپنے مورچوں کو بنا رہا تھا۔  
 اور بہاری توپوں کے جب ساتھ نہ لیا سکا تو انہیں بیخین ٹھوک کر بیکار کر گیا۔ اور دوسری جگہ  
 جا کر مورچے بنائے۔ اور گرداؤن کے خندقیں کھودیں۔ یوں کیا محاصرہ کیا یا محصور بن گئے۔ اگرچہ  
 ذوالفقار خان میدان میں نکلا اور دو ہزار آدمیوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ شمنون کو شکست  
 دی اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر بعد چند لڑائیوں کے اس بات پر صلح ہوئی کہ وہ میں مل  
 کے قریب دنیاؤش میں جا کر مقیم ہو اور وہاں پادشاہی حکم منتظر رہے۔ پادشاہ کا یہ حکم  
 آیا کہ حمدۃ الملک و شانہ زادہ چلے آئیں۔ ذوالفقار خان وہاں رہے اور اسی کو بالکل  
 اختیار اس محکمہ کا رہے۔ اب ذوالفقار خان نے پھر محاصرہ کیا ملک وہ جنوب کی طرف چلا گیا۔ بعض  
 موضع اس بات پر حملہ کرتے ہیں کہ وہ شمنون کے سانش کہتا تھا۔ اور ویدہ و دستہ لڑائی  
 کو طول دیتا تھا اور سپہ سالار کی سپہ سالاری اور دارالہماہی پادشاہ  
 کے مرنے دم تک حاصل ہے۔ کہ نیا پادشاہ کو اسکو سمجھے۔ پادشاہ اب چند روز کا ہماں  
 معلوم ہوتا تھا۔ (سبب شون کا حال جھلکا گیا یہ وہ فقط مورخوں کے خیالات اور  
 قیاسات میں قابل اعتبار نہیں) اب اس فرصت کی کا نتیجہ یہ تھا کہ قاسم خان جو ایک ممتاز  
 افسر پادشاہ کا تھا جب ہنستا جی کے روکنے کے لیے ایک بڑا حصہ پیادہ کالایا۔ تو اوسنی جھیل و رک  
 راق میسور میں بہاری شمشیر پائیں۔ اوجب وہ مجبور ہو کر ایک قصبہ کی طرف بہا کا تو وہاں کے

باشند و نیک اور سے پناہ نہ دی۔ عرض کیا قلعہ میں وہ محصور ہوا۔ اور یہاں تک وسکا حال تک  
 ہوا کہ نہ کھانا کرسن نیل کے نہ دھت سی چوٹا۔ اور ساری سپاہ جو ایک چوتھائی سے ہی کم  
 باقی رہی تھی اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ کیا۔ دشمنوں نے انکو روٹی اور پانی دیا۔ پہر ایک در فوج  
 شاہی کو سنتا جی نے شکست ہی اگرچہ ذوالفقار خان اپنی حکمتیں کیا کیا۔ مگر اورنگ زیب  
 جیسے بادشاہ دانشمند کی ویران حکمتوں کا مدت تک چلنا و شوار تھا۔ اب وہ سوچا کہ اگرچہ  
 نہ فتح ہوگی تو بڑی خدمت سی بادشاہ پاس جانا پڑے گا۔ اسلئے اوسنے شعبان ۱۱۹۹ھ میں جمعی  
 حاکم کر کے فتح کر لیا۔

مگر پہر بھی راجا رام کو مع اہل و عیال خیر عافیت تکھنے دیا۔ وہ جارجان اور تین بیٹے اور دو  
 لڑکیاں اور اپنے دوست دشمنوں کو شستی میں بٹھا کر لے گیا۔ اس عالمگیر نے حیدر علی خان بخشی  
 کو لکھا ہے کہ جمعی فتح شد و راجا راجی کر نجات گرفتار چندان کا نہ بود اما از اعراض کہنہ علان از  
 اس فتح سے سواد قلعہ جو بھار ملک ناٹک سے اور کئی بنا و رنگ ممالک محروسہ میں بڑے۔  
 اسی سال میں شانزادہ محمد معطم کو قید خانہ سے رہائی ہوئی۔ اور وہ کابل کی صوبہ داری پر  
 مرہٹوں کی اسپکی نا اتفاقی

سواد اس قلعہ کی چین جانیسک دوا در باتین اسی پیش میں کہ مرہٹوں کی پیش قدمی کی وہ  
 مانع ہوئیں۔ یہی سنتا جی اور اوسکے نائب ہنا جی میں قصے قصائے شریع ہوئے۔ اور انجام  
 اوسکا یہ ہوا کہ سنتا جی جیسے سات برس مغلوں کو ڈر کہتا تھا۔ اور کیسے بڑے بڑے کام  
 کئے تھے اوسکو مار ڈالا۔ راجا رام تو اوسکے کلات اور کامیابیوں کو دیکھ کر حلتا تھا۔ در فوج  
 اس سبب ناراض تھی کہ وہ اوکلی آزادی کا مانع تھا۔ اور آئین قوانین کا پابند نہ نکو کرتا تھا  
 اس بات پر اوسکے تمام خاندان نے راجا رام کی فوگری چوڑی۔ اور بطور غرور مسلمانوں سے

اور ناشرع کیا۔ دوم یہ کہ بادشاہ فی سپاہ کا ایسا انتظام کیا کہ اگر وہ پہلے سے نہ تیا تو ان پنداروں کے  
 ہاتھوں سے یہ تکلیفیں نہ اڑھتا۔ یعنی اونسی سپاہ و قسطنطنیہ مقرر کی۔ ایک فوج روانہ ہو سکا  
 کام یہ تھا کہ جہاں جسے پہلے میدانوں میں آؤں گے ٹرنے چاہئے۔ اس فوج کا سپاہی لارڈ و الفکار  
 کو مقرر کیا۔ دوسری فوج محاصرہ کا کام یہ کہ وہ قلعوں کو محاصرہ کر کے فتح کرے۔ اس سپاہ  
 کی افسری خود بادشاہ فی اختیار کی۔ گوسلری فوج یون کام میں لگی۔ اور بادشاہ فی پیرانہ سالی  
 میں جفا کشی و محنت کا بوجھ لیا۔ ملک بفساد و بخار دیا ایسی طغیانی پر پہنچ گیا تھا کہ صرف  
 جنگی انتظاموں کے ذریعہ سے روک نہاں ہو سکی تھی۔ اگرچہ ذوالفقار خان نے راجا رام  
 کو بگاڑا اور بعد اسکے مرہٹوں کو شکستوں پر شکستیں دیکر مسلمانوں کی دلیری اور دلاوری  
 پر آمادہ کیا۔ مگر آخر کار اس نے اپنا مال پہلے حال سے ہی برتر دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مرہٹوں کو  
 شکست کا صدمہ پہنچا یا لوریا پر لاشیوں کا مانا ہے۔ یعنی جیسا لاشی کا اثر پانی پر نقش آب  
 ہے ایسا ہی مرہٹوں پر اسکی شکست کا اثر بے اثر ہے۔ مرہٹوں کی فوجیں شکست کھا کر  
 ایک دن منتشر ہوئی ہیں اور دوسرے روز پھر پوسی ہی جمع ہو جاتی ہیں۔ اور بادشاہی فوج  
 یہ چھوٹی تھی کہ شکست کی صورت میں فصلان زمین و قلعہ کی حالت میں خزانہ کا بیج نہاں اصل ملک میں فروزا  
 یہ کیفیت تو ذوالفقار خان سپاہ کی تھی۔ اور جب سپاہ کو لیکر بادشاہ خود ڈرائی میں ضرور ہوتا تھا۔ ادبہ اوستے  
 قاعدوں کی زیادہ توقع تھی۔ بادشاہ اپنی قامت گاہ سے روانہ ہوا۔ امر کو افسوس نہا کہ وہ اس  
 بڑے لاپے میں ایسے سخت کاموں کے واسطے جاتا ہے۔ اور جو کان و نہوں کے اسکی آسائش و آرام کے  
 واسطے بنایا ہے اور ایک شہر کی بنیاد ڈالی ہے اسے چھوڑتا ہے غرض یہ بادشاہ والا بہت  
 چند قلعوں کو فتح کر کے ستارہ کر دے کہ وہاں ہوا جسکو راجا رام نے اپنا دار السلطنت بنایا تھا  
 اور ایسے وقت میں ایسی حکمت بہت جلد اسکو فتح کیا کہ محصور اس کے مقابلے کے لیے تیار نہ تھے

مگر اسپر ہی محصور رہا مقابلہ کیا۔ اور وہ کئی مہینے میں شکست میں فتح ہوا۔

## راجا رام کا حال

راجا رام چنپی سے بھاگ کر دکن میں آیا اور ایک ایسی سپاہ کشیز جمع کی کہ پہلی کسی مڑھے سردار کے پاس نہ جمع ہوئی تھی۔ اور اس سپاہ کے ذریعہ سے جو تہہ لہی کا ہی خوب نظام کیا جہاں سے وہ نہ جھوٹا ہوئی تو نسک اور اس کے لکھالیتا۔ یہ تھریریں سندھ زمانہ میں بہت کلم امن۔ مگر جب دریاؤں نے بڑے کے پاس گزرا تا تھا تو ذوالفقار خان کے اوسکو ایک سخت شکست دی۔ اور اوسکے تعاقب میں بڑہ کر اسیا حیران اور دق کیا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور ایک مہینہ اندر نہ لے میں مر گیا۔ راجا رام نے اپنے خاندان کے نام کو رکھ لیا۔ سنا سنا کے مارنے کا الزام اوسکے دی لگاتے ہیں مگر ثابت نہیں ہوتا۔ اوسکے مرنے کے بعد کوٹری خوشی ہوئی مگر کوئی فائدہ حال نہ ہوا۔ اوسکی جگہ سے واجی اوسکا بیٹا گدی پر بیٹھا اور تارا بالی اوسکے نائب مقرر ہوئی۔ یہ عورت ہی بہت اور شجاعت اور طاقت اور قوت میں جو اعرضوں کے کم نہ تھی۔ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں دشمنوں کے تعاقب سے بچتی پڑی پیری اور دشمنوں کو بگڑاتی رہی۔ اور دوستوں کی بہت بڑھاتی رہی۔

## قلعون کی فتوحات کی لئے پادشاہ جانا

قلعون کی فتوحات کا حال پادشاہ کا نہایت ملول ملول ہے (ماثر عالمگیری میں پڑھ لو) خلاصہ یہ ہے کہ پادشاہ چار سال تک پوری جسکا نام سلام پوری رکھا تھا قلعہ نہ پڑتا۔ وہاں ہی قلعوں کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جس تشریب سے اوسکو فتح کیا اوسی ترتیب سے ہم نے نام لکھے ہیں۔ برلیپ گڈہ۔ سنت گڈہ۔ ستارا۔ پرلی۔ پوسان گڈہ۔ صادق گڈہ۔ کہینا۔ بہاد گڈہ۔ راج گڈہ۔ واکن کرا۔ انہیں ہی بعض قلعوں کے محاصرے وارتک کر۔ اور بہت خون زینیاں میں۔ اور اوسکی فوج میں نگارنگ کی تدبیریں اور انواع اقسام کی تجویزین کا کام میں قلعہ کہلنا کی



فتح میں بادشاہ جان پر کھل گیا۔ اور جو مصائب و سسے اس قلعہ کی فتح میں اڑھائیں دہا بادشاہ کے رقعہ جو اس نے اپنی بیٹی کی نام لکھا ہے معلوم ہوتی ہیں تفصیل مصنف علی کہلینا و زونوشتہ کو کلیل اٹھا جو ہمیشہ شہید باشند کہ حالت ناویدنی و محنت ناشنیدنی برہملا میاں گذشت۔ ان قلعوں کی فتوحات کا تفصیل بیان نہایت دشوار و مشکل ہے۔ ان فتوحات کا انجام یہ ہوتا کہ بادشاہ اور ہر قلعے فتح کرنا اور ہر دشمنوں پہلے لئے۔ مگر بادشاہ نے جو بہت اور استقلال و عین طاہر کیا اور سکے بیان نیچے لکھتے ہیں :

### بادشاہ کی استقلال و بہت کا بیان

جب کہ بادشاہ اول دن اس لڑائی کے غرض سے نرید ابارا و ترانہا تو سن شریف تو پنپٹہ کا تھا۔ اور اب جو برہم پوری یعنی سلام پوری سے وہ ان قلعوں کی فتح کرنے کے لئے چلا تو اکیاسی برس کا تھا۔ اس پرانیہ سالی میں یہ بلند راوے اور استقلال و بہت۔ یہ دشمنوں کے شکار کرنا شوق و نچاڑ و نین جنگی راہیں کاٹنا پھاٹکے سے زیادہ مشکل بہرہ و نین غمیوں کے اندر گرمی اور برسات کو دنوں کا کاٹنا۔ اور کبھی فقط آسمان کی شامیانی کے نیچے رات دن بکرنا۔ اور اپنے شاہانہ مکانوں اور آرام گاہوں کو چھوڑنا۔ اور ہر دشمنوں سے سینہ لڑنا۔ اور چالین چلنا اور روز و رات کی کرا۔ یہ بہت سی صاحب کیا اب و شاہ کا کام تھا معلوم نہیں خدا نے اس کو کیا استقلال یا تھا کہ کبھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا اور راوہ سے نہ ملا۔ ان کو چون اور مہوں میں جو اس پرانیہ سالی میں اس نے بے تکان تکالیف وٹھائیں وہ چہی جوان اور شہنشاہ سپاسیوں نہیں اڑھ سکیتیں۔ اب سوقتا اسکے استقلال و رجحان کشتی کا ذکر جو گیا تو ہم کو اس کی ساری حکایتیں بلند راوہ اور عالی ہمتی کی یاد آگئیں۔ دو ایک اور اوہن سے لکھتے ہیں جب اس کی چودہ بیس کی عمر تھی درما تہیوں کی کشتی میں گھوڑ سوار کیا

اتفاقاً ایک تہی سکی طرف بہا کر آیا۔ سبھاگ گئی مگر یہ مہین کیلکاکہ ہوا۔ اور جب تہی نے  
 اوپر چلے کیا تو اس کے کان میں ایک برچہ ایسا مارا کہ وہ میں غرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑے  
 کو سونڈ میں لپیٹ کر دے تاکہ تو گھوڑا چراغ پا ہوا۔ اور وہ گھوڑے سے بچے گرا۔ وہ زمین سے  
 کھڑا ہوا اور تلوار سونٹ ایک ہاتھ سونڈ پر چلا یا کہ اتنے میں نوکر چاکر لگے اور ہاتھی کو برے  
 ہٹا دیا۔ سپہنشاہ جہان لکھا کہ دنیا ایسی جگہ پر انہیں کرتے بٹ جا یا کرتے ہیں۔ قوت طے ہاتھ  
 عرض کیا کہ غلام کو خدانے ہٹنے کو لئے نہیں پیدا کیا۔ یہ تو لوگوں کی دہستان تھی اب اس کے  
 برہمچے کی کہانی سنو کہ برہم پوری یعنی اہلام پوری میں وہ مقیم تھا کہ اندھیری رات میں  
 بیا طغیانی برآیا۔ بارش کی کثرت سے ایک واپسی حیرت افزا جان فرسا جگہ کاہ ہوش ربانی  
 کہ اپنی روانی میں ساری چہاونی کو بہا لے گئی۔ کوسوں تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔  
 بڑے بڑے امیروں کے مکان عالی شان دریا میں مثل خون خاشاک بہتے تھے۔ ہزاروں  
 انسان اور حیوان دیا پر روان اور روان تھے۔ بلی چوہے کنج خرگوش شیر بکری ایک دوسرے  
 کے نگران اور بجال خود پریشان تھی۔ ایک نئی معنی شاعرانہ اس مثل کی کہ شیر بکری ایک لکھا  
 پانی پانی میں سمجھیں آتی تھے۔ ایک پتہ کہ وہ پر اس بادشاہ عالیجاہ کا خمیہ لگا ہوا تھا۔ اور اس کے  
 پاس اور شاہنشاہوں کے خیمے چالیں گے اوکھے کھڑے تھے۔ تین روز برابر بارش سے صرف چار گڑھ  
 سے خالی رہی تھی۔ اس حالت خطرناک میں یہ بادشاہ خداوند ذوالجلال کے آگے گڑا گھڑا ہوا  
 خدانے اس کی آبرورکھی کہ سحر حمت کا جوش کم ہوا اور خلاق کو قید انکارا شہنشاہین احمدیہ  
 کے زندان سے رہائی ہوئی جس وقت قلعہ ستارہ کو فتح کر کے وہ قلعہ برہی کے محاصرہ گیا تو ایک  
 سخت سیلاب ایسا اٹھی آیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ ظاہر ہے کہ جن برساتوں میں وہ ان گرم  
 ملکوں میں رہا۔ انہیں طوفانوں نے کیا کیا تکلیفیں دے سکی ہونچائی ہونگی۔ جب برسات میں

کوچ کرتا ہوگا تو شوار گذارند یوں اور غوثی آب وادیلوں اور دکن کی زمینوں اور تنگ تارنگ تارنگ  
 راہوں میں گذرے کیا دشواریاں پیش آتی ہوگی۔ اور ایسی مقاموں میں اقامت کرنی پڑتی  
 ہوگی جہاں کہانے پینے کو بھی مشکل سے پیدا ہوتا ہوگا۔ اکثر حادثات ایسی واقع ہو گئے ہوں کہ  
 کے سارے جانوران مشکلات بہت ہو جاتی تھے۔ اور ان کے سبب فوج لنگری ہو جاتی تھی  
 گرمی کی شدت میں کوچ اور مقاموں میں ضیوں کے اندر نہایت تکلیف ہوتی تھی۔ اور پانی کی  
 کمی پانی اور گرمی کا موسم پیاس کی شدت اور پانی کی قلت سے سمجھ لو کہ کیا مصیبت پڑتی ہوگی  
 ان سبب فوج پر یہ دور سب زیادہ مصیبت تھی کہ بعض اوقات وبالشکر میں پہنچتی تھی شمنو  
 ایسا مقدور نہ تھا کہ وہ پادشاہی سپاہ پر ایسی دست اندازی کرتے جو خطہ اور دباے اچھڑا  
 گئی۔ اور شمنو نکال بال بیکار کیا۔ اور پھر ان کو جانوں کا کلیان کیا۔ گروہ عالمگیر تیری اس بات  
 قربان جائے کہ اب وہ خطہ و بار سب تجھ پر رکھے۔ مگر تیری ہمت و استقلال نے ان سب کو  
 محال دیا کوئی محنت تجھ کو تھکا نہ سکی۔ کوئی مصیبت اور مایوسی تجھ کو افسردہ نہ کر سکی۔ نہس و بیم و  
 خوف و ہراس کہی تیرے اس پاس ہو کر نہ گذرے۔ یہ تو اس کے استقلال کی تفصیل ہے اب  
 مصیبت و دقت میں بھی کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا کہ جس پر اسکی توجہ نہ تھی۔ کوئی سپاہ کا حصہ  
 بغیر اس کے حکم قدم نہ اٹھا سکتا تھا۔ جبوقت کسی فوج کو حکم کوچ کا دیتا تو ضرور اسکی تشریف  
 اور سفر کی ہدایتیں ہی خود لکھا کرتا اور اس لکھو اگر بھجتا۔ قلعوں کے نقشے ہی افسروں سے  
 منگاتا۔ اور ان کے وہ مقامات بتلاتا جہاں وہ حملہ کر کے انکو فتح کرتے۔ دکن میں بیٹھا تھا مگر  
 شرق عرب شمال سب طرف کی خبر رکھتا تھا۔ وہاں حاکموں کے نام خطوط لکھتا اور فرمان جاری  
 کرتا۔ بیٹھائوں کے عہوار ملکوں میں سرگروں کے نقشے بتلاتا اور ملتان اور گروہ کے سادات  
 سنانے اور قندھار کے دوبارہ فتح کرنے کی تدابیر سوج سوج کرتا تھا۔

## پادشاہ کی خبریات پر نظر

کوئی سرکار اور صوبہ نہ تھا جس میں روزنامہ نہ تھا۔ کوئی روزنامہ نہ تھا جو پادشاہ کی نظر سے نہ گذرتا تھا۔ سوانح نگار چاہی مقرر تھے۔ وہ خبریات اور کلیات اور طوطی لہجہ صوبہ داروں اور حکام اور عال کا اونے سیرے طے تک اہل حضور میں پہنچتی اور عدالت اور نشست کی موافق پادشاہ جن غل و گریہ سوار کرتے۔ ان واقعات کو لیسوں کے سوا رخصتہ نویس بھی مقرر تھے۔ اونکے سبب بد وضعی اور بد کرداری کسی اہلکار کی چہ بین سکتی تھی۔ شاید کوئی خیال کرے کہ پادشاہ کو ایسی خبریات کی طرف متوجہ ہونا اسکو کلیات پر نظر کرنے سے محروم کرنا ہوگا۔ مگر اس پادشاہ کی یہ بات ہمیشہ زندہ کہ تعجب میں ڈالتی ہے۔ کہ اسکی جیسی نظر خبریات پر تھی۔ اسی اعظم امور ملکی اور کلیات بہت پر توجہ تھی۔ وہ خبریات کو ایسا جھٹ پٹ سمجھتا تھا کہ اسکو کچھ توجہ ہی نہ کرنی پڑتی تھی۔ ہر سرکار اور صوبہ سی واقعات سوانح نگار لکھ کر بھیجتے تھے اور پھر مختلف ہدایتیں لکھاتا تھا۔ اور امر اور بادشاہوں اور داروں کو جو معاملات ملکی لکھ جاتے تھے۔ اور دبیران سلطنت پیش کرتے تھے انکو اصلاح دیدیتا اور اپنی قلم سے کسی فقرہ کو لکھ دینا کچھ بات اوس کے نزدیک نہ تھی۔

اورنگ زیب کے خرم و احتیاط و سخاوت اور عزیز واقارب کے ساتھ سلوک خرم سے مراد مافی اوس صفت ہے جسکے سبب آدمی بیجا اعتبار اور آدمیوں پر نہیں کرتا۔ اورنگ زیب فوج گستاخی اور سلوک باپ کیا تھا اسکو وہ ایک خط بھی اپنی زندگی بہر میں نہیں پہنچا۔ اسکو جیسے خرم و احتیاط سبب سے یہ اندیشہ ہا کہ کہیں میری اولاد ہی میری حال میرے باپ کا سانہ کرے۔ اسلئے اوسنی سال اختیار سلطنت کا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اپنے افسروں کو ہمیشہ ایک مفہم سے دوسرے مقام میں بدلتا رہتا تاکہ وہ ایک جگہ اپنی اقامت

سبب اپنا تعلق ایسا نہ پیدا کر لیں کہ پہرہ اور سکا توڑا مشکل ہو جس سے زیادہ وہ احتیاط اپنے بیٹوں کی چال حول چال طحال کی کرتا تھا۔ خفیہ نو لیں و جاسوس آٹھون پہرہوں کے جیسے لگائے رکھتا تھا۔ جب فوج کے ساتھ روانہ کرتا تو اور افسروں کے ماتحت اونکو کرتا۔ اور اونکے سبکاموں کو اپنی قابو میں رکھتا۔ مگر اوسکے ساتھ ہی اپنی رفقات نصیحت آمیز اور شفقت انگیز مخفون کے ساتھ بھیجتا۔ اپنی افسروں کے ساتھ نہایت خوشگفتار ملتا۔ اونکی شادیاں اور غمی میں شریک ہوتا۔ اور اونکو انعام اور کرامت عبت دیتا۔ ایک دفعہ جنار و سپہ کا مطالبہ منصب اردن کے ذمہ تھا جب معا کر دیا۔ اگر کسی زجر اور ملامت کی کلمے لکھتا تو اوسکے ساتھ لطف آمیز اور عنایت خیر فقرے ہی تحریر کرتا۔ انکا اپنی افسروں کو قصور معاف کر دیتا۔ منتر دینے میں نہایت متحمل و متامل ہوتا۔ بیٹوں میں مزا معظّم کو قید کیا۔ اور قید سے چھوڑا تو کابل کی صوبہ داری پر اپنی سے بہت دور پیکا۔ کبھی پہرہ اور سکو پیاری کی نظر سے نہیں دیکھا۔ خود الفقار خان کے لکھنے سے مرزا کا خوش سہو شفته خاطر ہوا۔ مگر اوسے بہت جلد اوس کا دل صاف ہو گیا۔ اپنے لاڈلے بیٹے مرزا اعظم شاہ کا اوسنے طرح امتحان کیا کہ اوسکو شکار میں ساتھ لے گیا۔ اور جب اوسکے ساتھ آدمی نہ رہے تو اپنی بہن بندوق اوسے کو دے دی۔ اور پہرہ میں لہجہ کر ایک تلوار عجیب و غریب جو خاندان میں چلی آتی تھی دکھائی۔ اور رنگی کر کے اوسکے جوہر دکھائے۔ اور خود گرمی کا بہانہ کر کے ننگا ہو گیا۔ غرض خوب اوس کا امتحان کر لیا تو اوسکو خفت کیا۔ موعز بیل کرتے ہیں کہ بعد اس معاملہ کے بہت ہلکا ہوا۔ باپ سے ایسا ڈرتا تھا کہ جب اوسکا خطر آتا تو رنگ زرد ہو جاتا تھا۔

آخر وقت میں وزنگ یب کی سلطنت کی  
بے انتظامی کا بیان

اس سلطنت کا آخر وقت بڑا آیا۔ پادشاہ کا ضعف بڑھ گیا۔ اور دشمنوں اور سرکشوں کا زور قوی ہو گیا۔ راجپوتانہ راجپوتوں کی بغاوت خالی نہ تھا۔ اگرہ کر اس پاس کا ملک اٹلون کی لوٹ مار سے محفوظ نہ تھا۔ ملتان میں اس قوم نے سردار ہا کہہ لیا تھا۔ راجا رام جاٹ کا سر بہت مہنگا مول لیا گیا۔ جب بہت روپیہ خرچ ہوا تو پادشاہ کے قدموں کے نیچے آیا۔ مرہٹوں کے قلعہ پادشاہ اس محنت اور جانکاهی سے فتح کرتا تھا اور ہر اونکو دشمن پہرے لیتے تھے یہ بڑی غلطی تھی کہ مرہٹوں کی گہروں میں ان سے لڑنا شروع کیا تھا۔ کوسستانی ملکوں میں حملہ آوروں نے اپنی نا تجربہ کاری سے بڑی مصیبتیں اڑھا ئیں۔ اور برسات اور گرمی کے موسموں میں اسبابک بہمنہ پہنچنے اور خوفناک خطروں میں بڑے حقیقت میں مرہٹوں سے ان پہاڑوں میں لڑنا ایسا تھا جیسا کہ شہر کے گہرے میں اس کے منجھن میں دکھایا ہو اس لڑائی پر جتنے برس گزرتے گئے اس سے ہی وہ پوروشن کر زور بروز جوان ہوتے گئے۔ اور پادشاہ بوڑھا ہوتا گیا۔ اگرچہ پادشاہ نے اپنی پیرانہ سالی میں وہ محنت اور جفا کشی کی کہ اچھے جوان سپاہی سے نہیں ہو سکتی۔ مگر نتیجہ اسکا کچھ نہ ہوا۔ یہ کہ کوسستانی ملک کے قلعے اور ہر ما تھ آتے اور ہر نکل جاتے۔ اب میدان میں سرکشوں کے لئے لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ پادشاہ فوج روتے روتے اور کتے کتے مرہٹوں سے ڈرنے لگی تھی۔ اب نامردی اور سپاہیانہ عظمیٰ پر دغا بازی اور مکاری اور زیادہ ہو گئی تھی۔ پادشاہی لشکر کے افسر اور ملک کے حاکم خود مرہٹوں سے سازشیں رکھتے تھے۔ اور غنیمت کا مال خفیہ چکی چکی منگالیتے تھے۔ اور یہ اپنا فائدہ دیکھ کر لڑائی کو جہان تلک و خال بس چلتا تھا طوں سے تھے۔ مرہٹے جو پادشاہ کے ملازم تھے کیا وہ اپنی ہم قوموں سے جا ملے۔ کیا پادشاہی لشکر میں رہ کر خفیہ امداد اونی کرنے لگے۔ پادشاہ کی سپاہ ایسی شکستہ خاطر ہو گئی تھی کہ پہلے کہی نہ ہوئی تھی

سختیوں کے ماری ساری مویشی مر گئے۔ ملک کو بڑ جانے سے پہر مویشی میں نہ ہو سکے۔ اب  
ہندوستان ہی اس دکن کی فوج کی احتیاجوں کو پورا کرتے محتاج ہو گیا۔  
ہندوستان حاصل کا مرکز وہ دیکھ کر بے اقلابوں اور پریشانیوں میں پڑا تھا۔ مگر  
کاپٹ اپنا پیٹ کا مرکز وہی سی رہی گیا۔ مگر آخر کو خود اسکی جان پر آن ہی۔ محاصل کی  
صورت بگڑ گئی۔ سپاہیوں کی تنخواہ کو پورا نہ کر سکا تو بادشاہ پر تقاضا ہونا شروع ہوا۔  
اسکا انتظام اور انتظام اسے نہ ہو سکا۔ بلکہ چڑھنے لگا۔ اور بہت جہنجا کر یہ جواب دیا  
اب فوج کی ضرورت نہیں ہے جو شخص ملازمت سے خوش نہ ہو وہ گھر بیٹھے۔ بلکہ کچھ سواروں کو  
گردھوں کو موقوف ہی کر دیا۔ کہ وہ یہ کی بچت ہو۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ ایسے اڑی وقت  
ایسی فوج کا تنخواہ دینا ضروری تھا۔ اور جب تنخواہ میں متون میں بادشاہ چڑھ گئیں اور  
سپاہی بھوکے مرنے لگے۔ تو اسکی فوج علانیہ بادشاہ سے بد دل ہو گئی۔

شاہین مرزا کا خیمہ کش سمجھانی سے بادشاہ مرہٹوں سے صلح اور آشتی کرنے کا خواہاں  
۔ غالباً وہ سیواچی سپر سنہاچی کو ہار کرتا۔ اور بعض بادشاہی صوبوں کا خرچ ہی اونکو  
جستے اور سکے نام کو بٹا لگتا۔ مگر یہ صلح اس سبب نہ ہوئی کہ ایک شہر سیواچی قیدی کو نام  
سے مرہٹوں کی نام جاری ہوا کہ وہ ہتیار دیدیں۔ اسے ہندو اور فروختہ خاطر ہو گئے۔  
اور بیکر ایک چھوٹے سردار نے قلعہ واکن کر کو مستحکم کیا۔ اور بہت دنوں تک بادشاہ اور  
اسکی سپاہ کو دق کیا۔ اور ایک دفعہ ایسی نوبت پہنچی کہ بوڑھے بادشاہ کو دشمنوں نے  
گرفتار کر لیا ہوتا۔ مگر بچ گیا۔ اب ایک کام جو آخر اسکا اچھا نگر کی مراجعت کا تھا اونسی ہو سکے  
جسم و روح دونوں کو صدمہ پہنچایا۔ ایک قرن گزرنے کے بعد عالمگیر کو معلوم ہوا کہ سیواچی  
ایسا پہاڑی چوہا تھا کہ شیروں کے کان کترتا تھا۔ ہارون میلوئن کی خاک چھانی۔

پہاڑوں میں تہہ پہر ہوئے مگر کہیں دسکا سرخ نہ لگا۔ اور اوی جو ہے فی ساری سلطنت کمال  
 اکثر کرگو ورنہ دیا کیس میں سب کو عرصہ گذر کر وہ احمد نگر سے جہان اور شوکت گئی کیا تھا اور سب کا بیان  
 ہو چکا ہے۔ اب ہی احمد نگر تھا جس میں وہ طرح آیا کہ سپاہ شکستہ خاطر پشیمان صورت۔ موٹی ہمارے  
 تہہ کشلا اور بدظنی کے ساتھ پہرے آتی تھے۔ دشمنوں کی بند و قون کی وار و لک کاں پہر ہوئے  
 جاتے تھے نیزہ برداروں کے غل شور سے بھی جاتے تھے۔ ہر وقت یہ خوف و ہراس تھا کہ دشمن  
 ابھی پاس آتا ہے۔ اور بالکل مباد اور تباہ کرتا ہے۔ خدا پرست موحیان کو اسی کا شکار دالیا  
 کہ برے بے احوال سے پادشاہ سلامت دن و شب دشمنوں کے ساتھ ہی بچا سلامت پہنچے۔

## پادشاہ کی وفات

۱۶۔ سوال ہے جلوں کے پادشاہ احمد نگر میں آیا۔ اور ایک سال تک قیوم رہا۔ اس آخر سال میں  
 اوسکے مزاج کی قوت میں بہت ضعف لگیا۔ اور ایک دفعہ ایسا سخت بیمار ہوا کہ میڈیسیٹ کی  
 منقطع ہو گئی۔ پھر سنبھل گیا۔ مگر ضعف اور بیماری پر وہ راجع کرنا۔ اور مہات ملکی دوا ملی  
 میں برابر مصروف رہتا۔ آخر کار دوا کا راول جمار یا اوس کے گلے زبان سے نکلے جسے جب  
 احمد نگر میں پہنچا تو یہ کہہ کر اب یہ ہماری آخر منزل ہے۔ اوسکے آخر خطوط دیکھنے سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ اوسکے خیالات کیا تھے۔ اور جہانی مخالف کیا کیا اوسکو فرے دکھا رہی تھیں  
 اپنی طمع خام کے بختہ نہ ہوئیے اوسکو کیا کیا پشیمانان تھیں۔ عاقبت کا خوف کیا کیا دیکھتا تھا  
 اس حالت میں باپ کی حالت ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ اس بات کا بڑا کھٹکا رہتا تھا کہ میرا  
 کہا میرے آگے نہ آئی۔ میری اولاد میری طرح باپ کو قید میں نہ بٹھائے۔ اور میری ساری دولت  
 سلطنت کو فرے بھیج دیا کہہ کر اوڑھائے۔ مگر کہیں اوس سے اپنی باپ کی گستاخی کا عذر اور  
 پشیمانی نہیں ظاہر کی۔ ایسے نازک وقت میں شانہ وادہ معظم نے ایسی وراثتیں اور مصلحت



خود نظام ملکی کے چند قضات باب کو لکھ کر بھیجے۔ تو اس سے وہ یہ سمجھا کہ میرے جتنی بھی وہ حکومت کے  
 دہانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جتنا بڑا ارادہ عظم کی عرضداشت آئی کہ مجھے ہجرات کی آب و ہوا ناموافق  
 ہے۔ اگر اجازت ہو تو احمد انکرمین حاضر ہوں۔ تو اس پر سخت ساختہ اونی یہ کہ یہ نہ چلے جا رہا ہے  
 جو میں انہی باب کو ساتھ چلا تھا۔ اور اس کو جواب میں یہ لکھا کہ کوئی ہوا والا غمری کی ہوا سے  
 زیادہ بری نہیں۔ مگر ملازمت کی اجازت اس کو دیدی +

جب لام جسمانی کا هجوم اس کے مزاج پر محیط ہوا۔ اور زندگی سے مایوس ہوا تو اپنے سب سے چھوٹے  
 بیٹے شہزادہ کاظم بخش کو اس وقت <sup>۱۱۱۸</sup> قلعہ <sup>۱۱۱۸</sup> کے قصبہ بیجا پور کو ترک شاہانہ سی حضرت کیا۔ اس کے  
 پاس بننے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شہزادہ عظم کے ہاتھ میں فوراً نہ گرفتار ہو جائے۔ اور پہرہ کو  
 شہزادہ اعظم کو قصبہ مالوہ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ پانچ پانچ کوس کی منزل طے کرے۔ اور  
 ہر منزل میں دو روز قیام کر کے تیس روز سفر کرے۔ اسی غرض یہ تھی کہ شہزادہ اور محبت دور  
 نہ چلا جائے کہ لشکر میں غدر نہ چمچ جائے۔ اور پاس بننے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں شاہجہان  
 کا معاملہ نہ پیش آئے۔ غرض اس بیماری سے <sup>۲۱</sup> فروری <sup>۱۱۱۸</sup> قلعہ <sup>۱۱۱۸</sup> کے قصبہ کو جمعہ کو دن یہ عالم گیر  
 پادشاہ اس عالم فانی سے حضرت ہوا۔ نو اسی سال کی عمر تھی۔ اور پچاس برس سلطنت کی  
 اپنے آخر وقت میں محمد اعظم شاہ کو یہ بہ تحریر کیا کہ **سَلَامٌ عَلَیْکُمْ** میری سید ضعف قوی  
 وقوت از اعضا رفت چکا نہ آدم بیگانہ میر و دم خبر ز خود نیست کیستم چکارہ ام نفسی کہ در ریخت  
 رفت افسوسن تا فی ماندہ ملک اری و ہجانی خلائق بھی از من زیادہ عمر عزیز مغت فرت جیتا  
 ناپا د از نیست و از نفس فرت نشانی دیدار نیست و از تقبال ہم توقعی مفقود وقوت مفارقت کرد  
 فرزند کام بخش اگرچہ بیجا پور فوت اما نزدیک است آن عالمجاہ از ان ہم نزدیک تر و عزیز تر  
 شاہ عالم از ہمہ دور و فرزند ارادہ نزدیک ہندوستان رسید لشکر و لشکریان ہمہ بیدست و پیا

و سہرہ و شل من مضطرب کہ از خداوند خود تنہائی گزیدہ نعمت داریم ہیچ نیار و دیم خبر و دہل  
مردم خیجے نخواہیم بردارن تنگاری اندیشہ داریم کہ در عقوبتہا گرفتار خواہیم شد ہر خیزار  
رحمت و لطاف و امید قومیت ما نظر بر اعمال تفکر مکنید ارد۔ مصرعہ ہر چہ باد ابادا کشتی  
در آب انداختیم۔ اگر چہ از خود رفتہ را فکر نمی ماند چون عالم و بستگی است ہمہ را ہیچ دمی پاییم  
فترند زارہ را دعالے نصرت بگویند وقت نصرت ندیدم شتیاق باقی ماندہ بکیم اگر چہ  
در طائر ملول است لیکن مالک لہا خدمت بکوئند اندیشی موشات خبر پیشہ ناکامی نمی برند  
الوداع الوداع الوداع فرزندان کامکار یادار را باید کہ بالمقدور ہیچ الفت نکوشند  
رحم بر خلق خدا نمایند کہ ناحق کشتہ نشوند

مرزا کام بخش کے نام جو حفظ لکھا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اکیات ختم کی  
مزاج میں تھی وہ آخر وقت تک قائم رہی وہ اس خط میں لکھا ہے کہ در فوج مجربات الی  
روزگار گندم نا جو فروشان مذہب اعتماد انہا کار بناید کرد و بر فرا یا کار بایں خود۔ ایک عرضی ہاتھی  
پیش ہوئی تو او سپہ صا و لکھا کہ یہ فقہ لکھا کہ این خاکسار بمنزل ان از و در سائید۔ اس پادشاہ  
کے ہزاروں مقولے عقل و دانش سے بہرے مشہور ہیں جسکو شوق ہوا و سکی تجربات میں  
ایک صیت نامہ اسکے لکھیے کی بھیجے نکلا جسکا مضمون یہ ہے تہا کہ معظم شاہ شمالی و شرقی  
صوبوں پر قبضہ کرے۔ اور دلی کو دار السلطنت بنائی۔ اور اعظم شاہ اگر جنوب و مغرب  
کے ملکوں پر سار و کن سمیت قابض ہو۔ اور اگر دار السلطنت پھر۔ مگر گول کنڈہ اور  
بیجا پور کی دو ریاستیں مرزا کام بخش کے قبضہ میں رہیں۔

اسکے سوا ایک اور صیت نامہ تہا کہ جہن او سے اپنی تجزیہ و تکفین کی نسبت یہ لکھا تھا  
کہ سار ہے چار روپیہ جو میر ہاتھ کی محنت کو ٹوپوں کی سلامی سے بھیجیں اس میں ہتھیر

اور آٹھ سو پانچ روپیہ جو قرآن نویسی کی اجرت سے حاصل ہوئے مسکین میں تقسیم ہون +

## عہد عالمگیری کی تصنیفات اور تعمیرات

خود اسکی تصنیفات جو چھپے ہوئے نون جمع کی۔ اونکے نام یہ ہیں رقعات عالمگیری کلمات طیبات اور قاسم کراچم اور دستور العمل غائے۔ اور مکتوبات عالمگیری۔ اسکے عہد کی سب سے زیادہ عمدہ اور بکار آمد تصنیفات حاوی عالمگیری ہی جسکا حال شہور ہے سب سے زیادہ عمدہ عمارت اسکی شاہ کی بنائی ہوئی دہلی کے قلعہ میں موتی مسجد ہے۔

## اس پادشاہ کی سلطنت کا خلاصہ حال و اسکا حال

وہ باپ کو مفید خانہ میں ڈال کر اور بہانوں کا خون گردن پر لیکر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ ہندوستان میں جتنے پادشاہ گذرے ان سب میں وہ زیادہ طاقت اور قوت تھا اسکی سلطنت کمزور و مست تھی جو دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کو وسعت ہوئی تھی۔ اسکی برابر کوئی پادشاہ نہ پڑا۔ منظم ہندوستان میں نہ ہوا۔ اسکے عہد میں خاندان تیموریہ کی سلطنت معراج پر پہنچی پہلے اور قریب دہار کی ٹہان بھی کچھ عرصہ کے لئے چلی بیٹھے اور تابعدار رہے۔ شاہ ایران بھی اسکے ساتھ تہ تخاص در کہنے کا خواستہ نکار ہوا۔ قدیمی مسلمانوں کی سلطنتیں اور ریاستیں گول کنڈہ اور بیجاپور کی تباہ کر کے اونکے ملکوں کو اپنی مملکت اور سلطنت میں شامل کیا اور توسیع ملک کے درجہ کامل پر پہنچایا۔ راجپوت بگڑی مگر پیراؤں سے اپنی عہد میں مطیع رکھا۔ مرہٹوں کی گھٹا کا ٹکڑا سلا بالا بار سے اٹھاتا تھا گھاٹوں پر دریا تک جہاز باہر تھی کہ عالمگیری کی ہوا اس سے یونہی اڑا کر بے نشان کر دی گئی۔ مگر امید خلاف آوہ طوفان برپا ہوا کہ سلطنت اسلامیہ کو آخر لے ڈوبا۔ جب اس پادشاہ نے دنیا سے انتقال کیا تو سلطنت اسلامیہ جتنی جی گڑی۔ آنکھیں اندھی کان بھڑانت ٹوٹا ہاگین انگڑی مگر کبریٰ ہاتھوں پر اراج۔ غرض کوئی کل سید ہی نہ رہی۔ اسکا چہل چل گیا

جیسا کوئی مردہ نہیں رہا نظر آئی کہ وہ زور پیٹنے اور ہتیار لگا کر ہو۔ مگر حال و سوا یہ کہ منہ سے ہونیکا مارو تو اسکی خاک اڑنے لگے۔ یا یوں سمجھو کہ سلطنتِ اسلامیہ وہ کاغذ بلند جسکے مینار اور برج آسمان سے باقیں کرتے ہیں۔ اور اوپر سر جو چاندی کے پہاڑ سنہرے گلس جھکتے تھے جسکے ستون سکارو دنیا کے جواہرات سے مصع تھے۔ اسکی بنیاد کو بخین تعصب لگیکری نے اندر ہی اندر بلائین اور اس سے وہ دھڑام دینی سے گری۔ اور اسکے جواہرات او گلسوں کو خاک میں ملنے پر ہی کہیں کہیں اپنی چمک دکا دکھا کر رہے۔ عالمگیر کا تعصب ہی ہی عجب ہندو بخا دل کہاں والا تھا۔ گو کہی دھنہ کسی ہندو کو تلوار اس سے نہ نہیں لگائی کہ وہ ہندو تھا۔ کہی دھنہ نہ ہندو تھی اور نہ کو مسلمان نہیں کیا۔ اوکی جو مذہبی عبادات اور عیادت قدیم سے چلی آتی تھیں اور کو نہیں روکا۔ مگر باقیہ کہیں کہ جسے او بخا دل لڑا رض ہو گیا۔ بنارس میں بششور اور ہندو دھرم کے مندر وں کو خاک ملایا۔

متہر میں گو ہندو کو کا مندر تو پھوڑ پھوڑ برابر کیا۔ جزیہ جاری کیا۔ نواریں بڑی بھی قافیہ او کا تنگ کیا۔ مسلمانوں میں اختلاف بعض دسکو ساری مسلمان پاوشا ہوں میں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور اکبر سے ہی بڑا گتہ جانتے ہیں۔ بعض دسکو بدیت اس سبب بتاتی ہیں کہ او سکا کوئی کام سر نہ نہیں ہوا یہاں تک کہ جو شجرا و سنی ہیں وہ ہی آباد نہ تھیں۔ حاصل ہوں کے رائے کے چہم ہی ہو۔ مگر عام رائے یہ ہے کہ وہ اضااف سانی اور جفا کشی میں اکبر کے برابر تھا۔ اکبر کو تعصب ہی نہ تھا۔ وہ سب انسانوں پر یکساں مہربان تھا۔ دشمنوں کے ساتھ ہساوک کرنے میں فیاض تھا۔ اور رنگ زیب کو مذہبی تعصب تھا۔ کسی پردہ اعتبار بول نہ کہتا تھا۔ سب کھٹکتا رہتا۔ مغلوب دشمنوں کو دل دسکا پتہ تھا کہی چکتا ہی نہ تھا۔ ہندو ں کو ساتھ ہسا سلاوک اکبر کے سلاوک سے بالکل مختلف تھا۔ اکبر نے ہندو ں پر جزیہ موقوف کیا عالمگیر نے جاری کیا اکبر نے ہندو ں کو برابر دیکر اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔ عالمگیر نے ملازم ہندو ں کے موقوف کر نکا ارادہ کیا۔ اکبر نے

راجپوتوں سے ناتہ رشتہ پیدا کر کے اونسے وہ محبت اور مولنسیت پیدا کی کہ وہ جان و مال اور اولاد  
 پادشاہوں پر قربان کرنے لگے۔ عالمگیر نے اونسے وہ عدوت پیدا کی کہ وہ پادشاہ کی دشمنوں کے مددگار  
 اور معاون بن گئے۔ غرض دسویں ہندوؤں کے دلوں کو ایسی کچھہ بخش ہو چالی کہ وہ سارے کی سارے  
 مرہٹوں کے دوست بن گئے۔ وہ اپنے باپ ادا کی طرح عیش و کامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرتا اگر  
 وہ بیٹہ چاہتا کہ میرے ہی نام کا خطبہ ساری عبادت خانوں میں پڑ جائے۔ اور ساری بازاروں میں  
 اوسیکے نام کا سکہ چلایا جائے۔ اور ساری امیروں کے قصور محل اوسیکے قبضہ میں ہوں۔ ہر ایک  
 آدمی اوسکا غلام اور دل تابعدار ہو۔ غرض دسویں ہندوؤں کی توسیع سلطنت اور وسعت اقتدار  
 ہو۔ اور ہر تعصب بھی کا بیہ شوق ہو۔ ان دونوں باتوں نے ہندو رعایا کا دل اس سے  
 ناراض کر دیا تعجب ہے کہ اورنگ زیب دن پادشاہوں کے گہر میں پیدا ہوا کہ جنکے گہر میں  
 رانیان بہری پڑی ہوں اور بعض دشمن سہی دشمن کی پیٹ سی پیدا ہوئی ہوں۔  
 اور مذہب میں بھی وسیع المشرب ہوں۔ ہر شاہ کی تدابیر سے تو تحقیق نہیں کہ سلطنت  
 میں خلل آیا یا نہیں آیا۔ مگر خلل ندان کا بیہ دستور ہو گیا تھا کہ جب پادشاہ مراٹھاؤں سے  
 اوسکے آسپہن لڑنا شروع کرتے۔ اگرچہ اس بیہ فوائد تھا کہ ان سب میں لڑنا کر دی  
 غالب ہوتا جو غافل اور جواہر ہوتا۔ مگر جب تک کہ ان لڑائیوں کا فیصلہ ہو ملک میں  
 جھگڑے اور فساد برپا ہو جائے غرض صلی سبب خلل سلطنت اسلامیہ کا یہی کہ اوسکے ہاں کوئی  
 جانشین مقرر کرنے کا دستور آئین نہ تھا۔ نہ اورنگ زیب جسبی دشمن نے کوئی اپنا قائم مقام مقرر کیا  
 جسوقت محض سلطنت دہلی اس ٹوڑی پادشاہ کو ہاتھ ہی گرا اوسکا سنبھالنا اوسی پادشاہ کا  
 کام تھا جو اورنگ زیب کی طرح شجاع و مدبر و منظم غافل ہوتا۔ جس ملک کی چوتیس کھڑ روپیہ  
 کی آمدنی ہو۔ اور پانچ لاکھ ہجرت ہو۔ اوسے سلطنت کرنا اپنے قبضہ میں رکھنا ظاہر ہے

کیسے ہوشمند اور زبردست آدمی کا کام تھا +

## سلطنت بہادر شاہ یعنی شاہ عالم اول

### شاہزادہ اعظم اور معظم کی لڑائی

جبوقت عالمگیر کا انتقال ہوا تو نیربہاں نے قاصد کو دو ڈاکٹر شاہزادہ اعظم شاہ کو بہادر شاہ کے انتقال سے اطلاع دی۔ شاہزادہ بہادر شاہ نے ہی راتوں رات احمد نگر میں آگیا۔ اور چودہ روز تک باپ کا ماتم کیا۔ اور بہارپاکی وصیت پر خاک ڈال کر تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ اور غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلایا۔ مگر بہیدر و راندیشین و رکی سوچا۔ اور یہ سمجھا معلوم نہیں زمانہ کیا رنگ دکھائے۔ اور سپاہیں گھسی۔ بہانہ کچھ بتلادیا۔ اب اعظم شاہ بڑے ساز و سامان سے آگرہ کو غیر چلا اور گوالیار میں چکر مقیم ہوا جب عالمگیر کی بیماری کی خبر عالمگیر ہوئی تو کابل میں ہی اسکی خبر پہونچی۔ شاہزادہ محمد معظم جو بہاؤن میں بڑا تہادہ بی کابل سے چلا۔ اور اوسکا بیٹا عظیم الشان کہ نکال کا ناظم تھا نکال سے روانہ ہوا۔ اور جب شاہزادہ میں شاہزادہ معظم کو باپ کو مرنے کی خبر پہونچی۔ تو محرم الحرام ۱۱۹۰ھ کو تاج شاہی پہن کر آئے۔ اور بہادر شاہ اپنا لقب بٹھرایا۔ اور بہائی محمد اعظم شاہ کو بہیدر خط لکھا۔ ہم تم ایک دریا کے موتی اور ایک ہی شاخ کی پتی ہیں۔ ایک ہی گہر میں پلے ہیں۔ ایک ہی جگہ کیلے ہیں۔ اگرچہ تم میرے بہائی ہو مگر میں تم کو بیٹوں سے زیادہ عزیز جانتا ہوں۔ گو تم میرے ہمسر ہو مگر میں تم کو سخت جگر سمجھتا ہوں۔ اب عقل و خرد مندی کا ہی قصدا ہے کہ جس طرح اپنے ملک تقسیم کر دیا ہے اویسی پر ہم تم راضی ہوں۔ ملک کن کی فرمان روائی آپ لیجے۔ اور اجمل اور گجرات کے صوبے مطلوب ہوں تو وہ بھی لے لیجے۔ جب یہ خط اعظم شاہ کی نظر میں گذرا

اوسے ہندوستانی ہر کر اور گرم امین خال کہا کہ قسمت ملک کیا چیز ہوتی ہے۔ پادشاہی کیا  
 کسی کی وراثت ہوتی ہے۔ بلیت عروس ملک کسے در کنار گیر رنگ +  
 کہ بوسہ برب شمشیر آبدار زندہ آب کی کیا اضاف کیا چودہ صوبوں میں خود پادشاہ  
 کریں۔ اور دکن کی چار صوبوں میں۔ دو پادشاہی در قلعے لگنجد جب یہ پیغام بہادر  
 پاس پہنچا تو وہ آگے بڑھا۔ اور لاہور میں آیا۔ وہاں مغالہ دین اور سکابر ابٹیا کہ صوبہ دار ملتا  
 کا تھا قدموں ہوا۔ اور اسکابر ابٹیا عظیم الشان ایک کروڑ روپیہ ساتھ لیکر نکالے  
 اکبر آباد میں پہنچا۔ اور مختار خان ناظم صوبہ آگرہ کو قید خانہ میں بھجوا دیا۔ تمام کارخانوں پر  
 قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ دار سے قلعہ کی کنجیاں مانگیں۔ قلعہ دار نے عرض کیا کہ جب کچھ چاہو  
 والد میں سلطنت کا فیصلہ ہوگا تو میں کنجیاں دوں گا۔ اب باپ ہی آگرہ میں آگیا۔ یہ خزانہ  
 اوسکے لشکر کے بہت کام آیا۔ اب بہادر شاہ کی خبر آگرہ میں آئی۔ عظیم شاہ فیہر شکر پور سے  
 کوچ شروع کئے جسکے سبب بہاری توپخانے ساتھ نہ چل سکے اور سپاہی کچھ چیمے رہ گئی  
 ۱۱۔ ربیع الاول ۱۰۹۱ھ کو وہ گوالیار کے نواح میں آیا۔ ۱۸ کو جاجو کہ اکبر آباد کے قریب پہنچا

## سے جالڑا + معطم شاہ کی فتنہ

ہنگامہ کارزار گرم ہوا مگر بہادر شاہ کی قسمت میں پادشاہی تھی۔ اسی ہوا تو عظیم شاہ کے  
 لشکر کے منہ پر چلنی شروع ہوئی کہ ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ کے عوض کیا الاب دوپہر ہو  
 ہے اور موہی تند چل ہی ہے اور اصف لہ و لہ اسد خان بھی اسلحہ خانہ اور توپخانہ لے گولیا  
 میں ہے آج ٹرنا صالح وقت نہیں کل سب سب آج گیا سوقت میدان میں جائے گا۔ اسکا  
 بہ اب اسی خشونت علی عظیم شاہ نے دیا کہ سپہ سالار ناراض ہو کر سپہ باپ پاس چلا گیا۔

اس شانہ زدہ کی لسی معزور اور محنت کی باتوں سے بہتے اور امیر ہی ناراض ہو کر چلے گئے غرض ان دونوں بہائیوں میں ایک معرکہ عظیم ہوا۔ اور عظیم شاہ اور اسکی دو جوان بیٹے بیدار تخت اور والا جاہ مار گئے اور جون ۱۱۱۹ء میں لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ایک بہائی کو تخت سلطنت اور دوسرے بہائی کو تختہ تابوت نصیب ہوا۔ اور صف الدولہ اور بیٹا اسکا دونوں والے دست بہادری شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ کا تہہ پہلو کرانے کی نہایت عزت اور عظیم کی۔ اور صف الدولہ کو وکالت سلطنت کا عہدہ اور ذوالفقار خان کو خیمہ نشینی کا عہدہ عنایت کیا۔ منعم خان بادشاہ کی ایام شانہ زدگی سے ساتھ تھا۔ اور نہایت عقلمند و نشندہ اور نیک نیت اور پاک طینت امیر تھا اور اسکو عہدہ وزارت عنایت ہوا۔ دونوں بہائیوں سید عبداللہ خان اور سید حسین علی خان اس لڑائی میں بڑی جان لڑائی تھی اسکے صلہ میں عبداللہ خان کو الہ آباد کی وری حسین علی خان کو بہاؤ کی صوبہ داری مرحمت ہوئی۔

**مرزا کا مخمخش کی سرکشی دکن میں اور اسکی شکست اور قتل**

اگرچہ مرزا کا مخمخش دشت نراج اور خود پرست اور بد مزاج تھا۔ مگر اسنے عظیم شاہ کی بادشاہی تسلیم کر لی تھی۔ جب اسکے ماری جانکی خبر پڑی تو کمراو اسکی ٹوٹ گئی۔ لیکن وہ بہائی کا تابع نہ ہوا۔ اور باوجود بی استعدادی کے امداد پیکار ہوا۔ بہادری شاہ سلیم الطبع اور کریم نفس تھا۔ اونی ہوٹے بہائی کو بہت نصیحتیں کیں۔ مگر فائدہ مند نہ ہوئیں۔ جو مہربانی کا خط لکھا اور اسکا جواب ناعہر بانی کا آخر کار مجبور ہو کر غرہ شجیان ۱۱۱۹ء کو فوج پور کی راہ بیجا پور کو روانہ ہوا۔ اور محمد کا مخمخش بی فوج لیکر بیجا پور سے گلبرگہ میں آیا۔ ۱۱۲۰ء کو لڑائی ہوئی۔ اور مرزا کا مخمخش شکست کاخشاں کہائی۔ اور خود زخمی ہوا۔ بہادری شاہ کو آدمی اسکو اوٹھا کر لائے۔ اور ایک خیمہ میں بادشاہ پاس اتارا۔ اور مرہم ٹپی کا حکم بادشاہ دیا۔ اور جان شاہ ہار اپنے بیٹے کو اسکی عیادت کے واسطے بھیجا۔ جب اس پہنچنے چا پس کی کہا کہ باجان کا دل چاہتا تھا کہ جناب الہی می محی ہوں تو آدمی



مرزا نے ہفتہ خاطر کر لیا کہ تم کو باپ کے مرنے کے بعد یہی معاملہ پیش ہونے والا ہے تم اپنی فکر کرو پھر  
 پادشاہ خود بہائی کو دیکھنے آیا۔ اور اس نے جب یہم کہا کہ میخواسم میں حالت شمار نہ بنیم مامقصد  
 چنین بود۔ تو اسی حالت میں قسطنطنیہ میں آگیا کہ ان قبلہ کے بعد صورت امر میخواسم نہ کیسندار  
 تخت است یا تختہ یہم کہا کہ ایسا خصمین آیا کہ تمام رزمون کا بھیکہ کھل گیا۔ اور اسی حلیف  
 جان آفرین کو جان سپرد کی۔

## مرسٹون کا حال و راون کے ساتھ معاملات پادشاہ

اگرچہ عالمگیر کے مرنے سے ساری ہی سلطنت کی کاموں میں انقلاب ہو گیا تھا اور تمام تعلقات  
 کی صورت بدل گئی تھی۔ مگر مرسٹون بھی جو تعلقات سلطنت ہمسایہ سے تھے انہوں نے بالکل ایک ہی صورت  
 مستقل پیدا کی۔ جب پادشاہ اس سچا پور کی سلطنت کو فتح کر رہا تھا اور سوقت مڑی ہو سکے جانشان  
 خدمت گزار اور دوست تھے بعد اسکے وہ ہمسایہ پادشاہی ضلع کی ہو گئے۔ پہلے اپنی ذیبت و قوم کے  
 آزاد کر نیوالے اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے پیچھے ہٹاؤ والے۔ آخر کو اس سلطنت ہمسایہ ملک  
 ہو گئے۔ جو نہایت کمزور ہو کر قریب لگ تھو مگر مرنے کے وقت تک دستیابی نخت اور تکر سے ہاتھ نہ اٹھایا  
 ۔ پہلے عالمگیر کے مرنے کے بعد اہل اسلام اس قوم کے مطیع کر لیا اور وہ نہیں کیا۔ وہ اپنے دشمنوں کی اولاد کو  
 اسپین لڑا لڑا کر اپنی قوت اور سلطنت کو بڑھاتے رہے۔ اور پادشاہی فوجوں کے سامنے اپنی بہادری  
 کوششیں دکھاتی رہے۔ مرسٹون کو خواہ ٹیکر بھی خواہ فزوق فوج چاہو اور کوئی برنامہ رکھو۔  
 مگر وہ انہوں نے اپنی قوم اور مذہب کے آزاد کر نہیں بہادری اور مردانہ کوشش و سعی کی۔ اور جو ملک  
 اور جوش قومی ہمدردی کی انہوں نے ہندوں میں پیدا کئی وہ ایک زمانہ تاریخ میں قابل تالیش  
 رہے گا۔ اب بہادر شاہ دکن میں موجود تھا۔ وہ اس فوج بجا میں تھا کہ مرسٹون گیا معاملہ کرنا  
 ۔ تم کو یاد ہو گا کہ شاہ ہوشیا سبھا جی کا دستور سچا پادشاہ کو ملن قید تھا۔ اور عالمگیر کے مرنے کے

جب وہ سنے بادشاہی محلوں کی ناز و نعمت میں پرورش پائی ہو تو گو وہ سیلوجی کا پوتا ہو مگر اوس میں وہ سپاہیانہ چالاکی اور مردانہ سمیت کہان پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ بالکل عیش کا بندہ اور رشا نژاد نہ تھا۔ اوسکو بادشاہ فی قیدی چھوڑ دیا۔ وہ یہ سمجھا کہ اوسکے چھوٹی سے مرٹون میں انقلاب عظیم پیدا ہوگا اور اوسکے آپس میں لڑائی شروع ہو جاوے گی۔ اجا رام کا بیٹا صغر بن اجہ تھا۔ اور اوسکی تارابیائی ملک سلطنت تھی۔ اور ساری حکومت کرتی تھی۔ اوسنی ساہو جی کو کہہ دیا کہ وہ سپہا جی کا بیٹا نہیں ہے۔ اسلئے اوسکا حق ارج کا نہیں ہے۔ مگر مرٹے ساہو استحقاق موروثی کو مہولے نہیں تھے غرض دو گروہ مرٹون میں ہو گئے۔ اور آپس میں خوب لڑائیاں ہوئیں۔ شہ امین ستارہ پیر ساہو قبضہ کیا۔ اور اپنی دار السلطنت بنایا۔ کولاپور کوتارابیائی نے راجہ ہانی بنایا۔ طرفین سے بڑی فوجیں جمع ہوئیں۔ اور بڑے بڑے سردار مرٹون کے کنبہ اور کنبہ کی وادہ ہوئے رہے۔ اور میدان میں لڑکر کٹے مرتے رہے۔ بادشاہ سلامت انکی میر خوشی خوشی دیکھا کئے۔ اوسکے آپس کی لڑائی میں بادشاہی ملک انکی لوٹ مار محفوظ رہا۔ اسساہو جی کو غلبہ معلوم ہوتا تھا۔ اس واسطے ذوالفقار خان تو یہہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اوسنی آشتی کرے۔ مگر عظم خان وزیر کی یہہ مرضی تھی کہ تارابیائی سے صلح ہو۔ اسلئے اوسکا صلح جو خط و کتابت صلح کے باب میں ہو وہ منافع کئے۔ بادشاہ دکن سے چلا آیا۔ اور ذوالفقار خان کو اپنا نائب کن میں مقرر کر دیا۔ مگر یہہ سردار ایسا لائق تھا کہ اوسکے بغیر بادشاہ کو چین نہ تھا۔ اسلئے اوسکو اپنی پاس بلا لیا۔ ذوالفقار خان نے داود خان بنی کو نائب مقرر کیا۔ اوس نے عہد عالمگیری دکن کی لڑائیوں میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اوسکی سردار کو سبکی برابر بلوری اور مردانگی بنی نہیں دیکھائی تھی۔ وہ اس بات میں بھی مشہور تھا کہ اوسکو انگریزوں کے ساتھ کہا نے پنی میں کچھ پرہیز نہ تھا۔ وہ اکثر مسند اس میں جا کر انگریزوں کے ہاں دعوتیں کہاتا۔ جو اقصیٰ وہ نہایت لائق امیر تھا۔ اوس

اپنی ساری تدبیر میں اتباع اپنی فاسر علیے کا کیا۔ اور ساتھ ان شہر طر پر صلح کر لی کہ وہ بادشاہ کی طرف مرہٹوں کی ریاست میں راجہ رہے۔ اور کو دکن کی جہہ بادشاہی صوبوں میں بادشاہی الہا کا محصول وصول کے چوتہ دیا کرینگے۔ مگر اس وصول کر نہیں اور کو دکن ہوگا۔ یہلہ نظام نہا معقول تھا کہ اسکی بدولت بادشاہی ملک مرہٹوں کے کوٹ مار محفوظ رہے۔ مگر لاکھوں مرہٹوں کی گذرا وقت اس کوٹ ماری پر تھی۔ یہ چوتہ کہ لاکھ کوٹ فاکرتی تھی۔ اسلئے گواہ بادشاہی ملک اور اسے محفوظ ہو گئے مگر مرہٹوں کا خود ملک اس نظام سے ایک فٹ میں آگیا۔ اور سارا بوجہ اونکا اسی پر ان پڑا غرض بادشاہ یوں مرہٹوں سے فارغ ہو کر اب در طرف متوجہ ہوا +

### راجپوتوں کی ساتھ معاملات

جبوقت بادشاہ کا نظم سے لڑنے کے لڑائی لگا تو اسنے تین چوت لڑائیوں سے صلح کر لی تھی۔ رانا اور دے پور کے ساتھ شہر طر صلح یہ تھیں کہ جو ملک وہی پہلے چھین لیا گیا تھا وہ پس پانچا اور ساری مذہبی رسوم و سہلے لہ میں اسی طرح جاری ہیں جسکی اکر کے عہد میں تھیں۔ اور دکن کی لڑائیوں میں جو فوج اوی امداد کے لڑی جاتی تھی وہ ہی موقوف رہی۔ ماڑوٹ کے راجہ اجیت سنگھ سے بھی انہیں شہر طوں صلح ہو گئی۔ مگر امداد شاہی کے لئے فوج دینے کی شرط قائم رہی۔ مگر راجہ سنگھ کی ساتھ ہر کسی کڑی شرطیں لگائی گئیں۔ اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لڑائیوں نے اگرچہ خود مختاری کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ مگر وہ حال کی لڑائی بادشاہ کو بہائی اعظم شاہ کا فرق ہو گیا تھا۔ اسلئے اسکی دارالریاست میں بادشاہ فیضی فوج متعین کی۔ ضرورت کے وقت بادشاہ کی امداد فوج کرنی بھی اوسپر واجب تھی غرض جب بادشاہ دریا پر دیر دکن جانیکے لئے پہونچا۔ تو وہاں راجہ جی سنگھ کچھوانہ اور اجیت سنگھ لکھنوت سنگھ اسکے ساتھ تھے۔ مگر بے حضرت اور اجازت بادشاہ سے ناراض ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ اور وہاں اپنی شوخیان دکھانے لگے۔

اور بادشاہی نادیوں کو اپنی قلعوں نکال کر کیا تو تین سید بارہ کی جو بادشاہی افسر تھے اونکو بھی قتل کر ڈالا جب بادشاہ کو دکن کی مہات سی انفرانچ ہو تو وہ ماہ شمال میں دریا و نربا سے اوٹر کران دونوں راجاؤں کی گوشمالی کیو سٹی جیمیر پرف روانہ ہوا لکنا سی میں یہ خبر پائی کہ سکھوں نے سرسند سرلوٹھا لیا ہے۔ وزیر خان وہاں کی چکلا کو مار ڈالا ہے۔ اونکے گورو گوہند کا تسلط خرابا جاتا ہے۔ اس سبب بادشاہ فریو پوتون سے صلح چاہی۔ یہ راجہ بھی بادشاہ کی خبر سن کر اپنے ملک سے چلے گئے۔ بادشاہ جو پوتون کے فریبی چاکوں کے در سے خود تو نہیں گیا۔ مگر اپنی بیٹے عظیم کو دونوں راجاؤں کی ملاقات کے لئے بھیجا۔ اور ستہ میں ملاقات ہوئی۔ اور جو شرائط صلح ہوئے نے پیش کیں وہ منظور کیں بغرض یہ صلحیں ۱۷۱۹ء میں ہوئیں۔ اور راجاؤں نے اس صلح سے بادشاہی اطاعت آزاد ہو گیا۔

کے بہادشاہ بہادر اور دانشمند تھا۔ مگر وہ مدت تک زندہ نہیں رہا جسے معلوم ہوتا کہ وہ سب کا حکم سلطنت لئے کیا کیا تدبیریں کرتا مگر اسکی تہوڑی عمر کی سلطنت میں وہ جدید سلطنتیں اور خاندان پیدا ہوئے جنہوں نے سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کیا۔ اور بارہ کی سید جنوب مغرب کے مرٹھے جنگو کچھہ دونوں کے بادشاہ فی مول لے لیا تھا۔ راجپوت کے ایک صلح پر سرسواروں اور میں ہو گئے تھے۔ برٹش کے اوالا غرم سوداگر لکھنا لکھنؤ جو اپنی فورٹ ولیم کی پرسیڈنسی چپ چاپ بنیاد جلا رہے تھے۔ چپ قلیج خان جو نظام کی سلطنت کا پانی دکن میں ہوا سعادت علی خان ایرانی تاجر جسکے خاندان کے لکھنؤ میں بادشاہی کا ڈک بجا یا خیر یہ سب ایک طرف تھے کچھہ زور اور قوت اونکو نہ حاصل ہوا تھا کہ بادشاہ اونکی طرف متوجہ ہوتا۔ مگر سب سے زیادہ قوی دشمن سکھ تھے جنکے مغلوب کرنے پر بادشاہ اور اسکی ساری سپاہ کو توجہ کرنی پڑی۔ اچال کچھہ سکھوں کا لکھتے ہیں +

## سکھوں کا حال

سکھوں کے فرقہ کا آغاز پندرہویں صدی سے عہد یابری میں ہوا۔ مگر وہ ایک مذہبی فرقہ تھا۔  
 بڑھتے بڑھتے ایک قوم بن گئی۔ انگریزی سلطنت تک وہ مکی جاہ و جلال نے اپنا کمال  
 دکھایا۔ بانی بمبائی اس فرقہ کا گردنا نکشا تھا۔ وہ پندرہویں صدی کے آخرین پیدا ہوا۔ وہ  
 سائین کبیر کے چیلوں میں تھا۔ اسکا ذریعہ خاص صلح کل تھا۔ وہ ہندو مسلمانوں کو ایک  
 چاہتا تھا۔ وہ توحید الہی کا ہندوؤں کی طرح بغیر معبود کے توسط ماننا تھا۔ اور کسی مذہب  
 پر خاص نہ کہتا۔ وہ عین صواب جانتا تھا۔ اسکا یہ قول تھا کہ خدا کی پرستش انسان پر خدا  
 اور فرض ہے۔ مگر صورت پرستش کی پابندی چند ان ضرورتیں۔ غرض یہ فرقہ مدت تک  
 مریخ و مریخان رہا۔ اور صلح کل کی صورت میں ایک صدی تک ویش پاتار ہا ملگا ایک گرو  
 اسکا اکبر کی سلطنت کے آخر سال میں ۱۶۷۶ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تو پہر وہ بھی ہاتھ پیر  
 کھانے لگا۔ اور تلوار چمکا لگا۔ ۱۷۷۵ء میں تو اسکا دھواں گرو گوبند سنگا گدی پر بیٹھا۔  
 اس بلند سمت فی مذہبی فرقہ کو سپاہیانہ جمہوری سلطنت بنا دیا۔ اوسنی انگریزوں کی تعداد کو  
 بڑھانے کی حاجت کی قید کو اڑھا دیا۔ مسلمانوں اور برہمنوں اور سکھوں کے برابر کر دیا۔  
 اور اسپیکر اتحاد اور اتفاق کے لئے سب ایک لباس اور وضع اور انداز مقرر کیا۔ تاکہ  
 اوکی امتیاز اور امتیاز ہوں۔ اور اسکا فرقہ تمام انسانوں میں جا معلوم ہو۔ اوسنے قلعہ  
 مقرر کیا تھا کہ ہر شخص و زوالادت یا روزادلت ہی انی پاس ہا رہا کہے گویا یہ وہ اسکے سپاہی کے  
 ایک تمغہ تھا نیلے کپڑے پہنی ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو بڑھنے دی۔ اور سارکین کی بالوں  
 سے ایک بال کو نہ کترے نہ اوکھیرے ہندوؤں کو دیوتاؤں کی تعظیم اور برہمنوں کی تکریم  
 قائم رکھی۔ گائے کو بی دہانا اور ماہندوستان کی سبھا اور اسکے گلا کاٹنے کی سخت ممانعت

لکھ کر لپٹے پنی اور شرب خوار غی کی قید کو اڑھا دیا۔ اور پرانا طریقہ ہندوؤں کی پرستش کا جو تھا  
 اوسے بھی چھوڑ دیا اور ایک نیا دستور عبادت کا نکالا۔ سلام کر سکی طرز ایک نئی نکالی۔  
 غرض دس دس اس فرقہ کی صورت کو ایسا بدل دیا کہ آج تک وہ سب فرقہ و فوجوں سے نرالی قوم  
 معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ نہین ظاہر ہوتا کہ وہ سب پچھیل قوموں کا ایک قوم بن گئی ہے  
 بلکہ اصلی قوم جیسے خود معلوم ہوتی ہے۔ گرو گوند کو وقت ہی اس فرقہ نے ایک نیا رنگ  
 ڈھنگ پیدا کیا۔ وہ لوگ ایسی دین کی حرارت میں بہرہ اپنے مخالف مذہب الون سے نفرت  
 کرنے لگے۔ اور اپنی مطلب براری کی لئے جان و مال سب کچھ غرض اس گرو کے عہد میں  
 اس فرقہ کا گواقتدار بڑھ گیا۔ سکھوں کی فوج بہادہ اور سوار گرو جی کے رکاب میں رہنے لگی  
 اور بادشاہ کے لشکر سے بھی مقابلے ہوئے لگی۔ مگر انکی جمعیت اس قدر نہ بڑھی کہ وہ بادشاہی  
 لشکروں کے سامنے ٹہرے۔ آخر گرو جی کی ساری گڈیلوں جنہیں لکھن۔ اور انکی سکی ماور  
 جو رو بچے قتل ہوئے کچھ بچے بچے گئے کچھ زخمی ہوئے کچھ میت مار کے بیٹھے ہے۔ اور یہاں تک  
 اوسکی نوبت تنزل کی پہونچی کہ غلوں کی سلطنت میں بلا تعلق اخل ہوا۔ اور اپنی آخر وقت  
 میں ایک شمنج کے ہاتھ ہی نا دیر میں مار گیا۔ بعد اوسکے گورو بن داجا نشین ہوا۔ اوسکی گرو گوند  
 اور گورو تیغ بہادر کے خیالات کو توسیع دی۔ مسلمانوں کو اس فرقہ کا پیدا ہونا نہایت ناگوار تھا  
 اوسے لڑائیوں لڑ کر اور اور انکو چران اور ق کر کے آخر سپاہی بنا دیا۔ اور وہ مسلمانوں کو  
 ملانے کو عرض و نئے لڑنے پر مستعد ہوئے۔ بقدر وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اوتنا  
 ہی اونکا زور بڑھتا گیا۔ اور وہ مسلمانوں کی تیغ کشی کے درجے ہوتے گئے۔ مسلمانوں کی  
 سلطنت نہایت ضعیف ہو گئی تھی۔ اسلئے سکھوں کو بادشاہی صوبوں کے تنگ کے نکلا  
 بڑا قابو ہوا۔ گورو بن داجا نے تو یہاں تک سفار کی درجہ چھی پر کمر بند ہی۔ اور یہ مقام کارا دیا

کہ مسجدوں کو سما کر لیا۔ ملائون گردن مارا۔ عورت بچے اور بوڑھے تک نہ چھوڑے۔ بلکہ  
 حشیدانہ عوض مدون کی لاشوں کی ہانتک لیا کہ اونکی بوٹیوں کو کوسے چیلوں کو کھلایا۔  
 اور حاملہ عورتوں کے بچوں کو پیٹ سی نکال کر قتل کیا۔ اب یہ فقرہ سپاہی اور ملک گیر ہو گیا۔  
 سرسند کی چھوڑ اور وزیر خان کو اونہوں نے ایک لڑائی میں مار کر اس ملک پر قبضہ کر لیا۔  
 اس فقرہ کا سارا زور شورش ملک سرسند میں تھا۔ ستلج اور جہان کے درمیان جو ملک بادشاہی  
 واقع ہا وہ اونکی لوٹ مار کا گھر تھا۔ اس ملک میں ایک آفت اونکے ہاتھ ہی پر پڑی۔ سکر  
 شہر دن کو لوٹا مارا۔ اونین نہاروں آدمیوں کا خون کیا۔ اونکے ہاتھ پٹور ہا کہ خاص  
 خاص مقاموں کے حاکموں نے اونکا مقابلہ کیا۔ تولد میانہ اور پہاڑوں کے درمیان بہاگ  
 چلے گئے۔ اور پھر جب اونکو قبا بولما۔ ان پہاڑوں سے اتر پر لوٹ مار کرنے چلے آئے +  
 غرض جیسا کہ فقرہ کی غارت گری کی یہہ نوبت پہونچی تو بادشاہ کو خود اونکے مقابلہ کے  
 واسطے جانا پڑا۔ چنانچہ اوسے بہت جلد اونکو ایسا مجمع کیا کہ وہ پہاڑوں میں جا چھے۔  
 مگر وہ مطیع اور محکوم نہ ہوئے۔ اور بند ایک قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ یہہ قلعہ شجاعت اور مردانگی  
 سے تونہ فتح ہوا۔ مگر قلعہ میں سکھوں کو بہت ستایا اور بھوکا پیاسا مارا۔ اگر بادشہ ان تکالیف کے وہ  
 قلعہ کی حفاظت نہ کریں گئے۔ اور جب مقابلہ سے بالوس ہوئے۔ تو اوسے سب سے نکلے۔ اور جان لوٹ کر لوٹے  
 بہت ہی سکھ کام میں آئے۔ اور سلا فون کا قبضہ قلعہ پر ہو گیا۔ ایک چلی نے اس لڑائی میں کام کیا  
 جبہ گرفتار ہوا۔ تو اوسے اپنی تین گرو بند بتایا۔ جسکو مسلمان پکر کر ٹہنی گواہم سے لے گئے  
 اس شہر میں گرو بند بہاگ گیا۔ اس چلی کی شجاعت پر بادشاہ فی تعجب کیا۔ اور اوسکو  
 لوہے کی بھرے میں بند کر کے دہلی بھیج دیا۔

بادشاہ کی وفات





ایک سو سی ارابہ خزانہ کی جنین سی اسی ارابہ شہر فیون کے اور سوارا برہمچہ بہرے ہوئے تھے  
 جہاں شاہ کو ہاتھ لگے۔ بہائی چاہتے تھے کہ تینوں کے برابر حصے تقسیم ہوں۔ مگر ذوالفقار خان نے  
 ثالث بنکر یہ فیصلہ کیا کہ پانچ حصوں میں سے تین حصے مغل الدین کو اور دو حصے دھون بہائیوں کو  
 دے جائیں۔ اسی پر اتفاق پسند ہوا۔ اول مغل الدین جہاندار شاہ اور شانہ اور خجستہ اضر جہا  
 میں جنگ واقع ہوئی۔ اور رفیع الشان علیحدہ رہا۔ اور ان دھون بہائیوں کی ٹرائیوں کا  
 تماشہ دیکھتا رہا۔ دھون فقار خان کی حکمت مغل الدین کو فتح حاصل ہوئی۔ اور خجستہ اضر ناگیا  
 ۔ رفیع الشان نے اپنی محلی کو اوار تہنیت کے طور مغل الدین جہاندار شاہ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ شہر کے  
 فلسفہ میں ات کو مست پڑتا تھا خواجہ لڑوین محلی سے ہنسی کہ کہا کہ دیکھا عظیم الشان اور جہاں  
 کی کیا لوبت ہوئی۔ تمہاری آقا کو کیا امید ہے غرض یہ حالت دیکھ کر رفیع الشان ہی لڑائی کو لے  
 مستعد ہوا اور مردانہ لڑائی لڑ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ اور مغل الدین مستقل بادشاہ ہوا۔  
 اور جہاندار شاہ اپنا لقب کہا۔

## جہاندار شاہ

جہاندار شاہ باون برس کی عمر میں ۱۲۳۱ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اور جوشاں ار اور اس کو  
 اپنی نسل کے ہاتھ لے کر قتل کیا۔ اور صف الدولہ بہادر خان بہادر کو دکان کے عہدہ پر اور  
 اور اس کے بیٹے ذوالفقار خان کو وزارت عہدہ پر مقرر کیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ذوالفقار  
 دانشمند اور فطرتی اول سے اس شانہ اور کو ساتھ ماری مہات میں اس کے شریک ہوتا تھا کہ وہ  
 زیادہ بیوقوف اور احمق تھا۔ اور قابلیت سلطنت کی نہیں رکھتا تھا۔ وہ اسی کو جانتا تھا کہ  
 میرے ہاتھ میں کٹ پٹی کی طرح گرجو ناچ بجاؤں گا ناچ گانچا نہجسار اختیار سلطنت اس کے  
 ہاتھ میں تھا۔ اور وہ بادشاہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ بادشاہ لاہور سے دہلی میں آگیا۔

اگر وہ ذوالفقار خان کی رے پر چلا چلتا تو یہ مصیبت نہ دیکھتا جو اس کو پیش آئی۔ ایک سببی ال کنور  
 تھی پادشاہ اس کے عشق میں مرتا تھا۔ اب اس کو خطاب قیام محل کا عنایت ہوا۔ اور اس کو سببی پادشاہ  
 سواری کا سامان عنایت ہوا۔ اور کوکلتاش خان کو امیر الامرائی کا خطاب عنایت ہوا۔ یہ امر  
 ذوالفقار خان کو ناگوار گذرا۔ اب پادشاہ پر لال کنور کا عشق ایسا محیط ہوا کہ اس کے حقیقی بہائی کی  
 خوشحال خان کو نفرت نہری کا خطاب عنایت ہوا۔ اور اس کے چچیر سے بہائی نعمت خان کو چچیر  
 منصب جنت ہوا۔ ذوالفقار خان ان خطاؤں کے سزا لکھی اور ہنسی سے حق التحریر میں  
 نہر تنبور اور ڈھول ننگے۔ اس سفر سے پن کی شکایت اس کی بہن پادشاہ ہی کی۔ پادشاہ ذوالفقار خان  
 سے اس کی سفارش کی۔ اور فرمایا کہ یہ تنبور ڈھول تم نے ہنسی سے مانگے ہونگے۔ یہ وزیر نے جواب  
 کہ یہ ہنسی نہیں ہے بلکہ حقیقت یوں ہے کہ بندوبست صوبہ داری اور ارمہات کا اہتمام موروثی  
 خانہ زادوں کا کام ہے۔ ڈوم ڈھار یوں کو اور نئے کیا سرکار ہے۔ اور قوال صوبہ داری کا کام  
 کریں تو ہم خانہ زاد بیٹے کیا کریں تنبور اور ڈھول ہی بجا یا کریں۔ اس جواب کو سنکر معز الدین  
 ہوا اور چپ ہو رہا۔ اب ایک گنجشٹن کا قبال چمکا۔ وہ لال کو فرسکی دوکانہ مشہور تھی۔ نہر ہوا  
 نام تھا۔ اس کی سواری میں ہی سوار اور پیادی چلنے لگے غرض ان پاجیوں کے عروج سے شریفین کا  
 دل پادشاہ ہی گشتہ ہو گیا۔ پاجیوں کا وہ غرض لال شرافتوں کے سر پر چڑھنے لگے۔ ایک ان کا اتفاق  
 کہ نہر اور چین قلیچ خان کی سواری آہنے سامنے آئی۔ چین قلیچ خان اپنے آدمیوں سے کہا کہ سو  
 کو موڑ کر اور طرف سے چلو۔ مگر نہر کو آدمیوں نے اس کے ہمراہیوں کو ایسا گالیاں دیں کہ وہ کسی اور طرف  
 نہ جاسکے۔ یہ یہ یہ اور وہ ہوا کہ جب نہر چین قلیچ خان کی برابر آئی تو نہر نے اوٹھا کر کہنے لگی کہ چین  
 قلیچ خان اپسر کو توڑی۔ اس کی کہنی پر اتنی ہی غصہ آگیا۔ اور نہر اور اس کے ساتھیوں کو کھڑکھڑ  
 زد کو بکلی۔ بعد اسکے یہ خیال ہوا کہ پادشاہ خفیفہ الغل ہے کہ میں اس عورت کو بکلی نہیں کر

مجھ سے زیادہ بھال پیدا کرے۔ اور اتھام کے درجن ہو جائے۔ اس خیال سے وہ ذوالفقار خان  
پایس بھی گیا۔ اوسنے چین قلیج خان کانسو پوچھے۔ اور اور کا وعدہ معاون ہوا۔ اور ہتھیلہ ملے ہو  
اور ہر ایک بھلی الناس نے خوشحال خان پر بالمش کی۔ ذوالفقار خان نے اسی مذہب کو خوب پڑایا  
اور سلیم گڑھ کو قلعہ میں قید کر دیا۔

**شانہ زادہ فرخ سیر کی کشتی بنگال میں اور بادشاہی لڑائی**  
اگرچہ جہاندار شاہ نے سب آجائے ملان کر شانہ زادوں کا خون گردن پر لیا تھا۔ مگر عظیم الشان کا  
بٹیا فرخ سیر بنگال میں بچ رہا تھا۔ جہاندار شاہ نے جعفر خان کو لکھا کہ اس شانہ زادہ کو گرفتار کر کے  
بھیج دے۔ جب فرخ سیر کو اسکی خبر ہوئی۔ تو اوسنے سید حسین علی خان صوبہ دار بہار کا دامن پکڑا  
اور بڑی منت اور حاجت خود کی اور اپنی مائے کرمی۔ سید سیلوس کے حال پر جہان ہوا۔  
اور اپنے بھائی سید عبدالصوبہ والا آباد کو بھی بعد بہت مباحثہ کر کے اسکا غرض سید حسین  
نے عظیم آباد میں فرخ سیر کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اور اس مجلس شانہ زادہ کو یہاں کو جا جنوں اور  
دولت مندوں روپیہ فرض دلایا۔ اور ایک سالانہ لشکر الدآباد میں جمع کرا دیا۔ پادشاہ نے  
سید عبدالغفار خان کو دس بارہ ہزار کی جمعیت الدآباد روانہ کیا۔ اور سید عبداللہ کی جاگہ اوسکو  
یہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ سید عبداللہ بھی ساڑھے تین ہزار فوج اپنے چھوٹے بھائی  
سراج الدین خان کے ساتھ مقابلہ کروانہ کی۔ کڑھ مالک پور میں خوب لڑائی ہوئی۔ اگرچہ  
سراج الدین خان اس لڑائی میں مارا گیا۔ مگر سید عبدالغفار خان کو شکست فاش ہوئی  
اور تمام لشکر اوسکا پریشان اور ہر گندہ ہو گیا۔ پہر پادشاہ نے اپنی بیٹیا عزالدین کو پچاس ہزار  
سواروں کے ساتھ سید عبداللہ کے لڑنے کے لیے بھیجا۔ اور چھین قلیج خان کو بھی روانہ کیا۔ اگرچہ  
یہم لشکر آیتا کہ فرخ سیر کے خبر نزدیکیا جانے کی پہنچی۔ اس پر یہم لشکر کچھوہ میں ٹہر گیا۔

ایک دن توپ اندازی کی لڑائی تھی۔ کہ شاہزادہ کو فرخ سیر کے لشکر سے ایسا ہراس ہوا کہ وہ سوار  
 روپیہ اور سامان چھوڑ کر رات کو بھاگ گیا۔ اسے لشکر کو طرہ امداد ہوا۔ پھر خود جہان دار شاہ  
 ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۱۳ کو فرخ سیر سے لڑنے کے لیے شاہجہان آباد ہی ذوالفقار خان کو ہمراہ لیکر چلا۔  
 ستر ہزار لشکر اس کے ہمراہ تھا۔ یکم جنوری ۱۰۱۳ء کو اکبر آباد کی متصل سموگرین دونوں لشکروں  
 میں سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف سے سواروں نے اپنے جوہر و دانگی دکھائی۔ اور خوب جان و تھک  
 ٹرے۔ سید حسین تلچان اس معرکہ رانی میں خون سی جوڑ ہو گیا۔ مگر انجام یہ ہوا کہ جہاندار  
 کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اور وہ بھیس بدل کر زانی عماریوں میں لال کنور کو ساتھ بیٹھ کر شاہجہان  
 کو بھاگ گیا۔ ذوالفقار خان پہرے لگ گئی۔ لشکر کو لڑا تا رہا۔ اور جہاندار شاہ اور اس کی بیٹی اغا  
 کی تلاش میں آدمی دوڑاتا رہا۔ مگر اس کا پتا کہاں نہ تھا۔ فرخ سیر نے ذوالفقار خان کا استقلال  
 جب یہ دیکھا تو وہ گہرا ہوا۔ اور اس کو پیغام بھجوایا کہ دعویٰ دار سلطنت تو بھاگ گیا۔ اب تم کو کیا  
 دعویٰ ہے۔ اگر سلطنت کا دعویٰ کرتے ہو تو یہ جہد مضمون۔ لیکن اگر کسی بادشاہ کو چلتے تو  
 جہاندار شاہ نہ ہوا میں ہوا۔ ذوالفقار خان نے جیتے پیغام سنا۔ اور بادشاہ اور اس کے بیٹے کا کہنیز  
 پستانہ لگا۔ تو مایوس ہو کر میدان کارزار سے فرار ہو کر شاہجہان آباد میں پہنچا۔ فرخ سیر کے لشکر  
 میں فتح کے شادیانی بچے لگو۔ اور سید عبدالکدیر نے بھائی کی لاش کو تلاش کر کے منگایا تو دیکھا  
 کہ بھائی زندہ ہی فتح کے فزادہ ہی اس مردہ میں جان لگئی۔ اب جہاندار شاہ صف الدولہ اسد خان  
 کے گہر میں بے تکلف چلا گیا۔ اس پر وہ سواروں سے قید کر لیا۔ ذوالفقار خان باپ پاس پہنچا۔ اور اس  
 باپ ہی کہا کہ پھر جہاندار شاہ کو میدان کارزار میں لے جائے۔ اور فرخ سیر سے لڑے۔ باپ نے کہا کہ  
 بیٹا یہ راہ نہ کرو۔ پہرے بٹیکے کہا کہ میں اپنے صوبہ دکن کو جاتا ہوں۔ یہم ہی باپ نے منظور نہیں کیا  
 اس کو اپنی حقوق خدمت پر ایسا اعتماد تھا کہ وہ یہم جانتا تھا کہ جالگیر کے خاندان کا کوئی بادشاہ

اوسے بدسلوکی نہیں کر گیا۔ جبکہ فرخ سیر کی قریب پہنچا۔ تو یہ دونوں باپ بیٹے پارہ پارہ بادشاہ کی ملازمت کو ارادہ کیا۔ میر جملہ مجید الدین خانخانان کہ فرخ سیر کے فراموش پر حاوی تھا۔ اوسے ان دونوں باپ بیٹوں کو دوم والا سے دیکر بادشاہ کی ملازمت کے لئے گیا۔ فرخ سیر نے دونوں کی بڑی تعظیم اور تمجید کی۔ آصف الدین کو حکم دیا کہ آپ خیمہ میں تشریف لے گئے وہاں کچھ صلح اور مشورہ کرنا ہے۔ یوں باپ کو خیمہ میں بھیجا۔ اور بیٹے کو باپ کے جدا کر کے اس جہاں تک خدمت کیا۔ <sup>۱۱۲۵</sup> فروری ۱۱۲۵ء کو فرخ سیر کے امیوں نے جہاندار شاہ کو قلعہ کے اندر جا کر مار ڈالا۔ اب ان لاشوں کی بھی یوں تشہیر کی گئی کہ ہاتھی پر جہاندار شاہ کی لاش کھڑی اور اوسکی خواہی میں ذوالفقار خان کی لاش دوم میں لٹکائی۔ اردلی میں آصف الدین بالکلی میں سوار سنانہ گیلہ سپر لاشوں کا چھپا چھپو۔ اذکوہ و رازہ کے آگے ڈلایا۔ اور آصف الدین کو حویلی خانجہاں میں قید کر دیا۔ اور تمام مال سبب ضبط کر لیا۔ غرض جہاندار شاہ ایک سال بھی جہاندار نہ رہی۔ اور اپنی کم بختی سے ماری گئے۔ نہ کہ بلیو کے پھندے میں پھنسے اور ان کے کہنے میں آکر دوم و ہار یوں کو جاہ منصب دیتے نہ اس بڑی گت سے اسے جاتی۔

## فرخ سیر کی سلطنت کا بیان

جب سلطنت الامین اٹھائیس برس کی عمر میں عظیم آباد میں اول فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ دلی میں بادشاہ ہوا۔ محمد امین خان اور حسین علی خان اور اور سرداران توران کو عبد الدین نے بادشاہ کی وبردیش کیا۔ اذکوہ و رازہ و منصب ہوئے عبد الدین خان کو قطب الملک کا خطاب اور وزارت کا عہدہ ملا۔ اور حسین علی خان امیر الامرا کے منصب پر مقرر ہوا۔ فرخ سیر اوس وقت کہ بیدست ہوا تھا اپنی دونوں بہنوں سید علی بیویں پڑا تھا۔ اور اپنے اہل و عیال سے نہایت منت اور حاجت او کی کرائی تھی۔ جب انکی بدولت یہہ سلطنت کی بدولت ہاتھ پائی ہو گئی۔

دنیا کی ممالک عجیب غریب تھے مین سیدوں کو اپنی اس حسن خدمات پر یہاں یہ کہہ دیتا  
 کہ سلطنت کے ساری اختیارات سہاگہی میں رہینگے۔ پادشاہ اپنی عیش عشرت سے اور ہم حکومت سے  
 فرے اور اٹھینگے۔ اوسکو یہی لٹاؤنی دینگے کہ وہ اپنی دوستوں اور عزیزوں سے سلوک کرے  
 اور باقی دولت کے سمجھتا رہے کہ وہ ان کے فرخ سیر کو وہاں یہ خیال تھا کہ جبکی تقویت سے پر تاج رکھتا  
 ہے انہیں کمال ملے گا۔ قاضی محمد الدتواری جہانگیر لکھنے ڈاکہ میں عہدہ قضا پر تھا۔  
 اوسکو پادشاہ فی میر حلقہ کا خطاب اور رفعت نزاری سوار کا منصب عطا کیا۔ طاہر میں وہ داروغہ  
 خواجیان اور خدمت ڈاکہ پر مقرر تھا۔ مگر باطن میں وہی دستخط خاص کا مالک اور بالکل پادشاہ  
 پر حاوی تھا اور کل خلاق کا بیج تھا۔ شاہجہان آباد میں جسوقت سید عبداللہ آیا۔ تو  
 اوسے بعض عہدہ داروں کو تحریر کیا۔ مگر پادشاہ فی شہر میں انگریز حلقہ کی صلاح ان عہدہ  
 کو مغزول کر دیا۔ اور اورادی انکی جگہ مقرر کر دی۔ یہ امر سید عبداللہ کو ناگوار معلوم ہوا۔  
 اور وہ سوچا کہ اگر اول ہی اوسکے اختیارات مسلم نہ ہو۔ تو پر وزارت کا کیا اعتبار اور میرا  
 کیا اقتدار ہے گا جس کام کا آغاز ہی برا ہو انجام کیا ہوگا۔ اسلئے پادشاہ سے اونی اصرار کیا  
 میر حلقہ نے پادشاہ کو اس شعر کا مضمون سمجھایا کہ شعر خواجہ گر لطف بے عدد را نماند  
 بندہ باید کہ خود اندہ اگرچہ ہو اوی جو سید عبداللہ چاہتا تھا۔ مگر دلوں میں گرہیں  
 ایسی بڑھ گئیں جو پہرہ سلجھیں فرخ سیر میں سلطنت کی عقل نہ تھی۔ اور فراست اور گیاست  
 سے کوسوں دور تھا۔ نہ ایسا دشمن تھا کہ ان سیدوں کو خیر خواہ بنا کے کہتا۔ نہ ایسا مرد  
 میدان تھا کہ انکو نکال کر اہر کرتا۔ قاضی صانعقل میں بچہ نیا کے باوا تھے۔ مگر طمع  
 حسد و عناد و فساد میں کب دلتا تھے۔ نظم کی قابلیت اور استعداد نہ کہتے تھے۔ مگر سب  
 اہل پر برتری چاہتے تھے۔ ہدفان کی ڈیڑھ سو برس کی دولت کو ملیا میٹ کو چکے تھے۔

اب سلوات کی آبرو خاک میں ملا لیا ہے تھوڑی ہی اوسکی برج خلائق اور محمد سلطنت پہنکے  
 روادار نہ تھے قطب الملک بھی عورتوں کی صحبت اور عیش و عشرت سے آرام کے بندہ تھے۔  
 اور سارا اختیار اپنا اور اپنے کاموں کا راجہ تین چند کو سپرد کر دیا تھا۔ یہ راجہ قوم کا بنیا  
 بارہ کارشنے والا تھا۔ اور تینویں کا بڑا نصیب لکھا تھا بغرض جو ہر سب گنوں پر اٹھا۔  
 فرخ سیر کی سازش اور سید حسین علی خان کا راجہ اجیت سنگھ  
 سے لڑنے جانا

بادشاہ اور میر حلیا اور بعض اور نہوا خواہوں نے ملکر دونوں بیانیوں کے جدا کرنے کے اور انکی اقتدا  
 کم کرنے کی سعی بہرہ خالی کی یہاں سید حسین علی خان کو راجہ اجیت سنگھ کی لڑنے کی سعی باریک  
 روانہ کیا۔ اور وہاں راجہ اجیت سنگھ کو بھی کہا کہ اب بدولت کی اسے زیادہ کوئی خوشی اور مرضی  
 نہیں ہے کہ تم سید حسین علی خان سے سخت مقابلہ کرو۔ اور اوسکے استیصال میں کوشش کرو مگر  
 راجہ اجیت سنگھ کو دل پر سید حسین علی خان اور اوسکی سپاہ کا ایسا خوف غالب ہے کہ وہ سنی اپنے  
 خیال و حال کو بہاروں میں بھی دیا۔ اور ملک خالی کر دیا۔ اور وکیلوں کے ہاتھ مخفی تحائف ملا لیا  
 یاں پہنچ کر غفور قصیر کا خوشگام ہوا۔ ایک بہائی کو یوں لڑائی میں پہنچایا۔ اور دوسرے بہائی  
 کے اسیر کرنے کی تدبیر میں بادشاہ کو لگایا جیسے عبدالقطب الملک نے یہ کیا تو اونی بہائی کو  
 خط متوازن بھیجے کہ جعفر جلد ملن ہو یہاں کو۔ بہت دنوں تک بار بار سے جبار نے من اندیشہ  
 اسلئے جو راجہ نے شرائط صلح پیش کیں انکی قبول کرنے میں کچھ جھج نہ کی۔ اور لڑائی کو  
 طول دیا۔ جب راجہ نے اپنی مراد برپائی۔ تو بادشاہ کی منفعت کی اس نے اپنا نقصان گوارا کیا  
 اور لڑائی آج میں نہ پڑا جن شرطوں پر بادشاہ سی صلح ہوئی وہ یہ تھیں کہ بیٹے کو ملازمت کے لئے  
 بھیجے۔ بیٹی کو بادشاہ کو دلوں میں دی۔ اور شکش بادشاہ کی خدمت میں بھیجے۔

فخ سیر اور سادات کی درمیان افزائش منازعت

اب بادشاہ میر علی کا دم ایسا بھر لگا کر بار بار اوسنے یہ کہہ کیا کہ میری زبان میری جگہ کی زبان اور میرے دستخط میری جگہ کے دستخط ہیں۔ اسلئے عرض مند میر علی اپنی غرض ایجاب کرتے۔ اور وہ اس طرح تمام بے غرض نیک نام ہونیکے لکھی کر دیتا۔ کم بختی کر مارا جو عرض مند بے رتن چند کی خدمت میں چلے جاتے تو اوسے وہ اپنا اور اپنے آقا کا اندازہ وصول کرتا جب انکی مستالیوں میں بیٹھا اور میر علی نیک نام ہوتے۔ بادشاہ جب اجہ کی زیادہ روی کی سیدوں کی شکایت کرتا تو قطب الملک کے ناگوار ہوتا۔ سید حسن علی خان دلی میں لوہاں آیا۔ تو دربار میں اور جگر انا را ظاہر ہوئے۔ بادشاہ جیسے اقبال بہت اور کمال عقل سے مولا تھا۔ ولیسیاہی ایمان اور عفت سی ہی پہلے تھا۔ اسلئے اوسنے کسی دفعہ دعا سے سید عبداللہ خان کو مانا چاہا۔ جس میں حماقت فطری یہ کہ کام ہی اسے انجام نہ ہوا۔ اور کوئی فائدہ عدالت اور نفاق بڑھانیکے سونہ چال ہوا۔ گو فرخ سیر نے ایمان تھا۔ مگر اوسکے ما قول کے پورے اور عہد کے سچے تھے۔ اور وہ وقت اسکو ہر وقت یاد رہتا تھا کہ ان سیدوں کو مرزا نے وہ اپنے بیٹی کے لئے پڑھائی۔ اور کلام المکوحجج میں ضامن دیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے سبب اسرار دین سے ان دونوں بہائیوں کو اطلاع کر دیتے۔

بادشاہ کے سادات کے ساتھ متحدہ عہد

اب ان بہاؤوں نے خوب سمجھ لیا تھا کہ بادشاہ کی ہاتھ بھاری جان اور مال کی خیر نہیں۔ الامیر  
نے صوبہ داری دکن کی درخواست کی اور یہہ چاہا کہ داد خان بی کوٹین بیکسٹوز و الققاخا  
کی طرح نائب کہوں۔ اور اسے روپیہ پالو لیا کروں۔ اور خود دکن نہ جاؤں اور دربار میں حاضر  
رہوں۔ مگر بادشاہ اور میر حلہ کی یہہ مرضی تھی کہ وہ دکن جاکر امیر الامرا اپنے بہائی قطب الملک  
کو اکیلادربار میں چھوڑنا مصلحت نہ جانتا تھا۔ اس پر ایسی گفتگو مین باسجحت ہوئیں کہ دونوں



بہائیوں کے دربار میں جانا چھوڑ دیا۔ اور اپنی حفاظت کی خاطر سبھی کو جمع کرنی شروع کی۔ اور اپنی  
 حواریوں کو گرد و موچر لگا دی۔ اب بادشاہ کے چپکے چپکے خیر خواہوں کی خلوت میں مشغول ہو کر لگے۔  
 تلون مزاجی اور نامردی کو سب سے روزی نئی تدبیریں تجویز ہوتی تھیں۔ اور کوئی امر قرار نہ پاتا۔  
 اور ان خبروں کو اشتهار اور انتشار سے سب چیزیں گراں ہو گئیں۔ مسافر اور مقیم دونوں کو تکلیف  
 ہونے لگی۔ وزیر اور بادشاہ کو درمیان خط و کتابت جاری تھی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کا  
 فرخ قطب الملک کے کہہ کر اور ان بہائیوں کی تسلی خاطر کی بددیہہ قرار پایا اور اقل میں اس کا پابند کر لیا۔ اور پھر  
 دونوں بہائی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی امر پر قیام قائم ہوا۔ اول فرخ سیر کے  
 گرد سیدوں کے پہرے بیٹھے۔ پھر بہہ دونوں بہائی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تلو اور کر کے  
 کہہ بول کر بادشاہ کو سامنے رکھ دی اور ساتھ جوڑ کر عرض کیا کہ اگر تم قصیر وار میں تو یہ تلو اور ہے  
 یہ سر حاضر ہے۔ اور اگر قتل کرنا حقوق خدمت کے سبب ناگوار ہو تو ہم کو منصب معزول فرمانے  
 کہ ہم حج کرنے اور اپنے آباؤ اکرام کی زیارت کر لئے روانہ ہوں۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو کبھی امر  
 کی غمازی کو سنئے نہیں۔ غرض آخر کو یوں فیصلہ ہوا کہ میر حلیہ مبارکی صوبہ داری پر جائے۔  
 اور دربار میں رہنے پائی۔ اور امیر الامار دکن کی صوبہ داری پر جاکے اور قطب الملک وزارت کا کام  
 بجالائے۔ اس تجدد عہد میں سیدین علیخان نے وہی شاہی سپی جو راجہ اجیت سنگھ کو  
 اوسکے مارنے کے لئے لکھے گئی تھی۔ اور راجہ اوسے دیکھتے۔ بادشاہ کو حالہ کردئے ظاہر یوں حاکم  
 ہوتا تھا کہ سارے قصبے پاک ہوئی مگر حقیقت میں اسی اور موافقہ کا کار زیادہ ہوا۔

## فرخ سیر کی شادی راجہ حبت سنگھ کی بیٹی سے

اس رانی سے بادشاہ کی شادی جن ہوم و دام ہے ہوئی ایسی کسی بادشاہ کی شادی  
 پہلے نہ کسی نے دیکھی تھی۔ ۲۲ مئی ۱۶۵۵ء کو اس رانی کو بادشاہ بیاہنمایا۔

اور اپنی دلہن کو بڑی تیز کرکے خوشام آسم لے گیا۔ کیا زمانہ کا انقلاب کہ وہ راجہ جیت سنگ جوا ملگیر کے ہاتھوں اس در السلطنت جان بچا کر غلام کلباس میں بہا گاتھا۔ آج اسے بادشاہ کو بیٹی دیکر اپنے گہر بیٹھے بیٹھے تسلط میں اپنا تسلط اور اختیار پیدا کیا۔ بادشاہ اس شادی کر بیٹے پہلے ایسی مرض میں مبتلا تھا کہ وہ اس شادی کا فروغ دیکھتا تھا۔ وہاں پر سیدٹ کلکتہ نے دو ایچی سرکار کمپنی کی طرف سے تحفہ تحائف کوئی کیا بادشاہ پاس بھیجے تھے۔ وہ ۸ جولائی ۱۷۷۷ء کو دہلی میں پہونچے تھے۔ اوسکے ساتھ ایک گہر ابریل ملٹن صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہ بادشاہ کو مرضی معالج ہوئی۔ اوسکے ہاتھ میں ایک کوہت جلد شامو گئی۔ مرض جا رہا۔ بادشاہ شادی کر چکے تھے۔ ہو گیا۔ بادشاہ اس محسن سے یہ کہہ کر انعام چھاپا ہو سوا بلگو۔ اس فیاض و یاد دل حکیم نے اپنی ذاتی نفع کا سوچت کچھ خیال نہیں کیا۔ وہ پھر مانگی جوا اسکی قوم کی سلطنت و حکومت کو قیام کا باعث ہوئی (اس واقعہ کا پورا بیان انگریزی عہد میں بیان ہوگا)

## امیر الامرا سین علیخان بہادر کا سفر دکن میں اور داؤد خان پرستخ پانی

جب میر جلیہ بہا کوروانہ ہوا چکا تو امیر الامرا نے دکن کی روانگی کا ارادہ مصمم کیا۔ اور سیانان مہیا کر کے بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ اور یہ عرض کیا کہ حضور مجھے عہد کئے ہیں اگر اوسکے خلاف کڑے بہائی قطب الملائک کے ساتھ ہندو پر پارس کیا ارادہ کیا تو بندہ کو بھی حضور میں سے ذرے انداز اپنی خدمت میں حاضر سمجھیں۔ مگر داؤد خان پھلڑ و الفقار خان کا نائب کہن میں تھا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں وہ گجرات میں تبدیل ہو گیا تھا۔ یہ فغان نہایت شجاع و سار دکن میں مشہور تھا۔ مرہٹوں کے سرداروں کے ساتھ نہایت بڑا ضبط کرتا تھا۔ غرض کہن میں یہ ایک ہی شخص تھا۔ آج کل وکی کہانیان اور کہانیاں دکن میں خلافت کی زبان پر ہیں۔ چونکہ

اوسکا آقا و الفقار خان ان سید کو ہاتھ پائی مل گیا ہوا تھا۔ پادشاہ کچھ نہیں تھا کہ کوئی مخالف  
 اوسے زیادہ بہرہ دے گا امیر الامرا خلاف نہیں مل سکتا۔ اسلئے امیر الامرا کی روانگی کو وقت ظاہرین  
 یہہ احکام جاری کی کہ داؤد خان حاکم گجرات اوسکی خدمت میں برہان پور میں آئے۔ اوسکی بالکل  
 اطاعت کر۔ مگر مخفی احکام پہ بہرہ دے کہ برہان پور میں اگر امیر الامرا کی وہ اطاعت نہ کرے۔ اور اوسکے  
 استیصال میں کوشش کرے۔ اور سب مل کر دکن کو اوسکی مخالفت پر آمادہ کریں اس کام میں انہیں  
 کرنہیں وہ ساری دکن کا صوبہ دیکر آیا جائیگا۔ داؤد خان برہان پور میں آیا۔ اور انہی متقل صوبہ  
 کا مدعی ہوا۔ امیر الامرا نے اوسکا کہہ کیوں ظلم اندازیان اور فساد برپا کرتے ہو۔ کل صوبہ دکن  
 پادشاہ فی میرے سپرد ہے۔ کیا میری اطاعت اختیار کرو نہیں پادشاہ پاس جے جاؤ۔ بھج صاحب  
 نے دونوں باتیں نہ مانیں۔ اور اپنی عداوت کو موافق علانیہ امیر الامرا کی بگاری۔ اور اورنگ آباد کے  
 جاگیردار کو اپنے اعانت کر لئے بلایا عرض بہت تیزی اور تندگی لڑائی سید و افغان  
 میں شروع ہوئی خانصا کی ہر اول میرٹھ صاحب کے تو بچانہ پر گر کر لشکر میں ایک محشر برپا  
 کر دیا تھا۔ مگر سیدوں نے اوسے مار لیا۔ پھر داؤد خان اپنی ہاتھی کو پہل کر سیدین علیخان کے ہاتھی کے  
 پاس لگ گیا امیر الامرا کے لشکر میں جڑی ہراس ہوا۔ مگر اس حال میں ناگاہ ایک لڑکی جانتان  
 داؤد خان کو سر پر لگی۔ اور اوسکی تمام کام کر دیا۔ اور اسی لڑائی کا پاسا ملٹ گیا۔ اور اوسکے  
 لشکر نے ناچار فرار اختیار کیا۔ امیر الامرا کے ہاں فتح کے نقارہ بے چوت پڑی۔ داؤد خان کی  
 لاش ہاتھی کن میں لٹکے لٹکے ساری لشکر میں پہر۔ یہ واقعہ ۱۱۶۷ھ کا ہے۔  
 کہتے ہیں کہ داؤد خان نے احمد آباد کی صوبہ داری میں کسی ہندو زمیندار کی بیٹی سے شادی کی تھی  
 ۔ اور وہ سلمان ہو گئی تھی۔ ان دنوں میں اوسان مہدیہ کا محل تھا جب میں علیخان سے ٹکرائے گیا۔  
 تو اوسنے داؤد خان کے محمد لیکر اپنے پاس کہہ لیا جسوقت جاؤں گی سناؤنی آئی تو اوسنے اوس

محمد سے اپنا بیٹ چاک کر کے بچ کر لوٹا نہ نکل لیا۔ اور خود مر گئی۔ جب وقت اس شکست کی خبر پہنچ کر  
کوہ پونجی تو کمال حزن و ملال ہوا۔ اور قطب الملک سے فرمایا کہ تمہاری بیوائی نے کسی جو افراد اور  
شہل عسکر کا ناقص خون کیا۔ اس وقت قطب الملک نے جواب میں کہا کہ اگر میرا بیٹا ہی اس  
افغان کی ہانتہ ہو یا ارجا تا و حضور کی مرضی کے موافق کام ہوتا۔

### عبد الصمد خان کا فتح پانا سکھوں کے گرد بند پیر

گرد بند کے بہاگ جانیگا حال اہل شاہ کی سلطنت میں بیان ہو چکا ہے۔ بعد بادشاہ کی مرئی کے  
سلطنت کو دار فون میں خود ملوار چلنے لگی۔ سیکڑے کوئی اوتی خبر نہوا۔ اس عرصہ میں سکھوں کے  
فرقہ نے بڑا زور پکڑ لیا۔ بند افواج شاہی کے مقابل کتر متوا ملگروں قطاع الطریق اور ہرادر و ہر  
کر رہا تھا۔ جب نزع سیکڑے کا عہد ہوا۔ مسلم خان صوبہ دار لاہور کو حکم ہوا کہ وہ بند کی تنبیہ کرے  
مگر اس نے گور و بند اس کی شکست پٹی۔ اور لاہور کو اولٹا چلا آیا۔ اسپر گردی کا اور دماغ  
آسمان کو چڑھا۔ اور پتھر پتھر دست نعدی مسلمانوں پر دراز کیا۔ بایزید خان فوجدار سر سنبہ  
اور سے لڑنے لگے گیا۔ ایک خیمہ میں نماز پڑھتا تھا کہ ایک سکر لے عین نماز میں اس کو قتل کیا۔ اور  
صاف نکل کر اپنی دوستوں جاملہ۔ باز سکر کا خطاب و ستونے اس کو دیا جب سکی خیر بادشاہ کو  
ہوئی تو اس نے عبد الصمد خان صوبہ دار کشمیر کو لڑنے کے واسطے حکم بھیجا۔ یہ سکر دار بڑا سارا و سنا  
ہے اس سے لڑ لے گیا۔ اوتی کئی لڑائیوں میں سکھوں کا منہ مٹا۔ اگرچہ بعض فوجہ معلوم کر لشکر  
میں ہی سکر کھل بی ڈال دیتے ہی مگر آخر فوج لشکر شاہی کو جا مل ہوئی تھی۔ اب سکھوں کی  
یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ بہاگ کر قلعہ گور داس پور میں جا کر محصور ہوئے۔ عبد الصمد خان اس کو  
محاصرہ کیا کہ ایک دن غلہ کا اور ایک تہہ گاس کا قلعہ کے اندر نہ جانے دیا جب غلہ اور ذخیرہ  
کے پاس ہو چکا۔ اور کسی طرح مسلمان کہا تو کا بہم نہ پہنچ سکا۔ تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ

گدھے اور گھوڑے کہاں شروع کئے۔ اور ہارون بہادر فرنگی لے آ کر خانہ چارہ کو عبد الصمد خان  
 امان کی درخواست کی۔ اونی کہ علم میدان میں نصیب اور حکم دیا کہ سب ملاح اور سب جہاز  
 اس علم کے نیچے آکر کھدین۔ غرض غر اور غلط ارکان وقت پر موتا ہی حسب احکم عمل کیا۔ جب وہ  
 یوں سب جمع ہوئے تو پادشاہی فرمان آئے کہ قید کر لیا۔ اور بہت قیدیوں کو معلوم جنگ ہی  
 میں قتل کیا۔ اور سب سوچا اسیل دمی اور بندہ کو اس حقیقت کے لاہور روانہ کیا کہ ان مٹوں  
 اور گدھوں کی نگلی پٹوں پر سوار اور کاغذ کی ٹوپی سر پر اور بیڑیاں ہارون میں اور سب کتوں  
 ہاتھوں میں۔ اس شور سے یہ جماعت پر غور لاہور میں داخل ہوئی۔ بایزید خان کی ماکو  
 جب یہ خبر پائی تو وہ بھی کوٹھے کی چیمہ پر پیٹھے کو قاتل کی زینت کی تاک میں کھڑی رہی چون  
 لوگوں نے بوی بتلایا وہیں پہنچا کیا مارا کہ ہارون سے پانی نہیں مانگا۔ جب عبد الصمد خان  
 کو یہ خبر ہوئی تو اس نے سکھوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی جہولوں میں چھپایا لوگ انہیں  
 مارنے والے۔ اور وہ زندہ سلامت پادشاہ کی خدمت میں پہنچیں۔ محمد الدین خان پسر محمد امین خان  
 اور زکریا خان پسر عبد الصمد خان ان قیدیوں کو دلی میں لائے۔ تو پادشاہ کو حکم سے شہر کے کلی  
 کو چون میں ان کی یون تشریف فرما کی کہ بندہ کا منکا لایا گیا۔ اور ہاتھی پر بٹھایا گیا۔ اس کی روتا  
 کے لئے قیدیوں کو بٹھکی کہاں نہما کر چہرے کے شکل بنایا۔ اور ان مٹوں اور گدھوں پر  
 سوار کیا۔ اور ہارون کو نیون پر چڑھایا غرض یوں شہر میں پہلایا۔ اور پھر حکم دیا کہ بندہ اور اس کے  
 دو سپہ اور دو تین اور معتبر قیدیوں میں۔ اور باقی قیدیوں میں سے ہر روز سو سو کو توالی کے  
 آگے قتل کئے جائیں۔ یہ کہ الہیہ جوش ندی میں بہر ہوئے تھیک ہر قیدی جلاد کے تلین  
 کہتا پہلے بھگو قتل کر غرض وہ بڑی جوانمردی سے مراد اپنے مذہب کے نہ پرے تبدیل  
 رہنے کی جیسے درخواست کی تو انہوں نے بہت بُری طرح جواب دیا۔ یہ نہ مڑی جوشیا

معلوم ہوتی ہے لیکن اگر سکھوں کی ظلم و ستم کو دیکھو تو وہ اس سزا سزاوارتی جیل کی قتل ہو چکا تو بند کی نوبت آئی اور سکوت ناش کا لباس پہنایا اور لال پگڑی باندھوائی۔  
 سو ہے کی بجائے مین بند کیا اور یوں تماشائیوں کو تماشہ دکھلایا اور گرداؤ کے فقیوں کے سر  
 نیزوں پر کھڑے کئی ایک بی او سکی ملی ہوئی تھی اور سکھوں کی ایک نیزہ بڑھکایا تاکہ بند کو معلوم  
 ہو جائے کہ کوئی چیز او سکی باقی نہیں رہی۔ جلد انگلی تلوار لئے سامنے کھڑا تھا۔ بنداجی کی گود  
 میں اور سکا چھوٹا میٹا لٹا گیا اور تیغ او سکی ہاتھ میں دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ بیٹے کو ذبح کر اب  
 کوئی کہتا ہی کہ اس نے ذبح کر ڈالا کوئی کہتا ہی کہ جب اس نے نکال دیا تو جلد زنی او سکی بیٹی کو  
 مار کر تخت جگر کا کلیجی او سکی منہ پر مارا۔ پھر گرم دست پناہ میں او سکی بوٹیاں نوح نوح کر  
 پکائی گئیں۔ مگر او سکا استقلال یہ تھا کہ نہ سی آف نہ نکالی۔ جب یہ جواہر دہی او سکی  
 دیکھی تو محل میں خان نے اسے پوچھا کہ تم نے ایسی بری کام کیوں کئی ہے جس کے تقاضا میں یہ مصیبت  
 دیکھی۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ سب بیویوں میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب خلافت میں  
 عصیان اور فساد گزر جاتا ہے تو منتقم حقیقی یا انکی بد اعمالی کی سزا کو وسطے مجہد جیسے ظالم کو  
 پیدا کرتا ہے۔ اور ہر اس ظالم کی سزا کو دارتم جیسے صاحبِ قناروں کے ہاتھ ہی کر دیتا ہے۔  
 بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اس بات پر فخر کرتا ہوا مگر کیا۔ کہ خدا نے اسے مانہ کر دیا اور ظلم کی اصلاح  
 اور درستی کر لئے پیدا کیا تھا لیون تو یہ بہ سزا بڑی سیرجی اور ظلم کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن  
 اگر بند کے ظلم کو کوئی دیکھے تو وہ ہی اسے کہہ کہ نہ تھی۔ جو شخص حالِ بد عورت کو کہے کہ پوچھتا  
 نکلا کر ذبح کرے اگر او سکی بچ کا کلیجہ او سکی منہ پر پھینکا جائے تو کیا ظلم ہے۔ حشیا نہ کر تو نکلا حشیا  
 انتقام باقی سکے جہاں تہاں پہلے ہوئے نہ وہ ہی جنگلی جانوروں کی طرح شکار کئے گئے۔  
 تعرض ہو وقت و مکان ایسا کیا گیا کہ پھر وہ مدت بعد نہ پئی اور او سکو یہ حوصلہ ہوا کہ وہ

ملکوں کو ماتحت اور تاراج کریں۔

## مرہٹوں کی ترقی

مسلمانوں کے سیکھنے کی ترقی دشمن تھی۔ جیسے کہ دکن میں مرہٹے تھے۔ سیکھوں کی کبھی تعداد نہ زیادہ ہوئی اور نہ وہ وسیع ملک میں پھیلے۔ داؤد خان سے جو پہلے مرہٹوں کے بادشاہ بنے وہ مرہٹوں کے اب وہ قائم نہ رہے۔ داؤد خان گجرات کو بدل گیا۔ اس کی جگہ میں قلیچ خان صوبہ دار مقرر ہوا۔ دو کل ایک سال پانچ مہینے اس عہدہ پر مامور ہوا۔ نظام الملک نے صرف جاکہ انقباض اور سکنا ٹھہرا مشہور ہو گیا یہ نظام الملک الالاق اور پوشیا تہلہ وہ دکن کے معاملات ملکی سب سچوین تھے وقت اس کی بہت نہایت عمدہ تجویز تھی کہ مرہٹوں کو ضعیف کر دے تو قوت دیکر اس کی قوی کر دے کی سچ کنی کرنی چاہئے۔ اس لئے وہ کولابور کے راجہ کا حامی ہو کر اس کے راجہ کی سچ کنی کرنے لگا۔ سامو کے افسر جو بندوبست ملک کرتے تھے انہی کے مقابلہ کر کے لڑے۔ پانچویں اور داؤد کو شکست دی اور بعض اضلاع ان کے دہائے۔ مگر بہت صلح ہو گئی۔ اور راجہ کو لقبہ بہ ہزاری سوار کا پادشاہ کی طرح عنایت ہوا۔ غرض یہ بہت ہی تدبیریں کر رہا تھا کہ کیا کئے یہاں سے منتقل ہوا۔ اور بہت حسین جلیخان اس کی جگہ پر مقرر ہو کر آئینچا۔ اس لئے اس کی تدبیروں سے بڑا فائدہ نہ ہوا۔ اور سرسٹو نے بہت ہڑا دیا۔ اور پادشاہی ملک کو ٹوٹا کہ ٹوٹا شروع کیا۔ کہنڈوا و ہاریہ سپہ سالار شاہو نے تحصیل جو تہہ میں بڑے ظلم پر پانے شروع کئے۔ اور خاندیس کے صوبہ پر تصرف کر لیا۔ اور بندر سورت کی رامون میں لگی قلعہ بنائے۔ اور اپنے تہائی حادے جو قافلہ جانا اگر انہی کی چوتہائی دیدیتا تو سلامت رہتا۔ نہیں سالانہ لٹ جاتا۔ اور قافلہ کے آدمی قید ہو جاتے۔ اور پھر روپیہ دیکر چھوٹے۔ امیر اللہ نے ذوالفقار بیگ بخشی کو تین چار ہزار سوار اور سپہ سالار برقدار زون کو اس کی تہذیب کے واسطے روانہ کیا۔ ذوالفقار بیگ نے اورنگ آباد اور خاندیس کے دریا

کوئل سے گذرنا کہ کھنڈ وادیاں اور اسکی خبر سکر سرحد بکلا نہ ہوگا زمین نمایاں ہو اور ذوالفقار بیگ نے  
 اوپر چڑھ کر ناپاکا کہ وہ فرار ہوا۔ اور جنگاؤں کی طرف چلا۔ اور جون جون بادشاہی سپاہ اترتی گئی  
 وعدہات خالی کر کے چھوٹ چلا گیا۔ اور آخر کو یو بادشاہی سپاہ کو اپنی جھپے لگائی گئی۔ آیا۔ اور اس مقام پر  
 لاڈالا جو نہایت مستحکم تھا۔ ہر چند کہ روئے ذوالفقار بیگ نے منع کیا کہ وہ اس محل میں نہ بیٹھے مگر سدا  
 بارہ کی شجاعت و جہالت ایسی بات کو کب سنتے تھے۔ چھپے چلے گئے۔ کھنڈ وادی سپاہ چھوٹے گئے۔ وہ  
 میں منقسم ہو کر اونچی ٹکڑوں اور پہاڑوں کی کھوڑوں میں چھپ چکا۔ بادشاہی فوج اس فرار کو  
 اپنی فتح سمجھی۔ اور خوشی کی ماری ہوئی نہ سائی۔ اور ان بھگوروں کی پیچھے پر گرائی صف بندی کو  
 مڑھوں فی نہ ہو شیاہی کی کہ جب تک چھپے بیٹھے رہے کہ بادشاہی سپاہ بالکل دیکھنے سے محروم  
 ہو گئی۔ اور یہ امید انکے اجتماع کی نہ رہی۔ جب یہ سخت ہو چکا تو یہ اونہوں نے تو اسنبہالی۔ اور  
 بادشاہی فوج اور انکے سپہ سالار ذوالفقار بیگ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ اور بہت ہی زندہ اسیر کئے اور  
 ہتھیار اور کپڑے اور گیوڑے سب کھول لئے۔ اور ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جب اس ساجر کی خبر  
 امیر الام کو ہوئی۔ تو اونہوں نے راجہ محکم سنگھ اپنی دیوان کو شائستہ فوج کے ساتھ بھیجا۔ اور بیٹھا  
 اپنے بہائی عوبد ار پر مانور کو ہی اسی کام کے لئے روانہ کیا۔ مگر اس فوج کشتی کا انجام ہی وہی ہو جو پہلے  
 ہوا تھا۔ امیر الام اور فرخ میر میں باہم اتفاق ہوئی کہ خبر مشہور ہو گئی تھی۔ بلکہ یہ مشہور ہو گیا تھا  
 کہ فرامین اور ارجحکام راجہ ساہو اور تمام دکن کے دیوانوں اور زمینداروں کے نام آگئے تھے کہ امیر الام  
 کی اطاعت نہ کرنا۔ اور اسکے ہتھیار میں جہانگیر کی کوشش کرنا۔ غرض حسین علی نے یہ  
 دیکھا کہ یہاں دکن اور ملک ناٹک میں نظام نہیں ہو سکتا۔ اور فرخ سیر اور اسکے بیٹے ہوا جو ان  
 کی طرف سے روز راجہ شاہو اور کشتوں کے پانچ شے آئے ہیں کہ کشتی و تردد کو رونق دے۔ یہی  
 صورت میں بندوبست کا ہونا دشوار ہے۔ اور اپنی بہائی کی مسئلہ نہی کا ہی اطمینان نہیں اس لئے



دہلی جائے کار اور دھرم سب کاموں میں مقدم سمجھا اور راجہ شاہو سے اس بات پر عہد نامہ کیا کہ وہ سالانہ  
ملک جو پہلی سیولجی پاس تھا اور وہ ملک و بعد اسکے مرہٹوں نے فتح کیا یہ دونوں شاہو جی کو  
دے جائینگے۔ اور ان ضلع میں جو تمام قلعے ہیں وہ بھی اسکے تصرف میں دلائے جائینگے۔ اور  
تمام دکن میں جو تہہ دی جائیگی۔ اور علاوہ اسکے تمام ملک کے خراج میں وہ کیل جسکو مرہٹوں نے کھینچے  
ہیں دی جائیگی۔ اور اسکے عوض میں ساہو دس لاکھ روپیہ اور ہزار ہزار سواروں کی سپاہ  
ادار کرے۔ اور تمام ملک کو اس مان کا مذہ دار ہو۔ اور جو کچھ مرہٹوں کی لوٹ ماری ملک کا  
نقصان ہوا اسکا عوضانہ دی یہ عہد نامہ شائع میں ہو گیا۔

گو ہوت ساہو جی مرہٹوں میں سب سے بڑا راجہ نظر آتا تھا۔ مگر حقیقت میں وہ اس سارے ملک  
جو اسکو بادشاہ کی طرف دی گیا۔ قبضہ نہیں کر سکتا تھا اور اسکے اختیار میں بھی یہ امر نہ تھا  
کہ وہ مرہٹوں کی لوٹ ماری ملک کا انتظام کر سکتا۔ وہ اپنی ساتھیوں کو الٹے کام سے باز  
کر سکتا تھا۔ اس صلح سے امیر الامرا کا تو یہ مقصد نکل آیا کہ اپنے لشکر کو دکن سے لے گیا اور  
بالاجی و شونا تہہ دس ہزار سوار مرہٹوں کو ساتھ لے کر دہلی روانہ ہوا۔ جب شاہ پاس یہ عہد  
نامہ امیر الامرا کی غرضداشت کے ساتھ گیا تو وہ اسے اور آزر دہ اس سبب ہوا کہ اس نے اول  
بادشاہ سے اس صلح کے فیصلہ میں کچھ دیر پہلے ہی دکن میں مرہٹوں کو دخل دیدیا۔ اسلئے  
اس عہد نامہ پر دستخط کرنے کو وہ بے غرضی سمجھا۔

بادشاہ کی دربار کی کیفیت اور سید عبداللہ خان قطب الملک

قطب الملک نے عیش کے بندہ تھے۔ کچھ دنوں سے نہ ہو سکتا تھا۔ انکے سارے کاموں کا دار مدار راجہ  
رتن چند کی اسمی پر تھا۔ راجہ صاحب ہندوانہ مقصود سخت تدبیری اور خود مختاری عام  
نہ تھے۔ غرض نائب کی بدکرداری اور منیب کی غفلت شعاری بادشاہ کو یہ خبر ملے اور

کہ وہ قطب الملک کے کام تمام کر نیکی پوری تدبیریں کرنے لگا ہر روز ایک نئی خبر وزیر کی گرفتاری کی  
 شہر میں اوروں کی۔ ان دنوں میں یہ ایک در اتفاق ہوا کہ جسے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ شاہ  
 وزیر کی گرفتاری کا ارادہ کرتا ہے میر حلیہ جو عظیم باد کی صوبہ دارین کے تھے وہ بان جب پہنچے  
 تو نظام احسن طرح نہ کر سکے۔ پادشاہ کی اٹھ ہزار سوار اس صوبہ میں تھے اور بارہ مہینہ کی خواہ  
 او کی چڑی ہوئی تھی۔ اور وہ مقرر بیٹھے تھے جاگیر سے جب پتہ لگتا تو انکو ملے گا کہ یکایک  
 او کی موقوفی کا حکم آیا اور صوبہ دارین کے میر حلیہ آیا۔ اس سے خواہ کا نظام نہ ہو سکا۔ اس لئے  
 سپاہ فرشتہ میں غدر چا دیہ میر حلیہ جو کس کی بی بی میں بیٹھا پادشاہ کی دیوڑھی پر حاضر ہوا  
 ۔ لوگوں نے یہ جانا کہ پادشاہ وزیر کے ہنسائیکے لئے بلایا ہے۔ جب پادشاہ میر حلیہ کی  
 تہمدی اور نالائقی سے غما ہوا تو سید عبد القیوم قطب الملک کی خدمت میں حاضر ہو کر غم  
 انکسار اپنا ظاہر کرنے لگی۔ اور اس امر کی امید دار ہو کہ وہ پادشاہ کی تعصبات معاف کرادے  
 ۔ وزیر صاحبان ہر کو کو کراہت دینا اور اپنی اسیری کی تدبیر سمجھے۔ اٹھ ہزار سوار موقوف  
 شدہ نے اپنی خواہ کے لئے محمد امین خان بخشی اور خاندان خان نائب امیر الامرا اور میر  
 کے مکانوں پر دھنسا دیا۔ وہی لوگ یہ سمجھ کر کہ یہ فتنہ انگیزی صرف وزیر قتل کرنے کے لئے  
 کی ہے۔ قطب الملک جب یہ دیکھا تو اس نے بھی سامان حفاظت کا خوب کیا۔ پادشاہ  
 نامور یہ دیکھ کر ڈر گیا۔ فساد فرم کر نیکی کی اور اپنے ہاتھ کے دور کرنے واسطی میر حلیہ کو ملتان  
 بھیجا۔ اور سلطنت خان کو عظیم آباد میں صوبہ بابر بھیج دیا۔ باطنوں میں کدورت تھی۔  
 اس لئے کوئی تدبیر نہ تھی جس پر سازش و بندوبست کا گمان تھا۔ تدبیر نہ کرتے تھے۔ یہاں تک تو  
 پہنچ گئی تھی کہ اگر پادشاہ سیر و شکار کو جاتا تو وزیر کی گرفتاری کا شرمع جاتا۔ قطب الملک  
 ہی سپاہ ہیشہ اپنے پاس لےتا۔ پادشاہ کو یہاں تک بشکواسی عداوت ہوئی تھی کہ اپنی

اور سفارت سے سب جلیوس میں جب سلطان آصف الدولہ قریب لگا ہوا تو اسکی عیادت کر لئے ایک ملازم کو بھیجا اور یہاں افسوس ظاہر کیا کہ ہم نے تمہاری قدر بخانی۔ اب کوئی تدبیر سادات کی تیار کرنا تمہاری شغاف اور اخلاق ہی بعید نہیں ہے۔ اور سراسر جو انہوں نے جواب دیا کہ تم غلطی میں پڑ گئے۔ جس طرح ہمارا خاندان تم نے برباد کیا ہے۔ اسکا عوض اپنی لکھنؤ دیکھتے ہو۔ ہمارا خاندان تباہ ہو گیا۔ تمہارا تباہ ہو گیا ہے۔ میری نزدیک ہی صحت ہے کہ سادات کی ہتھکڑیاں کو شکر کر حاضر روئے نہ بگاڑو۔ زیادہ بگاڑ میں تمہارا بہت بگاڑ ہے۔ اپنی بیٹے کو قاتل کو یہ نہیں صلح دینی اسی امیر کا کام تھا۔ چنانچہ بی بی کی عمر میں اس امیر الامرا کا کیا انتقال ہو گیا امیر الامرا کا رکن الدولہ عقداخان کا اقتدار اور ہر عظام کا اجتماع۔ محدود ایک شخص کیسے تھا۔ سب گنن بولتا تھا۔ کوئی جلیب۔ چھوٹا تھا۔ فرج سیر کی کشمیر تھی۔ اسکو کولس بادشاہ ہی ہم کلامی کی نوبت غوثین ہو چکی۔ اسنے بادشاہ کو سبھایا۔ کہ میں سادات کا قلعہ قسم جلال اور قتال بغیر کر سکتا ہوں۔ فرج سیر کو ایسی جین اور زبوری کی باتیں بہانی تھیں۔ اس کشمیری نے اپنی جگہ چھری با تو میں بادشاہ کو ایسا پسلیا کہ وہ ہٹوئی دونوں میں اسکا غلام ہو گیا۔ اور رکن الدولہ عقداخان کا خطاب سلو میا۔ اب وئے یہ صلح دی کہ سر ہندو کوٹینہ عظیم آباد سے چین قلیج خان نظام الملک فتح جنگ مراد آباد سے اور راجہ اجیت سنگھ کوٹینہ سے طلبہ نہائیے۔ اور ہر ایک کو عہدہ خدات کے لئے امید داریجے۔ اور انکے ہاتھوں سے دولت سادات کو ملیا میٹ کیجے۔ بادشاہ فری کیا یہ سب مراجع ہو۔ اجیت سنگھ کوٹینہ ہارنگی کے القاب سے اعزاز ہوا۔ اور قتل سادات کا کام تعویض ہوا۔ مگر یہ راجہ بادشاہ کی نامزدی اور رکن اور رنفلہ پن سے خوب واقف تھا۔ وہ قطب الملک کا ہم دم اور محمد عثمان پہلے اور نظام الملک اور سر ہند خان جو اپنے پہلے عہدہ کو چھوڑ کر یہاں وزارت اور سر بخشی کو عہدہ کی امید رہی

اسے تہیوہ بھی معطل اور مغزول بنیے تھے۔ جبکہ وہ نہون قلعہ میں وزارت کی درجنہت کی۔  
 کہ جبکہ حضور لائق ہو کہیں اسکو رحمت فرمائیں۔ تو اسوقت پادشاہ سلامت کیسا نگین فقرہ  
 یہ پہنچایا کہ حضور لائق تھا کہ زیادہ کسی کو لائق وزارت نہیں دیکھتے۔ یہ ہم نہ کوہ امرا جل کر  
 خاک ہو گئے۔ بہلا اول سے اس مسئلہ نہاد اور خیر ناخیر کی کب طاعت ہوتی۔ نظام الملک کے  
 کوئی سینا عہد نہ ملا۔ بلکہ اور آباد کی فوجدار تھی جو اسکو دکن کی صوبہ دار تھی مغزول ہو گیا  
 بعد ازیں تھی مغزول ہوا۔ اور اور آباد کا نام بدل کر پادشاہ فر کر ن آباد رکھا۔ اور اتفاقاً خان کو  
 بطریق التعماد دیدیا۔ اسی اثنا میں عید الفطر آئے۔ پادشاہ کی سواری میں ستر ستر ہزار آدمی  
 تھے۔ قطب الملک کے ساتھ پانچ چار سو اربا تھے تھے۔ تو توں کو نقین تہا کہ وزیر صاحب آج  
 عید کی قربانی بنیگے۔ مگر اس منور پادشاہ کا کوئی ارادہ تھا کہ اس سے نہ ہوتا تھا۔ اسلئے وہ پورا  
 نہ ہوتا تھا جب حسین علیخان کو دکن میں یہ خبر سنیتو اس پر ہرچین۔ تو وہاں اسطرح خطر  
 ہم بیان کر آئے تھی کی طرف چلا۔ راجہ ساہوگر کسی شخص مجبور انسب معین الدین کو اس سے  
 گرفتار کیا تھا کہ وہ شاہزادہ اکبر کا بیٹا ہی۔ اسکو بھی حسین علیخان اپنے پاس بلالیا۔ اسکا حال  
 اپنی عرضی میں لکھا اور دکن کی آب و ہوا کی ناسازی اور ملازمت کا شوق ظاہر کیا۔ ابھی  
 قطب الملک نے بھی سپاہ کو ٹرانا شہر جمع کر دیا تھا جب پادشاہ یہ جان لیا کہ اتو وہ اپنی وزیر سے  
 صلح کا خوابان ہوا۔ راجہ اجیت سنگھ کی اسطرح ہوا۔ اور پادشاہ وزیر کے گھر گیا۔ اور وزیر  
 عدم مخالفت برآمد و پسین فتنہ کلمی طرفین سے عذر ہوئی آخر پادشاہ اپنی گھر چلا آیا۔ گیارہ پادشاہ  
 کی رائے اور غم کو کوئی قرار نہ تھا۔ کبھی سیدوسی صلح و سازا تھا۔ کبھی اس کے قلعہ اور فتح کی  
 تدبیریں اور منصوبے تھے۔ بلکہ اندر نامر اور احمق مصاحب و سرور زیادہ ہوتے جاتی تھے۔ راجہ  
 جے سنگھ سوائی اور ہزار الملک بلند خان پادشاہ سے عرض کیا کہ اب ہم بے بہت بلند اس وزیر کو

معتدل کیجئے۔ ہوتے ایسا مضمحل کہ سو اراعات کے کچھ روز نہ کر گیا۔ مگر بادشاہ فی ایک نہ سنی  
 نظام الملک کا تو یہ حال ہوا کہ وہ اپنی مراد آباد کی فوجدار سے بھی گیا۔ اسلئے اس کی خوشنہی  
 کی۔ سر بلند خان کی سیر حاصل جاگیر عظیم آباد پر نام و میر حکمرانی۔ اس کی سپاہ کی خواہ بہت  
 چڑھ گئی تھی۔ اسلئے اس نے اپنا سارا سبب تقاضائیوں کو دیکر فقیری اختیار کی قطب الملک  
 جب یہ حال دیکھا تو ان دونوں سرداروں کے پاس گیا۔ اور ان کو ان کی لے آیا۔ اور سر بلند خان کو  
 جو کچھ لوگوں کا دینا تھا وہاں پر دیا۔ اور کابل کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور نظام الملک  
 بھی مالوہ کی صوبہ داری دیکھ کا وعدہ کیا۔ محمد امین خان اعتماد الملک اور بادشاہ کی طرف سے  
 سند صوبہ داری مالوہ کی نہ پہنچی۔ اور امیر الامرا کی خبر دکن سے آنی سنی اسلئے وہ بھی بے جا  
 فرخ سیر کے خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جب معرشتا ہی ہو تو وزیر کی ہو خواہی کر لئے مستعد ہو  
 غرض یوں امر آباد شاہ سے پہلے گئے۔ اور وزیر کے ساتھ چلے گئے۔ اچھے سنگ کے سوار  
 سیر کا کلمہ بہرے لگے حسین علی خان کو جب خبر پہنچی کہ بادشاہ قطب الملک کے گھر گیا۔ اور  
 دونوں میں صفائی ہو گئی۔ تو اس کی کچھ توفیق اپنے چلنے میں کیا۔ مگر قطب الملک نے بہت کد  
 بہائی کو لکھا کہ جلد آؤ۔ بادشاہ کا جواب اس کی عرض کا یہ ہو چکا کہ اگر دکن کی آئے ہو اناموا  
 ہے تو گجرات میں تبدیل آؤ۔ اب وہاں کے چلے جاؤ۔ اور اگر یہ منظر نہ ہو تو ہم بھی تمہاری ملاقات  
 کے مشتاق ہیں۔ اور معین الدین پشترانہ راہ کے کھڑے ہیں۔

امیر الامرا کا شاہجہان آباد میں آنا۔ بادشاہ کا قید ہونا۔  
 اور اس کا مارا جانا

امیر الامرا حسین علی خان کے اول پنہ ہائی سیف الدین علی خان کو برہان پور میں تو بخانہ  
 اور سپاہ کی تیلاری کر لئے روانہ کیا۔ اور دلی خبر کا قطرہ جب اس پاس پہنچا کہ فرنگیوں نے

تودہ اوائل محرم میں روانہ ہوا اور بڑی بڑے سرداروں کے ہمراہ ہوئے۔ اوسنے ساری سبکدہ  
 دل سپی ہشباری سی ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ راہ میں جو چلا یا ہانکا جیتا ملا اوسکو تہی کہ جو  
 دہات راہ میں پڑا اوسکا کسی طرح کا نقصان نہ ہوا۔ ایک حکایت اوسکے لشکر کی مشہور ہے  
 کہ کوئی محتاج نوجوان عورت دیرینہ گراؤسکے کسی سوار کے ساتھ اپنی خوشی سے ہوئی۔ جب  
 اوسنے امیر الامار سے فریاد کی۔ تو اسی وقت لشکر کو قیام کا حکم دیا۔ اور تلاش کر کے اوسکے  
 سوار کی۔ اور کچھ ہاتھ ریان ہی دین۔ اور خدا کا شکر بھی کہ اوسکی عصمت اور عفت میں  
 فرق نہ آیا تھا۔ اخلاص خان کو پادشاہ نے دو ریا تہا کہ وہ امیر الامار کو اولٹا دکن روانہ کرے  
 وہ امیر الامار سے ماندو میں ملا۔ اور دلی کا سا حال سنایا۔ ۱۴ صفر کو جین میں لشکر آیا  
 یہاں پادشاہ اور وزیر کی صفائی کی خبر پہنچی۔ اسپر امیر الامار نے دربار عام کیا۔ اور سارے  
 لشکر کو سنا یا کہ پادشاہ کو ہم سے عداوت نہیں رہی۔ اور ہم کو بھی سوار اطاعت کے  
 کچھ اور خیال نہیں۔ تھوڑی دنوں میں پادشاہ سی ملکہ ہم پر آدکن کو چلے آئینگے۔ مگر خلوت میں  
 اپنے رفیقوں سے یہ کہہ کر اب ہم میں اور پادشاہ میں دلوں کی صفائی ناممکن ہے۔  
 اگر ہم اوسکے ہاتھ لگے۔ تودہ ہم کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ مگر وہ ہمارے ہاتھ لگیا تو ہم  
 اوسکو نہیں سلامت کرتے۔ راہ میں رانا کے ملک پر دست درازی شروع کی تھی مگر وکیل  
 نے نذر آکر دیدی اسلئے خیر گذری۔ پھر راجہ جینگ کے ملک پر تو لشکر نے خوب ہاتھ پہنکے  
 جب شاہجہان آباد چار منزل ہا۔ تو بڑے بڑی فوجیہ طلب امیر الامار کی خدمت میں گئے۔  
 اور پادشاہ کی طرف ایک ایک کی چار چار لگائیں راجہ زن چند نے تو اپنی بد ذاتی میں کہ  
 باقی نہیں رکھی۔ پادشاہ کی تلون دہری کی وہ ہی کیفیت تھی کہسی اظہار قدرت اور شوکت  
 سلطانی کے لئے میدان کی تبدیلی و تاکید کا غم کرتا۔ کہسی نامردی سے اوکلی دوستی

اور شاہ کا طالب ہوتا۔ راجہ جی سنگھ نے فیروز شاہ کو بھیجا یا کہ اب وقت ہے حضور با جلیگر  
ان سیدوں کے معرکہ آرائی کیجئے۔ سارا لشکر حضور کے قدموں پر سر جھکا بیٹھا۔ اور ان سیدوں  
کو کوئی نہیں پوچھا۔ اور سب امرائے عقیدہ کنیش اور عاقبت اندیش حضور کے طرفدار ہو جا  
ئے۔ بکرا بادشاہ میں کچھ ہوصلہ ہی نہ تھا۔ سپہ سالار مقتدر و دانا نور خون جگر کہا کہا امیر الامرا اور  
فریر سے ساز باز کرتے جاتی تھے۔ امیر الامرا کا لشکر اور خربرج الاول میں شاہی جہان آباد  
میں آگیا اور دریا کے کنارے پر فیروز شاہ کو مینارہ پاس قیام پذیر ہوا۔ فرخ سیکر کے اصل  
خطر ہی میں مطلق جرات نہ تھی سیدوں کی عداوت کا جو کام کیا بے سلیغتی سے آغا کیا  
اور نامور ہی انجام میں چوڑیا بغرض جیسا کہ ان کا زمانہ میں معرکہ آرائی نہ کر سکا  
سید حسین علی خان فی اس مہم کو پیش کیا کہ حضور راجہ جی سنگھ کو جو جہاں لخت  
ہے نکال دیں۔ اور تمام خدمات ہماری سرپر کریں۔ بادشاہ نے سب درخواستیں منظور کر لیں۔  
صرف یہ کہ اب بالفعل اتفاقاً خان نائب سے جس کے دن نیابت بھی سید کے سپرد ہو جا  
ئے۔ راجہ جی سنگھ کو ایک دن کی بھی فرصت دی۔ اسی دن شاہی جہان آباد سے جو پور کو روانہ کیا  
پانچویں ربیع الثانی کو چیت سنگھ اور قطب الملک نے جاکر سارا قلعہ میں پناہ بندوبست کر لیا۔ امیر  
کی سپاہ سارا قلعہ گنہ گار قطب الملک نے فرج سیکر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ہم نے حضور کی  
اور حضور کے باپ دادا کی کیا کیا خدمات کیں۔ مگر حضور سوا اوہد گمانی اور آزار رسانی کے کچھ  
اور ظہور میں نہ آیا۔ اور اسکی قصداً اور شہادت اس فرمان ظاہر ہوتی ہے جو حضور نے حسین  
علی خان کے قتل کے واسطے داد و خانہ بنی کو لکھا۔ اسی پر لیجے غرض قطب الملک نے بجا درختوں  
کرنی شروع کیں۔ بادشاہ اس حالت میں ہی اپنی صحت سے درخت جوابی شروع کئے۔  
پھر قطب الملک گرم ہوا۔ اور اعتقاد خان کن الدو کو داخل جانے کے لئے کہا۔ وہ وہیں

اس جان بچ جانے ہی کو غنیمت سمجھا۔ اور پالکی میں بیٹھ چلا۔ اتنے میں رات ہو گئی تھوڑے  
 دروازہ بند ہو گئے پادشاہ کو خبر غراہ اور راجہ حبیب سنگھ بہر تھے۔ اور بدخواہ سب نے۔ پادشاہ  
 جان چہا کر محل میں جا گیا۔ صبح کو غدر سا شہر میں مچ گیا۔ سید وں کو سپاہ مغلیہ ناراض  
 اٹھا اور بعض امرایوں کو قتل کیا۔ آخری خدمت دکن کے لڑائی شروع کی۔ اول مہون کو  
 قتل کرنا شروع کیا۔ مہر سیدان کٹنے والی شہر کی گلیوں میں لڑا کیا جانے۔ بہت لاٹھی  
 پونگوں پہاڑی گئے۔ کچھ بہاگ گئے۔ اتنی خبر مشہور ہو گئی کہ قطب الملک لڑا گیا۔ اٹلی و رہی  
 پریشانی سادات کو لشکر میں آئی۔ عرض چاندنی چوک اور سعد الدخان چوک میں کئی جگہ  
 لڑائیاں ہو رہی تھیں کہ سید حسین علی خان سپاہ ہمت شہر میں آیا۔ اور اوپر قبضہ کر لیا۔  
 سید وں جان لیا کہ ہماری سلامتی فرخ سیر زندہ رکھنے میں نہیں ہے۔ اسلئے خیمہ الدخا  
 براد قطب الملک محل میں گھس گیا۔ اور عورتوں کو خوب مار پٹ کر پادشاہ کا پتا لگایا۔  
 اور فرخ سیر کو کمال بے حرمتی ہو کر گرا باہر آیا۔ جو قوت پادشاہ کو پکڑا تو۔ بیگم وں اور بیون  
 نے اس کو گھیر لیا۔ اور روٹا پٹنا شروع کیا۔ اور گرفتار کرنے والوں پر وں میں سرکھڑا  
 ہاتھ جوڑے خدا کے واسطے دی۔ مگر ایسی وقت میں کہیں ایسی باتیں سنتا ہے۔ پادشاہ کو اول  
 آنکھوں میں سلائی پہر والی۔ اور پھر لڑائی میں ایک تنگ تار یک مکان میں قید کر دیا۔  
 اس کے ماری جان وں میں مودوں کا جھٹاک ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اس قید خانہ میں زندہ درگور  
 سے گھبراہ۔ اور بہاگنے کو قصد زندان نکلا۔ کہ ایک پٹھان نو ذکیہ لیا اور ایک تپانچہ منہ پر  
 لگا دیا۔ سپر اس کو ایسی غیبت آئی کہ دیوار سے سر ہو کر گر گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس قید خانہ میں  
 بھی اس کے مزاج کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی سید کو گالی دیا کرتا۔ کبھی اپنی رہائی کے لئے  
 سنت اور سماعت کرتا۔ کبھی یہ بہانہ پیش کرتا کہ کوئی ماوی راجہ جو سنگ پلس بہو بچا دے



غرض جب سید نے دیکھا کہ یہ سپہ سالار نہیں بیٹھا تو انہوں نے فروری ۱۹ء کو  
 اسکے گلہ میں لستم لگایا۔ اور پڑی اوتیوں سے مارا۔ اولاش کو سہایوں کو مقبوضہ میں فن  
 کر لیا۔ غرض فرخ سپہ سالاروں نے ظلم اڑھالیا ہے وہ اسے سید کے ہاتھ سے  
 اڑھالے۔

## مختلف حالات

فرخ سپہ سالار جاہلک تخت سلطنت پر بیٹھ کر سلطنت کو خراب کرتا رہا۔ اس کے عہد  
 چاروں طرف سلطنت کے شیش محل پر پھڑپھڑنے لگی۔ عنایت الدخان میں نشی عالمگیر کے اور  
 بادشاہ کو دفتر محاصل کے افسر اعلیٰ جواہر تھیں تو اس زمانہ میں محصول جزیہ کو وصول کرنے میں  
 عمل میں لایا جو عہد اورنگ زیب میں ہوتا تھا۔ مگر لوگوں کے شور و فساد اور نزاع پر خاص کے  
 سبب وہ اپنی اس حرکت سے باز رہے۔

سلسلہ جلوں میں ہندو مسلمانوں میں احمد آباد و گجرات میں فساد عظیم برپا ہو گیا۔ مسلمانوں کی  
 مرضی کے خلاف ہندوؤں نے ایک جگہ مولیٰ جلائی۔ وہاں مسلمانوں نے ضد میں آنکھ کھائی و فرخ کرا  
 سپہ سالاروں نے خودہ برس کے نوجوان کاوی قصاب کے گلہ پر زبان چھری پر والی غرض یوں  
 اوس میں لڑائی جھگڑا برپا کیا۔ اور نہارون کا خون ہو گیا۔ اسمین داؤد خان نے ہندوؤں  
 کی طرف اری کی جب سلطان بادشاہ کرمان فریادی گئی تو وہاں راجہ رتن چند نے اوس کو  
 قید کر لیا۔ خواجہ محمد روش نے ان مسلمانوں کو پڑی مشکل سے ہار لیا۔ خاصہ اس سلطنت  
 شیعہ سنیوں میں ہی ایک فساد عظیم برپا ہو گیا۔

سلطنت شمس الدین رفیع الارجات و محمد رفیع الدولہ  
 جب فرخ سپہ سالار کو ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ و ظلم لکھا اس پر الامرانے اس کو فرار کیا۔

۱۲۲

کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ کرنا چاہئے مگر بادشاہ اور فرج سے اس قدر شائبہ زدہ چن چن  
قبل کر ائے تھے کہ جواب زندہ تھی وہ زندان میں تھے مچھلون میں چبے چپا اور عورتوں میں  
لڑکیوں کی طرح پروش رہی تھی۔ ان سیدوں کو بھی ایسا ہی شاہزادہ بھولا بھالا اغفل کل  
ہو چاہئے تھا کہ کٹ پتلی کی طرح اونکے اشارہ پر چلتے۔ فروری ۱۹ء شمس الدین  
الوالبرکات رفیع الدرجات کے چھوٹے بیٹے رفیع القدر بنیرہ بہادر شاہ کو قید خانہ سے نکال کر  
تخت پر بٹھایا۔ اسکی عمر بیس برس کی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں جریرہ موقوف ہوا اور  
نظام الملک لاوہ کا صوبہ مقرر ہوا۔ مگر یہ نہ جوان شاہزادہ مملوک تہا تین مہینہ سلطنت  
کی تھی کہ چوتھے مہینہ میں ۲۱ رجب کو دنیا سے چلت کی۔ اور نئی سلطنت کی تہمت آج  
دنہ لی۔ پہر سیدوں نے اسکی چھوٹے بہائی رفیع الدرد کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ مگر اسکی  
عمر نے ہی وفات نہ کی۔ تین مہینہ ہی کم عمر صغیرین وہ بھی اسہیل کے مرض میں مبتلا ہو کر اہل کے  
بچے میں گرفتار ہوا۔ یہ دونو شاہزادہ مچھلون میں لڑکیوں کی طرح چلے ہوئے تھے تخت پر  
بیٹھا تو اونکے سان گماں بھی نہ تھا۔ ساری عادتیں اونکی ایسی تھیں جیسی کہ عورتوں کی  
ہوتی ہیں جو وقت سید و نکو رفیع الدرد کے زندگی سے مایوسی ہوئی اور سیوقت اونہوں نے  
اپنے بہائی نجم الدین علیخان اپنے چھوٹے بہائی یاغلام علیخان اپنے بیٹے کو روشن اختر  
پاس بجا۔ وہ جبہ اختر جہان شاہ کا بیٹا تھا شاہزادہ برس کا سن تھا خوبصورت جوان تھا  
دہن اچھا نہ تھا مگر فہم و فراست بالکل خالی تھا قلعہ سلیم گڑھ میں قید تھا نواب قاسم بیگم  
اسکی ماں اس قید خانہ میں شریک تھی اور مغل الدین محمد سے اپنی بیٹی کو اسی زندان میں  
پالتی تھی یہ بیگم نہایت عاقل و ہوشیار تھی۔ اور زمانہ دیکھتے ہوئے بیٹھی تھی۔ فروری ۱۹ء  
چند دفعہ اسیران نے انکو عرض کیا کہ تخت حاضر ہے چل کر اپنے قدموں سے اس کو مشرف

تو اس عاقل عورت پہ پہنچ کر کہ جو بادشاہ ہوا ہے وہی تخت کی قربانی بنتا ہے۔ امیرون کے سامنے لاتہہ جوڑے۔ اور کہا کہ برائے خدا مجھے اس مہم کے لئے تاج نہیں چاہیے۔ اور سکا سر سلامت رہنے دو۔ امیرون نے بہت عہد و پیمان کر کے اسکی قسطنی اور ملی کی غرض پند رہوین <sup>۱۳۱۶</sup> ذیقعد ۱۳۱۶ھ کو روشن اختر نے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ اور ابو الفتح <sup>۱۶۱۹</sup> محمد شاہ اپنا لقب رکھا۔ اس محل پر کیا خوب شعر ایک شخص نے کہا ہے کہ **شعر**  
روشن اختر ہو دکنوں ماہ شد بدیوسف از نذران برآمد شاہ شد <sup>۱۶۱۹</sup> یا خیم جلوس پہنچے کہ  
جو خواہد کہ ویران کند عالمے ۴: نند ملک و پتھر عالمے۔

### محمد شاہ کی سلطنت کا بیان

جبوقت فرخ سیر کا جازہ ہمالیوں کے مقبرہ کو روانہ ہوا ہے۔ اسوقت خوب سیدوں پر تبرا ہوا۔ اور لوگوں نے دنگل و فساد پر اپنی آمادگی دکھائی۔ گو فرخ سینر بد سیرت اور ظالم اور ان ملکوں میں بادشاہوں کا قتل ہونا کچھ نئی بات بھی نہ تھی۔ مگر رعایا نے اس کے ساتھ بد روی ایسی دکھائی کہ اسکی ہدیت خلافت کے دل میں بیٹھ گئی۔ اسپر یہ اور ہوا کہ یہ دو بادشاہ متواتر چھ سات مہینے میں سر تو سیدوں کی طرف سے لوگوں کو اور ہی اور مشتبہ پیدا ہونے لگے۔ اور انکی بات میں فرق آگیا۔ ہوا بگڑ گئی۔ کچھ اسمعین نا اتفاقی ہو چکے اور مہم ہون ہی بگاڑ ہوا غرض ان امیرون کے نفاق اور خود غرضی اور ہوا پرستی نے سلطنت کو بطرح سے ضعیف کر دیا۔ اور سلطنت کا خاتمہ اس سادات کے ہاتھ پر ہو گیا۔ یہ ہر شاندارہ گو قید خانہ کی کوٹھڑی سے نکل کر سندوستان کی تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر سیدوں کی قید سی رہائی نہ ہوئی۔ اور انہوں نے اس کے گرد اپنا پردہ جائے رکھا۔ اور ان کی حوالات میں کبھی باغ کی سیر کرایا۔ کبھی چڑیل کے شکار کو چلا گیا۔ محل سے خلافت پر

تخت سی اور بھانڈ چلا گیا۔ وہ دل میں حیران تھا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں۔  
 یا شطرنج کا بادشاہ ہوں سکے سید اور سکوجن خانہ میں چاہتے ہیں بٹھا دیتے ہیں غرض تخت  
 پر بیٹھتے ہوئے توڑ موی دن گزرتے تھے کہ برخلاف سید کے امید کی اوسنے اپنا اقتدار  
 اور اوسکے ہاتھوں میں کھل چکا اٹھا کر کیا۔ یہ آغا سلطنت میں اس بادشاہ نے اپنی فرست  
 اور عقل کہائی۔ مگر کچھ عرصہ بعد ایسا شہزادے کے نشہ میں مست ہوا کہ تاج کو سر پر نہ سنبھال سکا  
 اس بادشاہ کی سلطنت کا آغاز فرخ میر کی تاریخ وفات میں شمار ہوتا ہے۔ اور سچ میں دے  
 بادشاہوں کی سلطنت کا عدم سمجھی جاتی ہے۔

## فسادات

چھبیلہ رام صوبہ دار الہ آباد میں دو دنوں بہانوں کو خیر سلطنت کا دار تھا کچھ نہ سمجھتا تھا۔  
 اور نہ اوسکی اطاعت کرتا تھا۔ اسلئے امیر الہ آباد نے اوسکی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ اور سولگی کر لئے  
 تیاری کی کہ اتنے میں چھبیلہ رام کے منہ کی خبر آئی۔ اس منہ پر امیر الہ آباد نے فرمایا کہ  
 افسوس ہے کہ اس کا سر میں اپنی سنان کی لوک پر نہ دیکھا۔ بعد اسکے پہن خبر ملی کہ متوفی  
 کا ہستی اگر دہرہ باد چچا کا جاشین ہوا۔ اور قلعہ الہ آباد پر لڑائی کی تیاری کر رہا ہے۔ سپر  
 امیر الہ آباد محمد شاہ کو فتح پور سے الہ آباد میں لائے۔ اور یہ شہر کیا کہ بادشاہ قلعہ الہ آباد کی  
 تسخیر کو جاتا ہے۔ اس شہر کے اپنا کام کیا کہ گردہرہ باد پر غرضی بھیج کر غصہ تفصیل کا امیر اور  
 اور صوبہ داری الہ آباد کا خوب سنگار ہوا۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر الہ آباد نہ ہو تو صوبہ وہ نہ تھا  
 اسپر بادشاہ نے اوسکو خطاب سے فرما دیا اور صوبہ داری اودہ پر ممتاز فرمایا۔ مگر حسین علی  
 کو گردہرہ باد کے قولی قرار کا اعتبار نہ تھا۔ اسلئے حیدر علی خان کو بھی لشکر کے ساتھ الہ آباد  
 روانہ کیا۔ اوسنے ہر چند اپنی عقل خیر کی مگر گردہرہ باد اوسکے بس میں نہ آیا۔ سپر امیر الہ آباد

دریا رحمن سے پار ہو کر اپنا ارادہ الہ آباد کے جا بیٹھا مشہور کیا۔ اسپرگر دہر بہادر نے اور قلعہ کو  
مستحکم کیا۔ اور پیغام سلام پہنچا دیا۔ اب میرالام نے سوچا کہ قلعہ الہ آباد کا فتح کرنا آسان  
نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ تنازعہ صلیب کے۔ اسی بہتر ہے کہ صلح ہو جائے۔ سو غرض سلمے راجہ رتن  
جو سیدون کی عقل کل تھی الہ آباد میں گئے اور آپس میں عہد و پیمان ہو گیا۔ اور گنگا جلی اڑی۔  
اور سب جلوں میں یہ قلعہ بادشاہ کراؤ میں گئے حوالہ ہوا۔ گرواودہ کی صوبہ داری پر گیا۔  
ہونڈی کے بلج گڑا ریاست راجہ بدہ سنگھ اور راجہ بہیم سنگھ آپس میں لڑ رہے تھے آخر کار راجہ  
بدہ سنگھ کو فتح ہوئی۔ راجہ بہیم سنگھ پست پاد ہو کر سیدین علیخان کی پشت پناہ میں آئے  
اور انہوں نے سید دلاور علیخان کو چیمہ ترار سواروں کے ساتھ داندہ کیا۔ اور حکم دیا کہ بدہ سنگھ  
تنبیہ کر کے بدہ مالوہ جا کر حکم جدید منتظر رہیں۔ اسے حکم جدید کے انتظار میں نہا عظیم کٹر ہو گیا  
جسکا حال آئندہ لکھیں گے +

### مقصود صوبہ لاہور کی کشتی

حسین خان افغان خوشکی قصہ قصور کا رئیس تھا۔ کئی برس اس نے عمر اختیار کیا۔  
لاہور اور قصور کی نواح میں پرگنوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور یہاں بادشاہی آدمیوں کو  
نکال دیا۔ قطب الملک خان عامل کو بھی لڑکر ٹھکانا لگایا۔ اور خزانہ چھین لیا۔ اور آٹھ ہزار  
ہزار سوار لیکر پرگنوں کو لوٹنا شروع کیا۔ عبد الصمد خان دلچسپ صوبہ دار لاہور سات آٹھ  
ہزار سوار جمع کر کے اس کے مقابلہ میں گیا۔ اس نے ایک فوج اس لشکر کو بھی شکست فاش دے دی  
عبد الصمد خان نے خفا ہو کر اپنی ڈاڑھی فوج لی۔ اتفاق سے ایک گولی حسین خان کے  
سینہ میں جا لگی۔ اور وہ مر گیا۔ اس طرح بعد بہت سی کشت و کش کے پھر سنگا مہاراجا  
منسرو ہوا +

## کشمیر کی بغاوت

امام عبد اللہ نبی کشمیری مخاطب بخطاب محتوی خان مدت دراز سے اپنی حماقت سے ہندوؤں کے ساتھ عداوت اور تعصب کرتا تھا۔ جب یہ انقلاب مانا دینے دیکھا تو اوباش احمق مفسد مسلمانوں کو اپنے ساتھ متفق کر میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے پاس گیا اور ان سے حضرت یہ فرمایا کہ آپ یہ احکام جاری کیجئے کہ ہندو گھوڑوں پر سوار نہ ہوں۔ اور جامہ نہ پہنیں۔ سر سیکڑی نہ باندھیں۔ اور باغ اور سبزہ زار کی سیر نہ کریں۔ اور نہ ان دنوں میں نہانے نہ جائیں۔ اور نہ ہونے لگا کہ جو کچھ بادشاہ اور ارباب شریعہ کے ملک محروسین گجاری فرمائینگے اور سپریم ہی مل کر نیلے محتوی خان یہ سنکر فتنہ پردازی پر آمادہ ہوا۔ اور ہندوؤں کو اپنی نسلت سے ستا دی لگا۔ ایک مغز ہندو صاحب نام باغ میں برہمنوں کو گونا گونا گوارہا تھا۔ وہاں محتوی خان جا پہنچا۔ ہندوؤں پر لے دی شرم و عی کی مار پیٹ کر تیرتہ کر دیا۔ صاحب نام دوڑی ہوئے میر احمد خان پاس آئے۔ وہاں محتوی خان صاحبان سے محاورہ چڑھ گئے۔ سارا مال لوٹ لیا۔ محلہ کو لگا دی۔ اور سپریم احمد خان گھر کو گھیر لیا۔ اور وہاں ایک آفت برپا کی۔ کوئی اینٹ مارتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے۔ کوئی گولی چلاتا ہے جو کوئی ہاتھ لگتا ہے ایک کم بجتی مین پڑتا ہے۔ اور بڑا بی عزت و بے حرمت ہوتا ہے میر احمد خان جان چپا کرات دن جیسے بیٹھے رہے دو سکر دن و سپاہ اور اور پسران شاہی کو ہرا لے لڑنے لگے۔ محتوی خان نے اپنے بڑے مفسد جمع کئے اور یہ حکمت کی کہ جس پل پر سے میر احمد خان اوتار گیا تھا۔ اسے توڑ ڈالا۔ اور تمام بازار کے کوٹھوں اور دیوانہوں پر سے عورت مرد نے پتھر برسائے اور گولیاں چلائی شرم و عین۔ کئی عزیز میر احمد خان کے جان سے مارے گئے۔ اور ان سے خود بڑی

مشقت اور خواری اور سخت و دشواری سے نجات پائی۔ یہ محنتی خان دوبارہ اس کے  
گھر پر چڑھ گیا۔ اور وہاں حصار ام اور غرض منہ کو گرفتار کر کے خوب مارا۔ کسی کو لٹا کیا  
کسی کو بوجھنا یا کسی کا ختنہ کر ڈالا۔ کسی کو بالکل خواجہ کر ڈالا۔ یہ جامع مسجد میں انکر  
میر احمد خان کو نیابت معزول کے اپنے تین مسلمانوں کا حاکم مقرر کیا۔ اور دیندار خان  
لقب رکھا۔ اور یہ حکم دیا کہ جیت تک کوئی نائب بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو کر آئے۔ سارے  
جگہ سے اور قضایا سہاری سامنے پیش ہوا کریں۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو مومن خان  
نجم الثانی کو عنایت الخن صوبدار کشمیر کا نائب بنا کر بھیجا۔ جب یہ سنا تو دیندار خان کے  
کان گھر سے بھاگ پادشاہی امین نے اس کو اور اس کے دو بیٹوں کو گرفتار کر لیا اور بیٹوں کا  
پٹ باج سامنے چلے۔ اور یہاں کو بری گت لے کر مار ڈالا۔ اسپر خندان نے  
بڑا ہنگامہ شہر میں مچایا۔ ہزار دن کی جانوں کا اور لاکھوں روپیہ مال کا نقصان ہوا  
آخر کو کچھ ہمسایین دارودار ہو کر اس میں ہو گیا۔

### نظام الملک صف جاہ اور سادات کی منازعت

حین قلیج خان کا خطاب نظام الملک صف جاہ تھا۔ اب آئندہ ہم صف جاہ ہی لکھینگے  
اس کا حال بہت کچھ بڑھ چکے ہو جس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ توراتی سردار بڑا خاندانی اور  
غازی الدین خان کا بیٹا تھا جو ازبک سرداروں میں گنتی کا سردار تھا۔ اس  
جو احمد دلاور نے اس کے عہد میں خود ہی اعزاز و اقتدار پیدا کیا تھا۔ دکن میں  
کچھ دنوں ناظم رہا۔ پھر وہاں سے حلا آباد کا فوجدار مقرر ہوا۔ مگر جب انقلاب زمانہ ہوا  
امیروں کو گدائی اور زلیوں کو امرائی ہونے لگی۔ سارے اس کا جگہ لال کنور کی سہیلی  
سے سواری پر ہوا جس کا بیان بڑھ چکے ہو تو وہ غرض نشین ہوا۔ سیدو نے اس کی بڑی خاطر

مالوہ کی حکومت پر منحصر کیا۔ نیز ہاں اس نے نہایت عمدہ انتظام کیا۔ اور شیور  
 اور فساد کے مٹانیکے واسطے اس نے سپاہ کو بڑایا۔ امیر الامرا جب کن سے مالوہ میں آیا تھا تو حضرت  
 قلعہ داراڈو اس کی ملاقات کیوٹھ گئی تھا۔ اب امیر الامرا نے اختیار سلطنت پاکر  
 اس کو معطل کیا۔ اور اس کی جگہ خواجہ جمل خان تو رانی کو بھیجا۔ حضرت خان قلعہ کے دینی میں مل  
 اور قتل کیا خواجہ جمل خان امیر الامرا کو لکھا۔ ویاں نظام الملک کے نام کیا۔ اس نے حضرت خان کو  
 سمجھا کر قلعہ دلوا دیا۔ مگر وہ اس نے رکو پٹنجا اور جو اندھ جانتا تھا۔ اس کو اپنے پاس کہا۔  
 اور قلعہ رات گزے جب چتر سال نے قبضہ پایا تھا بھی اور اس نے بڑی جوانمردی سے اسے فتح کر لیا۔  
 اور چندیری کے دہات پر قبضہ کر لیا۔ محمد امین خان اور اعتماد الدو الہ ایما سے جو بادشاہ پور کی  
 زبان میں باتیں کرتا تھا نظام الملک اس بہت سپاہ پادشاہ فری دانہ کردی۔ جب اس جمعیت  
 فتوحات کی خبر سید عبدالکد کو پہنچی۔ تو اس نے نظام الملک سے صف جاہ کو لکھا بھیجا کہ ہمارا ارادہ  
 کہ وہ کن کے صوبوں کے نظام کو واسطے مالوہ کو اپنا دارالقرار مقرر کریں ان چار صوبوں کے آباد  
 اور الد آباد برہان پور اور ملتان میں جس صوبہ کی حکومت منظور ہو گا بھیجیں۔ انہیں دونوں  
 وہ سپاہ جو سید دلاور علی خان بوندی کی ریاست پر لگیا تھا۔ اور جو حکم تھا کہ مالوہ میں ٹھہر کر  
 حکم کی منتظر رہی وہی سرد مالوہ پر اجیدہ سنگہ اور اجیدہ سنگہ کے ساتھ پہنچ گئی تھی۔ غرض  
 بہر سامان دیکھ کر صف جاہ نے ہر سخت جواب سید کو لکھا اور خط کے عنوان میں یہ شعر تحریر کیا کہ  
 بعیت من بیوفا نیم یوفا نیمو قتم من چو شمانیم شبا نیمو قتم من قطب الملک  
 اور امیر الامرا اس مضمون کو پڑھ کر فرود خٹہ خاطر ہوئے۔ نظام الملک کے کلیل مقرر ہو بلکہ کلمات غمناک  
 اور تلخ نظام الملک کی نسبت ارشاد کئے۔ نظام الملک نے سو جاہ کی سازسی کا اب وقت نہیں  
 سوار سلطنت میں مستقل اختیار پیدا ہونا دشوار ہے۔ اس نے اپنی اقتدار اور اختیار کئی فیاد



ستحکم کرنا چاہا۔ اور ہرگز سے یہ گفتگو ہوئی۔ اور بادشاہ کی طرف سے محمد امین کی معرفت خفیہ  
 تحریر ہوئی۔ امیر الام اور قطب الملک راجہ رتن چند اور راجہ جیت سنگ کی دل تنگ ہوا۔  
 عرض یہ بہ باتیں جب جمع ہوئیں تو وہ اپنی جان بٹا کر اور سمراز فقیوں کو لیکر جادوی اہلی  
 ریشیل ۲۰۰۰ میں سرخ سے ملک کن کو روانہ ہوا۔ مکن میں پہلے ہی اوسکا اٹھا اور وہاں  
 بھگت کشانی ۱۱۳۲ مرٹھوں اور مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ یہ خبر جب سنا کہ بونچی تو اوں ہونے وہی فوج جو سید  
 دلاور علی خان کو ماتحت مالوہ سرحد پر ہے تھی اوسکو حکم نظام الملک کے تعاقب کا دیا +

### نظام الملک دریا و نربدا سے پار ہوتا

دریا و نربدا کے گذر کر پورے جہان نظام الملک اپنا روترا سیر کا قلعہ اوسکو یون ہاتھ آگیا کہ ہاں  
 قلعہ اوسکو وصال کی تنخواہ اور کچھ انعام دیدیا۔ اس طرح قلعہ اوسکو پر تصرف ہوا۔  
 براہ کصوبہ دار عرض نظام الملک کے ساتھ قریب کار شتر کہتا تھا وہ شتر تہ فوج کے ساتھ آئے  
 آن ملا۔ انہما کے ایک سردار مرٹھوں کا کہ راجہ سامو مخالف تھا دوسرا سواروں کے ساتھ آگیا۔  
 انور خان صوبہ دار برہان پور بھی سید کو حسان بھول کر نظام الملک کے رفیق بنے۔ مرٹھے  
 جو جا بھی چوتنہ صوکل نیک لئی بیٹھے تھے وہ بھی بہاگ کر اپنے اپنی سرداروں پاس چلے گئے۔  
 اسی اثنا میں سچا الدین علی خان کی والدہ اپنی چوٹے چوٹے بچوں کو لئے برہان پور کو آئے  
 بیٹے پاس جاتی تھی۔ اوسے نظام الملک پاس ہی حفظ آبرو کو لئے پیغام بھیجا کہ سباب  
 اور جوابات سب کی زندگی میں مگر نظام الملک نے یہ جواب دہی کی کہ کچھ سبب اور مال پر  
 نظر نہ کی اور اوسکو اپنی آدمیوں کے ساتھ سید دلاور علی خان کے لشکر تک پہنچا دیا۔ اب یہاں دونوں  
 بہانوں میں اختلاف نہ تھا۔ قطب الملک راجہ رتن چند کی یہ مرضی تھی کہ نظام الملک کو  
 صوبہ داری دکن دیدینی مناسب مگر امیر الام اس مصالحت پر راضی نہ تھا۔

## ۳۵ سیدون کی سپاہ کا شکست پانا

المملک  
سید دلاور علیخان میر بخش میر الامیر مانپور سی جوہ کو س چرب لشکر کو لیکر پہنچے۔ تو نظام  
نے اپنی لشکر کے سرداروں کو اس سے مقابلہ کر نیکی لئی۔ بھجوا دلاور علیخان اپنی دلاوری کا دم  
بھرے آگے لگا کر پہنچے۔ اسی وقت کہ یہاں ایک کمین گاہ میں سپاہ بٹہی تھی۔ وہ جو اونپر  
گری تو اوٹھا اور ان کی سپاہ کا کام تمام کیا۔ اور بڑی بڑی سرداروں کو خاک میں ملایا۔ پھر اپنی  
جون سے ملے میں ہوئی۔ نظام المملک لشکر میں فتح کا تقاریر بجا۔ اور بادشاہ اور نورانی امرا  
خوش ہوئے۔ سید و گونہایت ملال ہوا۔ مختلف تدبیریں سوچنے لگے۔ کبھی یہہ سوچتی کہ بادشاہ دونو  
بہائی ساتھ نظام المملک کی سرکوبی کے لئے چلے گئے۔ چلین کبھی یہہ سوچتے کہ ایک بہائی یہاں رہے  
اور ایک کن جگہ محمد امین خان کی بھی فکر میں ہو۔ امیر الامرا کا ارادہ تھا کہ اس سے مار ڈالے۔  
قطب المملک کہتا تھا کہ اگر اس کو مار ڈالو گے تو میں خود مار ڈالوں گا۔ اس سے میر محمد بیجان ہو چکا  
نظام المملک نے کر نیکی لئی۔ اسی طرح باہر عالم علیخان کی تیار تھی۔ یہہ دلاور علی خان کی جہالت  
تھی کہ وہ اس ہی ملکر دشمن سے نہ لڑا۔ اور یہہ نظام المملک کی دانائی تھی کہ ان دونو  
کو ملنے نہ دیا۔

## عالم علی خان اور نظام المملک کی لڑائی

عالم علیخان پانچویں سوال کو نظام المملک کے مقابل بڑی سوار و سامان سی ہوا۔ مگر ناتجربہ کار  
نوجوان تھا۔ نظام المملک کے سامنے کب نہ ہر سکتا تھا۔ باوجودیکہ دلاور علیخان کی شکست کا حال  
سن چکا تھا۔ مگر سپر ہی دشمنوں کی اسی جہالت میں ہنسنا۔ جہین وہ پہلے ہنسنا تھا۔ اس لڑائی میں  
نظام المملک خود شہر پرک تھا۔ غرض ایک عجیب ایک تیز و زور آور ہوئی۔ اور طرفین سے بڑی بہادر  
اور مردانگی جو ان دونوں کے ظاہر کی نظام المملک نے اپنی چاہت سے بعض سرداروں کو بھی مار ڈالا۔

مگر یہ ہی سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر کار اس کل زار کا انجام آخر جولائی ۱۲۸۵ء میں یہ ہوا کہ عالم سلطانی  
کمان لاؤرنگی لڑا اور بہادر سنجی مالگیا جیساں واقعات کی خبر سید و کو پہنچی تو ان کے ہاتھ پر  
پہول گئے۔ رنگ چھوڑ گئے اور گئے۔ اگرچہ بادشاہ اور اکثر مران واقعات وقوع میں خوش ہوئے  
مگر جو زمانہ کو دیکھ ہوئے بیٹھے تھے وہ کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔ اولو قین تہا کہ سلطنت کے برباد  
ہونے میں کچھ شک نہیں رہا۔ اس خیال کے تائید پہلے ایک لڑی ہوئی۔ رمضان ۱۲۸۶ء کو  
دہلی میں ایسا زلزلہ عظیم آیا کہ بہت کھانات گر پڑے۔ اور بہت آدمی مکانوں کے تلے دب کر گئے  
جو لوگ توہمات باطلہ میں مبتلا تھے وہ اس زلزلہ ہی کو بسم السلطنت کے تزلزل ہوئی سمجھیں۔

### محمد شاہ کی ہوشیاری

اس وقت محمد شاہ لکھنؤی دانشمندی اور فطرت اپنی ظاہری۔ اسکی مافصل کی بتلی تھی۔  
وہ سمجھے کہ سید و کے پنجہ سے رہائی ممکن نہیں بیٹھے کو سمجھاتے رہے کہ سید و سے مت بگاڑو۔  
بیٹا ہی مائی بات سمجھتا تھا۔ بڑی تحمل و صبر سے کام کرتا تھا۔ دربار کے امر کی درویش کی بات  
ترک گوڑے بڑی حوصلے والی تھے۔ مگر اتفاق وقت یہی دیکھتے تھے۔ اپنے تئیں ولایتی سمجھتے تھے  
بادشاہ کو اپنا بہائی جانتے تھے۔ ان سید و کو ہندوستانی سمجھ کر ذلیل و ذقیر جانتے تھے۔  
ذلت اور خواری گویا ہندوستان کی حصہ میں آئی تھے۔ کہ ایک ہندوستانی سید کو تو رانی  
غلام ذلیل سمجھے۔ سوا اسکے مذہب کا اختلاف ہی باعث فساد تھا۔ ترک اہل سنت و جماعت شیخ  
شیعہ وغیرہ۔ شاید ایک ہی مذہب کے دو مختلف فرقے کے آدمی جیسے باہم عداوت و دشمنی رکھتے  
ہیں ایسے دو مختلف مذہب کے آدمی باہم خصومت نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کا خون جیسا اس  
منازعیت ہی ہوا کہ یہی غیر مذہب دشمنوں کو ہاتھ ہی نہیں ہوا۔ محمد شاہ تحمل سے ایسی صورتوں کا  
مقرر نہیں ہوا کہ جو اسکے زلزلہ سلطنت کے مفید ہوں۔ اور چکے چکے ترکوں سے جوڑ لو۔

محمد شاہ کی ہوشیاری

سیدون کو توڑا رہا۔ اگرچہ سیدوں کے معتبر آدمی پادشاہ کو ہر وقت کہہ رہے ہوتے تھے۔ مگر کاروبار میں پادشاہ کی گفتگو کرنے کی لئے اور امر کو بھی موقع مل جاتا تھا۔ بڑی بات یہ تھی کہ محمد شاہ ترکی زبان جانتا تھا۔ ترک اور اسی زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اور اس پر وہ میں رمزوں میں ہی مطلب کہہ دیتے۔ قیومین کو آدمی لکڑے منہ تھاکرتے۔ کچھ بھجھتے نہ کچھ کہتے۔ اس ترکی گفتگو کی بدولت محمد امین خان نے ترک امیروں کے سب کام بنائے اور سیدوں کے کام بگاڑ دیے۔ یہ وہی محمد امین خان ہے جسے فرخ سیر سے کنارہ کشی اس سبب کی تھی کہ وہ زبان کچا اور پیٹ کا ہلکا ہے۔ وہ نماز ساری سیدوں کے ساتھ ہی ملا رہتا۔ مگر دل میں ہمیشہ اونکی فائزیتا اور اوس کی بدولت خط و کتابت کا رستہ کھلا اور آخر کو رفتہ رفتہ پادشاہ کی حمایت سے کون نے زور پایا۔ اور اون کے زور سے پادشاہ کی سلطنت میں زور آیا۔ اس گروہ میں ایک وزیر پڑا زبردست ایرانی استاد خان شریک ہو گیا جسکی اصل نسل کا حال نیچے لکھا ہے۔ نظام الملک کے بعد اوس کا درجہ تھا۔

## سعادت خان

مرزا نصیر بد شمس الدین فیض پوری حسینی محبوبی اولاد جناب مام موسیٰ کاظم سے تھا۔ اُسکے دو بیٹے تھے ایک میر محمد باقر اور دوسرا میر محمد امین۔ وہ ۱۱۸۰ھ میں بنگالہ میں آیا۔ اور میر محمد باقر کو ساتھ لایا۔ عظیم آباد میں اقامت اختیار کی۔ شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے اوسکی خبر گیری کی۔ پہر ۱۲۰۰ھ میں میر محمد امین ہی ہندوستان میں باپ کی زیارت کے لئے عظیم آباد میں آیا۔ اور بڑے بہائی کے ساتھ شاہجہان آباد میں گیا۔ اور یہاں چھو بیٹے محمد ون سے بڑھ گیا۔ اور سید عبداللہ اور قطب الملک کی عنایت اور توجہ سے ۱۲۰۵ھ میں ہندوستان اور بیانہ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور پھر اوسکو سعادت خان کا خطاب محمد شاہ دہلی

بھی مورث علی پادشاہان او وہ کا بیٹے ہی ایک شیعہ مذہب کا سردار سنت جماعت سرداروں کے  
ساتھ تھا جسے انہی ہم مذہب دیون کا خون گردن پر لیا۔

**امیر الامرا کا دکن جانا اور قطب الملک کا شاہجہان آباد جانا**  
آخر کو اسہین ضلع اور مشورہ یہ تھ کہ امیر الامرا پادشاہ کو ساتھ لیکر دکن جائے اور قطب الملک  
شاہجہان آباد میں رہے۔ جب یہ راہ مستحکم ہو گیا بڑی سپاہ تیار ہوئی۔ پچاس ہزار  
سوار قدیم اور جدید لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ پادشاہ کو امیر الامرا نے ساتھ لیا۔ ۱۹ فروری  
۱۶۳۲ء کو پہلی منزل کی۔ پندرہویں کو درجن تھا۔ قطب الملک جاہلہ بعد جن حضرت  
ملک امیر الامرا نے نہ مانا۔ بہائی کو دلی حضرت کرایا۔ اور چودہویں کو پادشاہ سمیت سید حسین علی  
خان نے فتح پور سیکری کے نزدیک منزل کی اور تین چار روز درجن کے لئے توقف کیا۔ اور  
اور پندرہویں کو روانہ ہوا۔ جب یہ دونو بہائی جدا جدا ہو گئے تو سازش کرنے والوں کو  
خوب ہی موقع ملا۔

### امیر الامیر اسید حسین علی خان کا مارا جانا

جب پادشاہ کو کچھ اختیار نہ رہا۔ اور سادات کو قصبہ میں بالکل آگیا۔ تو اس پر امر اور قدیم نظام  
اور محمد امین خان اعتماد الملک کے شک ہوا۔ اور ان کے برباد کرنے کی فکر کرنے لگے۔ محمد امین  
خان نے پادشاہ سے دو تین کلمے کی زبان میں کہہ کر اجازت اسکی حاصل کر لی۔ بھجے حسین علی  
نظام الملک سے لڑنے چلا تو محمد امین خان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر امیر الامرا نے نظام الملک کو  
مغلوب کر لیا۔ تو ترکوں کی ترکی تمام ہو جائیگی۔ چہر کون تورانی ایرانی رہے گا اس لئے  
ابہین موقع بنے تو سید حسین علی خان کو غافل بن کر زمین کا پیوند کر لیا ہے۔ مگر اس کام میں  
کوئی دوسرا رفیق شفیق نہ تھا۔ سو اسکو اب محمد امین مخاطب پر معلوت خان جہاں کا اوپر

بیان ہوا مل گئے۔ وہ بھی اس نغمہ میں بادشاہ کو بھرکاب تھی۔ اب یہ دونوں غل ایک ہو گئے۔ اور  
 تیسرے میر حیدر خان کا شغری کو شریک کیا۔ اب آسمین ان تینوں نے قلعہ ڈالا کہ کون امیر  
 کا خون کرے۔ سو وہ میر حیدر کو نام پڑا۔ اور ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ کو میر حیدر نے ایک عرضی  
 محمد امین خان کی شکایت میں لکھ کر دوسرے بلند کر کے امیر الامرا کو جو بالکی میں سوار جاتا تھا  
 دکھائی اور گے بڑے۔ سپاہی مانع ہوئی مگر سیدی اس فرشتہ اجل کے آنے کی اجازت دی  
 اوسنے بالکی کا پایہ پکڑ لیا۔ اور اپنا حال عرض کرنا شروع کیا۔ جب امیر الامرا عرضی پڑھنے میں  
 مصروف ہوا تو اوسنے ایک پیش قبض کمر سے کہول کر اوسکے مارا۔ اوسکے لات ایسے  
 سے ماری کہ وہ خود دوسری طرف بالکی کے جا پڑا۔ اور تیسرے نے پہلے لکھا کہ بادشاہ کو مارو پھر  
 امیر الامرا کے آویں میر حیدر کے بھی ٹکڑے ٹکڑے سے اڑا دئے۔ پھر مغلون نے هجوم کر کے  
 بعض اوسکے رفیقین کو مارا۔ اور حسین علی خان کا سر کاٹ کر لیکے۔ اس قتل کی شکایت  
 کچھ سادات کو نہیں ہوئی چاہے کیونکہ یہ تو وہی قتل تھا جسکو اونہوں نے خود نظام ملکی  
 میں داخل کیا تھا۔ جوراہ اونہوں نے اور کچھ لئے نکالی تھی اوسی راہ پر خود چلنا پڑا۔  
 جو کونان اونہوں نے اور کچھ لئے گھودا تھا اوسین خود گرا پڑا۔

### غرت خان کا بادشاہ پر چڑھنا

جس وقت امیر الامرا کا قتل ہوا اوس وقت ایک بھگامیادے لشکر میں برپا ہو گیا۔ غرت خان  
 امیر الامرا کے بہانچے فی جہ وقت یہ خبر سنی تو نہ لشکر کی تیاری کی نہ قلعہ خانہ کا انتظار کیا  
 جو دو تین ہزار سوار اوسکے ساتھ تھے انکو ساتھ لے کر بجلی کی طرح بادشاہ کی لشکر کی طرف  
 محمد امین خان اور حیدر علی خان کے کہنے سے سعادت خان جو سپہ حرم کے گرد و چوم کے ہوئے  
 تھے انکو جدا کر دیا۔ اور بادشاہ کو محل سے بڑی مشکلوں سے باہر نکال کر مٹی پر بٹھایا۔ اور

اعتماد الدہلوی خواہی میں پہنچا سوقت پادشاہ پاس ہی تھوڑی فوج تھی۔ مگر جید قلیخان  
 نے کام کیا کہ تھوڑے عرصہ میں سارا لشکر سمیٹ لیا عزت خان ایسا جوش میں بہا ہوا تھا کہ  
 اس کو کچھ نہیں سمجھائی دیتا تھا۔ گویا وہ یہ سمجھ کر آیا تھا کہ میں لڑنے نہیں جاتا ہوں مرنے  
 جاتا ہوں۔ اس لڑائی کو حیدر قلیخان اس سلیقہ سے لڑا کہ چاروں طرف سے واہ واہ ہوتی تھی۔  
 آخر کا عزت خان رنجی ہو کر ٹبری دلاوری دکھا کر مارا گیا۔ اور پادشاہ کو اس لڑائی میں ہر  
 بنایا کہ اس کے ہاتھ تیرہ ہیکڑوں پر سیدو کچھ فیوں میں آگ لگا دی۔ اور سارا مال حساب  
 کہ ہزاروں روپے کا تہا برباد کر دیا۔ خزانہ بہت سالٹ گیا کچھ پادشاہ کو حصہ سے ہی آیا۔  
 بعد اس فوج و نصرت کو حیدر قلیخان کو حکم سنگہ کو جان کی امان دی۔ اور شش ہزاری کا طلب  
 دیا۔ رجبہ رتن چند کو بھی کئی دفعہ پیغام طاعت کرکھا دیا۔ مگر اس نے اپنی جان کی سلامتی ملا۔  
 میں نہ دیکھی۔ ایک شہسار حال کا لکھہ نرسووار کے ہاتھ قطب الملک کے پاس بچا۔ خلوت  
 اس راجہ کو بھی بالکی میں جا لیا۔ آلات مکہ سے خوب خبر لی۔ اور محمد امین خان پاس نہنگا کر کے  
 اس سے اس کو کٹیرے پہننے کو دی۔ اور طوق و زنجیر کارو اور اور سبز یادہ کیا۔ غرض سیدو  
 کے رفیق کو چہ عبداللہ خان پاس بیگ لگی کچھ پادشاہ سے ملے۔ سپاہ جو کسی طرف نہ بولی تھی پاد  
 کی سطح ہو گئی۔ اب محمد امین خان اسلئے کہ عوام الناس اس کو سکو بانٹیں کہ سیدو کو قتل  
 کر ڈالا عزت خان اور امیر الامرا کا جنازہ زراف تیار کیا۔ اور نماز پڑھی اور یہ پکار کر کہ ہاکہ  
 اسے یاد دہتھیر کر سوتے ہیں۔ اور جنازہ کو اجمیر شریف روانہ کر دیا اور اس زراف  
 کرنے میں شہرت یہ تھی کہ راہ میں قطاع لوطی و سکو لوط میں توان لاشوں کی بھی آہ  
 مگر آخر وہ سینگہ۔ لوگوں نے نہایت تعظیم اجمیر تک جنازہ کو پہنچا دیا غرض امیر الامرا کو  
 صورت پیشانی جو فرخ سیر کو پیشانی تھی۔ وہاں میں یہ تہ تقام کی ایک عمدہ مثال ہے۔

کہ جو فوج سیر سے ظم اور زہر ہوا۔ وہ سید کو ہاتھیں اور سر ہوا۔ اور جو سیدوں کی اور سپر ظم کیا وہ اور  
کے ہاتھیں سیدوں پر ہوا۔ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ سے اس ہاتھ لے +

### قطب الملک کے بہائی کی مرنگی خبر پہنچنا

شاہجہان آباد سے قطب الملک جالپور کے سن بہتہا کہ شہر سورتین چند کا شفق لیکر پہنچا۔ اس  
بہائی کی سداوی سنکرو سکونہایت غم اور بے ہوا۔ روایت شاہجہان آباد میں آیا۔ رات  
بعض فقیوں نے صلاح یہ دی کہ اب تک بد حسین علیخان کا لشکر بادشاہ سے ملے گا۔  
بہتر ہوگا کہ اس حصے میں اب زمان جاہوٹے۔ یہ صلحت اور سنی سپہنشین کی اور کہہ کہ  
اب بادشاہ متقل۔ اور اس کے ساتھ کیل ہماری فوج شکستہ خاطر اب بادشاہ سے ملے لے  
کوئی وجہ ہوا اس کے نہیں ہو سکتی کہ عالمگیر کے نسل میں کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنائے۔  
اور اس کے استحقاق سے سامان ہجرت ہوا اور امیرون کو بادشاہی بنا عرض اس محمد سید  
جس قدر غم پر غم اور بے ہوا پر بے ہوا گئی توئی ہی اس کی بھل و رعبت زیادہ ہوتی گئی۔ اور  
اپنے آدمی اول مغالہ دین کے بیٹوں پاس بھیج کر وہ سلطنت قبول کر لیں۔ مگر وہ بولے انکار کیا۔  
اور شاہزادہ نیکو سیر نے ہی یہی کہا۔ مگر سلطان ابراہیم خلیفہ فوج القدر بشیر بہادر شاہ راضی  
ہو گیا۔ پندرہ ہون ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ کو وہ تخت پر بیٹھا۔ اور ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم لقب  
اوسکار کہ گیا عبد اللہ خان شاہجہان آباد میں دوسرے روز حاضر ہوا۔ اور اس کی طرف سے کوٹنگو  
مراتب و مناصب محنت ہو اور فوج اور افسران فوج کی خدمتوں کو اپنے ہی حاصل کیا۔ اور  
نوشہ ہزار سوار بہتے کر لیں مگر او میں شریف کم تھے۔ تنخواہ ہقد سوار کی بڑی ہادی تھی کہ ہوا  
عرصہ میں فوج جمع ہو گئی۔ ایک کھڑو یہ خرچ کر دیا۔

سلطان ابراہیم کلوج کرنا اور محمد شاہ سے ملنا



عبداللہ اذنی کج کو بغیر اپنے بہائی کو مرنے سے دو ہفتہ بعد یہ لشکر تیر لیکر اگرہ کی طرف روانہ ہوا۔  
 جاتوں کا راجہ چورامن جو اگرہ اور تہرا کا صوبہ دار تھا اور انگریزوں کے ساتھ سپاہ کی تہذیب  
 اور بہت سی ٹوٹے ہوئے سیدی باؤسی لشکر میں آکر ملے۔ نوین محرم احرام کو محمد شاہ ہی شاہ  
 بسے اگے بڑھ کر مقیم ہوا۔ محمد شاہ عبدالصمد خان سیف الدولہ بہادر ولیہ جنگ اور راجہ دہراجہ جنگ  
 کا انتظار رہا۔ شاید بعد وقت کے سبب نہ آیا۔ محمد خان بنگش تین ہزار سواروں کے ساتھ  
 اور عزیز خان رسیلہ اور بانیہ خان میواتی اپنے ہمراہیوں کی جماعت کے ساتھ پادشاہ کیساتھ ہو کر  
 اور راجہ جبر سنگ کی طرف سے بھی چار ہزار سواروں کا لشکر شاہی میں شریک ہوئی۔ ان دونوں  
 لشکروں میں بہت کم فاصلہ تھا۔ ہر لشکر نے اپنی ترتیب کی۔ مگر عبداللہ خان لشکر میں بارہ کے  
 سید کسی کی نسبت تھے۔ اپنی جماعت جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ لڑائی میں <sup>۱۱</sup>نواں <sup>۱۲</sup>مہر <sup>۱۳</sup>شہ <sup>۱۴</sup>کو  
 عبداللہ خان کو شکست ہوئی۔ پادشاہی دمیون سید عبداللہ خان کو گرفتار کر لیا۔ شاید  
 آل نبی سمجھ کر اس کی جان چھوڑ دی۔ رفیع خانہ میں بھی یا غرض پادشاہی لشکر کی فتح کی عید  
 منائی۔ سیدوں کے ان محرم کا ماتم بڑا بچا سیدانیاں اور ہر اوہ ہر ماری پرین جو کچھ وہ ویر  
 گز گیا ناغیہ بہت

### محمد شاہ کی قتل کا آغاز

اب پادشاہ سیدوں کے ہاتھ میں یوں خلاص ہو کر ۱۶ محرم کو شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ اور  
 ۲۲ محرم ۱۱۳۲ کو تھوری اور بابری شان ہاتھی پر سوار ہو کر شاہجہان آباد میں داخل ہوا۔  
 اور بڑا خشن کیا۔ نواب سید گیم نے اپنی بیٹی پرستی بہت سونا اور چاندی چھپا کر کیا۔ پادشاہ  
 جو امرالٹ الی میں فیتق رہی اور انعام دار ام دیا۔ اصل بندہ اسے اور مناصبت کے حیدر  
 کو ناصر جنگ کا خطاب بہت ہزاری بہت ہزار سوار ہوا۔ سعادتمند برہان الملک کے خطاب

بہادر جنگ اور اضافہ ہوا۔ اعتماد والدہ محمد امین خان کو وزارت کا قلم لے کر محنت ہوا۔ اسی میں  
نے اپنا کام تین مہینے میں کیا تھا کہ جنوری ۱۳۳۱ء کو بقضاء الہی مر گیا۔

### میر محمد حسین کا مذہب جدید

اس بادشاہ کی سلطنت کو بھی کوئی نہ کوئی روگ لگا ہی رہا۔ اور عجیب غریب اوقات اور حادثات  
واقعہ میں آئے۔ میر محمد حسین قوم کا سید شہد مقدس کا بیٹا والا کابل میں آیا۔ اور عہدہ المملک  
امیر خان صوبہ دار کابل کے ہاں رسوخ پایا اور اس کی کسی شتمہ دار عورت سے اپنا نکاح کیا جب  
رشتہ تعلق پیدا ہوا تو عالمگیری بادشاہ کو براہی بہت تحفہ تحائف اور عطر وغیرہ لیکر کابل سے  
روانہ ہوا۔ لاہور میں پہنچا تھا کہ بادشاہ کی مرضی خبر اس کو پہنچی۔ اس نے وہ سب تحفہ تحائف  
سترستی نہ رہا روپیہ کو بیچ ڈالے۔ اور اس سرنایہ کو بغل میں دبایا اور توکل و رفیق کا جامہ پہنا۔  
علم سے بیہوش تھا۔ دو چار ہاں بعلو نکو شاگرد بنایا۔ ایک نئی زبان کا یون رنگ جمایا کہ وہ قدیمی  
فارسی الفاظ جسے لوگوں کے کان نہ آتا تھا۔ اور میں مال اور شعلہ اور تو اعداد وغیرہ خارج  
اور اس کو اپنی شاگردوں کو تعلیم کیا۔ اور اسی میں بات چیت کرنی شروع کی۔ پھر ایک یا مذہب  
اختراع کیا۔ امامت اور پیغمبری کی تحمیل ایک دوسرے کی گیت کا ایجاد کیا۔ اور خود بیکو کہو بیگا  
دعویٰ کیا۔ اور ایک کتاب تالیف کی اس کا نام اجورہ مقدسہ کہا۔ وہ اس کی زبان مختص میں گویا  
قرآن تھا جو اسے خدائی ہوئی ہٹیا روں کے محل پنازل کیا تھا۔ یہ بہ ہاڑی اس کے واسطے گویا  
کوہ طور تھی۔ اس پر جاتا اور کوئی نہ کوئی کوہ سوار وہ بیان کرتا تھا کہ یہ پیغمبر کے بعد تو بیکو کہو بیگا  
ہیں خاتم النبیاں کہ اول بیکو کہو بیگا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت امام ضاتہ بیگان بیکو کہو بیگا  
بتاتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں حضرت فاطمہ زہرا کا وہ بیٹا محسن ہوں جو اسقاط حمل میں ضائع  
ہوا تھا۔ اب فقط بیکو گیت میری ذات مخصوص امامت اور نئے جدا ہو گئی ہے پہلا امامت

اور سیکو گیتہ دونوں ایک ہی شخص کی ذات میں مجتمع ہوئی تھیں۔ پانچ وقت کی نماز کے سوار  
 تین بازو صبح شام دو پہر کو مقرر کین۔ اور بعد بازو دیوین پڑھی جاتی کہ مربع کی شکلی بہ چار  
 ایک دوسری طرف نہ کی ہوئی کٹری ہوئیں۔ اور نئی زبان میں کچھ پڑھت پڑھی جاتی۔  
 غرض ایسی کفر کی باتیں کرتا جو شخص مرید تھا اور سکنا نام وہ ایک نیا عجیب غریب کہتا۔ نمود ہند  
 نمود و نمود اور شاگرد کا نام فرمود کہ غرض وہ ایسی اقوال کا ذنبہ اور افعال بالکل کوشاں کرتا رہا۔  
 اور دنیا کو اپنی حال میں ہنسنا رہا۔ یہاں تک بے ہنجاری کہ خود فرخ میر چپ کر دسکی ملاقات کو  
 تو اس کا ایسا دماغ چلا کہ اپنی حجرہ کا دروازہ نہ کھولا جب پادشاہ بہت گڑ گڑایا تو اسکو ماند  
 بلایا جب پادشاہ نذر پیش کی تو اوپر نظر نہ کی۔ مگر اپنا مصحف تصنیف کیا ہوا پادشاہ کی  
 نذر میں دیا۔ اور ستر و سپہ لکھائی کالے لیا۔ نذر کرنے جب پادشاہ نے بہت کہا سنا تو فرمایا کہ اچھا  
 غریبوں کے کیون کو باٹ دو۔ یہ کہ کیفیت اسکی فرخ میر کے عہد میں رہی۔ جب محمد شاہ کا عہد  
 نقاس فرقہ نے اور یہی زور کچھڑا محمد امین خان وزیر کے ہتھیال کا ارادہ کیا سپاہیوں کو  
 نمود ہند گرفتاری کر لئے سچا۔ اوسنی اوکو لوہن پر چایا کہ اپنی ایک خوب صورت بیٹی کے ہاتھ میں  
 پہچین اور سپاہیوں سے کہا کہ قصیر کہہ کا شاستا اسی کرو میں ہی آتا ہوں۔ کہ ان میں یہ خبر  
 آئی کہ محمد امین خان کا در وقوع سے برا حال ہے۔ یہ سن کر یہ سپاہی اولے چلے آئے اور  
 جو لوگ وہاں باطلہ میں گرفتار تھے وہ یہ سمجھے کہ ان حضرت کی گستاخی نمود و وقوع آگیا۔ یہاں  
 اس ہم نے لوگوں کو کہہ کر محمد امین خان کے بیٹے قمر الدین خان اسکی بہت کیوں سطلے پانچ ہزار  
 روپے بھیجے۔ اب ان حضرات اس دم پر دم یہ خبر آئی تھی کہ وزیر کام لبو پڑھی ہلا ایسے وقت میں  
 نذر قبول کر کے اپنی سیکو گیتہ میں بٹا لگا تا جب رئیس نظر ہوئی تو فرمایا جاو لیجاو۔ ہم فی اس کا فر کے  
 جگر پر ایسا تیرا کہ کبھی نہ ہنیں سگلا۔ میں مسی میں شہید ہونیکے لڑا بٹھا ہوں میرا باب ہی

مسجد میں شہید ہوا تھا۔ اگرچہ میں خود ایک فقہ شہید ہو چکا ہوں۔ اب دوبارہ شہید نہیں ہونگا۔ قرآن مجید کے آدمیوں کے گڑگڑا کر عرض کیا کہ کچھ جواب لکھ دیجئے تو یہ لکھ دیا کہ تیرا زمانہ جنتہ آج راجو رفتہ باز بنی آید۔ اور یہ ایک قرآن کی آیت لکھ کر دی اور یہ کہ لکھا کہ لیکن جہے ہاں پہنچو گے تو ہمارے کوزندہ نہ دیکھو گے۔ یہی ہوا کہ ان آدمیوں کے آئینے پہلی دیکھ کر اجل کا نشانہ ہوا تھا۔ عہدہ کہ وزیرِ رون کی ایسی مرگ مفاجات میں نہ رہ کہ لایکا لگامان ہوا کرتا ہے مگر یہاں ایک اور ہی نیاز ہر لباسا سب نکلا جھکا کاٹا لوگوں کے نزدیک جیا۔ دو مین برس کے یہ نہ ہو و المود بے بود ہو۔ پہر اونکی اولاد میں ہی سلسلہ مرت تک جاری رہا۔ تھوڑی دنوں تک کے ہی وزیر نہیں مقرر ہوا۔ عنایت اللہ خان کو خلعت نیابت وزارت

### کا مرت ہوا۔ راجہ جیت سنگھ سے منازعت کا ہونا

اس زمانہ میں کوئی نہ کوئی زوالِ سلطنت کی علامت ظاہر ہوتی رہتی تھی۔ راجہ جیت سنگھ کو گجرات کی سلطنت اس جلد و رفاقت میں عنایت ہوئی تھی جو سیدو ساتھ ہوئی تھی۔ اور اجمیر کی حکومت خود محمد شاہ فی اس شرط پر دی تھی کہ بادشاہ اور سیدو کو طوائف میں ہنگامہ نہ پائے اور مین و کہ کسی طرف طرفداری نہ کرے۔ غرض یہ دونوں حکومتیں اسکی حین حیات تک بادشاہ کی طرف سے عنایت ہوئی تھیں۔ اسباب اور گجرات کے رہنے والی راجہ جیت سنگھ کے ہاتھوں تک ہو کر بادشاہ کو سامنے مستغیث ہوئے۔ یہاں اس شکایت کی تمنا ادا رہا بیٹھے تھے۔ کیونکہ راجہ کو سید عبد اللہ اور سید حسین علیخان کا رفیق پرلے درجہ کا گنتے تھے۔ اور اس سبب ابتلا کوں کا دل سے فشانہ تھا۔ اور کینیہ چلا جاتا تھا۔ اور راجہ ہی سبب تعصب کے مسلمانوں کے ساتھ تلخی کا خون کرنا تھا۔ غرض بادشاہ نے دونوں صوبوں اس راجہ کو خارج کیا۔ تو گجرات کی صوبہ داری مغل الد و احمد علیخان کو اور نابھ صوبہ داری شجاعت خان کو اور اجمیر کی صوبہ داری مظفر علی خان کو کہ راجہ جیت سنگھ کوئی کی متوسلین میں تھا۔ مرت کی گجرات کو

راجہ کو نائب نے زور اور قوت کو ذریعہ سے کہنا چاہا مگر مہر علی خان بخٹی مغول اور صفدر علی خان نے  
 حیدر قلی خان کو خوش کر دیا کہ اسے نائب کو اس کی حویلی میں گہیر لیا۔ اور وہ بڑی مصیبتیں اڑھا  
 اپنے وطن چودہ پور میں جان بچا کر چلا گیا مگر علی خان صوبہ داری اجمیر کے بہت بے عزت  
 اور بے سربانجامی کے روڑی سے لگے بڑے سکے۔ کلات میں یہ خبر آئی کہ راجہ اجیت سنگھ نے ہار  
 لیا اور اسے پاپس کے زیندار رجوت لیکر اجمیر کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اس سبب سے ہی اس نے چند  
 روڑی میں توقف کیا کہ راجہ اجمیر میں داخل ہو گیا۔ اس نے جاتی ہی سنا دی بہروانی کہ قضا  
 اور اور راجہ کا نذرانہ اندیشہ اور خورشید نے اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ اور مسجد کے  
 موزنون اور خاموں کو بلا کر کدیا کہ وہ بخوف و فطر قواعد سلام کی شاعت کریں۔ اور مسجد میں  
 تعمیر کریں۔ اور تمام رکان بادشاہی کو بلا کر اسے وہ فرمان محمد شاہ کا دکھایا جس میں خوان قسم لکھے ہوئے  
 تھے کہ صوبہ داری گجرات اور اجمیر کی محمد شاہ کو لقا اور وقت ہوگی۔ اب ایک عرضی بادشاہ کی  
 خدمت میں اس فرمان نقل کے ساتھ پہنچا اور اس میں لکھا کہ اگرچہ ان دونوں حوالوں سے میرا  
 خارج کیا عہد و پیمان کے خلاف ہے۔ لیکن صوبہ داری احمد آباد کی توجہ کی میں نذر کرتا ہوں۔ مگر اجمیر  
 کی صوبہ داری کا امیدوار اور خوشگام ہوں۔ اور جو اسے میرے چہ چہ نہیں آبرو چاہی کہ اسے بوجھ  
 لیکر کیا کروں گا۔ اسلئے امیدوار ہوں کہ دونوں صوبوں کوئی ایک صوبہ عنایت ہو جب یہ فیاض میں تو  
 اور اسے میں اختلاف ہو۔ صمصام لد و کیہ ہرادی کہ وہ یہاں انصاف اور روائی کا سامان  
 دشوار ہے۔ اسلئے صلح کرنی مناسب ہے۔ ہمیں اس مملکت کے قریب ہر اسلئے گجرات کا دینا مصلحت ہے  
 مگر بادشاہ اور بعض اور ارکان مملکت کا ارادہ یہ ہو کہ اس کی تبدیلی و تاکید کرنی ضرور ہے۔  
 حیدر قلی خان فی سعادت خان بہادر جنگ کو جو اس وقت اکبر آباد کی صوبہ داری پر مقرر کیا گیا  
 تھا بلایا۔ وہ فوراً آیا مسلمان کارزار پرست ہوا مگر اور امرا اس کے ساتھ متفق نہ ہوئے۔ یہ

جنور کے بھی اعانت میں مقصود کیا غرض تنہا یہی خبر آئی کہ مظفر علی خان کا تو سارا بیٹا سپاہ  
 اپنی تنخواہ میں لے لیا۔ اور اس نے فرمان اور خلعت صوبہ دہلی کا بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔  
 اور خود جی پور چلا گیا۔ اور اس کے تعاقب میں بعض بنیدار اور مضمن نے بادشاہی ملک کو تاخت  
 تاراج کیا۔ اور راجہ اجیت سنگھ نے نارول کو لوٹ لیا۔ بایزید خان یہاں کے فوجدار سے راجہ کا  
 مقابلہ نہ ہو سکا۔ مصداق الدولہ اسے لڑنے کا ارادہ کیا۔ افواج مظلیہ نے اسے اتفاق نہ کیا۔  
 - حیدر علی خان اس کے ساتھ متفق ہوا۔ اور خیمہ سے باہر نکلا۔ مصداق الدولہ بادشاہ سے ملو تو  
 کہ لڑنا مصلحت نہیں ہے۔ اگر راجہ کو فتح ہوئی تو بادشاہ کا کیا بہکانا ہے۔ اور اگر اس کو شکست ہوئی  
 تو وہ بہاروں میں جا چھپا تو روپیہ اور لشکر کہاں سے جو اس کا علاج کرے گا۔ بہر حال الدین خان نے  
 بیڑا اس کام کا اٹھایا۔ اور سید عبداللہ کی ہائی کی درخواست کی تو وہ نامعلوم ہوئی غرض  
 اس اتفاق اور عدم اتفاق سے سب غم اور اراویں بے فائدہ ہوئے۔ اجیت سنگھ دہلی  
 دار السلطنت سے چاس میل پر پہنچا۔ سب میر اور امرا شہر سے باہر نکلے۔ تو اس کو سوار اس کے کچھ  
 نہ بن پڑا کہ راجہ ان شہر کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں قبول کرے کہ صوبہ اجمل پور اس کو دیدیا جائے  
 تو وہ گجرات سے دست بردار ہوگا +

## آصف جاہ کی وزارت اور بادشاہ کی حالت

ملک کرناٹک اور دکن کے انتظام سے فارغ ہو کر جنوری ۱۸۲۲ء کو آصف جاہ شاہجہا  
 میں آیا۔ اور وزارت کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ اگرچہ اس کو یہ پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ  
 وزارت کا عہدہ اس کے لیے خالی ہے۔ مگر اس وزارت دکن کی خود مختار حکومت کو سے اجا  
 زیادہ معظم جانتا تھا۔ وہاں اس کو جو معاملات پیش می آؤ گے ان پر چھپے ہوئے غرض وہ سب  
 تصفیہ کے یہاں آیا۔ تو دربار کا عہدہ یہاں سے سنا لیا۔ بادشاہ کی زمینیں طبیعت اپنا اصلی

کو کہا رہی تھی عیش کے دریا میں ایسا ڈوبا تو تھک کسی بات کی خبر نہ تھی۔ اور اس بادشاہ کا گنہگار  
 اپنا رنگ سب عمار اور شعر اور اہل کمال میں کھل رہا تھا کسی کو سوا و لطیفہ سخی کے کوئی کام تھا  
 نوجوان تو صاحبیت میں خراب تھی مگر ٹوٹی ہی خضاب لگا کر نوجوان مسخرے میں لگی تھی۔ بعض امرا  
 جو یہاں حاضر تھے مخصوص حیدر قلی خان مقدمات مالی و ملکی میں آصف جاہ خلاف بہت دخل  
 دیتے تھے۔ اسلئے بادشاہ فی وزیر کی خاطر سے حیدر قلی خان کو گجرات کی صوبہ داری پہنچا دیا۔  
 حیدر قلی خان نے یہاں ایک نہایت عمدہ تظام کیا۔ آصف جاہ عالمگیر کے دربار کا عالم دیکھا تھا مزاج  
 اوسکا جاہ طلب راقدا رچو تھا۔ بہلا بہلا دربار اوسکی نظر میں کب آتا تھا۔ وہ یہاں کا حال دیکھ کر  
 بہت گھبرا۔ اوسنے چاہا کہ بادشاہ قلعہ کے محلہ لاکو فیصل کرے۔ اور اپنا تظام قوت کرے۔ مزاج  
 میں دھار اور تہذیب خلاق پیدا کرے غرض خالق و مخلوق دونو کو راضی رکھے۔ مگر بادشاہ  
 کی نوجوانی دیوانی کب اس پر کہن سال کی باتوں کو سننے دیتی تھی۔ اور اوسکی نصیحتیں گنہگار  
 کب اس قابلِ عقل کو سمجھنے دیتے تھے۔ آخر کو انہوں نے یہ تجویز نکالی کہ حیدر قلی خان اوسکو چھوڑ دیا  
 حیدر قلی خان نے گجرات میں جا کر بہت کچھ سر ملے جمع کیا۔ اور عبد الغفور گھر کو ضبط کر کے کر وڑوں  
 روپیہ کی دولت اکٹھی کی۔ اب ۱۰۵۰ ہجری میں دوسرا امیر الامرا حسین علی خان سمجھنے لگا۔ اور آصف جاہ  
 کے درپے تخریب ہوا۔ دربار کے امیروں کے شرکاء تھے۔ سب سے پہلے چاہتے تھے کہ کسی طرح آصف جاہ  
 یہاں سے ملے۔ اسلئے بادشاہ اور درباری مشدعی ہو کر حیدر قلی خان کو اجازت معزول کرے۔  
 آصف جاہ کو دولت جمع کرنی اور ملک بڑھانی کا شوق تھا۔ وہ بادشاہ کے حکم کے موافق گجرات کی  
 صوبہ داری پر روانہ ہوا۔ اور رہی میں اوسنے حیدر قلی کی سپاہ لے کر توڑھوڑ شروع کئے۔  
 اور بہت امرا اور افسران سپاہ توڑا۔ اور خلیفہ کو اپنا رفیق بنا لیا۔ جب جہا لوہ میں پہنچا گجرات  
 کے وہ پہنچا۔ تو معزالدولہ حیدر قلی خان اپنے میں تائب تو ان اوسنے مقابلہ کی نہ دیکھی۔ سلاخی

لیکھو لیا کا بہانہ بنا مخالفین بیٹھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صف جاہ کے کرات کا انتظام کر کے اپنے چچا حامد خان کو اس کے حکومت فیکیر دی اور صوبہ بالوہ جو اس کو تفویض ہوا تھا اس کا بھی انتظام کر کے اپنی چچا زاد بہائی عظیم الدخان کو سو نہ پے یا حیدر قلی خان بادشاہ پاس آیا۔ تو اس نے اپنی مہرانی سے اس کو جمہور کی صورت پر امی راجہ جیت سنگھ کی تہنیک کے لئے سپرد کر دی۔ اور وہ اجمیر گیا۔ اور راجہ کو بہگایا۔ اور صف جاہ ہی اول جمادی الاول میں دارالخلافہ بنایا۔

## بہت پور کی جاٹوں کی لڑائی

اس فزیر کی واپسی کے بعد کوئی بڑا موکرہ سوار اس کے نہیں واقع ہوا۔ کہ برہان الملک سکھ بہادر کو علاوہ صوبہ اکبر آباد کے صوبہ اودہ ہی محض ہوا۔ برہان الملک اس صوبہ جدید انتظام کے واسطے گیا۔ راستہ کی کنٹھہ کو یہاں اکبر آباد میں نائب مقرر کر گیا۔ وہ ہاتھی پر سوار جاتا تھا۔ کہ ایک جاٹ تختہ درخت کی پہلنگ بیٹھ کر نشانہ تفنگ سکوبایا۔ برہان الملک کا قصد تھا کہ اگر انتقام لے کہ مصمام الدولہ کے موقع پر راجہ جی سنگھ سوائی کو جو جاٹوں کا پرانا دشمن تھا۔ انتظام اور انتقام کی نظر سے گاہ کا حاکم مقرر کرادیا۔ اور برہان الملک فقط اودہ ہی کا صوبہ سوار رہ گیا۔ راجہ جی سنگھ نے چور میں جو جاٹوں کا پرانا راجہ تھا رانا شروع کیا۔ اور اس کے قلعہ تھون کو گھیر لیا۔ اور اس کے پیچھے دی سنگھ کو اپنی ساتھ متفق کر لیا۔ اور اس کے استحقاق کے دعویٰ کی تائید کر کے جاٹوں میں بھڑائی دی۔ چور میں بیٹے محکم سنگھ نے باپ کے پیچھے گستاخی کی کہ وہ باپ بیٹوں کی شان کے لئے نہ لوانتھی اس لئے چور میں زہر کہا کر مر گیا۔ محکم سنگھ اس کی جگہ بیٹھا۔ وہ امتی تھا۔ راجہ جی سنگھ نے اس کی رفیقوں کو توڑ کر دی سنگھ کا ساتھی بنادیا۔ محکم سنگھ ہاگ گیا۔ صفر ۱۲۵۰ میں تھون کا قلعہ فتح ہوا۔ اور بدی راجہ اس کے



کہ وہ خراج پادشاہ کو دیا کرے۔

آصف جاہ کا آرزو ہونا اور دکن میں جانا اور

در بار اور امرا کا حال

خان

جوارکان سلطنت اسوقت بڑی بڑی کاموں پر معمور تھے یہ تھی اعتماد الدولہ مرزا الدین

بخشنی دوم صدام الدولہ امیر الامرا بخشنی اول روشن الدولہ بخشنی سوم سید صلابت خان

بخشنی چہارم عتہ الدولہ شیر افگن اور لطف الدخان صادق صدر لہدور۔ پادشاہ کے

مزاج پر روشن الدولہ بڑا جادوی تھا۔ عمدۃ الملک اب امیر خان ایک نیم اخد مت اور

خاندانی امیر زادہ تھا۔ دلیر نہ ہمت اور امیر نہ دماغ رکھتا۔ مگر اوسکی ظرفیت اور لطیفہ سنجی

ایسی تھی کہ سارے دربار کو آفات اور مصائب میں ہی لٹا لٹا دیتے تھے۔ شاہ جہان محمد درویش

کی صاحبزادی رحیم النساء جو پادشاہ کی کوکی تھی اوسکو پادشاہ سے وہ تقرب حاصل تھا کہ

کہ پادشاہ کا قلمدان اوسکے سپرد تھا۔ اور وہی خداوند تخت تھی۔ غرض پر احکام اوسیکے جاری

ہوتے تھے۔ عقل حیران تھی کہ یہ کیا زانہ ہے۔ — رباب

نوبت زکیان باکیان اقتادست : بازوئے شکر نے بمیان اقتادست

شاید کہ سپہ ہنغلہ قصد ز شاط : شمشیر زون بدف زبان قتادست

غرض پادشاہی اختیارات کی کل کو کتنی بالکل بے کوکی کے اختیار میں تھی۔ اب پادشاہ

کی کچھ عزت نہ رہی تھی۔ وہ خاص علم کی نظر میں دلیل تھا۔ آصف جاہ ایک متبع کا شخص تھا

اوسکو ایسا سفلیہ دربار کہ چھا لگتا تھا۔ اول و سنے کوشش کی کہ پادشاہ کو مزاج کو صلاح

لائے لیکن وہ عیش و طرب کا بندہ کہ بنتا تھا۔ اوسکو یہ صحت عذاب الیم تھی اور اوسکی

صحت اور دن کو ناگوار تھی اب اپنی کم مہتی و نامردی کی سبب امیر اوسکے مقابلہ کرتے

قابل تو نہ تھے مگر اس یکہین سال کی اور طرح سے ہنسی و طرائف شہ صبح کی ایک من شاہ  
 نے صف جاہ کو ملبوس خاص یہاں ربار کو اس بات کا داغ ہوا۔ دو سر فرور زیر کے جلائی کے  
 واسطے ناچ کے جلسہ میں بہانہ کو ملبوس خاص لوادید اس ہتھ پر ہی اونے بادشاہ کو کلا  
 سلطنت کی طرف غیب کرنا چاہا۔ اور اس کے سامنے کام پیش کیا۔ مگر بادشاہ کو یہ خود وہاں  
 معلوم ہوتا تھا۔ اس پر میر جے جاتی تھے۔ اور ایسا کیسے گستاخ ہو گئے تھے کہ ایک امیر جہان نے  
 لگے کہ وہ کیسا بند کی طرح بادشاہ کی سامنے دھلتا پرتا ہے۔ صف جاہ ہر دم کی خبر کہتا تھا  
 اونے یہ سن کر کہا کہ اگر یہی حال ہے تو دیکھو کہ اس فہیل قلعہ کے ایک ایک کنگرہ پر بند  
 ناچے گا۔ بادشاہ اور امرا اگرچہ چاہتے تھے کہ وہ پاس رہے۔ مگر سب سے ڈرتے تھے۔ اس کے  
 آرزو کرنے کی یہی ہمت نہ رکھتے تھے۔ یہم آرزو رکھتے کہ وہ اپنی خوشی یہاں چلا جائے  
 اب صف جاہ ہی اس منخر سے دربار میں رہنا چاہتا تھا۔ وہ بادشاہ اور امیر وں کے ہاتھوں  
 اشاروں کو سمجھ گیا۔ شاہجہان آباد کی ناموفقت آب و ہوا کا عذر پیش کیا۔ مراد آباد کو  
 تبدیل آب و ہوا کے لیے قصد کیا۔ بادشاہ بھی یہم عذر سن لیا۔ اور بہت سی بے صلہ ہائی  
 اور اشتقاق دیکھا کہ اس کا دل خوش کیا۔ وہ <sup>اکتوبر ۱۶۲۳ء</sup> <sub>۱۱ صفر ۱۰۳۴ھ</sub> کو رخصت ہوا۔ اور کچھ دور  
 مراد آباد کی طرف چلا۔ پھر سید ہاجید آباد کو گن جلا گیا۔ اور وزارت کے عہدہ منتفعی ہوا۔  
 صف جاہ اور مبارز خان صوبہ دار برہان پور کی لڑائی  
 آصف جاہ کے آرزو خاطر ہونے کی جب امیر وں کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بادشاہ کا  
 شہ خاص مخفی چپا کر مبارز خان ناظم صوبہ برہان پور کو بھیجا۔ کہ وہ سارے ملک کو  
 صف جاہ کے گشتوں سے چھین لے۔ پس خدمت کر جلد وین او سکود وین کی صوبہ داری  
 عنایت کیجا نیگی۔ اس لالچ میں مبارز خان اگر بلا میں گرفتار ہوا۔ اور خان کبھانی



اور بادشاہی ملک و مملکتوں سے محفوظ رہے۔ مگر شاہی حکومت کو ایک وزیر بالاجی شہنشاہ راؤ ایسا مل گیا کہ اس نے اس اہل کے ریکام ایسے بنا دی کہ سیوا جی کا وقت معلوم ہو سکے۔

## بالاجی شہنشاہ راؤ کا حال و نظام

سیوا جی کے وقت سے عہدہ پیشوا کا چلا آتا تھا۔ کئی پیشوا لائق مقرر ہو چکے تھے۔ مگر بالاجی شہنشاہ راؤ ایسا پیشوا ہوا کہ اس نے پیشواؤں کو خاندان کی بنیاد ہی جمادی۔ یہہ پیشوا قوم کا سر زمین تھا۔ کانکن کا رہنے والا۔ موروثی پٹواری کسی کانٹون کا تھا۔ اس میں علاوہ برہمنوں کے فطری عادلون کی بہت اور جراثیمی تھی کہ برہمنوں میں شاذ و نادر ہوتی ہے۔ گو وہ خود بڑا سبب ہی نہ تھا بلکہ گھوڑی پر سقد رکھ چڑھنا آتا تھا کہ جب شمنوں کے خوف سے گھوڑا دوڑنا چاہتا تو وہ آدمی اس کو گھوڑے کے اوپر اور دھڑکتا ہوا رہتا تھا۔ مگر وہ پہاڑی آدمی تھا۔ گھوڑے پر چڑھنے کی نہ مشق ہو تو تعجب نہیں۔ غرض وہ خود ہی لائق تھا۔ اور اس کی اولاد اس سے بھی زیادہ لائق ہوئی۔ اول کہ کسی جد و نسب سے اہل کا ملازم ہوا۔ اور وہاں سے راجہ سا ہو کر ملازمت میں پہنچا۔ اس نے وہاں اپنی لیاقت اور ذہانت سے راجہ کی نظروں میں وقار اور سہم نظروں سے زیادہ اعتبار پیدا کیا۔ اور راجہ اس کو پیشوا اپنا مقرر کیا۔ اور اس کے سب کو قلعہ مستحکم اور پندرہ اور اس کے گرد و کال ملک ہی رعایت کیا۔ اور مال گزاری کا نظام اس کو سکھایا۔ جس کا بند و بست اس کی نئی طرح سے کر دیا۔ جس سے اس کی کمائی بابت اور لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ اور واقعی اس انتظام سے مہٹوں کی خوب ترقی ہوئی۔ اور وہی سبب پیشواؤں کی ترقی کا ہوا۔ اول کام اس سے یہ کہ کیا کہ مہار شہر کے ملک میں جو درجہ ہی مہار شہر ہی تھی اور مغربی ساحل پر جو متاد برہمن تھے ان سب کو مٹا دیا۔ پہاڑی ایسی تدبیریں کیں کہ جیسے اس کے اپنے اضلاع ترقی پائیں۔ اور شہر لوہے چھو اسکے جانشینوں کا

دار السلطنت ہوا ترقی پائی۔ اس ملک میں جو رہزنوں اور قزاقوں کے گروہ کے گروہ لوٹ مار کرتے پہلے تھے اور نجات نظام کیا۔ اس نے دہات کو آباد کرنے پر بہت توجہ کی۔ اور زراعت کی ترقی کیو اسطے اس نے بہت تھوڑی جمع مقرر کی۔ اور بتدریج اس کو بڑھایا۔

تم کو یاد ہو گا کہ اس بالاجی کی بدولت یہ کام بھی ہوا تھا کہ شہ میں سید حسین علیخان کے ساتھ وہ دلی گیا تھا۔ تو ان شرط پر بادشاہ سے صلح ہوئی کہ جس ملک سیواجی کی وفات کے وقت مرہٹوں کے پاس تھا وہ اس کے جانشین ساہوچی کو دیا جاوے۔ اور کن کے چہا پادشاہ صوبوں اور خراج گزار ریاستوں ترجیا پلی اور تنجور اور مسور سے چوتہ اور سرس کئی دیا جائے۔ اور اس کے عوض میں ساہو پادشاہ کا مطیع رہے۔ اور دس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دیا کرے۔ اور تمام ملک کے امن مان اور رعایا کی حفظ جان کا خاصہ رہے۔ یہ فائدہ بالاجی کو سید حسین علیخان کی خدمت گزار سے حاصل ہو چکا ہے۔ مگر وجہ دہی گیا اور اس کے خاندان کا سالہ کا خانہ خاک میں مل گیا تو یہی محمد شاہ نے اس صلحا میر شہ میں دستخط کر دئے۔ اور وہ ہزاری کا خطاب اجد ساہو کو عنایت کیا بغرض اس عہد نامہ میں سلطنت اور دولت مرہٹوں کو حاصل ہوئی اور اس کے سب سے اس لشمن پیشوانے وہ پرانا رنگ و ہنگ بڑھ جو قزاقوں اور رہزنوں کا تہا بدن یا۔ اس عہد نامہ پر یہی مرہٹوں کو اختیار تھا کہ وہ اپنے حقوق کی تحصیل غم کریں۔ اور اس تحصیل میں وہ نہایت سختی و زجر کرتے تھے۔ اب بالاجی جاگا کہ اس شکل کام کو آسان کر دے۔ اسلئے اس نے چوتہ کے حصول کے لئے وہ متعلق محصول میں مقرر کیا جو ملک غلہ اور اجڑوڈیل نے قائم کیا تھا۔ یہ محصول پیران اور غلہ میں غلہ ہی نہ تھا بغرض چوتہ جو پہلے اٹکل بھولی جاتی تھی اب وہ حساب کے موافق لی جانے لگی۔ مگر اس پر یہ مرہٹوں کو تحصیل باقی کے سبب خبر اور نقدی کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ اور

حاضر اضلاع میں توجہ سے دیکھا جائے۔ مگر اس سے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ کہیں سب جہاز نہ ہو جائیں۔ اسلئے باہمی اتفاق کے لئے اصل محاصل کو جدا جدا بالتفصیل تقسیم کیا۔ اور اس تقسیم کی بھی مختلف تقسیمیں مقرر کیں۔ اور سرکاری سردار کے واسطے ایک خاص حصہ محاصل کا تجویز کیا۔ اسلئے ایک ضلع پر کئی سرداروں کی اور ان کے ملازموں کی توجہ رہنی لگی۔ راجہ کے شدہ داروں کی لمبہ وقت کیوں وسطے جدا جدا ہوتے یا بعض اضلاع انعام اور جاگیر میں دیتے تھے۔ وہ سب ایک سردار کے احاطہ اضلاع میں واقع تھے۔ اور آئندہ بھی چوٹی چوٹی جاگیریں خاص خاص لوگوں کو مرحمت ہوتی تھیں۔ غرض اس تقسیم و تقسیم تعین حقوق کا بڑا نتیجہ جو بالاجی کے ہمیشہ مد نظر رہتا تھا یہ تھا کہ برہمنوں کا اختیار اور قدر بڑھے۔ سونے طرح حاصل ہو گیا کہ ان مرہٹوں کے پیچھے حساب کتاب کا غداں لگایا گیا۔ جسے جاگیردار اور سردار سب جانتے تھے وہ اپنی جاگیروں کے محاصل اور تقسیم و تقسیم کا حساب بغیر برہمنوں کے کیونکر سمجھ سکتے تھے۔ اسلئے برہمنوں کے محتاج ہو گئے۔ اور اس اپنے قوم کی عزت بڑھنے سے پیشوا کی قوت کو بڑی تقویت حاصل ہو

**بابے راؤ**

جب بالاجی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا بابے راؤ بالی جانشین ہوا۔ یہہ اور برہمنوں کے ساتھ خاندان میں اور مرہٹوں کی ساری قوم میں سیوا جی کے سوا قابلیت اور لیاقت میں زیادہ تھا۔ مگر بالغلط وہ تمام اختیارات اور سکونہ حاصل ہو چکا ہو سکے باب کو حاصل تھے۔ اسلئے کہ اس کا بڑا مخالف راجہ کے دربار میں سری پت راؤ تھا۔ وہ بھی برہمن تھا۔ اور ستارہ اور ہر کے ملکو نکار بنے والا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ راجہ کی سلطنت اور حکومت کو مہاراشٹر میں استیقام دے اور کولاپور کے راجہ کو مغلوب کرے۔ اور جو کرناٹک کا میلانی ملک سیوا جی کی قوت

فتح کیا ہوا مغلوں اور سیواچی کے بہائی کی ولاد نے دیا یا ہے اور پھر قبضہ کرے مگر راجا کی راؤ کی رائے یہ تھی کہ راجا کا لشکر لسیا ہی کہ اسکو بغیر لوٹ مار چین نہیں آئیگا۔ اور وہ ملک میں امن مان کہی نہیں رہی دینے کا۔ اسلئے ونگو وہاں لیجا نا چاہئے جہاں اب تک وہ نہیں گئے۔ اور وہیں سے اونکا بیٹ بہنا چاہئے۔ اسراونکے حوصلے اور اونکے سرداروں کے غم پر ہنگے۔ یہاں ہنگے تو اپنی ملک کو کہا ہنگے۔ وہ ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ لشکر دور دور کی مہات میں مضر و ہے۔ جسے راجہ کی سلطنت کو وسعت برنامہ حاصل ہو۔ اور ضلعاں سے جو روپیہ بھی اصل کا آئے اور سے خزانہ معمور ہو۔ اور سپاہ کا دل ہی لوٹ مار خوش ہے۔ اور اپنی ملک میں امن رہے دشمنوں سے جنہوں نے اونکو پہلے پال کیا تھا عوض لیا جا۔ اور سننے اپنی دشمنوں یعنی مسلمانوں کی سلطنت یہ حال نہان کیا کہ وہ بالکل ٹھیا پڑی ہو چکی ہے۔ اور سین کچھ رقم باقی نہیں ہے۔ سارا اسکا خون خشک ہو گیا ہے ایک بڑا باقی ہے اور سپہ جہاں ہمارا ہتھ لگا وہ گرا۔ ایک ماور تقریر اور سے فصاحت اور بلاغت اسکو سامنے یہ کہ کلب ہمارا وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہندوؤں کی زمین غیر وں کو خالی باپ کرین۔ اور اونکی سلطنت کو اپنی بیرون کے تلے طالعین۔ اور یوں قیمت کمٹ نیک نامی حاصل کرین۔ اپنی کوششیں اور راجہ تیری سلطنت کو یہاں تک ہمالیہ تک پہنچا اسپر راجہ بے اختیار ہو کر بولا کہ تو لسیا ہی لائق باپ بیٹا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے جہنڈے کو ہمالیہ پہاڑ پر تو کاٹے گا۔

### شاہو کی خصلت اور پیشوا کی لیاقت

اس راجہ کے دربار میں جو یہ بہا شے پیش ہوئے انہیں باجے راؤ کی رائے کو غلبہ ہا۔ اور اسکا اختیار اور اقتدار روز بڑھتا گیا۔ اور راجا اسکا محتاج ہو گیا۔ اگرچہ راجہ قابلیت سے خالی نہ تھا مگر آخر بادشاہی محلوں کا باز پرورہ تھا۔ اس سبب جسم میں جستی اور چالاکلی اور

مضبوطی نہ تھی۔ برخلاف سپکا جہراؤ لشکر میں پیدا ہوا۔ دین رہا سہا۔ مدبروں اور تجربہ کاروں میں  
 تربیت پائی مرہٹوں کی سپاسیانہ خصلتیں اور دین تین سو ادا اسکے فہم اور ذہانت اور دین  
 خدا وادہی تجربہ کار پیشیا رہا۔ اور اپنی بیانی بند برہمنوں کی طرح روکھا سوکھا بودا اٹھنا نہ تھا  
 بلکہ خوش مزاج صاحب برہمنیقہ مند اور سادہ سپاسی تھا۔ یہاں تک اس کی نے مزاج کو گہیر نہ تھا کہ  
 سفر کی مانگی اور محنت کو کاموں کی کچھ اہل گنتا تھا۔ گھوڑے پر سواری رزمین باجرا کھیتا گیا  
 دس بانجہ بالین تو ظلین۔ اونکو چاکر پیٹ بہر لیا۔

خان  
 صف جاہ کا اپنے چچا حامد خان کو فساد پر برا کھینچ کر لیا اور سر بلند  
 کا صوبہ دار ہونا

جب آصف جاہ کو مبارز خان فرستے حاصل جمع کی تو اس نے اپنا چچا حامد خان نائب صوبہ دار  
 گجرات کو لکھا کہ وہ فساد پر پار کی اس نے پلا جی اور سناسی مرہٹوں کے سرداروں کو اپنا طرفدار  
 کیا۔ اور ان کی امداد سے بادشاہی فوجداروں اور جاگیرداروں کو گماشتوں کو ملک سے باہر  
 کر دیا۔ اور خود مختاری کا دعویٰ ہوا جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان نورانی امور کو  
 توڑنے کے واسطے قطب الملک پاشا جو قید خانہ میں پڑا تھا ایک مختار آدمی بھیجا اور پیغام دیا  
 کہ اب یہی کچھ تم سے ہو سکتا ہے۔ اور پیرس ہی پر سے سید جواب دیا کہ اگر حضور کا ہاتھ  
 میرے سر پر ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بانجہ چہ ہزار سوار میرے قابو میں اب تک ہیں  
 اور نئے جو کچھ حکم ہوا اسکو سچا لا سکتا ہوں جب بخافون کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے  
 اس سید کو زہر دیکر قیدستی سے رکھا۔ پھر حامد خان کو تادیب و تنبیہ کے واسطے مبارز الملک  
 سر بلند خان کو گجرات کا صوبہ مقرر کیا۔ اور نظام الملک سے یہ صوبہ لے لیا گیا۔ ایک کرور رتو  
 اور سکوسانان درست کر کے واسطے دیا گیا۔ اس کی سفارش سے سید نجم الدین علیخان بھی



قید سے رہا ہوا۔ اور سادات بارہ کو جمع کرنے لگا۔ سہل بند خان سپاہ دوست آدمی تھا۔ وہ ہر صوبہ میں کچھ کچھ  
 دنوں رہ چکا تھا۔ اور سکے کچھ نہ کچھ پر کیا وجود تھی۔ تھوڑی دنوں میں ایک لشکر شاکستہ اس پاس  
 جمع ہو گیا۔ اس نے نیابت کی نشہ شجاعت خان گجراتی کو بھیجی۔ اسے حامد خان غصہ ہو کر اپنی بمقدور  
 کے سبب گجرات سے چلا آیا۔ اور موضع دہلین مقیم ہوا۔ اور کنتا جی کو اپنی اعانت کی لئے طلب کیا  
 اور ایک جمعیت بھجھ بھیجائی۔ اور اس غلیم کو ساتھ لے کر گجرات پر چڑھا۔ شجاعت خان بھی گجرات نکلا۔  
 اور حامد خان سے ملے۔ اور جان کو کہہ بیٹھا۔ مقتول کا بہائی رستم علی خان بندر سوت میں جا کر تھا  
 حبیب بہائی کے فرنگی خبر سنی تو فوراً سامان جنگ تیار کیا۔ اور پیلا جی کا گلوار کو کہہ اسے اس طرح  
 میں تاخت تاراج کر رہا تھا۔ اپنے ساتھ متفق کیا۔ اور بندر سوت چلا حامد خان اور کنتا جی  
 بنین ہزار سوار لیکر احمد آباد سے چلے۔ اور چھ مین لڑائی ہوئی۔ طاہرین پیلا جی رستم کو ساتھ تھا۔ مگر طاہرین  
 میں وہ کنتا جی ملا ہوا تھا۔ اس دن غامسی اپنے ساتھی کو لڑائی میں قتل کرایا۔ اور حامد خان کو جھلیا  
 جسے اس ملک کے عوض میں چوتھارہ سو روپے ملے۔ اپنی ممالک مقبوضہ سے مرٹون کے لئے مقرر کی۔  
 سہل بند خان وزارت کی امیداری میں اکبر آباد اور اجیر کے موراہہ میں ٹہرا ہوا تھا کہ اس کو حکم ہوا  
 کہ پہنچا کہ گجرات روانہ ہو۔ ہوتے پادشاہ نورانی امیر ونگ ایسا ناراض ہوا کہ صرف جاہ نظام الملک  
 سے مالوہ کی صوبہ دار کی لئے اسے اجازت دے کر ہوا کی جگہ پر مقرر کر دیا۔ نجم الدین علی خان کو اجیر کی  
 صوبہ دار کی غایت ہوئی اور سہل بند خان کو اعانت کی واسطے اس کو حکم ہوا۔ وہ بھی اپنے سامان  
 کر کے اوسے چلا۔ حامد خان بھی کنتا جی اور پیلا جی کو ساتھ میدان جنگ میں دشمن سے مقابل چلے۔  
 گدے شکست پائی۔ اور سہل بند خان اور سوار ونگ ایک در راہ سے جا کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا۔ اور حامد خان  
 صرف چاہ پاس چلا گیا۔ یہ پڑ قبضہ کا ہے۔ اب بیکہ سال میں آصف جاہ نے مرٹون کے ساتھ  
 حامد خان کو پھر ٹونیکہ وادی بھیجا۔ اور عدد و گجرات میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ یہ کہہ نہیں سچ

ایک سخت لڑائی ہوئی۔ نجم الدین علیخان نے اپنی مردانگی سے ساری مشینوں کو گجرات کی حدود سے مار کر  
 باہر نکال دیا۔ سلطانہ خان پاس سپاہ بہت سی تھی۔ پانچ لاکھ دویسہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے  
 بخشی سو گئے چلا آتا تھا۔ اور یہاں پر ہی قرار پا چکا تھا کہ جب تک گجرات کا نظام کلی نہ ہو۔ وہاں کا  
 محاصل سپاہ ہی میں خرچ ہو۔ مگر جب سپاہیوں کو اس طرح کی خبر پہنچی۔ تو مصمماں الدولہ کی صلاح سے  
 بادشاہ نے یہ حکم سلطانہ خان پاس بھیجا کہ سپاہ کی کچھ ضرورت اب نہیں ہے۔ اسے بڑھ کر رو۔  
 وریا کی کیفیت دراجہ ابھی سنگہ کا صوبہ داری گجرات پر مقرر ہونا  
 ان دنوں میں بادشاہ کو دباؤ تھا اور یہی گل کہلا۔ بادشاہ کو مزاج میں دشمنی اور کوہڑا بھلا گیا  
 تھا۔ اسے رشوت کی لئے ایسا منہ کھولا۔ کہ کروڑوں روپیہ عین الممال ہضم کرنے لگا۔ سپہ سالار نے  
 جھگڑا شروع کیا۔ بادشاہ نے حبیبیہ کو روڈ روڈ روپیہ اس کے ذمہ سونپ دیا۔ اسی رشوت کی بلاتین  
 عبدالغفور بھی گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ نے حبیبیہ کو کوئی حیم النساء بھی ان دنوں مختاروں کی ہر  
 متین۔ وہ بھی محل سے خارج ہوئیں۔ اب سلطانہ خان متوسل دشمن الدولہ کے تھے۔ جب اس پر آفت  
 آئی تو ان پر ہی اتنی غرض اب بادشاہ کو مزاج میں مصمماں الدولہ نے بڑا دخل پیدا کیا۔ اور سلطانہ خان  
 کی جگہ راجہ پر سنگہ کو مقرر کیا۔ اور سلطانہ خان کو بادشاہ پاٹن یا۔ راجہ نے اپنی ناب کو گجرات کو روانہ کیا۔  
 سلطانہ خان اس کو شکست دیکر نکال دیا۔ اور متوسل بھی گیا۔ اس کا حال بھی پہلے ناب کا سا ہوا۔ غرض  
 راجہ صاحب خود چاس ماٹھ ہزار سپاہ لیکر گجرات، روانہ ہوا۔ سلطانہ خان اسے لڑنے کو کھڑا ہوا۔  
 اگرچہ اس پاس سامان جنگ کم تھا۔ مگر ایک فخر راجہ کی فوج کو اس نے شکست دیدی۔ اور اسی کو  
 فتوح غیبی سمجھا۔ اور جان گیا کہ راجہ یوں نہیں لڑ سکتا۔ اس لئے اس نے راجہ کو صلح کرنے کی پکڑی بدل  
 بہائی بن گیا۔ اور اس سے دوسرا سامان لیکر شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ جب بادشاہ کو اس  
 لڑائی کی خبر پہنچی۔ تو اس نے سلطانہ خان کے قید کرنے کے واسطے دو سو گزر بردار مقرر کئے۔ جن کو

اوسکو کربا دین قید کر لیا۔

## آصف جاہ کا مرہٹوں میں فساد ڈلوانا اور اپنی سلطنت جمانا

جب آصف جاہ وزارت کو عہدہ ہی مستعفی ہو کر ۲۳ مئی ۱۸۵۷ء میں آیا تو اسے سبب راہ یہہ کر لیا کہ وہ ایک خود مختار ریاست قائم کرے چنانچہ تم پڑ چکے ہو کہ وہ بازار الملک مار کر دکن میں مستقل حکم ہو گیا۔ اگر اوس میں اس سے مالوہ اور گجرات کی صوبے نہ نکال جاتے تو دو تہائی ہندوستان کا بادشاہ ہو چکا تھا۔ اب دکن میں اوسکی سلطنت ایسی شان اور شوکت سی جم گئی تھی کہ اوس کی راہ کہ مرہٹوں سے جو اوس کے حساب میں بڑی اندیشناک شمن تھے اونسے انہی معاملات کو درست کرے وہ مرہٹوں کی فہمیت سے خوف تھا جو ان کے اسپین فساد اور غنا و تہ سے اوسکو خوب سمجھتا تھا اوس کے بڑے بڑے سردار اوس کا اتحاد تھا۔ اوسکو جو امید فوجیابی اور کامیابی کی مرہٹوں کے آپکے فساد اور نفاق سے تھی وہ اپنی حق لیاقت سے نہ تھی۔ اب اوسنی یہہ چہر نکالی کہ باجے اور کو شمالی ملک کی مہات میں مصروف دیکھ کر سری پٹ جو پیشوا کا مخالف تھا رسم اور راہ پیدا کر کے یہہ عہد نامہ حاصل کرنا چاہا کہ حیدر آباد کے گرد کو اضلاع ہی جو تہہ اور سردیس کہی نہ بجائے سان دونوں چیزوں کے لینے کا فیصلہ پہلے مرہٹوں کے حق میں بادشاہی حکم سے ہو چکا تھا اور اوسکی عوض میں ملکی نقد و سہ پڑ جائی غرض اس سے یہہ ہی کہ اوسکی دار السلطنت گروملک کل مرہٹوں کے داخلہ سے جو بار بار ان محصوروں کے سبب ہوتی تھ جاتی رہی۔ اور ایک ملک سب طرح مرہٹوں کے جہگڑوں سے پاک ہوا اوسکو حاصل ہو گیا۔ سپہ راجہ اور سری پٹ کو اوسنے رضی کر لیا۔ گو پیشوا جو آیا تو اسنے اس تنظیم کو نا پسند کیا۔ خبر یہاں اس میں گرفتار ہوئی رہی تھی کہ نظام الملک اپنی قدیمی چال چلا بہین اوسکو پہلے کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ وہ یہہ ہی کہ کو لا پور کا راجہ تھا باقی مرہٹوں کی سیاست کا دوسرے دعویداران دونوں میں شان ہوئی اقبال مند کی مقابل میں

پہنکا پڑا تھا۔ اپنی خاندان ملکات و مہنوی حصہ داروں کا قبضہ تھا۔ اور باقی ملک وہ دعویدار تھا۔  
 اب اس دعویدار کی حمایت پر صرف جاگہ گزرا نہ ہی اور بادشاہ کا اپنی ٹٹن قائم مقام سمجھ کر اس نے  
 یہ حکمانہ حکم دیا کہ ہم کو یہاں پر شہر واقع ہوتا ہے کہ چوتھا دربار لیس کمی غیر حقوق کا روپیہ جو میر  
 ملک سے مرٹون کا حق مقرر ہے وہ منہاجی کا حق ہے یا سنا ہوا راجہ کو پہنچا ہے۔ غرض یہ اپنے  
 دعویٰ کو بدلائل پیش کریں اور تمام راجہ شامو کلکڑن کو اڑھایا اور چوتھہ کاروپیہ ادا کیا۔  
 راجہ شامو اس امر کو سنکر ایسے ہی باہر ہوا۔ اور اس کا ارادہ ہوا کہ اس وقت لشکر کو خود چڑھا کر  
 لیجائے۔ مگر دیشپو نے اسکو ٹھنڈا کر کے اس مہم کا اہتمام اپنی ذمہ لیا۔ اور تھوڑی دنوں میں اپنی  
 نو ہندو سپاہ اور سامان سپاہ کو جمع کیا اور اس کو خوبصورتی سے نکل کر مہم کا انجام دیا کہ اپنی راجہ  
 کی سلطنت کی بنیاد پختہ کر دی۔ نظام الملک نے اس اپنی عمدہ تدبیر کے پورا ہونیکے واسطے پہلے اسکو  
 شاہ کو مقابلہ میں میدان جنگ میں آواستے مصالحت کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اور یہ کہتے  
 کہا کہ میں یہ تجویز فقط تمہاری فائدہ کے لئے پیشوا کی ہاتھ سے ہائی دلانے کے لئے سوچی تھی  
 پس راجہ کو چاہئے کہ جن لوگوں کو موقوف کیا ہے ان کو بحال کرے۔ وہ ہمیشہ اسکی فادانہ لایا  
 رہینگے۔ مگر اسوقت اسے چالاکی باتیں بنانا نظام الملک کی غلطی و رد و نہی تھی۔ شایہ باتیں  
 اور وقت راجہ کو اپنے وزیر پر رشک لائیں مگر اسوقت تو سارا غصہ راجہ کا اس طرف جمع ہوا تھا۔  
 پیشوا کی شہسوارانی و خوش زبانی کب ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہوتی تھی۔ غرض ساریات کے  
 موسم میں دونوں طرف لشکروں کے سامان ہو رہے۔ اور ۱۱۰۰ء کو نظام الملک کے ہارول کی فوج کو  
 پیشوا احمد نے پہنچا کر پھر گیا۔ اور دشمن کو حق کر نیکے واسطے اورنگ آباد کو جلا دیا۔ اور یہ شہر شہور کر دیا  
 کہ میرا ارادہ ہر مانور کے غارت کرنا ہے۔ اس سبب دشمن شمال کو چلا۔ کچھ فوج اسنے دشمن کے  
 سامنے کی۔ باقی فوج سے بڑی تیزی اور تندی چالاکی سے گجرات پر لڑیش کی سبب جلا

یہ ہوجا کہ دشمن کا تعاقب کرنا بے سود۔ اسلئے وہ جنوب کی طرف چلا اور یونہی پر حملہ کیا۔ لیکن مشوا  
جلدی سے ہجرات کے باشندہ کو قتل کر خون کی ندی بنائی ہوا دیکھو گہر دیکھو بلعہ چراغ کر کے  
اپنے ملک کی حفاظت کو واسطے بہت جلد گیا۔ اب یہاں نصف جاہ کی فوج کے کچھ کام کیا۔ اسلئے  
بڑے دوست اس کام کے کرنے میں مرہٹے ہی اونکی دوستی پر چندان اعتبار نہ تھا۔ سوار اس کے  
آسمین نا اتفاقی تھی۔ غرض سوقت نظام الملک کی مصیبت میں ہنسنا۔ اور اس سرزمین میں  
گہر گیا جہیں پانی ملنا ہی دشوار تھا۔ آخر کو لاچار ہو کر اوسنے کولاپور کے راجہ نہیا جی کا ہی ساتھ  
چھوڑا۔ اور ۲۹ء میں راجہ شاموئی اس کو راجہ پر صلح ہو گئی۔ حکومت تہلہ و سرہس کی کام کیا  
کاروبہ اور لوگا۔ اور چند مضبوطلے اپنی ملک کے آئندہ محصول اور ان کے لئے ضمانت میں سپرد کروں گا۔  
یہ ہوا ہی وقت تھا کہ یہ وہ دونوں قریب ان جنگ میں آئے سانسے انکی خدا کی قدرت پر کوہ  
اورنگ زیب کے زانہ کا بوڑھا تجربہ کار امیر جسے سیکڑوں میدان مار بھون وہ یون عاجز ہو کر ایک  
لو جوان برہمن کی ایسی شرائط پر صلح کرے جبکہ باجے راؤ اس کام میں مصروف تھا۔ سری پت نے  
سنبھا جی کو لاپور کے راجہ کو گہر کر شکست دی اور اوسے مجبور کر کے تہلہ و سرہس میں لکھا کہ  
شاہو راجہ تمام مرہٹوں کا سردار مسلم و ساری ریاست کا متقی ہے۔ وہ راجہ فقط حوالی کو لاپور پر  
جسکی مغربی حدود سے محمد دودا بعض سہیگا۔ اس کام سے سری پت راؤ کی ہی غرت ہوئی۔ مگر یہ  
کام اوس تہہ اور شان کا نہ تھا جو باجی راؤ نے کیا تھا۔ گو نصف جاہ کو یہ خفت اپنی قریب سانسے  
پیش ہوئی مگر یہ ہی وہ مرہٹوں کی حکومت کو ٹوٹنے کی حکمتیں سمجھتا رہا۔ اور آخر کو اوسے ایک  
زبردست دشمن پیشوا کے لئے ٹھہرایا۔

**ٹرمیک راؤ**

ٹرمیک راؤ دہاسری ایک نام مرہٹوں کا سردار تھا۔ اور وہ گجرات میں لڑا تھا۔ اور اسکی بدو مرہٹوں  
حکومت کی صورت گجرات میں جمی تھی۔ مگر پیشوا نے جو عہد نامہ گجرات کو حاکم سے لیا اوسنے کچھ شرہ

اوسکو اپنی جانفشانی کا نہیں حاصل ہوا۔ بلکہ وہ اور طلباء جے راؤ کو حاصل ہوا۔ اس سبب اوسکا  
 دل بے چین رہا اور اوسنے آصف جاہ کو اپنی ساتھ متفق کیا۔ اور پینتیس ہزار آدمی دکن کی  
 لے جا کر یہاں موصوم کیا کہ راجہ کو پیشوا اور برہمنوں کے پندے سے نکالے +

بابے راؤ نے بہت جیتی اور چالاکی سے یہ چاہا کہ یہہہ دونوں اسکے قوی دشمن متفق نہ ہوں۔ اسلئے  
 گواوسکی فوج ٹرمبک اوسے آدھی تھی لگاؤ میں چنے چنے سوار اور خانہ پرور سپاہی لگے تھے۔ اس  
 سپاہ کو وہ جلد ہی گجرات میں لے گیا۔ شیر کی ہونچھوٹا اسکے خدین اکہیر کا قصد کیا۔ ٹرمبک او  
 یہاں کو نہ ردا کے قریب شکست دی۔ اور یہاں اسکی بہاری فوج پر چاڑا۔ ٹرمبک او نے یہاں رادہ  
 کہ کیا فتح حاصل کیجے یا جان دیجے۔ اسلئے اوسنے اپنی کاتھی کے پیروں میں زنجیریں ڈلوادیں۔ اور  
 اس رادہ سپاہ کو سخت مقابلہ کیا۔ اور باجی راوی گھوڑی برسوار ہو کر اپنے لشکر کا دل بٹاتا رہا  
 آخر کار ٹرمبک او کے ایک گلی اتفاق سے لگی جسے وہ مر گیا۔ اور اس طرح ۱۱۴۳ھ میں اس  
 دشمن کا خاتمہ ہوا۔ اب یہہہ وٹھارہ بی نظام الملک کا خالی پڑا۔ اب اوسکو اپنی ذات پر قیاس  
 سمجھنا پڑا۔ اس فتح سی پیشوا کو باطل کر کے تمام غلامیہ سٹوں کی پادشاہت پر ہو گیا۔ دشمن کے ساتھ  
 اوسنے بڑی نرمی برتی۔ دشمنوں کو بہت ننگ کیا۔ بلکہ ٹرمبک او کے بیٹے کو گدی پر بٹھایا۔ اور  
 وہ حقوق و مراعات مرہو جو گجرات میں متعین تھیں ان میں شہر عطا فرمائے کہ نصف آمدنی او کو معرفت  
 سرکار شاہوچی میں داخل ہو کر رہے۔ یہہہ راجہ لڑکا تھا اسلئے اوسکی مالکوں اسکا محافظ مقرر کیا۔ اور  
 گجرات کا نظام اوسکی طرف سے پیلا جی کا لگاؤ سو پڑا۔ یہہہ خاندان وہی جسکے راجہ ج کل پڑوہ میں جلو  
 کرتے ہیں پہلی اور کوئی قوموں کی اعانت اس خاندان کا عروج ہوا تھا۔ وہ ان چونی قوموں کے  
 سردار اور فرستے۔ یوں اس دشمن پیشوا نے اپنی ملک کے جگہروں کو تمام کیا۔

سر بلند خان اور مرہٹوں کی شرابطہ صلح اور اوسکا نتیجہ

سر بلند خان مرہٹوں کی حوصلت اور عادت خوف آف تھا۔ اب اونی دیکھا کہ نظام الملک باندی  
 لے گیا۔ تو اول اسے بادشاہ ہی متوازاں اور طلب۔ مگر وہاں نقا خان میں طوطی کی وار کون سنیتا تھا  
 بہار اسے مرہٹوں ان شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنے ملک کی حاصل زمین اور سائر کی چونہ اور  
 سرولیں مہی دیگا۔ یہ دونوں محصول ملکہ پٹیشی بہ سیکڑہ کل حاصل ملک برہوتی تھی۔ اور  
 اسکے عوض میں راجہ کوڈھائی ہزار سوار ہر وقت ملک کے واسطے تیار رکھنے پڑینگے۔ اور چوتہہ کچے  
 تحصیل کی واسطے دو ایک ملکہ سوار کی طرف بھیجے۔ سوار اسکے کچہہ در عیا سے نہ مطال کیا جائے  
 اور بادشاہی سلطنت کے قیام و استحکام میں ہر طرح کی کوشش کیجائے۔ ایک بڑی ٹہب  
 شرط یہ تھی جو باجے راونے راجا کی طرف کی تھی کہ جو زمیندار اور سردار کسی طرح کا خلل انداز  
 ملک کے امن میں ہوگا اور سکا نظام کرنا ہمارا کام ہوگا۔ یہ شرط کا کموار کے مرضی کے خلاف  
 کیونکہ وہ سردار پہلیوں اور کوہلیوں کا تھا۔ اور ان دونوں قوموں کی گذر وقات لوٹ مار  
 تھی اور اس کے رزق کا دروازہ اس شرط سے بند ہو گیا۔ لہذا کموار اس وقت ٹہب کا اوڈھاری کا  
 نائب تھا۔ وہ اس شرط سے یوں جل گیا کہ گویا اسی باجی کو اختیار ہوا کہ اگر ٹہب کے اوڈھارو  
 دوستوں میں کوئی ملک میں دست اندازی کرے تو وہ میں ہی وہ ذلیل ہو۔ اس سبب اونی  
 نظام الملک ہی اتفاق پیدا کیا۔ اور پونہ کا قصد اس نیت کیا کہ راجہ کوہلیا کے ہاتھ ہی ہٹا  
 مگر مشیو کی پیش قدمی اور دشمنی فرزانگی کے آگے ٹہب کے اوٹین کر کے رہ گئے۔

### صف جاہ اور باجے راؤ کی مصالحت

جب آصف جاہ کی کوئی چال نہیکٹ بیٹھی اور مشیو او سپر غائب ہو۔ اور اسکو یہاں تک مقدار  
 حاصل ہو گیا کہ چاہتا تو صف جاہ کو اسکی تداریر تیز ویر کا فرہ چکھا دیتا۔ مگر یہ دونوں آدمی  
 عقل مند تھے اور ایک خوف و دوطرف تھا باجی راؤ یوں ڈرتا تھا کہ مہات دور دراز پر جانا ہے۔

اور سہا یارین صف جاہ جیسے دشمن کو چھوڑنا مختل و راندیش کا کام نہیں۔ سہن بڑا خوف ہی کہ نہیں  
 غرت اور آبرو جو گہر کی سلطنت میں حاصل ہوئی ہے بڑا بڑا کھٹا کھٹا جاہ کو بہ خوف تھا کہ میں پادشا  
 کا مقابلہ کیا ہے کہ میں جگہ جگہ اور گور بادشاہ کے درمی غرض میرے دونوں غافل غاصب ہوت  
 اپنی مصالحت اسی میں سمجھ کر چپکے چپکے دونوں آپس میں صلح کر لی اور انہیں قوال قسم ہو گیا  
 دونوں ایک دوسرے کے مدد و معاون بنیں ۛ

### ہولگر اور سیندھیا

اس وقت میں رٹھور کی اور بڑی بڑی خاندانوں کی پوٹری۔ جب باجی راو نے مالود پر دباؤ کیا تو  
 اوسنے اپنی سپاہ کی حصوں میں بڑا فسر مقرر کئے اور باجی پور ملہار اور ملگر راجا جی سیندھیا۔  
 اور باجی تو پہلے ہی ہی ایک چوٹا سا سردار تھا جس کی اوسنی ملک مار پڑ جو گجرات ملو مالوہ کی سرحدوں  
 پر واقع ہے قبضہ کیا تھا۔ ملار و سکوا و رنا و سکی اولاد کو وہ عروج اور تہہ حاصل ہوا جو سیندھیا  
 اور ملگر کے گہرائے کو حاصل ہوا۔ ملہار رٹھور ملگر ایک چوٹا ہی کا لڑکا تھا۔ دیا رنیر اور پونک جنوب  
 میں وہ بٹیر بکیران چراتا تھا راجا جی سیندھیا کا خاندان تمار کی قریب مغر شمار ہوتا تھا مگر  
 تنگ دستی کے سبب وہ باجی راو کے ادنیٰ خدمتگار بنیں لوگوں کو۔ یہ نہیں سوار بعض اور خود  
 سردار نہ تھے۔ بلکہ باجی راو کے محکم تھے۔ اوسکی طرف بہت عظیم کام سر انجام دیتے تھے  
 راجہ ابھی سنگھ کا حال اور اوسکی صوبہ داری

سردار خان کی مغزولی کا حال پڑ چکی ہو کہ اوسکی جگہ راجہ ابھی سنگھ جو پور والہ مقرر ہوا تھا لڑ  
 ایک خود مختار راجہ کو کسی صوبہ میں حاکم مقرر کرنا سب قوانین قابل اعتراض اور مصلحت کے خلاف  
 اور خصوصاً ابھی سنگھ جیسے اجدادہ مزاج کو تو اس کام پر مقرر کرنا سہر سہراقت تھا۔ اسی پر اب  
 اجیت سنگھ کو قتل کیا تھا۔ اس قتل کا سبب مورخوں نے



جدا جدا بیان کیا ہے۔ راجہ جیت سنگھ نے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی تھی۔ اس لئے قمر الدین خان  
 اور سے وعدہ کیا کہ باپ کو مار ڈالے تو اس کو جو وہ پور کی ریاست مل جائیگی۔ اس لئے اوسنی پاپ خان  
 ہاتھ لال لئے۔ کوئی لکھتا ہے کہ چیت کی لڑکی سی ہی سنگھ کی نسبت تھری تھی مگر راجہ جیت سنگھ  
 خود اس سے شادی کرنی چاہی۔ اس لئے ٹیپے نے غیت میں ان کو باپ کو مار ڈالا۔ اور یہ عورت راجہ کے  
 ساتھ تھی ہوئی غرض جس بیوہ راجہ پاپ کے دفعتی قتل کیا ہو اس سے وفاداری اور جانشیری کی امید  
 کرنی اگ سی پانی کی ہیر کہنی ہے مگر بات اس میں یہ تھی کہ یہی سنگھ کو ایسی قومی ذریعے حاصل  
 کہ مغلوں کی حکومت کو جان تہے اور وہ اپنی ذریعوں کی بدولت اس بات کو قابل سمجھا گیا کہ  
 سر ملند خان کے قبضہ کی گجرات خال لے گا۔ اور مرہٹوں کی لوٹ مار بچا و بچا بہلا مطلب تو  
 حاصل ہوا کہ سر ملند خان کو ایک سال میں فوج کشی کر کے ۳۰۰۰۰ گجرات باہر کر دیا۔ مگر وہ مقصد  
 حاصل ہوا ہی نہ تھا۔ پہلا جی کا نیکو اگرچہ ۳۰۰۰۰ امین بڑوہ سے خارج ہو گیا تھا۔ اگر تک و سمن  
 اس قدر دم باقی تھا کہ راجہ جیت سنگھ نے اپنی حکومت کا استحکام سمن سمجھا کہ کسی طرح اس کو ٹھکانا  
 لگائے چنانچہ ۳۰۰۰۰ امین اس کو دفعتی مار ڈالا۔ یہ اس کے بہائی بندو کو ایسی آگ لگی کہ وہ گجرات  
 پر چڑھ گئے۔ اور اس کو برباد کر دیا۔ اور اس پاس کی فزق قوموں ہیل و رکولیوں کو ایسا لرخت  
 کیا کہ وہ کبھی مسلمانوں کی طبع نہ ہوئیں غرض ان جنگلی قوموں اور کاکو کے خاندان کے ملکہ  
 ملک گجرات کو اس میں تقسیم کر لیا بلکہ انہوں نے جو وہ پور پر جا کے ہاتھ پیکھا۔ جس کے سبب راجہ  
 یہی سنگھ گجرات کو چھوڑ کر اپنی ریاست کی حفاظت کو واسطے یہاں نائب چھوڑ کر بہا لگایا۔  
 اور اس نائب سے کچھ نہ ہوسکا۔

**مالوہ کی صوبہ داری پر راجہ راؤ کا مقرر ہونا**

پہلے ملکہ نے یہی کہ مالوہ میں راجہ گردہر صوبہ دار تھا۔ یہ راجہ جو اندری سے خالی نہ تھا۔ اوسنے

باجے راؤ سے لڑنا شروع کیا۔ اور بادشاہ سے بار بار یہ قلتِ سپاہ کے اداوانگی مگروان سے  
 کچھ جواب نہ آیا۔ آخر کار اس لڑائی میں وہ مارا گیا اور اسکی جگہ اوشکا ہتھیاردار ام مقرر ہوا وہ  
 بھی لڑتا رہا۔ اور بادشاہ کو لگتا تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہندوستان میں مرٹھوں کو روکنا  
 میرے مرتبے بعد وہ سارے ملک میں پہنچ جائینگے غرض وہ یہی کر گیا۔ ۱۳۳۱ء میں محمد خان ش  
 اوسکی جگہ مقرر ہوا۔ مگر اوسکو نندیلوں سے سپاہیوں کو لڑا کہ وہ اوسمیں مقرر ہوا۔ راجہ بیک  
 والی جے پور کو یہ صوبہ عنایت ہوا۔ یہ راجہ خود بڑی مہارتِ علم نجوم رکھتا تھا۔ اور علم و ہنر کا  
 بڑا قدر شناس تھا۔ فی میں جب تک لولا اور خیر منتر اوسکی آج تک نام کو یاد دل رہے ہیں۔ اسوقت وہ  
 بڑا مغرور تھا۔ مگر تفل فرج اور علی محبت نہ تھا۔ مرٹھوں کو اوسکو موروثی تعلق تھا۔ مگر  
 یہ تعلق ایسا نہ تھا کہ دغا باز سی وہ مالوہ مرٹھوں کو دیدیا۔ جب اسنے دیکھا کہ مرٹھوں سے مقابلہ  
 کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے تو بادشاہ کے اشارے سے اوسنے یہ صوبہ جے راؤ کو ۱۳۳۲ء میں دیدیا  
 اب اس مالوہ کی محکم میں مرٹھوں کو نندیل کہند میں ہی جائیکا اتفاق ہوا جب کار کچھ  
 اس پانچ سطروں کے بعد لکھا جاتا ہے۔ گجرات اور مالوہ کے صوبوں کے کل جاہیے سلطنت کو بہت  
 ضعیف ہو گیا۔ اسوقت میں فوسنگ کہ سالانوں کے ننگ نام کے کہنوالے جو امر اور جنگ اور  
 موجود تھے۔ نام درون کیا کام ہوتا ہے۔ جہاں شہر کا کام ہو وہاں لومڑی سے کیا کام نکلتا ہے  
 جہاں لومڑی کی تلوار کا کام ہو وہاں لکڑی کی تلوار سے کیا کام ہوتا ہے۔ پانی سے آگ کا  
 کب کام نکلتا ہے۔ خاک سے ہوا کیا خاک کام ہوتا ہے۔ قاعدہ ہی جہاں چین و نامری گہ  
 بناتی ہے۔ وہاں سکاری دغا بازی سیوفانی بے ایمانی ضرور اوسکے جیسا میں آباد ہوتی ہیں  
 صمصام اللہ کہ نام باغیوں کی تنبیہ و سلطنت کے نظام کو سکاری اور عیاری پر موقوف کیا تھا  
 اور یہ چاہتا تھا کہ جلیوں اور شعبان سے سارے فتنہ اور آشوب کو دور کر دوں۔ اور صفت

اور باجی را وجیسے دشمنوں کو ظالماً حمل میں ٹال دینا۔ بہلاگ پانی میں کیونکر لگتی ہے یہ زیادہ  
 اوسکا کیونکر پورا ہوتا۔ ایسی تدبیر وہ تو اور سلطنت کی قوت گنتی تھی۔ اور باغیوں کی تقویت بڑھ  
 رفتہ رفتہ لاف کا دروازہ کھٹا دے ہوتا تھا۔ اور حواش اور فتنوں کا مادہ زیادہ۔ ایسے وقت  
 میں تو ایسا کوئی بادشاہ ذی شوکت جسنا سطوت ملکہ کیونکر ہو سکتا کہ مقررہ سرکشوں اور باغی گردن کٹوں  
 کے نخل نخوت اور بغاوت کو اپنے صدموں اور جلون سے جڑ پھڑ سے اکھڑ کر ہسکتا۔

## محمد خان بنگش اور بندیلیوں کی لڑائی اور مرہٹوں کا دخل

جب مالوہ اور گجرات پر مرہٹوں کا تسلط ہو گیا تو انکا اور اگے حوصلہ بڑھا۔ اور صوبہ الہ آباد  
 اور اکبر آباد پر اور بخارا دانت ہوا جسوقت باجی را مالوہ میں آیا ہے۔ اوسوقت محمد خان بنگش  
 مالوہ کا صوبہ دار تھا۔ بنڈیل کہندڑی راجہ سے لڑ خباہت رہا تھا۔ الٹی کی بیست مالوہ اور الہ آباد کے  
 درمیان واقع تھی۔ محمد خان بنگش اپنی قوم کے بہت سپاہیوں کو ساتھ لیکر بنڈیل کہندڑی  
 چڑھ گیا۔ اور اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے دارالملک میں اس جدید ملک کے نظام کے لئے  
 اقامت اختیار کی۔ راجا ایسا اوسکے ہاتھ سے تنگ آیا کہ اوسنے مرہٹوں سے درخواست استعانت  
 کی۔ باجی را وائی اوسکی درخواست منظور کی۔ اور سپہا روانہ کی۔ جو بھلی کی طرح محمد خان بنگش  
 جا پڑی وہ گہرا قلعہ حیت گدہ میں محصور ہوا۔ اس قلعہ کو مرہٹوں نے ایسا محاصرہ کیا کہ گہاس کا  
 پتا نہیں پہنچنے دیا۔ اور یہاں تک قلعہ لون کو کہانے پنی کی تنگی ہوئی کہ گائے گھوڑے گدے  
 کتے کتے چھوڑے۔ دلی کی سلطنت میں ایسی قوت کہاں تھی کہ اوسکی مدد کرتی۔ اگر محمد خان  
 بہائی بند اوسکی مدد نہ کرتے تو وہ بھی مرہٹوں کا مطیع ہو جاتا مگر اوسکی بی بی اپنی چادر میں  
 کے پٹھانوں پاس بھیجی۔ اور ہمداد اور تخلص کے درخواست کی غرض سے اوسکا بیٹا قائم جنگ  
 پٹھانوں کو ہمراہ لایا۔ اور باپ کی جان بچا کر الہ آباد میں لے گیا مگر اس بچے سے بنڈیل کہندڑی

مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب بندیل کنہڈ کی اس اجنبی پیشوا کو متبہنی کر لیا۔ اور جب مرانو  
تہائی ملک پیشوا کو۔ اور باقی دو تہائی میں آدھا آدھا ایک ایک بیٹی کو دے گیا۔ یہ وسط ہندو  
میں ہی مرہٹوں کا قدم جم گیا۔

باجی راو کا دہلی جانا اور آصف جاہ کا دکن سے آنا۔ اور سعادتی  
کا مرہٹوں کو شکست دینا

اب سلطنت تیمور کے زوال کا وقت قریب آ جاتا تھا۔ حالت نزع تاری ہوتی جاتی تھی حجاز  
نے ہوقت جوش میں گزریاں سی یہ کہا کہ جہاں ہوئے درخت ٹہنہ پر کھڑی لگی ساری  
شاخیں آپ ہی گر پڑیں گی۔ اس تدبیر کے لئے پیشوا کو فرصت ہو وقت چل ہی کیونکہ کو لا پور کے  
راجہ سے پہلے ہی صلح ہو چکی تھی۔ نظام الملک کی کچھ خوف و خطر باقی نہ رہا تھا۔ اس نے تو خود  
اوسکو رستہ شمال کی طرف بتلایا تھا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنی جدا ہی سلطنت قائم کر رہا تھا۔ گوا  
اُطراف سے بالکل غافل تھا۔ مغربی ساحل پر جو دشمن پیشوا کے اچھے تھے ان کو بھی ان دور دراز  
مہات کی زمانہ میں مغلوب کر لیا تھا۔ گجرات مالوہ بندیل کنہڈ میں بادشاہی الہ آباد نام کو نہ تھا۔  
اور ان کے حصول سے اسکی سپاہ کثیرہ کام ہی خوب چل رہا تھا۔ اجملہ فرزندیل کنہڈ کے  
راجپوت اوسکے دوست تھے۔ ان ملک ہار میں نئی شاخ مرہٹوں کی سلطنت کی خاندان ہو چلا  
نے قائم کی تھی۔ جتنی ناگپور کی ریاست کی بنیاد پٹری سا گچھ نہ ریاست پیشوا کی مخالف ہوئی۔  
ملاوے نے مغلوں کے ساتھ لڑنے میں کچھ خلل نہیں ڈالا۔ ہولکر اور سیندھیا بڑے بڑے جو امر فر  
اوسکے زیر حکومت تھے جب یہ بیاتین جمع ہو گئیں تو باجے راو نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی قوت  
کو بادشاہ پر آزمائے۔

اول ستمبر میں ملکہ نے صوبہ گروہ رنگ و تان کی راہ باز کی اور درت طلب کر گیا۔ آہستہ آہستہ  
 ایک ایک دو دو محال شاہی قبضہ کرتے کرتے گوالیار لے لیا اور آپ و سے آگے بڑھ کر اکبر آباد تک  
 ہاتھ دوڑا گیا۔ تو بادشاہ کی ارکان لت دو بھی خواب غفلت بیدار ہوئے۔ اور مظهر خان اور بعض و  
 امیر وں کو سپاہ دیکر مرہٹوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ سرخج تک مظهر خان گیا اور یہاں اسکو  
 مرہٹوں نے نزعہ میں کر کے اجناس اور غلہ کو مسدود کر دیا۔ آخر کو پانچا بادشاہ کا حکم مٹا دیا  
 صادر ہوا۔ مرہٹوں نے سنا نہہر ہی قبضہ کر لیا۔ اور تین لاکھ روپیہ لوٹ لیا غرض رکان شاہی سے  
 کچھ نہ ہو سکا۔ سوار اسکے نظام الملک کے منت سماجت کریں۔ اور اسکو اپنی حمایت کے لئے بلائیں۔  
 ملکہ کو کہیں بادشاہی فوج سے ٹرائیں نہ پڑے۔ ایک بڑی لشکر شاہی کو خدبان مار نیسے بگاڑ دیا۔  
 غرض اس لشکر کشی سے بادشاہ کی اور عزت مرہٹوں کی نظر میں گہٹ گئی۔ تھوڑی مدت گذرنے  
 کے بعد بلجے رائے عہد نامہ کی بابت خط و کتابت شروع کی۔ مالوہ اور گجرات ویدیشہ کی تجویز  
 دربار شاہی میں ہوئی۔ پوشیدہ پوشیدہ ان ملکوں ویدیشہ کا عہد نامہ لکھا گیا۔  
 لکھنؤ سپرب کا اتفاق ہوا۔ مرہٹوں کی ایک سردار کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ اسنے بہان کے  
 اتفاق کا حال بلجے رائے کو لکھا تو اسنے اپنی درخواستوں کو بڑا دیا اور سوار مالوہ اور گجرات  
 مستہ اور الہ آباد و بنارس کے مقدس شہروں کو بھی مانگا۔ اگرچہ بادشاہ میں یہ قدرت نہ رہی  
 تھی کہ وہ علانیہ مرہٹوں کا مقابلہ کرتا۔ لکھنؤ دلیل ہی نہیں ہو گیا تھا کہ وہ اس درخواست کو  
 منظور کرتا۔ اب اسکی کچھ تھوڑا سا نقصان اڑھا کر مرہٹوں کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مرہٹوں نے بھی  
 اپنا مقصود عظیم مانہ نہیں دیا۔ بلکہ سپر کیا کہ یہ کیے ابگے و دیگرے رائے عمومی کن۔ بادشاہ  
 نے جو اوعیاتیں کی تھیں منجملہ اسکے یہہ ہی تھی کہ راجپوتوں کے ملک سے خراج وصول  
 کریں۔ اور صف جاہ کے ملک میں سے جو حقوق و موصول ہیں اونپر ضامن کریں۔ اور وجہ ان

حقوق کے غنایت کرنیکی یہ تھی کہ مرہٹے تھف جاہ اور چوتوں کی لڑائی میں مصروف ہو گئے  
 اور یہ مقصد کی قدر اسے حاصل ہی ہوا۔ اب تھف جاہی چوکنہ ہوا۔ اور اسے سوچا کہ میں  
 اپنے منصوبہ کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ اور اب اس کو بادشاہ کی ضعیف ہو جانے سے ایسا ہی اندیشہ تھا  
 جیسا کہ پہلے اس کے دشمن ہو نیسے خوف تھا۔ اس کو اس کے دربار دہلی اور سے امداد اور سہاوت کے  
 لئے التجا کر رہا تھا۔ اور اس سے وقت میں وسیلہ پناہ پزیرا کر کے والا سمجھتا تھا۔ اور اس کی  
 سرکشی اور بغاوت کی باتوں کو سب بھول گیا تھا۔ اس کو اپنی بلاؤں کا ٹانہ لے والا جانتا تھا۔ جس وقت  
 بنے ہی یہ سچ سمجھ کر بادشاہ کی اعانت کا ارادہ مصمم کر لیا۔ باجی رائے بھی لگے قدم بڑھانا شروع کیا  
 ۔ جب آگرہ چالیس میل ہاتھوں کی فوج ملہا۔ لڑنے کے زیر حکم وہاں سے غدر مچا رہی تھی۔ قصبہ  
 سدا باد اور جالگیر کو غارت کر رہی تھی۔ کلات سے میں سعاد خان برہان الملک زیر الممالک لشکر  
 لیکر آدھ سے آئے۔ پہنچا۔ اور اپنی مردانگی اور شجاعت سے ان سب بھٹوں کی فوج کو مار کر ملک سے نکال دیا  
 ۔ اس فوج کی یہ ہوائیاں اور زمین کے ساری مرہٹے دکن کو بہا لگے۔ جب باجی رائے کے کان میں  
 یہ خبر پہنچی تو وہ اپنی بدنامی کا دہشتاں لیکے وسطی اور زیادہ لڑائی پر آمادہ ہوا۔ اور اس نے یہ کہا  
 کہ اب میں بادشاہ کو جلتا ہوں کہ ہر دستہ مان خاص میں ہوں۔ اور اس کی واسطہ سلطنت  
 میں اپنے مرہٹوں کو اور اپنی لڑائی کے شعلوں کو دکھاتا ہوں۔ سعادت خان بطور ایلغار کے  
 باجی رائے سے لڑنے کے لئے ہوا۔ مگر وہ ان کے لشکر کا پتہ نہ تھا۔ ناچار انہی خیموں میں آ گیا  
 ۔ اور لشکر کو حکم دیا کہ چار روز کا سالہ سامان کھانے پینے کا ساتھ رکھو کہ دیر چھینل سے ہم پار  
 اور دشمنوں سے لڑینگے۔ یہاں یہ تہ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ خاندان خان کا قہار آ کر نکلے  
 قسم سے جو ہمارے لڑنے کے قدم بڑھائے۔ ہم تم ساتھ دشمنوں کے لئے چلینگے۔ اس سبب وہ متوقف ہوا  
 اس شانہ میں امیر الامراء خاندان خان تشریف لائے۔ وہ تین روز تو اسے تعلیم و عوت ضیاء

باجی اور اس شہزادے میں بڑے بڑے فتنے مچ کر کے <sup>۱۱۴۹</sup> ۱۱۴۹ء میں دہلی کے قریب لکھن جاپنچا  
 نہان احمد بن میلہا اور سکونوب لودہ پادشاہ کی حکم سے ٹوٹی ہوئی سپاہ دہلی پنج امیر بیکر  
 شہر سے باہر نکلے۔ اور تال کوٹہ پر کہ شاہجہان سے بہت قریب لڑائی شروع ہوئی۔ دو چار غیرت  
 امیر مارے گئے باقی بے حیا اپنا سامنے لیکر شہر میں چلے آئے +

باجے راؤ کے آنیے دہلی والوں دلوں پر جو صدمہ ہو گا وہ دہی خویشتے ہو گئے۔ مگر سکایہا  
 آنے سے فقط پادشاہ کو اپنی ہیبت دکھانی اور ڈرانا منظور تھا۔ اور سکونوب لودہ منظور نہ تھا۔  
 اسلئے اس نے شہر پر اپنی فوج کی دست درازی نہ ہونے۔ مگر دو ایک کام ایسے دکھا دئے جن سے  
 معلوم ہو جائے کہ ان کیا اس میں قدرت غارت گری اور نقصان پہنچا سکی ہے نہایت اذیت  
 کے ساتھ پادشاہ کی نظروں کو آتے شروع کی۔ مگر سکونوب کیچہ نہ ہوا۔ پھر شہر سے تھوڑی دور  
 چلا گیا۔ اور اس نے پادشاہ کو کہا کہ یہاں کہ شہر کے پاس ہے میں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ میں فوج  
 اور سکونوب نہ لے۔ اسلئے پری ہٹ گیا ہوں جبہ شہر بھیجے گا تو شہر کی خلقت اس کی کچھ  
 یہ سمجھی۔ اور ٹرنیکے لئی آمادہ ہوئی۔ مگر یہ شکست کھا کر فٹ اڑھا کر شہر میں چلائی۔ جب  
 قمر الدین سعاد تاجان کو ساتھ لے کر اس سلطنت کے امداد کے لئی بھیجا تو باجے راؤ نے اسے جانتا  
 قصد کیا۔ اس طرح دہلی نامر شہر کی آئین جنگ کے موافق کچھ بہ عزتی کی بات نہ ہی سلو شہا  
 نے اور سکونوب والوہ جاگیر میں اور تیرہ لاکھ روپیہ عنایت کیے۔ یہ کامیابی اور سکونوبی ہوئی  
 کہ اب تک اسکے کسی قوم کے ہمدار کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ اور سکونوب ہمارے جنم کے  
 نیچے ہے پارا توڑے۔ اور جنم لگن کا کی دوا نہ کو ٹوٹا ہوا جائے۔ مگر یہ بات کو قریب نے اوصاف  
 کے دہلی کے جانب جڑتے آئی ہے یہ قصد کیا کہ کن کو جلا چلا جائے۔ وہاں اور سکونوب بعض اور  
 کاموں کی ہی ضرورت تھی۔ اگرچہ باجے راؤ کن کو چلا گیا۔ مگر نصف جاہ دہلی کی طرف چلا آیا تھا

کیا خدگی قدرت گزید کہ وہ صف جاہ بجا پادشاہ دشمن تھا۔ اور رات دن اوکسی بھنگی کی فکر میں رہتا تھا۔ اب اس نے کس منت اور سماج سے اسے اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ اور بالکل خفیہ اپنا او سکودید اور کہہ دیا کہ جو کچھ وہ میری سلطنت کے لئے اس کا سامان جمع کر سکے اگہا کرے عرض آصف جاہ دہلی میں ریسع الاول شہزادہ میں پہنچا۔ اور اپنے بیٹے غازی الدین خان کو کون میں نائب کر لیا تھا۔ اب پادشاہ نے آصف جاہ کو مرہٹوں کے لئے روانہ کیا۔ اور مالوہ کی صوبہ داری بجا باجوڑ کے غازی الدین خان کو مرحمت ہوئی۔ اب داکٹر تادین کی یاساری سلطنت اپنی ضعیف ہو گئی تھی کہ کہین سے سلمان جنگ عہدہ مہیانہ ہوا۔ اور اس میں فقط پینتیس ہزار سپاہ تھی۔ اور وہیں بعض اچوت راجہ بھی تھے۔ وہ اب تک محمد شاہ کا ساتھ دے جاتے تھے۔ تو پچانہ کا سامان اس کے ساتھ نہایت عمدہ تھا۔ اب شہزاد خان کا بہا بخا صفد جنگ بھی لشکر کے ساتھ ہو سکی تاہم کر نیکی لئی تھی۔ پیشوا اسے دو بیج فوج لیکر دریا زرد سے پار اوترا۔ اگرچہ اس نے اپنی فوج کا تخمینہ بہت کیا تھا مگر بعض سپاہ اندل سکی۔ اب اسکو اون دشمن کے مقابل ناظر اسکو وہ پہلے ہتھیار دے چکا تھا۔ مگر اسے اوکسی شہر میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہندو راجا بھی جو شجاعت اور دلائی لاکھ پیٹھی کیا کرتے تھے۔ پادشاہ کا نام بھی اب تک کہیں کون دنوں میں اور خوف پیدا کرتا تھا۔ ان سب باتوں کے سوا آصف جاہ بہاری تو پچانہ کے سامنے ہلکی مرہٹہ سپاہیوں کا ٹھکانہ شکل تھا۔ گو یہ سپاہی تین ہزار بیس ہزار تھے۔ اپنی سپاہ کو سوچ بچار آگے بڑھائے لایا۔ اس وقت نظام الملک اس بڑی رائی کی خواہش کی و مضمون فیصل ہوا جاتا تھا۔ دو پیرانہ سالی نے بھی ضعیف کر دیا تھا۔ اور خود حملہ کیا۔ اور اسکی پرانی حکمت چل سکی کہ مرہٹوں کو آ ساتھ لیکر مرہٹوں کے لئے لوہی سے کاٹا غرض اس نے جو خرما اور احتیاط ہو پال کے قلعہ کے قریب قامت اختیار کی اسے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اسے پیشوا کو خوف ہی جانا رہا۔ اور وہ بہرہ جہا









اس پر یہ میں بیان کرتا ہوں کہ اس رشا ہوا کو اپنی ذاتی بزرگت سے فخر ہے کچھ معدن پر بارش  
 نہیں ہے سادو کی لڑکے کی شادی جب محمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی۔ اور دولہن والوں کی طرف سے  
 آدمی پیغام لیکر آئے کہ ہمارے دلان و تنور ہے کہ دولہ اپنی سات پشت کا نام بتائی اب اپنی پاد  
 کا نام بتائے تو اونے یہ کہہ گا کہ گودا دا دشا پسر ناو شاہ است و ناو شاہ پسر شمشیر یا سیم چین  
 تا ہفتاد بار بشمار غرض ناو شاہ تلمین پیدا ہوا۔ اوسکے لڑکپن کا حال تو کسی نے کچھ  
 لکھا نہیں مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آثار عمری میں شجاعت و مردی و تہور و مذاقت کے  
 آثار اسے ظاہر ہونے لگے تھے شہر برس کی عمر میں وہ لڑکوں کا تہہ میں جو خراسان کو لوٹنے  
 آئے تھے گرفتار ہوا اور ماہی و سکن پکڑی گئی۔ چار سال وہ قید میں کر رہا ہوا۔ اور ماہی و سکن  
 ہی میں دنیا کی قید سے چھوٹ گئی۔ اب یہہ جو چھوٹ کر اپنے وطن میں آیا جبکہ وہ شاہد ہما پ  
 کی خدمت میں پہنچا حال و سکا سوار اسکے نہیں لکھا گیا کہ اس مرد عجیب طبیعت و ہفتاد ایک ہی  
 و تیرہ پوکیسان رہی دل اپنے ملک ایک امیر بابل گیا ملازم ہوا۔ اوسکو قتل کیا۔ اوسکی لڑکی  
 کو بہا لے گیا۔ اوسکو نکاح کیا۔ ضاعلی مرد اوچھیدا ہوا۔ پہر بیرون کو ساتھ لیکر لوٹ مار سے اتفاقاً  
 بسر کر رہا۔ اسوقت اوسکی بہادری کا شہر ہونا شروع ہوا۔ والی خراسان نے اوسکو نوکر کہہ کر  
 اونکو لون کر دیا۔ اس جنگ میں اونہ اپنی شجاعت و مردانگی دکھائی۔ کہ سپاہی افسرین  
 اوسکی ترقی ہوئی۔ مگر یہاں کچھ یہی حرکت نامناسب کیں کہ والی خراسان نے اوسکو لاکھان  
 مار کر نکال دیا۔ وہ اس سبب ایسا غضب میں آیا کہ مشہد میں چلا گیا۔ و سکا چچا کلات میں ملاک چو  
 قبیلہ افشار کا سطرائف تھا اوس نے اس چلا گیا مگر چچا ہی بہتے کی حرکتوں تنگ کیا۔ اوسکو نکال دیا  
 پہراونے اپنی لوٹ مار شروع کی۔ اب اسوقت میں دولت صفویہ پر زوال آ رہا تھا۔ سکر ملک میں  
 شور و غوغا مچ رہا تھا۔ تین ہزار قندہار باکونے والے مار کے جہد می کے بچے جمع ہو گئے۔ اوسکو لکھنا  
 بنایا

اوسنے خراسان پر سخت خراج لگایا۔ جب چچانی ملک پر پہنچے گا اختیار اور اقتدار یوں روز بروز  
 تو اوسنے خط لکھا کہ تم شاہ ہماچ کے نوکری کر کے فغانوں سے لڑنا چاہو۔ اور اپنے بخت پر دشا  
 کی امداد کرو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے لیے جرموں کو عاف کر دے تو میں خدمت گزاری  
 کے واسطے حاضر ہوں۔ پڑنے قصور جو بادشاہ کا گناہ تھا ہو گئی تھی وہ پر یہ ایک بنا قصور اور  
 بڑا پاکہ اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور یہ سمجھا کہ وہ اوسکی ترقی کا حاجت اور خراسان میں ناغمانہ سیر کرنے  
 تیار ہوا۔ جو کہ ان افغانوں کو خراسان کا گناہ منظور تھا۔ اور وہ نادر کی قوت بازو میں پڑا۔  
 اسلئے شاہ ہماچ اوسکے پہلے قصور کا ذرا خیال نہ کیا۔ اب فتوحات نادر میری بادشاہی مہموں  
 کو رونق چھل ہونے لگی۔ مگر بادشاہ کو اول ہی نادر پر شک حسد تھا۔ ایک مہم میں نادر ضرور تھا۔  
 جب بادشاہ اوسکی طلبی کے واسطے حکم لکھا تو اوسنے ہی انکار کیا۔ اسلئے بادشاہ نے اسے باغی کہا۔ اس  
 سکروہ ایسا افروختہ ہوا کہ بادشاہ فوج لے کر جہک پڑا۔ اور اوسکو ایسا مغلوب کیا کہ جو اسنے کہا  
 وہ بادشاہ کو گریبا پڑا۔ اور اسوقت اوسکا کچھ اختیار باقی نہیں رہا۔ اب اس کو الغر نے اپنے ملک  
 آدمیوں کو خواب غفلت میں رکھا۔ اور اوسکو اپنی بہت مردانہ دکھا کر مرد بنایا۔ اور تھوڑے دنوں  
 بجلی و آندہ ہی کی طرح سراسر ملک پر پہر گیا۔ اوسکی شہادت و جلالت اور سرعت کے کام ملک  
 عقلمان تک ہوتی ہے کہ ملک ملک و صوبہ صوبہ فتح کرنا چلا گیا۔ سب عظیم الشان کام اوسکا ہوتے  
 کہ اوسنے ایران کو ستائیسہ سال میں بالکل چھٹا ہون سے پاک صاف کر دیا۔ اور اوسکے عوض میں بادشاہ  
 چار ملک عظیم خراسان اور مازندران و سیستان و کرمان یعنی اپنا آدھا ملک مسکوم حرمت کیا۔  
 جس شخص نے ظالم دشمنوں کے پنجوں سے ملک نکالا ہوا اوسکے کئی بہرہ پڑا۔ انعام تھا۔ بادشاہ اوسکو بہت ہی  
 اجازت دیدی کہ وہ اپنے سر پر تاج رکھے۔ اور اپنے نام پر سلطان کا لقب پڑا دی۔ مگر اوسنے انکار کیا۔  
 ۱۲۳۰ء میں اوسنے دیو کو بحر خزر پر دو کھنڈی نہایت ستمناک کام ساتھ کر لی۔ اہل عرب کو مغرب

آگے نہ بڑھنے یا سلطان روم کو شمال سے خارج کر دیا۔ اور جو صوبہ سلطنت ایران کے دشمنوں کے قبضہ میں  
چلے گئے تھے ان کو دوبارہ واپس لیا۔ یہ ایک سترہ سالہ جنگ تھی۔ اس میں ایران کی سلطنت کو وہ  
کراؤ کی حدود اپنی قدیمی صورت پر قائم ہو گئیں۔ یہ سترہ سالہ جنگ میں خاندان صفوی کا خاتمہ کیا۔  
اور دفعہ اپنی مذہب بدلنے والا ایک انوشیعہ تہا یا سنی ہو گیا۔ حقیقت میں نادیر کا کوئی مذہب اور خود  
کے نہ تھا۔ جب وہ سنی اپنا کام شیعہ ہو گئے تھے دیکھا شاید یہ واجب اور ملکوں کی فتح کر نہیں دیکھا  
کہ سنی ہونا کام کیجنا سنی ہو گیا۔ اب مستقل بادشاہ ہوا۔ اور یہ سکہ اور سکا چلا۔ چاروں طرف  
نادیر ایران زمین و جزیرہ گیتی سنان۔ دوسرے طرف۔ بحر فیما وقع منقش تھا۔ جسکے بدلہ سنج  
الآخر فیما وقع پڑتے تھے۔ سترہ سالہ امن ہو گیا۔ سترہ سالہ سلطنت کے لئے افغانوں کا واپس لایا۔ اور سترہ سالہ  
وہ ہندوستان پر اندیشہ کی طرح چڑھ آیا۔ اب اسکا مفصل حال ہم لکھتے ہیں۔

### نادیر شاہ کا حملہ ہندوستان پر

نادیر شاہ نے جب پنجاب کا ملک فتح کیا تو اسکی سلطنت کا دائرہ امینڈہ افغانان تمپور کی سلطنت تک گیا۔  
وہ ہندوستان کی سلطنت کے ضعف اور افغانوں سے خوف آتھا گیا۔ ہندوستان کی کئی چڑیا سب سے  
مشہور تھیں۔ اسنے یہ راہ دیکھی کہ کسی طرح اس چڑیا کو بڑا جاسی۔ اور اسکی چونچ سے خواہرات لگوا  
اور مہات کو نقصانوں کو بڑا کرنا چاہئے۔ سو اسکے یہ خیال بھی و سکو تھا کہ یہ چڑیا جو فوج  
جو اسکے زیر حکم ہے اگر نئی نئی فتوحات میں مصروف نہ کیجائیگی تو خود اسے بین لگے دنا کرے گی اور اسکی  
مرگے بغیر اسکا حملہ ہندوستان پر جدا اور دشمنی سے خالی نہ تھا۔ اور لڑائی کیواسطے یہ

سبب ہی پیدا ہو گیا کہ قندھاری افغان اسے نکل کر تلم کوستان کا بل میں پہل گئے تھے۔ چونکہ  
کابل میں بادشاہ کی طرف سے جو دار رہتا تھا۔ اسلئے نور شاہ نے محوشاہ یاسن ماہ مخزن کے ہاتھ میں بیجا

کہ حسین اتحاد اور واد قندھار میں کیناں کیناں اور ہندوستان کے بادشاہوں کے درمیان ہمشیر ہو جاتی تھیں

اور پر یہ کہہ گا کہ تم ہی اپنی صوابی کے نام حکم پہنچاؤ کہ وہ افغانوں کو نکالے۔ تاکہ دونوں طرف  
 دبا کر اس فرقہ کی قرار دیا جی گویا جانی یہاں اندون میں عیش و عشرت کو غلہ شہر ہے محمد شاہ بہا  
 صاحب میر تہ تیغ آسانی کی سوا کچھ ہی کام نہ تھا۔ حضرت ہاتھ میں جام و بعل میں دلا اہم تھا۔ کسکو  
 دماغ تھا کہ نامہ کا جواب لکھتا۔ سوا اسکے نادر شاہ کی نادر شاہی کون مانتا تھا۔ ایک و سکوناد قلی  
 سمجھے بیٹھے تھے اب ترو دیہ پڑا اصل جواب لکھیں۔ اور جواب لکھیں تو القاب لکھیں۔ خیر یہ تو  
 بہانہ ہی تھا اگر اصل حقیقت یہ تھی کہ ہندوستان کی سپاہ میں سکت کہاں تھی کہ وہ افغانوں کو  
 نکالتے اور روکتے مصلحتاً یہ توقف تھا۔ اور یہ سمجھا تھا کہ حسین افغان نادر شاہ کو مار کر قندار  
 سے پھر بگاڑ گا۔ جب محمد خان المیچہ آیا تو اودھ میں پندرہ لاکھ سپاہی آدمی دوڑائے۔ اور اصل حال پوچھا  
 جب اسکا جواب ہی آیا۔ اس عرصہ میں ایک سال کے اندر قندار فتح ہو گیا حسین افغان قید ہو گیا۔  
 اب لی سے جوت آیا تو نادر کو بھی غصہ آیا۔ اور کابل پر وہ اونٹن کر چڑھ آیا۔ ناصر خان کو بھیہ مقابلہ کیا  
 مگر آخر شکست پائی۔ نادر کا کابل پر بھی تسلط ہو گیا۔ یہاں کابل قندار دونوں فتح ہوئے۔  
 دلی میں جو کوئی امرا اور خاندوران خان سے یہ خبر نہ پتا تو وہ سہنس کر یہ کہتا کہ تھا کہ  
 گھر بہت بلند ہیں اس سبب تم کو نادر شاہ فریاد شون اور مغلوں کے ساتھ ہر کسی کہلائی دیتا۔  
 اور ساری بادشاہ کو رفیق و صاحب کہتے تھے کہ یہ ساری اقرار بر داریان اعتماد الدولہ اور صوف  
 اور اور توراتی امیروں کی ہیں۔ نادر شاہ کو المیچوں کو بھی بنانا تھا کہ وہ زکریا خان توراتی حاکم  
 لاہور نے بنا کر بھیجے ہیں۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ صف جا جب کن کو گیا تو نادر شاہ کو خلیہ المیچ  
 بھیج کر سنا گیا کہ آپ کو تکلف چلاؤں۔ یہاں دلی تک میدان تھا ہے۔ مگر یہ کہ عقلمند و سرکشی  
 ہے کہ وہ امیر جو کسی ملک میں درجہ اول کہے وہ دشمنوں کو اپنی گہرا لے۔ اب یہاں نادر شاہ کابل  
 میں مقیم ہو کر ایک خطا بنی المیچ کے ہاتھ پر بادشاہ کو صفر ۱۱۸۵ میں لکھا اور اس میں پہلی حرکات





لکھنؤ میں پہنچا کہ اس کے لشکر کو بادشاہی لشکر سے ملنے دین چنانچہ باہم مقابلہ ہوا۔ اور یہ  
 مقابلہ لڑائی کی صورت میں ہو گیا۔ جب بادشاہ نے آصف جاہ کو کہا کہ برہان الملک کے لشکر کی کمک پر جاؤ  
 تو اس نے یہ کہا کہ بہر حال برہان الملک کے لشکر میں لڑکر لڑا ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جوں  
 آرام کرے۔ برہان الملک حلبی نگر سے کل قلعہ کو آگئی کہ لڑا اور کل لشکر کو ترتیب میں نظام سے  
 لڑنے کے ساتھ خانہ دران کے آصف جاہ کی اہل گنجی اور سندھ بادشاہ سے کہا کہ برہان الملک کے محل گیا ہے  
 وہ دشمن سے لڑ رہا ہو گا حیف کی بات ہے کہ ایسا جو اندر جان فشان مرثیہ کے لئے چلے۔ اور ہم اس کا  
 تماشہ دیکھ کر یں۔ میری غیرت اور مروت کا قصدا نہیں ہے کہ اس کے پہلو میں جان کر نہ ہوں  
 اور وہ کو اختیار ہے یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اور اسے ہی پر سوار ہو کر لشکر ساتھ لڑا برہان الملک کے لشکر  
 آدھ کوں پر جا کر لڑا۔ نادر شاہ کو لشکر نے حملہ پر حملہ کئے۔ اور وہ گھنٹہ لڑائی کا ہنگامہ کر رہا۔ اور  
 کے از مودہ کا سپاہ کی درجہ اس سے کہ کیا حقیقت تھی۔ اس نے تھوڑی دیر میں مارکر دھوین اور اس  
 بہت بڑی بڑے سردار میدان میں کام لئے۔ امیر الامرا خاندان خان زخمی ہو کر میدان سے پہرے  
 یہاں بادشاہی نظام کی یہ خوبی تھی کہ امیر الامرا پہنچا نہ تھا کہ سب خیموں سے لگے۔ اور سب  
 کا خاندان کی خاک ڈگنی کہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ امیر الامرا خاندان خان صمد الدولہ  
 بہادر کہاں فروکش تھی۔ اس بیچارے زخمی کو خیمہ کا ہی کہیں سایہ ملا۔ ایک بچہ کہیں پڑا تھا  
 اس میں اتنا راعما والد و لا وصف جلا اور خواجہ سربراہ بادشاہی عبادت کے لئے۔ وہ کہیں  
 جب ہوش آیا تو یہ زبان پر لایا کہ ہم نے تو اپنا کام تمام کیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے لگے  
 اتنا ہم کہے جاتی ہیں کہ بادشاہ کو نادر شاہ کی ملاقات کر لئے اور نادر شاہ کو دلی میں ست لگانا  
 جسطرح ہو سکے اس بلا کو اسی جگہ سے ٹالنا۔ اور تارخ خاندان خان کا تو انتقال ہوا۔ اب  
 برہان الملک اس کے رفیق میدان میں لڑ رہے تھے۔ اور نیکو چار و طرف قزلباشوں کے گہرے

ایک نوجوان ہم وطن برہان الملک کا گھوڑا دوڑا کر اوس کے ہاتھی کے سامنے گیا۔ برہان الملک  
 نے تیرا سپر چلانا چاہا۔ اور پراسن جوان نے یہ کہہ کر محمد امین دیوانہ شدہ باکرے بھنگی۔ اور یہ کہہ کر تیرہ  
 زمین میں گاڑا اور گھوڑی کو اوس سے باندھا۔ اور خود سہ پہر کر ہاتھی میں حمار کی اندر برہان الملک  
 پاس جا بیٹھا۔ برہان الملک ان کے دوستوں واقف تھا۔ اوسنے اطاعت اختیار کی اور نیچے  
 تقدیر کا اسیر ہوا۔ لشکر فریباش کے ہمراہ لشکر گاہ میں پہنچا صرف ایک گھنٹہ دن باقی رہا تھا کہ شاہ  
 اپنے خمیوں میں اولٹا چلا آیا۔ پادشاہی جوڑے مستحکم بہتے اور یہ جلانہ بین کیا۔ برہان الملک کی  
 فقطیت معاف کر دیں۔ اور اوسکو اپنے ساتھ سترخان پر بٹھایا۔ اب ہان الملک اس یہ خیر  
 پہنچ کر امیر الامرا گیا۔ اوسکو ایک تیسے امیر الامرائی کی لوگی ہوئی تھی۔ اسلئے اوسنی پادشاہ  
 مصلحت آمیز باتیں بنانی شروع کیں۔ اور پادشاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ حضور ذکر و تہذیب  
 لے لیں۔ اور یہ کہیں واپس تشریف لیجائیں پادشاہ اس بات پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک  
 یہ بات اپنی پادشاہ کو کہی۔ یہاں پادشاہ اور صف جاہ سرگرم بیان حیران پریشان لگشت  
 بندان بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ آئندہ کیا کریں۔ اس مشورہ کو سنکر شاہان ہو۔ پاد  
 نے فوراً صف جاہ کو روانہ کیا۔ اوسنے برہان الملک کی وساطت سے مادری ملازمت حاصل کی اور دو  
 کروڑ روپیہ بھیجے کا وعدہ کر کے وہاں خضت ہوا۔ محمد شاہ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی کاروائی  
 اور دولت خواہی ظاہر کی۔ برہان الملک کی حسن خدا کو اڑا دیا۔ پادشاہ اوسے خوش ہو کر  
 امیر الامرائی کا خلعت پیش بہا مرت کیا۔ ۱۶۔ ذیقعد ۳۸۔ ۱۱۵۱ھ کو پادشاہ کو ملا  
 سے محمد شاہ اوسکی ملاقات کے لئے گیا جب لشکر کے قریب پہنچا۔ تو نصر اللہ مرزا کو استقبال کے لئے  
 جبہ رستمین ملا تو پادشاہ کے تحت روان کو زمین پر کہوا کر اوسکو گلے لگایا۔ اور اوسکو فرزندوں  
 کی طرح ساتھ لیکر پادشاہ کی خیمہ پہنچا۔ وہاں ناوہی خیمہ باہر استقبال کے لئے آیا۔ اور اپنی

مسند پر اوسکو نہایت تعظیم میں بیٹھا بعد اسکے در و مندی اور بہائی بندی کی باتیں ہونے لگیں  
 نادر شاہ نے شکایت کی کہ اتنے خط میں کچھ بچا پنے اوسکا جواب دیا۔ اس سبب مجھے یہاں آنا پڑا  
 بادشاہوں کو ایسا غافل نہایت نہیں ہے۔ محمد شاہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا  
 تو آج یہہ ملازمت معلومت کیونکر حاصل ہوتی۔ اس جواب کو نادر شاہ منکر پڑا خوش ہوا۔ اور بولا کہ  
 حق تعالیٰ ہندوستان کی سلطنت لگو مبارک کرے۔ یہاں کی فرمان روائی آپ ہی کا حق ہے <sup>مستحق</sup>  
 آپ کو حکم سے ستابی کرے۔ اوسکی گوشمالی کے لئے میں حاضر ہوں غرض بادشاہ منسی خوشی پر خمیہ  
 آیا۔ اب یہاں مورخوں کی یہ گھڑت شروع ہوتی ہے۔ برہان الملک امیر الامرا کی تمنا میں بیٹھا تھا  
 جب اوسنا کہ صف جاہ آگے اوڑا تو وہ بہت دل ہی دل میں گٹھا غریض و غضب میں اگر نادر شاہ  
 سے عرض کیا کہ بجز از آصف جاہ احد مقتد امری نہیں تو اندشہ۔ آپ نے کیا غضب کیا کہ دو کروڑ  
 روپیہ پر قیامت اختیار کی۔ اور ہندوستان خزانوں اور دینوں اور فلان فلان جواہرات <sup>لاکھوں</sup>  
 روپیہ کی قیمت کی جو ہر دے۔ یہہ دو کروڑ روپیہ تو یہ فقیر اپنے گھر سے نکال کر دے سکتا ہے۔  
 بادشاہی خزانوں اور امار اور تجارت اور مہاجوں کی دولت کا کیا ہنگامہ ہے۔ آپ شاہجاہ آباد  
 چلے۔ اور ان فاروقی خزانوں کو نہ چوڑے۔ نادر شاہ منکر پڑا خوش ہوا۔ اور اوسنے صف جاہ  
 سوال و جواب کے واسطے طلب کے نظر بند کر لیا۔ اور اوسے کہا کہ نادر شاہ کو بلا دو۔ اوسنے کہا کہ آپ  
 سے یہہ عہد نہیں ٹہرتا۔ نادر نے کہا کہ اپنا عہد نہیں توڑتے ہیں بادشاہ کی عزت ابر و اور  
 دولت کچھ کام نہیں رکھتے ہیں صرف ملاقات منظور ہی غرض آصف جاہ عرضی بادشاہ کو لکھی  
 بادشاہ نہ آیا۔ نادر نے اوسکو عزت حرمت کے ساتھ خمیہ میں اتر وادیا۔ اور کہا کہ سبب تجل سلطنت  
 اور ستورات حرم کو مع اجماع فعلہ کے یہاں بلا لو۔ اور حاضر جمع سے یہاں ہر حرکت کرو۔ اور  
 اوسکے لشکر میں حکم ہو اور ایا کہ جب کا جی چاہے یہاں آجائی جب کا جی چاہی وہاں چلا جائے۔ بادشاہ

مجبور ہی کیا جواسنے کہا۔ بعد اسکے برہان الملک و ملہا سپن جلائے کے ہاتھ ہا فرمان اور شاہ  
 کا شقہ لطف الدخان صلوق قلندر شاہجہان آباد کر نامہ بھی پاکہ و مساک کا خانے شاہی اونکو جو اگر  
 غرض و نہونک بیان المرقعہ از سی کجیاں لین۔ اور ساری کا خانوں پر قبضہ کیا جیت جال گذراتو  
 محمد شاہ کا لشکر پشیمان ہوا۔ اکثر ازہرین تو ربا شونک ہاتھ سے جو خافت و تاراج کرتے تھے تھہری گئے  
 ۔ اور جو اسکے ہاتھ سے بچا اونکو مند و ستانیونک زندہ نہ چھوڑا۔ اور اگر زندہ چھوڑا تو کپڑا بدن پر چھوڑا  
 الفضلہ محمد شاہ اور نادر شاہ غرہ اول ذی الحجہ ۱۱۰۰ ھ میں شاہجہان آباد کر اندر داخل ہوئی۔ اور  
 نادر شاہ بادشاہی محلونین قلندر کر اندر توڑا۔ اور اپنی سپاہیوں کو محلو نین جا بجا حفاظت کے لیے بھیجا  
 ۔ اور حکم دیا کہ کوئی سپاہی غایا پرست و رازی نہ کری۔ اور اگر کوئی خلاف حکم کرے تو اسکے گوش  
 و باغ کو کاٹ ڈالو۔ باوصف اسکے اور شاہ فیہہ دوراندیشان کہین۔ مگر بند و ستانی من خوار فوج  
 راضی نہ ہوئی۔ اتفاق سے عید اور نوروز و ولایت کر ہوئے۔ پہلی ٹری دموم درہم ہشتین ہون  
 عید دن خطبہ میں نادر شاہ کا نام جامع مسجدین پڑ گیا چوتھی روز عصر کے وقت مشہور کسی کہنہ  
 میں بیٹھے بیٹھے ایک سینگ لولا کہ واہ محمد شاہ رگیلے تیر کیا کہنا ہے۔ مغل کو ایک قلما قنی کے  
 ہاتھ سے مروا ہی دیا۔ یہہ ہوائی ساری شہر میں ہوا کی طرح پھیل گئی۔ دلی کی خلقت اون تو ربا شون  
 پر پل ٹری جو محلو نین محافظت کیوں مقرر تھی۔ اور مختلف جگہ میں متفرق ہو اونکو فیض کا قتل  
 کر ڈالا۔ ہوقت بند و ستانی امر کا باجی بن یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن ایرانی سپاہیوں کو اپنی حفاظت  
 کے واسطی نادر سے لکھ لکھتے تھے اونکی بھی حفاظت نہ کی۔ بعض عوام الناس کے حوالہ قتل کے لکے کر دیا  
 اور بعض خود مورچہ جاکر اوپر حملہ کیا۔ نادر کو اس قضیہ کی خبر ہوئی تو اسنے چند آدمی بھیجے کہ  
 وہ آدمیوں کو سمجھا دیں کہ یہہ خبر بے اصل ہے۔ سلطان آدمیوں کو بھی لوگوں کے مار ڈالا۔ رات بہرہ کے کھینچا  
 اور ساری اپنے آدمیوں کو جو اس پاس تھے حکم دیا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے رہیں جو حکم کرے اسکا جواب دیں

خود کسی پر حملہ کرنے۔ جب صبح ہوئی تو نادر شاہ خود گھوڑی پر اس فطرس سوار ہوا کہ اس شورش کو  
 مٹا سکے۔ مگر وہ سکے سوار ہو نہ سکا اور فتنہ برپا ہوا۔ اس میں سب خون کا اتفاق ہی کی بنا پر کسی بزرگ نہایت  
 نہ تھی کہ وہ دلی ان کو تکلیف دے گا اور کسی تکلیف پہنچائی۔ مگر وہ شہر میں سوار ہوا تو اس پر شہر میں کسی بو  
 شروع ہوئی۔ بلکہ ایک شخص نے ننگ کے پہلے چلا یا جسے ایک پرک سکا پہلو میں گر کر مارا گیا۔ اپنی آنکھوں کے  
 سامنے اس نے دیکھا کہ جا بجا قریب اس وہ پڑی ہیں۔ اور لشکر ہی اس کا لشکر کا ہی شہر میں آئے ہیں  
 تو اس نے قتل عام کا حکم دیا۔ اور کہہ دیا کہ جہاں ایک ایرانی مردہ دیکھو وہاں ایک ہندوستانی زندہ چھو  
 جس وقت اس کے لشکر کا ہاتھ تلوار پر شہر والوں کا ہاتھ یوں کا یوں ہی رہ گیا پھر ہلا صبح ہوئی تو ایک  
 کشتوں کو پتے لگ گئی۔ اور تلوار کی آج سب آدمیوں کا کام تمام ہو رہا تھا۔ اور ہر ایک کی آج سب مال اپنا  
 مکان خالی ہو کر تھی۔ سو قتل نادر شاہ کی تلوار کھینچے ہوئے وسط شہر میں روشن الدولہ کی مسجد میں بیٹھا  
 ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں خون ڈھل رہا تھا۔ کسی یا نہ تھا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلا کر اس کا غضب  
 قہر خداتا تھا۔ سب امیر دیکھتے تھے اور دم نہ مارتے تھے۔ ایک خواجہ مراد شاہ پاس واما ہوا گیا کہ حضور کی  
 رعایا سب قتل ہو گئی۔ بادشاہ ہی آبدیہ ہوا اور صف جہاں اور قہر الدنیاں کو لیکر  
 نادر شاہ پاس پہنچا اور دوسری رات رعایا کو حضور معاف کر دیکر لئے کہا۔ نادر شاہ کا نادر شاہ ہند کی  
 کوئی دفعہ بہت ایسی نہیں ہوئی جس میں خون ریزی ہو۔ اس لئے تلوار اپنی نیام میں کھینچی۔ سارے  
 شہر میں ایرانی نقیبان ان کہتے ہوئے پہلے پہل کی پل میں ان ہو گیا۔ اسے معلوم ہوتا  
 کہ اس کی سپاہ کا کیا عمدہ نظام تھا کہ دہر اس نے اپنی تلوار کو نیام میں ڈالا اور ہر ایک لشکر کی تلوار  
 نیام میں پکڑ لی۔ اگر کسی تلوار گردن پر رکھی ہوئی تھی تو وہیں رہی۔ اب اس میں مورخوں کا حوالہ  
 ہے کہ کتنے آدمی کے ہاتھ ہزار سی ڈیڑھ لاکھ تک تھمبہ کیا ہیں۔ مگر سب یہ کہ جن لوگوں کا خانہ جیات  
 تارک ہوا ان کی خانہ شماری اور دوم شماری کون کرتا ہے۔ نادر شاہ کی آدمیوں کو ہندوستان میں

ہاتھ سے قتل ہوئی کوئی سات سو تالیس کوئی ہزار کہتا ہے بانی پتلی لڑائی میں تین آدمی مرتے  
 اور پین چھی ہوئی تھے۔ ہندوستانی بسین ہارمے تھے غرض ایرانی و ہندوستانی دونوں کے  
 لیے یہ ہنگامہ پانی پت کی لڑائی ہوئی تھا۔ جو امر بہاگ کر دلی سے کچھ خاصا پر کسی قلعہ میں محصور تھے  
 ۔ اون کے بہنوئی مار ڈالا جس شخص کو سکھ گمان اس مہاراجن شریک نے کہا ہوا اسکی جان نہ  
 بعد اسے سپرد و مضر الدمرز کی شادی محمد شاہ کی بیٹی سے کی۔ جو مغلین ہوگ اور سوز کی تہین اب  
 قص و سرور کی مجلسوں بل گئیں۔ یہ معلوم ہوتا کہ دلی کے آدمی کسی سپرد و مضر کو پسند کرتے تھے اور لڑ  
 دلی کسی درجن بالا قوم کے تھے کہ ہندوستانی دلی سے گئے تھے کہ انکی مجلسوں بنقلین ہوئی شروع  
 ہو گئیں کہ ایرانیوں کے چہرے خوشوار بنائی جاتے اور ہندوستانی گر گڑا تے ہوئے انکے پاؤں گرتے۔  
 اسپر بہل مجلس خوش ہوتے اور قہقہے تے غرض شاہ دلی میں اٹھاؤں دن رہا محمد شاہ سے  
 خلوت میں ملاقاتیں رہیں۔ اور اسنے نظام سلطنت اور دوام دولت کے قیام اور استحکام کے سبب سے  
 کیں۔ یہ ہر اسنے اور ارمیان سلطنت کو بلا کر بادشاہ کی خیر خواہی کے لیے تاکید اور تنبیہ کی۔ اور اظہار  
 کے حاکموں کے نام یہ حکم گشتی یہاں کہ محمد شاہ کی طاعت کرو آخر فقرہ اس تحریر کا یہ تھا کہ میں محمد شاہ ایک  
 روح پرورد بدن اگر خدا می خواستے خبر بغیانی شما لہستہ ببادشاہ گوشن و من شود نام شمارا صفحہ  
 خلقت محمد خواہم کرو جو اسے کہا اگرچہ اسکے کرنے کی فرصت تو اوسی نصیب نہیں ہوئی۔ مگر خلیکو  
 اسنے دیکھا دیا تھا انہوں نے اسکی تقلید کر کے بہت جلد خاندان کو خاک میں ملا دیا۔ گویا نادرس  
 خاندان کو ذلیل اور خوار کر دیا خود سبق لوگوں کو سکھا گیا اور اسکی ہیبت کو لوگوں کو لوں اور پٹیا  
 اگرچہ وہ امر کی ٹری خاطر داری کرتا تھا۔ مگر ذکوہ خوب بچا تھا۔ لیکن قمر الدین خان بوجھا کہ انکی  
 کس قدر بی بیان ہیں اسنے عرض کیا کہ ساٹھ ہائیٹہ ہونا دنی اپنے لوگوں کو کہہ کہ ویرہ سواوری  
 عورتوں میں سچید و کریر صاحب منصب میں باشیگری کا (یعنی افسری) ہزار آدمیوں کی)

حاصل ہو جائے۔ اس قتل عام ہی پر پرتگیزیوں نے نادر شاہ کا بڑا مطلب اس ہندوستان کی طرف سے یہ تھا کہ یہاں کے مال سے اپنی زمینیں بالالال کرے۔ جب اس نے فتح کی تھی دولت کوٹنے پر غش تھا۔ اول اس کو یہ دلائے والی سعادتمند سعادتی آنکھیں چھوٹنے لگیں۔ شہر جنگ کی ہر دو کروڑ روپیہ گہری منگاکر خزانہ نادری میں داخل کئے تھے۔ جب دولت خان کے قتل کے بعد جگہ بہ بلند خان ہندوستانی و طہاسپان لیرانی کھڑے ہوئے۔ اول انہوں نے پادشاہی خزانوں اور جواہرات پر تصرف کیا۔ بیگمات تک کا زیور اور تروالیا۔ تخت طاؤس لی لیا۔ بعد اسکے بڑے امیروں کے گہر ضبط کئے۔ بعض امیروں پر زبردستی کر کے بہت سامان چھین لیا۔ پھر چھوٹے ملازمین اور عام عیال کی کم بختی آئی۔ ساری شہر کے دروازوں پر پہرہ بندی تھی کہ کوئی شہر مال لیکر نہ نکل جائے۔ غرض ہر دولت مندر کے گلے پر چہری مال کے تیلانے لے گئے۔ کہے ہوئے تھے بہت غرت مندر کہا کر گئے۔ بہت لوگ بچاری کے گئے باندھے گئے۔ نادر کی طرف جو ظلم تھا سو تنہا بیچ کے یہ لہکا لہکا پر دولت مندر کے لئے اور غریبوں کی جان کہاں جاتے تھے۔ دس وصول کرتے تو پانچ آپ کہتے غرض جان اور مال و غرت اور آبرو کے لئے گہر پر دنا تھا۔ پہلے صوبہ سے بیسوں کی باقی کار و پیر وصول کیا گیا۔ جب در کو خوب معلوم ہو گیا کہ اب کوئی ہٹکارا دیکھتا ہے کہ باقی نہیں رہا تو اس نے راہ رجعت کا لیا۔ اور اوسے شاہ کو خود تخت پر بیٹھایا اور سارا زیور پہنایا۔ اور عہد نامہ لکھا یا جس میں ویرا سندھ کی مغرب طرف ملک سالار اوسکی قلمرو میں داخل ہوا۔ اب جو لوٹ وہ ہندوستان لے گیا اوسکے تخمینہ میں خلاف بین آسمان کا ہے کوئی ستر کروڑ بتلاتا ہے۔ کوئی پندرہ کروڑ کہتا ہے۔ اور بہت جواہرات بتلاتا ہے۔ جسکی قیمت کا تخمینہ نہیں ہو سکتا۔ اس نادر شاہ کے آنکلی ہزاروں حکامین اور راجائین ہزاروں سکون قلمرو کی ملکات و عیال میں گھر گھر صحیح حال و سیدھے سمجھنے پاتے جو نادر شاہ نے خود اپنے

اپنے بیٹے ضیاء علی کو خط میں لکھا ہے اور اوس میں ہذا حال لکھا جو الامور محمد شاہ کے دوا بہ سخت پر  
 بیٹھاتے تاکہ گذر ہے۔ اوسکا خلاصہ ہم دل میں درج کرتے ہیں۔ اول خبر از جنگ جو  
 از سپاہ ایران با مقدمہ لشکر سند و غلبہ بر ایران میدہد و بعد از کوششے کہ برے منع ملحق شدن  
 لشکر سعادت خان بد لشکر محمد شاہ نمود و فائدہ بران ترتیب شدہ بود و منیور بعد از ان میگوید بین  
 مضمون کہ چون این دو محمد شاہ رسیدہ نظم گرفت و لشکر خود را با نمود و میدان صف محاسبات  
 و تاکہ در آرزو و جنین بودیم قراول حجت حیانت اردو گذشتہ و از قواد متعال ستوات جتہ بر  
 حلیہ بریم کلو و ساعت تنور حرب گرم بود و آتش توپ تفنگ من سو و بعد بعد از ان بعون الہی  
 شیر شکار صف خصم را بر ہم زدہ ایشان را متفرق کردند درین مقام تفصیل ناچہائے اعظم ام کہ کشتہ  
 و زخمی و ہیر شدہ ندینو لیدار حملہ مقتولین خاندولان و از اسورین سعادت خان را در کیند و بعد  
 کہ این جنگ و ساعت طول کشید و ساعت دہیم ہا کرمانیم اتفاق دندہ نوز یک ساعت از روز  
 باقی بود کہ معرکہ حرب بکلی از دشمن پاک شد و چون استحکامات اردو ایشان استحکم مضبوط بود  
 فرمان دادیم کہ از یورش دست بردارند و نہ بسیار و چند فیل و قدرے از توپخانہ پادشاہ ہندون  
 و لغائے فناء ہم از ہر قسم سبیلین فتح بدست افتاد و از نسبت ہزار متجاوز دشمن بر خاک  
 ہلاک افتاد و خیلی پیش ازین نیز در قید اسار و آمد بعد ازین جنگ لغو لشکر محمد شاہ الاحاطہ کرد  
 راہ مراد و با اطراف و حوالی را بر ایشان مسدود ساختیم و توپہا و جہاز را با حجت با خاک کیسل کرد  
 استحکامات ہما نمودیم چون احتمال انقضاء عظیم در آرد و می بیندین لہ یافتہ ہم وجہ آوارہ پذیر  
 نبودند محمد شاہ از رخصت رلا بد شدہ بعد از کیر و در پنجشنبہ ہفتہ ہم ذالقعده نظام الملک را برسوا  
 فرستادہ روز دیگر خود با اعیان ملک حضور رسید و تفتی کہ محمد شاہ رو بار و دو آمد بلا خط انیکہ ما یکا نیم  
 و او نیز از سلسلہ ترکانیہ خانوادہ کورکانیہ بہت فرزند عزیز نظر المیز را تا ابیرون اردو استقبال



وار و خیمہ بادشاہی با گشت نظر بلا حطہ قربت ایلی انجام لاندہ احترام بادشاہی و دیو و معولان تسلیم و مطیع  
 خود بادشاہ و ماحکم گردید کہ کسی متعرض ہوا نہ پڑے بادشاہی متعلق اس سلطنت امرا و یوان مملکت نشو و ریت  
 بادشاہ و حرم بادشاہی جمیع کا بر اعظم ہندستان کہ گت کردہ مدبر سید اندامانہ فرست و نیم دفعہ  
 بجانب الی حرم خود میر کردار دہ این کہ نظر بلا حطہ نسبت شاہ و قربت الی کہ فیما بین است اوراد و بارہ بر  
 بادشاہی ہندستان مقرر نمود و قاج سلطنت بر سر و نیم حرم خدایہ کہ با خجائین کار با قدرت داد  
 باقی ہم ان باتون کوئل جاتے ہیں کہ صف الدولہ اور سعادت خان دونوں بیائین ہی ایک نے بادشاہ کو  
 بلایا تھا یہ سعاد خان نادر شاہ کو بہکا کر دلی میں لایا تھا۔ ابلان و ولو کہانیوں کے سوا ایک  
 کہانی اس بڑے کے غضب کی سنو جب کو اکل گلستانی مرغ اور محقق بھی یقین کرتے ہیں۔ اور  
 ہمراہ کی نقل آگے کرتے ہیں۔ اس ملک میں ایک وہ یادہ کوئل اور حیات پیشوں کا ہی کہ وہ سچے  
 ماملون ہی بہر حکم کوئل بر سر سجھتے ہیں۔ اور بازاری آدمیوں اپنی عقل فروشی کے لئے دماغ سے  
 گھر گھر کر کہانیاں کہاتے ہیں فسون کہ بعض اوقات ایسی باتوں کو عقل مند بھی یقین کرنے لگتے ہیں  
 اور سکوائی عقل کے زور سے ایسی برائیہیں کہتے ہیں کہ کچھ ہی کچھ نظر آنے لگتا ہی اور بے صوابت  
 اصلی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اب نقل آگے کہ نادر شاہ نے نصف جاہ کو بلایا اور کہا کہ وہ بڑے تو ہی ہم کو  
 قندار میں کیا لکھ کر بھیجا تھا اگر بعد کان خصوصاً یہاں شریف لائیں تو چاس کر ڈر روپیہ غلام حاضر کر  
 بادشاہ اور امر کے خزانے اور فنی علاوہ اسکے ہیں۔ بڑے روپیہ کہاں ہے۔ جا۔ آج کل کی ورمہلت ہے۔  
 اگر روپیہ لایا تو خیر ہے نہیں بہر تو نہیں۔ صف جاہ بہر سید بران الملک کے پاس گیا اور کہا ہائی  
 آج یہ مجھے پرفت آئی ہے کل تم پرانے والی ہیں میں ہی نصف جاہ ہوں کہ ملک کن کو کوئی دفعہ جا  
 ملایا۔ اٹھ لڑائیوں میں نام پایا۔ آج یہ قزلباش بچہ بے نام نشان مجھے یوں لعنت ملامت کرتا ہے۔  
 اس جہنی سے تو طوب فرما رہا ہے۔ میرا ارادہ ہی کہ نہ یہ کا پیالہ پی کر مر رہوں۔ خدا کے ہاں نادر سے

میلے سوال جواب ہوگا۔ گاہر بان الملک نے بھی کہا اچھا میں بھی یہی کرتا ہوں اس طرح اپنی میں کون  
 بے غنی اوٹھا اے غرض یہاں الملک نے جا کر یہ گہرین زیر کا پیالہ پی لیا۔ اور خدا کو جان سونے می  
 اور صف جاہ گہرین آرام سے سو رہا صبح اٹھ کر جو سنا کہ گہر بان الملک نے تھو تو ظاہر میں رنجیدہ و  
 خوش ہوا۔ بعض نے اس میں اور کچھ یہ لگا یا کہ وہ تو صف جاہ و گہر بان الملک نے نادار نے بلایا۔ اور او  
 دغا بازی و رعب و غائی پر لعنت ملاست کلی و ڈاڑھی میں تھوکل یا۔ اسلئے دونوں نے اس میں یہ لگا یا  
 کہ زیر کا پیالہ پیکر جان آفرین کو جان دیدین۔ صف جاہ چوٹ موٹ ہم چکر پڑا۔ گہر بان الملک نے اسی  
 کو خبر کے لیے بھیجا۔ اوسنے جا کر کہا کہ صف جاہ کا دم لبو نہیں ہے۔ تو وہ اس میں بھی قویب کے مٹی کو بھیج  
 سمجھا۔ اور صبح مچ زیر کا پیالہ پی گیا۔ اور گر گیا۔ صف جاہ پہلا چنگا صبح اٹھا۔ اور اوسنی فخریہ و دین  
 سے کہا کہ کیا دشمن کو اسی فقط صل حال یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر غرض لکھتے ہیں کہ نادر شاہ دہلی میں تھا کہ گہر بان  
 سلطان کے پوڑے سے مر گیا۔

## محمد علی وردی خان اور شجاع الدولہ داماد جعفر خان کا بیان

جب نادر شاہ یہاں سے چلا گیا تو اول و سکاشیر یہ ہوا کہ تین زیر خیز کو بنگال پہاڑ اسلئے طشت پہ  
 علیحدہ ہو گئے۔ اور اول میں علی وردی خان کی ایک ہی ریاست قائم ہو گئی۔

شجاع الدولہ قوم افشاری تھا۔ اور جعفر خان کا داماد تھا۔ جب جعفر خان کو صوبہ بنگالہ کی نظمت  
 اور دیوانی مرحمت ہوئی۔ تو اوسکی سفارت سے شجاع الدولہ کو صوبہ دار ہوا۔ مگر ان داماد و خیر  
 ایسا مزاج کا اختلاف تھا کہ وہ پاس میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور شجاع الدولہ کی بی بی نے  
 اپنے باپ کو گہر خانوں کی بی بی کے سب سے بہتر تھی۔ اور اوسکا بیٹا نادر خان بھی اپنی مائے ستہ  
 رہتا تھا۔ اور نادر خان کو بہت چاہتا تھا۔ جعفر خان کا بہتر نام شد علی تھا۔ اسلئے جو شہر اوسنے بنایا  
 اوسکا نام شد آباد کیا۔ اوس میں وہ رہتا تھا۔ شہزادہ عظیم شاہ کو رفیقوں میں ایک شخص

مرزا محمد تہا۔ اوسکے دو بیٹے مرزا محمد علی اور حاجی احمد لائق فائق تھے جسٹا ندادہ عظم مارا گیا تو مرزا محمد زمانہ  
کے ہاتھ تہ تیغ کر شجاع الدولہ صوبہ دار اترسید پاس چلا گیا۔ اوسکی بی بی ہی قوم فشار تھی اور  
شجاع الدولہ کی شہر تہ منڈھی۔ کوئی کہنا ہی کہ اوسکی ناتھی۔ پھر مرزا محمد علی ہی باپ پاس گیا۔  
اور اس سرکار میں کوکر ہو گیا۔ اور وزیر و لائچی حسن لیاقت کے سب سے ترقی پاتا گیا۔ اور شجاع الدولہ  
کے مزاج پر حاوی ہوتا گیا۔ اوسنے پھر اپنی بیٹی حاجی احمد کو بی بیہان دہلی سے مع اہل خیال کے  
بلوایا۔ وہ بھی شجاع الدولہ کے رفیقوں میں شریک ہو گیا۔ ان دونوں بہائیوں کی حسن تدبیر ملک  
اٹریسید کا خوب بندوبست ہو گیا۔ اور ریاست کو خوب حکام ہو گیا۔ اوسکی مدنی ہی بڑھ گئی  
شجاع الدولہ کے بادشاہ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ مرزا محمد علی کو مرزا محمد علی و روی خان کا خطاب  
دلا دیا جعفر خان کو تو دلا دیا خوش نشین تھی مگر اوسکے بیٹے علاء الدولہ سر فرار خان یعنی نواسی کمال  
محبت تھی جب لپٹا وقت مرگ قریب یکہا تو نواسہ کو اپنی جائشیں مقرر کرنا چاہا شجاع الدولہ کو اس سے  
محمد علی و روی خان اور حاجی محمد شہر علیا کو ان بہائیوں کی طرف سے عرض لکھا کہ بادشاہ دہلی  
کی خدمت میں اس درخواست پہنچیں کہ ملک اٹریسید و رنجالہ کی نظامت و دیوانی اس کو  
مرحمت ہو۔ اور اپنی سپاہ معتمد میوں کو ظاہر میں موقوف کیا۔ اور اوجھدیا کہ تم مرشد آباد میں  
مختلف مقامات پر جا کر جمع ہو۔ اور اس خبر کے منظر ہو کہ کب شجاع الدولہ جعفر خان کے گھر میں آتا ہے  
برسات کا موسم ہے قریباً اسلئے کشتی وغیرہ سب ملان درست کر لیا۔ اور جعفر خان کی ڈیوڑھی  
کت برابر ڈاک لکھادی کہ جہوقت قاصد حل آئے تو فوراً خبر پہنچ جائے جب یہ یقین ہو گیا کہ جعفر خان  
پانچ چھ روز کا مہمان ہے تو شجاع الدولہ مع محمد علی و روی خان اور درفتا کے کلک سے چل دیا۔ اور اپنے  
بیٹے محمد لقی خان کو جو دوسری بی بی تھی اٹریسید میں اپنا قائم مقام کیا۔ راہ ہی میں جعفر خان کے  
ہتقال کی دہر پہنچو پچی۔ اور ہر بادشاہ کی طرف سے سبھی اگئی۔ وہ بہت جلد مرشد آباد میں پہنچا۔

اور چہل ستون میں جعفر خان کا جانشین ہو گیا۔ اور شاہ دیا فی سندھ نشینی کی بجوادیے۔ اب سرفراز خان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا کہ کیا تھا کیا ہو گیا۔ ناچار سوار اسکے چارہ نہ دیکھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نذر اور مبارک آبادی دی۔ شجاع الدولہ نے نہایت اعتداس سے کام کیا۔ سرفراز خان کو بہستور دیوان صوبہ رکھا۔ دوسرے بیٹے محمد علی خان کو اتر کٹیناٹ صوبہ اور مرشد قلی خان اپنے داماد کو جہانگیر پور ڈھاکہ کا حاکم اور محمد علی وردی خان کو عظیم آباد میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اور بادشاہ کے ہاں سے اسکو مہابت جنگ کا خطاب پنجہزاری کا منصب لا دیا۔

شجاع الدولہ کامرنا اور محمد علی وردی خان کی لڑائی سرفراز خان سے اور اسکا انجام

جب نادر شاہ دہلی میں آیا تو شجاع الدولہ اپنی اہل سے مل گیا۔ علاوہ سرفراز خان باپ کا جانشین ہوا حاجی احمد اور محمد علی وردی خان تمام شہہ دار تین خیل تھے۔ ان سے سرفراز خان کے بگڑی۔ اور آدم پادشاہ کو دبا سید نادر شاہ کو دینے کے لئے زکریہ کا مطالبہ کیا۔ بیخبر کم کر نیکی و مطہر علی وردی خان فرشتہ کے موقوف کرنیکی صلاح سرفراز خان کو بتائی۔ اسی اور شہہ داروں کے دین سید ہوا حاجی احمد اس کے بہائی سی دیوانی لی لی سپر او سی جل کر اپنی بہائی کو ایک ایک سو سو لاکھ بھجئے شروع کین۔ جب محمد علی وردی خان نے دیکھا کہ سرفراز خان کسی طرح نہیں نیجے گی۔ تو اونسی اپنی پر دست محمدی محمد اسحق خان بہادر کی سستی ایک کھڑے سپہ نذرانہ دینے کے وعدہ پر یہ حکم نکالیا کہ سرفراز خان کا گھر ضبط کر دو اور اس کے ہاتھ تلے سے تینوں صوبوں کا مال غرض ۳۹ء میں ان تینوں صوبوں کا مالک ہو گیا۔ اور سرفراز خان کا گھر ضبط کر کے اونسی پادشاہ کا نذرانہ ہی بھیج دیا۔ اب یہ ایک تلطل ہے جسکے پڑنے سے دل گہرے آگاہوں سے کس طرح مرشد آباد پر قبضہ پایا۔ اور سرفراز خان کو کیونکر اسکا فیصلہ کرنا نہایت مشکل سے کیا۔ اور سرفراز خان محمد علی وردی خان کے برسلو کیان کین یا اونسی

ملک حرامی کی۔ اور فریب و رضا و مکاری میں تنون صوبوں پر قبضہ پایا۔ اتر میں سرفراز خان  
کا بیٹا مرشد قلی خان صوبہ تھا۔ اور سکو محمد علی و روی خان مہابت جنگ کے کھاکے تھے۔ انہی نے اتر میں  
اور سکارادہ صلح کا تھا۔ مگر چنے داماد اور علی خان کرکھنے سے واسطے مصاحبت کا کار کیا۔ اور مہابت جنگ  
دس بارہ ہزار سوار لیکر کسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ سخت لڑائی کے بعد مرشد علی خان کو شکست ہوئی۔ اور وہ  
جان بچا کر ہلاک گیا۔ اور پھر زندہ لڑائی میں تسم کہانی۔ مگر جنگ میں یہ معاملہ پیش آیا کہ مہابت جنگ نے  
اپنے پیچھے صولت جنگ کے وہاں صوبہ امرتسر کیا تھا۔ اور سیپاہ کی تحواریں میں تخفیف کرنی چاہی۔ اس سیپاہ  
قبول نہیں کیا۔ کیونکہ یہ ہمہ جا غریب الوطن مرشد آباد سے گئے تھے۔ مگر جنگ کے اویسوں نے کہہ کر کی نوکر کی  
تہواریں تحواریں قبول کر لی۔ سوغاں سطح قدیم احدیت موقوف ہو گئے۔ اور نئی فوج بہتر ہوئی  
اس نوجوان نے جوانی کے متی میں انگریزوں کے کام کرنے شروع کئے۔ ایک قیامت کشک میں راکر  
اسپر لوگوں نے باقر علی خان داماد مرشد علی خان کی تحریک و ترغیب سے ایک ہنگامہ برپا کر کے صولت  
کو گرفتار کر لیا۔ اور باقر علی خان کو حوالہ کر دیا۔ ہر چند صولت جنگ کرنا پانے مہابت جنگ سے کہہ کر  
کہ باقر علی خان کو اسیہ کی صلح کر لے۔ اور صولت جنگ کی جان بچالے۔ مگر اس نے کسی کا کہنا نہ مانا۔  
اور فوج کو چڑھا کر کھانڈے لیسٹین لیگیا۔ اور باقر علی خان کو شکست دی۔ اور پیچھے کو اجل کے حلق میں  
کھال کر لے آیا۔ اور وہاں صوبہ اتر میں کا نظام کو کے مرشد آباد کے اسیہ میں آیا تو کیا منت کا ملک  
مرشد آباد کا تاراج کر رہے ہیں۔

### مرشدوں کا ملک بنگال میں غدر مچانا

یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ برار کے راجہ گھوجی بہو سلانے اپنی سپہ سالار بہا سکرنڈت کو چالیس سال  
سیپاہ دیکر یہ ارادہ کیا کہ ہندوستان میں اپنی افواج کو توسیع میں علی و روی خان ہنوز  
بروہن میں نہیں پہنچا تھا۔ اور یہاں آیا اور اس سالانہ جنگ نہیں رکھا تھا کہ مرشدوں نے

اوکے ملک کے گرد نواح میں غلہ بچھا دیا کچھ اڑائیوں کی چٹیر چڑھا دی ہوئی مرٹھوں نے یہ کہہ کر اگر دس لاکھ  
 روپیہ دو تو اوٹے چلے جائیں۔ مگر علی وردی خان نے اسے انکار کیا۔ اور اس نے مرشد آباد جایا قصدا کیا  
 اس کے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی مگر کچھ ہرنگاہ اس کے ساتھ ہی پہنچی کہ جسے نظم سپاہ میں خلج ا۔ اور اس  
 سبب اس کا بڑا نقصان ہوا۔ تمام توپیں اور خیمے اور اسباب بار برداری وغیرہ اس کا مرٹھوں کے  
 ہاتھ لگا۔ مگر اس نے مرٹھوں کی شرائط کو جو سبب فتح پالی کے سخت کرتے جاتی تھے انکار کیا۔ چار روز  
 وہ کٹوا میں پہنچا۔ اور اس کا ہتھیار صولت جنگ ہی لڑا کہ لے گیا یہ طبع ایک سردار جو مہابت  
 کی نوکری چھوڑ کر مرٹھوں سے جا ملتا تھا۔ اس کے ماتحت مرٹھوں کے مرشد آباد پر حملہ کیا۔ لیکن علی وردان  
 بطور ایذا کر اس شہر میں آ پہنچا۔ اور اس کو مرٹھوں کی لوٹ مار چالیا۔ مگر اپنے دوست جگت سنگھ  
 نے بچا سکا تیس لاکھ روپیہ اس کے گھر سے مرٹھوں کو لے گیا۔ اب ستر سال کی کن میں ایسے پہل گئے کہ  
 گنگا کے مغرب میں سوا مرشد آباد اور اس کی نواح کے کوئی جگہ اسے خالی نہ تھی۔ یہ وہ موسم بہار کا  
 تھا۔ اس اثنا میں محمد علی وردی خان نے اپنا سار سامان نہایت درست کر ایک سپاہ جلا لیا اور یاد  
 کے پایاب پہنچے کشتیوں کو لے کر باجی سے بار آور گیا۔ اور دفعہ مرٹھوں کو جا دیا۔ اور ان کو لے لیا  
 بھگیا کہ ستر خیمے اور اسباب تہا یا۔ اور جنگوں میں گہر گہر کر اور کا خوب شکا کیا۔ پھر  
 کچھ دنوں بعد مرٹھوں گناٹ بھٹک گیا۔ یہاں ہی علی وردی خان نے ان کو شکست دیدی اور وہ  
 کے سنگال سے چلے گئے۔ محمد شاہ فرس حسن خدات کے عوض میں علی وردی خان اور اس کے  
 خاندان کو بڑے بڑے خطاب عنایت اور خلعت حرمت اور جھنڈ جنگ صوبہ دار اور وہ کو حکم دیا کہ  
 اس کی اعانت کو جانی مگر علی وردی خان فتح حاصل کلاں ہست کی دوستی سے جو حقیقت میں  
 دشمن کی دشمنی سے زیادہ خوف تھی خاتہ پانی اور محمد جگت یہ شہ بہا کہہ میں وہی ان صوبوں  
 کو نہ دبا لے۔ ایک مرٹھوں سے لڑائی ہو رہی ہے دوسرا اسے شروع ہو جا تو پھر مشکل پڑے۔

سلطنت صدر جنگ جب عظیم آباد میں آیا تو بانی سنسا اوسکو لکھنپہا کہہ چکی ضرورت مرشد آباد میں  
 نہیں ہے اب اوٹری اورہ کو تشریف لیجا۔ اس لاکھہ وچ ہی سفر خرچ کے لئے پہنچے۔ تکلیف دہانے کی  
 کی اجرت دیدی۔ اور بادشاہ کو بھی لکھنپہا کہہ چکے صدر جنگ جسی آدمیوں کی استعانت کی ضرورت  
 نہیں ہے۔ سب زیادہ عمدہ تدبیر بنگال بچانے کی بادشاہ کو سوچی۔ وہ یہہ تھی کہ بالاجی راو کو علی پور  
 کی امداد کر لئے پہنچا۔ لاکھو جی بہا سکر پنڈت کو شکست پانی سے بڑی طیش میں آیا۔ وہ خود سب کثیر  
 بڑی سامان لیکر بنگال پر چڑہ آیا۔ یہاں بالاجی مرشد آباد میں اپنی ہم وطنوں کو کمانے کو لئے پہنچا  
 اسکا سبب کہ یہ کام کیوں اسی اختیار کیا آگے بیان کیا جائیگا۔ اور اوسنے لاکھو جی کو بالکل  
 ضائع بنگال سے ۱۸۳۳ء میں شکستین دیکر خارج کر دیا۔ دوسرے برہا سکر پنڈت بہت سی  
 سپاہ لیکر بنگال پر چڑھا اور دشمن بہت کچھ روپیہ ناکھا مگر ابکی دفعہ وہ اور ہی پاسبانہ بیچ کھلیا۔  
 مصطفیٰ خان اور راجہ جانکی رام نے تہید مصاحفہ میں کوشش کی کچھ عیسائی افسرانوں کے  
 فنون جنگ بہا سکر پنڈت اور اوسکی بڑے بڑی سردار اس بات پر رضی ہوئے کہ میدان گنگر امین آباد  
 خمیرہ کے اندھا قات اسپین ہوا اور بانی شہر اطمینان کا فیصلہ ہوا۔ اسلقات میں آخر ضعیف باقیہ  
 راجہ الاول ۱۵۰۰۰ سپاہ میں بہا سکر پنڈت اور اوسکے فقیروں کو ہلاک کرنے قتل کر ڈالا۔ اوپر مرہٹوں کی  
 سپاہ پر حملہ کر کے شکست دیدی۔ فقط ایک لکھو کا سردار بچ کر گیا۔ مگر سن غلابازی اور فتح دونوں  
 کچھ فائدہ نہ ہوا۔

## مصطفیٰ خان سی علی وردی خان کا بگڑا اور اوسکا انجام

علی وردی خان اپنے دشمنوں کو حارثہ تو جانور سمجھتا تھا۔ مگر یہ کام نہ اس کے ساتھ ٹہری  
 دغا کا کیا۔ وہ کیا کرے مقضیانہ یہی تھا۔ آج کل غلابازی کا بازار گرم تھا۔ سب کو بڑی مانی کا اہتمام  
 بہا سکر جنگل کا بھی ہاتھ کیا۔ فیاض تھا۔ اور اپنے فقیروں کے ساتھ بڑی بڑے سلوک کرتا تھا۔

اور جو اونسے وعدہ کرتا وہی پورا کرتا۔ اب اس آخر میں جب وہی مشکل بڑھی تو طبیعت کی فیاضی سے  
فیقون سی بڑی بڑی وعدے کر لئی۔ ملاوٹ کا پورا کرنا اندیشہ سے خالی تھا بغرض کہ وقت وعدہ کرنا سہل سمجھتا  
مگر بعد بغرض نکلنے کو اسکا ایسا مشکل مقام ہی۔ اسی وقت میں مصطفیٰ خان بہار کی صوبہ داری سے کٹاؤ  
کر بیٹھے جب وقت نکل گیا تو یہ سوجھی کہ کہیں اپنی طرح سے بہار کی صوبہ داری سے وہ بھی بنگال کی  
صوبہ داری کا ڈنگ نہ بجائے۔ کیونکہ یہ مصطفیٰ خاں اور اسکا بیٹا لارہا جسے اسکو اس تہہ پر پہنچایا  
اور اسکی لیاقت کا انقشہ ان پر تھا بغرض ان بات پر دونوں میں غرض شروع ہوئی۔ آخر میں یہ  
معاملہ پریشان آیا کہ مصطفیٰ خان کے دو فریق علی و علی خان کے دربار میں آئی۔ اور انہوں نے کہا کہ مصطفیٰ  
بھی تامل ہے خواجہ سر نے مہابت جنگ سے انکار کیا کہ محل سرا میں تشریف لیجئے حضور گھر میں نواب کیم  
کو ہضیمہ ملا ہے۔ مہابت جنگ بیتاب ہو کر اور ان دونوں آدمیوں یہ کہہ کر کہ تم بیٹھو میں آتا ہوں  
محل میں چلا گیا۔ ان دونوں کو شبہ ہو کر شاید آج مصطفیٰ خان کے قتل کا ارادہ ہو جو یہ خود بہانہ کر  
محل میں چلا گیا ہے۔ یہ سمجھ کر وہ وہاں سے چلے رہے ہیں مصطفیٰ خان ملا۔ اسے اور انہوں نے یہ کہہ کر آج  
آپ کہاں جاتی ہیں وہاں تو یہ تجویز ہوئی ہے یہ نہ کرنا اور اپنی کمر بٹور کر  
سواروں کو لکیر لگ کر بیٹھا۔ ادھر بھی سپاہ کی مکر بندی ہوئی۔ ہوتے ہوئے کہہ کر کہ مہابت جنگ کی  
جان پر کیا بنی ہوئی تھی۔ آخر کو دونوں میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ مصطفیٰ خان اسے عفو دیدہ اور  
مہابت جنگ اب اسکو ستر لاکھ روپے بخوار کا ایشیہ دیا کہ وہ اسکی عیال داری میں نہ رہے۔ مصطفیٰ  
آٹھ نو ہزار روپے آدمیوں کی ساتھ ہند آباد چلا گیا۔ اور اپنی چھوٹی بیٹی میں الگ لگ گیا جب شہر الہ  
کی جان میں جان آئی۔ اب وہ راج محل میں گیا۔ وہاں ہاتھی اور تو بچا لیا۔ پھر بہار کے لینے کا  
ارادہ مصمم کر لیا۔

ہیبت جنگ و مصطفیٰ خان کی اطاعتی اور اسکا انجام



اسوقت مہابت جنگ کا بتیجی مہبت جنگ بازمین فرما نہا تھا۔ جی کا خط لکھا تھا کہ جیت میں نہاؤں  
 مصطفیٰ خان ہی نہ لڑا۔ مگر اسنے اسکا چنان کیا۔ نہ لڑتے ہی کوچ کیا۔ اور اس پرانے تجربہ کار سپہ سالار  
 اور اسکی سپاہ آزمودہ کا پر حملہ کر دیا۔ قوتیجا لڑو سکھ بالکل شکست ہوا اور خود گرفتار ہو۔ مگر عجیب  
 اتفاق ہوا کہ مہبت جنگ کی سپاہ بہاگی جاتی تھی کہ مصطفیٰ خان کا فیلیان گولی کی ضرب سے  
 ہاتھی سے بچ کر اس سے بھاگتا ہی بگڑا۔ ناچار مصطفیٰ خان اس سے اس نظر سے کودا کہ مہبت جنگ کے  
 گرفتار کر لے سکھ اسکی سپاہیہ جاگروہ ہی فیلیان کی طرح ہاتھی سے گرا ہی اسنے سپاہ متفرق و  
 منتشر ہو گئی۔ اور اس پر لچسپا ہی کو سوار اسکے کچھ نہ بن آیا کہ میدان بہاگ کرانی سپاہ میں جا  
 غرض یہ لڑائی بڑی لطف کی ہوئی کہ دونوں لشکر آسمین ایک دوسرے سے بہاگ کر ایک ہفتہ کے بعد مصطفیٰ  
 نے پھر مہبت جنگ کے لشکر پر حملہ کیا۔ مگر مہبت جنگ فتح ہوئی۔ اور مصطفیٰ خان کی زخمی نکتہ میں  
 لگا۔ اور دو اسکی بڑی فتوحی سے گئے۔ مہاگن شکست بعد دسے یہ نہا کہ علی وردی خان  
 آتا ہے اسنے وہ بہاگ کیا چچا بیتیجی کی فوج اسکا سخت نقص کیا۔ اور اوہ کی سرحد تک سکا  
 چچا یہ چھوڑا۔ پھر ایک ت کو بعد وہ مہبت جنگ سے لڑا۔ مگر شکست کھا کر لوٹ گیا۔

### علی وردی خان کی پھر مرٹھوں سے لڑائی

اس عرصہ میں علی وردی پر ایک ورحلہ مرٹھوں کا ہوا۔ لکھو جی کو جب اپنی سپاہ لا رہا اسکو اور  
 اس کے ساتھ ورسنل فرنل کلاوٹ سے قتل ہونا معلوم ہوا تو اسکو نہایت غصہ آیا۔ اور اسنے یہی  
 دیکھا کہ یہاں یہ فرماوا ورنہ دھرم میں اور اس کے سب کے نظامی اپنی پائون ہیلار ہی ہے۔  
 اسنے وہ ہی یہاں لشکر لیکر اپنے پائون ہیلار آیا۔ اور علی وردی سے بہت کچھ و سپاہ مال لگا  
 علی وردی خان نے دو مہینہ تک لیت لعل میں ٹالا۔ کبھی کچھ نہا نہا صلح پیش ہوئی کہ کبھی  
 غرض جمع سہم لڑائی کے وسط لگیا تو اسنے لکھو جی کو سپاہ کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور کئی دفعہ شکست دی

اور ایک فحشہا کٹنے بت پہنچی کر راگہوجی گرفتار ہی ہو گئے ہو تے ہی گئے۔ پہرا کی فحشہ مرٹون نے  
 مرشد آباد پر حملہ کیا۔ لکڑی وری خان نے اپنی شجاعت اور دلاوری سے کہ محفوظ کہا یہ مرشد آباد  
 ہی مرٹون کا مرشد تھا جو ان کے ہاتھ ہی چلا نہ پڑا وہوں کے کسی معمول شہر پر ہاتھ نہیں ڈالا جسکو  
 لوٹ لاک کر بیاہ نہیں کیا اسکو ان کے قریب کہوجی کو بڑی شکست ہوئی۔ اور سارنی او کی سپاہ  
 میں بڑا نظامی پہل گئی سلٹی وہ شہر امن اولنا چلا گیا۔ آج ان کی لڑائیاں موقوف ہوئی  
 علی وردی خان کے اپنے نو اسراج الدولہ کی شادی بڑی مہم دم تک کی۔ کچھ دنوں ان آمان با  
 لکیر جو جگہ کے شروع ہوئے علی وردی خان نے اپنے پر ختم ہوئی۔ لکیر میر حبیب کو قبضہ مرٹون  
 کی طرف تھا۔ راگہوجی ہو ملا جو گرفتاری ہی بکھر چک گیا۔ اوسیکہ دھنل ہزاروں شمشیر خان  
 اور سردار خان کی دغا تہی ان دونوں سرداروں کو موقوف کیا۔ مگر ان سے یہ بڑا احتیاطی کام  
 انکو چہ نہ ہر سیکہ ساتھ بہار میں رہا دیا۔ جکا انجلم براموا۔

## علی وردی خان کے برخلاف سریشیان

غرض اوسکے پیچھے نہادین ہی کوئی نہ کوئی کہہ سکا لگا رہا۔ اوسے لٹکان فتح کا ارادہ کیا۔  
 اس کام میں کامیابی کی صورت نہاد مونی تھی مگر اوسکے دو بڑے سردار میر جعفر اور عطاء اللہ کوڑٹھے  
 انکو مرشد آباد میں لاکر موقوف کیا۔ مرٹون کے سپہ سالار جانوجی نے یہ مرشد آباد پر حملہ کیا۔ مگر اوسکو اپنی  
 بہادر تہی اور اسے بٹلایا غرض با جم اندر پراکلاؤں کا دیا اٹھ آیا۔ تاکہ حرام بغیرت ہوفا  
 افسر سردار خان اور شمشیر خان جو بہار میں مقیم تھے۔ انہوں نے بہت اوباش و بدمعاشی پر پاس  
 جمع کئے۔ بہادین ہوت بہت جنگ صوبہ دار تھا۔ اونی چلا سے ان دونوں مجاشون کی معافی  
 تفصیل کی درخواست کی اور بہت منت اور حاجت یہ التجا کی کہ انکو یہ ہلازم کہہ لیجے۔ انکے  
 سبب نہیں معلوم ہوا کہ وہ اس بات کو کیوں چاہتا تھا اگرچہ عہد جنگ دل میں درخواست کے

منظور کرنے سے راضی نہ تھا۔ مگر پہنچنے کی دل شکنی بھی منظور نہ تھی۔ اس لئے اس نے درخوست منظور کر لی۔  
 اول ہی ملاقات میں یہہ گل کہا کہ سبب جنگ اس نظر سے کہ ان دونوں دونوں ایمان سرداروں کا  
 دل صاف ہو اپنی نوکرون اور یہہ درسا ہونکو علیحدہ کر دیا اور تنہائی میں ملاقات کر لئے بلایا۔  
 جب شمشیر خان آیا۔ اور وہاں اس نے یہہ تنہائی دیکھی تو سبب جنگ اپنے ہاتھ سے مار ڈالا۔ اور  
 اپنے ہمار ہونکو ساتھ لے کر ہٹ پٹ پٹنے پر قبضہ کر لیا۔ ایک رچا دیا۔ سبب جنگ کا پاٹ جی احمد  
 سرفراز خان کے برباد کرنے کی بہائی سے ناراض ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ اس کو باغیوں نے گرفتار کر لیا اور  
 دولت بنالائی کی نہایت تکلیف دی۔ یہاں تک وہ مر گیا۔ گو اس نے اپنی دولت بتائی۔ مگر باغیوں نے  
 قسمت اپنی پائی۔ اور اس کو سپاہ بہرئی کرنے میں خرچ کرنا شروع کیا۔ اور سچا مرغوب باشندوں  
 نہایت خبر اور قہر سے رو پیہ وصول کیا۔ اور نہایت کی بی بی کو بھی جو بہاوت جنگ کی بی بی تھی  
 باغی لے آئے اور غرض یہہ احوال ۱۲۸۶ء میں گذرا۔ اب ہوقت اس جو باغیوں کی مصیبتوں کو دیکھا جا  
 کہ اور ہاں باغیوں کا زور اور ہر شہر کا شور پہنچے اور بہائی کا قتل ہونا بی بی کا باغیوں کے ہاتھ  
 میں ہونا جو افسوس ہے پاس میں اور کا قاتل اعتبار نہ ہونا اسی وقت میں اس اشد شجاع نے اپنے  
 متحمل فہم کو جمع کیا۔ اور ان کی نہایت تشغی و تسکین کی۔ اور بڑی بڑی انعام کر کے اور وعدے  
 اور یہہ ہی کہہ دیا کہ جو مجھ سے ناراض ہو وہ خوشی سے چلا جا میری پاس رہے غرض اس حکمت سے  
 اس کے افسر خیر خواہ اور سپاہ دہل سے ہوا خواہ ہو گئی۔ سب بی باتوں سے چشم پوشی کر کے ان کی جھڑپ  
 کنگ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور مرشدانہ خطا و انداز ایک اپنی پہنچے کو سپرد کیا۔ اور بڑی تیاری اور  
 باغیوں کے سر کو بی کے لئی کی۔ اور اس کے کہنے سے تمام دولت مند شہر کے حکمرانان میں اتنا انگھا  
 پار چلے گئے۔ اور اس نے یہہ ہتھار دیا کہ سارے شہر شہر میں ہر ٹہنیکے ٹہنیکے تیار رہے۔ ہر ہاتھ  
 سپاہ اور بہت سا ذخیرہ اور مالان لیکر ایک اٹھ میں بیٹھ دیا۔ اپنے گھر کے دشمنوں کو اس کے لئے تیار کیا۔

اور وہ جتنا آگے بڑھتا گیا اوسکا لشکر بھی بڑھتا گیا۔ اور باغیوں کا سردار اپنی ایک وردنما پہن کر  
 سب سے اوسکے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔ اس طرح شمشیر خان بھی پچاس ہزار سپاہ لیکر روانہ ہوا  
 اس زمانہ میں الگوجی ہوسلا کا بیٹا جانوجی اور حمیرا بھی لشکر لیکر پہنچے۔ یہ بہت سا کھلم شمشیر خان کے  
 ان مرثیوں اور حمیرا کی اغوا کسی کیا تھا۔ اب یہ فغان اس لشکر میں گئے۔ وہاں اوکو خلعت حرمت  
 اور بہار کی صوبہ داری عنایت ہوئی۔ بہار و کان چلے آئی۔ اب ان افغانوں کا ارادہ ہوا کہ اپنے  
 تخواہ کا دعویٰ اور پرتابرت کچھ مسئلے انہوں نے حمیرا کی ضیا کی ساور ایک خیمہ میں دسکواتا رہا  
 اور اوسکے گرد بہر چوکی بٹھایا۔ جب چلنے لگا تو افغانوں نے کہا کہ یہ ہمارے کام سمجھئے آپ کے  
 حکم کے بموجب ہمیں۔ اب ہماری تخواہ کا چالیں لا کہہ دیہ عنایت ہے۔ بعد بہت گفتگو کے  
 دولا کہ وہ بہر دیکر حمیرا کے خلاصی پائی۔ غرض اس طرح ان افغان اور مرثیوں میں اتفاق کی جگہ  
 نفاق ہوا۔ علی وردی خان دوسرے روز انکے باغیوں پر حملہ کیا۔ اور اوکو شکست عظیم دی۔ شمشیر خان  
 مارا گیا۔ اور اوسکے سار مال سباب پر قبضہ ہوا۔ اوسکے خیمہ میں مہابت جنگ نے اپنے بیٹے کو  
 جوق دیکھا تو خوشی کے ماری بہلا دیا۔ مرثیے جیسے آئی تھے ویسی ہی ناظر و طلبہ اور اس ملک کے  
 بالکل خالی کر گئے۔ کچھ کٹک میں باقی تھے۔ اوسنے خدا کا نہایت شکر اچھا۔ غوا و مسکین میں بہت  
 تقسیم کیا۔ اور فقیوں کو مال مال کر دیا۔ جو باغیوں کے اہل و عیال گرفتار ہو کر آئے تھے انکی ساتھ بہت  
 مروت اور محبت پیش آیا۔ غرض جو خیمہ اوسکے دالہ پر دوستان کو ہاتھوں سے پہلے پہنچے تھے اوسکا  
 اندال لیون ہو گیا۔ اوسنے بہت چاہا کہ اسیر یہ صلہ ہو جا لکڑی کا خم میں کامیاب ہو۔  
 اب آئندہ موسم میں کیا دیکھتا ہے کہ مرثیوں کے گروہ گروہ اور دوسرے حد نہایت تک جہاں  
 کر رہے ہیں۔ خیر ان سب تکلیف کو سوا دوسرے بہر ایک بہاری آفت آئی کہ سراج الدولہ و سکا  
 نوسہ کو دیکھتے ہی پلوہ چاہتا تھا اوسکی باغی ہو گیا۔ اوسے سے منانا اپنے حق میں تھا

مڑٹوں ہی بہت سی لڑائیوں کے بعد اسے ان شرکاء پر اسے امین صلح کر لی کہ کنگ ان کے حوالے  
اور بنگال کی چوتھ بارہ لاکھ روپیہ لائے تقریباً علی دروی خان کے حالات ہی صنف جاہ حالات ہی  
بہت مشابہ ہیں۔ بعد بہت سی فتوحات اور سکھ مڑٹوں کے گردن بچ کر کرنی پڑی اور ان کے لڑنے کی  
منہ کہلنا پڑا۔ کچھ دن اب اس کے کٹے۔ مگر یہ کہہ سکتا ہوں کہ گارہا کہ دیکھنا اب اگو کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے  
نواسے سراج الدولہ کی نالائقی اور بیہودہ فراجی کو خوب سمجھتا تھا۔

### خصلت و وفات محمد علی دروی خان

جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ء میں انہی برس کی عمر میں ہستقلی مرض سے وفات پائی۔ ابتداً جوائی  
اور سکھ شراب و قرض و سرور اور منوعات کے ساتھ غیبت تھی۔ وہ صوم صلوات و تلاوت قرآن اور  
وضائف کا پابند تھا۔ بہت سیر اور ہار اور ان وقت صبح کی نماز پڑھتا۔ اور پھر چند مصالح کے ساتھ  
قبوہ پینا خود حقیقت میں پیتا تھا۔ مگر اپنے اور رفقا کو بلاتا تھا۔ دو گھنٹی دن چڑھنے دبا ر علم کرتا۔ سب  
سرور اور مالی و مالی و ملازم اور ارباب طبع حاضر ہوتے۔ شخص بن احوال عرض کرتا۔ مقصد حاصل کرنا  
پھر وہ حکومت میں جاتا۔ وہاں میں رشتہ دار اور بعض صاحب جمع تھے۔ شعر خوانی اور نطق حکایات بنا  
ہوتے۔ کہانی کا اور سکونہایت شوق تھا۔ عمدہ عمدہ کہانے روزیہ سب ملکہ کہا تو بعد کہانا کہانیکے سب  
رحضت ہو جاتا۔ پھر ہوتا۔ کچھ کر ظہر کی نماز پڑھتا۔ اور پھر تلاوت قرآن کر کے عصر کی نماز پڑھتا۔ رات  
دن میں ایک ہی دفعہ پانی شور یا ب کا بعد عصر تھا۔ بعد اسکے فاضل عالم جمع تھے۔ حدیث و قرآن کا  
ذکر ہوتا۔ گونڈہ یہ صحبت تھی بعد اس کی ملکیت سیٹھا و عائداتے اور اسے حالات ملکی میں گفتگو ہوتی  
اخبار شہر و دیار کا استفہا ہوتا۔ پھر کچھ تھوڑی دیر باج کا نیسا شغل تھا۔ پھر وہ محل میں جاتا۔ اس کو  
وہ کہانا نہ کہانا۔ مگر کچھ میو وغیرہ پیش کرتا۔ جب تہائی شگن جاتی تو وہ آرام کرتا۔ دو گھنٹی رات  
بہت تپہ پڑی صبح کی نماز میں مشغول ہوتا۔ یہ دفعہ ان امیر ہی مصائب بلوہ جو انہر و لہ نہا۔ اس کے

و عجیب غریب تھا۔ اب ہم بہرہ زلی کی حال پر متوجہ ہو چکے ہیں۔

## نادر شاہ کے جانیکے بعد شاہجہان آباد کا حال

نادر شاہ کو جانیکے بعد شہر مردون سکنا آباد تھا۔ اور زندون خالی تھا۔ مکانوں پر ویرانی برستی تھی۔ محلے کو محلے جلتے پڑے تھے۔ مردون کی ٹھرنڈی بھی نکلا جاتا تھا۔ نہ کوئی کسکو کھڑی نہ ولاتا تھا نہ گورمین دفن کرنے والا تھا مگر ہندو کمان بایاں لگے۔ ڈھیروں میں لاکے خاکستر ہو گئے۔ یہ تو شہر کی کیفیت تھی۔ دربار کا حال یہ تھا کہ کچھ دنوں تو وہ بہاری بندین سوتا رہا اور جب وٹھا تو اوکلی لکھنؤ میں چٹیر لگا ہوا تھا کہ دیکھئے سنے گن آتی تھی۔ خزانہ میں بھٹا بادام نہ تھا محال اور خراج کا کہین پتا نہ تھا سپاہ تباہ تباہ حال تھی۔ سپہر مشوں کا بھی خوف بالکل نہیں گیا تھا۔ جو صوبوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے وہ اونسکے ہاتھ ہی تباہ ہو چکے تھے۔ ان مصیبتوں اور آفتوں پر درباریوں کا آپس کی جگہ نہ چکا۔ وہی ایک فریق تو لانی امیروں کا تھا جسکے ستر لاج صف جاہ قمر الدین خان وزیر تھے۔ دوسرے گروہ اون امیروں کا تھا جو انکو خارج کرنا چاہتا تھا۔ اور ان میں نادر شاہ بھی شمار ہوتے۔ اگرچہ ہمیں مرٹوں کا جگہ انساں پڑتا تو ان امیروں کی سلطنت ٹکڑے کر کے کبھی انہیں تقسیم کر کے ہوتے۔ اور خاندان تہو کو بے نام و نشان کر دیا ہوتا۔

## مرٹوں کے معاملات

حبسوت یہاں نادر شاہی ہو رہی تھی۔ اسوقت باجی راؤ سہا میٹا تھا۔ اسنے یہ کہہ کر نادر شاہ کا دشمن ہے کہ سوت سب آپسکے جگہوں کو سمیٹ کر لپیٹ رکھتا ہے اور کہن کے ہندو مسلمان دونوں ملکر اپنے دشمن سے سمجھ رہے ہیں۔ مگر اتفاق کہان تھا خبر جب نادر شاہ چلا گیا تو باجی راؤ میں چڑھ گیا۔ اور اسنے وہی اپنا دعویٰ پیش کیا کہ صف جاہ جو عہد نامہ لکھا ہے اس پر نادر شاہ ہر دستخط کرے (اس عہد نامہ کا حال ہاں لکھا ہے کہ جن سے نادر کا ذکر شروع ہوتا ہے۔) اب اس

کام کے لئی اوسکو دلی جانا چاہئے تھا مگر اوسنے کہن کو اپنی مہات کرنے پسند کیا کہ یہاں پیشواؤں کے خاندان کو مرثیے برسی نظروں سے دیکھتے تھے اور اوسکی بہت فریب و حریف پیدا ہو گئے تھے اور اوسکے ماتھے پر راجہ کو چٹانا چاہتے تھے سینہ بیا اور ہولکر کو البتہ خیر خواہ اس خاندان کے تھے کیونکہ اوسکی نمودار شان اونہیں کبھی سبک تھے۔ ٹریکے نامبر کل جگر اب تک فیصلہ نہ ہوا تھا۔ سری پت راو اوسکا پرانا قریب جو دتھا جھنڈی خاندان مڑوں کے تھے وہ اس پیشوا کے نظام سے خاک میں مل جاتے تھے۔ اسلئے اوسلوگ ہی جانا چاہتے تھے کالگو کے خاندان کے حقوق میں گجرات کے اندر اس پیشوا کے نظام سے خلل پڑ رہا تھا۔ سب قبیلوں میں طر صاحب ت شوکت گھوٹی وہ کمی و فاقہ پیشوا سے نظام سلطنت سارا کے باہین جگر اور مہا چکا تھا۔

صاف جاہ کی ملک پر باجے راو کا حملہ کرنا اور شکست کھانا اور اوسکے مصائب

باجے راو نے صاف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ ہوت صاف جاہ نو دلی کے دربار میں تھا مگر اوسکا بیٹا ناصر خاں بیک قائم مقام تھا وہ دس ہزار سپاہ برہمنوں میں بڑھتا۔ باجی راو نے اول شکر محاصرہ کیا اور سکویہ خیال تھا کہ میں اس زبردستی اسی طرح کامیاب ہو گا جیسا کہ اوسکے باپ نے فتح کیا تھا۔ مگر اس نوجوان عالی مرتبت اپنی اسی قدرت و کمائی کہ اوسکو شکست دی۔ اور جب اوسکو دلی پہنچا تو اور دشمنوں کو شکست دیکر احمد انگر پر پہنچ گیا۔ اور پونہ کا قصد کیا۔ ہوت پیشوا نے صلح کرنے کو مصلحت جانا۔ ۱۱۵۴ء میں اوسنے ششی کرلی ہوت و بڑی بڑی پرشانیوں میں گرفتار رہا کہ اپنے گرو کو بہا یوسی کا ظالم کہا ہے کہ مجھے بڑی بڑی مشکلات پیش ہیں۔ فرضینا ہے سب طرفت مایوسی نے کہہ رکھا ہے۔ میرا حال سوقت ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص ہر کہا نے کو بیٹھا ہو۔ آ میں دار السلطنت سارا کو جاتا ہوں۔ وہاں میری بہت دشمن ہیں۔ میری چھاتی کو اپنے سروں سے

دلینگے۔ ہوت موت آجا تو میں بڑا اوسکا منوں منت ہوں معلوم نہیں ہوت و سکویا سچی  
 ہی کہ وہ خدوستان خلج جاتا تھا کہ سفر ۱۵۳۲ء میں دیا زبیر موت فو اس پکڑا سا  
 سنو خاک میں مل گئے اوسکو تین ٹیٹے بالاجی راؤ۔ وہ اپنی باپ کے عہدہ پر مشیوا مقرر ہوا۔ دوسرا  
 رکھنا تہہ تیسرے شیر باد جو ایک مسلمان عورت کے پیچ تھا مگر اوسکے زیر حکومت سال بڈل کینڈ  
 تھا (باندے کے نواب اوی کی اولاد میں سے تھے)

### کانکن کی لڑائیاں

موت کرنے سے پہلے باجی راؤ کے خزانہ میں اوسکا بیانی چمناجی کانکن میں لڑائیاں لڑتا رہا۔  
 جن دشمنوں کو لڑتا تھا اون پاس لیے قلعہ اور خبریں تھے کہ ایک طرف اوسکے مندر دوسری طرف  
 پہاڑ اور جنگل تھا۔ اوسکے فتح کر سکے دوسرے کچھ سامان کی ضرورت تھی۔ اسلئے چمناجی کو اوپر  
 فتح نہیں حال ہوئی۔ اسان دشمنوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک لایہ کا مشہور قزاق لکڑی تھا  
 وہ بڑے نام ساما جو کا مطیع تھا وہ اس ہنر کو جو جری جو تہہ کہا کرتا تھا۔ انگریزوں نے بھی پکڑ  
 کی مدد لیکر اوپر وار کئے۔ مگر کچھ نہ کر سکے۔ ہالڈ والوں نے بھی اوسے سمجھا جا مارا کوئی اوسے نہ  
 سمجھ سکا۔ اوسکے خاندان میں نہا سونین فساد ہوا جن میں سے ایک بیانی کی طرف داری ہوئی تھی  
 دو قلعے اوسکے جو کہاٹوں کے تھے لی گئے۔ مگر اسے یہ پہاڑ ختم نہ ہوا۔ ایک فوج مشیوا انگریزی  
 بیرے کی مدد سے ہی اوپر چڑھ گیا مگر کوئی فیصلہ مشیوا کی زندگی میں پاس کا مکانہ ہوا۔ دوسرے  
 دشمن اوسکے سپاہیوں کے مسلمان خوجہ کو حشہ تھے۔ وہ خشکی میں بنی جن میں ہر مشن کو نہیں دیتی تھے  
 اوسکے ملکوں کو اپنا سرگت بنا دیتے تھے۔ بہت قلعوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ مشیوا کی سعاد کو  
 کا غایت یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اوسکی لوٹ کھسوٹ سے باز رہیں  
 قریب قریب گستانی شمن بنگال والے یعنی برنگیر تھے۔ اون سے یون لڑائی کی تھی کہ وہ انگریزوں



خانان کو دو بھائیوں کی لڑائی میں ایک بھائی کو طرفدار تھے۔ ۷۳۷ء میں یہ لڑائی شروع ہوئی  
 ۷۳۹ء میں یوں ختم ہوئی کہ ساسانی بھائی کو نکلنے کے دو چار شہر جو ان کے قبضہ میں تھے  
 چھین لئے۔ بھائیوں کے محاصرے میں ہانچ نہرا آدمی مقتول ہوئے۔ پس اس سے پر قیاس کی ناچاہئے کہ  
 اس کا آسقا نقد نقصان ان لڑائیوں میں ہوا ہوگا۔ باجی راؤ کو یہ خیال تھا کہ جو اس کا جانشین ہوگا۔  
 اس کو ان مشاکا جو حضور راؤ کو مخلص کیا۔ مگر اس کا بیٹا بالاجی جو جانشین ہوا وہ ایسا  
 ہوشیار و عاقل تھا کہ اس نے باپ کی مصیبتوں کا بوجھ نہ باریا۔ اور اپنے تئیں اس سے نہایت  
 استقلال و سبب سے ساری مشکلوں کے دلدار سے نکال لیا۔

## باجی راؤ کی دشمن

دشمنوں کا ذکر ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں ان سب میں بہو سلا خانان کا بانی غضب تھا  
 وہ لشکر کے آئیں اس ملک کا رہنے والا تھا۔ پہلے وہ سوار فوجیں نوکری کرتا رہا مگر جب باجی راؤ شاہ  
 کی قید سے رہا ہو کر آیا تو یہ اس کا دشمن بن گیا۔ باجی راؤ کو براہ راست اس کے آگے جو جنگی  
 تھا حکم مقرر کر دیا۔ عجب مگر کیا تو اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ بلکہ راگہوجی بہو سلا اس کا چچا بیٹا  
 جانشین ہوا۔ وہ راگہوجی کا رفیق ہی تھا اور ہم رفیق ہی۔ اس کو ملک بھر میں اپنی تہذیب پر دوس  
 علاقہ چڑھا دیا جسے راؤ سے علاقہ کہتا تھا۔ دست درازی شروع کی۔ اس کو محصول و خراج و  
 اس سے سب سے پیشوا کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اور یہ بھی خطر ہوا۔ کہ کہیں راگہوجی کی مبینہ نیتوں سے اور

## باجی راؤ کی دشمنی کے خلاف سازش

جس وقت باجی راؤ ملتان راگہوجی بہو سلا کو کرنا تک میں پہنچا لاری کر رہا تھا۔ ساری میں اور آیا۔  
 اور راگہوجی ملک کو شیوا بنانے کے لئے ساتھ لایا۔ یہ نہانک بڑا دولت مند اور مغر تھا۔ اور

بالجے روٹھو اپلو سکارو سپہ لیتا تھا۔ اوسکو بہی پٹی پڑائی کہ بنا رو سپہ لاجی سے لیکر وہے ترخص کا  
 یہ بہی پٹی گیا تھا کہ لکڑی پر پڑا تھا اویسیا محل اصل ہو اتہا کہ بڑی بڑی مہات ترخص کے لئے  
 کافی ہوتا ناچار اوسکا خرچ ترخص ہوتا تھا۔ ایسا لاجی کو بہی ترخص پیش آئی۔ کہ نہ تو کچھ ہاں نہ کسی  
 وقت میں باج کا ترخص چکانا بڑی بغیرتی کی بات سمجھتی تھی سو اراسکے مالکے راجہ کو بہی نذر  
 اس نظر پیش کیا کہ اوسکو عہدہ پیشوا ملے گا۔ مگر بالاجی کا پایہ بالا تھا۔ اسلئے کہ سری پٹ  
 جیسا باجی راو کا مخالف تھا۔ ایسا ہی اگرو جی ناموفق تھا۔ باجی راو کا نہایتائق بہائی  
 چمنجاہی اپنا دل جان لے نہی ہتھے کا پیشوا مہا چاہتا تھا۔ بالاجی دیوان ایسا ہوشیار تھا کہ  
 تہوڑی دنوں میں روپیوں کے ٹھون کا ڈھیر لگا دیا۔ ان سب کے سوا بالاجی بیات اور  
 شہرت دوسروں کے باپ داکے عزت تیری اس عہد کا مورخ استحقاق۔ ان سب کے  
 سب سے اوسے روپی کا کیا توڑا تھا۔ سارا قرض فوراً ادا کیا۔ مالک جلی بناسا منہ لیکر رہ گیا۔  
 راکھو جی پہلی ہی دفعہ کانٹا کھا کر چلا گیا۔ بالاجی اپنے قومی دشمن کو یوں زیر کیا۔ پھر جو اور دشمن  
 مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اوسکو بہی ہمتیہ جیت گیا۔

## متفرقات

نظام الملک اسمدکی کمان دیتی تھی اوساطے کہ جبنا مر جاک سکا بیٹا یا پے باغی ہوا۔ اور  
 دلی سے آیا تو بالاجی اوسکی ملک کو گیا۔ اور اوسکے بیٹے کو اسمدہ میں مغلوب کیا۔ اس سب  
 نظام الملک نے اس میں کوشش کی مگر بالاجی کو مالوہ ملجائی۔ انہیں دونوں میں اتفاق سے  
 چمنجاہی اپنیو کا چچا مگر گیا۔ دلیک بیٹا سدیو لاؤ دس برس کا جوڑ گیا۔ باپ مرنے سے  
 لڑکا انا تہہ ہو گیا اور ایسا جنگی ہنسا بن گیا کہ کوئی اوسکی نیکیل پکڑ کر کسی طرف گتھیت  
 اسندا و سکا حال نہ ہو کر اوسے کیا فت ارفق م کے سر پائی۔

## بالاجی کا مالوہ پر قرضہ ہونا اور بعض معاملات

برس ورتک بالاجی اپنے ملکی نظام میں مقرر رہا۔ پہرہ ہندوستان خاص کی طرف متوجہ ہوا۔ ان دنوں راکھو جی بہو مسلک بنگال پر حملہ کیا تھا جس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بالاجی پیشوا نے بادشاہ کی طرف ہولک محمد علی وردی خان کی ایسی اعانت کی کہ راکھو جی کی ہان چلنے نہ دی

اس میں سخت کج دلی میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ مالوہ ملاحبکتی سے متنازع

اور ۱۲۳۷ء میں وہ ناصب شہزادہ احمد شاہ کا اس صوبہ میں مقرر ہوا۔ اور شہزاد اس صوبہ کے عطا کر کی یہ نہیں کہ وہ اس صوبہ میں اس کی ہان کے موقع کے واسطے جو جاگیریں اور اراضی مقرر ہیں ان کے دست اندازی نہ کرے نہ بد کے باکسی اور شہزادہ کو ان کے نہ دی۔ اور بادشاہ کی اعانت اور کمالات شہزادہ سے کیا کرے۔ بالاجی ان شہزادہ سے بعض کے پورا کرنے کے لئے دہاکے راجہ بھارتی اتحاد پیدا کیا۔ اس راجہ نے راجا راکھو جی کے مقابلہ میں ٹوہا کی اعانت کی تھی۔ اس اتحاد یہ فائدہ تھا کہ وہ کسی قدر مغرب میں کالکوا کی اور مشرق میں راکھو جی کی روک ہوگا۔

## مرٹوں کا ملکی نظام

۱۲۳۷ء میں مغلوں کے دربار سے مرٹوں کو ان صوبوں میں جو تہ وصول کرنے کی اجازت ہو گئی جس میں کہیں وہ ملی لوٹ کہتے ہوئے تھے۔ مگر اس کی کوئی سند بادشاہ کی طرف مرحمت نہیں ہوئی۔ اس وقت مرٹوں کا راجہ بھی معاملات ملکی دخلت نہیں کرتا تھا۔ مگر شیوا کے نسل میں تھا۔ مرٹوں کو سکوا پنا داتا مانتے تھے۔ جو پناشی صوبوں کے محصولات کا نظام تھا اور سکافیلہ ہی کرتا تھا۔ پیشوا ہر ایک عہد کے بعد اس کی آمد و خرچ کا بند حساب جہ کے سامنے پیش کرتا۔ کوٹری کوٹری کا حساب سمین لکھا ہوا ہوتا۔ مگر بعض اوقات اس حساب کتاب کے معاملاً ایسے ہی درج آجاتے تھے کہ اس کا فیصلہ ہونا مشکل ہوتا تھا جب راکھو جی نے بنگال پر حملہ کیا۔

اُسکے برخلاف پیشوئے پادشاہ کی طرفاری کی۔ اور اپنا احسان پادشاہ پر کیا۔ اور محمد علی اور  
سے جلد و پہ وصل کیا مگر جب گھوڑی نے ایک سائش سنا کہ میں اوسکے برخلاف قائم کی۔ نہ  
اوسکے چکے چھوٹی اوسنی افرام حقوق جو دیا و نرید اور مہاندی کے بار ملکوں میں تھے کہ گھوڑی  
کو ۲۷۰۰۰ میں دیدے۔ اور اوسکو ان ضلوع میں مطلق لسان کر دیا۔

### آصف جاہ کی موت

ناصر خجہ باک قائم قلم دکن میں تھا ۱۷۸۱ء میں باغی ہو گیا۔ اور اسلئے وہ دلی سے دکن آیا  
اور بیٹے کو غلوب کیا۔ بعد اوسکے وہ اکاٹ کفر و فساد میں مبتلا رہا۔ اسکا حال یہ ہے کہ  
میان کرنگی۔ آخر کو بھادی نشان ۱۱۹۱ ۱۷۸۱ء میں شتر بریں کی عمر میں سنیل سے خست ہوا۔  
پیر اوسکے بیٹوں میں فساد برپا ہوا۔ جسکا حال انگریز اور فرانسس حال میں لکھینگے۔

### آصف جاہ اور باجی اوسیشوا

آصف جاہ مرنے پر سکوا و سکا قریب باجی راؤ جو اس سے آٹھ برس بڑے ہو گیا تھا یاد آگیا۔ یہ وہ آدمی  
اس زمانہ میں جو سلاطین دکن میں گزری ہیں۔ اوکلی حالت میں مخالفت و دشمنیت بہت  
تھی گو بعض باتوں میں مخالفت ہو۔ ایک اسیالی ہیرادہ دو اسرندوستان کا برہمن۔ دو  
بڑے باپ کر بیٹے دونوں دل اس تناسبی پر ہوئے کہ کوئی اپنی خاندان میں احد و ملطنت  
دو نو صاحب شیر شیر۔ منظم عاقل آصف جاہ کا مزاج بالکل شیر کا سا کہ اسوقت کوئی اوسے  
چھوڑے تو غصہ میں آکر اپنے سے باہر ہو جاتا۔ مگر اس شیر فراجی پر وہاں بازی کرنا اسی کا کام  
باجے راؤ کا مزاج غصیل تھا مگر وہ فریک نہیں آصف جاہ گم نہ تھا۔ ایک اجہ کو بار بار کارکن تھا۔  
اور بہت قریب رکھتا مگر کوئی اوسے زیادہ لائق نہ تھا۔ راجہ مستقل مزاج تھا۔ وہ سیر

پادشاہ کو دربار کارکن تھا۔ اور وہاں بہت قریب کہتا تھا جنہیں بعض اوسکے ہم پیر بعض برتر

اور پادشاہ تلون مزاج تھا۔ صف جاہ کی بھیجے لائیں نہ سبب جی راؤ کے زیادہ لگی ہوئی تھیں۔  
 باجے راؤ کا راجہ کہی اور سکا دشمن نہوا۔ او سکی بیج کنی کے دل پر نہ ہوا۔ برخلاف اسکی صف جاہ  
 بر باد کرنے پر پادشاہ کا بہت دفعہ ارادہ ہوا۔ صف جاہ کی طرف پانی رہتا تھا (یعنی پادشاہ)  
 کہ جسکے اندر ذرا چوگر تو ڈوب جا۔ دوسرے لطیف لگ سہی تھی (یعنی مرٹھے) حسین ہر وقت <sup>خلع</sup> کا انداز  
 رہتا تھا۔ باجی راؤ کو اپنی جہاد امارت اور سلطنت کی محنت قائم کرنے کے واسطے مصالح موجود نہاں نظر  
 تعمیر کرتا تھا۔ برخلاف اسکی صف جاہ کو مصالح ہم ہنچا نا اور بہر محنت بنانا دونو کام کرنے تھے۔

### راجہ ساہوکار مرانا اور جانشین کے واسطے جہاں اہونا

صف جاہ انتقال کے برس در بعد دسمبر ۱۷۹۷ء میں راجہ ساہوکار کا انتقال ہوا۔ اس اجداد نے  
 راج کیا۔ وہ سیلو جی کا پوتا تھا۔ اور اورنگ زیب کی قیدی تھا۔ پیشوا کے تین پوتوں کا مرلی تھا  
 مرٹھو کا بڑا راجہ تھا غرض یہ وقت ہی ہندوستان میں محمد گزبے ہے جہاں دیکھو وہاں ایک جہاں  
 کھڑا ہے۔ اب اس آج کوئی اولاد نہ تھی۔ او سکی نیت میں تھا کہ وہ اپنے رشتہ دار پر اور دشمن  
 کو لا پور کے راجہ کو متنبہ کریں۔ گلاو سکی ہی اولاد نہ تھی۔ سلمے مرٹھو کا بیلہ راہ ہوا کہ راجہ سی کہہ کر  
 سیلو جی کے بڑے بیٹے کو توجی کی اولاد میں سے کسی کو متنبہ کریں۔ اس کو رشتہ مند  
 خاندان میں کوئی شخص منتخب ہو کر اسی راجہ بننے نہیں کیا تھا کہ او سکی رانی سکوار بائی جو  
 راجہ کی مالک تھی وہ اس تمنا میں تھی کہ کوئی چھوٹا لڑکا متنبہ کیا جائے کہ او سکی صغیر سنی کے  
 سب سے وہ فقط نام کا راجہ ہو۔ اور خود راج کی مالک ہو۔ مگر یہاں پر وہ غیب کے کچھلہ در ہی گھلا  
 اور سلطنت اندر ایک در ہی راز رکھتا نہایاں ہوا۔ رام راجہ کی بیوہ رانی تارا بائی اب تک نہ  
 تھی۔ گو عمر میں بوڑھی تھی مگر عالی مہتمی اور الو الغری <sup>میں</sup> ہواں تھی۔ اونی یہ کہہ کہ سیلو جی دوم  
 کے مرتبے بعد اسکے اُن بیٹا پیدا ہوا ہے۔ او سکوں میں چہاں کہا ہے۔ راج کا حق اس میں کوئی

وہ مرٹھو کا مہاراجہ بنایا جانی۔ اوسکا نام رام راجا دوم رکھا جائے۔ اتناک سینھ ہر کرارانی  
 کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط تھا۔ اس پوئی کے لجنین ہونیسے اسکے خود ہاتھ میں سلطنت آتی  
 تھی۔ سکوارانی جو اپنی سلطنت چاہتی تھی اس بات کو سنکر آگ بگولا ہوئی کہ یہ دوسرا وار  
 کہہ رہے آئی۔ اسلئے اسنے اپنی طرح کا ایک متنبی راجا بنا چاہا۔ بالا جی تخت سی فوج لیکر سکر  
 میں آیا تو یہاں اوسکی جان غذا میں پھنسی کہ دونو عورتوں اپنے اپنے منصوبے کا سامان کر رکھا  
 عورتوں کی ہٹ مشہور۔ سردنوا و سکی خود حکومت کے مخالف تھیں۔ مگر وہ یہہ چاہتا تھا کہ  
 سیو جی کے خاندان پر تو مرٹھے سے ہوئی ہیں اور برہمن بدیشوؤں سے پہلے ہی وہ خاک کھا کر  
 ہوئے بیٹھے ہیں اسلئے حقیقت ایسا نہیں کہ میں اپنی اس راہ کو ظاہر کر دے کہ اچکی کو موقوف  
 کر کے خود مہر ہو سکے راجہ سجاؤں۔ تارانی سے بالا جی تو ڈر گیا۔ مگر سکوارانی نے اوسکی  
 کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اب دونوں کی مخالف تدبیریں کرنی شروع کیں۔ اداس اپنی راہ کو چپا کر  
 لئے یہ مشہور کیا کہ میں راجہ کے ساتھ ہستی ہوں گی۔ بالا جی غضب کتا تھا۔ اپنی مقصد کے حاصل  
 کرنے میں کسی سبک کام کے کر نہیں پر نہیں تھا۔ اب وہ اپنی چال نہایت فطرت اور سلیقہ کے ساتھ  
 چلا وہ یہہ چاہتا تھا کہ سکوارانی پاسین عہدہ موجود ہی ٹرے ٹرے آدمی اوسکے طرفدار ہیں  
 منظر بیٹھے ہیں کہ دہر راجہ کا دم نکلا وہ دہر بالا جی تو اچھے۔ اسلئے اداں اسنے اسی تدبیر میں  
 کہ ساری فوج بس میں آجاء۔ اور جتنے رانی کے فیو اور اوسکے مخالف تھی اوسکے درمہ جو جائیں  
 تاکہ جسوقت راجہ مرے تو رانی کچھ نہ کر سکے۔ اسکے سوا ایک وزید بیرہہ کی کہ سنے تارانی  
 کے فضلہ و غضب کو فروخت نہ ہوئی دیا اور اسنے جو اپنی پوتے کی کہانی بنائی تھی اوسکی لکھنیا  
 اس میں اوسکو دو فائدی حاصل تھے۔ اول یہ کہ تارانی اوسکے ساتھ سکوارانی کی مخالفت  
 کے لئے تیار ہو گئے۔ دوم اس بہانہ کی کسی وقت موقع پا کر راجہ سے یہہ منکر لکھوئی کہ اوسکو

تمام مرثون کی سلطنت کا اختیار اس شرط پر دیا جاتی کہ وہ سیواچی کے خاندان کا نام تارابی کے  
پوتے رام اجا کی نام سے قائم کرے۔ غرض یہ کہ یہاں ساو نیا لاجی کے کام نہ اردن لشکر سزیاؤ  
کام آئے۔ جب جابر اٹو بطور طنز کے اسکی لڑائی کو یہ کہہ لیا ہوجا یا کہ آپ سستی ہو نیکی کی تکلیف  
نہ اٹھائیں۔ اسی وہ یہ جانتا تھا کہ اس عورت کو غیرت اور اپنی قول کا پاس ہوگا۔ تو وہ ضرور اس  
کے ساتھ تھی ہوگی۔

غرض جب جابر اٹو اسے رام اجا راج گدی پر بٹھایا۔ کسی سردار نے شمشیر کے خوف سے کسی  
تیر کی دوسری کسی نے تیر کی کسی نے جہاؤ منصب لالچ سے اس اجا کو راجہ مان لیا۔ اور بالاجی نے  
سب طرح کی مناسبت بروٹھ اس اجا کو سار مرثون کا راجہ بنا دیا۔ راجہ جی کو تمام سہل حق  
عنائت ہو۔ اور سری پت کی جابر اٹو مضبوطی بھی کچھ حصہ دیا گیا۔ بلکہ اور سینہ سپا کو سارا مالوہ  
دی دیا گیا۔ مگر وہ حصہ تثنیہ راجہ جی اور دلو جاگیر میں دیدیا تھا۔

### تارابی کا فساد

بالاجی کی حکومت بغیر اسی شہرے قائم نہ ہوئی۔ تھوڑی دنوں اسکی حکومت میں بڑا خطرہ آ  
چھیرے بھائی پٹو اور بھائی کو جگر ہون سے پیدا ہو سکا۔ مگر انجام سب بالاجی کے حق میں خیر  
راجا رام نے سارا سلطنت کا اختیار پیشوا کو بعض شہر اٹھ کر دیا تھا۔ مگر وہ شہر اٹھ پوری نہ  
ہوئے۔ جب بالاجی ماونگ آباد کو حیدر آباد کے جگر ہون میں دخل سے کہ واسطے روانہ ہوا تو  
تارابی نے راجہ رام سے ملکر یہ کہنا کہ تو اپنا سارا اختیار راجائی کا لے۔ اور یہہ جتو نے پیشوا سے  
اقرار کر لیا ہے۔ اسی تو یہ مگر جب جہاؤ نے دیکھا کہ وہ اسکا کہ نہیں مانتا۔ تو اسکو ایک قلعہ  
کے اندر قید کر دیا۔ اور اسکو مشہور کر دیا کہ وہ جہوٹا اور فریبیل ہے۔ اور اس قلعہ کی چھٹ  
اردن مرثون کے سپرد کی جو بہت خدائی نوکر اس گہرانے کے تھے۔ اور وہ کھب بالو کو دیکھتے

اور پیشوا کی اختیارات برداشت چلاتے تھے۔ اور اسی راجہ آدمیوں پر تو میں لگاؤ جو پہلے دن  
 بے خبر پڑے تھے۔ اور پیشوا کی سیاسی سپاہیوں پر جو جا بجا پڑے تھے گولے برسانی شروع کئے  
 اور دہلی کا گلو کو جو پیشوا سے خاک کہا کی مٹھا تھا۔ اور بہت بخار لے دم سخت ہو رہا تھا۔  
 و تاجی اپنے دن بہاگ سمجھا کہ آج یہ دن نصیب ہوا کہ پیشوا کو بالکل دلاسلطنت سے  
 نکالنے کو اسطرح لایا۔ پندرہ روز اور وہی آتے۔ پیشوا کے طرفدار اسے لے گئے مگر وہ شکست ہوئی  
 غرض گلو کو اور باقی جی دوستوں کو بہت قلعہ فتح کر لے۔ اور سری پٹ کسی شہنشاہ دار کو اونہوں  
 پر تہی ہندی وزیر عظم مقرر کیا۔ بالاجی بہت بی سار میں آگیا۔ اور دہلی کو اسنے دغا سے  
 اسے امن قید کر لیا۔ مگر ابانی وہ عیب کی عورت تھی کہ اسکو وہ طبع نہ کر سکا۔ باقی حال  
 مفصل قلم سے حدیں دیکھو۔ ان مہرٹوں کے ذکر نے ہماری تاریخ کے سلسلہ کو توڑ دیا۔ اور جن بادشاہوں  
 کی سلطنت کا ذکر کرتے ہیں اسے اگر کے زمانہ میں چلے گئے۔ مگر اسکے بغیر ہر کوئی اور چارہ ہی نہ تھا۔  
 ہندوستان کی سلطنت کے جب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اسکا جدید بیان کرنا چاہئے ہم ہر دلی کی  
 تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

## دلی کا حال

۱۱۵۵ھ تک ہم دلی کی سلطنت کلیان کرچکے ہیں۔ اب ۱۱۵۵ھ سے پہلے شروع کرتے ہیں۔ اس  
 سال میں یہ واقعہ پیش آیا کہ قمر الدین خان وزیر کا بیٹا بدلا دین خان نادر شاہی میں مارا گیا۔ یا مقرر  
 ہو گیا۔ ایک ستاویراوسکی جائداد کی اولاد کو نام لکھا پیر عہدہ الملک امیر خان کو دی کہ بادشاہ  
 دستخط کرادے۔ اسنے اسکا کچھ خیل لے لیا۔ حبس میں رہے وزیر اور صف جاہ دونوں بچیدہ حاضر  
 ہوئے۔ پھر عہدہ الملک نے ایک دن علانیہ بادشاہ سے ان تو رانی امیرین کی نسبت کچھ کہہ کر کہا  
 تو ان دونوں نے سپاہ جمع کر کے بادشاہ سے کہا کہ حکم کو حج کو جانے کی اجازت دیجئے۔ یا امیر  
 خان



الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوائے۔ اور یہ کہ ہندوستان کی بادشاہی کے واسطے جادوئے۔ مگر  
بادشاہ نے اس کی خاطر سے امیرخان کو الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوا دیا۔ اور مومن الدین کو تختہ  
شہر تری پالیہ کا امیر بنا دیا۔ اسی سال میں مر گیا۔ اس کی بیٹی کی شادی ابو منصور خان صفدر  
سے کر دی۔ اسی سال میں صف جاہلی سے دکن کو گیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خان  
کو یہاں بادشاہ پاس چھوڑ گیا۔ اس کی شادی قمر الدین خان کی بیٹی سے ہو گئی۔ اس کے بیٹے  
کے سب سے ان دونوں تورانی امیروں میں اتحاد پیدا ہوا۔ اور اس اتفاق سے ان کے بعض  
کی ساری شہنشاہی زبردست ہوئی۔

### رہیلوں کا عروج

یہی زمانہ رہیلوں کی سرکشی کا ہے یہ قوم افغانستان کے اکرندہ وستان میں تھے۔ اور اس  
ملک کی پہلے لڑائیوں میں ان سے نام پیدا کیا تھا۔ اور آخر کو گنگا کے مشرقی ملکوں میں آدہ لیکر  
پہاڑوں تک اسکا تسلط ہو گیا تھا اصل اس کی بیٹی شہاب الدین خان رہیلیہ کے دو بیٹے  
اور شاہ عالم خان تھے جن کا بیٹا دوند خان تھا۔ عالم خان کا بیٹا حافظ الملک  
تھا۔ شہاب الدین خان کا ایک بیٹا داؤد خان تھا۔ وہ ہندوستان آیا جب اسکو نوکری نہ ملی  
تو اسنے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا۔ اور عالمگیر کے عہد میں طرح کچھ سبابا مارت جمع کیا۔ اور  
کچھ لادنے تھے۔ ایک دن راہ میں ڈیرہ برک لڑکا پڑا یا۔ معلوم نہیں وہ ہندو تھا یا مسلمان  
اسکو لیکر آیا۔ اور علی محمد خان اسکا نام کہا جب وہ چودہ برس کا ہوا تو داؤد خان مر گیا۔  
اسکو اپنے مال سب کا وارث کر گیا۔ غرض چند روز بعد اس علی محمد خان کا غلغلہ شروع ہوا۔  
اور پہاڑ سنگھ کو خبر بریلی کا ملازم ہوا۔ اس کے سب سے اسکو عروج شروع ہوا۔ پہر وہ جنگوں میں  
چلا گیا۔ اپنی گدہ میں جا کر اسنے اپنا مسکن بنایا۔ تو تھانہ ڈلوڑ ہی پر بھجوا یا۔ اپنے تئیں نواب

مشہور کر لیا جب کسی لڑکی کا یہ بات سن کر فیض شاہ نے کہا یہ سنا نہیں، خواہ اسے یہ کہہ جانے یا کہہ نہ جانے  
کے حکم کی ضرورت نہ تھی اور نہ کوئی کو ہے جو شخص خود دشمنی نہ کرے اس کا حاصل اسے آسان معلوم  
کی احتیاج نہیں غرض یہاں تک سکا عروج تھا کہ اس کے آثار اور حفاظ الملک حمت خان اور  
دو نند خان اس کے ہاں ملازم ہوئے جب اس کی حرکات کی خبر محمد شاہ کو ہوئی تو نواب نے زیر الملک  
قمر الدین خان کی طرف سے ہر نند فوجدار اور آباد کو نام حکم آیا کہ علی محمد خان کی تہذیب کرے۔ ان دونوں  
لڑائی ہوئی۔ ہر نند لڑائی میں مارا گیا۔ سریلون کو فتح حاصل ہوئی۔ اور بہت مال سبب لے کر آیا  
بادشاہ کا دست ارادہ تھا کہ دیا کرنگا کے پاس ملک کی سرکرے۔ اس کے وہ خود اس کشتی کے فرو کرنے  
کے بہانہ سے چلا۔ بہت لشکر اور توپخانہ ساتھ لیا علی محمد خان واقع بادشاہ کی خبر سن کر ڈرا۔ مگر مرنے  
ارادہ مصمم کر کے لڑائی کے لئے مستعد ہوا کئی مہینہ تک پناہ دینا ہی لشکر کو جنگل میں حیران رکھا آخر کو  
قمر الدین خان وزیر کو عرضی غنوا نصیحت کر کے کہیں۔ اور بادشاہ اس سے طریقہ معافی کیا کہ وہ  
شاہجہان آباد تک لشکر کے ساتھ قیدیوں کی طرح جا۔ یہاں سے قبول کر لیا۔ اور قیدیوں کی طرح  
دلی میں گیا۔ وہاں رہا ہو کر سر ہند میں صوبہ قمر ہوا۔ یہاں حفاظ الملک حمت خان بھی اس سے  
ان ملز یہ ہم ۱۱۵۶ء میں واقع ہوئی۔ سریلون اور قمر الدین خان کی ملی بہکت تھی۔

۱۱) سادات اہل بیت علیہم السلام وہ ہمارے گریہ کرنے والے ہیں۔

جب ہر طرح سلطنت ہندوستان کی سرحد پر آیا تو اس نے پنجاب کا براہِ حال دیکھا۔ یہاں لاکھوں گھوڑوں پر  
عزالدولہ زکریا خان کو مرنیکے بعد کے امین و سکائیٹا یعنی خانی السلطنت لاکھو میں بھیجا۔ اور  
اوس پر تصرف ہوا بعد اوس کے شاہ نواز خان دو اسٹریٹیا لاکھو میں بھیجا۔ اور باکے ورثہ کا بہائی  
سے ملا لیا۔ تو دونوں بہائیوں نے لڑائی شروع ہوئی۔ انجام یہ ہوا کہ تیرہ خانی و اس کا بیٹا  
قید ہو۔ مگر وہ قید ہو چوٹ کر پادشاہ پاس آئی۔ اور شاہ نواز خان لاکھو کا مالک ہوا۔ مزارو نہ بیگ  
نے جو بڑا شیطان تھا شاہ نواز خان کو یہ سمجھا یا کہ تم فقط قمر الدین خان کے بہائے ہو۔ اور تمہارا بہائی  
یہ کیا مان او سکا دانا ہوئی۔ اب پادشاہ پاس گیا۔ ضرور پادشاہ وزیر لاکھو سے سمجھنے لگے۔ بہتر ہے کہ  
اس وقت شاہ ابدالی سے جو سرحد ہند پر موجود آپ تھکاو رہا پیدا کیجئے۔ وہ بھی کہنے میں لگیا اور اس  
شاہ ابدالی کو لکھا کہ آپ پادشاہ اور میں وزیر شاہ ابدالی سے چاہتا تھا اس کے کہانت  
ابا و نہ بیگ کی کیا کام کیا کہ قمر الدین خان کو لکھو بھیجا کہ آپ کا بہائی شاہ ابدالی سا باز رکھتا  
اور سر قمر الدین خان نے بہائے کو لکھا کہ کیا آج تک میری ان نمک حرامی نہیں ہوئی خبردار اس خانی  
پادشاہ سے سازبسن کرنا۔ پانچون جو کشتہ میر لاکھو ٹھہرے۔ ملتان کا بل و اس فوج کے عمل  
رہنے لگے۔ اب شاہ نواز خان کو قہوت ہوئی۔ اور احمد شاہ سے نقص عمہ کیا۔ اس شاہ و میں ناصر خان  
بھی شکست کھائے شاہ نواز خان پاس آ گیا تھا۔ اب احمد شاہ نے خط ایفا وعدہ کے لئے شاہ نواز خان کو لکھا  
تو اس کا جواب ملا۔ بلا تو وہ پشاور سے لاکھو پر چڑھا آیا۔ جب ہ لاکھو کے قریب آیا تو اس نظر سے  
کہ زکریا خان کو پادشاہ لاکھو کا صوبہ مقرر کیا تھا۔ اور شاہ نواز خان او سکا بیٹا تھا۔ پانچون  
بیٹا شیخ عمر و بیٹا س پیجا اور پیغام دیا کہ اطاعت اختیار کرو۔ مگر اس نے اس کے بیٹے کو قید کر لیا  
اور اس کے لئے سامنے آیا۔ مگر وہ بھی مقابلہ کے بعد اس لشکر کو دلی سے محمد شاہ نے بھیجا تھا۔ چاہا  
یہ لشکر بھی کرو فر سے دلی سے چلا۔ مزار احمد و لیچند و سکے سپاہی لاکھو قمر الدین خان وزیر احمد

اور بڑے رتبہ کے امیر اور سکے چلوانے غرض احمد شاہ لاہور پر تصرف کرتا ہوا اور تمام  
 قصبہات پر قبضہ کرتا ہوا تسلیم کر لیا اور پہنچا تو اس نے تسلیم کی پایا باہون کو دیکھا کہ وہ بادشاہ  
 سپاہ قبضہ میں ہیں۔ اس درانی بادشاہ پاس رہ نہ رہا کسی فائدہ سپاہ نہ تھی۔ وہ یہ سمجھتا تھا  
 کہ سپاہ کی قوت اور قدرت کام میں آتی ہے اور اس کی قلت اور کثرت کام نہیں آتی۔ اس کی وجہ  
 دیکھ کر وہ اس قلیل لشکر کے ساتھ، دریا و تسلیم کر لیا کی طرف ایسی جگہ سے اتر کر جہاں  
 دریا پایاب نہ تھا۔ تیرہویں ریح الاول <sup>۱۱۷۱</sup> لاکھ ستر ہزار قبضہ کر لیا۔ یہاں علی محمد خان <sup>۱۱۷۱</sup> پہلے  
 صوبہ دار تھا۔ اس کو اس نظر سے کہ وہ اپنی قوم کو نہ بچائے اور جگہ بدلیا تھا۔ وزیر محمد نجمان  
 یہاں بہت کچھ اپنے لشکر کا اسباب چھوڑا تھا۔ اور اس کا لشکر اگر ٹھہر گیا تھا۔ اس سبب پر وہ  
 قابض ہوا۔ اور کئی توپیں اور سکے ماتہ لگے جو اس نے پہلے نہ تھیں۔ غرض جب خبر بادشاہی لشکر  
 کو پہنچی تو وہ ڈنکے لگایا اور اٹھا۔ اس لئے شتی فوج غریب اور غریب فوج شرقی بن گئی۔ درانی لشکر کی  
 اس تیز رفتاری سے بادشاہی فوج ڈری ہوئی تھی جب وہ کپاسی میں توپیں گرو خندق کہوڑی  
 - اس جیسے سواروں کے تھوڑے تھوڑے گروہوں کچھ کام نہیں نکل سکتا، اگرچہ وہ  
 محمد نجمان کی جان نماڑ پڑنے میں ایک لاکھ لگنے لگی۔ مگر دوسرے سال اس کا لشکر انہوں  
 کے دہرے اور اتارنا۔ جب پچیس ہزار تھوڑے تھوڑے سواروں نے سخت جگہ  
 اور خندق کو درانداز گئے۔ مگر شکست کھا کر ہلاک اور ریح الاول <sup>۱۱۷۱</sup> لاکھ کو وہ اپنے اپنے  
 ہلاک ہوئے۔ اس میں لاکھ الہیری سنگہ جے پور کا راجہ بھی تھا۔ گروہ بغیر رائے کے اپنے ملک بہاگ  
 مرہٹوں نے اس کے ملک حملہ کیا تھا۔ ابونصو صفدر جنگ نے تو چنانہ سے خوب کام کیا۔ مگر  
 پھر الدنجان نے بڑی داؤدخت دی اور شاہ اس کو باپ کی وصیت کے موافق معین الملک کا  
 خطاب کیا۔ لاہور اور ملتان کی صوبہ داری پر روانہ کیا۔ اسی زمانہ میں دہلی کو پہرہ چلا آتا تھا۔

اوسکو باکے مرنگی خبر پہنچی یہ بادشاہ مرض سہال میں مبتلا ہوا۔ اپریل ۱۷۸۸ء کو  
عالم بقا کو حضرت ہوا میں سال سلطنت کے خاندان تمپور یہی کوتاہی گنہ پر پہنچا دیا  
اور عیش و عشرت کو دھماکاں جدید ایجاد کر گیا کہ جنگی پروسی آج تک امیرون کا ستیا ناس  
ہوتا ہے جن فخریہ باتوں کی تانچ کی تلاش کجائے وہ اسی بادشاہ پر ختم ہو جاتی ہیں جو  
میلانہ ایجاد کرنا وہ جد علی شاہ کو جو گن کا میلان سو جہاں۔ اگر کوئی پوری حضرت اس  
زمانہ میں محمد شاہ کی سمجھی جائے تو درجہ علی شاہ کو دیکھ لے۔

### احمد شاہ کی سلطنت

احمد شاہ غرہ ربیع الثانی ۱۱۸۸ھ میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ اوسکی سلطنت کا آغاز  
مبارک معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ برس سلطنت کے بعد وہ خود جوان  
برسرِ کل تھا۔ اوسکے دربار میں بڑے بڑے لائق ملکا رہتے تھے۔ صرف جاہ مرہٹوں کو کہن میں رکھ  
ہوئے تھا۔ شمال حملوں کا جو طوفان ابھی آیا تھا وہ ہی رفع دفع ہو گیا تھا۔ مگر تمام کام اور  
انتظام جو شخصی و شخصی سلطنت کے ہوتے ہیں اور میں سخت عیب ہی ہوتا ہے۔ کہ انکا اعتبار  
نہیں ہوتا ایک مصیبت اس سلطنت پر یہ پڑی کہ صرف جاہ اول ہی سال جلوس میں مر گیا۔ اور  
اوسے وزارت کی درخوست کی گئی۔ مگر جب اسکے مرنگی خبر آئی تو ابوالمضو خان کو وزارت کا  
منصب ملا۔ عہدہ الملک ارالہام کو برہان الملک کا خطاب دیا گیا۔ صرف جاہ چہٹی نمبر ہوا۔ اور  
میر محمد شاہ تھا جسکو لقب غازی البیخان خان فیروز جنگ تھا۔ اور امیر مرہٹوں کو لقب حاکم  
وہ باب کی جگہ قائم مقامی کرتا تھا۔ تیسرے مرہٹوں کو لقب صلابت جنگ تھا۔ چوتھے مرہٹوں کو  
جسکا خطاب برہان الملک تھا۔ پانچویں نظام علی خان۔ چھٹے مرہٹوں کو صلابت  
لقب تھا۔ اولیٰ نمبر کو بادشاہ خسرو دیوان خاص و بخشگری رسالہ الاشاہی کی محبت کی

احمد شاہ درانیوں کے حملہ سے ڈر بیٹھا تھا اس لئے اس نے ناصر خان کو سپاہ سمیت کنہر واپس بلایا۔ مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ احمد شاہ درانی اپنی شمالی قہا میں مقبوضہ ہے تو اس نے اداؤ کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اس نے اسکو براہِ بخیر اور لٹے جائیکا حکم بھیج دیا۔ غرض سب اہلکاروں اور سلطنت کا انتظام کر پادشاہ عیش و عشرت شاہانہ میں مصروف ہوا۔ گویا بادشاہی ہی معنی ہو گئے تھے کہ سارے دن خوشی اور عزتوں سے صحبت ہو رہا۔ آدن طبلہ ساز کی کٹر کار سے ڈوم ڈبا یوں اور گویوں نچو یوں دھوم مچا کرے۔ اور دنیا میں خبر ہو کر کیا ہوتا تھا۔ اس ننگین پادشاہ کی سلطنت کو بڑی ہنگامے میں ہیں کہ دھوکے بجا باد در پیل کہنڈ کے لڑائیوں کے خون سے رنگین ہو رہا ہے۔

### رہیلوں کی لڑائیاں

وزیر الملک صفدر جنگ کے بہت سے رہیلے لگوئے تھے اس میں سبھی کے تہت اس کے دل میں اونکی طرف غار اور غارتیا جب علی محمد خان گر گیا تو اس نے قائم خان سپہ محمد خان بنگش کو لکھا کہ اس کے بیٹوں ملک چین کے۔ ان دونوں کی لڑائی میں خواہ کوئی مارجا ہی وزیر اپنی جیت نہتا تھا۔ قائم خان ملک کی طمع میں ناکر سعد اللہ خاں سپہ علی محمد خان پر لشکر چڑھا کر لگ گیا۔ اور اسکو بدایوں کی قلعہ میں جا کر گھیر لیا۔ چند ہونسی مارجی کی مکر اس نے ایک سنی آخر کو مکر کیا بکرتا۔ قلعہ کے لشکر لیکر نکلا۔ اور اس نے قائم خان کو شکست دی اور اسکو جان لی۔ جیتے واقعہ وقوع میں آیا تو وزیر پادشاہ کو لڑائی پر یاد کر کے کوئل میں لایا اور خود فرخ آباد میں پہنچا اور بیچارے قائم خان مرحوم کی بیوہ اور بال بچوں سے اس ملک چین کے رنج و غصہ میں کر لیا۔ فقط فرخ آباد اور چند موضعات اس کی مال دہی بی کو دیدے۔ باقی سب کچھ ضبط کر لیا۔ پادشاہ اولٹا سلاٹ لاہ میں ولی میں چلا آیا۔ اور وزیر یہاں چند روز تک مقیم رہا۔ اور نول رائے اپنی سب کو جو ملک و دہ میں تھا یہاں لایا گیا ہوا اس کے سپرد کیا۔ اس نے سب قبیح کو اس کا قصد و مقام بنایا۔ قائم خان کا بہائی محمد خان صفدر جنگ کی

خداست میں رہتا تھا جب کسی دیکھا کہ یون بہائی اور بیک ملک چین گیا تو اس نے وزیر کی رفاقت سے  
جدائی اختیار کر کے اپنی ملک پر قبضہ کرنے چلا گیا۔ اور پہلو کو اپنی ماد کے لیے بلا لیا۔ اور اسی زمانہ  
میں حمت خان اور دودھی خان بھی ایک فتح چکے مراد آباد میں حاصل کی تھی۔ اس وقت ۱۶۳۰ء میں پور  
پرتگیزی کی۔ اور سکوتست دی اور جان مارڈا لاج یہاں یہاں گذر تو صفدر جنگ سے بھاگ  
کوساتہ لیکران پٹھانوں نے لٹے آیا۔ مارہرہ پر دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا صفدر جنگ نے غمی ہوا  
اور شکست پائی۔ یہ شکست پاکر جو دلی میں گیا تو وزارت میں خلل پڑا۔ لگاتار مارہرون کو رشوت  
دے کر لاکر بہ وزارت کی بنیاد کو بختہ کر لیا۔ بعد ان فتوحات کے احمد خان آدھ اور الہ آباد کو نائب صوبوں سے  
خالی پایا تو ان کے لیے کا ارادہ کیا۔ اور بحساب فوج لیکر الہ آباد پر حملہ کیا۔ یہاں صفدر جنگ کے رفقاء  
بقا الدخان اور علی قلی نے قلعہ میں پناہ لی۔ اسی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ خلد آباد سے لیکر قلعہ تک  
ساتھ شہر میں آگ لگا دی اور اسے لوٹ لیا۔ صرف دریا باد کو حسین افغان رہتے تھے چھوڑ دیا۔  
شیخ فضل اللہ آباد کے دائرہ کو بھی مقدس سمجھا کرتے نہیں لگایا۔ پہر ۱۶۳۵ء میں بلگرام کے ٹوٹنے کا  
ارادہ کیا۔ مگر خدائے میوں پر خیر گزری کہ وہاں کچھ روشناس احمد خان کے نکال آئے۔ غرض یہ لوٹ  
سہو رہی تھی۔ احمد خان کی حکومت اچھی طرح ان صوبوں میں نہیں مٹتی تھی کہ اب وزیر الملک نے  
دیکھا کہ اسکی پریشانی اور خرابی کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ اور وہ سہیلوں کے مقابلہ میں  
ضعیف ناتوان ہے تو اسنیس بدنامی دیکھ کر سوطر دھوا کہ وہ اور پھیل گیا۔ یعنی اس نے  
مرٹوں کو اپنی مدد پر متعبد کیا۔ لہار اور ملکو ورجو آیا سینہ سپر خکو بالا جی نے اسی مالوہ کو  
بھیجا تھا اعانت کی درخواست کی اور سوجاں چٹ کو اپنی بھرا لیا۔ اور ان ہندوؤں کو بت ملک  
اور دولت دیکھا وہ کیا بہتر ہو سکی درست بیٹھی۔ اول جمادی الثانی ۱۶۳۵ء کو اڑی کوچ کیا۔  
اول الخلیفہ اور سعید آباد احمد خان کی حکومت شامل خان حاکم تھا۔ اور سکوتست دی اچھے خان

اشکست کا حال ستا تو لکڑا باد کو محاصرہ کو چوک فرخ آباد میں آیا اور دریا کے کنارہ چرسین پور پہنچا  
یہاں سعد لد خان پہلے ہی امداد کو لکھا۔ اس کے بعد میں یہاں لڑائی ہوئی۔ افغان سچا لکھنے لگے  
دم سے تھے۔ جانب مخالفین۔ مرٹھے جاٹ وزیر کی فوج قدیم جدید اسلحے سے بھر پور افغان باری گئے  
اور انکو شکست ہوئی۔ مگر احمد خان اور سعد لد خان زندہ بچ گئے۔ اور کوہ کماون میں جا کر پناہ لی  
اب سرحد کوئل و جالبی سے لیکر کوہ ہمالیہ تک پہنچے۔ ان کے مرٹھوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور انکو اجازت  
ہو گئی کہ وہ چوتھہ وصول کریں۔ یہ مرٹھے وہ سبق قدم تھے جن سے ان عین قدم ہوا، سکو جنگل جاتی تھے۔  
جب بادی میں میٹھے تھے تو اسکو دیکھ کر کہتے تھے غرض شیشہ و آب سرسبز ملک مرٹھوں کی پامالی و  
وزیر الملک کا نامہ اعلیٰ اعلیٰ سے سیاہ ہوا۔ افغان بھی ان مرٹھوں کے ہاتھ میں تنگ آئے۔ اور انکو کوئل  
سے وزیر سیدی صلح کی درخواست کی۔ مرٹھوں کی علت تھی کہ وہ کسی طرف کو بالکل غارت نہ کیا کرتے تھے۔  
دونوں فریق کو قائم کر کے کہ لکھنا یہاں طلب حاصل کرتے تھے غرض ان مرٹھوں کے سبیلوں کے وزیر  
سے صلح کرادی +

## حاکم اجمیر کا شکست پانا

یہاں یہ فتح حاصل ہوئی وہاں اجمیر کے صوبہ دار کو شکست ہوئی فتح شکست کا فائدہ و نقصان  
کو برابر ہوا۔ اجمیر کی شکست کی تفصیل یہ ہے کہ سید صلابا خان و الفقا جنگ اجمیر اور اکبر آباد کا صوبہ  
مقرر ہوا۔ اس وقت حدودہ پور کی ریاست کے لئے تخت سنگھ اور مہاراجہ سنگھ چاہتے تھے کہ یہ تخت  
پادشاہ پاس آیا۔ اور ذوالفقار جنگ سے ملا صلح یہ تھی کہ اکبر آباد اور اجمیر کے صوبوں کے نظام کو یہ  
تخت سنگھ فتح کر لے۔ اور ذوالفقار جنگ سے سکھوں کو پور کی ریاست لے۔ تخت سنگھ تو ناگو رہا  
لشکر لکھ گیا اور ذوالفقار جنگ جاکر ان کے ملک پر متوجہ ہوا۔ نیم رات پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اگر ناگو رہا  
گیا۔ اور اول یہاں رہا کہ اکبر آباد کا بند و بست جاٹوں کو شکست دیکر اردن چنانچہ اسنے اون کو



اوسے صلح کر لی۔ تخت سنگ جسترہ اٹھارہ ہزار سپاہ لیکر آیا تو اوسے جانوں کو ذوالفقار جنگ کے خیمے میں لایا۔ اسے میں مہاراجہ سنگ جسترہ و اجپوت ارجاؤن کو ساتھ لے کر وٹل نیکے لے آیا۔ لڑائی ہوئی تو تخت سنگ کے برخلاف راضی ذوالفقار جنگ کے کام گئے۔ اسے شکست فاش پائی۔ اور نام اور پیمانہ ملی میں آیا۔ پیمانہ وٹل میلا لڑائی و درجہ اری چہن گئی۔ سپہ روزہ بکرا فروختہ ہو کر بادشاہ کی جان کے درجے ہوئی تھے کہ بادشاہ ازون کو قید خانہ میں بھیجا۔

### احمد شاہ درانی کا حملہ

پہاڑیوں کی سلطنت بگڑ رہی تھی۔ کہ یکایک خبر آئی کہ احمد شاہ درانی ہندوستان میں لاکھ پور قریب آئے ہوئے ہے۔ معین الملک ناظم صوبہ نے شہر سے نکل کر اوس کا مقابلہ کیا۔ چار مہینہ تک برابر لڑائی ہوئی۔ آخر ایک دن سخت لڑائی ہوئی۔ اور سید بیک رکڑا علی نے عانت معین الملک کی۔ اسلئے اوس کو شکست ہوئی۔ ہوقت اوس کو یہ خبر ہوئی کہ احمد شاہ درانی کی خدمت میں چلا گیا۔ اوسے نہایت اعزاز و کرامت کیا۔ اپنا ہنس و بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صفدر جنگ کے بلا نیکی لے جاتی تھے۔ اوسے بلہار اور دہلی کی خطیر کا وعدہ کیا۔ اور اپنے ساتھ لیکر دلی کی طرف چلا اور یہم آو گیا کہ شاہ درانی کو شکست لیکر لاہور اور ملتان کا خود نظام کرے۔ ابھی یہم لے تک پہنچے تھے کہ وہاں جاوے خواجہ سرانے جو بادشاہ کو منہ بہت لگا تھا۔ اور نواب بہادر کا خطاب بھی حاصل ہو گیا تھا۔ شاہ درانی کو صلح کا پیغام دیا۔ یہاں بادشاہ اور شاہ کارانہ دیکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ ملتان اور لاہور کے دونوں صوبے دیکھ کر لی۔ اور غنیمت جانا کہ یہم ملتا ہوئی۔ احمد شاہ درانی یہم و خصوصاً معین الملک

### صفدر جنگ کی راضی

دیکر چلا گیا

خطیر

جب صفدر جنگ ملی میں آیا تو سترہ لاکھ فوج کے ساتھ آیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں بلہار اور لاہور

وعدہ کر کے یہاں آیا ہوں۔ اسکو کس کمرے روپیہ دیں۔ اسپر میرا امر فیروز جنگ خلف صفدر  
جو ناصر جنگ کے مرنے کے بعد کہن کی چہ صورتوں کے لئے بادشاہ سے درخواست کرتا تھا۔ اور بادشاہ اول  
بہاری نذرانہ مانگتا تھا۔ اسنے کہا کہ اگر یہ مجھ کو مجھے عنایت ہوں تو میں ملہار روکو انہی ساتھ  
لیجاتا ہوں۔ اور جو روپیہ ملہار روہ دلا دیتا ہوں۔ یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اور ملہار روکو کہن کو  
فیروز جنگ کے ساتھ خدمت ہوا۔ اب زیر الملک اس خواجہ سرکار بڑا ہی ناگوار خاطر تھا۔ اور اس کے  
سبب اس کے عذاب میں بھی فرق کیا تھا۔ اسنے ایک ن جاوید انواب بہادر کو دوستانہ اپنے  
کہہ ضیافت میں بلا کر مار ڈالا۔ اس خواجہ سرکار کو بادشاہ دل جان سے عزیز کہتا تھا۔ صفدر جنگ کے ہر  
حرکت سے ظاہر و باطن میں ناراض ہو گیا۔ اور اس کے مقام کے درپے ہو گیا۔

## صفدر جنگ اور غازی الدین خان عماد الملک کا حال و مرخص دار اختلاف کے فساد

جب فیروز جنگ ملہار روکو لیکر دکن میں گیا تو وہ پچیسے شہاب الدین محمد خان کو نیابت تیر  
پر چھوڑ گیا۔ فیروز جنگ جب روگ آیا دکن پہنچا تو بہائی اسے لڑنے کے لئے آیا۔ مگر سوز و گداز سے  
تھی کہ اجل کا حکم اس سے پاس پہنچا۔ شہاب الدین محمد خان کو باج سارا مالانہ تھا۔ لگا کر چھوڑ  
عمر میں سولہ برس کا تھا۔ مگر آفت روزگان تھا۔ وہ عیش و عشرت کی لذت سے نا آشنا تھا۔ ایام طفلی میں  
لہو و لعب نفرت تھی۔ ارادہ بلند بہت عالی کہتا تھا۔ اپنے امادوں کو دیکھنے میں کسی پر  
کام کے کرنے میں پرہیز کرتا تھا۔ اور عجیب گیت سے انکو پردہ خفا میں چسکا کرتا تھا۔ قتل کرنا اور  
دینا اسکی عادت میں اصل تھا۔ بیکر کاموں کے نتیجوں کی پمدا نہ وہ اپنے لئے کرتا اور دکن کے لئے سوخا  
متفنی میاں تھا کہ صفدر جنگ روز سلام کرنے جاتا جس دن اسکا باپ فیروز جنگ ہلی سے گیا ہے  
تو صفدر جنگ خوش تھا مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ اپنا لڑکا اسکی جہان کے لئے عذاب چھوڑ جاتا ہے

یہاں تک و سنے وزیر کو پچایا کہ اس نے بادشاہ کو ان سفارشی الدنخیان عماد الملک کا خط لکھا اور کو  
 دلادیا۔ اور بیٹے سے زیادہ چاہنے لگا۔ اس کی محل سرنگ میں وہ جانی لگا۔ صفدر جنگ پہلو جاوید خواجہ  
 کو تو شہید کر چکے تھے۔ اب اس کو یہ ہو گئی کہ بیچ نظام الدولہ خان خانان کو جو قمر الدنخیان وزیر کا  
 داماد تھا۔ اور غازی الدنخیان اس کا بھائی تھا۔ یہاں لکائی گئے۔ اول اس نے منافقانہ اتفاق  
 پیدا کرنا چاہا مگر وہ اس کے دم میں نہ آیا۔ ایک دفعہ اس کے ہاتھ صفدر جنگ نے بے قاعدہ غرضی ہوا  
 کے محل میں پہنچی تھی۔ اس کے متاعی پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اس کے حکم سے بادشاہی آدمیوں نے  
 قلعہ دار کو جو صفدر جنگ کی طرف تھا اور اس کا آؤ کو قلعہ میں باہر کر دیا۔ غرض کہ اس کے شہر کے اندر  
 ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ نہارون آدمی قلعہ مکر جمع ہو گئے۔ صفدر جنگ نے جب یہ کیا کہ بات  
 بگڑ گئی تو اس نے غرضی پہنچی کہ مجھے صوبہ آوہ جانکی لئے خدمت بجا آئی۔ بہر غرض کہ منظر مری  
 ۔ وہ بادشاہ سے خدمت ہو کر دو تین روز تک شہر کے اوپر اور دہرائس میں پرتا رہا مگر شاید یہی شہاد  
 بلالے۔ مگر بادشاہ اس سے دل ناراض تھا۔ اب اس شہر کے اندر نظام الدولہ اور غازی الدنخیان  
 کا نظام ہو گیا۔ اس کے برجن پر چڑھ گئے۔ اور پرکھ اور نے نوکر جمع ہو کر شروع ہو کر صفدر جنگ  
 نے جانا کہ دشمن میں کام تمام کر زمین کوئی کہ باقی نہیں کہیں گے اس لئے وہ بھی لڑائی کے لئے مستعد ہو  
 اور شروع مل جاٹ اور اندر گساٹین فوجدار اہل محال سہا بنو کر ہلا لیا۔ اب طرین سے مورچے  
 قائم ہو گئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ غازی الدنخیان نو جوان فتنہ بگڑنے ایران اور توران کا  
 جہگڑا اور شیوہ و سنوین کی غارت کامعاہدہ پیش دیا۔ اور راجہ دیوت کو صفدر جنگ کے  
 لشکر میں بھیجا کہ وہ سہیلو کی امر اور عظام ملکہ کو ہلا لے۔ غرض یہاں جگیا ہی تھا کہ غازی  
 جو صفدر جنگ کے جماعت دارون میں تھا۔ اور دوندی خان سہیلہ کا داماد تھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا  
 اور اس نے کہا کہ جس سیکول سنت جماعت کا پاس ہو وہ میرا تہہ ہو لے اور جو میرا تہہ

مستحق نہ ہو وہ چلا گیا۔ یہ کہنا تھا کہ ایک لشکر افغانوں کا اوسکے ساتھ ہو گیا۔ اور وہ بادشاہ کی خدمت میں چلا آیا۔ غازی الدین خان نے ہو لکر کو اپنی امداد کے لیے بلایا۔ اور ہو لکے اپنے ہم منصب جاٹوں اور پرانے دوست صفدر جنگ حکم کرنے میں کچھ تامل نہ کیا غرض چیرہ ہند نے تاک نہیں جوئی پیلور جہری کٹا تو پبندوق دار سخاقتہ کے اندر باہر ہوئی۔ یہی سحر کو مہاراجہ بادشاہ کو کچھ ہوا ہے سچ میں بڑا کسرلہ کراؤ صفدر جنگ غلوب ہو گیا تھا اوسے فقط اس بات پر قناعت کر اوردہ اور آباد کی حصول ملاری اوس میں ہے۔

### غازی الدین خان کی لڑائی جاٹوں سے

جب صفدر جنگ چلا گیا تو خاٹخاٹان وزیر اور غازی الدین خان امیر الامراء اور الدہا سلطنت کے ہر ایک کے جب جاہ تھا۔ ہر ایک ملکی اور مالی مسائل کو اپنی طرف کھینچا جاتا تھا۔ باوجود قربت اور اتفاق کے اورین نفاق پیدا ہوا۔ ہر ایک نے اپنی راہی اور مدد کے موافق کام کیا۔ جاٹوں نے صفدر جنگ کے ساتھ دیا تھا۔ سپر علاء الملک کا کہنا ہے بیٹھا ہوا تھا ہر وقت ملہار اور سات لشکر اُس کے ساتھ تھا۔ اسلئے اوسے جاٹوں کے دیکھا ارادہ کیا۔ خاٹخاٹان نے یہ چاہتا تھا کہ سو محل بالفعل چاس لاکھ و پینے قصیر کے عوض پیش کش دیتا ہے اوسے لینا چاہئے۔ یہ وہ وسیلہ سپاہ کی درستی میں صرف کرنا چاہئے جب استقلال خوب ہو جا تو سال آئندہ میں جاٹوں کا تنصیل کرنا چاہئے غرض آرام کے سبب بادشاہ کو لیاقت ایسے امور میں انفصال کی ہی تھی۔ ہر علاء الملک نے جوانی کے گہنڈ میں اور مرٹوں کی دوا اور بہرہ و سہ پر سو محل پر چل کر لیا۔ اور اسکو قلعہ کبھین میں گھیرا اوسکے ملک قصبہ کیریا میں ہندو می تھر گرگڈ گئی قلعہ فتح ہوا۔ اور ملہار لڑا گیا کہا تھی راؤ مال قلعہ کا بدن تو پونے تھوڑا مشکل تھا۔ اسلئے علاء الملک نے عاقبت محمود خان کشمیری کو رسالہ سین داغ کے ساتھ شاہجہان آباد میں توپخانہ لینے کے لیے بھیجا۔ اور کہہ دیا کہ اگر یہ کام آسانی سے ہو جائے

تو بہاؤرنہ جرح ہو سکے عہد الملک کے التماس عاقبت محمود خان فی بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا  
 اور بہت لہر مار کیا خا  
 پہ معلوم ہوا کہ عہد الملک کے لالہ جرم مرہون کے ساتھ ہو کر گیا خا خا خا خا خا خا خا خا خا خا خا  
 تو بخانہ کی ہفتے میں توقف کیا عاقبت محمود خان اس پر گریہ کیا کہ وہ اپنے بادشاہ سے سالہ سین  
 کی خواہ کا دعویٰ کیا اور خود اس سالہ میں قید یوں کی طرح ہو بیٹھا۔ اور ساکرون شہر میں  
 عذر چاہا۔ بادشاہ کو رہا نہیں ہی کسی کو نہیں چاہا۔ اور پانچ روز کے گھر سے اپنی حیات  
 کے واسطے لاتا تھا کہ راہ میں وزیر آدمیوں کے چہرے کے غرض جامع مسجد کے نیچے لٹھی ہو چکا تو بند  
 ہوئی لگی۔ آخر کو عاقبت محمود خان یہاں سے ڈھنچکا گیا۔ اور وزیر کی جاگیر اور خالصہ جو کہ فیصل  
 کر سکا وصول کیا۔ انہیں نون میں عہد الملک کے نجیب خان کے محال سہا نیو میں بھیجا تھا۔ اور  
 تمام محالات پر قبضہ کر لیا۔ وزیر کے عہد کو باہر کر دیا۔ اور وزیر خا ہوا۔ اور بادشاہ کو نوئی میں  
 اور نجیب خان کی تبتہ کیو سطلے اور سکا الودہ مصمم کرایا۔ اس شان میں نجیب خان اپنی غفوفہ فطرت  
 کی عرض نہیں ہو سکا قصور معاف ہوا۔ بادشاہ فی باولی محال سہا نیو اپنی طرف سے  
 اس کو عنایت کیا گجرات اور بلوچستان مرہون کے قبضہ میں آگیا تھا تو وہ ہر لالہ نیو سہا میں  
 اپنے ساتھ لیکر مندوستان کے ملک کے تاخت فلاح کرتے تھے۔ اور تمام راجپوتانہ کو لوٹ کر انہوں نے  
 بار بار کہا تھا اسلئے خا  
 نے ایک غفر بنا لیا اور بے دخل کئے۔ اور اس کو سو جمل اور صندرجنگ کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ جب  
 بادشاہ کو ملے تو صندرجنگ کے ساتھ لکھے۔ اور وہاں سے متفق ہو کر گریہ میں تو سارے  
 رجوت اور جات جمع ہوں غرض اور ہر پھر صندرجنگ کے پاس روانہ کیا۔ اور عہد الملک کے لکھا کہ  
 شہر اور واسطے آئی میں۔ جو تبتہ جانوں کو لکھا تھا اور عہد الملک کے ہاتھ پر گیا۔ اور وہ خط

بادشاہ کو بہت لعنت ملاست کہ بھیدیا۔ اور خود تو محاصرہ میں محصور رہا۔ اور طلبہ لڑو کو شاہ  
سے لڑنے کے لئے بھیجا۔

## بادشاہ کا قہر مہمنا

اوسنے آتھی بادشاہی خیمہ پر گولے بھانے شروع کئے سالہ لشکر بادشاہ کا بھاگ گیا صرف  
تین سو آدمی ساتھ رہ گئے۔ بادشاہ اور وزیر بہر مصیبت لی میں پہنچے۔ بادشاہ قلعہ کے اندر گیا  
وزیر باختر خیمہ میں اوترا۔ سالہا لے اسباب بادشاہی مرہون کچا تہ کیا۔ دو سر در عہد الملک بھی محاصرہ  
چھوڑ کر چلا آیا۔ جو بادشاہ کا لشکر تیار رہا۔ اسکی تشفی اور تسلی کی۔ اور عہد علیا حکیم کا خیمہ  
رکھا تھا۔ اوسکے ساتھ لہار روڈ ملی میں پہنچا۔ جانا نمان اور اور امر اسے بادشاہ عہد الملک  
کے باب میں مشورہ کیا۔ جسے عرض کیا کہ عہد الملک مرہون کا مطیع ہو گیا ہے۔ اب اسے خانہ  
کی توقع غبت ہی صلاح تو یہی ہے کہ حکم صادر فرمایا جائے کہ خانہ راہ مسجد میں وہ اپنا حق نماز کرے  
۔ صفدر جنگ امداد کے وسطیٰ لکھیا اور سورج کو اعانت کئے بلائے۔ جاٹ رجوت صفدر جنگ سپہ  
ملا ضرور کماتے تھے۔ لیکن غازی خان تو راہ ہی میں لشکر آرمیوں کو دم دلا سوتا آتا تھا۔  
ساکر مضرب دن اور ہفت دن فیڑنے سے انکار کر دیا۔ سپہ بادشاہ وزیر سے کہا کہ غازی خان  
مکلف و ردہ ہی وہ میکسر ساتھ غازی خان کر گیا۔ اب تم چند رزیت تک مرہون میں گہر بیٹھو۔ باہر نہ نکلو  
اگرچہ وزیر نے تین دفعہ بادشاہ سے کہا کہ حضور کی یہ ہے خطا ہے۔ مگر بادشاہ فی وزیر کو تسلی نہیں  
جواب دے گا۔ اب ناچار وزیر اپنے گہر گیا۔ اور اپنی حفاظت کا سامان خوب جمع کیا۔ عہد الملک کی طرح  
عاقبت محمود خان بادشاہ کو فریاد ہے۔ اب اسے تمام امور کو اپنی پاس جمع کیا۔ اور یہ تقریر  
اوسکے سامنے بیان کی کہ اسے میر سو کو یہ حملہ شاہ ہمارا بادشاہ کیسا نا الائش ہے۔ اوسکے  
بجائے سلطنت برباد ہوئی جاتی ہے۔ قیام سلطنت کا اسباب نظر نہیں آتا۔ نہ سون

ایسی جرات اور ہمت تھی کہ وہ اپنی دشمنوں کی غصہ مٹوانے کے لئے نہ اس میں است باری تھی کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بچا ہوتا۔ اور وعدہ خلاف نہ ہوتا۔ غرض وہ نامور حکم مہمت جھوٹا تلون فرمایا ہے۔ اسلمیہ بہتر ہو کہ کسی اور شاہزادہ کو بادشاہ بنائیں۔ عماد الملک کے خوف کے مارے کس میں دم تھا کہ چون چر کر آیا۔ سب تسلیم کیا۔ علماء و ملائی۔ اور ہونے فتنے لکھنکر پیشانی پر حدیث اور آیتیں قرآن کی لکھیں۔ اگر اس سے یہم تحریر کیا کہ بادشاہ ہی اسی انحال فتح سرزد ہوئی ہیں کہ خدا اور رسول کے حکم کے موافق و سکا مغرول ہونا چاہئے۔ حاشیہ سبکی مہرین ہو گئیں غرض <sup>دسم شعبان ۱۰۵۴</sup> <sup>۱۵۵۴</sup> <sup>جولائی</sup> کہ کو تخت ہوا سے اقرار کر قید خانہ میں بٹھایا۔ اور انکے ہونے سلطانی پہرہ دی۔ اور سلطان غریز الدین محمد ولد بن جہاندار شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور اس کا لقب عالمگیر ثانی رکھا۔ احمد شاہ چہستان میں ہندو سلطنت کی۔ فرسوس کی لڑائی شاہ کے عہد میں اکبر اور روزگار کی سلطنت قابل حم ہو گئی۔ اگرچہ بادشاہ کچھ نام کی عزت سے ہندوستان میں تک چلی جاتی تھی۔ مگر اس کے قبضہ میں چند ضلعے دو آبہ کو اور کئی ایک ضلعے جنوب میں گئے تھے۔ گجرات مرٹوں کی پامالی میں تھا۔ بنگال ہا بار کسید علی وردی خان کے جانشینوں کے تصرف میں تھا۔ اور وہ بن صفر جنگ کا ڈنک بجا تھا۔ وسط و آبہ بن بنگش حکمرانی کرتے تھے۔ اور وہ اضلاع بنگلہ ہل کھنڈ کہتے ہیں سیالون پاس تھا۔ پنجاب احمد شاہ درانی کو حوالہ ہوا تھا۔ باقی ساری ہندوستان میں ہندو تسلط تھی۔ صرف تانکر اور کھن کا اون کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا جنہیں نظام کون ولاد اور جگر پری تھی۔ میلان سلطنت میں کچھ کچھ لگنری سوار گری پیر جاتے جاتے تھے۔ بادشاہ کا حال ایسا گیا تھا جیسا تپکڑ کے بتوں کا ہوتا ہے خواہ پیر پر کمرہ کرانکی پریش کی۔ خواہ نوٹ ہوڑ کر پیرون کے تلے ملا۔

عالم گیر ثانی کی سلطنت کا بیان

عالمگیرانی نیا بادشاہ ہوا غازی الدین خان اوسکا نیا وزیر ہوا۔ احمد شاہ کی طرف سے عاقبت محمود خان  
 بہہ جعلی قلعہ خاں تہ ظالم اور کٹہ نام لکھا۔ کہ مجھے اس قید سے چھٹاؤ۔ اور رچوتانہ میں پہنچاؤ۔ سی  
 رقعہ کو بیکٹر کو شاہ کو بری بے غرق کے ساتھ لے گیا۔ اور حبیب صاحبانی اپنی بیٹے کی رہائی کے  
 درپے ہوئی آقاؤں سکائی انکھوں کو پہنچ کر کے نو چشم کے ساتھ قید کیا۔ خانخانان کو ہی جو خیر خواہ  
 ملازم وزیر کا تھا اوسکو ہی ٹھکانے لگایا۔ <sup>۱۶</sup> ۱۱۵۸ھ میں صفدر جنگ نے بھی انتقال کیا۔ شجاع الدین  
 باپ کا جانشین ہوا۔ یہ کہنگا بھی وزیر کے سہر گیا۔ اب اوسنے دل ہوا کہ اپنی اختیار اور اقتدار  
 کو بڑھایا۔ بادشاہ کسی بات میں کچھ دخل دیتا تھا نام کا بادشاہ تھا پہلے تھوڑا دھوکا کرسا کہ  
 کوکیسا گستاخ اور باقتدار صفدر جنگ ورجاؤں سے لڑنے کے لئے خود وزیر لے گیا تھا۔ اب وہ  
 اپنی وزیر صاحب سے مطالبہ خواہ کا کیا۔ اوسکو وزیر نے تمام محالات خالصہ پر گنہ پانی پت اور  
 رہتنگ وغیرہ اورنگی خواہ میں دیکر وہ تین چار مہینہ تک پٹان کی رعایا سے روپیہ وصول کر کے  
 فرہ اور ملے رہے۔ مگر وزیر نے ہی محالات قطب شاہ سہلیہ کو دیکر۔ اب ان دونوں میں لڑائی  
 شروع ہوئی۔ قطب شاہ کو آخر فتح حاصل ہوئی۔ اب وزیر نے لاہور لینے کی قصد کوج کیا تھا  
 پانی پت میں پہنچا تھا لالہ میں ان کے سوار و وزیر کو گرفتار کر لیا۔ اور اوسکو پیادہ پا  
 پانی پت کے کوچوں میں گھسیٹتے ہوئے اپنے گہر میں لے گئے۔ وزیر صاحب کن ستار کہیں تھی اور  
 اراؤ کہیں۔ اس پر حال پر ہی زبان گالیاں دینے سے بند نہیں کی۔ وہ کہتا تھا کہ اے  
 قرم ساقو اگر کو مجھ سے توارا کو نہیں تم سب ہی جاؤ گے۔ اذکار مارنا منظور نہیں ہے تو  
 بہہ بندہ دی کیا ہے غرض زندگی باقی تھی کہ بادشاہ کا پیغام اون پاس آیا کہ وزیر کو چھوڑ دو  
 اور اپنی خواہ انکر لجاؤ۔ اسوقت بادشاہ کی درساں بار اس نیت اکٹھا تھا کہ وزیر کہیں ٹھہکا  
 لگے مگر حکم و خدرا کہہ اوس کو کون چکے۔ باغیوں کے افسروں نے وزیر کو ماتی پر بٹھایا اور



دستار اور لباس رست کر کے چھوڑ دیا۔ جون ہی وہ اپنے چیمبر میں پہنچا اور سنے اپنی سپاہیوں کو حکم دیدیا کہ رسالہ سین داغ کے سواروں کو جہان پاؤ وہاں قتل کرو۔ تھوڑے عرصہ میں سب اسباب درجان و مال و نکاح برباد کیا۔ بادشاہ، دلگیر ہو کر دلی میں چلا آیا۔ اور گوشہ نشینی اور غزلت گزینی جو بادشاہ کے لئے گنہگار ہوں سے بدتر ہی ختمیاں۔

### غازی الدین خان کی مہم لاہور پر

مملوکو بہاد ہوگا کہ صوبت ملتان اور لاہور کھولے شاہ ابدلی کی کیا تہہ تھے تہی تو اسنے اس کے پہلے صوبہ دار معین الملک پر قمر الدین خان کو دیدئے تھے۔ اب یہ خیال کنی کی بات کہ لوگوں کے دل و نین اس بادشاہی ملازم کا کیا ادب و لحاظ ہوگا کہ اسکو اس بادشاہ فیہم ہو دئے اور سپر مزید یہ کہ جبہ اتفاقاً گھوڑی پر سنے کر کر گیا۔ تو اس کے کم عمر بیٹے میر مومن کو صوبہ عنایت کی۔ اور مہات ملکی کا اختیار اس کے مافیہ سپرد کر دیا۔ مومن خان کا ہی انتقال ہو گیا۔ تو خود موسیٰ حواری و امین الملک صوبہ دار مقرر کیا۔ بعد کا ری خان ستم خان کو مدد اللہ کا مقرر کیا مگر اسکو ایک ن معین الملک کی سلیم نے بلا کر نوڈیوں کا تہہ سولی دیدی خفیہ خفیہ از ادنیہ بیگ نے اپنی نام نائب صوبہ داری کی سند شاہ ابدلی سے منگالی سفر از ادنیہ بیگ نے انحراد و فطرتی تھا۔ اور اس ملک کی حکومت میں اسکو بڑا تجربہ حاصل تھا۔ عداو الملک کی گزے لے میں ثلثت کوٹ کوٹ کر بری تھی۔ اور تین ایک فساد کم لکھا کہ شہا کو اور شہانہ از عالی کو سر و لیعہ کو لیکر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ہانسی حصا کی راہی لہیہ میں پہنچا۔ اور مرزا ادنیہ بیگ اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور یہاں سید علیل الدین خان کے ساتھ تہہ پاہ روانہ کی۔ اور معین الملک کی بی بی بغیر اپنی صفائی کو خط لکھ مانہ وہ اپنی راہ کی کو حبس و سکی نسبت تہی تھی۔ اس بچا چلی مع چیمبر کے اپنی راہ کی کو بھیجا۔ بعد اس کے مرزا ادنیہ بیگ بوراچی داران

فتح پہنچا لاکھوں سے اپنی ساکن جو بیچاری بخیہ بڑی سوتی تھی بکڑ بکڑایا۔ اور جب لاکھیا  
 میں آئی تو غرہ معذرت پیش کی اور لاکھوں اور ملتان کی صوبہ داری میں لاکھوں روپے پیش لیکر  
 مرزا دینہ بیگ کو دیدی اور ولی کو واپس آئے اسکا رستہ اسکی ساس بہن بہتی چلی آئی کہ یہ کام  
 اچھا نہیں کیا اور سکا بلا انجام دیکھو گیا ہوتا ہی شاہ ابدالی جسکا نام ہی وہ بہن تھیں گاتو ولی  
 کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔

### احمد شاہ ابدالی کا شاہجہان آباد میں آنا

جب عہد الملک کی اس حرکت کو شاہ ابدالی نے سنا تو غائب ہوا کہ وہ اس ملک میں جسکو وہ اپنا  
 سمجھتا تھا کبھی یہی داخلہ بیچا کی برداشت کر سکتا تھا۔ بقرار ہو کر راشن کو بقتل دے دیا۔  
 پہنچا۔ مرزا دینہ بیگ و سکا کے مقابلہ میں ٹھہر سکا۔ ہنسی ہوا میں جہان پانی کو ملتا ہی چلا  
 یہ پادشاہ کوچ کوچ حینت میں پہنچا۔ اب زیر خجستان کو ساتھ لیکر ٹھیکے لئے دلی سے چلا۔  
 لگاؤ سکوا پناہ مل حال معلوم نہ تھا۔ کہ اس کے درشت مزاجی اور بیباکی اور سفاکی نے لوگوں کے  
 دلوں کو اسکی طرف کیسا گشتہ کر رکھا ہے۔ جبکہ سننے لیا کہ خجستان کے ساتھ بہت سپاہ  
 دشمن کھشکر میں چلی گئی۔ اور وہاں اسکی مدارات مہافون کی سی ہو رہی تھیں تو اسکو اپنی  
 حقیقت کہل سناو سننے اپنی تنہا بڑی لیاقت کی بجایا۔ کبھی چارہ سوا تو با بعد اسکی اسکو نہ تھا  
 سولہ سال پہلے میں ہوڑ گیا۔ اور اسی سفارش کرائی۔ اور پھر شاہ ابدالی کے وزیر ولی خان کو خوشامد  
 سے اپنی تہہ بالا لیا۔ غرض ان حکمتوں اپنی قصور معاف کرائی کہ رات ہی قائم رکھی اور اس  
 سیکہ سادہ سپاہی پادشاہ کو پرچا کر اپنا اختیار اور اقتدار پہلے ہی ہی بٹھرایا۔ اب احمد شاہ  
 میں شاہجہان آباد میں آیا۔ اور پادشاہی ملاقات کی اور پادشاہ پناہ اختیار اپنے ہاتھ میں لئے  
 اب اس مہم کا خرچہ یوں وصول کرنا شروع کیا کہ عہد الملک کے وزیر کو حکم دیا کہ دو آہ سے خرچہ وصول کرے

اور اپنے اکٹھے سے سترخان جہان کو پہنچا کر وہ جاٹوں سے جا کر خراج تحسین کیے۔ اور شہر  
خود ارادہ روپیہ وصول کر لیا گیا۔ ان یزید کی مومن میں کام عدا الملک نے خوب انجام دیا۔ اوس نے  
جان سترخان و انیوں کے ایک سردار کو اور شانہ ارادہ ہدایت بخش بن عالمگیر ثانی اور سترخان  
کو ہمراہ لیا۔ اور دریا و چین سی پاراوترا۔ اور سیدنا فرخ آباد پہنچا۔ یہاں احمد خان بگش نے مال  
ابجا بہت کچھ شانہ ارادہ اور ویرکیش کش کیا۔ اور لشکر جمع کر کے ان کے ہمراہ گیا۔ اب وہ دریا  
گنگ سے پاراوترا۔ اور شجاع الدردہ نذرانہ طلب کیا۔ وہ ٹرنیکے لئی مستعد ہوا۔ سائڈی مارے پر لشکر  
لیکھ لڑنے آیا۔ اور کچھ ہڑائی ہوئی۔ مگر سعد الدخان یہاں کی فتنہ پرانچ لاکہ ہر پوسہ پر فیصلہ ہو گیا  
اور سوال شدہ امین عدا الملک یہ نذرانہ لیکر فرخ آباد میں آگیا۔ اور شاہ ابدالی کی حرکت کا منتظر رہا  
اب وہ سرکام جاٹوں سے خراج لینا آسان نہ ہوا۔ انہوں نے قلعہ نمین پناہ پکڑا اور فاعلون کو ناسخ کر دیا  
اور فاعلون کی سرحد پر برداری کو بھی کئی دفعہ لوٹ لیا۔ اگر کہے بادشاہی قلعہ رمر اسیر  
نے ہی قلعہ سے ایسی گولی برسائی کہ راجا جہان دے سکے پاس پہنچنے پائی آخر کو انہوں نے کئی لاکھ  
نذرانہ کی دیکر اس بلاکو بھی مالا جب انی جاٹوں پر کامیاب ہوئی اور اگر کہے قلعہ کو لے نہ سکی تو اس  
اپنی جہن کو یوں ٹھنڈا کیا۔ کہ بیچارے شہر تہرہ پر جہان ایک سیلا تھا اور فغان پڑی۔ سارے  
شہر کو خوب لوٹا۔ اور عورت بچوں تک پر ہاتھ ڈرا گیا۔ اب تدبیر کام دل کے لوٹنے کا تھا جس کو بادشاہ  
خاص اپنی ذات کے لئے رکھا تھا۔ ایسا لوٹا کہ درگروی کو بھی پہلا دیا۔ گو احمد شاہ اپنے مزاج اور طبیعت  
سے نادر شاہ کی مانند سفاک و بیرحم نہ تھا۔ مگر اس کے ساتھ سپاہ نادر کی سپاہ زیادہ اچھ اور خوشی  
تھی۔ وہ اس کے کہی میں نہ تھی۔ اس سبب سے کہ وہ داخل ہوا اور وہ ہینہ تک ابر لوٹا رہا۔  
بڑے بڑے امیرن کے گہر میں جہاڑ کا تختہ نہ چھوڑا۔ اتفاق کی بات کہ سو برس بعد اسی میں  
انگریزی سپاہ کے بطرح اپنا انتقام اس سے کھینچا۔ یہ کام تب تک کہ شاہ درانی نوپ شہر کی بونی میں

اور وہاں سلطنت کے حصے کر کے اپنی مرضی کے موافق امرامین تقسیم کئے۔ ان سے میں گرجی ایسی بڑی  
 لگی کہ اس کے لشکر میں ہزاروں نے سر لگے۔ اور اس کے وطن سے ہی کوئی بری خبر آئی۔ اور اب گوجے کے لئے  
 بھی کچھ یہاں نہ بچا تھا۔ غرض یہ حال ۱۱۳۵ء میں اپنی ملک چلا گیا۔ اور خجستان میں بلیہ کو پاؤش  
 کا امیر لاہم مقرر کر گیا۔ (اس امیر کا نام خجیل لدولہ لکھا جائیگا) اور جانیسے پیشتر وہی اپنی شاہی  
 محمدا شاہ کی بیٹی سے جو تہا میت نصرت تھی کی پہلی اس شانزدہویں شاہی کر سکا اور وہ خود عالم گیر  
 ثانی کا تھا۔ اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی بھی شادی پاؤشاہ کی بہن سے کی۔ اور اسی شانزدہویں کو  
 لاہور ملتان پٹنہ کا ناظم مقرر کیا۔ اور خجستان اور کاسپا لاہور مقرر کیا۔ اور خود اپنی سپاہ عظیم لیکر  
 قندھار چلا گیا۔

## وزیر کا دلی آنا اور مرٹون کو ساتھ لانا

جسوقت احمد شاہ ابدالی دکن روانہ ہوا تو غازی الدین خان فرخ آباد میں تھا اور جسے خلیفہ ولد کی  
 منی الفت کے سبب احمد نکلتے تھے امیر لاہور مقرر کیا۔ اور شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ مگر وہ چاہتا تھا  
 کہ خجیل لدولہ کو معطل نہ کرے۔ اور کچھ ایسا کام نہ ہو۔ اور کچھ مرٹون اقبال کا ستارہ چمکے۔ اور  
 اس لئے اس نے کہنا تھا کہ اور ملہار راؤ ملکر کو دس ہی ملایا۔ اور شاہجہان آباد کا محاصرہ کیا۔ عاکبر  
 ثانی اور خجیل لدولہ محصور ہو گئے۔ ستائیس دن تک روز رات تو کچھ لڑائی ہوئی رہی۔ آخر ملکر کو  
 بہت سی رشوت پاؤشاہ فوری مجاہدہ سے بجات ہوئی۔ عہد الماک کے بہت آسانی سے خجیل لدولہ کو  
 شہر سے نکال دیا۔ وہ اپنی جاگیر میں جو بہانہ چاہا پور زندہ وغیرہ میں ہی چلا گیا۔ اور اسی باقی  
 افسروں کو ہی جو پاؤشاہ کو طاعت میں نظر بند کیا۔ اور ولیعہد کو ہی اپنے قابو میں لانا چاہا

## شاہزادہ عالی کو سر ولیعہد کا حال

عالی کو ہر عالم گیر ثانی کا بڑا بیٹا تھا۔ اور وہی ولیعہد تھا۔ ابھی شاہ ابدالی کی بعد عہد الماک دلی میں

نہیں آیا تھا کہ اس کے خوف ماری و لہجہ محالات جھوٹا نہی و چرمی و داری وغیرہ جاگیریں  
 دیکر بادشاہ فرخست کر دیا تھا۔ اور فوج دیکر اس سے کہدیا تھا کہ جتنے ملک تیرے قصبہ ہو سکے قصبہ  
 جبکہ ملک الی میں آیا تو اوس بادشاہ کو مجھو کیا کہ ولعہ بلایے سیف الدین محمد خان کشمیری  
 دس ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ جطرح ہو شہزادہ کو لے آئی۔ ناچار شاہزادہ دلی میں آیا۔ اور  
 عماد الملک کے چاہا کہ وہ قلعہ میں جاکر رہ سکے۔ علی مرزا خان کی حویلی میں جو جمنا گونا پر تھی  
 فروکش ہوا۔ اب اس شہزادہ کی عمر سترتیس برس کی تھی۔ ابھی محل کے نرے نہیں ملے تھے۔ اس کے  
 اوسمیں ساری صفیتیں فیاضی کی موجود تھیں جو اس خاندان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اب  
 وزیر نے اس شانہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے آدمیوں کو موقوف کر دیا ونگوا اپنی جاگیر پر پہنچ کر انہیں  
 روپیہ دے کر انکی اتھارہ دینی کے واسطے نہیں دے۔ سطر جسے اسکی سپاہ اور آدمیوں کو پرانہ کیا۔ پہلے کہیں  
 اسکی حویلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہلہزادہ کہ اس کو سلیم گدہ کی قلعہ میں قید کرے۔ شہزادہ  
 نے یہلہزادہ دیکھ کر اپنی رفتار جہلہزادہ و میر جعفر اور سید علی اعظم خان مشورہ کیا۔ سب نے  
 بالاتفاق یہ کہہ دیا کہ جطرح ہی ہو سکے شہنشاہ کو چہرہ ہاڑ کلاس محاصرہ نکلیا۔ دو سر روز بہت تو  
 وہ گھوڑوں پر چپ چاپ ہوا کہ اب کچھ اور مہلت انہیں نہ ملی جو سپاہ محاصرہ کے کڑے تھے  
 اوسنے دیواروں کو توڑ گھوڑوں پر چڑھ بندوقین مارنی شروع کیں۔ اور روانہ کا خوب بندوبست  
 کر لیا۔ مگر اتفاق سی دیبا کی طرف ایک لوار ٹوٹی ہوئی تھی اوسپر سے شاہزادہ اور اس کے چند  
 رفیقوں گھوڑوں کو مار کر دیا میں ڈال دے۔ اور فقط تنہا جو احمد و سید علی اعظم خان دشمنوں کے  
 روکنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور دشمنوں کے لڑنا رہا جب کہ شاہزادہ دور نہ نکلیا۔ اس فادار  
 اجاشار کی جان گئی۔ مگر شاہزادہ دشمنوں کے تیلہ تک پہنچ گیا۔ یہاں ایک مرستہ راجہ کا لشکر اور پہل  
 تھا۔ اوسنے شاہزادہ کو دیکر بڑی ادبگت کی۔ اور ایک خمیہ میں اتارا۔ اور فرخ مگر ہتھیار دیا۔

یہاں موسیٰ خان بلوچ کو پکڑ کر خان کئی سزا رو پیش کش کی۔ یہ ہر سزا سے ڈرا تو غلطی ہو گیا اور شانہ زوہ سہارن پور میں بھیج دیا۔ آٹھ مہینے تک یہاں رہا۔ امن مانہ ملک بنگالہ میں انقلاب عظیم برپا تھا۔ اور میر جعفر انگریزوں کی حمایت اور سپر تسلط ہو گیا تھا۔ اس لیے نے شانہ زوہ کو سمجھا یا کہ پکڑا جائے (اب کچھ حال پر لکھا جائیگا)۔

### رگھوناتھ کا قرضہ ملک پنجاب پر

ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ۱۱۵۷ء میں احمد شاہ تہل اور دہلی کو لوٹ کر اپنی ملک کو گیا۔ تیمور شاہ ناظم اور خان جہاں کو نائب مقرر کیا۔ خان جہاں کو دینہ بیگ جسکی ذمہ داری مکاری اور بیو خانی اور بڑائی کا حال دیکھ چکے ہو۔ اپنا نائب کے دو آہ جلد سہ مین اسے مقرر کیا۔ تیمور کے دونوں کے بعد جو دینہ بیگ بلایا تو وہ نہ آیا۔ اور پہاڑوں میں بہاگ گیا جہاں خان مراد خان کو دو آہ مین اسکی جگہ مقرر کیا۔ اور دینہ بیگ کو سکھوں کو سکھا پڑا کر اپنی طرف کھڑا کیا۔ اور مراد خان ٹرنیکے لے دو آہ مین بھیج دیا وہ انکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ لاہور میں جہاں خان چلا آیا۔ سکھوں کو دو آہ کو خوب ٹھارا۔ مگر دینہ بیگ جب یہ معلوم ہوا کہ نرے سکھوں کی جان سے کام نہیں بنے گا۔ تو اسے رگھوناتھ شمشیر یاد کو متواتر خط بھیج کر اپنا۔ مڑی لسی تقریر کی راہ نکال ہی کر تے تھے۔ ۱۱۵۸ء میں دونوں پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ اول سرسند میں عبد الصمد خان جو درانیوں کی طرف سے حاکم تھا۔ لڑ کر مارا۔ اور لاہور اور ساہیوال پر قبضہ کر لیا۔ درانیوں پاں جماعت کو تم ہی۔ وہ مڑیوں کے آگے ہی بھیجے گئے تھے۔ مگر باہر آئے۔ اتنے میں برسات آگئی۔ مڑیوں نے لاہور کا صوبہ دینہ بیگ دلایا۔ اور پتھر لکھہ روپہ نذر آلا۔ پھر لیا۔ اور رگھوناتھ شمشیر یاد دکن کو چلے گئے۔ اور جنگجوی کو یہاں راجپوت راجاؤں سے لڑنے کے لیے ملی مین جوڑ گئے۔ اور دینہ بیگ ۱۱۶۰ء میں مگر گیا۔ جنگجوی نے سرسند کی فوجدار

اوسے بگ کو دستِ حیدق بیک خان کو اور دو آہ مین و سکی بی بی کو اور لاسور کی صورت پوری  
پرسا با فرستہ کو مقرر کیا۔

## مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان فتح کرنے کا مسلمانوں کا مستفق ہو کر اونکا مقابلہ کرنا

صفدر جنگ نے پہلے مرہٹوں کو بلا کر دو آہ مین و خان لا دیا تھا۔ اب ستابی سیندھیا <sup>۱۷۵۸ء</sup> نے  
دکن سے آکر یہ ارادہ کیا کہ سارا ہندوستان خاص فتح کر لے۔ غازی الدین خان اوسکے ساتھ  
کام کا محرک ہوا۔ اور شریک ہا۔ پنجاب پر قبضہ ہو ہی گیا تھا۔ پہلے کنڈ اورادہ باقی تھا۔ ایک  
تو مالک قیمتہ نظام مین اوسے صرف کیا۔ اور پھر پہلے کنڈ کی فتح کرنیکے ارادہ سے وہ جنبا پارا  
اور خلیج لہ پر حملہ کیا۔ وہ مرہٹوں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ گنگا کو کنارہ پر سکر تال مین مقیم ہوا۔  
یہاں برسات کی جارہی تھی مین برابر توپ گولہ مرہٹوں چلتا رہا۔ سعد اللہ خان و حافظ المملک  
رحمت خان اور دندی خان نے پنجیب لد ولہ کی اعانت کا قصد کر لیا تھا۔ ان کے ملکر  
شجاع الدولہ کو لکھا کہ مرہٹے دو آہ مین موجود مین۔ برسات منتظر مین۔ جسودریا کا پانی وتر گیا  
تو اولہ ہمارے ملک مین اوتر نیگے۔ اور ہم کو خون تر برتر کر نیگے۔ پھر ملک و دہ بر پانی پہرے  
اسلئے سد کی تدبیر کچھ پہلے سے کرنی چاہئے۔ شجاع الدولہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ پنجیب لد ولہ کی  
اعانت میں ہستی و تساہل کرنا اپنا نقصان کرنا ہی۔ اوسے پہلی سب شمنیوں کو بھلا دیا۔  
لکھنؤ شہر کی برسات مین لشکر لیکر شاہ آباد مین شمال <sup>۱۷۵۹ء</sup> مین پہنچا۔ اور گنگا کی طغیا  
کے سبب سکر تال مین نہ پہنچ سکا۔ جس وقت دریائے پانی اوتر سے۔ ستابی سیندھیا کو بندہ ام  
نبدلہ کو مین نہر لشکر کے ساتھ دریائے پار پہلے کنڈ مین خدر چلے نیگے و طغی ہی بیا۔ اوسے  
تمام جائیداد پر زندہ اور پر گنوں کو خیر کیا اور رام گنگا سے پار اوتر کر اور وہ تک ملک کو لوٹا لیا۔

پٹھان اس کا مقابلہ کر سکے اس لئے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے شجاع الدولہ اس خبر کو سنتے ہی سکرانل  
 میں جہان نجیب کے محصور تھا پہنچا۔ یہاں چاروں طرف سے گنبد رزم فریسا سامان رسد  
 پہنچا۔ دیکھ کر کہا تھا کہ سارا لشکر اس کا حالت نفع میں تھا جس وقت شجاع الدولہ دہلی میں  
 پہنچا۔ اور اس نے دیکھا کہ مرہٹے کچھ رستہ غیر ملوث تھے۔ یہاں تو اس نے انوب گرسا میں اور پھر وگر  
 گسا میں اور مرزا نجف خان کو حکم کرینکا دیا۔ انہوں نے مرہٹوں کو مار کر گنگاپار اور تارویا اور پھر  
 مال بساں کچا چھین لیا۔ اب پٹھانوں کو جان میں جان آئی۔ وہ پہاڑوں پر ملک میں آئے  
 ۔ اب اس کے بند رزم بند لیکہ کی سپاہ غارت ہو رہی تھی۔ سید بیہ کی فوج بہت ضعیف ہوئی تھی  
 اور احمد شاہ ابدالی نے ان کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس نے نومبر ۱۷۵۹ء میں مرہٹوں نے  
 شجاع الدولہ اور اسکے رفیقوں سے صلح کر لی۔

### احمد شاہ درانی کا ہندوستان میں آنا

۱۷۵۷ء میں تھوڑا عرصہ پہلے ہی حکومت خارج ہوا تھا۔ اس وقت احمد شاہ ابدالی اپنے ملک کے  
 شمال مغرب میں لڑائی میں مصروف تھا۔ اور جب پنجاب کے دوبارہ قبضہ میں لانی کے غرض سے  
 ہوا۔ تو ناصر خان بلوچ کے حاکم نے اس کی فرجیت کی اور خود مختار ہو نیکاراؤہ کیا۔ اس کے  
 بلوچوں کے بچہ پیر میں نہیں گیا۔ اور خاطر خواہ نظام کر نہیں سکا تو قف ہوا۔ بعد اسکے وہ  
 کی جنوبی طرف کی اس سے لڑائی کرانہ ہوا۔ اور پٹھانوں کے کنا کرنا کی کوج و مقام کو  
 کرنا ہوا۔ ۱۷۵۷ء میں ۱۷۵۷ء میں باراؤترا۔ مرہٹوں کے اوپر خف مقابل کیا۔ ساماں بھی ہوا  
 بہاگا۔ مرزا صدیق بیگ وادینہ بیگ کی بی بی ہی کو فون میں چپ ہے۔ شاہ درانی ویرا  
 ملک ویراؤن سی جک پشمالی پہاڑوں کی راہ سے آیا اور سہارن پور میں دیاؤن میں سے اوتر کر دواہ  
 میں آگیا۔ فقط



## عالمگیر ثانی کا قتل

ممالک ایشیائین فقیری ہی عجیب پندہیں۔ اسکی لباس میں ہزاروں برکام اچھی طرح لہرجام ہو سکتے ہیں۔ اس ٹی کل و جہل میں سیکڑوں سنگاڑ ہو سکتے ہیں۔ عالمگیر ثانی کی ہی جان اس فقیری کے ہاتھوں گھوٹی گئی۔ فی الحقیقت یہ عقیدہ فقیری ہی انسان کے لئے واجب و عظیم اور عذاب الیم ہی عالم گیر ثانی اور خجیہ الدہ کو تعلق و تباطا احمد شاہ کیساتھ تھا۔ اسکو شجاع الملک اپنی حق میں نہ سہر سمجھتا تھا۔ اور یہ جانتا تھا کہ اسے بادشاہ نے اس بادشاہ کو لایا ہے ضرر وہ میری تمام بدکرداریوں کا انتقام ملے گا۔ بادشاہ کو ہاتھوں سے لیکھا۔ اور خجیہ الدہ کو معلوم نہیں کہ کس تہ کو پہنچا سکا۔ غرض اس خیال سے اسکی خالو نظام الدہ کو جو قید میں تھا قتل کیا۔ اور تیس روز مہدی علیخان کشمیری کو سکھا پڑا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ بچاؤ کیس بادشاہ سلطنت کے کاموں سے ہاتھ دھوا کر خلوت نشینی میں دفاتر بسر کرتا تھا۔ فقیرانہ نقاد کہتا مہدی علیخان نے بادشاہ سے انگریزوں کی لڑائی کے دیشکل مل فریور شاہ کے کوٹلہ میں قابو کیا۔ انگریزوں نے اسکی کشف و کرامات کی تعریف نہیں کر سکتا۔ یہ بہو بادشاہ اسشیطان کی افرا پر دازی کو کیا جانتا تھا۔ تنہا فقیر بابریت کی زیارت کو روانہ ہوا جب دروازہ پہنچا۔ تو اس کشمیری نے تلوار تہہ سے لے لی۔ اور اسکو سپردہ اوٹھا کر اندر گیا۔

دروازہ اندر سے بند کیا۔ خیرا بابر بادشاہ کا داماد ہوا تھا۔ اسنے تلوار کھینچ کر ایک آدمی کو زخمی کیا۔ اسکو سپردہ اوٹھا کر بیویوں نے زخمی کر کے بادشاہ کی محافہ میں بیٹھا سلیم گڑھ قلعہ میں بھیجا۔ بادشاہ فریورہ اوٹھا کر دیکھا تو فرستے ہوئے کے کپڑے پہنیے۔ دو چار اوزبک تنگی تلواریں لیکر دوسرے پہنچے۔ اور سر کو تن سے جدا کیا۔ اور بے سرو ٹہر کو مینا کے ریت پر پکڑے یا۔ بدعا شونچے لاش پر پھینک دیا کہ اسکے کپڑے اتر کر لینگے۔ یہ واقعہ ۱۱۳۸ھ میں ہوا ہے۔

کئی روز بعد اس حکم سے لاش ہمایوں مقبرہ میں دفن ہوئی اور وہی روز کام خوشی تحت پر  
 بیٹھا کر شاہجہان ثانی کا خطاب کیا۔ مگر اس دن شاہ کو کسی نے بادشاہ نہ مانا تو شاہ راہ عالی گوہر  
 جو پوچھتا تھا (جبکہ حال بڑے افسوس سے ہو) وہ دہلی میں نہ تھا بلکہ کانپور میں اپنی سلطنت کے جانے کی  
 تدبیریں کر رہا تھا۔ اسی لئے اس نے اس وقت کو بغیر بادشاہ کے دہلی کی کاموں کو جاری رکھا۔

ہندوستان خاص میں مرہٹوں کی فوج کا احمد شاہ کے ہاتھ  
 سے پراگندہ ہونا

جبکہ احمد شاہ انٹرید یعنی لنگا جی کو دہلی میں آگیا۔ توسعہ الدخان و خلیفہ و احمد خان بنگش  
 حافظ رحمت خان و وزیر خان سب کے سب اس کی خدمت میں آئے۔ ہر وقت تک مرہٹوں کا جھگڑا  
 مددگار نہ تھا تو سب مرہٹوں کا لشکر تیس ہزار کے قریب اس ملک میں تھا۔ مگر اس کے دو گروہ تھے۔  
 ایک تاجی سیندھیا کی ماتحت تھا۔ دوسرا ملہار ملہار کے پاس تھا۔ اور ان میں سپہ سالار فرق تھا۔ مگر  
 اس ملک کے مولی لوٹ مار سے تنگ آئے تھے۔ انہوں نے احمد شاہ کو ایک خبر بھی نہیں کی۔ غرض احمد  
 درانی نے اس کو وہ پرچہ تاجی سیندھیا کی ماتحت تھا حکم کیا۔ اور شاہجہان آباد کو پاس دلی پر  
 ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں سیندھیا اور دوتھالی فوج اس کی ماری گئی۔ جنگجو کی کچھ تو مسو  
 سمیت دکن میں اس خبر کو سنائیکے واسطے چلا گیا۔ کہ احمد شاہ ابدالی اسکے تعاقب میں مارواڑ گیا  
 ملہار ملہار ہر وقت سکندریں تھا۔ بہت خبریں سکندریں کی طرف گیا۔ اور سو جھگڑا سے اعانت کی  
 کی۔ اس نے انکار کر دیا کہ میں درانیوں نہیں لڑ سکتا۔ اگر وہ میرٹھ میں آئے تو مستحکم قلعوں  
 کی پناہ میں جو کچھ مجھے ہو سکے گا کروں گا۔ افغان سپہ سالار کا سلمان لیکر شاہ ابدالی کے  
 لشکر کو جاتے تھے۔ ملہار نے ان کے ٹوٹنے کا ارادہ کیا۔ افغانوں نے یہ چال کی کہ جو کچھ نقد و  
 جش تھا وہ لنگا پار بھیج دیا۔ اور جھگڑا کے پس منظر کے درمیان میں اس طرح کچھ عورتوں سا سنا

بلکہ کہ ہاتھ لٹوایا جب پر شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے شاہ سپند خان اور شاہ قلند خان کو حکم دیا کہ بلکہ کے لشکروں پر حملہ کریں۔ وہ مارنول سے بڑی کڑی نفرین کر کے سکندریہ میں پہنچے۔ اور بلکہ کے لشکر میں ایسا ملہ بچا دیا کہ وہ صرف تین سو اور نو جو گھوڑوں کی سنگی بیٹھو پر سوار راستہ لیکر بھاگ گیا باقی اس کا لشکر مارا گیا۔ یا قید ہوا۔ اور نام سب بال بلیوں کا تہہ لگا۔

## احمد شاہ اور شجاع الدولہ کا ملنا

اب ہم جہانگیر کا اہل تہا شاہ جہان آباد پر مرہٹوں کے حملہ کا چھپاندہ لکھتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے واسطے احمد شاہ تھوڑی سی دانی مقرر کر کے نو شہر میں شجاع الدولہ سے ملنے کے لیے جہاں دانی الی نجیب دکن کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو گرفتاری پر رضی کرے۔ اور اس کو لوٹائے۔ نجیب دکن اس سے گیا۔ اس میں عہد و موافق ہوئے۔ اپنی بیٹی فرامانی کو ناصحہ دار اور راجہ مینی بہادر کو مدد اللہ نام کر کے شجاع الدولہ کا دستہ داسن کے ساتھ سوار لیکر ہم فری حوجہ کے لاکھ کو آئے۔ یہاں اس میں تعظیم و تکریم کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ اور سب مسکرائے۔ پہلے پلو شاہ کے ساتھ تہنق ہو گئی تھی۔ شجاع الدولہ کو خط و کتابت سے پہلے اس کا نام ہی جابر علی اور اس کے وہ مرہٹوں اور اہل دیوان کے معاملہ میں ایک خطہ بنا دیا۔ +

## مرہٹوں کا حال

ان سکستون پہلے گھنٹا تہہ دکن میں پہنچا تھا۔ اس کی فتوحات مرہٹوں کو خوشی حاصل ہوئی۔ گروہ چنیر پیر عاشق ہیں وہ اور ان میں تھی یعنی لوٹ کا مال جس کے لیے مرہٹے منہ سپار بیٹھے تھے بلکہ ان مہاترے کے کا فرض ایک کروڑ روپیہ گھر بنے بنا پڑا۔ ان کے زانہ لکھنوی اور احمد نگر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہ گری لکھنوی میں ایک ایسا عہد حاصل کیا کہ جسے ملک اور دودھوا تہہ لگی غرض جو کام وہ منہ دکن میں کیے تھے وہ کو قتل میں لگنا تہہ ہی کا کام ہو گیا تھی۔ اس کے دلو بہاؤ میں فاقہ پیدا ہوئی۔ سدا شنو اوئے بہائی کو خضو کیا۔ اور پھر گھنٹا تہہ ہی کہا کہ اب کہہ فوج پتہ شریف ہندوستان خاص کی مہم پر لیجا سکتے۔

ساری حقیقت کھل جائیگی۔ اور معلوم ہوگا گا کہ کون اور کون سا خلیفہ کی مہات میں کیا فرق ہے۔ سلاطین  
ان دونوں کو کام دینے لگے جو دکن، تہاؤہ، سندھ، وٹان، ص کو چلا جو سندھ وستان ص میں تہاؤہ  
وکن میں اب ہوتے مرہٹوں کی عملداری کو جو وٹان تھی وہ کہیں پہلی ہوئی۔ اور نہ آئندہ حال ہوئی  
شمالی سرحدوں کی اٹل و سہل پہاڑی اور خوب میں خیرہ نما دکن کے پچھلے ترک یعنی ہمند ترک جو  
جو ملکن میں سرحد کے درمیان خلیج ان حکومت تھی ہاج گرا تھی۔ اب صرف لٹیری ہی نہیں ہے  
بلکہ وہیں شہان پادشاہانہ پائی جاتی تھی۔ بڑی بڑی عمدہ تختہ دار کوسپہ داروں کرتے۔ دس ہزار  
سپاہ فرنگستانی قواعد دان و ن پاس تھی۔ غرض وہی پادشاہ اور آوی راہ زن تھی۔

سداشیو اور معروف بہاؤ اور سواس اور کالشکر لیکر وکھن سے آنا  
اور شاہ ابدالی سے شکست پانا

جب کہ میں تہاؤہ سیدہ کی قتل و لہر کی سپاہ کی بربادی کی خبر پہنچی سداشیو اور معروف بہاؤ  
چچا راہ بانی ایلاچی لو کا بڑا فرسے دکن سے چلا۔ اس کے ساتھ لشکر نہایت مودہ کار تو چخانہ فرنگستان  
طرز پر قواعد دان تھے تھے۔ اور تو چخانہ کا فہرہ بھی براہیم گاردی شاگرد شیدہ سی وانیسی جرنیل کا  
سواس اور لہر لاجی ابھی اس سے ساتھ ہوا تھا کہ سندھ وستان کے تخت سلطنت پر بیٹھے۔ اور خا  
بار یہ کا خانہ کرے۔ اور ابدالیوں کے انتقام لے جب کالشکر اس کے وفکر کے ساتھ اکبر آباد میں پہنچا۔  
سو محل جاٹ ہی ملکر کی وساطت کے ملاقات کو کیا۔ اور میں ہزار سو اساتہ لگیا۔ اور راہ میں فوج  
رجو توں کی بھی اس کے لشکر میں مل ہوئی گئی۔ عمار الملک بھی شہر میں بہاؤ بھی آکر ملا۔ بہاؤ نے  
یہ ہو چاکر جبنا پار موکر ابدالی سے تو ربات میں لڑنا مشکل ہے۔ سلی تہر سے حکمران شہا جہاں آباد  
چنانچہ وہ ۹ فری سحر کے لشکر میں شہا جہاں آباد میں داخل ہوا۔ اور سعد اللہ خان کی جو ملی میں فوج تھی۔  
اور اس نے سپاہ کو قلعہ پر حملہ کر سکا حکم دیا۔ احمد شاہ کی طرف سے یعقوب علی خان بہمنی قلعہ دار تھا۔

اوسے مقابل کیا کچھ ہٹیں تھیں دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئی تھیں انکو دروازہ توڑنے کا رنکال یا پھر اسے  
 کاروی فی جہرہ کی طرف سے ترنگ دیار کر دیوان خاص اور رنگ محل کی کئی جگہ سے توڑ پھڑا دیا غرض کہ  
 یعقوب علیجان نے اپنی زبان بجا کر مرہٹوں کو قلعہ حوالہ کیا۔ اور خود شاہ درانی کو ایس چلا گیا۔ بہاؤ  
 قلعہ کی قلعہ داری شکر راؤ کو سپرد کی مرہٹوں کو اسکی حفاظت کے لئے متعین کیا۔ اس شہزادہ میں بہاؤ  
 کئی دفعہ شجاع الدولہ کی معرفت چاہا کہ شاہ ابدالی سے صلح ہو جائے مگر شجاع الدولہ صاف کہہ دیا کہ کن  
 کے بہمن ہندوستان پر دست تسلط میں یہہ بلا شاہ درانی کی ونگے سر پر غور طبع و حرص و مجاہد  
 و بدقول کے سبب آئی ہیں کن کیساتھ کیا کوئی صلح کرے جو کسی آں بردار آسائش کے روادار نہ  
 حساب میں آئے اور اپنی قوم کے لئے چاہتے ہوں۔ آخر لڑنے کی باتوں میں ایسے عاجز ہوئی کہ وہ ہونے اپنے  
 پاس ناموس و حفظا بردار و رفہ خالوت کے لئے شاہ ابدالی کو مفتیں کر کے ولایت بلایا ہے۔ اور اس کے  
 صدمات کو مرہٹوں کی ایذا کی شہجہا ہی بالفعل صلح کا ہونا ناممکن ہے۔ اب مرہٹوں کی یہاں تک تو  
 دانت اور تنگ چٹھی پہنچی کہ دیوان خاص کی چپ کہ لفظ مینا کار کی تھی تو مار لیا۔ اور کسال میں  
 پہنچا۔ قدم تریف اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں اس باغ فیض پندی کا تہا وہ جی لے لیا۔  
 اور اس کے شکر بنا ڈال دیا کہ اس کی ملت سے بہاؤ بہت تنگ رہتا تھا۔ آخر ایم ریات میں شہنشاہ جہان  
 کے چورینکا ارادہ مصمم کیا۔ ۲۹ صفر ۱۱۰۷ میں دہلی شہنشاہ جہان ثانی کو کہ نام کا پادشاہ تہا مغرول کر کے  
 مقید کیا۔ اور راجہاں بخت خلف شاہ عالم عالی گوہر کو تخت پر بٹایا۔ اور شجاع الدولہ کو غائبانہ وزیر  
 مقرر کیا تاکہ شاہ ابدالی سے بگڑنا نہ ہو جائے شکر راؤ کو بدستور اپنی عہدہ قلعہ داری پر بجالا دیا۔  
 اسکا بہتر ہوتا کہ اس کو تخت سلطنت پر بٹھایا جائے تو گونے صلح دی کہ شاہ درانی کی محضے کو  
 منٹ جانے واجب یہ کہہ کرنا۔ ان حرکات کو موبیل کیا کہ بہت گہرا ہوا۔ وہ کچھ پل سے ہی ناراض تھا کہ  
 جواب سننے بہاؤ کو یہ صلح دی تھی کہ آپ پیہاری بہاری تو ہوں اور سچا کو سچا قلعہ میں جھوٹا۔

اور بیادوں کو ساتھ لیجائے۔ صوفی اداک اس طریق سے جواب کی پادراک اس طریق سے لکھوئے اور احمد  
 ابدالی کے لشکر کو ستانی کچھ ہون وہ یہاں کے موسم کی شدت آپ کے ہر حال چاہیگا۔ اور مرہٹوں نے بھی  
 اس کی تائید کی۔ مگر بہاؤدین نے سخت مینست تھا اس نیک صلاح پر مطلق خیال کیا۔ اور یہ کہ ہر سال  
 چوٹا سا سفید ریحہ ان باتوں کو کیا جا۔ یہ نہ مگر سو محل بھی لی سے غلط ہو کر اپنے فائدہ کیلئے مین  
 تماشہ دیکھنے جا بیٹھا۔ اب بہاؤدین کی کچھ پورہ کی طرف گیا۔ وہاں عبدالرحمن ابدالی اور بعض اور  
 سردار بھی آکر احمد شاہ کے لشکر میں پہنچے تھے۔ ریحہ الاو کو بہاؤدین نے بھیجا۔ اور قلعہ کچھ پورہ کو فتح کر لیا  
 - اور صوبہ رانی سرائوں کو مار ڈالا۔ اور قلعہ کو مٹ لیا۔ یہ مگر شاہ درانی ہی غصہ مین بہاؤدین اور  
 انوپ شہر ہی سے ریحہ الاو کچھ چلا۔ اور بال پت کی گھاٹ جہاں سوار اور تڑپیان کہیں جہاں پائی  
 کہیں غرقاب تھی۔ اس کے بعد طرح از مین لشکر ہر اسی بحر فامین غرق ہوئے۔ مگر دشمنوں پر  
 اسن لیل نہ کام کا ایسا رعب بیٹھا سا اور بہاؤدین کو خوف ہوا کہ وہ سر نہ جالہا نا اولی پانی پت کو لیا۔  
 اور اس کے سوا شمالی عین برخلاف ہی متوجہ تو ہوں کا حصہ لشکر کے گرد باندھ۔ اس کے مقابل  
 شاہ ابدالی کا لشکر ہی تیس ہزار کو ان پہاڑ تفصیل ان دو دو لشکروں کی بیٹھ کر بہاؤدین کے سپہ سالار  
 سوار جبار قواعد دان تنخواہ دار اور سپہ سالار کے جنہیں ہر ہزار فرانسسی قواعد جانتے تھے۔  
 اور ان کا سردار ابراہیم بگ خان گروی تھا۔ فرانسسی جنرل ہی کا شاگرد شہید تھا۔ اور دو سو توپیں  
 سوا قلعہ شکن توپوں کے اس کے ساتھ تھیں۔ راہ مین جو اور لشکر اور چوٹوں کی سپاہ اس کے ساتھ تھی  
 تھی۔ وہ سب ملکر تین لاکھ تھی ٹرنے والی تھے۔ احمد شاہ کی فوج مین چار ہزار سوار اور چالیس ہزار  
 ہندوستانی پیادہ تھے۔ مین تھیں احمد شاہ اس قلعہ کی سپاہ کے سب سے مرہٹوں پر حملہ نہ کر سکتا تھا  
 اور نہ بھی اپنے لشکر کا ہوا باندہ۔ اور چھٹی بہاؤدین کی ہونی شروع ہوئی۔ چاروں طرف سے مرہٹوں  
 کے سردار کا سلمان کی گیا۔ سر نہ کی طرف سے الا جات زمیندار سے کی۔ اور انہاں سے اس کے درمیان

اوس پر ہی حمل کیا جب شاہ ابدالی نے دیکھا کہ مرہٹوں کا جوہر تنگ ہو گیا ہے تو چنانہ کنی بخیر سے  
 نہیں بھگتی تو اس نے ۲۸ ربیع الاول کو تو چنانہ پر یورش کی مرہٹی ہی متعدد ہو کر سامنے آئے  
 دوپہر شام تک لڑائی رہی۔ بہاؤ کا تسلیم نہ ہوا اور لڑا گیا۔ اور رات کو جو جانیسیہ کچھ لڑائی کا فیصلہ  
 ہوا۔ لشکر کو اپنے خیموں کو چلے گئے بخالیہ اور سرلیون نے اپنی شجاعت اور بہادری دکھائی۔ اسی  
 اثناء میں خبر پہنچی کہ گورکھ پند یاضلع ٹاؤہ میں نہر سپاہ اور خزانہ اور بہت سا مال اسد کا  
 لئے چلا آتا ہے۔ اور شاہد رہ میں شہجہاں آباد کو قریب پہنچا ہے اور اس کا ارادہ کہ مرہٹہ وغیرہ کو ٹوٹا  
 کینچ پورہ کی آہ سی پانی پت میں بہاؤ چلے شاہ ابدالی نے عطائی خان رانی کو پانچ ہزار سواروں  
 ساتھ دوسے لشکر کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے اعلیٰ شاہد رہ میں لشکر اور قلعہ اور شاہجہاں آباد کو  
 قتل کیا۔ پھر غازی آباد میں اور مرہٹوں کا خون بہایا۔ اور جلال آباد میں پہنچا۔ یہاں گورکھ پند  
 بندیدہ ہر مو اتھا۔ اسی لڑائی شروع ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ سارا سامان اور خزانہ سب داروں کے  
 ہاتھ لگا۔

## احمد شاہ اور بہاؤ کی لڑائی کا خاتمہ

دونوں لشکروں میں غورچہ پیر جابر تھی۔ کبھی کبھی بہاری بہاری دوسری مو جاتی۔ اور  
 مرہٹے ابتدا جنگ ہی تنگ تھے۔ اور احمد شاہ داری کل لشکر میں ہندوستانی امیر اس وقت  
 ماجر تھے۔ انہوں نے منت سماجت شروع کی کہ آپ معاملہ کر کے لڑائی کا فیصلہ کر دیجے۔ اس پر احمد شاہ  
 سب ہندوستانیوں کو جڑا لے دینا تھا کہ آپ لڑائی کی شیب واز سے وقف نہیں سارے معاملہ کو  
 آپ کو اختیار حاصل مگر اس معاملہ کو میری مرضی پر چھوڑ دیجے خندق کے سامنے ایک سرخ خیمہ بنی  
 کٹر اکرایا تھا۔ اوس میں اشراق کی غازی پڑھتا تھا۔ اور شام کو کہا نا کہا تاہا دن بھر گھوم رہے پر پور  
 ہو کر فوج کے پہرہوں کو مختلف مقامات پر دیکھتا تھا تاہا۔ ہر روز چار سو تھہریل سے کم نہ جاتا تھا

دن بہر کا یہ گم تہا رات کو پانچ پر سوار ہو گا بلکہ دشمن کی جانب سے جہاں تک اس کا ممکن تھا اٹھا اور لشکر کے گروہ سا کہین گشت کرانہ پرتا تھا وہ ہندوستانی ہیں جسے کہہ دیتا کہ آپ چین آرام کریں میں آپ کی خبر گیری کرتا ہوں کوئی فتنہ آپ پر نہیں آؤ گا۔ اس کا حکم حصول قدرتی فتنہ تھا کسی آدمی کا مقصد ورنہ تھا کہ اس کی حکمت کی تحصیل میں فراہمی توقف کرے۔

اب بہاؤ کا قافیہ مانتے تھے گویا تھا اس کی کاشی اؤ کی فتنہ شجاع الدہ اور یہاں میں پیغام بھیجا کہ وہ بیچ میں اسطے ہو کر احمد شاہ سے صلح کر دی جب یہ درخواست صلح احمد شاہ کو سنائی گئی تو اس نے یہ کہہ کر آپ صلح جو کر دو گارہوں۔ اور بھی سوار لڑائی کے اور معاملوں کو چھوڑ کر انہیں اس کا فیصلہ جسطرح چاہیں فیصلہ کیجئے۔ شجاع الدہ نے اس میں صلح پر رضی ہو گئی مگر خلیفہ دارمیشہ صلح کی مخالفت کرتا رہا۔ اور یہ کہ تیار ہا اگر اگر بادشاہ چلا گیا اور مرٹھوں کی قوت باقی ہی تو وہ ہم کو براہ کر دینگے۔

بہاری لشکر بہاؤ کا خلیفہ ایک حصہ میں محصور ہوا۔ تو غلام اور غلامت کے بدبے اس میں لہر اٹھ کر ہوا اس پر سبب سند کی تلگی ہوئی سیکڑوں بہوؤں نے لگی آخر کار سب سواروں نے متفق ہو کر بہاؤ کو جاگ لیا اور یہ کہہ کر اس کی ہاتھوں آدھی اور جانور لاک ہوئی میں سے بہتر ہے کہ ملک ایک دفعہ مخالفت پر دشمنوں پر چاہیں جو کہ نصیحت میں ہونا ہو جو کا غرض ہے پان کا بیڑا لایا اور لڑنے کے پر قسم کہانی سارے لشکر میں حکم سنایا گیا کہ کل صبح کو لڑائی ہے۔ بہاؤ نے صحت کے وقت شجاع الدہ کے کارندہ کا شئی اسے کو خاص کیا تاہم یہ کہہ کر بھیجا کہ اب پالیا لیا بلکہ ایک لڑکی و سہیلی نہیں اگر نہ پوچھ کر بھیجی رہے تھا جواب بھیج کر کہنے کے لئے وقت نہیں ملے گا۔

رات کو تین بجے یہ کہہ کر شجاع الدہ کو کہہ دیا کہ جاسوس خبر لائے کہ مرٹھ صلح ہو رہا ہے شجاع الدہ احمد شاہ کو خمیہ میں گیا وہاں وہ بتایا کہ لڑائی تیار نہیں تھا۔ گھوڑی پر چڑھ کر اس کے خیمہ کے آگے کسا کسا لیا تیار تھا سوار ہو کر دشمن کی طرف چلا۔ لشکر اس کے پیچھے ہوا۔



۶۔ رجاوی الاخرے سے لے کر کوٹھڑوں کے ابراہیم خان گردی لشکر کو آگے کر رہا اور توپ گولہ کی بارش شروع  
مسلمانوں کو توپوں سے کچھ کام نہ لیا۔ مرثوں کی توپیں بہت سی آگئیں تو ابراہیم خان گردی نے  
اپنے سپاہیوں کو گولہ باری کے لئے سنبھلایا اور سنگینوں کو لڑنے کا حکم دیا۔ وہ سپاہیوں پر گرنے لگے  
وہ قواعد و ان نہ تھے پہلے بہت آغوشیں ماری گئیں۔ اور وہی پہلی صفیں ٹوٹ گئیں اور اس  
شکست شاہ ولی خان زیر کی سپاہ قلعہ کا دامن باز کر لیا گیا۔ اور اوپر پہاڑ اور دوسرا سوا  
اپنی نہایت عمدہ فوج سے حکم کیا۔ اس حملہ میں وزیر کا ہتھیار عطا خان اس کے پہلو میں مارا گیا۔ اور  
اس کی سپاہ درانی ہی چھپی ہوئی تھی۔ وہ گھوڑے سے اتر آ اور اسے چند فقیروں کے ساتھ پیر کر کے لے گیا  
شجاع الدود کا لشکر وزیر کے لشکر کے عقب میں تھا۔ مگر جاکر دیکھنے سے کہ نہ نظر آتا تھا اگر کیا ہو  
ہے۔ جواب نہ دیا کہ آدمیوں اور گھوڑوں کی دوزنہ میں آتی تو اس سے کاشی رے کے کو دریا پر فست کر  
لے بھیجا تو اس نے لکھنؤ پہنچ گیا کہ وزیر گھوڑے سے نیچے کھڑے ہوئے اور اپنی آدمیوں کو لعنت ملامت بھرا کر  
کر رہا ہے۔ اور سپاہ کو جمع کرتا ہے۔ اونی پہنچ گیا کہ شجاع الدود اس جگہ پر قاصر ہوا تو اس کی راد پر جرات نہ کر سکا۔ احمد شاہ  
آئے نہیں مین مارا گیا مگر شجاع الدود نے اپنی جگہ پر قائم ہوا تو اس کی راد پر جرات نہ کر سکا۔ احمد شاہ  
اس معاملہ میں خبر نہ تھا اس سے فوراً لشکر وزیر کی کمک کے لئے بھیجا۔ اور عین وقت پر ان پہنچا۔  
لڑائی میں بڑا گھنسان ہو گیا مگر اب بھی مرثوں کا پلہ باری تھا۔ احمد شاہ نے اپنے بگڑوں  
سپاہیوں کو گھیر کر قتل کرنے کا حکم سنایا۔ اور یہ کہہ دیا کہ جو بہاگے کا وہ مال جاسیگا لے لے سکے  
اور اسے اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہ کو اپنے بائیں طرف شمع کے بازو پر چلا کر حکم دیا۔  
اس تدبیر کا نتیجہ ایک نشانہ پر بیٹھا قلعہ سپاہ میں بہاؤ اور لبوس اور گھوڑوں پر سوار  
لشکر کو لڑا رہے تھے۔ خجور کہانہ سے باری ہو رہی تھی کہ کیا کھٹا معلوم کیا ہوا کہ مرثوں کے  
لشکر کا قدم میدان جنگ سے اڑھ گیا۔ قدم کا اڑنا تھا کہ میدان جنگ کے اڑنے سے مرثوں نے بہرنا تھا

شکر اسلامیت اور مخالفتِ جوش خروش پر جان بین بندہ بندہ میں میں مل گیا اور  
 مرٹون کو مارا کر ڈیر لگا دیا جو مرٹون دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گئے اور کو گنواروں کی مار ڈالا اور  
 اور بہاؤ دے گئی جیکو جی سینڈ ہیا کو کسی دانی نے چھپا رکھا تھا وہ بھی تلاش کر کے پکڑ گیا  
 اور مارا گیا۔ ابراہیم خان گروی بھی قید ہوا۔ ایک ہفتہ کے بعد موت اور سکے رضون پر زور جم کر کہا۔ تم  
 بھی بہاؤ دے گئے ہوئی مارے گئے سالاہ میں ملہا رہا جو جان بچا کر نکل گیا۔ جے پا جی سینڈ ہیا بھی لنگڑ  
 ہو کر وہاں جا پہنچا۔ ان دوسروں کے سوا کوئی اور نامور سردار نہیں بچا۔ مرٹون کو کسی  
 شکست کبھی نہیں ہوئی نہ ہی مصیبت تھی ۱۰ سے ساری قوم کا دل شرمزدہ اور افسردہ  
 اس صدمہ بالا جی بھی تھوڑی دنوں بعد مر گیا۔ جب شکست کی خبر سنی تھی ایک عذر میں  
 بیٹھ کر سنسکرت پڑانا اختیار کر لیا تھا۔

### احمد شاہ درانی کا واپس جانا

بعد اس فتح کے احمد شاہ پانی پت نواح دہلی میں آیا۔ اور چند روز متوقف ہوا۔ ہندوستان کا  
 بادشاہ شانہ زارہ عالی گوہر پیر شاہ عالم کو مقرر کیا۔ اور شجاع الدولہ فرید پور لے اور بخاریاں دے  
 امیر الامرات کی سفارش بادشاہ کی۔ شاہ عالم ہوقت دہلی میں نہ تھا اسلئے اس کے بیٹے جلال  
 کو بادشاہ کا نائب دہلی میں مقرر کیا۔ اور بخاریاں دے کو دلی کا منتظم مقرر کیا۔ اور شجاع الدولہ کو  
 خلعت و دیگر اودہ اور الہ آباد کے صوبوں پر بھیجا۔ اور خود قندھار چلا گیا۔

### عماد الملک کا حال

اس بڑی لڑائی کا سبب عماد الملک تھا۔ مگر کہیں اس کا نام نہیں آیا شاید اسے یہ خیال ہو  
 ہو گا کہ وہ مر گیا۔ حقیقت میں یہ قندھار انگیزی اس کی آخری تھی جس کے جیت میں اس کے  
 واسطے کچھ تھا۔ اس کی ہار میں کچھ بھی پاس نہ تھا جیسا کہ اب دلی گیا۔ اور اسے مرٹون کا چاچا

تو وہ میدان کہکشا گیا کچھ دنوں میں جل بہت بڑھ کر تھک کر باس ہوا اور پھر وہ ناچار ہو کر آہستہ آہستہ  
میں چلا گیا۔ میں جس تک پہنچا تو پھر کیا کوئی کام اوسے ایسا نہیں کیا کہ جسکیاں تاریخ  
میں کیا جائے۔ نہ انگریزی پولیس کے ماتھے لگا گیا۔ گورنر جنرل کے حکم سے وہ مکہ معظمہ بھیجا گیا  
بجز عمر خٹک وہ ہندوستان میں آیا۔ اور احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ سے اخلاص  
پیدا کیا۔ اور ملتان کو صوبہ دیکرایا نہ جوڑا۔ یہاں اگر موت کا وارنٹ نہ آتا تو ضرور کوئی نہ کوئی  
فساد کھڑا کرتا۔

## شاہ عالم کی سلطنت کا بیان

شاہنوازہ عالی گوہر کا نام پادشاہ بہادر شاہ عالم ہوا۔ ہم فرانس کا حال اُن تک لکھنا کہ وہ دہلی سے  
باہر نکل آیا جبہ بخیر الہیہ دلہ پاس گیا تو عدا الملک زیر کا سب خوف ایسا پیچھے لگا ہوا تھا کہ اُسے  
اس شاہنوازہ کو صلاح دی کہ ملک شرفیہ میں چلا جائے۔ اسی عرصہ میں عرضیان محمد قلی خان  
صوبہ الہ آباد کے بلکاد میں آئے۔ وہ شجاع الدولہ کا چارنو بہائی تھا۔ اور بڑا لکھنؤ صاحب صلاحی  
تھا۔ اوسکا ارادہ تھا کہ ملک بنگال اور اٹلیہ و بہار پر چین انگریزوں علی وروی خان کا فو اسٹیج الہ  
لڑے۔ تہی فالض و مضر صرف ہوتا نہ وہ خدا سی ہی چاہتا تھا۔ وہ الہ آباد کا عازم ہوا۔ اور اول لکھنؤ  
و جمادی الاول ۱۲۰۱ میں آشیانہ العاصفہ کا مشاہدہ کیا۔ اس وقت تہا باب کی ساری لیاقتیں و محبتیں  
تین فن سپر گری ہی خوب اقف تہا۔ نظام ملک سے جی نا اشنا نہ تھا۔ میدان جنگ میں پیراجو انہر و تہا۔  
سوار اسکے درجہ بیج کی باتیں یاد رکھو فریبی کہا تین جنگا آجکل چھ چار ساری ملک میں پھیل تہا  
خوب جانتا تھا۔ ملی جوڑ توڑ خوب لگانے جانتے تھا۔ اوسے سوجھ بوجھ سے وقت ایسے شاہنوازہ کا ساتھ  
دینا جو ایسے پادشاہ کا بگڑا و بچہ ہو جسکی سلطنت برسر زوال ہونا سب سے بڑی مصیبت نہیں ہے۔  
گواو سے شاہنوازہ کی بہت خاطر کی و نذر پیش کی۔ مگر اوسے کہا کہ آپ محمد قلی خان میں نہیں بیجا

وہ میرے عزیز بہادر مین مادی کامو مین دان جان شکر مین ملو اور نسی جو ارادہ کیا ہی وہ مین پسند کرتا  
 ہوں غرض ایہم ویکر شہزادہ کو لہ آباد روانہ کیا۔ یہاں محمد قلی خان کے اوسکا نہایت اغراض کیا۔ اوسنے  
 اپنی طرف سے صوبہ بنگال اور بہار اور اڑیسہ کی صوبہ داری کی فتح قلی خان کو لکھ دی۔ اور اوسکیا  
 کہ پادشاہی چٹا لہ اور سراج الدولہ اور انگریزوں نو سیمپلے غرض فراموش نہ <sup>۵۹</sup> مین وہ کرم ناسیسی  
 پاوا تو۔ اسی زمانہ مین اوسکا باپ عالم گیر قتل ہوا۔ جسکا بیان پہلے ہو چکا ہے مگر ڈاک تو پہلے تہن  
 کہ آدہ آئین دو سرور خبر موتی۔ یہ ایسی مہر ہی خبری اوس پاس ایک مہینہ بعد بہار ایک گانا  
 کوٹھن مین پہونچے شہزادہ اور اسی وقت تحت سلطنت چلوں کیا۔ اور اپنا نام شاہ عالم کہہ اور  
 اوسنے حکم دیا کہ باپ کی تاریخ تعال سے میری تاریخ چلوں شمار ہو چنانچہ زمانہ مین ہی تاریخ لکھی

### پادشاہ کی خصلت و لیاقت

وہ اپنے باپ و ادا کی طرح متحمل رحم دل صاحب جہت تھا۔ مگر اوس مین عزت ایسے تھکہ وہن میں نہ لکھی  
 لے ڈوبی تھی۔ اوسکی دلیری تھی تو وہ بہت تھی کہ مصیبت وقت کہتا نہ تھا۔ گروہ جو اندری اور  
 شجاعت جو اس وقت مین اوسکی حاکم لے بر ضرورتی وہ اوس مین تھی۔ تحمل اور رحم لے اوسکو درخت  
 ملایا تھا۔ وہ اسد جہ پر تھا کہ کسی شخص لے خواہ اوسکے کسی ہی یوفائی اور کچ ادا کی ہو۔ مگر جواب سنے  
 فقیر معاف کر دی تو بہر اوسکو خیال ہی نہ ہوا کہ وہ میری ساتہ کہہ کیا ہی تھا۔ اٹکھوں کی مراد  
 اوسے اندیا کر دیا تھا جو امیر اوسکے پاس تھا۔ اسکے خلاف مری مراد کے کوئی کام نہ کر سکا۔ صبر لے اوسنے  
 ہی ذلیل کر دیا تھا۔ جو کہ اوسکے اگیش آتا تھا وہ اوسنے تھلہ اپنی مصیبت کو مسمت بلکہ کہ اور صلہ  
 کو بہر اگوش مین ثبات تھا وہ شاعر ہی تھا۔ آفتاب غلص تھا چار جلد مین ایک قصہ لکھا ہے جسے طرز  
 معاشرت دینی اعلیٰ کی معلوم ہوتی ہے۔ زبان اوسکی فصحا اور سلاست مین اس کے چار رویش سے  
 کم نہیں ہے۔ اوسکا شہر شہر شہر شہر عاقبت کی خبر اوجا لے۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے۔

اسی پر اسکا عمل تھا۔ وہ ایسا ناعاقبت اندیش تھا کہ کوئی کچھ نہ سوچتا۔

## بہار کی لڑائی

انگریزوں کے ہوتے میر جعفر کو شرعی اصولوں کا نواب بنایا تھا۔ بہار میں اس کا نائب ساجہ رام نرائن ایک ہندو تھا، اس نے مرشد آباد و کلکتہ کے مکمل لئے آؤی بھیجے۔ گروہ نہ دیا کہ بادشاہی فوج نے اس کو شکست دیدی۔ وہ خجی ہو کر پٹنہ میں چلا گیا۔ اور سپر حملہ کرنا بادشاہ نے مناسب نہیں جانا۔ نئی غرض نواب کی فوج کو انگریز کی فوج سے ٹکرائی۔ ۱۸ فروری ۱۷۵۷ء کو بادشاہ کو شکست دیدی۔ اب بادشاہ نے بہار اور کھاروہ کیا کہ جو مرشد آباد سپاہ خالی ہو۔ تو اس نے بہار و کھاروہ کی راہ سے بہار و کھاروہ کیا کہ لشکار و مرشد آباد کے پیچ میں گر کر اس دن اس سلطنت کو لے کر پہلے اس کے وہ مرشد آباد پہنچے۔ انگریزوں نے اس کو براہیل کو شکست دیدی۔ ہی رائے میں اس کو غیر لالہ۔ (جو شیر فرہادیسی میں نام کے ساتھ تعظیم کیو۔ اس کا تلمیذ) اس پارس فرہادیسی اور بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اپنے دلی ماروہ کو مجھے فرمائیں۔ بادشاہ نے اس سے سچی سچی بات کہدی کہ محمد قلی کی اعانت سے جو مصار ضروریہ میں و بہم پہنچ سکتے ہیں۔ اور کچھ یہاں سیر پاس نہیں ہے۔ کہ مالک مشرق کی فتح کر کے سامان کروں۔ اس لئے جہیز لو کر جو جانا ہوں غرض یہ نہ سمجھیں کہ اس سفر میں شریک ہیں۔ لیکن بادشاہ سے آگے جایا کرتا صاحب سپر التناخین لکھتا ہے کہ ایک دن میری اوس سے اس میں ملاقات ہوئی تو کہنے لگا کہ میں تم سے شاہجہان آباد تک بہر گز میں سلطنت کا نام نہ پایا۔ سوار غریب تارابی اور سوار کی غارتگری کے کچھ اور نہ دیکھا۔ میر چند پین بن برکٹ سے سردار شجاع الدولہ اور عماد الملک ہی کہہ کہ ملک بنگال کا انتظام کریں انگریزوں کے زمین سگرسی احمد نے اس نے رخصت پر التفات کیا۔ اور اس کی حسن خوبی کو کوئی نہ سمجھا۔ ہوتے اس فرہادیسی نظر کا بھی ملجا بادشاہ کے حق میں دلی مرادوں ہندوستانی سپاہ بہتر تھا جس کا کوئی ہندوستانی اسے غلام نہ ہوتا۔ ان فرہادیسیوں کی اعانت سے

پٹنہ کو گھیر لیا۔ تو گنگاپان کو گنگا کے دو اہل سپاہ ایک چلا۔ اور زمین دو سو گورہ تھے باقی بندوستانی  
 سپاہ تھی تین سو میل کا سفر تیردن میں طے کیا۔ اور یہاں پٹنہ میں آنکر بادشاہ کو شکست دیدی۔ اور  
 جنوب کی طرف گیا۔ زمین بہگادیا۔ اب اسوقت بادشاہی سپاہ کا سپاہ لاکھ سا خان تھا۔ کیونکہ  
 احمد قلی خان الدہا کو چلا گیا تھا۔ اور وہاں شجاع الدور کے ارادہ کے صورت پر قلعہ پر تصرف کیا تھا۔  
 اور راجہ پتی بہادر کو وہاں متعین کر رکھا تھا کہ جسوقت احمد قلی خان وہاں آئے تو اسکے ہاتھ پر پانڈہ  
 اور سن میں ہجرت اور جیل میں ہو سکے اور گرفتار کر لے۔ اس اجڑے اور سکونہاں سپرد کا وہ خود اس طرح  
 کی معرفت شجاع الدور پاس گیا۔ اور مارا گیا۔ اب بادشاہ جنوب کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ اور سکونہ چلایا تھا۔  
 اور سکونہ ساتھ لگا۔ مگر سوا خادم میں خان کے کوئی اور اسکے ملک پر نظر نہ ہوا۔ یہہ ملک پراپہ بادشاہ  
 پٹنہ پر پہنچ گیا۔ مگر گنگا کی کس راجہ شتاب سا گواہی طرف کر کے بادشاہ کو پہنچا دیا۔  
 بادشاہ کو اس لرزائی سے بڑا اضطراب ہوا۔ اور وہ شمال کی طرف چلا۔ مگر گریزی اور نواب کی سپاہ  
 تعاقب کیا۔ مگر اتفاق سے نواب کی سپاہ کا سپاہ لاکھ سا دیا میرن تھا۔ اور سپہ حوالی کے مہینہ  
 بجلی گری ہوئی۔ اور اسکی نواب کی سپاہ اپنی چوہاوتی میں پٹنہ چلی گئی۔ یہہ بادشاہی لشکر اپنی  
 اقامت گاہ گیا۔ میں گیا۔ اور آغاز اسلام میں بنگالہ کی چٹاہ جسنی قواعد سیکھی تھی بادشاہی فوج  
 شکست دی۔ اور زمین مویشی راہی گرفتار ہوا۔ وہاں ترک لڑا اور اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ  
 نہیں لیا۔ جب تک وہ تھے یہہ عدہ نہیں کیا گیا کہ تلوار اسے نہیں ملی جائیگی۔ دوسرے دن انگریز  
 افسر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب بادشاہ تنگ آ گیا تھا۔ دوسرے برابر لرزائی جگر ترون میں  
 مصروف تھا۔ جسے کچھ فائدہ نہ چل رہا تھا۔ اب اسکو صوبے سے باہر بھی بگاڑا۔ اور اسکو وہاں حال ملک  
 تھا۔ اور شاہ ابدالی نے فتح پانی پتے کے اسکے لیے تجویز کیا تھا۔ انگریزوں نے اندون میں میر جعفر کی  
 جگہ قیصر اسم کو بنگال میں نواب بنایا تھا۔ اور اسکی منظوری بادشاہ سے منگائی۔ اور چوبیس لاکھ روپے

سالانہ خراج کا پادشاہ کو دستخط کر دیتا تھا۔ اس پادشاہ کا لہجہ وہ تھا کہ انگریزوں کی استعانت دلی میں  
جا کر تخت سلطنت پر بیٹھے۔ لکچر میں ایک جہاں اکبر ہو گیا۔ جسکے سبب اس کلام میں بہت دیر لگ گئی  
اس جہاں کو آگے تیان کرتے ہیں +

## شجاع الدولہ وزیر کا دلی سے آنا اور پادشاہ سے ملنا

شجاع الدولہ دلی سے اودھ میں آیا۔ اور یہاں جگہ پر لے سید لچر میں شاہ عالم سے ملا اور اس کے  
ساتھ لہا آباد میں آیا۔ اب مرہٹوں کا تسلط بالکل واثہ ہوا دیکھا گیا۔ سب جگہ پادشاہی پہرہ چوکی میں بیٹھے  
کاہلی میں کچھ ہڑتے تھے۔ وزیر نے پادشاہ کو سنا لیا کہ جب شہ الدین دکنو بھی نکال آیا۔ اور  
بندیل کہند کا بھی اتنا ظلم کر لیا۔ پادشاہ کو سکون خلعت فرات بھی مرحمت کیا۔ جہاںسی کے قلعہ کو فتح کر کے  
وہ پہلا بلابوین اگیا۔ اب میر محمد قاسم خان علی جاہ ملگریزوں سے شکست پکار پادشاہ پاس آیا۔ اور  
شجاع الدولہ سے ہتھانت کا نوید ہوا۔ شجاع الدولہ پادشاہ کو ساتھ لیکر بنارس کی طرف نگر نگر  
لڑنے کے چلا۔ مگر مین ۲۴ اکتوبر ۱۷۷۷ء کو دونوں بون کو انگریزی سپاہ شکست دی۔ مین لڑائی کا  
حال دیکھ کر مین بعض جان کر نکلے۔ دو برس تک پادشاہ کو شجاع الدولہ ساتھ ساتھ رہے۔ پھر کنبارس  
لے گیا۔ کنبی لے آئے۔ اب کنبی لکھنؤ غلامین پادشاہ پادشاہ معلوم ہوا تھا کہ اگر حقیقت وہ قیدی اغوا کے ساتھ  
اس سبب انگریزوں کا بڑا نقصان ہوا۔ پادشاہ کو ملکی ماتہ پر جاننا رہا مگر یہ معاملات جھپٹا ہوا  
نہ ہوتے تو پادشاہ انگریزوں کی ہتھانت و حمایت دلی میں اپنی ملک مالک ہو گیا ہوتا۔

## پادشاہ اور انگریزوں کی صلح

پادشاہ مگر کی لڑائی میں کچھ نہیں بولا۔ بعد لڑائی کے دو سون شام کو دکنگریز لشکر میں جوتا  
اور انگریزوں کے ساتھ یہ یہ ہمدرد جان دلائی کہ اگرچہ سال بھر لڑائی سے بچاں ہمارے دشمنوں  
صوبوں کی دیوانی بلا شرکت بغیر بطور ہتھیار سکھائی گئی تھی۔ مگر اس سے گئے ہمارے خراج دیوانی جو اب تک

ایسا جاتا تھا معاف کیا گیا اور جیسے لاکھ روپیہ جو پہلے نواب دیتا تھا اسکا ادا کرنا سرکار کمپنی کے ذمہ کیا گیا اور کلبہ بنائیں اور غازی پور بطور جاگیر کے سرکار کمپنی کو دی گئی جو بدال آباد پٹنا کے پاس ہے۔ انگریزوں کے بادشاہ کی سالانہ چھ ہفتہ سی ہی سفر کر دی۔ اور نواب بنگال صوبہ دار رہا سرکار کمپنی اسکی مشہد نظامت اور مال کے کاموں میں رہی۔ نواب کی نظامت کلچر اور ٹیپا اور پٹنا کا نذرانہ سالانہ ادا کرنا سرکار کمپنی کا کام تھا۔ شجاع الدولہ اول فیض آباد میں اپنے ملک میں بہاگ گیا اور جبا و سنہ سنالہ آباد ہی انگریزوں کے ہاتھ پر گیا تو وہ لکھنؤ بہاگ اور سیل کھنڈ اور فغانو مدد مانگی۔ اور انہوں نے اس نواب کے خاندان کو پیری غرت سی پٹی میں رکھا۔ اور تین نذرانہ میوں سے امداد دی کی۔ اور لہار اور ملہر سے مدد لیکر انگریزوں سے امداد منج کیا۔ مگر کان پور قریب دس کوٹ لکھنؤ سے اسلئے وہ اپنے ملک کے چلا گیا اور بادشاہ الہ آباد میں انگریزوں کا ایک پتلا رہ گیا۔

## بادشاہ کا الہ آباد میں رہنا

اب خاندان تیمور کے بادشاہ پاس ملک میں صرف صوبہ الہ آباد تھا۔ اور آمدنی میں وہ روپیہ تھا جو انگریز اور مسکو دیتی تھے۔ دیار کی بہت کیفیت تھی کہ پراپرٹے سردار اس میں دین حاضر ہوتے تھے کسی شایید بادشاہ کے پہلے دن آئیں۔ بادشاہ بھی انکی خاطر بہت کرتا تھا۔ انگریز جرنیل کرنل بھی موجود رہتے تھے اور ملکی معاملات میں صلاح اور مشورہ دیتی تھے۔ بہت ہنوز مرزا نجف خان بادشاہ کا بڑا رفیق تھا۔ اور وہی دیار میں آفتاب تھا۔ شجاع الدولہ کی لڑائی میں اسنے سرکار انگریز کی ساتھ رفاقت کی تھی۔ اسلئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر انگریزوں کو دے جہاں آباد میں دی دی تھی۔ اسنے فوجداری کا خوب انتظام کیا تھا۔ منیر الدولہ کو خانمانی کی خدمت تھی۔ وہ ساری گہ کا دارلہام تھا۔ اور سب حقوق کا سرور اور ساری کو کر دین چاکرون کی عتوفی بحالی کا اسنے اختیار تھا۔ اور انگریزوں سے جو معاملہ ملکی میں سوال جواب ہوتا تھا وہ اسکی معرفت ہوتا تھا۔ اسنے سواباتی اسلئے ملازم تھے جسکے حکم سے



اور راجہ رام ناتھ اور بہادر خان محلی - وہ پادشاہ کی طبیعت بہت سست تھی اس سبب سے  
سربراہ و حصار الدیخان تھا وہ پادشاہی اس سبب بہت تقرب رکھتا تھا کہ نگہ بانی نوچتہ کو  
قصص سر و سکھایا پادشاہ کا دل خوش کیا کرتا تھا اور اس کام سے بہت نفع اور فائدہ اٹھاتا تھا  
وہی مختصر سلطنت تھا - شجاع الدولہ کا بیٹا فراسعادت علی جو اپنے باپ کا آخر کو قائم مقام ہوا اس نے وزیر

## نجیب الدولہ کی معاملات ملی من

سہم لکھنؤ میں کہ ۶۵ء میں نجیب الدولہ کو امیر الامار اور جواں نخت کونائب پادشاہ ملی من شجاع الدولہ  
تقرر کر گیا تھا نجیب الدولہ کی کوئی شخصیت ہر کام کے واسطے نہیں مقرر ہو سکتا تھا - شاہزادہ نوجوان  
ہوشیار نیک نخت ایسا ہی تھا جیسے کہ اسکے خاندان میں نوجوانی میں ہوا کرتے ہیں نجیب الدولہ  
ایسا عاقل ہوشیار و فہم تھا کہ کمتر ہوتے ہیں - امانت داری اور ایمانداری تو اس وقت میں اس پر ختم  
وہ اپنے پرلے آقاؤں نواب و فخران و سلا اور نواب زبیر شجاع الدولہ کی فرمانبرداری کھیلتا تھا  
ملہ راؤ ملکر سے بھی اس کا ساز باز چلا جاتا تھا یا دھوکا یہ ہر مہر پانی پت کی لڑائی ہی انہی ہم وطن  
کو جو کچھ کہہ پال گیا تھا غرض یہ جو افراد اس ٹی پیوٹی سلطنت کو بنہار ہا تھا و آبسی اس نے  
مرتبوں کے حاکمون کو نکال دیا تھا - اگر کہ قلعہ میں جانوں کا تصرف تھا پانی پت میں جو نہایت سرگرم  
ہو چکی تھی اس کے سبب آٹھ ہر ہر تک دیکھنا نہ ہوا جو ہندوستان کی طرف رخ کرتے - مگر ملہ راؤ  
اسے مستثنیٰ نہیں اب یہ نجیب الدولہ کی عیاری اور نظام دلی کے مددگر تھوڑی دور پر تیار ہوئے  
جانوں کا علن خل تھا - اور اس وقت اس سے کچھ لڑائی نہ تھی +

## نجیب الدولہ کی جانوں کی ساتھ لڑائی

جانوں کا اگر مفصل حال لکھا جائے تو ایک کتاب بن جائے - اسے ہمارا نکاحاں جہاں سکھوں کی عیاری  
دیکھ کر نیک و مان لکھینگے - مگر بالفعل تو راجہ سورج کل کا ذکر کرتے ہیں - یہ راجہ بڑا ہوشیار و دلاؤں تھا -

پہلوی کا سلیقہ نصف آرائی میں مہارت ملک ستانی میں کاروان پر درجہ کا تھا۔ وہ بہادر و کشتا،  
 پانی پت کی لڑائی میں ہوا تھا۔ اگر بہادر و زمین نکر اسٹش درجہ کو چوٹا راجہ گستا اور پوری وکی  
 امداد لیتا تو یقینی پانی پت کی لڑائی کی کچھ دیر ہی صورت ہو جاتی۔ اور سارے سندھ و ستان کی تاریخ کچھ  
 سے کچھ ہو جاتی جوت مرہٹوں سے جدا ہوا تو اسے اگر وہ جی میں ایک مرہٹہ سردار تھا حال یہ۔ اور  
 میوات میں اسے قبضہ کیا چاقو تلے نہایت مستحکم بنا۔ غازی الدین خان عماد الملک اسکے پاس نہ  
 لیکر آیا تھا مگر اسکو تو بخالیاب وٹن میں ایک در بدعاش فرانسسی شہر و گیا تھا۔ شہر جو فرانسسی  
 شہر تھا۔ اور اسکی شجاع الدولہ کو لڑایا تھا۔ اسکی نوکری چھوڑ کر سو حال میں ایک ملین سپورٹ  
 اور ایک سو چنانہ اور تین سو بیچے بچے بدعاش لیکر آیا جب اس نے اجمہ کو یہ امداد مل گئی تو اسنے  
 دلی کی سلطنت سے لسی ورنہ نہیں کرنی شروع کیں جسنے کا نام ہی نہ رہی سو قوت خیر الدین  
 اس عقلمندی اور دشمنندی سے کام کیا کہ کچھ دنوں سلطنت کو تھام لیا۔ اور جاٹوں کو ٹراہند  
 پہنچایا۔ اور سب مانوں کو خراب غفلت سے جھنجھو کر اڑھایا۔ اس لڑائی بلوچوں بڑی امداد و کتب  
 کی کی اور انہیں کی بہت جاٹوں پر فتح نصیب تھی۔

دلت سے بلوچ فرخ نگر میں رہتے تھے۔ ان میں سے کام گار خان عہد محمد شاہ میں لیا بخت بیل اور  
 صاحب قندار ہوا کہ وہ اکثر اوقات فوجداری کا کام کرتا۔ اور کبھی کبھی پانی پت اور حصار کی  
 حکومت ہی ہو سکے سپرد ہو جاتی۔ بہر اسکے ملازمین میں بہادر خان نے عروج پایا۔ اور وہ سپہ سالار  
 میں فوجدار ہوا۔ اسنے عماد الملک و خیر الدین لسی موقت سے ہم نوا کر ایک قلعہ بارہ کوس بر  
 دلی سے بنایا۔ اور اسکا نام بہادر گڑھ رکھا۔ جب مگار خان مگر گیا تو اسکی اولاد میں جبکہ ملا ہوا۔  
 تو سو جمل نے بلوچوں کو مار دیا۔ اور لڑائی اور خیر الدین نگر پر قبضہ کر لیا۔ اور خیر الدین لہ سے بہر دست  
 کی کہ بہادر گڑھ ہی اسکے حوالہ کیا جائے۔ بہادر خان نے خیر الدین لہ سے متعانت چاہی۔ اور لڑائی

مگر خلیفہ و کچھ نہ بولا۔ جسے رحل نے یہ دیکھا کہ میری حرکت اس سے بلوچوں کا ساتھ نہ دیا تو درخوا  
 اور سے فوجداری کی بھجیلہ دلوانے یعقوب علیخان کو کر شاہ ابدال کے وزیر کا بہائی تھا۔ اور شاہ جہا  
 کی بھی فلاح داری کر چکا تھا۔ سو رحل بن سجا۔ مگر نے چھینٹ کر تہاں ہی بطور تحفہ کے اور پانچ سو  
 اس کے سر پر لگا بہن کرئی شروع کین۔ اور چھینٹ کر تہاں ہی پیش کیے وہ سو رحل کی ہی پسند۔ ورنہ کو بلا کر  
 اور سے کہا کہ ہمارے لیے ایک چوڑا ہی اسکا تیکڑا لاؤ۔ اب اس جوڑی میں ایسا لگا کر وکیل سے کہہ  
 بات ہی نہیں کی جب تکیل نے۔ و سکو اس کام میں مصروف دیکھا تو وہ خضت ہوا۔ اور اسے کہا  
 کہ ٹھہر صاحب جلدی اور جہا سے کام کرنا نہیں چاہی۔ اب میں خضت ہوتا ہوں کل پہاڑوں کا  
 اور سپر سو رحل نے کہا کہ اگر آپ کل صلح کے لئے آئیں تو کہیں نہیں آئے گا غرض یعقوب علیخان نے  
 انکر بھجیلہ دلوانے سے یہ کہا۔ اسی ہی نفیرت الیٰ و سے کہا کہ اب اس کل فریاد شاہ الدجہا و کرو لگا  
 اور سے چاروں طرف مسلمانوں کو جمع کیا۔ کہ اتنے میں سو رحل سپاہ لیکر شاہدہ کے قریب پہنچا  
 آیا۔ ہمیشہ و کالائوں میں رہ رہ رہا کہ وہ فوج کا انتظام کرتا اور خود جو کہوں کے مقاموں تک جلد  
 رہتا۔ قاعدہ کے بلو فوج و سکو دلی کامی امر کرنا چاہتے تھا۔ مگر وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ  
 آیا جہاں پور شاہ کی پرانی سکا گاہ تھی۔ اپنے گنوار اپنے ہی و سکو بڑی شان سے جہا کے میں باؤ شاہ  
 سکا گاہ میں سکا کیسل یا سید محمد خان پچاس ہاروں کا رسالہ لئے جاتا تھا۔ ایک شخص نے بتلا  
 کہ خاں صاحب آپ کہہ جاتے ہیں دیکھئے سو رحل کیلئے لڑا ہے خاں خاں اور سپر بل پر و سکا گاہ  
 شکار مار کر بھجیلہ دلوانے بھجیلہ دلوانے کو دور و دور تک یقین نہ آیا کہ سو رحل مارا گیا۔ جب یعقوب علیخان  
 نے و سکا و ہاتھ چھانکے کہ میں نا سو رہا اور اسکی آستین کو دیکھا کہ وہ اسی چھینٹ کی تھی جو  
 اس نے دی تھی تو و سکو یقین ہوا۔ و سکا بیجاوہر سنگہ سکند آباد سی سپاہ لئے چلا آتا تھا۔ کہ  
 دفعہ مغلوں نے اوپر حملہ کیا۔ اور اس کے لشکر کے ساتھ ایک نیر و سو رحل کا سر بھی نچا۔

دیکھ کر وہ ایسے کہہ اُڑے کہ شکست کہا لڑنے مالک بہا کے جواہر ملنے بپ کی گدی پر بیٹھا  
 اور اس نے یہ بڑی غلطی کی کہ کبیلو کو ہیکل بلیراؤ کو اپنی امداد کے واسطے بلایا۔ اور وہ  
 کامیاب ہوا۔ شاہجہان آباد کا محاصرہ کر لیا۔ اور دس مہینے تک نجیب الدولہ کو ستایا کیا۔  
 مگر بلیراؤ ملکر ہمیشہ مسلمانوں کا فریق دل سے تھا۔ وہ جالون کو چھوڑ کر بہاگ گیا۔ اس سبب سے  
 صلح ہو گئی۔ اور حضرت انجیل اللہ کی جواہر سنگہ سے ملاقات ہوئی۔ بہا نے مالک چلے گئے  
 اب اس نے جالون کے ہمراہ دہ شہر و فرانسس پہنچا۔ یہاں ہی عجب موادی تھیں۔ وہ میر قاسم  
 عالی جاہ کا نوکر ہوا۔ اس کو ملک حراچی کہہ کر شجاع الدولہ کے حوالہ کیا۔ اور پھر شجاع الدولہ کا  
 نوکر ہوا۔ اس کو خراب کیا۔ پھر جواہر ملک کا نوکر ہوا۔ اور اس کو چھپا کر راجہ مادھو سنگہ جیسوڑ  
 سے لے گیا۔ اجیر کے قریب کہہ کتے مالاب پر چوتھوں سے شکست پائی۔ تو پھر وہ جا  
 جے پور کا نوکر ہو گیا۔ اب جواہر سنگہ پھر اور میں آیا۔ پھر یہاں سے بہت پور میں گیا۔ وہاں سے  
 اگرہ میں پہنچا۔ اور پھر دس دنوں میں لڑا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ پور راجہ نے قتل کر دیا۔ اسکے  
 بعد جالون کی ریاست میں بہت جگہ سے برائے ہوئے اور سوجھل کے دو بیٹے اور اسے گئی باقی  
 تہا بیٹا رنجیت سنگہ اجہ ہوا۔ اس کے عہد میں جالون کی ریاست کا بڑا عروج ہوا۔ جس ملک پر وہ  
 فرمانروائی کرتے تھے اس کے شمال مغرب میں الورا اور جنوب مغرب میں اگرہ تھا۔ اس کی آمدنی دو

کرور روپیہ کی تھی ساتھ ہزار فوج اور پاس تھی۔  
**شاہ ابدالی کا آنا اور سکھوں کو شکست دینا**

ہوٹ کہیں میں مرچا اپنے جہاز میں آپ پہنچے تھے انہوں نے ہندوستان پر بالکل فوج نہیں  
 اور ۶۶ء میں جو الہ آباد میں آئے شاہ سی محلے ہوئے اور کچھ ہی کچھ لحاظ نہیں کیا۔ مگر اس  
 ملک میں دگر مجایا جہان وہ جانتے تھے کہ بادشاہ انگریزوں کی اعانت سے قابض ہو گا۔

نجیب لدونہ کے گواہی پال طینتی اور حسن منتی سے شاہجہان آباد کا انتظام کیا اور کچھ خوش  
 راضی کیا مگر وہ دہلی کی سلطنت کو مستحکم نہ کر سکا۔ اور نہ وہ ملکہ و بارہ لے سکا جیسے بادشاہ چین  
 سے اپنی باپ دادا کے قلعہ میں لے کر تارا۔ ابی مشرق میں جاؤں گے اور سنہ اپنی دلیری اور جرات سے  
 یہ چہا چہا اپنی تہا کہ عرب سے سکھوں نے دہلی پر آفت لائیں اور وہ کیا مگر سوقت شاہ بدلی نے  
 یہہر و سکی مدد کی سکھوں نے اس بادشاہ کی ناک بے کمال دیا تھا۔ اور سارے ملک میں غدر مچا کر کہا تھا۔  
 ۱۶۷۱ء میں وہ لاہور میں آیا۔ سکھ بہاگ کر بہاڑوں میں چلے گئے۔ الا جاٹوں نے سرسند میں دھاکہ  
 قریب سپاہ جمع کی شاہ ابدالی تونہ کو سن و روز میں لڑ کر کے اوسپر حکم کیا۔ اور شکست دی۔ اوس پر  
 آدمیوں کو قتل کیا۔ اور پانی پت کو نواح میں بچا جس ہزار سپاہ لیکر آیا۔ لیکن نور الدین خان لاہور  
 میں اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔ بہرہوی ہندوستان میں آیا۔ شجاع الدولہ کو ایک طاقت  
 کا خط لکھ کر بھیج دیا کہ ہم نے تجھے کیا کہا تھا اور تونے بادشاہ کو ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر یہ بیوفا  
 کب و سکی روانگی کے بعد و سکی بات کو ماننا تھا۔

### مرہٹوں کا بہت پورا اور دو آہ کا لینا

اب مرہٹوں نے ۱۶۷۱ء میں تمام اپنی آپس کے جھگڑوں سے فرصت پائی۔ اور چنبلیاں راوتر سے اور  
 اور اس شہر کے آخر میں وہ جو پور پر گئے۔ اور یہاں ۱۶۷۹ء میں شہر پر میں پہنچے وہاں محلو  
 اور دہلی پر حملہ کا ارادہ کیا۔ ان کے سردار دو ایک دھوجی سینہ سپا چلے۔ وہ رانوج سینہ سپا  
 بیٹا تھا۔ وہ سیلون اور پٹھانوں کا جانی دشمن تھا۔ دو ٹکڑے کا جی ملکر تہا وہ ملہاؤ ملکر کاٹے اور  
 تھا۔ وہ اپنی قاتل طرح پٹھانوں کو دور کہتا تھا غرض ان دو سرداروں میں ہمیشہ اختلاف رہا  
 تھا۔ اسی سبب مرہٹوں کے معاملات سنہ ۱۶۷۹ء اور اس اختلاف کو دلی پر بری بری فوجیں  
 دہلی میں پہنچیں۔ ان کے ملکر کے ساتھ اتفاق کر کے حکم کرنا اور ان کے مصالحہ کر لی۔ اس میں جاٹوں کو

نقصان ہوا مگر رسیوں کے جو خجیب دہ کے کہنی سے صلح کی اسکے سبب و مدد و آبہ کو ضائع مرہٹوں کے  
حوالہ کرنے پڑی جو بادشاہی ضائع دہلی اور الہ آباد کے درمیان تھے تھوڑی دنوں کے بعد یہہ وزیر جنگ بہ  
ساتھ ہمیں کی عمر میں مر گیا کچھ ضرور زمین کہ ہم اس ایف خجیب یر کی خوبیوں کا زبان قلم سے  
دین خود اسکے کام و سکا اظہار کر رہے ہیں کہ چچاسو اردو کی ستر ستر کی گونے میدان جنگ میں  
دلاورانہ کام کر کے اپنی تین اس تہ پر پہنچایا۔ اور خوش خلاق اور نیک نیتی سے اپنی ان پڑہ ہوئے  
اور عالی خاندان نہونے کی عینہ کو ٹھایا۔ سلطنت کی کل جو بالکل بند پڑی تھی و سکونی جو انگری  
کے ہاتھوں چلا یا ضابطہ ظن اور سکا بیجا نشین ہو۔ اگر اس بیٹے میں ہی باب کی سہی ساقین میں  
اور شاہ عالم ہی عالی جو صلہ اور صاحب ہوتا تو سلطنت تیموریہ کے سو کہے کیت کو یوں ہر اڑتیا کہہ  
رہیوں کو پناہ فریق بنانا۔ سینہ سیا اور لہر کو آپہن اڑانا بڑا نا۔ انگریزوں کے ساتھ دوستی رکھنا۔

### ضابطہ خان کا دلی سے مرٹوں سے لکھنا

جب تھے دو آبرو اور کچھ حصوں پہلے۔ اور تمام رسیوں کنڈ میں فرخ آباد کے سوا پہلے۔ تو ضابطہ خان  
کوئی لڑیکا سامان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ تھے ایمن مرٹوں والی سلطنت پر ہی قابض ہو گئے  
قلعہ میں ہونہونے جو ان سخت کو بدستور قائم رکھا۔ اور خود اسکی طرف سے نظام کرنا شروع کیا۔  
ضابطہ خان کے مرٹوں کا قلعہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی دیاست سہارنپور اور مرٹوں کو چلا گیا۔

### یاد شاہ کا دلی میں آنا

شاہ عالم اپنے پست فطرتی اور کم عقلی سے ہمیشہ محکمہ ملی سے ملازم کاہر جاتا۔ آج کل کا مایہ اللہ  
اور انگریزوں کے کہنے میں چلتا تھا اب یہاں لڑا دین رستے سے لیا تنگ ہو گیا تھا۔  
کہ اس نے شہا جہاں آباد کا ارادہ کیا۔ مگر اسکا وہ محتاج تھا کہ کوئی اسکو دکھا گت پہنچائے اسکا کم  
و مسطہ مرٹے مقرر ہوئی۔ اور سیف الدین خان بغیرن کر مرٹوں کے سردار دن پاس دن کن گئی۔ اور

۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲

## مرزا نجف خان کا حملہ ضابطہ خان پر

ابھی جمعہ فری لکھا ہی کہ ضابطہ خان کو ایک سگدڑ گیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ بونی محال یعنی ضلع سہارن  
اور مظفر نگر کو چلا گیا تھا۔ اس کے پاس تین بڑے مضبوط قلعے تھے۔ وہ پہلے گڑھ دستار والی گڑھ کے پاس  
طرف تہی بہہ اس کے پاس گئے تھے۔ یہ قلعہ جو گڑھ مظفر نگر کے قریب ہے خود بنایا تھا جس کی عمارتیں  
اجنگل و سگستان بنائی ہیں۔ ان قلعہ پر اہل دشمنی لشکر نے حملہ کر دیا اور وہ کیا۔ اس نے اہل  
کا محاصرہ کیا۔ اور دستار والی بہوتی رہی۔ اور ضابطہ خان صاحب کو تنگ ہوا تو اس نے اپنی بھائی  
لکھنؤ کے جہان جہان گنگا پات گئی۔ اور ان مقام کی حفاظت کرو۔ اگر دشمن گنگا پارا توڑیں گے تو نہ  
مجھے چھوڑے۔ یہ تھیں۔ اس لکھنؤ کے مخالفوں کے معاصر کا نظم کیا۔ اس نظام سے مرثون اور  
نجف خان کو یہی معلوم ہوا کہ گنگا پات۔ اس لئے وہ چند معاصر کے ساتھ گزرا جسے افغانوں نے دیکھا کہ  
اور تڑکھلا اور ہوا۔ ضابطہ خان کے مقابلہ اس کا اچھی طرح کیا۔ مگر شکست کہ شجاع الدولہ کو پہنچ گیا  
کہ بارہا اہل خیال اور خزانہ اس کا دشمنوں کا تہہ لگانا۔ اہل خیال میں غلام قادر خان اور کابڑیا  
ہی تھا۔ وہ ایسا جبرست تھا کہ جب پادشاہ پاس بھیجا گیا تو اس نے محل کی سیگم بنایا۔ شاید ہی کا  
حوض خروا سس گیا۔

## مرزا نجف خان کا حال

اگرچہ یہ پہلی مرثون کی ضابطہ خان کے ساتھ تھی مگر اس میں مرزا نجف خان بڑا نام پایا۔ واقعہ فاطمہ  
کے لائق ہی تھا۔ اصل میں وہ امیران کا شاندار تہہ تھا۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھا۔ اور  
اس کی بہن شہف الدولہ کو بہائی اغوا الدولہ کو بیاہی گئی تھی۔ اس نے لیاقت اور شجاعت اپنے اعلیٰ  
خاندان میں اور ہندوستان کے امیرین برتر ہو کر دکھایا۔ اول اپنے بیٹے کے بیٹے محمد علی خان  
الہ آباد میں رہتا تھا جسے شجاع الدولہ کے دفاع سے اپنی بیٹی کو مار ڈالا تو وہ پھر شاہ عالم کی رفاقت میں شہر



اوسکے ساتھ جو رفاقت اور ریاقت کو کام کئے اونہیں اگر چہ لینا۔

## رہیلون اور شجاع الدولہ کی صلح

بادشاہ فیض شاہ کو برسات تو دہلی میں بسکری سرحد کے ارد گرد ڈھپڑے رہیں رہیلون نے شجاع الدولہ کے ساتھ ہر اتفاق کر کے اہل سام کو متفق کرنا چاہا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسپین صلحی امر لکھا گیا۔ اوس سربراہ کو صاحب نیل شہر تک تہ اور اونہیں کی صلح اور شہر سے یہ صلح ہوئی کہ حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کے ساتھ اوس معاملوں میں اطاعت کرے جو ضابطہ خان کی معاونت سے متعین ہوں اور جالیں لاکھ روپیہ چاق و خنجر میں اس کام کے واسطی ادا کرے کہ سرحدیں ریل گنہدنی خراج میں غرض یہ صلح جو مرہٹوں کو حق میں رہے ہوئی اور جالیں لاکھ روپیہ کو لکھی گئی۔ پھر ان افغانوں میں اسپین ایسی تلوار چلی کہ بہائی بہائی کے خون کا پیا۔ ساتھ ساتھ باپ کے لئے تلوار سو تیر تلتا۔ باپ بھی کوچ کر نیلے لٹو ہوئے تہا تہا شجاع الدولہ کی ایک سختی ضابطہ خان نے مرہٹوں سے ساریں پیلکی مرہٹوں سے اوسے وعدہ کیا کہ بادشاہ سی سیکھو متھا کر ادنی جانینگے۔ اور باپ کا عہدہ امیر الامرائی کا دلا دینگے۔

## دلی کی قریبانی اور ضابطہ خان کا امیر الامرا ہونا

مرہٹوں نے نجات سفاک کو اکسا یا کہ وہ اپنی کسی بہائی سے ریاست بلگتھ کی چپکے جب سکی اور وہ اپنی رئیس بلگتھ کو نہوئی تو اوسے بادشاہ سے ستعات چاہی۔ شاہ نے اکی آخر میں مرہٹوں سے ضابطہ خان کے ایک بلج سرور کے ماتحت بھیجا۔ مرہٹوں نے اپنا لشکر بہت کم کر کے بلج سرور کے ماتحت بھیجا۔ اوسے بہر پور کے لشکر کے ساتھ ملکہ بادشاہی لشکر کو دلی کی طرف لے گیا۔ سینہ سپانی اسٹی کی کو اسلئے بنیں پسند کیا کہ وہیں ضابطہ خان پر چھین تھا۔ اوسکو رہیلون سے نفرت تھی اسلئے وہ توجہ پور تو نہ لایا گیا۔ ٹوکا بھی ملکہ اور مرہٹے آگے دلی کی طرف بڑے بدر پور چھٹا خان نے اوسکا مقابلہ کیا۔ اگرچہ سپاہ چھی تھی اور اوسکی سپاہ

مشریٹوں کو تھا مگر تعداد اس کی قلیل تھی۔ مرنٹون کے لشکر کے سامنے نہ ٹہر سکے۔ اور بہت با  
 سو کر مہالوں کے مقبرہ کو پاس آئی چار روز یہاں ہی لڑائی کا ہنگامہ برپا رہا۔ اور مرزا کا بھانجا مرزا  
 لطیفی مین مار لگیا۔ مرزا ہی پست پودیاں لگنے کی راہ میں شہر میں داخل ہوا۔ دشمن ہی اس کے چھ  
 آسے قلعہ کی حفاظت مرنے اچھی طرح کی مگر حسام الدوامر مرنٹون کے لشکر میں پیغام صلح لیکر چلا گیا  
 اس وقت پادشاہ کی ضعیفی اور لالچی سے مرزا کی ساری بہادری خاک میں مل گئی مرنٹون کو  
 اس وقت دھن جانیکی ضرورت تھی اسلئے پادشاہ ہی فقط یہ شرط ٹھگنیں کہ ضابطہ خان امیر لار  
 - اور وہ اضلاع دو آب جو پادشاہ پاس انگریزوں کی حمایت کے سبب تھے وہ ان کو دے جائیں۔ یہ شرط  
 منظور ہو گئیں۔ اب مرنٹون سکریٹل کی ادائیگی کی خواہ کا دعویٰ مرنے سے شروع کیا۔ اور اس کے دربار  
 میں نہ سیکر حکم پادشاہ سے لایا۔ یہ کہہ کر کہ مرنٹون پادشاہ کے پیسے گیارہ مہینہ بعد کا ہے۔ اب اس

## ۳۷۱ کی سنو مرنٹون اور مرزا نجف خان کا ملاپ

اس وقت مرزا نجف خان کے ساتھ تھوڑے

ادھی مرنے لڑنے والے جو غور تھے۔ سہارن پور اور سنے پڑی متبعا فرسٹیا خان کو ہی بلایا۔ اور انہما  
 کی طرف سہیل خان کابل کی مستحکم جہلی میں ہو بیٹھا۔ مرنٹون کسی طرح نہ دبا۔ بڑبڑاتا رہا  
 - اور اسے کہہ دیا کہ میں تمہاری خواہ نہیں سے سکتا۔ ایک دن نجف خان ہٹیا لگا اور سیر کر پھریں اسے  
 لشکر کو لیکر مرنٹون سے دیکھو نکلا۔ اور جب ان کے لشکر کے قریب پہنچا تو گوجی نے مرزا کا استقبال کیا۔  
 اور بڑی خاطر داری اور عزت سے اپنے خیمہ میں لگ گیا۔

## رسلیوں سے لڑائیاں

اب مرزا نجف خان اتحاد پیدا کر کے مرنٹون کے رسلیوں پر حملہ کر سکا ارادہ کیا۔ اور رام گہاٹ سے وہ سیکھنے  
 میں آن پڑے۔ پادشاہ نے جو جہاز اپنے دربار میں چھوڑے تھے اور ان کا انتظام کر سکتا تھا

وہ انگریزوں نے بحال اسلحہ و سپہ کوشجاع الدولہ کو ہاتھ پیرا کر لیا۔ اب انگریزی سپاہ شجاع الدولہ کے ساتھ  
مرہٹوں کے ساتھ لڑنے کے لیے ہلکے ہتھیاروں سے مستعد ہوئی۔ حافظ رحمت خان کو چالیدیل کہہ دیا کہ وہ سپہ کی ضرورت  
چری۔ اوسنے مرہٹوں کی دوستی کر لی۔ جب شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج اسکو نظر پڑی تو وہ  
پھر مرہٹوں کو چھوڑ کر ان ملا۔ مرہٹے اسلحہ ٹاواہ کو چلے گئے۔ پٹلیو کے مرہٹے سب سے اونکو ضرورت  
مین جانیکی تھی وہ وہاں چلی گئی۔

### مرزا نجف خان کا دلی میں بحال ہونا

مرزا نجف خان شجاع الدولہ کا رشتہ مند تھا۔ اوسنے اس چلا آیا۔ نواب زبیر شجاع الدولہ نے اسکو اپنا  
نائب مقرر کر کے پادشاہ پاس بھیجا اور انگریزوں کے اسکے بہت سفارش بادشاہ سے کی کہیونکہ وہ  
ایک ایسا سردار تھا جو انگریزوں کے دشمنوں کا یعنی مرہٹوں اور سیلیوں دونوں کا دشمن تھا۔ اسلئے  
بھی اوسکا پادشاہ پاس بھیجا چاہتے تھے غرض ان سفارشوں کے زور اور کچھ دلی سپاہ اور جو غرض  
بل سے وہ اپنی عہدہ پر بحال ہوا۔ ضابطہ خان جاٹون پاس چلا گیا۔ حسان الدولہ قید ہوا۔ اور سارا  
روپیہ جو ناجائز طور سے کہا گیا وہ پندرہ لاکھ چیمہ قریب گلوایا گیا۔ اسے شاہ عالم کا نظام سمجھتے  
چاہتے تھے ایک کچھ دوسرے کو کرتے۔ پندرہ لاکھ کہا گیا۔ اوسکی جگہ عبدالاحد خان دارالمہام  
مقرر ہوا۔ منظور علیخان ناصر ہوا۔ عبدالاحد خان کشمیری کا حال پہلے لکھ چکے ہیں منظور علیخان  
بھی سنگدل غا باز تک حرم تھا۔

### مرزا نجف خان کی جاٹون سی لڑائیاں

مرزا کا مرتبہ ارادہ جاٹون سے لڑنا تھا۔ مگر وہ ایک عہد میں ہلکے ہتھیاروں کی مہمات میں ضرور رہا۔  
اوسنے اکبر آباد کا قلعہ جاٹون سے لیکر محمدیگ محمد کے سپرد کر دیا۔ جاٹون کے راجہ نجف سنگ کو اسکا  
بڑا داغ تھا۔ اوسنے دارالسلطنت پر حملہ کر دیا۔ ارادہ کیلے اور دوسرے سپہ سالار لیکر سکندر آباد میں پہنچا۔

دلی میں اس وقت سپاہ پانچہزار سوار اور دو ہفتین سپاہیوں کی تھیں وہ ان جاٹوں کے نکال دینے کے  
 واسطے کافی ہوئے۔ سیکر پر سخت سنگہ شمر کو ساتھ لیکر آیا۔ اس وقت مرزا سیکر پہنچے۔ اگیا تھا۔  
 سیکر کے اگر رسا کے بعد اسے لڑنے کے لئے روانہ ہوا ایک سردار یہاں سے بھیخفت قلی خان دس ہزار  
 لیکر گیا تھا۔ یہ سردار بڑا عمدہ سپاہی تھا۔ اور وہ بڑا وفادار اور خیر خواہ اپنے قاتل ہواہ ذات کا  
 راٹھور جو ت بیکار بنے والا تھا پہلی محمد قلی خان کے باپ کے پاس تھا تھا۔ مرزا کے کہنے سے مسلمان  
 ہو گیا تھا۔ اس نے مانہ میں سیف الدین خطاب کیا تھا اور جو میل کبہ روپیہ کی ملکیت صورت تھا۔  
 جب اس بڑی لڑائی کے لئے روانہ ہوا تو عبدالاحد خان مجد الدولہ کی بن آئی۔ جہانگیری محسب شاہ  
 کے کان مرزا کی طرف سے بہر اور بہت منصب اور سکے بکار کے سوچی اور یقینی وہ بڑا فساد کھڑا کرتا  
 مگر اس وقت صف الدین اور پیر اپنے باپ کی جگہ ہوا تھا۔ اس کا کوئی اطلاع خان پانچہزار سپاہ  
 بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے حاضر تھا۔ اس لشکر نے عبدالاحد خان کی بدذاتیوں سے دلی کو چھوڑا  
 اب جاٹ ہڈوں میں تھے۔ یہاں تک کہ مرزا نے نکال دیا۔ تو وہ کوٹ بن میں چلے گئے۔ یہاں دو ہفتے  
 چھیر چھاڑ لڑائی کی رہی۔ یہ وہ ڈیگ بن چلے گئے۔ اب مرزا نے یہ دیکھ کر جاٹوں کے حملے سے خوف  
 ہوئے۔ وہ ان کے لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر برسانہ میں چلا گیا۔ یہاں بڑی لڑائی ہوئی۔ باؤنٹا  
 فوج کا ہر اول خجفت قلی خان تھا۔ سپاہ میں مرزا خود تھا تھا۔ اس کے بازوؤں میں ہفتین سپاہی  
 کی تھیں۔ جتنے دشمنوں نے نکال میں انگریزی قواعد سیکھی تھی۔ ایش سپاہ پر غلوں کے سوار تھے۔  
 دشمنوں کی سپاہ میں پانچہزار سپاہی قواعد کے دشمنوں کا تھا۔ ان کے ساتھ تھا۔ اس نے حکم کیا اور اپنی توپ  
 بندوں کی آتش باری شروع کی۔ اس کا جواب دوسری طرف سے ہی توپوں سے دیا گیا۔ مگر اسمین مرزا  
 کی سپاہ کے عمدہ فسرارے گئے۔ اور خود اس کے بازوؤں میں زخم یا جس کو اس نے ایک نئے سے پیشہ  
 باندھا۔ پھر اس نے تلک کا نعرہ مار کر اپنے غل سواروں کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور خجفت قلی خان ہار دلی

پلٹنوں سے جاٹوں پر لڑنے شروع کی۔ پلٹنوں سے اسکا سخت مقابلہ کیا۔ مگر تھوری دیر بعد وہ پست  
 ہوا اور پہنچ پہنچ ونگ کی طرف چلا گیا۔ فتح پانچواں گئے ہاتھ بہت مضبوط تھے آئی۔ اور انہوں نے جاگر  
 قلعہ ڈیگ محاصرہ کیا۔ برسوں کے بعد محاصرہ میں وہ پلٹنوں میں ہاتھ آیا۔ چھ ماہ کے بعد وہ پست  
 کے ملا۔ جاٹ ہاتھوں پر پلٹا ہوا اسکا ایک کیمپ کرنا شروع کیا۔ جب مرزا اپنے فتوحات عظیم حاصل  
 ملک انتظام کر رہا تھا تو اسکو دربار شاہی میں بہتر خزانہ کے بعد الاحد خان مجددیوں کی شرکت سے  
 نے بہت سکھوں کی فوج بہتر کر لی ہے۔ اور اسکا ارادہ شاہجہان آباد میں آ کر رہنا ہے۔ یہ جو مرزا  
 دہلی میں فوراً چلا آیا۔ پہلے لوگوں نے اسکی بڑی تعظیم کی۔ برسات کی لڑائی میں شہر وہی اس کے ساتھ  
 تھا۔ اسکا یہ قلعہ تھا کہ جس کسی کو نہ بردست اور چلتا ہوا دیکھتا اس کے ساتھ اپنی پلٹنوں سمیت  
 اب مرزا کی سب سے مودہ سلطنت میں دم آ جاتا تھا۔ اس طرف ہندوستان میں سوار انگریزوں کی جنگاں  
 کوئی صاحب قدر اور شہر مرزا سے زیادہ نہ تھا۔ جاٹوں پاس صرف تین قلعے رہ گئے تھے۔ اگر وہ میں جو  
 صوبہ مقرر کیا تھا اور پاس ریاضی اور غلوں کے سوار دیر گید پیا روں کے تھے جسکا فستق اور گند  
 تھے۔ مرزا کو دلی یوق ہندوستان میں نجف قلا اور محمد گریٹ ان تھے مرزا شفیق ہی ایک تہ کا  
 امیر اسکا بڑا رفیق تھا۔ بادشاہ ہر وقت قلعہ حلی میں عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ نجف خاں کے  
 اقتدار پر کسی کو حسد نہ تھا تو عبدالاحد خان کشمیری اور اور نام و میرن کو تھا۔ قلعہ کا نام و میرن  
 نہیں ہو سکتی۔ یہیلوں کی ریاستیں برباد ہو گئی تھیں۔ اسلئے مرزا کے درمیلوں کا ہی جگہ  
 جگہ رہتا تھا۔ مگر عبدالاحد خان نے نجفی مخفی ضابطہ خان کو بہکار لایا۔ مرزا نے ہی اسکی  
 گوشمالی دی۔ چائی۔ اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ ضابطہ خان کو کچھ ہر شہنشاہ اور جاٹوں کی عانت  
 امید رہی نہ تھی اسلئے اسکی فوج اس کے سکھوں میں بکڑا۔ ان دنوں میں شہر کا اندر پٹیا اور خند  
 سکھوں کا بڑا زور شور ہو رہا تھا۔ ضابطہ خان سکھوں کی ایسا مل جل گیا اور اسکی سکھوں کا شہر ہو گیا

یہ سہارے سکھوں نے غوث گدہ کو قلعہ میں جمع کئے۔ نجف خان امیر لالہ بہادر نے جا کر خود قلعہ کا محاصرہ کیا۔  
 پہلے انوں نے بھی موجزن باندھے غرض ایک مہینہ تک بڑی بڑی لڑائیاں ہئیں۔ ایک دفعہ ضابطہ خان  
 خود پیغام صلح لیکر واپس آیا۔ مگر صلح اپنی مرضی کی موافق نہیں دیکھی اسلئے اوٹا چلا گیا۔ یہ  
 سکھوں اور سہیلوں کے ساتھ لیکر سخت لڑائی لڑا۔ ابدالی اور مرہٹوں کی لڑائی جو پانی پت میں  
 ہوئی تھی اس کے بعد یہ سخت لڑائی ہوئی۔ ستر دن جنگ کا کارزار گرم رہا۔ دونوں طرف کے  
 مردوں نے مردانگی اور مردی دکھائی۔ جب شام ہوئی تو سکھ اپنے گہر و نکو چلے گئے۔ ضابطہ خان  
 اپنے قلعہ غوث گدہ میں چلا آیا۔ دوسرے روز صلح کا امیدوار اور عفو و نصرت کا خواستگار ہوا۔  
 مرزا نے فصوص رحمان کر کے تھوڑے دنوں وہ اوکلی خدمت میں رہا۔ اور شہرہ مندی انوں نے پسین  
 ہو گئی کہ ضابطہ خان کی بہن خود امیر لالہ سے اور اوکلی بیٹی نجف قلی خان سے بیاسی گئیں۔ اور  
 اس واسطے کہ سہارنپور کی فوج داری بہادر سکول گئی۔ بعد میں ائی کے ہندوستان میں ماہن گیا  
 امیر لالہ دوبارہ آکر وہاں گیا۔ اور ملک کا انتظام شروع کیا۔ انگریزوں نے بھی اس سے عہد و پیمان کرچا  
 ۔ مگر اس نے شہر کے حوالہ کر دیا۔ انہار کیا۔ اسلئے اسے عہد و پیمان نہ ہو۔ اس وقت اس نے اپنے جہاں و  
 بادشاہ کا وزیر موصوبہ تھا۔ سر سہیل ملا احمد دلو فوجدار مقرر ہوا۔ نجف قلی خان پہلی دس ملک کا  
 صوبہ تھا جو سر سہیل کی سرحد اچوتان تک پہنچتا تھا۔ شہر کو وہ ملک یا گیا جو ضابطہ خان کے ملک کے  
 پاس تھا۔ اسلئے اس کا صدر مقام سر سہیل مقرر ہوا۔ یہ ملک چھ لاکھ دسہ کی آمدنی کا اور سکول  
 کی تنخواہ میں دیا گیا۔ اس معاش کو بی بی بدکار یوں کا پورا انعام کیا۔ اور وہ اس کی آمدنی  
 ہو گئی جو اس کے ملک اچھا چھامیر دن کے تھی۔

عبدالاحد خان کی سانشین اور اسکی سکھوں کے لڑائی

اب مرزا نجف خان کو بہر دلی میں لڑائیاں لڑنے کے لئے آنا پڑا۔ سکھوں کے سر سہیل فوجدار احمد دلو

۸۷۰ء میں شکست دیکر ارڈالا جیج خیر بادشاہ پاس آئی تو عبد الاحد خان بہرہ مجاہد کریم بن کھنڈو  
 شکست دیکر اور پیراؤ نکول کر مرزا نجف خان کا ہم پلہ جو جان کا اس مہم کا ٹیڑا وٹھایا اور مرزا  
 جوان بخت و معبود یافزار و خندہ بخت کو یامیر اکبر کو ان جیونگ کسی شانہ لوہہ کو ساتھ لیکر خیمہ بکھر کر  
 اور صلاح و غلاموں کے ارد حکم نوکر کہنے کے لئے کی چونکہ اس میں شانہ لوہہ کا بھی حکم تھا۔ اسلئے  
 اس کے ساتھ لشکر کا جو جم ہو گیا۔ اور پیرا سپاہی و افسر ہی جمع ہو کر ایسے مانہ میں ٹوٹ کر کہان  
 ملتی تھی۔ اور مرزا نجف خان لشکر کا بھی ایک حصہ اس کے ہمراہ گیا غرض جب عبد الاحد خان پاس  
 میں نہراؤ دیو بخا لشکر ہو گیا۔ اور ایک چخانہ ساتھ تھا۔ کرنال میں کہوں کے قریب پہنچا اور اس کے  
 پہلے صلح چاہی اور کہہ ہو گئے کہ اگر تم میں لاکھ ہو یہ بالغ فعل و۔ اور آئندہ سالانہ خرچ دیے کا وعدہ  
 غرض کہ ہو گئے لشکر کو اپنے ساتھ بلا کر وہ شمال کی طرف چلا۔ مگر امیر سنگ جات پٹیلہ میں اس  
 روکا عبد الاحد خان پہر صلح کا پیغام دیا۔ اسکیا تودہ اس پر غلام سے اس کشمیری کی جرات اور ہمت  
 سمجھ گیا۔ یہ کہ کشمیریوں کے تو ان فعل کو مقرب سمجھتا تھا کیونکہ اس کے وفادار ملک میں بنی کشمیری ہوا  
 مشہور ہیں۔ (نومنی) دھامین بہرہ ملک و فاد اور اوس میں کشمیری بنو فاد میں گھر خستہ تھا  
 میں نے اپنا جانچا نہیں جب کہ کشمیری سچ نہ جلا تو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں سکھوں کا لشکر جو بادشاہ  
 لشکر سے ملا تھا وہ بھاگ گیا۔ امیر سنگ کے پاس لاہور سے ایک ورثہ لگا گیا۔ غرض بادشاہ  
 کے لشکر کا سردار عبد الاحد خان نامد تھا شانہ لوہہ نا تجربہ کار تھا خفیف سی لڑائی ہوئی تھی کہ  
 عبد الاحد خان تو ایسا بہاگرا پھیرے پیر بھی نہیں لکھا۔ بچا کہ لشکر کی مار اور تباہ ہو کر غرض ان دنوں  
 لشکر پر بڑی آفت آئی بہت میں مار کر گئے بہت افسوس کہ اس کی موسم ہر سال کا ہے۔ اب یہ فتح  
 پاکر پنجابیوں کا یہ ہر حوصلہ ہوا کہ دو آہ میں لوٹ مار کرنے لگی۔ اور عبد الاحد خان درخت میں  
 کوئی پہل نہیں لگا۔ ساری کلیان بھر گئیں۔

## منجھ خان کا دلی آنا اور سکھوں کا شکست دینا

۱۷۹۰ء میں منجھ خان اگر وہ میں یا کچھ لڑائیوں اور جوتوں سے ہوتی رہیں۔ جنہوں نے عبدالاحد خان کے بہکانیے سے کشتی خستہ کی تھی۔ اسے پادشاہ اور سکھوں کا کد کر کے بلایا۔ وہ وہاں سے آیا جب ہجما آباد کے قریب عبدالاحد خان اور شاہزادہ سے ملا تو اسے فوراً اس شہر کی کوہ پڑ گیا۔ اس کی فوج گلیہ میں قید کر دیا اور دلی میں جا کر اس کا سارا گھبراہٹ کر دیا۔ بیس لاکھ روپیہ سرمایہ کل نکلا۔ وہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا یہی اس مرزا ہی کی بلاندری تھی کہ اس کے سپاہیوں میں سے سوا چھ کتا بوائے دلوں کے صندوق کے کچھ پتہ پان میں نہیں رکھا۔ عبدالاحد خان کی حرکات عجیب غریب تھیں۔ اس کو کہا گیا اور دیوالوں کا بڑا شوق تھا۔ ہمیشہ شہر کے چالوں کا ہاتھ تھا۔ اور چالوں کو منہ پر کر کے تباہ تیا تھا کہ وہ شہر میں پانچ روزہ اس کے کو تو کام کر کے مرزا شفیق کی ماتحت لشکر سکھوں کی تہذیبیوں سے دیکھا گیا میرٹھ کے قریب ایک لڑائی ہوئی پھلوں کی بہادری اور تو اس کے سامنے سکھوں کی کچھ نہ چلی۔ اس کا سردار لڑ گیا۔ پانچ ہزار سکھ قتل ہوئے اس ملک سے بالکل نکل گئے۔

## شہر و کامرنا اور اس کی سکیم کو ریاست کا ملنا

۱۷۹۱ء میں شہر و کامرنا اور اس کی سکیم کو ریاست کا ملنا۔ اس کی قبر پر پرتگیزی میں ہی تاج لکھی ہے۔ یہ بڑا عجیب ہے۔ وفایے ایمان تھا جو لشکر و سکا تھا اس کی مزار اور اس کی سکیم ہو۔ یہ بھلا ایک عرب کی بیٹی کی بیٹی تھی۔ وہ کوٹا میں رہتی تھی ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوئی تھی جیل پر گیا تو سوتیل بانی کے ہاتھ عاجز ہو کر وہ اور اس کی بہن ۱۷۹۳ء میں جاکر کچھ دنوں اس کی شہر و سی شنائی رہی۔ پھر سی شادی ہو گئی۔ شہر و بیٹا ایک مسلمان شہر کے بیٹے تھا۔ مگر مرزا منجھ خان کی سکیم ہی کو لائق سمجھ کر ریاست عنایت کی۔ ۱۷۹۴ء میں اس کی کم نے معلوم نہیں کس سبب عیسائی مذہب اختیار کر لیا جو اس کا عیسائی نام رکھا گیا۔



## مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیع و لور سیا جان کا اسپرینا

۲۶ اپریل ۱۲۸۷ کو مرزا نجف بھی انتقال کیا۔ بیا لیس برس وہ ہندستان میں آیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بہان آیا تھا۔ ساتھ ہی کے قریب سکی عمر تھی۔ اکی طرف سید تھا۔ باپ کی طرف صفوی تھا۔ جہا بن سکا اور سنہ پندرہ بیسویں اور ایماندار کی سلطنت کے جاکر نین کی کوشش کی جو دو سکا نتیجہ ہو وہ تم نے پڑھ ہی لیا ہے۔ اب سکا جہ و منصب کے دو دعویٰ تھے کہ ایک فراسیا خان جسکو لوہے اور او سکی بہن بیٹے کی طرح بلا پڑھا تھا۔ دو لور مرزا شفیع اور سکا قریب رشتہ دار تھا۔ او سکی باپ سے بہت سال دو نو سب سے اور سکا دعویٰ قوی معلوم ہوتا تھا۔ لور مرزا نجف خان کی بہن کی سٹل آخر امیر الامرائی کا خلعت اور فراسیا خان کو پادشاہ بھی سلطنت مرزا نجف خان کے دلایا۔ لور او سکی سہا ہی ناکت چر نجفی مرزا شفیع کو بھی بھیجا گیا کہ جلدی لور۔ اب فراسیا خان نے اولیٰ مہیہ کیا کہ انواب عبدالاحد خان کو قید خانہ سی رہا کرایا۔ پہرہ پادشاہ منہ پڑا۔ اب نے شفیع دہلی میں لیا۔ اور نجف خان کو لگہر میں دلا۔ او سکی بہن نے اپنی بیٹی کی شادی کر لیا۔ وعدہ او کیا غرض کچھ معاملہ ایسا ہو لور فراسیا خان سے عقار دیکر باہر چلا گیا۔ اور نہ ہوا لور کا فیصلہ عبدالاحد خان اور نجف خان کو سوچ گیا۔ مرزا شفیع ان دو نو کے لئے کہہ دیا کہ گرد پھر۔ اور عبدالاحد خان کو شک کیا۔ اور نجف خان کو اپنی خالہ کے کہہ میں لگہر لپنی آگاہوں کے سامنے کیا۔ شانہ زارہ جوان نجف پادشاہ کا حکم آیا کہ مرزا سیہید و پیمان کر لو غرض ۱۵ امیر الامرا مقرر ہو گیا۔ اس میں بھی تنہا تھی لور لور سکا تو یہاں سے غائب تھا ایک طرف لور جو شہر کی بگم کے لشکر کو فرستادہ دوسرا لطیف خان جنوب ذریعہ کا نائب لشکر ساتھ لور میں پادشاہ کی خدمت گزار کی لئے رہا تھا۔ دو اب او سکی حمایت کے لئے کہہ ہو چند زمین مرزا شفیع کے پاس لشکر بھاگ گیا۔ پادشاہ خود لشکر لیکر جامع مسجد گیا کہ مرزا شفیع کو سی ضلع تہا میں بھاگ گیا۔ پہرہ عبدالاحد خان قید خانہ سی رہا۔

جسوقت بہارے سالک سلطنت گردنیکہ دل میں ہو رہے تھے مٹی ہی چیل کی طرح تاک لگا کر بیٹھے تھے  
 جب انگریزوں کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اس وقت کہ کہیں شہر بازی نہ لیجائیں بادشاہ  
 کے پاس نئی دوسری چوکیا لکھوے پہلے ہی کہ یہ لہجی اس سلطنت میں بیہوش و مان اور ہی لگا لکھا ہوا  
 شفیع مرزا محمد بیگ سیکانی کو جو گارہ میں حبس تھا ساتھ لکھوایا۔ اور اسے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا  
 یہ بھی کہ ساری نے متوسل لطف خان اور شہر پولی کو مار پولی صلح کی تمام شرط طے کرنے کا احتیاط  
 دیکر یہ چوبہ یہ ہفت ہفت منظور ہوئی۔ اور یہ ہفتوں گئے۔ ہر چند فرزا جون بخت سوار تارہا کہ کچھ دن  
 کیا کرتے ہو۔ ان سرکشوں پر لشکر کشی کرنی چاہئے۔ مگر شہر کے عقل کے کان بہر ہو گئے تھے۔ یہ ہفتوں  
 لہجی بن کر وہاں آدھ دن مارے گئے۔ یہ محمد بیگ مرزا شفیع میں السیمین جگہ پر شروع ہوا۔ اب وقت  
 بادشاہ ہی بطریق تہا مگر فرزا جون بخت اور سیا خان کو بالاکو اسکوبی راضی کر دیا۔ اور فرزا  
 شفیع کو امیر الامرا کا خطاب دلایا۔ اور عبدالاحض خان کو عہد الامہام مقرر کیا۔ اس وقت شاہ عالم پر غم  
 اٹھ گیا کہ چاہائی ہوئی تھی۔ کچھ نہ سہتا تھا لکھوایا کہ اسے اس کے ساری نکالنے کو دل میں چلنا  
 اور پریشان تھی کہ دیکھتا تھا کہ شاہ عالم کو اس بنڈی رضا میں انگریزوں کے سوار کوئی دستگیر  
 نظر نہ آتا تھا۔ اب خیر خواہ اس کی کہتے تھے کہ سہا خان مصیبت کو خود لایا انگریز۔ اب ستمبر ۱۸۳۷ء کو  
 مرزا شفیع جو گارہ سے آیا تو اسکو قلعہ اندر جانے کی مانعت ہوئی۔ شاید فرزا سہا خان کو پہر تنہا  
 امیر الامرا کی چوٹی ہو گیا۔ اسے یہ خبر کی ہوگی۔ اس وقت بہر مرزا محمد بیگ بسوس کے طور پر رہا  
 پاس صلح کے کسی سہجاسقات کی کھلی میلن میں ٹہری۔ جب دن ہاتھیوں پر سوار ہوئے  
 تو مرزا نے بعل گیر ہوئے لکھوایا کہ یہ ہٹائے کہ محمد بیگ نے پتھرا جیہر طاہر مروت کا ہم افروخت کیا۔  
 بعض کہتے ہیں کہ اس کے پہنچے سہجیل گئے جو گارے ہاتھی پر بیٹھا تھا یہ کہہ کیا۔ کو یہ کام فرزا سہا  
 کی تحریک میں ہوا۔ اور وہ اب امیر الامرا ہو گیا۔ مگر فرزا جون بخت کا دل لی سے نیر ہو گیا۔ انگریزوں

جانیگا ارادہ کیا۔ جب سے سنہ ۱۸۲۲ء مارچ تک کہ انگریز گورنر لکنئوین گیا۔ تو یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح میں دلی سے بہاگ کر کے رنر کے پاس جاؤں اور سارا حال دلی کا سناؤں۔

## مرزا جوان بخت کا دلی سے بہاگ کر کے رنر کے پاس جانا

شاہنشاہ اپنے ارادہ پہاگنے کا سوا اپنی حقیقی ماموں کسی اور کے زبانی کیا۔ ماموں اوسکے لاوڑ نے کیونٹے جہاں کرنا رہ پڑا۔ ۱۲۔ اپریل بہاگنے کی تاریخ مقرر ہوئی جب یہم آیا تو اسے کہہ دیا کہ آج میں بیاہیوں کو یہی کہیں آئی۔ انہی کا میں جاکر ایت کو بہیوں لااگر چہ اس اندھی چل ہی تھی۔ اور اوسکو بچا کر چاہو تھا۔ مگر وہ ارادہ کا ایسا پکا تھا کہ کبھی محل سے جہتوں کو دیا پہاگنا فیض نہ کرے اندر ہی ہوا اوسکی موکی سلیم گڈ کی فیصلی پر پہنچا۔ اور فیصلی سے سی پر اور تڑا۔ جس شخص نے اوسکو سرتہ دیا میں پایا بنا اودان ڈبا واپانی نکلا۔ بہر شاہنشاہ کو غصہ ایسا آتا کہ گولی سے آگ ادر لوتا۔ مگر اس زمان کی محمد علی ایسے موقعوں پر مشہور ہے۔ وہ غصہ پیکر چکا ہو رہا۔ اور اپنی تین خد کو اکر لیا مگر وہ آدمی اس غصہ کی نگاہ کو پہچان گیا۔ فوراً بہر والی سے جا کر اوسکا حال کہہ دیا۔ بہر وہلاو سکے چپ چپ آئے۔ مگر وہ اکر لیا کہ کیا تھا۔ بہر دیکھ نکلتے ہی ہوا ہوا۔ اور لکنئوین پہنچا۔ سب بڑی اخلاق و تہاں کی ملا۔ اور جو کام کیا اوسے عا ہونا اوسکا طاہر ہوا۔

## مادھو جی سیندھیا کا دلی پر فیاض ہونا

اب محمد بیگ نے اپنی وزیر اور سیان کو یہی تکلیف پہنچانی شروع کی۔ اسلئے وزیر نے بی بی دھو سیندھیا کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ ہی ایسا انہی کے کاررواہوں سے تنگ گیا تھا کہ اس نے ہی یہ کہہ کر میں اپنی تین بالکل سیندھیا کو اکر کر دین چاہتا تھا۔ شاہ دلی سے اگر وہ کی طرف چلا۔ اور سیندھیا اگر وہ کی طرف اس نظر سے آکر دونوں کا اگر وہ سے محمد بیگ نکالیں۔ محمد اللہ دیکھ بادشاہ کا اگر وہ جانی

اس پر بادشاہ اسیا خفا ہو کر لاہور کا براہِ ضبط ہو گیا۔ اور قید خانہ میں بھیجا۔ جہاں وہ ۸۵ء میں مر گیا۔  
 اب سینہ سیا کی فرسیا خان کی ملاقات ہوئی۔ دونوں ملکر لاہور کی ایک حکمران سے مل گئے۔  
 ۸۶ء کو مرزا محمد شفیع کو بہائی زین العابدینؑ اور سیا خان کو مارٹولاہور کے ہتھیار میں یکے  
 قتل سینہ سیا کی شہرت سے ہوا اس لئے کہ قاتل نے ہتھیاروں میں چلا گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہی اپنے  
 بہائی کے قتل کا عرض کیا۔ راجہ بہت بہادر سپاہی تھے۔ کو سینہ سیا کی خیمہ میں لیگئے۔ وہاں  
 باجم مبارک بادی دی گئی۔ اقبالوں وہ تو وزیر تھے۔ امیر لاہور مقرر ہوا۔ اور بادشاہ بھی سینہ سیا  
 نائب امیر لاہور آکر اور دہلی کی حکومت کے پھر ہوئی ساری فوج کا وہ سپہ سالار مقرر ہوا۔ ۸۵ء  
 روپیہ ماہوار بادشاہ کی خاص اہلیات کی سولہ ہونے سے مقرر کر دیا۔ انگریزوں جو شہر قی صوبوں کا  
 خارج لیا جاتا تھا وہ بھی بادشاہ معاف کر دیا۔ ۸۵ء میں بطن خان مر گیا۔ مہاراجہ کے پاس سپاہ  
 بہار گئی وہ بھی سینہ سیا کی جان آلیا۔ اگر وہ قلعہ ۸۵ء کو سینہ سیا کی حوالہ کیا گیا۔ اب  
 مغلوں کے پاس اعلیٰ گڈ کی قلعہ کے چہرہ رہا۔ اور سیا خان کی بی بی باغچوں پاس وہ تھا۔ سینہ  
 نے انکو بندوق تو کچھ خوف کہا یا تو انہوں نے خوف ماری قلعہ اور مال بہایت اس کی حوالہ کیا۔  
 سینہ سیا کی بی بی ۸۶ء روپیہ سال کے بڑے بیٹے کا مقرر کر کے قلعہ ہی لے لیا۔ اور لاہور کا سپاہی کرڈ  
 روپیہ کا ضبط کر لیا۔ ترکوں کی ترکی تمام ہوئی۔ سب سے سینہ سیا کی مطیع تھی۔ اور بادشاہ لال  
 میں ایک خزانہ قیدی تھا۔ معلوم نہیں کہ ان لڑائی جگہوں میں عیا پر کیا گدزی ہوئی۔ و سکو تو کسی  
 مورخ نے لکھا نہیں مگر مصباحی جیسا قحط غرض تھا۔ روپیہ آٹھ سیراج بکا۔ وہ ۸۳ء میں  
 یعنی ۸۳ء میں واقع ہوا تھا۔

غلام قادر کا باپ کی جگہ بیٹھا

جب بطن خان کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا غلام قادر باپ کا جانشین ہوا۔ محال میں ہوا۔ اور اس کو

نجیل الدین بہوش یادگار کا خطاب ملا یہ افغانوں کو جو محمد ریگٹ انی خٹون میں بکھر رہے تھے وہاں  
 سیندھیانوں کو لکھ کر فتح کر کے لے آئے۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا اور انہوں نے  
 کہ پاس تھا مزار جوان نخت کا لکھو چورنا اور انگریزوں کا اپنا اختیار جملانا  
 سارے دو آہین سیندھیانوں کا اعلان کیا گیا تھا۔ اب سے مزار جوان نخت ہی پیغام سلام شروع  
 اور اسکو دلی میں بلایا گیا اور اب وہ انگریزوں کی صلاح اور سیانی دیا کیونکہ انگریزوں نے وہاں  
 چلا جاتا تو مرٹو نکا پیروا چم جاتا۔ اور وہ لوہا اورہ اور سرکار کپنی کے حق میں چاہتے ہوئے تھے۔  
 گورنر جنرل نے دو آہین اپنی چھائی قاعلم کے مارچ ۱۸۷۸ء میں کلکتہ گزٹ میں شائع کیا کہ  
 مسلمانوں کی سلطنت نہایت حقیر و ذلیل ہو گئی ہے۔ ہندوؤں کو کچھ خوف نہیں۔ اگرچہ بہت  
 آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت کی سندھوئی قوت کو مغلوب کرنا چاہیے مگر یہ تدبیر  
 انتظام چہا نہیں۔ کچھ روز نہیں کہ ہماری کلکریں جو ہندوستانیوں کو ناگوار خاطر ہوں اور  
 جو برسرِ حال صورتہ میں ہمارے شخصی دشمن اور قریب اوسکے حامی مددگار رہو۔ گورنر نے  
 سیندھیانوں کو یہی دیکھا کہ ایک پناو کیلچ شوا کر دیا میں چلا دیا۔

### ملک و جنگلی انتظام سیندھیانوں

اب سیندھیانوں نے اپنی استقلال حکومت لے لی اور اب یہ حکم کیا کہ سپاہ کو قواعد ان بنایا اور خود  
 اوسکی سپاہ نہایت عمدہ فرگستانی غیر ملکی ہوا ان تھا۔ اور سپاہ اور سپاہیوں کو کھانا پانی  
 انتظام ملکی دے یہ کہ کیا کہ مسلمان میرزا دوں کی جاگیرین ضبط کرنی شروع کیں جسے خوف و خطر  
 انہیں پیدا ہو۔ مگر یہ کام بجا نہ تھا اسلئے کہ یہ جاگیرین سپاہ کو عرض میں ہی گئی تھیں جب پاکی  
 ضرورت نہ تھی تو بہر ان جاگیرین کا ضبط ہی نہ چاہی تھا۔ اب سے محمد ریگٹ انی کو بھی لکھ گڑھ  
 بلا لیا۔ اور اوسکی لالہ سپاہ کو قوت کر دیا۔ تین سیندھیانوں کی عالم شہرتیں اور ایک بھر

بیہودہ یہ کہی کہ راجہ نرائن دکن میں چلے گیا اور اس کی جگہ  
شاہ نظام الدین عرف شاہ جی کو مقر کیا۔ اور راجہ بہت بہادری سے اس کی جاگیر کا طلب تو  
اوسے علانیہ کرتی رہتا تھا۔

## رجپوتوں کا اتفاق اور لاسوت کی لڑائی

جب تک کہ گولڈہ کو فتح نہ کر سکا تو راجپوتوں کو حوصلہ ہوا۔ اور ان کے استین اتفاق کیا۔  
جس کے سبب سینہ پیا کو ملت و قوت و نوین فروا گیا۔ اور پونہ کی خط و کتابت کی مدت  
مند گوئی جیسے کہ راجہ جی سنگھ کو لایا۔ اور بہانہ دوڑانا اور پورا اتفاق کیا اور  
چھوٹے چھوٹے رجوت ایجاد کو جمع کیا۔ یوں ایک اکھ فوج اور چار سو توپیں

لاسوت میں جمع ہوئیں جو راجہ جی سنگھ کی مشرق کو ہی اور یہاں وہ نظر نہ کیا۔ شاہی فوج اور  
حاکم لڑی۔ اور یہی جاتی تھی کہ مرہٹوں نے مغل سردار راضی ہیں ضرور و نسیم کو کھلم کھلا گاہ  
یہاں تھی۔ لاسوت میں سینہ پیا کو لایا گیا۔ امبا جی انگلیا۔ ابوکھاٹہ سے راجہ  
دی بوان اور بعض اور مرہٹے سردار ہمراہ تھے۔ مہاراجہ کا ہتھیار اسماعیل بیگٹ دا جلاتھا۔ اور  
اوسے نے تین سو سواروں سے راجپوتوں پر چڑھ کر کیا۔ بہت رجپوت اس کے ہاتھ لگے۔ مگر مرہٹوں نے  
اوسکی استعانت کی۔ سلطان اسکی اور ہی سوارا رہ گئے۔ وہ اولٹا پر چلا آیا۔ دو کھڑو چچا ہی ہا ہی  
پر بیٹھ کر ماتھے لڑائی میں گیا۔ اور چوتھوں سے خوب لڑائی ہوئی۔ اور نہوں نے مرہٹوں پر خوب تلوار  
چلائی۔ تنے میں نہ رہی چلنے لگی۔ ات ہی قریب لڑائی تو کیا لڑائی شروع ہوئی۔ اتفاق سے  
ایک گھوڑہ مرزا محمد بیگ کے دائیں بازو میں اٹک لگا۔ وہ ہاتھی پر سے گر ہاتھی کی گے چارہ کی مٹی و حقون  
کی ٹہنیان پڑی تھیں۔ اسکی گھوڑے میں اسی ضرب لگی کہ فوراً گر گیا۔ اور سوت اسماعیل بیگ کے چکار کر  
کہا کہ اب چچا کی جگہ میں سپاہ کا سردار ہوں۔ اور جن کو تیری مرتبہ لڑائی شروع ہوئی۔ اور

شام تک جاری رہی کہ اتنی میں چودہ ہزار مغلوں کی سپاہ سینہ سپا خیمہ کو گھیر لیا کہ تنخواہ عنایت  
اور راجہ جیو پراسن خاتم بھیجا اگر درواکہ وہ سپہ بدو تو ہم بہا کے ساتھ ہیں اس راجہ کو بھیجیہ  
کر لیا یہ پہاڑ اونی جالی اور پنجھہ تلی روپیہ لیا سوقت اس گناہ ملک میں مڑوں کے لشکر  
بڑی مصیبت پڑی گھوڑوں پر کی جا رہی تھی۔ روز بروز قحط زیادہ ہوتا جاتا۔ جموں چاروں طرف  
سے سرد و نکلوتے تھے۔ ہاتھیوں اور مویشیوں کو اگر لیجاتے تھے غرض سوقت سینہ سپا یہاں سے  
خیمہ ہٹایا۔ اور پھر چلا گیا۔ اسماعیل بیگ اسوار اور چار پلٹنیں اور چہ توہین لیکر اگرہ کو روانہ  
اب جیت ہمسایہ ہم حال ہو گیا تو اسے نچیت سنگا جٹ بہت سی خوشامد کر کے سعادت چاہی  
اور اسے ملک لیکر پھر ٹیکہ لٹھی روانہ ہوا۔ اور قلعہ اگرہ میں سپاہ کو متعین کیا۔ اور لکھو اور ادا کو  
قلعہ ارنایا۔ اور پور کو بی ملک کے لٹھی تاکید لکھا محمد بیگ کی خالی نہ بیٹھا۔ احوال سے راجہ پوتوں کو  
بلانا چاہا۔ اگرچہ ان دونوں کا اتفاق ہو جاتا تو رٹوں کا عمل چاہا اور پھر جاتا۔ اور خف خان کا سازنا  
اقبال آ جاتا مگر اس مغرور قوم کی کابلی سے اس کا ساتھ نہ دیا۔ تب کچھ ہوئی۔ ہاتھ لڑا کر کیا  
گلج بہ پہلکہ غلام قادر غوث گدہ ہوا۔ اور اوسنی مسلمانوں کے معاملہ میں تازہ جان دادا اور  
فائدہ اوٹھانیکا قصد کیا۔ شاہ عالم کو پیغام سلام بھجو توں چکے چکے ہو رہے تھے۔ اور ہون ایک  
اور شکست امبا جی کو دیدی تھی۔ سینہ سپا کی خراجا چار ہوا اسٹی الی سے ہاتھ ہٹایا اور گولیار  
چلا گیا۔ اور اسماعیل بیگ اگرہ کا محاصرہ پڑی گسری سے شروع کیا۔

### غلام قادر کا دل میں نا اور اس کا امیر لارامونا

حسد میں جیسے ہر قوم کی تو غلام قادر کی مرثیہ ہر حق میں جی اس سے بڑا دل کو نہ پا  
جاہ و منصب کے سے۔ اور سکا بڑا فریق شیعہ و کلا صلاح کا منظر علی بن ابی طالب تھا۔ اس ناظر کو منظر  
ناظر تھا کہ نوجوان پٹان کو دریا میں داخل کئے غلام ملی میں ایسا دخل لگا کہ کچھ مسلمان بہرین۔

کچھ ہندوؤں میں سینہ سپا کا نام ہو تو سب میں کہ نہ ہلی کا تھا اور شاہ نظام الدین سے ناظم تھے  
 ان دونوں سرداروں کی دریا کی طرف غلام قادر کے لشکر کو لوٹنے کی جگہ تھی اور سب ہی کو لوٹنے کو  
 چاہیے مارنے شروع کئے اور کئی مکان قلعہ کو لوٹے تو دربار پر سپاہیاں بھیج کر کہا کہ شہر مغلوں کی  
 سپاہ سازش کی اور ان کو وسیع شہر کے اندر داخل ہوا اور بادشاہی فوج اور سب بہاؤ کے قلعہ  
 کے قلعہ میں چلے گئے یہاں سے اگر بارہا لے سکتے ہیں جس میں جو کچھ اب نظر علی خان کی مدد سے  
 دیوان خاص میں جا کر اس کی پانچ اشرفیاں بادشاہ کی نذر کیں۔ اس پر بادشاہ کی احسان کا اظہار  
 کر کے امیر الامرائی کی مورخیت کی اور آئندہ جانشانی و خدمت گزاری کا وعدہ کیا جب  
 روز اس گفتگو میں گذرے تو ایسا منظر تیار ہوا کہ بادشاہ کو حکم کا منظر ہوا۔ کچھ عواروں کو  
 ساتھ لے کر قلعہ کو اندر ومان مقیم ہوا جہاں امیر الامرائی کے تھے اس شان میں شہر کی سکیم جو سکیم  
 سے ڈرنے لگی ہوئی تھی پانی پست جلدی کر کے قلعہ میں گئے۔ اب غلام قادر اس خیر خواہ سکیم اور  
 اس کے فریبستانی افسروں کی سپاہ ڈرا اور کوئی اور غلط فہمی اس کے ساتھ ہی نہ ہو۔ اس لئے وہ  
 حیران و پریشان ہو کر پھر شہر میں اپنی سپاہ پاس چلا گیا۔ نواب باسی کو ہی میں اقبال آیا۔  
 بادشاہ کو بھی حرارت شہر نہ لگی اور نہ بخت علی خان کو اور اس کی حمایت کے لئے بلایا اور چہرہ ہر سپاہ  
 اپنی ذات خاص کو کر کے اور اس کو فوجی کمر بن کر سپاہ کی تختہ میں تسلیم کر دی بخت علی خان  
 نے بادشاہ کو حکم کی تعمیل کی اور وہ اس وقت شہر کے قلعہ کے بڑے دروازہ سے شہر کی سکیم  
 پاس خیمہ زن ہوا۔ ان دونوں لشکروں کا سپاہ لا دربار کے مقبرہ پر ہوا جب جوان بخت چلا گیا تھا  
 یہی شانہ و ولایت گننا جاتا تھا اور سکوسات پارچہ کا خلعت ملا اور ام ترن مودی اور سکائب قدر  
 اور غلام قادر کے لشکر پر گولہ فی شرح ہوئی۔ اب سوقت سینہ سپا کا منصب سمجھ میں نہیں آتا  
 کہ کیا تھا وہ خود کو الیامین تھا اور سکالیک سے ڈاکٹر ہوا اور ہر مین اسماعیل کے گہرے کہا تھا۔



امبا جی کچھ سپاہ جو لیکر دلی میں آیا۔ تو سب لغون میں مصاحت ہو گئی۔ اور غلام قادر میر الامرا ہو گیا۔ اور اس کے سپر خود پادشاہ اپنی ہاتھ ہو گونوارہ بانڈا۔ اس خلعت کے پانکھ بعد از علی گڑھ کے قلعہ پر جو سینہ پہانی چین لیا تھا حکم کیا اور لکھیا۔ اور اب اگر اسماعیل بن کے لشکر سے جا ملا۔ اور کئی مہینہ تک قلعہ کا محاصرہ کرنا رہا۔ مگر جب بٹون پارس کہن اور جٹون کی کمک پہنچ گئی تو وہ نے محاصرہ سے ہاتھ وٹھایا۔ فتح پور سیکری میں ۲۸ اپریل ۱۷۸۷ء کو لڑائی ہوئی۔ مرہٹوں کا سردار رانا خان تھا۔ وہ پانی پت کی لڑائی تو پانی بہر تھا مگر یہاں کسی سینہ یا کوبی کر کے کیا تھا۔ اس لئے وہ اس وجہ سے پہنچ گیا تھا غرض مسلمان ہر وقت خوب لڑی۔ رانا خان رات کو بہر پور چلا گیا۔ اسماعیل بن کے پہر اگر وہ کا محاصرہ سے کیا غلام قادر اپنی جاگیر میں یون در آ آ کر سکھوں نے اوپر حکم کر دیا تھا۔

### راجپوتوں کی مدد کے لیے پادشاہ کا جانا

۱۷۸۷ء کے آخر میں ایک لمبی والی جو در پور کا آیا۔ اور ایک معقولانہ رائے اور سونے کی کنجی لایا۔ اور اس نے بعض حال کیا کہ بھج سنگھ نے یہ کنجی بھی ہے کہ حضور باہر لیکر تیرتھ لائیں۔ اور جیسے ملک قابض ہو جائیں پرتاب سنگھ اور جی پور کے بھی یہی تمنا تھی۔ پادشاہ نے خلاف عقل یہ کام کیا کہ وہ جنوری ۱۷۸۸ء کو بہت شاندار اور شاندار دھوین کو ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔ پادشاہ نے سینہ سپا طوطی کی طرح اکھنیں پھیریں۔ اس کی خدمات کچھ خیال نہ کیا۔ ہر وقت جو پادشاہ کے ساتھ لشکر تھا اس کی تفصیل یہ ہے جی جی پور کی لڑائی کوئی قواعد فرنگستانی جانی والی۔ مغلوں کی ستم سواروں کے دو فرنگستانی گولہ انداز تین پلٹین شمر کی قواعد سکھوں کی ہوئی اس سپاہ کو فرنگی ہیگیم تھی۔ سپاہ میں پلٹین پٹیر خوف قلی خان سی ہونی باغی اس سبب ہو گیا کہ اس کے علاقہ میں ملو بگا کو کشمیت ہر فر کر دیتا تھا۔ وہ سنی راض ہوا۔ اور آ

رواڑی میں قید کر لیا غرض سو قتل کو گل گڑھ میں محصور کر لیا گیا۔ اپریل ۱۸۷۱ء کو شہر کی سخت  
مقابلہ کیا۔ اور بادشاہ کی خیموں تک حملہ کر لیا ہوا آیا۔ مگر یہاں شہر کی سبکی اور طاعون نے سبکی  
سرگرمی سے اوپر چل کر لیا کہ لشکر شاہی کی غز گئی۔ پھر منظور علیخان کی سفارش و شہر کی  
سبکی کی شفاعت سے اس کے قصوف ہو گئے غرض یہاں یہ ہم ختم ہوئی۔ سینہ ہیاں خوف اور اجنبیوں  
قول فعل کے متعبر ہوئے سب سے ۱۵ اپریل ۱۸۷۱ء کو بادشاہ اولڈا دلی میں چلا آیا۔ شہر کی سبکی  
سود ہو گئی۔ اور سکولہ شاہ فیہا لسناس کا خط دیا۔

### مرزا جوان بخت کا دلی میں آنا اور بنارس میں

اس شہزادہ کی چلے جانیکے بعد اکبر شاہ بیحدہ شامی ہوتا تھا۔ اب پھر شہزادہ بیحدہ کی کیونٹی بیحدہ کو  
کچھ سپاہ نواب اور لکھنؤ دلی میں آیا۔ اور اس کی خطے جاج سوم شاہ بخت تانکو میں مضمون کا لکھا  
تھا کہ چاندان تیمور کی عانت ہے۔ اور اسکو اپنی اصل حالت پر حال کچھ۔ سرکشوں اور تیمور کی  
خاک میں آگ۔ اس طرح خلق خدا کو آرام پہنچائے اور اپنا نام نیک نیامین بیلائی میں شہزادہ سمجھ لیا  
کی انتہائی ہے چند چاکر قلعہ گر کو فتح کروں گلاں کل میں کیا بخت ہو۔ اس لیے پھر انگریزوں  
بنارس میں چلا گیا۔ اور یہاں شہزادہ میں گیا۔ اس شہزادہ کا نام جہانزادہ شاہ مشہور ہے۔

### رانا خان اور سمجھ لیا کی لڑائی

جیو توں اور رٹو نہیں لڑا بن ہوتی رہیں۔ پھر لکھنؤ اور ادا کی حمایت و اس میں سبکیا اگر کے  
قلعہ میں گیا۔ یہاں سمجھ لیا کے مقابلہ کیا۔ اور غلام قادر بہی پنی جاگیر سے اسکی کمک اسطے  
لکھنؤ سے نہ مل سکا۔ لڑائی میں سمجھ لیا کے خفی ہو۔ پھر لکھنؤ و رانا دین مرٹو کے لڑائی ہوئی۔  
اگر کہ قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ غلام قادر پھر دلی میں آیا۔ اور شاہزادہ میں و نرا۔ اور مسطور علی  
کی مغز پنی خیر خواہی کا اظہار شروع کیا۔ اور اسکا اور سمجھ لیا کا یہ مطلب تھا کہ کسی طرح سے



کہا کہ بادشاہی خزانہ میں رہنے پر اس خرچ کے لئے نہیں ہے۔

## شاہ عالم کی آنکھوں کا ٹکنا

خرانچی کی یہ بات سن کر غلام قادر غصے کے مارے لگ ہو گیا اور جہاں منہ سے نکلے لگے کہ میں بادشاہ ایک خط  
سینہ بیا لکھا ہوا تھا کہ اور کے واسطے اور وہ غلام قادر کے ہاتھ لگ گیا تھا سو قوت دے یہ میرے خط بادشاہ  
کے اور ڈالا اور اسکو اور اسکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ تینا ڈال دو۔ اور یہ لوگ حکم کی طاعت کی۔ اس کم  
موندی بادشاہ کو قید میں ڈال دیا۔ اور سلیم گدہ میں کسی مرز قی فرزا کو لاکر بادشاہ کے تخت پر بٹھا دیا  
اور بیدار بخت اور کالقب کہا۔ اور سلیم گدہ میں آکر اسکو بادشاہ منوایا۔ تین روز بادشاہ پر لے دنا  
و پانی گدھے سے۔ غلام قادر نے قلعے کے ٹوٹے کا اور وہ غلام کے ساتھ کیا۔ برابر کا وغیرہ اور اسکا مزاج ہلکا  
تھا۔ اور اسے یہ بہک کر ڈال دیا کہ اپنے لشکر میں چلاؤ۔ وہ چلا تو گیا مگر بہت جلد اسکو اپنی حماقت پر  
معلوم ہوئی کہ بغیر دے چلا آیا ایک ہی غلام قادر پاس بھیجا کہ لایا وہ نکاح یاور ہے  
ساری شہر کے دولت مند اور غریب لاکھوں کو بلا کر گدھے کی ہوشیار رہو۔ اور اپنی حفاظت کا بندوبست  
کرو۔ اور اپنی سپاہیوں اور بون کو حکم دیا کہ اگر پہلے لوہین تو عمر ہی لوٹو۔ غلام قادر نے اول پہنچ  
نے بادشاہ کی تمام بیگیاں سے جوابت کو۔ اور سن لے جب سے بھی بیٹ نہ بہا تو شاہ عالم پر دولت  
بتانیکے ہی غضب توغ نام شروع کیا۔ اور یقین تھا کہ سارے خزانے دینے میں اس کو معلوم ہو گئے۔  
اب کوئی غلام و شتم باقی نہ رہا جو غلام نے اس ضعیف پرانہ سال بادشاہ اور اسکی اولاد پر نہیں  
اسکو بیدار بخت کرنا تو جسے بڑا کیا۔ اور طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں دیں۔ ۳۰ جولائی کو سیکو کو دیں کہ  
مارا کر نزل دے۔ اور کئی گلابی مال ساری تھپڑوں کے لال دی۔ اور کئی دروازہ و نالے سے سارا محل  
تیرا تا تہ لگا کر اس کم بخت دل میں ذرا رحم نہ آتا تھا۔ سہیل بیگ سے فرار کئی دہائی تھی اور اس سے ۱۳ جولائی  
کو باغ لاکھ ہو رہا تھا۔ اور پہر کئی روز بعد سات لاکھ دہ پڑھا۔ مہاجون بھی ہنسنا نہ سکتا تھا۔

روپیہ لیا گیا۔ پہلی گشت کو ہر بادشاہ کو خزانہ بتائیے اگر باہون لیا سپر لڑ با بادشاہ چلا گیا اگر گشت  
 خزانہ کہاں اور ہے سپر پٹ میں چھٹا اور جیر کمال ہے۔ اب بوڑھی بوڑھی بیکوئی کلم خانی کی تیک  
 اونکی عظیم و دیگریم سو ہی تھی کہ اپنے ساری ولت کا تالک جا بجا جوتی ہی کام جلاواون غریب  
 دہایا۔ ان مقبہ سوینون متاخر محل سے زیادہ متاخر تھیں۔ سوینون کی سب سے زیادہ فضیلتی کی سب سے  
 آسپا چہن بچا سکی قلعہ ہر کمال دیا۔ جس کو بادشاہ بنایا تھا اونکی عظیم و دیگریم کو ہی  
 سلام کیا جتی کے دم اونکی سامنے ڈال دیوان ص میں تختہ بادشاہ کی برہر جاٹھا۔ تاریخ  
 تحت کو ہی گ کا کسرا چاندی سونا و سوینون کمال سائین و کرا اندر سازش و کھیر ڈال اسکے کھیر  
 پنچے سو دینہ ہاتھ لگی۔ اب اگر گشت سائی۔ جوتہ تاریخ ہے کہ جسکو ہوشیہ خاندان تموریہ کی تاریخ  
 یاد رکھنا چاہئے غلام قادر یعقوب علی و تین جاٹھا لون کو ساتھ لیا۔ اور شاہ عالم کو دیوان خلص  
 میں بلایا۔ اور پرخزانہ کو لوچا۔ اونے کہا کہ اگر خزانہ مجھے معلوم ہوتا تو میں کیوں اسے طرف فقرہ و طلا کو  
 بچکر خواہ اپو کو وطن کی تقسیم کرتا۔ اگر کوئی دینہ کر لوبا ہوگا تو مجھے کیا اسکا علم ہے۔ سپر غلام تا  
 نے کہا کہ اب تو کلمی کام کا نہیں تیرا دیان میں ہا بیکار۔ انکھین تیری کمال لنی جا سہین۔ سپر سرور  
 بہر بادشاہ کی کہا کہ یہ وہ انکھین ہیں جو ساتھ ہر تک کلام الہیہ تہی ہی میں ماوہر عم کو سیکر  
 غلام نے بادشاہ کی پیشو تو کو جو اس عالم میں ہی اسکے عہدہ تہی لےجا شاماراد ہارنا شروع کیا۔ کو پیر  
 بادشاہ کی کہا کہ ان انکھوں کے کہنے کے لئے میں اس غذا و کھیت کی جو اس میں کہا تھا ہی انہیں  
 کمال لے عرض ہر خاک تختہ پر گودا۔ اور بادشاہ کو لیا چاتی پرچہ ایک انکھہ ہی خیر سے کمال  
 دوسری انکھہ کالے کو یعقوب علی سے کہا۔ اونکی کالے کو فوراً اوکا قلو سے سرواڑا۔ اس خوف  
 اور پٹھا لون نے دوسری انکھہ کمال لے۔ اور پیر بادشاہ کو سلیم گدہ میں لیجے۔ اور سوت جو قلعہ کی کیفیت  
 تہی قلم سے دیان نہیں ہو سکتی۔ کوئی شاپہرہ دیان کس غم کی تصور بنا کہ ہاتھ اسکوئی شاپہرہ

سکنہ کے عالم میں بیہوش تھی۔ کوئی ہائے شاہ عالم کی شاہ عالم کہہ رہی تھی۔ کوئی اکابر تھی جو فاسون پر تھی۔ کوئی دن تھا جو اس قسم خالی تھا۔ ۱۲ کروا اسمعیل یک پانچ سارے تھے اور سبھیجا۔ شہر والوں کو دل خبر نہ ہوئی کہ ان لالہ کو اور واند کیا ہو رہا ہے جب معلوم ہوا تو وہ شہر جو پور کرباگنا شہر کے کیا۔ کہ اتنی میں ۱۴ کروا مہتری آگئی انہوں نے کچھ شہر والوں کو تسفی کی۔ اور ۱۶ کروا جب ان کی بائیں کنار پر بہت فوج مرٹوں کی آگئی اور انہوں نے خوش گدہ کی لہ بند کر دی اور کتنے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ اسمعیل یک پلہ ہی سے غلام قادر کے مزاج سے واقف تھا۔ وہ بھی مرٹوں کے سردار نا خان کے لگ گیا۔ اب قلعہ میں ان سب کی قتل ہوئی اور سپاہ کوٹ کا حصہ نکال دیا۔ یوں ماگہت دلی پر گذرا۔ اب غلام قادر گھل گیا۔ اونچی سلمی گدہ میں بارود کی میگزین کو اوڑھ لیا۔ اور ابھیال کر میزیم کے قلعہ میں چلا گیا۔

### مرٹوں کا غلام قادر سے لڑنا اور اسکو پکڑ کر مارنا

اب پونہ کے دیوانے سیندھیا کی حمایت میں فائدہ سمجھا۔ اسلئے ٹو کا جی بلکہ کو بہت سچی کے ساتھ روایت کیا۔ جب لشکر آیا تو شہر والوں اور نا خان کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس لشکر نے میزیم کے قلعہ میں غلام قادر خان کو گھیر لیا۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ء کو نا خان اور مرٹوں کے جو اس نے سخت حملہ اور سپر کیلے دو اونے ابھی طرح مقابلہ کیا۔ اس کے نوکر تباہ گئے تھے اور یہم جانتے تھے کہ ابن ات نہ صرف ا پوری کم بنتی آگئی ہے۔ اسلئے ان کو پور کرباگنا کے جب سنی ہم کیا تو وہ خود ہی گھوڑی پر ہوا ہو کر اور اپنی سائیدہ مسک جہاز میں ہالیکر چلا گیا جو قلعہ میں تباہ تھے۔ اور ہر دم اون کو قتل کی ضرورت لگے ساتھ یہ کہتا تھا۔ اچانک میں ات میں بارہیلن چلا۔ اور اسکا ارادہ تھا کہ جبنا پور سکھوں جالمون۔ مگر یہم کو کورہی ہی گھوڑا ایک کھوئی کے بھی میں جا پڑا۔ چاہ کن راجہ دریش کا مضمون پیش آیا گھوڑا تباہ ہو گیا۔ اور پھر لالہ پر چڑھ کر ابر نظر آ یا۔ مگر سوارز اوٹھہ سکا۔

اور دین پڑا ہاجے ہو پختی تو برہمن ہنرین ملنے کی جوڑی لکڑی سے چرس کھینچنے کے لئی آیا۔ تو کیا  
 دیکھتا ہے کہ ایک غصہ تو آدمی کو مکلف رہا بیچ پڑا ہے۔ وہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی حضرت  
 جنک پاس میں بہر فریاد لیکر گیا تھا کہ ہالوں کے مجھے لوٹ لیا ہے اور وہ ہال کے کچھ سناڑا میں رہنے کہا  
 کہ نواب حسن اسلام غلام قادر نے جواب دیا کہ مجھے نواب صاحب نے کہتے ہو میں غریب ہاں ہوں۔ بچی  
 ہو گیا ہوں کہ اپنا ڈھونڈتا ہوں جو کہ میرا سرتنہ اور کچھ لٹ گیا۔ اب یہ کھانا کھا رہا ہے  
 میں تجھ کو بتا ہوں تو مجھے غوث گدڑہ کا رستہ بتاؤ۔ اسی کہا بہت پہلے میرا تہ چلے۔ اور کھانا  
 گھر میں لایا اور بند کر دیا۔ اور لانا خان پاس در گیا۔ وہ یہاں لڑائی کی وجہ سے قریب ہی فروکش تھا  
 ۔ اور سب سے پہلے ہی آدمی دوڑائی اور غلام قادر کو اپنے لشکر میں پکڑ لیا۔ اور سید سپاہ پاس  
 متہر میں بھی دیا۔ میرے قلعہ کو ہالوں نے حالی کر دیا۔ اور ہاؤس پر گئے۔ بیلہ بخت پکڑ کر دی گئی  
 وہاں وہ قتل ہوا۔ اور غلام قادر علی خان ہی ہاتھی کے پیچا رہے گئے۔ اور شہر کے بازاروں میں گھسٹ  
 گھسٹ کر رہ گئے جب غلام قادر متہر میں پہنچا۔ تو سید سپاہی کی بڑی ہضمتی کی۔ ایک گھوڑے پر  
 اوٹا سوار کیا۔ اور ایک بہر سوار کیا۔ اور ہر ایک کے کان سے ایک ایک ٹری نواب جان محل  
 نامہ لگوائی۔ پہر اوکی زبان کاٹ لی۔ پہر اوکی گھنٹیں ہو پڑا میں۔ پہر کا کان ہاتھ پر کاٹ لئے  
 اس طرح تو ہرنار پادشاہ کی خدمت میں لی پہنچا۔ گدڑہ میں موت بڑی رفاقت کی۔ کہتے ہیں کہ  
 ایک خت میں لشکا پہانسی سو راج کے کو دیدی۔ یہ لاش قیمہ قیلمند پادشاہ کو دے دو  
 دیوان خلص میں پیش ہوئی۔ ملوگ شاہ عالم کو استقلال صبر محل کی بڑی تعریف کی کہ میں کہ جو  
 انگنہیں وہی نکالی گئیں تو اوسو آفت نکلی۔ اور خدا کو یاد کرتا رہا۔ اور اس کے بعد بھی توئی دونوں  
 زندہ رہا۔ کاش میں استقلال و عالی مقامی کا سون حصہ وہ میدان جنگ میں کہلاتا تو اس نے  
 اپنی سلطنت کو بحال کر لیتا۔ اس سید سپاہی شاہ عالم کو تخت پر بٹھایا۔ اگرچہ اس کے لئی اندیا پادشاہ

تخت پر نہیں بیٹھا تھا اور یہ بھی مشہور کیا کہ شاہ اندام نہ ہوا چلے گئے۔ ٹولا کہ یہ وسیہ سالانہ اسکے خرچ  
 اخراج کی رقم مقرر کیا اور بہت سی جنگوں اور وراثتوں کے بعد ۱۸۵۳ء میں لارڈ لیک صاحب اپنی  
 انگریزی فوج لیکر دلی میں داخل ہوئے اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا اور بادشاہ کی نشین ایک لاکھ وسیہ  
 سال مقرر کر دیں۔ اسکا مفصل حال انگریزی مائے تاریخ میں لکھینگے۔ یہ بادشاہ پنتا گیسس کی تخت نشین  
 رہا اور ۱۸۵۳ء میں مر گیا۔

### ابو نصر عین الدین اکبر شاہ ثانی

مرزا جوان تخت جب گیا تو یہی شانزده شاہ عالم کا بیٹا ہوا۔ ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوا۔ اور بعد ازاں  
 کے فریکے ۱۸۵۳ء میں تخت نشین ہوا۔ کہتے ہیں تو یہ تخت پر بیٹھا۔ ۱۸۵۳ء میں اسی برس کی  
 عمر میں مر گیا۔ شاہ عالم جب ہا ہو گیا تھا تو اسکے خرچ ہی بڑھ ہی گئے تھے کچھ اور اسکے مزاج میں  
 یہی آگئی تھی بغرض کہ لاکھ وسیہ اسکی ازمنہ جمع ہو گیا جب مر گیا تو اکبر شاہ بادشاہ ہوا۔  
 آگے ہوئے اندام نہ ہوا تھا۔ اور یہ فریاد کرنی شروع کی کہ ایک لاکھ وسیہ سنہا و سکے خرچ کے  
 لئے کافی نہیں۔ پہلی بادشاہوں کی ولاد اور بہت شاندار جنگی پرورش بادشاہ کی ذمہ داری ایک لشکر تھا  
 شاہ عالم کی ولاد کو بڑے بڑے وطنی تھے بغرض کہ اس وقت پر بادشاہ کی لاٹھنٹوں اور لقاقت کیا۔  
 پہلے انگریزی گورنمنٹ وعدہ ہی کیا تھا کہ جب نظام الی سباری کو غرضت کا درست ہو جائے گا تو  
 بادشاہ کی نشین میں کیا جائے گا۔ ۱۸۵۹ء میں گورنر جنرل نے خلاف کارادہ کیا جب شاہ عالم کا  
 جمع کیا ہوا باقی رہا اکبر شاہ چکا بیٹا ہا جب تہہ وسیہ خرچ ہو گیا تو وہ اپنی اضافہ نشین کے لئے  
 وہ اپنی ملک خرچ جانتا تھا بمقرر ہوا اور اپنی بیٹے کو جو بلکہ نہیں نواب زبر کے پاس تھا اس  
 مضمون کا خط لکھا کہ ۔ نور چشم راحت جان طول عمر  
 بعد جماداری عمر معلوم ہو کہ جو وسیہ خزانہ میں شاہ عالم کا جمع کیا ہوا تھا وہ سب خرچ ہو گیا۔



انگریزی گورنمنٹ نے خراج ملک مقرر کیا ہی وہ اخراجات کے وسط کافی نہیں تھے۔ تم ایسی تدبیر کر لو  
میرے مدعا کی حاصل کرینے کی شش کی یہ اتفاق سے یہ خط بلی صاحب نے ڈیڑھ لکھنؤ کی ہاتھ پر گیا  
غرض پرتشاورہ کو طول العنائی سے روکا۔ اور بادشاہ کو یہی ریڈیٹ دہلی سمجھا یا لاکھ کو انیسویں  
سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔ بلکہ اوستا نقصان ہو گا۔ وہی آدمی جس کے بادشاہ اور شاہزادوں کو کاٹھن  
الو سمجھتے تھے کئی ایک دن معاشوں کے ایک رسائش شروع کی ایک ہندو ایک مسلمان دو بدعاش جمع ہو  
ایک مولوی صاحب نے معاون ہو چیف جسٹس محل میں کا خط بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور عرض کیا  
کہ ہم کلک تھے ہیں اور مرزا جہانگیر کو بیعت کر رہے ہیں۔ اور عرصہ مدوح کی اعانت خصوصاً کے سارے  
مطالبہ حال کر لاتے ہیں۔ بادشاہ سدا رہی ہو۔ دونوں کو قبول مقرر کر کے ظلمتہ پیدا ہو۔ مولوی صاحب  
سینہ بادشاہ پاس سمجھا گیا کہ لکھی غرضت تک میں ہو یا بادشاہ کو بیکار ہی خطوط بادشاہ کے  
نام بھیجے۔ یہی ایک خط میں لکھا کہ جب تک ہم حضوری پر تیار ہو گا حال اور صل صاحب کے سامنے یا ان  
تو فہوس کر کے ہاتھ ملنی لگے۔ اور جمع کا خط پڑا تو رنج گاری ہو نہ چلا لگے۔ اور نہوں وعدہ فرمایا  
کہ نظام الملک یعنی مختلف حضار ریڈیٹ دہلی کو گورنر جنرل کی طرف حکم جہو فی میں کر کے ہم  
تکلو بادشاہ کی آرام اور آسائش اور اعزاز اور اکرام کے لئے مقرر کیا تھا یا تکلیف اور رنج پہنچانیکے واسطے  
اگر آئندہ کوئی ایسی حرکت سنیں گی تو موقوف کر دی جاوے گی۔ اسکے بعد پرتشاورہ بادشاہ کو عرضی لکھی کہ  
اب ہم مشرین حضار اور گورنر جنرل کے ساتھ لندن جاہن خیر ہو اور بچے اور ہمارا یہ ماہ باہ باہ  
بھجواتے رہی غرضت نہیں یہ بدعاشی وہ مار رہی ہے جب کہ انگریزوں کا واسطی رسائش کا حال  
معلوم ہوا۔ بعد اسکے لارڈ مختلف حضار بادشاہ کو سمجھا یا لاکھ پالیسی دیکر بانو دکن فریبین آئندہ  
مرزا جہانگیر نے مشرین حضار کو لوگوں تک پہنچانے کی ماکہ وہ اوکی تو پی پر لگے۔ اس سب سے پرتشاورہ  
الاباد میں سخت کسانہ فقید کیا گیا۔ یہاں ہی بخلائے بیٹھا۔ شاید کی تقریبے نواب زیر پا لکھنؤ میں



کوئی عدم کوشش کی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جسے اسکے اولاد اور راج کی تعداد بتاؤں۔ وہ وہی تھا  
 اسکے سامنے چلے تھے مرزا قویش مستحق لیغہدی تھا۔ پلو شاہ مرزا جو ان محبت کے لئے ولیعہد چاہتا  
 غریب پروری کی صفت اس کی قابل یاد رکھنے کی ہے۔ لنگڑے لولہ اندر ہی ہری راج جیسے اسکے ملازم تھے  
 سب کی خواہ گہری بیٹھے چنچتی تھی۔ فقط او کی مہر قلعہ میں جاتی تھی۔ وہی تنخواہ لے آتی تھی۔ ساری عمر  
 شاید کسی نوکر کو موقوف کیا ہو۔ عیسائیوں سے محبت کی باتوں کرتا۔ اور کبھی سخت کلامی نہ کرتا۔ سوار ایک  
 کے کہ اس کی دوا کیٹ کار بانڈو کھار منڈ دیا اور ایک نڈی کی لاک کاٹنی کار لڑو کیا۔ کوئی وظلم و ستم نہ کیا  
 سننے میں نہیں آتی اس کے خیالات پر خیال کیے بڑے عجیب تھے کہ وہ اپنی ستین بادشاہ سمجھتا تھا۔  
 اور وہ کبھی کسی بادشاہ کو اپنی سے برتر نہ جانتا تھا۔ لنگڑیوں کے اس کو احتلاط اور ارتباط نہ تھا۔ لنگڑ  
 کو وہ اپنی برابر ٹھہرا کر عاقدانہ تہا گور زجرل سے ملاقات کا خوش گار نہ تھا۔ اپنی لاکہ پر دیا پور  
 کو ملک خراج جانتا تھا۔ سرکار کپنی جو اپنی ملک صدقہ اس کو محتاج فقیر سمجھ کر بطور خیرات کرتی تھی اس کو وہ اپنے  
 خالی نہ تھا کہ سرکار کپنی جو اپنی ملک صدقہ اس کو محتاج فقیر سمجھ کر بطور خیرات کرتی تھی اس کو وہ اپنے  
 ملک خراج سمجھتا تھا۔ لنگڑیوں نے ہی اس کو غور و ژہانی کے لئے اس کی تعظیم و تکریم کرنی کم کر دی تھی  
 رزیدنٹ دہلی کو اب پرواہ بادشاہ کو فرزندار جمنہ بنے کی نہیں رہی تھی۔ قلعہ کے معاملات میں ہی  
 لنگڑیوں کی طرف سے بہت کوتاہی اندازی ہوتی تھی۔ اور صرف اسلحہ حویلی کا پاس و حفاظت اس کی  
 رہا تھا۔ جتنا کہ در دولت مند نہ لیکو کے مکانوں کا ہوتا ہی۔ مذہبی لارڈوں نے بند کر دی۔ اور  
 جو راجہ اور نواب نہ ہوں جمع کئی تھی اور کو بھی پلو شاہ ہی نہیں ملنے دیا۔ قلعہ شہر کے اوباشوں اور  
 بد معاشوں کی کمر لگاوا اور لگا۔ نہ رہا تھا۔ نہ اس میں برہہ فروشی ہو سکتی تھی۔ نہ کوئی مجرم سنگین بغیر  
 تحقیقات کر رہا ہو سکتا تھا۔ نہ چور کا مال غائب ہو سکتا تھا۔ نہ کوئی خند و علات کی ڈگری کی  
 گرفتاری محفوظ ہو سکتا تھا۔ گوان برائے سچ قلعہ پاک ہو گیا تھا۔ لنگڑ خلاق کی بڑیاں ان میں نہ

پہلے گئی تھیں کہ خلیفہ پرست مسلمان کچھ بھی غصہ نہ کر سکتے تھے اور بننے والی ہے بھلا ان کی شہنشاہ  
یا شہنشاہی کو اپنے محلہ میں آباد ہو نیکیے وادارہ تھی کشی نہادی کو اپنے گھر میں نہ آتی تھے نہ جس  
عورت کو کچھ بھی تعلق قلعہ میں ہو گیا وہ عورتوں کی محاسن میں نظر نہ کر جاتی تھی۔ کیوں نہ یہ حال ہو  
جب پادشاہ خود اپنی بہن بیٹیوں میں بیٹھ کر ایسی باتیں بنا کر اڑی ہی اما میں مجھ نہ کر رات کو تہا ہے  
سرا ہے آیا تھا تم اوسکے ساتھ ملاکتی تھیں۔ اور میں ایک دن کتا بن کر گلین بہنو کلن ال کر  
اور زردوزی جہول بن کر آیا تھا تم اوسکے ساتھ بیٹھی ہوئی دسترخوان پر کھا رہی تھیں۔ قلعہ کی  
بیچائی کن بلاتون کو بیان کر کے ہم کیوں بچیا نہیں اور طلب لکھتے ہیں۔ قاعدہ کہ جب چراغ  
بجھنے کو ہوتا ہے تو لو اڑتی ہی۔ بجھنے کو نہ ہو تو مائے توسنہا الہیہ ہے سبط جہ طفت تیموت  
کا چراغ گل ہو نیکیو ہوا۔ و آخر وقت آیا تو وہ اونچی روشنی چمکائی و الیسا سنہا الیہ کہ اوسکی  
نظر کہیں شکل متے تاریخ میں بلیگی ۱۸۵۷ء میں کانہیہ آیا۔ اور سنگھ کا عبادت بگاڑی انگریزی پاکہ  
برپا ہوا جبکہ مفصل حال ہم انگریزی عہد کی تاریخ میں لکھینگے۔ مگر جہدہ حال سن پادشاہ کی ذات  
سے متعلق ہے اوسکو لکھتے ہیں۔ اوسکی شان کبریا کی نظر آتی ہے خدا اوس پادشاہ پاس جسکے  
خزانہ میں پونہا بادام نہ ہو۔ ہندہ میں کے عرصہ میں لاکھوں روپے طلب جمع کرار ہے۔ اوس پادشاہ  
پاس جسکے ہاں چار سپاہی آئے ہوں کہ بدوق کو بہر سکین۔ نہرا رہن وہ سپاہ بلائی کہی کر دی  
کہ جسکے ہاتھ پر سار اسندوستان فتح ہوا ہو جسکے گل میں آراؤں کے تمون کے ہارے ہوئے اوس  
پلو شاہ پاس کی ان ٹوٹی ہوئی ایک توپ ہو گھوڑوں کو توپا خالو اور نہرا دن لشکر شکن میں ہم بچا  
اوس پادشاہ پاس جسکے میگزین میں سیر ہر بار دو اور ایک پٹاخہ ہو۔ اوسکے قبضہ میں دلی ہے لیکن  
کالا لٹ مارے سارے کا سارا دی جس فقیر پادشاہ کی مذہب کوئی ہوئی کوڑی شیشیں کرنا ہوا اور  
آج۔ شاہ اودہ کل در کلن الی نام پور کن شیشیں کہو اور جس قوطا اختیار دے اعتبار پادشاہ

کوئی خطبہ نہ لکھتا ہوا دین چاروں طرف سے عمارت کا عرصہ بیان ہوا اور کیا خدا کی قدرت ہے کہ  
 ان کی آن میں کیا سی کیا کر دکھایا۔ کوئی بڑا اجنبی اب ستیان میں نہ ہو گا جس کا کوئی کوئی ملک کوئی  
 آدمی شہر گلی کو چون میں چہا پہونہ پڑا ہو گا۔ اور اس کی گلی چیل کی کتا بونکو دیکھ رہا ہے کہ ہاں  
 تاتے رشتے اور واسطوں کا مسودہ نہ گہرا ہو اور وقت کا منظر نہ بیٹھا ہو۔ ہوت دلی کے دیکھنے  
 یہ حقیقت کہلنی تھی کہ اس درہ سلطنت کی لیل بلادشاہ کو کتنے ہندوستانی دل میں بادشاہ کا  
 ہو گا اور اس شہر کو اپنی ملک دار سلطنت جانی ہوئی بیٹھ تھی مئی شہر سے ستم تک ہنگامہ راز  
 رہا۔ بہتر کر ان بیان ہوئے۔ سب میں باغیوں کا شکست ہوئی۔ آخر کو دلی قلع ہوئی۔ باغیوں کے جد  
 سینکٹاں اور دھر چلے گئے۔ بادشاہ نے جالوں کے مقبر میں اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اب تک دیکھو  
 یہ ہندو جلا جاتا تھا۔ کہ جس وقت بھی انگریز دیکھینگے ہوا در پر رہا کر دلی لیا جائیگا اور تخت پر رہا  
 اگر سطح سر خود غلط نہ ہوتا تو کیوں انگریزوں کو اپنی تئیں حوالہ کرتا۔ اور رنگوں کی ہوا کھانا  
 اور اپنے جوان بیٹوں اور پوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کتے ہوئے دیکھتا۔ اس خاندان  
 ختم ہونے پر ہماری تاریخ ہی ختم ہوئی خاتمہ بالآخر اپنی تاریخ کا لکھتے ہیں +

## خاتمہ

اسے طالب علم اب تم تمام خاندان تیمور کی ترقی تیزی کا حال پڑھ چکے اور ان ہندو درائش  
 حصہ تیمور کا قولی ذکر دے جسے یہ کہتا تھا کہ خداوند نہ کرے کہ ہماری اولاد ہندوستان میں  
 اور اپنی جلاوت شہر استیل شوکت سطوت والو الغری عالی حوصلگی نازد منشی کو خاک میں ملا  
 - اس عالی دماغ کے خیال میں یہ بات ضرور تھی کہ غزنین اور غور کی جواغزو زبردست قومیں  
 ہندوستان میں جب تک ہیں تو کسی فی لیل خواہ گھوڑیں - اس عالی خیال ان اندیش نے جو بات  
 برس پہلے کہی تھی وہ اب تم نے اپنی آنکھوں دیکھ لی کہ اس خاندان تیمور کا کیا حال ہوا۔ اس

کسی کو انکار نہیں کہ ملک کی بے ہوا انسان کی عادت اور اخلاق و جسمانی اور روحانی قوائے  
 بڑا اثر کرتی ہے جب تک ملک باشندوں کے ملک میں جا کر بستے ہیں تو دو چار پشت کے بعد اسی  
 کے باشندوں کی مثل ہو جاتی ہیں ہندوستان کی قدیم تاریخ دیکھو کہ جو قومیں یہاں آنکر  
 وہ دو چار پٹری کے بعد عیش و آرام کی دلغلام ہوئیں۔ پہر کا پانی اور سستی کی تابع ہوئیں  
 اور آخر کو غیر قوموں کی مطیع ہوئیں۔ ہمارے پہلے حکمرانوں نے جو کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں  
 کے باپ دادا تک تھے۔ اجمع انہیں فرق ہے وہ ہندوستان اور ہندوستان کی آب و ہوا کی تاثیر کا  
 اثر ہے۔ ہندوستان کی حرارت یہاں باشندوں کو محنت سے روکتی ہے۔ اسکی شادابی اور سرسبز  
 عیش و آرام کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ ساری دنیا کی نعمتیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ وہ تہذیبی محنت  
 سے ہاتھ لگتی ہیں۔ پہر کسلنے کوئی محنت نہ جھانکشی لگتی اور پختیار کرے۔ اور اس گرم ملک میں تلو  
 جلدی اپنی پائیں بلائے اس ملک کی آب و ہوا کی تاثیر یہ تھا۔ کہ سلطنت تیمور کے  
 آخری وقت میں اگر کبھی مسلمان اپنی لیاقت دکھائی۔ اور ملک کسی حصہ میں اپنی حکومت  
 جمائی وہ بھی مسلمان تھا جسکو ہندوستان سے تعلق نہ تھا۔ سچ ہے کہ محمد علی حردی خان  
 سعاد خان اور حیدر خان اور غازی الدین خان مرزا نجف خان خلیفہ و کون تھے۔ پانی  
 میں جنہوں نے مرٹھ کو مارا کہ خون کی ندیاں لے گیا وہ کون تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس ملک  
 جس قوم کا تعلق ہوا اسکا تہذیب و تمدن میں خدا حافظ ہیں۔ انگریزوں کی عملداری سہی۔  
 اس قومی رائے عاقل و دانش آل راہ منش فرزانہ خوی۔ قوم نے مسلمانوں کی بربادی پسند نہیں  
 یاد کر لیا ہے کہ اس ملک میں آباد ہو گیا قصد نہیں کرتے۔ جو انگریز مدت تک ہندوستان میں  
 رہے ہیں وہ ہندوستان سے کچھ اخلاط اور ارتباط نہیں کرتے۔ بعد ضرورت ملتی جلتی ہیں۔ اس  
 سلطنت اور نظام ملکی میں ہندوستانیوں کی اخلاط پرگز نہیں ہوتے۔ نقطہ اسی کی

لیتے ہیں جو خود نہیں کر سکتے۔ اوہی حکومت اور سلطنت ابھی نہ ہو اور صغیر اسے بہت مقبول نہیں  
 معلوم ہو سکتا کہ ان کا اثر ہندوستان پر کیا ہوا اور ہندوستان کی اثر اور کیا ہوا۔ اور کون اثر کیا  
 ہے کیا موجب کہ یہ اس ملک ہوا کا اثر ہو کہ ایام غریب گنہگاروں میں وہ سلطنت کہ وہی  
 باب دادانی رسول کی محبت میں جاتی تھی۔ سگریہ ہو کہ کہا کروہ پھر کہ سبیلہ کہ ہم ہندوستان میں  
 بڑی جانفشانی اور محنت کی پہلے حکومت کو حاصل کر لیا۔ اور آئندہ کو سکھوں اور افغانوں کی گلیز  
 جن انگریزوں کے باپوں اور ان کے کارناموں کے تاریخ کی صفحے کے صفحے بہت جاتی ہیں اوہی دلاؤ نے  
 میان پانی پانڈے کے سی کام کر نہیں سکا۔ ایک عالی خاندان جس کے کارناموں کے سکھوں کی صفحہ  
 تاریخ میں لکھے جاتی ہیں اوہی دلاؤ میں ایک انگریزوں کے ہنگامہ غریب میں تھا۔ وہ ہندوستان  
 خدا کی جان لینے میں خدا کی نذر تھا ایسا کوئی درحکم نہ تھا۔ وہ سی ملک کے حشیانہ طریقہ کے  
 موافق سرزد کیا کہ جس گہر میں ایک مجرم ہوتا۔ اس کے سارے گہر کو یہاں سی کے ہندوستان پہاں ستا۔  
 عورتوں بچوں کو یہہ جانکر چھوڑ دیا کہ وہ ابھی کہ جو غنیمت کے یہاں مرگ ہو جائیگے نہ مضامنت  
 انگریزوں نے بہت جلد اس کو ناقط الاختیار کر دیا۔ نہ معلوم نہیں کیا کچھ ہو جاتا۔ جو انگریز  
 یہاں تانہ دار ہوتے ہیں وہ محبت مروت اور فیاضی ہم دردی کی باتیں ہندوستانوں کے  
 ساتھ کرتے ہیں چہ وہ دیر تک اس ملک میں بیٹھ کر نہیں کرتے۔ وہ دیکھ لاور ڈالاسن جس کی ساری  
 ہندوستان میں بسر ہوئی۔ اور اوہی اعزاز کا شریہ ہی ملک تھا۔ اور ہوت اپنی شایانہ  
 اگر وہ لوٹتے تھے۔ کہ ملک انیسٹین لاکھوں کہو یا سوئے گوشت پوت کو چھٹی کی کبار تھی  
 اور لاشوں کو کتے چھوڑتے تھے۔ ایک لاکھ مار تہہ بروک میں خیر ایسی اس ملک کی آج چھ  
 تاثیر نہیں کی سلطنت کال کی قحط سالی کی خاطر اگر وہ کے دیباہ شایانہ کو موقوف کیا شملہ جو  
 موتمم گرامین انگریزوں کا بہت گنی۔ بنگالہ کی برسات جس خدا پناہ میں کہ پھر اس کی











